وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

عُمدۃ البیان فی تفسیر القرآن

المعروف

تفسیر المدنی (الکبیر)

جلد [illegible]

(از قلم حقیقت رقم)

شیخ التفسیر حضرت مولانا ابوطاہر محمد اسحاق خان صاحب المدنی

(حفظہ اللہ ورعاہ وتقبل مساعیہ وجعل آخرہ خیرا من اولاہ)

دار العلوم الاسلامیۃ کشمیر الحرۃ

پلندری، ضلع سدھنوتی

آزاد کشمیر پاکستان

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

اور بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا ہے اس قرآن کو نصیحت کیلئے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

عُمدۃ البیان فی تفسیر القرآن

المعروف

تفسیر المدنی (الکبیر)

جلد پنجم

(از قلم حقیقت رقم)

حضرت مولانا شیخ التفسیر ابو طاہر محمد اسحاق خان صاحب المدنی

(حفظہ اللہ ورعاہ وتقبل مساعیہ وجعل اخراہ خیراً من اولاہ)

دار العُلوم الاسلامیہ بکشمیر الحرۃ

پلندری، ضلع سدھنوتی

آزاد کشمیر، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

اور بلاشبہ ہم نے آسان کردیا ہے اس قرآن کو نصیحت کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

عُمدة البيان في تفسير القرآن

المعروف {تفسير المدني (الكبير)

ترجمہ و تفسیر

از قلم حقیقت رقم { شیخ التفسیر حضرت مولانا ابو طاہر محمد اسحاق خان صاحب المدنی

(حفظہ اللہ ورعاہ وتقبل مساعیہ وجعل اخراہ خیرا من اولاہ)

ناشر

دار العلوم الاسلامیہ بکشمیر الحرۃ

پلندری، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان

(Palandri Dist Sudhnoty (A.J.K) Pakistan.)

المعروف تفسیر المدنی الکبیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب	:	عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن (جلد پنجم)
ازقلم حقیقت رقم ترجمہ و تفسیر	:	شیخ التفسیر ابوطاہر مولانا محمد اسحاق خان صاحب المدنی دامت برکاتہم العالیہ
باہتمام	:	پروفیسر صاحبزادہ مولانا محمد طاہر خان صاحب آل مدنی حفظہم اللہ
تصحیح و تصویب:	:	مولانا ابواسامہ حکیم ضیاء الرحمٰن ناصر سردار پوری
صفحات:	:	973
تعداد اشاعت	:	گیارہ سو (۱۱۰۰)
سن اشاعت	:	محرم الحرام ۱۴۳۲ھ بمطابق دسمبر ۲۰۱۰ء
ناشر:	:	المدنی پبلی کیشنز اسلام آباد
سٹاکس:	:	بخاری اکیڈمی فیصل آباد 0301-0313-0336-0322-8651560

297-16
15Q
141080
جلد5

براہ راست صاحب تفسیر سے رابطہ کیلئے

مدنی منزل معمورۂ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر
مدنی منزل اسلام آباد، پاکستان ۵۲۵۶۷۳۴_۰۳۳۳_۵۵۱۲۲۵۰_۰۳۳۳
مدنی منزل سطوہ دبئی متحدہ عرب امارات ۳۴۹۰۵۸۸۲_۰۹۷۱۴_۵۰۴۵۸۲۳۲_۰۰۹۷۱

استدعاء

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، تصحیح طباعت اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکرگزار ہوں گے۔

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ لِمَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، وَ عَلٰی مَا یُحِبُّ وَ یُرِیْدِ، (ادارہ)

اِہداء و انتساب

اُس وحدہٗ لاشریک سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور اور اسی کے نام

❁ — جس کا میں بندہ ہوں اور جس کے فضل وکرم اور رحمت وعنایت میں میرے جسم وجاں کا رواں رواں ڈوبا ہوا ہے، اور جس کا شکر ادا کرنا میرے بس میں نہیں۔ اور جس سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق وعنایت سے اس کی کتابِ حکیم کے ترجمہ وتفسیر کی یہ خدمت، اور عظیم الشان سعادت، نصیب ہوئی ہے۔ فَالْحَمْدُ لَهٗ قَبْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ بَعْدَ كُلِّ شَیْءٍ ورنہ ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم سحر یہ تیری مہربانی ہے

❁ — پس اسی کے حضور دست بدعا اور سراپا عرض والتجا ہوں، کہ وہ محض اپنی شانِ کریمی سے اس بندۂ ناچیز کی اس طالب علمانہ کوشش کو شرفِ قبولیت سے نواز کر اسے نفع عام اور راقم آثم کیلئے دارین کی سعادت وسرخروئی کا ذریعہ بنادے۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَيْهِ بِعَزِيْزٍ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ، وَلَا حَدَّ لِجُوْدِهٖ وَكَرَمِهٖ وَهُوَ بِالْاِحْسَانِ جَدِيْرٌ۔
نیز یہ کہ اس کارِ عظیم کے دوران جو بھی کوئی تقصیر وکوتاہی راقم آثم سے سرزد ہوئی ہو۔ خواہ اس کا تعلق نیت وارادہ سے ہو، یا عمل واداء سے، اس کو اپنی رحمت وعنایت سے معاف فرمادے کہ وہ غفور بھی ہے، اور رحیم بھی، تَبَارَكَ وَتَعَالٰى

❁ — اور اس کو اپنی بارگاہِ اقدس واعلیٰ میں قبول فرما کر اسے راقم آثم کیلئے، راقم کے والدین مرحومین، اور دوسرے اعزہ واقارب، کے لئے، راقم کی بیوی اور بچوں کے لئے، بہنوں اور بھائیوں اور دوسرے تمام رشتہ داروں کیلئے خیر وبرکت اور دارین کی سعادت وسرخروئی کا ذریعہ اور ابدالآباد تک باقی رہنے والا صدقۂ جاریہ بنادے، آمین ثم آمین۔

❁ — نیز اس کو راقم کے اساتذہ ومشائخ، اہلِ مسلک اور جملہ اہلِ حق، اور اہلِ ایمان کیلئے رحمتوں برکتوں، اور دارین کی فوز وفلاح اور سعادت وکامرانی کا ذریعہ بنائے اور اس سے حق اور اہل حق کا بول بالا ہو۔ اور ان کے مقابلے میں اہلِ کفر وباطل میں سے جن کے نصیب میں ہدایت ہو ان کو ہدایت ورحمت کے نور سے نوازنے کا ذریعہ بنادے، اور جن کے نصیب میں یہ نور ملنا مقدر نہ ہو ان کو خائب وخاسر اور ناکام ونامراد کردے۔ آمین ثم آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ، وَاِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ، وَعَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ وَهُوَ عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِهٖ بِهٖ جَلَّ وَعَلَا، وَهُوَ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْهُمْ لِاَنْفُسِهِمْ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔

وانا عبده العاصی ولرحمته الرّاجي محمد اسحاق خان (عفا الله عنه وعافاه و جعل عقباه خیرا من اولٰه) أحدُ طلبة العلم.
المقیم بدبی (السطوة) الامارات العربیة المتحدة ۱۲ صفر ۱۴۱۷ھ الموافق ۲۷ یونیو ۱۹۹۶ء یوم الخمیس،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین

والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء وسید المرسلین، نبینا محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین، ومن اھتدی بھدیہٖ ودعا بدعوتہ الی یوم الدین. وبعد

❁ یہ بندۂ ناچیز محمد اسحاق خان ولد سردار خانولی خان، ولد سردار نواب خاں علیہم شآبیب الرحمۃ والغفران۔ جو کہ آزاد کشمیر، پاکستان کے ایک پسماندہ اور دور افتادہ مگر مردم خیزی میں امتیازی مقام اور خاص شہرت رکھنے والے خطہ ''منگ'' کا رہنے والا ہے۔ برادران اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ قرآن حکیم کے ترجمہ وتفسیر کے جس عظیم الشان اور جلیل القدر کام کا آغاز ایک عرصہ قبل کیا تھا وہ ربع صدی سے بھی زیادہ عرصے کی طویل محنت اور جہد مسلسل کے بعد اب جا کر پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے والحمد للہ رب العالمین۔ اَلَّذِیْ لَاتَتِمُّ الصَّالِحَاتُ اِلَّا بِتَوْفِیْقٍ مِّنْہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

❁ اس عظیم الشان اور جلیل القدر کام کے سلسلہ میں جن امور کا التزام کیا گیا۔ اور جن خطوط پر اس سلسلہ میں محنت کی گئی ان سب کا ذکر تفصیل کے ساتھ مقدمۂ تفسیر میں کر دیا گیا جو کہ الگ ایک مستقل کتاب کی شکل میں عرصہ قبل چھپ چکا ہے۔ والحمد للہ اس لئے اس کے اعادہ وتکرار کی نہ ضرورت ہے اور نہ گنجائش اس وقت تو صرف اس عمل جلیل کی قبولیت عند اللہ کی دعا کی اپیل ودرخواست ہے اور بس اس دوران جو بھی کوئی کوتاہی راقم آثم سے سرزد ہوگئی ہو۔ خواہ اس کا تعلق ارادہ ونیت سے ہو۔ یا عمل واداء سے اللہ تعالیٰ اس سب کی بخشش فرما کر اس قرآنی خدمت کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول فرمالے۔ اور اس کو پوری دنیا میں نور حق وہدایت کی اشاعت کا ذریعہ بنادے آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرما کر اس کو راقم آثم اور راقم کے جملہ متعلقین کے لئے ہمیشہ ہمیش کیلئے باقی رہنے والا ایسا صدقۂ جاریہ بنادے۔ جس سے دنیا ساری میں نور توحید کا اجالا ہو جائے اور شرک وبدعت کے اندھیرے چھٹ جائیں۔ اور حق اور اہل حق کا بول بالا ہو آمین ثم آمین یارب العالمین وانہ سبحانہ وتعالیٰ ولی ذالک والقادر علیہ جل وعلا شانہ

وانا عبدہ الضعیف المفتقر الی رحمتہ جل وعلا فی کل حین وآن وبکل حال من الاحوال محمد اسحاق خان (عفا اللہ عنہ وعافاہ)

یکے از خدام علم واہل علم مقیم دبی ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ ۶ نومبر ۲۰۰۳ء

بروز جمعرات سات بجے شام سطوہ دبی (قبیل اذان العشاء) والحمد للہ جل وعلا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

"عمدة في البيان والتفسير"

من كلمات فضيلة الشيخ محمد عبد الله احمد ناصر الموزعي من اليمن

اشرق النور في دروب المسير　　فتجلى للباحث المستنير
و تحلي اليراع فيه سرورا　　بالمعاني و أجمل التصوير
و عقود الجمان في الدهر أضحت　　تتسامي بدقة التعبير
إن هذا التفسير عذب جميل　　طيب النشر في رياض السطور
تتغذى منه العقول بديعًا　　بالتسالي و روعة التحرير
للكتاب العزيز خير بيان　　ليس فيه شوائب من قصور
أوضح الحكم في الوقائع فقها　　بينًا بالدليل و المأثور
وروى سيرة الأوائل فيه　　قصصًا بالصحيح و المشهور
ونعيم الجنان فيه حديث　　ذو شجون يزهو بريا العبير
والوعيد الشديد للناس إن هم　　خالفوا منهج العلي القدير
والصفات الحسان لله والأسماء　　سبحانه عديم النظير
وحديث الإيمان بالله نور　　في الحشايا يوحي بشرح الصدور
في مجال الإرشاد قد صاغ درا　　يتلألأ بالنصح و التذكير
سريا دهرًا في الوجود بهاء　　أبديا بعالم نحرير
سهرت عينه الليالي فنالت　　كل فضل بجهده المشكور
فبدى للأنام فيه كتاب　　قد توشي باحرف من نور
حقه أن يقال فيه لعمري　　"عمدة في البيان و التفسير"

ذاك الحديث العذب الرقراق　　والعلم والايمان والأخلاق
يتناثر الإيمان من أوصافه　　و الحب و الأنوار و الإشراق
لا تعجبوا من حسن منطقه فذا　　أنس المجالس شيخنا إسحاق

دار العلوم الاسلامية بكشمير الحرة　　پلندری، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان

اپنی اس تفسیر سے متعلق برادرانِ اسلام کی خدمت میں

تین اہم گزارشیں

ا اس بندۂ ناچیز نے اپنی اس تفسیر کی تحریر وتسوید کے دوران ہر مرحلے پر یہ دعاء بھی کی اور کوشش بھی کہ یہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے ہو، اور اس میں ریاء وسمعہ کا کوئی شائبہ نہ پایا جائے۔ لیکن نفس وشیطان کے شر سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ۔ اس لئے برادرانِ اسلام سے اس بارہ اس مخلصانہ دعاء کی اپیل و درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کو خالص اپنی رضا کیلئے قبول فرمالے۔ اور اس ضمن میں جو بھی تقصیر وکوتاہی اس بندۂ ناچیز سے سرزد ہوئی ہو اس کو معاف فرمادے، خواہ اس کا تعلق نیت وارادہ سے ہو، یا عمل واداء سے۔ فَاِلَیْهِ نَتَضَرَّعُ اَنْ یَّجْعَلَهٗ خَالِصًا لِوجهه الكريم. وَان یَّجْعَلَهٗ اَخْلَصَ مَایكونُ وَاَحَبَّ مَایَكُوْنُ، وَانْفَعَ مَايكون. وَاَوْسَعَ مَایَكُوْنَ، وَاَبْقٰی مَایَكُوْنَ، اِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ وتعالىٰ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُجِيْبٌ وَعلىٰ مَايَشَاءُ قدير،

ب جبکہ دوسری گزارش اس بارہ میں حضرات اہل علم سے یہ ہے کہ اس عظیم الشان اور جلیل القدر کام سے متعلق جو بھی کوئی تقصیر وکوتاہی ان کی نظر سے گزرے، یا اسکی اصلاح اور بہتری سے متعلق جو کوئی بھی رائے اور تجویز ان کے سامنے آئے، اس سے آگہی بخشیں تاکہ اس سے استفادہ کیا جاسکے۔ اور آئندہ ایڈیشن میں اسکی روشنی میں اصلاح کی جاسکے۔ کیونکہ بندہ بہرحال بندہ اور محتاج دعاء واصلاح ہے، وَالْكَمَالُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ لاشريک لَهٗ ۔وَهُوَ وَلِیُّ التَّوْفِيْقِ، لِمَایُحِبُّ ويريد، وعلىٰ مايُحِبُّ ويريد، سبحانه و تعالىٰ، وَجَلَّ وَ عَلَا،

ج اور تیسری گزارش اس ضمن میں ہر اس شخص سے جو کہ دل دردمند رکھتا ہو، یہ ہے کہ وہ اسکی کوشش کرے۔ اور اس کوشش میں حتی المقدور حصہ لے، کہ یہ تفسیر ہر شخص کے پاس اور ہر ہر گھر میں پہنچے، تاکہ قرآن وسنت کا نورِ مبین ہر ہر گھر میں پھیلے۔ اور ہر ہر گھر اور ہر ہر دل نورِ قرآن وسنت سے منور ومعمور ہو۔ کہ یہ دین حق کا ہم پر حق بھی ہے۔ اور امتِ مسلمہ اسکی سب سے زیادہ محتاج بھی ہے۔ اللہ توفیق بخشے، امین ثم امین

وبـالله التوفيق لمايحب ويريد، وعلى مايحب ويريد، بِكُلِّ حالٍ من الاحوال، وفي كل موطنٍ من المواطن فی الحياة، وهو الهادى الى سواء الصراط ١٠ ربیع الثانی ١٤٢٨ھ ٢٢ مئی ٢٠٠٥ء

دانا عبدہٗ العاصی ولرحمتہ الراجی محمد اسحٰق خان (عفا اللہ عنہ وعافاہ)
مدنی منزل معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدہنوتی، آزاد کشمیر۔ پاکستان
والحمد للہ رب العالمین قبل کل شئی وبعد کل شئی

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
(۲۹) سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ مَکِّیَّۃٌ (۸۵)	
داعیٔ حق کے لئے تسکین وتسلیہ کا عظیم الشان سامان،	۴۵
بلاشبہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے،	۴۵
اللہ پاک کی عظمتِ شان کا حوالہ وذکر،	۴۶
اللہ تعالیٰ کے کمال علم وآگہی کا حوالہ وذکر،	۴۶
اہل کتاب سے جدال کے بارے میں خصوصی ہدایت،	۴۷
جدال بالاحسن کی تعلیم وتلقین،	۴۷
ظالموں کے ساتھ سلوک کا معاملہ،	۴۸
طریق احسن کی توضیح وتشریح،	۴۸
قرآن حکیم کی اصل دعوت وہی ہے جو گزشتہ انبیاء ورسل کی تھی،	۴۹
ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں،	۴۹
حضرت امام الانبیاء کی صداقت وحقانیت کی ایک ٹھوس اور واضح دلیل،	۵۰
قرآن حکیم کے سینوں کے اندر ہونے کا اور اس بارے ایک عبرت انگیز قصے کا ذکر وبیان،	۵۱
معجزات وخوارق اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں،	۵۲
قرآن حکیم پیغمبر کی صداقت وحقانیت کے لئے معجزہ کبریٰ،	۵۳
قرآن حکیم سراسر رحمت اور ایک عظیم الشان وبے مثال نصیحت،	۵۳
اللہ تعالیٰ کی گواہی ہی کافی اور سب سے بڑھ کر ہے، سبحانہ وتعالیٰ،	۵۴
منکرین کی طرف سے عذاب کی جلد بازی کا جواب،	۵۵
عذابِ الٰہی اچانک اور کبھی بھی آسکتا ہے، والعیاذ باللہ،	۵۵
اہل کفر وباطل جہنم کے گھیرے میں۔ والعیاذ باللہ،	۵۶
دین وایمان کی حفاظت سب پر مقدم،	۵۶
سب کا رجوع بہر حال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف،	۵۷
اہل ایمان کیلئے جنت کی عظیم الشان نعمتوں کی خوشخبری،	۵۷
دوام وخلود جنت کی ایک عظیم الشان اور منفرد نعمت،	۵۸
دو عظیم الشان صفتوں کی تعلیم وتلقین،	۵۸
روزی رساں سب کا اللہ وحدہٗ لاشریک ہی ہے،	۵۹
وہی ہے سننے والا، جاننے والا،	۵۹
مشرکوں کی مت ماری پر اظہار افسوس وتعجب،	۶۰
رزق وروزی کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں،	۶۰
اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ وذکر،	۶۱
اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے والعیاذ باللہ،	۶۱
دنیاوی زندگی محض ایک کھیل اور تماشہ،	۶۲
اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے،	۶۳
کاش کہ یہ لوگ جان لیتے،	۶۳
توحید انسان کی فطرت کی صدا وپکار،	۶۳
کفران نعمت کے ارتکاب کا ذکر وبیان۔ والعیاذ باللہ،	۶۴
نعمت کی تذکیر ویاددہانی اور شکر نعمت کی تعلیم وتلقین،	۶۴
باطل پر ایمان اور اللہ کی نعمتوں کا انکار؟ والعیاذ باللہ،	۶۵
حق کو جھٹلانا سب سے بڑا ظلم۔ والعیاذ باللہ،	۶۵
کافروں کا ٹھکانہ دوزخ۔ والعیاذ باللہ،	۶۶
راہِ حق میں جہاد کی صورتیں؟،	۶۶
اہل ایمان کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری،	۶۶
یقیناً اللہ ساتھ ہے نیکوکاروں کے،	۶۶
(۳۰) سُوْرَۃُ الرُّوْمِ مَکِّیَّۃٌ (۸۴)	۶۷

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
رومیوں اور انکی مغلوبیت کا ذکر وبیان،	۶۷
قرآنِ حکیم کی ایک عظیم الشان پیشینگوئی کا ذکر وبیان،	۶۷
﴿بضع سنین﴾ کا مفہوم اور اس سے مراد؟،	۷۰
اور اللہ ہی ہے سب پر غالب انتہائی مہربان،	۷۱
عوام الناس کی اکثریت جاہل وبے خبر، والعیاذ باللہ،	۷۱
آخرت سے غفلت محرومیوں کی محرومی،	۷۲
اپنے باطن میں اتر کر غور وفکر کی دعوت وتلقین،	۷۳
عقیدۂ آخرت سے محرومی ہر خیر سے محرومی - والعیاذ باللہ،	۷۳
تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین،	۷۴
برائیوں کے ارتکاب کا نتیجہ بُرا - والعیاذ باللہ،	۷۵
اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب اور انکے استہزاء کا انجام نہایت بُرا،	۷۵
روزِ قیامت کی ہولناکی کی تذکیر ویاددہانی،	۷۶
قیامت کے روز مشرکوں کے حالِ بد کا ذکر وبیان،	۷۶
قیامت کا دن فرق وتمیز کا دن،	۷۷
اہلِ ایمان کیلئے عظیم الشان خوشخبری،	۷۸
اہلِ کفر وباطل کی ذلت وبے بسی کی تصویر،	۷۸
توحیدِ خداوندی اور قانونِ مجازات کا تقاضا تسبیحِ خداوندی،	۷۹
ہرنئی حالت وکیفیت پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کا تقاضا،	۷۹
پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وثنا،	۸۰
انسان کا خود اپنا وجود قدرت وحکمتِ خداوندی کا ایک عظیم الشان شاہکار،	۸۱
زوجین کے وجود میں دلائلِ قدرت وحکمت،	۸۱
زبانوں اور رنگوں کے باہمی اختلاف میں بھی عظیم الشان دلائلِ قدرت وحکمت،	۸۲
نیند کی نعمت میں سامانِ غور وفکر،	۸۳
آسمانی بجلی میں دعوتِ غور وفکر،	۸۴
آسمان سے اترنے والی بارش میں دعوتِ غور وفکر،	۸۴
آسمان اور زمین کا قیام اور انکی بقاء اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے،	۸۵
قیامِ قیامت ایک ہی حکم وارشادِ خداوندی کا نتیجہ،	۸۵
کائنات پوری میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے،	۸۶
سب اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں - سبحانہ وتعالیٰ،	۸۶
اعادۂ خلق ابداءِ خلق سے آسان تر،	۸۷
اللہ تعالیٰ کی شان سب سے بلند وبالا - سبحانہ وتعالیٰ،	۸۷
اللہ تعالیٰ کی صفتِ عزت وحکمت کا حوالہ وذکر،	۸۸
تردیدِ شرک کے لیے ایک مثال کا ذکر وبیان،	۸۹
خواہشات کی پیروی ہلاکت وتباہی کی راہ - والعیاذ باللہ،	۸۹
ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے قانون کی زد میں،	۹۰
دینِ فطرت کو اپنانے کی تعلیم وتلقین،	۹۱
دینِ حق فطرتِ سلیمہ کا تقاضا،	۹۱
سیدھے راستے کی تعیین وتشخیص کا ذکر وبیان،	۹۱
اکثر لوگ جاہل - والعیاذ باللہ،	۹۲
انابت ورجوع الی اللہ کی تعلیم وتلقین،	۹۲
مشرکوں سے اجتناب وبیزاری کی تعلیم وتلقین،	۹۲
مصیبت کے وقت مشرکین کا رجوع الی اللہ،	۹۳
مشرکوں کا معاملہ نعمت ملنے کے بعد؟،	۹۴
مشرکوں کی ناشکری اور اسکے مختلف مظاہر،	۹۴
شرک کا نتیجہ کفرانِ نعمت والعیاذ باللہ،	۹۵
شرک کی تردید کے لیے مشرکوں سے سوال،	۹۵
ہرنعمت اور رحمت اللہ ہی کی طرف سے،	۹۶

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
مادہ پرست انسان کی تنگ ظرفی کا ایک نمونہ ومظہر،	۹۶
مالداروں کے مال میں دوسروں کے حقوق کی تذکیر ویاد دہانی،	۹۷
حق داروں کو ان کے حقوق دینے کا حکم وارشاد،	۹۷
اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے والے ہی فلاح پاتے ہیں،	۹۸
لفظ ﴿ربوا﴾ کا مفہوم؟ اور اسکی حقیقت کا بیان،	۹۸
﴿ربوا﴾ سود اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑھوتری کا ذریعہ نہیں بنتا،	۹۹
اللہ کی راہ میں دیا ہوا مال ہی اصل میں بڑھتا ہے،	۱۰۰
توحید کے بعض دلائل انفسی کا ذکر وبیان،	۱۰۱
لوگوں کے اعمال کا کچھ بدلہ اسی دنیا میں،	۱۰۱
تنبیہی عذاب کا مقصد تنبیہ وتذکیر،	۱۰۱
عبرت پذیری کی تعلیم وتلقین،	۱۰۲
دین فطرت کو یکسو ہو کر اپنانے کی ہدایت،	۱۰۲
قیامت کا دن فرق وتمیز کا دن،	۱۰۳
قیام قیامت کا اصل مقصد اہل ایمان کو نوازنا،	۱۰۳
باران رحمت کی خوشخبری دینے والی ہواؤں کا ذکر وبیان،	۱۰۴
نعمت سے سرفرازی کا تقاضا شکر نعمت،	۱۰۴
پیغمبر کے لیے تسلی کا سامان تاریخ کے حوالے سے،	۱۰۵
اہل ایمان کے لیے نصرت خداوندی کا مژدہ جانفزا،	۱۰۵
بادلوں اور باد وباراں میں درسہائے عبرت وبصیرت کا سامان،	۱۰۶
بارش کی تقسیم اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں،	۱۰۶
مایوسی کے بعد خوشی کا سامان،	۱۰۷
آثار رحمت وقدرت میں غور وفکر کی دعوت،	۱۰۷
لفظ "ریاح" اور "ریح" کے درمیان فرق،	۱۰۸
انسان کی تنگ ظرفی اور ناشکری کا ایک نمونہ ومظہر،	۱۰۸

عنوانات	صفحہ
مُردوں اور بہروں کو سنانا کسی انسان کے بس میں نہیں،	۱۰۹
سننا اور ماننا سعادت وسرفرازی کی اصل واساس،	۱۱۰
خود اپنی جانوں میں غور وفکر کی دعوت،	۱۱۱
قیامت کے روز مجرموں کی بدحواسی کے ایک منظر کا ذکر وبیان،	۱۱۱
منکروں کی مت ماری دنیا وآخرت دونوں میں،	۱۱۲
ایمان اور علم کی روشنی ایک عظیم الشان اور بے مثال روشنی	۱۱۲
ایمان وعلم والوں کا منکرین کو جواب،	۱۱۳
علم حق سے محرومی ہر خیر سے محرومی - والعیاذ باللہ،	۱۱۳
ظالموں کے لیے آخرت میں کسی معافی کا کوئی موقع نہیں ہوگا،	۱۱۳
قرآن میں ہر عمدہ مضمون کا ذکر وبیان،	۱۱۴
منکرین کی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ،	۱۱۴
صبر واستقامت سے کام لینے کی ہدایت،	۱۱۵
(۳۱) سُورَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ (۵۷)	
قرآن کا تعارف قرآن کی زبان سے،	۱۱۷
قرآن حکیم سراسر ہدایت اور عظیم الشان رحمت،	۱۱۷
ہدایت قرآنی سے استفادے کے لیے بنیادی شرائط کا ذکر وبیان،	۱۱۸
محسنین کی تین اہم صفات کا ذکر وبیان،	۱۱۸
فوز وفلاح کا مدار ایمان وعمل پر،	۱۱۹
سعداء کے مقابلے میں اشقیاء کا ذکر وبیان،	۱۱۹
﴿لهو الحديث﴾ کا مفہوم اور اس سے مراد؟	۱۲۰
مفسدین کی کوششوں کا مقصد راہ حق سے بہکانا بھٹکانا-	۱۲۱
مشرکین ومفسدین کے لیے رسوا کن عذاب-	۱۲۱

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حق سے منہ موڑنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی خوشخبری، والعیاذ باللہ،	۱۲۲	صبر و برداشت کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۱۳۴
ایمان اور عملِ صالح باہم لازم و ملزوم	۱۲۲	عزم و ہمت کیلئے تحریک و ترغیب کا ذکر و بیان،	۱۳۴
مومنین صالحین کے لیے نعمتوں بھری، جنتوں کی خوشخبری،	۱۲۳	متکبرانہ رَوِش سے احتراز و اجتناب کی تعلیم و تلقین،	۱۳۴
اللہ تعالیٰ کی صفتِ عزت و حکمت کا حوالہ و ذکر،	۱۲۳	خود پسندی اور شیخی بازی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں،	۱۳۵
آفاقی دلائل میں غور و فکر کی دعوت،	۱۲۴	میانہ روی کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۱۳۵
مشرکوں سے ایک فیصلہ کن سوال کا ذکر و بیان،	۱۲۵	اپنی آواز کو پست رکھنے کی تعلیم و تقلین کا ذکر و بیان،	۱۳۶
حضرتِ لقمٰن کون تھے اور کیا تھے؟	۱۲۵	شکرِ خداوندی کے آفاقی دلائل میں غور و فکر کی دعوت،	۱۳۶
حکمت کا اصل اور اولیں تقاضا معرفت و شکرِ خداوندی،	۱۲۵	ظاہری اور باطنی تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہیں،	۱۳۷
شکرِ خداوندی حکمت و اخلاقیات کی اصل اور اولیں اساس و بنیاد،	۱۲۶	پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا؟-	۱۳۸
شکر کا فائدہ خود شکر کرنے والے کے لیے،	۱۲۶	جھگڑا بھی بغیر کسی حجت و برہان کے،	۱۳۸
اور ناشکری کا نقصان خود ناشکرے انسان کو-	۱۲۷	وحی کی پیروی کا حکم و ارشاد،	۱۳۹
اپنی اولاد کیلئے دین کی فکر کا درسِ عظیم،	۱۲۷	حق کے مقابلے میں دوسروں کی پیروی دوزخ کی راہ-	۱۴۰
شرک سے اجتناب کی تعلیم و تلقین،	۱۲۸	اسلام وجہ سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ،	۱۴۰
شرک یقیناً ظلمِ عظیم، والعیاذ باللہ العظیم	۱۲۸	اسلام کی اصل روح احسان،	۱۴۰
ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کا ذکر و بیان،	۱۲۹	عروۂ وثقیٰ سے سرفرازی کی بشارت کا ذکر و بیان،	۱۴۱
ماں کے حق کی عظمت اور اہمیت کا ذکر و بیان،	۱۲۹	سب کاموں کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف،	۱۴۱
شکرِ والدین کی عظمت و اہمیت کا ذکر و بیان،	۱۳۰	پیغمبرؐ کے لیے تسکین و تسلیہ کی ہدایت کا ذکر و بیان،	۱۴۱
ماں باپ کی اطاعت ضروری مگر محدود و مشروط،	۱۳۰	اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر،	۱۴۲
خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں،	۱۳۰	کفار و منکرین کے لیے مہلت بہت تھوڑی،	۱۴۲
پیروی ہمیشہ اہلِ حق کے راستے ہی کی کرنی ہے،	۱۳۱	مخالفین پر اتمام حجت ان کے اپنے اقرار سے،	۱۴۳
سب کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف، سبحانہ و تعالیٰ،	۱۳۲	سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، سبحانہٗ و تعالیٰ،	۱۴۳
اللہ تعالیٰ کے علم و آگہی کا حوالہ و ذکر،	۱۳۳	اللہ تعالیٰ ہی ہے بے نیاز اور ہر تعریف کا حق دار- سبحانہ و تعالیٰ،	۱۴۴
محاسنِ اعمال و اخلاق کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۱۳۳	اللہ تعالیٰ پاک کی بے مثال عظمتِ شان کا ذکر و بیان،	۱۴۴

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — پنجم

عنوانات	صفحہ
بعث بعد الموت کے بارے میں قدرت کے ایک نمونے کا ذکر و بیان،	۱۴۵
اللہ ہر کسی کی سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۱۴۵
رات اور دن کے ادل بدل میں غور وفکر کی دعوت،	۱۴۶
شمس وقمر کی تسخیر میں سامانِ عبرت وبصیرت،	۱۴۷
اللہ تعالیٰ کے علم وآگہی کا حوالہ وذکر،	۱۴۷
سمندر میں چلتے بحری جہازوں اور کشتیوں میں سامانِ غور وفکر،	۱۴۷
صبر وشکر کی دو عظیم الشان صفتوں کا ذکر وبیان،	۱۴۸
توحید خداوندی کی ایک فطری دلیل کا ذکر وبیان،	۱۴۸
تنگ ظرف اور ناشکرے انسان کی عہد شکنی کا ذکر وبیان،	۱۴۹
قیامت کے یومِ عظیم کی تذکیر و یاددہانی،	۱۵۰
دنیا اور شیطان کی دھوکہ دہی سے بچنے اور خبردار رہنے کی تعلیم وتلقین،	۱۵۰
قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے	۱۵۱
بارش برسانے کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں،	۱۵۱
رحموں کے اندر کا حال بھی اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے،	۱۵۲
آنے والے کل کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں،	۱۵۲
کسی کو بھی اپنی موت کے بارے میں کوئی پتہ نہیں،	۱۵۲
غیوب خمسہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے،	۱۵۳
(۳۲) سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۷۵)	
قرآنِ حکیم محض تنزیلِ خداوندی ہے،	۱۵۵
تنزیلِ کتاب سے مقصود اِنذار وتبلیغ،	۱۵۶
تخلیق کائنات سے متعلق اہم درس کا ذکر وبیان،	۱۵۶
استواء علی العرش اور اس سے مقصود ومراد؟	۱۵۷
ہر معاملے کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف،	۱۵۸
اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کا حوالہ وذکر،	۱۵۹
اللہ تعالیٰ کی ہر تخلیق نہایت عمدہ، سبحانہٗ وتعالیٰ،	۱۶۰
تخلیقِ انسان قدرت کا ایک عظیم الشان شاہکار،	۱۶۰
انسانی نسل کی حفاظت وبقاء کے نہایت کا حوالہ وذکر،	۱۶۱
انسان کی تخلیق ایک بے قدرے پانی کے سَت سے،	۱۶۱
انسانی اعضاء وجوارح کا تسویہ بطنِ مادر کے اندھیروں میں،	۱۶۲
انسانی وجود میں نفخِ روح کی رحمت وعنایت کا ذکر وبیان،	۱۶۲
حصولِ علم وادراک کے ذرائع سے سرفرازی کا ذکر وبیان،	۱۶۳
منکرین کے اِنکار واستعجاب کا ذکر وبیان،	۱۶۴
اِنکارِ آخرت محرومیوں کی محرومی اور خرابیوں کی خرابی۔ والعیاذ باللہ،	۱۶۵
انسان کی شخصیت میں اصل چیز اسکی روح اور جان ہی ہے،	۱۶۵
سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۱۶۶
منکرین کی قیامت کے دن کی حسرت کا ایک منظر،	۱۶۶
یاس اور مجبوری کا ایمان نہ مفید ہے، نہ مطلوب،	۱۶۷
جہنم کو بھرنے سے متعلق اللہ تعالیٰ کے حتمی فیصلے کا حوالہ وذکر،	۱۶۷
مجرموں سے خطاب انکی تقریع وتوبیخ کیلئے،	۱۶۸
یومِ حساب کو بھلا دینا باعثِ محرومی وعذاب۔ والعیاذ باللہ،	۱۶۸
منکرین کے لیے ہمیشہ کے عذاب کا اعلان والعیاذ باللہ	۱۶۸
اللہ والوں کی شان عجز وانکسار اور خشیت وخشوع کا، ذکر وبیان،	۱۶۹
اللہ والوں کی صفت شبِ بیداری کا ذکر وبیان،	۱۶۹

جلد تفصیلی فہرست عنوانات پنجم

عنوانات	صفحہ
اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے اور انفاق فی سبیل اللہ کی صفت کا ذکر و بیان،	۱۷۰
مومنین مخلصین کا صلہ و بدلہ تصور سے بالاتر والحمد للہ جل وعلا،	۱۷۰
اہلِ جنت کے لیے ایک اور خوش خبری کا ذکر و بیان،	۱۷۱
مومن و کافر کبھی باہم برابر نہیں ہو سکتے،	۱۷۱
ذریعۂ نجات صرف ایمان اور عملِ صالح،	۱۷۲
مومنین مخلصین کے لیے ہمیشہ کی جنتوں کی خوشخبری،	۱۷۲
اہل ایمان کے لیے ایک عظیم الشان اور بے مثال مہمانی کا ذکر و بیان،	۱۷۲
ایمان اور عملِ صالح وسیلۂ نجات و سرفرازی،	۱۷۳
''فسق'' کے معنیٰ اور اس سے مقصود و مراد؟	۱۷۴
منکروں کے لیے ہمیشہ کا دوزخ - والعیاذ باللہ	۱۷۴
تنبیہی عذابوں کا ذکر و بیان - والعیاذ باللہ جل وعلا،	۱۷۴
تنبیہی عذاب رحمت و عنایتِ خداوندی کا ایک اہم نمونہ و مظہر،	۱۷۵
آیاتِ خداوندی سے منہ موڑنا سب سے بڑا ظلم - والعیاذ باللہ،	۱۷۶
منکرین کے لیے تاریخ کے حوالے سے درسِ عبرت،	۱۷۷
﴿مِنۡ لِّقَآئِهٖ﴾ کی ضمیر کے مرجع میں اختلاف،	۱۷۷
امامت و پیشوائی کے بعض اہم اور بنیادی تقاضوں کا ذکر و بیان،	۱۷۸
تمام اختلافات کا آخری فیصلہ قیامت ہی کے روز ہوگا،	۱۷۸
تاریخ سے سبق لینے کی تعلیم و تلقین،	۱۷۹
منکر اور غافل لوگوں کے لیے ایک تنبیہ،	۱۸۰
پانی کی نعمت کے بارے میں دعوتِ غور و فکر،	۱۸۰
تو کیا ان لوگوں کو سوجھتا نہیں؟	۱۸۱
منکرین کے مذاق واستہزاء کے ایک نمونے کا ذکر و بیان،	۱۸۱
فیصلے کے دن کا ماننا کچھ کام نہیں آئے گا،	۱۸۱
نتیجہ و انجام کے ظہور کے انتظار کا حکم و ارشاد،	۱۸۲
(۳۳) سُوۡرَةُ الۡاَحۡزَاب مَدَنِيَّةٌ (۹۰)	
لفظِ ''نبی'' کا معنیٰ و مفہوم اور ایک مغالطے کا جواب،	۱۸۳
کفر و نفاق سے دینِ حق کا سمجھوتہ اور اشتراک ممکن نہیں،	۱۸۴
اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم و حکمت حوالہ توکل علی اللہ کی دلیل کے طور پر،	۱۸۵
اتباعِ حق ہی وسیلۂ نجات و فلاح،	۱۸۶
اللہ تعالیٰ کی کارسازی کی کفایت کا ذکر و بیان،	۱۸۷
انسان کے اندر دل بہرحال ایک ہی ہے،	۱۸۷
ظہار سے کسی کی بیوی اس کی ماں نہیں بن سکتی،	۱۸۸
منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہو سکتا،	۱۸۹
راہِ حق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے،	۱۸۹
لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی نسبت سے پکارنے کی ہدایت،	۱۹۰
لے پالک کے باپ کا پتہ نہ ہو تو وہ تمہارا دینی بھائی ہے،	۱۹۰
اللہ تعالیٰ کی صفتِ بخشش و رحمت کا حوالہ و ذکر،	۱۹۱
ایمان والوں پر پیغمبر کے حق کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان،	۱۹۱
پیغمبر کی بیویاں اہلِ ایمان کی مائیں،	۱۹۳
اہلِ ایمان کے باہمی حقوق کی بنیاد رحمی رشتوں پر،	۱۹۴
حسنِ سلوک کے معاملے کا استثناء،	۱۹۴
میراث کی تقسیم قطعی اور طے شدہ امر ہے،	۱۹۵
حضراتِ انبیائے کرام کے مشترکہ مشن اور عہد کا ذکر و بیان،	۱۹۶

جلد پنجم
تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اولوالعزم رسلِ کرام کے عہد کا ذکر و بیان،	۱۹۶	پیغمبر کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۲۱۰
اخذِ میثاق کی حکمت و مصلحت کا ذکر و بیان،	۱۹۷	منافقوں کے مقابلے میں سچے مسلمانوں کے رویے اور نمونہ کا ذکر و بیان،	۲۱۱
غزوۂ احزاب کا تذکرہ اور اس سے متعلق بعض اہم دروس و عبر کا ذکر و بیان،	۱۹۷	مسلمانوں کے ایمان اور جذبۂ تسلیم و رضا میں اضافے کا ذکر و بیان	۲۱۱
اہلِ ایمان کی غیر مرئی لشکروں سے مدد،	۲۰۰		
غزوۂ احزاب کے ہولناک منظر کی تصویر کشی،	۲۰۰	مومنین صادقین کی اپنے عہد کو پورا کرنے کی تصریح	۲۱۲
صورتِ حال کی ہولناکی کے طبعی اثر کا ذکر و بیان،	۲۰۱	''اور کچھ ابھی انتظار میں ہیں''،	۲۱۲
''یثرب'' کا معنیٰ و مفہوم؟	۲۰۲	کھرے کھوٹے کی تمیز کے انتظام کا ذکر و بیان،	۲۱۳
منافقوں کی مفسدانہ کاروائیوں کے ایک نمونے کا ذکر و بیان،	۲۰۲	ایمان والوں کو اللہ کافی ہے،	۲۱۴
منافق لوگوں کی حیلہ بازیوں کے ایک نمونے و مظہر کا، ذکر و بیان	۲۰۳	اللہ تعالیٰ کی بے مثال قوت و عزت کا حوالہ و ذکر،	۲۱۴
		یہودیوں کو ان کے مضبوط قلعے کچھ بھی کام نہ آسکے،	۲۱۴
بہانہ بازوں کی جھوٹی بہانہ بازی کے ایک اور نمونے کا ذکر و بیان،	۲۰۳	یہودِ بنوقریظہ کے عجز اور انکی بے بسی کی تصویر کا ذکر و بیان،	۲۱۵
		یہود کی دولت مسلمانوں کی ملکیت و میراث،	۲۱۶
منافقوں کی عہد شکنی کا ذکر و بیان،	۲۰۴	اَزواجِ مطہرات سے متعلق خطاب تخییر،	۲۱۷
موت سے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں،	۲۰۴	ازواجِ مطہرات کیلئے اجرِ عظیم کا وعدہ،	۲۱۷
اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کا حامی اور مددگار نہیں ہوسکتا،	۲۰۵	ازواجِ مطہرات سے خاص خطاب،	۲۱۸
منافقوں کو ایک سخت قسم کی تنبیہ،	۲۰۶	جتنا مرتبہ بڑا، اتنی ہی ذمہ داری بھی بڑی	۲۱۸
منافقوں کے اپنے بھائی بندوں کو منافقانہ مشورہ کا ذکر و بیان،	۲۰۶	اللہ کا قانون بے لاگ اور سب کے لیے یکساں،	۲۱۸
		اَزواجِ مطہرات کیلئے دوہرے اجر کا وعدہ،	۲۱۹
منافقوں کے بخل اور لالچ کے ایک مظہر کا ذکر و بیان،	۲۰۷	تقویٰ اور پرہیزگاری کی عظمت و اہمیت،	۲۲۰
ان موقع پرستوں کی چرب لسانی کا ذکر و بیان،	۲۰۸	غیر محرم سے لچکدار انداز میں بات کرنے کی ممانعت،	۲۲۰
محروم الایمان لوگوں کی حرصِ دنیا کا ذکر و بیان،	۲۰۸	لچکدار انداز کے نتیجے اور خطرے کی نشاندہی،	۲۲۱
دولتِ ایمان سے محرومی، ہر خیر سے محرومی۔ والعیاذ باللہ،	۲۰۸	بھلی بات کہنے کی تعلیم و تلقین،	۲۲۱
منافقوں کے سب اعمال اکارت، والعیاذ باللہ جل وعلا،	۲۰۹	عورت کا اصل مقام اس کا گھر،	۲۲۲
منافقوں کی انتہائی بزدلی کے ایک نمونے اور مظہر کا ذکر و بیان،	۲۰۹	غیروں کے سامنے بناؤ سنگھار کی ممانعت،	۲۲۲

جلد تفصیلی فہرست عنوانات پنجم

عنوانات	صفحہ
پیغمبرؐ کے اصل اہلِ بیت آپ کی زوجاتِ مطہرات،	۲۲۳
پیغمبرؐ کی اہلِ بیت کی تطہیر کے لئے انتظامِ خداوندی،	۲۲۵
اَزواجِ پیغمبر علیہ السلام کو ان کے اصل مقصد اور منصب کی تذکیر و یاددہانی،	۲۲۶
اللہ بڑا ہی باریک بین نہایت ہی باخبر ہے،	۲۲۶
مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے اَخلاق و کردار کا آئینہ،	۲۲۷
مومن کے ایمان کا اصل اور اہم تقاضا،	۲۲۸
حضرتِ زیدؓ پر خصوصی اِنعام و احسان کا ذکر و بیان،	۲۲۹
حضرت زینبؓ کو ان کے صدق و اخلاص کا صلہ،	۲۳۰
حضرت زینبؓ کے نکاح سے متعلق بعض خرافات کی تردید،	۲۳۱
پیغمبر نہ عالم غیب ہوتے، نہ مختارِ کل،	۲۳۱
حضرتِ زینبؓ کا نکاح آسمانوں میں،	۲۳۱
اللہ تعالیٰ کا ہر حکم ہو کر رہنے والا ہوتا ہے، سبحانہ وتعالیٰ،	۲۳۲
اللہ تعالیٰ کے محاسبے کی تذکیر و یاددہانی،	۲۳۳
پیغمبر ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی،	۲۳۳
پیغمبر ﷺ اللہ کے رسول ہیں،	۲۳۴
حضرت محمد ﷺ سب نبیوں اور رسولوں کے خاتم ہیں،	۲۳۴
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ ذکر،	۲۳۵
ذکر اللہ کی کثرت کا حکم و ارشاد،	۲۳۵
صبح و شام اللہ کی تسبیح کا حکم و ارشاد،	۲۳۶
ذکرِ خداوندی نزولِ رحمت کا ذریعہ و وسیلہ	۲۳۶
رحمتِ خداوندی کی برکت اندھیروں سے رہائی،	۲۳۶
اللہ بڑا ہی مہربان ہے ایمان والوں پر،	۲۳۷
اہلِ ایمان کے اکرام و اعزاز کی بشارت و خوشخبری،	۲۳۷
اہلِ ایمان کے لئے بڑے عمدہ اجر کی بشارت،	۲۳۸
پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ''شاہد'' ہونے کا معنیٰ و مطلب؟	۲۳۸
پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اصل کام انذار و تبلیغ،	۲۳۹
پیغمبرؐ کی صفت و شان داعی الی اللہ،	۲۴۰
سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے،	۲۴۰
پیغمبر ایک سراجِ منیر، علیہ الصلوٰۃ والسلام،	۲۴۱
ایمان والوں کے لیے خوشخبری سنانے کا حکم و ارشاد،	۲۴۱
حضورؐ کے ''نذیر'' ہونے کے ایک پہلو کا ذکر و بیان،	۲۴۲
اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر اعتماد کی تعلیم و تلقین،	۲۴۲
نکاح و طلاق کے بارے میں بعض خاص ہدایات کا ذکر و بیان،	۲۴۳
طلاق قبل المسیس کے حکم کا ذکر و بیان،	۲۴۳
مطلقہ قبل المسیس کے لیے سراحِ جمیل کا حکم و ارشاد،	۲۴۴
پیغمبرؐ کیلئے بعض خصوصی احکامات کا ذکر و بیان،	۲۴۴
بطریقِ فئے حاصل ہونے والی خواتین کا حکم،	۲۴۵
قریبی رشتہ کی مہاجرات سے دلداری کی رعایت کا ذکر و بیان،	۲۴۶
پیغمبرؐ کی خصوصیت کا ذکر و بیان، - علیہ الصلاۃ والسلام،	۲۴۶
پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رفعِ حرج کا ذکر و اہتمام،	۲۴۷
حقوقِ زوجیت کے بارے میں پیغمبر کیلئے آزادی،	۲۴۷
اَزواجِ مطہرات کے لیے ایک خاص ہدایت،	۲۴۸
اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کی تذکیر و یاددہانی،	۲۴۸
اللہ تعالیٰ کی صفتِ حلم کی تذکیر و یاددہانی،	۲۴۸
حضورؐ کے نکاح سے متعلق بعض خاص پابندیوں کا ذکر و بیان،	۲۴۹
اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کی تذکیر و یاددہانی،	۲۵۰
اہلِ ایمان کیلئے بعض خاص ہدایات و تعلیمات کا ذکر و بیان،	۲۵۰
دوسروں کے آرام و راحت کے احساس کا درس،	۲۵۱

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
حق سے آگہی کے اہم مطلب کا ذکر و بیان،	۲۵۲
پردے کا حکم وارشاد،	۲۵۳
قلب ونظر کی پاکیزگی کے لیے ایک نہایت عمدہ ہدایت،	۲۵۳
رسول کی ایذا رسانی ممنوع وحرام - والعیاذ باللہ،	۲۵۳
پیغمبرؐ کی بیویوں سے نکاح کرنا کسی کے لیے جائز نہیں،	۲۵۴
پیغمبرؐ کی جناب میں سُوءِ ادبی بڑا ہولناک جرم وگناہ - والعیاذ باللہ،	۲۵۴
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ وذکر،	۲۵۵
حکمِ پردہ کے بارے میں رعایت کا ذکر و بیان،	۲۵۵
''ولانسائہن'' سے مراد ومقصود؟	۲۵۶
پیغمبرؐ پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت وعنایت کا ذکر و بیان	۲۵۶
پیغمبرؐ پر درود اور اس کی کیفیت کا ذکر و بیان،	۲۵۷
درود وسلام کے بارے میں ایک وضاحت،	۲۵۷
صلوٰۃ وسلام اور مروجہ بدعی طریقہ؟	۲۵۸
لفظ ''آل'' کے بارے میں،	۲۵۸
صلوٰۃ وسلام سے متعلق ایک اعتراض کا جواب،	۲۵۹
اللہ کو ایذا پہنچانے کا جرم اور اس کی سنگینی - والعیاذ باللہ،	۲۵۹
ایذاءِ رسول کی سنگینی اور اس کے انجام کا ذکر و بیان،	۲۶۰
ایذاءِ رسول کے مرتکبوں کے لیے رُسوا کن عذاب - والعیاذ باللہ،	۲۶۰
اہلِ ایمان کی ایذا رسانی حرام - والعیاذ باللہ،	۲۶۱
حجاب سے متعلق بعض خاص ہدایات کا ذکر و بیان،	۲۶۲
ایماندار عورتوں کے لیے ایک خاص ہدایت،	۲۶۲
اس طریقۂ حجاب کے ایک بڑے فائدے کا ذکر و بیان،	۲۶۳
اَشرار ومنافقین کو آخری اور کھلی تنبیہ،	۲۶۳
افواہ طرازوں کو بھی تنبیہ،	۲۶۳
اللہ کی سنت ناقابلِ تبدیل،	۲۶۴
قیامت ایک اٹل حقیقت،	۲۶۴
قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے،	۲۶۵
قیامت کے ظہور میں اب زیادہ دیر نہیں،	۲۶۵
دوزخ کی ہولناکی کا ایک نہایت ہی لرزہ خیز منظر،	۲۶۶
قیامت کے روز منکرین کی یاس وحسرت کا ایک منظر،	۲۶۶
قیامت کے روز منکروں کے اپنے بڑوں پر الزام کا ذکر و بیان،	۲۶۷
گمراہ کن لیڈروں کے لیے دوہرے عذاب کا مطالبہ،	۲۶۸
ایمان والوں کو آدابِ پیغمبرؐ کے بارے میں خاص ہدایت،	۲۶۸
قومِ موسیٰ کی بدبختی کے ایک نمونے کا ذکر،	۲۶۹
وجاہتِ موسوی کا ذکر و بیان،	۲۷۰
تقویٰ اور قولِ سدید کو اپنانے کی ہدایت،	۲۷۰
تقویٰ وپرہیزگاری کے اہم صلہ وثمرہ کا ذکر و بیان،	۲۷۱
اطاعتِ خداوندی باعثِ سرفرازی،	۲۷۱
اصل مطلوب اطاعتِ اختیاری ہے،	۲۷۲
تحملِ امانت کا ذکر و بیان،	۲۷۳
تحملِ امانت انسانی شرف کی اصل بنیاد،	۲۷۴
تحملِ امانت کے نتیجہ وانجام کا ذکر و بیان،	۲۷۵
اللہ تعالیٰ کی صفاتِ بخشش ورحمت کا حوالہ وذکر،	۲۷۵
(۳۴) سُورَةُ سَبَأٍ مَكِّيَّةٌ (۵۸)	
شکرِ منعم انسانی فطرت کی بدیہیات میں سے ہے،	۲۷۷
ہر تعریف کا حق دار اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے - سبحانہ وتعالیٰ	۲۷۸

جلد تفصیلی فہرست عنوانات پنجم

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اللہ بڑا ہی حکیم وخبیر ہے- سبحانہ وتعالیٰ،	۲۷۸	اللہ تعالیٰ کا عذاب کہیں سے اور کسی بھی شکل میں آ سکتا ہے- والعیاذ باللہ،	۲۸۹
اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ وذکر،	۲۷۹		
زمین سے نکلنے والی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے،	۲۷۹	نشانی عبرت میں غور وفکر کی دعوت،	۲۸۹
آسمان سے اترنے والی ہر چیز بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے،	۲۷۹	اِنابت الی اللہ کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۲۹۰
آسمان میں چڑھنے والی ہر چیز بھی اس کے علم میں ہے،	۲۷۹	داتا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے- سبحانہ وتعالیٰ،	۲۹۰
اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کا حوالہ اور ایک مشرکانہ واہمہ کی تردید،	۲۷۹	حضرتِ داؤد کے فضل وشرف کا ذکر وبیان،	۲۹۱
		پہاڑوں کو حضرتِ داؤد کے ساتھ تسبیح کا حکم وارشاد،	۲۹۱
قیامِ قیامت کی قطعیت کا ذکر وبیان،	۲۸۰	حضرتِ داؤد کے لیے لوہے کو نرم کردینے کے انعام کا ذکر وبیان،	۲۹۲
علمِ غیب خاصۂ خداوندی،	۲۸۰		
اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم کا ذکر وبیان،	۲۸۱	سائنس اور فن کے لیے انقلاب آفریں باتوں کا درس،	۲۹۲
جزاء وسزا کے لیے قیامت کا قیام ضروری ہے،	۲۸۱	حضرتِ سلیمٰن کیلئے تسخیر ہوا کے معجزہ وانعام کا ذکر،	۲۹۳
اِنعام کے حق داروں کا ذکر وبیان،	۲۸۲	حضرتِ سلیمان کے لیے ایک اور عظیم الشان انعام کا ذکر وبیان،	۲۹۴
سزا کے حق داروں کی نشاندہی،	۲۸۲	حضرتِ سلیمان کے لیے تسخیرِ جنات کی نعمت وعنایت کا ذکر وبیان،	۲۹۴
مجرموں کے عذاب کا ذکر وبیان- والعیاذ باللہ،	۲۸۳	سرکش جنوں کیلئے عذاب سعیر کی دھمکی،	۲۹۵
نورِ علم وسیلۂ وسرفرازی،	۲۸۳	''محاریب'' سے مقصود ومراد؟	۲۹۵
علمِ حقیقی کا نتیجہ وثمرہ حق کو حق جاننا اور ماننا،	۲۸۴	''تماثیل'' سے مراد اور مقصود؟	۲۹۵
منکرین کے تعجب واستہزاء کا جواب،	۲۸۵	''جفان'' اور ''جواب'' کا معنیٰ ومفہوم؟	۲۹۶
اہل بدعت کی ایک تحریف کا جواب،	۲۸۵	حقِّ نعمت کا تقاضا حضرتِ واہبِ مطلق- جل وعلا کی شکر گزاری،	۲۹۷
پیغمبر کا دفاع اللہ تعالیٰ کی طرف سے،	۲۸۶		
منکر لوگ عذاب کے اندر- والعیاذ باللہ،	۲۸۷	شکر گزاری کی توفیق وسعادت کم ہی لوگوں کو ملتی ہے،	۲۹۷
کفار ومنکرین دور کی گمراہی میں، والعیاذ باللہ،	۲۸۷	حضرتِ سلیمٰنؑ کی وفات کا قصہ اور ایک عبرت انگیز درس،	۲۹۸
کائنات میں غور وفکر کی دعوت،	۲۸۸	قومِ سبا کی داستانِ عبرت کا حوالہ وذکر،	۲۹۹
نفع ونقصان اللہ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ،	۲۸۸	قومِ سبا کے باغوں کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۳۰۱
		قومِ سبا کی زمین کی خوبی اور عمدگی کا ذکر وبیان،	۳۰۱

جلد تفصیلی فہرست عنوانات پنجم

عنوانات	صفحہ
رب کی مغفرت وبخشش کا حوالہ وذکر،	۳۰۲
بدبخت قوم کی ناشکری کا ذکر وبیان،	۳۰۲
کفرانِ نعمت باعثِ نکال وعذاب - والعیاذ باللہ،	۳۰۳
"قُریٰ مبارکہ" سے مقصود ومراد؟	۳۰۴
قومِ سبا کی ایک خاص سفری سہولت کا ذکر وبیان،	۳۰۴
آسائشوں کا تقاضا انکی زبانِ حال سے،	۳۰۵
ناشکروں کی بے انصافی اور ناشکری کا ذکر وبیان - والعیاذ باللہ،	۳۰۶
صبر وشکر کی صفتیں دو عظیم الشان صفتیں ہیں،	۳۰۶
منکر اور ناشکرے لوگ پنجۂ ابلیس کی گرفت میں، والعیاذ باللہ،	۳۰۷
نجات اور سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ قوتِ ایمان ویقین	۳۰۸
ابلیس کا لوگوں پر کوئی زور نہیں،	۳۰۸
اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونگہبانی کا مژدۂ جانفزا،	۳۰۹
مشرکوں کو کھلا چیلنج،	۳۰۹
حاجت روا ومشکل کشا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۳۱۰
مشرکانہ تصورِ شفاعت کی نفی وتردید،	۳۱۱
قیامت کے روز فرشتوں کے عجز ودرماندگی کی تصویر،	۳۱۱
اس روز کی گھبراہٹ کے بعد ایک دوسرے سے سوال،	۳۱۲
اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کا حوالہ وذکر،	۳۱۲
منکرین کے قلب وضمیر پر دستک کا ذکر وبیان،	۳۱۳
اللہ تعالیٰ کے یہاں مسؤلیت کی تذکیر ویاد دہانی،	۳۱۴
قیامت کے یوم الفصل کی تذکیر ویاد دہانی،	۳۱۴
آخری اور قطعی فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا،	۳۱۴
مشرکوں سے تحقیر اور تہدید آمیز خطاب،	۳۱۵

عنوانات	صفحہ
اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ممکن ہی نہیں،	۳۱۵
عزت اور حکمت اللہ ہی کے لیے ہے،	۳۱۵
پیغمبرؑ کا کام انذار وتبشیر اور بس،	۳۱۶
علمِ حقیقی سے محرومی ہر خیر سے محرومی - والعیاذ باللہ،	۳۱۶
استہزاء کرنے والوں کو جواب،	۳۱۷
کفار ومنکرین کی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ ومظہر،	۳۱۸
قیامت میں پیشواؤں اور ان کے پیرؤوں کے درمیان تو تکار کا ایک منظر،	۳۱۹
گمراہ لیڈروں کا اپنے چیلوں کو جواب،	۳۱۹
گمراہ پیشواؤں کی اپنے پیرؤوں کو مزید ڈانٹ،	۳۲۰
پیرؤوں کی طرف سے پیشواؤں کے قول کی تردید،	۳۲۰
پیرؤوں کا اپنے گروؤں پر مزید حملہ اور الزام،	۳۲۱
باطل پرستوں کے گلوں کے طوقوں کا ذکر وبیان،	۳۲۲
انسان کو اسکے اپنے ہی اعمال کا بدلہ ملے گا،	۳۲۲
دنیاوی مال ودولت کا گھمنڈ باعثِ محرومی - والعیاذ باللہ،	۳۲۳
ابنائے دنیا کی ایک مشترکہ غلط فہمی کا ذکر وبیان،	۳۲۳
روزی کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں،	۳۲۴
سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ایمان وعملِ صالح،	۳۲۵
ایمان والوں کیلئے اجرِ مضاعف کی خوشخبری،	۳۲۵
مومنین مخلصین کے لیے جنت کے عظیم الشان انعام کا ذکر وبیان،	۳۲۶
منکر اور سرکش لوگوں کے انجام کا ذکر وبیان،	۳۲۶
روزی کی بست وکشادگی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں،	۳۲۷
انفاق فی سبیل اللہ پر بدلے کا وعدہ،	۳۲۷

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
حشر کے روز فرشتوں سے ایک سوال کا ذکر،	۳۲۸
شرک کی خطورت اور سنگینی کے اظہار کا ایک نمونہ ومظہر،	۳۲۹
غیر اللہ کے پجاری دراصل شیطان کی پوجا کرتے ہیں،	۳۳۰
فرشتوں کے پجاریوں کے لیے مایوس کن اعلان،	۳۳۰
منکرین ومعاندین کی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ ومظہر،	۳۳۰
ہٹ دھرمی کا ایک اور نمونہ، حق کو جادو قرار دینا- والعیاذ باللہ،	۳۳۱
بعثتِ پیغمبرؐ کا احسانِ عظیم اور لوگوں کی بے قدری وناشکری،	۳۳۱
پیغمبرؐ کے لیے تسکین وتسلیہ کا سامان،	۳۳۲
تکذیبِ رسل کا نتیجہ وانجام ہلاکت وتباہی- والعیاذُ باللہ،	۳۳۲
منکرین ومعاندین کو دعوتِ غور وفکر،	۳۳۳
غور وفکر کے ایک خاص انداز کی نشاندہی،	۳۳۳
منکرین کے دلوں پر ایک دستک،	۳۳۴
پیغمبرؐ کا اصل کام اِنذار یعنی خبردار کرنا ہے اور بس،	۳۳۴
پیغمبرؐ کی دعوت سراسر دوسروں کے بھلے اور خیر کے لیے،	۳۳۴
اصل بات اللہ سے اپنا معاملہ درست رکھنا ہے،	۳۳۵
غیب دان اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے،	۳۳۵
باطل ایک بے بنیاد اور بے ثبات چیز، والعیاذ باللہ،	۳۳۶
منکرین ومشرکین کے قلوب وضمائر کو جھنجھوڑنے والی تنبیہ،	۳۳۶
تفویض الی اللہ کا درس،	۳۳۷
عذاب کے وقت منکروں کی بے بسی اور لاچاری کا منظر،	۳۳۸
بے وقت کے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں،	۳۳۸
ظن وگمان کی پیروی باعثِ محرومی- والعیاذُ باللہ،	۳۳۹
منکرین کے لیے ہمیشہ کی یاس ومحرومی- والعیاذ باللہ،	۳۳۹
ہم مشربوں کا نتیجہ وانجام مشترک ویکساں،	۳۳۹
شک باعثِ ہلاکت ومحرومی- والعیاذ باللہ،	۳۳۹

(۳۵) سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ (۴۳)

عنوانات	صفحہ
سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے،	۳۴۱
فرشتوں کا کام پیغام رسانی اور بس،	۳۴۱
فرشتوں کی قوتیں اور صلاحیتیں مختلف،	۳۴۲
سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ	۳۴۳
اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت کا حوالہ وذکر،	۳۴۳
رحمتِ خداوندی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں،	۳۴۴
اللہ تعالیٰ کے احسانات کی تذکیر ویاددہانی،	۳۴۴
اللہ کے سوا خالق کوئی نہیں،	۳۴۵
معبودِ برحق اللہ کے سوا کوئی نہیں،	۳۴۵
مشرکوں کی مَت ماری پر اِظہارِ تعجب وافسوس،	۳۴۶
پیغمبرؐ کے لئے تسکین وتسلیہ کا سامان،	۳۴۶
سب کاموں کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف،	۳۴۷
دنیاوی زندگی کے دھوکے اور فتنے سے تحذیر وتنبیہ،	۳۴۷
سب سے بڑے دھوکے باز سے تحذیر وتنبیہ،	۳۴۸
شیطان کو دشمن سمجھنے کی ہدایت کا ذکر وبیان،	۳۴۸
ابلیس کا اصل کام برائی کی دعوت دینا ہے اور بس،	۳۴۹
کفر والوں کے لیے بڑا ہی سخت عذاب ہے- والعیاذ باللہ،	۳۴۹
ایمان والوں کے لیے عظیم الشان بخشش اور اجر کبیر کی بشارت،	۳۵۰
برائی کو اچھائی سمجھنا ہلاکتوں کی ہلاکت اور خرابی کی جڑ بنیاد ہے- والعیاذُ باللہ،	۳۵۰
ہدایت وضلالت کے بارے میں سنتِ الٰہی کی طرف اشارہ،	۳۵۱

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — پنجم

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
معاندین کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کی ہدایت،	۳۵۲	قیامت کے روز مشرکوں کی تذلیل کا ایک نمونہ ومظہر،	۳۶۵
کائنات کی عظیم الشان درسگاہ میں غور وفکر کی دعوت،	۳۵۲	بے قدرے اور ناشکرے لوگوں کو ایک تنبیہ،	۳۶۵
عزت سے سرفرازی کے صحیح طریقے کی تعلیم وتلقین،	۳۵۳	سب اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں،	۳۶۵
حقیقی عزت سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ایمان اور عملِ صالح،	۳۵۴	نعمتِ اِمہال کی تذکیر و یاددہانی،	۳۶۶
		قیامت کے روز کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا،	۳۶۶
حق کے مقابلے میں بُری چالیں چلنے والوں کیلئے بڑا بُرا انجام،	۳۵۵	قیامت کے روز کوئی رشتہ دار بھی کسی کے کچھ کام نہ آسکے گا،	۳۶۷
خود اپنی جانوں میں غور وفکر کی دعوت،	۳۵۵		
پھر اسی نے بنایا تم سب کو جوڑے جوڑے،	۳۵۶	پیغامِ حق سے فیضیابی کے لیے چند بنیادی شرائط وخصال کا ذکر وبیان،	۳۶۷
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کے ایک نمونہ ومظہر کا ذکر وبیان،	۳۵۶		
سب کچھ ایک کتاب میں مندرج ہے،	۳۵۷	سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف،	۳۶۸
اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان، اور اس کے ایک تقاضے کا ذکر وبیان،	۳۵۷	منکرینِ حق اندھے ہیں- والعیاذ باللہ،	۳۶۸
		ایمان نور ہے اور کفر وشرک اندھیرا- والعیاذ باللہ،	۳۶۹
شرک کی تردید اَضداد میں سازگاری کے پہلو سے،	۳۵۸	ایمان ویقین راحت بخش سایہ اور کفر وشرک دھوپ کی تپش،	۳۶۹
سامانِ زیب وزینت کی عنایت کا ذکر وبیان،	۳۵۸	مومن زندہ اور کافر ومشرک مردہ- والعیاذ باللہ،	۳۷۰
جہاز رانی کی نعمت میں غور وفکر کی دعوت،	۳۵۹	مُردوں کو سنانا پیغمبر کا کام نہیں،	۳۷۰
بندوں کے اسبابِ رزق وروزی میں دعوتِ غور وفکر،	۳۵۹	پیغمبر کا کام اِنذار وتبشیر اور بس،	۳۷۱
رات دن کے ادلنے بدلنے میں دعوتِ غور وفکر،	۳۶۰	ہر امت میں کوئی نہ کوئی نذیر ہوا ہے،	۳۷۱
تسخیرِ شمس وقمر کا مطلب اور اس کا تقاضا؟	۳۶۰	زُبُر سے مقصود ومراد؟	۳۷۲
رب کی معرفت اس کی کائنات میں غور وفکر کے ذریعے،	۳۶۱	کفر وانکار کا نتیجہ وانجام ہولناک عذاب- والعیاذ باللہ،	۳۷۲
بادشاہی اور حکمرانی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ،	۳۶۲	پانی سے زمین کی زندگی اور اس میں سامانِ عبرت وبصیرت،	۳۷۳
''مِنْ دُوْنِہٖ'' سے مراد؟ اور بعض اہلِ بدعت کی ایک تحریف کا جواب،	۳۶۲	پہاڑوں کے مختلف حصوں میں غور وفکر کی دعوت،	۳۷۳
		بالکل کالے بھجنگے پہاڑوں کا ذکر وبیان،	۳۷۴
معبودانِ مِنْ دُوْنِ اللہ کی بے بسی کی تصویر،	۳۶۳	جمادات کی طرح حیوانات کی بھی مختلف قسمیں،	۳۷۴
معبودانِ مِنْ دُوْنِ اللہ کسی کی پکار نہیں سن سکتے،	۳۶۴	علمِ حقیقی کا ثمرہ ونتیجہ خوف وخشیتِ خداوندی سے سرفرازی	۳۷۵
معبودانِ مِنْ دُوْنِ اللہ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں،	۳۶۴	اللہ تعالیٰ کی صفتِ عزیز وغفور کا حوالہ وذکر،	۳۷۵

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
اہلِ حق کی تین اہم صفات کا ذکر و بیان،	۳۷۶
انفاق فی سبیل اللہ اہلِ ایمان کی ایک اہم صفت،	۳۷۶
ایک بے مثال تجارت کی نشاندہی،	۳۷۷
اہلِ ایمان کے انفاق کے اصل محرک کی طرف اشارہ،	۳۷۷
اللہ تعالیٰ کی صفتِ بخشش وقدردانی کا حوالہ وذکر،	۳۷۸
کتابِ حق کی تعیین وتصریح کا ذکر و بیان،	۳۷۸
قرآنِ حکیم گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق،	۳۷۹
اللہ تعالیٰ کے علم وآگہی کا حوالہ وذکر،	۳۷۹
مخلوق کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کے انتظام کا ذکر و بیان،	۳۸۰
حاملینِ کتاب کے تین گروہوں کا ذکر و بیان،،	۳۸۰
"سابقون بالخیرات" کے مرتبۂ بلند کا ذکر و بیان،	۳۸۱
جنتیوں کی بعض عظیم الشان نعمتوں کا ذکر و بیان،	۳۸۲
اہلِ جنت کا نعیمِ جنت سے سرفرازی پر اظہارِ تشکر وامتنان،	۳۸۲
رب کی صفتِ غفور وشکور کا حوالہ وذکر،	۳۸۳
اَبدی اقامت گاہ سے سرفرازی کی نعمت کا ذکر و بیان،	۳۸۳
اہلِ جنت کے مقابلے میں اہلِ دوزخ کا حالِ بد کا ذکر و بیان،	۳۸۳
کفر و ناشکری کی سزا آتشِ دوزخ - والعیاذ باللہ،	۳۸۴
دوزخیوں کی وہاں پر چیخ وپکار اور اس کا ان کو جواب،	۳۸۴
اِنذار وآگہی کے بعد کسی عذر ومعذرت کی کوئی گنجائش نہیں،	۳۸۵
عالمِ غیب اللہ تعالیٰ ہی ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ	۳۸۵
اللہ سینوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے،	۳۸۶
اللہ تعالیٰ کا قانونِ عدل وانصاف سب کے لیے یکساں،	۳۸۶
کافروں کے لیے خسارہ ہی خسارہ - والعیاذ باللہ،	۳۸۷
مشرکوں کے خود ساختہ شرکاء کی بے حقیقتی کا ذکر،	۳۸۷
شرک اور شرکاء کے وجود پر کوئی سند نہ ہے نہ ہو سکتی ہے،	۳۸۸
گمراہ کن لیڈروں اور پیشواؤں کی دھوکہ دہی اور فریب کاری کا ذکر و بیان،	۳۸۸
اللہ تعالیٰ کی صفتِ حلم ومغفرت کی تذکیر ویاددہانی،	۳۸۹
انسان کے کفرانِ نعمت اور ناشکری کا ایک نمونہ ومظہر،	۳۸۹
استکبار باعثِ خسارہ ومحرومی - والعیاذ باللہ،	۳۹۰
حق کیخلاف بری چالوں کا نتیجہ خود اپنی ہلاکت کا سامان - والعیاذ باللہ،	۳۹۰
اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی،	۳۹۱
گزشتہ قوموں کے انجام پر غور وفکر کی دعوت اور ایک بدعی قیاس کی تردید،	۳۹۲
اللہ تعالیٰ کی گرفت وپکڑ سے کوئی باہر نہیں ہو سکتا،	۳۹۲
اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے،	۳۹۳
اللہ تعالیٰ کی سنتِ اِمہال کا ذکر و بیان،	۳۹۳
اللہ کے بندے اللہ کی نگاہ میں،	۳۹۳
(۳۶) سُورَةُ یٰسٓ مَکِّیَّةٌ (۴۱)	
قرآنِ حکیم اپنی صداقت وحقانیت کی دلیل خود،	۳۹۵
پیغمبر کی صداقت وحقانیت کا ذکر و بیان،	۳۹۵
راہِ حق کی تعیین وتشخیص کا ذکر و بیان،	۳۹۶
قرآنِ حکیم وسیلۂ عزت وعظمت،	۳۹۶
قرآنِ حکیم رحمتِ خداوندی کا مقتضیٰ اور رحمت سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ،	۳۹۷
تنزیلِ قرآن کا اصل مقصد اِنذار وتنبیہ،	۳۹۷
غفلت میں پڑے ہوؤں کی تذکیر وتنبیہ کا سامان وانتظام،	
منکرین پر اللہ کی بات پکی - والعیاذ باللہ،	۳۹۸

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
منکرین ومعاندین اللہ تعالیٰ کی سنت کی زد میں-والعیاذ باللہ العظیم،	۳۹۹
مستکبرین کے استکبار کی تصویر کا ذکر وبیان،	۳۹۹
منکرین محرومی ونامرادی کی دیواروں کے اندر-والعیاذ باللہ،	۴۰۰
اِعراض واستکبار کا نتیجہ محرومی-والعیاذ باللہ العظیم،	۴۰۱
ہٹ دھرم نورِ حق وہدایت سے محروم-والعیاذ باللہ،	۴۰۲
خدائے رحمٰن کی شانِ رحمانیت کے تقاضے،	۴۰۲
ایمان بالغیب رکھنے والوں کے لیے عظیم الشان بشارت وخوشخبری،	۴۰۳
روزِ جزا اور اُس کے تقاضوں کی تذکیر ویاددہانی،	۴۰۳
امامِ مبین کا معنیٰ ومفہوم اور اس سے مقصود ومراد؟	۴۰۴
اصحاب القریۃ (بستی والوں) سے مراد؟	۴۰۵
رسولوں کی آمد ذریعۂ ابتلاء وآزمائش،	۴۰۶
بشریت انبیاء منکروں کیلئے باعثِ انکار ومحرومی-والعیاذ باللہ،	۴۰۷
رسولوں کا منکروں کا سیدھا اور صاف جواب،	۴۰۸
منکرین کی ایک اور گستاخی کا ذکر وبیان،	۴۰۸
آدمی کی نحوست خود اس کے اپنے عمل وکردار میں، والعیاذ باللہ،	۴۰۹
رسولوں کی تائید کیلئے غیبی امداد کا ایک نمونہ ومظہر،	۴۱۰
اِتباعِ حق کا تقاضا کرنے والی دو اہم بنیادیں کا ذکر وبیان،	۴۱۰
عبادت وبندگی خالق ہی کا حق ہے-سبحانہ وتعالیٰ،	۴۱۱
سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف،	۴۱۱
غیر اللہ کی پوجا وپکار کی بیخ کنی،	۴۱۲
عناد اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ وانجام محرومی وتباہی-والعیاذ باللہ،	۴۱۲
صدق واخلاص اور ہمدردی وخیرخواہی کا ایک نادر ونایاب نمونہ ومظہر،	۴۱۳
تکذیب وانکارِ حق کا نتیجہ وانجام ہولناک تباہی-والعیاذ باللہ،	۴۱۳
مکذبینِ رسل کی بدبختی پر اظہارِ افسوس،	۴۱۴
تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی ہدایت کا ذکر وبیان،	۴۱۵
زمین میں غور وفکر کی دعوت،	۴۱۶
نظامِ ربوبیت کا تقاضا شکر وعبادتِ خداوندی،	۴۱۶
شکرِ خداوندی پر ابھارنے والی ایک اہم تنبیہ وتذکیر،	۴۱۷
اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ویکتائی پر استدلال،	۴۱۸
"اَزواج" کا معنیٰ ومفہوم؟ اور اس میں درسہائے عبرت وبصیرت،	۴۱۹
اللہ تعالیٰ کی وسعتِ قدرت وحکمت کا حوالہ وذکر،	۴۱۹
رات کی نشانی میں غور وفکر کی دعوت،	۴۲۰
سورج کی نشانی میں غور وفکر کی دعوت،	۴۲۰
کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم وارشاد کی پابند،	۴۲۱
بھری کشتی کی نشانی میں دعوتِ غور وفکر،	۴۲۲
سواریوں کی نعمت میں سامانِ غور وفکر،	۴۲۳
حفظ وامان کی نعمت میں سامانِ غور وفکر،	۴۲۳
اللہ کے عذاب سے ڈرنے اور بچنے کی ہدایت،	۴۲۴
اللہ کا عذاب کہیں سے بھی آسکتا ہے-والعیاذ باللہ العظیم،	۴۲۵
اعراض وروگردانی محرومیوں کی محرومی، والعیاذ باللہ،	۴۲۵
منکرین کی بے حسی اور مت ماری کا ایک نمونہ ومظہر،	۴۲۶
قلب ونظر کے بگاڑ وانحراف کے ایک نمونہ ومظہر کا ذکر وبیان،	۴۲۶
منکرین کی طرف سے عذابِ الٰہی کے تمسخر اور مذاق کا ایک نمونہ-والعیاذ باللہ،	۴۲۶

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — پنجم

عنوانات	صفحہ
عذاب کا مطالبہ کرنے والوں کی تنبیہ،	۴۲۷
عذاب کے موقع پر منکرین کی بے بسی کی تصویر،	۴۲۸
قیامت کے یوم عظیم کی تذکیر و یاددہانی،	۴۲۸
مذاق اڑانے والوں کا حال قیامت کے روز؟ - والعیاذ باللہ،	۴۲۹
قیامت کے روز ہر کسی کو اسکے اپنے اعمال ہی کا بدلہ ملے گا،	۴۳۰
اہلِ جنت کے آرام و راحت اور انکی نعمتوں کی تصویر،	۴۳۰
اہلِ جنت کے لیے ایک اور انعام و اعزاز کا ذکر و بیان،	۴۳۱
حشر میں مجرموں کے حال کا ذکر و بیان،	۴۳۱
مجرموں کے لیے ایک ملامت و تذکیر،	۴۳۲
اللہ کی عبادت و بندگی ہی صراطِ مستقیم کا تقاضا ہے،	۴۳۲
عقل و خرد سے کام لینے کی دعوت،	۴۳۳
مجرموں کے لیے جہنم میں داخلے کا حکم - والعیاذ باللہ،	۴۳۴
مجرموں کے مونہوں پر مہر کا ذکر و بیان - والعیاذ باللہ،	۴۳۴
مجرموں کے خلاف خود انکے اپنے ہاتھ پاؤں کی گواہی،	۴۳۴
مجرموں کے لیے ایک سخت تنبیہ و ہدایت،	۴۳۵
منکرین کو مسخ کر دینے کی تہدید و تنبیہ - والعیاذ باللہ،	۴۳۵
انسانی زندگی کے احوال میں غور و فکر کی دعوت،	۴۳۶
پیغمبرؐ کو شاعری نہیں سکھائی گئی،	۴۳۶
اِنزالِ قرآن کے اصل مقصد کی وضاحت،	۴۳۸
آیاتِ کونیہ میں غور و فکر کی دعوت،	۴۳۸
اپنی ملکیت کے جانوروں میں سامانِ غور و فکر،	۴۳۹
چوپایوں کی نعمت میں سامانِ غور و فکر،	۴۳۹
چوپایوں کے عظیم الشان فوائد کا ذکر و بیان،	۴۴۰
چوپایوں کے ذریعے پینے کی طرح طرح کی نعمتوں میں غور و فکر،	۴۴۰

عنوانات	صفحہ
نعمتوں سے سرفرازی کا تقاضا شکرِ خداوندی،	۴۴۱
معبودانِ من دون اللہ کی بے حقیقتی کا ذکر و بیان،	۴۴۱
پیغمبرؐ کیلئے تسلیہ و تسکین کا سامان - صلی اللہ علیہ وسلم،	۴۴۲
منکروں کی کوئی بھی حالت اللہ سے مخفی نہیں ہو سکتی،	۴۴۲
انسان کی خود فراموشی کا ایک نمونے اور مظہر کا ذکر و بیان،	۴۴۳
منکرین کا ایک اچنبھا اور اس کا جواب،	۴۴۳
بعث بعد الموت کے اِثبات کے لیے اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر،	۴۴۴
بعثِ بعد الموت پر کائنات کے وجود سے استدلال	۴۴۴
اللہ تعالیٰ کی شانِ کن فیکون کا حوالہ و ذکر،	۴۴۵
اللہ تعالیٰ کے تنزیہ اور تقدیس کے بارے میں ہدایت،	۴۴۵
(۳۷) سُورَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَکِّیَّةٌ (۵۶)	
صف بستہ فرشتوں کی قسم،	۴۴۷
ڈانٹنے والے فرشتوں کی قسم،	۴۴۷
تلاوت کرنے والے فرشتوں کی قسم،	۴۴۸
توحید و وحدانیتِ خداوندی کا اِثبات،	۴۴۸
اللہ ہی مالک ہے مشرقوں اور مغربوں کا،	۴۴۸
ستاروں کے تین بڑے مقاصد کا ذکر و بیان،	۴۴۹
شیطانوں کے لیے دائمی عذاب - والعیاذُ باللہ،	۴۵۰
انسان کی خود اپنی تخلیق میں بڑے درسہائے عبرت و بصیرت،	۴۵۰
غفلت و لاپرواہی باعثِ محرومی - والعیاذُ باللہ،	۴۵۱
منکرین کے انکار و استہزاء کا ایک نمونہ و مظہر،	۴۵۱
منکرین کو تیکھے انداز کا جواب،	۴۵۲
منکرین کا قیامت کے روز اظہارِ افسوس کا ذکر و بیان،	۴۵۲

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — پنجم

عنوانات	صفحہ
منکروں سے ایک خطاب تحقیر وتذلیل کا ذکر و بیان - والعیاذ باللہ،	۴۵۳
ظالم، انکے ہم مشرب اور ان کے من گھڑت معبود سب دوزخ میں، والعیاذ باللہ،	۴۵۳
مشرکوں کے ساتھ ان کے خودساختہ معبودوں کی بھی جکڑ بندی کا حکم،	۴۵۴
مشرکوں اور ان کے خودساختہ معبودوں کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم،	۴۵۴
مشرکوں کی تذلیل وتحقیر کا ایک اور نمونہ ومظہر،	۴۵۵
گمراہ کن لیڈروں اور ان کے پیروکاروں کے درمیان تو تکار کا ایک منظر،	۴۵۵
لیڈروں کی طرف سے پیروؤں کو ترکی بہ ترکی جواب،	۴۵۶
گمراہ کن لیڈروں کا اپنے جرم کا اقرار،	۴۵۶
لیڈروں کی طرف سے اپنے پیروؤں کو ٹکا سا جواب،	۴۵۷
گمراہ لیڈر اور ان کے پیرو دونوں جہنم میں - والعیاذ باللہ،	۴۵۷
استکبار خرابیوں کی خرابی، اور محرومیوں کی جڑ بنیاد - والعیاذ باللہ،	۴۵۸
اللہ کے رسولوں کی تصدیق حقانیت کی علامت ودلیل،	۴۵۸
انسان کو اپنے عمل کا بھگتان بہرحال بھگتنا ہوگا،	۴۵۹
عذاب سے محفوظ رہنے والوں کی نشاندہی،	۴۵۹
جنتیوں کے لیے رزق معلوم کی بشارت،	۴۶۰
اہل جنت کے سامانہائے لذت اور ان کے اعزاز واکرام ورسوا کن انجام کا ذکر،	۴۶۰
اہل جنت کی باہمی محبت اور خوش دلی کا ذکر و بیان،	۴۶۱
اہل جنت کے جامہائے شراب کا ذکر و بیان،	۴۶۱
اہل جنت کی شراب کی خاص صفات کا ذکر و بیان،	۴۶۲
اہل جنت کی عورتوں اور انکی عظمت شان کا ذکر و بیان،	۴۶۳
حوران جنت کی ایک خاص صفت کا ذکر و بیان،	۴۶۳
اہل جنت کے ایک باہمی مکالمے کا ذکر و بیان،	۴۶۴
جنتیوں کے لیے دوزخیوں کو دیکھنے کا موقع،	۴۶۴
منکر حق دوزخ کے عین بیچ میں - والعیاذ باللہ،	۴۶۴
ہر نعمت اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم سے،	۴۶۵
اہل جنت کے بے مثال کیف وسرور کا ایک نمونہ ومظہر،	۴۶۶
اصل اور حقیقی کامیابی کی نشاندہی،	۴۶۶
مسلمان کے لیے مسابقے کے اصل میدان کی نشاندہی،	۴۶۶
دوزخیوں کی اولین دعوت زقوم کا درخت - والعیاذ باللہ،	۴۶۷
شجرۂ زقوم ظالموں کیلئے ذریعۂ ابتلاء وآزمائش، والعیاذ باللہ،	۴۶۷
شجرۂ زقوم کی ہولناکی کے لیے ایک بلیغ تشبیہ کا ذکر،	۴۶۸
دوزخیوں کے عذاب کی ایک تصویر کا ذکر و بیان،	۴۶۸
گمراہ باپ دادوں کی تقلید باعث ہلاکت وتباہی - والعیاذ باللہ العظیم،	۴۶۹
اکثریت ہمیشہ گمراہوں ہی کی رہی، والعیاذ باللہ،	۴۷۰
تکذیب وانکار حق کا نتیجہ بہرحال ہلاکت وتباہی - والعیاذ باللہ،	۴۷۰
صدق واخلاص ذریعۂ نجات وفلاح،	۴۷۱
حضرت نوح کے حاجت روا بھی اللہ تعالیٰ ہی،	۴۷۱
فریادرس سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۴۷۲
نجات دہندہ سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۴۷۲
نسل نوح کو باقی رکھنا بھی اللہ ہی کی شان،	۴۷۳
حضرت نوح کے لیے ذکر خیر کی عظیم الشان بشارت کا ذکر و بیان،	۴۷۳
حضرت نوح کے لیے برکت اور سلامتی کی بشارت،	۴۷۴

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
نیکوکاروں کے لیے جزائے خیر کے قانونِ عام کا ذکر و بیان،	۴۷۴
حضرتِ ابراہیم کی داستانِ عبرت وبصیرت کا حوالہ وذکر،	۴۷۵
حضرتِ ابراہیم کی حنیفیتِ کاملہ کا حوالہ وذکر،	۴۷۵
حضرتِ ابراہیم کا مشرکوں سے سوال،	۴۷۶
حضرتِ ابراہیم کی طرف سے بت شکنی کی اسکیم کا ذکر و بیان،	۴۷۷
حضرتِ ابراہیم کی طرف سے خرابیِ طبع کا عذر اور اس کا مطلب؟	۴۷۷
حضرتِ ابراہیم کی طرف سے معبودانِ باطلہ کی زبانی تحقیر وتذلیل،	۴۷۸
حضرتِ ابراہیم کی طرف سے مشرکوں کی تجہیل وتحمیق ان کے منہ پر،	۴۷۹
خالق سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۴۸۰
حق والوں کو ستانے کا نتیجہ وانجام ذلت ورسوائی۔ والعیاذ باللہ،	۴۸۰
حضرتِ ابراہیم کا اعلانِ ہجرت،	۴۸۱
حضرتِ ابراہیم کی اولادِ صالح کے لیے دعا،	۴۸۲
حضرتِ ابراہیم کو ایک نہایت ہی بردبار بیٹے کی بشارت،	۴۸۲
بیٹے کی قربانی کی کڑی آزمائش کا ذکر و بیان،	۴۸۳
حضرتِ ابراہیم کے اپنے بیٹے سے رائے معلوم کرنے کا ذکر و بیان،	۴۸۳
ذبح اسماعیل کے اصل مرحلے کا ذکر و بیان،	۴۸۵
حضرتِ ابراہیم کی امتحان میں کامیابی کا اعلان،	۴۸۵
احسان ذریعۂ سرفرازی وفیروزمندی،	۴۸۶
ایک عظیم الشان اور بے مثال امتحان،	۴۸۶
نیکوکاروں کے لیے انعام کے ضابطۂ عام کا ذکر و بیان،	۴۸۷
حضرتِ ابراہیم کے لیے حضرتِ اسحاق کی خوشخبری کا ذکر و بیان،	۴۸۷
حضرتِ ابراہیمؑ اور حضرتِ اسحاقؑ کے لیے برکاتِ خداوندی کا اعلان،	۴۸۸
حضرتِ ابراہیم کی نسل کو ایک تذکیر و یاددہانی،	۴۸۹
حضرتِ موسیٰ اور ہارون پر احسان اور انعام خداوندی کا ذکر و بیان،	۴۹۰
حضرتِ موسیٰ وہارون بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مدد کے محتاج تھے،	۴۹۰
حضرتِ موسیٰ اور ہارون کی صراطِ مستقیم سے سرفرازی کا ذکر،	۴۹۰
حضرتِ موسیٰ اور ہارون کی صراطِ مستقیم سے سرفرازی کا ذکر،	۴۹۱
نیکوکاری ذریعہ نجات وسرفرازی،	۴۹۱
حضرتِ الیاسؑ کا ذکرِ خیر،	۴۹۲
خوفِ خدا اصلاحِ احوال کی اساس اصل وبنیاد،	۴۹۲
حضرتِ الیاسؑ کی مشرکوں کے دلوں پر ایک دستک،	۴۹۳
اللہ ہی سب کا رب ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۴۹۳
انکار وتکذیبِ حق باعثِ ہلاکت وتباہی، والعیاذ باللہ،	۴۹۴
الیاسین سے مقصود ومراد؟	۴۹۴
ایمان واحسان ذریعۂ نجات وسرفرازی،	۴۹۵
نجات دہندہ اور مشکل کشا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۴۹۵
لوط کی بیوی بھی ہلاک شدگان میں،	۴۹۶
آثارِ قدیمہ سے درسِ عبرت لینے کی ہدایت،	۴۹۶
حضرتِ یونس کی سرگزشت کا حوالہ کا ذکر و بیان،	۴۹۷

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — پنجم

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
قرعہ اندازی اور اس کا نتیجے کا ذکر و بیان،	۴۹۸	حضرتِ حق - جل مجدہ - کی تنزیہ و تقدیس کا ذکر و بیان،	۵۰۹
حضرتِ یونس مچھلی کے پیٹ میں،	۴۹۸	سب رسولوں پر سلام کا ذکر و بیان،	۵۰۹
تسبیح و استغفار موجبِ نجات و خلاص،	۴۹۸	تعریف کا اصل حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۵۰۹
حضرتِ یونس کی حفاظت کے لیے قدرت کے خاص انتظام کا ذکر و بیان،	۴۹۹	(۳۸) سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ (۳۸)	
حضرتِ یونس کی رسالت کا ذکر و بیان،	۴۹۹	قرآنِ حکیم کے ''ذی الذکر'' ہونے کا معنیٰ و مطلب؟	۵۱۱
دین و ایمان ذریعۂ نجات و بقاء،	۵۰۰	عناد و استکبار محرومیوں کی محرومی - والعیاذ باللہ،	۵۱۲
مشرکوں کے دلوں پر ایک دستک،	۵۰۰	تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی ہدایت،	۵۱۲
اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ماننے والے قطعی طور پر جھوٹے،	۵۰۱	بے وقت کے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں،	۵۱۳
مشرکین سے ان کے دعوے پر دلیل کا مطالبہ،	۵۰۱	بشریتِ پیغمبرؑ منکرین کے لیے باعثِ محرومی - والعیاذ باللہ العظیم،	۵۱۳
مشرکوں کے ایک اور کفریہ اور شرکیہ عقیدے کا ذکر و بیان،	۵۰۲		
مدعی سست اور گواہ چست کی ایک مثال،	۵۰۲	منکرین کا عقیدۂ توحید پر اظہارِ تعجب،	۵۱۴
صدق و اخلاص ذریعۂ نجات و فلاح،	۵۰۳	مشرکوں کی طرف سے اپنے پیروؤں کو شرک پر اڑے رہنے کی تلقین،	۵۱۴
دنیا کی آزمائشیں محض ذریعۂ ابتلاء و اختبار،	۵۰۳		
فرشتوں میں سے ہر ایک کا دائرہ محدود و معین،	۵۰۴	منکروں کی ہٹ دھرمی اور بدباطنی کا ایک اور نمونہ اور مظہر،	۵۱۵
فرشتوں کا کام اپنے رب کے حضور صف بستہ کھڑے رہنا،	۵۰۴		
فرشتوں کا کام اپنے رب کی تسبیح کرنا،	۵۰۵	منکرین کا عقیدۂ توحید پر اچنبھا اور اس کا انکار،	۵۱۵
انسان کی ناشکری اور بے قدری کا ایک نمونہ و مظہر،	۵۰۵	منکرین کے کبر و غرور کا ایک اور نمونہ و مظہر،	۵۱۶
منکرین کا انکارِ حق اور کفرانِ نعمت،	۵۰۵	منکرین کے اعراض و انکار کے اصل سبب کی تشخیص،	۵۱۶
اللہ کے رسولوں کی مدد کا قطعی وعدہ کا ذکر و بیان،	۵۰۶	منکرین کے دلوں پر ایک دستک کا ذکر و بیان،	۵۱۷
غلبہ بہرحال اللہ تعالیٰ کے لشکروں ہی کے لیے ہے،	۵۰۶	منکرین کی تعجیز و تحقیر کے لیے ایک حکم و ارشاد،	۵۱۷
پیغمبرؑ کو صبر و انتظار کی تعلیم و تلقین،	۵۰۷	منکرین کی شکست کی پیشینگوئی کا ذکر و بیان،	۵۱۸
منکرین کا معاملہ انکے انجام کے حوالے،	۵۰۷	تکذیبِ حق کے مجرموں اور ان کے انجام کا حوالہ و ذکر،	۵۱۸
منکرین و معاندین کے عذاب کی ہولناکی کا ذکر و بیان،	۵۰۸	''اصحاب الایکہ'' سے مقصود و مراد؟	۵۱۹
انجام کے انتظار کے لیے تاکیدِ مکرر کا ذکر و بیان،	۵۰۸	ہلاک و برباد ہونے والے جتھوں کی نشاندہی،	۵۲۰

جلد تفصیلی فہرست عنوانات پنجم

عنوانات	صفحہ
منکرین کے لیے تنبیہ وتحذیر،	۵۲۰
منکرین کے لیے عذاب کی بے پناہی کا ذکر وبیان،	۵۲۰
منکرین کی بے فکری اور لاپرواہی کا ایک نمونہ ومظہر،	۵۲۰
حضرتِ داوٗد کی زندگی سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین،	۵۲۱
حضرتِ داوٗد کی شانِ اوابیت کا ذکر وبیان،	۵۲۱
حضرتِ داوٗد کی امتیازی شان کے بعض اہم پہلوؤں کا ذکر وبیان،	۵۲۲
حضرتِ داوٗد کی محبوبیت اور معرجعیت کے ایک اور مظہر کا ذکر وبیان،	۵۲۲
حضرتِ داوٗد کے لئے استحکامِ سلطنت کی عنایت کا ذکر وبیان،	۵۲۳
حضرتِ داوٗد کے لیے حکمت سے سرفرازی کا ذکر وبیان،	۵۲۳
حضرتِ داوٗد کے لیے فصلِ خطاب کی نعمت کا ذکر وبیان،	۵۲۴
حضرتِ داوٗد کے فصلِ خطاب کی ایک مثال کا ذکر وبیان،	۵۲۵
حضرتِ داوٗد کے حضور مقدمے کی پیشی کا ذکر و، بیان فریقین کے جھگڑے کی تفصیل کا ذکر وبیان،	۵۲۶
حضرتِ داوٗد کا فریقین کے درمیان فیصلہ کا ذکر وبیان،	۵۲۷
حضرتِ داوٗد کی شانِ عبدیت کا ایک اور نمونہ ومظہر،	۵۲۸
حضرتِ داوٗد کے لیے مغفرت وبخشش کی بشارت،	۵۲۹
توبہ واستغفار وسیلۂ قرب ورفعِ درجات،	۵۳۰
حضرتِ داوٗد کیلئے خلافت ونیابت کا انعام واکرام،	۵۳۰
حکومت وبادشاہی کے تقاضوں کی تذکیر ویاددہانی،	۵۳۱
اِتباعِ ھویٰ کا نتیجہ راہِ حق سے محرومی۔ والعیاذ باللہ،	۵۳۱
یومِ حساب اور اس کے تقاضوں کی فراموشی کا انجام بہت برا۔ والعیاذ باللہ العظیم،	۵۳۲
درسگاہِ کائنات سے درسِ عبرت وبصیرت لینے کی ہدایت،	۵۳۲
کائنات کی تخلیق کو بے مقصد سمجھنا کافروں کا کام۔ والعیاذ باللہ،	۵۳۳
قیامِ قیامت لازمی اور ضروری ہے،	۵۳۳
قرآنِ حکیم ایک عظیم الشان اور برکتوں بھری کتاب،	۵۳۴
قرآنِ حکیم خالص اتاری ہوئی کتاب ہے،	۵۳۴
قرآنِ حکیم کے اتارے جانے کا اصل مقصد تدبّر وتذکّر،	۵۳۵
حضرتِ سلیمان کی اوابیّت کا ایک نمونہ ومثال،	۵۳۶
"حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ" کا مفہوم ومطلب؟	۵۳۶
حضرتِ سلیمان کی ایک آزمائش کا ذکر وبیان،	۵۳۷
رب سے بخشش کی دعا ودرخواست کا نمونہ،	۵۳۹
رب کے حضور بادشاہی کی دعا ودرخواست کا ذکر وبیان،	۵۴۰
سب کچھ دینے بخشنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۵۴۱
حضرتِ سلیمان کے لیے تسخیر ہوا کے معجزے کا ذکر وبیان،	۵۴۱
حضرتِ سلیمان کے لیے جنوں کی تسخیر کی عنایت کا ذکر وبیان،	۵۴۲
حضرتِ سلیمان کے لیے جنوں کی ریزرو فوج کا ذکر وبیان،	۵۴۲
حضرتِ سلیمان کے لیے انعام وعطائے خداوندی کا ذکر وبیان،	۵۴۲
نعمتوں کا تقاضا ونتیجہ ابتلاء وآزمائش،	۵۴۳
حضرتِ سلیمان کے لیے ایک خاص انعام کا ذکر وبیان،	۵۴۳

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
حضرتِ ایوبؑ کے ابتلاء کا ذکر و بیان،	۵۴۴
حضرتِ ایوب کے نئے دور کا ذکر و بیان،	۵۴۵
حضرتِ ایوب کے لیے اہل و عیال کی عنایت کا ذکر و بیان،	۵۴۵
حضرتِ ایوبؑ کی ایک قسم اور اس سے انکی بریت کا ذکر و بیان،	۵۴۶
حضرتِ ایوب کے لیے ایک عظیم الشان سَنَد اور اعزاز کا ذکر و بیان،	۵۴۷
حضرتِ ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کے ذکر کا حکم وارشاد،	۵۴۷
دارِ آخرت کی تذکیر و یاددہانی کی عظمتِ شان،	۵۴۸
حضراتِ انبیائے کرام کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان،	۵۴۸
ایک عظیم الشان ذکر اور یاددہانی،	۵۴۹
پرہیزگاروں کے عظیم الشان صلے کا ذکر و بیان،	۵۴۹
اہلِ جنت کی خوشحالی اور فارغ البالی کی ایک تصویر کا ذکر و بیان،	۵۵۰
اہلِ جنت کی پاکیزہ اور بے مثال بیویوں کا ذکر و بیان،	۵۵۰
جنت کی نعمتیں دائمی اور ابدی،	
اہلِ جنت کی بیویوں کی ایک خاص خوبی وصفت کا ذکر و بیان،	۵۵۱
دوزخیوں کے حالِ بد کا ذکر و بیان - والعیاذ باللہ،	۵۵۲
اہلِ دوزخ کا آپس میں ایک حسرت بھرا سوال،	۵۵۳
اہلِ دوزخ کی اہلِ حق کے انجام کے بارے میں جستجو،	۵۵۳
اہلِ دوزخ کے باہمی جھگڑے کا ذکر و بیان،	۵۵۳
پیغمبر کا کام انذار و تبلیغ اور بس،	۵۵۴
دعوتِ پیغمبر کی اساس و بنیاد توحیدِ خداوندی - سبحانہ وتعالیٰ،	۵۵۴
کائنات ساری حضرتِ خالق کی وحدانیت و یکتائی کی شاہدِ عدل،	۵۵۵
ہنگامہ قیامت ایک بہت بڑی خبر،	۵۵۵
غفلت ولاپرواہی محروموں کی محرومی - والعیاذ باللہ،	۵۵۶
پیغمبر کی صداقت وحقانیت کا ایک کھلا اور واضح ثبوت،	۵۵۶
پیغمبر کا کام انذار وتبلیغ اور بس،	۵۵۶
تخلیق آدم کی تذکیر و یاددہانی،	۵۵۷
"مِن رُّوحِی" سے مقصود ومراد؟	۵۵۸
آدم کے لیے سجدے کا حکم وارشاد کا ذکر و بیان،	۵۵۸
ابلیس کے استکبار اور اسکی دائمی محرومی کا ذکر و بیان،	۵۵۹
انسان کی تخلیق قدرت کا ایک عظیم الشان شاہکار،	۵۶۰
ابلیسی منطق کا ایک نمونہ ومظہر،	۵۶۰
شیطان کو جنت سے نکل جانے کا حکم،	۵۶۰
شیطان کے گلے میں ہمیشہ کیلئے لعنت کا طوق،	۵۶۱
شیطان کے لیے مہلت کا اعلان کا ذکر و بیان،	۵۶۱
شیطان کا زور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر نہیں چل سکتا،	۵۶۱
نبوت کی عظمتِ شان کے دو خاص پہلو،	۵۶۲
انجام کی تذکیر و یاددہانی،	۵۶۲

(۳۹) سُورَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۹)

عنوانات	صفحہ
قرآنِ حکیم سراسر اتاری ہوئی کتاب،	۵۶۳
قرآنِ حکیم قولِ فیصل والحمد للہ،	۵۶۴
قولِ فیصل کا اہم مقتضیٰ کہ عبادت صرف اللہ کی،	۵۶۴
اطاعتِ مطلقہ اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے،	۵۶۴
معبودانِ من دون اللہ سے مراد، اور اس کا مفہوم؟	۵۶۵
مشرکوں کا ایک قدیم مشرکانہ فلسفہ کا ذکر و بیان،	۵۶۶
جھوٹ اور ناشکری باعثِ محرومی - والعیاذ باللہ،	۵۶۷

تفصیلی فہرست عنوانات

جلد پنجم

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کا ذکر و بیان،	۵۶۷	ہٹ دھرم مخالفوں سے بے نیازی اور لاتعلقی کا اظہار و اعلان،	۵۷۹
ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے،	۵۶۸		
مشرکانہ فلسفہ طرازوں کے لیے ایک تنبیہ	۵۶۸	معصیت و نافرمانی سے تخویف و تحذیر،	۵۸۰
للہ تعالیٰ کی صفت خلق کا حوالہ و ذکر،	۵۶۹	عبادت اور اطاعت مطلقہ اللہ ہی کا حق ہے،	۵۸۰
صفت تزویج میں سامان غور و فکر،	۵۶۹	منکرین و مشرکین سے اظہار بیزاری کا اعلان،	۵۸۰
مویشیوں میں عظیم الشان درسہائے عبرت و بصیرت،	۵۷۰	روز قیامت کا خسارہ سب سے بڑا خسارہ - والعیاذ باللہ،	۵۸۰
انسان کے خود اپنے وجود میں سامان غور و فکر،	۵۷۱	حقیقی خسارے کی نشاندہی - والعیاذ باللہ،	۵۸۱
منکروں اور مشرکوں کے رویے پر اظہار تعجب وافسوس،	۵۷۱	عذاب دوزخ کی ہولناکی کی ایک تصویر والعیاذ باللہ،	۵۸۱
توحید خداوندی فطرت سلیمہ کی پکار،	۵۷۲	عذاب دوزخ سے تخویف و تحذیر کا ذکر و بیان،	۵۸۲
مشرک انسان کی ناشکری اور		عذاب دوزخ سے نجات کا ذریعہ تقویٰ و پرہیزگاری،	۵۸۲
احسان فراموشی کا ایک نمونہ و مظہر،	۵۷۳	مفلحین کی پہلی صفت، بندگیٔ طاغوت سے اجتناب،	۵۸۳
ناشکرے انسان کے ارتکاب شرک کا ذکر و بیان،	۵۷۴	مفلحین کی دوسری صفت انابت و رجوع الی اللہ،	۵۸۳
مشرک انسان کے ڈبل جرم کا ذکر و بیان،	۵۷۴	بات کو غور سے سننا ایک عمدہ صفت،	۵۸۴
کفر و شرک کے فائدے محض چندروزہ،	۵۷۴	حق کی پیروی کرنا ایک اور اہم صفت،	۵۸۴
کفر و شرک کا انجام بہرحال دوزخ - والعیاذ باللہ العظیم،	۵۷۵	عقل سلیم رکھنے والوں کی نشاندہی،	۵۸۴
		محروم اور بدبخت لوگوں کی نشاندہی والعیاذ باللہ،	۵۸۵
		پرہیزگاروں کے مآل و انجام کا ذکر،	۵۸۶
اللہ والوں کی بعض خاص صفات کا ذکر و بیان،	۵۷۵	اللہ کا وعدہ بہرحال پورا ہوگا،	۵۸۶
دو متضاد نمونے اور ان کے دو متضاد انجام،	۵۷۶	پانی کی نعمت اور اس کے نہایت پُرحکمت نظام میں سامان غور و فکر،	۵۸۶
صحیح فہم و ادراک کا مدار عقل سلیم پر،	۵۷۶		
ایمان و تقویٰ ہی باعث سرفرازی،	۵۷۷	قسما قسم کی پیداواروں میں سامان غور و فکر،	۵۸۷
اچھائی کرنے والوں کے لیے عظیم الشان اچھائی کی بشارت و خوشخبری،	۵۷۷	کھیتی کے انجام سے ایک عظیم الشان درس عبرت،	۵۸۸
		عقول سلیمہ والوں کے لیے عظیم الشان تذکیر و یاددہانی،	۵۸۸
دین و ایمان کی حفاظت سب پر مقدم،	۵۷۸	شرح صدر کی نعمت اور اس کا صلہ و ثمرہ،	۵۸۹
صبر والوں کے لیے اجر بے حساب کی بشارت،	۵۷۸	قسوت قلوب محرومی کی جڑ بنیاد - والعیاذ باللہ،	۵۹۰

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
کتاب متشابہ سے مقصود و مراد؟	۵۹۰
"مثانی" سے مقصود و مراد؟	۵۹۰
قرآنِ حکیم کی قوتِ تاثیر کا ذکر و بیان،	۵۹۱
قرآنِ حکیم کی تاثیر قلب اور قالب دونوں پر،	۵۹۱
راہِ حق وہدایت کی تعیین وتشخیص،	۵۹۲
قیامت کے روز منکرین کے حالِ بد کی ایک تصویر	۵۹۲
منکرین ومستکبرین کی ایک اور تذلیل کا ذکر و بیان،	۵۹۳
منکرین کے لیے عذاب بے گماں سے تنبیہ،	۵۹۳
منکرین کے لیے ذلت ورسوائی کا عذاب - والعیاذ باللہ	۵۹۴
علمِ حق سے محرومی دارین کی سعادت وسرخروئی سے محرومی - والعیاذ باللہ،	۵۹۴
قرآنِ حکیم میں ہر عمدہ مضمون کا ذکر و بیان،	۵۹۵
قرآنِ حکیم ہر قسم کے عوج اور کجی سے پاک،	۵۹۵
اِنزالِ قرآن کے مقصد کی توضیح وتصریح،	۵۹۶
موحد اور مشرک کے بارے میں ایک مثال کا بیان،	۵۹۶
مشرکوں نے ضمیروں کو جھنجوڑنے والا ایک سوال،	۵۹۷
اکثریت نورِ علم سے محروم وبے بہرہ،	۵۹۷
موت کا مزہ ہر کسی نے بہرحال چکھنا ہے،	۵۹۸
اللہ پر جھوٹ باندھنا سب سے بڑا ظلم، والعیاذ باللہ،	۵۹۹
حق اور صدق کو جھٹلانا بھی بہت بڑا ظلم ہے - والعیاذ باللہ،	۵۹۹
کافروں کا ٹھکانا یقینی طور پر جہنم ہے - والعیاذ باللہ،	۵۹۹
متقی اور فائز المرام لوگوں کا ذکر،	۶۰۰
اہلِ جنت کی شاہانہ زندگی کا ایک اہم پہلو کا ذکر و بیان،	۶۰۱
اللہ کافی ہے اپنے بندے کو ہر اعتبار سے،	۶۰۱
منکرین ومکذبین پر مار و پھٹکار ان کے کفر وشرک کی بناء پر، والعیاذ باللہ،	۶۰۲
اللہ کی عطاء بخشش کو کوئی روک نہیں سکتا،	۶۰۳
اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کا ذکر اسکی دو صفتوں کے حوالے سے،	۶۰۳
مشرکوں کی مت ماری کا ایک نمونہ ومظہر،	۶۰۴
نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۶۰۵
پیغمبرؐ کو ہدایت کہ کہو کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے،	۶۰۵
مشرکوں سے اعلانِ براءت وبیزاری کی تعلیم وتلقین،	۶۰۵
گمراہوں کی گمراہی کی پیغمبرؐ پر کوئی ذمہ داری نہیں،	۶۰۶
زندگی اور موت اللہ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں،	۶۰۷
نیند موت کا نمونہ اور اسکی ریہرسل،	۶۰۷
فرصتِ حیات محدود ومعین،	۶۰۸
غور وفکر والوں کے لیے عظیم الشان نشانیاں،	۶۰۸
مشرکانہ تصورِ شفاعت کی نفی کا ذکر و بیان،	۶۰۹
مشرکوں کی عقیدۂ توحید سے چڑ اور علامہ آلوسی کا ایسے مشرکوں کے حال پر رونا،	۶۱۰
ہٹ دھرموں کا معاملہ اللہ کے حوالے،	۶۱۱
دنیاوی زندگی کی عظمت واہمیت کے ایک خاص پہلو کا ذکر و بیان،	۶۱۲
قیامت کے روز منکرین کے حالِ بد کا ذکر و بیان،	۶۱۲
قیامت کے روز منکرین ومکذبین اپنی بری کمائی کے برے گھیرے میں، والعیاذ باللہ،	۶۱۳
نعمت ذریعہ ابتلاء وآزمائش،	۶۱۴
ظالموں کو اپنے ظلم کا نتیجہ وانجام بہرحال بھگتنا ہوگا - والعیاذ باللہ،	۶۱۵
اللہ کی گرفت سے کوئی نہیں نکل سکتا - والعیاذ باللہ،	۶۱۵

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
روزی کی بست وکشاد اللہ تعالیٰ ہی کی قبضہ قدرت واختیار میں،	۶۱۵
روزی کی بست وکشاد کے معاملے میں قدرت کی عظیم الشان نشانیاں،	۶۱۶
ایک عظیم الشان اعلانِ رحمت، اور اہل بدعت کا ذکر بیان،	۶۱۶
گنہگاروں کیلئے سب گناہوں کی بخشش کا مژدۂ جانفزا،	۶۱۷
انابت ورجوع الی اللہ کا حکم وارشاد،	۶۱۸
کتاب الٰہی کی پیروی کا حکم وارشاد،	۶۱۸
اِتباعِ قرآن ہی ذریعۂ فلاح ونجات،	۶۱۹
قرآنِ حکیم کے نزول سے منکرین پر حجت تمام،	۶۲۰
استکبار خرابی وفساد کی جڑ بنیاد- والعیاذ باللہ،	۶۲۰
کفر کا انجام اور کافر کی تذلیل وتحقیر کا ذکر وبیان-والعیاذ باللہ،	۶۲۰
اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کی بدحالی کا ذکر وبیان،	۶۲۱
تقویٰ وپرہیزگاری ذریعہ نجات وسرفرازی،	۶۲۱
جنتی ہر تکلیف اور غم سے محفوظ،	۶۲۲
اللہ ہر چیز کا خالق اور ہر چیز پر نگہبان ہے،	۶۲۲
سب خزانوں کی چابیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں،	۶۲۲
اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار محرومیوں کی محرومی، والعیاذ باللہ العظیم،	۶۲۳
کفر وانکار خساروں کا خسارہ- والعیاذ باللہ جل وعلا،	۶۲۳
شرک جہالتوں کی جہالت اور حماقتوں کی حماقت-والعیاذ باللہ،	۶۲۴
شرک تمام اعمال کی بربادی کا باعث- والعیاذ باللہ،	۶۲۵
شرک کا نتیجہ وانجام سراسر خسارہ-والعیاذ باللہ،	۶۲۵
عبادت وبندگی اللہ وحدہ لاشریک ہی کا حق ہے،	۶۲۶
اللہ پاک کی شان سے بے خبری باعث محرومی-والعیاذ باللہ،	۶۲۷
قیامت کے روز ساری زمین اللہ کی مٹھی میں،	۶۲۷
اللہ پاک کی تنزیہ وتقدیس کا ذکر،	۶۲۸
نفخِ صور اور اس کے نتیجہ واثر کا ذکر وبیان،	۶۲۸
''صعق'' سے محفوظ رہنے والوں کا ذکر وبیان،	۶۲۹
رسولوں کی حاضری کا ذکر وبیان،	۶۲۹
گواہوں کی حاضری کا ذکر وبیان،	۶۳۰
اعمال کا پورا بدلہ صرف قیامت کے روز،	۶۳۰
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ وذکر،	۶۳۱
کفار ومشرکین کا ٹھکانہ دوزخ،	۶۳۱
دوزخ کے دروازوں کے کھولے جانے کا ذکر وبیان،	۶۳۱
دوزخیوں کی تقریع وتذلیل کے ایک منظر کا ذکر،	۶۳۲
رسولؑ انسان اور بشر ہی ہوتے ہیں،	۶۳۲
دوزخیوں کا حسرت وافسوس بھرا جواب،	۶۳۳
کافروں کیلئے ہمیشہ کا عذاب- والعیاذ باللہ،	۶۳۴
متکبروں کا ٹھکانا بڑا ہی برا- والعیاذ باللہ جل وعلا،	۶۳۴
جنتیوں کے اِنعام اور ان کے اِعزاز واِکرام کا ذکر وبیان،	۶۳۴
جنتیوں کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہونگے،	۶۳۵
جنتیوں کے لیے فرشتوں کی طرف سے ترحیب وتسلیم،	۶۳۵
اہلِ جنت کے لیے ایک اور عظیم الشان اور بے مثال خوش خبری،	۶۳۶
جنتیوں کے کیف وسرور کا ایک روح پرور منظر،	۶۳۶
میراثِ جنت سے سرفرازی کا ذکر وبیان،	۶۳۶
جنت سے سرفرازی کا اصل ذریعہ ووسیلہ اپنا ایمان وعمل،	۶۳۷
فرشتوں کی تسبیح وتحمید کا ذکر وبیان،	۶۳۷
قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وثنا کی غلغلے،	۶۳۸
(۴۰) سُورَةُ الْمُؤْمِن مَكِّيَّةٌ (۶۰)	
قرآنِ حکیم کی عظمتِ شان کے بعض اہم پہلوؤں کا ذکر وبیان،	۶۳۹

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — پنجم

عنوانات	صفحہ
اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکے عقاب کی دونوں شانوں کا ذکر۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۶۴۰
اللہ بڑا ہی فضل واحسان والا، سبحانہ وتعالیٰ،	۶۴۰
معبودِ برحق صرف اللہ وحدہ لاشریک،	۶۴۱
اللہ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑنا کافروں کا کام۔ والعیاذ باللہ،	۶۴۱
منکرین ومکذبین کے لیے تنبیہ وتذکیر،	۶۴۲
تاریخ سے درسِ عبرت وبصیرت کا سامان،	۶۴۳
منکرین کی انتہائی بدبختی کا ایک نمونہ ومظہر،	۶۴۳
حق کا مقابلہ باطل کے ہتھیاروں سے۔ والعیاذ باللہ،	۶۴۴
پاداشِ عمل میں غور وفکر کی دعوت،	۶۴۴
کافروں پر دوزخ کی بات پکی ہوگئی۔ والعیاذ باللہ،	۶۴۵
اہلِ ایمان کیلئے حاملینِ عرش کی دعاؤں کا ذکر وبیان،	۶۴۵
دولتِ ایمان کی عظمتِ شان کا ایک نمونہ ومظہر،	۶۴۶
فرشتوں کی دعاؤں کے عظیم الشان نمونے،	۶۴۶
توبہ اور اِتباعِ حق وسیلۂ نجات وفلاح،	۶۴۷
دوزخ کی آگ سے بچاؤ کی دعا ودرخواست کا ذکر وبیان،	۶۴۷
فرشتوں کی دعا جنتیوں کی آل اولاد کیلئے،	۶۴۸
برائیوں کے نتائج سے بچانے کی دعا ودرخواست،	۶۴۹
اصل اور حقیقی کامیابی نعیم جنت سے سرفرازی،	۶۵۰
منکروں اور مشرکوں کی تحقیر وتذلیل کا ایک منظر،	۶۵۱
کفار ومنکرین کی یاس وحسرت کا ایک اور منظر،	۶۵۲
منکرین کا بے وقت کا اقرارِ جرم وقصور،	۶۵۲
عقیدۂ توحید سے چڑ مشرکوں کا ایک مشترکہ مرض۔ والعیاذ باللہ،	۶۵۳

عنوانات	صفحہ
فیصلہ اللہ ہی کے اختیار میں،	۶۵۴
اللہ کی عظمتِ شان ایک خاص پہلو کے اعتبار سے،	۶۵۴
نشانہائے قدرت میں غور وفکر کی دعوت،	۶۵۵
سامانِ رزق وروزی میں دعوتِ غور وفکر،	۶۵۵
انابت اور رجوع الی اللہ وسیلۂ سرفرازی،	۶۵۵
اللہ ہی کو پکارنے کا حکم وارشاد،	۶۵۶
اللہ بڑے ہی بلند درجوں والا ہے،	۶۵۶
وہی ہے عرش کا مالک، سبحانہٗ وتعالیٰ،	۶۵۷
روح سے مراد وحیِ خداوندی،	۶۵۷
اِنزالِ وحی کا اصل اور اولیں مقصد اِنذار،	۶۵۷
حالِ قیامت کی تذکیر ویاددہانی،	۶۵۸
خدائے واحد کی حکومت وبادشاہی کا نہایت پُر جلال اِظہار واعلان،	۶۵۸
اللہ واحد ویکتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۶۵۹
اللہ سب پر غالب ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۶۵۹
قیامت کا دن کمالِ عدل کا دن،	۶۵۹
قیامت کے روز کسی کی کوئی حق تلفی نہ ہوگی،	۶۶۰
اللہ بڑا ہی جلد حساب لینا والا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۶۶۰
قیامت کے قریب ہونے اور قریب سمجھنے کی ہدایت،	۶۶۱
قیامت کی شدت اور اسکی ہولناکی کی تصویر،	۶۶۱
مجرم لوگوں کی اس یومِ عظیم میں حالت کا ذکر وبیان،	۶۶۲
ظالموں کا نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار،	۶۶۲
مشرکانہ عقیدۂ شفاعت کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ،	۶۶۳
ایک مشرکانہ تصور کی بیخکنی کا ذکر وبیان،	۶۶۳

جلد پنجم

تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اللہ ہر کسی کی سنتا سب کچھ جانتا ہے - سبحانہ وتعالیٰ،	۶۶۴	اللہ تعالیٰ ظلم کے ہر شائبے سے پاک - سبحانہ وتعالیٰ،	۶۷۴
تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین،	۶۶۵	"یَوْمُ التَّنَاد" کا مفہوم اور اس سے مراد؟	۶۷۵
اللہ کی پکڑ سے کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا - والعیاذ باللہ،	۶۶۵	اللہ کے عذاب کی بے پناہی کا ذکر وبیان - والعیاذ باللہ،	۶۷۵
انکار وتکذیب حق کا نتیجہ بہر حال ہلاکت وتباہی ہے - والعیاذ باللہ،	۶۶۶	ہدایت اللہ ہی کے اختیار میں ہے، سبحانہ وتعالیٰ،	۶۷۶
		شک کے قدیمی مرض کی نشاندہی،	۶۷۶
اللہ تعالیٰ بڑی ہی قوت والا، سخت پاداش والا ہے،	۶۶۶	رحمت کو زحمت اور بوجھ سمجھنے کے جرم کا ارتکاب، والعیاذ باللہ،	۶۷۷
فرعون، ہامان، اور قارون، کے جرمِ انکار وتکذیب کا ذکر،	۶۶۷		
اہلِ حق کے قتل سے متعلق فرعونی ظلم کا ذکر وبیان،	۶۶۷	اِسراف اور اِرتیاب محرومی کی جڑ بنیاد - والعیاذ باللہ،	۶۷۷
کافروں کی چال کا نتیجہ وانجام ہلاکت وبربادی، والعیاذ باللہ،	۶۶۸	اللہ کی آیتوں کے بارے میں بغیر سند کے جھگڑنا باعثِ محرومی - والعیاذ باللہ،	۶۷۸
فرعون کی بوکھلاہٹ اور اس کی چالبازی کا ایک نمونہ ومظہر،	۶۶۸	متکبروں کے دلوں پر مُہرِ جباریت - والعیاذ باللہ العظیم،	۶۷۸
		فرعون کی بوکھلاہٹ اور مت ماری کا ایک نمونہ:	۶۷۹
حضرتِ موسیٰ کی اپنے رب سے پناہ کی درخواست کا ذکر وبیان،	۶۶۹	مادہ پرست انسان کی کوتاہ نظری کا ایک نمونہ ومظہر،	۶۷۹
ہر متکبر بے ایمان سے اللہ کی پناہ مانگنے کا درس،	۶۷۰	برے اعمال کی تترین، منکروں کیلئے ایک نقد سزا، والعیاذ باللہ،	۶۸۰
حضرتِ موسیٰ کی تائید وتقویت آلِ فرعون کے ایک مردِ مومن کے ذریعے،	۶۷۰	اپنی ہلاکت کا سامان خود اپنے ہاتھوں - والعیاذ باللہ،	۶۸۱
		اتباعِ حق کی دعوت کا ذکر وبیان،	۶۸۱
فرعونی متکبروں کے قلب وضمیر پر ایک دستک کا ذکر وبیان،	۶۷۱	ہمیشہ کا گھر آخرت ہی کا ہے،	۶۸۲
اِقدامِ قتل کے ہولناک انجام کی تذکیر و یاددہانی،	۶۷۱	جنت سے سرفرازی کا ذریعہ ایمان اور علم صالح،	۶۸۲
مُسرِف اور کذاب لوگوں کو ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی،	۶۷۲	اہلِ جنت کے لیے رزقِ بیگماں کی بشارت کا ذکر وبیان،	۶۸۳
مردِ مومن کی فرعونیوں کے دلوں پر ایک اور دستک کا ذکر وبیان،	۶۷۳	منکرین ومشرکین کے دلوں پر ایک زوردار دستک،	۶۸۳
		کفر وشرک کیلئے کوئی سند اور دلیل ممکن ہی نہیں،	۶۸۴
فرعون کا اپنی فرعونی رائے پر اصرار،	۶۷۳	دعوتِ حق عقل وفطرت کا تقاضا، والحمد للہ جل وعلا،	۶۸۵
فرعون کا حقیقتِ واقعہ کے خلاف دعویٰ،	۶۷۳	معبودانِ باطلہ کے لیے کوئی دعوت ہے، ہی نہیں،	۶۸۵
گزشتہ قوموں کے عذاب کی تذکیر و یاددہانی،	۶۷۴	سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف،	۶۸۶
ہلاک شدہ قوموں کے کچھ نمونوں کا ذکر،	۶۷۴	اِشراف کا نتیجہ وانجام دوزخ - والعیاذ باللہ العظیم،	۶۸۶

جلد تفصیلی فہرست عنوانات پنجم

عنوانات	صفحہ
ختامِ مسک کا ایک نمونہ ومظہر،	۶۸۷
تفویض الی اللہ کا درسِ عظیم،	۶۸۷
حفاظت اصل میں اللہ ہی کی حفاظت ہے،	۶۸۸
آلِ فرعون بُرے عذاب کی گرفت میں-والعیاذُ باللہ العظیم،	۶۸۸
آلِ فرعون کی آتشِ دوزخ پر صبح وشام کی پیشی-والعیاذُ باللہ العظیم،	۶۸۹
اہلِ دوزخ کے باہمی جھگڑے اور تُو تکار کا ذکر وبیان،	۶۹۰
بے وقت کے عذر ومعذرت کا کوئی فائدہ نہیں،	۶۹۰
دوزخیوں کی دوزخ کے کارندوں سے فریاد،	۶۹۱
دوزخ کے کارندوں کا اہلِ دوزخ کو رسوا کن جواب،	۶۹۲
کافروں کی دعا اکارت وبے سود،	۶۹۲
اللہ کے رسولوں اور اہلِ ایمان سے نصرتِ خداوندی کا وعدہ،	۶۹۳
قیامت کے یومِ عظیم میں نصرتِ خداوندی کے وعدے کا ذکر وبیان،	۶۹۴
ظالموں کا ٹھکانا اور انجام بڑا ہی بُرا-والعیاذُ باللہ العظیم،	۶۹۴
کتابِ ہدایت اور اسکی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۶۹۵
صبر واستقامت ہی سے کام لیتے رہنے کی تعلیم وتلقین کا ذکر وبیان،	۶۹۵
اپنے گناہوں کے لیے استغفار کی تعلیم وتلقین،	۶۹۶
تسبیح واستغفار وسیلۂ صبر وظفر،	۶۹۷
کبر وغرور باعثِ محرومی ورسوائی-والعیاذُ باللہ،	۶۹۷
پناہ دینا اللہ ہی کا کام اور اسی کی شان ہے،	۶۹۸
وجودِ کائنات بعث بعد الموت کی دلیل،	۶۹۹
ضرورتِ آخرت اختلافِ اخلاق کے اعتبار سے،	۶۹۹
اکثریت بے ایمانوں کی-والعیاذُ باللہ العظیم،	۷۰۰
اپنے رب ہی کو بلانے پکارنے کی تعلیم وتلقین،	۷۰۰
استکبار محرومیوں کی محرومی-والعیاذُ باللہ،	۷۰۱
رات کی نعمت میں دعوتِ غور وفکر،	۷۰۱
دن کی نعمت میں دعوتِ غور وفکر،	۷۰۲
فضلِ خداوندی کی تذکیر ویاددہانی،	۷۰۲
اکثریت ناشکروں کی، والعیاذ باللہ،	۷۰۳
حضرتِ خالق-جَلَّ مَجْدُہٗ-کی معرفت اسکی مخلوق کے ذریعے،	۷۰۴
اللہ کی آیتوں کے انکار کا نتیجہ وانجام اُوندھا پن-والعیاذُ باللہ،	۷۰۴
اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے کارخانۂ قدرت کے ذریعے،	۷۰۵
اللہ تعالیٰ ہی زندہ ہے-سبحانہ وتعالیٰ،	۷۰۵
مشرکین ومنکرین سے اظہارِ براءت کی تعلیم وتلقین،	۷۰۶
اہلِ حق کے لیے غیر اللہ کی بندگی ممکن نہیں،	۷۰۷
پروردگارِ عالم کے حضور سرِ تسلیم خم کردینے کی ہدایت،	۷۰۷
تخلیق انسانی میں قدرت وحکمتِ خداوندی کے عظیم الشان دلائل،	۷۰۷
انسانی تخلیق کے مختلف مراحل ومدارج کی تذکیر ویاددہانی،	۷۰۸
انسانی تخلیق وتکوین میں بڑا سامانِ عبرت وبصیرت، والحمدللہ جل وعلا،	۷۰۸
زندگی اور موت اللہ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں،	۷۰۹
اللہ کی شان کُنْ فَیَکُوْنُ کی شان ہے،	۷۰۹
منکرین کی مت ماری پر اظہارِ تعجب وافسوس،	۷۱۰
تکذیبِ حق کے ہولناک جُرم کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان، والعیاذ باللہ،	۷۱۰
تکذیبِ حق جرموں کا جرم، اور محرومیوں کی محرومی-والعیاذُ باللہ،	۷۱۱

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
منکرین و مکذبین کے انجام کی ہولناکی بیان سے باہر، والعیاذ باللہ	۷۱۱
دوزخیوں کے حالِ بد کی ایک تصویر کا ذکر و بیان،	۷۱۱
مستکبرین کی تذلیل و تحقیر کا ایک منظر کا ذکر و بیان،	۷۱۲
منکرین و مستکبرین کی یاس و حسرت کا ایک منظر کا ذکر و بیان،	۷۱۲
منکرین و مستکبرین کی حواس باختگی کا ایک منظر کا ذکر و بیان	۷۱۳
عناد و ہٹ دھرمی کا نتیجہ محرومی — والعیاذ باللہ،	۷۱۳
ناحق طور پر اکڑنا اور اترانا باعث محرومی — والعیاذ باللہ العظیم،	۷۱۳
انکار اور تکبر کا نتیجہ دائمی دوزخ — والعیاذ باللہ،	۷۱۴
متکبروں کا ٹھکانا بڑا ہی برا — والعیاذ باللہ العظیم	۷۱۴
صبر وسیلۂ ظفر — و باللہ التوفیق،	۷۱۴
اللہ کا وعدہ بہرحال ہو کر رہنے والا ہے،	۷۱۵
سب کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف، سبحانہ و تعالیٰ،	۷۱۵
رسولوں کا ذکر برائے تسلیہ و تسکین، علیہم الصلوۃ والسلام	۷۱۶
معجزہ دکھانا رسول کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا،	۷۱۷
اللہ کا فیصلہ ہو کر رہتا ہے، سبحانہٗ و تعالیٰ،	۷۱۸
اہلِ باطل سراسر خسارے میں — والعیاذ باللہ،	۷۱۸
چوپایوں کی عظیم الشان نعمت کا حوالہ و ذکر،	۷۱۸
چوپایوں میں طرح طرح کے فوائد و منافع،	۷۱۹
سواری کی نعمت میں غور و فکر کی دعوت،	۷۱۹
کشتیوں اور جہازوں کی نعمت کا ذکر و بیان،	۷۱۹
غافلوں کے دلوں پر ایک دستک کا ذکر و بیان،	۷۲۰
تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی ہدایت اور بدئی قیاس کا ذکر،	۷۲۱
حضراتِ انبیاء و رسل کی تکذیب باعثِ ہلاکت و تباہی والعیاذ باللہ،	۷۲۱
استہزاء بالحق کا انجام نہایت برا — والعیاذ باللہ،	۷۲۲
ایمان بالمشاہدہ کا کوئی فائدہ نہیں،	۷۲۳
کفر و انکار کا نتیجہ دائمی خسارہ — والعیاذ باللہ،	۷۲۳
(۴۱) سُورۃ حٰمٓ السَّجدۃ مکیّۃ (۶۱)	
قرآنِ حکیم کی عظمتِ شان کا ایک اہم اور منفرد پہلو،	۷۲۵
کتابِ حکیم کی تفصیل اللہ ہی کی طرف سے،	۷۲۵
عربوں پر قرآن کا خاص حق کا ذکر و بیان،	۷۲۶
علمِ حق کی چاہت و خواہش باعثِ سرفرازی،	۷۲۶
قرآنِ حکیم کی صفتِ تبشیر کا ذکر و بیان،	۷۲۷
قرآن کا کام انذار یعنی خبردار کر دینا اور بس،	۷۲۷
عناد اور ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ و مظہر،	۷۲۸
منکرین کی بدبختی اور لاپرواہی کا ایک نمونہ و مظہر،	۷۲۸
پیغمبر کو اپنی بشریت کے اعلان کا حکم و ارشاد،	۷۲۸
معبودِ برحق بہرحال ایک ہی ہے،	۷۲۹
اپنا رخ اللہ ہی کی طرف کرنے کا حکم و ارشاد،	۷۳۰
اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۷۳۰
مشرکوں کے لیے بڑی سخت ہلاکت اور تباہی والعیاذ باللہ،	۷۳۱
نیکوکاروں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری کا ذکر و بیان،	۷۳۱
آثارِ کائنات میں غور و فکر کی دعوت،	۷۳۲
پروردگارِ عالم کی معرفت آثارِ کائنات کے ذریعے،	۷۳۲
زمین کی عظیم الشان برکتوں میں غور و فکر کی دعوت،	۷۳۳
اسبابِ معیشت میں سامانِ غور و فکر،	۷۳۳

جلد تفصیلی فہرست عنوانات پنجم

عنوانات	صفحہ
قدرت وحکمتِ خداوندی کے بعض اہم پہلو،	۷۳۴
زمین وآسمان اللہ تعالیٰ کے حکم وارشاد کے آگے سرنگوں،	۷۳۵
آسمانِ دنیا کی تزیین کا عظیم الشان انتظام،	۷۳۶
آسمان کی حفاظت کا عظیم الشان وبے مثال انتظام،	۷۳۶
صاعقۂ عاد وثمود کی تذکیر و یاد دہانی،	۷۳۷
سب رسولوں نے توحیدِ خداوندی ہی کی دعوت دی،	۷۳۸
انسان کی اعجوبہ پرستی باعثِ محرومی - والعیاذ باللہ،	۷۳۹
استکبار باعثِ محرومی وہلاکت - والعیاذ باللہ،	۷۳۹
قومِ عاد کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان،	۷۴۰
دنوں کی نحوست سے مقصود ومراد؟	۷۴۰
قومِ ثمود بھی ہلاکت وتباہی کی راہ پر،	۷۴۱
قومِ ثمود کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان،	۷۴۱
ایمان وتقویٰ باعثِ نجات اور سرفرازی،	۷۴۲
حشر کے یومِ عظیم کی تذکیر و یاد دہانی،	۷۴۲
مجرموں کے خلاف انکے اپنے اعضاء کی گواہی کا ذکر وبیان،	۷۴۲
مجرموں کا اپنی کھالوں سے سوال،	۷۴۳
اپنی تخلیق وآفرینش میں غور وفکر کی دعوت،	۷۴۳
سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف، سبحانہ وتعالیٰ،	۷۴۴
انسان کے لیے اپنے کسی عمل کو اللہ سے چھپانا ممکن نہیں،	۷۴۴
حضرت خالق جل مجدہٗ کے بارے میں بدگمانی باعثِ ہلاکت وتباہی - والعیاذ باللہ العظیم،	۷۴۵
رب کے بارے میں بدگمانی کا نتیجہ ابدی خسارہ - والعیاذ باللہ،	۷۴۵
منکروں کے لیے کسی عذر ومعذرت کی کوئی گنجائش نہیں،	۷۴۶

عنوانات	صفحہ
برائی کی ایک نقد سزا، بُرے ساتھیوں کا تسلط والعیاذ باللہ،	۷۴۷
منکروں پر عذاب کی بات پکی - والعیاذ باللہ،	۷۴۷
سب سے بڑے خسارے کی نشاندہی - والعیاذ باللہ،	۷۴۸
قرآن سے روکنے کی ایک کافرانہ سکیم کا ذکر وبیان،	۷۴۸
کافروں کیلئے عذابِ شدید - والعیاذ باللہ العظیم،	۷۵۰
انکارِ حق کا نتیجہ وانجام دوزخ - والعیاذ باللہ،	۷۵۱
گمراہ کن لیڈروں اور پیشواؤں کے خلاف غیظ وغضب کا ایک منظر،	۷۵۱
ایمان ویقین سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ،	۷۵۲
استقامت وثابت قدمی اور اسکی عظمتِ شان،	۷۵۲
صدق شعاروں کے لیے نزولِ ملائکہ کی عنایت کا ذکر وبیان،	۷۵۳
اہلِ ایمان کے لیے ایک عظیم الشان خوش خبری کا ذکر وبیان،	۷۵۳
اہلِ ایمان کے فرشتوں کی صحبت ورفاقت کا انعام کا ذکر وبیان،	۷۵۴
اہلِ جنت کے لیے ایک اور منفرد نعمت وانعام کا ذکر،	۷۵۴
اہلِ جنت کے لیے عظیم الشان مہمانی کا ذکر وبیان،	۷۵۵
سب سے اچھی بات کی نشاندہی،	۷۵۵
داعیِ حق کیلئے عملِ صالح کی ضرورت،	۷۵۶
اپنے اسلام وانقیاد کے اعلان واظہار کا درس،	۷۵۶
برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی تعلیم وتلقین،	۷۵۷
حسنِ خلق کی تاثیر کا ذکر وبیان،	۷۵۷
صبر وسیلۂ ظفر - وباللہ التوفیق،	۷۵۸
حسنِ خلق ایک گنجِ گرانمایہ - وباللہ التوفیق،	۷۵۸

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
شیطان کی اکساہٹ کا علاج - اللہ کی پناہ مانگنا،	۷۵۹
اللہ کی پناہ ہی اصل بچانے والی شئ ہے،	۷۵۹
اللہ سب کی سنتا اور جانتا ہے- سبحانہ وتعالیٰ،	۷۶۰
اللہ کی نشانیوں کو معبود بنانے سے ممانعت کا ذکر و بیان،	۷۶۰
سجدے کا حقدار صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے،	۷۶۰
خداوندِ قدوس کسی کی عبادت و بندگی کا محتاج نہیں،	۷۶۱
درسگاہ ارضی سے متعلق بعض اہم دروس وعبر کا ذکر و بیان،	۷۶۱
ملحدین اور انکے الحاد کے بارے میں سخت تنبیہ کا ذکر و بیان،	۷۶۲
منحرفین اشرار اللہ کے علم سے باہر نہیں ہیں،	۷۶۳
انسان کے لیے آزادیٔ ارادہ واختیار کا ذکر و بیان،	۷۶۳
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے،	۷۶۳
منکرینِ قرآن کا انجام نہایت ہی ہولناک - والعیاذ باللہ،	۷۶۴
قرآنِ حکیم پر باطل کسی بھی طرف سے حملہ آور نہیں ہو سکتا،	۷۶۴
قرآنِ حکیم سرچشمۂ رشد وحکمت، والحمد للہ،	۷۶۵
پیغمبر کیلئے تسکین وتسلیہ کا سامان،	۷۶۶
اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عقاب کی دونوں شانوں کا حوالہ وذکر،	۷۶۶
منکرین کی کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ اور مظہر،	۷۶۷
قرآنِ حکیم سراسر ہدایت اور عینِ شفا،	۷۶۷
بے ایمانوں کے لیے محرومی کا ذکر و بیان،	۷۶۸
بدبختوں کی محرومی کی تصویر- والعیاذ باللہ،	۷۶۸
کتابِ موسیٰ کا حوالہ وذکر،	۷۶۹
منکرین کے لیے ایک سخت تنبیہ،	۷۶۹
حق کا انکار باعثِ قلق واضطراب - والعیاذ باللہ،	۷۷۰
اللہ اپنے بندوں پر ذرہ برابر کوئی ظلم نہیں کرتا،	۷۷۰

عنوانات	صفحہ
قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے،	۷۷۱
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کے بعض دلائل ومظاہر کا ذکر و بیان،	۷۷۲
یومِ قیامت کی تذکیر و یاددہانی اور مشرکوں کی تذلیل و تقبیح،	۷۷۰
مشرکوں کا قیامت کے روز اپنے شرک سے اعلانِ براءت،	۷۷۳
مشرکوں کے انجام اور انکی یقینی محرومی کا ذکر و بیان،	۷۷۳
انسان کی تنگ ظرفی کا ایک نمونہ ومظہر،	۷۷۴
تنگ ظرف انسان کا حال مصیبت کے موقع پر،	۷۷۴
تنگ ظرف انسان کی مایوسی اور ناامیدی کا عالم،	۷۷۵
تنگ ظرف انسان کا منتہائے مقصود متاعِ دنیا اور بس،	۷۷۵
تنگ ظرف اور کوتاہ نظر انسان کے غلط پندار کا ایک نمونہ،	۷۷۶
متاعِ دنیا کا ایک انتہائی خطرناک پہلو کا ذکر و بیان،	۷۷۶
مادہ پرست انسان کی تنگ ظرفی کا ایک نمونہ ومظہر،	۷۷۷
منکرین کے دل ودماغ پر ایک زوردار دستک،	۷۷۸
قرآن سے اعراض وروگردانی کا نتیجہ ہولناک تباہی، والعیاذ باللہ،	۷۷۸
صداقت وحقانیتِ قرآن کی نشانیاں آفاق وانفس میں،	۷۷۹
غلبۂ حق کی بشارت کا ذکر و بیان،	۷۷۹
اعراض وانکار کے اصل سبب اور باعث کی نشاندہی،	۷۷۹
اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم وقدرت کا ذکر و بیان،	۷۸۰
(۴۲) سُورَةُ الشُّورٰی مَكِّيَّةٌ (۶۲)	
حضراتِ انبیائے کرام کی ایک امتیازی صفت کا ذکر و بیان،	۷۸۱
اللہ پاک کی عظمتِ شان اسکی دو صفاتِ کریمہ کے حوالے سے،	۷۸۲
سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، سبحانہ وتعالیٰ،	۷۸۲

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — پنجم

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اللہ پاک کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان،	۷۸۲	آسمانوں اور زمین کی چابیاں اللہ ہی کے پاس،	۷۹۳
اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان اسکی صفات وعلو اور عظمت کے اعتبار سے،	۷۸۳	رزق روزی بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں،	۷۹۴
		اللہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے،	۷۹۴
فرشتوں کے اہلِ ایمان کے لیے استغفار کا ذکر وبیان،	۷۸۳	یہی دین تمام انبیاء ورسل کا دین ہمیشہ ایک ہی رہا، یعنی اسلام	۷۹۵
اللہ تعالیٰ کی مغفرت ورحمت کا مژدۂ جانفزا،	۷۸۴	اولوالعزم رسولوں کا ذکر،	۷۹۵
مشرکوں کیلئے ایک تنبیہ وتذکیر کا ذکر وبیان،	۷۸۴	اِقامتِ دین اور تفرق وانتشار سے اجتناب دینِ حق کے دو اہم حکم،	۷۹۶
مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں، والعیاذ باللہ،	۷۸۵	مشرکوں کو عقیدۂ توحید سے سب سے زیادہ چڑ- والعیاذ باللہ،	۷۹۶
پیغمبر کے لیے تسکین وتسلیہ کا سامان،	۷۸۵	ہدایت کے بارے میں سنتِ الٰہی کا ذکر وبیان،	۷۹۷
قرآن عربی کی نعمت عظمیٰ کا حوالہ وذکر،	۷۸۶	باہمی ضد اور حسد باعثِ محرومی،	۷۹۷
حضرت امام الانبیاء کی دعوت سارے جہاں کے لیے،	۷۸۶	ہر امت کیلئے ایک حد تک مہلت کا ذکر وبیان،	۷۹۸
پیغمبر کا اصل کام انذار وتبلیغ اور بس،	۷۸۷	اہلِ کتاب کو نعمتِ قرآن کی قدردانی کی تلقین،	۷۹۸
اِنذار عام کے بعد اِنذارِ خاص کا ذکر وبیان،	۷۸۷	ایمان سے محرومی کا نتیجہ خلجان واضطراب والعیاذ باللہ،	۷۹۹
یوم الجمع کے فیصلے کی تفصیل کا ذکر وبیان،	۷۸۸	دعوتِ حق پر استمرار کی تعلیم وتلقین،	۷۹۹
منکرین ومشرکین کا انجام دوزخ - والعیاذ باللہ،	۷۸۸	راہِ حق پر استقامت کا حکم وارشاد،	۷۹۹
جبری ہدایت نہ مفید نہ مطلوب،	۷۸۹	منکرین کی خواہشات کی پیروی نہ کرنے کا حکم وارشاد،	۸۰۰
ہدایت اللہ ہی کے اختیار میں سبحانہ وتعالیٰ،	۷۸۹	کتابِ الٰہی پر ایمان کے اِعلان واِظہار کا حکم وارشاد،	۸۰۰
ظالم بے یار ومددگار والعیاذ باللہ،	۷۸۹	بحث وحجت بازی کے خاتمے کا اعلان،	۸۰۱
کارساز سب کا اللہ ہی ہے،	۷۹۰	للہ کے حضور حاضری کی تذکیر ویاددہانی،	۸۰۱
زندگی اور موت اللہ ہی کے اختیار میں،	۷۹۰	سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف،	۸۰۱
ہر اختلاف کا فیصلہ اللہ ہی کے حوالے،	۷۹۱	اللہ تعالیٰ کے بارے میں حجت بازی تقاضاءِ عقل ونقل کے خلاف، والعیاذ باللہ،	۸۰۲
اللہ تعالیٰ کی معرفت اسکی صفاتِ کریمہ کے ذریعے،	۷۹۱		
اللہ ہی پر بھروسہ رکھنے کی تعلیم وتلقین،	۷۹۲	توحید خداوندی کے بارے میں جھگڑنے والوں کی حجت بازی باطل ہے،	۸۰۲
وجودِ کائنات توحیدِ خداوندی کی دلیل،	۷۹۲		
وجودِ انسانی سے توحید کی دلیل،	۷۹۲	منکرینِ توحید کے لیے سخت عذاب - والعیاذ باللہ،	۸۰۲
اللہ ہر کسی کی سنتا سب کچھ دیکھتا ہے،	۷۹۳	قرآنِ حکیم میزانِ خداوندی، سبحانہ وتعالیٰ،	۸۰۳

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
قیامت کی ہولناک گھڑی کو قریب ہی سمجھنے کا درس،	۸۰۴
منکرینِ قیامت کی لاپرواہی کا ذکر و بیان،	۸۰۴
آخرت کا خوف ایمان و یقین کا طبعی اور بدیہی تقاضا،	۸۰۵
منکرینِ آخرت دُور کی گمراہی میں۔ والعیاذُ باللہ العظیم،	۸۰۵
اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی کا حوالہ وذکر،	۸۰۵
روزی رساں سب کا اللہ ہی ہے،	۸۰۶
آخرت ہی اصل مقصود ہونی چاہیے؟	۸۰۷
دینِ شرک کے لیے کوئی گنجائش نہیں،	۸۰۸
آخرت میں ہر کسی کا اپنے اعمال سے سابقہ،	۸۰۹
"مَودّۃ فی القربیٰ" سے مقصود ومراد؟	۸۱۰
نیکوکاروں کے لیے افزونی اور بڑھوتری کا وعدہ،	۸۱۱
قرآنِ حکیم محض عطیہ اور احسانِ خداوندی،	۸۱۲
قرآنِ حکیم کا اثر ومقصود اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل،	۸۱۳
توبہ اور اصلاحِ اَحوال کی ترغیب،	۸۱۳
اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ سبحانہٗ وتعالیٰ،	۸۱۴
اہلِ ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش کا ذکر،	۸۱۵
رزق وروزی کا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے،	۸۱۵
اللہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر ہے،	۸۱۵
بارش کا اتارنا بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۸۱۶
بعض آفاقی دلائلِ قدرت کا ذکر وبیان،	۸۱۶
قیامِ قیامت کے لیے ایک نہایت دلنشیں دلیل کا ذکر،	۸۱۸
قانونِ مجازات کی تذکیر و یاددہانی،	۸۱۸
اللہ تعالیٰ کی شانِ عفو ودرگزر کا حوالہ وذکر	۸۱۹
اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کا یار ومددگار نہیں ہوسکتا،	۸۲۰
سمندروں میں چلتے بحری جہازوں میں سامانِ غور وفکر،	۸۲۱
جہازوں کا پانی کی پیٹھ پر چلنا قدرت کا ایک عظیم الشان کرشمہ،	۸۲۱
صبر وشکر کی صفتیں دو عظیم الشان صفتیں ہیں،	۸۲۲
نعمت اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم کا نتیجہ وثمرہ،	۸۲۲
منکرین کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں ہوگی،	۸۲۳
متاعِ دنیا کی تحقیر و بے حقیقتی،	۸۲۳
اصل چیز جنت اور اسکی نعیم مقیم ہیں،	۸۲۴
اہلِ جنت کی چند اہم صفات کا ذکر وبیان،	۸۲۵
برائی کا بدلہ برابر سرابر،	۸۲۵
عفو ودرگزر کی ترغیب کا ذکر وبیان،	۸۲۵
مظلوم پر بدلہ لینے میں کوئی الزام نہیں،	۸۲۶
اِلزام صرف ظالموں پر،	۸۲۶
صبر وبرداشت کی عظمتِ شان کا بیان،	۸۲۷
ہدایت وضلالت کے بارے میں سنتِ الٰہی کا حوالہ،	۸۲۸
ظالموں کے انجام اور انکے حالِ بد کا ذکر وبیان،	۸۲۸
ظالموں کی ذلت ورسوائی کی تصویر،	۸۲۸
حقیقی خسارہ آخرت کا خسارہ۔ والعیاذُ باللہ العظیم،	۸۲۹
ظالم لوگ دائمی عذاب میں۔ والعیاذُ باللہ العظیم،	۸۲۹
ظالموں کی لیے کوئی حمایتی اور کارساز نہیں ہوگا،	۸۳۰
دعوتِ حق بطورِ زجر وتنبیہ،	۸۳۰
یومِ حساب میں ظالموں کی بے بسی کا ذکر وبیان،	۸۳۱
پیغمبر کی ذمہ داری صرف دعوت وتبلیغ،	۸۳۱
انسان کی تنگ نظری اس کے لیے باعثِ محرومی والعیاذُ باللہ العظیم،	۸۳۲
دولتِ ایمان ویقین سے محروم انسان بڑا ناشکرا۔ والعیاذُ باللہ العظیم	۸۳۲
آسمانوں اور زمین میں بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ،	۸۳۳

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
اولاد دینا اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے،	۸۳۳
اللہ جو کرتا ہے درست ہی کرتا ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ،	۸۳۴
حق تعالیٰ کی عظمتِ شان اور بندے کا عجز وقصور،	۸۳۴
اللہ تعالیٰ کے کلام کی ایک صورت وحیِ خداوندی،	۸۳۵
کلامِ الٰہی کی دوسری صورت کا ذکر وبیان،	۸۳۶
کلامِ الٰہی کی تیسری صورت کا ذکر وبیان،	۸۳۶
اللہ تعالیٰ کی شانِ علو کا ذکر وبیان،	۸۳۶
اللہ تعالیٰ کی صفتِ حکمت کا حوالہ وذکر،	۸۳۷
پیغمبر کی نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں،	۸۳۷
قرآنِ حکیم اور وحیِ خداوندی روح ہے،	۸۳۸
وحی سے پہلے پیغمبرؑ نہ کتاب سے واقف ہوتے ہیں اور نہ ایمان سے،	۸۳۹
پیغمبر کا کام راہِ حق کی راہنمائی اور بس،	۸۳۹
ایک اہم تنبیہ وتذکیر،	۸۴۰
(۴۳) سُورَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ (۶۳)	
یہ کتابِ مبین اپنی صداقت وحقانیت کی دلیل خود،	۸۴۱
قرآنِ حکیم کا عربی زبان میں اتارا جانا عربوں پر ایک مستقل احسان،	۸۴۲
قرآنِ حکیم کی عظمتِ شان کا ایک خاص پہلو کا ذکر وبیان،	۸۴۲
یہ ایک بڑی ہی بلند مرتبہ کتاب ہے،	۸۴۲
قرآنِ حکیم حکمتوں بھری کتاب،	۸۴۳
منکرین کی ناقدری کے باوجود اتمام حجت کا انتظام،	۸۴۳
پیغمبر کیلئے تسکین وتسلیہ کا سامان،	۸۴۴
تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تلقین،	۸۴۴
مشرکین کا اقرار سے ان پر اتمام حجت کا ذکر وبیان،	۸۴۵
زمین کے عظیم الشان بچھونے میں سامانِ غور وفکر،	۸۴۶
زمین کے اندر پائے جانے والے راستوں میں سامانِ غور وفکر،	۸۴۶
پانی کی نعمت میں غور وفکر کی دعوت وتحریک،	۸۴۷
مردہ زمین کو زندہ کرنے میں سامانِ غور وفکر،	۸۴۷
بعث بعد الموت کی تذکیر ویاددہانی،	۸۴۸
سواریوں کی نعمت میں غور وفکر کی دعوت،	۸۴۹
نعمتوں کے حقِ شکر اور سفرِ آخرت کی تذکیر ویاددہانی،	۸۵۰
بندوں کی ناشکری کا ایک نمونہ ومظہر،	۸۵۱
انسان کی ناشکری کا شکوہ،	۸۵۱
مشرکین کے ضمیروں پر ایک دستک،	۸۵۲
عربوں کے ایک عمومی احساس کے ذریعے ان کی تحریک،	۸۵۲
مشرکین کے ضمیروں پر دستک مزید،	۸۵۳
مشرکین کے ایک اور وہم کی تردید،	۸۵۳
مشرکین کے ایک مغالطے کی تردید،	۸۵۴
مشرکین کے مغالطے کی تردید کے لیے ان سے سوال،	۸۵۴
باپ دادا کی اندھی تقلید کا سہارا بے سود،	۸۵۵
عیش پرست دنیاداروں کی دین بیزاری کا ذکر وبیان،	۸۵۶
حق سے محروم باپ دادا کی پیروی باعثِ ہلاکت والعیاذ باللہ العظیم،	۸۵۶
تکذیب وانکارِ حق کا نتیجہ وانجام ہلاکت وتباہی۔ والعیاذ باللہ العظیم،	۸۵۷
منکرین کے انجام سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین،	۸۵۷
اہلِ باطل سے اظہارِ بیزاری کی تعلیم وتلقین کا ذکر وبیان،	۸۵۷
شرک اور مشرکوں سے اعلانِ بیزاری سے متعلق اسوۂ ابراہیمی کا ذکر وبیان،	۸۵۸
معبودِ حقیقی کا استثنا کا ذکر وبیان،	۸۵۸

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — پنجم

عنوانات	صفحہ
ربّ کی ہدایت وراہنمائی پر اعتماد کی تلقین،	۸۵۹
حضرت ابراہیم کا ترکہ اپنے اَخلاف کے لیے کلمۂ توحید،	۸۵۹
منکرین کیلئے اِمہال خداوندی کا ذکر وبیان،	۸۶۰
منکرین کے عناد وہٹ دھرمی کا ایک نمونہ،	۸۶۰
منکرین کی فریب کاری کا ایک اور نمونہ ومظہر،	۸۶۱
ابنائے دنیا کی تنگ نظری اور مادہ پرستی کا ایک نمونہ ومظہر،	۸۶۱
نعمتیں سب اللہ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں،	۸۶۲
تفاوتِ درجات کی ایک بڑی حکمت کا ذکر وبیان،	۸۶۳
اصل چیز رب کی رحمت ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ،	۸۶۴
دولتِ دین کے مقابلے میں متاعِ دنیا ہیچ،	۸۶۴
متاعِ دنیا کی حقارت اور بے حقیقتی کا ذکر وبیان،	۸۶۴
متاعِ دنیا محض چندروزہ سامان،	۸۶۵
اصل چیز آخرت اور وہاں کی کامیابی ہے،	۸۶۵
خدائے رحمٰن کی یاد سے محرومی باعثِ ہلاکت وتباہی - والعیاذ باللہ،	۸۶۶
انسان کے بناؤ بگاڑ کا اصل تعلق اسکے اپنے قلب وباطن سے،	۸۶۶
ذکر اللہ سے محرومی باعثِ ہلاکت - والعیاذ باللہ،	۸۶۷
شیطان کا کام راہِ حق سے روکنا - والعیاذ باللہ،	۸۶۸
اِغواء وتسلط شیطانی کے ایک ہولناک اثر ونتیجے کا ذکر وبیان،	۸۶۹
بری صحبت کا برا انجام - والعیاذ باللہ العظیم،	۸۶۹
بُرے ساتھیوں کی ایک اور تذلیل وتقبیح کا ذکر،	۸۶۹
منکرین حق اندھے اور بہرے، والعیاذ باللہ،	۸۷۰
منکرین کے لیے تنبیہ وتہدید،	۸۷۰
پیغمبر کا راستہ بہرحال حق اور ہدایت کا راستہ،	۸۷۱

عنوانات	صفحہ
قرآنِ حکیم ایک عظیم الشان ذکر وشرف،	۸۷۱
پیغمبر اور قوم دونوں کی ذمہ داری کا حوالہ وذکر،	۸۷۲
پُرسشِ آخرت کی تذکیر ویاددہانی،	۸۷۲
مشرکین کے مشرکانہ دعووں کی تردید کا ذکر وبیان،	۸۷۳
خدائے رحمان کے سوا کوئی بھی اور معبود نہیں،	۸۷۴
حضرتِ موسیٰ کی سرگزشت کا حوالہ وذکر،	۸۷۴
حضرتِ موسیٰ کا فرعونیوں کے سامنے اِعلانِ حق،	۸۷۵
فرعونیوں کی طرف سے حضرتِ موسیٰ کی تضحیک،	۸۷۵
فرعونیوں کے لیے بڑی بڑی نشانیوں کا انتظام،	۸۷۶
فرعونیوں کے کبر وغرور اور انکی بدبختی کا ایک نمونہ ومظہر،	۸۷۶
عہدِ موسیٰ سے مقصود ومراد؟	۸۷۷
فرعون کا فرعونیت بھرا اعلان کا ذکر وبیان،	۸۷۷
فرعون کا حضرتِ موسیٰ کے مقابلے میں اپنی برتری کا دعویٰ،	۸۷۸
فرعون کی طرف سے حضرتِ موسیٰ کی قوتِ بیانیہ پر طعنہ زنی،	۸۷۸
سونے کے کنگن اتارے جانے کا مطالبہ،	۸۷۹
فرشتوں کے اتارے جانے کا مطالبہ	۸۷۹
فرعون کے اپنی قوم کو الو بنانے کی پالیسی کا ذکر وبیان،	۸۸۰
قومِ فرعون کے اپنے طاغیے کے پیچھے لگ جانے کا ذکر وبیان،	۸۸۰
قومِ فرعون کے فساد وبگاڑ کے اصل سبب کی نشاندہی،	۸۸۱
فرعون اور اس کی قوم کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان،	۸۸۱
انجام کار فرعون ایک قصۂ پارینہ - والعیاذ باللہ	۸۸۱
فرعونیوں کا انجام اپنی دنیا کیلئے نمونۂ عبرت،	۸۸۲
منکرین کی شرانگیزی کا ایک نمونہ ومظہر،	۸۸۳
سٹنٹ بازی منکرین ومشرکین کا قدیم وطیرہ - والعیاذ باللہ العظیم،	۸۸۴

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — پنجم

عنوانات	صفحہ
ابنِ مریم کی اصل حیثیت کا ذکر و بیان،	۸۸۵
حضرتِ عیسیٰ کا نمونہ صرف بنی اسرائیل کے لیے،	۸۸۵
اعجوبہ پرستی اور اساسِ شرک کی بیخکنی،	۸۸۶
حضرتِ عیسیٰ قیامت کے لیے ایک حجتِ قاطع،	۸۸۶
راہِ حق کی تعیین و تشخیص اور اس کو اپنانے کا حکم وارشاد،	۸۸۷
اللہ کا خوف اور پیغمبر کی اطاعت ذریعۂ نجات،	۸۸۷
حضرتِ عیسیٰ کی اصل دعوت توحید ہی کی دعوت تھی،	۸۸۸
حضرتِ عیسیٰ کے نام لیواؤں کی گروہ بندیوں کا ذکر و بیان،	۸۸۹
منکرین کے دلوں پر ایک زوردار دستک،	۸۸۹
قیامت کے روز گہرے دوست بھی دشمن - والعیاذ باللہ،	۸۹۰
تقویٰ و پرہیزگاری کا رشتہ آخرت میں بھی کام آئے گا،	۸۹۰
متقی لوگوں کے لیے ایک مژدۂ جانفزا کا ذکر و بیان،	۸۹۱
متقیوں کے لیے دخولِ جنت کا حکم وارشاد،	۸۹۱
جنتیوں کے لیے خوش رکھے جانے کی خوشخبری کا ذکر و بیان،	۸۹۲
جنتیوں کی ہر خواہش کی تکمیل کا ذکر و بیان،	۸۹۲
اہلِ جنت کے لیے جنت کی میراث کی خوش خبری،	۸۹۳
اہلِ جنت کے لیے ایک اور خوش خبری کا ذکر و بیان،	۸۹۳
اہلِ جنت کے لیے بکثرت فواکہ کا ذکر و بیان،	۸۹۴
دوزخیوں کے حالِ بد کا ذکر و بیان - والعیاذ باللہ،	۸۹۴
دوزخ ظالموں کے اپنے ظلم کا نتیجہ - والعیاذ باللہ العظیم،	۸۹۵
دوزخیوں کی فریاد دوزخ کے داروغے سے،	۸۹۵
داروغۂ جہنم کی طرف سے دوزخیوں کی تذلیل مزید،	۸۹۶
منکرین و مکذبین کو ایک تنبیہ،	۸۹۷
منکرین کیلئے فیصلہ کن عذاب کی دھمکی،	۸۹۷
مجرموں کے بارے میں خفیہ ریکارڈ کا ذکر و بیان،	۸۹۸
خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد نہیں، سبحانہٗ وتعالیٰ،	۸۹۸
عبادت وجودِ معبود کا لازمی تقاضا،	۸۹۹
اللہ شرک کے ہر شائبہ سے پاک ہے - سبحانہ وتعالیٰ،	۸۹۹
منکرین سے اعراض و رُوگردانی کی ہدایت،	۸۹۹
معبودِ برحق اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۹۰۰
معبودِ برحق کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان،	۹۰۰
قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے،	۹۰۱
سب کا رجوع اسی کی طرف،	۹۰۱
مشرکانہ عقیدۂ شفاعت کی تردید،	۹۰۱
شفاعتِ حق کا اثبات،	۹۰۲
گواہی کے لیے علم کی شرط،	۹۰۲
مشرکوں کے قابلِ تعجب حال کا ذکر و بیان،	۹۰۳
مشرکوں کی مت ماری کا ذکر و بیان،	۹۰۳
منکرین کی ہٹ دھرمی پر قولِ رسول کی قسم کا ذکر و بیان،	۹۰۳
منکرین سے صرفِ نظر اور متارکت کی تعلیم و تلقین،	۹۰۴
منکرین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تہدید و وعید،	۹۰۴
(۴۴) سُوْرَۃُ الدُّخَانِ مَکِّیَّۃٌ (۶۴)	
قرآنِ حکیم اپنی صداقت و حقانیت کی دلیل آپ خود،	۹۰۵
عظیم الشان کتاب کا نزول عظیم الشان رات میں،	۹۰۶
اِنزالِ قرآن کا اصل مقصد انذار،	۹۰۶
نزولِ قرآن کی رات فیصلے کی رات،	۹۰۷
سب کچھ امرِ الٰہی ہی سے ہوتا ہے،	۹۰۷
دستورِ ہدایت کا تقاضا رسولِ حق کو بھیجنا،	۹۰۷
بعثتِ رسول رحمتِ خداوندی کا تقاضا،	۹۰۸

جلد پنجم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
بعثتِ رسول رب کی شانِ ربوبیت کا تقاضا،	۹۰۸
نورِ ہدایت سے سرفرازی کی اساس و بنیاد طلبِ صادق،	۹۰۹
معبودِ برحق اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے،	۹۰۹
رب سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۹۰۹
بےفکری اور لاپرواہی باعثِ محرومی - والعیاذ باللہ العظیم،	۹۱۰
دخانِ مبین سے مقصود و مراد؟	۹۱۰
دُخانِ مُبین کی ہولناکی کا ذکر و بیان،	۹۱۱
منکرین و مکذبین کی دعاء کا ذکر و بیان،	۹۱۲
بے وقت کے ماننے کا کوئی فائدہ نہیں،	۹۱۲
منکرین کے اعراض و روگردانی اور ان کی مت ماری کا ایک نمونہ،	۹۱۳
بندگانِ ہوا و ہوس کی توبہ بھی عارضی اور وقتی،	۹۱۳
مجرموں سے انتقام لینا تقاضائے عدل و انصاف،	۹۱۴
منکروں کو قومِ فرعون کے انجام کی تذکیر و یاددہانی،	۹۱۵
حضرتِ موسیٰ کا فرعون سے اللہ کے بندوں کو آزاد کرنے کا مطالبہ،	۹۱۵
حضرتِ موسیٰ کا اپنی شانِ امانت و دیانت کا اظہار و بیان،	۹۱۶
حضرتِ موسیٰ کی طرف سے قومِ فرعون کو سرکشی سے باز رہنے کی تعلیم و تلقین،	۹۱۶
حضرتِ موسیٰ کا اپنی سندِ ماموریت کا ذکر و بیان،	۹۱۷
حضرات انبیاء و رسل بھی رب ہی کی پناہ کے محتاج ہوتے ہیں،	۹۱۷
حضرتِ موسیٰ کی طرف سے مخالفین کے دلوں پر ایک دستک،	۹۱۸
مجرم قوم کے مقابلے میں حضرتِ موسیٰ کا اپنے رب کو پکارنے کا ذکر و بیان،	۹۱۸
حضرتِ موسیٰ کی قبطیوں سے مایوسی کا ذکر و بیان،	۹۱۹
حضرتِ موسیٰ کی فریادرسی اور آپ کو حکمِ رحیل،	۹۱۹
فرعون اور اس کی قوم کی غرقابی کا سامان کا ذکر و بیان،	۹۲۰
فرعونیوں کی دولت دوسروں کی میراث،	۹۲۱
ظالموں پر نہ آسمان رویا نہ زمین،	۹۲۱
وقت آنے پر ظالموں کے لیے کوئی مہلت نہیں،	۹۲۲
نجات دہندہ سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۹۲۳
فرعون بذاتِ خود عذابِ مُہین تھا،	۹۲۳
فرعون کی سرکشی اور اس کے حدود سے بڑھنے کا ذکر و بیان،	۹۲۴
دین و شریعت کی دولت ذریعۂ عزت و عظمت،	۹۲۴
بنی اسرائیل کی عظمت و برتری اپنے دور کے سب جہانوں پر،	۹۲۴
بنی اسرائیل کا امتحان نعمتوں کے ذریعے،	۹۲۵
منکرین کی طرف سے بعث بعد الموت کے انکار کا ذکر و بیان،	۹۲۶
منکرین کی ایک حجتِ باطلہ کا ذکر و بیان،	۹۲۶
تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تلقین،	۹۲۷
قومِ "تُبّع" سے بھی پہلے لوگوں کا حوالہ،	۹۲۸
کائناتِ ارض و سما ایک عظیم الشان حکمتوں اور عبرتوں بھری کتاب،	۹۲۸
کائنات کی تخلیق بالحق اور بامقصد،	۹۲۹
قیامت کے روز کی سرفرازی رحمتِ خداوندی ہی کے نتیجے میں،	۹۳۰
اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید اور اسکی گرفت و پکڑ سے خوف کا درس،	۹۳۰
دوزخیوں کا کھانا زَقُّوم کا درخت - والعیاذ باللہ،	۹۳۱
اہلِ دوزخ کی تذلیل کا ایک نمونہ و مظہر،	۹۳۱
پرہیزگاروں کے صلہ و انعام کا ذکر و بیان،	۹۳۲
اہلِ جنت کی نعمتوں کی ایک جھلک کا ذکر و بیان،	۹۳۲
اہلِ جنت کی زوجیت کا ذکر و بیان،	۹۳۳
اہلِ جنت کے لیے ہر قسم کے پھلوں کی بہتات کا ذکر و بیان،	۹۳۳

جلد تفصیلی فہرست عنوانات پنجم

عنوانات	صفحہ
جنت سے سرفرازی فضلِ خداوندی کا ایک عظیم الشان نمونہ مظہر،	۹۳۴
حقیقی کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے،	۹۳۴
قرآنِ حکیم کی تیسیر کی عنایت اور اس کا مفہوم و مطلب؟	۹۳۵
منکرین و مکذبین کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے کی تعلیم و تلقین،	۹۳۵

(۴۵) سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۵)

عنوانات	صفحہ
قرآنِ حکیم سراسر اللہ کا کلام،	۹۳۷
قرآنِ حکیم عزت و عظمت اور علم و حکمت کا خزانہ و سرچشمہ،	۹۳۷
دعوتِ قرآن کے حق میں آفاقی دلائل کا ذکر و بیان،	۹۳۸
رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں سامانِ غور و فکر کا حوالہ و ذکر،	۹۳۹
ہواؤں کی گردش میں دعوتِ غور و فکر،	۹۴۰
عقل سے صحیح کام لینے کی تعلیم و تلقین،	۹۴۰
منکرین و مکذبین کے دل و دماغ پر ایک دستک،	۹۴۰
تکبار محرومی اور فساد کی جڑ بنیاد - والعیاذ باللہ،	۹۴۱
دینِ حق کا مذاق اڑانا باعثِ ہلاکت و تباہی - والعیاذ باللہ،	۹۴۲
دین کا مذاق اڑانے والوں کیلئے رسوا کن عذاب - والعیاذ باللہ،	۹۴۲
منکرین و مکذبین کی بے کسی اور بے بسی کا ذکر و بیان،	۹۴۳
یہ کتابِ حکیم سراسر ہدایت ہے،	۹۴۳
کافروں کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب،	۹۴۳
سمندر کی تسخیر اور اسکے بعض اہم فوائد و منافع کا ذکر و بیان،	۹۴۴
رزق و روزی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل و کرم کا نتیجہ،	۹۴۵
نعمتوں میں غور و فکر کا اصل اور بڑا مقصد شکرِ منعم،	۹۴۵
آسمان کی سب چیزیں انسان کی خدمت میں،	۹۴۶
اور زمین کی سب چیزیں بھی،	۹۴۶
سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے - سبحانہ و تعالیٰ،	۹۴۶
غور و فکر کرنے والوں کے لیے بھاری نشانیاں،	۹۴۷
اہل ایمان کو منکروں کے بارے میں عفو و درگزر کی تعلیم و تلقین،	۹۴۷
ایام اللہ سے مقصود و مراد؟	۹۴۸
ہر کسی کیلئے اسکی اپنی ہی کمائی کا بدلہ،	۹۴۸
اچھے عمل کا صلہ و بدلہ خود کرنے والے کو،	۹۴۹
برائی کا وبال اسکے مرتکب ہی پر - والعیاذ باللہ العظیم،	۹۴۹
سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف، سبحانہٗ و تعالیٰ،	۹۴۹
بنی اسرائیل کیلئے کتاب ہدایت سے سرفرازی کا ذکر و بیان،	۹۵۰
بنی اسرائیل پر بعض خاص خواہشات کا ذکر و بیان،	۹۵۰
بنی اسرائیل کے لیے طیبات یعنی پاکیزہ چیزوں کی نوازش کا ذکر و بیان،	۹۵۱
بنی اسرائیل کے خاص فضل و شرف کا ذکر و بیان،	۹۵۲
بنی اسرائیل کے حسد اور انکی ہٹ دھرمی کا ذکر و بیان،	۹۵۲
اختلافات کا آخری فیصلہ قیامت کے روز ہی،	۹۵۲
منکرین کا دین محض اِتباعِ ہویٰ اور بس،	۹۵۳
ظالم آپس میں ایک دوسرے کے دوست،	۹۵۴
متقی اور پرہیزگار لوگوں کا کارساز اللہ تعالیٰ،	۹۵۴
قرآنِ حکیم بصائر و حکم کا عظیم الشان اور بے مثال مجموعہ،	۹۵۵
قرآنِ حکیم سراسر رحمت اور نری ہدایت،	۹۵۵
نیک اور بد کبھی باہم برابر نہیں ہو سکتے،	۹۵۶
منکرین و مکذبینِ حق کے بُرے فیصلے کا ذکر و بیان،	۹۵۶
کائنات کی تخلیق بالحق اور اس کا طبعی تقاضا،	۹۵۷
قیامت کے روز کسی کی کوئی حق تلفی نہیں ہوگی،	۹۵۷

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — پنجم

عنوانات	صفحہ
خواہش پرستی باعثِ ہلاکت ومحرومی والعیاذُ باللہ،	۹۵۸
خواہش پرستی کو اپنا معبود بنالینا	۹۵۸
محرومیوں کی محرومی، والعیاذُ باللہ العظیم،	
خواہش پرستی کا نتیجہ علم کے باوجود گمراہی-والعیاذُ باللہ العظیم،	۹۵۹
خواہشات کے پجاریوں کے دل ودماغ ماؤف اور	۹۶۰
انکے آنکھ کان بند-والعیاذُ باللہ العظیم،	
خواہشات کے پجاریوں کو نورِ حق وہدایت	۹۶۰
نصیب نہیں ہوسکتا، والعیاذُ باللہ	
دہریوں کی منطق کا حوالہ وذکر،	۹۶۱
منکرین کی باتیں بے بنیاد اور محض اٹکل پچو،	۹۶۱
منکرین کے ایک قول باطل کا حوالہ وذکر،	۹۶۲
قرآن کا منکرین کو صاف اور دوٹوک جواب،	۹۶۳
منکرین کے حال پر اظہارِ افسوس،	۹۶۳
باطل پرست سراسر خسارے میں-والعیاذُ باللہ العظیم،	۹۶۴
قیامت کے روز لوگوں کی بدحالی کی ایک تصویر کا ذکر وبیان،	۹۶۴
انسان کے لیے اس کے اپنے ہی اعمال کا بدلہ،	۹۶۵
اہل ایمان کیلئے ایک عظیم الشان	۹۶۶
مژدۂ جانفزا کا ذکر وبیان،	
اصل اور حقیقی کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے،	۹۶۷
منکرین کی تذلیل وتحقیر کا ایک منظر،	۹۶۷
انکارِ قیامت سب سے بڑی محرومی اور بدبختی،	۹۶۸
عقیدۂ آخرت کے بارے میں محض ظن وگمان کافی نہیں،	۹۶۸
بدعملیوں کے نتائجِ بد کا ظہور آخرت میں،	۹۶۹
آخرت فراموشی کا نتیجہ وانجام نہایت	
ہی ہولناک-والعیاذُ باللہ العظیم،	۹۶۹
منکروں کا ٹھکانا دوزخ-والعیاذُ باللہ العظیم،	۹۷۰
اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑانا	
باعث ہلاکت وتباہی-والعیاذُ باللہ العظیم،	۹۷۰
حیاتِ دنیا کی دھوکہ دہی کا ذکر وبیان،	۹۷۱
منکرین کے لیے دوزخ کا دائمی عذاب-والعیاذُ باللہ العظیم،	۹۷۱
ہر تعریف اللہ ہی کے لیے-سبحانہ وتعالیٰ،	۹۷۲
عظمت وکبریائی اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے،	۹۷۲
اللہ تعالیٰ کی صفتِ عزت وحکمت کا ذکر وبیان،	۹۷۳

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ

پڑھتے (اور سناتے) جاؤ (اے پیغمبر!) اس (عظیم الشان) کتاب کو جو کہ بذریعہ وحی بھیجی گئی ہے آپ کی طرف ۶۰ اور قائم رکھو نماز کو

الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ

بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے، ۶۱ اور اللہ کی یاد

اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ

یقیناً سب سے بڑھ کر ہے، ۶۲ اور اللہ خوب جانتا ہے وہ سب کچھ جو تم کرتے ہو ۴۵ (اے لوگو!) ۶۳ اور جھگڑا مت کرو تم (اے مسلمانو!) اہل

الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

کتاب سے ۶۴ مگر اسی طریقے کے ساتھ جو کہ سب سے اچھا ہو، ۶۵ سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظلم پر ہی

۶۰ داعی حق کے لئے تسکین وتسلیہ کا عظیم الشان سامان:- سوارشاد فرمایا گیا کہ "پڑھ کر سناتے جاؤ اس کتاب کو جو وحی کے ذریعے بھیجی گئی ہے آپ کی طرف اور اسی کے ذریعے لوگوں کو حق کی دعوت دیتے جاؤ" منکرین اگر ماننے کی بجائے معجزات اور خاص نشانیاں دکھانے ہی کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کی پرواہ نہ کرو، یہ اپنے انجام کو خود پہنچ کر رہیں گے، آپ قرآن کے ذریعے ان کو تبلیغ کرتے جاؤ کہ اس طرح ایک طرف آپ اپنے فریضہ تبلیغ سے بھی سبکدوش ہوتے جائیں گے، اور دوسری طرف آپ کو عظیم الشان اجر وثواب بھی ملتا جائے گا اور صبر وثبات کا درس بھی کہ اس میں پہلے مختلف قصوں کے ضمن میں صبر واستقامت کی تعلیم ارشاد فرمائی گئی، اور اب اس کے حصول کے لئے دو اہم ذریعے تعلیم فرمائے جا رہے ہیں، اور وہ ہیں تلاوتِ کتاب اور اقامت صلوٰۃ کہ ان دونوں سے دل کو تقویت ملے اور اللہ پاک کی رحمتوں اور عنایتوں کا نزول ہوگا، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا ﴿واستعينوا بالصبر و الصلاة﴾ (البقرۃ:45) سو اس ارشاد ربانی کے ذریعے پیغمبر کو اور آپ کے واسطے سے ہر داعی حق کو یہ درس عظیم دیا گیا ہے کہ اگر منکر لوگ نہیں مانتے تو ان کی پرواہ نہیں کرو، بلکہ یہ پیغام حق وہدایت ان کو پڑھ کر سناتے جاؤ، اگر یہ نہیں مانیں گے اور قرآن حکیم کی اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہیں کریں گے تو اس کا بھگتان یہ خود بھگتیں گے۔ تمہارے ذمے بہر حال اس پیغام حق کو سننا اور پہنچا دینا ہے اور بس، سو اس ارشاد ربانی میں ہر داعی حق کے لئے تسکین وتسلیہ کا عظیم الشان سامان اور اہم ذریعہ وسیلہ ہے کہ اللہ کی کتاب لوگوں کو سناتا جائے، نماز سے مدد لے اور مخالفین کی غوغہ آرائیوں پر صبر کرے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید،

۶۱ بلاشبہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے:- یعنی نماز کی خاصیت یہ ہے کہ وہ بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، کہ یہ ایک بڑی ہی جامع اور موثر عبادت ہے جس میں انسان کا ظاہر وباطن، دل ودماغ اور اس کے جسم وجان کا ہر ہر حصہ مشغول عبادت ہوتا ہے، لہذا اس کی خاصیت اور تاثیر یہ ہے کہ اس سے انسان ہر برائی اور بے حیائی سے بچ جائے، بشرطیکہ وہ نماز صحیح معنوں میں نماز ہو، ورنہ قصور نماز کا نہیں بلکہ نمازی کا خود اپنا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت میں ہے کہ جس کو اس کی نماز بے حیائی اور برائی سے نہ روکے وہ نماز نماز ہی نہیں۔ "من لم تنهه صلوته عن الفحشاء والمنكر فلا صلوة له" بلکہ دوسری روایت کے مطابق یہ نماز مزید بُعد اور محرومی کا سبب بنے گی، والعیاذ باللہ۔ (ابن کثیر وغیرہ) پھر صحیح اور حقیقی نماز کی صورت میں بھی ضروری نہیں کہ فوری ہی اس کا یہ اثر ظاہر ہو جائے، کیونکہ بیمار بیمار میں فرق ہوتا ہے، کسی کو

دوائی سے فوری طور پر افاقہ ہو جاتا ہے اور کسی کو مسلسل استعمال دوا کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح بعض افراد کے حق میں نماز میں کی یہ تاثیر دیر سے ہو سکتی ہے، جیسا کہ روایت میں ہے کہ ایک صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ نماز بھی پڑھتا ہے اور چوری بھی کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کو اس سے روک دے گی، نیز واضح رہے کہ نماز کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بے حیائی اور برائی سے رک جائے لیکن اگر وہ اس کے باوجود اس سے نہیں رکتا تو یہ قصور اس کا اپنا ہے، جیسا کہ اللہ پاک کے بارے میں قرآن پاک بتلاتا ہے کہ وہ بے حیائی اور برائی سے روکتا ہے ﴿وینھی عن الفحشاء والمنکر﴾ تو اگر اس کے باوجود کوئی اس سے نہیں رکتا تو یہ اس کا اپنا قصور ہے، ورنہ اللہ پاک کا حکم وارشاد تو بہر حال یہی ہے کہ تم لوگ برائی اور بے حیائی کی ہر شکل سے دور ونفور رہو، سو ایسے ہی نماز کے بارے میں سمجھا جائے کہ نماز کی یہ عبادت مقدسہ جن عظیم الشان عناصر واجزاء پر مشتمل ہے وہ سب گویا اپنی زبان حال سے نمازی سے پوچھتے ہیں کہ جس رب کے سامنے تم ایسی عظیم الشان عبادت بجالاتے ہو اور ایسے اقوال وافعال کے ذریعے اس کی عبادت وبندگی کے شرف سے مشرف ہوتے ہو اور اس کے حضور ایسی انابت اور عاجزی کا اظہار کرتے ہو اس کی نافرمانی آخر تم کس طرح کرتے ہو؟ بہر کیف نماز عظیم الشان اور بے مثال عبادت ہے جو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور بندے کو رب سے ملاتی اور اس کی رضاوخوشنودی کے شرف سے مشرف کرتی ہے۔ اور ﴿فحشاء و منکر﴾ کے یہ دو الفاظ ایسے عظیم الشان اور جامع لفظ ہیں جنہوں نے اخلاقی مفاسد کے تمام پہلوؤں کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور پوری امت مسلمہ کو ایسی ہی حقیقی نماز نصیب فرمائے جو جملہ فواحش ومنکرات سے روکنے والی ہو، آمین ثم آمین۔

۶۱۲ اللہ پاک کی عظمت شان کا حوالہ وذکر:- سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ کی یاد یقیناً سب سے بڑھ کر ہے کہ اس کی یاد دلشاد ہی اصل مقصود اور تمام احکام وعبادت کی اصل روح ہے، اس کے بغیر عبادت ایک ایسے دھڑ کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو، اور نماز جو کہ اس کی یاد دلشاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اس کا اصل مقصد بھی اس کی یاد ہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا ہے ﴿واقم الصلوۃ لذکری﴾ (طٰہٰ:14) اور اس کے ذکر سے انسان کو یہ شرف عظیم بھی نصیب ہوتا ہے کہ اللہ پاک بھی اس کو یاد فرماتا ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ﴿فاذکرونی اذکرکم﴾ (البقرۃ:152) اور یہ ایسا شرف ہے کہ کوئی شرف اس کے برابر نہیں ہو سکتا، مگر واضح رہے کہ اصل یاد دل میں ہوتی ہے، زبان وغیرہ کی یاد تو دراصل دل کی اس یاد کی ترجمانی ہوتی ہے، دل کی یاد حقیقی یاد ہوتی ہے، اور یہ اس کی ظاہری صورت ہوتی ہے، اسی طرح ہر عبادت بھی دراصل اس کی یاد ہی کا ایک ذریعہ وطریقہ ہے، ورنہ اصل یاد دل ہی کی یاد ہے، لہٰذا دل میں ہمیشہ اس کی عظمت شان کا استحضار رہے، زبان سے اسی کا نام جپتا رہے، اعضاء وجوارح کو ہمیشہ اس کی اطاعت وبندگی میں لگائے رکھے اور اس کی عبادات بجالاتا رہے، یہ اس جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے جس میں مجاہد کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خود میں لت پت ہو جائے، جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور اس کی یاد دلشاد کا سب سے بڑا ذریعہ نماز ہے، اس لئے یہاں ذکر سے نماز ہی مراد لی گئی ہے (ابن کثیر وغیرہ)

۶۱۳ اللہ تعالیٰ کے کمال علم وآگہی کا حوالہ وذکر:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی، سبحانہٗ وتعالیٰ۔ کہ وہ "علیم بذات الصدور" نہاں وعیاں اور ظاہر وباطن کو ایک برابر جانتا ہے، سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ خوب جانتا ہے وہ سب کچھ جو کہ تم لوگ کرتے ہو" سو وہ پوری طرح جانتا ہے کہ تم کیا کرتے ہو؟ کس نیت سے کرتے ہو؟ اور کن احوال وظروف میں کرتے ہو؟ اور اسی کے مطابق وہ تم کو جزا اور بدلہ سے نوازے گا، سبحانہٗ وتعالیٰ۔ یہاں پر فرق بھی ملحوظ رہے کہ اس آیت کریمہ کے شروع میں خطاب بصیغہ مفرد فرمایا گیا ہے اور اس کا خاتمہ جمع فرمایا گیا ہے، سو اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ شروع کا خطاب پیغمبر سے بطور

امت کے وکیل اور امام کے ہے، اس لئے اصولی طور پر وہ خطاب بھی پوری امت سے ہے، اس لئے کہ دعوت حق اور تربیت خلق کی ذمہ داری جس طرح آنحضرت کی ذمہ داری اصل اور بنیاد ہے، امت نے آگے اسی کے مطابق اس ذمہ داری کو نبھانا ہے، اور دوسرے یہ کہ پیغمبر نے یہ کام بہرحال کرنا ہے، اور آپ ﷺ نے کیا بھی اور ایسا کیا کہ اس کا حق ادا فرما دیا، اب اگر امت اس کام کو کرے گی تو خود اس کا بھلا ہوگا، نہیں تو اس سے اللہ اور اس کے رسول کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہر حالت و کیفیت کو جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے، اور وہ ظاہر و باطن کو ایک برابر جانتا ہے۔ لہٰذا اپنا معاملہ اس کے ساتھ صحیح اور صاف رکھنے کی ضرورت ہے۔ ظاہر اور باطن ہر اعتبار سے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید.

۶۴ اہل کتاب سے جدال کے بارے میں خصوصی ہدایت:۔ ذکر اگرچہ اہل کتاب کا کیا گیا ہے مگر حکم عام ہے کہ جدال بالاحسن ہر ایک سے مطلوب ہے، اور اہل کتاب کی تخصیص کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ کتابی ہونے کی وجہ باقیوں سے ایک امتیازی شان اور خصوصی پوزیشن رکھتے تھے، اور دوسری وجہ یہ کہ آگے ہجرت کے سلسلے میں ان لوگوں سے واسطہ پڑنے والا تھا اس لئے اس بارے میں خصوصی ہدایت فرمائی گئی ہے، بہرکیف چونکہ اہل کتاب کی دینی حیثیت بھی دوسرے کفار و مشرکین سے مختلف تھی اور ان کے اعتراضات و شبہات بھی نسبتاً مختلف نوعیت کے تھے کہ یہ پڑھے لکھے لوگ تھے، امیوں کے یہاں ان کا خاص رعب تھا، اس لئے ان کے ساتھ جدال اور مجادلے کے بارے میں خصوصی ہدایت فرمائی گئی، بہرکیف جس طرح اوپر کی آیت کریمہ میں ان لوگوں کے بارے میں دعوت کا طریقہ واضح فرمایا گیا جو قرآن کی صداقت کو تسلیم کرنے کیلئے معجزات کے طالب تھے اسی طرح اب ان آیات کریمات میں اس طریقے کی وضاحت فرمائی گئی جو اہل کتاب کے ساتھ بحث و استدلال میں مسلمانوں کو اختیار کرنا چاہیے کہ ان کی حیثیت اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مشرکین مکہ اور دوسرے کفار و مشرکین سے مختلف تھی، اگرچہ فی الجملہ شرک میں یہ لوگ بھی شریک و ملوث تھے جیسا کہ مختلف نصوص قرآن و سنت سے ثابت و واضح ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حال من الاحوال۔

۶۵ جدال بالاحسن کی تعلیم و تلقین:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تمہیں کبھی ان لوگوں سے جدال کرنا پڑ جائے تو احسن طریق سے کرو، اور احسن طریق یعنی سب سے عمدہ طریقہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس چیز کے لئے دعوت دی جا رہی ہو وہ قطعی طور پر حق ہو، اور داعی کو اس کے بارے میں پوری طرح ادراک و وثوق ہو ﴿ادعو الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعی﴾ (یوسف:۱۰۸) اور دوسری بات یہ کہ کہنے والے کی نیت صحیح اور خالص ہو کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، جیسا کہ حدیث نبوی میں فرمایا گیا ہے "انما الاعمال بالنیات" اور تیسری بات یہ ہے کہ کہنے کا انداز بھی صحیح اور درست ہو، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے ﴿ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ﴾ (النحل:110) سو خلاصہ یہ ہوا کہ حق کہا جائے اور حق کے لئے اور حق کے ذریعے کہا جائے، "الجھر بالحق لہ وبہ" پس یہ تینوں باتیں اگر جمع ہوں تو دعوت حق کے رائیگاں جانے کا سوال ہی نہیں، اور اگر کہیں اس کے خلاف ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان ہی تینوں بنیادی امور میں سے کسی میں فرق ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشاد عالی سے اہل کتاب کے ساتھ جدال بالاحسن کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے، اور یوں بھی برائی کے مقابلے میں بھلائی کو اپنانا اور اس کو اپنا شعار بنانا اسلامی تعلیم کا ایک بنیادی تقاضا اور اہم شعار ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ﴿ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم﴾ (حم السجدۃ:34) یعنی "برائی کے بدلے میں وہ طریقہ اپناؤ جو سب سے اچھا ہو، اس کے نتیجے میں وہ شخص جس کے درمیان اور تمہارے درمیان دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا کہ گویا وہ تمہارا جگری دوست ہے" منصوبہ بڑی عظیم الشان اور انقلاب آفریں تعلیم ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ و یرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوال، و فی کُلّ مَوْطنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ،

مِنْهُمْ وَقُولُوٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ

کمر بستہ ہوں ۶۶ اور کہو کہ ہم تو بہرحال ایمان رکھتے ہیں اس (کتاب) پر جو اتاری گئی ہماری طرف، اور (اس پر بھی) جو اتاری گئی تمہاری

وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ

طرف اور (حق اور حقیقت بہرحال یہی ہے کہ) ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اور ہم سب اسی کے فرماں بردار ہیں، ۶۷ ﴿۴۶﴾ اور

۶۶ ظالموں کے ساتھ سلوک کا معاملہ:- سو جدال بالاحسن کے اس حکم وارشاد سے استثناء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا ہو، کہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آنے اور ترکی بہ ترکی جواب دینے کی بھی اجازت وگنجائش ہے، مگر حق کے دائرے کے اندر، یعنی اسلام بعض دوسرے مذاہب کے طرح اپنے پیروکاروں کی یہ نہیں سکھاتا کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ رسید کرے تو تم دوسرا گال بھی اس کے آگے رکھ دو، بلکہ وہ ضرورت وموقع کے مطابق اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا بھی روادار ہے، اور اسی ضمن میں اس نے جہاد کا حکم بھی دیا ہے تا کہ ظالم کو درس دیا جا سکے، اس کے ظلم کا راستہ روکا جا سکے۔ اور تا کہ وہ تمہیں اپنے سبز چارہ یا موم کی ناک نہ سمجھ بیٹھے، والعیاذ باللہ العظیم۔ اور دوسرا مطلب اور دوسرا احتمال اس ارشاد ربانی کا بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے، مطلب یہ کہ جو لوگ ظالم ہیں ان کا معاملہ الگ ہے، سو ان سے تم لوگ منہ ہی مت لگاؤ جیسا کہ سورۃ کہف میں فرمایا گیا ﴿فلا تمار فیھم الا مراء ظاھرا﴾ (الکھف:23) یعنی اس قماش کے لوگوں سے اول تو تعرض ہی نہ کرو، اور اگر کبھی بحث کی نوبت آ بھی جائے تو بات ٹالنے، مراء ظاھرا، کے طور پر ہی گفتگو کرو، سبحان اللہ۔ کس باریکی سے فرق مراتب کا پاس ولحاظ رکھا گیا ہے اور فرق مراتب ہی میں سب کا بھلا اور فائدہ ہے، وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ و یرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوال، و فی کُلّ مَوْطنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھاب، جل جلالہ و عم نوالہ.

۶۷ طریق احسن کی توضیح وتشریح:- سو اس طریق احسن کی توضیح وتشریح کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اس کتاب پر جو اتاری گئی ہماری طرف اور اس پر بھی جو اتاری گئی تمہاری طرف، اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں" سو اس سے معلوم ہوا کہ دعوت حق کے ضمن میں اختلافی امور چھیڑنے کی بجائے سب سے پہلے ان بنیادی حقائق اور اساسی امور کو پیش کیا جائے جو اگلے کو بھی تسلیم ہوں، اور باقی امور کو۔ الاھم فالاھم۔ کی ترتیب سے آگے لایا جائے۔ "فروع" کا درجہ بہرکیف بعد کا ہے پہلے درجے میں اہمیت "اصولی ومبادی" کی ہے، بہرکیف یہ اسی طریق احسن کی توضیح وتشریح ہے جسکو اپنانے کا حکم اوپر بیان فرمایا گیا ہے۔ جس سے کلام مؤثر ومفید اور نتیجہ خیز بنتا ہے، وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید،

كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

اسی طرح ہم نے اتاری آپ کی طرف (اے پیغمبر!) یہ کتاب، ۶۸ سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی (اس سے پہلے،)

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ

وہ اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اوران لوگوں (یعنی اہل مکہ) میں سے بھی کچھ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا

بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۷ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ

انکار نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو منکر (اور ہٹ دھرم) ہیں ۶۹ ۴۷ اور آپ (اے پیغمبر!) اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے، اور نہ ہی

۶۸ قرآنِ حکیم کی اصل دعوت وہی ہے جو گزشتہ انبیاء ورسل کی تھی:- سوارشاد فرمایا گیا ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اتارا اس کتاب کو'' یعنی جس طرح کہ پہلی کتابیں اتاری ہیں اسی طرح اب اس کتاب ہدایت کو سب کتابوں کی جامع، خاتم، مہیمن اور آخر کتاب بنا کر اتارا ہے، جس نے قیامت تک دنیا کی راہنمائی کرنی ہے اور جو پیغام اور دعوت ان سابقہ کتابوں میں تھی وہی اس میں بھی ہے کہ اصول تو سب میں ایک ہی رہے ہیں، تو پھر اس کتاب حکیم پر اچنبھا اور اعتراض کیوں؟ سو اس صورت میں ارشاد ربانی ایسے ہی ہو جائے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ﴿قل ما کنت بدعا من الرسل﴾ (الاحقاف:9) بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ قرآن یہ نہیں کہتا کہ حق وہدایت کی یہ تعلیمات سب سے پہلے اسی نے پیش کیں بلکہ قرآن حکیم کا دعویٰ یہ ہے کہ جس چیز کی دعوت یہ کتاب حکیم دے رہی ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے تمام انبیائے کرام نے اسی دین حق کی دعوت دی جس کی دعوت اب یہ کتاب حکیم دے رہی ہے۔ لیکن گزشتہ امتوں نے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی تعلیمات کو بھلا دیا یا ان کے اندر اپنی ہوائے نفس کے مطابق تحریف وتغییر سے کام لیکر ان کو کچھ کا کچھ بنا دیا ہے، جس سے ان لوگوں نے اللہ کے دین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس لئے اب اللہ تعالیٰ نے اس کتاب حکیم کے ذریعے اپنے دین کو اس اصل اور حقیقی شکل میں نازل فرمایا ہے تا کہ خلقِ خدا نورِ حق وہدایت سے محروم نہ رہے اور ان کو حق وہدایت کی روشنی میسر آسکے۔ سو اب جو لوگ اس کتاب حکیم پر ایمان سے محروم ہیں وہ یقیناً نورِ حق سے محروم ہیں، والعیاذ باللہ، جل وعلا، بکل حال من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ۔

۶۹ ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو منکر وہٹ دھرم ہیں'' کہ ایسے ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کا کوئی علاج نہیں جو کہ ''میں نہ مانوں'' (I Never Egree) کی ہٹ دھرمی پر اتر آئیں کہ زبردستی منوانا تو ہمیں منظور ہی نہیں، ورنہ اس کے لئے تو ہمارا ایک اشارہ ہی کافی تھا ﴿ان نشا ننزل علیھم ایۃ من السماء فظلت اعناقھم لھا خاضعین﴾ لہٰذا اب ایسے ہٹ دھرموں کے نہ ماننے پر کوئی افسوس نہ کریں اور اہل کتاب میں بھی ہماری آیتوں کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو کٹر کافر ہیں، جن کا ایمان خود ان کی اپنی کتابوں اور اپنے رسولوں پر بھی نہیں، ورنہ وہ اس حق مبین پر ضرور ایمان لے آتے، سو ایسے ہٹ دھرم جو ایمان لانا چاہتے ہی نہیں ان سے کسی خیر کی توقع کیسے اور کیونکر کی جاسکتی ہے؟ سو عناد وہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

آپ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے، اگر کہیں ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست شک میں پڑ سکتے تھے (مگر ایسی تو کوئی بات بھی نہیں) ف۷ ﴿۴۸﴾

۷ حضرت امام الانبیاء کی صداقت وحقانیت کی ایک ٹھوس اور واضح دلیل :۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''آپ اے پیغمبر اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ اگر ایسا کہیں ہوتا تو یہ باطل پرست شک میں پڑ سکتے تھے'' اور ظاہر ہے کہ ایسی کوئی بات بھی نہیں کہ نہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے نہ آپ پڑھنا جانتے ہیں نہ لکھنا، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے ایک ایسی عظیم الشان اور معجزانہ نظام کتاب پیش فرمائی جس کے مقابلے ومعارضے سے دنیا ساری عاجز ہے، اور پوری تحدی اور چیلنج کے باوجود عاجز ہے۔ سو یہ آپ ﷺ کی صداقت وحقانیت کا ایک کھلا ثبوت اور عظیم الشان دلیل ہے، اور اگر کبھی آپ ﷺ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو باطل پرستوں کو شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید کہیں اسے خود ہی لکھ کر یا نقل کر کے لاتے ہوں، اگرچہ اس صورت میں بھی قرآن حکیم کا یہ کلام معجز نظام ان کی تردید کیلئے کافی تھا مگر پھر بھی فی الجملہ ان لوگوں کے شبہ میں پڑنے کی گنجائش ہو سکتی تھی، مگر اب تو اس کی بھی کوئی گنجائش نہیں، معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا اور پڑھنا لکھنا نہ جاننا ہی آپ کے لئے ایک عظیم الشان اور منفرد معجزہ ہے، اور یہ آپ کی بے مثال عظمت اور صداقت وحقانیت کا عظیم الشان اور ناقابل تردید ثبوت ہے، باقی صلح حدیبیہ میں معاہدہ صلح کی تحریر کے سلسلے میں آپ ﷺ کی کتابت کا جو ذکر بعض روایات میں آیا ہے تو وہ نہ تو اس کے خلاف ہے اور نہ ہی اس سے آپ کا پڑھنا لکھنا ثابت ہوتا ہے، اول اس لئے کہ ایک آدھ مرتبہ یا ایک آدھ کلمہ لکھ پڑھ لینے سے پڑھنا لکھنا ثابت نہیں ہو جاتا، چنانچہ اسی ضمن میں بعض روایات میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ''ما کان یحسن ان یکتب'' دوسرے اس لئے کہ بخاری شریف ہی کی بعض روایات میں اس سلسلے میں مروی ہے ''فامران یکتب'' کہ آپ نے خود نہیں لکھا بلکہ لکھنے کا حکم دیا اور محض حکم دینے کی بناء پر کسی فعل کا اس کے آمر کی طرف منسوب کر دیا جانا مشہور ومعروف اسلوب ہے، یعنی اسناد مجازی کے طور پر، سو اسی طرح یہاں بھی یہ سمجھ لینا چاہیے، تیسرے اس لئے کہ اگر یہ ثابت ہو بھی جائے تو یہ آپ کے لئے خرق عادت کے طور پر ایک معجزہ درست۔ کتب خانہ ملت چند بشست، یعنی ''وہ در یتیم جس نے کسی سے ایک حرم تک لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا اس نے دنیا کو ایسے علوم و معارف سے نوازا کہ کتنی ہی ملتوں کے علوم کو دھو کر رکھ دیا'' صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین'' بہرکیف امی ہونے کے باوجود حضور ﷺ کا گزشتہ انبیاء ورسل کی تمام تعلیمات کو اس قدر وضاحت اور جامعیت کے ساتھ پیش کر دینا آپ کی صداقت وحقانیت کی ایک ٹھوس اور واضح دلیل ہے۔ اور ایسی کہ یہ قیامت تک کے سب لوگوں اور تمام زمانوں کیلئے کافی ووافی دلیل ہے، اور ایسی کہ اس کی دوسری کوئی نظیر ومثال ممکن نہیں۔ والحمد للہ جل و علا، بکل حال من الاحوال. سبحانہ و تعالیٰ.

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ

بلکہ یہ (قرآن) تو کھلی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا ہے، والے

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ

اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو ظالم ہیں، (۴۹) اور کہتے ہیں کہ کیوں نہ

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ

اتاری گئیں ان پر نشانیاں ان کے رب کی طرف سے، (یعنی ان کی فرمائش کے مطابق' سو ان سے) کہو کہ نشانیاں

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ

تو اللہ ہی کے پاس ہیں، والے اور میں تو صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کر (حق اور حقیقت کو) والے (۵۰) اور کیا ان لوگوں کے لئے یہ نشانی کافی

[۱۷] قرآن حکیم کے سینوں کے اندر ہونے کا اور اس بارے ایک عبرت انگیز قصے کا ذکر وبیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "قرآن حکیم کوئی من گھڑت کتاب نہیں بلکہ یہ کھلی آیتیں ہیں اہل علم کے سینوں کے اندر"، یعنی قرآن حکیم کوئی ایسی خود ساختہ اور من گھڑت کتاب نہیں بلکہ یہ ایسی روشن آیتوں کا مجموعہ ہے جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں، اور یہ اعزاز واعجاز اور انفراد امتیاز اس کتاب حکیم کے سوا اور کسی بھی کتاب کو نہ آج تک کبھی حاصل ہو سکا ہے اور نہ قیامت تک کسی کو حاصل ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ آج بھی دنیا میں دوسری کسی بھی کتاب کوئی حافظ آپ کو کہیں نہیں مل سکے گا۔ اگر پہلے کسی زمانے میں توریت وانجیل کا کوئی حافظ ہوا بھی ہوگا تو وہ بھی شاذ و نادر اور نمونے کے طور پر شاید کوئی ہوا ہوگا۔ آج تو مشرق ومغرب میں قرآن پاک کے سوا کسی کتاب کا کوئی حافظ کہیں بھی نہیں مل سکے گا۔ سو یہیں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قرآن پاک میں کوئی تحریف یا تبدیلی کی ہی نہیں جا سکتی کہ ایسی کوئی کوئی جسارت اوراق وصفحات کی حد تک تو ہو سکتی ہو، سینوں تک اس کی رسائی ممکن ہی نہیں ہے۔ سو یہ بھی قرآن پاک کی حفاظت کے منجملہ اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے، یہاں پر ماضی قریب کا ایک سبق آموز واقعہ عبرت انگیز قصہ جو کہ راقم کا اپنا صدری نسخہ ہے اس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ کچھ ہی عرصہ قبل راقم اثم کے پاس پاکستان کے ایک معروف عالم دین حرمین شرفین کی زیارت سے واپسی پر میرے یہاں دبئی میں تشریف لائے، وہ دو ہفتے کے ٹرانزٹ ویزے پر یہاں آئے اور قیام میرے ہی پاس کیا۔ انہوں نے اپنا ایک قصہ مجھے سنایا انہوں نے کہا کہ اسی کی دہائی میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور حکومت میں امریکی حکومت کی دعوت پر پاکستان سے ایک بڑا وفد امریکہ گیا جس میں مجاہدین اور پاکستان کے علماء ومشائخ میں سے کئی سرکردہ حضرات شامل تھے، ایک بہت بڑے استقبالئے کا اہتمام کیا جس میں امریکہ کی بھی بڑی بڑی چیدہ شخصیات شامل تھیں اور جس کو براہ راست ریڈیو اور ٹی وی پر نشر کیا جا رہا تھا، پروگرام کے مطابق جب اس استقبالئے کے اہم امور تکمیل پذیر ہوئے تو میں نے منتظم صاحب سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم تھوڑا سا قرآن پاک بھی سنا دیں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے سنا دو۔ تو ہمارے وفد میں ایک بڑے خوش الحان قاری صاحب بھی

تھے۔ انہوں نے ایک رکوع تلاوت کیا، پھر ہم نے کہا اگر اجازت ہو تو ہم اس کا ترجمہ بھی سنا دیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے سنا دو۔ تو ہم نے اس کا انگلش میں ترجمہ بھی سنا دیا۔ اس کے بعد ہم نے وہاں پر امریکہ کے سب سے بڑے پادری سے جس کو بطور خاص وہاں اس پروگرام میں مدعو کیا گیا تھا، اس سے کہا کہ صاحب! آپ بھی ہمیں اپنی انجیل میں سے کچھ سنا دیں، تو اس نے کہا کہ انجیل میں اللہ کا کلام اور بندوں کا کلام آپس میں مکس ہو گئے ہیں، اس لئے ہم نہیں سنا سکتے۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ بندوں کا کلام چھوڑ دیں اور جو اللہ کا کلام ہے وہ ہمیں سنا دیں۔ تو اس نے کہا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ تو پھر ہم نے یہودیوں کے سب سے بڑے عالم سے بھی یہی سوال کیا جس کو بطور خاص وہاں بلایا گیا تھا، تو اس نے کہا میں دیکھ کر پڑھ سکتا ہوں زبانی نہیں سنا سکتا۔ تب ہم نے کہا عجیب بات ہے کہ آپ دونوں اپنے اپنے مذاہب کے اس ملک میں سب سے بڑے عالم ہو، لیکن آپ اپنی کتاب میں سے کچھ بھی نہیں سنا سکتے؟ جب کہ ہمیں آپ کہیں تو ہم پورا قرآن سنا سکتے ہیں، اور ہمارے یہاں کا سات سالہ بچہ بھی پورا قرآن سنا سکتا ہے، اور ایک سو بیس سال کا بوڑھا بھی، تو پھر آپ لوگ کیوں نہیں مانتے کہ اللہ کا کلام اور اس کا آخری پیغام صرف وہی ہے جو قرآن حکیم کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے؟ تو اس کا ان لوگوں کے پاس خاموشی کے سوا کوئی جواب نہیں تھا، اور یہ گفتگو چونکہ وہ سارا مجمع بھی سن رہا تھا جو وہاں اس تقریب میں موجود تھا، اور یہ براہ راست نشر ہونے کے باعث پورے ملک میں بھی سنی جا رہی تھی اور خاموشی اور حیرت و استیعاب کے ساتھ سنی جا رہی تھی اور یہود و نصاریٰ کے ان دو بڑے نمائندوں کی اس خاموشی سے ایسا سماں بندھ گیا تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ سارا مجمع ابھی کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہونے والا ہے، تو اس صورت حال کو بھانپتے ہوئے مینجر صاحب نے کہا کہ چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے جلسہ برخاست کیا جاتا ہے لیکن ملک کے جن حصوں میں لوگوں نے اس پروگرام کو دیکھا اور سنا تھا وہ اس سے بہرحال بہت متاثر ہوئے اور بعد میں انہوں نے خود ہم سے رابطے کئے، سو یہ ہے اس اعجاز قرآنی اور اس کے اہل ایمان کے سینوں میں محفوظ ہونے کا ایک واضح مظہر اور نمونہ۔ فلله الحمد رب العالمين الذى شرفنا بهذا الكتاب العظيم و بالايمان به ، وبالا شتغال به ، تَعَلُّماً و تَعْلِيماً ، اللهم زد نا منه و ثبتنا عليه يا ذالجلال والاكرام.

۲۷ معجزات وخوارق اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ معجزات اور نشانیاں تو سب کی سب اللہ ہی کے پاس ہیں، وہی جو چاہے اور جب چاہے، پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر فرما دے، میرا کام تو صرف خبردار کر دینا ہے کھول کر، سو اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اللہ پاک کے اختیار میں ہوتا ہے، اور جب معجزہ پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا تو پھر کرامت ولی کے اختیار میں کس طرح ہو سکتی ہے؟ بہرکیف اس ارشاد ربانی سے پیغمبر کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ ان سے کہو کہ معجزات اور خوارق دکھانے کا تعلق تو خدائی اختیارات سے ہے اور میں نے اس طرح کا کوئی دعویٰ کیا ہی کب ہے جو تم مجھ سے اس طرح کے سوالات اور مطالبات کرو؟ میرا کام اور میرا منصب و مقام تو صرف انذار و تبلیغ ہے، یعنی یہ کہ خداوند قدوس کی طرف سے جو پیغام بذریعہ وحی مجھے ملا ہے وہ میں بلا کم و کاست تم لوگوں تک پہنچا دوں اور راہ حق و ہدایت کو تمہارے سامنے واضح کر دوں تاکہ اس پر چل کر تم لوگ دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز و بہرہ ور ہو سکو۔ آگے تمہاری مرضی، مانتے ہو تو خود تمہارا اپنا ہی بھلا۔ نہیں تو تمہارا اپنا نقصان۔ جس کا بھگتان تم لوگوں کو بہرحال بھگتنا ہو گا، پس تم اپنے بھلے برے کے بارے میں خود سوچ لو۔ میں نے انذار و تبلیغ کا فریضہ بہرحال ادا کر دیا ہے۔ اسلئے میرا ذمہ فارغ، والحمد للہ جل وعلا۔

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ

نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ (عظیم الشان) کتاب نازل کی جو (دن رات) پڑھ کر سنائی جاتی ہے ان کو، ۵۴۲ بیشک اس میں

لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ

بڑی بھاری رحمت، اور عظیم الشان نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں، ۵۴۳ (۵۱) (ان سے) کہو کہ کافی ہے اللہ

۵۴۲ قرآنِ حکیم پیغمبر کی صداقت وحقانیت کے لئے معجزہ کبریٰ :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا یہ نشانی ان لوگوں کیلئے کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ پس یہ پیغمبر کی صداقت وحقانیت کی ایک اہم اور واضح دلیل ہے، سو قرآن حکیم معجزہ کبریٰ ہے، یعنی اس سے بڑے معجزہ اور کھلا نشان اور کیا ہوسکتا ہے کہ ایک نبی امی تمہارے سامنے ایک ایسی معجزانہ نظام کتاب پیش کر رہا ہے جس کی نظیر لانے اور مقابلہ کرنے سے پوری دنیا اور خود تم لوگ اپنی تمام تر فصاحتوں اور بلاغتوں کے باوجود عاجز ہو؟ وہ برابر تمہیں پڑھ کر سنائی جارہی ہے، اس کا چیلنج تمہیں بار بار جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہہ رہا ہے کہ اگر تمہیں اس میں کوئی شک ہے تو تم اس جیسی ایک چھوٹی سی سورت ہی بنالاؤ مگر تم لوگ اور ساری دنیا اس چیلنج کے سامنے عاجز ہے، سو اس سے بڑھ کر اور کون سا معجزہ چاہیے کہ یہ تو معجزوں کا معجزہ ہے کبریٰ ہے، اور ایسا معجزہ ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا جبکہ اس کے برعکس اگر کوئی حسی معجزہ ہوتا تو وہ بہرحال ایک وقتی چیز ہوتی جو بہرحال ختم ہوجاتی اور کوئی نشانی عذاب کی دکھائی جاتی تو وہ ایک آفت ہوتی، اور پتہ نہیں کس شکل میں ہوتی اور اس سے تم پر کیا گزرتی؟ مگر لوگوں کو یہ سیدھی بات سمجھ نہیں آتی، اِلاّ ماشاءاللہ۔ جَلَّ وعلا

۵۴۳ قرآنِ حکیم سراسر رحمت اور ایک عظیم الشان و بے مثال نصیحت :- سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ اس کتاب حکیم میں بڑی بھاری رحمت اور عظیم الشان و بے مثال نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں کہ اس کی فیض رسانیوں سے مستفید وفیضیاب ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں، سو ایمان و یقین کی دولت سب سے بڑی اور عظیم الشان دولت ہے، یعنی صرف یہی نہیں کہ یہ کتاب حکیم ایک معجزہ ہے اور بس نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ عظیم الشان کتاب سراسر رحمت اور بے مثال نصیحت کا ایسا خزانہ ہے جس کی فیض رسانیوں کا کوئی کنارہ نہیں، اور پھر اسکی یہ رحمت و نصیحت ہے تو ساری دنیا جہان کے لئے عام۔ مگر اس سے فائدہ صرف وہی لوگ اٹھا سکیں گے جو اس پر ایمان رکھتے ہوں یا جو ایمان لانا چاہتے ہوں گے، سو معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کی ہدایت وحکمت اور اس کے علوم و معارف سے صحیح طور پر مستفید وفیضیاب ہونے کے لئے اولین شرف اس پر سچا پکا ایمان ہے، نیز یہ کہ انسان کے اندر ایمان لانے کی طلب وخواہش ہو، ورنہ محرومی ہے، سو ایمان و یقین کی دولت وہ سب سے بڑی اور بے مثال دولت ہے جو انسان کو دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز و بہرہ ور کرتی ہے، اور دوسری طرف اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ ہے عناد اور ہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی ہے، کہ اسکے نتیجے میں انسان آفتاب نصف النہار کو بھی ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتا، تو پھر ایسے ہٹ دھرموں کو نورِ ھدایت کیونکر نصیب ہوسکتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین، یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین۔

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

میرے درمیان اور تمہارے درمیان گواہی دینے کو، ۷۵ وہ جانتا ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ

اور جو لوگ ایمان لائے باطل پر اور انہوں نے انکار کیا (حقیقتوں کی حقیقت یعنی) اللہ کا، وہی ہیں

الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ

سراسر خسارے والے، (۵۲) اور یہ لوگ آپ سے (اے پیغمبر!) جلد عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں، اور اگر (اس کے لئے)

اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً

ایک مدت مقرر نہ ہوتی، تو یقیناً وہ عذاب ان پر کبھی کا آ گیا ہوتا، ۷۶ اور (وقت آنے پر) وہ یقیناً ان پر ایسا اچانک آ کر رہے گا

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ

کہ ان کو خبر تک نہ ہوگی، ۷۷ (۵۳) آپ سے عذاب جلد لانے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ

۷۵ **اللہ تعالیٰ کی گواہی ہی کافی اور سب سے بڑھ کر ہے، سبحانہ وتعالیٰ:-** کہ وہ آسمان وزمین کی ہر حقیقت سے واقف وآگاہ اور ظاہر وباطن کو ایک برابر جانتا ہے، سو ارشاد فرمایا گیا کہ کہو کافی ہے اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کو، اور اللہ نے اپنے اس قرآن ناطق اور دیگر معجزات باہرہ کے ذریعے میری صداقت و حقانیت کی شہادت دیدی ہے، اب اگر تم نہیں مانو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے نہ کہ میرا کہ میری نبوت ورسالت تمہاری تصدیق کی محتاج نہیں، یعنی جب یہ لوگ جاننے کے باوجود نہیں مانتے تو ان سے الجھنے اور بحث وتمحیص کی ضرورت نہیں بلکہ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کر کے ان سے کہو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہی دینے کے لئے کافی ہے، سو وہی وحدہٗ لاشریک جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے کہ فی الحقیقت تم لوگوں پر میری صداقت واضح نہیں ہوئی اس وجہ سے تم انکار کرتے ہو، یا یہ کہ سب کچھ جانتے بوجھتے کے باوجود محض اپنی اہواء واغراض اور اپنی مشیخت ومفادات کی پاسداری کے باعث تم لوگ حق جھٹلاتے ہو، اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کی پوری کائنات کے ہر بھید سے پوری طرح واقف وآگاہ ہے اور وہ قیامت کے روز سارا بھید کھول دے گا۔ البتہ اس بنیادی حقیقت کو یاد رکھو کہ جو لوگ جان بوجھ کر باطل پر ایمان لائیں گے وہ اللہ کے ساتھ کفر کریں گے وہی ہیں اصل اور حقیقی خسارے والے، اور کل قیامت کو کشف حقائق کے اس جہان مشاہدہ میں ان کا یہ ہولناک خسارہ پوری طرح ان کے سامنے آجائے گا اور اس طور پر کہ پھر اس سے بچنے اور اس کے تدارک وتلافی کو کوئی صورت ممکن نہ ہوگی، والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی خوشنودی کی راہوں پر مستقیم وثابت قدم رکھے، اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا ارحم الرحمین۔

۷۶ منکرین کی طرف سے عذاب کی جلد بازی کا جواب:- سو منکروں کے اس استعمال اور جلد بازی کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ اگر عذاب کیلئے ایک مدت مقرر نہ ہوتی تو وہ یقیناً ان لوگوں پر کبھی کا آ گیا ہوتا، سو وہ اپنے وقت پر آ کر رہیگا، اس سے پہلے نہیں آ سکتا کہ ہر چیز کا ظہور و بروز اس کے اپنے مقرر وقت سے ہی مربوط ہوتا ہے، جیسے آج پیدا ہونے والا بچہ آج ہی جوان نہیں ہوسکتا، آج مدرسے میں داخلہ لینے والا ایک طالب علم آج ہی فارغ التحصیل نہیں ہوسکتا، آج شروع ہونے والا موسم آج ہی ختم نہیں ہوسکتا وغیرہ وغیرہ۔ لازماً ان میں سے ہر ایک کیلئے ایک وقت مقرر ہے، اس کا انتظار کرنا پڑتا ہے، اسی طرح عذاب کے معاملے کو بھی سمجھو کہ اس کا بھی ایک وقت مقرر ہے، اس پر وہ بہر حال آ کر رہے گا اور اسکو اس سے پہلے لانے کا مطالبہ کرنا محض ایک حماقت ہے، والعیاذ باللہ۔ یوں تو اللہ پاک بیشک ہر چیز پر قادر ہے، وہ جو چاہے، جب چاہے اور جیسے چاہے کرے، مگر اس نے اپنے حکمتوں بھرے اس بے مثال نظام میں ہر چیز کا ایک خاص وقت مقرر کر رکھا ہے، اس سے قبل اس کے عدم وقوع سے اس کے عدم وجود پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح اس کے جس عذاب کی تم لوگ جلدی مچا رہے ہو اس کا بھی ایک وقت مقرر ہے، وہ اس سے پہلے نہیں آ سکتا، اور وقت آنے پر وہ کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکے گا، ورنہ اگر اس کا ایک ایک وقت اللہ پاک کے یہاں مقرر نہ ہوتا تو وہ یقیناً تم پر کبھی کا آ چکا ہوتا، سو عقل و خرد کا تقاضا یہ ہے کہ عذاب کے لئے جلدی مچانے کی بجائے اس سے بچنے کی فکر و کوشش کرو، کہ اس کے آنے کے بعد پھر کسی بھی طرح ٹلنا نہیں اور اسکے آجانے کے بعد پھر تمہارے لئے سنبھلنے اور اصلاح احوال کا کوئی موقع ممکن نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ فکر و نظر کے ہر زیغ و انحراف سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

۷۷ عذابِ الٰہی اچانک اور کبھی بھی آ سکتا ہے، والعیاذ باللہ:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہ دن ان پر ایسا اچانک آئے گا کہ ان کو اس کی خبر تک نہ ہوگی'' جیسے دنیا میں زلزلہ آتا ہے اور بالکل اچانک آتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب ان لوگوں کا عذاب آخرت پر ایمان و یقین ہی نہیں تو وہ عذاب ان پر جب بھی آئے گا ناگہانی طور پر اور اچانک ہی ہوگا، بخلاف ایک مومن صادق کے کہ وہ اپنے نور ایمان کے سبب ہر وقت اپنے انجام کے بارے میں فکر مند رہتا ہے اور اس کے لئے تیاری کرتا رہتا ہے، اس لئے اس کی شان اور زندگی الگ ہوتی ہے، سو ایمان و یقین کی دولت مٹی کو سونا بنا دینے والی بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر اعلیٰ و اغلی اور قیمتی دولت ہے، بہر کیف ارشاد فرمایا کہ وہ جب ان پر آئے گا تو ایسا اچانک آئے کہ ان کو اس کی خبر تک نہ ہوگی، اور ان کو اس کے مقابلے میں کسی پیش بندی کا کوئی موقع نہیں ملے گا، والعیاذ باللہ العظیم، اور اس بارے میں قانون قدرت کے اس ضابطے کو بھی پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ قوموں کی ہلاکت و تباہی کی مہلت و مدت کا دارو مدار ان کے اخلاقی زوال کے پیمانے پر ہوتا ہے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس قوم کا پیمان لبریز ہوتا ہے کوئی دوسرا اس کو نہیں جان سکتا ہے، اسی لئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب ان پر وہ عذاب آئے گا تو اس قدر اچانک آئے گا کہ ان کو اس کا کوئی احساس و شعور نہیں ہوگا، جیسا کہ آج بھی ہم مختلف قوموں اور ملکوں میں زلزلوں، سیلابوں اور طوفانوں وغیرہ کی شکل میں دیکھتے ہیں اور دن رات دیکھتے ہیں، والعیاذ باللہ، اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ راہ حق و صواب پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكٰفِرِينَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ

جہنم (کے ہولناک عذاب) نے (چاروں طرف سے) گھیرے میں لے رکھا ایسے کافروں کو، ۷۸ ﴿۵۴﴾ جس دن کہ ڈھانک رہا ہوگا ان کو

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا

وہ عذاب ان کے اوپر سے بھی اور ان کے پاؤں کے نیچے سے بھی، اور کہے گا ان سے وہ (اللہ) کہ اب چکھو مزہ

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ اٰمَنُوا إِنَّ

اپنے ان کرتوتوں کا جو تم لوگ (زندگی بھر) کرتے رہے تھے، ﴿۵۵﴾ اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو!

أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ

میری زمین بہت وسیع ہے، پس تم لوگ (اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے) ہر حال میں میری ہی بندگی کرو، ۷۹ ﴿۵۶﴾ ہر جی کو

ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا

موت کا مزہ بہرحال چکھنا ہے، پھر تم سب کو آخرکار لوٹ کر ہماری ہی طرف آنا ہے ۸۰ ﴿۵۷﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ

اور انہوں نے کام بھی نیک کیے تو ہم ان کو جنت کی ایسی عالی شان عمارتوں میں جگہ دیں گے، ۸۱ جن کے نیچے سے بہہ رہی ہوں گی

۷۸ اہل کفر و باطل جہنم کے گھیرے میں۔ والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید در تاکید کے ساتھ فرمایا گیا کہ "جہنم نے یقیناً گھیرے میں لے رکھا ہے کافروں کو"، یعنی تمہارا یہ کفر و شرک اور حق سے بغض و عناد اور اعراض و استکبار اور طرح طرح کے تمہارے یہ معاصی و ذنوب جن میں تم لوگ مبتلاء ہو خود ہی وہ جہنم ہے، جس نے تمہیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے، مگر تمہاری آنکھوں پر آج جو پٹی بندھی ہے اس سے تمہیں وہ دوزخ نظر نہیں آ رہا، لیکن کل جب اس دنیائے دوں سے کوچ کا وقت آئے گا اور تمہاری یہ ظاہری آنکھیں بند ہو جائیں گی تو اس وقت وہ حقیقت کھل کر تمہارے سامنے آجائے گی، تب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ تم کہاں ہو اور دوزخ کے اس ہولناک عذاب نے کس طرح تم لوگوں کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے رکھا ہے، اور اپنے کفر و باطل کا جو ایندھن تم نے خود تیار کیا تھا وہ کس طرح بھڑک اٹھا ہے، سو جس عذاب کا اہل باطل مذاق اڑاتے اور اس کیلئے جلدی مچاتے ہیں اس کا سامان تو انہوں نے خود فراہم کر رکھا ہے، وقت آنے پر ان کا یہی کفر و انکار اور ان کے یہی اعمال بد عذاب بن کر ان کے اوپر اور نیچے سے ان کو اس طرح ڈھانک لیں گے کہ ان کیلئے اس سے رہائی اور گلوخلاصی کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی، تب ان سے کہا جائے گا کہ لو اب مزہ چکھو تم لوگ اپنے اس عذاب کا جس کے لئے تم جلدی مچائے ہوئے تھے، والعیاذ باللہ العظیم، اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر ہی ثابت قدم رکھے، آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

۷۹ دین و ایمان کی حفاظت سب پر مقدم: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دین و ایمان کی دولت کی حفاظت ہر چیز پر

مقدم ہے کہ یہی اصل اور حقیقی دولت ہے، پس جہاں تم دین حق پر نہ چل سکو اور اس کی تعلیمات مقدسہ پر عمل نہ کر سکو، وہاں سے تم ہجرت کر کے دوسری جگہ چلے جاؤ جہاں تمہیں اپنے دین پر چلنے کی یہ دولت و سعادت میسر ہو، سو اس ارشاد ربانی سے مظلوم مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ اس حقیقت پر ثابت قدم اور پکے رہو کہ عبادت و بندگی ہمیشہ اور ہر حال میں میری ہی کرنی ہے کہ معبود برحق بہرحال میں ہی ہوں۔ میرے سوا کسی کی عبادت و بندگی کی ذلت کبھی برداشت نہیں کرنا اور اس غرض کیلئے اگر تم کو اپنی سرزمین اور اپنا گھر بار بھی چھوڑنا پڑے تو اسے چھوڑ دینا، اور اگر تم میری خاطر اور میرے دین کے لئے اپنا گھر بار چھوڑو گے تو تمہاری ذمہ داری میرے اوپر ہے، میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں، اور میری زمین بہت وسیع ہے، سو دین و ایمان کی دولت سب سے بڑی دولت ہے، اور اس کی حفاظت ہر چیز پر مقدم ہے، یہ سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ ہے، ورنہ کچھ بھی نہیں، وبالله التوفيق لما يحبُّ و يريد، وعلى ما يُحبُّ ويريد، بكل حالٍ مِنَ الْاحوال، سبحانه و تعالىٰ۔

۸۰ سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ آخر کار تم سب کو بہرحال لوٹ کر ہمارے ہی پاس آنا ہے، پس موت سے مت ڈرو کہ اس نے تو بہرحال اپنے وقت پر آ کر ہی رہنا ہے اور تمہیں بالآخر ہمارے حضور پہنچ کر رہنا ہے، اس لئے فکر اس کی کرو کہ ہمارے یہاں کیا لے کر پیش ہو گے؟ اور اس کی بنا پر تم کس انجام اور صلہ وبدلے کے مستحق قرار پاؤ گے؟ سو تم لوگ اس کیلئے تیاری کرو قبل اس سے کہ فرصتِ عمر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ وباللہ التوفیق وھو المیسر لکل عسیر۔ سو انسان کو چاہیے کہ وہ اس حقیقت کو ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے پیش نظر رکھے کہ اسے بالآخر اور بہرحال لوٹ کر اپنے رب ہی کے پاس جانا ہے، پس اپنی اس چندروزہ زندگی اور اس کے عارضی و فانی مفادات ہی پر لات مار دینی چاہیے، اور اپنے رب کی عبادت و بندگی اور اس کی رضاء و خوشنودی کے حصول ہی کو ہمیشہ مدّ نظر رکھنا چاہیے کہ بالآخر ایک دن مرنا ہے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسی کی طرف لوٹنا اور اس کے حضور حاضر ہونا ہے، وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید، وھو الہادی الی سواء السبیل۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین، یاربَّ العالمین۔

۸۱ اہلِ ایمان کیلئے جنت کی عظیم الشان نعمتوں کی خوشخبری: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو جنت کی عالی شان عمارتوں میں جگہ دی جائے گی جن کے نیچے سے طرح طرح کی عظیم الشان نہریں بہہ رہی ہوں گی، یعنی ان کو جگہ دی جائے گی ایسی عظیم الشان عمارتوں میں جو ہر لحاظ سے بلند و بالا اور ارفع اعلیٰ ہوں گی جن کی پوری حقیقت یہاں سمجھی بھی نہیں جا سکتی، عام طور پر اردو تراجم میں "غرف" کا ترجمہ جو بالا خانوں سے کیا جاتا ہے اس سے ان کی یہ عظمت واضح نہیں ہوتی، بلکہ بالا خانے کے مشہور و معروف معنی کے اعتبار سے ان رفیع الشان منازل جنت کے بارے میں کچھ ایسا تاثر ذہنوں پر قائم ہوتا ہے جو صحیح تصویر سے دوری کا باعث بن جاتا ہے، والعیاذ باللہ۔ اس لئے ہم نے اس معروف ترجمہ سے ہٹ کر یہ ترجمہ کیا ہے "ای لننزلنهم اعالی الجنة و لنسكننهم منازل رفيعة فيها" (ابن کثیر، صفوۃ التفاسیر، وغیرہ) "ای لننزلنهم من الجنة اعالی وقصورا" (المراغی، الفتح، اور المدارک وغیرہ) سو جنت کی ہر شے بے مثال اور انسان کے تصور و ادراک سے بھی کہیں بڑھ کر ہو گی، اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے نصیب فرمائے، آمین۔ لہٰذا عقل و نقل کا تقاضا یہی ہے کہ انسان جنت کی ان عظیم الشان نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کو بھی ٹھکرا دے۔ وبالله التوفيق لما يحبُّ و يريد،

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ نِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ﴿۵۸﴾

طرح طرح کی (عظیم الشان) نہریں، جہاں ان (خوش نصیبوں) کو ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا ۸۲ کیا ہی عمدہ (اور خوب) بدلہ ہے ان عمل کرنے والوں کا ﴿۵۸﴾

الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنۡ

جنہوں نے (زندگی بھر) صبر (واستقامت) سے کام لیا، اور جو اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے رہے، ۸۳ ﴿۵۹﴾ اور کتنے ہی

۸۲ دوام وخلود جنت کی ایک عظیم الشان اور منفرد نعمت:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں ان خوش نصیبوں کو ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا، سو وہاں کی کیفت دنیاوی نعمتوں کی طرح نہیں ہوگی کہ دنیا کی یہ نعمتیں خود بھی فانی ہیں اور ان کو استعمال کرنے والے بھی فانی، جب کہ وہاں کی صورت حال اس سے یکسر مختلف اور اس کے بالکل برعکس ہوگی کہ وہاں کی نعمتیں بھی دائمی ہوں گی اور ان سے مستفید ہونے والے بھی ہمیشہ ان سے مستفید ہوتے رہیں گے، اللہ نصیب فرمائے، آمین، سو دوام وخلود کی نعمت جنت کی ایسی منفرد اور امتیازی نعمت ہے جس کا اس دنیا میں پایا جانا ممکن ہی نہیں، بلکہ یہ صرف وہیں پائی جاسکتی ہے، نہ کبھی وہ نعمتیں ختم ہوں اور نہ ان سے مستفید ہونے والے انسان، نہ ان کو وہاں سے کبھی نکالا جائے گا اور نہ ہی یہ کبھی خود وہاں سے نکلنا چاہیں گے، اللہ اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یا ارحم الراحمین۔ سو عقل ونقل کا تقاضا یہی ہے کہ انسان جنت اور اس کی ان عظیم الشان اور بے مثال ابدی نعمتوں سے سرفرازی ہی کو اپنا اصل مقصد اور حقیقی نصب العین بنائے، کہ یہی اصل اور حقیقی کامیابی ہے، وباللہ التوفیق وھو الہادی الی سواء السبیل۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضاء وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۸۳ دو عظیم الشان صفتوں کی تعلیم وتلقین:- سو اس سے صبر واستقامت اور توکل علی اللہ کی دو عظیم الشان صفتوں کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے، سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ نعمتیں ان کو ملیں گی جو صبر سے کام لیتے ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، سو ان دو صفتوں کو بطور خاص بیان فرمایا گیا، یعنی صبر واستقامت اور اللہ پر توکل وبھروسہ کہ جنت اور اس کی ان عظیم الشان نعمتوں سے سرفرازی انہی لوگوں کو نصیب ہوگی جو یہ صفتیں اپنے اندر رکھتے ہوں گے، مگر افسوس کہ آج مسلمانوں میں ان دونوں صفتوں میں ضعف اور کمزوری پائی جاتی ہے۔ الا ماشاء اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ سو راہ حق میں جو دشواریاں انسان کو پیش آتی ہیں ان سب کے مقابلے میں صبر وضبط اور استقلال واستقامت سے کام لینا ہی کلید ہے کامیابی کی، اور اس جہاد مسلسل میں بھروسہ ہمیشہ اللہ پاک ہی پر رکھنا ہے، وھو الموافق للصواب۔ اور توکل علی اللہ کا وصف ہی ہے جو ہر طرح کے حالات میں انسان کو اپنے رب کی بندگی اور راہ حق پر استوار رکھتا ہے ورنہ جہاد تو درکنار کوئی معمولی آزمائش بھی برداشت نہیں کرسکتا اور وہ پھسل کر اور راہ حق سے بھٹک کر رہ جاتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق وہدایت اور صبر واستقامت کی راہ صدق وصواب پر مستقیم وثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے، اور نفس وشیطان کے مکر وفریب سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ

جاندار ایسے ہیں جو اپنی روزی (اپنے ساتھ) اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ہی روزی دیتا ہے ان کو بھی اور تم کو بھی (اے لوگو!) ۸۴

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

اور وہی ہے سننے والا (ہر کسی کی اور) جاننے والا (سب کچھ، ۸۵) ﴿۶۰﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور

۸۴ روزی رساں سب کا اللہ وحدہٗ لاشریک ہی ہے:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ کتنے ہی جاندار ہیں جو اپنی روزی اپنے ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ ہی روزی دیتا ہے ان کو بھی اور تم سب کو بھی اے لوگو۔ سو اس ارشاد ربانی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیلائے گئے وسیع و عریض خوان کرم سے درس عبرت لینے کی تعلیم و تلقین ہے، تمام جانداروں میں سے کہتے ہیں کہ صرف چوہا اور چیونٹی دو ہی ایسی چیزیں ہیں جو جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تیسرا کوا بھی ہے جو ڈرتا ہے اور جمع کرتا ہے مگر وہ رکھ کر بھول جاتا ہے، ان کے سوا باقی کوئی بھی جانور اپنی خوراک جمع نہیں کرتا، مگر سب کے سب اپنی پسند کی اور بھرپور روزی کھاتے ہیں اور تازہ بتازہ اور من چاہی خوراکیں کھاتے ہیں، تو جو اللہ پاک ان سے بے شمار اور بے حد و حساب جانوروں کو اس طرح روزی پہنچاتا ہے کیا وہ تم کو اے انسانو! روزی نہیں دے گا؟ روزی رساں تو سب کا بہر حال وہی اور صرف وہی ہے، تمہارا بھی اور دوسروں کا بھی، لہذا روزی کمانے کیلئے محنت و مشقت تو تم لوگ کرو اور ضرور بھرپور طریقے سے کرو، مگر دل کا بھروسہ ہمیشہ اللہ پر ہی رکھو، وہ تمہیں وہاں سے روزی دے گا جہاں سے تمہارا گمان بھی نہیں ہوگا۔ اور حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ پاک پر ایسا توکل اور بھروسہ کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں ایسے روزی دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آج کے عام مسلمانوں کا بھروسہ اللہ کی بجائے دوسرے طرح طرح کے کمزور اور بے بنیاد سہاروں پر ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشاد ربانی سے اللہ پاک کی طرف سے بچھائے گئے وسیع خوانِ کرم سے درس عبرت لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے اور اس اہم اور بنیادی حقیقت سے آگہی بخشی گئی ہے کہ روزی رساں سب کا وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ سبحانہٗ و تعالیٰ۔

۸۵ وہی ہے سننے والا، جاننے والا:- جو ہر کسی کی سنتا اور ہر جگہ اور ہر حال میں سنتا اور سب کچھ جانتا ہے، پس اس کو تم لوگ دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے اس کیلئے اور خود ساختہ وسیلے مت ڈھونڈو جیسا کہ مختلف قسم کے گمراہ لوگوں نے پہلے بھی کیا اور آج بھی کر رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو وہ خالق کل اور مالک مطلق اور ہر کسی کی دعا و فریاد کو سنتا اور سب کی حاجتوں اور ضرورتوں کو جانتا ہے، اس کو اپنی مخلوق میں سے ہر چیز کی پوری خبر ہے اور وہی وحدہٗ لاشریک جانتا ہے کہ کس کو کس چیز کی ضرورت ہے اور کب اور کہاں ضرورت ہے، پس تم لوگوں کو اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم اس کو پکارو گے اور وہ بے خبر رہے یا وہ تمہاری حاجت و ضرورت سے ناواقف ہوگا۔ ایسے تمام تصورات سے وہ پاک اور اعلیٰ و بالا ہے، سبحانہٗ و تعالیٰ۔ اور یہ صرف اسی کی شان ہے، اس لئے معبود برحق وہی وحدہٗ لاشریک ہے، اور اس ساری کائنات کا خالق و مالک بھی وہی ہے اور اس میں حکم و تصرف بھی اسی وحدہٗ لاشریک کا چلتا ہے، اور سب کا روزی رساں بھی وہی ہے، ان میں سے کسی بھی چیز میں اس کا کوئی ساجھی اور حصہ دار ماننا شرک ہوگا، جو کہ ظلم عظیم اور ناقابل معافی جرم و گناہ ہے کہ اس سے انسان کا زاویۂ نگاہ ہی غلط ہو جاتا ہے، اور وہ راہِ حق و ہدایت سے بھٹک کر دور جا پڑتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ

زمین (کی اس کائنات) کو؟ اور (تمہارے) کام میں لگادیا سورج اور چاند (کے ان عظیم الشان کروں) کو؟ تو (اسکے جواب میں)

اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

یہ سب کے سب ضرور بالضرور یہی کہیں گے کہ اللہ ہی نے، پھر کہاں اوندھے کئے جاتے ہیں یہ لوگ؟ ٨٦ ﴿٦١﴾ اللہ ہی روزی کشادہ فرماتا ہے

يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور وہی تنگ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے، ٨٧ بے شک اللہ ہر چیز کو

٨٦ مشرکوں کی مت ماری پر اظہارِ افسوس وتعجب:- سو استفہام تنبیہ وتفریع کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جوان کھلے دلائل کے ہوتے ہوئے اور ان ٹھوس حقائق کو دیکھنے کے باوصف اور یہ سب کچھ جاننے اور ماننے کے باوجود یہ لوگ دوسروں کو خدائی صفات واختیارات میں شریک مانتے، ان کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس اور غریب نواز وغیرہ وغیرہ قرار دیتے ہیں اور ان کو خدائی حقوق میں شریک مان کر ان کا نام جپتے، ان کے آگے جھکتے، سر نیاز خم کرتے ہیں، کوئی اس بناء پر اپنے خود ساختہ اور اپنے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے بتوں اور بے جان مورتیوں کے آگے جھکتے ہیں اور کوئی دوسرے فرضی آستانوں، بیٹھکوں، فوت ہونے والی ہستیوں کی نسبت سے کھڑی کی گئی یادگاروں اور ان قبروں وآستانوں کے گرد طواف کرتے، چکر لگائے اور ان کے نام کی نذریں مانتے، نیازیں دیتے اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ سو ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ جب یہ لوگ زمین وآسمان اور سورج وچاند وغیرہ سب چیزوں کا خالق ومالک اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کو مانتے ہیں تو پھر ان دوسرے مصنوعی خداؤں اور خود ساختہ ہستیوں اور دیویوں اور دیوتاؤں کو اس کی خدائی میں شریک کس طرح جانتے ہیں؟ اور ان کو ماویٰ ومرجع بنانے، ان کی پوجا پاٹ کرنے، ان کے آگے جھکنے، سرنگوں ہونے کی آخر تُک ہی کیا ہوسکتی ہے؟ فصدق اللہ القائل: ﴿فانی یؤفکون؟﴾ اللہ اپنی حفظ وامان میں رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین، یارب العالمین۔

٨٧ رزق وروزی کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں:- سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ روزی کی بست وکشاد اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے کہ وہی جانتا ہے کہ کس کے لئے کیا بہتر ہے اور کون کس کے لائق ہے کہ اس کا علم کامل بھی ہے اور محیط بھی، اور وہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان بھی ہے، سو وہی حکیم مطلق اپنی حکمت کے مطابق کسی کے لئے روزی تنگ کرتا ہے اور کسی کے لئے کشادہ، ورنہ اگر وہ سب کے لئے روزی کشادہ کردیتا تو اس کے یہ تنگ ظرف اور کوتاہ نظر بندے سخت سرکش ہوجاتے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے ﴿ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض﴾ (الشوریٰ: 27) سو وہ اپنے کمال علم وحکمت کی بناء پر جس کے لئے بھی روزی کشادہ یا تنگ کرتا ہے اس کی مخلوق کیلئے اسی میں خیر اور بہتری ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ۔ اور ظاہر ہے جب آسمان وزمین کی اس حکمتوں اور نعمتوں بھری کائنات کا خالق ومالک وہی وحدہٗ لاشریک ہے اور سورج وچاند کے ان عظیم الشان کروں کو اسی نے ہمارے کام میں لگا رکھا ہے تو پھر یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ اسکے خزانوں کا مالک کوئی اور بن بیٹھے؟ سو کائنات میں سب کچھ اسی وحدہٗ لاشریک کا ہے۔ اس لئے مانگنا بھی اسی سے چاہیے۔ اس کے علاوہ کسی اور سے مانگنا اور اس کے آگے دست سوال دراز کرنا شرک ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

عَلِيۡمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

پوری طرح جانتا ہے ۸۸ (۶۲) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کون ہے وہ جو آسمان سے بارش برساتا ہے پھر اس کے ذریعے وہ

فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ

زندہ کرتا ہے اس زمین کو اس کے بعد کہ یہ مردہ (اور ویران) پڑی ہوئی ہے؟ تو یہ لوگ ضرور بالضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی

قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿٦٣﴾ وَمَا

(یہ سارے کام کرتا ہے،) کہو الحمد للہ مگر اکثر لوگ (پھر بھی) عقل سے کام نہیں لیتے، ۸۹ (۶۳) اور اس

۸۸ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ وذکر:- سو ارشاد فرمایا گیا اور حرف تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بیشک اللہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے، اس لئے وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کیلئے کیا مفید ہے اور کیا مفید نہیں کہ وہ ہر کسی کو جانتا ہے اور اس کے ظاہر و باطن اور ماضی وحال اور مستقبل وغیرہ سب احوال وکوائف کو پوری طرح اور یکساں طور پر جانتا ہے۔ سبحانہٗ وتعالیٰ۔ اور یہ شان اس وحدہٗ لاشریک کے سوا اور کسی کی بھی نہیں ہوسکتی، اس لئے معبود برحق بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ۔ سو جب اس کا علم بھی کامل ہے اور اس کی حکمت اور رحمت وعنایت بھی کامل تو اسی کی یہ شان اور اسی کا یہ کام ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے علم وحکمت اور اپنی رحمت وعنایت کے مطابق اپنے بندوں میں روزی کی تقسیم کا بندوبست فرمائے۔ وہی اپنے کمال علم کی بناء پر جانتا ہے کہ کون کہاں اور کس حال میں ہے اور اس کو کس چیز کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے بندوں کے احوال ومصالح سے پوری طرح باخبر ہے۔ اس کے سوا یہ صفت وشان اور کسی کے لئے بھی ممکن نہیں۔ سبحانہٗ وتعالیٰ۔ اس لئے عبادت وبندگی کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل اسی کا اور صرف اسی وحدہٗ لاشریک کا حق ہے۔ کہ اس کے سوا دوسرا کوئی معبود ہے نہ ہوسکتا ہے۔ سبحانہٗ وتعالیٰ، سو اس سے تصریح فرما دی گئی کہ اکثریت بے عقلوں کی۔

۸۹ اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے، والعیاذ باللہ:- اور اسی بناء پر ایسے لوگ یہ سب کچھ جاننے اور ماننے کے باوجود یہ اس وحدہٗ لاشریک کی توحید خالص کے عقیدے سے محروم رہتے ہیں اور طرح طرح کی شرکیات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حالانکہ ظاہر بات ہے کہ جب ان امور میں اس کا کوئی شریک نہیں تو پھر اس کی عبادت وبندگی میں کوئی اس کا شریک کیسے ہوسکتا ہے؟ اور جب یہ لوگ اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں کہ آسمان سے پانی بھی وہی اتارتا ہے اور اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر کے گلزار بنا دینا بھی اسی کی شان رحمت وعنایت ہے تو پھر معبود اس وحدہٗ لاشریک کے سوا اور کون اور کیونکر ہوسکتا ہے؟ سبحانہٗ وتعالیٰ۔ سو کفر وشرک کی نحوست اور خواہشات بطن وفرج کی پیروی وپرستش نے ایسے لوگوں کی عقلوں کو ایسا ماؤف اور اس قدر مسخ کر رکھا ہوتا ہے کہ ان کو مادہ ومعدہ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز تو خوب نظر آتی ہے لیکن حق وہدایت کی اس سیدھی راہ کا ان کو کوئی سراغ نہیں ملتا جو عقل سلیم اور فطرت مستقیم کے عین مطابق اور دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی اور فوز وفلاح کی واحد راہ ہے، مگر لوگوں کی اکثریت اس سے غافل ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین، یا رب العالمین۔

هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ

دنیا کی زندگی کی حقیقت تو ایک تماشا اور کھیل کے سوا کچھ نہیں، ف۹۰ اور یہ ایک قطعی حقیقت ہے کہ آخرت کا

الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾

جو گھر ہے وہی حقیقی زندگی کا گھر ہے، ف۹۱ کاش کہ یہ لوگ جان لیتے، ف۹۲ ﴿٦٤﴾

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

پھر (یہ بھی دیکھو کہ) جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں، اسی کے لئے خالص کر کے

الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾

اپنے دین کو، ف۹۳ مگر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے، تو یکایک یہ لوگ شرک کرنے لگتے ہیں، ف۹۴ ﴿٦٥﴾

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ښ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

تاکہ (اس طرح) یہ لوگ ناشکری کریں ہماری ان نعمتوں کی جن سے ہم نے ان کو نوازا ہوتا ہے، اور تاکہ کچھ اور مزے اڑا سکیں یہ

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ

لوگ (دنیائے دوں کے) سو عنقریب ان کو خود ہی معلوم ہو جائے گا، ﴿٦٦﴾ تو کیا ان لوگوں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ ہم نے (ان کے اس

مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ

شہر کو) ایک عظیم الشان حرم (اور) امن کا گہوارہ بنا دیا، جب کہ ان کے آس پاس کے لوگوں کو (ان کے سامنے) اچک لیا جاتا ہے، ف۹۵

۹۰ دنیاوی زندگی محض ایک کھیل اور تماشہ:- سو ارشاد فرمایا گیا اور نفی و اثبات کے اندازِ حصر و قصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ اس دنیاوی زندگی کی حقیقت اور حیثیت ایک کھیل اور تماشے کے سوا کچھ بھی نہیں، یعنی ایک کھیل تماشہ تو وہ ہوتا ہے جو چھوٹے بچے کرتے ہیں اور آپ بھی اس کو کھیل تماشہ ہی سمجھتے ہیں، اور ایک کھیل تماشہ اس بھری دنیا کی وہ ہنگامہ خیزی اور دوڑ دھوپ ہے جس میں ہم سبھی لوگ شریک ہیں مگر آپ اس کو کھیل تماشہ کی بجائے اپنی بڑی قابلیت لیاقت اور عقل مندی قرار دیتے ہیں، مگر جس طرح بچوں کا وہ کھیل تماشہ جلدی ختم ہو جاتا ہے اسی طرح آپ کی زندگی کا یہ کھیل تماشہ بھی ایک دن ختم ہو جائے گا اور آپ ہم سب اس عارضی و فانی دنیا کے دار الغرور والفناء کو چھوڑ کر دائمی زندگی کی اس عالم بے مثال کی طرف منتقل ہو جائیں گے جو آگے آ رہا ہے اور جس نے کبھی فنا نہیں ہونا۔ پس عقل مندی اور ہوش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان دنیا کے اس کھیل تماشہ میں الجھ اور پھنس کر اپنی آخرت کو فراموش نہ کرے بلکہ وہ اس کے لئے ہمیشہ تیاری کرتا رہے، ایسی صورت میں یہ زندگی بلاشبہ ایک قیمتی سرمایہ بن جائے گی کہ اس طرح انسان کو آخرت کی حقیقی اور ابدی بادشاہی سے سرفرازی نصیب ہوگی ورنہ سراسر دھوکے کا سودا اور سراب ہے، والعیاذ باللہ۔ سو اس ارشاد سے ابنائے دنیا کی گمراہ اور بے راہ روی کے اصل سبب کی نشاندہی فرما دی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کو دنیائے فانی کی دل فریبیوں نے اپنا

ایسا گرویدہ کرلیا ہے کہ یہ اس کے وقتی مفادات اور عارضی ملذات سے بالاتر کسی چیز کو سوچ ہی نہیں سکتے۔ حالانکہ یہ دنیا جس پر یہ لوگ اس قدر ریجھے ہوئے ہیں اور جس کے عشق نے ان کے دلوں اور ان کی عقلوں کو اس قدر ماؤف کردیا ہے چند روزہ لہو ولعب کے سوا کچھ نہیں۔ اصل زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے جس سے یہ لوگ آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں کہ وہ زندگی حقیقی بھی ہے اور ابدی و دائمی بھی، اور اصل کامیابی وہیں کی کامیابی ہے، پس اس کے تقاضوں کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے، وباللہ التوفیق، لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید،

۹۱ اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے:- سو ارشاد فرمایا گیا اور حرف تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ آخرت کا گھر ہی یقینی طور پر حقیقی زندگی کا گھر ہے جو کامل اور دائمی گھر ہے، نہ اس میں کوئی نقص ہے نہ فناء و زوال ''الحیاۃ الحقیقۃ التی لاموت فیھا ولا تنغیص'' (صفوۃ: ج۲ص ۴۶۷) ''الحیاۃ الدائمۃ التی لافناء بعدھا'' (المراغی: ج۲۱ص ۱۹) ''حیاۃ دائمۃ مستمرۃ خالدۃ لاموت فیھا'' (الکشاف: ج۳ص ۲۲۱) اسی لئے یہاں پر (حیاۃ) کی جگہ (حیوان) کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے کہ اس میں زیادتی اور مبالغہ کا معنی پایا جاتا ہے، گویا کہ اس زندگی کے اندر زندگی ہے ''ففیہ مبالغۃ فی معنی الحیاۃ'' (الکشاف: ج۳ص ۲۱۲) سو اصل حقیقت یہی ہے کہ آخرت کی اس حقیقی زندگی اور ابدی بادشاہی سے سرفرازی کا نصب العین اگر آنکھوں سے اوجھل ہوجائے تو یہ دنیا محض ایک کھیل تماشا اور ابدی خسارہ ہے، والعیاذ باللہ۔ اور دنیاوی زندگی کی قدر و قیمت بھی اسی صورت میں ہوسکتی ہے جبکہ اس کو آخرت کی کمائی کیلئے بخشی فرصت کے طور پر گزارا جائے کہ اس صورت میں انسان اس فانی زندگی کے بدلے میں آخرت کی ابدی بادشاہی حاصل کرسکتا ہے، اور اس صورت میں یہ دنیا یقیناً ایک انمول دولت بن سکتی ہے۔ اور اگر یہ نصب العین آنکھوں سے اوجھل ہوجائے تو پھر یہ یقینی طور پر محض چند روز کا کھیل تماشہ ہے اور اس صورت میں انسان ایک نہایت ہی ہولناک خسارے میں گھر کر رہتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۹۲ کاش کہ یہ لوگ جان لیتے:- یعنی یہ لوگ جان لیتے اس حقیقت کو کہ اصل زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے اور دنیا کی یہ زندگی جو آج ہمیں حاصل ہے دراصل اسی کے لئے کمائی اور تیاری کرنے کی ایک فرصت ہے، سو اگر یہ لوگ اس حقیقت کو جان لیتے تو ان کی زندگی کے انداز و اطوار بدل جاتے اور یہ دنیا کی اس فانی زندگی کو اصل مقصد بنانے اور اسی کے لئے جینے اور مرنے کی بجائے یہ اسکو آخرت کی اس اصل، حقیقی اور ابدی زندگی کو بنانے سنوارنے میں صرف کرتے، سو عقیدۂ آخرت ایک بڑا ہی انقلاب آفریں عقیدہ ہے جس کے بعد انسان کچھ کا کچھ بن جاتا ہے اور کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے، اور وہ اپنی اس فرصت حیات کو آخرت کی زندگی کے لئے کمائی اور وہاں کی ابدی بادشاہی سے سرفرازی کیلئے صرف کرتا ہے، اور اس طرح وہ حیات دنیا کی اس نعمت سے صحیح طور پر مستفید ہوتا ہے ورنہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اصل حقیقت تو بہر حال یہی ہے بشرطیکہ دنیا کے لوگ اس کو جانیں اور سمجھیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق کو حق سمجھنے اور اس کو اپنانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۹۳ توحید، انسان کی فطرت کی صدا و پکار:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ جب یہ لوگ کشتی پر سوا ہوتے ہیں تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں، اور اس وقت انسان اپنے خود ساختہ حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں اور معبودانِ باطلہ کو بھول جاتا ہے لیکن افسوس کہ آج کا کلمہ گو مشرک اس وقت بھی اللہ کی بجائے اس کی مخلوق کو پکارتا ہے اور وہ کہتا ہے ''یا علی مدد'' ''یا غوث دستگیر'' ''معین الدین اجمیر پار لگادے کشتی میری'' اور ''یا بہاؤ الحق بیڑا دھک'' وغیرہ اور وہ طرح طرح کے شرکیہ افسانے پھیلانے لگتا ہے، فالی اللہ المشتکی۔ بہرکیف اس سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ توحید انسان کی فطرت میں پیوست ہے، اسلئے ایسے مشکل وقتوں میں ایسے لوگ اپنے تمام خود ساختہ

معبودوں کو چھوڑ کر ایک خدائے وحدہٗ لاشریک ہی کو پکارتے ہیں کہ ان کی فطرت میں یہ بات پیوست ہے کہ حاجت روا مشکل کشا سب کا
وہی وحدہٗ لاشریک ہے اور سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے سبحانہ وتعالیٰ۔ اور دوسرا پہلو اس ارشاد کا یہ بھی ہے کہ دنیا
کے ان دستوں کو خود کشتی کے سواروں کی سی ہے کہ جب کشتی موافق ہوا کے ساتھ رواں دواں ہوتی ہے تو یہ اس طرح مگن
ہوتے ہیں کہ گویا یہ ہوا و موج سب انہی کے تابع فرمان ہیں۔ لیکن جونہی کشتی کسی طوفانی گرداب میں پھنستی ہے تو ان کو خدا یاد آتا ہے اور
اس وقت یہ اسے خلوص دل سے اخلاص کا عہد کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔ لیکن جب کشتی گرداب میں سے نکل گئی یہ پھر شرکیہ
مستیوں میں مست ہوتے ہیں جن میں یہ پہلے گئے ہوئے تھے اور اپنے اس عہد کو بھول جاتے ہیں جو انہوں نے اس مشکل وقت میں خدا
سے کیا تھا۔ اور اس طرح یہ اپنی بدبختی کی بنا پر اپنے خدا کی بخشی ہوئی نجات کو اسی کی ناشکری کا باعث بنا دیتے ہیں۔ جو کہ ظلم بالائے ظلم
اور محرومی کی انتہا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اپنی
رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین ویا اکرم الاکرمین ویا ارحم الراحمین۔

۹۴ کفرانِ نعمت کے ارتکاب کا ذکر وبیان۔ والعیاذ باللہ:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ مشکل کے اس وقت میں تو یہ لوگ
خلوص دل سے اخلاص کا عہد کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں مگر جب اللہ ان کو نجات دے دیتا ہے اور ان کو نکال کر خشکی میں لے آتا ہے تو یہ لوگ شرک
کرنے لگتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور اپنے خود ساختہ حاجت رواؤں پر چڑھاوے چڑھانے، غیر اللہ کے نام کی نیازیں دینے اور ان کی چوکھٹ پر نذرانے چڑھاتے
ہیں۔ اور ہر ایک کی نسبت گھڑتے اور کہتے ہیں کہ صاحب تو فلاں بزرگ نے غرق ہونے سے بچا لیا اور اس طرح اور اس طرح
سے بچا لیا وغیرہ وغیرہ۔ اور اس طرح یہ لوگ کفران نعمت کا ارتکاب کرتے اور شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی اپنے نفس
اور جان کی نجات کی اس نعمت سے نوازے جانے کو یہ خدا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ سو ارشاد ہوا کہ جو ان کو ہم نے دیا
دیتے ہیں اس میں یہ لوگ مزے اڑاتے رہیں اور دنیاوی متاع سے فائدے اٹھا لیں۔ آخرکار ان کو سب کچھ خود معلوم ہو جائے گا۔ جس
دن انہوں نے اپنے اس کئے کرائے کا خمیازہ بھگتنا ہوگا اور پوری طرح بھگتنا ہوگا تب ان کو خود پتہ چل جائیگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۹۵ نعمت امن کی تذکیر ویاد دہانی اور شکر نعمت کی تعلیم وتلقین:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ان لوگوں نے کبھی اس
بارے میں غور نہیں کیا کہ ہم نے ان کے اس شہر کو ایک عظیم الشان حرم امن کا گہوارہ بنا دیا جب کہ ان کے آس پاس کے لوگوں کو ان کے
سامنے اچک لیا جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ اس بارے غور و فکر سے کام لیتے تو ہماری اس عظیم الشان نعمت کے احسان سے یہ دل وجان سے
ہمارے حضور جھک جاتے اور ہماری ہی عبادت و بندگی بجا لاتے مگر ان ظالموں نے اس کے برعکس ہمارے گھر بیت اللہ شریف کے
اندر ہی مختلف بت رکھ کر ان کی پوجا شروع کر دی سو اگر یہ لوگ اس بارے میں غور و فکر سے کام لیتے تو ان کو نظر آتا کہ قدرت نے ان کو
کس قدر عظیم الشان نعمت سے نوازا ہے کہ یہ اس امن والے حرم میں چین اور سکون کی زندگی گزار رہے ہیں جبکہ ان کے آس پاس کی
یہ حالت ہے کہ لوگوں کو دن دہاڑے اچک لیا جاتا ہے۔ نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ مال نہ عزت نہ آبرو۔ مگر اس کے
جواب میں ان بدبختوں نے شکر نعمت کی بجائے کفران نعمت کی حد کر دی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اللہ کے گھر کو بت خانے میں
حرمت بتوں کو بٹھا دیا اور اللہ کو چھوڑ کر ان ہی کی پوجا شروع کر دی۔ سو یہ کس قدر بے انصافی اور کتنی بڑی ناشکری ہے۔ والعیاذ باللہ
العظیم۔ اللہ تعالیٰ حق و حقیقت کو جاننے اور اس کو صحیح طور پر اپنانے اور اپنائے رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ

کیا پھر بھی یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا کفر (وانکار) کرتے ہیں؟ ف٩٦ ﴿٦٧﴾ اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے

كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي

جو جھوٹ باندھے اللہ (پاک) پر، یا جھٹلائے حق کو جب کہ وہ اس کے پاس پہنچ جائے، ف٩٧ کیا جہنم میں ٹھکانا

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا

نہیں ایسے کافروں کے لئے؟ ف٩٨ ﴿٦٨﴾ اور جن لوگوں نے جہاد کیا (اور مشقت اٹھائی) ہماری راہ میں (اور ہماری رضا کے لئے) ف٩٩

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ ع

تو ہم ان کو ضرور نوازیں گے اپنی (رضا اور خوشنودی کی) راہوں سے، ف١٠٠ اور بے شک اللہ یقینی طور پر ساتھ ہے ایسے نیکوکاروں کے، ف١٠١ ﴿٦٩﴾

٩٦ باطل پر ایمان اور اللہ کی نعمتوں کا انکار؟ والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا یہ لوگ باطل مانتے ہیں، اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں، یہ استفہام یہاں پر انکار توبیخ اور تعجب کیلئے، یعنی حضرت واہب مطلق، جل جلالہ کی ایسی خاص عنایات کے ہوتے ہوئے بھی اس طرح کا کفر وانکار؟ یہ کس قدر ظلم اور کتنی بڑی بے انصافی ہے؟ والعیاذ باللہ۔ اور اس کفر وانکار کی ایک بڑی صورت یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے۔ حالانکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے، ای بان زعم ان لہ شریکا۔ (المراغی: ج٢١ص ٢٣) سو اس نعمت کا حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ صدق دل سے اس کی قدر کرتے ہوئے دل وجان سے اپنے خالق ومالک کے حضور جھک جاتے اور اپنے رسول پر سچے دل سے ایمان لا کر دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز ہوجاتے مگر انہوں نے اس کے برعکس کفران نعمت کو اپنا کر اپنے لئے دارین کی ہلاکت وتباہی کا سامان کیا اور بالآخر اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے، کہ یہی تقاضاءِ عدل وانصاف ہے۔ والعیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے ذکر وشکر سے سرفراز وسرشار رکھے اور کفران نعمت کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر ہی گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الرحمین۔

٩٧ حق کو جھٹلانا سب سے بڑا ظلم۔ والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا اور استفہام کے موثر اور بلیغ انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جبکہ وہ اس کے پاس پہنچ جائے؟'' یعنی اللہ کی کتاب کو جب کہ وہ اس کے پاس پہنچ جائے، وکذب بالقرآن لما جاءہ (الصفوۃ: ج٢ص ٤٦٨) ای کذب بالقرآن حین مجیئۃ۔ (المراغی: ج٢١ص ٢٣) سو حق کو جھٹلانا سب سے بڑا ظلم ہے اور ایسے لوگ سب سے بڑے ظالم ہیں، خاص کر ایسی صورت میں جب کہ حق ان کے پاس پہنچ چکا ہے کہ اس کے بعد ان کے لئے کوئی عذر بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ سو افتراء علی اللہ سے یہاں پر مراد شرک ہے اور حق سے مراد قرآن اور رسول ہیں، جو ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں، سو ﴿لما جاءہ﴾ کی قید سے واضح فرما دیا گیا کہ حق کے آجانے کے بعد ایسے لوگوں کیلئے کسی عذر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں ان کا جرم بہت سنگین ہوجاتا ہے۔ والعیاذ باللہ جل و علا بکل حال من الاحوال، و فی كُلِّ مَوطن مِنَ المواطن فی الحیاۃ.

۹۸ کافروں کا ٹھکانہ دوزخ۔ والعیاذ باللہ:- استفہام یہاں پر تقریری ہے، یعنی ہاں یقیناً ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسے کٹر کافروں کا ٹھکانہ اور ان کا آخری مقام دوزخ ہی ہوسکتا ہے، اور وہی ہوگا کہ ان کے اس جرم کفر کی سزا ان کو وہیں مل سکتی ہے جہاں کے ہولناک عذابوں کا تصور بھی اس دنیا میں کسی کیلئے ممکن نہیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس سے ایک تو اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ ایسے کٹر کافروں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور دوسرے یہ کہ ایسے کافر لوگ دنیا میں اگر ساری زندگی عیش بھی کرتے رہیں تو بھی ان کے بارے میں کبھی کسی قسم کے شک اور تردد میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ ان کا آخری ٹھکانا تو بہر حال دوزخ ہے جس میں ان کو ہمیشہ رہنا ہے، وہاں سب کسر نکل جائے گی۔ والعیاذ باللہ العظیم، سو اصل دولت ایمان و یقین کی دولت ہے۔ جو سعادت دارین سے سرفراز کرنی والی واحد دولت ہے۔ فالحمد اللہ جل و علا الذي شرفنا بمحض منه و كرمه.

۹۹ راہِ حق میں جہاد کی صورتیں؟:- ''جاہد'' جہد سے مشتق ہے جس کے معنیٰ مشقت اور تکلیف اٹھانے کے آتے ہیں اور جب یہ باب ''مفاعلہ'' میں جا کر ''مجاہدہ'' اور جہاد بن جاتا ہے تو اس وقت اس میں ''مقابلہ'' اور ''معارضہ'' کے معنیٰ پیدا ہو جاتے ہیں مگر یہاں اس کا کوئی مقابل ذکر نہیں فرمایا گیا جس سے عموم کا فائدہ ملتا ہے، مطلب یہ کہ یہ جہاد مختلف شکلیں اور کئی قسمیں ہیں، بت پرستوں، قبر پرستوں، صلیب پرستوں اور تعزیہ پرستوں وغیرہ وغیرہ کی صوت میں۔ والعیاذ باللہ۔ سو راہِ حق میں جہاد کی صورت میں مومن صادق کو حسب ضرورت و مواقع ان سب ہی محاذوں پر لڑنا پڑتا ہے۔ اس طرح اس کی پوری زندگی جہاد ہی سے عبارت ہو جاتی ہے، بہر کیف کفار کو ان کے آخری ٹھکانے تک پہنچانے کے بعد اب ان مظلوم مسلمانوں کی طرف توجہ فرمائی گئی ہے جو ان ظالم کافروں کی طرف سے طرح طرح کے مظالم سہہ رہے تھے۔ والعیاذ باللہ جل و علا بکل حال من الاحوال.

۱۰۰ اہل ایمان کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ جنہوں نے ہماری خاطر جہاد کیا اور مشقتیں اٹھائیں ہم ان کو اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں سے نوازیں گے، سو راہِ حق میں جہاد کرنے والوں کیلئے خاص عنایت خداوندی کا وعدہ ہے، اور حق تو ایک ہی ہے مگر اس تک پہنچنے اور اس سے سرفرازی کی راہیں بہت اور مختلف ہیں۔ اس لئے ''سبل'' جمع کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ بہر کیف اس ارشاد ربانی میں راہ حق میں جہاد کرنے اور مشقتیں اٹھانے والوں کے لئے بڑی بشارت اور عموم لفظ کے مطابق یہ وعدہ ان کے لئے دین و دنیا اور آخرت تینوں سے متعلق ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے اور مشقتیں اٹھانے والوں کے لئے دین کی راہیں کھلیں گے، ان کی دنیاوی مشکلات بھی حل ہوں گی اور آخرت میں بھی ان کو صراط حمید کی راہ ملے گی۔ وبـالـلـه التوفيق لما يحبُ و يريد، وعلى ما يُحبُ ويريد، بكل حالٍ مِنَ الاحوال، وهو الهادى الى سواء السبيل.

۱۰۱ یقیناً اللہ ساتھ ہے نیکوکاروں کے:- یعنی اپنی تائید و اعانت اور نصرت و امداد کے ساتھ، اور نیکوکار وہ لوگ ہیں جن کا کام بھی صحیح اور نیت و ارادہ بھی درست۔ اللہ ہمیں ان ہی میں سے بننا نصیب فرمائے تاکہ اللہ پاک کی معیت اور اس کی نصرت و عنایت کا یہ شرف حاصل ہوسکے۔ آمین ثم آمين يا رب العالمين و يا ارحم الراحمين و يا اكرم الاكرمين۔ سو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے محسن اور نیکوکاروں کے لئے ایک عظیم الشان بشارت ہے کیونکہ اللہ پاک کی معیت جن کو حاصل ہوگی ان کے لئے شمس و قمر بھی گرد راہ ہیں، اور پھر ان کے لئے ہر حال میں کامیابی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی معیت سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ ہے، وبـالـلـه التوفيق لما يحبُ و يريد، وعلى ما يُحبُ ويريد، بكل حالٍ مِنَ الاحوال، و في كُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ المواطن في الحياة۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے اور زیغ و ضلال کے ہر شائبہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

ایاتها ٦٠ ۳۰ سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ ۸۴ رکوعاتها ٦

سورۂ روم مکی ہے اس کی ساٹھ آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ

ا ل م ① مغلوب ہو گئے رومی ② قریب کی سرزمین میں، ف۱ اور وہ اپنی اس

بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ لِلّٰهِ

مغلوبیت کے بعد عنقریب ہی غالب آ کر رہیں گے، ف۲ ③ یعنی چند ہی سالوں میں (کہ غلبہ و مغلوبیت سمیت) ہر معاملہ اللہ ہی کے

الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ

اختیار میں ہے، پہلے بھی اور بعد بھی، ف۳ اور اس روز خوش ہو رہے ہوں گے

ف۱ **رومیوں اور انکی مغلوبیت کا ذکر و بیان:** - رومی تاریخ کی ایک قدیم اور عظیم الشان قوم ہے اور ان کا تعلق روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم سے ہے۔ اور قریب کی سرزمین سے مراد شام و فلسطین کی سرزمین ہے جو کہ عربوں کے سب سے قریب تھی اور جس پر اس دور میں رومیوں کا غلبہ اور ان ہی کی حکومت تھی۔ اور اس دور میں روم اور فارس دو بڑے بلاک تھے جن میں سے رومی بلاک کا تعلق اہلِ کتاب سے تھا۔ جبکہ فارس والے مشرک تھے۔ اور ان دونوں بلاکوں کے درمیان باہمی چپقلش اور جنگ و جدل کا سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں جاری ہی رہتا تھا۔ مسلمانوں کی ہمدردیاں جیسا کہ اگلے حاشیے میں آ رہا ہے قدرتی طور پر اہلِ کتاب سے تھیں اور مشرکین کی اہلِ فارس سے۔ سو اسی بارے میں یہاں پر رومیوں کی مغلوبیت اور پھر ان کے غلبے کا ذکر فرمایا گیا ہے جو کہ قرآنِ حکیم کی ایک عظیم الشان پیشینگوئی ہے۔ جس کی مزید تفصیل اگلے حاشیے میں آ رہی ہے۔ اور ابتلاء و آزمائش کی جس سنت اور دستورِ خداوندی کا ذکر پچھلی سورت میں اصل مقصود تھا اسی کے پیشِ نظر اس سورۂ کریمہ کے شروع میں اس قصے کا ذکر اور بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ رومیوں کی عارضی شکست کو مشرکین دلیل بنا کر حق اور اہلِ حق کا مذاق اڑاتے اور خوشیاں منا رہے تھے۔ اور ان کی اس مسرت و شادمانی سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو بہت دکھ اور صدمہ ہو رہا تھا۔ سو اسی واقعے کو اس سورۂ کریمہ کی تمہید بنا کر ان تمام مختلف پہلوؤں کی وضاحت فرما دی گئی ہے جن کی بنا پر کفار و مشرکین مغالطے میں مبتلا ہو رہے تھے اور جن کے اچھی طرح ذہن نشین نہ ہونے کے سبب سے مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھی خلجان لاحق ہوا تھا۔ سو اس طرح اس سورۂ کریمہ میں ان تمام شبہات کا ازالہ فرما دیا گیا جو سنتِ ابتلاء و آزمائش سے متعلق پیدا ہو گئے تھے یا پیدا ہو سکتے تھے۔ اور اس طرح قرآنِ حکیم نے دنیا کو ایک عظیم الشان پیشین گوئی سے سرفراز فرمایا۔ جو عام حالات کے بالکل خلاف تھی۔

۲ قرآنِ حکیم کی ایک عظیم الشان پیشینگوئی کا ذکر و بیان:- کہ "رومی مغلوب ہونے کے بعد عنقریب ہی غالب آجائیں گے"۔ اور رومیوں کی مغلوبیت کے بعد ان کے غلبے سے متعلق قرآنِ حکیم کی یہ ایک عظیم الشان پیشینگوئی تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ سو رومیوں سے انکے اہلِ کتاب ہونے کے رشتے کے باعث مسلمانوں کی دلی ہمدردیاں قدرتی طور پر ان کے ساتھ تھیں جبکہ شرک کے ناطے سے مشرکینِ عرب کا قارورہ اہلِ فارس سے ملتا تھا۔ یوں تو ان دونوں متحارب بلاکوں کی چپقلش و آویزش شروع سے ہی چلی آرہی تھی مگر اس کا ایک تازہ اور سخت قسم کا سلسلہ آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- کی بعثت مبارکہ سے کوئی آٹھ سال قبل ۶۰۳ء میں اس وقت شروع ہوا جب کہ فوکاس (Phocas) نامی ایک شخص نے قیصرِ روم ماریس (Mauric) کے خلاف بغاوت کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ تو اس واقعے کو بہانہ بنا کر اور ظلم کا بدلہ لینے کا اعلان کر کے شاہِ ایران خسرو پرویز نے فوکاس کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ کیونکہ پرویز کو ایران کا تخت ماریس کی مدد سے نصیب ہوا تھا اور وہ اس کو اپنا محسن سمجھتا تھا۔ چنانچہ وہ فوکاس کو پے در پے شکستیں دیتا ہوا ایک طرف شام میں حلب اور انطاکیہ تک پہنچ گیا۔ اور دوسری طرف ایشیائے کوچک میں اڈیسا (موجودہ اورفا) تک اس نے اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر روم کے اَعیانِ سلطنت نے افریقہ کے گورنر سے مدد طلب کی جس پر اس نے اپنے بیٹے ہرقل (HERACLUS) کو ایک طاقتور بیڑا دے کر قسطنطنیہ روانہ کر دیا جس نے وہاں پہنچتے ہی فوکاس کو معزول کر کے اس کے ساتھ وہی حشر کیا جو اس نے اپنے پیش رو ماریس کے ساتھ کیا تھا۔ یہ قصہ ۶۱۰ء کو پیش آیا۔ اور یہی وہ سال تھا جس میں آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- کو منصبِ نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تھا۔ رومی حکومت کے اس انقلاب سے وہ عذر اگرچہ ختم ہو گیا تھا جس کو خسرو پرویز نے اپنی جنگ کے لئے بہانہ بنایا تھا مگر اسکے باوجود وہ اپنے حملوں اور تباہ کاریوں میں بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد ۶۱۴ء میں بیت المقدس پر بھی قبضہ کر لیا۔ جس کے بعد ایرانیوں نے مسیحی دنیا پر قیامت ڈھا دی۔ ۹۰ ہزار عیسائیوں کو اس شہر میں تہِ تیغ کیا گیا۔ ان کے سب سے بڑے مقدس کلیسا کو تباہ کر دیا گیا۔ ان کی اس اصلی صلیب کو جس کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ حضرتِ مسیح کو اسی پر سولی دی گئی مجوسیوں نے چھین کر مدائن پہنچا دیا۔ لاٹ پادری زکریا کو وہ پکڑ کر لے گئے اور شہر کے تمام بڑے بڑے گرجوں کو انہوں نے زمین بوس کر دیا۔ خسرو پرویز پر فتح کا نشہ جس بری طرح سے سوار تھا اس کا اندازہ اس کے اس خط سے لگایا جا سکتا ہے جو اس نے یروشلم -بیت المقدس- سے قیصرِ روم ہرقل کو لکھا تھا۔ جس میں وہ کہتا ہے "سب خداؤں سے بڑے خدا اور تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینے اور بے شعور بندے ہرقل کے نام۔ تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے۔ تو کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھوں سے بچا لیا؟"۔ سو اس سے اَبنائے دنیا کی تنگ ظرفی اور ان کے کبر و نخوت کی ذہنیت ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اللہ پاک -سبحانہ وتعالیٰ- جو ان کو ڈھیل دیتا ہے اس سے ان کے دماغ کس طرح اور کس درجہ خراب ہو جاتے ہیں۔ بہرکیف اس کے بعد ایرانی فوجیں آگے بڑھتی چلی گئیں یہاں تک کہ ایک سال کے اندر اندر وہ اردن، شام، فلسطین اور جزیرہ نمائے سینا پر قبضہ کرنے کے بعد حدودِ مصر تک پہنچ گئیں۔ یہی وہ زمانہ تھا

جب کہ مسلمان مکہ مکرمہ میں کفارِ قریش کی طرف سے ظلم وستم کی چکی میں پس رہے تھے۔ یہاں تک کہ ۶۱۵ء میں ان کی ایک بڑی تعداد ہجرت کر کے حبشہ کی عیسائی سلطنت کے یہاں پناہ لینے پر مجبور ہوگئی۔ اس وقت سلطنتِ روم پر ایران کے غلبے کا چرچا ہرزبان پر تھا۔ کفارِ قریش اور مشرکینِ مکہ بغلیں بجا رہے تھے اور مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ جس طرح ایران کے آتش پرست رومی اہلِ کتاب پر غالب آ گئے اسی طرح ہم بھی تم پر غلبہ پا کر تمہارے دین کو مٹا کر رہیں گے۔ اس ہولناک پسِ منظر اور ان مہیب حالات میں قرآنِ حکیم نے یہ عظیم الشان پیشینگوئی فرمائی کہ "رومی اپنی اس مغلوبیت کے بعد پھر غالب آ کر رہیں گے۔ اور اس دن مسلمان اللہ کی دی ہوئی فتح پر خوشیاں منا رہے ہوں گے"۔ سو اس طرح اس میں ایک کی بجائے دو پیشینگوئیاں فرما دی گئیں۔ ایک رومیوں کے غلبے کی اور دوسری مسلمانوں کے فتح پانے کی۔ حالانکہ دور دور تک بھی ان کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے بلکہ بظاہر حالات اس کے بالکل برعکس تھے۔ ایرانی فوجیں رومیوں کو تاخت و تاراج کرتی ہوئی ایک طرف ۶۱۹ء تک پورے مصر پر قابض ہو گئیں اور دوسری طرف وہ رومی فوجوں کو مارتی دباتی باسفورس کے کنارے پہنچ گئیں یہاں تک کہ قیصرِ روم نے شاہِ ایران خسرو پرویز کے پاس اپنا ایلچی بھیج کر نہایت عاجزانہ طور پر یہ درخواست پیش کی کہ "میں ہر قیمت پر صلح کرنے کے لئے تیار ہوں" مگر اس کے جواب میں شاہِ ایران نے جو کہ فتح کے نشے میں چور تھا اس نے کہا کہ "اب میں قیصر کو اس وقت تک امان نہ دوں گا جب تک کہ وہ پابزنجیر ہو کر میرے سامنے حاضر نہ ہو اور اپنے خدائے مصلوب کو چھوڑ کر خداوندِ آتش کی بندگی اختیار نہ کر لے"۔ آخر کار قیصر اس حد تک شکست خوردہ ہو گیا کہ اس نے قسطنطنیہ چھوڑ کر قرطاجنہ -موجود تیونس- منتقل ہو جانے کا ارادہ کر لیا۔ جبکہ مسلمان ادھر مکہ مکرمہ میں بالکل نہتے اور بے دست و پا تھے۔ ہر طرف سے مارے کھدیڑے اور دبائے ستائے جا رہے تھے۔ اس لئے مغربی مورخین تک بھی قرآنِ حکیم کی اس پیشینگوئی کو حالات کے یکسر خلاف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مشہور انگریز مورخ گبن کا کہنا ہے کہ قرآنِ مجید کی اس پیشینگوئی کے سات آٹھ برس بعد تک بھی کوئی آدمی یہ تصور نہ کر سکتا تھا کہ رومی سلطنت ایران پر دوبارہ غالب آ سکتی ہے۔ غالب آنا تو درکنار کسی کو یہ بھی امید نہ تھی کہ اب یہ سلطنت زندہ بھی رہ سکے گی۔ (رومن ایمپائر) اسی لئے قرانِ حکیم کی یہ آیاتِ کریمہ جب نازل ہوئیں تو ابی بن خلف اور حضرتِ صدیق اکبرؓ کے درمیان یہ شرط طے پائی کہ اگر دس سال کے اندر اندر رومی غالب آ گئے تو وہ حضرتِ صدیقؓ کو ایک سو اونٹ دے گا۔ ورنہ حضرتِ صدیقؓ کو ایک سو اونٹ اسے دینا ہوں گے۔ یہاں تک کہ ۶۲۲ء میں جب ادھر آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور ادھر ہرقل نے ۶۲۳ء میں آرمینیا سے اپنا حملہ شروع کر دیا۔ اور دوسرے سال ۶۲۴ء میں اس نے آزربائیجان میں گھس کر زرتشت کے مقام پیدائش "ارمیاہ" کو تباہ کر دیا اور ان کے سب سے بڑے آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ادھر ٹھیک اسی سال مسلمانوں کو بدر میں کفار کے مقابلے میں وہ عظیم الشان فتح نصیب ہوئی جس کو قرآنِ پاک نے "فرقان" قرار دیا ہے۔ یعنی حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر دینے والی فتح۔ اور اس طرح دس سال سے بھی کم عرصے میں قرانِ حکیم کی یہ دونوں عظیم الشان پیشینگوئیاں حرف بحرف پوری ہو گئیں۔ اور ایک دنیا ورطہ حیرت میں ڈوب کر رہ گئی کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ حضرتِ

صدیق اکبرؓ وہ شرط جیت گئے جو آپؓ سے مشرکینِ عرب کے سردار ابی بن خلف نے لگائی تھی مگر وہ اس دوران مرگیا تھا تو حضرتِ صدیق اکبرؓ نے شرط کے وہ سو اونٹ اس کے وارثوں سے وصول کیے۔ واضح رہے کہ اس وقت تک اس طرح کی دوطرفہ شرط ممنوع نہیں قرار دی گئی تھی۔ اس لئے حضرتِ صدیق اکبرؓ کو حضور نے اس سے روکا اور منع نہیں فرمایا لیکن جب قمار۔ جوئے۔ کی حرمت نازل ہوئی تو اس طرح کی دوطرفہ شرط کو بھی ممنوع قرار دے دیا گیا مگر حرمت نازل نہ ہونے کے باوجود آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے اس کو پسند نہ فرمایا اور صدیقِ اکبرؓ کو ان اونٹوں کے بارے میں فرمایا کہ انہیں صدقہ کردو۔ چنانچہ آپؓ نے وہ سب کے سب اونٹ صدقہ کردئے۔ پھر اس کے بعد رومی فوجیں ایرانی فوجوں کو کچلتی دباتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ ۶۲۷ء میں نینوا کی فیصلہ کن لڑائی میں انہوں نے ایرانی سلطنت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ ۶۲۸ء میں شاہِ ایران خسرو پرویز کے خلاف اس کے گھر میں بغاوت ہوگئی۔ اس کے اٹھارہ بیٹوں کو اس کے سامنے قتل کردیا گیا اور اس کے کچھ ہی روز بعد وہ خود بھی جیل کی سختیوں کو برداشت نہ کرتے ہوئے دم توڑ گیا۔ عین اسی سال حدیبیہ کی صلح ہوئی جسے قرآن "فتح مبین" سے تعبیر کرتا ہے۔ اور اسی سال خسرو پرویز کے بیٹے قباد ثانی نے تمام رومی مقبوضہ جات واپس کرکے رومیوں سے صلح کرلی اور اصلی صلیب بھی ان کے حوالے کردی جسے نصب کرنے کے لئے قیصرِ روم ۶۲۹ء میں خود یروشلم ۔بیت المقدس۔ گیا۔ اور اسی سال آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہجرت کے بعد پہلی مرتبہ عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ داخل ہوئے۔ سو اس طرح قرآنِ حکیم کی یہ عظیم الشان پیشینگوئی اور خوشخبری اس قدر جلد پوری ہوگئی۔ والحمدللہ جل وعلا۔

۸ ﴿بضع سنین﴾ کا مفہوم اور اس سے مراد؟:۔ یعنی "چند ہی سالوں میں"۔ ﴿بضع﴾ کا اطلاق تین سے دس تک کے عدد پر ہوتا ہے۔ اسی لئے جب حضرتِ صدیق اکبرؓ نے ابی بن خلف سے تین سال کی شرط باندھی تو آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے فرمایا کہ قرآنِ پاک میں تو ﴿بضع﴾ کا لفظ آیا ہے جو تین سے دس تک کے عدد پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا تم ابی سے اسی کے مطابق شرط لگاؤ اور اونٹوں کی تعداد دس سے بڑھا کر ایک سو کردو۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ بہرکیف ﴿بضع سنین﴾ کی اس تصریح سے واضح فرمادیا گیا کہ رومیوں کے غلبے اور اہلِ فارس کے مغلوب ہونے کی اس انقلاب آفریں پیشینگوئی کے تحقق ووقوع میں کوئی زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ بلکہ یہ سب کچھ چند ہی سالوں کے اندر وقوع پذیر ہوجائے گا۔ اس غلبے کے مستقبل قریب میں واقع ہوجانے کا ذکر اگرچہ ﴿سیغلبون﴾ کے ارشاد میں بھی آگیا تھا لیکن اس میں قدرے ابہام تھا۔ کیونکہ اس میں کوئی تصریح نہیں تھی کہ مستقبل قریب میں یہ غلبہ کب اور کتنے عرصے میں متحقق ہوگا۔ اس لیے ﴿بضع سنین﴾ کی تصریح سے اس ابہام کو رفع فرمادیا گیا۔ کیونکہ ﴿بضع﴾ کا اطلاق زیادہ سے زیادہ دس تک کی تعداد کیلئے ہوتا ہے۔ سو اس طرح قرآنِ حکیم نے اس پیشینگوئی کو نازل کرکے مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ رومیوں کی مغلوبیت سے تمہارے دشمنوں کی یہ خوش فہمی محض چندروزہ ہے جو کہ کچھ ہی عرصے میں ان کیلئے غم واندوہ کا باعث بن کر رہے گی۔ سو ایسے ہی ہوا کہ تقریباً نو سال کے قلیل عرصے میں رومی مغلوب ہونے کے بعد پھر غالب آگئے اور مجوسِ فارس ذلیل وخوار ہوکر ختم ہوگئے جیسا کہ اوپر تفصیل سے گزرا۔ فالحمدللہ رب العالمین۔ پس اہلِ ایمان کی نظر صرف ظواہر پر نہیں ہونی چاہیے۔ وباللہ التوفیق

الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

ایمان والے، ④ اللہ کی مدد سے اللہ مدد فرماتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے (سب پر) غالب،

الرَّحِيْمُ ⑤ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ

انتہائی مہربان، ف۴ ⑤ اللہ کا وعدہ ہو چکا، اور اللہ کبھی خلاف ورزی نہیں فرماتا اپنے وعدے کی، لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ

لوگوں کی اکثریت جانتی نہیں (حق اور حقیقت کو،) ف۵ ⑥ یہ لوگ تو دنیاوی زندگی کا بھی ایک

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦ اَوَلَمْ

ظاہری (اور مادی) پہلو جانتے ہیں (اور بس،) اور آخرت سے یہ بالکل غافل (و بے خبر) ہیں، ف۶ ⑦ کیا

ف۴ **اور اللہ ہی ہے سب پر غالب انتہائی مہربان:** - پس مسلمان کا اصل تکیہ وبھروسہ اسی خدائے عزیز ورحیم پر ہونا چاہیئے نہ کہ محض ظاہری اسباب ووسائل پر کہ اصل معاملہ بہرحال اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے سبحانہ وتعالیٰ، سو وہ ایسا عزیز اور زبردست ہے کہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ اسکے ارادہ ومشیت میں کوئی اس کا مزاحم نہیں ہوسکتا لیکن وہ چونکہ انتہائی مہربان اور رحیم بھی ہے اس لیے اس کا ہر فیصلہ اور ہر حکم وارشاد نہایت رحمت وعنایت اور عدل وحکمت پر مبنی ہوتا ہے سبحانہ وتعالیٰ یہاں پر ﴿ بنصر الله ﴾ کا تعلق ﴿سیغلبون ﴾ سے بھی ہوسکتا ہے۔ سو اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کو جو غلبہ حاصل ہوگا وہ اللہ ہی کی مدد سے حاصل ہوگا کہ اللہ ہی ہے جو مدد فرماتا ہے جس کی چاہتا ہے۔ اسکے سوا کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکتا۔ نیز اس ارشاد کا تعلق ﴿یفرح المومنون ﴾ سے بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی "اس روز ایمان والے اللہ کی مدد سے خوش ہو رہے ہونگے"۔ جو ظاہر ہے کہ ان کے لیے بڑی خوشی ومسرت کا موقعہ ہوگا۔ بہرکیف یہاں پر "عزیز" اور "رحیم" کی دو صفتوں کا ذکر فرما کر اس کی مشیت کی نوعیت کا اظہار فرما دیا گیا ہے۔ سو چونکہ وہ "عزیز" ہے اس لیے کوئی اسکی مشیت میں مزاحم نہیں ہوسکتا۔ لیکن چونکہ وہ "رحیم" بھی ہے اس لیے اس کا ہر ارادہ رحمت وعنایت اور عدل وحکمت ہی پر مبنی ہوتا ہے سبحانہ وتعالیٰ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے سایوں میں رکھے، آمین ثم آمین۔

ف۵ **عوام الناس کی اکثریت جاہل و بے خبر، والعیاذ باللہ:** - سو اس سے تصریح فرمادی گئی کہ عوام الناس کی اکثریت جاہل اور بے خبر ہوتی ہے، اس لیے ایسے لوگ جہالت ولاعلمی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں پڑے بھٹک رہے ہیں - والعیاذ باللہ - سو یہ صرف ظاہر کو دیکھتے اور اسی کو جانتے اور مانتے ہیں اور وہ بھی اس حد تک کہ اس سے وہ کیا کیا ظاہری اور مادی فوائد حاصل کر سکتے ہیں اور کیا منافع کما سکتے ہیں اور بس۔ یعنی ان کی نگاہ صرف مادی پہلو تک ہی محصور ہوتی ہے اور بس۔ اور وہ اس پر غور نہیں کرتے کہ یہ سب کچھ بنایا کس نے؟ اور نعمتوں اور حکمتوں بھری اس کائنات کو چلاتا کون ہے۔ اور اس کا ہم پر حق کیا ہے؟ انکی نگاہیں صرف ظاہری اسباب و

وسائل تک محدود رہتی ہیں۔ اور وہ اس مخفی ہاتھ کو نہیں دیکھ سکتے جو اصل میں ان ظواہر کے پیچھے کارفرما ہوتا ہے۔ اور اس بنا پر ان کو اصل حقیقت کا ادراک اور اس تک رسائی نصیب نہیں ہوسکتی۔ سو علم کی روشنی عظیم الشان روشنی ہے لیکن واضح رہے کہ اس سے مراد وہ علم نہیں جس کو اہلِ دنیا علم سمجھتے ہیں کہ اس کا تعلق تو مادہ اور معدہ کے تقاضوں ہی سے ہے۔ وہ مادیت کی حدود سے نکل ہی نہیں سکتا بلکہ اس علم سے مراد حق وحقیقت سے آگہی بخشنے والا وہ علم ہے جس کا تعلق مصدر وحی سے ہو کہ وہی علم انسان کو اصل حقائق سے آگاہی بخشتا ہے۔ اور حق وہدایت کی راہوں کو روشن اور واضح کرتا ہے، اور اسی کے نتیجے میں انسان کو حق اور حقیقت سے آگہی نصیب ہوتی ہے، ورنہ دنیا والوں کا علم برق وبخارات کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکتا بقولِ اقبال مرحوم- وہ علم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم- حد اس کے کمالات کی ہے برق وبخارات-

۱۲ آخرت سے غفلت محرومیوں کی محرومی: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے لوگ آخرت سے بالکل غافل و بے خبر ہوتے ہیں۔ ان کا اوڑھنا، بچھونا اور مقصود و منتہا دنیا ہی دنیا ہے اور بس۔ سو آخرت سے تو یہ ہر اعتبار سے غافل و بے خبر ہیں ہی مگر اس دنیا کو بھی یہ ہر پہلو اور ہر اعتبار سے نہیں جانتے بلکہ اس کے بھی کسی صرف ظاہری اور مادی پہلو پر ہی ان کی نظر ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں پر ''ظَاهِرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا'' نہیں فرمایا گیا بلکہ ﴿ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ فرمایا گیا ہے۔ اور اہلِ علم پر ان دونوں تعبیروں کے درمیان پایا جانے والا فرق مخفی نہیں۔ سو ان کی نظر صرف اس کے مادی پہلو پر ہوتی ہے۔ اور مادی پہلو کے بھی سب زاویے کسی کے سامنے نہیں ہوتے بلکہ اس کا بھی کسی کے سامنے کوئی گوشہ ہوتا اور کسی کے سامنے کوئی اور گوشہ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان دنیا داروں میں سے کوئی صرف تجارت واقتصاد میں مہارت رکھتا ہے، کوئی زراعت وغیرہ میں، کوئی سیاست واجتماع میں، کوئی طب وصحت میں، کوئی فصاحت وبلاغت میں اور کوئی تعمیر وبناء میں وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ کوئی صرف کان کا سپیشلسٹ ہے، کوئی صرف ناک کا، کوئی صرف جلد کا، کوئی صرف پیٹ کا، کوئی صرف آلاتِ تناسل وبول کا اور کوئی صرف نفسیات کا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ سب کچھ بھی ان کی ظاہری حد تک اور مادی پہلو سے متعلق اور بس۔ اس سے آگے نہ یہ لوگ سوچتے ہیں نہ غور کرتے ہیں۔ حالانکہ اصل حقائق وہی ہیں جو ان مادیات کے پردوں کے پیچھے کارفرما ہیں۔ سو اہلِ دنیا کی اکثریت کا حال ہمیشہ یہی رہا کہ وہ دنیا کی ہر چیز کے مادی پہلو ہی پر نظر رکھتے ہیں اور اسکو یہ لوگ بہت کچھ بلکہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور اس علم کے گھمنڈ میں ایسے لوگ حضراتِ انبیاء ورسل کے ذریعے ملنے والے اس علمِ وحی سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اس کی تحقیر تک کرتے ہیں جو اصل حقائق سے آگہی اور ان تک رسائی بخشنے والی واحد روشنی ہے۔ جس کے نتیجے میں یہ اور بھی گھمبیر اور گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس طرح ان کا یہ مادی علم ان کی اور بھی دوری اور محرومی کا باعث بن جاتا ہے اور اس طرح ایسے لوگ ہاویہ ہلاکت کی طرف لڑھکتے چلے جاتے ہیں مگر ان کو اپنی اس ہولناک محرومی کا کوئی شعور واحساس ہی نہیں ہوتا، جو کہ خساروں کا خسارہ ہے- والعیاذ باللہ العظیم-

يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قف مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ

ان لوگوں نے کبھی غور وفکر سے کام نہیں لیا اپنے دلوں میں ؟ کہ اللہ نے نہیں پیدا فرمایا آسمانوں اور

الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ط وَ

زمین اور ان کے درمیان کی کائنات کو مگر حق کے ساتھ، اور ایک مقررہ مدت تک کے لئے، اور

۷ **اپنے باطن میں اتر کر غور و فکر کی دعوت و تلقین:** - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا ان لوگوں نے کبھی اپنے میں اتر کر غور نہیں کیا"۔ یعنی اگر یہ لوگ اپنے دلوں میں اتر کر سوچتے اور غور و فکر سے کام لیتے تو ان کے سامنے اصل حقائق واضح ہو جاتے۔ اور یہ بات ان کے سامنے کھل کر آ جاتی کہ آسمان و زمین کا یہ سارا کارخانۂ ہست و بود بے کار اور بے مقصد نہیں ہو سکتا۔ دوسرا مطلب اس ارشادِ ربانی کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے خود اپنے بارے میں سوچا اور اپنے نفسوں کے بارے میں غور نہیں کیا جو کہ ان کے سب سے زیادہ قریب ہیں اور جن میں عبرت و بصیرت کے بڑے بڑے درس موجود ہیں۔ حضراتِ مفسرینِ کرام نے اس آیتِ کریمہ کے یہ دونوں مطلب بیان کئے ہیں اور دونوں ہی صحیح اور اپنی اپنی جگہ اہم ہیں۔ اور دونوں میں غور و فکر اور تفکر و تدبر کی دعوت ہے۔ (الاساس فی التفسیر، فتح القدیر، ابن کثیر، المراغی اور المعارف وغیرہ وغیرہ)۔ سو اس ارشادِ ربانی میں لوگوں کو دعوت دی گئی ہے کہ یہ اپنے باطن میں اتر کر غور و فکر سے کام لیں تاکہ اس طرح یہ اِدراکِ حق و حقیقت کے اس گوہرِ مقصود سے بہرہ ور ہو سکیں جو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز کرنے والا بے مثال گوہر ہے۔ وباللہ التوفیق۔ سو اگر یہ لوگ اس بارے سوچتے اور صحیح معنوں میں غور و فکر سے کام لیتے تو ان کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان میں جو بھی کچھ ہے اس میں سے کسی بھی چیز کو بے مقصد اور بیکار نہیں پیدا کیا گیا۔ بلکہ ان میں سے ایک ایک چیز ایک خاص حکمت و غایت اور ایک مقصد و نہایت سے بندھی ہوئی ہے اور اس میں بڑے بڑے درسہائے عبرت و بصیرت مخفی و مستور ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صحیح معنوں میں غور و فکر سے کام لیتا اور حق اور حقیقت تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید، و علی ما یحب و یرید ، بکل حال من الاحوال ،

۸ **عقیدۂ آخرت سے محرومی ہر خیر سے محرومی - والعیاذ باللہ:** - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز با مقصد اور با غایت ہے، نیز یہ کہ اس کا وجود اور اس کی بقاء ایک مقررہ مدت تک کیلئے ہے اور بس۔ تو پھر یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اس سب کا مخدوم و مطاع یہ انسان بیکار و بے مقصد ہو؟ اور اس سے اس کے کیے کرائے کے بارے میں کوئی پرسش نہ ہو۔ اور اس کو اس کا کوئی صلہ و بدلہ نہ ملے؟ سو اسی لیے قیامت کا قیام ضروری ہے لیکن بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات اور اسکے حضور پیشی کے منکر ہیں۔ اور یہی ہے اصل بیماری اور خرابیوں کی جڑ بنیاد کہ عقیدۂ آخرت کے اِنکار کے بعد آدمی ایک لایعنی اور غیر ذمہ دار شخص بن کر رہ جاتا ہے۔ اور وہ اپنی متاعِ زندگی کو دنیائے دوں کے متاعِ غرور کے پیچھے صرف کر کے دارین کے خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو عقیدۂ آخرت سے محرومی ہر خیر سے محرومی اور خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ⑧

بے شک بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات (اور اس کے حضور پیشی) کے پکے منکر ہیں، ف۸ ⑧

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں (اللہ کی) اس زمین میں؟ تا کہ یہ دیکھ لیتے کہ کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، وہ لوگ قوت میں ان سے کہیں بڑھ کر سخت تھے انہوں نے (اپنے اغراض و مقاصد

وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ

کے لئے) ادھیڑ ڈالا تھا زمین کو اور اس کو انہوں نے اس سے کہیں زیادہ آباد کیا تھا جتنا کہ (آج کے) ان لوگوں نے آباد کیا ہے

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

اور ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر روشن نشانیاں لے کر آئے، تو (انہوں نے اپنی مادی قوت و ترقی کے گھمنڈ میں ان کی تکذیب کی

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ⑨ ۭ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ

جس پر بالآخر وہ سب پکڑے گئے تو) کہیں اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر کوئی ظلم کرتا، مگر وہ لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کر رہے تھے، ف۹ آخر کار ⑨

۹ تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین: ۔سو اس ارشاد سے ماضی کی ان قوموں کے جرم تکذیب و انکار اور ان کے آخری انجام کے ذکر و بیان سے تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے۔ لیکن تکذیب و انکارِ حق خود اپنی جانوں پر ظلم ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ایسا نہیں تھا کہ ان پر کسی طرح کا کوئی ظلم کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کر رہے تھے"۔ مگر وہ لوگ تکذیب و انکارِ حق سے خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔ سو دینِ حق سے منہ موڑنے والا خود اپنی ہی محرومی کا سامان کرتا اور اپنی جان ہی پر ظلم ڈھاتا ہے مگر وہ سمجھتا نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو کلمہ حق و ہدایت سے سرفرازی دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے اور اس سے محرومی دارین کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف ان آیاتِ کریمات سے تاریخ سے سبق لینے کی ہدایت و تلقین فرمائی گئی ہے کہ ماضی کی ان قوموں نے جن کو اپنی قوت و طاقت پر بڑا گھمنڈ اور ناز تھا اور انہوں نے مادی اعتبار سے بہت بڑی ترقی کی بھی تھی لیکن جب ان کے پاس ان کے رسول روشن آیات، واضح نشانات اور کھلے دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے اسی کبر و غرور اور زعم و گھمنڈ میں پیغمبر کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی آیتوں کو جھٹلا دیا جس کے نتیجے میں وہ اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ سو نورِ حق و ہدایت سے محرومی ہر چیز سے محرومی اور تکذیبِ حق باعثِ ہلاکت و تباہی ہے۔ گزشتہ قوموں اور امتوں کی تاریخ اس پر شاہد عدل اور برہانِ صدق ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

بڑا ہی برا انجام ہوا ان لوگوں کا جو برائیاں کرتے رہے تھے ۱۰ اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو اور وہ ان

كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۱۰ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

کا مذاق اڑاتے تھے، ۱۱ ۱۰ اللہ ہی پہلی مرتبہ پیدا فرماتا ہے اپنی مخلوق کو پھر وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا اس کو، (اپنی قدرت کاملہ اور

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۱۱ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

حکمت بالغہ سے،) پھر تم سب لوگوں کو بہرحال اسی کی طرف جانا ہے لوٹ کر، ۱۱ اور جس دن قیامت قائم ہوگی (اس دن مارے دہشت وحیرت

۱۰ برائیوں کے ارتکاب کا نتیجہ برا - والعیاذ باللہ: - ﴿السُّوْءٰى﴾ "اَسْوَاُ" سے مونث کا صیغہ ہے۔ یعنی "بہت ہی برا" اور "بڑا ہی ہولناک انجام" اور ان لوگوں کا یہ انجام ان کے اپنے کیے کرائے کے نتیجے میں ہی ہوا۔ اور اس طرح یہ لوگ مٹ مٹا کر ہمیشہ ہمیش کے خسارے میں مبتلا ہوگئے - والعیاذ باللہ العظیم - سو ماضی کی ان قوموں کے حالات اور ان کے انجام میں غور وفکر سے کام لینے میں بڑا درسِ عبرت ہے۔ اور اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حضراتِ انبیائے کرام - علیہم الصلوۃ والسلام - کی دعوت کو جھٹلانے اور دینِ حق سے منہ موڑنے اور اس کا انکار کرنے والی قوموں کا انجام بہت ہی برا اور نہایت ہی ہولناک ہوا ہے - والعیاذ باللہ - تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا جو تاریخ کے ان صفحات سے درس لے؟ - فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟ - سو حق کی تکذیب وانکار کے مجرموں کو ڈھیل جتنی بھی ملے ان کا انجام بہرحال برا اور بہت برا ہے۔ اور انہوں نے آخرکار بہرحال ہلاکت وتباہی سے دوچار ہو کر رہنا ہے۔ ماضی کی ان منکر و مکذب قوموں کا حال اور ان کا انجام اس حقیقت پر شاہد عدل وحق ہے کہ تکذیب اور انکارِ حق کے نتیجے میں ایسی قومیں آخرکار ہلاکت اور تباہی کے گھاٹ پر اتر کر رہیں - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق وصدق پر مستقیم وثابت قدم رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین،

۱۱ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب اور ان کے استہزاء کا انجام نہایت برا: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ آخرِ کار بڑے ہی برے انجام سے دوچار ہوئے وہ لوگ جو برائیاں کرتے رہے تھے۔ اس بنا پر کہ انہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ پاک کے کلام پر عمل نہ کرنا اور چیز ہے اور ان کا مذاق اڑانا اور چیز۔ اول گناہ ہے جب کہ ثانی کفر۔ اور اس کا انجام بہت ہی برا ہے - والعیاذ باللہ العظیم - سو کوئی مانے یا نہ مانے یہ حقیقت اپنی جگہ پر ایک اٹل اور قطعی حقیقت ہے کہ اللہ پاک کی آیتوں کو جھٹلانے اور ان کے مذاق اڑانے - والعیاذ باللہ - کا انجام بڑا ہی برا اور نہایت ہی ہولناک ہے کہ ایسے لوگوں کیلئے دنیا میں ہلاکت وتباہی ہے اور آخرت میں ان کیلئے دوزخ کا وہ ہولناک عذاب ہے جس کا اس دنیا میں تصور کرنا بھی کسی کے بس میں نہیں۔ اور جس سے نکلنے کی پھر کوئی صورت بھی ان کیلئے ممکن نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ یہی وہ سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ہے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے، والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ایسے مہالک کے ہر شائبہ سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین۔ ویا ارحم الرحمین۔

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا

(کے) ہک دھک رہ جائیں گے مجرم لوگ، ۱۲ ﴿۱۲﴾ اور ان کے (من گھڑت) شریکوں میں سے کوئی بھی ان کا سفارشی نہیں بن سکے گا،

وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

اور وہ خود ہی اپنے ان شریکوں کے منکر ہو جائیں گے۔ ۱۳ ﴿۱۳﴾ اور جس روز قیامت قائم ہوگی

يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اس روز لوگ (اپنے اپنے عقیدہ وایمان کی بناء پر) بٹ جائیں گے۔ ۱۴ ﴿۱۴﴾ پھر جو ایمان لائے ہوں گے، اور انہوں نے کام بھی

۱۲ روزِ قیامت کی ہولناکی کی تذکیر و یاد دہانی: ۔۔سو غافل دنیا کو اس ہولناک دن کی تذکیر و یاد دہانی کراتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا "اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مجرم لوگ ہک دھک رہ جائیں گے"۔ کہ جس قیامت کو وہ مانتے ہی نہ تھے اور جس کے وقوع کو وہ ناممکن سمجھتے تھے اور اس کو زندگی بھر جھٹلاتے اور اس کا مذاق اڑاتے رہے تھے وہ آج اپنی تمام تر ہولناکیوں کے ساتھ ان کے سامنے موجود ہے۔ اب نہ اس سے بھاگنے کی کوئی صورت اور نہ بچنے کا کوئی راستہ اور نہ اس کے لئے کمائی کرنے کا کوئی امکان۔ اس لئے اس سے وہ ہک دھک اور دم بخود رہ جائیں گے۔ "ابلاس" دراصل اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص حجت و دلیل سے عاجز آ کر بالکل ساکت وصامت رہ جائے اور ہکا بکا، گم سُم اور دم بخود ہو جائے۔ یعنی "ابلاس" مایوسی کی انتہا کو کہا جاتا ہے۔ "ای یسکتون وتنقطع حجتهم -" (المراغی: ج۲۱ ص۳۲) – قال قتادة يفتح المجرمون " – (صفوہ: ج۲ ص۴۷۳) "اَبْلَسَ الرَّجُلُ اِذَا سکت وانقطعت حجته – " (القرطبی: ج۱۴ ص۱۰)۔ سو اس روز انکی یہ سب حجت بازیاں ختم ہو کر رہ جائیں گی جن سے یہ لوگ آج کام لیتے ہیں اور ان کی سب بولتیاں بند ہو جائیں گی۔ اور یہ لوگ اپنی مایوسی اور ناامیدی میں اپنی انتہاء کو پہنچ جائیں گے۔ اور اس طور پر کہ اس سے بچنے کی یا نکل بھاگنے کی کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ ہوگی اور یہی ہے سب سے بڑا اور ہولناک خسارہ – والعیاذ باللہ العظیم

۱۳ قیامت کے روز مشرکوں کے حالِ بد کا ذکر و بیان: ۔۔سو اس سے قیامت کے دن مشرکوں کی مایوسی اور انکے اپنے شرکاء کے انکار کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اُس روز انکے من گھڑت شریکوں میں سے کوئی بھی ان کا سفارشی نہیں ہوگا"۔ اور ان کے ان من گھڑت سفارشیوں میں سے کوئی بھی ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا۔ جن کی مدد و امداد اور حاجت روائی و مشکل کشائی کی یہ لوگ دنیا میں آس لگائے بیٹھے تھے کہ یہ ہمیں کافی ہیں۔ ہم جو چاہیں کریں۔ یہ ہمیں چھڑوا اور بخشوا دیں گے۔ ہم بس انہی کا لڑ پکڑے رہیں گے۔ انہی کو نذریں نیازیں دیتے رہیں گے اور بس۔ سو آج یہ لوگ اپنے جن خود ساختہ اور من گھڑت سفارشیوں پر تکیہ کیے ہوئے ہیں اور انکی حمایت میں یہ فوراً آستین چڑھالیتے ہیں اور مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں وہ اس روز انکے کچھ بھی کام نہیں آسکیں گے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ ان کے منکر ہو جائیں گے۔ قیامت اور آخرت کے اس جہاں میں مشرکین اپنے خود ساختہ اور من گھڑت شرکاء کے بارے میں وہاں کے مختلف مراحل میں مختلف رویے اختیار کریں گے۔ کبھی تو وہ ان کو اپنی مدد کی لیے پکاریں

گے اور کبھی وہ ان کا صاف صاف انکار کر دیں گے۔ سو حیرانی و پریشانی کے اس انتہائی ہولناک جہاں میں ان کو جہاں پر جو بات بنتی نظر آئے گی وہی کریں گے لیکن قیامت بات بنانے کی جگہ نہیں ہوگی بلکہ حقائق سے دوچار ہونے کی جگہ ہوگی۔ یہاں پر زبان و بیان اور بلاغتِ کلام کا یہ اسلوب بھی ملاحظہ ہو کہ یہاں پر قیامت اور مستقبل کے ان احوال کو ماضی کے صیغوں کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی ﴿ولم یکن لھم﴾ اور ﴿کانوا بشر کاء ھم﴾ سو یہ بلاغتِ کلام کا ایک معروف اسلوب ہے کہ جس چیز کو یہ لوگ اپنے کفر و انکار کی بنا پر مستبعد بلکہ ناممکن سمجھتے ہیں وہ اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ گویا کہ وہ واقع ہو چکی ہے اور اَحوال و اَہوالِ قیامت کے ذکر و بیان کے سلسلے میں قرآنِ حکیم میں اکثر و بیشتر اسی اسلوب بلاغت و بیان کو اختیار فرمایا گیا ہے۔ اللہ زیغ و ضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ راہِ حق و صواب پر مستقیم و ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۱۴ قیامت کا دن فرق و تمیز کا دن: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب لوگ بٹ جائیں گے۔ دنیا کے سب رشتے اس روز ٹوٹ جائیں گے اور اسکے بعد وہاں پر ایک نئی گروپ بندی ہوگی جو کہ کفر و ایمان، توحید و شرک اور تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیاد پر قائم ہوگی۔ اور وہ آخری اور قطعی تقسیم ہوگی۔ اور ایسی قطعی اور دائمی کہ اسکے کے بعد وہ کبھی باہم ملنے نہ پائیں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ﴿وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (یسین:۵۹)۔ نیز فرمایا گیا ﴿اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ﴾ (الزخرف:۶۷) نیز فرمایا گیا ﴿فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَ فَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ﴾ (الشوریٰ:۷)۔ سو دنیا کے دارالامتحان میں تو یہ لوگ سب اکٹھے رہتے تھے کہ ابتلاء و آزمائش کا تقاضا یہی ہے مگر فصل و تمیز اور عدل و انصاف کے اس یومِ عظیم میں یہ سب بٹ کر الگ ہو جائیں گے۔ نورِ ایمان و یقین والے ایک طرف ہو جائیں گے اور یہی اَصحابِ یمین ہونگے اور کفر و باطل والے دوسری طرف اور یہی ''اَصحابِ شمال'' ہونگے۔ پھر ''اَصحابِ یمین'' جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفراز ہونگے۔ اور ''اَصحابِ شمال'' کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ وہ تفریق ہوگی کہ اسکے بعد وہ کبھی باہم نہیں مل سکیں گے۔ (المراغی وغیرہ)۔ سو آج جو لوگ اپنی قوم قبیلے وغیرہ کی عددی اکثریت کی بنا پر حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور اس زعم و گھمنڈ کی بنا پر وہ اپنے کفر و باطل پر اڑے ہوئے ہیں وہ بڑے ہی ہولناک خسارے میں پڑے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ کہ اس دنیا کا نظام اِنعام و فضل کے قانون کے تحت نہیں بلکہ ابتلاء و آزمائش کے قانون کے تحت چل رہا ہے جس کے باعث یہاں پر نیک و بد مومن و فاسق اور موحد و مشرک وغیرہ سب باہم ملے ہوئے ہیں۔ اور ابتلاء و آزمائش اور تزکیہ و تطہیر وغیرہ کے تقاضوں کے مطابق اکثر حالات میں اہلِ حق مظلوم و مقہور اور اہلِ باطل غالب و فتح مند ہوتے ہیں۔ اس لیے اکثر لوگ دھوکہ کھاتے ہیں اور وہ حق و باطل کے درمیان فرق و تمیز کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ سو قیامت کے اس یومِ فرقان میں جب ایمان و یقین اور عمل و اَخلاق کی بنیاد پر تقسیم ہوگی تو یہ سب ایک دوسرے سے کٹ کر اور چھٹ کر الگ ہو جائیں گے۔ اور حق و باطل کا فرق عملاً اور پوری طرح سب کے سامنے آ جائے گا۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید، بکل حالٍ مّن الاحوال۔

الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

نیک کیے ہوں گے، تو وہ ایک عظیم الشان (اور بے مثل) باغ میں شاداں وفرحاں ہوں گے، ۱۵ ﴿۱۵﴾ اور جنہوں نے

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي

کفر کیا ہوگا اور انہوں نے جھٹلایا ہوگا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی پیشی کو، تو ایسے لوگوں کو (پابجولاں)

الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ

عذاب میں حاضر کیا جائے گا، ۱۶ ﴿۱۶﴾ بس تم تسبیح کرو اللہ کی ۱۷ جب تم شام کرو اور

حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

جب تم صبح کرو، ۱۸ ﴿۱۷﴾ اور اسی کے لئے ہے تعریف آسمانوں میں بھی اور

۱۵ اہل ایمان کیلئے عظیم الشان خوشخبری: ـ سوارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے کام بھی نیک کیے ہونگے وہ ایک عظیم الشان باغ میں شاداں وفرحاں ہونگے"۔ "حبر" اور "حبور" دراصل اس خوشی کو کہا جاتا ہے جس کا اثر انسان کے چہرے بشرے پر ظاہر ہو۔ "إذا سَرَّ سُرُوْرًا تَهَلَّلَ بِهِ وَجْهُهٗ وَظَهَرَ فِيْهِ اَثَرُهٗ"۔ (المراغی: ج۲۱ص۳۲)۔ سواہلِ جنت کی خوشی ان کے چہروں بشروں پر ظاہر وہویدا ہوگی اور ان کے چہرے چمک دمک رہے ہونگے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ "روضۃ" کی تنکیر وتنوین تعظیمِ شان کیلئے ہے۔ یعنی انکو وہاں عظیم الشان باغ سے سرفرازی نصیب ہوگی اور انکی مسرت کو دوبالا کرنے کیلئے تمام اسباب مہیا کر دیئے جائیں گے۔ اور یہی ہوگی اصل اور حقیقی کامیابی جس جیسی دوسری کوئی کامیابی نہ ہوئی ہے، نہ ہوسکتی ہے۔ اور اس سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ایمان اور عمل صالح ہے۔ سو ایمان اور عملِ صالح کی دولت دارین کی سعادت وسرخروئی سے بہرہ مند وسرفراز کرنے والی دولت ہے۔ فالحمد للہ الذی شرفنا بہذہ النعمۃ۔ اللہم فزدنا منہ وثبتنا علیہ۔

۱۶ اہل کفر وباطل کی ذلت وبے بسی کی تصویر: ـ سوارشاد فرمایا گیا کہ "جنہوں نے کفر کیا ہوگا اور انہوں نے جھٹلایا ہوگا ہماری آیتوں اور آخرت کی پیشی کو"۔ سو ایسے لوگ اس طرح پکڑے اور جکڑے ہوئے دوزخ میں ڈالے جائیں گے کہ ان کیلئے نکلنے اور بچنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ "اى مُدْخَلُوْنَ فِيْهِ لَا يَغِيْبُوْنَ عَنْهُ"۔ (المراغی) سو ﴿محضرون﴾ کے اس لفظ سے اہلِ کفر وباطل کی ذلت ورسوائی اور ان کی بے بسی ولاچاری کی تصویر پیش فرمادی گئی کہ ان کو پکڑ اور جکڑ کر اس طرح لایا جائے گا جس طرح سنگین مجرموں کو لایا جاتا ہے۔ جس سے انکی انتہائی تذلیل وتحقیر بھی ہوگی اور پھر وہاں کی پکڑ اور جکڑ کی تو حقیقت ہی اور ہوگی۔ اس کا اس دنیا جہاں میں تصور کرنا بھی کسی کے بس میں نہیں۔ سو اس موقع پر ایسے کافروں اور منکروں کو نہ ان کا مال ودولت کچھ کام آسکے گا اور نہ ہی ان کی حکومت واقتدار۔ اور یہ لوگ کامل بے بسی اور بے کسی

کی تصویر بنے اپنے انجام اخیر کی طرف جا رہے ہوں گے - والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف -

۱۷ توحید خداوندی اور قانونِ مجازات کا تقاضا تسبیح خداوندی: --سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پس تم سب اللہ ہی کی تسبیح کرو ہر حال میں"۔ یعنی جب تم لوگوں کو اہلِ کفر و باطل اور اصحابِ صدق و یقین کے ان دونوں گروہوں کا حال معلوم ہو گیا تو اللہ کی تسبیح و پاکی بیان کرتے رہا کرو کہ وہ تمہیں دوسرے گروہ سے بچا کر پہلے گروہ میں داخل فرما دے اور جبکہ یہ سب کچھ اللہ پاک ہی کی قدرت و حکمت اور اس کی وحدانیتِ مطلقہ کا فضل و کرم اور انعام و احسان ہے تو تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا کا مستحق بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سو اللہ پاک کی وحدانیت و یکتائی اور اس کے قانونِ عدل و مجازات کا تقاضا ہے کہ انسان ہمیشہ اس وحدہ لاشریک کی تسبیح کرے اور اسی کے ذکر اور یادِ دلشاد سے سرشار و سرفراز رطب اللسان رہے -وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وھو الھادی الی سواء السبیل -

۱۸ ہرنئی حالت و کیفیت پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کا تقاضا: --سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی کی تسبیح کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو"۔ یہ پانچ وقت جن کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہر حال کا ظہور و وقوع اللہ تعالیٰ کی قدرت و عنایت اور اس کی حکمت و رعایت کا ایک منہ بولتا ثبوت ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی زبانِ حال سے اس خالق حکیم کی قدرت و حکمت پر اس کی تسبیح و تقدیس کی دعوت دیتا ہے- فسبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم- چونکہ خاص طور پر انتقال اور تبدیلی کے اوقات ہیں اس لئے ان میں بطورِ خاص اللہ پاک کی تسبیح بیان کیا کرو اور خاص کر ان پانچ نمازوں کی صورت میں جو انہی وقتوں میں ادا کی جاتی ہیں کہ نماز اللہ تعالیٰ کی یاد اور اسکی تسبیح کی سب سے بڑی اور سب سے اہم صورت ہے کہ اس میں دل، زبان اور اعضاء و جوارح سب ہی سے اس کی پاکی کا اظہار و بیان ہوتا ہے۔ سو اس طرح یہ پانچ نمازوں کی طرف اشارہ ہو جائے گا جس طرح کہ حضرتِ ابنِ عباسؓ سے مروی ہے- فسبحان اللّٰہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم حمدا یلیق لجلال وجھہ وعظیم سلطانہ - اور جب اس وحدہ لاشریک کی ان عظیم الشان رحمتوں اور عنایتوں کی بخشش و عطاء میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک و سہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟ کہ آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات میں جو بھی کوئی خوبی و کمال اور حسن و جمال موجود ہے وہ سب اسی وحدہ لاشریک کی قدرت و عنایت اور رحمتِ بے پایاں سے ہے۔ اس لئے اصل اور ہر تعریف اسی کیلئے ہے۔ اور اس کائنات کی ہر شیٔ اسی کی حمد و ثناء میں محو و منہمک ہے- سبحانہ وتعالیٰ- سو اس کائنات میں ظہور پذیر ہونے والی ہرنئی حالت و کیفیت اللہ تعالیٰ کی قدرت، اسکی حکمت اور اسکی عظمتِ شان کا پتہ دیتی ہے۔ اس لیے ایسی ہر حالت کا تقاضا ہے کہ انسان اس وحدہ لاشریک کی حمد و ثناء اور اسکی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہو جائے۔ اور یہ شان مومن کے سوا اور کسی کی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مومن کی شان کتنی اونچی اور کس قدر عظیم شان ہے کہ اسکی ہر حالت خیر ہی خیر بن جاتی ہے، اس کے لئے خسارہ ہی نہیں- فالحمد للہ الذی شرفنا بنعمۃ الایمان اللھم فزدنا منہ و ثبتنا علیہ یا ذاالجلال والاکرام-

وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ

زمین میں بھی، ف۱۹ اور (اسی کی تعریف کرو تم لوگ بھی) دن کے پچھلے حصے میں اور جب تم ظہر کے وقت میں داخل ہو جاؤ، ﴿۱۸﴾ وہی نکالتا ہے

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ

جاندار کو بے جان سے، اور بے جان کو جاندار سے، اور وہی زندگی بخشتا ہے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ

ع ۲ ۵

زمین کو اس کے مر جانے کے بعد اور اسی طرح تم کو بھی نکالا جائے گا (تمہاری قبروں سے،) ﴿۱۹﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے

اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

کہ اس نے پیدا فرمایا تم سب کو (اے لوگو! اے جان) مٹی سے، پھر تم یکایک انسان ہو کر (زمین بھر میں) پھیلے پھرتے ہو، ف۲۰ ﴿۲۰﴾

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

اور اس کی نشانیوں میں سے (ایک اہم نشانی یہ) ہے کہ اس نے پیدا فرمائیں تمہارے لئے تمہاری بیویاں خود تمہاری ہی جنس سے،

لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ

تاکہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو، اور اس نے رکھ دی تمہارے درمیان محبت اور رحمت، بے شک

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ

اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں، ف۲۱ ﴿۲۱﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے (ایک اہم نشانی)

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ

آسمان اور زمین (کی اس عظیم الشان کائنات) کا پیدا کرنا بھی ہے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا باہم اختلاف بھی،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ

بے شک اس میں بھی بڑی بڑی بھاری نشانیاں ہیں علم کی (روشنی) رکھنے والوں کے لئے، ف۲۲ ﴿۲۲﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے (ایک اہم نشانی)

۱۹ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثنا: - سو اس ارشاد سے اس حقیقت سے آگہی بخشی گئی کہ اسی کیلئے حمد و ثنا ہے آسمانوں اور زمین میں۔ یعنی اس پوری کائنات میں۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی کے لیے ہے تعریف آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی"۔ سو زبانِ حال سے تو - زمین و آسمان - کی ہر چیز اسی کی تسبیح و تعریف کرتی ہے۔ اور زبانِ قال سے بھی اس کی لاتعداد و بے شمار مخلوق اس کے ذکر و تسبیح سے رطب اللسان اور سرشار و شاد کام ہے۔ اور جب اس جل جلالہ کی یہ شان ہے تو پھر تمہیں بھی ہر وقت اُسی کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہنا چاہیئے۔ نیز اسی سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اس غنیٔ مطلق اور محمودِ مطلق کو تمہاری حمد و ثنا کی کوئی حاجت نہیں کہ اس کی حمد و

ثنا تو زمین و آسمان کی ہر چیز کر رہی ہے اور برابر و لگاتار کر رہی ہے سبحانہ وتعالیٰ مگر تمہاری اس تحمید و ثنا کا فائدہ خود تم ہی لوگوں کو ہوگا اور وہ اپنے کرم سے تمہیں اس کی جزا سے نوازے گا سبحانہ وتعالیٰ نیز جو اسکی حمد و ثناء سے مشرف و شادکام ہوتے ہیں وہ اس پوری کائنات سے ہم آہنگ اور اسکی سر میں شریک ہوتے ہیں۔ اور جو اسکے علاوہ اور کسی کی بندگی کرتے ہیں۔ ان کا سر اس کائنات سے بالکل بے جوڑ ہوتا ہے۔ بہرکیف وہی وحدہ لاشریک ہے جسکی حمد و ثنا سے کائنات کا ایک ایک گوشہ معمور و منور ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ وباللہ التوفیق لما یحب

۲۰ انسان کا خود اپنا وجود قدرت وحکمتِ خداوندی کا ایک عظیم الشان شاہکار:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسکی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم سب کو پیدا فرمایا مٹی سے"۔ کہ تمہارے جدِّ امجد اور اصلِ اول حضرتِ آدم کو تو اس نے اس مٹی سے براہِ راست اور بلا واسطہ پیدا فرمایا۔ اور تم سب بھی اسکی اولاد اور نسل ہونے کے سبب بالواسطہ طور پر اسی مٹی سے پیدا ہوئے ہو۔ نیز خود تمہارے جسموں کے اندر کاربن، کیلشیم اور لوہا وغیرہ جیسے اجزاءِ زمین کی صورت میں اس مٹی کا ست۔ ﴿سُلٰلَةٍ من طِيْنٍ﴾۔ بھی ایک حیرت انگیز اور نہایت پر حکمت طریقے سے رکھ دیا گیا ہے۔ اور پھر اس سب کا خلاصہ اور نچوڑ مادۂ تولید کے ان باریک جراثیم اور بیضہ جات کے اندر رکھ دیا گیا ہے جو خوردبین کے بغیر نظر بھی نہیں آ سکتے۔ اور اس کثرت سے رکھ دیا کہ تم لوگ احساس وشعور رکھنے والے کامل الادارک بشر وانسان کی شکل میں پھیلتے چلے جا رہے ہو۔ تو کیا اس قادرِ مطلق کے سوا کسی کے بس میں ہے کہ وہ ان میں سے کچھ بھی کر سکے؟۔ ﴿ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ﴾۔ اور کیا اس بے مثال خالق و مالک منعم ومحسن کا تم پر کوئی حق نہیں؟ اور یہیں سے تم لوگ یہ بھی سوچو کہ ایسے خالق و مالک کے ساتھ اور اسکی کسی بھی صفت میں اسکی کسی بھی مخلوق کو شریک ماننا کس قدر بے انصافی اور کتنا بڑا ظلم ہے؟۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اگر تم لوگ غور و فکر سے کام لو تو تمہیں خود اپنے وجود کے اندر اس قادرِ مطلق کی قدرتِ بے پایاں اور حکمتِ لایزال کے عظیم الشان دلائل نظر آئیں گے، جن کا تقاضا یہ ہے کہ تم دل وجان سے اسکے حضور جھک جھک جاؤ۔ یہ اُس قادرِ مطلق خالقِ کل کا تم پر حق بھی ہے اور اسی میں خود تمہارا اپنا بھلا بھی ہے دنیا کی اس عارضی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس ابدی جہاں میں بھی۔ سو حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کی قدرت وحکمت اور اسکی رحمت وعنایت کے لیے تم لوگوں کو کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس کے لیے تم خود اپنے اندر جھانک کر دیکھ لو سب کچھ تمہیں اسی کے اندر مل جائے گا۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید،۔

۲۱ زوجین کے وجود میں دلائلِ قدرت وحکمت:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ" اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری بیویاں پیدا فرمائیں خود تمہاری اپنی جنس سے تا کہ ان سے تم سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان رکھ دی محبت اور رحمت۔ اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں"۔ جو اس بارے غور و فکر سے کام لیتے ہیں کہ کس نے ان کے اندر ایسے جذبات واحساسات رکھے اور ایسے تقاضے پیدا فرما دیئے کہ مرد اور عورت میں سے ہر ایک دوسرے کا محتاج اور اس قدر محتاج ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی زندگی دوسرے کے بغیر ناقص اور ادھوری ہے۔ اور انکو ایسی فطرت و جبلت پر پیدا فرمایا کہ وہ ایک دوسرے کی تکمیل وتسکین کا ذریعہ بن گئے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا لباس اور اس کی زینت ہے اور وہ دونوں آپس میں بالکل الگ اور اجنبی ہونے کے باوجود ازدواجِ باہمی جیسے ایک ایسے عظیم الشان رشتے میں باہم منسلک ہو جاتے ہیں کہ ایک دوسرے پر جان چھڑکنے کو ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح ایک طرف لوگوں کو پر سکون زندگی نصیب ہوتی ہے اور دوسری طرف خاندانوں پر خاندان وجود میں آتے چلے جاتے ہیں جس سے دارین کی سعادت وکامرانی کا سامان وابستہ ہے۔ سو

سوچیئے کہ یہ قدرت کا کتنا بڑا احسان اور کس قدر بڑا عظیم الشان فضل وکرم ہے فللہ الحمد رب العالمین سو اس میں ایک بڑی واضح اور اہم نشانی یہ ہے کہ اللہ پاک نے ہر چیز کا ایک جوڑا بنایا ہے اور اسی سے اس چیز کے مقصدِ وجود کی تکمیل ہوتی ہے۔ ورنہ وہ چیز بیکار اور لاحاصل ہو کر رہ جاتی ہے۔ سو اسی سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا کے مقابلے میں آخرت بھی ہوتا کہ اس طرح اس کے مقصدِ وجود کی تکمیل ہو سکے۔ ورنہ محض دنیا کے وجود کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ نیز اَضداد کے اندر اس طرح توافق اور مطابقت کے پائے جانے سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس کائنات اور اسکی ہر چیز میں ایک ہی مشیت اور ارادہ کارفرما ہے۔ ورنہ اَضداد کا وجود اس طرح انسان کیلئے مفید اور کارآمد نہیں ہو سکتا تھا۔ سو اضداد کے اندر پائے جانے والے اس توافق سے ایک طرف تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اس سب کا خالق و مالک ایک ہی ہے جو نہایت قدرت اور حکمت والا ہے اور دوسری طرف اس سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ اس سب میں ایک ہی ارادہ اور ایک ہی مشیت کارفرما ہے۔ سو کائنات کے ان مختلف مظاہر میں اس کائنات کے خالق و مالک کے وجودِ باجود اور اسکی قدرت وحکمت اور اسکی وحدانیت و یکتائی کے واضح اور عظیم الشان دلائل موجود ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ان لوگوں کے لیے ہے جو صحیح طور پر غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔ ورنہ مادہ اور معدہ کے پجاری اندھے ہی رہتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

۲۲ زبانوں اور رنگوں کے باہمی اختلاف میں بھی عظیم الشان دلائلِ قدرت وحکمت: سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور خود تم لوگوں کی زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں بھی عظیم الشان نشانیاں ہیں حضرتِ خالق جل مجدہ، کی قدرتِ بے پایاں، حکمتِ بے نہایت اور عنایت ورحمت بے نہایت کی۔ سو ذرا دیکھو اور سوچو اے عقلمند کہ کس طرح آسمان وزمین کے ان عظیم کروں کو پیدا فرما کر ایک ایسے نظامِ کشش وجاذبیت میں باہم جکڑ دیا کہ نہ یہ باہم ٹکرانے پائیں نہ ان کی کارکردگی میں کبھی ذرہ برابر کوئی فرق آئے۔ اور کتنے ہی عظیم الشان اور بے حد وحساب فوائد ومنافع ہیں انسانوں کیلئے اور دوسری گوناگوں اور طرح طرح کی مخلوق کیلئے جو شب وروز کے اس ادل بدل اور اس آمد ورفت سے وابستہ ہیں۔ پھر اسکی قدرت و حکمت کا ایک اور مظہر دیکھو کہ انسانوں میں ایک ہی اصل سے پیدا ہونے کے باوجود باہم رنگ ونسل، زبان وبیان، عادات واطوار اور بود وباش کے کتنے کتنے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اور ان کے درمیان رنگوں اور زبانوں کے کتنے کتنے اور کیسے کیسے اختلافات پائے جاتے ہیں؟ مگر ان متنوع اور عظیم الشان نشانیوں سے سبق وہی لیتے ہیں جو علم وفکر کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں ورنہ ایک حیوان یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود اور اس سے طرح طرح سے مستفید وفیضیاب ہونے کے باوصف اس سے کوئی سبق نہیں لے سکتا کہ اس کو تو صرف اپنا پیٹ بھرنے اور اس کے بعد نفسانی خواہشات کی تسکین سے غرض ہوتی ہے اور بس۔ سو کس قدر خسارے میں ہیں وہ لوگ جو اپنے آپ کو انسانیت کے مقامِ بلند سے گرا کر حیوانیت کی اس سطح پر لا کھڑا کر دیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی نیچے گرا کر وہ اسفل السافلین بن جاتے ہیں۔ اور حضرتِ خالق جل مجدہ کو بھلا کر اس کی پیدا کردہ مخلوق میں سے طرح طرح کی اشیاء کی پوجا کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ حضرتِ حق جل مجدہ اور اس کی عطا فرمودہ نعمتوں سے کفران کا ارتکاب کرتے ہیں۔ سو اس طرح ایسے لوگ خود اپنی تذلیل وتحقیر اور ہلاکت وتباہی کا سامان کرتے ہیں والعیاذ باللہ العظیم سو کثرت کے اندر اس وحدت اور اضداد کے اندر اس توافق سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اور اس کا حاکم ومتصرف ایک ہی ہے سبحانہ وتعالیٰ اس کا کسی بھی طرح اور کسی بھی درجے میں کوئی شریک نہیں۔ وہی معبودِ برحق ہے اور عبادت وبندگی کی ہر قسم اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَابۡتِغَآؤُكُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ

تمہارا یہ سونا (جاگنا) بھی ہے رات اور دن (کے مختلف حصوں) میں، ۲۲ اور تمہارا تلاش کرنا بھی اس کے فضل سے، بلاشبہ اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ يُرِيۡكُمُ

بھی بڑی بھاری نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں (گوش ہوش سے،) ﴿۲۳﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں

الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحۡیٖ

دکھاتا ہے (گرجتی چمکتی) بجلی جس سے تمہیں خوف بھی ہوتا ہے اور امید بھی بندھتی ہے، ۲۴ اور وہی آسمان سے پانی برساتا ہے پھر

بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اس کے ذریعے وہ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرچکنے کے بعد، بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں

لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَ

ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں، ﴿۲۴﴾ ۲۵ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان و زمین قائم ہیں

۲۳ نیند کی نعمت میں سامانِ غور و فکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسکی نشانیوں میں سے تم لوگوں کا دن رات کا سونا جاگنا بھی ہے۔ سو تمہاری یہ نیند جس کے بارے میں تم سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے بھی کئی اعتبار سے حضرتِ حق ۔جل مجدہ۔ کی قدرتِ کاملہ حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ کا ایک عظیم الشان نمونہ و مظہر ہے۔ پہلے تو تم لوگ یہی دیکھو کہ دن رات میں اپنے اوپر طاری ہونے والی اس نیند اور اس کی حقیقت و ماہیت کے احاطہ و ادراک ہی سے تم لوگ قاصر و عاجز ہو۔ بڑے سے بڑا فلسفی بھی اور سب دانشور مل کر بھی اس کے بارے میں آخر کار اتنا ہی کہہ اور بتا سکیں گے کہ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو انسان پر از خود طاری ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس کی راحت کا ایک بنیادی عنصر اور لازمی تقاضا ہے اور بس۔ اور پھر خود انسان کے اندر پائے جانے کے باوجود نہ اسے دیکھا جا سکتا ہے اور نہ چھوا جا سکتا ہے۔ اور انسان جو اپنی سائنسی ترقی کے بلند بانگ دعوے کرتا ہے اپنے جسم کے اندر کی اس عظیم الشان حقیقت کو نہ خود دیکھ سکتا ہے نہ دوسروں کو دکھا سکتا ہے۔ جو اس کے عجز و قصور اور اسکے محدود ہونے کا ایک عظیم الشان اور کھلم کھلا مظہر اور واضح ثبوت ہے۔ پھر اس انسان کو اپنے بارے میں تکبر و غرور اور استکبار و اعراض کا کوئی حق کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ جبکہ اسکا دوسرا پہلو یہ قابلِ غور ہے کہ اس میں ایک ایسی خاصیت اور اثر ہے کہ اس سے انسان کی زائل شدہ قوت پھر بحال ہو جاتی ہے اور نیند کے بعد انسان نشیط اور تازہ دم ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ سو ذرا سوچو کہ یہ قدرت کی کس قدر عظیم الشان حکمت اور رحمت و عنایت ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے اور از خود اور بلا کسی اپیل و درخواست کے نوازا ہے۔ سو اس سے سوچو کہ وہ اپنے بندوں پر کتنا بڑا مہربان اور کس قدر وہاب و کریم ہے۔ پھر بھی جو اس سے منہ موڑے وہ کتنا بڑا ظالم اور کس قدر نمک حرام اور بے انصاف ہے والعیاذ باللہ تیسری جانب یہ قدرت کی طرف سے ایک ایسی جبری راحت ہے کہ انسان کو اس سے چارۂ کار نہیں۔ وہ اگر کبھی آرام نہ بھی کرنا چاہے تو بھی یہ نیند اس پر ایسی غالب آ جاتی ہے کہ اس کو بہر حال سونا پڑتا ہے۔ اور اس کے آگے اسے سپر انداز ہونا پڑتا ہے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ حضرتِ

خالق جل وعلا انسان پر خود اس کی اپنی ذات سے بھی کہیں بڑھ کر مہربان ہے سبحانہ وتعالیٰ اسی لئے اس نے انسان کے جسم کے اندر آرام وراحت کا یہ ایک ایسا جبری نظام رکھ دیا ہے کہ یہ اگر نہ بھی چاہے تو بھی اس کو آرام کرنا ہی پڑتا ہے۔ فَلَہُ الْحَمْدُ وَلَہُ الشکر جل وعلا شانہ۔ سو اس مالکِ مہربان کو بھول جانا کتنی بڑی بے انصافی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ناشکری اور بے انصافی کے ہر شائبہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے ذکر وشکر سے سرفراز وسرشار رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۲۴ آسمانی بجلی میں دعوتِ غور وفکر: سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ اسکی نشانیوں میں سے بجلی بھی ہے۔ جس میں طمع اور خوف دونوں پائے جاتے ہیں۔ یعنی اس میں اس بات کا خوف بھی ہوتا ہے کہ کہیں یہ بجلی جان لیوا ثابت نہ ہو جائے یا اس کے ساتھ برسنے والی بارش کسی بڑے سیلاب اور طوفان کا باعث نہ بن جائے۔ اور ساتھ ہی یہ امید بھی بندھتی ہے کہ اب بارانِ رحمت برسے گی اور اس سے طرح طرح کے فوائد ومنافع حاصل ہوں گے۔ زمین کو نئی زندگی ملے گی اور اس میں قسما قسم کی پیداواریں ہوں گی۔ ہریالی ہوگی اور گل وگلزار جنم لیں گے وغیرہ وغیرہ۔ سو قدرت کے اس عظیم الشان مظہر کے رحمت والے پہلو کو ہم لوگ آئے دن اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور بار بار اور جگہ جگہ دیکھتے ہیں کہ یہ ابرِ رحمت کی بشارت اور اس کا مقدمہ الجیش بن کر نمودار ہوتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی یہ کسی قوم اور کسی علاقہ کیلئے تازیانہ عبرت بھی بن جاتی ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے قومِ عاد وغیرہ مختلف قوموں کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے۔ سو اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو اپنی عقلوں سے صحیح طور پر کام لیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ نعمت اور نقمت دونوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں اور اسکے حکم وارشاد کے تابع ہے۔ اس لیے امید وبیم کی ہر حالت میں بندے کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رہنا چاہیئے۔ نیز یہ کہ کسی قوم کے عذاب کیلئے اللہ تعالیٰ کو کسی خاص لشکر کے تیار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ جب چاہے اور جس طرح چاہے کسی قوم کو موت کے گھاٹ اتار دے والعیاذ باللہ سو بندوں کی لیے سلامتی اور خیر کی راہ یہی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع رہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید۔

۲۵ آسمان سے اترنے والی بارش میں دعوتِ غور وفکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہی آسمان سے پانی اتارتا ہے۔ پھر وہ اسکے ذریعے زمین کو زندہ کرتا ہے اسکی موت کے بعد کہ اس سے پہلے خشک پڑی اس زمین اور اس کی اڑتی خاک سے اگنے پیدا ہونے کے کوئی آثار تک موجود نہ تھے۔ اور اب اس میں ہر طرف ہریالی اور ایک نئی رونق اور نئی زندگی ہے۔ سو یہ سب کس کی کارستانی ہے؟ صرف اور صرف اللہ۔ جل جلالہ۔ کی جو قادرِ مطلق بھی ہے اور رحمٰن ورحیم بھی۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو جس طرح وہ خالق ومالک تمہاری زمین کو زندہ کرنے کیلئے آسمان سے پانی اتارتا ہے اسی طرح اس نے تمہارے دلوں کی زندگی کیلئے وحی کی روحانی بارش کا انتظام فرمایا۔ سو وحی کی اس روحانی بارش سے منہ موڑنا خود اپنی ہلاکت کا سامان کرنا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو آسمان سے بارش کا اتارنا اور اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کرنا اور بارانِ سماوی کو مخلوق کے لیے فائدے اور نفع کا ذریعہ بنانا سب کچھ اُسی قادرِ مطلق وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے۔ کبھی ایسے بھی ہوتا ہے اور کل کی طرح آج بھی ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کسی قوم یا ملک اور کسی علاقے کے لیے یہی بارش سیلاب اور طوفان بن کر ان کے لیے ہلاکت اور تباہی کا ذریعہ بن جاتی ہے جن کے مظاہر آج بھی جگہ جگہ اور طرح طرح سے دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ سو بندوں کے لیے صحت وسلامتی کی راہ یہی ہے کہ وہ ہمیشہ اسی قادرِ مطلق۔ وحدہ لاشریک۔ کی طرف رجوع اور اسی کی رضا وخوشنودی کے حصول کے لیے کوشاں رہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوال، و فی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ۔

الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ

اسی کے حکم (وارشاد) سے، ۲۶ پھر جب وہ تم کو بلائے گا ایک ہی بار

الْاَرْضِ ۖۗ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِی

زمین سے، تو تم سب کے سب یکا یک نکل پڑو گے (اپنی اپنی قبروں سے،) ۲۷ ﴿۲۵﴾ اور اسی کا ہے وہ سب کچھ جو

۲۶ آسمان اور زمین کا قیام اور انکی بقاء اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اسکی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان اور زمین اسی کے حکم سے قائم ہیں''۔ سو وہ قادرِ مطلق ان کو اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے تھامے ہوئے ہے کہ خالق بھی وہی ہے اور قادر و قیوم بھی وہی وحدہ لاشریک ہے سبحانہ وتعالیٰ ورنہ اس کے سوا اور کس کے بس میں ہوسکتا ہے کہ وہ ان عظیم الشان کروں کو تھام سکے- ﴿وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ﴾- (فاطر:۴۱) سو جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آسمان وزمین کا یہ نظام اٹل ہے کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے اذن پر موقوف ہے اور بس۔ سو آسمان اور زمین جو قائم ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے قائم ہیں اور یہ اسی وقت تک قائم رہیں گے جب تک کہ اللہ کو منظور ہوگا اور وہ ان کو قائم رکھنا چاہے گا۔ پھر جب وہ ان کے اس موجودہ نظام کو درہم برہم کر کے نئے قوانین ونوامیس کی بنیاد پر ایک نئے جہان کو قائم کرنا چاہے گا تو اس کے لیے ایسا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے اُس قادرِ مطلق وحدہٗ لاشریک کا محض ارادۂ و اشارہ ہی کافی ہوگا- سبحانہ وتعالیٰ- فَاِيَّاهُ نَعْبُدُ و بِهٖ نَسْتَعِيْنُ.

۲۷ قیامِ قیامت ایک ہی حکم وارشادِ خداوندی کا نتیجہ: -سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ قیامِ قیامت ایک ہی جھڑکی اور حکم وارشاد کا نتیجہ ہوگی۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر وہ جب تم لوگوں کو پکارے گا ایک ہی بار زمین کی طرف سے تو تم سب کے سب نکل پڑو گے۔ یعنی نفخۂ ثانیہ کے وقت جب کہ اسرافیل کے صور پھونکنے پر تم سب زندہ ہوکر نکل کھڑے ہوؤ گے اور ﴿مِنَ الْاَرْضِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ تم زمین میں ہوؤ گے نہ کہ وہ پکارنے والا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ میں اس کو مسجد سے بلا کر لایا ہوں۔ بہرکیف اس روز اس کی ایک ہی پکار سے تم سب لوگ یکا یک نکل کھڑے ہوؤ گے اور کسی میں مجال انکار نہ ہوگی- ﴿اِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾ -(النازعات:۱۳-۱۴) سو اسکو بار بار پکارنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ اس کی ایک ہی جھڑکی اس کیلئے کافی ہوگی۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ہوگا کہ اس روز یہ اسکی حمد وثنا کے گیت گاتے ہوئے اس کی بارگہ اقدس میں آموجود ہونگے۔ کسی طرح کی کوئی اینکڑی پینکڑی اور کجی وغیرہ نام کو نہ ہوگی جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾- (بنی اسرائیل:۵۲)- سبحانہ وتعالیٰ- سو اس میں منکرین قیامت کے لیے بڑا درسِ عبرت وبصیرت ہے کہ وہ آنکھیں کھولیں اور راہِ حق وہدایت کو اپنائیں تاکہ دائمی خسارے اور انتہائی ہولناک انجام سے بچ سکیں۔

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ

کہ آسمانوں اور زمین میں ہے، ۲۸ سب ہی اس کے حکم کے بندے ہیں، ۲۹ ﴿۲۶﴾ اور وہ (اللہ) وہی تو ہے

۲۸ **کائنات پوری میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے:** - سو ارشاد فرمایا گیا اور اندازِ حصر وقصر میں ارشاد فرمایا گیا کہ اسی کا ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سو وہ سب اسی کا ہے خَلْقًا وَ مِلْكًا و مُلْكًا وَ تَصَرُّفًا یعنی سب کو پیدا بھی تنہا اسی نے کیا ہے۔ سب کا مالک اور بادشاہ بھی وہی ہے اور سب پر حکم اور تصرف بھی اسی کا چلتا ہے۔ پس معبودِ برحق بھی وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے- سبحانہ وتعالیٰ- سو آسمانوں اور زمین کی اس ساری کائنات میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اسی کے حکم وارشاد کا پابند اور اسی کی ملکیت ہے۔ کسی کی جان نہیں کہ اسکے حکم وارشاد سے سرتابی کرسکے۔ پس اسکی اس کائنات میں جو بھی کچھ ہوتا ہے وہ اسی وحدہ لاشریک کے حکم وارشاد کے تابع ہے۔ وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے- سبحانہ وتعالیٰ- سو جن لوگوں نے طرح طرح کی وہمی اور فرضی "سرکاریں" بنا رکھی ہیں وہ سب اوہام وخرافات کا پلندہ ہے جس کی نہ کوئی اصل ہے نہ اساس- اور اس طرح وہ خود اپنے ہی لئے محرومی کا سامان کر رہے ہیں مگر ان کو اس کا شعور واحساس ہی نہیں جو کہ خساروں کا خسارہ ہے، والعیاذ باللہ العظیم-

۲۹ **سب اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں- سبحانہ وتعالیٰ:** - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ سب اسی کے فرمانبردار ہیں- تکوینی دائرے میں تو سب ہی اس کے حکم کے پابند ہیں۔ جس کو اس نے جس کام اور جس مقصد کے لئے پیدا فرمایا اور اس کو اس پر مامور فرما دیا وہ اسی میں لگا ہوا ہے۔ اور تشریعی دائرے میں جہاں اس نے انسانوں کو ارادہ واختیار کی آزادی دے رکھی ہے کہ امتحان اور آزمائش کا تقاضا یہی ہے وہاں بھی بہت سے لوگ اپنے جسم وجان کے ایک ایک روئیں سے اس کی حمد وثنا اور عبادت وبندگی میں مصروف ہیں۔ سو انہی کو جنت کی سدا بہار نعمتوں سے نوازا جائے گا- جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ- اور اس کے برعکس جو باغی اور سرکش لوگ اپنے ارادہ واختیار کے اس دائرے میں اس کی نافرمانی کرتے ہیں وہ اپنے لئے خود نارِ جہنم کا سامان کرتے ہیں- والعیاذ باللہ العظیم- بہرکیف آسمان وزمین کی اس کائنات میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اسی وحدہ لاشریک کی ملکیت اور اسی کے حکم کا پابند ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اسکے حکم وارشاد سے تجاوز کرسکے- سبحانہ وتعالیٰ- اور جب انسان کے گرد وپیش کی ساری کائنات اور اس کی ہر چیز اور خود انسان بھی اپنے دائرہ تکوین وتخلیق میں اللہ تعالیٰ ہی کا مطیع وفرمانبردار ہے تو پھر انسان کے لیے یہ امر کس طرح روا ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دائرہ ارادہ واختیار میں اپنے خالق ومالک کی اطاعت وفرمانبرداری کی بجائے نافرمانی وسرکشی کی راہ اختیار کرے؟- اللہ ہمیشہ اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی راہ پر قائم اور ثابت قدم رکھے اور اعراض وروگردانی اور انحراف وسرکشی کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین یارب العالمین۔

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ

جو پہلی بار پیدا فرماتا ہے اپنی مخلوق کو، پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور یہ اس کے لئے کہیں زیادہ آسان ہے، ف ۳۰ اور اسی کی

الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

شان سب سے بلند ہے آسمانوں اور زمین (کی اس پوری کائنات) میں، ف ۳۱ اور وہی ہے سب پر غالب

۳۰ اعادۂ خلق ابداءِ خلق سے آسان تر: سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ یہ یعنی دوبارہ پیدا کرنا۔ اس کیلئے زیادہ آسان ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہی اللہ پہلی مرتبہ پیدا فرماتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا اور یہ اس کے لیے کہیں زیادہ آسان ہے۔ یعنی تمہارے خیال اور تجربے کے مطابق۔ کیونکہ تمہارا خیال اور تجربہ یہی ہے کہ دوبارہ بنانا پہلی بار بنانے کی بہ نسبت زیادہ آسان ہوتا ہے۔ ورنہ حضرتِ حق جل جلالہ کے لئے یہ سب ایک برابر ہے کہ وہاں اسباب و مواد کی ترتیب وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہاں تو ﴿كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ کی شان کارفرما ہوتی ہے۔ جو چاہا ہو گیا۔ جس کا ارادہ فرمایا کر دیا۔ البتہ تم لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے کے مقابلے میں زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اور جب تم لوگ یہ بات مانتے ہو کہ پہلی مرتبہ اسی وحدہ لاشریک نے پیدا فرمایا ہے تو پھر اس کیلئے دوبارہ پیدا کرنا کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ تو پھر تمہیں بعث بعد الموت کے بارے میں آخر یہ اچنبھا اور تعجب کیوں ہے؟ سو تمہارا بالفعل موجود ہونا اس بات کی کھلی دلیل اور واضح ثبوت ہے کہ تمہیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور تمہارا دوبارہ پیدا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ اور جس طرح تم لوگ اس دنیا میں اپنی مرضی سے اور اپنے ارادے کے مطابق نہیں آئے تھے اسی طرح تمہارے دوبارہ پیدا کرنے میں بھی تمہاری مرضی و ارادہ کا کوئی دخل نہیں ہو گا۔ سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اور وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے، اسکے لئے نہ کوئی مشکل، اور نہ ہی اس کے آگے کوئی رکاوٹ اور مزاحمت، سبحانہٗ وتعالیٰ۔

۳۱ اللہ تعالیٰ کی شان سب سے بلند و بالا۔ سبحانہ وتعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہی کی شان سب سے بلند ہے کہ وہی وحدہ لاشریک اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور اس میں حاکم و متصرف ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور اسی کی شان سب سے بلند ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی" کہ اس کا کوئی ہمسر کہیں بھی نہیں کہ وہ ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ کی شان کا مالک ہے۔ پس تم لوگ مخلوق کے لائق کوئی تصور بھی اس کے بارے میں کبھی قائم نہ کرنا۔ اور نہ ہی اس کے لئے دنیاوی حاکموں اور بادشاہوں کی مثالیں گھڑنا کہ وہ ان سب تصورات سے پاک اور وراء الوراء ہے۔ ﴿تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾۔ اور جب آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات میں ہر عمدہ صفت کا حقدار وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اس میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں تو پھر اسکے حقِ عبودیت و بندگی میں کوئی اس کا شریک و سہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو وہ اپنی ذات و صفات اور اپنے حقوق و اختیارات وغیرہ ہر اعتبار سے یکتا اور وحدہ لاشریک ہے۔ تبارک وتعالیٰ۔ اس کا کسی بھی اعتبار سے نہ کوئی شریک و سہیم ہے نہ ہو سکتا ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ۔

الحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ

نہایت حکمت والا، ۳۲ ﴿۲۷﴾ اس نے تمہارے لئے ایک مثال بیان فرمائی ہے (اے لوگو!) خود تمہارے اپنے ہی حالات سے، کہ کیا تمہارے

مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ

ان غلاموں میں سے جن کے تم مالک ہو، کچھ ایسے ہیں جو تمہارے اس مال و دولت میں جو کہ ہم نے تم کو دے رکھا ہے

فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ

تمہارے اس طرح برابر کے شریک ہوں؟ کہ تم ان سے بھی اسی طرح ڈرو جس طرح کہ اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو؟ ۳۳

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ

اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں اپنی آیتوں (اور احکام) کو ان لوگوں کے (بھلے اور ان کی فہمائش کے) لئے جو عقل سے کام

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ

لیتے ہیں ﴿۲۸﴾ (مگر یہ لوگ ہیں کہ پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے،) بلکہ یہ پیچھے لگے ہوئے ہیں اپنی خواہشات (اور نفسانی اغراض) کے بغیر کسی علم

اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ

(اور دلیل) کے ۳۴ سو اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے جس کو اللہ ہی گمراہی میں ڈال دے (اس کی اپنی بدنیتی اور سوء اختیار کی وجہ سے،)

۳۲ اللہ تعالیٰ کی صفت عزّت وحکمت کا حوالہ وذکر: — سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ وہی ہے سب پر غالب نہایت ہی حکمت والا۔ پس نہ تو اس کو کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی رائے اور مشورے کی۔ اور نہ ہی کسی اور کی یہ جان اور یہ شان ہے کہ وہ ایسا کر سکے۔ اور نہ ہی کوئی ایسا ہوسکتا ہے جو اسکے ارادے میں حائل اور مزاحم ہو سکے۔ اور نہ ہی کوئی ایسا ہوسکتا جو اس کی گرفت و پکڑ سے نکل سکے۔ اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ سو اس کیلئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہوسکتا۔ اور اسکے ارادے میں اسکی حکمت کے سوا اور کسی بھی چیز کا دخل نہیں ہوسکتا۔ وہ ہر لحاظ سے یکتا اور بے مثال ہے۔ اور وہی ہے جو عبادت و بندگی کی ہر شکل کا حقدار ہے سبحانہ وتعالیٰ سو ﴿مثل﴾ کا لفظ یہاں صفت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے لیے قرآنِ حکیم میں یہ لفظ اس لیے استعمال فرمایا گیا ہے کہ اس کی صفات انہی لفظوں میں بیان ہوئی ہیں جو ہماری زبان کے الفاظ ہیں اور جن کو ہم اپنے لیے بھی بولتے ہیں۔ اور ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ ایسی تمثیلی صورت اختیار کیے بغیر اسکی صفاتِ علیا ہماری سمجھ کے قریب نہیں آسکتی تھیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ اس اعلیٰ مفہوم ہی میں استعمال ہوئی ہیں جو اس وحدہ لاشریک کی شانِ اقدس واعلیٰ کے لائق ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمین میں تمام اعلیٰ صفتوں کا اصل حق دار وہی ہے۔ اس میں کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں، پس اس کے حقِ عبودیت بندگی میں بھی کوئی کسی بھی لحاظ واعتبار سے اس کا شریک وسہیم نہیں ہوسکتا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۲۳ **تردیدِ شرک کے لیے ایک مثال کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا اور بطورِ استفہام انکار فرمایا گیا کہ "کیا تمہارے غلاموں میں کوئی ایسا ہوسکتا ہے جو تمہارا برابر کا شریک ہو؟" کہ تم ان کی اجازت اور مرضی کے بغیر کوئی تصرف نہ کرسکو اور تمہیں ان کے ناراض ہوجانے، بگڑ جانے اور کام خراب کرنے کا کوئی خوف و اندیشہ ہو وغیرہ وغیرہ؟ کیا تمہارے غلاموں میں سے کسی کی بھی یہ پوزیشن ہوسکتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو جب تم لوگ اپنے غلاموں اور نوکروں میں سے کسی کو اپنے ساتھ اس طرح شریک بنانے کو تیار نہیں ہو حالانکہ انسان ہونے میں، مخلوق ہونے میں، اللہ کے بندے اور اس کے مملوک ہونے میں تم لوگ آپس میں برابر ہو۔ تو پھر تم خداوندِ قدوس کے ساتھ کسی کو اس طرح کا شریک کیونکر مان سکتے ہو؟ جبکہ اس کے ساتھ تمہارا اس طرح کا کوئی بھی رشتہ و تعلق نہیں۔ بلکہ اس سے تو تمہارا رشتہ و تعلق خالق و مخلوق اور عابد و معبود کا رشتہ ہے اور بس؟ سو شرک کے خلاف اور توحید کے حق میں دلیل ڈھونڈنے کیلئے تمہیں کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ خود اپنے اندر جھانک کر اور اپنے حالات میں غور و فکر کر کے ہی دیکھ لو۔ اس لیے اللہ پاک ۔سبحانہ و تعالیٰ۔ خود تمہارے اپنے باہمی طرزِ عمل ہی کو تمہارے سامنے بطورِ دلیل پیش فرماتا ہے کہ تم لوگوں کو ہم نے جس رزق و روزی سے نواز رکھا ہے کیا تم لوگ اس میں اپنے غلاموں کیلئے بھی اس طرح کی حصہ داری تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوسکتے ہو کہ وہ اور تم اس میں برابر کے شریک ہوجاؤ؟ اور تم ان کا اسی طرح لحاظ رکھو جس طرح تم اپنا اور اپنے حقداروں کا لحاظ رکھتے ہو؟ اور جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں اور تم لوگ اپنے حقوق میں اپنے مملوکوں کو مساوی درجہ دینے اور انکی حصہ داری تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہو حالانکہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب ہمارا ہی دیا بخشا ہے تو پھر تم لوگ خدا کے حقوق میں اسکی مخلوق کو کس طرح شریک مانتے اور حصہ دار ٹھہراتے ہو؟ سو یہ کیسی بھونڈی بات ہے کہ جس چیز کو تم لوگ اپنے لیے پسند نہیں کرتے اسکو خدا کیلئے پسند کرتے ہو؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات میں اعلیٰ صفات اور برتر حقوق کا اصل حقدار وہی وحدہ لاشریک ہے ۔سبحانہٗ و تعالیٰ۔

۲۴ **خواہشات کی پیروی ہلاکت و تباہی کی راہ ۔ والعیاذ باللہ:** سو ان لوگوں کی گمراہی کے اصل سبب کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ظالم لوگ اپنی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں بغیر کسی علم اور دلیل کے۔ اور جس کفر و باطل کو انہوں نے اپنا رکھا ہے اس کی لیے نہ کوئی علم اور دلیل ہے نہ ہوسکتی ہے اور نہ ہی ایسے لوگوں کو کسی علم و حجت اور دلیل و سند سے کوئی غرض ہی ہوتی ہے۔ ان کو تو اپنی خواہشات کی پرستش و پیروی سے غرض ہوتی ہے اور بس۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ علم و معرفت اور سند و دلیل کے بغیر محض خواہشات کے پیچھے چلنا اصل بیماری اور تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ کیونکہ جو لوگ اتباعِ ھویٰ خواہش پرستی کے اس مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں وہ پھر حق بات کو سننے اور ماننے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ اندھے اور بہرے بن کر اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عقل کی روشنی سے راہنمائی حاصل کرنے کی بجائے اپنے نفوس کی باگ ڈور خواہشاتِ نفس کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں اور شرک جیسے ظلم عظیم میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اور آنکھ بند کر کے خواہشاتِ نفس کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں والعیاذ باللہ العظیم بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ خواہشاتِ نفس کی پیروی ہلاکت و تباہی کی راہ ہے۔ اور یہ ایک ظاہر اور واضح حقیقت ہے۔ کیونکہ نجات کی راہ اتباعِ ہدیٰ کی راہ ہے جبکہ اتباعِ ھویٰ اس کے بالکل برعکس ہلاکت دنیا ہی کی راہ ہے ۔ والعیاذ باللہ۔

لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ

اور ایسوں کا کوئی مددگار نہیں ہوسکتا، ۳۵ (۲۹) سو آپ سیدھا رکھو اپنا رخ دین کے لئے یکسو ہوکر، (اور پیروی کرو) اللہ کی (ودیعت فرمودہ) اس

عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ

فطرت کی جس پر اس نے پیدا فرمایا ہے اپنی مخلوق کو، ۳۶ کوئی تبدیلی نہیں اللہ کی پیدائش میں ۳۷ یہی ہے سیدھا (اور درست) دین ۳۸

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ (۳۰) مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ

لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں، ۳۹ (۳۰) (تم فطرت الٰہیہ کی اتباع کرو) اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے

وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ (۳۱)

اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو اور کبھی ان مشرکوں سے نہیں ہوجانا، ۴۰ (۳۱)

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ ۢ

جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا اپنے دین کو اور وہ مختلف گروہ (اور گروپ) بن گئے، ہر فرقہ اپنے

بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (۳۲) وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا

اسی طریقے پر نازاں (اور اسی میں مست و مگن) ہے جو اس کے پاس ہے ۴۱ (۳۲) اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب ان کو کوئی تکلیف

رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً

پہنچتی ہے تو یہ اپنے رب ہی کو پکارتے (بلاتے) ہیں اسی کی طرف رجوع ہوکر ۴۲ پھر جب وہ ان کو چکھا دیتا ہے اپنی طرف سے

۳۵ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے قانون کی زد میں:۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''جس کو اللہ گمراہی میں ڈال دے اسکو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا''۔ اور اللہ پاک کے گمراہی میں ڈالنے کا یہی مطلب ہے کہ جب کوئی ہدایت نہیں چاہتا اور وہ راہِ حق و صواب سے منہ موڑ لیتا ہے تو اس کا قانون یہ ہے کہ ایسے لوگ ہدایت سے محروم کردئے جاتے ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ بن جاتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ نُوَلِّه مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِه جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ﴾۔ (النساء: ۱۱۵) کیونکہ ہدایت کی دولت سے سرفرازی کیلئے اولین شرط اور بنیادی تقاضا طلبِ صادق ہے۔ اور اس سے ایسے لوگ محروم ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسے کج فہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی اپنی اختیار کردہ خواہشات کے پیچھے ہی آوارہ گردی کیلئے چھوڑ دیتا ہے جسکے نتیجے میں وہ اپنی گمراہی کے اندھیروں ہی میں پڑے بھٹکتے رہتے ہیں اور ایسے کہ انکو حق و ہدایت کی راہ سوجھتی ہی نہیں اور ان کیلئے کوئی ایسا مددگار نہیں ہوسکتا جو انکو گمراہی کے ان اندھیروں سے نکال سکے یا ان کو آخرت میں انکے ہولناک اور مہلک انجام سے بچا سکے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قانون کی زد میں آکر گمراہ ہوچکے ہیں ان کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ایسے لوگ اپنی خواہشات کے پیچھے

ہی چلتے رہیں گے یہاں تک کہ اپنے آخری انجام سے دوچار وہمکنار ہونگے اور جہنم کے انتہائی ہولناک گڑھے میں گر کر اور گھر کر رہیں گے جو خساروں کا خسارہ ہے۔ اور ایسا خسارہ جو کہ اصل اور حقیقی خسارہ ہے اور جس جیسا دوسرا کوئی خسارہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ یہاں سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کے صلاح وفساد اور اس کے بناؤ و بگاڑ کا اصل تعلق اس کے اپنے قلب و باطن سے ہے۔ اور یہ کہ انسان کی اصلاح کے لیے اصل چیز اور اولین بنیاد اس کی طلبِ صادق ہے ورنہ ہلاکت ومحرومی ہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۳۶ دینِ فطرت کو اپنانے کی تعلیم وتلقین: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ لازم پکڑو تم لوگ اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔ یعنی فطرۃ اللہ کا ناصب محذوف ہے جو ''اِتَّبِعُوْا'' یا ''اَلْزِمُوْا'' جیسے کسی فعل کی صورت میں مقدر مانا جا سکتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا گیا کہ اسی دینِ فطرت یعنی اسلام کو لازم پکڑو اور اسی کی پیروی کرو جس پر اللہ نے اپنی تمام مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔ یہاں پر ''اَقِمْ'' کا صیغہ اختیار فرمایا گیا ہے جو کہ مفرد کا صیغہ ہے۔ کہ اسکے اصل اور اولین مخاطب حضورؐ ہی ہیں لیکن آپؐ سے یہ خطاب چونکہ امت کے وکیل اور ان کے امام و پیشوا ہونے کے اعتبار سے ہے، اس لیے یہ خطاب پوری امت کیلئے ہے۔ اسی لیے اسکے بعد کے تمام صیغے جمع کے اختیار فرمائے گئے ہیں۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اوپر کے دلائل سے جب یہ امر واضح ہو گیا کہ دینِ حق وہی ہے جسکی دعوت یہ پیغمبر دے رہے ہیں تو تم اسکو لازم پکڑو۔ اور یہ کوئی باہر کی چیز نہیں جسکو تم پر خواہ مخواہ تھوپا جا رہا ہو بلکہ یہ تمہاری اپنی فطرت کی پکار اور تمہارے اپنے باطن کا بروز ہے جسکو تمہارے سامنے رکھا جا رہا ہے۔ اسکو اپنانا فطرت کی صدا و پکار پر لبیک کہنا ہو گا اور اس سے گریز و فرار فطرت کے تقاضوں سے انحراف اور گریز و فرار ہو گا اور ظاہر ہے کہ فطرت کے تقاضوں سے اعراض وانحراف باعثِ ہلاکت دیتا ہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۳۷ دینِ حق فطرتِ سلیمہ کا تقاضا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کوئی تبدیلی نہیں اللہ کی پیدائش میں۔ پس تم لوگ اس دینِ حق اور دینِ فطرت میں کوئی تبدیلی نہ کرو۔ یعنی لاتبدیل میں لائے نفی نہی کے معنی میں ہے۔ (المراغی، الصفوۃ، وغیرہ)۔ بلکہ تم لوگ بھی اپنے ارادہ و اختیار سے اسی کو اپناؤ۔ جبکہ دوسرا قول اور احتمال اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں پر لائے نفی نہی کے معنی میں نہیں بلکہ اپنے ظاہر ہی پر ہے یعنی نفی کے معنی میں۔ مطلب یہ کہ اللہ پاک نے انسانوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا بلکہ سب کو ایک ہی فطرت و جبلت پر پیدا فرمایا ہے۔ یعنی دینِ اسلام پر جو کہ دینِ فطرت ہے۔ (ابن کثیر وغیرہ)۔ سو یہ دونوں ہی قول واحتمال اس میں موجود ہیں اور مآل دونوں کا بہر حال ایک ہی رہتا ہے کہ دینِ فطرت دینِ اسلام ہی ہے۔ اسی کو اپناؤ۔ اور یہ دونوں ہی احتمال صحیح اور درست ہیں۔ سو آیتِ کریمہ میں موجود ان دونوں احتمالوں میں معنی یہی رہتا ہے کہ دینِ فطرت جس پر اللہ پاک نے سب انسانوں کو پیدا فرمایا وہ اسلام ہی ہے۔ جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں وارد ہے کہ ''ہر بچہ پیدائشی طور پر اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے۔ آگے اس کے ماں باپ چاہے اس کو یہودی بنا دیں یا نصرانی یا مجوسی''۔ سو پیدائشی طور پر ہر بچہ مسلمان ہی پیدا ہوتا ہے اگرچہ وہ کسی کافر کے گھر میں ہی پیدا ہوا ہو۔ پھر آگے جیسے اس کے ماں باپ ہونگے وہ ویسا ہی ہو جائے گا۔ اسکے ماں باپ جس دین اور جس راہ پر ہونگے وہ بھی اسی پر ہو جائے گا۔

۳۸ سیدھے راستے کی تعیین وتشخیص کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہی ہے سیدھا اور درست دین جس کو خالق نے اپنی مخلوق کے لئے پسند فرمایا ہے اور جو انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق اور اس کے لئے دارین کی سعادت وسرخروئی

کا کفیل وضامن ہے۔ اور جس سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات وغیرہ کی بنا پر اس دینِ فطرت کو بدلنا چاہیں گے تو وہ اپنا نقصان تو ضرور کریں گے مگر اللہ پاک کی طرف سے طے کردہ اس حقیقت میں کبھی کوئی فرق نہیں آ سکتا کہ مالک و معبودِ برحق صرف وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اس وسیع کائنات کی ہر شے اس کے حضور جھکی ہوئی اور اسی کے آگے سربسجود ہے۔ پس تمہیں بھی اے لوگو! اپنے اختیار کے دائرے میں اس حقیقت کے خلاف عمل کر کے اپنے لئے جہنم کا ایندھن فراہم نہیں کرنا چاہیئے بلکہ تمہیں صدقِ دل سے اسکے حضور جھک جانا اور جھکے رہنا چاہیئے۔ تاکہ اس طرح تم دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز ہو سکو کہ یہی اس وحدہ لاشریک کا اسکے بندوں پر حق ہے، اور اسی میں ان کا بھلا اور فائدہ ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، وھو الہادی الی سواء السبیل۔

۶۹ اکثر لوگ جاہل - والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ سیدھا اور درست دین تو بہرحال یہی ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں جس کے نتیجے میں وہ اس دینِ حق اور دینِ توحید کو چھوڑ کر طرح طرح کی گمراہیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ سو جہالت و بے خبری بیماریوں کی بیماری اور فساد کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف سیدھا اور درست دین یہی ہے جو عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اور یہ اللہ تک پہنچنے کا واحد ذریعہ اور صحیح وسیلہ ہے۔ یہی وہ دینِ حق اور دینِ فطرت ہے جو انسان کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز اور بہرہ مند کرتا ہے۔ اور اس سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ لیکن لوگوں کی اکثریت اس حقیقت کو جانتی نہیں اس لیے انہوں نے اس میں بگاڑ پیدا کیا۔ اور اب وہ ممسوخ الفطرت ہو کر اسی بگاڑ پر قائم رہنا اور دوسروں کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ فکر و نظر کے ہر زیغ وضلال اور ہر قسم کے انحراف سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۷۰ انابت و رجوع الی اللہ کی تعلیم و تلقین: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ تم فطرتِ الٰہیہ یعنی اسی دینِ حنیف کی پیروی کرو۔ اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو۔ نماز قائم کرو اور کبھی مشرکوں سے نہیں ہونا۔ یعنی اللہ پاک کی طرف انابت و رجوع کا اصل تعلق تو دل سے ہے جو ظاہراً نظر آنے والی چیز نہیں۔ پس تم دل کی اس انابت و رجوع کے ساتھ ساتھ نماز بھی قائم کرو کہ یہ اس انابت و رجوع کا ایک کامل اور جامع ترین مظہر ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی ہمیشہ خیال رہے کہ مشرکین سے ہمیشہ اور ہر حال میں دور اور مجتنب رہو تاکہ ان کی شرکیات کے ہر دھول دھبے سے محفوظ رہ سکو۔ سو اوپر دینِ حق کو اپنانے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی تھی اور اب یہ انابت و رجوع الی اللہ اور تقوی و پرہیزگاری کی تعلیم و تلقین فرمائی جا رہی ہے کہ محض عقلی انابت کافی نہیں بلکہ دل کی خشیت و انابت اور حدود الٰہی کی پابندی و پاسداری بھی ضروری ہے۔ بہرکیف انابت اور رجوع الی اللہ ایک عظیم الشان اور جلیل القدر مطلب، اور سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے، وباللہ التوفیق لما یحب و یرید وعلی ما یحب و یرید بکل حال من الاحوال وھو الہادی الی سواء السبیل سبحانہٗ وتعالیٰ۔

۷۱ مشرکوں سے اجتناب و بیزاری کی تعلیم و تلقین: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جانا جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اپنے دین کو اور وہ مختلف گروہ اور گروپ بن گئے۔ ہر فرقہ اور گروہ اپنے اسی طریقے پر نازاں اور مست و مگن ہے جو اس کے پاس ہے۔" یعنی اصل دین تو دینِ توحید ہی تھا جو کہ ہمیشہ سے ایک ہی دین رہا ہے اور تمام انبیاء و رسل نے ہمیشہ اسی کی

دعوت دی ہے۔ مگر لوگوں نے اس پر اپنی طرف سے طرح طرح کے اضافے کر کے اسکو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ طرح طرح کے طریقے اور دین گھڑ لئے اور وہ ان پر اس طرح جم گئے کہ اس کے خلاف حق بات سننے تک کو تیار نہیں ہوتے۔ والعیاذ باللہ۔ اس کا اولین اور واضح مصداق مشرکینِ قریش ہیں جنہوں نے اس دینِ حنیف کو جو ان کو حضرتِ ابراہیم اور حضرتِ اسماعیل کے ذریعے ملا تھا بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا تھا اور دینِ توحید کو دینِ شرک کا ایسا ملغوبہ بنا دیا تھا کہ خدائے واحد کی عبادت و بندگی کرنے کی بجائے انہوں نے اپنے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے بتوں کو اپنا معبود بنا لیا تھا اور سینکڑوں بت گھڑ کر بیت اللہ میں رکھ دیئے تھے۔ اور ہر کوئی اپنے من پسند اور من گھڑت بت پر ایسا فریفتہ اور مست و مگن تھا کہ اسکے خلاف کوئی بات سننے کو بھی تیار نہیں ہوتا تھا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس ارشاد کا اولین مصداق اگرچہ مشرکینِ مکہ ہی تھے لیکن الفاظ و کلمات کے عموم و شمول کے مطابق ہر دور اور ہر ملک و قوم کے مشرک اس میں شامل اور داخل ہیں۔ سو اس ارشادِ ربانی میں شرک اور مشرکوں سے اجتناب اور بیزاری کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے۔ اور یہ بات مشرکوں کی بجائے مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمائی گئی کہ مشرک اپنے شرک کے باعث اس قابل نہیں کہ ان سے براہِ راست خطاب کیا جائے۔ اس لیے اپنوں کو خطاب کر کے یہ ہدایت فرمائی گئی کہ ان مشرکوں سے کوئی لگاؤ نہیں رکھنا کہ انہوں نے یہ ساری چیزیں برباد کر دیں جو دینِ قیم کے لوازم میں سے ہیں۔ سو کفر و شرک باعثِ ذلت و خواری ہے اور ایمان و توحید وسیلہ نجات و سرفرازی۔ اللہ ہمیشہ راہِ حق و ہدایت پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے، آمین۔

۴۲ مصیبت کے وقت مشرکین کا رجوع الی اللہ: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ اپنے رب ہی کو پکارتے ہیں"۔ اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سو یہ اسی اصل اور فطرت کی پکار اور اس کا اظہار ہے جو اللہ پاک نے انسان کے اندر ودیعت فرما رکھی ہے کہ اس وقت مشرک لوگ اپنے تمام معبودانِ باطلہ کو بھول جاتے ہیں اور اللہ وحدہ لاشریک ہی کو پکارتے ہیں کہ ان کے تحت الشعور میں یہ حقیقت پیوست و جاگزین ہوتی ہے کہ حاجت روا و مشکل کشا اللہ ہی ہے۔ مشکلوں اور مصیبتوں کو ٹالنے والا وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ لیکن افسوس کہ آج کے کلمہ گو مشرک کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ مشکل و مصیبت کے ایسے وقت میں بھی اللہ تعالیٰ کی بجائے اسکی کسی عاجز اور فانی مخلوق ہی کو پکارتا ہے جسکے مظاہر جگہ جگہ اور طرح طرح سے نظر آتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ والعیاذ باللہ العظیم۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جن ہستیوں کو یہ لوگ پوجتے پکارتے ہیں انہوں نے خود زندگی بھر ہر حاجت کے موقع پر، اور ہر مشکل کے ازالے کیلئے، اللہ ہی کو پکارنے کا درس دیا ہے۔ اپنے قول سے بھی اور اپنے اعمال و فعل سے بھی، مگر یہ اندھے اور اوندھے ہیں کہ ان ہی پاکیزہ ہستیوں کو پکارتے اور انہی کے نام سے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، اور اس پر مزید یہ کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں انہیں ہستیوں "سرکاروں" اور "آستانوں" سے سب کچھ ملا ہے اور ملتا ہے، پس ہماری ان کے آگے اور ان کی اس کے آگے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ من گھڑت بتوں کے پجاری مشرک کہتے کہ ہمیں سب کچھ انہی سے ملتا ہے، سو جو فلسفہ بتوں کے پجاری اور کھلے مشرک بھگارتے ہیں کہ اسی سے یہ کلمہ گو مشرک بھی کام لیتے ہیں۔ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ والعیاذُ باللہ العظیم، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا

کوئی رحمت (وعنایت،) ۱۴۳ تو یکایک ان میں کا ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے، ۱۴۴ (۳۳) تا کہ اس طرح یہ لوگ کفر کریں

۱۴۳ مشرکوں کا معاملہ نعمت ملنے کے بعد؟: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ نعمت ملنے کے بعد مشرکوں کا معاملہ پھر اپنے شرک کی طرف عود کر جانا ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب اللہ ان کو اپنی طرف سے کوئی نعمت چکھا دیتا ہے تو یکایک ان میں کا ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے"۔ سو اس سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا میں جو بھی کچھ کسی کو ملتا ہے وہ محض مزہ چکھانے کے طور پر ہوتا ہے۔ مثلاً کچھ مال مل گیا یا کسی طرح کا کوئی اقتدار وغیرہ حاصل ہو گیا۔ بہر کیف "اذاق" کے اس لفظ سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ دنیا میں انسان کو جو بھی کوئی نعمت ملتی ہے یا اسکو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ محض ایک قسم کا ذائقہ چکھانا ہوتا ہے ورنہ اس کا اصل اور کامل ظہور اور پورا بدلہ تو آخرت ہی میں ملے گا۔ پس عقلمند اور ہوشمند انسان کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی نظر اس دنیا میں ملنے والے عارضی اور وقتی فائدوں کی بجائے آخرت کی حقیقی اور دائمی جزا و سزا پر رکھے اور رجوع ہمیشہ اللہ پاک ہی کی طرف رکھے کہ اس دنیا میں کسی کو بھی جو کچھ بھی ملتا ہے وہ اسی وحدہ لاشریک کی طرف سے ملتا ہے۔ اس لیے انسان نعمت کے ملنے اور اسکے باقی رہنے کے سلسلے میں اللہ ہی کی طرف رجوع رکھے۔ وباللہ التوفیق۔ بہر کیف اس ارشاد سے مشرکین کی مشرکانہ ذہنیت اور مشرکانہ طور طریقوں کی وضاحت فرمادی گئی کہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب یہ کسی گرداب بلا میں پھنستے ہیں تو نہایت نیازمندی اور تذلل و عاجزی کے ساتھ اپنے رب ہی کو پکارتے ہیں۔ لیکن جب وہ ان کو اپنی رحمت سے نواز دیتا ہے تو یہ اس کو بھول کر اپنے انہی معبودان باطلہ کی طرف لوٹ جاتے ہیں جن کو انہوں نے از خود اس کا شریک ٹھہرا رکھا ہوتا ہے۔ اور اس طرح یہ لوگ ناشکری اور بے انصافی کا ارتکاب کر کے اپنے لیے ہلاکت اور تباہی کا سامان کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین یا مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عليه۔

۱۴۴ مشرکوں کی ناشکری اور اسکے مختلف مظاہر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "مصیبت سے نجات پاتے ہی ایسے لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں" چنانچہ ایسے لوگ اس طرح کے موقع پر کہتے ہیں کہ صاحب ہمیں تو فلاں ہستی نے بچایا۔ وہ ہمارے مشکل کشا، حاجت روا اور نجات دہندہ ہیں۔ ہمیں جو کچھ ملا تو یہ فلاں نے دیا۔ یہ انہی کی مہربانی اور کرم ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر اس کے لئے اظہار تشکر کے طور پر غیر اللہ کے نام کے بکرے کاٹے جاتے ہیں۔ نیازیں دی جاتی ہیں۔ چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ دیگیں پکائی جاتی ہیں۔ پھیرے مانے جاتے ہیں۔ طواف کئے جاتے ہیں۔ ڈالیاں پیش کی جاتی ہیں اور انہی "سرکاروں" کو خوش کرنے کے لئے ہر کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ پاک کی رضا اور ناراضگی کی بھی بسا اوقات کوئی پروا نہیں کی جاتی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو یہ مشرکوں کی ناشکری اور مت ماری کا ایک عمومی مظہر ہے۔ جس میں مشرک لوگ پہلے بھی مبتلا رہے اور آج بھی مبتلا ہیں کہ یہ چیز شرک کا لازمہ ہے، اور اسکے نتیجے میں ایسے لوگ شرک خداوندی کی نعمت اور سعادت سے محروم رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے شکر سے سرفراز رکھے اور ناشکری کی ہر صورت سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

اٰتَیْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا

ان نعمتوں کا جو ہم ہی نے ان کو بخشی ہوتی ہیں ۴۵ اچھا تو تم لوگ کچھ مزے کر لو عنقریب تمہیں (سب کچھ) خود ہی معلوم ہو جائے گا، (۳۴) کیا

عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

ہم نے ان پر کوئی ایسی سند اتاری ہے، جو ان کو اس شرک (کی صحت) کے بارے میں بتا رہی ہو جو یہ لوگ کر رہے ہیں؟ ۴۶ (۳۵)

۴۵ شرک کا نتیجہ کفرانِ نعمت، والعیاذُ باللہ: سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ ایسے موقع پر یہ لوگ شرک کرنے لگتے ہیں تا کہ اس طرح یہ لوگ کفر کریں ہمارے بخشی ہوئی نعمتوں کے ساتھ۔ معلوم ہوا کہ اللہ پاک کی عنایت فرمودہ کسی نعمت کو اس واہبِ مطلق کی بجائے اس کی مخلوق میں سے کسی کی طرف منسوب کرنا اور اللہ پاک کی رحمت وعنایت سے توجہ ہٹا دنیا کفر ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور ظاہر ہے کہ منعمِ حقیقی کو بھول کر اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرنا کفر اور ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ سو ایسوں سے نہایت تند لہجے میں ارشاد فرمایا گیا کہ میری نعمتوں پر دوسروں کے گن گانے والو! تم لوگ کچھ عرصہ تک مزے کر لو۔ عنقریب ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم لوگوں کو اس کا کس قدر ہولناک خمیازہ بھگتنا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ لوگ نعمت تو پاتے ہیں خدا سے لیکن گن گاتے ہیں ان دوسروں کے جن کا اس نعمت کی بخشش وعطا میں سرے سے کوئی عمل دخل ہوتا ہی نہیں۔ اور اس طرح یہ لوگ خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ جلّ وعلا بکل حالٍ منَ الاحوال،

۴۶ شرک کی تردید کے لیے مشرکوں سے سوال: سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ہم نے ان پر ایسی کوئی سند اتاری ہے جو انکے شرک کے حق میں گواہی دے رہی ہو؟۔ استفہام انکاری ہے۔ یعنی کسی نقلِ صحیح یا عقلِ سلیم کی کوئی سند و دلیل ایسی ہے ہی نہیں جو تمہاری ان مزعومات کی تصدیق وتائید کر سکے؟ قرآن وسنت کی ایسی کوئی نص اگر تمہارے پاس موجود ہے تو اسکو پیش کرو۔ اور اگر نہیں ہے، اور یقیناً نہیں ہے، تو پھر تم لوگ کیوں شیطان کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہو؟ اور کیوں ان شرکیات کا ارتکاب کر کے اپنے اوپر ظلم ڈھا رہے ہو؟ ۔ والعیاذ باللہ۔ سو شرک کے جواز کیلئے کسی سند اور دلیل کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کا اصل اور بنیادی سبب انسان کی غفلت اور اسکی لاپرواہی ہے۔ جب کبھی اسکو قدرت کی طرف سے کسی مصیبت اور مشکل کے ذریعے تنبیہ وتذکیر کی جاتی ہے تو اس سے اسکی غفلت کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ اللہ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ سو اس اعتبار سے مصیبت بھی انسان کے لیے قدرت کی ایک خاص رحمت اور عنایت ہوتی ہے جبکہ بندہ اس پر صبر و برداشت سے کام لے اور اس سے سبق لینے کے لیے تیار ہو۔ ورنہ باعثِ خسارہ۔ والعیاذ باللہ۔ سو انسان کو تکلیف اور مصیبت کبھی مانگنی نہیں چاہیے بلکہ ہمیشہ عافیت ہی مانگے اور اسی کا سوال کرے۔ لیکن جب مصیبت آ جائے۔ والعیاذ باللہ۔ تو اس پر صبر و برداشت سے کام لے۔ اس طرح انسان امن وسکون میں اور ہر حال میں مطمئن وشاد کام رہتا ہے، اور یہی دین حنیف کی تعلیماتِ مقدسہ کا خلاصہ اور عقل ونقل کا تقاضا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبّ ویرید، وعلی ما یحبّ ویرید،۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

اور جب ہم چکھا دیتے ہیں لوگوں کو کوئی رحمت (وعنایت اپنے فضل وکرم سے،) تو یہ اس پر پھول جاتے ہیں ۴۷ اور اگر کبھی ان کو کوئی

سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

تکلیف (اور مصیبت) پہنچتی ہے ان کے اپنے ان کرتوتوں کی بناء پر، جو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں آگے بھیجے ہوتے ہیں، تو

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ

یکایک یہ آس توڑ بیٹھتے ہیں ۴۸ ﴿۳۶﴾ تو کیا انہوں نے کبھی اس (حقیقت) پر غور نہیں کیا کہ اللہ ہی روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے

۴۷ ہر نعمت اور رحمت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب ہم لوگوں کو کوئی رحمت چکھا دیتے ہیں تو وہ پھول جاتے ہیں"۔ سو اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ رحمت سے تو اللہ پاک محض اپنے فضل وکرم سے نوازتا ہے البتہ تکلیف اور مصیبت جو پیش آتی ہے وہ انسان کے اپنے اعمال کی شامت اور اسکے اپنے کئے کے نتیجے میں ہوتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ جب ہم لوگوں کو کسی رحمت اور نعمت سے نواز دیتے ہیں تو وہ پھول جاتے ہیں اور اپنے آپکو بہت کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔ اور حق سے منہ موڑ کر اترانے اور تکبر کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ نعمت اور تکلیف کی جو بھی کوئی حالت کسی انسان کو پیش آتی ہے وہ اصل میں اس کے امتحان اور ابتلاء وآزمائش کے لیے ہوتی ہے۔ نعمت ملنے پر اس کی صفتِ شکر کی آزمائش ہوتی ہے اور تکلیف پہنچنے پر۔ والعیاذ باللہ۔ اسکی صفتِ صبر کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ اور صبر و شکر کی ان دونوں صفتوں ہی سے انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین

۴۸ مادہ پرست انسان کی تنگ ظرفی کا ایک نمونہ ومظہر :- کہ "جب اس کو کوئی نعمت ملتی ہے تو یہ پھول جاتا ہے اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ مایوس ہو جاتا ہے"۔ سو یہ ہے دنیا کے طالب اور مادہ پرست انسان کی نفسیات اور اس کی ذہنیت کہ اگر دنیائے دوں کی کوئی نعمت مل گئی تو یہ اس پر پھول گیا۔ اور کوئی تکلیف پیش آ گئی تو یہ آس توڑ بیٹھا بخلاف اس مردِ مومن کے جو حلاوتِ ایمان سے سرفراز وسرشار ہوتا ہے کہ وہ نعمت ملنے پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتا ہے۔ تو اس طرح وہ اس کے لئے خیر بن جاتی ہے۔ اور تکلیف پہنچنے پر وہ صبر وضبط سے کام لیتا ہے تو اس طرح وہ نعمت بھی اس کے لئے باعثِ خیر وبرکت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مومن کی شان بھی عجیب ہے کہ اس کی ہر حالت خیر ہی خیر ہے۔ اور یہ شان مومن کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کو کوئی نعمت ملتی ہے تو اس پر یہ اللہ کا شکر کرتا ہے تو وہ اس کے لئے خیر بن جاتی ہے۔ اور اگر اسکو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اس پر یہ صبر کرتا ہے تو بھی وہ اس کے لئے خیر بن جاتی ہے"۔ سو اصل دولت ایمان ویقین کی وہ دولت ہے جسکے بعد انسان کو اگر دنیا ملے تو بھی خیر اور نہ ملے تو بھی خیر۔ جبکہ ایمان ویقین کی دولت سے محرومی۔ والعیاذ باللہ۔ کی صورت میں اگر کسی کو دنیا ملے تو بھی عذاب اور نہ ملے تو بھی عذاب کہ ایسا شخص دنیاوی دولت ملنے پر عجب واستکبار میں مبتلا ہو کر طرح طرح کی خرمستیاں کرنے لگتا ہے۔ اور اس طرح وہ راہِ حق وہدایت سے دور اور محروم سے محروم تر ہو جاتا ہے۔ اور دنیاوی دولت نہ ملنے کی صورت میں وہ جزع وفزع کرنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خودکشی کر کے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ والعیاذ باللہ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وکما یحب ویرید۔ اللہ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے اور اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ

اور وہی تنگ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں، ﴿۳۷﴾ پس تم

ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ

(خوشی بخوشی) دے دیا کرو ۴۹ رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو بھی، ۵۰ یہ

۴۹ مالداروں کے مال میں دوسروں کے حقوق کی تذکیر و یاد دہانی: - سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ "مالداروں کے مال میں دوسروں کے بھی حقوق ہیں"۔ سو فرمایا گیا پس تم خوشی خوشی دے دیا کرو رشتہ داروں کو اس کا حق"۔ یعنی جب روزی کی کشائش اور اسکی تنگی دونوں اللہ پاک ہی کے ہاتھ میں اور اسی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہیں تو پھر تمہیں نہ تو کسی اور کے در پر بھیک مانگنے اور لجاجت کرنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی کے خوف اور خطرے کی کوئی پروا۔ پس تم اللہ کے بندوں کے وہ حقوق پوری طرح ادا کر دیا کرو جو اس نے تمہارے مالوں میں رکھ دیئے ہیں سبحانہ وتعالیٰ اوپر آیت نمبر ۳۱ میں دینِ فطرت کے اولین رکن نماز کا ذکر فرمایا جا چکا ہے۔ اسکے بعد مقام کی مناسبت سے بعض ضروری تنبیہات ذکر فرمائی گئیں، جن میں آخری تنبیہ یہ تھی کہ جس کو رزق کی فراوانی حاصل ہو تو اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسکو اپنی جدی پشتی میراث یا اپنا ذاتی کمال سمجھنے لگے۔ بلکہ اس کو چاہیئے کہ وہ اس کو اپنے خالق و مالک کا عطیہ و احسان سمجھ کر دل و جان سے اس کا شکر ادا کرے اور اسکو اسکی رضا و خوشنودی کی راہ میں خرچ کرے جس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس مال میں سے قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دے۔ سو مالداروں کے مال میں ان لوگوں کا حق ہے۔ لہٰذا مالدار لوگوں کو اہلِ حقوق کے حقوق پورے اہتمام سے ادا کرنے چاہئیں اور یہی تقاضاءِ عقل و نقل ہے، ورنہ محض اپنی ذات کیلئے جینا کوئی نہیں ہوتا۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یحبُّ و یرید، بکل حالٍ من الاحوال،

۵۰ حق داروں کو ان کے حقوق دینے کا حکم و ارشاد: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم دے دیا کرو رشتہ داروں کو ان کا حق"۔ یعنی ان لوگوں کو دے کر تم ان پر کوئی احسان نہیں کر رہے بلکہ اس طرح تم ان کا وہ حق ادا کر رہے ہو جو تمہارے ذمے عائد ہوتا ہے اور جو اللہ پاک آزمائش کی غرض سے اور خود تمہارے بھلے کے لئے تمہارے ہاتھ سے ان کو دلوانا چاہتا ہے۔ ورنہ وہ اگر چاہے تو یہ تمام اموال تم سے چھین کر خود ان کے حوالے کر دے مگر اسنے اپنے کرم بالائے کرم سے ان کا مالک تم کو بنا دیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ حقوق تمہارے ذریعے اور تمہارے ہاتھوں سے ان کو ملیں تا کہ اس طرح خود تمہارا بھلا ہو فسبحان اللہ والحمد للہ سو اس ارشادِ ربانی میں وارد لفظ "حقہ" سے یہ واضح فرمادیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسکو مال و دولت میں کشادگی عطا فرماتا ہے، اس میں دراصل دوسروں کے حقوق بھی ہوتے ہیں جو ایسے شخص کے ذمے امانت ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے شخص کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ان حقوق کو ادا کرے۔ اور اگر اس نے اس میں کوتاہی برتی تو وہ حقوق کا غصب کرنے والا ٹھہرے گا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ خدا کی رضا کے طالب ہوتے ہیں ان کیلئے بہتر طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے اموال پر عائد ہونے والے ایسے حقوق کو صدقِ دل سے ادا کریں۔ اور ایسے ہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے بنیں گے۔ سو اس سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ جو لوگ اسکے برعکس اپنے مال کو فخر و غرور یا عیش و تنعم یا ذخیرہ اندوزی وغیرہ کا ذریعہ بنائیں گے، ان کا مال خدا تعالیٰ کے یہاں ان کے لیے وبال و خسران کا ذریعہ بنے گا مگر آج ان کو اپنے اس زوال و نکال اور ضیاع و خسران کا کوئی احساس اور اندازہ نہیں۔ - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ زیاں و خسران کے ہر راستے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین۔

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں، اور ایسے ہی لوگ ہیں

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ
فلاح پانے والے، ۵۱ ﴿۳۸﴾ اور جو بھی کوئی زیادتی تم دیتے ۵۲ ہو (اے لوگو!) تاکہ وہ لوگوں کے مالوں میں

النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ
شامل ہو کر بڑھ جائے تو (یاد رکھو کہ) یہ اللہ کے یہاں نہیں بڑھتی، ۵۳ اور (اس کے مقابلے میں) جو زکوۃ تم دیتے ہو

۵۱ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے والے ہی فلاح پاتے ہیں:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی چاہتے ہیں وہی ہیں فلاح پانے والے کہ دنیا میں ایسے لوگوں کو حقیقی عزت واحترام کے علاوہ راحتِ نفس اور اطمینانِ قلب وضمیر کی دولت بھی نصیب ہوگی اور آخرت میں ایسے لوگ سدابہار نعمتوں اور دائمی کامیابی سے ہمکنار وسرفراز ہوں گے جو کہ اصل اور حقیقی کامیابی ہے -اللہ نصیب فرمائے- آمین - سو ایمان ویقین سے سرفرازی کی صورت میں دنیاوی مال ودولت کا ملنا انسان کیلئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا ذریعہ بنتا ہے، ورنہ یہی مال ہلاکت وتباہی اور وبال وخسران کا باعث بن جاتا ہے- والعیاذ باللہ- سو اصل دولت جیسا کہ اس سے پہلے بھی مختلف مقامات پر گزرا ایمان ویقین کی دولت ہے- اس کی موجودگی میں اگر دنیاوی مال ودولت ملے تو بھی خیر اور اگر نہ ملے تو بھی خیر- فالحمد للہ الذی شرفنا بنعمۃ الایمان والیقین - اللھم فزدنا منہ وثبتنا علیہ یا ذا الجلال والاکرام- بہرکیف اس سے یہ اہم درس ملتا ہے کہ ہمیشہ رضاء خداوندی ہی کو اپنا نصب العین بنانا چاہیے- وباللہ التوفیق لما یحب ویرید،

۵۲ لفظ ﴿ربوا﴾ کا مفہوم؟ اور اسکی حقیقت کا بیان:- بعض مفسرینِ کرام کے نزدیک یہاں پر اس "ربوا" "-زیادتی- سے مراد اصطلاحی سود نہیں کہ اس کی حرمت تو مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی تھی جبکہ یہ سورہ کریمہ مکی ہے- بلکہ اس سے مراد ہر وہ مال ہے جو دوسروں کو اس غرض سے دیا جائے کہ وہ اس کے بدلے میں اسے بڑھا کر واپس کریں- جیسا کہ اس غرض کے لئے دیا جانے والا کوئی ہدیہ اور نیوندرا وغیرہ- کیونکہ یہ طریقہ ان مکارمِ اخلاق کے خلاف ہے جو اسلام اپنے پیروکاروں میں دیکھنا چاہتا ہے- لہٰذا یہ اگر حرام نہ بھی ہو تو بھی یہ مذموم ضرور ہے- اور پیغمبر- علیہ الصلوۃ والسلام- کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر ان کے لئے تو سرے سے جائز ہی نہیں- جیسا کہ فرمایا گیا- ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾- بہرکیف یہ حضراتِ اہلِ علم کے ایک حلقے کی رائے ہے- جبکہ دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ "ربوا" کا لفظ یہاں پر اپنے معروف معنیٰ ومفہوم ہی میں ہے- اور معروف "ربوا" کی قطعی اور تفصیلی حرمت اگرچہ ہجرتِ نبوی کے بعد اور مدنی دور میں ہی نازل ہوئی- لیکن اپنی اصل کے اعتبار سے یہ خبیث عمل اسلام میں پہلے سے ہی حرام قرار پانے کے لائق تھا- جیسا کہ نماز وغیرہ کے احکام اپنی جامع اور کامل شکل میں تو اگرچہ مدینہ طیبہ میں ارشاد فرمائے گئے مگر ان کی اصل مکہ مکرمہ میں بھی محمود ومطلوب تھی- اور حق یہ ہے کہ لفظِ "ربوا" کو اپنے ظاہر اور عموم پر رکھا جائے جو "ربوا" کی ان دونوں

قسموں کو عام اور شامل ہے-والعلم عند الله سبحانه و تعالی- یہاں پر دو اور باتیں بھی بطورِ خاص اہمیت کے قابل ہیں۔ایک یہ کہ لفظ ''ربوا'' کا ترجمہ عام طور پر ''سود''، ''منافع'' اور Profit جیسے الفاظ سے کیا جاتا ہے جن کے معانی میں فائدے اور نفع ہی کا مفہوم پایا جاتا ہے جس سے سود کی خطورت اور خباثت کا کوئی اظہار نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ یہ اتنی خبیث اور مہلک چیز ہے کہ اسکو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ قرار دیا گیا ہے۔ اور یوں لفظِ ''ربوا'' کا اصل معنی ومفہوم منافع اور سود نہیں کہ سود کے معنی بھی منافع کے اور فائدے کے آتے ہیں۔ بلکہ ''ربوا'' کا اصل مفہوم ہے ''بڑھوتری''، ''اضافہ'' اور ''زیادتی'' وغیرہ۔ اسی لئے ہم نے اس کا ترجمہ ''زیادتی'' کے لفظ سے کیا تاکہ اسکی خطورت اور خباثت کا بھی کسی حد تک اور بقدرِ امکان اظہار ہوسکے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ کو اپنانا اور ضرورت مندوں کی ضرورت اور مجبوری سے فائدہ اٹھانے سے بڑھ کر زیادتی اور کیا ہوسکتی ہے؟ -والعیاذ باللہ- اور دوسری بات جو یہاں پر بطورِ خاص توجہ کے لائق ہے وہ آیتِ کریمہ کے یہ الفاظ ہیں ﴿فی اموال الناس﴾ یعنی تم لوگ جو اپنا مال دوسروں کو اس لئے دیتے ہو کہ وہ دوسروں کے مالوں میں شامل ہو کر تمہارے لئے بڑھ جائے اور زیادہ بن کر واپس تمہاری طرف لوٹے۔ سو یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنا سانڈھ دوسرے کی چراگاہ میں چھوڑ دے تاکہ وہ وہاں سے چر کر اور موٹا ہو کر مالک کے پاس واپس آئے۔ سو اسی طرح سود خور انسان اپنا مال دوسرے کے مال میں ڈال کر اس کے ذریعے دوسروں کے مالوں کو کھینچنے، سمیٹنے اور اپنے مال کو بڑھانے کی کوشش کرتا ہے- والعیاذ باللہ- اور اس طرح سود خور عناصر اپنی سود خوری کے ذریعے دوسروں کا خون چوستے ہیں جس سے امیر طبقہ امیر تر ہوتا جاتا ہے اور غریب طبقہ غریب تر والعیاذ باللہ العظیم اللہ تعالی سود کی ہر شکل وصورت سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۵۳ ﴿ربوا﴾ ''سود'' اللہ تعالی کے یہاں بڑھوتری کا ذریعہ نہیں بنتا:- بلکہ وہ اپنی خباثتِ باطنی کے باعث خیر و برکت سے محروم اور مٹنے ہی کے لائق ہے اگرچہ ظاہر میں وہ کچھ ہی نظر آئے۔ مال جمع کرنے کی خواہش بالعموم مستقبل کے اندیشوں کے پیشِ نظر ہوتی ہے لیکن مادہ پرست اور دنیا دار انسان مستقبل کو بہت تنگ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس بنا پر اسکی نظر اسی دنیاوی زندگی اور اسکے فانی مفادات ہی تک محدود ہوتی ہے حالانکہ اصل مستقبل آخرت کی وہ زندگی ہے جو کہ حقیقی بھی ہے اور دائمی اور ابدی بھی۔ اور جس کیلئے کمائی اسی دنیاوی زندگی میں کی جاسکتی ہے۔ اوپر کی آیتِ کریمہ میں جو انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا تھا اسکے مقابلے میں اس آیتِ کریمہ میں اسکے ضد کردار کو بیان فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی میں خرچ کرنے کی بجائے ان کو دوسروں کے مال کھینچنے میں لگا دیتے ہیں اور وہ دوسروں کا بھلا کرنے کی بجائے مال پروری کی فکر میں لگ جاتے ہیں اور اپنے مال کو سودی قرض کے طور پر دوسروں کا خون چوسنے لگ جاتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ ان کا مال اس دنیا میں اور کچھ مدت کے لیے ہوتا ہو تو ہو لیکن اللہ کے یہاں اس میں کوئی بڑھوتری نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ ایسے مال کو مٹاتا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ سو اصل فائدہ صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے کہ انسان اپنے مال کو دنیا کے بینکوں کی بجائے خدا کے بینک میں جمع کرائے تاکہ وہ آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں اس کو کئی گنا ہو کر ملے- وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوال، و فی کُلِّ مَوْطنٍ مِنَ المواطن فی الحیاۃ

تُرِيدُونَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ

اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو ایسے ہی لوگ ہیں (حقیقت میں اپنے مالوں کو) بڑھانے والے، ف۵۴ ﴿۳۹﴾ اللہ

الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ

وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر اس نے تمہاری روزی کا بندوبست کیا، پھر وہی تم کو موت دیتا ہے (اور دے گا) پھر وہی تم کو

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ

زندگی بھی بخشتا ہے (اور بخشے گا) کیا تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی

شَيْءٍ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ

کام بھی کر سکے؟ ف۵۵ وہ پاک اور برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں، ﴿۴۰﴾ ظاہر ہو گیا (اور پھیل گیا) فساد

فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ

خشکی اور تری میں، لوگوں کے ان اعمال کی وجہ سے جو وہ خود اپنے ہاتھوں کرتے ہیں، تاکہ اللہ ان کو چکھائے

بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا

ان کے اعمال کا کچھ مزہ، ف۵۶ تاکہ یہ لوگ لوٹ آئیں، (شر وفساد سے) ف۵۷ ﴿۴۱﴾ (ان سے) کہو کہ تم لوگ چلو پھرو

۵۴ اللہ کی راہ میں دیا ہوا مال ہی اصل میں بڑھتا ہے:- سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہی حقیقت میں اپنے مالوں کو بڑھانے والے ہیں۔ کتنے گنا بڑھانے والے ہیں؟ اس کی یہاں تصریح نہیں فرمائی گئی کہ اس کا تعلق دراصل اخلاصِ نیت، خرچ کرنے کے احوال وظروف اور اللہ پاک کے کرمِ بے پایاں اور رحمت وعنایت سے ہے۔ اس لئے اسکے سوا کوئی نہیں جان سکتا کہ وہ قادرِ مطلق اسکو کس قدر اور کتنے گنا بڑھا کر دے گا؟ اور وہ کتنے گنا بڑھ کر اس کو واپس ملے گا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی حلال اور پاکیزہ کمائی میں سے اخلاصِ نیت کے ساتھ ایک کھجور کے دانے کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ پاک اس کو اپنے داہنے ہاتھ سے قبول فرماتا ہے۔ اور پھر اس کو وہ اس طرح پالتا اور بڑھاتا جاتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو وہ احد پہاڑ کے برابر کر دیتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا کہنے اس شانِ کرم کے۔ سو انسان کو اسکے مال کا اصل اور حقیقی فائدہ اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے جبکہ وہ اپنے مال کو دنیا کے بینکوں میں جمع کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کے بینک میں جمع کرائے تاکہ وہ اسکو اسکی اصل حقیقی اور ابدی زندگی میں کام آئے۔ یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ ایک تاجر یا کاروباری شخص جو اپنے سرمائے کو کسی جائز تجارت یا کاروبار میں لگا کر اپنے مال کو بڑھاتا ہے، اسکے سرمائے میں اور ایک سود خور کے اس سرمائے میں جو وہ اپنا حصہ سود پر قرض دے کر حاصل کرتا ہے یہ بنیادی فرق ہے کہ تاجر کا سرمایہ ہر قسم کے حالات اور خطرات کا مقابلہ کر کے

خود اپنی چراگاہ میں فربہی اور توانائی حاصل کرتا ہے۔ جبکہ سود خور کا سرمایہ ایک کمین گاہ میں چھپ کر کوئی خطرہ مول لیے بغیر ضرورتمندوں کی ضرورتمندی سے فائدہ اٹھا کر موٹا ہوتا ہے۔ سو ان دونوں کے اسی بنیادی فرق کی بنا پر اسلام نے تجارت اور کاروبار کی بڑھوتری کو حلال اور مبارک قرار دیا ہے اور سود کی بڑھوتری کو حرام اور فاسد۔ والعیاذ باللہ العظیم لکل حالٍ مّن الاحوال، وفی کُل مُوطنٍ مّن المواطن فی الحیاۃ۔

۵۵ توحید کے بعض دلائلِ انفسی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا فرمایا اور تمہیں وجود بخشا۔ پھر اسی نے تمہاری روزی کا انتظام فرمایا۔ پھر وہی تم کو موت دیتا اور زندگی بخشتا ہے"۔ تو کیا تمہارے ان شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے؟ اور جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس وحدہ لاشریک کا کوئی شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور اس کے سوا کسی بھی اور کیلئے عبادت و بندگی کی کوئی بھی قسم کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ سو یہ توحید خداوندی کے بعض وہ دلائل ہیں جو خود تمہاری جانوں کے اندر موجود ہیں۔ تمہیں کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ تم خود اپنے ہی حالات میں غور کر کے دیکھ لو۔ اس کے نتیجے میں تمہارے دل و دماغ نورِ توحید سے معمور و منور ہو جائیں گے، اور تمہارے نورِ ایمان و یقین میں اضافہ ہو جائیگا

۵۶ لوگوں کے اعمال کا کچھ بدلہ اسی دنیا میں: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "فساد پھیل گیا خشکی اور تری میں لوگوں کی اپنے ہاتھوں کی کمائی کی بنا پر۔ تاکہ اللہ انکو مزہ چکھائے انکے کچھ اعمال کا"۔ معلوم ہوا کہ اعمال کی اصل اور کامل سزا و جزا تو اگرچہ انسان کو آخرت ہی میں ملے گی لیکن اس کا کچھ اثر یہاں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ نیکی کا بدلہ نیکی اور برائی کا بدلہ برائی۔ والعیاذ باللہ۔ سو جب لوگ اپنے اعمالِ بد سے زندگی کے ہر شعبے کو فساد سے بھر دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کے ان کرتوتوں کا کچھ مزہ ان کو اسی دنیا میں چکھا دیتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے بحر و بر یعنی خشکی و تری اور لوگوں کی انفرادی و اجتماعی اور اعتقادی و عملی زندگی کے ہر میدان میں فساد پھیل چکا ہے اور فکر و نظر کی صحت کا تمام تر انحصار اللہ تعالیٰ پر ایمان اور عمل کی ساری استقامت اسلام پر مبنی ہے اور یہ دونوں چیزیں باہم لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی فقدان دوسرے کے فقدان کو مستلزم ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور ان دونوں کے فقدان کے نتیجے میں بحر و بر اور زندگی کے ہر شعبے میں فساد کا غالب آجانا ایک طبعی اور منطقی امر ہے۔ **والعیاذ باللہ العظیم بِکُلِّ حالٍ من الاحوال وَھُوَ العزیزُ الوھاب،**

۵۷ تنبیہی عذاب کا مقصد تنبیہ و تذکیر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "فساد پھیلانے والوں پر اللہ عذاب بھیجتا ہے تاکہ وہ انکو انکے کیے کرائے کا کچھ مزہ چکھائے اور تاکہ یہ لوگ لوٹ آئیں حق اور حقیقت کی طرف"۔ سو اس سے تکلیف اور مصیبت کے اس فلسفے پر روشنی پڑتی ہے جو اسکے اندر موجود اور پسِ پردہ کارفرما ہوتا ہے کہ اس سے دراصل انسان کو سبق سکھانا اور اس کو اسکی غلط روش سے باز رکھنا مطلوب ہوتا ہے۔ اور یہ کہ وہ لوٹ آئے راہِ حق و صواب کی طرف۔ سو قوموں پر پہلے تنبیہی عذاب بھیجا جاتا ہے اور پھر فیصلہ کن عذاب والعیاذ باللہ یعنی اگر تنبیہی عذاب سے انکی آنکھیں نہ کھلیں اور انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو پھر فیصلہ کن عذاب کے ذریعے ان کا ہمیشہ کے لیے صفایا کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قومِ عاد اور ثمود وغیرہ کا ہوا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ تنبیہی عذاب کا اصل اور بڑا مقصد تنبیہ و تذکیر ہوتا ہے، اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

(اللہ کی عبرتوں بھری) اس زمین میں، پھر دیکھو کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا

مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ

جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، ان میں سے اکثر (باغی اور) مشرک ہی تھے ۵۸ ﴿۴۲﴾ پس تم سیدھا رکھو اپنا رخ

لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ

اس دین قیم (وراست) کی طرف، اس سے پہلے کہ آپہنچے وہ دن جس کے ٹالنے (روکنے) کی کوئی صورت نہ ہوگی،

مِنَ اللَّهِ ۖ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ

اللہ (پاک) کی طرف سے، ۵۹ اس دن لوگ پھٹ کر ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے، ۶۰ ﴿۴۳﴾ جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال

كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾

اسی پر ہوگا، اور جس نے نیک کام کئے تو ایسے لوگ بھی خود اپنے ہی لئے سامان کر رہے ہیں، ﴿۴۴﴾

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۚ

تاکہ اللہ بدلہ دے (اپنے کرم اور) اپنی مہربانی سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کئے، ۶۱

۵۸ عبرت پذیری کی تعلیم و تلقین: — سو اس سے ہلاک شدہ قوموں کے حال و مآل پر نگاہ عبرت ڈالنے کی ہدایت اور تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ چلو پھرو زمین میں تاکہ تمہارے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ شرک اور مشرکوں کا آخری انجام بہرحال ہلاکت و تباہی ہے والعیاذ باللہ یعنی زیادہ تر لوگوں کی تباہی شرک کی نحوست ہی کی وجہ سے ہوئی۔ کیونکہ ان میں کے اکثر مشرک ہی تھے۔ معلوم ہوا کہ شرک کا جرم اور اس کی نحوست سب سے بڑھ کر ہے اور اس کا انجام بہرحال ہلاکت و تباہی ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج توحید کی دعویدار و علمبردار امتِ مسلمہ میں بھی کتنے ہی لوگ ہیں جو طرح طرح سے اسی جرم کے مرتکب اور اسی گناہ میں مبتلا ہیں والعیاذ باللہ العظیم سو اسی بنا پر یہاں ﴿ سیروا فی الارض ﴾ کے حکم و ارشاد سے پہلی قوموں کے عبرتناک انجاموں کو دیکھنے اور ان سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے کہ تم لوگ اللہ کی عبرتوں بھری اس زمین میں چل پھر کر اور گزشتہ قوموں کے آثار و نشانات میں نگاہ عبرت ڈال کر دیکھو کہ وہ آخر کار کس انجام سے دوچار ہوئیں۔ ان میں اکثریت مشرکوں کی تھی۔ سو کفر و شرک فساد و بگاڑ کی سب سے بڑی اور بنیادی شکل ہے اور اس کا نتیجہ و انجام بہرحال ہلاکت و تباہی ہے — والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ وضلال۔

۵۹ دینِ فطرت کو یکسو ہو کر اپنانے کی ہدایت: — سو ارشاد فرمایا گیا "پس سیدھا کر لو تم اپنا رخ آج اس دینِ قیم کی طرف قبل اس سے کہ آپہنچے اللہ کی طرف سے وہ دن جسکے ٹلنے کی پھر کوئی صورت نہیں ہوگی"۔ نہ تو خداوندِ قدوس خود اس کو ٹالے گا کہ

اس کا وعدہ سچا ، پکا اور آخری ہے۔ اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کسی اور کی طرف سے اس کے ٹالنے کا کوئی سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر یہ ہٹ دھرم اور شامت زدہ لوگ حق بات سننے ماننے کو تیار نہیں تو انکی پروا مت کرو بلکہ تم خود خدا کے سیدھے اور فطری دین کی طرف یکسو ہو جاؤ اور اس دن کی مسئولیت سے بچنے کی فکر کرو جس کا آنا قطعی ہے۔ اور جب وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ظہور میں آ جائے گا تو کسی کی طاقت نہیں کہ وہ اسکو ٹال سکے۔ سو جب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کے نتیجے میں بحر و بر اور خشکی و تری میں فساد پھیل گیا اور اس فساد و بگاڑ کی اصلاح اور اس کے خاتمے کی ایک ہی صورت ہے یعنی دینِ حق و ہدایت کی طرف رجوع۔ اور دینِ حق بہر حال یہی دینِ حنیف یعنی دینِ اسلام ہے۔ پس تم اپنا رخ اسی دینِ حنیف کے لیے سیدھا کر لو اور اس کو صدقِ دل سے اپنا لو۔ اسی میں دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان ہے جبکہ اس سے اِعراض و روگردانی دارین کی سعادت و سرخروئی سے محرومی ہے جو کہ بڑی ہی ہولناک محرومی ہے - والعیاذ باللہ العظیم-

۶۰ قیامت کا دن فرق و تمیز کا دن: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اس روز لوگ ایک دوسرے سے پھٹ کر الگ ہو جائیں گے'' کہ اس روز دنیا کے تمام رشتے ختم ہو جائیں گے اور نئے سرے سے گروہ بندی ہو گی ۔ پس ایمان و توحید والے الگ ہو جائیں گے اور کفر و شرک والے الگ۔ اول الذکر جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے - اللّٰھم اجعلنا منھم - جبکہ دوسروں کو دوزخ کے ہولناک عذاب میں جھونک دیا جائے گا - والعیاذ باللہ العظیم - سو آج ان لوگوں کو جو اپنی جمعیت و اپنی عددی اکثریت پر فخر و ناز ہے اور اپنے جن شرکاء و شفعاء کا ان کو گھمنڈ اور اعتماد ہے یہ سب کچھ اس روز ہوا ہو جائے گا۔ ایسے تمام رشتے اس روز کٹ جائیں گے اور کوئی کسی کے کچھ کام نہ آ سکے گا۔ تب ان کی یاس و حسرت کی کوئی حد اور انتہاء نہیں رہیگی مگر بے وقت کے اس افسوس کا ان کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہو گا۔ سوائے آتش یاس و حسرت میں اضافے کے والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ۔

۶۱ قیامِ قیامت کا اصل مقصد اہلِ ایمان کو نوازنا: - سو قیامِ قیامت کی غرض و غایت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''تا کہ اللہ ایمان اور عملِ صالح والوں کو اپنے فضل سے نوازے''۔ یعنی جنت تو انسان کو اپنے اعمال کے بل بوتے پر نہیں بلکہ اللہ پاک کے فضل و کرم اور اس کی رحمت و عنایت ہی سے ملے گی۔ ورنہ ہمارے تو زندگی بھر کے تمام نیک اعمال تو اللہ پاک کی ان نعمتوں کا بھی بدلہ نہیں ہو سکتے جن سے ہم لوگ اس دنیاوی زندگی میں فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور پھر انسانی اعمال تو بہر حال محدود ہیں جبکہ جنت کی زندگی اور اس کی نعمتیں ابدی اور لامحدود۔ تو وہاں کی لامحدود نعمتیں ان محدود اعمال کا صلہ اور بدلہ کس طرح ہو سکتی ہیں؟ سو جنت محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو گا جس سے وہ اپنی رحمت و عنایت کی بنا پر اپنے خاص بندوں کو نوازے گا۔ البتہ اس عنایت و نوازش کا ذریعہ و سبب ایمان اور عملِ صالح کی پونجی ہی ہو گی۔ سو اس آیتِ کریمہ سے پتہ چلا کہ قیامِ قیامت کا اصل مقصد اہلِ ایمان کو ان کے بدلہ و جزا سے نوازنا ہے کفار کو سزا دینا اس کا اصل مقصد نہیں۔ بلکہ اس کا لازمی اور طبعی نتیجہ ہے جو کہ ان کے اعمال کے پیمانے سے تول کر نہیں ملے گا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے مطابق ملے گا اور اللہ کا فضل ایسی چیز ہے کہ اس کا اندازہ ہم اپنے پیمانوں اور قیاسوں سے نہیں کر سکتے - وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید-

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ

بلاشبہ وہ پسند نہیں کرتا کافروں (اور منکروں) کو، ﴿۴۵﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے

الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ

خوشخبری سنانے کو، ۶۲ (تاکہ تم خوش ہو جاؤ) اور تاکہ وہ چکھائے تم کو اپنی رحمت (وعنایت) سے، اور تاکہ کشتیاں

الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

چلیں اس کے حکم سے، اور تاکہ تم تلاش کرو اس کے فضل (ومہربانی) سے، اور تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

شکرگزار بنو، ۶۳ ﴿۴۶﴾ اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو بھیجا ان کی قوموں کی طرف، ۶۴

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ

سو وہ بھی ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر پہنچے (مگر جنہوں نے نہیں ماننا تھا انہوں نے نہیں مانا) تو آخر کار ہم نے انتقام لیا ان سے

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

جو (تکذیب ومخالفت حق جیسے) جرائم کے مرتکب ہوئے اور ہمارے ذمے لازم ہے ایمان والوں کی مدد کرنا، ۶۵ ﴿۴۷﴾ اللہ وہی تو ہے جو ہواؤں کو

۶۲ بارانِ رحمت کی خوشخبری دینے والی ہواؤں کا ذکروبیان: ــ سو ارشاد فرمایا گیا "اور اسکی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے خوشخبری سنانے کو"۔ کہ بارانِ رحمت آنے والی ہے جس سے طرح طرح کے فوائد حاصل ہوں گے۔ سو اس طرح وہ خالقِ کل اور مالکِ مطلق اپنی گوناں گوں مخلوق کی طرح طرح کی ضروریات کی تحصیل وتکمیل کیلئے پانی کا انتظام فرماتا ہے جس پر ہر جاندار کی زندگی کا مدار وانحصار ہے۔ سو ذرا دیکھو کہ وہ خالق ومالک اپنی رحمت وعنایت سے ان بنیادی ضروریات کا کس طرح رحمتوں بھرا انتظام فرماتا ہے تاکہ تم لوگ اسکی گوناگوں رحمتوں اور عنایتوں سے مستفید وفیضیاب ہوسکو۔ سو اس سب کے باوجود اس سے منہ موڑنا کس قدر ظلم ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس ارشاد میں پیغمبر کے لیے اور آپ کے توسط سے آپ کی امت کے ہر داعیِ حق کے لیے تسکین وتسلیہ کا یہ سامان بھی ہے کہ جس طرح تم دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ گھٹی ہوئی فضا کے اندر سے سازگار ہوا چلا دیتا ہے جو تمہارے لیے اس کی بارانِ رحمت کی بشارت بن کر ظاہر ہوتی ہے تاکہ اس طرح وہ تمہیں اپنے رزق وفضل سے نوازے۔ اسی طرح وہ تمہارے لیے ناموافق حالات کے اندر سے خوش کن سازگار حالات بھی پیدا فرمادے گا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے اور ہمیشہ وہی کام کرنے، اور انہی راہوں کو اپنانے کی توفیق بخشے جن کے نتیجے میں اسکی خاص رحمتوں اور عنایتوں سے زیادہ سے زیادہ سرفرازی نصیب ہو سکے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۶۳ نعمت سے سرفرازی کا تقاضا شکرِ نعمت: ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ تاکہ تم لوگ شکرگزار بنو۔ اپنے خالق ومالک کے کہ اس

نے ہمیں ان اوران نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ مگر تم تو پھر بھی غیروں کے در پر جھکتے اوران کو طرح طرح سے اس وحدہ لاشریک کا شریک ٹھہراتے ہو۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سواللہ پاک کی بخشی ہوئی ان گونا گوں اور عظیم الشان نعمتوں پر حضرتِ حق جل مجدہ کا شکر بجالانا اور اسکی بارگہ اقدس واعلیٰ میں دل وجان سے جھک جانا اس واہب مطلق جل جلالہ کا اس کے بندوں پر اُس کا حق بھی ہے اور اسی میں ان کا بھلا بھی ہے۔ اور اسکے حقِ شکر سے منہ موڑنا اور اعراض برتنا ناشکری اور ظلم بھی ہے اور اس میں اس کے عذاب کو دعوت دینا بھی۔ والعیاذ باللہ۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾۔ (ابراہیم:۷) سو شکرِ نعمت ایک عظیم الشان سعادت اور دینِ حنیف کا ایک اہم مطلب ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید۔ اللہ ہمیشہ اپنے شکر کی توفیق وعنایت سے سرفراز رکھے۔ آمین۔

۶۴ پیغمبر کے لیے تسلی کا سامان تاریخ کے حوالے سے: ۔سوارشادفرمایا گیا ’’اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو بھیجا انکی قوموں کی طرف جوان کے پاس کھلے دلائل لے کر آئے‘‘۔ سو آپ کوئی نئے اور انوکھے رسول تو نہیں ہیں کہ یہ لوگ اس طرح بدکیں اور تعجب کریں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾۔ (الاحقاف:۹) ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ ان کی نبوت ورسالت ان کی اپنی قوموں کی طرف اور خاص علاقوں اور محدود زمانوں کے لئے تھی۔ جبکہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت قیامت تک کے تمام زمانوں تک کیلئے اور ساری دنیا اور جملہ اقوام کے لئے ہے۔ مگر گزشتہ اقوام نے اپنے رسولوں کو انکے کھلے دلائل اور روشن نشانیوں کے باوجود جھٹلایا جس سے بالآخر وہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ کر رہے۔ اور تکذیبِ رُسل کی اس مجرمانہ روش کی بناء پر ہم نے ان سے انتقام لیا۔ اس لیے کہ اہلِ ایمان کی نصرت وامداد ہم پر حق ہے۔ سو یہی معاملہ تمہارے دشمنوں سے بھی ہوگا کہ ہماری سنت سب کیلئے ایک اور ہمارا دستور سب کے لیے یکساں ہے۔ پس تم لوگ مطمئن رہو اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے خالق ومالک سے اپنا تعلق درست اور صحیح رکھو۔ سو اس ارشاد میں ایک طرف تو پیغمبر کے لیے اور آپ کے توسط سے جملہ اہلِ حق کیلئے تسکین وتسلیہ کا سامان ہے اور دوسری طرف اس میں مکذبین ومنکرین کیلئے تنبیہ وتذکیر بھی کہ وہ گزشتہ امتوں کے انجام سے سبق لیں اور اپنی روش کی اصلاح کرلیں ورنہ ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو کہ ان گزشتہ قوموں کا انکے جرمِ انکار وتکذیب کی بناء پر ہو چکا ہے والعیاذ باللہ العظیم کہ اللہ تعالیٰ کا قانون بے لاگ اور سب کے لیے یکساں ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ پس جو کرے گا سو بھرے گا، اور جیسا کرے گا ویسا بھرے گا، والعیاذُ باللہ۔

۶۵ اہلِ ایمان کے لیے نصرتِ خداوندی کا مژدہ جانفزا: ۔سوارشادفرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ’’اور اہلِ ایمان کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے‘‘۔ یعنی یوں تو ہم پر کسی کا کوئی حق واجب ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں مگر ہم نے اپنے انتہائی کرم کے باعث ایسے ایمانداروں کی مدد کرنا اپنے ذمے لے رکھا ہے اور اپنے ذمے کو نبھانا اور ایمان والوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔ سو ایمان ویقین کی دولت اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد سے سرفرازی کا ذریعہ ہے۔ سو اہلِ ایمان کے نصرتِ خداوندی کا یہ ایک عظیم الشان مژدۂ جانفزا ہے۔ سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بندۂ مومن کی شان کتنی بڑی اور کس قدر بلند ہے۔ اور یہ کہ ایمان کی دولت کس قدر عظیم الشان دولت ہے جو انسان کو ایسی عظمتوں اور بلندیوں سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ فالحمد للہ الذی شرفنا بنعمۃ الایمان ۔ اللھم فزدنا منہ و ثبتنا علیہ بمحض منک و کرمک یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین ۔ بہرکیف اس سے اہلِ ایمان کو نصرتِ خداوندی کے مژدۂ جانفزا سے نوازا گیا ہے۔ والحمد للہ جل وعلا۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم اور رحمت وعنایت سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيْفَ

اس طرح بھیجتا ہے کہ وہ بادل اٹھاتی ہیں پھر اللہ اس (بادل) کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے جس طرح چاہتا ہے (اپنی قدرت کاملہ

يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

اور حکمت بالغہ سے،) اور وہ اس کو تقسیم کر دیتا ہے مختلف ٹکڑیوں کی شکل میں، ۶۶ پھر تم دیکھتے ہو کہ بارش اس کے بیچ سے

خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ

(چھن چھن کر) آ رہی ہوتی ہے پھر وہ جب اس کو اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے پہنچا تا ہے، ۶۷

۶۶ بادلوں اور بادو باراں میں درسہائے عبرت وبصیرت کا سامان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ وہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اس طور پر کہ وہ بادل اٹھاتی ہیں۔ پھر اللہ اس بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے جس طرح چاہتا ہے اور وہ اس کو تقسیم کر دیتا ہے مختلف ٹکڑیوں کی شکل میں''۔ یعنی کبھی تو بادل سارے آسمان پر محیط ہو جاتے ہیں اور کبھی مختلف ٹکڑیوں میں بٹ جاتے ہیں۔ سو یہ سب اللہ پاک ہی کی قدرت وعنایت کے مظاہر ہیں جو تمہارے سامنے بار بار آتے اور تم کو دعوتِ غور وفکر دیتے ہیں مگر لوگ ان سے سبق نہیں لیتے۔ ورنہ ابر و باد کے ان مختلف سلسلوں میں طرح طرح کے درسہائے عبرت وبصیرت پوشیدہ و پنہاں ہیں جن میں غور وفکر کرنے سے تم لوگوں کو عبرتوں بھرے درسہائے فکر وبصیرت ملیں گے۔ سو تم دیکھو اور نگاہِ عبرت سے دیکھو کہ اللہ کس طرح بھیجتا ہے ہواؤں کو کھلی فضا میں۔ پھر وہ بادلوں کو ابھارتی اور پھیلاتی ہیں۔ پھر وہ اپنی حکمت وقدرت کے مطابق انکو فضا میں پھیلاتا اور مختلف ٹکڑیوں میں بانٹ دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ اسکے درمیان سے مینہ نکل نکل کر برسنے لگتا ہے۔ پھر جو لوگ خدا کی اس رحمت سے فیضیاب ہوتے ہیں، وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں۔ حالانکہ اس سے ذرا پہلے وہ اس سے بالکل مایوس ہو چکے ہوتے ہیں۔ بہر کیف بادلوں اور بارشوں کے اس حکمتوں بھرے نظام میں بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ مگر ان لوگوں کیلئے جو ان میں صحیح طور پر غور وفکر سے کام لیتے ہیں، وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحِبُّ ویرید۔

۶۷ بارش کی تقسیم اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں: -سو ارشاد فرمایا گیا ''پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے اس کو بھیج دیتا ہے''۔ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ یہاں بارش ہے وہاں نہیں۔ ایک جگہ پانی ہی پانی ہوتا ہے اور اس کے برعکس دوسری جگہ مٹی اڑ رہی ہوتی ہے۔ سو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ اللہ پاک ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے۔ اسی طرح روحانی بارش یعنی نبوت ودین کو بھی وہ اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہے تقسیم فرماتا ہے۔ ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾- (الانعام: ۱۲۴) . سو اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کے یہ مختلف مظاہر اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر تم لوگوں کو دعوتِ غور وفکر دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی یہی شانِ رحمت تمہارے لیے بھی ظاہر ہوگی۔ آج یہ چیز تمہیں بہت بعید نظر آتی ہے لیکن جب ظاہر ہوگی تو اس وقت تم کو یہ بہت قریب کی چیز معلوم ہوگی اور اس وقت تم خوش ہو جاؤ گے۔

اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ

تو وہ خوشی سے اچھلنے لگتے ہیں، ﴿۴۸﴾ جب کہ یہ لوگ اس سے پہلے

اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ

کہ یہ بارش ان پر برسائی جاتی یہ بالکل آس توڑے بیٹھے تھے، ۶۸ ﴿۴۹﴾ سو تم دیکھو

اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

اللہ کی رحمت کے آثار کو، کہ وہ (قادر مطلق اس کے ذریعے) کس طرح زندہ کرتا ہے زمین کو، اس کے بعد کہ وہ مرچکی ہوتی ہے، ۶۹

۶۸ مایوسی کے بعد خوشی کا سامان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگرچہ بارش کے اترنے سے پہلے یہ لوگ آس توڑے بیٹھے تھے اور اس کے اترنے کے بعد خوشیاں منانے لگتے ہیں"۔ وہی بات کہ انسان بڑا تنگ ظرف اور تھڑ حوصلہ ہے۔ تھوڑی سی نعمت ملنے پر اچھل پڑتا ہے اور تنگی پہنچنے پر وہ ملول و مایوس ہو جاتا ہے بجز ان لوگوں کے جو ایمان و استقامت کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ بہرکیف قدرت کے اس عظیم الشان مظہر کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ دیکھو کہ اللہ کس طرح اپنی قدرت و عنایت اور رحمت و حکمت سے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو ابھارتی ہیں۔ پھر وہ اپنی قدرت و عنایت سے ان بادلوں کو جس طرح چاہتا ہے فضا میں پھیلا دیتا ہے اور ان کو تہ در تہ کرتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ ان کے درمیان سے مینہ چھن چھن کر نکلتا اور برستا ہے۔ جس سے لوگ خوشیاں مناتے ہیں حالانکہ اس سے ذرا پہلے وہ مایوس اور دل برداشتہ ہوتے ہیں۔ سو بارش کے اس سلسلہ انتظام میں بڑے درسہائے عبرت و بصیرت ہیں ان لوگوں کے لیے جو اس میں نگاہِ عبرت ڈالتے اور غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔ سو غافلوں کیلئے محرومی اور بدبختی ہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم لکل حالٍ مِّن الاحوال، وفی کلّ مَوطنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ۔

۶۹ آثارِ رحمت وقدرت میں غور و فکر کی دعوت: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم دیکھو اللہ کی رحمت کے آثار کی طرف کہ وہ کس طرح زندہ کر دیتا ہے زمین اسکے مرچکنے کے بعد"۔ جس سے ہر طرف پھول پھلواری اور سبزے کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ ہر طرف مسرتیں، خوشیاں اور امیدیں رقص کناں ہو جاتی ہیں۔ اور اسی طرح اس وقت ہوتا ہے جب کہ وحی اور دین کی بارش دلوں کی زمین کو سیراب کرتی ہے۔ جس سے دلوں کی دنیا کو حیات تازہ ملتی ہے اور وہ لہلہا اٹھتی ہے۔ اس میں ایمان و یقین کی بہاریں آتی ہیں۔ کلیاں نکلتی اور پھول کھلتے ہیں اور علم و معرفت کے چشمے رواں دواں ہوتے ہیں جس کے بعد اور جسکے باعث یہ انسان مشتِ خاک کی حیثیت سے بلند ہو کر رشکِ ملائکہ بن جاتا ہے اور کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے اور کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ فللہ الحمد رب العالمین۔ سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہاری جسمانی اور مادی ضرورتوں کی تکمیل و تحصیل کے لیے اس ظاہری بارش کا انتظام فرمایا اسی طرح اس نے تمہاری باطنی، معنوی اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل و تحصیل کے لیے وحی کی اس روحانی بارش کا انتظام فرمایا جو دلوں کی دنیا پر اترتی برستی ہے۔ اور اس کو اپنانے اور قبول کرنے والے دلوں کی زمین عظیم الشان محامد و فضائل اور مکارم سے لہلہا اٹھتی ہے۔ اور اس کے برعکس اس سے اعراض اور روگردانی برتنے والوں کے لیے محرومی ہی محرومی ہے۔ العیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین۔

إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتَىٰ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾

بلاشبہ وہی ذات زندہ کرنے والی ہے مردوں کو، اور وہی ہے جو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، (۵۰)

وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوا مِن بَعْدِهِ

اور اگر ہم ان پر کوئی ایسی ہوا بھیج دیں ف ۷۰ جس کے نتیجے میں یہ اپنی کھیتی کو زرد پائیں تو اس کے بعد

يَكْفُرُونَ ﴿٥١﴾ فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ

یہ کفر بکنے لگتے ہیں، ف ۷۱ (۵۱) سو آپ (اے پیغمبر!) نہ تو مردوں کو سنا سکتے ہیں، اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی

۷۰ لفظِ "ریاح" اور "ریح" کے درمیان فرق: - "ریاح" کا اطلاق عموماً اُن ہواؤں پر ہوتا ہے جو رحمت کا ذریعہ ہوتی ہیں اور "ریح" کا ان پر جو کہ عذاب کا باعث ہوتی ہیں - والعیاذ باللہ - اسی لئے روایات میں وارد ہے کہ آنحضرت - صلی اللہ علیہ وسلم - ہوا چلنے کے موقع پر یوں دعا فرمایا کرتے تھے - "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا" - "اے اللہ ان کو نفع دینے والی ہوائیں بنانا نہ کہ نقصان پہنچانے والی" (جامع البیان، ابنِ کثیر وغیرہ)۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ عام لوگوں کی تنگ ظرفی کا حال یہ ہے کہ ذرا دیر میں مایوس اور ذرا دیر میں مست و مگن ہو جاتے ہیں۔ بارش میں ذرا توقف اور بندش ہو جائے تو وہ مایوس ہو کر حوصلے چھوڑ دیتے ہیں اور بارش ہو جائے تو ناچنے کودنے لگتے ہیں۔ اور اگر بارش کے بعد ہم کوئی ناسازگار ہوا بھیج دیں تو یہ اپنی اچھی ہوئی فصلوں کا رنگ زرد پڑتے دیکھ کر مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور وہی مردنی و مایوسی اور ناشکری ان پر چھا جاتی ہے۔ سو ایسے تنگ ظرف تھڑ حوصلہ اور متلون مزاج لوگوں سے خیر کی کوئی توقع نہیں رکھی جا سکتی، سو صبر و استقامت اور مکارمِ اخلاق سے محرومی بڑی محرومی ہے - والعیاذ باللہ جل وعلا بکل حال من الاحوال - اللہ تعالیٰ فکر و عمل ہر اعتبار سے راہِ حق و صواب پر مستقیم رکھے آمین ثم آمین، یا رب العالمین۔

۷۱ انسان کی تنگ ظرفی اور ناشکری کا ایک نمونہ و مظہر: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ جب ہم ان پر کوئی ایسی ہوا بھیج دیں جس سے یہ اپنی کھیتی کو زرد پائیں تو ایسے میں یہ لوگ کفر بکنے لگتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی سابقہ تمام نعمتوں کو بھول جاتے ہیں۔ سو قرآنِ حکیم کی ارشاد فرمودہ یہی انسانی نفسیات آپ اپنے یہاں کے آج کے انسان میں بھی بتمام و کمال ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ تھوڑا سا کچھ مال و منال اور جاہ و جلال و اقتدار ملا تو یہ پھول کر کہیں سے کہیں پہنچ گیا اور کیا سے کیا کچھ کہنے اور کرنے لگ گیا۔ اور اگر کبھی تھوڑا سا نقصان ہو گیا تو یہ ایسا بے صبرا اور اس قدر پریشان اور ناشکرا بن جاتا ہے کہ مرنے مارنے پر آ جاتا ہے اور یہاں تک کہ وہ خودکشی تک پر اتر آتا ہے - والعیاذ باللہ العظیم - سو ایسے تنگ ظرف اور متلون مزاج لوگوں سے خیر کی کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ حق بات انہی لوگوں کے دل میں اتر سکے گی اور وہی اسکو قبول کرنے پر آمادہ ہونگے جو نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر کرنے کا مزاج رکھتے ہوں۔ سو صبر و استقامت اور مستقل مزاجی بڑی اہم اور عظیم الشان صفات ہیں - وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید،

الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝٥٢ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ

آواز پہنچا سکتے ہیں، جب کہ وہ چل دیں پیٹھ پھیر کر، ۝٥٢ اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا

سیدھی راہ پر ڈال سکتے ہیں آپ تو صرف انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو (سچے دل سے) ایمان رکھتے ہوں ہماری آیتوں پر،

فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝٥٣ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ

اور وہ فرمانبردار ہوں، ۝٥٣ اللہ وہی تو ہے جس نے تم سب کو پیدا فرمایا کمزوری (اور ناتوانی) سے

ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ

پھر اس نے کمزوری کے بعد تم کو قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد

بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ

اس نے تمہارے اندر (ایک تدریج کے ساتھ) کمزوری بھی رکھ دی اور بڑھاپا بھی، اور وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی ہے

الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝٥٤ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ

سب کچھ جانتا، پوری قدرت والا، ۝٥٤ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسمیں کھا کھا کر

الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا

کہیں گے کہ وہ ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرے تھے، ۝٥٥ اسی طرح (دنیا کی زندگی میں بھی)

۶۲ مُردوں اور بہروں کو سنانا کسی انسان کے بس میں نہیں:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آپ نہ مُردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو آواز پہنچا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں"۔ یعنی بہرہ اگر آپ کی طرف دیکھتا ہو تو آواز نہ سننے کے باوجود وہ اشارے سے آپ کی بات سمجھ سکتا ہے۔ مگر جب وہ پیٹھ دے کر چل پڑے تو اس کو آپ اپنی آواز کس طرح پہنچا سکتے ہیں؟ اور اس کو راستہ کس طرح دکھا سکتے ہیں؟ سو یہی حال ہے عقل کے ان اندھوں اور دل و دماغ کے ان بہروں کا جو نورِ حق و یقین سے محروم ہیں۔ پس ان کو آواز پہنچانا اور حق سنانا، یعنی اس کو ان سے منوا لینا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ ہی یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ آپ تو بس انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں اور آپ کی تبلیغ اور دعوتِ حق سے وہی لوگ مستفید و مستنیر ہو سکتے ہیں جو ایمان لانا چاہتے ہوں۔ کیونکہ ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ پس جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے اور فرمانبرداری کا طریقہ اختیار کیے ہوئے ہوں وہی اس دعوتِ حق سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ تصریح فرمائی گئی۔ ﴿اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيَاتِنَا﴾۔ (النمل:۸۱)۔ سو نورِ

ایمان و یقین سے محروم لوگ حقیقت میں مردہ ہیں اگرچہ وہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتے ہوں۔ پس اس تشبیہ سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اسی طرح آپ ان کافروں کو بھی نہیں سنا سکتے کہ ان کے دل مر چکے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کو ان کے بارے میں غم اور افسوس نہیں کرنا چاہیئے۔ سو ایسی آیات سے مُردوں کے عدمِ سماع پر استدلال بالکل درست اور برمحل ہے۔ سماعِ موتیٰ کا مسئلہ اگرچہ قدیم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے اور اس میں حضراتِ اہلِ علم کے دو قول ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک راجح قول یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے الا یہ کہ اللہ خود سنا دے۔ پس جہاں نص سے ثابت ہو، اس کو ثابت مانا جائے گا مگر اس پر آگے قیاس نہیں کیا جائے گا۔ اور زیرِ بحث آیتِ کریمہ سے بھی اسی کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ یہاں فرمایا گیا ہے۔﴿اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ ﴾۔ ''کہ آپ نہیں سنا سکتے'' اور دوسری جگہ فرمایا۔﴿وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴾۔ ''قبروں والوں کو سنانا آپ کے بس میں نہیں ہے''۔ (فاطر: ۲۲) لیکن اللہ پاک اگر سنوانا چاہے تو سنوا سکتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جیسا کہ قلیبِ بدر اور خفقِ نعال والی حدیثوں میں مذکور ہے۔ پس ان کو اپنے مورد تک ہی بند رکھا جائے گا۔ آگے ان پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اصول میں اس کی تصریح ہے کہ قیاس معقول المعنیٰ چیز کا ہوتا ہے نہ کہ غیر معقول المعنیٰ کا۔ اس مسئلے کا کچھ بیان اس سے پہلے سورۂ نمل میں بھی ہو چکا ہے۔ وہاں کی مراجعت بھی فرمالی جائے۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ مُردوں کو سنانا نہ آپؐ کے بس میں ہے اور نہ ہی یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے آپؐ اس بارے غمگین اور پریشان نہ ہوں۔ آپ انہی کو سنا سکتے ہیں جو سننا اور ماننا چاہتے ہوں کہ ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ نفع ان ہی کو ہو سکتا ہے جو سننا اور ماننا چاہتے ہوں۔ سو دعوتِ حق کو سننا اور ماننا، اور قبولِ حق کا ارادہ رکھنا صلاح و فلاح کی اصل اور اساس ہے باقی تمام امورِ خیر اسی پر مرتب ہوتے ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید، بکلّ حالٍ مّن الاحوال،

۷۳ سننا اور ماننا سعادت و سرفرازی کی اصل و اساس: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''آپ تو بس انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں''۔ اور وہ سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ ''آیات'' سے یہاں پر مراد آفاق و انفس کی وہ نشانیاں ہیں جو حضرتِ حق جل مجدہ کی وحدانیت اور اسکی عظمتِ شان پر دلالت کرتی ہیں اور جن کا ذکر اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک سے مستفید ہونے کی شرطِ اولین اس پر ایمان رکھنا اور اس کے احکام و فرامین پر عمل کرنا اور اسکے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ وَقَدْ مَرَّ اَکْثَرَ مِنْ مَرَّۃٍ۔ سو جو لوگ اس پر ایمان رکھنے کی سعادت سے محروم ہیں وہ اس سے کما حقہ فیضیاب نہیں ہو سکتے خواہ وہ اس کا کتنا ہی مطالعہ کیوں نہ کریں۔ جیسا کہ مستشرقین وغیرہ کا حال ہے۔ ''آیات'' کے لفظ سے یہاں پر مراد بعض حضراتِ اہلِ علم کے نزدیک آفاق و انفس کی وہ نشانیاں ہیں جو حضرتِ خالق جل وعلا کی قدرتِ مطلقہ اور حکمتِ بالغہ کی گواہی دے رہی ہیں اور وہ اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر خالق و مالک پر ایمان لانے کی دعوت دے رہی ہیں۔ سو حق و ہدایت کی دعوت ایسے ہی لوگوں پر اثر انداز و کارگر ہو سکتی ہے جو کائنات میں پھیلی بکھری ان نشانیوں کو مانتے ہوں۔ اور وہ حق بات کو ماننے اور تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اور جو لوگ ان کو نہ مانتے ہوں، ان کے آگے سارا وعظ بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ عناد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ سو سننے اور ماننے کی طبیعت سعادت و سرخروئی کی اصل اساس و بنیاد ہے اور عناد و ہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی، والعیاذ باللہ العظیم۔

۷۴ خود اپنی جانوں میں غور و فکر کی دعوت: سو ارشاد فرمایا گیا ''اور اللہ ہی نے پیدا فرمایا تم سب لوگوں کو کمزوری وناتوانی سے'' سو اپنی تخلیق کے شروع و آخر کی یہ کمزوریاں جن کو روکنا اور ان سے بچنا تمہارے بس میں نہیں بلکہ آغاز وانجام کی ان دونوں کمزوریوں کے سامنے تم سراسر عاجز اور لاچار ہو۔ تو پھر تمہارے لیے کسی تکبر و اعراض کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ پس اپنے اندر کی اس شہادت و گواہی اور اپنی جانوں کے اندر پائی جانے والی اس حقیقت واقعیہ کو ہمیشہ یاد رکھتے ہوئے اور اپنے آغاز وانجام کو دیکھتے ہوئے تم لوگ ان دونوں کے بیچ میں ملنے والی قوت و فرصت سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کو اللہ پاک کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے صرف کرو اور آخرت کی اس حقیقی زندگی کے لئے کمائی کرو جو ابدی ہے کہ دنیا کی اس زندگی کے خاتمے کے بعد پھر یہ موقع ملنے والا نہیں۔ اللہ پاک توفیق وعنایت سے نوازے آمین ثم آمین سو تم میں سے کسی کو اپنی قوت وطاقت اور کسی قابلیت وصلاحیت پر ناز نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ سب ہی کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا بخشا ہے اور اس نے پھر اپنے وقت پر اللہ ہی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ اس کیلئے تم لوگ خود اپنے وجود ہی پر غور کر لو کہ اُس قادرِ مطلق نے کس طرح تم سب کو نہایت کمزور اور ناتواں حالت میں وجود بخشا؟ پھر اس نے تم کو اس کمزوری اور ناتوانی کے بعد بڑھاتے بڑھاتے جوانی کی بھرپور قوتوں اور صلاحیتوں تک پہنچایا۔ پھر اسکے بعد بڑھاپے کی صورت میں تم کو پھر سابق کمزوری اور ناتوانی کی طرف لوٹا دیا۔ کسی کے بس میں نہیں کہ وہ اپنی جوانی کی قوتوں کو برابر قائم اور برقرار رکھ سکے۔ اور یہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے کہ وہ جو چاہے پیدا کرے۔ اور وہی ہے جو ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے اور وہی ہے جو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے سبحانہ وتعالیٰ سو اس آغاز وانجام والے انسان کے لیے یہ کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتا کہ یہ کبر و غرور اور عُجب و استکبار میں مبتلا ہو اور اس بناء پر حق سے منہ موڑے کہ یہ سخت بے انصافی اور انتہائی محرومی اور ہلاکت و تباہی کی راہ ہے والعیاذ باللہ العظیم بلکہ اس کا تقاضا عبدیت میں کمال پیدا کرنا ہے، اور اپنے خالق و مالک کے حضور دل وجان سے جھک جھک کر جانا ہے، وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلیٰ ما یُحبُّ ویرید،

۷۵ قیامت کے روز مجرموں کی بدحواسی کے ایک منظر کا ذکر و بیان: سو اس سے قیامت کے روز مجرموں کی بدحواسی اور ان کے یاس و حسرت کا ایک منظر پیش فرمایا گیا ہے والعیاذ باللہ العظیم سو ارشاد فرمایا گیا ''اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز مجرم لوگ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ وہ ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرے تھے''۔ یعنی دنیا و برزخ میں کہ آخرت کی اس لامحدود زندگی اور وہاں کے ان خوفناک عذابوں کے مقابلے میں ان کو دنیا و برزخ کی یہ تمام مدتِ طویلہ گھڑی بھر کے برابر معلوم ہوگی۔ جبکہ آج اپنی اسی عارضی وفانی زندگی پر مست ہو کر یہ لوگ آخرت اور اس کی زندگی کا مذاق اڑانے اور جلد عذاب لانے کے مطالبے کرتے ہیں مگر اُس روز اس کبر و غرور کا ان میں کوئی نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔ اور یہ رہ رہ کر افسوس کریں گے کہ کاش کہ ہم دنیا میں ایمان لے آتے اور راہِ راست کو اپنا لیتے ۔﴿لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾۔ مگر بے وقت کے اس پچھتاوے کا کوئی فائدہ ان کو بہرحال نہیں ہوگا سوائے اسکے کہ انکی آتشِ یاس و حسرت میں اور اضافہ ہو۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس ارشادِ ربانی سے ایسے لوگوں کو تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ وہ زندگی کی اس مختصر و محدود فرصت کو بہت طویل سمجھ کر لاپرواہی نہ برتیں بلکہ عمرِ رواں کی اس فرصتِ محدود کو غنیمت جان کر آخرت کیلئے تیاری کریں۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلیٰ ما یُحبُّ ویرید،

يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ

ان کی مت ماری جا رہی تھی، ۷۶ ﴿۵۵﴾ اور جن کو علم اور ایمان کی دولت بخشی گئی ہوگی، وہ کہیں گے ۷۷ کہ

لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ز فَهٰذَا يَوْمُ

(غلط کہتے ہو،) تم تو اللہ کی کتاب کے مطابق یقیناً حشر کے دن تک رہے ہو، ۷۸ سو یہ ہے

الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ

حشر کا وہ دن (جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) لیکن تم لوگ (اس کو) جانتے (اور مانتے) نہ تھے، ۷۹ ﴿۵۶﴾ سو اس دن

لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

ظالموں کو نہ تو ان کی معذرت کچھ کام دے سکے گی، اور نہ ہی ان سے معافی مانگنے کو کہا جائے گا، ۸۰ ﴿۵۷﴾

۷۶ منکروں کی مت ماری دنیا و آخرت دونوں میں: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی طرح ان کی مت ماری جاتی تھی"۔ یعنی دنیا میں سو جس طرح آج یہاں حشر کے دن یہ لوگ اس طرح کی خلافِ واقع اور الٹی بات کہہ رہے ہیں اسی طرح دنیا میں بھی ان کی مت ایسی ماری گئی تھی کہ وہاں پر حق بات ان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی اور اس کے خلاف انہوں نے طرح طرح کے عقیدے گھڑ رکھے تھے۔ اور یہ لوگ اپنے کفر و باطل پر اڑے ہوئے تھے اور ان کو اصل حقائق سمجھنے کی توفیق نہیں ملی تھی۔ وہاں پر یہ لوگ حشر و نشر کے ان مراحل کو بہت طویل بلکہ ناممکن اور بعید سمجھتے تھے۔ اور اسی بناء پر انہوں نے اس کیلئے تیاری کی کبھی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ یہ اس کا مذاق اڑاتے رہے تھے۔ مگر قیامت کے روز ان کو اپنا سارا ماضی پل جھپکتے ختم ہوتا نظر آئے گا۔ سو قرآنِ حکیم کا دنیا پر کس قدر بڑا احسان ہے کہ ان حقائق کی پیشگی خبر دے دی۔ فالحمد للہ۔ مگر دنیا ہے کہ پھر بھی خوابِ غفلت میں پڑی ہے، وہ آنکھ کھولنے اور حق اور ہدایت کی بات سننے ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتی، الا ماشاء اللہ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۷۷ ایمان و علم کی روشنی ایک عظیم الشان اور بے مثال روشنی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کی اس بات کی تردید و تغلیط کے لیے ایمان و علم والے ان سے کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم تو اللہ کی کتاب کے مطابق حشر کے دن تک اس طرح پڑے رہے ہو۔ سو اس سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ علم و ایمان کی روشنی دارین میں راہنمائی کرنے والی روشنی ہے۔ سبحان اللہ! علم و ایمان کی شان کیسی عظیم شان ہے کہ وہاں بھی ایسے حضرات ان لوگوں کے اس قولِ باطل کی تصحیح کریں گے۔ سو علم و ایمان کی راہنمائی و روشنی دونوں جہانوں میں کام آنے والی روشنی اور دولت ہے۔ کیا کہنے اس کی عظمتِ شان کے؟ سو کتنے کوتاہ نظر اور ناقص الفہم ہیں وہ لوگ جو اس کے مقابلے میں دنیاوی مال و دولت کو اصل چیز سمجھتے ہیں اور اپنی متاعِ عمر کو اسی کے لئے صرف کرتے ہیں والعیاذ باللہ سو جن کی عقل دنیا میں درست اور سیدھی رہی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات کا علم اور خدا اور آخرت پر ایمان نصیب ہوا وہ اس دن ان لوگوں کو ان کی اس بدحواسی پر ٹوکیں گے کہ تمہارا یہ اندازہ بالکل غلط ہے۔ تم لوگ تو اللہ کی کتاب کی رو سے تا قیامت تک رہے ہو۔ سو آج قیامت کا یہ دن تمہارے سامنے موجود ہے لیکن تم لوگ جانتے نہیں تھے۔

۷۸ ایمان اور علم والوں کا منکرین کو جواب: ۔سو ایمان وعلم والے ان لوگوں سے کہیں گے کہ تم لوگ تو یقیناً حشر تک ٹھہرے رہے ہو۔یعنی اللہ تعالیٰ کی نوشت وتحریر کے مطابق جتنا ٹھہرنا تھا اتنا تم ٹھہر چکے ہو۔(المراغی، صفوۃ وغیرہ)۔یا اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے (جامع البیان)۔بہر کیف جن لوگوں کو دنیا میں علم اور ایمان کی روشنی ملی ہوگی۔علم سے مراد ہے اللہ کی آیات کا علم کہ یہی علم انسان کو حق کی دولت سے بہرہ ور کرسکتا ہے۔اور ان کو اللہ اور آخرت پر ایمان کی دولت نصیب ہوئی ہوگی وہ اُس روز اِن بدحواس منکروں کو اس طرح جواب دیں گے۔سو جو لوگ وحی کے نور اور علم سے محروم ہیں وہ یقینی اور قطعی طور پر گھٹا ٹوپ اندھیروں کے اندر ڈوبے ہوئے ہیں خواہ وہ اپنے آپ کو کیا ہی کچھ کیوں نہ سمجھتے ہوں اور دنیا ان کو کیا ہی کچھ کیوں نہ کہتی اور مانتی ہو کہ ایسے لوگ نہ اپنے آغاز وانجام سے واقف وآگاہ ہیں اور نہ ان کو اپنے مقصدِ زندگی کا پتہ ہے اور نہ ہی انکو اپنے خالق ومالک اور اس کے حقوق سے کچھ آگہی ہے۔مگر وہ پھر بھی مست ومگن ہیں کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں ﴿ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾۔اللہ تعالیٰ زیغ وضلال اور غفلت ولا پرواہی کی ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔آمین ثم آمین۔

۷۹ علم حق سے محرومی ہر خیر سے محرومی۔والعیاذ باللہ: ۔سو اہلِ علم ان سے کہیں گے "لیکن تم لوگ جانتے نہیں تھے"۔اور تم کہا کرتے تھے کہ زندگی تو یہ دنیاوی زندگی ہی ہے اور بس۔سو اب تم مزہ چکھو اپنے کیے کرائے کا۔اور اب ہمیشہ کے لئے عذاب میں رہو کہ کمائی کا موقع تم نے خود گنوا دیا کہ اس کا موقع دنیا میں تھا جس کے اب واپس ملنے کی کوئی صورت اور کوئی امکان نہیں۔والعیاذ باللہ العظیم۔سو اہلِ علم وایمان ان سے کہیں گے کہ تم لوگ چونکہ نورِ علم وہدایت سے محروم تھے اس لیے تم قیامت کے اُس یومِ حساب کو ماننے کو تیار نہیں تھے۔اور تم اس کو محض ایک خیالی چیز سمجھتے تھے۔اس لیے تم نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی۔سو اس سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جو لوگ اپنی زندگی کی قدر وقیمت پہچانتے اور اس کو آخرت کے نصب العین کے تحت گزارتے ہیں ان پر حشر کے اس یومِ عظیم میں کسی طرح کی کوئی بدحواسی طاری نہیں ہوگی۔بلکہ وہ یہ محسوس کریں گے کہ زندگی کا جو سفر انہوں نے شروع کیا تھا اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے پروگرام کے مطابق اب وہ اس سفر کی آخری منزل پر پہنچ گئے ہیں۔والحمد للہ جل وعلا سو ایمان وعلم کی روشنی دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز کرنے والی روشنی ہے۔

۸۰ ظالموں کے لیے آخرت میں کسی معافی کا کوئی موقع نہیں ہوگا: ۔سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ آخرت میں ظالموں کے لیے معافی کا کوئی موقع ومحل نہیں ہوگا۔چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "ظالموں کو اس روز نہ کوئی معذرت کام دیگی اور نہ ہی انکے لیے کسی استعتاب کا کوئی موقع ہوگا کہ اس سب کا وقت گزر چکا ہوگا۔"اِسْتِعْتَاب" کے معنی "اِسْتِرْضَاء" کے آتے ہیں۔چنانچہ کہا جاتا ہے "اِسْتَعْتَبَنِیْ فَلَانٌ فَاَعْتَبْتُهٗ ۔اَیْ اِسْتَرْضَانِیْ فَاَرْضَیْتُه" (الکشاف: ج ۳ ص ۲۲۷)۔یعنی اس وقت ان سے یہ نہیں کہا جائے گا تم اپنے رب کو راضی کرو کہ اس کا موقع دنیاوی زندگی میں تھا جس کو انہوں نے ضائع کر دیا۔والعیاذ باللہ العظیم۔سو اس روز ایسوں کو نہ کوئی معذرت کام دے گی اور نہ ہی ان سے توبہ کرنے اور گناہوں سے معافی مانگنے کیلئے کہا جائے گا بلکہ اب ہمیشہ کا عذاب ہوگا۔سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حیاتِ دنیا کی یہ فرصتِ محدود جو آج ہمیں حاصل ومیسر ہے کس قدر عظیم الشان فرصت اور قدرت کی طرف سے دی گئی کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس میں ہم اپنے رب کو راضی کرنے اور اپنی آخرت کو بنانے اور اس کا سامان کرنے کے لیے جو چاہیں اور جیسا چاہیں کر سکتے ہیں۔مگر اس کے خاتمے کے بعد اس کا نہ کوئی موقع ہوگا نہ امکان۔وباللہ التوفیق لما یحبّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

اور بلاشبہ ہم نے بیان کی لوگوں (کی فہمائش اور بھلائی) کے لئے اس قرآن میں ہر عمدہ مثال، ۸۱

وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ

اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں تو جو لوگ اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر (وباطل) پر انہوں نے یقیناً یہی کہنا ہے

اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى

کہ تم لوگ تو محض باطل پر ہو، ۸۲ (۵۸) اسی طرح مہر لگا دیتا ہے اللہ

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ

ان لوگوں کے دلوں پر جو جانتے (اور مانتے) نہیں (حق اور حقیقت کو،) (۵۹) پس آپ صبر ہی سے کام لیتے رہیں بے شک اللہ کا وعدہ

اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۶ ۹

سچا ہے اور ہرگز کبھی آپ کو ہلکا نہ پائیں (اے پیغمبر!) وہ لوگ جو (ایمان و) یقین نہیں رکھتے (۶۰)

۸۱ قرآن میں ہر عمدہ مضمون کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا "اور بلاشبہ ہم نے لوگوں کی فہمائش کیلئے اس قرآن میں ہر عمدہ مثال بیان فرمائی"۔ یعنی حق اور حقیقت کی توضیح وتشریح اور لوگوں کو سمجھانے کے لئے ہم نے اس قرآنِ عظیم میں ہر ایسا عمدہ مضمون بیان فرمایا جو ضرب المثل کا درجہ رکھتا ہے۔ جس کے بعد حق کے وضوح اور اسکے نکھار سے متعلق کسی طرح کا کوئی غموض وخفا اور اشتباہ باقی نہیں رہ جاتا مگر جن کے دلوں پر کفر و عناد اور شرک و بدعت وغیرہ کے ایسے تالے پڑ چکے ہیں وہ پھر بھی ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ نہ ان کو توحید و رسالت کا مسئلہ سمجھ آتا ہے اور نہ ہی ان کا دل عقیدۂ آخرت پر ٹکتا ہے۔ "اَیْ وَصَفْنَا لَهُمْ كُلَّ صِفَةٍ كَاَنَّهَا مثل فِيْ غَرَابَتِهَا"۔ (الکشاف: ج ۳ ص ۳۲۸)۔ سو پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ جو باتیں بتانے اور سمجھانے کی تھیں وہ سب ہم نے اس قرآن میں بیان کر دیں۔ آپ ان کو ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیں۔ جو اس کے بعد بھی نہیں مانیں گے انکی کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ وہ اپنے ذمہ دار خود ہیں۔ کہ منوا دینا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ ہی یہ آپ کی ذمہ داری ہے بلکہ آپ کے ذمے صرف تبلیغ حق ہے۔ اس کے بعد آپؐ کا ذمہ فارغ، والحمد اللہ

۸۲ منکرین کی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں تو بھی ان لوگوں نے جو کہ اپنے کفر و باطل پر اڑے ہوئے ہیں یقیناً یہی کہنا ہے کہ تم لوگ تو محض باطل پر ہو"۔ کیونکہ جو ضد پر اڑ جائے اور حق ماننا ہی نہ چاہے اس پر کسی چیز کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور یہی ہے وہ مہرِ جباریت جو قدرت کے قانونِ حق و انصاف کے مطابق ایسے ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کے دلوں پر ان کی اپنی ہی ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر لگ جاتی ہے۔ جیسا کہ اس کے بعد والی آیتِ کریمہ

میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ سو اسکے بعد ایسے لوگ ہر خیر سے محروم ہوجاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف یہاں پر پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جہاں تک حق کی توضیح کا تعلق ہے وہ تو پوری طرح کردی گئی۔ پس آپؐ اس قرآن کو ان تک پہنچادو۔ اسکے بعد یہ لوگ اگر نہیں مانتے تو یہ ان کی اپنی ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے۔ اور ہٹ دھرم لوگ اگر ہر نشانی بھی دیکھ لیں تو بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ دوسرے مقام پر اسکی اس طرح تصریح اس فرمائی گئی ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ﴾۔ (یونس: ۹۷-۹۶) سو اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ ہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر قائم رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین، یا رب العالمین

۸۳ صبر واستقامت سے کام لینے کی ہدایت: ۔ سو اس سے پیغمبر کو صبر واستقامت سے کام لینے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آپ صبر وضبط سے کام لیں بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اور کبھی ہلکا نہ پائیں آپ کو وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے"۔ پس آپ ان لوگوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کے مقابلے میں صبر وضبط اور ثبات واستقامت ہی سے کام لیتے رہیں۔ آپ کے رب نے آپ ﷺ سے دینِ حق کے غلبہ اور آپ ﷺ کی نصرت وامداد کا جو وعدہ فرما رکھا ہے وہ قطعی طور پر حق اور سچ ہے۔ سو وہ بہرحال پورا ہوکر رہے گا کہ اللہ پاک اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اور لوگوں کا یہ سلوک ورویہ آپؐ کے لئے قلق واضطراب اور خفت وبے صبری کا باعث نہیں بننا چاہیئے۔ نہ آپ اُن کی طعن وتشنیع کی پرواکریں نہ تضحیک واستہزاء کی۔ نہ ان کی بہتان طرازیوں کو خاطر میں لائیں اور نہ ان کی دھمکیوں اور الزام تراشیوں کو کہ آپؐ بہرحال اور قطعی طور پر حق پر ہیں۔ اور آپ کی راہ بہر طور حق وہدایت کی راہ ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ، عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾۔ (یٰس: ۳-۴)۔ یعنی "یقیناً آپ قطعی طور پر رسولوں میں سے ہیں اور یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں"۔ اور جیسا کہ ایک اور مقام پر اسی طرح تاکید در تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ اِنَّكَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ﴾۔ (النمل: ۷۹)۔ یعنی "آپ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں کہ یقیناً آپ کھلے اور واضح حق پر ہیں"۔ سو آپؐ اپنی دعوت اور اپنے موقف پر جمے رہیں۔ یہ منکرین ومعاندین خود رسوا اور ذلیل وخوار ہونگے۔ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے کہ غلبہ بہرحال حق ہی کا ہے۔ سو راہِ حق وہدایت پر صبر واستقامت دارین کی سعادت وسرخروئی کا ذریعہ ووسیلہ ہے، اسی پر مدارِ فوز وفلاح ہے، اور اسی سے انسان کو خداوند قدوس کی رحمتوں اور عنایتوں سے سرفرازی نصیب ہوتی ہے اور اسی کے ذریعے راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب ومشاکل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اور انسان کو حق وہدایت کی دولت نصیب ہوسکتی ہے، اس کی بگڑی بن سکتی ہے اور اس کو دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی نصیب ہوسکتی ہے، وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوال، و فی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ –

❁❁❁❁❁

☆-------- ۶- رمضان المبارک ۱۴۰۸ ہجری مطابق ۳- جنوری ۱۹۸۸ء بمکان خود منطقۃ ام ہریر، بردبی- والحمد للہ رب العالمین — الّذی لا تَتِمُّ الصَّالِحاتُ اِلَّا بِتَوْفِیقٍ مِّنْهُ سبحانه وتعالیٰ

☆-------- تکمیل نظر ثانی ۶ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ بوقت بارہ بجے دن بمقام سطوہ، دبی، متحدہ عرب امارات، والحمد لله رب العالمین ،بِکُلّ حالٍ مِّنَ الاحوال،

☆-------- تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۲ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ مطابق ۸ اپریل ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ سوا سات بجے صبح بمکان خود اسلام آباد (آئی ٹن ون) دورانِ رخصت والحمدلله رب العالمین، بِکُلّ امانٍ مِّنَ الازمنۃ

☆-------- تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ مطابق ۷ جولائی ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ بوقت چار بجے صبح (اذان فجر سے کچھ ہی پہلے) سطوہ دبی متحدہ عرب امارات، والحمدلله رب العالمین،

☆-------- تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۲۴ شوال ۱۴۲۳ ہجری مطابق ۲۷ جنوری ۲۰۰۳ بروز پیر بوقت ساڑھے دس بجے شب سطوہ، دبی، متحدہ عرب امارات - والحمد لله رب العالمین قَبْلَ کُلّ شیءٍ وَّ بعدَ کُلّ شئی،

☆-------- اللمسات الاخیرۃ (Final Touches) ۱۴ ذوالحجہ ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۶ فروری ۲۰۰۴ء بروز جمعہ، بوقت ساڑھے نو بجے شب بمکان خود، مارگلہ ٹاؤن، اسلام آباد، پاکستان - والحمد لله رب العالمین -

---

الٰہی:- اَنْتَ رَبِّیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ ، خَلَقْتَنِیْ وَ رَزَقْتَنِیْ ، وَکَرَّ مْتَنِیْ ، وَشَرَّفْتَنِیْ بِنَعْمَۃِ الْاِ یمان وَ الْیَقِیْنِ ، وخِدْمَۃِ کِتَابِکَ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْم تَعَلُّماً وَّ تَعْلِیْماً، وَ تَشْرِیْحاً وَّ تَفْسِیْر اً ، وَفَهْمًا وَّ تَفْهِماً. اَللّٰهُمَّ فَتَقَبَّلْ مِنّی عَمَلِی هٰذا ، قَبُوْلاً یُسْرّ فُنِیْ بِمَرْ ضَاتِکَ، اَللّٰهُمّ اجْعَلْهُ خَالِصاً لِوَجْهِکَ الْکَرِیْم،اللّٰهُمّ اجْعَلْهُ اَخْلَصَ مَا یَکُونُ ، وَاَحبَّ مَا یَکُون، و اَنْفَعَ مَا یَکُوْن، و اَوْسَعَ مَا یَکُونُ یَا ذَاالْجَلاَلِ و الاکرام ، یا مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجارُ عَلَیْهِ،

۲ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ ۲ ستمبر (پانچویں اور آخری پروف ریڈنگ) سطوہ، دبی، متحدہ عرب امارات، بروز منگل بوقت ساڑھے دس بجے دن، والحمد للّٰہ فی بدایۃ کل کل شیءٍ و عند نہایتہٖ ،فھو المحمود ازلاً وَّابداً، جَلّ جَلالُهٗ و عَمّ نَوالُهٗ عَلَیْهِ نَتَوَکّلُ و بِہٖ نَسْتَعِیْن فِیْ کُلّ اٰنٍ وَّ حِیْنٍ، و بکل حالٍ مِّنَ الا حوال،

آیاتُھا ۳۴ ۳۱ سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ ۵۷ رُکُوعَاتُھا ۴

سورۂ لقمٰن مکی ہے اس کی چونتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ② هُدًى وَّ

ال م ① یہ آیتیں ہیں اس حکمتوں بھری کتاب کی، ف۱ ② جسے سراسر ہدایت،

رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ③ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

اور عین رحمت ف۲ بنا کر بھیجا گیا ہے ان نیکوکاروں کے لئے، ف۳ ③ جو قائم کرتے ہیں نماز کو

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④

اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، ف۴ ④

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

یہی لوگ (راہ حق و) ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے، اور یہی لوگ ہیں

۱ قرآن کا تعارف قرآن کی زبان سے: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہ آیتیں ہیں حکمتوں بھری اس کتاب کی''۔ اور ایسی حکمت بھری کتاب کی کہ اس کی دوسری کوئی نظیر و مثال نہ کبھی ہوئی ہے اور نہ قیامت تک کبھی ممکن ہے۔ اور جس کی مقدس تعلیمات انسان کے لئے دنیا و آخرت کی سعادت و کامیابی کی کفیل و ضامن اور رہبر و راہنما ہیں۔ اور جن کو اپنانے سے انسان کے دل و دماغ ایمان و حکمت کے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نور حکمت و معرفت سے سرشار اور مالا مال ہو جاتا ہے۔ لیکن حکمت کے جواہر پاروں کا قدردان ہر شخص نہیں ہوتا بلکہ انکے قدردان محسن لوگ ہی ہوتے ہیں جن کی نیتیں بھی درست ہوتی ہیں اور ارادے بھی صحیح اور وہ اپنے سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو صحیح استعمال کرتے ہیں جنہوں نے اپنی فطرت کی صلاحیتوں کو صحیح رکھا ہوتا ہے اور وہ اپنی بصیرت کی حد تک جو قدم بھی اٹھاتے ہیں صحیح سمت ہی کی طرف اٹھاتے ہیں۔ سو ایسے ہی محسن لوگوں کیلئے یہ کتاب سراسر ہدایت اور ایک عظیم الشان رحمت ہے جو ان کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کرتی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔

۲ قرآن حکیم سراسر ہدایت اور عظیم الشان رحمت: - یعنی یہاں پر ''ھادی'' نہیں ''ھدی'' اور ''رحمۃ'' فرمایا گیا ہے جو کہ مشتق نہیں مصدر ہیں۔ جو تاکید و مبالغہ کے مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔ سو یہ کتاب سراسر ہدایت اور عین رحمت ہے۔ سو یہ کتاب حکیم ایسے محسن لوگوں کو اپنی ہدایت اور راہنمائی سے نوازتی ہے جس سے ان کو صحیح راہ نصیب ہوتی ہے اور وہ زندگی میں حق و

ہدایت کی اس شاہراہ پر گامزن ہوتے ہیں جو انسان کو دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز ومشرف کرنے والی عظیم الشان شاہراہ ہے۔ نیز یہ کتاب حکیم ایسے لوگوں کو اس عظیم الشان رحمت سے نوازتی ہے جو ایک طرف تو ان کو اس دنیا میں حیاتِ طیبہ۔ پاکیزہ زندگی کی دولت سے سرفراز کرتی ہے اور دوسری طرف یہ آخرت میں انکو جنت کی ابدی نعمتوں سے بہرہ مند کرتی ہے۔ سو جو اس کتاب حکیم سے منہ موڑتے ہیں وہ سراسر اپنا اور صرف اپنا ہی نقصان کرتے ہیں والعیاذ باللہ العظیم

۳ ہدایتِ قرآنی سے استفادے کے لیے بنیادی شرائط کا ذکر و بیان: --سو اس ارشاد سے اس کتاب حکیم سے استفادے کیلئے بنیادی شرائط کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی اس کتاب حکیم کا فیضان ہدایت وارشاد ہے تو سب کے لئے عام اور اس کا درِ رحمت سب کے لئے وا ہے مگر اس سے مستفید و فیضیاب وہی ہو سکتے ہیں جو ایمان واحسان کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ جیسا کہ شفاخانہ تو اپنی جگہ قیمتی دواؤں سے بھرا ہوتا ہے اور وہ ہوتا سب کے لئے ہے مگر اس سے فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جو سچے دل اور طلب صادق کے ساتھ اس کی طرف رجوع کریں اور حسب ہدایت دوا استعمال کریں۔ اور ''محسن'' احسان سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ اچھا کرنے کے ہیں۔ اور اچھائی ظاہر اور باطن دونوں کے اعتبار سے ہوتی ہے کہ نیت بھی صحیح ہو اور عمل بھی درست۔ یعنی کتاب وسنت کے مطابق ہو۔ جیسا کہ حضرت نبی معصوم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی مشہور حدیث میں احسان کی تعریف میں ارشاد فرمایا کہ ''تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو کہ گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم سے یہ نہ ہو سکے تو کم سے کم یہ سوچو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے''۔ ''اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ''۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ الْمُفْلِحِیْنَ بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ - بہر کیف احسان اور ایمان ویقین کی صفاتِ عظیمہ اور خصالِ حمیدہ اس کتابِ حکیم کی ہدایت ورحمت سے مستفید ہونے کا اولین تقاضا اور اس کیلئے بنیادی شرائط ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید وھو الھادی الی سواء السبیل، فعلیہِ نتوکل وبہٖ نستعین، فی کُلّ اٰنٍ وَّ حِیْنٍ،

۴ محسنین کی تین اہم صفات کا ذکر و بیان: --احسان والوں کی ان تین صفتوں میں سے پہلی کا تعلق عباداتِ بدنیہ سے ہے۔ دوسری کا عباداتِ مالیہ سے۔ جبکہ تیسری ان سب کے لئے بمنزلہ شرط اور اساس کے ہے۔ یعنی آخرت پر ایمان ویقین کہ جب آخرت کا یقین ہوگا تو اخلاص بھی ہوگا اور ہر عبادت کی ادائیگی بھی صحیح طریقے سے ہوگی۔ اور بعض علماء کے نزدیک زکوٰۃ سے یہاں اس کے معروف اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں۔ کیونکہ ان اصطلاحی معنوں میں زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم تو مدینہ منورہ میں نازل ہوا جبکہ یہ سورۂ کریمہ مکی ہے۔ اس لئے یہاں زکوٰۃ سے اس کے لغوی معنیٰ یعنی طہارت و پاکیزگی مراد ہیں۔ مگر بہتر یہ ہے کہ لفظ کو اپنے ظاہر اور عموم پر رکھا جائے تاکہ یہ ان دونوں مفہوموں کو شامل ہو جائے کہ اسلام کی مقدس تعلیمات میں عباداتِ مالیہ اور طہارتِ اخلاق کے یہ دونوں پہلو ہمیشہ ہی مطلوب رہے ہیں۔ اور زکوٰۃ اپنی تفصیلات کے اعتبار سے اگرچہ مدینہ منورہ میں ہی فرض ہوئی مگر اس کی نفسِ فرضیت مکی دور میں بھی تھی۔ اس لئے مکی سورتوں میں اس کا ذکر آتا ہے۔ یہاں تک کہ سورۂ مزمل میں بھی جو کہ مکی دور کے بھی بالکل ابتدا میں نازل ہوئی تھی اس میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے محسنین کی ان تین اہم صفات کو بیان فرمادیا گیا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ان صفاتِ کریمہ سے سرشار و مالامال فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ

(اصل اور حقیقی) کامیابی پانے والے، ف۵ ﴿۵﴾ اور (اس کے برعکس) کچھ لوگ ایسے ہیں ف۶ جو غفلت میں ڈالنے کا سامان

الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ ق

خریدتے ہیں ف۷ تاکہ اس طرح وہ بہکا سکیں اللہ کی راہ سے بغیر کسی علم کے، ف۸

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾

اور وہ مذاق اڑاتے ہیں اس (راہ حق) کا، ایسوں کے لئے ایک بڑا ہی رسوا کن عذاب ہے، ف۹ ﴿۶﴾

۵ فوز وفلاح کا مدار ایمان وعمل پر: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کی فوز وفلاح کا مدار اس کے اپنے ایمان وعمل پر ہے نہ کہ کسی نسل ونسب وغیرہ کے انتساب پر۔ جیسا کہ بہت سے گمراہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہی لوگ ہیں جو اس دنیا میں اپنے رب کی طرف سے ملنے والی صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے'' ان کے سوا باقی سب گمراہ ہیں۔ اور ان کو آخرت میں جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ سو دنیا داروں اور مادہ پرستوں کے نزدیک تو ایسے لوگ کل بھی معتوب وناداں تھے اور آج بھی انہیں رجعت پسند اور تاریک خیال سمجھا جاتا ہے۔ مگر اللہ پاک اپنے کلامِ حکیم میں ارشاد فرما رہا ہے اور حصر کے ساتھ ارشاد فرما رہا ہے کہ اپنے رب کی طرف سے ملنے والی راہِ حق وصواب پر بھی یہی لوگ ہیں اور حقیقی فوز وفلاح اور اصل کامیابی سے سرفراز ہونے والے بھی یہی حضرات ہیں جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ اور وجہ ظاہر ہے کہ یہ مادی دنیا اور اس کی ہر چیز فانی ہے۔ پس جو شخص اس حقیر وفانی دنیا کے عوض آخرت کی دائمی وبے مثال زندگی کو فراموش کر بیٹھے اور اسے پسِ پشت ڈال دے اور وہ وہاں کے دائمی عذاب پر راضی ہو جائے تو وہ تسلیم کرے یا نہ کرے، مانے یا نہ مانے، حق اور حقیقت بہرحال یہی ہے کہ وہ سراسر ناکام ونامراد ہے کہ متاعِ دنیا کے اس حطامِ فانی وزائل نے بہرحال یہیں رہ جانا ہے۔ کچھ بھی ساتھ نہیں جائے گا سوائے اس کے جو ایمان واخلاص کے ساتھ اللہ پاک کی رضا کے لئے دے دیا اور بس۔ سو ایمان ویقین کی دولت سے سرفرازی کے بعد اپنے خالق ومالک کی اطاعت وبندگی سے سرشار رہنے والے لوگ ہی وہ لوگ ہیں جو صراطِ مستقیم پر قائم اور راہِ حق وہدایت پر گامزن ہیں۔ اور یہی فوز وفلاح سے سرفراز ہونے والے ہیں۔ اور ان کے سوا باقی سب لوگ گمراہ ہیں۔ اور آخرت میں ان سب کو دوزخ کے عذابِ الیم میں جھونک دیا جائے گا جہاں یہ اپنے زندگی بھر کے کئے کرائے کا بھگتان بھگتیں گے، جو کہ بڑا ہی ہولناک ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۶ سعداء کے مقابلے میں اشقیاء کا ذکر وبیان: ۔ سو پہلے کے مقابلے میں یہ ایک دوسرے کردار کا نمونہ پیش فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی ایک تو وہ لوگ ہیں جو قرآنِ حکیم کی روحانی، نورانی اور انقلابی تعلیمات سے مشرف ہو کر حیاتِ طیبہ پاکیزہ زندگی کی نعمتِ کبریٰ اور دولتِ عظمیٰ سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور دوسری طرف یہ لوگ ہیں جو اس متاعِ لازوال سے خود بھی محروم ہیں اور وہ دوسروں کی

راہیں روکنے کے لئے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں والعیاذ باللہ العظیم حضرات مفسرین کرام کا کہنا ہے کہ یہ دونوں آیتیں مشرکینِ عرب کے ایک سردار نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئیں جو رستم و اسفندیار اور دوسرے شاہانِ روم و فارس اور روساء و اکابرِ عجم کے قصے اور ان کی کہانیاں لا لا کر لوگوں کو سناتا اور کہتا تھا کہ محمد تم کو عاد و ثمود وغیرہ کے قصے سناتا ہے اور میں تمہارے لئے یہ اور یہ قصے لایا ہوں۔ اور حضرتِ ابنِ عباسؓ کی روایت کے مطابق اس پر مزید یہ کہ اس بدبخت نے کچھ باندیاں بھی ایسی رکھی ہوئی تھیں جن کو وہ لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لئے استعمال کیا کرتا تھا۔ سو جب اسے پتہ چلتا کہ فلاں شخص مسلمان ہونے والا ہے تو وہ فوراً اپنی کسی باندی کو لے کر اس کے پاس پہنچ جاتا اور اس کو کھلا پلا کر اور گانا سنا کر اور جس طرح ہوسکتا اس کو خوش کر کے اسے راہِ حق سے پھیرنے کی کوشش کرتا۔ اور پھر اس غرض کی تکمیل کے بعد یہ بدبخت اس شخص سے کہتا کہ یہ بہتر ہے یا وہ جس کی طرف تم کو محمد بلا رہا ہے کہ نمازیں پڑھو، روزے رکھو، شراب و کباب وغیرہ، نشے و مزے کی فلاں فلاں چیزیں ترک کردو چھوڑ دو اور پھر اس کے حکم کے مطابق اس کے سامنے جان بھی لڑا دو وغیرہ وغیرہ۔ سو یہاں پر اسی شخص اور اسکی ان مکاریوں کا ذکر ہے مگر قرآنِ حکیم نے اپنے حکیمانہ اسلوب کے مطابق اس شخص کے اس کردار کا یہاں ذکر تو فرمایا مگر اس کا نام نہیں لیا بلکہ اسکو من الناس کچھ لوگ کے کلمہ عام سے تعبیر فرمایا۔ کیونکہ مقصود کسی کی ذات اور اس کی شخصیت سے بحث کرنا نہیں بلکہ اس کے اِن افعال و کردار سے خبردار کرنا ہے۔ پس جو بھی کوئی ایسا کام کرے گا وہ اس میں داخل ہوگا، خواہ وہ کوئی بھی ہو، کہیں کا بھی ہو اور کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہو اور کوئی بھی نام رکھتا ہو۔ والعیاذ باللہ مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلَالٍ وَسُوْءٍ وَّ انْحِرَافٍ۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۷ ﴿لھو الحدیث﴾ کا مفہوم اور اس سے مراد؟:- ''لہو'' دراصل ہر غافل کر دینے والی چیز کو کہا جاتا ہے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو۔ اردو میں اسی مفہوم میں ''تماشہ'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے ''اَللَّھْوُ کُلَّ مَا اَلْھٰی عَنِ الْخَیْرِ'' یعنی ''لہو'' ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کہ خیر سے غفلت کا ذریعہ بنے۔ (روح، قرطبی، ابن کثیر، صفوہ، محاسن، جامع وغیرہ)۔ پس آج کل کے سینمے، تھیٹر، کلب، ثقافتی شو، ڈھول ڈھمکے، باجے گاجے، جیسے میلے ٹھیلے وغیرہ وغیرہ جو انسان کو اپنے مقصدِ زندگی سے دور اور اپنی آخرت سے غافل کریں وہ سب اسی میں داخل ہیں۔ اسی طرح وہ بدعی سماع اور قوالی بھی جو کہ آج جگہ جگہ اور طرح طرح سے رائج ہے اور جس کے ساتھ ''شریف'' کا لفظ جوڑ کر اسے رواج دیا جا رہا ہے اور ''قوالی شریف'' کہہ کر ان ڈھول باجوں کی ترویج کا سامان کیا جاتا ہے وہ سب اسی میں داخل ہے۔ اور ان کے بارے میں پیغمبر۔ علیہ الصلوۃ والسلام۔ خود فرماتے ہیں کہ ''مجھے ان معازف و مزامیر کے مٹانے کے لئے بھیجا گیا ہے''۔ بلکہ قوالی کی سنگینی اور اس کی خطورت و شناعت تو اس اعتبار سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس کو لوگ جائز بلکہ نیکی سمجھنے لگتے ہیں۔ صاحبِ روح المعانی، علامہ قرطبی اور صاحبِ ہدایہ وغیرہ اکابر نے قوالی کو حرام قرار دیا ہے۔ اور حضرتِ ابنِ مسعودؓ وغیرہ کے نزدیک تو ''لہو الحدیث'' سے ڈھول باجے ہی مراد ہیں۔ اور اہلِ بدعت کے بعض بڑوں نے بھی قوالی کو حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ موصوف اس موقع پر لکھتے ہیں کہ ''قوالی حرام ہے کیونکہ آج کل کی عام قوالیاں لہو کے طور پر ہی ہوتی

ہیں'' مگر اس سب کے باوجود اہلِ بدعت ہیں کہ ''شریف'' کا لفظ لگا کر گناہ اور غفلت کے اس کاروبار کو برابر چلائے جا رہے ہیں اور دن رات چلائے جا رہے ہیں اور اس پر بڑے بڑے دعوے بھی کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۸ مفسدین کی کوششوں کا مقصد راہِ حق سے بہکانا بھٹکانا۔ والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''مفسدین کی اس تمام سعیِ نامراد کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح وہ بہکا سکیں اللہ کی راہ سے بغیر کسی علم۔ اور سند۔ کے''۔ یعنی کسی بھی قسم کے علم کے بغیر۔ نہ نقلِ صحیح سے اور نہ عقلِ سلیم سے۔ یعنی ظلم پر ظلم اور جرم پر جرم کہ یہ لوگ روکتے ہیں اس علمِ صحیح اور راہِ حق وصواب سے جس سے حضرتِ خالق جل وعلا نے اپنی مخلوق کو نوازا ہے اور جو دنیا وآخرت کی سعادت وکامرانی کا ذریعہ ووسیلہ اور ضامن وکفیل ہے۔ اور اس سے روک کر یہ لوگ دنیا کو اس طرف لے جانا چاہتے ہیں جس کے لئے ان کے پاس نہ کوئی ثبوت ہے نہ سند نہ دلیل ہے نہ برہان۔ بلکہ محض خواہشاتِ نفس کی پیروی ہے اور شیطٰن کا اغواء۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ مگر اسکے باوجود ان لوگوں کی جرات اور جسارت کا عالم یہ ہے کہ یہ حق اور اہلِ حق کی بات کو سننے اور ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور پوری ڈھٹائی، ہٹ دھرمی اور لاپرواہی سے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی بے بنیاد اور بے سروپا باتوں کی تائید میں آسمان وزمین کے قلابے ملاتے ہیں۔ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے طرح طرح کے پاپڑ بیلتے ہیں یہاں تک کہ ایسے لوگ نصوصِ صریحہ کی بھی طرح طرح سے تاویل وتحریف کرتے ہیں والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ وضلال سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا اکرم الاکرمین۔

۹ مشرکین ومفسدین کے لیے رسوا کن عذاب۔ والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسوں کیلئے بڑا رسوا کن عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اس بناء پر کہ انہوں نے حق کی توہین کی تھی۔ اور سزا جرم کے مطابق ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ''اَلْجَزَاءُ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ''۔ اس لئے ایسے لوگوں کو اس رسوا کن عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔ نیز چونکہ ان لوگوں کے اس اعراض وروگردانی کا اصل سبب ان کا استکبار ہی تھا یعنی اپنی بڑائی کا زعم وگھمنڈ جسکی بناء پر یہ لوگ حق بات سننے اور ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے اور یہ حق اور اہلِ حق کا مذاق اڑاتے اور ان سے استہزاء کرتے تھے۔ اس لیے اس کے بدلے اور اسکے نتیجے میں ان کو اس عذابِ مہین یعنی رسوا کن عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اوپر اہلِ ایمان کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اب یہاں پر ان لوگوں کا انجام بیان فرمایا جا رہا ہے جو قرآن کی آیاتِ حکمت کے مقابلے میں اپنی خرافات وبدعات کے پھیلانے میں سرگرم تھے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسوں کے لیے ایک نہایت ہی رسوا کن عذاب ہوگا جو ان کے جرمِ اعراض واستکبار کے عین مطابق ہوگا۔ واضح رہے کہ عذاب عذاب میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یوں تو ہر عذاب عذاب ہی ہوتا ہے۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ لیکن سب سے زیادہ سخت وہ عذاب ہوتا ہے جو رسوا کردینے والا ہو والعیاذ باللہ العظیم اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ
اور (ایسے شخص کا حال یہ ہوتا ہے کہ) جب اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ہماری آیتیں، تو یہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر اس
يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ
طرح پیٹھ پھیر لیتا ہے کہ گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں، جیسے اس کے کانوں میں ڈاٹ (پڑے) ہیں، سو خوشخبری سنادو اس کو
اَلِيْمٍ ⑦ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
ایک بڑے ہی دردناک عذاب کی، ف۱۰ ⑦ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کیے، تو ان کے لئے

۱۰ حق سے منہ موڑنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی خوشخبری، والعیاذ باللہ: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ”ایسے شخص کو خوشخبری سنادو ایک بڑے ہی دردناک عذاب کی“۔ جو اتنا دردناک اور اس قدر ہولناک ہوگا کہ اس کا تصور کرنا بھی کسی کے بس میں نہیں۔ لیکن افسوس کہ آج انسان اس سے غافل ہے والعیاذ باللہ العظیم بہرکیف یہ ان منکرین ومعاندین کے اس استکبار کی تصویر ہے جس کے باعث یہ لوگ اس رسوا کن عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔ سو فرمایا کہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ نہایت کبر وغرور کے ساتھ ان سے اس طرح پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں کہ گویا انہوں نے ان کو سنا ہی نہیں۔ گویا ان کے کانوں میں ڈاٹ پڑے ہوئے ہیں۔ سو فرمایا کہ اگر ان کا پندار اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ ہماری آیتیں ان کے نزدیک لائق توجہ ہی نہیں رہیں والعیاذ باللہ العظیم تو انکو ایک بڑے ہی دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ سو سعادت وکامرانی کی راہ یہ ہے کہ انسان حق کے آگے جھک جائے۔ کان لگا کر اس کو سنے اور صدقِ دل سے اس کو اپنائے۔ اسی میں اس کے لیے دارین کی سعادت وسرخروئی کا سامان ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب ویرید، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال

۱۱ ایمان اور عملِ صالح باہم لازم وملزوم: -یہاں پر عملِ صالح کو ایمان پر مرتب فرما کر ایک مرتبہ پھر اس حقیقت کا اعادہ فرمادیا گیا کہ عمل وہ معتبر ہے جو ایمان پر مرتب ہو۔ اور ایمان وہ معتبر ہے جو کہ عمل کا باعث ہو کہ ایمان بمنزلہ اصل اور بیج کے ہے اور عمل بمنزلہ اس کی فرع اور ثمرہ کے۔ پس ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ سو جس طرح تخم اور بیج کے بغیر شجر اور ثمرہ کا وجود ممکن نہیں اور شجر اور ثمرہ کے بغیر بیج بیکار ہے اسی طرح اگر ایمان نہیں ہے تو عمل کا سرے سے کوئی اعتبار ہی نہیں۔ اور اگر ایمان کا دعویٰ تو ہے مگر عمل نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ محض زبانی جمع خرچ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس آیتِ کریمہ میں اشقیاء ومعاندین کے مقابلے میں سعداء وصالحین کا بیان فرمایا گیا ہے۔ سو یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان اور عملِ صالح دونوں کی دولت سے سرشار ہونگے اور یہی ہیں وہ فائزین ومصلحین جن کیلئے جنت کی ابدی اور سدا بہار نعمتوں کی بشارت وخوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا ارحم الراحمین واکرم الاکرمین۔

جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ۝۸ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ

نعمتوں بھری ایسی (عظیم الشان) جنتیں ہیں ۱۲ ۝۸ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ کا وعدہ سچا ہے

وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۹ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ

اور وہی ہے (سب پر) غالب، بڑا ہی حکمت والا، ۱۳ ۝۹ اسی نے پیدا فرمایا آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے

تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ

جن کو تم لوگ دیکھ سکو، اور اسی نے ڈال دیئے زمین میں (پہاڑوں کے) عظیم الشان لنگر، تا کہ وہ تم کو لے کر ڈولنے نہ لگے،

۱۲ مومنین صالحین کے لیے نعمتوں بھری جنتوں کی خوشخبری:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسوں کیلئے نعمتوں بھری عظیم الشان جنتیں ہیں"۔ یوں نہیں فرمایا گیا کہ ان کے لئے جنت کی نعمتیں ہیں۔ بلکہ یوں فرمایا کہ ان کے لئے نعمتوں بھری جنتیں ہیں۔ یعنی صرف نعمتوں سے استفادے کی بات نہیں بلکہ ان کو ان نعمتوں بھری جنتوں کا مالک بنا دیا جائے گا اور دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا کہ ان کو پکار کر کہا جائے گا کہ تم کو اس جنت کا وارث بنا دیا گیا تمہارے اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم لوگ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ ﴿وَنُوْدُوْا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾- (الاعراف: ۴۳)۔ نیز فرمایا گیا- ﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا﴾- (مریم: ۶۳) بلکہ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ جنت کے اصل وارث تو ہیں ہی ایسے خوش نصیب لوگ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے- ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ﴾- (المومنون: ۱۱-۱۰)- فَشَرِّفْنَا بِهَا بِمَحْضِ مَنِّكَ وَ كَرَمِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ- سو جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان لا کر اور عملِ صالح کی کمائی کرنے والے ہیں ان کیلئے ایسی عظیم الشان جنتیں ہونگی جن میں ان کو ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا- اللہ نصیب فرمائے- آمین- سو محنت و عمل کا میدان یہ ہے اور کمائی اصل میں یہ کمائی ہے- ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾- عقل و نقل دونوں کا یہ تقاضا ہے کہ انسان اسی کو اپنا اصل مقصد اور نصب العین بنائے- وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید- سبحانہٗ وتعالیٰ۔

۱۳ اللہ تعالیٰ کی صفت عزت و حکمت کا حوالہ وذکر:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہی ہے سب پر غالب نہایت ہی حکمت والا- پس نہ تو اس کو اپنا وعدہ پورا کرنے میں کوئی دشواری ہو سکتی ہے کہ وہ بڑا زبردست اور غالب ہے اور نہ ہی اس کا کوئی کام حکمت سے خالی ہو سکتا ہے کہ وہ حکیم بھی ہے- سبحانہ وتعالیٰ- سو اس کا ہر وعدہ پکا، پختہ اور بہر حال سچا اور پورا ہو کر رہنے والا ہے اور اسکی صفاتِ عدل و حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ منکرین و معاندین کو سزا دے اور مومنین مخلصین کو انکی جزا دے۔ نیز جو اس خدائے عزیز و حکیم کے کلام عزت و حکمت کو اپنائے گا اور اس کو گلے لگائے گا وہ عزت و حکمت کی دولت سے بہرہ مند و مالا مال ہوگا۔ اور جو اس سے اعراض و روگردانی برتے گا والعیاذ باللہ العظیم وہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہوگا اور دائمی ہلاکت و تباہی کے ہولناک گڑھے میں جا گرے گا والعیاذ باللہ العظیم اللہ ہمیشہ راہِ حق و ہدایت پر قائم رکھے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا ارحم الراحمین۔

وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ ۚ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ

اور اس نے پھیلا دیئے اس میں ہر قسم کے جانور، اور ہم نے آسمان سے

مَآءً فَأَنۢبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿۱۰﴾ هَٰذَا خَلْقُ

پانی برسایا پھر اس کے ذریعے ہم نے اس (زمین) میں اگائیں ہر قسم کی عمدہ چیزیں، ف۱۴ ﴿۱۰﴾ یہ ہے اللہ کی

ٱللَّهِ فَأَرُونِى مَاذَا خَلَقَ ٱلَّذِينَ مِن دُونِهِۦ ۚ بَلِ

تخلیق، سو تم لوگ مجھے ذرا دکھا (اور بتا) دو کہ کیا پیدا کیا ان دوسروں نے (جن کو تم لوگوں نے معبود بنا رکھا ہے؟) اللہ کے سوا

ٱلظَّٰلِمُونَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا لُقْمَٰنَ

(کچھ بھی نہیں) بلکہ ظالم لوگ پڑے ہیں کھلی گمراہی میں، ف۱۵ ﴿۱۱﴾ اور بلاشبہ ہم نے بخشی تھی لقمٰن کو ف۱۶

ٱلْحِكْمَةَ أَنِ ٱشْكُرْ لِلَّهِ ۚ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ

حکمت (دانائی کی دولت) ف۱۷ کہ تم شکر بجا لاؤ اللہ کیلئے ف۱۸ اور (حقیقت یہ ہے کہ) جو شکر کرتا ہے تو سوائے اس کے نہیں کہ وہ اپنے ہی (بھلے کے)

لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ حَمِيدٌ ﴿۱۲﴾ وَإِذْ

لئے شکر کرتا ہے، ف۱۹ اور جس نے کفر کیا تو (اس سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا کہ) بے شک اللہ غنی (و بے نیاز) اور خود ہی تعریفوں

۱۴ آفاقی دلائل میں غور و فکر کی دعوت: ۔ سو اس سے کائنات کے بعض اہم دلائل و شواہد میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ "زوج" کے معنیٰ قسم اور جوڑے کے آتے ہیں۔ سو قرآنِ حکیم نے چودہ صدیاں قبل جس حقیقت کو بیان فرمایا تھا دنیا اپنی طویل تگ و دو کے بعد اب جا کر اس کا اِدراک کر سکی ہے اور آج کا ترقی یافتہ علمِ نباتات بتاتا ہے کہ ہر پودے میں نر و مادہ کا سلسلہ ہے اور اس کی تلقیح کی مختلف شکلیں ہیں۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ بہر کیف اس آیتِ کریمہ میں کائنات کے ان بعض دلائل و شواہد میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے جو اس میں ہر طرف پھیلے بکھرے ہیں اور جن میں غور و فکر سے کام لیکر ایک متوسط درجے کی عقل کا آدمی بھی یہ ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کا خالق عزیز یعنی ہر چیز پر غالب و مُقتدر بھی ہے اور اس بے پایاں قدرت کے ساتھ ساتھ وہ نہایت ہی حکیم بھی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ اسی کی قدرتِ بے نہایت اور حکمتِ بے پایاں کا ایک عظیم الشان مظہر ہے کہ اس نے آسمان کی اس عظیم الشان چھت کو بغیر ایسے ستونوں کے کھڑا کر دیا جو تمہیں نظر آسکیں۔ اور اسی نے زمین کے اندر پہاڑوں کے یہ عظیم الشان لنگر ڈال دیئے کہ کہیں یہ تمہارے ساتھ لڑھک نہ جائے۔ اور اس نے اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے۔ آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعے ہر قسم کی عمدہ پیداواریں اگائیں۔ پس معبودِ برحق وہی وحدہ لاشریک ہے اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے سبحانہ وتعالیٰ اس میں کسی بھی اور کو شامل کرنا شرک ہو گا جو کہ ظلم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک کے ہر شائبہ سے اپنی

حفاظت و پناہ میں رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین والعیاذُ باللہ العظیم

۱۵ مشرکوں سے ایک فیصلہ کن سوال کا ذکر و بیان: - سو مشرکوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہ ہے اللہ کی مخلوق پس تم مجھے دکھاؤ کہ کیا پیدا کیا ان دوسروں نے جو اسکے سوا ہیں اور جن کو تم اللہ کا شریک قرار دے کر پوجتے پکارتے ہو؟''۔ اور ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی نے نہ کچھ پیدا کیا اور نہ ہی کوئی اس کا دعویدار ہے۔ پھر تم لوگوں کو اے مشرکو! ان کو خدائی صفات، اختیارات اور اسکے حقوق میں شریک کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟ ان کو کس منہ سے تم لوگ حاجت روا و مشکل کشا اور فریادرس سمجھ کر پوجتے پکارتے، ان کے آگے جھکتے، ان کے گرد چکر لگاتے، ان کے آستانوں پر ماتھے رگڑتے، جبہ سائی کرتے اور ان کے نام پر نذریں نیازیں دیتے اور چڑھاوے چڑھاتے ہو؟ - شرم تم کو مگر نہیں آتی - بہر کیف اس سوال کے ذریعے مشرکوں کے ضمیروں کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ جب انہوں نے نہ کسی چیز کو پیدا کیا ہے نہ پیدا کر سکتے ہیں تو پھر تم لوگ آخر کس بناء پر خدا اور خدائی میں شریک مانتے ہو؟ آسمان وزمین کی اس پوری کائنات کے اندر کی یہ تمام چیزیں جب اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور تم کو خود اس بات کا اِقرار و اِعتراف بھی ہے کہ یہ سب اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں تو پھر تم جن دوسروں کو پوجتے پکارتے ہو تو انہوں نے آخر کیا پیدا کیا؟ اور ان کا آخر ایسا کون سا کارنامہ ہے جو تم نے ان کو خدا کی خدائی اور اس کے حقوق میں شریک ٹھہرالیا؟ اور اسطرح تم نے خود اپنی اور دوسروں کی ہلاکت اور تباہی کا سامان کیا، والعیاذُ باللہ جلّ وعلاَ۔

۱۶ حضرتِ لقمٰن کون تھے اور کیا تھے؟: - جمہور علماء و مفسرین کے نزدیک حضرتِ لقمٰن نبی نہیں تھے بلکہ ایک دانش مند اور صالح انسان تھے۔ کالے رنگ کے حبشی غلام تھے مگر اللہ پاک نے ان کو باطن کی نورانیت اور ایسی حکمت و دانش مندی سے نوازا تھا کہ لقمٰن کی حکمت ضرب المثل بن گئی اور اللہ پاک نے اپنے کلامِ معجز نظام میں بھی اس کا تذکرہ فرما دیا جس سے حکمتِ لقمانی ایک زندۂ جاوید حقیقت بن گئی۔ پس معلوم ہوا کہ اصل چیز ظاہر اور صورت نہیں بلکہ باطن اور سیرت ہے۔ (روح، قرطبی، ابنِ جریر، ابنِ کثیر، معارف وغیرہ)۔ یہاں پر حکمتِ لقمانی کے ان اقوال کو نقل کر کے مشرکینِ عرب کے سامنے آئینہ رکھ دیا گیا ہے اور ان کے قلب وضمیر کو جھنجھوڑنے کا سامان کیا گیا ہے کہ تمہارے اندر جن لوگوں نے اپنی فطرتِ سلیمہ کو محفوظ رکھا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت و حکمت کا جو حصہ ملا تھا انہوں نے بھی اپنے متعلقین کو انہی باتوں کی تعلیم و تلقین کی جن کی تعلیم تم لوگوں کو یہ کتابِ حکمت دے رہی ہے۔ لیکن یہ تم لوگوں کی بدبختی اور محرومی ہے کہ تم اپنے آباء و اَجداد میں سے انکی اندھی تقلید تو کرتے ہو جنہوں نے شیطان کی پیروی کی لیکن ان میں سے جو تم کو حکمت کی بات بتائے وہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ جو کہ بڑی محرومی کی بات ہے، والعیاذُ باللہ۔

۱۷ حکمت کا اصل اور اولیں تقاضا معرفت و شکرِ خداوندی: - حکمت کہتے ہیں قول وفعل کی درستگی اور علم وعمل کی پختگی کو۔ اسی لئے اس کے معنیٰ اس طرح کئے گئے ہیں۔ '' اَلاِصَابَةُ فِي الْقَوْلِ وَالسَّدَادُ فِي الرَّاي وَالنُّطْقُ بِمَا يُوَافِقُ الْحَقَّ ''۔ یعنی قول و قرار کی درستگی، فکر و رائے کی صحت و سلامتی اور حق و صدق کی موافقت اور پاسداری۔ اور ظاہر ہے کہ یہ چیز تمام محاسن و محامد کی اساس و بنیاد اور زبدہ و خلاصہ ہے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾۔ اللہ نصیب فرمائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَيْهِ بِعَزِيْزٍ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وهو اَكْرَمُ الاَكْرَمِيْنَ وَاَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ - یہاں پر

حکمتِ لقمانی کے ذکر و بیان کے سلسلے میں اسکی تشریح و تفسیر ﴿ان اشکر للہ﴾ کے کلماتِ کریمہ سے فرمائی گئی۔ یعنی یہ کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو۔ سو اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حکمت کا اولین ثمر اور بنیادی مقتضیٰ جو اس پر مرتب ہوتا ہے یہی ہے کہ انسان اللہ کا شکر گزار بندہ بن جائے کہ اسی خالق و مالک کا حق سب سے بڑا، سب سے اہم اور سب سے مقدم ہے کہ وہی وحدہ لاشریک ہے جس کی رحمتوں اور عنایتوں میں بندہ سر سے پاؤں تک ڈوبا ہوا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور اسی وحدہ لاشریک کی معرفت اور اس کا شکر بجالانا تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کی معرفت کی اصل اور اساس ہے۔ وباللہ التوفیق لمایحب ویرید وعلی مایحب ویرید۔

۱۸ شکرِ خداوندی حکمت و اَخلاقیات کی اصل اور اولیں اساس و بنیاد: ۔ سو حکمت کی اولین شناخت اور بنیادی علامت اللہ پاک کی شکر گزاری ہے سبحانہ وتعالیٰ "ان" کلمہ تفسیریہ ہے۔ سو حکمت کا اولین ثمر اور اس کا پہلا نتیجہ اور پھل جیسا کہ ابھی گزرا یہ ہے کہ اس کے پانے کے بعد انسان اپنے خالق و مالک کا شکر گزار بن جائے اور یہی شکرِ خداوندی کی وہ اصل اور اساس ہے جس سے انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کو صحیح طور پر پہچانتا اور حقِ شکر ادا کرتا ہے ورنہ وہ کسی کام کا نہیں۔ اگرچہ علم و فلسفے کے بڑے بڑے دعوے کرتا ہو والعیاذ باللہ سو کسی شخص کے حکیم اور صاحب حکمت ہونے کی اولین شناخت اور بنیادی علامت یہی ہے کہ وہ اپنے رب کا شکر گزار ہو۔ اور یہ چیز اگر حاصل نہ ہو تو وہ بالکل کھوکھلا اور بے حقیقت ہے اگرچہ وہ علم و فلسفہ کا کتنا بڑا اعالم اور امام کیوں نہ سمجھا جاتا ہو۔ گزشتہ سورۂ کریمہ میں اس اہم بنیادی حقیقت کو واضح فرمایا گیا کہ یہ قرآن اسی دینِ فطرت کی دعوت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔ اور اس دعوے کی تائید و تصدیق میں آفاق و انفس کے ٹھوس دلائل پیش فرمائے گئے۔ اب اس سورۂ کریمہ میں حکمتِ لقمانی کے یہ اقوال نقل فرما کر اسی حقیقت کی مزید تائید و تقویت فرما دی گئی کہ عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم رکھنے والے لوگوں کے قلب و ضمیر کی پکار بھی یہی ہے۔ اخلاقیات پر بحث کرنے والے مغربی فلاسفہ اخلاقیات کی بنیاد عقلِ عام کے معروف مسلمات پر ہی رکھتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ اخلاقی مسلمات کہاں سے پیدا ہو گئے۔ اس لیے کہ وہ ایک فاطر حکیم اور فطرت اللہ کو تسلیم کرنے سے گریزاں ہیں۔ اور اس اہم اور بنیادی حقیقت سے گریز کی نقد سزا ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دی گئی کہ ان کا سارا فلسفہ اخلاق بے بنیاد اور بے معنیٰ ہو کر رہ گیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ راہِ حق و ہدایت پر قائم اور ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۱۹ شکر کا فائدہ خود شکر کرنے والے کے لیے: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور جو کوئی شکر کرے گا وہ اپنے ہی لیے کرے گا" کہ اس کا فائدہ خود اسی کو پہنچے گا کہ دنیا میں اس سے نعمتِ خداوندی میں برکت و بڑھوتری نصیب ہو گی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ﴾ ۔ (ابراہیم: ۷) اور اسی لئے کہا جاتا ہے۔ بِالشُّكْرِ تَدُوْمُ النِّعَمُ۔ کہ شکر سے نعمتوں کو دوام نصیب ہوتا ہے۔ اور شکرِ نعمت سے آخرت میں بھی اس کو فائدہ پہنچے گا کہ اصل ثواب تو وہیں ملے گا۔ سو جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے دنیا و آخرت کی بہتری اور بھلائی کا سامان کرتا ہے کہ اس کا فائدہ بہرحال اسی کو اور صرف اسی کو پہنچے گا۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور جو کفر و ناشکری سے کام لے گا وہ خود اپنا ہی نقصان کرے گا، والعیاذ باللہ۔ سو شکرِ خداوندی ایک عظیم الشان نعمت اور سعادت ہے۔ وباللہ التوفیق لمایحبُّ ویرید، وعلی مایحبُّ ویرید بکل حالٍ مِّن الاحوال۔

قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ

والا ہے ۲۰ ⑫ اور (ان کو وہ بھی یاد کراؤ کہ) جب لقمٰن نے اپنے بیٹے سے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ میرے پیارے بیٹے ۲۱ شرک نہیں کرنا

بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ⑬ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

اللہ (وحدہٗ لاشریک) کے ساتھ، ۲۲ بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے، ۲۳ ⑬ اور ہم نے انسان کو تاکیدی حکم دے دیا

۲۰ اور ناشکری کا نقصان خود ناشکرے انسان کو - والعیاذ باللہ العظیم:- سو ارشاد فرمایا گیا" اور جو کوئی ناشکری کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا" - والعیاذ باللہ - اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا کہ اس ذاتِ اقدس واعلیٰ - جل وعلا - کو تمہارے یا کسی کے بھی شکر وسپاس اور حمد وثنا سے کسی فائدے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ تو خود تمہارے اپنے ہی لئے ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ - (حم السجدۃ: ۴۶) وغیرہ۔ اور وہ وحدہ لاشریک ہر کسی سے اور ہر اعتبار سے غنی اور بے نیاز ہے۔ اور وہ حمید یعنی اپنی ذات میں آپ محمود اور ہر تعریف اور حمد وثنا کا مستحق و سزاوار ہے۔ کوئی اسکی حمد وثنا کرے گا تو اپنا ہی بھلا کرے گا ورنہ اس کا اپنا ہی نقصان ہوگا - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ تو نفع و نقصان کے ایسے ہر تصور سے پاک اور اعلیٰ وبالا ہے - سبحانہ وتعالیٰ - وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یحبُّ و یرید،

۲۱ اپنی اولاد کیلئے دین کی فکر کا درسِ عظیم:- سو اس سے یہ عظیم الشان درس دیا گیا کہ اپنی اولاد کیلئے دین کی فکر کرنا، اور ان کو شرک و بدعت، اور بے دینی سے بچانا والدین کے ذمے ایک اہم اور بنیادی فریضہ ہے، چنانچہ اسی بناء پر حضرتِ لقمان نے اپنے بیٹے کو سب سے پہلے اسی کی نصیحت فرمائی اور نہایت شفقت و پیار سے کہا" اے میرے پیارے بیٹے" یعنی "بنی" کی تصغیر شفقت و پیار کے لئے ہے۔ تصغیر اشفاق (جامع البیان: ج ۲ ص ۱۵۲)۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ نصیحت، پوری ہمدردی، شفقت اور پیار سے ہونی چاہیئے کہ اس میں تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔ اور ایسی بات دل تک پہنچتی ہے اور دل کو لگتی ہے - اللہ توفیق بخشے - آمین۔ بہرکیف حضرتِ لقمٰن نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے سب سے پہلی بات یہ کہی کہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرنا۔ سو جس طرح حکمت کا اولین ثمر اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری ہے، اسی طرح شکرِ خداوندی کی اصل روح شرک سے اجتناب ہے۔ کیونکہ بندے کو جو بھی کوئی نعمت ملتی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ اس لیے جس طرح انسان پر اللہ کا شکر واجب ہے، اسی طرح اس پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کسی اور کی طرف منسوب نہ کرے۔ دوسروں سے انسان کو اگر کوئی نفع پہنچتا بھی ہے تو وہ بھی اصل میں اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور ظاہری اسباب کے درجے میں ہی ہوتا ہے۔ ورنہ اصل میں بخشنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے - پس اصل شکر کا حقدار وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ذکر وشکر سے سرشار رکھے، اور ہمیشہ راہِ حق ہی پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔

۲۲ شرک سے اجتناب کی تعلیم و تلقین: -سو لقمٰن نے اپنے بیٹے سے کہا "پیارے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرنا"۔ معلوم ہوا کہ شرک سب سے بڑا جرم و گناہ اور سب سے بری چیز ہے کہ حضرت لقمٰن نے اپنے بیٹے کو نصیحت کے دوران سب سے پہلے اسی سے بچنے کی تلقین کی۔ اور اس کو صاف اور صریح طور پر اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ظلم عظیم قرار دیا اور باپ کی بیٹے کے لئے محبت مسلم بلکہ ضرب المثل ہے کہ باپ جیسا بھی ہو اپنے بیٹے کے حق میں بدخواہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ اور وہ اس کو جو بھی کہے گا اس کے بھلے اور فائدے ہی کے لئے کہے گا۔ اور یہیں سے یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ جب ایک باپ کو اپنی اولاد سے اتنا پیار اور اس قدر شفقت ہے، حالانکہ وہ ان کا پیدا کرنے والا نہیں، بلکہ وہ محض ایک ظاہری سبب ہے اس کے وجود و بروز کا، تو پھر حضرتِ حق -جل مجدہ- کو اپنی اس مخلوق سے کتنا پیار اور کس قدر محبت ہوگی جبکہ وہ اس کا خالق و مالک بھی ہے اور وہ رحیم و ودود بھی ہے -سبحانہ وتعالیٰ- پس وہ اپنے بندوں کو جو بھی احکام دیتا ہے وہ سراسر انہی کی بھلائی اور بہتری کے لئے دیتا ہے۔ جس کا فائدہ بہرحال ان ہی کو ملے گا۔ دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی -اللہ نصیب فرمائے- فَکُن اللّٰھُمَّ لَنَا واجعَلنَا لَکَ بِکُلِّ حَالٍ مِنَ الاَحْوَال وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ المواطن- نیز اس سے یہ امر بھی واضح ہوجاتا ہے کہ ایک دانشمند باپ کو اپنی اولاد کو کیا اور کیسی نصیحت کرنی چاہیئے اور اہلِ دنیا کیا کرتے ہیں، پس اصل فکر کی چیز دین و ایمان کی دولت ہے نہ کہ دنیاءِ فانی کے متاعِ قلیل اور حطامِ زائل کی -وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید-

۲۳ شرک یقیناً ظلم عظیم، والعیاذُ باللہ العظیم: - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے، تاکید در تاکید ملاحظہ ہو کہ "اِنَّ" حرفِ تاکید پھر "لظلم" میں لامِ تاکید استعمال فرمایا گیا۔ اور پھر جملہ بھی اسمیہ ہے جس سے تاکید در تاکید پیدا ہوگئی۔ سو اسی کو ظاہر کرنے کے لئے ترجمہ میں "بڑا بھاری" کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ اور ظلم کا مطلب ہے ناانصافی و حق تلفی۔ پس جو آدمی شرک کرتا ہے وہ اللہ پاک کے حقوق کے بارے میں بھی ظلم اور ناانصافی کا ارتکاب کرتا ہے کہ اس وحدہ لاشریک کی توحید و وحدانیت سے منہ موڑ کر اسکے حقِ عبادت و بندگی کو دوسروں کیلئے صرف کرتا ہے۔ نیز وہ شرک کے اس ظلمِ عظیم کا ارتکاب کرکے خود اپنے حق میں بھی ظلم اور ناانصافی سے کام لیتا ہے کہ نورِ توحید کی بجائے شرک کی نجاست میں مبتلا ہو کر جہنم کی راہ پر چلتا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- نیز وہ کائنات کی ہر اس چیز پر بھی ظلم کرتا ہے جس کو وہ استعمال کرتا اور اس سے مستفید ہوتا ہے کہ فائدہ تو اللہ کی نعمتوں سے اٹھاتا ہے لیکن پوجتا پکارتا اوروں کو ہے۔ اور اطاعت و بندگی وہ دوسروں کے لئے بجالاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ کھانا کسی کا اور بجانا کسی اور کے لئے۔ نیز اس کے اس شرک کی نحوست کی وجہ سے دوسروں پر طرح طرح کے عذاب اور مصائب بھی نازل ہوتے ہیں۔ پس شرک ہر لحاظ سے اور ہر اعتبار سے ظلم اور ظلمِ عظیم ہے- والعیاذ باللہ العظیم- کہ مشرک انسان اپنے شرک کے ذریعے اپنے خالق و مالک کے حق میں دوسروں کو شریک کرتا ہے اور اس طرح وہ سب سے بڑے حق کو تلف کرنے والا بنتا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے- آمین ثم آمین یارب العالمین۔

بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ

اس کے والدین کے بارہ میں (فرمانبرداری اور حسن سلوک کا) ۲۴ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے،

فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿۱۴﴾

اور اس کا دودھ چھڑانا ہوا دو سال میں ۲۵، (سو اس سب کا تقاضا یہ ہے) کہ تو (اے انسان!) شکر بجالا میرا، اور اپنے ماں باپ کا آخر کار

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

لوٹنا بہرحال (سب کو) میری ہی طرف ہے، ۲۶ ﴿۱۴﴾ اور اگر وہ تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرائے کسی ایسی چیز کو

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ

جس کے بارے میں تیرے پاس کوئی علم (اور سند) نہیں، تو ان کا کہنا نہ ماننا، ۲۷ ہاں دنیا (کے معاملات) میں ان کے ساتھ نیکی کا

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

برتاؤ کرتے رہنا، ۲۸ مگر (دین کے بارے میں) پیروی اسی شخص کے راستے کی کرنا جو میری طرف رجوع کیے رہے، ۲۹ پھر تم سب

۲۴ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کر دی۔ اسکی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے" کہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے اور دن گزرتے جاتے ہیں اس کی کمزوری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ پھر آخر میں وضعِ حمل کی وہ تکلیف و کمزوری اس پر مستزاد جو کہ بعض اوقات اس کو موت تک بھی پہنچا دیتی ہے۔ یہ دونوں آیتیں حضرت لقمٰن کی موعظت کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ تضمین ذکر فرمائی گئی ہیں۔ لقمٰن نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے وقت اللہ پاک کی شکرگزاری کا حق ادا کرنے کی تلقین و تعلیم فرمائی لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے حق کا ذکر نہیں فرمایا کہ اس کو انہوں نے حضرتِ حق جل مجدہ کے ادب کے تقاضوں کے خلاف تصور فرمایا۔ اس لیے اسکو انہوں نے نظر انداز کر کے اس کے آگے قیامت کا ذکر فرمایا۔ اور ایسا انہوں نے ادب کے تقاضوں کی بنا پر کیا۔ اور انکی شانِ تواضع کے لائق یہی تھا۔ اسی لیے اللہ پاک سبحانہ وتعالیٰ نے جو کہ غفور و رحیم اور شکور و کریم ہے یہاں پر والدین کا حق خود ذکر فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ ہر صاحبِ حق کے حق کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۲۵ ماں کے حق کی عظمت اور اہمیت کا ذکر و بیان: ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس کی ماں نے اسکو پیٹ میں رکھا تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے "اور اس کا دودھ چھڑانا ہوا دو سال میں"۔ جس کے دوران اس کو مزید طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانا اور دقتیں اور دشواریاں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ سو حمل سے تمہارے وجود کا آغاز ہوا اور رضاعت یعنی دودھ پلانے سے تمہیں نشو ونما ملی اور تمہارے وجود کو بقا حاصل ہوئی۔ اور حمل و رضاعت کی اس مدت کے دوران تمہاری ماں نے تمہارے لیے اور تمہاری خدمتگاری کے سلسلے میں مشقتوں پر مشقتیں اٹھائیں۔ سو اس سے ماں کے حق کی عظمت اور اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ بچے کی ساخت و برداخت اور اسکی پرورش میں اسکو زیادہ مشقتیں اٹھانا پڑتی ہیں، اور صحیح احادیث اس امر کو طرح طرح سے واضح فرمایا گیا ہے، لیکن مجموعی طور پر

چونکہ ماں باپ دونوں ہی بچے کی تربیت و پرورش میں شریک ہوتے، اسلئے ان دونوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے کہ ان کا حق تم پر بہت بڑا ہے۔ اور خالق کے بعد مخلوق میں سب سے بڑا حق تم پر انہی کا واجب ہوتا ہے۔ سو خالق کے حق کے بعد انسان پر مخلوق میں سب سے پہلا اور سب سے بڑا حق اس کے والدین ہی کا عائد ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے وجود میں آنے اور پرورش پانے کا ذریعہ و وسیلہ وہی ہوتے ہیں۔ اس لیے تمام انبیائے کرام اور جملہ آسمانی صحیفوں نے بالاتفاق اسی کی تعلیم دی ہے۔ اور حضرت امام الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام، نے اس بارے میں جن رحمتوں بھری تعلیمات سے نوازا ہے انکی کسی نظیر و مثال کا ملنا تو ممکن ہی، جو کہ کتب احادیث میں جا بجا موجود ہیں، علیه افضل الصلوات و اتم السلمات ما تبقی هذه الاسطر والکلمات.

۲۶ شکرِ والدین کی عظمت واہمیت کا ذکر و بیان: — سو اس سے والدین کے شکر کی عظمت واہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہاں پر والدین کے شکر کا ذکر شکرِ خداوندی کے ذکر کے ساتھ اور اس کے معاً بعد فرمایا گیا، چنانچہ ان دونوں کا یکجا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ''شکر بجاؤ لاؤ تم میرا اور اپنے ماں باپ کا''۔ کہ میں تمہارا خالق ہوں اور ماں باپ تمہاری پیدائش کا ظاہری سبب اور ذریعہ۔ سب سے پہلے میرا حق مانو اور میرا شکر بجا لاؤ اور پھر اپنے والدین کا۔ سبحان اللہ! ۔ والدین کے حقِ شکر کی ادائیگی کو حضرتِ حق جل مجدہ اپنے حقِ شکر کے ساتھ ملا کر بیان فرما رہا ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا گیا کہ سب کو لوٹ کر بہر حال میرے ہی پاس آنا ہے، جہاں ہر کسی نے اپنے کئے کرائے کا حساب دینا، اور اس کا پھل پانا ہے، سو اس سب سے حقوقِ والدین کی عظمت واہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرتِ سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ پنجگانہ نماز قائم کرو یہ اللہ پاک کے حقِ شکر کی ادائیگی ہے۔ اور والدین کے لئے مغفرت و بخشش کی دعا کرو یہ ان کے لئے حق شکر کی ادائیگی ہے۔ ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ''۔ بہر کیف اس سے یہ ظاہر اور واضح ہوجاتا ہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد جو سب سے پہلا اور سب سے اہم حق انسان پر واجب ہوتا ہے وہ اس کے ماں باپ کا حق ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مختلف مقامات کی طرح یہاں پر بھی پہلے پہلے اپنا حق بیان فرمایا اور اسکے بالکل متصل بعد اپنے ماں باپ کا حق کہ تم میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرو۔ وبالله التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید، بِکُلِّ حالٍ مِّن الا حوال و فی کُلِّ مَوطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاة

۲۷ ماں باپ کی اطاعت ضروری، مگر محدود و مشروط: — چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اگر وہ تمہیں مجبور کریں کہ تم میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جسکے لیے تمہارے پاس کوئی سند نہیں تو ان کی بات نہیں ماننا۔ اور ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں کہ اس کی شرکت کے بارے میں کوئی علم و سند ہو سکے کہ اس وحدہ لاشریک کا کوئی شریک ہو ہی نہیں سکتا۔ ﴿وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ﴾۔ (المومنون: ۱۱۷)۔ پس اللہ کا شریک ماننا کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ سو شرک کی کوئی اساس و بنیاد نہیں۔ لہٰذا تم اس بارے ان کی کوئی بات کبھی نہ ماننا کہ شرک سب سے بڑا جرم اور سنگین گناہ ہے۔ سو ماں باپ کی اطاعت ضروری ہے۔ اور حضرتِ خالق جل مجدہ کے بعد انہی کا حق ہے۔ لیکن ان کی اطاعت محدود و مشروط ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کے خلاف نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سب پر فائق اور سب سے مقدم ہے۔ اور اللہ کے رسول کی اطاعت بھی اصل میں اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾۔ یعنی ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔ پس جس طرح اللہ کی اطاعت کے خلاف کسی کی اطاعت جائز نہیں اسی طرح اللہ کے رسول کی اطاعت کے خلاف بھی کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ کیونکہ رسول کا حکم و ارشاد بھی اللہ تعالیٰ کی وحی کی بنا پر ہوتا ہے۔

۲۸ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اگر وہ تمہیں میرے ساتھ شرک پر مجبور کریں تو ایسی صورت میں تم انکی بات نہ ماننا ہاں ان کے ساتھ حسن سلوک پھر بھی کرتے رہنا''۔ اور جب والدین کی بھی ایسی کوئی

بات نہیں مانی جاسکتی تو پھر اور کون ہوسکتا ہے جس کی بات حضرتِ حق جل مجدہ کے ارشاد کے خلاف مانی جائے؟۔ ''فَـلا طَـاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ ۔''یعنی حضرتِ حق جل مجدہ کی معصیت ونافرمانی میں کسی کی اطاعت وفرمانبرداری جائز نہیں کہ اس خالق ومالک کا حق سب سے بڑا اور سب پر فائق اور مقدم ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ کہ اس ساری کائنات کا خالق ومالک وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور انسان کے وجود کے اندر اور اس کے باہر اس پوری کائنات میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اسی وحدہ لاشریک کا پیدا کردہ اور اسی کا دیا بخشا ہے۔ ان میں سے کسی بھی چیز میں اس کا کوئی بھی شریک وسہیم نہیں پس عبادت وبندگی میں بھی نہ اس کا کوئی شریک وسہیم ہے نہ ہوسکتا ہے۔ وہ ہر اعتبار سے وحدہٗ لاشریک ہے، اور عبادت وبندگی کی ہر قسم اور اسکی ہر شکل اسی وحدہٗ لاشریک کا حق ہے سبحانہ وتعالیٰ۔

۲۹ پیروی ہمیشہ اہلِ حق کے راستے ہی کی کرنی ہے: سو ارشاد فرمایا گیا ''اور پیروی ہمیشہ اسی کے راستے کی کرنا جو میری طرف رجوع کیے ہوئے ہو''۔ یعنی اللہ کے رسول، ان کے صحابہ کرام اور ان لوگوں کی جو کہ اللہ کے رسول اور ان کے صحابہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوں۔ واضح رہے کہ رسول اللہ کے طریقے کو سنت کہا جاتا ہے اور آپؐ کے پیروکاروں کو جماعت۔ اسی سے ''اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ '' بنا۔ یعنی وہ لوگ جو رسول اللہ کی سنت اور طریقے کو بھی مانتے اور اپناتے ہیں اور آپ کے صحابہ کرام کی پوری جماعت کو بھی مانتے ہیں۔ اور حضراتِ صحابہ کرام کی ساری جماعت کو وہ حق وصداقت پر مانتے ہیں۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ صحیح راستہ وہی ہے جو اہل السنّت والجماعت کا راستہ ہے۔ اور اسی کی نشاندہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس مشہور حدیث میں بھی فرمائی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے جو سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے اس ایک گروہ کے جو کہ میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا۔ سو اس سے اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان تمیز ہوگئی۔ پس جو لوگ سنت کا انکار کریں، جیسا کہ منکرینِ حدیث یا وہ سنت کے مقابلے میں اپنی طرف سے طرح طرح کی بدعات ایجاد کریں، جس طرح کہ اہلِ بدعت یا جو لوگ حضور کے صحابہ کرام سے بغض رکھیں، جیسا کہ روافض، جو کہتے ہیں کہ صرف پنجتن پاک ہیں۔ باقی نعوذ باللہ سب ناپاک ہیں استغفر اللہ تو یہ لوگ سب کے سب اہلِ باطل میں سے ہیں۔ دوسری بات اس ارشادِ ربانی سے یہ معلوم ہوئی کہ آنکھیں بند کر کے اپنے باپ دادوں کے طریقے پر چلنا اور اندھی تقلید کو اپنانا مذموم اور قرآن وسنت کی تعلیماتِ مقدسہ کے خلاف ہے والعیاذ باللہ سو ان لوگوں کی تقلید وپیروی کرنا اس زمرے میں نہیں آتا جو خود حق پر ہوں اور دوسروں کو بھی حق ہی کی دعوت دیتے ہوں۔ جیسے حضراتِ ائمہ اربعہ وغیرہ کہ ایسے اہلِ صدق وصفا کی پیروی کرنا جائز ہے کہ یہ پیروی اصل میں حق ہی کی پیروی ہے جو کہ مطلوب ومامور ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر کچھ حضراتِ انبیاء ورسل کے ذکر کے بعد ایک اصول وضابطہ اور قاعدۂ کلیہ کے طور پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اُولٰٓـئِکَ الَّـذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰاهُمُ اقْتَدِهْ﴾۔ (الانعام:۹۱) یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے نور سے نوازا ہے پس تم ہمیشہ ان ہی کی ہدایت اور انہی کے راستے کی پیروی کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق اور اہلِ حق کی پیروی میں رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین۔

فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ

لوگوں کو بہر حال لوٹنا میری ہی طرف ہے، تب میں بتادوں گا تم کو وہ سب کچھ جو تم لوگ کرتے رہے تھے، ﴿۱۵﴾ ف۳۰ (اور لقمٰن نے مزید کہا) اے

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ

میرے پیارے بیٹے اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو، پھر وہ کسی چٹان کے اندر ہو، یا

فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ

کہیں آسمانوں (کی بلندیوں) میں، یا زمین (کی تہوں) میں کہیں پوشیدہ ہو، پھر بھی اللہ اس کو نکال لائے گا کہ بلاشبہ

اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ

وہ بڑا باریک بیں، انتہائی باخبر ہے، ﴿۱۶﴾ ف۳۱ بیٹے نماز کی پابندی کرنا، نیکی کی

بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ

تلقین کرنا، برائی سے روکتے رہنا، ف۳۲ اور جو کوئی مصیبت بھی تم پر کبھی آ جائے

اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ

اس پر تم صبر (و برداشت) ہی سے کام لینا ف۳۳، بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے، ﴿۱۷﴾ ف۳۴ اور لوگوں سے (تکبر کے طور پر) منہ پھیر کر

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ

بات نہ کرنا، اور نہ ہی اکڑ کر چلنا (اللہ کی) اس زمین میں، ف۳۵

۳۰ سب کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف، سبحانہ وتعالیٰ: ۔۔۔سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر تم سب کو بہر حال لوٹ کر میری ہی طرف آنا ہے تب میں خبر کردوں گا تم سب کو ان تمام کاموں کی جو تم کرتے رہے تھے، سو اس موقع پر تم سب کو اپنے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا پھل پانا ہوگا"۔ لہذا اس ہولناک وقت کا ہمیشہ خیال رکھو۔ یہ بیچ کی دونوں آیتیں اللہ پاک نے جملہ معترضہ کے طور پر موعظت لقمانی کے درمیان حقوقِ والدین کے بارے میں ارشاد فرما دیں۔ ان کی عظمتِ شان کی بناء پر۔ نیز اس بنا پر کہ حضرت لقمٰن نے جب اللہ پاک کے حق کا ذکر فرمایا اور تواضع و عاجزی کی بناء پر اپنا حق بیان نہیں فرمایا تو اللہ پاک نے اسکے بدلے میں اپنے کرم سے ماں باپ اور انکے حق اور انکی عظمت کو اس طرح خود بیان فرما دیا کہ وہ اکرم الاکرمین ہے سبحانہ وتعالیٰ آگے پھر پند و موعظت لقمانی کا ذکر ہوتا ہے۔ اور اس تضمینی ارشاد کے آخر میں اس عظیم الشان اور اہم بنیادی حقیقت کی تذکیر و یاد دہانی فرما دی گئی کہ تم سب لوگوں نے آخر کار بہر حال لوٹ کر میری ہی طرف آنا ہے۔ تب میں تم کو بتادونگا وہ سب کچھ جو کہ تم لوگ زندگی بھر کرتے رہے تھے۔ اور بتانے کا مطلب صرف خبر دے دینا اور رپورٹ پیش کر دینا نہیں بلکہ اس کے مطابق تم میں سے ہر کسی نے اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پھل پانا ہے۔ لہذا ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھ لے کہ وہ کیا عمل کر رہا ہے قبل اس سے کہ

فرصتِ حیات اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔ ﴿ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ﴾۔ اللہ توفیق بخشے ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت میں وپناہ میں رکھے، اور ہمیشہ راہِ حق پر مستقیم و ثابت قدم رکھے، آمین ثم آمین۔

۳۱ اللہ تعالیٰ کے علم وآ گہی کا حوالہ وذکر: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ اللہ بڑا ہی باریک بیں نہایت ہی باخبر ہے سبحانہ وتعالیٰ پس اس سے کوئی شئے مخفی نہیں ہوسکتی اور وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے وہ ایسی باریک اور پرحکمت تدبیر کرتا ہے کہ عام لوگ اس کو جان ہی نہیں سکتے سبحانہ وتعالیٰ سو قرآنِ حکیم میں جابجا اور مختلف انداز سے اللہ پاک کی ان دونوں صفتوں یعنی علم اور قدرت کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ مشرک قوموں نے اپنے معبودوں اور دیوی دیوتاؤں کے بارے میں طرح طرح کے جو اوہام اور تصورات گھڑ رکھے ہیں اور جس کی بناء پر وہ طرح طرح کی شرکیات میں مبتلا ہوتے ہیں ان سب کی اصل وجہ اور بنیادی غلط فہمی ان لوگوں کو ہمیشہ یہی رہی کہ ان لوگوں نے حضرتِ خالق جل مجدہ کو مخلوق پر قیاس کیا اور اس بنائے فاسد کی بناء پر انہوں نے طرح طرح کی شرکیات کا ارتکاب کیا والعیاذ باللہ العظیم سو قرآنِ حکیم نے حضرتِ حق جل مجدہ کی ان دونوں صفتوں کی تشریح وتوضیح سے ایسی تمام غلط فہمیوں کی جڑ کاٹ دی ہے کہ اس خالق ومالکِ حقیقی کا علم بھی کامل ہے اور اس کی قدرت بھی کامل۔ لہٰذا اسکو اسکی عاجز مخلوق پر قیاس کر کے اسکے لئے خود ساختہ واسطے اور وسیلے نہیں گھڑنا۔ ﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ﴾۔ یعنی "تم اس کیلئے از خود مثالیں نہیں گھڑنا" مگر بدعتی ملاں اور جاہل پیر پھر بھی دھڑلے سے کہتا اور برسرِ منبر کہتا ہے کہ تم لوگ جب ڈی سی، ایس پی تک خود نہیں پہنچ سکتے، اپنی بات نہیں پہنچا سکتے اور بغیر واسطے کے تمہاری شنوائی نہیں ہوسکتی تو پھر تم اللہ تعالیٰ کے یہاں بلاواسطہ اور بغیر کسی وسیلے کے کیسے پہنچ سکتے ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔ سو کیسے کوتاہ فہم اور برخود غلط ہیں یہ لوگ جو اس قادرِ مطلق۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ کو ایسی عاجز و بےبس مخلوق پر قیاس کرتے اور اس بناء پر اسکے لئے ایسے واسطے اور وسیلے گھڑتے ہیں۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ سو ایسے لطیف وخبیر خداوند قدوس کو اسکی مخلوق پر قیاس کر کے اس کیلئے خود ساختہ وسیلے اور واسطے گھڑنا کئی طرح کی ہولناک اور تباہ کن گمراہیوں کا باعث اور منبعِ شر وفساد ہے۔ اس لطیف وخبیر کو ویسے مانا جائے جیسے وہ خود بتائے اور اس کا رسول بتائے کہ محض اپنی عقل وخرد کے زور سے اس کی صفات اور اس کے حقوق واختیارات کو جاننا نہ کسی کے بس میں ہے، اور نہ ہوسکتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، فی معرفته و مرضاته، جلّ وعلا شانهٗ۔

۳۲ محاسنِ اعمال واخلاق کی تعلیم وتلقین کا ذکر وبیان: ۔چنانچہ ارشاد فرمایا گیا سو حضرتِ لقمان نے اپنی نصیحت میں اپنے بیٹے سے مزید کہا کہ "پیارے بیٹے نماز قائم رکھنا اور نیکی کی تعلیم دینا اور برائی سے روکنا"۔ سو نماز اولین فریضہ ہے جو انسان پر اس کے خالق ومالک کے حقِ واجب کے طور پر عائد ہوتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انسان دوسروں کو بھی نیکی کی تعلیم دے اور برائی سے روکے۔ یعنی صرف یہی کافی نہیں کہ انسان خود اچھا مسلمان بن جائے اور بس۔ نہیں بلکہ وہ دوسروں کو بھی اچھا بنانے کی فکر وکوشش کرے اور اس کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے۔ سو اس ارشادِ ربانی میں شکر کی تعلیم دینے کے بعد اس کے نتیجہ و اثر کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو کہ شکرِ خداوندی کے بعد انسانی زندگی پر ظاہر اور نمایاں ہوتا ہے اور جسکو اسکی زندگی میں ظاہر اور نمایاں ہونا چاہیئے۔ سو اس سلسلے میں سب سے پہلے اقامتِ صلوٰۃ یعنی نماز قائم کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقِ شکر کی ادائیگی کا ذریعہ اور اس کا اولین اور واضح مظہر ونمونہ اقامتِ صلوٰۃ ہی ہے۔ اور یہی تمام انبیاء ورسل اور جملہ ادیان وکتب کی مشترکہ اور متفق علیہ تعلیم ہے۔ اس لیے یہاں پر سب سے پہلے اسی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اسکے بعد دوسری چیز جس کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ ہے امر بالمعروف یعنی نیکی کی تعلیم دینا۔ سو نماز بندے کو اسکے خالق ومالک سے جوڑتی اور ملاتی ہے اور اس سے اسکی دنیا بھی بنتی ہے اور آخرت بھی سنورتی ہے، کہ یہ بدنی عبادات میں سب سے اہم اور جامع عبادت ہے، اور امر بالمعروف کے ذریعے بندہ دوسرے بندوں سے جڑتا اور ملتا ہے، اس سے سب کا بھلا ہوتا ہے،

سب کی دنیا و آخرت بنتی ہے، اور مجموعی طور پر پورے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے۔اور شکرِ خداوندی کے اثر کا تیسرا بڑا نمونہ ومظہر نہی عن المنکر یعنی برائی سے روکنا ہے کہ اسی سے رذائل کا قلع قمع ہوتا ہے اور فضائل کو پروان چڑھنے کا موقع ملتا ہے، سو یہ تینوں امور یعنی نماز قائم کرنا، نیکی کی تعلیم وتلقین کرنا، اور برائی سے روکنا اور منع کرنا محاسن اعمال واخلاق میں بڑی اہم اور بنیادی اہمیت کے حامل ہیں، کہ ان ہی سے افراد اور مجموعی طور پر پورے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ فضائل اور محاسنِ اعمال واخلاق سے ہمیشہ اور ہر حال میں سرشار و بہرہ مند رکھے اور ہر قسم کے رذائل سے ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحمٰن الراحمین، ویااکرم الاکرمین۔

۳۳ صبر وبرداشت کی تعلیم وتلقین کا ذکر وبیان: سو حضرتِ لقمان نے اپنی نصیحت میں اپنے بیٹے سے مزید کہا کہ ''جو مصیبت بھی تم پر آن پڑے اس پر صبر سے کام لینا'' کہ حق کی دعوت وتبلیغ کے کام میں مشکلات کا پیش آنا ایک طبعی امر ہے۔لہذا ان کے مقابلے کے لئے صبر وضبط اور استقلال واستقامت ہی سے کام لیا جائے۔سو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی راہ کوئی آسان راہ نہیں بلکہ اس میں قدم قدم پر مشکلات ومصائب سے سابقہ وواسطہ پڑتا ہے۔اگر صبر واستقامت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ والعیاذ باللہ۔ تو انسان مارا گیا سو صبر وبرداشت کی تعلیم وتلقین بڑی عظیم الشان تعلیم ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی مایحُبّ ویرید۔

۳۴ عزم وہمت کیلئے تحریک وترغیب کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا، اور حرف اِنَّ کی تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور انکو ہمت والے لوگ ہی کر سکتے ہیں، اسلئے انکی ادائیگی اور انجام دہی کیلئے عزم وہمت سے کام لینے کی ضرورت ہے۔اور اس کا دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ تاکیدی کاموں میں سے ہے۔ بہرکیف اس ارشاد سے صبر واستقامت کے اس کام کی مزید تاکید فرمادی گئی جس کا ذکر اوپر فرمایا گیا ہے۔ اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ یہ کام نیم دلی یا دوں ہمتی سے انجام پذیر نہیں ہوسکتا بلکہ اس کیلئے بڑے عزم وہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔اور اس میں وہی لوگ کامیاب اور سرخرو ہوسکتے ہیں جو پوری عزیمت اور قوت کے ساتھ اس کام کو سرانجام دینے کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔سو اس راہ میں اگر بازیاں جیتنی ہیں اور سرخرو وفائز المرام ہونا ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس راہ میں جو بھی مشکل پیش آئے اس کا پوری عزیمت سے مقابلہ کرو۔ وبالله التوفيق لما يحب ويريد - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں ہر قدم اپنی رضا وخوشنودی کے مطابق ہی اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

۳۵ متکبرانہ رَوش سے احتراز واجتناب کی تعلیم وتلقین: سو متکبرانہ روش سے احتراز واجتناب کی تعلیم وتلقین کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ لوگوں کے ساتھ منہ پھیر کر بات نہ کرنا۔ ''تصعیرِ خد'' کے معنیٰ ہیں تکبر وغرور کی بنا پر لوگوں سے بے رخی اور لاپرواہی برتنا۔اور یہ لفظ صعر سے ماخوذ ہے جو اونٹ کی ایک ایسی بیماری کو کہتے ہیں جس سے وہ گردن دوسری طرف نہیں موڑ سکتا۔ پس جو شخص تکبر کے طور پر اپنی گردن اکڑا کر، پھلا کر اور منہ ایک طرف پھیر کر بات کرتا ہے وہ درحقیقت ایسے اونٹ کی طرح ہوتا ہے جو ایسی بیماری کی وجہ سے اپنی گردن دوسری طرف نہیں کر سکتا۔لہذا تم کبھی ایسے نہیں کرنا بلکہ عجز ونیاز اور شرافت و بندگی کی چال ڈھال ہی کو اپنائے رکھنا۔سو اوپر شکرِ خداوندی اور اسکے آثار وثمرات اور اسکے نتائج وموجبات کا ذکر فرمایا گیا اور اب یہ ان دونوں باتوں کا مقابل ذکر فرمایا جارہا ہے جو اس شکر گزاری کے منافی ہیں۔سو شکر کا مظہر ونتیجہ احبات وتواضع ہے اور اسکی ضد غرور وتکبر۔ والعیاذ باللہ۔ سو تنگ ظرف لوگ نعمت پا کر اکڑنے اور اِترانے والے بن جاتے ہیں جس کے باعث وہ ان لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں جو انکے ہمسر نہیں ہوتے۔اسی لیے حضرتِ لقمٰن نے اپنے بیٹے کو اس روش کے اختیار کرنے سے روکا اور منع فرمایا کہ تم غرور وتکبر کی اس روش سے ہمیشہ بچ کر رہنا وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی مایحُبّ ویرید۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ

بے شک اللہ پسند نہیں فرماتا کسی بھی خود پسند شیخی باز کو، ۳۶ ﴿۱۸﴾ اور میانہ روی ہی کو اپنائے رکھنا

فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ

اپنی چال (ڈھال) میں، ۳۷ اور کسی قدر پست رکھنا اپنی آواز کو کہ بے شک آوازوں میں سب سے

۳۶ خود پسندی اور شیخی بازی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور حرف تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ”بے شک اللہ پسند نہیں فرماتا کسی خود پسند شیخی باز کو“۔ ”مختال“ وہ شخص کہلاتا ہے جو اپنے جی میں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتا ہو اور ”فخور“ وہ جو دوسروں کے سامنے اپنی بڑائی جتا کر فخر کرتا ہو۔ جس کو ”شیخی باز“ کہا جاتا ہے۔ سو یہ ممنوع و محذور ہے۔ مگر جو اظہار و بیانِ تحدیثِ نعمت کے طور پر ہو وہ اس میں داخل نہیں بلکہ وہ مطلوب و محمود ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾۔ (الضحیٰ:۱۱) سو اس میں بڑی سخت تنبیہ ہے اُن اترانے والوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے مال و جان کو اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان سمجھنے کی بجائے اسکو اپنی لیاقت و قابلیت کا نتیجہ اور اپنا استحقاق سمجھنے لگتے ہیں جسکے نتیجے میں ان کے اندر شکر کی بجائے غرور کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے آگے کئی قسم کے رذائل جنم لیتے ہیں والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے رذائل سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یاربّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۳۷ میانہ روی کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا ”اور میانہ روی کو اپنائے رکھنا اپنی چال ڈھال میں“۔ یعنی نہ تو متکبروں کی طرح اکڑ کر اور ایڑیاں مار مار کر چلنا اور نہ مریضوں اور بیماروں کی طرح قدم گن گن کر ڈالنا کہ یہ چال بھی تکبر کی ہی ایک دوسری قسم ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال اور میانہ روی کی روش کو اپنانا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام کے قول و فعل اور طرز عمل سے ثابت ہے کہ وہی اصل سچا اور کامل نمونہ ہے۔ سو اوپر جن باتوں کی نہی کے اسلوب میں تعلیم و تلقین فرمائی گئی تھی اب اسی تواضع اور فروتنی کی تعلیم مثبت انداز میں دی جا رہی ہے کہ تم اپنی چال ڈھال میں اکڑنے اور اترانے کی بجائے تواضع اور فروتنی کی روش کو اپنانا اور اللہ کی زمین پر ایڑیاں مار کر چلنے کی بجائے اللہ کے نیک اور صالح بندوں کی طرح عاجزی اور تواضع کے ساتھ چلنا۔ جیسا کہ ”عباد الرحمٰن“ کی صفات و خصال کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا﴾۔ (الفرقان:۶۳) نیز دوسرے مقام پر تکبر سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا﴾۔ (بنی اسرائیل:۳۷) یعنی ”تم زمین میں اکڑ کر اور ایڑیاں مار مار کر مت چلا کرو کہ نہ تو اس طرح تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی تم پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو“ تو پھر تم اکڑتے اور اتراتے کیوں ہو؟ اور تمہیں اکڑنے اور اترانے کا کوئی حق آخر کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ پس تم اکڑو نہیں، بلکہ بندے بن کر رہو، کہ یہی تقاضا ہے تمہاری عبدیت کا اور اسی میں تمہارا بھلا اور فائدہ ہے۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور ہر قسم کے شر و فتن سے ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین۔

الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِيۡرِ ﴿١٩﴾ اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ ع ۸ / ۱۱

بری آواز گدھوں کی آواز ہے، ۳۸ ﴿١٩﴾ کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے (کس پر حکمت طریقے سے)

سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ

تمہارے لئے کام میں لگا رکھا ہے، وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں میں ہے، اور وہ سب کچھ بھی جو کہ زمین میں ہے، ۳۹

وَاَسۡبَغَ عَلَيۡكُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ

اور اس نے (اپنے کرم بے پایاں سے) پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں، ظاہری بھی اور باطنی بھی، ۴۰ (اس کے باوجود) کچھ

۳۸ اپنی آواز کو پست رکھنے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: ـ سو حضرتِ لقمان نے اپنے بیٹے کو اپنی نصیحت کے دوران مزید کہا "اور کسی قدر پست رکھنا اپنی آواز کو"۔ یعنی متکبر لوگوں کی طرح کڑک کر اور زور سے بولنے کی ضرورت نہیں بلکہ ضرورتِ موقع کے مطابق عمل کرنا۔ محض چیخنا، چلانا اور بلاضرورت اونچی آواز سے بولنا اگر کوئی محمود اور قابلِ تعریف چیز ہوتی تو گدھے کی آواز سب سے زیادہ اچھی اور قابلِ تعریف ہوتی کیونکہ وہ سب سے اونچی اور کرخت آواز تو گدھے ہی کی ہوتی ہے جس کے مقابلے میں انسان کی آواز تو کچھ بھی نہیں حالانکہ وہ تمام آوازوں میں سب سے بری اور کریہ آواز ہے۔ پس تم اے میرے بیٹے اس سے بچ کر رہنا کہ اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اور حسنِ کلام اور حسنِ بیان سے مشرف و سرفراز ہونے کے باوصف اپنے مرتبہ و مقام کو چھوڑ کر اور اپنی سطحِ بلند سے اتر کر گدھوں کی صف میں شامل ہو جانا کتنی بڑی حماقت اور کس قدر خسارے کا سودا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ پس تم اپنی آواز میں کرختگی و خشونت کی بجائے نرمی اور لینت ہی کو اپنائے رکھنا۔ یہاں پر کلمہ "من" کے استعمال سے ایک اہم درس یہ بھی ملتا ہے کہ خالق نے جب سب لوگوں کو ایک ہی آواز پر پیدا نہیں فرمایا بلکہ اسکو اس صلاحیت اور اختیار سے نوازا ہے کہ وہ اپنی آواز کو جتنا چاہے اونچا یا پست کر سکتا ہے تو اسکو چاہیئے کہ خواہ مخواہ گدھوں کی طرح اپنا حلق اور لوگوں کے کان پھاڑنے کی بجائے موقع و مقام کے مطابق آواز کو پست یا بلند کرے۔ سبحان اللہ! ۔ کتنی لطافتیں و نزاکتیں اور کس قدر بلاغتیں ہیں اس کلامِ حکیم میں۔ فالحمد للہ جل وعلا۔

۳۹ شکرِ خداوندی کے آفاقی دلائل میں غور و فکر کی دعوت: ـ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا تم لوگ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر پر حکمت طریقے سے تمہارے کام میں لگا دیا آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو"۔ اس تسخیر کام میں لگانے کی آگے پھر دو صورتیں ہیں۔ کیونکہ کائنات کی یہ تمام چیزیں دو قسم پر ہیں۔ ایک قسم کی چیزیں تو وہ ہیں جو انسان کے ارادے اور اس کی مرضی کے تابع کر دی گئیں۔ جیسے اس کی ملکیت کی جملہ اشیاء کہ وہ ان میں جس طرح چاہے تصرف کرتا ہے۔ اور دوسری قسم کی اشیاء وہ ہیں جو انسان کے ارادہ و مرضی کے تابع تو نہیں مگر وہ کام اسی کے نفع اور فائدے کے لئے کر رہی ہیں۔ جیسے سورج، چاند اور زمین و آسمان اور دن رات وغیرہ کی دیگر بے شمار چیزیں۔ اور ان کو انسانی ارادے کے تابع نہ کرنا بھی ایک اور مستقل نعمت اور احسان ہے۔ جس سے حضرتِ حق جل مجدہ نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنی مخلوق کو نوازا ہے۔ کیونکہ اگر ایسے نہ ہوتا تو یہ نظامِ عالم برقرار نہ رہتا

بلکہ درہم برہم ہو جاتا تاکہ ہر آدمی کی خواہش و رغبت دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ تو پھر وہ اس کائنات کی کسی ایک چیز پر اتفاق کس طرح کر سکتے تھے جس کے باعث ایک کچھ چاہتا اور دوسرا کچھ۔ ایک کہتا ابھی رات ہونی چاہیئے تاکہ میں آرام کر سکوں اور دوسرا کہتا نہیں دن ہونا چاہیئے تاکہ میں اپنا فلاں اور فلاں کام کر سکوں۔ ایک کہتا ابھی بارش ہونی چاہیئے اور دوسرا کہتا نہیں ہونی چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔ تو اس طرح لازماً نظامِ عالم میں سخت خلل واقع ہوتا اور یہ سب کچھ تباہ و برباد ہو جاتا۔ سو اُس خالقِ کل اور مالکِ مطلق نے اس سب سلسلہ کو اپنی ہی مشیت اور ارادے کے تابع رکھ کر تمہارے لیے کام میں لگا دیا اور اپنی حکمتِ بے پایاں سے اس کو چلا رہا ہے اور تمہارے اختلاف کا اس میں کوئی موقع ہی نہیں رہنے دیا سبحانہ وتعالیٰ سو کائنات کی یہ پُر حکمت تسخیر قدرت کا ایک عظیم الشان اور بے مثال اِنعام واحسان ہے جس سے اس نے اپنی مخلوق اور اپنے بندوں کو نوازا ہے، تاکہ اسکے بندے طرح طرح کی نعمتوں سے مستفید وفیضیاب ہو کر دل وجان سے اسکے حضور جھک جھک جائیں، کہ یہ سب کچھ اسی کا اور صرف اسی وحدہٗ لاشریک کا کرم واحسان ہے، اور اس میں دوسرا کوئی بھی اس کا شریک وسہیم نہیں۔ اس لیے ہر قسم کے شکر اور حمد وثناء کا حقدار بھی وہی وحدہ لاشریک ہے فلہ الحمد وله الشکر قبل کل شی وبعد کل شی ء و بقدر ما یحب ویرضی بہٖ جل وعلا۔

۴۷ ظاہری اور باطنی تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہیں: سو ارشاد فرمایا گیا ''اور اس نے پورا فرما دیا تم پر اپنی نعمتوں کو ظاہری بھی اور باطنی بھی''۔ کھلی نعمتیں وہ جو ظاہر ہوں اور حواس وادراک کے دائرے میں آ سکیں۔ اور باطنی اس کے سوا جس میں مختلف اور معروف معنوی اور روحانی نعمتوں کے علاوہ بے شمار ایسی نعمتیں بھی ہیں جن کا انسان ضعیف البنیان کو پتہ بھی نہیں۔ مگر وہ ان سے برابر مستفید ہو رہا ہے۔ جیسا کہ اب سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ انسان کو اس کا پتہ چلتا جا رہا ہے مگر اللہ پاک نے اپنی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ سے انسان کو ان سے ہمیشہ سے نواز رکھا ہے بغیر اس کی طرف سے کسی اپیل و درخواست کے۔ انسانی جسم کے اندر بھی اور اسکے باہر بھی۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کس قدر فیاض و مہربان وکریم وہاب اور قادر وحکیم ہے وہ مالک سبحانہ وتعالیٰ سو اسکی یہ نعمتیں ظاہری اور مادی بھی ہیں اور باطنی اور معنوی بھی۔ شکل وصورت، قد وقامت، ہاتھ پاؤں، غذا و لباس اور اس قبیل کی دوسری بیشمار نعمتیں بھی ہیں اور سمع وبصر، عقل وادراک، فکر وفہم اور بصیرت وہدایت بھی جو کہ باطنی اور اہم نعمتیں ہیں۔ یہ سب اسی وحدہ لاشریک کی بخشی ہوئی اور اس کی عطا فرمودہ ہیں۔ ان میں سے کسی بھی نعمت کے بارے میں کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ اسکو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی طرف سے ملی ہے یا اس کے سوا اور کوئی اسکو یہ نعمت دے سکتا ہے۔ سو جب ان تمام نعمتوں کو بخشنے والا وہی وحدہ لاشریک ہے تو بندے کی تمام شکر گزاری اور نیاز مندی کا حقدار بھی وہی اور صرف وہی ہے۔ اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہو سکتا۔ پس اس کے حقِ عبادت وبندگی میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا، پس ہر قسم کی عبادت وبندگی اسی وحدہٗ لاشریک کا حق ہے سبحانہ وتعالیٰ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى

لوگ ایسے ہیں کہ وہ اللہ ہی کے بارے میں جھگڑتے ہیں، ۴۱ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی علم ہو یا کوئی ہدایت (وروشنی،)

وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا

یا روشنی دکھانے والی کوئی کتاب، ۴۲ ﴿۲۰﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو تم لوگ اس چیز کی

۴۱ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا؟ - والعیاذ باللہ: - یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ اور یہ نعمتیں اور ایسے اور ایسے کرم و احسان جن میں انسان سر سے پاؤں تک اور ظاہر و باطن ہر اعتبار سے ڈوبا ہوا ہے لیکن پھر بھی کچھ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ چنانچہ کوئی اس کے وجود ہی میں اختلاف رکھتا اور اس کا منکر ہو رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کائنات الل ٹپ یونہی وجود میں آ گئی یا ایک اندھی بہری فطرت نے اس کو جنم دیا اور اسکو وجود بخشا اور وہی اس کو چلا رہی ہے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ وہ فلاں فلاں دیویوں اور دیوتاؤں کے روپ میں پایا جاتا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے فلاں فلاں ہستیاں اس کی صفات اور اس کے حقوق واختیارات میں اس کی شریک و سہیم اور اس کی صفات کا مظہر ہیں۔ اور یہ کہ اللہ پاک کی بارگہ اقدس واعلیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے انہی کو وسیلہ و واسطہ بنانا اور انہی کو راضی رکھنا ضروری ہے۔ ایسی ہستیاں راضی ہو گئیں تو سب کام بن گیا۔ ''ہماری ان کے آگے اور ان کی اس کے آگے'' وغیرہ وغیرہ - والعیاذ باللہ العظیم - سو یہ کس قدر ظلم اور کتنی بے انصافی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جو کہ ظاہری بھی ہیں اور باطنی بھی اور جو کائنات کی اس کھلی کتاب میں ہر طرف پھیلی بکھری ہیں اور جو اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ہر طرح کی شکر گزاری اور نیازمندی کا حقدار وہی وحدہ لاشریک ہے۔ مگر اسکے باوجود کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اسی کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ مگر اس قادرِ مطلق خالق و مالکِ کل نے پھر بھی ایسے لوگوں کو مہلت اور ڈھیل دے رکھی ہے۔ اور ان کو ایسے سنگین جرائم پر وہ فوراً نہیں پکڑتا، سو یہ اسی کی اور صرف اسی وحدہ لاشریک کی شان ہے اور اسی کی شان ہو سکتی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۴۲ جھگڑا بھی بغیر کسی حجت و برہان کے: - یعنی ایسے لوگوں کا اللہ کے بارے میں یہ جھگڑا بھی بغیر کسی حجت و برہان کے۔ یعنی ستم بالائے ستم یہ کہ ایسے لوگ یہ جدال و مناقشہ بھی کسی عقلِ سلیم یا نقلِ صحیح یا کسی کتابِ منیر کی اساس و بنیاد پر نہیں محض اَہواو اَوہام اور ظنون و اباطیل کے سہاروں پر کر رہے ہیں اور بغیر کسی سند و ثبوت کے محض اوہام و ظنون اور بے بنیاد خیالات کی بناء پر ایسی بحثیں کرتے ہیں۔ سو یہی حال ایسے لوگوں کا کل تھا اور یہی آج ہے۔ چنانچہ آج بھی کتنے ہی لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ خالص دینی نوعیت کے مسائل کے بارے میں بھی رائے زنی کرتے ہوئے کہتے ہیں ''میرے خیال میں'' یا ''میرے نزدیک'' یا ''میری رائے میں'' ''ایسے نہیں، ایسے ہے۔'' ''میری سمجھ کے مطابق یہ مسئلہ اس طرح نہیں، اس طرح ہے'' وغیرہ وغیرہ۔ سو صاحب بات آپ کے گمان و خیال یا عقل و سمجھ کی نہیں بلکہ حجت و برھان کی ہے۔ اگر آپ کے پاس حجت و برہان ہے تو پیش کیجئے ورنہ محض عقل و قیاس کے گھوڑے نہ دوڑائیے کہ بات خود ساختہ ڈھکوسلوں کی نہیں بلکہ حق اور صدق کی ہے۔ اور اس کیلئے قیاسات اور خود ساختہ مفروضوں سے کام نہیں چلے گا بلکہ دلیل و برہان کی روشنی اور قوت چاہیئے۔ وہ اگر ہے تو لاؤ پیش کرو لیکن اکثر لوگوں کا بحث مباحثہ بغیر کسی دلیل و سند کے ہی ہوتا ہے۔ اور محض خود ساختہ اور من گھڑت مفروضوں کی بناء پر ہوتا ہے اور بس۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔

أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

جس کو اللہ نے اتارا ہے، تو یہ کہتے ہیں ہم تو بس اسی کی پیروی کرینگے جس پر ہم نے اپنے

اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ

باپ دادا کو پایا ہے ۴۳ کیا (یہ انہی کی پیروی کریں گے) اگرچہ شیطان ان کو بلا رہا ہو (بھڑکتی ہولناک) آگ کے

السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ

عذاب کی طرف، ۴۴ ﴿۲۱﴾ اور جو کوئی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردے، ۴۵ اور وہ ہو بھی

مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى

نیکوکار ۴۶ تو اس نے یقیناً تھام لیا بڑے ہی مضبوط کڑے کو، ۴۷ اور اللہ ہی کی

اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ

طرف ہے انجام تمام کاموں کا، ۴۸ ﴿۲۲﴾ اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر آپ کے لئے (اے پیغمبر!) غم کا

كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

باعث نہیں ہونا چاہیے، ۴۹ ان سب کو بالآخر ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر ہم خود ہی ان کو وہ سب کچھ بتادیں گے جو یہ کرتے

۴۳ وحی کی پیروی کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو تم لوگ اس وحی کی جس کو اللہ نے اتارا ہے تو یہ لوگ بگڑتے بدکتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طور طریقوں ہی کی پیروی کریں گے''۔ ﴿مَا اَنزَلَ اللہ﴾۔ ''جو کچھ اللہ نے اتارا'' ۔ عام ہے۔ اس میں قرآن وحدیث دونوں داخل ہیں کہ یہ دونوں ہی اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ دونوں میں فرق اگر ہے تو یہ کہ ان دونوں میں سے ایک یعنی قرآنِ حکیم لفظاً ومعناً دونوں اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے جبکہ دوسرے میں صرف معانی اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور الفاظ وکلمات پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے، یعنی حدیثِ رسول۔ اسی لئے اس کو وحیِ خفی کہا جاتا ہے کہ پیغمبر کا ہر ارشاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾۔ (النجم: ۳-۴) یعنی آپؐ وحی کے سوا بولتے ہی نہیں۔ آپؐ جو کچھ فرماتے ہیں وہ نری وحی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو فرمائی جاتی ہے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ۔ بہرکیف اس ارشاد سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دین میں اصل مطلوب اتباع ہے۔ یعنی اس دینِ حق اور وحیِ خداوندی کی اتباع و پیروی کرنا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے بندوں کیلئے بھیجی جاتی ہے نہ کہ اسکے خلاف اپنے یا دوسروں کے ساختہ پرداختہ راستوں پر چلنا۔ اسی لیے حضرتِ نبی معصومؐ نے ارشاد فرمایا۔ ''اتبعوا ولا تبتدعوا'' ۔ یعنی تم لوگ پیروی کرو اور اپنی طرف سے نئے نئے طریقے ایجاد

مت کرو۔ سو اِتباع و پیروی میں سلامتی ہے اور اِبتداع یعنی بدعت میں ہلاکت۔ والعیاذ باللہ۔ اس لیے احادیثِ صحیحہ میں بدعت پرستی سے طرح طرح روکا اور خبردار فرمایا گیا ہے کہ یہ انحراف کی راہ ہے اور اس کا انجام محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلَالٍ۔

۴۴ **حق کے مقابلے میں دوسروں کی پیروی دوزخ کی راہ۔ والعیاذ باللہ:**۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا یہ لوگ ان کی پیروی کریں گے اگرچہ ان کو شیطان دوزخ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو"۔ یعنی وہ ان کو ایسے عقائد و اعمال اور معاصی و ذنوب کی دعوت دیتا ہو جو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو معلوم ہوا کہ اپنے بڑے بزرگ اگر ایسے نہ ہوں بلکہ وہ حق و ہدایت پر ہوں اور دین کے مطابق دعوت دیتے ہوں تو ان کی پیروی کرنی چاہیئے کہ وہ اس زمرے میں نہیں آتے بلکہ ان کی اقتدا تو مامور و مطلوب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ﴾۔ (الانعام:۹۰)۔ سو کسی چیز کی صحت اور صداقت کیلئے محض یہ دلیل کافی نہیں کہ وہ آباء واجداد سے چلی آ رہی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جس طرح تم لوگ بغیر سوچے سمجھے باپ دادا کے طریقے کو دین بنائے بیٹھے ہو اسی طرح انہوں نے بھی بغیر سوچے سمجھے اسی کو دین بنالیا ہو جو انہوں نے اپنے اگلوں سے پایا ہو۔ سو عقل و دانش اور حق پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی اس کتابِ حکیم کی تعلیماتِ مقدسہ کو صدقِ دل سے اپنایا جائے اور اسی کے مطابق اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کی جائے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید جَلّ جَلالُہٗ و عَمّ نوالُہٗ

۴۵ **اسلام وجہ سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ:**۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اسلام وجہ یعنی اپنی ذات کو اللہ کے حوالے کردینا سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "جو کوئی اپنی ذات اللہ کے حوالے کردے اس نے یقیناً اپنے رب سے ملانے والی مضبوط رسی کو تھام لیا"۔ یعنی اپنی خواہش و مرضی ترک کر کے وہ اپنے آپ کو اللہ کے حکم اور اسکی مرضی کے تابع کردے جس کی صحیح اور کامل صورت دینِ اسلام ہے کہ اسلام کے معنیٰ ہی "سپردن" اور "گردن نہادن" کے کیے گئے ہیں۔ یعنی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردینا اور اپنی گردن اس کے آگے ڈال دینا۔ اور یہی ذریعہ ہے دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا۔ اور اس سے محرومی دنیا و آخرت کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اپنی ذات کو اللہ کے حوالے کردینے والے نے یقیناً ایسی مضبوط رسی کو تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا نہیں (لَا انْفِصَامَ لَھَا) اور جو انسان کو رب سے ملاتی اور اس کو دارین کی سعادت و سرخروئی عطا کرتی ہے۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے حضور جھکنے اور جھکے رہنے کی توفیق بخشے، اور زیغ وضلال اور استکبار و انحراف کے ہر شائبے سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۴۶ **اسلام کی اصل روح احسان:**۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردے بشرطیکہ وہ نیکوکار ہو"۔ کہ اسکی اندر کی نیت بھی صحیح ہو اور باہر کا عمل بھی درست ہو کہ نیت خالص اللہ کے لئے ہو اور عمل اس کی ہدایات کے مطابق۔ سو "احسان" کے معنیٰ کسی کام کو کمال درجہ خوبی اور صدق و اخلاص کے ساتھ کرنے کے آتے ہیں۔ سو اس سے "اسلم" کے معنیٰ متعین ہوگئے کہ اسلام وہ مطلوب و مقصود ہے جو کمال درجہ خوبی و یکسوئی اور جاں نثاری کے ساتھ ہو۔ ان مشرکین اور منافقین کی طرح نہیں جو دعویٰ تو اسلام اور ملتِ ابراہیمی کا کرتے ہیں اور نام خدا کا لیتے ہیں لیکن اسکی خدائی اور اسکے حقوق و اختیارات میں دوسروں کو شریک جانتے اور مانتے ہیں والعیاذ باللہ سو صدق و اخلاص اور حسنِ عمل کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوجانا ہی اصل مطلوب ہے اور یہی دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا واحد ذریعہ و وسیلہ ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وھو الھادی الی سواء

السبیل - اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق وصواب پر مستقیم وثابت قدم رکھے - آمین ثم آمین، یارب العالمین۔

۲۷ عروۂ وثقیٰ سے سرفرازی کی بشارت کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا "جس نے اسلام اور احسان کی اس راہ کو اپنایا تو اس نے یقیناً تھام لیا ایک بڑے ہی مضبوط کڑے کو"۔ جو چھوٹ تو سکتا ہے مگر ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور جو بندے کو اس کے رب سے ملاتا ہے۔ سو اللہ پاک کے ساتھ تعلق اور اس وحدہ لاشریک پر اعتماد کا یہ تعلق انسان کو ہلاکت کے ہر گڑھے سے بچانے والا ہے جبکہ اس کے سوا دوسرے تمام سہارے تارِ عنکبوت کی طرح ہیں - والعیاذ باللہ - سو اپنے خالق ومالک کے ساتھ یہ سچا اور پکا تعلق ہی سلامتی کی واحد راہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔ اس کے برعکس باپ دادا کی اندھی تقلید اور دوسرے فرضی اور خود ساختہ سہاروں میں سے کوئی بھی چیز کام آنے والی نہیں۔ جن لوگوں نے ایسی بے حقیقت چیزوں پر تکیہ و آسرا کر رکھا ہے وہ سخت غلطی اور ہولناک خسارے میں مبتلا ہیں والعیاذ باللہ العظیم اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے - آمین ثم آمین، یارب العالمین۔

۲۸ سب کاموں کا رجوع بہر حال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف: - پس جو اس کو منظور ہو ہی ہوگا۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے اسلوب وانداز میں ارشاد فرمایا گیا "اور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں سب کام"۔ پس ہوگا وہی جو اس کو منظور ہوگا۔ اس لئے تکیہ ہمیشہ اسی پر رکھو۔ نیز ہر کام کا انجام اسی کی طرف ہے جس پر وہ سزا وجزا دے گا۔ لہذا ہر کوئی اس حقیقت کو بھی ہمیشہ اپنے پیش نظر اور ملحوظ خاطر رکھے کہ اس کے حضور میرا معاملہ صحیح رہے اور وہ مجھ سے ناراض نہ ہو - اَللّٰھُمَّ اَنَا رَاضٍ عَنْکَ مِنْ اَعْمَاقِ قَلْبِیْ - اَللّٰھُمَّ فَارْضِ عَنِّیْ بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ وَخُذْ بِنَاصِیَتِیْ اِلٰی مَا فِیْہِ حُبُّکَ وَرِضَاکَ یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین - بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اسلام اور احسان کا راستہ ہی وہ واحد راستہ ہے جو انسان کو اسکے خدا سے ملاتا ہے اور جو اس کیلئے نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے کہ سب کا مرجع اور ماوی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس پوری کائنات کا خالق ومالک وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اس میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی کے حکم سے اور اسی کی مشیت ومرضی کے تحت ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے خود ساختہ اور من گھڑت سہاروں پر تکیہ واعتماد کر رکھا ہے وہ بڑے سخت خسارے میں مبتلا ہیں، سو اس کے نتیجے میں ایسے لوگ راہِ حق سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور کسب وسعی کی پونجی سے بھی جو کہ بڑا ہی ہولناک خسارہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم -

۲۹ پیغمبرؐ کے لیے تسکین وتسلیہ کی ہدایت کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا "اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر آپ کیلئے غم کا باعث نہیں بننا چاہیے"۔ کہ اس سے وہ آپ ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑے گا اپنا ہی نقصان کرے گا کہ حق وہدایت سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے - والعیاذ باللہ - اور آپ ﷺ - کا کام صرف پیغامِ حق پہنچا دینا ہے اور بس۔ بہر کیف اس میں پیغمبر کیلئے اور پیغمبر کے واسطے سے آپ کی امت کے ہر داعی کیلئے یہ تسکین وتسلیہ کا سامان ہے کہ جو لوگ دعوتِ حق کا مقابلہ کرنے اور اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے ہیں، انکی بنا پر آپ غم میں نہ پڑیں۔ انہوں نے بالآخر ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ تب ہم ان سے خود نمٹ لیں گے۔ سو پیغمبر کے ذمے پیغامِ حق پہنچا دینا ہے اور بس۔ اس سے آگے حق کو منوا لینا اور اس کو لوگوں کے دلوں میں اتار دینا نہ ان کے بس میں ہے اور نہ ہی یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ لہذا پیغامِ حق پہنچا دینے کے بعد جو اپنے کفر وباطل پر اڑے اور جمے رہیں گے ان کے لیے فکر مند اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا جائے، اور بس

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ

رہے تھے (دنیا میں،) بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو بھی پوری طرح جانتا ہے، ف۵۰ ﴿۲۳﴾ ہم انہیں تھوڑی سی مدت مزے کرنے کا موقع دے

اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

رہے ہیں، پھر ان کو بے بس کر کے کھینچ لائیں گے ایک بڑے ہی سخت عذاب کی طرف، ف۵۱ ﴿۲۴﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ (بتاؤ)

۵۰ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ وذکر: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''بے شک اللہ پوری طرح جانتا ہے دلوں کے بھیدوں کو'' ۔ اس لیے اس سے کوئی بھی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔ اور وہ اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہے سبحانہ تعالیٰ مگر اس کے باوجود آج کا کلمہ گو مشرک کہتا ہے تم اس تک وسیلہ وواسطہ کے بغیر براہِ راست نہیں پہنچ سکتے۔ جیسا کہ دنیا کے کسی بادشاہ وغیرہ کے پاس براہِ راست نہیں پہنچ سکتے۔ اور یہ کہ تم جب سیڑھی کے بغیر چھت پر نہیں چڑھ سکتے تو اللہ تک کس طرح پہنچو گے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح تمہاری رسائی اس تک اس وقت نہیں ہوسکتی جب تک کہ تم ہمارے ان خودساختہ وسیلوں میں سے کوئی وسیلہ نہ پکڑو وغیرہ وغیرہ۔ بھلا جو ذات دلوں کے چھپے بھیدوں تک کو پوری طرح جانتی ہے اسکو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے اس کیلئے واسطے اور وسیلے تجویز کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ بہر کیف یہاں پر اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کے اس حوالے سے واضح فرما دیا گیا کہ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ ساری دنیا کے اقوال واعمال کو اللہ کس طرح جان سکے گا۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ امر اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ اس کے علم کے احاطے اور کمال کا یہ عالم ہے کہ وہ سینوں میں چھپے رازوں کو بھی جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے۔ کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہوسکتی۔ سبحانہ وتعالیٰ، اسلئے اپنا معاملہ ہمیشہ اسکے ساتھ صاف اور صحیح رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر قائم رکھے۔ اور ہر قسم کے زیغ وضلال سے محفوظ رکھے، اور ہر قدم اپنی رضا کی راہوں ہی پر اٹھانے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۵۱ کفار ومنکرین کے لیے مہلت بہت تھوڑی: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم انکو تھوڑی سی مدت کیلئے مزے کرنے کا موقع دے رہے ہیں''۔ یعنی دنیا کی اس زندگی اور اسکی اس محدود فرصت تک کیلئے، پھر ان کو بے بس کر کے ایک بڑے ہی سخت عذاب کی طرف کھینچ لے جائیگا۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا کی یہ زندگی جتنی بھی طویل ہو جائے بہر حال محدود اور چند روزہ ہی ہے۔ اس کو انہوں نے آخر کار اور بہر طور چھوڑنا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی ابدی اور دائمی ہے۔ اسکے سامنے اور اسکے مقابلے میں اسکی کوئی حقیقت اور حیثیت ہی نہیں۔ بہر کیف اس ارشاد سے آگاہ فرما دیا گیا کہ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ آخرت کا معاملہ یونہی ہے یا وہ بہت دور ہے۔ نہیں بلکہ وہ ایک قطعی اور اٹل حقیقت ہے جسکی طرف ہم ان کو کشاں کشاں لیے جا رہے ہیں اور ان کو وہاں پر ایک بڑے ہی سخت عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ

کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین (کی اس عظیم الشان کائنات) کو؟ تو یہ سب کہیں گے اللہ ہی نے، کہو الحمدللہ،

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۵ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

مگر ان کی اکثریت جانتی نہیں، ۵۲ (۲۵) اللہ ہی کا ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں اور

الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۶ وَلَوْ اَنَّ مَا

زمین میں ہے، بیشک اللہ ہی ہے ۵۳ غنی (وبے نیاز ہر کسی سے، اور ہر اعتبار سے، اور) ہر خوبی (وکمال) والا، ۵۴ (۲۶) اور اگر وہ سب

فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ

درخت جو زمین میں پائے جاتے ہیں، قلمیں بن جائیں اور یہ سمندر اس کی سیاہی، درآنحالیکہ اس میں سات

بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ

سمندر اور شامل کردیے جائیں، تب بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہونے پائیں گی، ۵۵ بے شک

۵۲ مخالفین پر اتمام حجت ان کے اپنے اِقرار سے: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو یہ سب ضرور بالضرور یہی کہیں گے اللہ ہی نے۔ لیکن انکی اکثریت جانتی نہیں''۔ اور اپنی اس جہالت کی بناء پر وہ اللہ پاک کو بلاشرکتِ غیرے خالق ماننے کے باوجود دوسری ہستیوں کو طرح طرح سے اسکی عبادت و بندگی میں اس کا شریک ٹھہراتے ہیں والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی میں اس کائنات کے خالق و مالک کی شکرگزاری کے حق میں ایک بین اور واضح دلیل کا ذکر فرمادیا گیا جس کا بیان کائنات کی یہ کھلی کتاب اپنی زبان حال سے کررہی ہے۔ سو منکرین ومعاندین کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ جب تم لوگ تسلیم کرتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات کا خالق و مالک اللہ ہی ہے تو پھر اسکے حق شکرگزاری میں کوئی اس کا شریک کس طرح ہوسکتا ہے؟ سبحانہ وتعالیٰ تم لوگ مقدمات اور اصول ومبادی تو سب کو مانتے اور تسلیم کرتے ہو لیکن ان مقدمات پر مرتب ہونے والے نتائج کو کیوں تسلیم نہیں کرتے جو کہ ایک طبعی اور منطقی امر ہے؟ سو اس ارشاد سے مخالفین پر ان کے اپنے اِقرار اور مسلمات کی بنا پر حجت تمام فرمادی گئی ہے، جس کے بعد ان کے لئے کسی طرح کے عذر ومعذرت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی، اس کے بعد انہوں نے اپنا انجام بہرحال بھگتنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ جلّ وعلا۔

۵۳ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، سبحانہ وتعالیٰ: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ ہی کا ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے''۔ خلقاً بھی ملکاً بھی اور تصرفاً بھی۔ سو جس طرح بلاشرکتِ غیرے اس سب کا خالق وہ ہے، اسی طرح اس کا مالک بھی تنہا وہی ہے اور اس میں تصرف وحکم بھی اسی کا چلتا ہے۔ پس ہر طرح کی بندگی بھی اسی وحدہ لاشریک کا

حق ہے سبحانہ وتعالیٰ سو آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات کا خالق و مالک بھی تنہا وہی ہے اور اس میں حکم وتصرف بھی اسی وحدہ لاشریک کا چلتا ہے۔ اور اسکے اندر پائے جانے والے بے حد وحساب خزانوں کا مالک بھی تنہا وہی ہے۔ سب اسی کے محتاج اور سرتا پا محتاج اور اسی کے در کے سوالی ہیں۔ وہی وحدہ لاشریک ہے جو ہر طرح سے اور ہر کسی سے غنی و بے نیاز ہے۔ جل وعلا شانہ۔ اس لیے حمد وشکر کا سزاوار و حقدار بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور ہر قسم کی عبادت و بندگی بھی اسی کا حق ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ جس طرح اس کی صفتِ خلق وتصرف میں کوئی اس کا شریک نہیں اسی طرح اس کے حقِ عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں وہ ہر لحاظ و اعتبار سے واحد اور یکتا ہے سبحانہ وتعالیٰ اور عبادت و بندگی کی ہر شکل وقسم اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ سبحانہٗ وتعالیٰ۔

۵۴ اللہ تعالیٰ ہی ہے بے نیاز اور ہر تعریف کا حق دار سبحانہ وتعالیٰ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ وہی ہے بے نیاز اور ہر خوبی کا حقدار۔ لہٰذا نہ تو وہ غنیِ مطلق تمہاری کسی تعریف کا محتاج ہے اور نہ ہی اس حمیدِ مطلق کی محمودیت تمہاری حمد وثنا پر موقوف ہے۔ یہ سب کچھ تو تمہارے اپنے ہی فائدے اور بھلے کے لئے ہے ورنہ وہ تو اپنی ذات میں آپ محمود ہے اور ہر خوبی وکمال کا مالک ہے سبحانہ وتعالیٰ سو اللہ پاک کی عظمت وقدرت کے بیان کیلئے ساتوں سمندر کی سیاہی اور زمین بھر کے درختوں کی قلمیں ختم ہو جائیں گی مگر اسکی صفات اور خوبیاں ختم نہیں ہونگی۔ اور جب اس کی ان صفات اور محامد وفضائل میں کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں تو پھر اس کے حقِ عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک وسہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور اسی بنا پر شکر وثنا کا حق دار بھی تنہا وہی ہے۔ اس کے سوا کسی کا بھی یہ درجہ اور مرتبہ نہیں کہ اس کو اس کی اس صفت اور اس کے اس حق میں شریک کیا جا سکے۔ سو غنیءِ مطلق بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے اور حمیدِ مطلق بھی وہی۔ پس ہر تعریف اسی وحدہٗ لاشریک کا حق ہے۔ جَلَّ جَلالُہٗ وَعَمَّ نَوالُہٗ،

۵۵ اللہ تعالیٰ پاک کی بے مثال عظمتِ شان کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تمام روئے زمین کے درخت قلمیں بن جائیں اور ان میں سات سمندر اور بھی شامل کر دیے جائیں تو بھی اس کی باتیں ختم نہ ہونگی"۔ کہ یہ سب چیزیں بہر حال محدود ہیں اور اس کی باتیں یعنی اس کی مقدورات ومعلومات لامحدود۔ جل شانہ وعز برھانہ۔ اور کلمات سے مراد اسکی وہ نشانیاں ہیں جو اسکی ذات وصفات اور اسکی قدرت وحکمت پر دلالت کرتی ہیں۔ چونکہ اسکی ہر نشانی اسکے کلمہ "کن" کی مظہر ہے اور وہ اپنی زبانِ حال سے اسکی قدرت وعظمت کی ناطق بھی ہے اس لیے اس کو "کلمات" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ سو کس قدر اندھے اور اوندھے اور کتنے ظالم ہیں وہ لوگ جو اس خداوندِ قدوس کی ذاتِ اقدس واعلیٰ سے منہ موڑ کر طرح طرح کی عاجز اور بے حقیقت مخلوق کو اپنا معبود قرار دے کر اسکے آگے جھکتے اور انکی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ کوئی لکڑی پتھر وغیرہ کے کسی خودساختہ اور بے حقیقت بت کے آگے جھکتا ہے اور کوئی کسی حیوان یا کسی ننگ دھڑنگ ملنگ کے آگے اور کوئی کسی جبے قبے، بناوٹی "سرکار" کے آگے وغیرہ وغیرہ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا
اللہ بڑا ہی زبردست نہایت ہی حکمت والا ہے، ﴿۲۷﴾ تم سب لوگوں کا پیدا کرنا، اور دوبارہ زندہ کرنا (اس کے لئے) ایسے ہی ہے جیسے
كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ
ایک شخص (کو پیدا کرنا اور اسے دوبارہ زندہ کر دینا) ۵۶ بلاشبہ اللہ (ہر کسی کی) سنتا، (سب کچھ) دیکھتا ہے، ۵۷ ﴿۲۸﴾ کیا تم نے کبھی اس بات پر

۵۶ بعث بعد الموت کے بارے میں قدرت کے ایک نمونے کا ذکر و بیان: -سو بعث بعد الموت کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ سب لوگوں کو دوبارہ پیدا کرنا ایک جان کے پیدا کرنے کی طرح ہے۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''تم سب لوگوں کو پیدا کرنا اور دوبارہ اٹھانا محض ایک شخص کی طرح ہے''۔ کہ اس قادرِ مطلق کے یہاں صرف حکم کرنے کی دیر ہوتی ہے اور بس۔سبحانہ و تعالیٰ سو جب اس قادرِ مطلق کی عظمتِ شان کا یہ عالم ہے تو پھر اس کیلئے سب لوگوں کا دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا کچھ بھی مشکل نہیں ہوسکتا۔اور جب وہ عزیز کے ساتھ حکیم بھی ہے تو اسکی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ تم کو دوبارہ اٹھائے۔سو سب لوگوں کو دوبارہ پیدا کرنے کے بارے میں کسی شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی۔سو اسکی صفتِ عزیز کا تقاضا ہے کہ اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں اور اس کے حکیم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ سب کو دوبارہ پیدا کرے۔تاکہ ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا صلہ و بدلہ پا سکے اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے بدرجہ تمام و کمال پورے ہوں۔ورنہ آسمان و زمین کے اس پورے کارخانے کا وجود عبث اور بیکار ہو کر رہ جاتا ہے، جو اس خالق حکیم جلا جلالہ کی حکمت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔والعیاذ باللہ العظیم۔

۵۷ اللہ ہر کسی کی سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔سبحانہ وتعالیٰ: -سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ اللہ ہر کسی کی سنتا سب کچھ دیکھتا ہے۔لہٰذا اس کی بارگہِ اقدس میں اپنی عرض پیش کرنے کے لئے نہ تو تمہیں وسائط ڈھونڈنے کی ضرورت ہے اور نہ اس کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کرنا صحیح ہے کہ اس کی شان سب سے اعلیٰ و بالا ہے سبحانہ وتعالیٰ نیز کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ اتنی بے حد و حساب مخلوق کے جملہ احوال و کوائف اور ان کے معاملات کا علم کس کو ہوسکتا ہے کہ وہ ان کا حساب کرنے بیٹھے گا۔سو اس خالق و مالک کیلئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا اور ہر کسی کو دیکھتا ہے سبحانہ وتعالیٰ کوئی بھی چیز اس کے علم اور مشاہدے سے باہر نہیں ہوسکتی۔اس لیے سب لوگوں کا حساب کرنے اور ان کو سزا و جزا دینے میں اس کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔سو سمیع و بصیر کی ان دو صفتوں کے ذکر سے قیامت کے اصل مقصد یعنی حساب و کتاب اور سزا و جزا کی تذکیر و یاد دہانی فرمادی گئی کہ ان دونوں صفتوں کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس یومِ حساب کو قائم کرے، تاکہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور بدرجہءِ تمام و کمال پورے ہوں، پس اس کے تقاضوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید بکل حال من الاحوال ،وفی موطن من المواطن فی الحیاۃ۔

اَللّٰہَ یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّہَارِ وَ یُوۡلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیۡلِ وَ

غور نہیں کیا کہ اللہ (کس پر حکمت طریقے سے) داخل فرماتا ہے رات کو دن میں، اور داخل فرماتا ہے دن کو رات میں، ف۵۸ اور

سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ۫ کُلٌّ یَّجۡرِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی

اسی نے کام میں لگا رکھا ہے سورج اور چاند (کے ان عظیم الشان کروں) کو ف۵۹ ان میں سے ہر ایک چلے جا رہا ہے (پوری باقاعدگی کے

وَّ اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ

ساتھ) ایک مقرر وقت تک، اور بے شک اللہ پوری طرح باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کر رہے ہو، ف۶۰ ﴿۲۹﴾ یہ سب کچھ اس وجہ سے

ہُوَ الۡحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِ الۡبَاطِلُ ۙ وَ

ہے کہ اللہ ہی حق ہے، اور وہ سب چیزیں باطل (اور بے اصل) ہیں، جن کو یہ لوگ (پوجتے) پکارتے ہیں اس (وحدہٗ لاشریک) کے سوا،

اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ ﴿۳۰﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ الۡفُلۡکَ

اور بے شک کہ اللہ ہی ہے عالی شان، سب سے بڑا، ﴿۳۰﴾ کیا تم نے کبھی غور نہیں کیا کہ یہ کشتیاں (اور دیو ہیکل جہاز

تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَتِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمۡ مِّنۡ اٰیٰتِہٖ ؕ

کس طرح) رواں دواں ہیں سمندر میں، اللہ کے فضل (وکرم) سے، ف۶۱ تاکہ وہ تمہیں دکھائے اپنی کچھ نشانیاں،

۵۸ رات اور دن کے ادل بدل میں غور وفکر کی دعوت: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا تم نے دیکھا اور غور نہیں کیا کہ اللہ داخل فرماتا ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں"۔ اور دن رات کا یہ ادلنا بدلنا ہمیشہ تمہارے سامنے رہتا ہے۔ جس میں تمہارے لئے طرح طرح کے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں مگر تم لوگ غور وفکر سے کام نہیں لیتے۔ سو ذرا سوچو کہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا یہ عمل جو تمہارے سامنے لگاتار ہو رہا ہے، جسکے نتیجے میں کبھی رات بڑی کبھی دن اور کبھی اسکے برعکس۔ اور یہ عمل نہایت ہی باریکی اور انتہائی پر حکمت طریقے سے مسلسل اور لگاتار جاری ہے۔ آخر یہ کون کر رہا ہے؟ سو رات اور دن کی آمد ورفت کا یہ سلسلہ جو لگاتار جاری وساری ہے اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر تم لوگوں کو دعوتِ غور وفکر دے رہا ہے کہ اس خالق ومالک کی تدبیر وتصرف اور اسکے حکم وارشاد کا سلسلہ اسکی اس کائنات میں برابر اور ہر وقت جاری ہے۔ اور جب اسکی اس شانِ اقدس واعلیٰ میں کوئی اسکا شریک و سہیم نہیں تو پھر اسکی عبادت وبندگی میں کوئی اس کا شریک وسہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟۔ نیز اس کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ دل وجان سے اپنے اس خالق ومالک کے حضور جھک جائے اور ہمیشہ اس کے ذکر وشکر اور حمد وثنا سے رطب اللسان رہے کہ اس کی ان عظیم الشان نعمتوں سے وہ اسی کے فضل وکرم سے مستفید وفیضیاب ہوتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید بکل حال من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ یا مَنْ بِیدہ مَلَکُوتُ کل شیء۔

۵۹ شمس و قمر کی تسخیر میں سامانِ عبرت و بصیرت :۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے سورج اور چاند کے ان عظیم الشان کروں کو جن سے تمہارے طرح طرح کے اور عظیم الشان فوائد و مصالح وابستہ ہیں۔ورنہ کس کے لئے ممکن تھا کہ وہ تمہارے بھلے کے لئے ان عظیم الشان کروں کو اس قدر حکمت اور ضبط و انتظام کے ساتھ تمہارے کام میں لگا دیتا؟ سو سورج و چاند کے یہ عظیم الشان اور چمکتے دمکتے کرے تمہارے خادم ہیں جن کو اُس قادرِ مطلق نے اپنی قدرتِ بے نہایت اور رحمتِ بے غایت سے اس طرح تمہارے کام میں لگا دیا۔سو کتنے ظالم اور کس قدر احمق ہیں وہ لوگ جو اپنے ان خادموں کی پوجا کرتے ہیں والعیاذ باللہ العظیم اللہ ہمیشہ اپنا ہی بنائے رکھے۔آمین ثم آمین۔

۶۰ اللہ تعالیٰ کے علم و آگہی کا حوالہ و ذکر :۔سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''یقیناً اللہ پوری طرح باخبر ہے تمہارے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو''۔سو دنیا والوں سے تو تم چھپ سکتے ہو مگر اس وحدہ لاشریک سے تمہاری کوئی حرکت پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ اس کی شان ہے۔﴿یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ﴾۔سو تمہیں اسکے یہاں حاضر ہو کر اپنے زندگی بھر کے کئے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہوگا۔اب ہر کوئی خود دیکھ لے اور اپنا محاسبہ خود کرلے کہ وہ اپنے آپ کو کس انجام کا مستحق بنا رہا ہے؟۔والعیاذ باللہ۔بہر کیف اس بارے دعوتِ غور و فکر کیلئے ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تم لوگ اس خالقِ کل اور مالکِ مطلق کے نظامِ ربوبیت و قدرت کے ان نشانہائے عبرت و بصیرت میں صحیح طور پر غور و فکر سے کام لو تو تمہارے لیے اس امر میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال و کوائف اور جملہ اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔اور اگر وہ باخبر نہ ہو تو تمہاری پرورش کے یہ عظیم الشان اور حیرت انگیز انتظامات کس طرح فرمائے؟ اور اگر وہ باخبر ہے، اور یقیناً ہے، تو پھر وہ تمہاری پرسش کیوں نہیں کرے گا کہ تم نے اسکی پروردگاری کا کیا حق ادا کیا؟ سبحانہ و تعالیٰ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کے کاموں کی توفیق بخشے، اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے آمین ثم آمین و اِنّہٗ سبحانہٗ و تعالیٰ سمیعٌ قریب مجیب وَ عَلٰی مَا یشاءُ قدیر،

۶۱ سمندر میں چلتے بحری جہازوں اور کشتیوں میں سامانِ غور و فکر :۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کیا تم نے غور نہیں کیا کہ یہ کشتیاں اور بحری جہاز کس طرح رواں دواں ہیں سمندر میں اللہ کے فضل و کرم سے؟''۔کہ جس پانی کی سطح پر ایک چھوٹا سا کنکر بھی نہیں ٹک سکتا اس پر ہزاروں ٹن وزن کے یہ دیوہیکل جہاز کس طرح رواں دواں ہیں؟ اور اتنے وزن کا لوہا کس طرح پانی پر دوڑے چلا جا رہا ہے؟ پہاڑوں جیسی طوفان خیز موجوں کو کس طرح دبایا اور زیر کیا جاتا ہے؟ کیسے کیسے طوفانوں سے سابقہ پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔اور جس ذات نے انسان ضعیف البنیان کو اس قدر عقل و خرد، سمجھ بوجھ اور قوت و طاقت سے نوازا وہ کس قدر وہاب و کریم اور فیاض و رحیم ذات ہے سبحانہ و تعالیٰ سو کتنا ظالم اور کس قدر بے انصاف ہے وہ انسان جو اُس ذاتِ اقدس و اعلیٰ سے منہ موڑ کر دوسروں کے آگے جھکتا ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم سو اُس خالقِ کل اور مالکِ مطلق رب ذوالجلال کی ان رحمتوں اور عنایتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگ دل و جان سے اسکے حضور جھک جھک جاؤ اور اس طرح اسکے حقِ شکر کی ادائیگی کے شرف سے بھی مشرف ہو سکو اور اسکے نتیجے میں اپنے لیے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کر سکو سو اپنے خالق و مالک کے حضور جھکنے اور سجدہ ریز ہونے میں خود تمہارا اپنا ہی بھلا اور فائدہ ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔و باللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، و علی ما یُحبُّ و یرید بکل حالٍ مِن الاحوال۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٣١﴾ وَإِذَا

بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو بڑا صبر کرنے والا شکر گزار ہے، ۶۲ (۳۱) اور جب

غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ

(سمندری سفر کے دوران) ان پر چھا جاتی ہے کوئی موج سائبانوں کی طرح، تو یہ (اپنے تمام بناوٹی سہاروں کو بھول کر) اللہ ہی کو

لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ ۚ

پکارتے ہیں خالص کر کے اس کے لئے اپنے دین کو، ۶۳ مگر جب وہ انہیں بچا کر خشکی کی طرف نکال لاتا ہے تو ان لوگوں میں سے کچھ ہی راہ راست

۶۲ صبر و شکر کی دو عظیم الشان صفتوں کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو بڑا صبر کرنے والا شکر گزار ہے''۔ یعنی جو تنگ حوصلہ اور تھڑ دلے لوگوں کی طرح نعمت ملنے پر اِترانے نہ لگے اور تکلیف پہنچنے پر آس توڑ کر بے صبری نہ کرنے لگے بلکہ ہر حال میں صبر و شکر سے کام لینے والا ہو۔ سو صبر و شکر کی دو صفتیں عظیم الشان صفتیں ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ''ایمان کے دو حصے ہیں۔ آدھا صبر ہے اور آدھا شکر''۔ (المراغی وغیرہ)۔ سو اس ارشاد سے ترغیب دی گئی کہ تنگ دلی اور کم ظرفی کی بجائے تم لوگ اپنے اندر صبر و شکر کی صفات پیدا کرو۔ یعنی تم لوگوں کو ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ذرا میں مغرور ہو گئے اور ذرا میں مایوس ہو گئے اور حوصلہ چھوڑ دیا۔ بلکہ تم کو ایسا ہونا چاہیے کہ ابتلاء و آزمائش کے مواقع میں صبر و ضبط سے کام لینے والے بنو۔ اور نعمت سے سرفرازی کی صورت میں شکر کرنے والے تاکہ صبر و شکر کی اس راہ پر چل کر تم حقیقی فوز و فلاح سے سرشار اور مالا مال ہو سکو۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید بکل حال من الاحوال، وَهُوَ العزیز الوهّاب،

۶۳ توحیدِ خداوندی کی ایک فطری دلیل کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب سمندر میں ان پر سائبانوں کی طرح کوئی موج چھا جاتی ہے تو یہ لوگ اللہ ہی کو پکارتے ہیں''۔ سو یہ توحید کی فطری آواز ہے کہ مصیبت کے وقت انسان اللہ ہی کو پکارتا ہے۔ سو یہ ہے فطرت کی وہ آواز و پکار جو انسان کے اندر سے ایسے موقع پر ابھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ مگر آج کل کے کلمہ گو مشرک نے اپنی فطرت کو اس قدر مسخ کر کے رکھ دیا کہ وہ مشکل کے اس موقع پر بھی اللہ پاک کو پکارنے کی بجائے اس کی مخلوق ہی میں سے کسی کو پکارتا ہے والعیاذ باللہ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ مشرک لوگوں کی کشتی جب موجوں کے طوفانوں میں گھر جاتی ہے تو وہ اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ اور اس کے سوا باقی تمام سہارے ان سے گم ہو جاتے ہیں۔ اپنا مالکِ حقیقی ہی ان کو یاد آتا ہے اور مشکل و مصیبت کے اس وقت میں یہ اسی کو پکارتے ہیں اور سو سو طرح اس کے حضور فریاد کرتے اور چیخ چیخ کر دعائیں کرتے اور آئندہ کے لیے اطاعت و وفاداری کے عہد کرتے ہیں۔ مگر بعد میں پھر جاتے ہیں سو اس سے ایک طرف تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عقیدۂ توحید انسان کی فطرت میں پیوست ہے، اور دوسری طرف اس سے مشرک انسان کی ناشکری اور نمک حرامی بھی واضح ہو جاتی ہے والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور زیغ و ضلال کی ہر قسم سے بچائے رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ يٰٓاَيُّهَا

پرکھتے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتا مگر ہر ایسا شخص جو بڑا بدعہد (و بے وفا) اور ناشکرا ہو، ۶۴ ﴿۳۲﴾ اے

النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ

لوگو! بچو تم اپنے رب (کی ناراضگی و نافرمانی سے،) اور ڈرو ایک ایسے ہولناک دن سے، جس میں نہ کوئی باپ

وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ

اپنے بیٹے کے کچھ کام آسکے گا، اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے

وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

کچھ کام آسکے گا، ۶۵ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے پس تم کو دھوکے میں نہ ڈالنے پائے

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٝ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

دنیاوی زندگی (کی یہ چہل پہل،) اور نہ ہی تم کو دھوکے میں ڈالنے پائے اللہ کے بارے میں وہ بڑا دھوکے باز، ۶۶ ﴿۳۳﴾

۶۴ تنگ ظرف اور ناشکرے انسان کی عہد شکنی کا ذکر و بیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "مصیبت کے بھنور سے نکلنے کے بعد کچھ ہی لوگ راہِ راست پر رہتے ہیں"۔ یعنی اکثر پھر جاتے ہیں اور اپنے عہد و پیان کو بھول جاتے ہیں۔ "اقتصاد" کے معنی راست روی اور میانہ روی دونوں کے آتے ہیں۔ اور مآل ان دونوں کا ایک ہی ہے۔ مطلب یہ کہ مصیبت سے رہائی پا کر باہر آنے پر کچھ ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ پاک کی اس رحمت و عنایت کو یاد رکھتے ہوئے راست بازی اور میانہ روی پر قائم رہتے ہیں ورنہ اکثریت کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اللہ پاک کی رحمت و عنایت کو بھول جاتے ہیں بلکہ وہ اس کے ساتھ دوسروں کو اس کا شریک ماننے لگتے ہیں کہ ہمیں تو فلاں حضرت نے بچایا۔ فلاں ہستی نے ہاتھ رکھا تھا۔ یہ فلاں کا کرم ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور اسی بنا پر ایسے لوگ دوسروں کے آستانوں پر جاتے، وہاں جبہ رسائی کرتے، پھیرے لگتے، دیگیں پکاتے، چادریں چڑھاتے، نذریں مانتے اور نیازیں دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ ﴿ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾- (النحل:۵۴)۔ نیز ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾- (الروم:۳۳)۔ سو اللہ پاک ایسی تمام شرکیات سے پاک ہے۔ کما قال تعالیٰ ھُوَ عَنْ نَفْسِهٖ بِنَفْسِهٖ - ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾- (الحشر:۲۳)۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ مصیبت میں پھنسنے پر تو ایسے لوگ بڑے عہد و پیان کرتے ہیں لیکن یہاں اس سے نکلنے پر وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں اور بڑے بدعہد اور ناشکرے بن جاتے ہیں۔ "ختار"، "ختر" سے مبالغے کا صیغہ ہے جسکے معنی ہیں بدترین قسم کی بے وفائی اور عہد شکنی کرنے والا۔ سو اللہ پاک سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ اس طرح عہد کر کے اسکو توڑنا بدترین قسم کی غداری ہے۔ اور ایسے لوگوں کیلئے نہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی نشانیاں کارگر ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کیلئے کوئی تنبیہ و انذار مفید ہوسکتا ہے۔

۶۵ قیامت کے یوم عظیم کی تذکیر ویاددہانی:- سوارشاد فرمایا گیا "اے لوگو ڈرو اس ہولناک دن سے جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آسکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے"۔ یہاں پر "**ولد**" نہیں "**مولود**" فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ "**مولود**" صلبی بیٹے کو کہا جاتا ہے جبکہ "**ولد**" کا اطلاق بیٹے پوتے وغیرہ سب پر آتا ہے۔ تو معنیٰ یہ ہوئے کہ اس دن باپ اپنے حقیقی اور صلبی بیٹے کے بھی کچھ کام نہیں آسکے گا جس سے انسان کی اصل اور بڑی توقعات وابستہ ہوتی ہیں۔ اور جب اس قدر قریبی رشتوں میں سے بھی کوئی کام نہ آئے گا تو اور کوئی کیا اور کیسے کچھ کام آسکے گا؟ ہر کسی کو اس دن اپنی ہی پڑی ہوگی اور ہر ایک اس روز اپنی ہی پریشانی میں ایسا مبتلا ہوگا کہ دوسرے کسی کا اسے ہوش تک نہ رہے گا۔ ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾۔ (عبس: ۳۷)۔ سو کتنے خسارے میں ہیں وہ لوگ جو اپنے دنیاوی مشاغل میں مشغول ومنہمک اور اس ہولناک دن کو بھولے ہوئے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد سے لوگوں کو تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اپنے رب کی گرفت و پکڑ اور قیامت کی اس ہولناک دن کے عذاب سے بچنے کی فکر و کوشش کرو جس دن نہ کوئی باپ اپنی اولاد کے کچھ کام آسکے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آنے والا بن سکے گا بلکہ ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی اور ہر کسی کو اپنا بوجھ خود ہی اٹھانا ہوگا۔ اور جب باپ بیٹے کا رشتہ بھی کچھ کام نہ آسکے گا جو کہ سب سے بڑا اور سب سے قریبی رشتہ ہے تو پھر اور کسی رشتے کے کام آنے کا کیا سوال۔ سو کتنے خسارے اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں وہ لوگ جو دنیاوی رشتوں کی خاطر اور ان کے تقاضوں کی بناء پر اپنی آخرت اور اس کے تقاضوں کو فراموش کئے ہوئے ہیں۔ اور ان کو اس کا کوئی شعور واحساس ہی نہیں، والعیاذ باللہ العظیم۔

۶۶ دنیا اور شیطان کی دھوکہ دہی سے بچنے اور خبردار رہنے کی تعلیم وتلقین:- سوارشاد فرمایا گیا "اور خبردار تم کو دھوکے میں نہ ڈالنے پائے دنیا کی زندگی اور تم کو دھوکے میں نہ ڈالنے پائے وہ بڑا دھوکے باز"۔ جس کا کام ہی دھوکہ دینا اور گمراہ کرنا ہے۔ یعنی ابلیس لعین جس نے حضرت حق جل مجدہ کے سامنے اور اعلانیہ طور پر ابن آدم سے دشمنی کرنے اور اس کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اور وہ دھوکہ بھی انسان کو طرح طرح سے دیتا ہے۔ مثلاً کسی کو وہ دھوکا اس طرح دیتا ہے کہ ہم لوگ یونہی مر کھپ کر ختم ہو جائیں گے۔ نہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا ہے نہ سزا وجزا پانے کی کوئی بات ہے۔ یا وہ کسی کو اس طرح کہتا ہے کہ سزا جزا تو ہوگی مگر محض روحانی طور پر تناسخ اور آواگون کی شکل میں ہوگی اور بس۔ یا یہ کہ ابھی بہت عمر لمبی پڑی ہے ابھی سے فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ابھی عیاشیاں کرلو بعد میں توبہ کرلیں گے۔ یا یہ کہ اس دن ہمیں فلاں فلاں ہستیاں چھڑا لیں گی کہ ہم ان کے دامن سے وابستہ اور ان ہی کا لڑ پکڑے ہوئے ہیں۔ ہم تو بس انہی کے نام کی نذر و نیاز دے دیا کریں گے، چڑھاوے چڑھا دیا کریں گے، انہی کو حاجت روائی ومشکل کشائی کے لئے پکار لیں گے اور بس۔ اور اس طرح کی دھوکہ بازیوں سے وہ لعین انسان کو عمل اور آخرت کے لئے کمائی سے محروم رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ فرصت عمر اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے والعیاذ باللہ العظیم سوراہ حق کے راہی کو یہی دو دھوکے لگتے ہیں۔ ایک دنیاوی زندگی اور اسکی ریل پیل اور چہل پہل سے کہ یہی دنیا اور اسکے نشے ہیں اور بس۔ اسکے بعد کا جہاں کس نے دیکھا وغیرہ۔ اور دوسرا ابلیس لعین کا دھوکہ جو چھپا ہوا اور سب سے بڑا اور خبیث دشمن ہے والعیاذ باللہ العظیم اس لیے ان دونوں دھوکوں سے متنبہ اور خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک اللہ کا وعدہ قطعی طور پر حق اور سچ ہے۔ پس تم لوگوں کو نہ تو دنیا کی زندگی اور اس کی چمک دمک دھوکے میں ڈالنے پائے اور نہ ہی تم کو اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈالنے پائے وہ بڑا دھوکے باز یعنی ابلیس لعین جس کا کام انسان کو دھوکہ دینا اور اس کو گمراہ کرنا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حال من الاحوال۔

إِنَّ اللّٰهَ عِندَهُۥ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ج

بلاشبہ اللہ ہی کے پاس ہے علم (قیامت کی) اس گھڑی کا، ۶۷ اور وہی بارش برساتا ہے، ۶۸

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا

اور وہی جانتا ہے کہ (ماؤں کے) رحموں میں کیا ہے، ۶۹ اور کسی شخص کو پتہ نہیں کہ وہ

تَكْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِي نَفْسٌۢ بِأَيِّ أَرْضٍ

کل کیا کرے گا، ۷۰ اور نہ ہی کسی کو یہ پتہ ہے کہ اس کی موت کس دھرتی میں

تَمُوتُ ط إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۳۴﴾ ع

آئے گی، ۷۱ بلاشبہ اللہ ہی ہے (سب کچھ) جاننا، (ہر چیز سے) پوری طرح باخبر، ۷۲ ﴿۳۴﴾

ع ۴ ۱۴

۶۷ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر اور تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ''بلاشبہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم''۔ یعنی قیامت کا علم کہ وہ کب آئے گی۔ اور قیامت کو 'ساعۃ' ''گھڑی'' سے تعبیر اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ اچانک پل بھر میں آجائے گی۔ ﴿لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً﴾۔ (الکشاف وغیرہ)۔ نیز اس لئے کہ وہ اس دنیا کی آخری گھڑی ہوگی۔ ''لأنها آخر ساعة الدنيا''۔ (الکشاف وغیرہ)۔ آیت کریمہ میں غیوب خمسہ کے بیان کے ضمن میں قیامت کا ذکر جملہ اسمیہ سے فرمایا گیا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ اور ایک ہی اٹل حقیقت ہے۔ اس میں تجدد و استمرار نہیں۔ بخلاف باقیوں کے۔ ان کی صورت اس سے مختلف ہے۔ کافر لوگ تمسخر اور استہزاء کے طور پر کہا کرتے تھے کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو بتاؤ کہ قیامت کے بارے میں تمہارا یہ وعدہ اور یہ دھمکی کب پوری ہوگی؟ قرآن حکیم میں ان کی اس بات کو کئی جگہ دہرایا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ یونس میں اس بارے انکے قول کو نقل کر کے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾۔ (یونس: ۴۸)۔ اسی طرح سورۂ انبیا: ۳۸، سورہ نحل: ۱۷، سورہ سبا: ۲۹ اور سورہ یاسین: ۴۸ وغیرہ میں ان کے اس قول کو نقل فرمایا گیا ہے۔ سو ایسے ہی لوگوں کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ قیامت کا علم تو اللہ کے سوا کسی کو نہیں لیکن کسی چیز کا وقت نہ معلوم ہونے سے اسکی نفی لازم نہیں آتی۔ کتنے ہی حقائق ہیں جن کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہوتا لیکن وہ قطعی ہوتے ہیں۔ جیسے یہ غیوب خمسہ، کہ یہ سب ہیں تو قطعی اور یقینی، لیکن انکے بارے میں قطعی علم و آگہی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو ہے نہ ہو سکتی ہے۔ کہ علّام الغیوب بہرحال وہی وحدہٗ لاشریک ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین۔

۶۸ بارش برسانے کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں: سو ارشاد فرمایا گیا ''اور وہی بارش برساتا ہے''۔ یعنی یہ بارش جس سے تمہارے طرح طرح کے فوائد و منافع وابستہ ہیں۔ یہ اسی کے حکم و تصرف سے برستی ہے اور وہی جانتا ہے کہ یہ کب، کہاں، کتنی اور کس شکل میں برسے گی۔ لوگ اپنے علم اور تجربات کی بنا پر اس بارے تخمینے اور اندازے تو لگا سکتے ہیں، اور لگاتے ہیں مگر قطعی اور یقینی علم اس بارے کسی کو بھی نہیں ہو سکتا سوائے اللہ وحدہ لاشریک کے۔ موجودہ دور میں حکومتیں لاکھوں کروڑوں روپے موسمیات کے بارے میں خرچ کرتی ہیں لیکن اس سب کے باوجود اور تمام تر سائنسی ترقیوں اور مادی وسائل کے باوصف محکمہ موسمیات والے جو کچھ کہتے بتاتے ہیں وہ ظن و تخمین ہی کے درجے میں ہوتا ہے۔ کتنی ہی مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ بارش کے

ہونے نہ ہونے کا معاملہ محکمہ موسمیات کی پیشینگوئی کے بالکل برعکس ہوتا ہے اور کتنی مرتبہ ایسی صورت پیش آتی ہے کہ محکمہ موسمیات والے اسکی کوئی توجیہ نہیں کر سکتے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی مشیت ہے اور بس۔ وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے کہ اس کی مخلوق پر صرف اسی وحدہٗ لاشریک کی مشیت چلتی ہے سبحانہ وتعالیٰ

۶۹ رحموں کے اندر کا حال بھی اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا "اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحموں کے اندر کیا ہے"۔ بچہ ہے یا بچی۔ کامل ہے یا ناقص۔ نیک ہے یا بد۔ شقی ہے یا سعید۔ زندہ رہے گا یا مرجائے گا وغیرہ وغیرہ۔ کہ یہ سب کچھ صرف اللہ پاک ہی جانتا ہے۔ کلمہ "ما" کا عموم ان سب امور کو شامل ہے۔ اسی لئے یہاں پر "من" نہیں "ما" فرمایا گیا ہے جو کہ صفات وکیفیات کیلئے استعمال ہوتا ہے جبکہ "من" ذوات اور ذوی العقول کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ سو صرف بچے کی ذات کا جان لینا کافی نہیں بلکہ اس کو ان صفات کے اعتبار سے جاننا ہے۔ جس میں سے کچھ کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے۔ بلکہ اصل چیز اس کی صفات اور وہ معنوی ومخفی امور ہیں، جن کو اللہ ہی جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے اور اس کے سوا ان کو کوئی بھی نہیں جان سکتا سبحانہ وتعالیٰ

۷۰ آنے والے کل کے بارے میں علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور کسی کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا۔ پروگرام تو وہ بے شک بناتا رہے اور بناتا رہے گا لیکن ہوگا کیا؟ یہ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ وہی جانتا ہے کہ کس نے کیا کرنا ہے اور کس کے لئے کیا مقدر ہے۔ وہ کیا فرائض انجام دے گا اور کن حالات اور مشاغل سے اسکو واسطہ پڑے گا۔ لوگ بڑے بڑے پروگرام بناتے ہیں لیکن عین وقت پر کوئی ایسی آفت پڑتی ہے کہ سب کچھ دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ بلکہ بڑی بڑی حکومتیں اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام ہوجاتی ہیں۔ کتنی مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ حکومت بڑے وثوق واعتماد کے ساتھ منصوبہ بندی کرتی ہے کہ اس سال ہم اتنی گندم یا اتنا چاول یا فلاں غلہ پیدا کریں گے لیکن معمولی سے موسمی تغیر وتبدل اور بارش کی کمی بیشی اور اس کے اتار چڑھاؤ سے اس ساری منصوبہ بندی پر پانی پھر جاتا ہے اور سب کچھ دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ سو معاملہ سب کا سب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے سبحانہ وتعالیٰ اور وہی وحدہ لاشریک ایسا ہے، جس کے کمال علم کا حال یہ ہے کہ اس کے یہاں گزشتہ کل اور آنے والا کل اور ماضی وحال اور مستقبل سب ایک برابر ہیں۔ پس وہی معبود برحق ہے اور عبادت وبندگی کی ہر قسم اسی کا حق ہے سبحانہ وتعالیٰ

۷۱ کسی کو بھی اپنی موت کے بارے میں کوئی پتہ نہیں: ۔سو ارشاد فرمایا گیا "اور کسی کو پتہ نہیں کہ اسکی موت کس دھرتی میں آئے گی"۔ اور جب موت کی جگہ کا پتہ نہیں حالانکہ وہ اسی دنیا میں موجود ہے تو پھر موت کے وقت کا پتہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ وہ ابھی تک آیا ہی نہیں۔ پس کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کب کہاں اور کس طرح مرنا ہے۔ سو اپنی زندگی اور موت کا مسئلہ انسان کیلئے سب سے اہم اور سب سے قریبی ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا اور کہاں دفن ہوگا۔ انسان پیدا کہیں ہوتا ہے، رہتا بستا کہیں ہے لیکن اسکی موت کہیں آتی ہے اور وہ دفن کہیں ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کتنی ہی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان گھر سے خوشی خوشی کسی تقریب میں شرکت کی غرض سے نکلتا ہے لیکن پھر اس کے بعد اس کی لاش ہی واپس آتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بارات کی گاڑیاں حادثے کا شکار ہوگئیں اور دلہا دلہن سمیت کتنے ہی لوگ لقمہ اجل بن جاتے ہیں اور وہاں خوشیوں کی بجائے صفِ ماتم بچھ جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۷۲ غیوب خمسہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے: ۔پس ان غیوبِ خمسہ کا بھی کامل، صحیح، کلی اور یقینی علم اسی وحدہ لاشریک کے پاس ہے۔ یہاں ایک بات تو یہ جان لینی چاہیئے کہ احادیثِ طیبہ میں ان پانچ چیزوں کو مفاتح الغیب۔ "غیب کی کنجیاں"۔ یا "غیب کے خزانے" قرار دیا گیا ہے، جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ نہ کسی نبی مرسل کو اور نہ کسی ملکِ مقرب کو۔ ﴿فَلَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِنَّ

مَلَكًا مُقَرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُرْسَلًا ﴾۔(ابنِ کثیر: ج ۳ص ۴۰۰، روح المعانی: ج ۲۱ص ۲۳۸)۔صحیح بخاری میں ہے۔'' مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسَةٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ ''۔(صحیح بخاری: ج ۲ص ۶۸۱)۔نیز صحیح روایات کے مطابق جب ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس کا علم تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔پھر آپ نے یہی آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی۔'' فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ''۔(صحیح بخاری: ج ص ۱۲، صحیح مسلم: ج ۱ص ۲۹، سنن نسائی: ج ۲ص ۲۶۳، سنن ابن ماجہ: ج ص ۷)۔اسی لئے جمہور مفسرینِ کرام کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ غیب کی ان پانچ باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔چند حوالے ملاحظہ ہوں۔'' هذه الخمسة لا يعلمها إلا الله ولا يعلمها ملك مقرب ولا نبی مرسل فمن ادّعى هٰذا فقد كفر بالقرآن لانّه خالفه ''۔(قرطبی: ج ۱۴ص ۸۲، خازن: ج ۵ص ۱۸۳، ابن کثیر: ج ۳ص ۴۰۰)۔'' هٰذه الخمسة لا يعلمها إلا الله ''۔(مدارک: ج ۳ص ۲۱۹) دوسری بات یہاں پر یہ واضح رہنی چاہیئے کہ ان غیوبِ خمسہ میں سے پہلی چیز تو چونکہ ایک ہی حقیقت ہے یعنی قیامت۔اس لئے جمہور سلف وخلف کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا علم اللہ پاک کے سوا کسی کو بھی نہیں۔حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو (قرطبی: ج ۱۱ص ۳۵۰، ابنِ جریر ج ۱۶ص ۹۹، معالم: ج ۴ص ۳۶۵، ابنِ کثیر: ج ۴ص ۳۹۹، مدارک: ج ۲ص ۶۷، خازن: ج ۵ص ۳۸۸، روح المعانی: ج ۲۹ص ۲۰، جامع البیان: ج ۲ص ۱۵۶، المراغی: ج ۲۱ص ۳، صفوۃ التفاسیر: ج ۲ص ۴۹۸ وغیرہ وغیرہ)۔مگر ان میں سے بقیہ چار امور چونکہ مفاہیم کلیہ پر مشتمل ہیں جن کے ماتحت بے شمار افراد ہیں اس لئے ان بے شمار جزئیات میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ جزئیات کا علم کسی کو مل جائے تو وہ خرقِ عادت کے طور پر ایک استثنائی صورت ہوگی۔جیسا کہ آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔نے غزوۂ بدر کے موقع پر کفارِ قریش کے بارے میں فرمایا تھا۔'' هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ ''۔یا حضرتِ فاطمہ ؓ کو بچے کی پیدائش کی خوشخبری دی تھی یا غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمایا تھا کہ میں کل یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح ظاہر فرمائے گا وغیرہ۔تو یہ سب خرقِ عادت اور آپ ﷺ کے معجزات کے قبیل سے ہے۔اور اللہ پاک کے ساتھ ان چاروں امور کا جو علم مختص ہے وہ ان کے مفہومِ کلی کے اعتبار سے ہے کہ اس اعتبار سے ان میں سے کسی کا علم بھی اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔تیسری بات یہاں پر یہ واضح رہنی چاہیئے کہ علم سے مراد وہ علم ہے جو قطعی ہو۔اور اسباب ومقدمات کے بغیر ہو۔لہٰذا محکمہ موسمیات والے یا کچھ لوگ جو پیشینگوئیاں کرتے رہتے ہیں وہ اس کے خلاف نہیں۔کیونکہ ایک تو وہ علم قطعی نہیں ہوتا بلکہ محض ظن اور تخمین کے قبیل سے ہوتا ہے۔چنانچہ وہ پیشینگوئیاں کبھی صحیح نکلتی ہیں کبھی غلط۔اور دوسرے وہ اسباب کے مطابق اور اندازے کے طور پر ہوتا ہے نہ کہ اس کے بغیر۔تو ان کا علم یقینی اور قطعی نہیں ہوتا۔اور چوتھی بات یہ بھی معلوم ہونی چاہیئے کہ جن غیوب کو اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ انہی پانچ میں منحصر نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار غیوب ایسے ہیں۔ان پانچ کا ذکر تو اس لئے فرمایا گیا کہ اس بارے جس سائل نے سوال کیا تھا اس نے انہی پانچ چیزوں کو ذکر کیا تھا۔چنانچہ ابنِ منذر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ وارث بن عمرو بن حارثہ نامی ایک شخص نے حضور سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ قحط کب پڑے گا؟ بارش کب ہوگی؟ میری بیوی حاملہ ہے وہ کیا جنے گی؟ میں نے کل اور آج جو کچھ کیا وہ تو مجھے معلوم ہے مگر میں آئندہ کل کیا کروں گا؟ اور یہ کہ میری موت کہاں واقع ہوگی؟ تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔(المراغی: ج ۲۱ص ۱۰۰، الکشاف: ج ۳ص ۲۳۸ وغیرہ وغیرہ)۔چنانچہ مفسرینِ کرام نے اس کی تصریح فرمائی کہ خزائن الغیب انہی پانچ چیزوں میں محصور نہیں ہیں۔ملاحظہ ہو (روح المعانی: ج ۲۱ص ۱۱۲، مظہری: ج ۳ص ۲۷۴)۔پانچویں بات یہاں پر یہ واضح رہنی چاہیئے کہ غیب کے جس قدر علوم کا تعلق دین اور اس کے مبادی وضروریات سے ہوتا ہے وہ اللہ پاک اپنے نبیوں کو بدرجہ کمال عطا فرماتا ہے۔جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔﴿ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾۔(الجن: ۲۲) اور اس کو غیب کی کچھ خبریں فرمایا گیا ہے۔مگر جس غیب کا تعلق

اور اس کی ضرورت دین کے لئے نہیں اور اس کی کوئی حد نہیں وہ اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہ کسی کو نہیں ملتا مگر خرقِ عادت اور معجزے کے طور پر۔ کوئی جزئی یا کچھ جزئیات کسی کو مل جائیں تو وہ الگ بات ہے۔ پس عالمِ غیب وہ وحدہ لاشریک ہی ہے کہ سب غیوب کو جاننے والا وہی ہے جَلَّ جلالُہ، وعزَّ سلطانہ پس ان پانچ اصولی اور بنیادی امور کو سامنے رکھنے اور ان کو جان لینے کے بعد اہلِ بدعت کے وہ تمام شکوک وشبہات هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ہوجاتے ہیں جو وہ اس بارے پھیلاتے رہتے ہیں۔ اور ان کی ان تمام تحریفات وتلبیسات کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اور ان کی اصل حقیقت واضح ہوجاتی ہے جوان کے بڑے لیڈر طرح طرح سے پھیلاتے ہیں کہ اوپر دیئے گئے حوالوں کے مقابلے میں ان لوگوں کی کوئی بھی تحریف وتلبیس چل نہیں سکتی۔ والْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلمین الذی لا تتِمُّ الصَّالِحاتُ اِلَّا بتوفیقٍ مِّنْه جَلَّ وَ علا۔ وایاہ نسال مزیدا من التوفیق والسدادلما یحب و یرضی، بکل حال من الاحوال، و فی کل مرحلة من المراحل، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاة، وھو الھادی الی سواء الصّراط، فعلیه نتوکل و به نستعین فی، کلّ اٰنٍ و حین. جَلَّ جَلالُهٗ و عَمّ نوالُهٗ

وبھذا القدر نکتفی من تفسیر سورة لقمٰن، والحمد للّٰه ربّ العالمین.

---☆☆☆---

☆—— ۱۰- ذوالحجہ ۱۴۰۵ ہجری مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۸۷ء منطقہ ام ہریر، بردبی، متحدہ عرب امارات- والحمدللہ رب العالمین-

☆—— نظرثانی یکم ذوالحجہ ۱۴۱۵ مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۹۵ء بروز اتوار سواچھ بجے شام بموقع نظرثانی سطوہ دبی والحمدُ لِلّٰہ

☆—— نظرثالث ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۸ جنوری بروز جمعرات بوقت ساڑھے گیارہ بجے شب سطوہ دبی

☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۲ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ ۸ اپریل بروز ہفتہ بوقت چھ بجے شام بمکان خود اسلام آباد (I-10/1) دورانِ رخصت والحمدلله رب العالمین، بِکُلِ حالٍ مِّنَ الاحوال، جَلَّ وعَلا.

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۸ جماوی الاولی ۱۴۲۲ھ مطابق ۹ جولائی ۲۰۰۱ء بروز پیر بوقت پونے پانچ بجے شام سطوہ، دبی والحمدلله رب العالمین، فی کل زمان من الازمنة، وفی کل مکان من الامکنة،

☆—— تکمیل چوتھی ریڈنگ ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ ہجری مطابق ۲۹ جنوری ۲۰۰۳ بروز بدھ بوقت گیارہ بجے شب، سطوہ، دبی۔ والحمد لله رب العالمین. الذی لا تتم الصالحات الا بتوفیق منه جل و علا،

☆—— اللمسات الاخیرۃ (Final Touches) ۱۵- ذوالحجہ ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۷ فروری ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ پانچ بجے شام، مدنی منزل، مارگلہ ٹاؤن، اسلام آباد (دورانِ رخصت)- والحمدللہ رب العالمین-

الہ العالمین:- جس طرح تو نے محض اپنے فضل وکرم سے اس بندہءِ ناچیز کو اپنی کتاب کے ساتھ تعلق اور اشتغال کی یہ عظیم الشان سعادت اور توفیق نصیب فرمائی ہے، اسی طرح اپنی کتاب حکیم کی اس خدمت کو بھی محض اپنی شانِ کریمی سے شرف قبولیت سے نواز دے، اور اس ضمن میں اس بندہءِ ناچیز سے جو کوئی کوتاہی ہوگئی ہو اس سے درگزر فرمالے، خواہ اس کا تعلق نیت وارادہ سے ہو، خواہ عمل واداء سے، فانک انت الحلیم الکریم، الرحمن الرحیم، تبارکْتَ و تعالیت یا ذالجلال والاکرام، ویا ارحم الراحمین و اکرم الاکرمین.

۲ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ مطابق ۲ ستمبر ۲۰۰۸ء بروز منگل، بوقت ساڑھے گیارہ بجے شب سطوہ، دبی، والحمد لِلّٰہ رب العالمین۔

(پانچویں اور آخری پروف ریڈنگ کے دوران)

آیاتہا ۳۰ ۳۲ سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۷۵ رکوعاتہا ۳

سورۂ سجدہ مکی ہے اور اس کی تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ

ال م ﴿۱﴾ یہ سراسر اتاری گئی کتاب ہے، اس میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں، یہ پروردگار

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىہُ بَلْ ہُوَ الْحَقُّ مِنْ

عالم کی طرف سے ہے ف۱ ﴿۲﴾ کیا یہ لوگ (پھر بھی) یہ کہتے ہیں کہ اس کو اس شخص نے خود گھڑ لیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ سراسر حق ہے

رَّبِّکَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىہُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِکَ

آپ کے رب کی طرف سے، تاکہ آپ خبردار کریں ان لوگوں کو جن کے پاس آپ سے قبل (ماضی قریب میں) کوئی خبردار کرنے

لَعَلَّہُمْ یَہْتَدُوْنَ ﴿۳﴾ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

والا نہیں آیا، تاکہ یہ لوگ راہِ راست پا سکیں، ف۲ ﴿۳﴾ اللہ وہی تو ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں

وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

اور زمین کو اور ان تمام چیزوں کو جو کہ ان دونوں کے درمیان ہیں چھ دنوں (کی مدت) میں، ف۳ پھر وہ جلوہ افروز ہوا

عَلَى الْعَرْشِ مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا

عرش پر، ف۴ اس کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی (وسرپرست) ہے اور نہ

۱ قرآن حکیم محض تنزیل خداوندی ہے: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ سراسر اتاری گئی کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے۔ یعنی یہاں پر "منزل" نہیں "تنزیل" فرمایا گیا ہے جو کہ مصدر ہے۔ اور بلاغت کا یہ اسلوب مشہور و معروف ہے کہ مصدر کا حمل زورِ بیان اور مبالغہ کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے "زَیْدٌ عِلْمٌ" یا "زَیْدٌ سَخَاوَۃٌ" یا "زید عدل"۔ یعنی "زید تو نرا علم ہے" یا "زید نری سخاوت ہے" یا "زید عین عدل ہے" وغیرہ۔ سو اسی فرق کو ظاہر اور واضح کرنے کے لئے ہم نے ترجمہ ان الفاظ سے کیا ہے۔ والحمد للہ۔ سو یہ کتاب حکیم سراسر کلام خداوندی اور عین منزل من اللہ ہے۔ اس میں کسی بھی طرح کا کوئی شائبہ کسی آمیزش کا نہیں۔ اور صرف یہی کتاب ہے جو اس شان کی حامل اور بعینہ کلامِ خداوندی ہے۔ پوری روئے زمین پر اس کے سوا دوسری کوئی بھی کتاب ایسی موجود نہیں ہے۔ اور یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس میں کسی شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں۔ نیز"

تنزیل'' کے معنیٰ صرف اتارنے کے نہیں ہوتے بلکہ درجہ بدرجہ اور خاص اہتمام کے ساتھ اتارنے کے ہیں۔ سواس کتاب حکیم کو حضرت حق - جل مجدہ - کی طرف سے خاص اہتمام کے ساتھ اتارا گیا ہے - فلہ الحمد ولہ الشکر - سواس سب کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا اس کتاب حکیم کے حضور دل وجان سے جھک جھک جائے تاکہ خود ان کا بھلا ہو - وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید -

۲ تنزیل کتاب سے مقصود انذار وتبلیغ : - سوارشاد فرمایا گیا کہ'' تاکہ آپ خبردار کریں ایسی قوم کو جسکے پاس آپ سے پہلے - ماضی قریب میں - کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا۔ یعنی کوئی پیغمبر۔ ورنہ مطلق نذیر - خبردار کرنے والے - تو ہمیشہ ہی رہے اور ان کے اندر زمانہءِ جاہلیت میں بھی اہلِ توحید موجود تھے۔ یہاں تک کہ اس دور میں توحید کی دعوت دینے والوں کی ایک ایسی جماعت موجود رہی ہے۔ جن کا لقب ہی'' حنفاء'' تھا۔ جن میں کئی بڑی بڑی شخصیات کے نام آتے ہیں۔ مثلاً قس بن ساعدۃ الایادی، امیہ بن ابی اصلت، سوید بن عمرو المصطلقی، قیس بن صرقہ، زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل، وکیع بن سلمہ، عبیداللہ بن جحش، عامر بن الظرب العدوانی اور عبداللہ القضاعی وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حضرات اعلانیہ طور پر توحید کو اصل دین کہتے اور شرک سے اپنی براءت و بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ماضی قریب میں آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران ملنے والے کتبات سے بھی ان ادوار کے لوگوں میں دینِ توحید کا ثبوت ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ توحید کی یہ روشنی ان لوگوں کے اندر حق کے دعاۃ اور مبلغین کے ذریعے ہی آئی ہوگی۔ سو یہ بات ان لوگوں کے اندر دعوتِ حق دینے والے مبلغین کا پتہ دیتی ہے۔ اس لئے مطلق نذیر تو ان لوگوں کے اندر اگرچہ موجود تھے، لیکن کوئی نبی ورسول ان کے درمیان عرصہ دراز سے نہیں آیا تھا۔ عرب میں دینِ حق کی روشنی پھیلانے کے لئے سب سے پہلے حضرتِ ہود اور حضرت صالح آئے مگر قبل از تاریخ کے زمانے میں۔ پھر حضرت ابراہیم واسماعیل - علیہما الصلوٰۃ والسلام - آئے تو ان کو آئے ہوئے بھی اس وقت کوئی اڑھائی ہزار برس گزر چکے تھے۔ ان کے بعد عربوں میں حضرتِ شعیبؑ آئے تھے مگر ان کو بھی حضور کی بعثت تک کم وبیش کوئی دو ہزار برس ہو چکے تھے۔ اس کے پیشِ نظر یہ کہنا بالکل بجا اور درست ہے کہ ان لوگوں میں آپ سے پہلے کوئی نذیر - پیغمبر - نہیں آیا تھا۔ بہرکیف یہ اس کتاب کے اتارنے کی غرض بیان فرمائی گئی تاکہ آپ اسکے ذریعے ان امی لوگوں کو انکے انجام سے خبردار کریں تاکہ یہ راہ پاسکیں۔ سوان وجوہ کے اعتبار سے ان لوگوں کے اندر اس کتابِ حکیم کا اتارا جانا انعام پر انعام اور احسان پر احسان قرار پاتا ہے جس کا طبعی اور لازمی تقاضا یہ تھا کہ یہ آگے بڑھ کر اس کو اپناتے اور دل وجان سے اس کو قبول کر کے اپنے لیے دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا سامان کرتے۔ مگر انہوں نے اس سے منہ موڑا اور اِعراض برتا اور اپنے لیے خسارے پر خسارے کا سامان کیا سونورِ حق وہدایت سے اعراض وروگرانی برتنا خساروں کا خسارہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم -

۳ تخلیق کائنات سے متعلق اہم درس کا ذکر وبیان : - سوارشاد فرمایا گیا کہ'' اللہ وہی تو ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کی اس عظیم الشان کائنات کو چھ دنوں میں۔ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر، کہ یہاں پر ان چھ دنوں سے مراد ظاہر ہے کہ ہمارے یہاں کے یہ معروف دن نہیں ہوسکتے، کیونکہ یہ بنتے ہیں سورج کے طلوع وغروب سے، اور ظاہر ہے کہ آسمان وزمین کے وجود اور ان کی تخلیق سے پہلے شمس وقمر کے طلوع وغروب کا یہ معروف نظام متصور ہی نہیں ہوسکتا، اس لئے محققین کے نزدیک ان چھ دنوں سے مراد ایامُ اللہ یعنی خدائی تقویم کے چھ دن ہیں، جن کی اصل حقیقت کو وہی وحدہٗ لاشریک جان سکتا ہے، سبحانہ وتعالیٰ۔ اس لئے حضرات اہلِ علم ان کو چھ ادوار سے تعبیر کرتے ہیں، سو مطلب یہ ہوا کہ حضرت خالقِ حکیم جل جلالہٗ نے آسمان وزمین کی اس عظیم الشان اور حکمتوں بھری کائنات کو چھ ادوار میں پیدا فرمایا، اور یہی تقاضا ہے اسکی حکمتِ بالغہ اور اسکی سنتِ تدریج کا، سبحانہ وتعالیٰ، پس اس سے وہ معروف دن بہرحال مراد نہیں ہوسکتے جو

سورج کے طلوع وغروب کے اعتبار سے بنتے ہیں۔ کیونکہ آسمان وزمین کی پیدائش سے قبل یہ معروف دن تو بہرحال موجود نہ تھے۔ رہ گئی یہ بات کہ اس نے آسمان وزمین کی اس کائنات کو چھ دنوں میں کیوں پیدا فرمایا؟ جبکہ اس کی قدرت ''کن فیکون'' کی قدرت ہے؟ تو اس کی حکمتوں کو وہی وحدہ لاشریک جانے۔ البتہ یہ بات اسکی حکمتِ بالغہ کا ایک اہم مقتضیٰ ہے، تاکہ اسطرح دنیا غور وفکر سے کام لے، اور حضرت خالق حکیم جل جلالہٗ کی قدرت وحکمت کے مظاہر کو دیکھ کر اس کی معرفت کے نور سے سرشار ہو سکے ورنہ اگر وہ قادر مطلق اس کائنات کو اپنے ایک ہی حکم کُنْ سے پیدا فرما دیتا تو پھر کسی کیلئے غور وفکر کا کیا موقع ہوتا؟ نیز اس سے انسان عَجُول وجَجُول کو تدریج وثانی کا درس عظیم بھی دیا گیا ہے کہ جب اللہ پاک نے قادرِ مطلق ہونے کے باوجود اس کائنات کو یکدم نہیں بلکہ اتنی مدت میں پیدا فرمایا تو انسان ضعیف البنیان کو بھی جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ بہرکیف چھ دنوں سے مراد چھ خدائی دن ہیں اور آگے اس بات کی تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کا ایک دن تمہاری گنتی کے لحاظ سے ایک ہزار برس کا ہوتا ہے۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ آسمانوں اور زمین اور انکے درمیان کی اس کائنات کی تخلیق کسی اتفاقی حادثے یا واقعے کے طور پر نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو نہایت تدریج اور حکمت کے ساتھ وجود بخشا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کوئی کھیل تماشا نہیں بلکہ ایک نہایت ہی بامقصد اور باغایت کارخانہ قدرت ہے سو اس کا تقاضا ہے کہ ایک ایسا یومِ حساب بپا ہو، جس میں لوگوں سے ان کے کئے کرائے کا حساب کیا جائے اور ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کئے کرائے کا صلہ وبدلہ اور اس کا پھل پائے، تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور بدرجۂ تمام وکمال پورے ہوں اور تخلیق کائنات کے مقصد کا تحقق ہو سکے، سو وہی یومِ عظیم یوم قیامت ہے، جس نے اپنے وقتِ موعود مقرر پر بہرحال آکر اور بپا ہو کر رہنا ہے۔ جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس سے متعلق ارشاد فرمایا گیا ﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا﴾ الآیۃ (المومن۔) سو کائنات کی اس کھلی کتاب میں صحیح طریقے سے غور وفکر سے کام لینے کے نتیجے میں توحید، رسالت اور آخرت کے تینوں بنیادی عقیدوں کی قطعیت واضح ہو جاتی ہے، اور اصل حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے، اللہ توفیق بخشے۔ اور ہمیشہ قیامت کے اس یومِ عظیم اور اس کے تقاضوں کو یاد رکھنے اور اس کیلئے تیاری کرنے کی توفیق بخشے، اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین

۴ استواء علی العرش اور اس سے مقصود ومراد؟:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ جیسا اسکی شان کے لائق ہے، اس استواء وجلوہ فرمائی اور جلوہ فروزی کی کیفیت کیا ہے؟ اس کی تحدید وتعیین ہمارے بس سے باہر ہے۔ ہم تو بس یہی کہہ سکتے ہیں ''کما ینبغی و یلیق بشانہ'' ۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ زمین وآسمان کے اس بے مثال کارخانے کو بنانے اور اس کو وجود بخشنے کے بعد اللہ پاک اس سے کہیں الگ ہو کر نہیں بیٹھ گیا بلکہ اس کی تدبیر بھی وہ خود فرماتا ہے اور اس پر حکم وتصرف بھی اسی کا چلتا ہے کہ جس طرح اس کا خالق وہی ہے اسی طرح اس کا مالک اور اس میں حاکم ومتصرف بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ استواء سے متعلق ضروری تفصیل اس سے پہلے سورۂ اعراف، یونس اور ہود وغیرہ میں گزر چکی ہے۔ بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ جس طرح اس حکمت بھری کائنات کا خالق ومالک بلاشرکتِ غیرے وہی وحدہ لاشریک ہے اسی طرح اس میں حاکم ومتصرف بھی تنہا وہی ہے۔ سو نہ اس کائنات کی تخلیق میں کوئی اسکا شریک وسہیم ہے اور نہ ہی اسکے حکم وتصرف میں۔ پس اسکی عبادت وبندگی میں بھی کوئی اسکا شریک وسہیم نہیں ہوا۔ سو جب اس کا خالق ومالک وہی ہے تو اس میں حکم وتصرف بھی اسی کا چلے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ۔ ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ۔ (الاعراف ۵۴) یعنی اسی کا کام ہے پیدا کرنا، اور اسی کا کام ہے حکم دینا، پس خالق بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور مالک بھی وہی، اور حاکم ومتصرف بھی وہی، سبحانہٗ وتعالیٰ

شَفِيعٍ ۚ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝٤ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ
کوئی سفارشی، تو کیا تم لوگ سمجھتے نہیں ہو؟ ④ وہی تدبیر فرماتا ہے (اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے)

السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ
ہر کام کی آسمان سے زمین تک، پھر اسی کی طرف چڑھتا ہے وہ کام ایک ایسے عظیم الشان دن میں

كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝٥ ذٰلِكَ
جس کی مقدار ہزار برس ہے (ماہ وسال کی) اس گنتی کے اعتبار سے جو تم لوگ کرتے ہو، ف ۵ ⑤ یہ ہے

۵ **ہر معاملے کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف:** - سو ارشاد فرمایا گیا "اور اسی کی طرف چڑھتا ہے ہر معاملہ ایک ایسے دن میں جسکی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار برس بنتی ہے"۔ یعنی تم لوگ تو اپنے محدود ذہنوں اور ناقص وقاصر پیمانوں کی بنا پر یہ کہتے اور یہ چاہتے ہو کہ ہر چیز کا ردِ عمل فوری طور پر ہی ظاہر ہو جایا کرے۔ مگر اللہ پاک کے پیمانے اتنے وسیع اور اس کے معیار اتنے بلند اور اعلیٰ وارفع ہیں کہ تمہارا تصور وادراک بھی اس کے فہم واحاطہ سے عاجز وقاصر ہے۔ اس کے یہاں کا تو ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔ وہاں کے فیصلے مہینوں اور سالوں کے اعتبار سے نہیں، سینکڑوں اور ہزاروں برسوں کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔ پھر وہ سب اسی کی طرف لوٹتے اور چڑھتے ہیں اور وہی انہیں ادلتا بدلتا ہے۔ جیسا چاہے کرے کہ سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت میں اور اسی کے ارادہ واختیار کے ماتحت ہے۔ اور پھر قیامت کے اس ہولناک دن میں بھی یہ سب کام اسی کے حضور پہنچیں گے جبکہ وہ ان کے بارے میں آخری اور عملی فیصلہ فرمائے گا جو کہ بڑا ہی مہیب اور ہولناک دن ہوگا۔ اور اس کی مدت و مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی۔ ﴿كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ - (المعارج: ۴)۔ پس جلد بازی سے کام لینے کی بجائے تم لوگ اس کے ارشادات پر سچے دل سے ایمان لاکر اپنی دنیا وآخرت کو بنانے اور سنوارنے کی فکر کرو کہ دنیاوی زندگی کی یہ فرصت اور یہ عظیم الشان نعمت پھر کبھی ملنے والی نہیں۔ اللہ توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔ بہر کیف اس ارشاد سے مشرکین کے ایک مشرکانہ وہم کا قلع قمع کر دیا گیا جس میں مشرک لوگ قدیم زمانے میں بھی مبتلا تھے اور آج بھی مبتلا ہیں۔ ان کا کہنا اور ماننا یہ تھا اور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکومت کو صرف آسمان تک محدود رکھا ہے اور زمین کا کام اور اس کا انتظام اس نے اپنے دوسرے مختلف "پیاروں" کے سپرد کر دیا ہے اور اسی بیماری کے جراثیم ان کلمہ گو مشرکوں میں بھی پائے جاتے ہیں جنہوں نے طرح طرح کے ناموں سے دوسری مختلف "سرکاریں" بنا رکھی ہیں اور زمین کے مختلف حصے انہی کے ناموں پر تقسیم کر رکھے ہیں۔ سو اس ارشاد سے اس مشرکانہ واہمے کی جڑ نکال دی گئی اور واضح فرما دیا گیا کہ ہر حکم صادر بھی اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور پھر اس کا رجوع بھی اسی کی طرف ہوتا ہے اور زمین وآسمان کی پوری کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ نہ اس کی تخلیق وتکوین میں کوئی اس کا شریک و سہیم ہے اور نہ ہی اس کے حکم وتصرف میں۔ فَعَلَيْهِ نَتَوَكَّلُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ فِيْ كُلِّ اٰنٍ وَّحِيْنٍ۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦﴾ الَّذِي

(اللہ) جاننے والا ہر نہاں وعیاں کا' (سب پر) غالب' انتہائی مہربان (اور کرم فرمانے والا)، ف۶ ﴿٦﴾ جس نے

أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ

نہایت عمدہ بنایا ہر چیز کو جس کو بھی بنایا، ف۷ اور اس نے انسان کی پیدائش کا آغاز فرمایا

مِنْ طِينٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ

مٹی سے، ف۸ ﴿٧﴾ پھر اس نے رکھ دیا اس کی نسل کو ایک (نہایت ہی پر حکمت طریقے سے) ف۹ ایک بے قدرے پانی کے

مَهِينٍ ﴿٨﴾ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ

ست میں، ف۱۰ ﴿٨﴾ پھر اس نے برابر کر دیا اس (کے اعضاء و جوارح) کو، (رحم مادر کے اندھیرے میں) ف۱۱ اور پھونک دیا اس کے اندر اپنی

لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ﴿٩﴾

روح میں سے، ف۱۲ اور اس نے نواز دیا تمہیں کانوں' آنکھوں، اور دلوں کی (عظیم الشان نعمتوں) سے، ف۱۳ بہت ہی کم شکر کرتے ہو تم لوگ ﴿٩﴾

ف۶ **اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کا حوالہ و ذکر:** - سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ یہ ہے - اللہ - جو اس شان کا مالک ہے۔ وہی خالق و مالک اور معبود برحق ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ ہے - اللہ - ایک برابر جاننے والا نہاں وعیاں کا، سب پر غالب نہایت ہی مہربان"۔ یعنی دنیا والوں کی طرح نہیں کہ کچھ عرصے کے لئے تھوڑا اور معمولی سا کوئی اقتدار کہیں مل گیا تو اس کے نشے میں چور ہو کر دوسروں کو دبانا اور ان پر مظالم ڈھانا شروع کر دیئے۔ بلکہ اسکی شانِ اقدس واعلیٰ یہ ہے کہ وہ سب پر اور ہر طرح سے اور ہمیشہ کے لئے غالب ہونے کے باوجود انتہائی مہربان بھی ہے۔ اس کی رحمت چار سو پھیلی ہوئی ہے اور وہ ایسا مہربان ہے کہ وہ جرم و قصور پر فوراً نہیں پکڑتا بلکہ سچی اور خالص توبہ پر وہ اپنے بندے کے زندگی بھر کے تمام گناہوں کو یکسر معاف فرما دیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ صرف اسی وحدہ لاشریک کی صفت اور اسکی شان ہے - سبحانہ وتعالیٰ - دوسری کوئی بھی ہستی ایسی نہ ہے نہ ہو سکتی ہے جو اسکی ان صفات میں سے کسی بھی صفت میں شریک و سہیم ہو سکے - سبحانہ وتعالیٰ - سو وہی ہے جو نہاں وعیاں کو ایک برابر جاننے والا ہے۔ اور وہی ہے جو اپنی کائنات اور اپنی مخلوق کے ظاہر و باطن اور اس کے تمام اسرار و رموز سے واقف و آگاہ ہے۔ بھلا خالق بھی اگر اپنی مخلوق کے اسرار سے واقف نہیں ہوگا تو پھر اور کون واقف ہوگا جبکہ وہی ہے جو لطیف و خبیر ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر صاف اور صریح طور پر اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے - ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ - (الملک: ۱۴)۔ سو وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک معبودِ برحق ہے اور عبادتِ و بندگی کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل اسی کا اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے - اس کے اس حق میں نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ ہو سکتا ہے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک نہ ہے، نہ ہو سکتا ہے - سبحانہ وتعالیٰ -

۷ اللہ تعالیٰ کی ہر تخلیق نہایت عمدہ، سبحانہٗ وتعالیٰ : -سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اس کی ہر تخلیق نہایت عمدہ ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ -سو ارشاد فرمایا گیا "جس نے جس چیز کو بھی پیدا فرمایا نہایت عمدہ بنایا"۔ اور ایسا عمدہ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہر چیز اپنے مقصدِ وجود کی ادائیگی کے لئے اس قدر موزوں ومناسب ہے کہ ہمارے لئے اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ آپ اپنے کان، اپنی آنکھ، اپنی ناک وغیرہ وغیرہ میں سے کسی ایک کو ہی دیکھ لیجئے۔ اس میں غور کیجئے تو آپ کو کچھ اندازہ ہوگا خداوندِ قدوس کی اس بے مثال قدرت و صناعی کا جس کے ایک سے ایک بڑھ کر مظاہر خود آپ کے جسم کے اندر اور آپکے ارد گرد ہر طرف پھیلے بکھرے موجود ہیں -فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ -سو اسکی کائنات میں سے جس چیز پر بھی غور کیا جائے اس سے اسکی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور رحمت و ربوبیتِ شاملہ کا پتہ چلتا ہے۔ سو اسی سے غور وفکر کرنے والے پر یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ جو ذات ایسی قادرِ مطلق، ایسی حکیمِ مطلق اور اس قدر لطیف وخبیر اور رحمان ورحیم ہے اسکے بارے میں کسی بھی طرح یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے اس کائنات کو یوں ہی بیکار اور بے مقصد بنا دیا ہو- تبارک وتعالیٰ -پس ضرور ہے کہ اس دنیا کے بعد ایک ایسا دن آئے جس میں حق وباطل کے درمیان فرق وتمیز ہوسکے اور اسکے نیکوکار بندے اسکے انعام سے سرفراز ہوسکیں اور باغی وسرکش اپنے کیے کرائے کی پوری سزا و جزا پاسکیں۔ سو وہی ہے قیامت کا دن جس نے اس دنیا کے بعد بہرحال بپا ہوکر رہنا ہے۔ تاکہ عدل وانصاف کے تقاضے بدرجہ تمام وکمال پورے ہوسکیں اور اس پر حکمت کائنات کے مقصدِ وجود وتخلیق کی حکمت پوری ہوسکے۔ ورنہ یہ سارا کارخانہ ہست وبود عبث وبیکار قرار پاتا ہے- والعیاذ باللہ العظیم

۸ تخلیق انسان قدرت کا ایک عظیم الشان شاہکار : -سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کی تخلیق مٹی سے قدرت کا ایک عظیم الشان شاہکار ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور اس نے انسان کی تخلیق کا آغاز فرمایا مٹی سے"۔ کہ ابوالبشر حضرتِ آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ پھر اس کے بعد ہر انسان جس نطفے سے بنتا ہے وہ غذا و خوراک سے پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان کے کام آنے والی یہ غذا و خوراک جو طرح طرح کے الوان و اشکال پر مشتمل ہے، اسی مٹی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اسطرح بھی انسان کی تخلیق و پیدائش بالواسطہ طور پر اسی مٹی سے ہوتی ہے۔ اور یہ سب کچھ اسی کی قدرتِ کاملہ ، حکمتِ بالغہ اور عنایتِ شاملہ کا ایک عظیم الشان مظہر اور کھلا ہوا نشان ہے۔ سو جب اس کی ان اور ان صفات میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک کس طرح ہوسکتا ہے؟ سو سوچو اور غور کرو اے عقلمندو کہ کہاں پاؤں تلے روندی جانے والی یہ بے حس اور بے جان مٹی اور کہاں اس سے وجود پذیر ہونے والا اعقل وخرد کی روشنی رکھنے والا یہ انسان جو اس پوری کائنات کا مخدوم ومطاع اور اپنے خالق و مالک کی صنعتِ تخلیق کا شاہکار ہے۔ سو اسکی عظیم الشان اور بے مثال قدرت کا نمونہ دیکھنے کیلئے تم لوگوں کو کہیں دور اور باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنے ہی نفوس میں جھانک کر دیکھ لو تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی۔ سو اس سب کے باوجود اپنے اس خالق و مالک سے اعراض وروگردانی یہ کس قدر بے انصافی اور کتنی بڑی ناشکری اور ظلمِ عظیم ہے- والعیاذ باللہ- اور اسکے باوجود اس نے اپنے ایسے باغیوں اور سرکشوں کو جو ڈھیل دے رکھی

ہے یہ کس قدر حلم ہے اس ذاتِ اقدس واعلیٰ کا اور یہ اسکے سوا اور کسی کیلئے ممکن ہی نہیں۔ فسبحان اللہ رب العالمین۔ سو انسان کی تخلیق مٹی سے قدرت کا ایک عظیم الشان شاہکار بھی ہے اور اس میں بڑا سامانِ عبرت وبصیرت بھی ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو دل کی آنکھوں سے دیکھتے اور غور وفکر سے کام لیتے ہیں ورنہ اندھوں بہروں کے لئے نہ کوئی سامان ہے نہ ہو سکتا ہے، پس اصل ضرورت آنکھیں کھولنے کی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید وھوا الھادی الی سواء السبیل ، سبحانہٗ وتعالیٰ۔

٩ انسانی نسل کی حفاظت و بقاء کے نہایت کا حوالہ وذکر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر اس نے رکھ دیا اس کی نسل کو ایک بے قدرے پانی کے ست اور خلاصے میں"۔ سو اس ارشاد میں انسانی تخلیق و پیدائش کے محیر العقول نظام میں دعوتِ غور وفکر ہے۔ سو ذرا سوچو اور غور کرو اے غفلت کے مارے انسانو! کہ ایسا گلا سڑا بدبودار اور ناپاک پانی کہ اس کے نکلنے سے انسان نجس و ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے مسجد میں داخلہ ممنوع، نماز پڑھنا منع اور وہ قرآنِ پاک کی تلاوت نہیں کر سکتا تاوقتیکہ غسل نہ کر لے۔ پاک صاف نہ ہو جائے۔ سو اس ناقدرے مہین اور گندے پانی سے انسان جیسی اس عظیم الشان اور اشرف المخلوقات کو پیدا کر دینا اس وحدہ لاشریک کی قدرت وعنایت کا کس قدر عظیم الشان کرشمہ ہے۔ پھر بھی اس سے غفلت وروگردانی کس قدر بڑا ظلم اور کتنی بڑی بے انصافی ہے۔ سو سوچو کہ کیسی قدرت اور حکمت ہے اس خالق و مالک کی جس سے اس نے انسانی تخلیق و پیدائش کے اس محیر العقول نظام کو جاری وساری فرمایا ہے۔ اور کیا حق ہے اس کا اس کے بندوں پر اور کیا صورت ہو سکتی ہے اس کے اس حقِ واجب کی ادائیگی کی؟ سو ان تمام اہم اور بنیادی سوالات کے جوابات اس کتابِ حکیم قرآن مجید اور اس کے رسول امین کی سنت کے سوا اور کہیں سے ملنا ممکن نہیں، پس جو لوگ اس کتابِ حکیم پر ایمان ویقین سے محروم ہیں وہ سراسر اندھیروں میں ہیں، خواہ دنیاوی اور مادی اعتبار سے وہ ترقی کے کتنے ہی زینے کیوں نہ طے کر چکے ہوں، سو علم اور روشنی کا منبع ومصدر وحی خداوندی یعنی قرآنِ حکیم اور سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ ہی ہیں، ان سے محرومی ہر چیز سے محرومی ہے، اور ان سے سرفرازی سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے ۔ اللھم ربنا الھمنا مراشد امورنا واعذنا من شرور انفسنا بکُلّ حالٍ مِّنَ الاحوال،۔

١٠ انسان کی تخلیق ایک بے قدرے پانی کے سَت سے:۔ لفظ "سُلالہ" کا معنیٰ ومفہوم ہے ست اور خلاصہ۔ سو اس سے انسانی وجود کی تکوین وتکمیل اور اس کے حیرت انگیز مراحل قدرت کی عظمتِ شان کے اور عظیم مظاہر ہیں۔ "سلالہ" اصل میں کہتے ہیں کسی چیز کے "خلاصہ"، "نچوڑ" اور "ست" کو۔ سو اب ذرا غور کیجئے اس "سلالۃ" اور "خلاصہ" میں، جس سے انسان کی تخلیق اور اس کے وجود کا آغاز ہوتا ہے کہ کیا کیا غذائیں یہ انسان کھاتا ہے اور ان سے کس کس طرح چھٹ چھٹا کر اور چھن چھنا کر وہ خون پیدا ہوتا ہے جس پر اس کی زندگی کا مدار وانحصار ہے۔ پھر کس طرح اس خون سے چھٹ چھٹا کر وہ مادۂ تولید پیدا ہوتا ہے جس سے انسانی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر اس قطرۂ منویہ میں کس حیرت انگیز طریقے سے بے شمار قسم کے وہ باریک باریک جرثومے رکھ دیئے

جاتے ہیں جو خوردبین کے بغیر نظر بھی نہیں آسکتے مگر قدرت کی صناعی کا حیرت انگیز کمال دیکھئے کہ اس باریک جرثومے کے اندر باپ کی پوری تصویر پنہاں ہوتی ہے۔یہاں تک کہ اس کا رنگ، اس کی شکل، اسکی صلاحتیں اور اسکی خصلتیں وغیرہ تک اسکے اندر موجود ہوتی ہیں۔اور اسی کے مطابق وہ سب اسکی اولاد میں ظاہر ہوتی ہیں۔جیسا باپ ہوگا ویسی ہی اس کی اولاد ہوگی۔پھر وہ جرثومہ بیضۂ انثوی سے مل کر رحمِ مادر کی دیوار سے جا کر چپک جاتا ہے اور اندھیرا در اندھیرا کے اس ماحول میں وہ ایک سے دوسری شکل اختیار کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک کامل انسان کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔سو یہ اُس قادرِ مطلق کی کس قدر عظیم الشان حکمت، قدرت، رحمت اور عنایت کا مظہر ہے۔پھر کس قدر ظالم اور کتنے ناشکرے اور بے انصاف ہیں وہ لوگ جو اس سب کے باوجود اس خالق و مالک سے منہ موڑ کو دوسری فرضی وہمی اور بے حقیقت چیزوں کے آگے جھکتے اور ان ہی کی خدائی کا دم بھرتے ہیں؟ - والعیاذ باللہ العظیم - سو غور کرنے والوں کے لیے خود اپنی جانوں کے اندر عظیم الشان دلائل ہیں حضرتِ خالق - جل مجدہ - کی قدرتِ مطلقہ حکمتِ بالغہ اور اسکی رحمت وعنایتِ فائقہ کے، بشرطیکہ انسان صحیح طور پر غور وفکر سے کام لے فَبِاللہ التوفیق لما یُحِبّ ویرید، وعلیٰ ما یحب ویرید،

۱۱ انسانی اعضاء وجوارح کا تسویہ بطنِ مادر کے اندھیروں میں: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر اس نے اسکو برابر کر دیا یعنی بطنِ مادر کے تہ درتہ اندھیروں میں اور اس طرح کہ اس میں کسی اور کا کوئی اثر اور عمل دخل نہیں ہوتا یہاں تک کہ خود اس ماں کو بھی کچھ خبر تک نہیں ہوتی جس کے پیٹ کے اندر اس قدر حکمت اور باریکی کے ساتھ جنین کی یہ صورت گری ہو رہی ہوتی ہے۔بلکہ یہ سب کچھ وہ قادرِ مطلق تنہا اور خود بخود کرتا ہے۔جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ﴾ - (آل عمران:٦) یعنی "وہ اللہ وہی ہے جو تمہاری صورت گری فرماتا ہے جیسے چاہتا ہے"۔اور "سوی" کا لفظ "تسویہ" سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ کسی چیز کو سنوارنے اور اسکی نوک پلک درست کرنے کے آتے ہیں جس کو تکمیلی یا اتمامی عمل کہا جاتا ہے۔اور دورِ حاضر کی اصطلاح یا آرٹ کی زبان میں اسکو Finishing یا FinalTouch کہا جاتا ہے۔اور اسی کو عربی زبان میں "اللمسات الاخیرۃ" کہا جاتا ہے۔سو اس قادرِ مطلق - سبحانہ وتعالیٰ - نے مٹی سے بنے ہوئے اس انسان کی تکوین وتخلیق کے اس تیسرے دور میں اسکی نوک پلک سنواری اور اس تمام عمل کی تکمیل رحمِ مادر کے اس تنگ وتاریک ماحول میں فرمائی جس میں کسی طرح کی روشنی کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔بلکہ اندھیرا در اندھیرا اور - ﴿فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ﴾ - کا منظر ومصداق تھا۔اور یہ سب کام اس وحدہ لاشریک نے بلاشرکتِ غیرے تنہا خود کیا تو پھر اس کے حقِ عبادت وبندگی میں کسی کی شرکت کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے؟ پس معبودِ برحق وہی اور صرف وہی وحدہٗ لاشریک ہے، اور عبادت وبندگی کی ہر قسم اور اسکی ہر شکل اسی کا حق ہے۔سبحانہٗ وتعالیٰ۔

۱۲ انسانی وجود میں نفخِ روح کی رحمت وعنایت کا ذکر وبیان: - سو ارشاد فرمایا گیا "پھر اس نے پھونک دیا اسکے اندر اپنی روح میں سے"۔یعنی اپنی طرف سے اس کے اندر روح پھونک دی۔جس سے اس کے جسم کے اندر حرکت اور جان آ گئی۔سو

روح کی اضافت حضرتِ حق جل مجدہ کی طرف تعظیم وتشریف کے لئے ہے کہ یہ اُس واہبِ مطلق جل وعلا کی طرف سے ایک عظیم الشان عطیہ واحسان ہے جس سے اس نے اس انسان کونوازا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اپنی روح اس کے اندر پھونک دی۔ (ابوالسعود، الاساس، الصفوۃ وغیرہ)۔ بہرکیف یہ روح ایک خاص روح ہے جسکو حضرتِ حق جل مجدہ نے اپنے خاص فضل وکرم سے انسان کے اندر پھونکا ہے۔ جس کو ملکوتی روح سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو حیوانی روح کے علاوہ ہے۔ اور حیوانی روح اس کیلئے بمنزلہ مرکب اور سواری کے ہے۔ اور اسی روح ملکوتی اور نور یزدانی سے انسان کے اندر سمع وبصر اور عقل وفواد میں وہ روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے اس انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور اس نور سے اگر وہ محروم ہوجائے۔ والعیاذ باللہ۔ تو پھر اس کا باطن بھی اسی طرح تیرہ وتار ہوجاتا ہے جس طرح کہ دوسرے حیوانات کا ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں کے کان اور انکی آنکھیں اور ان کے دل اسی طرح کے ہوجاتے ہیں جس طرح کے دوسرے حیوانات کے ہوتے ہیں۔ اور اسکے نتیجے میں ایسے لوگوں کے دل ودماغ اور ان کے سمع وابصار ادراکِ حق وہدایت کی اہلیت وصلاحیت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس ارشاد سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تسویہ اور نفخ روح سے پہلے انسان ایک حیوانی دور میں تھا اور اپنے وجود کے اس دور میں انسان حیوانات کی طرح ایک ناتراشیدہ مخلوق اور بصیرت وادراک سے محروم چیز تھا۔ پھر قدرت کی رحمت وعنایت سے تسویہ کے ذریعے اس کے ظاہر کو سنوارا اور نکھارا گیا۔ اور نفخ روح کے ذریعے اس کے باطن کو منور وروشن کیا گیا۔ سو کتنے کتنے اور کیسے کیسے احسانات ہیں اس خالقِ کل، مالکِ کل مختارِ مطلق اور فاطرِ فطرت کے جن سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا اور سرفراز فرمایا ہے جبکہ یہ انسان ایک مضغہ محض تھا تو اس ربّ رحمٰن ورحیم نے یہ سب کچھ محض اپنے فضل وکرم بے پایاں سے فرمایا۔ فللہ الحمد رب العالمین بکل حال من الاحوال۔

۱۳ **حصولِ علم وادراک کے ذرائع سے سرفرازی کا ذکر وبیان:** سو ارشاد فرمایا گیا "اور اسی نے نوازا تم سب کو کانوں، آنکھوں اور دل ودماغ کی عظیم الشان نعمتوں سے"۔ جو کہ عظیم الشان ذرائع ووسائل ہیں حصولِ علم ومعرفت اور اکتسابِ فیض کے۔ اور اِن عظیم الشان نعمتوں اور عنایتوں سے اس واہبِ مطلق نے تمہیں از خود اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے۔ اور بغیر تمہاری طرف سے کسی درخواست واپیل کے نوازا ہے۔ جو کہ کرم بالائے کرم ہے۔ سو اس سب کا تقاضا تو یہ تھا اور یہ ہے کہ تم لوگ دل وجان سے اس کے آگے جھک جاتے اور ہمیشہ جھکے ہی رہتے مگر تم ہو کہ اس سب کے برعکس کفر وشرک اور بغاوت وسرکشی کی راہ پر چل رہے ہو۔ سو تم لوگ کس قدر ناشکرے اور کتنے بے انصاف ہو۔ ﴿ فَقَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی سے واضح ہوجاتا ہے کہ تسویہ اور نفخِ روح سے پہلے انسان پر ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ یہ حیوانات کی طرح ناتراشیدہ اور بصیرت وادراک سے محروم تھا۔ جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں بھی گزرا۔ سو اس دور کے بعد اس کو تسویہ اور نفخِ روح کے شرف سے نوازا گیا۔ سو تسویہ نے اسکے ظاہر کو سنوارا بنایا اور نفخ روح نے اسکے باطن کو منور ومعمور کیا۔ اب اسکو باقی اور محفوظ رکھنا اور اسکو گھٹانا یا بڑھانا انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال،

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ

اور کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مرکر) زمین میں نیست ونابود ہو جائیں گے، تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پھر

جَدِیْدٍ ۵ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ

پیدا کیا جائے گا؟ ۱۴ (اور بات صرف تعجب ہی کی نہیں) بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے ہی منکر ہیں، ۱۵ (۱۰) (ان سے) کہو

يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ

کہ تمہاری جان پوری کی پوری قبض کرتا ہے موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، ۱۶ پھر تم سب

اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ

کو بہر حال اپنے رب ہی کے حضور لوٹ کر جانا ہے، ۱۷ (۱۱) اور اگر تم (اس وقت کا حال) دیکھ سکو کہ جب مجرم لوگ اپنے رب کے

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا

حضور اپنے سروں کو جھکائے (کھڑے) ہوں گے، (اور نہایت ہی حسرت ولجاجت کے ساتھ عرض کر رہے ہوں گے کہ) اے ہمارے

وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ

رب اب ہم نے خوب دیکھ اور سن لیا، پس تو ہمیں واپس بھیج دے (دنیا میں) تاکہ ہم نیک کام کریں کہ اب ہمیں پورا یقین آگیا ہے ۱۸ (۱۲)

۱۴ **منکرین کے اِنکار و اِستعجاب کا ذکر وبیان** :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ منکر لوگ بطور انکار واستعجاب کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مرمٹ کر زمین میں کھو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا؟"۔ استفہام تعجب وانکار کے لئے ہے۔ یعنی ان لوگوں کے نزدیک ایسے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کی عقلِ ناقص اور فہمِ قاصر سے یہ بات بعید اور بہت بعید ہے کہ انسان مر کر اور مٹی میں کھو اور کھپ جانے کے بعد پھر زندہ ہو جائے۔ اور انسان کے لئے تو واقعی یہ ایک ناممکن اور انہونی بات ہے لیکن یہاں بات انسان ضعیف البنیان اور اس کی محدود ومختصر کھوپڑی اور اسکی عاجز وقاصر عقل وفکر کی نہیں کہ اسکے اعتبار سے تو واقعی یہ امر مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ سو یہاں معاملہ انسان کا نہیں بلکہ انسانوں کے اس خالق ومالک کا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور جس کی شان - ﴿عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ - کی ہے اور جسکے یہاں اسکے لئے نہ کوئی اسباب ووسائل درکار ہونگے اور نہ ہی کسی غور وفکر اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہوگی۔ بلکہ ایک حکم وارشاد کی ضرورت ہوگی اور بس۔ جونہی حکم ہوگا یہ سب کے سب حشر کے کھلے میدان میں آموجود ہونگے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۵ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾ - (النازعات : ۱۳-۱۴) - "وہ محض ایک جھڑکی اور ڈانٹ ہوگی جسکے نتیجے میں وہ سب کے سب میدان میں آموجود ہونگے"۔ نیز اس کام کیلئے کسی لمبی چوڑی مدت اور کسی بڑے وقت کی بھی کوئی ضرورت نہ ہوگی بلکہ یہ سب کچھ محض ایک لمحہ بھر میں تکمیل پذیر ہو جائیگا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد

فرمایا گیا- ﴿وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ﴾- (النحل:۷۷)-سبحان اللہ!-کیا کہنے اس قدرت اور عظمت کے؟-فسبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم - بہرکیف یہ ان لوگوں کی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ ہے کہ اللہ پاک نے تو ان کو سمع وبصر اور عقل وخرد کی دولت سے نوازا تھا کہ یہ غور وفکر سے کام لیکر آخرت پر یقین کریں۔اس کیلئے تیاری کریں۔ اور اس طرح یہ دارین کی سعادت وسرخروئی اور حقیقی وابدی فوز وفلاح سے سرشار وفائز المرام ہوں۔لیکن یہ الٹا اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس طرح اپنی محرومی اور اس کے داغ کو اور پکا کرتے ہیں مگر ان کو اس کا شعور واحساس ہی نہیں-والعیاذ باللہ العظیم-

۱۵ انکارِ آخرت محرومیوں کی محرومی اور خرابیوں کی خرابی-والعیاذ باللہ-: سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ خداوندِ قدوس کی اتنی شانیں اپنے وجود کے اندر اور باہر دیکھنے کے بعد کسی انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔اس لیے ان کو کوئی اشتباہ نہیں۔لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات ہی کے منکر ہیں۔اس لئے انکارِ آخرت کی بنا پر یہ لوگ غیر سنجیدہ، لاپروا اور نڈر ہوگئے ہیں۔اور اس وجہ سے یہ حق بات سننے ماننے اور اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے اور ان کے نزدیک دنیا کا متاعِ فانی اور حطامِ زائل ہی سب کچھ ہے۔یہ اسی کے لئے جینے اور مرنے کے عادی بن گئے ہیں-والعیاذ باللہ العظیم-ورنہ اگر یہ صحیح معنیٰ میں غور وفکر سے کام لیتے تو آخرت پر ایمان ویقین سے ان کیلئے کوئی مانع نہیں تھا اور یہ اسکو کبھی بعید نہ سمجھتے۔لیکن یہ لوگ اصل میں اسکو ماننا چاہتے ہی نہیں اور اسکو تسلیم کرنا ان کیلئے بڑا شاق ہے۔اس لیے یہ اس سے گریز وفرار کیلئے اس طرح کے حیلے بہانے ڈھونڈتے ہیں کیونکہ عقیدۂ آخرت کو ماننے اور تسلیم کرنے سے ان پر جو بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو یہ اپنانے اور ادا کرنے کے لیے تیار نہیں۔اس لیے یہ لوگ خدا کے حضور پیشی اور اعمال کی جوابدہی کے منکر ہیں اور اس چیز کو ماننا اور تسلیم کرنا ان پر بہت شاق ہے۔اس لیے یہ اس سے گریز وفرار کے لیے ایسے حیلے بہانے ڈھونڈتے اور طرح طرح کی حجت بازیوں اور سخن سازیوں سے کام لیتے ہیں-والعیاذ باللہ العظیم-اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ وضلال سے ہمیشہ محفوظ رکھے، اور اپنی رضاء کی راہوں پر ہی گامزن رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین، یارب العالمین،

۱۶ انسان کی شخصیت میں اصل چیز اسکی روح اور جان ہی ہے:-سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ تمہاری جان پوری طرح قبض کرتا ہے موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر ہے"۔یعنی زمین میں نیست ونابود تو تمہارا وہ جسم ہوتا ہے جو کہ اسی مٹی سے بنا ہوتا ہے نہ کہ وہ روح جو کہ عالمِ بالا سے آئی ہوتی ہے۔اور جسم وروح کے ان دونوں ترکیبی عناصر میں اصل چیز جسمِ خاکی نہیں بلکہ روحِ عالی ہی ہوتی ہے۔اسی لئے اس کے نکل جانے کے بعد اس جسدِ خاکی کو فوری طور پر مٹی میں دفن کردیا جاتا ہے۔حالانکہ اس وقت بھی وہ بعینہٖ وہی جسم ہوتا ہے جو کہ اس سے پہلے ہوتا ہے۔صرف اس سے روح نکل جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ تمہاری زندگی کے لئے اصل چیز تمہاری وہ روح ہے جو تمہارے اس جسم کے اندر کارفرما ہوتی ہے۔اور وہ زمین میں نیست ونابود ہونے کی چیز نہیں۔بلکہ اس کو تو ملک الموت پورے کا پورا اس طرح قبض اور وصول کرلیتا ہے کہ تمہارے جسم میں اس کا کوئی حصہ اور کوئی ذرہ باقی نہیں رہتا۔یہ جسم

تو اسکے لئے محض ایک مسکن، سواری اور مظہر ہے۔ اور کل آخرت کے اس جہاں میں، اس روح کو دوبارہ جسم میں ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ ﴿وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى﴾۔ (النجم:۴۷)۔ سو یہ خیال بالکل غلط اور کئی طرح کی گمراہیوں کا باعث اور سبب ہے کہ انسان مرنے سے بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ نہیں بلکہ وہ ایک دوسرے جہاں میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اور وہاں اس کے اپنی دنیاوی زندگی کے کئے کرائے کا صلہ و بدلہ پانا ہوتا ہے، جو کہ تقاضا ہے عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم کا۔

۱۷ **سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ**:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر تم سب کو بہرحال اپنے رب کے حضور ہی لوٹ کر جانا ہے"۔ جہاں پر ہر کسی نے اپنے زندگی بھر کے کئے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ پانا ہے۔ نیکی کا بدلہ وہاں کی ابدی نعمتوں کی شکل میں اور برائی کا بدلہ وہاں کے ہولناک عذابوں کی شکل میں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور "پھر تمہیں بہرحال اپنے رب ہی کی طرف لوٹایا جائے گا" کے اس ارشادِ ربانی سے کئی اہم اور بنیادی امور کو واضح فرمادیا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ تم سب کو اپنے رب کے حضور بہرحال حاضر ہونا ہوگا۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے اسے اسکے رب کے حضور بہرحال حاضر ہونا ہے۔ اس سے اس کو کوئی بھی چھڑا یا بچا نہیں سکے گا۔ اور جو لوگ اپنے مزعومہ اور خود ساختہ سفارشیوں پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں وہ بڑے سخت خسارے میں پڑے ہیں۔ دوسرے یہ کہ تمہارا رجوع تمہارے اپنے رب ہی کی طرف ہوگا نہ کہ کسی اور کی طرف۔ نہ آواگون وغیرہ قسم کی کوئی چیز ہوگی اور نہ یہ کہ تم لوگ یونہی مرمٹ کر ختم ہو جاؤ گے۔ اور تیسری بات یہ کہ تم لوگ آئے بھی وہیں سے ہو اور تم نے لوٹ کر جانا بھی آخر کار وہی ہے، اور بہرحال جانا ہے، خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى﴾۔ (العلق:۸)۔ یعنی تم نے آخر کار بہرحال اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے؟ اور وہاں پہنچ کر تم نے اپنے کئے کرائے کا صلہ و بدلہ پانا ہے۔

۱۸ **منکرین کی قیامت کے دن کی حسرت کا ایک منظر**:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر تم کسی طرح اس وقت کا حال دیکھ سکو جبکہ مجرم لوگ اپنے رب کے حضور اپنے سروں کو جھکائے کھڑے ہونگے اور نہایت حسرت اور لجاجت کے ساتھ کہہ رہے ہونگے کہ اے ہمارے رب اب ہم نے خوب دیکھ اور سن لیا۔ پس تو ہمیں واپس دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم نیک کام کریں کہ اب تو ہمیں پورا یقین آ گیا"۔ کہ اب تو ہم نے عالمِ غیب اور آخرت کے ان تمام حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جن کی خبر حضرات انبیائے کرام ۔علیہم الصلوۃ والسلام۔ دیا کرتے تھے۔ مگر ایسا ایمان و یقین جو کہ مشاہدہ کے بعد حاصل ہو، ہمارے یہاں مطلوب و مقبول ہی نہیں۔ یہاں تو مطلوب وہ ایمان ہے جو کہ ایمان بالغیب ہو اور جسکی جگہ دنیاوی زندگی کی وہ فرصت تھی جو کہ اب تمہارے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ سو منکرین اس جہاں میں ایمان و یقین کا دعویٰ بھی بڑے زور و شور سے کریں گے اور واپس دنیا میں بھیجے جانے کی درخواست بھی۔ لیکن ان میں سے کسی بھی چیز کا ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکے گا کہ اب نہ ان کے واپس آنے کی کوئی صورت ممکن ہو سکے گی اور نہ عمل کا کوئی موقع مل سکے گا اور نہ انکی ایسی کسی درخواست کی کوئی شنوائی ہو سکے گی۔ سو ان تمام حقائق سے آگہی کے باوجود جو لوگ اپنے کفر و انکار پر اڑے ہوئے ہیں وہ بڑے ہی بدبخت ہیں، والعیاذ باللہ۔

شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ

حالانکہ اگر ہمیں (مشاہدہ واضطرار کا ایسا ایمان) منظور ہوتا، تو ہم ہر شخص کو اس کی ہدایت کبھی کے دے چکے ہوتے، ف١٩ مگر اب تو (ان پر) پکی ہو گئی

الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

میری بات کہ میں نے ضرور بھرنا ہے جہنم کو جنوں اور انسانوں

اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ

سب سے، ف٢٠ ﴿١٣﴾ سو (اس وقت ایسوں سے کہا جائے گا کہ) اب چکھو تم لوگ مزہ (اس عذاب کا) ف٢١ اس بناء پر کہ تم نے بھلا دیا تھا اپنے اس

اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ

(عظیم الشان) دن کی پیشی کو اب ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں، اور اب تم چکھو عذاب ہمیشہ کا، اپنے ان کرتوتوں کی پاداش میں

تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا

جو تم (زندگی بھر) کرتے رہے تھے، ف٢٢ ﴿١٤﴾ ہماری آیتوں پر ایمان تو بس وہی لوگ رکھتے ہیں (جن کی شان یہ ہوتی ہے کہ) جب ان کو نصیحت

١٩ یاس اور مجبوری کا ایمان نہ مفید ہے، نہ مطلوب: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر ہم چاہتے تو - ایسی مجبوری کی - ہدایت ہر کسی کو دے دیتے کہ ان کو دنیا میں پیدا ہی ایمان کی حالت میں کر دیتے یا ان کو کوئی ایسی نشانی دکھا دیتے کہ اس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جاتیں اور یہ سب ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ﴾ - (الشعراء:٤) مگر ایسے میں پھر امتحان کیا ہوتا؟ آزمائش کے معنیٰ کیا رہ جاتے؟ سزا و جزاء کیونکر ہوتی؟ اس لیے ایسا جبری ایمان مطلوب ہی نہیں۔ بلکہ مطلوب وہ ایمان ہے جو انسان کی اپنی رضا و رغبت اور اس کے اطمینان و قناعت سے ہو اور جس کا موقع حیاتِ دنیا کی فرصتِ مستعار ہے کہ اس میں لایا جانے والا ایمان، ایمان بالغیب ہے اور وہی مطلوب و مقصود اور مفید و بار آور ہے۔ مجبوری کا ایمان نہ مفید ہے نہ مطلوب، اور ایمان بالغیب کا اس دنیاوی زندگی، اور اسکی فرصتِ محدود کے بعد کوئی موقع نہیں رہے گا۔ پس انکی حسرت حسرت ہی رہے گی - والعیاذ باللہ جل وعلا۔

٢٠ جہنم کو بھرنے سے متعلق اللہ تعالیٰ کے حتمی فیصلے کا حوالہ وذکر: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اب تو پکی ہو گئی ان پر میری یہ بات کہ ہم نے ضرور بھرنا ہے جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے "یعنی ایسے تمام جنوں اور انسانوں سے جنہوں نے اپنی بغاوت و سرکشی کی بناء پر خود کو ایسا ہی بنا لیا ہو گا کہ وہ دوزخ کی آتشِ سوزاں کا ایندھن بن جائیں - والعیاذ باللہ - جیسا کہ سورہ ص کی آیت نمبر ٨٢ تا ٨٥ میں ابلیس کے چیلنج کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ پھر یہ بھی حق بات ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں کہ میں نے ضرور بھرنا ہے جہنم کو تجھ سے اے ابلیس اور ان یعنی انسانوں میں سے تیری پیروی کرنے والوں سے۔ اور یہاں اس قول کا حوالہ دینے سے مقصود مجرموں کو اس بات سے

آگاہ کرنا ہوگا کہ اس عذر و معذرت کی اب کوئی گنجائش نہیں کہ اس کا وقت بہرحال اب گزر چکا جو کہ دنیاوی زندگی میں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کے چیلنج کے جواب میں اپنا فیصلہ پہلے ہی سنا دیا تھا کہ وہ بنی آدم میں سے جن کو گمراہ کرسکتا ہے کرلے۔ انسان کو خدائے پاک نے یہ آزادی دی ہے کہ وہ چاہے تو رحمان کی راہ اختیار کرے اور چاہے تو شیطان کی راہ اختیار کرے۔ دنیا کی زندگی میں یہی امتحان تھا اور امتحان کا وہ مرحلہ اب بہرحال گزر چکا ہے۔ اب تو دوسرا اور آخری مرحلہ ہے جو کہ فیصلے کا مرحلہ ہے۔ جس میں ہر کسی نے اپنے زندگی بھر کے کئے کرائے کا صلہ و ثمرہ پانا ہے، لہٰذا اب منکرین و مکذبین کے لیے خلاصی اور رہائی کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۱ مجرموں سے خطاب انکی تقریع و توبیخ کیلئے: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اس وقت ایسوں کو خطاب کر کے اس طرح کہا جائے گا اور اس وقت ان بدبختوں سے ایسا کہنا ان کی توبیخ و تقریع کے لئے ہوگا۔ تاکہ باہر کی آگ کے ساتھ ساتھ ان کے قلوب و بواطن بھی حسرت و افسوس کی اس اندرونی آگ سے جلیں والعیاذ باللہ العظیم سو جس طرح جنتیوں کو جنت کی ظاہر نعمتوں کے ساتھ ساتھ خوش کن باتیں بھی سننے کو ملیں گی تاکہ ان کا سرور دوبالا ہو۔ اسی طرح دوزخیوں کو دوزخ کے ظاہری اور ہولناک عذابوں کے ساتھ ساتھ باتیں بھی اسی طرح سننے کو ملیں گی جس سے دل بھی جلیں گے والعیاذ باللہ سو یہ حضرت حق جل مجدہ کا کس قدر بڑا فضل و کرم اور احسان ہے کہ ان حقائق سے اس نے اتنا پیشگی اور اس قدر صراحت و وضاحت سے آگاہ فرما دیا تاکہ جس نے بچنا ہو بچ جائے لیکن دنیا ہے کہ اس کے باوجود خوابِ غفلت میں محو و مگن ہے۔ اور وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۲ یوم حساب کو بھلا دینا باعثِ محرومی و عذاب۔ والعیاذُ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان سے کہا جائے گا کہ اب چکھو تم لوگ عذاب اس بنا پر کہ تم نے بھلا دیا تھا اپنے اس دن کی پیشی کو''۔ سو آخرت کے اس ہولناک دن اور وہاں کی باز پرس و جواب دہی کو بھلا دینا خرابیوں کی خرابی اور دائمی ہلاکت و تباہی کی جڑ بنیاد ہے کہ اس سے انسان لاابالی، لاپرواہ اور قطعی طور پر غیر ذمہ دار بن جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ جبکہ آخرت کے اس یومِ عظیم کی حاضری اور پیشی کو یاد رکھنے والا ہمیشہ اسکے لیے تیاری کی فکر و کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ اپنے خالق و مالک کے حقوق کے ادائیگی کی بھی کوشش کرتا ہے اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی بھی۔ اور اس طرح وہ ایک ذمہ دار اور پاکیزہ انسان بن جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید۔ جبکہ اس کے برعکس غافل انسان ایک شترِ بے مہار بن کے رہ جاتا ہے اور اس کو اپنے انجام کی کوئی فکر و پرواہ نہیں ہوتی جو کہ خساروں کا خسارہ ہے، سو اپنے انجام سے غفلت و لاپرواہی محرومیوں کی محرومی اور باعثِ ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۳ منکرین کے لیے ہمیشہ کے عذاب کا اعلان، والعیاذُ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان سے کہا جائے گا کہ اب چکھو تم لوگ ہمیشہ کا عذاب اپنے ان کرتوتوں کی بنا پر جو تم کرتے رہے تھے''۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ انسان کو اپنے اعمال کے باعث ملتی ہے بلکہ برے عمل دراصل خود ہی دوزخ کی آگ ہیں۔ سو اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کے چھوٹے بچے دوزخ میں نہیں جائیں گے کہ انہوں نے ایسا کوئی عمل کیا ہی نہیں۔ بہرکیف ان سے کہا جائے گا کہ اب تم لوگ اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کے بدلے میں ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ ہم نے تم پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ تمہاری اپنی ہی زندگی بھر کی کاشت کردہ فصل ہے۔ پس اب اسکو تم خود کاٹو اس وقت منکرین و مکذبین کی یاس و حسرت کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا
کی جاتی ہے ان (آیتوں) کے ذریعے، تو وہ گر پڑتے ہیں سجدہ ریز ہو کر (اپنے رب کے حضور) اور وہ تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی

يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ﴿١٥﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
حمد کے ساتھ، اور وہ اپنی بڑائی کا گھمنڈ نہیں رکھتے ہیں۲۴ ﴿۱۵﴾ جن کے پہلو دور رہتے ہیں اپنے بستروں سے، (اپنے رب کی یادِ دلشاد اور اس کی

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾
رضا کے لئے ۲۵ اور) وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہوتا ہے اس میں سے وہ خرچ

۲۴ اللہ والوں کی شانِ عجز و انکسار اور خشیت و خشوع کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کو جب آیاتِ خداوندی کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ فوراً اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر گر پڑتے ہیں اور وہ تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔ اور وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا نہیں ہوتے، اور اسی شانِ تواضع کے باعث اور اس کے نتیجے میں ان کو سچی اور حقیقی عزت و عظمت نصیب ہوتی ہے۔ سو یہ ہوتی ہے شان اللہ والوں کی کہ جب ان کو اللہ کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اسکی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح کرتے ہوئے اسکے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور کسی طرح کے عجب و استکبار میں مبتلا نہیں ہوتے۔ یہاں سجدہ کرنا واجب ہے - فسبحان الله وبحمده ، وسبحان الله العظيم - سو اس کا ہم بندوں پر حق ہے کہ ہم اسکے حضور سجدہ ریز رہیں اور اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں کہ وہی ہے جو ہر خوبی کا مالک اور ہر تعریف کا مستحق ہے - سبحانہ وتعالیٰ - اور وہی وحدہ لاشریک معبودِ برحق ہے اور ہر قسم کی عبادت اسی کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رکھے، آمین ثم آمین۔

۲۵ اللہ والوں کی صفتِ شب بیداری کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن کے پہلو دور رہتے ہیں انکے بستروں سے اپنے رب کی یاد میں"۔ اور اپنے رب کی یادِ دلشاد ہی ان کے لئے اصل قوت اور حقیقی سرمایہ ہوتی ہے۔ اور اس کی رضا کا حصول ہی ان کی زندگی کا اصل مقصد اور نصب العین ہوتا ہے۔ اپنے اس ایمان و یقین کی بناء پر اور اس کی برکت سے جس سے وہ سرشار اور شادکام ہوتے ہیں۔ سو ایمان و یقین سعادتِ دارین کی شاہ کلید ہے - اَللّٰهُمَّ زِدْنَا مِنْهُ وَثَبِّتْنَا عَلَيْهِ - آمین ثم آمین۔ سو آخرت کی باز پرس اور اپنے رب کے حضور پیشی کا خوف ان بندگانِ صدق و صفا پر ہمیشہ طاری رہتا ہے۔ اس لیے وہ راتوں کو اٹھ کر اور اپنے نرم و نازک بستروں کو ترک کر کے اور اپنے آپ کو آرام و راحت سے محروم کر کے اپنے رب کی عبادت و بندگی میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنے رب ذوالجلال کو پکارتے ہیں۔ اسکی گرفت و پکڑ اور اسکی ناراضگی سے ڈرتے بھی رہتے ہیں اور اسکی عنایات اور نوازشوں کی امید بھی رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے انکو دیا بخشا ہوتا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اور ہماری رضا کیلئے خرچ بھی کرتے ہیں - وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، و علی ما یحب ویرید، بکل حال من الاحوال و فی کل مواطنٍ مّن المواطن فی الحیاۃ - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین یاربَّ العالمین۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ

کرتے ہیں ۲۶ سو کوئی نہیں جان سکتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کچھ سامان چھپا کر رکھا گیا ہے ۲۷

۲۶ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے اور انفاق فی سبیل اللہ کی صفت کا ذکر و بیان:۔ سو سچے اور مخلص اہلِ ایمان کی خاص صفات کے ذکر و بیان کے ذیل میں ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ"۔ یعنی اپنے رب کی اس عبادت و بندگی کے باوجود وہ کسی زعم میں مبتلا نہیں ہوتے بلکہ وہ ہمیشہ اپنے ربِ جلیل کی ناراضگی سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور اس کی رحمت و عنایت کی امید رکھتے ہیں کہ ایمان خوف و رجا دونوں کے درمیان ہی میں ہوتا ہے۔ اور اس خالقِ کل، مالکِ مطلق کی عظمتِ شان کا حق اور اس کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ اسکی گرفت و پکڑ کے خیال سے اور اسکی عظمتِ شان کے احساس واستحضار سے ہمیشہ لرزاں و ترساں رہے کہ اسکی گرفت و پکڑ بہت سخت اور اسکی شان بہت اعلیٰ و بالا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ وہ اسکی رحمت کی بھی پوری پوری امید رکھے کہ اسکی شانِ رحمت و عنایت بھی بہت بڑی اور ناپیدا کنار ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور اس ضمن میں مزید ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت فرمودہ نعمتوں سے اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا کے لیے خرچ بھی کرتے ہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں ان مومنین مخلصین کی خاص صفات کے ذکر و بیان کے سلسلے میں دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک نماز اور دوسری انفاق۔ اور ایمان کے بعد یہی دو چیزیں اس کے اہم اور اولین مظاہر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور پھر انہی دو اہم بنیادوں پر پورے دین کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی مرضیات کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۲۷ مومنین مخلصین کا صلہ و بدلہ تصور سے بالاتر، والحمد للہ جلّ وعلا:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ اس کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے"۔ جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی میں جو کہ حدیث کی تمام بڑی اور معتبر کتابوں میں موجود ہے فرمایا گیا کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل پر اس کا گزر ہی ہوا" پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیتِ کریمہ استشہاد کے طور پر تلاوت فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَهْلِهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ سو یہ اس صلہ و ثمرہ کا بیان ہے جو حضرتِ حق جل مجدہ کی طرف سے ایسے پاکیزہ نفوس کو ان کی شب بیداری اور انفاق فی سبیل اللہ جیسی ان پاکیزہ صفات اور عمدہ خصال پر آخرت کے اس جہانِ غیب میں دیا جائے گا۔ اور ایک نادیدہ جہاں کی زندگی کی خاطر ان لوگوں کی جانفشانیوں پر آج جو لوگ ہنس رہے ہیں، اُس روز وہ ان خوش نصیبوں کو ملنے والے ان انعامات کو دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے اور خود اہلِ ایمان بھی نہال ہو جائیں گے کہ ان کو انکی قربانیوں کا جو صلہ ملے گا وہ ان کے اندازوں اور قیاسوں سے کہیں بڑھ کر ہو گا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر ثابت قدم رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر حالمیں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین ویا ارحم الراحمین۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا

ان کے ان اعمال کے بدلے میں جو وہ (زندگی بھر) کرتے رہے تھے، ۲۸ ﴿۱۷﴾ تو کیا جو شخص مومن ہو

كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وہ اس جیسا ہوسکتا ہے جو فاسق ہو؟ یہ دونوں کبھی باہم برابر نہیں ہو سکتے، ۲۹ ﴿۱۸﴾ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے

۲۸ اہلِ جنت کے لیے ایک اور خوش خبری کا ذکر و بیان:- سو اس سے اہلِ جنت کے لیے ایک اور خوش خبری کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان سے کہا جائے گا کہ جنت تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کو ان نعمتوں سے نوازا جائے گا ان کے ان اعمال کے بدلے میں جو یہ کرتے رہے تھے اپنی زندگی میں"۔ سو جنت کی یہ عظیم الشان اور بے مثال نعمتیں ان خوش نصیبوں کو ملینگی تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، مگر اس فضل و کرم کا ذریعہ اور سبب ان کے ایمانِ صادق اور عملِ صالح کی وہ پونجی ہی ہوگی جس کی کمائی انہوں نے دنیا میں کی ہوگی۔ سو یہ بھی اُس واہبِ مطلق کے کرم لامتناہی اور احسان و انعامِ لامحدود کا ایک نمونہ اور مظہر ہے جس سے وہ اپنے بندوں کو نوازتا ہے اور حیاتِ دنیا کی اس چندروزہ فرصت کے دوران کی گئی ان کی مساعیِ جمیلہ کے بدلے میں وہ ان کو اس ابدی بادشاہی کے انعام سے نوازتا ہے۔ اور پھر کرم بالائے کرم یہ کہ وہ اپنے اس عظیم الشان انعام کو انکے اعمال کا صلہ و ثمرہ قرار دیتا ہے تاکہ اس طرح ان کا سرور دوبالا ہو۔ کیونکہ انسان کو اپنے کارناموں کے ثمرات و نتائج سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۲۹ مومن و کافر کبھی باہم برابر نہیں ہو سکتے:- سو ارشاد فرمایا گیا اور استفہامِ انکاری کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کیا مومن اور فاسق برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی ظاہری لحاظ سے اور نفسِ انسان ہونے کے اعتبار سے اگرچہ سب برابر ہیں مگر مرتبہ و مقام اور مآل و انجام کے اعتبار سے یہ دونوں باہم برابر نہیں ہو سکتے۔ اور دنیا میں ان کا یہ فرق ظاہر ہو نہیں رہا بلکہ یہاں تو الٹا بارہا فاسق انسان مزے اڑاتا نظر آتا ہے اور مومن تکلیف اٹھاتا۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ کوئی اور ایسا جہان آنے والا ہے، اور ضرور آنے والا ہے، جہاں ان دونوں کے درمیان عدل و انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں گے اور علی وجہ الکمال والتمام پورے کیے جائیں گے۔ سو وہی جہاں آخرت کا جہان ہے اور اسی میں ہر انسان کو اسکے اعمال کا پورا صلہ و بدلہ ملے گا۔ یہ دنیا تو امتحان اور ابتلاء و آزمائش کی جگہ ہے نہ کہ جزا و سزا کی۔ اس کے بعد کی دونوں آیتوں میں اسی فرقِ مراتب و انجام کی تفصیل ہے۔ سو اگر قیامت کا اقرار نہ کیا جائے تو دنیا کا یہ سارا کارخانہ ہست و بود عبث و بیکار قرار پاتا ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مومن اور فاسق ایک برابر ہو جائیں جو کہ اسکی صفتِ عدل و حکمت اور شانِ رحمت و عنایت کیخلاف ہے۔ پس قیامِ قیامت اس جہانِ رنگ و بو کا ایک طبعی تقاضا ہے تاکہ اس میں نیک و بد کے درمیان فرق و تمیز اور آخری فیصلہ ہو سکے، اور اس طرح کھرا اور کھوٹا پوری طرح الگ ہو جائے۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًا ۢ بِمَا

اور انہوں نے کام بھی نیک کیے، ف۳۰ تو ان کے لئے ہمیشہ رہنے کی عظیم الشان جنتیں ہونگی ف۳۱ مہمانی کے طور پر ف۳۲ ان کے ان اعمال کے بدلے میں

۳۰ ذریعۂ نجات صرف ایمان اور عملِ صالح: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کیے انہی کے لیے ہیں جنت کی وہ سدابہار نعمتیں اور وہاں کی ابدی بادشاہی"۔ وہی بات جو پہلے بھی بار ہا گزری کہ نجات ایمان اور عملِ صالح پر موقوف ہے اور عملِ صالح وہ معتبر ہے جو قرآن وسنت کی تعلیمات کیمطابق ہو اور جو ایمان پر مرتب ہو۔ اور ایمان وہ ہو جس کی تصدیق عملِ صالح سے ہو۔ سو باعثِ نجات صرف ایمان وعمل ہے۔ محض زبانی کلامی دعووں یا گروہی اور نسلی تفاخر وغیرہ سے کچھ نہیں بنتا۔ پس جو لوگ شخصی یا نسلی اور گروہی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر ایمان وعمل کی اس راہ سے پہلو تہی کرتے اور غفلت و لاپرواہی برتتے ہیں وہ سخت خسارے کا شکار اور بڑے دھوکے میں مبتلا ہیں۔ مگر ان کو اس کا کوئی شعور اور احساس ہی نہیں، والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں، اور ہر اعتبار سے اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق وصواب پر مستقیم وگامزن رہنا نصیب فرمائے۔

۳۱ مومنین مخلصین کے لیے ہمیشہ کی جنتوں کی خوشخبری: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسوں کیلئے ہمیشہ کیلئے رہنے والے باغات ہونگے"۔ یعنی ایسے عظیم الشان باغات جو ابدی اور دائمی ہونگے اور ان کے اندر ان کا رہنا بھی ہمیشہ ہمیش کے لیے ہو گا۔ سو یہاں دنیا میں تو باغوں میں سیر اور تفریح کے لئے کبھی کبھار جایا جاتا ہے مگر وہاں کے ان دائمی اور بے مثال باغوں میں ان خوش نصیبوں کی مستقل رہائش اور دائمی و باضابطہ قیام ہوگا۔ پھر دنیا کے ان باغوں کی جنت کے ان سدابہار باغوں سے نسبت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ ان میں اور ان میں تو محض لفظی اور اسمی اشترک ہے اور بس۔ ورنہ اصل اور حقیقت کے اعتبار سے ان میں کوئی نسبت ہی نہیں کہ وہاں کا معاملہ ہمارے تصورات اور ہمارے فہم وادراک سے اعلیٰ وبالا ہوگا۔ اللہ اپنے کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور زیغ وضلال کی ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۳۲ اہل ایمان کے لیے ایک عظیم الشان اور بے مثال مہمانی کا ذکر وبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا "ایک عظیم الشان اور بے مثال مہمانی کے طور پر ان کے اعمال کے بدلے میں"۔ سو ایسے خوش نصیبوں کیلئے ایک عظیم الشان مہمانی ہوگی۔ اور یہ نعمتیں ان کو پیش بھی اس اعزاز واکرام کے ساتھ کی جائیں گی جس سے کسی مہمان کو نوازا جاتا ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ سو "نُزُلًا" کی تنوین تعظیم وتفخیم کے لیے ہے۔ یعنی وہ مہمانی بڑی ہی عظیم الشان ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ جو مہمانی حضرت ربِ العالمین کی طرف سے ہوگی جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارہ اسطرح تصریح فرمائی گئی نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ، تو پھر اس کی عظمتِ شان کا اندازہ ہی کون کر سکتا ہے؟ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے، امین ثم امین یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین،

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ

جو یہ کرتے رہے تھے (اپنی دنیاوی زندگی میں،) ۳۳ ﴿۱۹﴾ اور (اس کے برعکس) جو لوگ اڑے رہے ہوں گے اپنے کفر (و باطل) پر ان کا دائمی ٹھکانا

النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا

دوزخ ہے ۳۴ جب وہ چاہیں گے کہ (کسی طرح) اس سے نکل جائیں، تو ان کو اسی میں دھکیل دیا جائے گا، ۳۵

وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ

اور ان سے کہا جائے گا کہ اب چکھتے رہو تم لوگ مزہ آگ کے اس عذاب کا جس کو تم

تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى

جھٹلایا کرتے تھے، ﴿۲۰﴾ اور ہم چکھاتے رہیں گے ان کو چھوٹے چھوٹے عذاب ۳۶

دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ

اس بڑے عذاب سے پہلے، تاکہ یہ لوگ باز آجائیں (اپنی سرکشی سے،) ۳۷ ﴿۲۱﴾ اور اس سے

۳۳ ایمان اور عملِ صالح وسیلۂ نجات وسرفرازی: ـــ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ایمان و عمل صالح دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ ہے اور یہ کہ اہل ایمان کو جنت ان کے اعمال کی بناء پر ہی ملے گی چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کیے تو ان کے لیے راحت کے باغ ہونگے ان کے ان اعمال کے بدلے میں جو وہ کرتے رہے تھے۔ سو ایمان اور اعمالِ صالحہ جنت سے سرفرازی کا ذریعہ ہیں۔ سو یہاں بھی اعلان فرمایا گیا کہ ان کو یہ انعام ان کے ان اعمال کے صلے اور بدلے میں ملے گا جو وہ اپنی دنیاوی زندگی میں اپنے خالق و مالک کی رضا کے لیے اور اپنی اخروی زندگی کی کامیابی کے لیے کرتے رہے تھے۔ سو جنت تو ملے گی محض اللہ پاک کے فضل و کرم اور اس کے اِنعام و احسان سے مگر اس فضل و کرم کا سبب اہلِ جنت کے اپنے وہ اعمال ہی ہوں گے جو انہوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں اپنے ایمان و یقین کی بنا پر اور اپنے رب کی رضا اور خوشنودی کیلئے کیے ہونگے۔ یہاں پر یہ امر بھی واضح رہے کہ ''نزل'' اصل میں اس مہمانی کو کہا جاتا ہے جو مہمان کی آمد پر شروع میں اس کے اِکرام کے لیے پیش کی جاتی ہے۔ سو اس سے معلوم ہوتا ہے ''جنات الماوٰی'' سے ان خوش نصیبوں کو اولین سامانِ ضیافت کے طور پر نوازا جائے گا۔ سو اہلِ ایمان کو اول اول ان میں اتارا جائے گا۔ پھر ان کو اصل جنت سے سرفراز کیا جائے گا۔ یہ باغ گویا کہ اہلِ ایمان کے لیے ریسٹ ہاؤس ہونگے۔ اور ''جنات'' کے اس لفظ کو یہاں پر جمع لانے سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ باغ تمام اہلِ جنت کے لیے الگ الگ ہونگے۔ سورۂ نجم کی آیت نمبر ۱۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''جنات الماوی''، ''سدرۃ المنتہیٰ'' کے پاس ہے۔ اور ''سدرۃ المنتہیٰ''، ''عالمِ ناسوت'' اور ''عالمِ لاہوت'' کے درمیان آخری نقطہ اتصال ہے۔ اس لیے اگر جنات الماویٰ اسی کے پاس ہوں تو یہ ان

کے لیے نہایت ہی موزوں مقام ہے۔لیکن ظاہر ہے کہ ایسے تمام امور کا تعلق عالم غیب سے ہے۔اس لیے ان سے متعلق کوئی بات قطعیت کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی۔ یہ تو صرف لفظِ ''نزل'' کے کچھ مقتضیات کا ذکر کیا گیا ہے۔آگے وہاں کے اصل حقائق کیا اور کیسے ہونگے، ان کا علم اور احاطہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، سبحانہ وتعالیٰ - فالیہ المرجع والمآب وہو ملہم الصدق والصواب- جل جلالہٗ وعم نوالہٗ۔

۳۴ ''فسق'' کے معنیٰ اور اس سے مقصود ومراد؟: - ''فسق'' دراصل ''خروج'' کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ عرب کہتے ہیں ''فَسَقَتِ الرَّطَبَةُ مِنْ قِشْرِهَا '' یعنی کھجورا پنے چھلکے سے نکل گئی۔اور ''فاسق'' کو فاسق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف سے مقرر فرمودہ ایمان واطاعت کی حدود سے نکل جاتا ہے۔اس لئے فاسق کا وصف کافر کو بھی شامل ہے کہ وہ ایمان کی حدود سے نکلا ہوا ہوتا ہے۔اسی بناپر فاسق کا اطلاق کافر پر بھی ہوتا ہے۔اور یہاں پر یہی مراد ہے کیونکہ یہاں پر فاسقوں کا جوانجام ذکر فرمایا گیا ہے یہ کافروں ہی کا انجام ہے والعیاذ باللہ من کل شَائِبَةٍ من شوائب الفِسقِ وَالْكُفرِ بہرکیف اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حدودِ اطاعت وبندگی سے نکل کر کفر وانکار اور تمرد وعصیان کی راہ پر چلتے رہے ہونگے۔(المراغی، الفتح، ابن کثیر وغیرہ)- پس جنہوں نے کفر وانکار ی پر جان دی ہوگی ان کا دائمی ٹھکانہ دوزخ ہی ہوگا، والعیاذ باللہ۔اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے-آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۳۵ منکروں کے لیے ہمیشہ کا دوزخ - والعیاذ باللہ: - سواس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ کافروں اور منکروں کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہنا ہوگا۔اور جب بھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے ان کو اسی میں دھکیل دیا جائے گا۔یعنی دوزخ کی آگ کا الاؤ جب بھی ان کو اٹھا کر اوپر لائے گا جس سے ان کو باہر نکلنے کی امید پیدا ہو جائے گی اور یہ سمجھیں گے کہ شاید اب ہمارے لئے اس سے نکلنے کا وقت آ گیا ہے تو ان کو پھر دھتکار کر جہنم کی تہ میں پھینک دیا جائے گا۔اور ان کے ساتھ ایسے ہی ہوتا رہے گا۔(تفسیر المراغی، ابن کثیر، صفوۃ وغیرہ)-والعیاذ باللہ العظیم-اور انکی مزید تقریع وتوبیخ کیلئے ان سے کہا جائے گا کہ اب چکھتے رہو تم لوگ دوزخ کے اس عذاب کا مزہ جسکو تم جھٹلا رہے تھے۔اور اسی مضمون کو دوسرے مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا گیا - ﴿كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ -(الحج:۲۲)۔یعنی ''جب بھی وہ وہاں کے غم اور شدید گھٹن کی وجہ سے وہاں سے نکلنا چاہیں گے ان کو اسی میں دھکیل دیا جائے گا اور اور ان کی تذلیل وتفضیح مزید کیلئے ان سے کہا جائے گا کہ اب تم چکھتے رہو آگ کا عذاب''-اللہ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر ثابت قدم رکھے-آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۳۶ تنبیہی عذابوں کا ذکر وبیان - والعیاذ باللہ جل وعلا: - سواس سے اس حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ حضرت حق جل مجدہٗ کی سنت اور اس کا دستور یہی ہے کہ وہ اپنی رحمتِ بیکراں کی بناء پر بڑے عذاب سے پہلے لوگوں کی تنبیہ وتذکری کیلئے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجتا ہے تاکہ باغی اور سرکش لوگ ہوش کے ناخن لیں، اپنی غفلت سے باز آجائیں، اور اپنی روش کی اصلاح کرلیں، ورنہ پھر اپنے ہولناک انجام کیلئے تیار جائیں، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم چکھاتے رہیں گے ان کو چھوٹے عذاب بڑے عذاب سے پہلے''۔جیسے بیماری، قحط، جان ومال کا نقصان، سیلاب وطوفان اور باہمی لڑائی جھگڑے وغیرہ وغیرہ کہ اس طرح کے عذاب ان لوگوں پر

مختلف شکلوں میں اور مختلف اوقات میں مسلط کئے جاتے رہیں گے - والعیاذ باللہ الّذی لا اِلٰہ الّا ھُوَ - بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ضرور بالضرور ان پر عذاب اکبر سے پہلے عذاب ادنیٰ یعنی چھوٹے عذاب بھیجتے رہیں گے تا کہ ان کی آنکھیں کھل سکیں اور یہ ہوش کے ناخن لیکر اپنی ہولناک روش اور تباہ کن انجام سے بچ سکیں۔ عذاب اکبر سے مراد وہ بڑا عذاب ہے جو کافروں کیلئے آخرت میں مقدر ہے۔ اور عذابِ ادنیٰ سے مراد وہ مختلف دنیاوی عذاب ہیں جو آخرت سے پہلے اس دنیا میں مختلف شکلوں میں آتے ہیں۔ اور یہ ارشاد اگرچہ اپنے عموم کے لحاظ سے قیامت تک کے سب ہی منکرین و معاندین کو شامل ہے لیکن اسکے اولین مصداق کفار قریش ہیں جن پر عذاب ادنیٰ کا سلسلہ غزوۂ بدر سے شروع ہوگیا تھا۔ یہاں تک کہ فتح مکہ کے موقع پر انکی قوت ہمیشہ کیلئے ختم ہوگئی۔ ان میں جو اچھے لوگ اور صالح عناصر موجود تھے وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوگیے اور جو اشرار و مفسدین تھے وہ بالتدریج ختم ہوگیے۔ اور چونکہ انکی اکثریت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئی اس لیے ان پر اس طرح کا کوئی فیصلہ کن عذاب نہیں آیا جس قسم کے عذاب گزشتہ قوموں پر آئے۔ اور - ﴿لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ﴾ - کے ارشاد سے ایسے تنبیہی عذابوں کے اصل مقصد کو واضح فرمادیا گیا کہ تا کہ ایسے لوگ اپنی سرکشی سے باز آجائیں۔ سو اس طرح ایسے تنبیہی عذاب اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ اگلے حاشیہ میں بھی آرہا ہے۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۳۷ تنبیہی عذاب رحمت و عنایتِ خداوندی کا ایک اہم نمونہ و مظہر: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم ان کو بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب چکھاتے رہیں گے"۔ تا کہ یہ لوگ باز آجائیں اپنی سرکشی اور اپنی غلط کاریوں سے۔ سو معلوم ہوا کہ اللہ پاک کی طرف سے ملنے والی ان مصیبتوں میں بھی اس کی طرف سے رحمت و عنایت کا ایک عظیم الشان پہلو کارفرما ہوتا ہے کہ اس طرح وہ، جیسا کہ صحیح احادیث میں بھی وارد ہے انسان کو راہ راست پر لائے اور اس کے لئے مغفرتِ سیآت اور رفعِ درجات کا سامان کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح مومن کے لئے مصیبت بھی رحمت بن جاتی ہے۔ اور علمائے کرام نے اس کی علامت یہ بتائی ہے کہ رحمت والی مصیبت وہ ہوتی ہے جس میں مومن جزع وفزع نہ کرے اور اس کا دل مطمئن ہو۔ اور وہ مصیبت اس کے لئے اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔ مگر ہم چونکہ کمزور ہیں صبر نہیں کر سکتے، اس لئے ہمیں اپنے لئے مصیبت کبھی مانگنی نہیں چاہیئے بلکہ ہمیشہ امن و عافیت ہی کی دعا و درخواست ہی اپنے خالق و مالک کے حضور پیش کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں اسکی تعلیم و تلقین فرمائی گی ہے۔ مگر جب مصیبت پیش آجائے تو پھر صبر و برداشت ہی سے کام لینا چاہیئے اور اس سے اپنی اصلاح کا درس لینا چاہیئے۔ سو تنبیہی عذاب بھی رحمت و عنایتِ خداوندی کا ایک عظیم مظہر ہوتے ہیں مگر ظاہر ہے کہ ایسا انہی لوگوں کے لئے ہو سکتا ہے جو متنبہ ہوں، اور اس سے سبق لیں فالحمد للہ جل وعلا بکل حال من الاحوال، وَنَعُوْذُ بِہٖ مِنْ حالِ اھلِ النار وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّار

اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعۡرَضَ عَنۡهَا ؕ

بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جس کو نصیحت کی جائے اس کے رب کی آیتوں کے ذریعے، پھر وہ ان سے منہ موڑے

اِنَّا مِنَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ع وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى

یقیناً ہم نے انتقام لے کر رہنا ہے ایسے مجرموں سے، ۳۸ ﴿۲۲﴾ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو بھی (آپ ہی کی طرح)

الۡكِتٰبَ فَلَا تَكُنۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلۡنٰهُ

وہ کتاب دی تھی، ۳۹ پس آپ کو اس کے ملنے میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے، ۴۰ اور ہم نے اس کو

هُدًى لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۚ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً

ہدایت (وراہنمائی) کا ذریعہ بنایا تھا بنی اسرائیل کے لئے، ﴿۲۳﴾ اور ہم نے ان میں سے کچھ کو پیشوا بنایا تھا

يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ؕ قف وَكَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا

جو (لوگوں کی) راہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم کے مطابق، جب کہ انہوں نے صبر سے کام لیا اور وہ ہماری آیتوں پر

يُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفۡصِلُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ

یقین رکھتے تھے، ۴۱ ﴿۲۴﴾ بلاشبہ تمہارا رب (آخری اور عملی) فیصلہ فرمائے گا ان لوگوں کے درمیان قیامت کے روز

فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ

ان تمام باتوں کا جن کے بارہ میں یہ اختلاف کرتے رہے تھے، ۴۲ ﴿۲۵﴾ کیا ان لوگوں کو اس سے بھی کوئی راہنمائی نہ ملی کہ ہم ان سے پہلے کتنی ہی

۳۸ آیاتِ خداوندی سے منہ موڑنا سب سے بڑا ظلم – والعیاذ باللہ: – سو ارشاد فرمایا گیا اور استفہام کے تاکیدی اسلوب و انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے جسکو نصیحت کی جائے اللہ کی آیتوں کے ذریعے پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے۔ آیتوں سے مراد عام ہے کہ آیاتِ کونیہ ہوں یا آیاتِ قرآنیہ۔ انسان کے اندر کی دنیا سے تعلق رکھتی ہوں یا کہ باہر کی کائنات سے کہ ان سب کی شان یہ ہے کہ انسان ان میں غور وفکر سے کام لے کر اپنے لئے ہدایت اور راہِ راست کا سامان کرے۔ لیکن اگر وہ ان سب سے ہی اپنی آنکھیں بند کر کے اندھا بن جائے تو پھر اس کو حق و ہدایت کی روشنی کہیں سے بھی نہیں مل سکتی اور وہ ایسا بگڑ جاتا ہے کہ آیاتِ کونیہ میں غور وفکر سے کام لے کر اپنے رب کی معرفت اور اسکی عبادت و بندگی کے شرف سے مشرف ہونے کی بجائے الٹا یا تو انہی مظاہر کی پوجا کرنے لگ جاتا ہے یا انہی میں الجھ کر اپنے مقصدِ حقیقی سے غافل اور مزید دور ہو جاتا ہے۔ اور آیاتِ قرآنیہ کو قبول کر کے اور ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے اپنے باطن کو منور کرنے کی بجائے وہ الٹا ان کے کفر و اعراض کا وطیرہ اپنا کر اپنے کفر و باطل کی سیاہی میں اضافہ کرتا ہے – والعیاذ باللہ العظیم – سو ایسے لوگوں سے بڑھ کر ظالم اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ تنبیہ و تذکیر کا سب

سے بڑا ذریعہ اللہ کی کتاب اور اس کا رسول ہی ہو سکتے ہیں۔ سو جو بدبخت اس آخری تنبیہ و تذکیر سے بھی نہیں جاگیں گے ان کے جگانے کی اور کوئی صورت ممکن نہیں ہو سکتی۔ اب ایسے لوگ لاریب مجرم ہیں اور ایسے مجرموں سے ہم نے بہرحال انتقام لینا ہے۔ سو رسول کی بعثت کسی قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری حجت ہوتی ہے اور اسی معاملے پر انکے مستقبل کا مدار و انحصار ہوتا ہے کہ کون ان کی دعوت کو قبول کرے اپنے لئے سعادت دارین سے سرفرازی کا سامان کرتا ہے اور کون اس سے اعراض و روگردانی برت کر عذابِ خداوندی کو دعوت دیتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو انسان جو کچھ کرتا ہے وہ خود اپنے ہی لئے کرتا ہے،

۳۹ منکرین کے لیے تاریخ کے حوالے سے درسِ عبرت: - سو ارشاد فرمایا گیا ''اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو بھی وہ کتاب دی تھی''۔ یعنی تورات۔ پس آپ کی طرف اے پیغمبر، اتاری جانے والی یہ کتاب کوئی پہلی اور انوکھی کتاب نہیں۔ سو نہ آپؐ کوئی نئے اور انوکھے رسول ہیں اور نہ ہی یہ کتابِ حکیم کہ آپ سے پہلے ہماری طرف سے انبیاء و رسل بھی آچکے ہیں اور صحف و کتب بھی۔ پھر یہ لوگ آپکی اس دعوت سے اس طرح آخر کیوں بدکتے ہیں؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾۔ (الاحقاف:۹) اور موسیٰ کا ذکر بطورِ خاص اس لیے فرمایا گیا کہ آپؐ سے پہلے آنے والے انبیاء و رسل میں سے حضرتِ موسیٰ ہی وہ قریب العہد رسول تھے جن پر تورات جیسی کتابِ ہدایت اتاری گئی تھی اور جن کو عیسائی بھی مانتے تھے اور یہودی بھی۔ بخلاف حضرتِ عیسیٰ کے کہ ان کو یہودی نہیں مانتے تھے۔ نیز حضرتِ موسیٰ کو بھی اسی طرح ستایا گیا تھا جس طرح کہ آپکو ستایا گیا۔ (المراغی وغیرہ)۔ بہر کیف اس میں منکرین کے لیے تاریخ کے حوالے سے بڑا سامانِ عبرت و بصیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتابِ ہدایت آجانے کے بعد جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور وہ کتابِ حق و ہدایت کا انکار ہی کرتے ہیں وہ لازماً اس دنیا میں بھی عذاب سے دوچار ہو کر رہتے ہیں اور آخرت کا عذاب جو کہ بڑا ہی سخت ہے وہ اپنی جگہ پر رہتا ہے۔ ان کو جو ڈھیل ملتی ہے وہ بہرحال ایک ڈھیل ہی ہوتی ہے جو بالآخر ختم ہو کر رہتی ہے۔ اور ایسے لوگ بالآخر اپنے انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں، سو عقل و نقل کا تقاضا ہے کہ انسان اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کی فکر کرے ورنہ ایسے لوگوں کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۴۰ ﴿مِنْ لِقَائِهِ﴾ کی ضمیر کے مرجع میں اختلاف: - سو ارشاد فرمایا گیا ''پس آپ کو ان کی ملاقات میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیئے''۔ اس ارشاد کی تفسیر میں مفسرینِ کرام کے مختلف اقوال ہیں مگر ہمارے نزدیک اس میں راجح قول وہ ہے جسے بیضاوی، ابو السعود، صفوۃ التفاسیر اور المراغی وغیرہ نے اختیار فرمایا ہے اور جسے حضرتِ تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بھی راجح قرار دیا ہے کہ ''لِقَائِهِ'' کی ضمیرِ مجرور کا مرجع ''الکتب'' ہے۔ یعنی جو کتاب موسیٰ کو دی گئی تھی اسی قسم کی کتاب آپ کو بھی دی گئی ہے۔ پس آپ اس کے بارے میں کسی قسم کے شک میں مبتلا نہ ہوں۔ ''فَلَا تَكُنْ يَا مُحَمَّدُ فِيْ شَكٍّ من تلقى القران كما تلقى موسى التوراة''۔ (صفوۃ التفاسیر: ج۲ص۵۰۶)۔ وقيل الضمير للكتاب الذى اريد به الجنس اى لقائك الكتاب''۔ (جامع البیان: ج۲ص۱۶۱)۔ ''فِى شَكٍّ مِنْ ذٰلِكَ الكتاب''۔ (المراغی: ج۲۱ص۱۱۷)۔ پس آپ کی یہ کتاب کتابِ حق ہے اور آپؐ۔ اے پیغمبر! ۔ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ﴿إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ۔ صلوات اللّٰهِ وَسَلَامه

عَلَیْہِ مَا دَامتِ ھٰذِہِ الْکَلِمَات باقِیَۃِ عَلٰی ھٰذِہِ الصَّفَحَاتِ۔ بہر کیف یہ اس ارشاد کی تفسیر کا ایک احتمال ہے اور مجاہد اور زجاج وغیرہ سے مروی ہے۔ اور یہی سیاق وسباق کے اعتبار سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے اور اس میں خطاب اگرچہ حضورؐ سے ہے لیکن اس میں سنانا دراصل دوسروں کو ہے۔ تاکہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور اصلاح احوال کی طرف متوجہ ہوں۔ (قرطبی، روح، بیضاوی اور معارف وغیرہ)۔ دوسرے اقوال اور احتمالات مفصل تفسیر میں انشاء اللہ۔ والعلم عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

۴۱ امامت وپیشوائی کے بعض اہم اور بنیادی تقاضوں کا ذکر وبیان: -سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ پاک کی آیتوں پر ایمان ویقین رکھنا اور راہِ حق میں استقلال واستقامت سے کام لینا وہ دو اہم بنیادیں ہیں جن کے ذریعے انسان اللہ پاک کی عنایتوں کا اہل اور ان کا مستحق بن سکتا ہے۔ ایمان تو اصل الاصول ہے مگر اس کے ساتھ صبر واستقامت کی بھی راہِ حق میں بہت اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ آمین۔ سو اس ارشادِ ربانی میں امامت وپیشوائی کے بنیادی شرائط واوصاف بیان فرمائے گئے ہیں جن میں ایک وصف اور شرط یہ بھی ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے۔ ایسے نہیں تھا کہ وہ نام تو اللہ کی کتاب کا لیں اور پیروی شیطان کی کریں۔ اور دوسرا وصف اور شرط ہے راہِ حق میں صبر واستقامت۔ یعنی حالات جیسے بھی ہوں وہ راہِ حق پر پکے رہیں اور صبر واستقامت سے کام لیں اور ہر طرح کے خوف اور طمع سے بے نیاز ہو کر راہِ حق پر قائم اور جمے رہیں۔ اور تیسری شرط جو کہ دوسری تمام شرائط اور اوصاف کیلئے اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے یہ کہ وہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے کہ اسی یقین کی بنا پر راہِ حق میں صبر واستقامت کا حوصلہ مل سکتا ہے۔ سو اس ارشاد میں جہاں ایک طرف مسلمانوں کیلئے بشارت اور مستقبل کی عظیم الشان ذمہ داریوں کی یاددہانی کرائی گئی ہے وہیں دوسری طرف اس میں یہودیوں پر تعریض بھی ہے کہ یہ لوگ دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہیں مگر ان کا عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس لئے یہ لوگ اپنے دعوؤں اور اپنے قول وقرار میں جھوٹے ہیں، اور جھوٹے دعوؤں کا نہ کوئی فائدہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اثر ونتیجہ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۴۲ تمام اختلافات کا آخری فیصلہ قیامت ہی کے روز ہوگا: -یعنی عملی اور آخری طور پر۔ ورنہ دلائل وبراہین کی حد تک فیصلہ تو اس نے اپنے انبیاء ورسل اور اپنی کتابوں خاص کر امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر نازل ہونے والی اس کتابِ حکیم کے ذریعے اس دنیا میں ہی فرمادیا ہے۔ اور خاتم الکتب یعنی قرآنِ حکیم کا تو نام ہی ''الفرقان'' ہے کہ یہ کتابِ حکیم حق اور باطل کے درمیان دوٹوک فیصلہ کردینے والی واحد کتاب ہے۔ سو اس کے بعد حق وباطل کے درمیان فرق وتمیز کے بارے میں کوئی خفاء وغموض باقی نہیں رہ گیا۔ لیکن عملی طور اور آخری فیصلہ، فیصلے کے اس بڑے دن میں ہی ہوگا جس نے دنیا کے اس دار العمل اور دار الامتحان کے بعد پیش آنا ہے۔ سو اس یومِ فصل میں آخری فیصلہ کردیا جائے گا جس کے بعد ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ اور بدلہ پاکر رہے گا۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ اس دنیا کے بعد ان لوگوں کا معاملہ خداوند قدوس کی اُخروی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ وہاں پر وہ ان تمام چیزوں کے بارے میں آخری اور عملی فیصلہ فرمادے گا جن کے بارے میں یہ لوگ دنیا میں اختلاف کرتے رہے تھے۔ اس وقت ان کے اختلاف اور نزاع کا نتیجہ ان کے سامنے آجائے گا اور ہر کسی کو اس کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ

قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، جن کے رہنے کی جگہوں میں آج یہ لوگ

مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

چلتے پھرتے ہیں، ۴۳ بلاشبہ اس میں بہت بڑی نشانیاں ہیں، تو کیا یہ لوگ سنتے نہیں؟ ۴۴ (۲۶)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَاۗءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ

کیا یہ لوگ اس میں غور نہیں کرتے کہ ہم (کس پر حکمت طریقے سے) چلاتے ہیں پانی کو خشک پڑی (اور بے آب وگیاہ) زمین کی

فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ

طرف، ۴۵ پھر اس کے ذریعے ہم (طرح طرح کی) ایسی پیداواریں نکالتے ہیں جن سے ان کے جانور بھی کھاتے ہیں، اور یہ خود بھی

اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ الثلثة وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ

تو کیا ان کو کچھ سوجھتا نہیں؟ ۴۶ (۲۷) اور کہتے ہیں کہ کب ہوگا یہ فیصلہ اگر

الثلثة

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ

تم سچے ہو؟ ۴۷ (۲۸) کہو کہ فیصلے کے اس دن نہ تو کافروں کو ان کا (اس وقت کا) ایمان

كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ

کچھ کام آسکے گا، اور نہ ہی ان کو (اس کے بعد) کسی طرح کی کوئی مہلت مل سکے گی، ۴۸ (۲۹) پس آپ منہ موڑ لیں

۴۳ تاریخ سے سبق لینے کی تعلیم و تلقین:۔ سو اس ارشاد سے گزشتہ قوموں کی تاریخ اور انکے انجام سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ ان گزشتہ قوموں کے حال اور ان کے انجام سے کوئی سبق نہیں لیتے جن کے رہنے کی جگہوں میں آج یہ چلتے پھرتے ہیں؟"۔ یعنی اپنے سفروں کے دوران آتے جاتے ان کا گزران کھنڈرات پر ہوتا ہے اور یہ بچشم خود ان کو دیکھتے ہیں۔ پھر چشم بصیرت کھول کر یہ لوگ ان سے درسِ عبرت کیوں نہیں لیتے؟ سو معلوم ہوا کہ گزشتہ قوموں کے دیار و آثار کو عبرت پکڑنے اور سبق لینے کے لئے دیکھنا چاہیئے نہ کہ محض تفریح اور پکنک کے طور پر۔ مگر افسوس کہ آج آثار قدیمہ کو کھودنا اور ان کو محفوظ کرنا ایک فیشن بن گیا ہے۔ اس کے لئے لاکھوں کروڑوں کے صرفے ہوتے ہیں۔ ان کی حفاظت کے لئے خاص انتظامات کئے جاتے ہیں۔ ان کے دیکھنے اور سیر کرنے کے لئے خاص پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ ان کی یادگار کے طور پر خصوصی ڈاک ٹکٹ جاری کئے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر عبرت پذیری اور درس گیری کا جو اصل مقصد تھا وہ عنقاء ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بعض اہل بدعت نے اپنے معروف مزاج کے مطابق یہاں بھی ایک استنباط فرمایا اور یہ دور کی کوڑی لا پھینکی کہ چونکہ آثار قدیمہ کو دیکھ کر عبرت پکڑنے کی ترغیب ہے اسی لئے ہم بزرگوں کے مزاروں پر جاتے ہیں اور وہاں عرس اور میلے ٹھیلے وغیرہ کرتے ہیں وغیرہ۔ سبحان اللہ!۔ کیا کہنے اس فکر و اجتہاد اور اخذ و استنباط، نکتہ رسی اور دقیقہ سنجی کے۔ بھلا ماضی کی کافر اور تباہ شدہ گمراہ قوموں کے کھنڈرات پر بزرگانِ دین کے مزارات کو قیاس کرنے کی آخر کیا تک بنتی ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کنوئیں میں گرے ہوئے انسان کو کھجور پر اٹکے ہوئے شخص پر قیاس کرے اور اس کو بھی اسی طرح رسا باندھ کر اتارنے اور کھینچ لانے کی حماقت کا ارتکاب کرے، جیسا کہ کنوئیں میں گرنے والے کو نکالا جاتا ہے۔ شرک و بدعت کی نحوست اور تعصب و ہٹ دھرمی کے آثار و نتائج ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اس سے انسان کی مت ماری

جاتی ہے اور وہ سیدھے کی بجائے الٹا چلنے لگتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی سے گزشتہ قوموں کے انجام اور انکی تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید وعلی ما یحب ویرید وھو الھادی الی سواء السبیل فعلیه نتوکل و به نستعین، فی کُلّ اٰن وَّ حِین،

۲۴ منکر اور غافل لوگوں کے لیے ایک تنبیہ: ۔ سو غافل اور منکر لوگوں کے قلوب وضمائر کو جھنجھوڑتے ہوئے اور ان کے دلوں پر دستک دیتے ہوئے اور بطورِ تنبیہ وتذکیر ارشاد فرمایا گیا کہ کیا یہ لوگ سنتے نہیں؟: ۔ حق اور حقیقت کی بات کو۔ یعنی کیا یہ لوگ غور وفکر سے کام نہیں لیتے تاکہ اس سے ان کو درسِ عبرت وبصیرت ملے۔ یعنی صرف ظاہری کانوں سے سننا مراد نہیں کہ اس طرح تو جانور بھی سنتے ہیں۔ بلکہ وہ سننا مراد ہے جو کہ غور وفکر اور اخذِ نتائج کے لئے ہو۔ اور قرآنِ حکیم نے ان گزشتہ قوموں کے قصوں کو اس قدر تفصیل سے اسی لیے بیان فرمایا ہے کہ لوگ ان سے درسہائے عبرت وبصیرت لیکر اپنے طور طریق کی اصلاح کر سکیں اور ان تباہ کن غلط کاریوں سے بچ سکیں جن کے باعث وہ گزشتہ قومیں اپنے ہولناک انجام کو پہنچیں۔ سو اس اعتبار سے اگر یہ لوگ ان گزشتہ قوموں کے حالات اور انکے انجام میں غور کرتے تو ان کو ان لوگوں کی تاریخ اور ان کے انجام میں بڑی بھاری نشانیاں ملتیں۔ مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعے خبردار کر دیتا ہے اور راہِ حق وہدایت کو ان کیلئے واضح فرما دیتا ہے اور وہ پھر بھی اِعراض وانکار ہی سے کام لیتے ہیں تو وہ مجرم قرار پاتے ہیں۔ اور ایسے مجرموں سے اللہ تعالیٰ ضرور انتقام لیتا ہے۔ اسی طرح ان کے قصوں میں یہ نشانی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مجرموں کو اس دنیا میں بھی عذاب دیتا ہے اور اس کے بعد ان کو آخرت میں بھی عذاب دے گا۔ اور ظاہر ہے کہ آخرت کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا۔ ان قصوں میں یہ نشانی بھی ہے کہ مجرموں کو سزا دینے کے بعد اللہ تعالیٰ سیادت وقیادت اور امامت وپیشوائی کے شرف سے ان لوگوں کو نوازتا ہے جو پورے صدق واستقلال کے ساتھ حق کا ساتھ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل قدر وقیمت فلاں ابن فلاں کی نہیں بلکہ ایمان وعقیدہ اور عمل وکردار کی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُ ویرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوال، وفی کُلّ مَوْطنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ۔

۲۵ پانی کی نعمت کے بارے میں دعوتِ غور وفکر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا ان لوگوں نے کبھی اس میں غور نہیں کیا کہ ہم کس طرح چلاتے ہیں پانی کو خشک پڑی زمین کی طرف"۔ یہاں پر برسانے اور اتارنے کا ذکر نہیں بلکہ ﴿ نسوق ﴾ فرمایا گیا ہے کہ ہم اس کو چلا کر اور ہانک کر اور اسے بادلوں کی شکل میں چلا کر اور ہواؤں کے ذریعے کہیں سے اٹھا کر کہیں برساتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے ندی نالوں کے ذریعے اس پانی کو کہیں سے کہیں اور پہنچا دیتے ہیں۔ کیونکہ بہت سی زرخیز مگر نرم اور کمزور زمینیں ایسی ہوتی ہیں جو زیادہ بارشوں کو برداشت نہیں کر سکتیں۔ زیادہ بارشوں کی صورت میں ایسی زمینوں سے اس کے باشندوں کو تکلیفیں اور نقصانات پہنچتے ہیں۔ اس لئے سخت بارش اور برف وغیرہ کو دور پہاڑوں پر برسا کر وہاں سے اس کا پانی ندیوں، نالوں اور دریاؤں، نہروں وغیرہ کے ذریعے وہاں سے چلا کر اس زمین تک پہنچا دیتے ہیں تاکہ وہ اس کی زرخیزی میں کام آئے۔ مفسرینِ کرام میں سے بعض نے اس کا مصداق ارضِ مصر کو قرار دیا۔ بعض نے بعض دوسری زمینوں کو۔ مگر پتہ نہیں ان حضرات کو اس طرح کی اس تحدید وتخصیص کی آخر ضرورت کیا پڑی؟ جبکہ الفاظ کا عموم ایسی ہر زمین کو شامل ہے۔ اور ایسی زمینیں بھی اس کرۂ ارضی میں ہر جگہ موجود ہیں۔ جیسے کہ خود ہمارے ملک میں پنجاب وسندھ وغیرہ کی زمینیں۔ اور پنجاب کی توجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس کو ان پانچ دریاؤں کا پانی سیراب کرتا ہے جو کہ کشمیر وغیرہ دیگر شمالی علاقوں سے بہہ کر اور چل کر ان علاقوں تک پہنچتا ہے۔ اس طرح یہ دریا اس کی زرخیزی میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ یہی حال ارضِ مصر کا بھی ہے کہ اس کو دریائے نیل سیراب کرتا ہے۔ یہاں تک کہ عربوں میں یہ مثال مشہور ہے "مِصْرُ تُحفَةُ النِّیلِ"۔ یعنی "مصر نیل کا تحفہ ہے"۔ بہرکیف پانی کے اس پُر حکمت نظام میں حضرتِ خالق ومالک۔ جل جلالہ۔ کی قدرت، حکمت اور رحمت وربوبیت کے عظیم الشان دلائل ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور اس کا حق یہ ہے کہ بندہ اپنے اس خالق ومالک کے آگے دل وجان سے جھک جائے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید.

۲۶ تو کیا ان لوگوں کو سوجھتا نہیں ؟ : - اور یہ سوچتے اور غور نہیں کرتے کہ یہ زبردست اور حیرت انگیز نظام کس قادرِ مطلق اور حکیمِ مطلق کی قدرت وحکمت اور اس کی رحمت وعنایت کا رہینِ منت ہے ؟ اور اس خالق ومالک کے ہم پر کیا حقوق عائد ہوتے ہیں ؟ اوپر کی آیتِ کریمہ میں فرمایا گیا تھا - ﴿اَ فَلا یَسْمَعُوْنَ﴾ - اور یہاں فرمایا گیا ہے - ﴿اَ فَلا یُبْصِرُوْنَ﴾ - سو اوپر والے ارشاد میں ان کی عدمِ سماعت پر ملامت فرمائی گئی ہے اور یہاں انکی عدمِ بصارت وفقدانِ بصیرت کی بنا پر ان کی ملامت ہے ۔ سو یہ لوگ اندھے، بہرے اور اوندھے ہیں والعیاذ باللہ ورنہ یہ لوگ جب آئے دن زمین کو مُردہ اور زندہ ہوتے دیکھتے ہیں تو پھر بھی یہ اس بارے کسی شک وشبہ میں کیسے مبتلا ہوتے ہیں کہ جس خالق نے ان کو عدمِ محض سے نکال کر خلعتِ وجود سے نوازا ہے وہ ان کو مر مٹ جانے کے بعد دوبارہ پھر اسی طرح زندہ کر کے اٹھا سکتا ہے ۔ جس طرح کہ یہ اس سے پہلے تھے ۔ اور جس طرح کہ وہ مردہ پڑی زمین کو ان کے سامنے اپنی بارانِ رحمت سے زندہ کر کے اس میں طرح طرح کی چیزیں اگا تا پیدا کرتا ہے اور اس کو گل وگلزار کر دیتا ہے ۔ سو اس ارشادِ ربانی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ربوبیت کی دو صفتوں کا خاص طور پر بیان فرمایا جا رہا ہے ۔ کیونکہ یہ دونوں صفتیں قیامت کی ضرورت اور اس کے وقوع کی نہایت واضح دلیلیں ہیں کہ اسی شانِ ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ ایسا یوم حساب بپا کرے ، اور اس کے لئے ایسا کرنا کچھ مشکل بھی نہیں کہ وہ قادرِ مطلق ہے جو چاہے اور جیسا چاہے کرے ، سبحانہ و تعالیٰ ۔

۲۷ منکرین کے مذاق واستہزاء کے ایک نمونے کا ذکر وبیان : - سو اس سے منکرین کی طرف سے عقیدۂ قیامت کے بارے میں مذاق واستہزاء کے ایک نمونے کا ذکر فرمایا گیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ " یہ لوگ کہتے ہیں کہ کب پورا ہوگا تمہارا یہ وعدہ اگر تم لوگ سچے ہو ؟ " یعنی قیامت کا وہ آخری اور عملی فیصلہ جس کا ڈراوا تم ہمیں سناتے ہو ، آخر وہ کب آئے گا ؟ اور اسکو کس نے روک رکھا ہے ؟ آخر وہ آتا کیوں نہیں ؟ وغیرہ وغیرہ ۔ سو اس سے مقصود ان لوگوں کا اصل میں آخرت کا مذاق واستہزاء اور اس کا انکار تھا کہ آخرت واخرت کچھ نہیں ۔ یہ محض یونہی ان لوگوں کے مونہوں کی باتیں ہیں وغیرہ - والعیاذ باللہ - سو ان لوگوں کی بلادت وبے بصیرتی ، عناد وہٹ دھرمی اور غفلت ولاپرواہی کا حال یہ ہے کہ تاریخ اور آفاق کے ان تمام آثار وشواہد کی طرف جب ان کی توجہ دلائی جاتی ہے تو یہ سبق لینے کی بجائے الٹا طنز واستہزاء وانکار کے انداز میں یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر تم لوگ اپنے دعوے میں سچے ہو تو بتاؤ تمہارا یہ وعدہ آخر کب پورا ہوگا اور فیصلے کی وہ گھڑی آخر کب آئے گی ۔ یعنی یہ لوگ اس کو دلائل وشواہد کی روشنی میں ماننے کیلئے تیار نہیں بلکہ اسکو اسی وقت مانیں گے جب وہ انکی آنکھوں کے سامنے واضح ہو جائے ۔ مگر دیکھنے کے بعد کا وہ ماننا ان کو کچھ کام نہ دے گا ۔ کیونکہ مشاہدے کے بعد ماننا مقصود ہی نہیں ۔ اصل مقصود ایمان بالغیب ہے ۔ یعنی بن دیکھے اللہ کے رسول کے کہنے بتانے پر ایمان لانا ۔

۲۸ فیصلے کے دن کا ماننا کچھ کام نہیں آئے گا : - اس لئے اس کا وقت پوچھنے کی بجائے زندگی کی اس محدود فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے لئے تیاری کرو کہ اس کے آچکنے کے بعد کچھ بن نہ پڑے گا ۔ سو اس ارشادِ ربانی سے ان کے مطالبہ عذاب کا جواب دیا گیا کہ اگر یہ لوگ فیصلے کے دن کو دیکھ کر ایمان لانا چاہتے ہیں تو ان کو بتا دو کہ اسکے ظہور کے بعد ایمان لانا کسی کے کچھ کام نہ آسکے گا اور نہ ہی اسکے بعد کسی کو اس بات کی اجازت دی جائیگی کہ وہ توبہ واصلاح کے ذریعے تلافی مافات کر سکے ۔ " یوم الفتح " سے مراد فیصلے کا دن ہے اور اس ضمن میں یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے اپنی قوموں کو دو قسم کے عذابوں سے ڈرایا ہے ۔ ایک قیامت کے دن کا عذاب اور دوسرا وہ عذاب جو ان لوگوں کی بغاوت وسرکشی کی بنا پر آخرت سے پہلے اسی دنیا میں آتا ہے - والعیاذ باللہ - سو اس ارشادِ ربانی کا تعلق ان دونوں عذابوں سے ہے ۔ پس جس طرح قیامت کے دن کے ظہور کے بعد اور کسی کا ایمان اس کیلئے نافع نہیں ہو سکے گا اسی طرح دنیا میں بھی فیصلہ کن عذاب کے ظہور کے بعد بھی کسی کا ایمان اس کیلئے نافع نہیں ہوگا ۔ کیونکہ ایسا ایمان ایمان بالمشاہدہ اور مجبوری کا ایمان ہوگا جبکہ مطلوب ومقصود وہ ایمان ہے جو کہ بالغیب اور اپنے ارادہ واختیار سے ہو ۔ مجبوری کے ایمان کی حق تعالیٰ کے یہاں کوئی وقعت اور حیثیت ہی نہیں ۔ اصل اور مفید ایمان وہی ہے جو بن دیکھے اور بالغیب ہو ۔ اور اس کا موقع اس دنیاوی زندگی ہی میں ہے اور بس ۔ وباللہ التوفیق لمایحبُّ ویرید ، وعلی مایحبُّ ویرید ۔

عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

ان (ہٹ دھرموں) سے، اور انتظار کریں (ان کے انجام بد کا کہ) بے شک یہ بھی انتظار میں لگے ہیں، ۲۹ ﴿۳۰﴾

۳ ع ۸ ۱۶

۲۹ نتیجہ وانجام کے ظہور کے انتظار کا حکم وارشاد: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ آپ انتظار کریں کہ بے شک یہ بھی انتظار میں ہیں۔ یعنی تبلیغ دین کا حق تو آپ نے ادا فرما دیا اب بھی اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ ان کی فکر نہ کیجئے۔ نتیجہ وانجام کی انتظار کیجئے کہ یہ بھی انتظار میں ہیں۔ وقت آنے پر سب کھرا کھوٹا خود کھل کر ان کے سامنے آ جائے گا۔ یہ لوگ تو اپنے زعم باطل کے مطابق آپ کی تباہی کے منتظر ہیں مگر آپ ان کی اس حقیقی اور واقعی تباہی کا انتظار کیجئے جس کا حق دار انہوں نے خود اپنے آپ کو بنا دیا ہے۔ جس کا کامل اور آخری ظہور اگرچہ آخرت کے اس فیصلہ کن دن میں ہی ہوگا جس نے اپنے وقت پر بہر حال آکر رہنا ہے مگر اس سے پہلے اس دنیا میں بھی ان کو اس کا کچھ نہ کچھ حصہ مل کر رہے گا۔ جیسا کہ اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد غزوۂ بدر اور فتح مکہ کے موقع پر ہوا ہے۔ سو اس ارشاد ربانی سے پیغمبر کو ہدایت فرمائی گئی کہ جب یہ ہٹ دھرم لوگ فیصلے کے دن کے دیکھنے ہی کے منتظر ہیں، اور اسی کا مطالبہ کیے جا رہے ہیں تو ان سے مزید بحث وگفتگو کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور تم بھی فیصلے کے اسی دن کا انتظار کرو جسکے یہ منتظر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی مدت مہلت ان کیلئے مقرر فرما رکھی ہے اسکے پورا ہو جانے پر وہ گھڑی خود ان کے پاس آ جائے گی اور سب کچھ یہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ مگر اس وقت کے پچھتانے سے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوگا سوائے ان کی آتش یاس وحسرت میں اضافے کے۔ والعیاذُ باللہ العظیم. و اٰخِرُ دعوانا ان الحمدُ ربّ العالمین.

☆— ۲۵-جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ ہجری مطابق ۴ ستمبر ۱۹۸۹ء، منطقہ ام ہریر، بردبی- والحمد للہ رب العالمین-

☆— تکمیل پروف ریڈنگ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۹۹ء بروز منگل بوقت گیارہ بجے شب سطوہ۔ دبی ۔والحمد للہ رب العالمین، الذی بیدہ ازمۃ التوفیق و العنایۃ، جل و علا،

☆— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۳ محرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۹ اپریل ۲۰۰۰ء بروز اتوار بوقت دو بجے دن (بعد از نماز ظہر) بمکان خود اسلام آباد، پاکستان (دوران رخصت) والحمدللہ رب العالمین فی کل زمانٍ و مکان، سبحانہٗ تعالیٰ،

☆— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۱ جولائی ۲۰۰۱ء بروز بدھ بوقت پونے بارہ بجے شب سطوہ دبی، والحمدللہ رب العالمین، بِکُلّ حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ،

☆— تکمیل چوتھی ریڈنگ ۲۸ ذو القعدہ سنۃ ۱۴۲۳ ہجری مطابق ۳۱ جنوری ۲۰۰۳ء بروز جمعۃ بوقت تین بجے شام۔سطوۃ، دبی-والحمد للہ رب العالمین. قبلَ کُلِّ شئی و بعد کل شئی، فانہ ھو الاھل للحمد فی الاولیٰ و الاخرۃ،

☆— اللمسات الاخیرۃ (Final Touches) ۱۶ ذوالحجہ ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۸ فروری ۲۰۰۴ء بروز اتوار، بوقت پونے گیارہ بجے شب، مدنی منزل، مارگلہ ٹاؤن، اسلام آباد- والحمد للہ رب العالمین- قبل کل شئی و بعد کل شئی.

ایاتھا ۷۳ | ۳۳ سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ ۹۰ | رکوعاتھا ۹

سورۂ احزاب مدنی ہے اس کی بہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ ۝

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ

اے پیغمبر ڈرتے رہو آپ اللہ سے ف۱ اور (دین کے بارے میں) کبھی بات نہیں ماننی کافروں اور منافقوں کی ف۲

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ

بے شک اللہ (سب کچھ) جانتا بڑا ہی حکمت والا ہے، ف۳ ① اور پیروی کرتے رہو اس وحی کی جو بھیجی جاتی ہے آپ کی طرف

۱ لفظ ''نبی'' کا معنیٰ ومفہوم اور ایک مغالطے کا جواب:۔ بعض لوگوں نے نبی کا ترجمہ کیا ہے ''اے غیب کی خبر بتانے والے'' تاکہ اس طرح وہ اس لفظِ کریم۔ نبی۔ سے علمِ غیبِ کلی کے اپنے شرکیہ عقیدے کے لئے دلیل کشید کرسکیں۔ سو یہ ان کی اپنی ذہنی اختراع اور ایجادِ بندہ ہے۔ ورنہ لفظِ ''نبی'' تو اردو میں بھی ایسا مشہور ومعروف لفظ ہے کہ اس کے ترجمہ کی سرے سے کوئی ضرورت ہی نہیں۔ اور اگر کیا بھی جائے تو ''پیغمبر'' اور ''پیامبر'' وغیرہ کے کسی مترادف لفظ سے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے جمہور علماء ومفسرینِ کرام میں سے کسی بھی ثقہ عالم ومفسر نے آج تک اس لفظ کا اس طرح کا کوئی ترجمہ اپنی تفسیر میں نہیں کیا۔ اس طرح یہ بھی ایک ایسی بدعت ہے جس کا ارتکاب موصوف اینڈ کمپنی ہی کے حصے میں آیا ہے ورنہ اس سے پہلے جمہورِ امت میں سے کسی بھی ثقہ مفسر نے لفظِ نبی کا اس طرح کا کوئی ترجمہ نہیں کیا۔ اور اسلامی تاریخ کی پوری چودہ صدیوں میں اسکی دوسری کوئی نظیر ومثال شاید ہی کہیں سے مل سکے۔ والعیاذ باللہ۔ اور یوں نبی ورسول اصطلاحی الفاظ ہیں۔ اور اصطلاحی الفاظ کا ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ اور اگر کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا بھی جائے تو اسی کے کسی مترادف لفظ سے کیا جاتا ہے۔ جیسے ''پیغمبر'' وغیرہ۔ نیز ایسے اصطلاحی الفاظ منقولِ شرعی کہلاتے ہیں۔ اور منقولِ شرعی میں اس کا اصل اور لغوی معنی متروک ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ حضراتِ اہلِ علم کے یہاں معروف اور مشہور ہے۔ لیکن اگر سب کے باوجود مذکورہ بالا لوگوں نے لفظ ''نبی'' کا ترجمہ اس طرح کیا تاکہ اسطرح وہ اپنے شرکیہ عقائد کے لئے دلیل کشید کرسکیں مگر اس کے باوجود یہ کوشش ان کے لئے مفیدِ مطلب نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی جو بے شمار اور عظیم الشان خبریں دی ہیں ان کا نہ کسی نے کبھی انکار کیا اور نہ ہی کبھی کوئی انکار کر سکتا ہے بلکہ سارے دین کا تعلق ہی اپنی اصل اور بنیاد کے اعتبار سے عالمِ غیب اور اخبارِ غیبیہ سے ہے کہ توحید ورسالت، جنت ودوزخ، حشر ونشر اور حور وغلمان وغیرہ وغیرہ جیسے تمام اہم اور بنیادی امور وعقائد اور عظیم حقائق کا تعلق غیب ہی سے تو ہے جو ہر

مومن پیغمبر کے سکھانے اور بتانے کے مطابق ہی جانتا اور مانتا ہے۔ اس لئے ان کے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود اس سے علمِ غیب کلی ثابت نہیں ہوتا جو کہ اہلِ بدعت کا کہنا اور ماننا ہے کہ ایسے تمام امور جن کا تعلق پیغمبر کے منصبِ نبوت و رسالت سے نہیں ہوتا۔ اور وہ بے حد و حساب ہیں۔ وہ نہ تو پیغمبر کو بتائے گئے اور نہ ہی ان کے بتانے کی کوئی ضرورت تھی۔ اور قرآن وسنت میں اس حقیقت کا ذکر و تذکرہ جگہ جگہ اور طرح طرح سے فرمایا گیا ہے۔ اور کتنے ہی واقعات آپکی حیاتِ مبارکہ میں ایسے پیش آئے جو قطعی طور پر اور پوری صراحت و وضاحت سے بتاتے ہیں کہ آپؐ عالمِ غیب نہیں تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو زہر تک کھلایا گیا جس سے آپؐ کے ایک ساتھی کی موت بھی واقع ہوگئی اور خود آپ کو آخر وقت تک اس زہر خورانی کا اثر محسوس ہوتا رہا۔ سو مطلق علمِ غیب جس کا تعلق منصبِ نبوت و رسالت سے ہے اس کا تو کسی کو انکار نہیں، مگر وہ اہلِ بدعت کا مقصد نہیں۔ اور کلی غیب جو کہ وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ اس لفظِ کریم سے ثابت ہوتا نہیں کہ وہ خاصہ خداوندی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ تو جو ثابت ہے وہ ان کو مفید نہیں۔ اور جس کے وہ قائل ہیں وہ اس سے ثابت ہوتا نہیں۔ فَلا دَلِيلَ وَلا اسْتدلالَ وَبِاللّٰهِ العياذ مِنْ كل سُوْءٍ وَّزَيْغٍ و انْحِرَافٍ وَّ ضَلالٍ۔ اللہ ہر قسم کے زیغ وضلال سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۲ کفر و نفاق سے دینِ حق کا سمجھوتہ اور اشتراک ممکن نہیں: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''کبھی بات نہیں ماننی کفار و منافقین کی''۔ کفار و مشرکین نبی اکرمؐ سے کہتے تھے کہ ہم آپس میں صلح کر لیں تا کہ باہم سر پھٹول کی نوبت نہ آئے۔ آپ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں ہم آپ کے معبود کو برا نہیں کہیں گے۔ یعنی کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی پر عمل کیا جائے۔ ﴿وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾۔ چنانچہ اس ضمن میں کفار کا ایک وفد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچا جس میں ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابوجہل اور معتب بن نصیر وغیرہ سردارانِ قریش شامل تھے۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی یہی پیشکش دہرائی۔ مگر حق و باطل میں صلح صفائی اور باہمی اشتراک کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس موقع پر ان آیاتِ کریمہ کو نازل فرما کر حضرتِ حق جل مجدہ نے ان لوگوں کے اس منصوبہ کی جڑ نکال دی اور شانِ نزول کا یہ قصہ تقریباً سب ہی معتبر تفاسیر میں موجود و مذکور ہے۔ مثلاً روح، معالم، قرطبی، خازن اور معارف وغیرہ وغیرہ۔ اور یہاں پر خطاب اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر سنانا دراصل دوسروں کو ہے کہ اسطرح حق و باطل میں کسی اشتراک و آمیزش کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تا کہ اہلِ باطل کی ایسی امیدوں کی جڑ کٹ جائے اور اہلِ حق راہِ حق پر اور پکے ہو جائیں۔ اور اس طرزِ خطاب وتعبیر میں بلاغت کا یہ انداز و اسلوب کارفرما ہے کہ کافر و منکر اس لائق ہی نہیں کہ ان سے براہِ راست خطاب کیا جا سکے۔ دوسرے اس میں بتقاضائے بلاغت قوت اور زورِ بیان زیادہ ہوتا ہے جو کہ اصل مطلوب ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ

دینِ حق کا کفر و نفاق کے ساتھ کسی طرح کا کوئی امتزاج و اشتراک ممکن نہیں۔ یہ دونوں اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ نیز یہاں پر کفار و منافقین کا ایک ساتھ ذکر فرما کر اس حقیقت کو بھی واضح فرما دیا گیا کہ یہ دونوں اصل میں ایک ہی ہیں۔ اسلام دشمنی میں دونوں باہم متحد ہیں۔ دونوں کے درمیان فرق اگر ہے تو یہ کہ ان میں سے ایک کھلم کھلا دشمنی اور مخالفت کرتا ہے اور ایک اپنے نفاق کے پردے میں سو یہ دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں، والعیاذ باللہ جل وعلا۔ اللہ ہمیشہ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، و یا ارحم الراحمین۔

۳ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم و حکمت حوالہ توکل علی اللہ کی دلیل کے طور پر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ سب کچھ جانتا نہایت ہی حکمت والا ہے''۔ پس آپ اس کے بھروسے پر اور اسی پر توکل کرتے ہوئے اس کے ہر حکم و ارشاد کی تعمیل کریں۔ اس لئے اس کا ہر حکم حکمت سے لبریز اور علم قطعی و کامل پر مبنی اور اس پر محیط و مشتمل ہوتا ہے جس کا کوئی بدل ممکن ہی نہیں سبحانہ و تعالیٰ یہاں پر یہ امر بھی واضح رہے کہ اللہ پاک سبحانہ و تعالیٰ نے پورے قرآنِ حکیم میں کہیں ایک بار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صریح نام نامی کے ساتھ نہیں پکارا ہے۔ یعنی کسی ایک مقام پر بھی آپ کو ''یا محمد'' کہہ کر خطاب نہیں فرمایا گیا بلکہ کسی وصف ہی سے پکارا گیا ہے جیسے ''یا ایھا الرّسول''، ''یا ایھا النبی''، ''یا ایھا المزمل'' وغیرہ۔ جبکہ دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ کو ان کے اسمائے گرامی سے پکار کر خطاب فرمایا ہے۔ مثلاً ''یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ''، ''یا نوح اھبط بسلامٍ منا''، ''یا ابراھیم''، ''یا موسی''، ''یا عیسیٰ انّی متوفیک''، ''یا زکریا انّا نُبشّرک''، ''یا یحییٰ خذی الکتاب بقوۃ'' وغیرہ۔ سو اس میں جہاں ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور عظمتِ مقام و رفعتِ شان کا اشارہ ہے وہیں دوسری طرف یہ درس بھی اسمیں موجود ہے کہ صریح نام سے پکارنا ادب کے تقاضوں کے خلاف اور ایک طرح کا گنوارپن ہے۔ والعیاذ باللہ من کل سوء و شر۔ مگر برا ہو جہالت اور ہٹ دھرمی کا کہ ان عظیم الشان تعلیمات کے باوجود آج کا جاہل مسلمان اور کلمہ گو مشرک اپنی پنجابی نظم میں پوری ہٹ دھرمی سے کہتا ہے، اور اعلانیہ اور فخریہ کہتا ہے کہ۔ ''اسیں یا محمد کہندے رہنا اے''۔ یعنی دین خواہ کچھ کہے اور دینی تعلیمات کا تقاضا خواہ کچھ ہو ہم نے تو یا محمد کہتے ہی رہنا ہے۔ سو کیسی جرات و ہٹ دھرمی اور کس قدر جہالت و غباوت ہے یہ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ والی اللہ المشتکی وھو المستعان۔ بہر کیف یہاں پر اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کی ان دونوں صفتوں کا حوالہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توکل علی اللہ کی دلیل پیش فرما دی گئی کہ آپ کو سب سے بے خوف اور بے پرواہ ہو کر حق کی تبلیغ کرنی چاہیے کیونکہ جس اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے وہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی، سبحانہٗ و تعالیٰ، اسلئے اس کی ہر بات اور ہر حکم و ارشاد علم و حکمت ہی پر مبنی ہے سبحانہ و تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہ حق و صواب پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین۔

مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾

آپ کے رب کی جانب سے، بے شک اللہ پوری طرح باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو، ف ۴ ﴿۲﴾

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ

اور بھروسہ اللہ ہی پر رکھنا، کہ اللہ کافی ہے کارسازی کے لئے، ف ۵ ﴿۳﴾ اللہ نے

اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ

کسی کے دھڑ میں دو دل نہیں رکھے، ف ۶ اور نہ ہی اس نے تمہاری

اَزْوَاجَكُمُ الّٰۗـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا

ان بیویوں کو جن سے تم لوگ ظہار کر دیتے ہو (تمہارے کہنے سے) تمہاری مائیں بنادیا' ف ۷

۴ اتباع حق ہی وسیلۂ نجات وفلاح :- سو اس ارشاد سے اس حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ اتباع حق یعنی وحی الٰہی کی اتباع و پیروی ہی سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "آپ پیروی کرتے ہیں اس وحی کی جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے آپ کے رب کی طرف سے"۔ سو وحیِ ربانی کی اِتباع و پیروی دارین کی سعادت و سرخروئی کی کفیل و ضامن ہے۔ اس ارشادِ ربانی میں کامیابی کی دو عظیم بنیادوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ ایک یہ کہ ہمیشہ اِتباع و پیروی کرتے رہو اور دوسرے یہ کہ پیروی بھی اس وحی کی کیجائے جو بھیجی جاتی ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے کہ اس میں کسی خطا و نسیان کا کوئی امکان نہیں ہوسکتا۔ سو وحیِ خداوندی کی اِتباع و پیروی دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کی کفیل و ضامن اور فوز و فلاح کی شہ کلید ہے۔ اور اِتباعِ حق صحت و سلامتی کی راہ ہے۔ اور اسکے برعکس "ابتداع" یعنی دین میں بدعتیں نکالنا ناکامی اور محرومی کی راہ ہے۔ والعیاذ باللہ۔ کیونکہ بدعت حق و ہدایت کے معارض اور ابتداع اِتباع کی ضد ہے۔ اسی لیے یہاں پر پیغمبر کو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اشرار کی تمام تر شرانگیزیوں کے باوجود اور ان کے علی الرغم آپ اس وحی کی اِتباع اور پیروی کیے جاؤ جو کہ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے اتاری جاتی ہے۔ حق و ہدایت اور فوز و فلاح کی راہ بہرحال یہی اور صرف یہی ہے۔ یہی حق ہے خالق کا اس کے بندوں پر اور اسی میں بندوں کا بھلا اور بہتری ہے دنیا و

آخرت میں۔ وباللہ التوفیق لما یحبُ ویرید، وعلی ما یحبُ ویرید۔

۵ اللہ تعالیٰ کی کارسازی کی کفایت کا ذکر و بیان :۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ کافی ہے اللہ کارسازی کیلئے، پس توکل اور بھروسہ ہمیشہ اسی پر رکھا جائے کہ اس کی کارسازی کے ساتھ نہ کسی اور کی کارسازی کی ضرورت ہے اور نہ کسی سے ڈرنے کی۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا علم بھی کامل ہے اور اسکی حکمت بھی کامل، اور وہ ہر چیز پر قادر اور اس سے پوری طرح باخبر بھی ہے تو پھر اسکے در کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف جھکنے کی ضرورت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ اور جب اس وحدہ لاشریک کے سوا دوسری کوئی بھی ہستی ایسی نہیں جو اس شان کی مالک ہو تو پھر اسکے سوا اور کون ہو سکتا ہے جس پر بھروسہ اور اعتماد کیا جائے۔ سو بھروسہ اور اعتماد کے لائق وہی وحدہ لاشریک ہے۔ مگر افسوس کہ دین کی ان واضح تعلیمات کے باوجود آج کے جاہل مسلمان اور کلمہ گو مشرک کا بھروسہ واعتماد طرح طرح کی بے اصل چیزوں اور عاجز مخلوق پر ہے۔ اور اسی بنا پر وہ طرح طرح کے شرکیہ راگ الاپتا اور نعرے لگاتا ہے۔ کہیں وہ کہتا ہے "سہارا پنجتن پاک کا"، کہیں "یا علی مدد" اور کہیں "یا پیر دستگیر" وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ جن پاکیزہ ہستیوں کے نام سے شرک کیا جاتا ہے وہ سب خود زندگی بھر اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت و بندگی کرتی اور اسی کے آگے دستِ دعا و سوال دراز کرتی رہیں۔ اور ہر مشکل و مصیبت کے وقت اسی کو بلاتی پکارتی رہیں لیکن ظالموں نے بعد میں انہی کے نام پر شرک کا کاروبار شروع کر دیا والعیاذ باللہ۔ اللہ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ راہ حق و ہدایت پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین، یارب العالمین۔

۶ انسان کے اندر دل بہر حال ایک ہی ہے :۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کے اندر حال بہر حال ایک ہی ہے، پس وہ ایک ہی طرف ہو سکتا ہے، یا رحمٰن کی طرف، یا شیطان کی طرف، والعیاذ باللہ۔ دونوں طرف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ نے کسی دھڑ میں دو دل نہیں رکھے"۔ کہ ایک کفر و شرک کے لئے ہو اور دوسرا ایمان و یقین کے لئے۔ سو جب دل ایک ہی ہے تو وہ ہر حال میں اور خالصتاً اللہ کی توحید اور اس کی محبت ہی کے لئے وقف ہونا چاہیے۔ اور ایک ہی کیلئے وقف ہو سکتا ہے یا صرف اللہ کیلئے یا غیر اللہ کیلئے۔ لہٰذا غلط کہتے اور کرتے ہیں وہ لوگ جو اللہ پر ایمان و یقین کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور غیر اللہ کے آگے بھی جھکتے اور سرِ تسلیم و نیاز خم کرتے ہیں۔ اور اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ دوستی و وفاداری کا عہد بھی باندھتے ہیں اور انکے

دشمنوں کے ساتھ ساز باز بھی کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی عبادت و بندگی کا دم بھی بھرتے ہیں اور اسکی ہدایت و تعلیمات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دوسروں کے طور طریقوں کو بھی گلے لگاتے ہیں۔ سو ایسے لوگ راہِ حق و ہدایت سے بھٹکے اور بھٹکے ہوئے ہیں۔ کسی کے دھڑ میں قدرت نے دو دل نہیں رکھے کہ وہ ایک دل ادھر رکھے اور دوسرا ادھر۔ بلکہ دل ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی طرف ہوسکتا ہے۔ اگر انسان کا دل یک رخی اور یک رنگی کی بجائے دو رخی اور دو رنگی کا شکار ہے تو وہ دل مریض ہے۔ اور یہ رویہ دل کی خرابی اور بیماری کی دلیل ہے۔ اور ہر عقلِ سلیم رکھنے والے کا فرض ہے کہ وہ اسکی خرابی کی اِصلاح کر کے اپنے ارادوں میں ہم آہنگی پیدا کرے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوال۔

۷ ظہار سے کسی کی بیوی اس کی ماں نہیں بن سکتی: - سو ارشاد فرمایا گیا ''اور اس نے تمہاری ان بیویوں کو تمہاری مائیں نہیں بنایا جن سے تم ظہار کر لیتے ہو''۔ زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں کہہ دیتا تو وہ اس پر ہمیشہ کے لئے حرام سمجھی جاتی اور وہ اس پر اسی طرح حرام سمجھی جاتی جس طرح کہ کسی شخص کی حقیقی ماں اس پر حرام ہوتی ہے۔ اسلام کی تعلیماتِ مقدسہ نے آ کر اصل حقیقت کو واضح کیا اور بتایا کہ محض منہ سے کہنے سے کسی کی بیوی اس کی ماں نہیں بن سکتی۔ اور اس طرح اس کے لئے ماں کی حرمت ثابت نہیں ہوسکتی۔ ماں تو حقیقت میں وہی ہوتی ہے جس نے اس کو جنا ہوتا ہے اور وہ ایک ہی ہوتی ہے۔ سو جس طرح کسی دھڑ میں دو دل نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک شخص کی دو مائیں نہیں ہوسکتیں۔ البتہ جس شخص نے ایسی بے ہودہ بات منہ سے نکالی اس کو اس کی سزا ملے گی جس کو کفارۂ ظہار کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر اٹھائیسویں پارے میں سورۂ مجادلہ میں آئے گا۔ سو جب ایک دھڑ میں دو دل نہیں ہو سکتے۔ ایک شخص کی دو مائیں نہیں ہوسکتیں۔ ایک آدمی کے دو باپ نہیں ہو سکتے تو پھر ایک انسان کے دو خدا اور دو معبود کسطرح ہو سکتے ہیں؟ پس معبودِ برحق بھی ایک اور صرف ایک ہی ہے جو کہ سب کا خالق و مالک ہے۔ یعنی اللہ جل جلالہ وہی سب کا خالق و مالک اور حاکم و متصرف ہے اور ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے اس میں دوسرا کوئی بھی شریک نہ ہے نہ ہوسکتا ہے، سبحانہ وتعالیٰ پس اس کے حقِ عبادت و بندگی میں بھی کسی کو شریک کرنا جائز نہیں اور ایسا کرنا شرک ہے جو کہ ظلم عظیم ہے والعیاذ باللہ اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا اکرم الاکرمین۔

جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ

اور نہ ہی اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے، ف۸ یہ سب تمہارے اپنے مونہوں کی

بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ﴿۴﴾

باتیں ہیں، اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ بتاتا ہے، ف۹ ﴿۴﴾

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

تم لوگ ان (اپنے منہ بولے بیٹوں) کو ان کے اصلی باپوں کی نسبت سے ہی پکارا کرو اللہ کے یہاں یہ پورے انصاف کی بات ہے، ف۱۰ پھر اگر

لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ

تم کو ان کے باپ معلوم نہ ہوں، تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں، ف۱۱

۸ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوسکتا: ۔سو ارشاد فرمایا گیا ''اور اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بنایا''۔ زمانہ جاہلیت کی رسموں میں سے ایک اور رسم یہ بھی تھی کہ منہ بولے بیٹے (متبنی) کو وہاں پر حقیقی بیٹا سمجھ لیا جاتا اور اس پر حقیقی بیٹے کے احکام جاری کردئے جاتے۔ اسی لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلی رسم کو مٹانے اور عملی طور پر اس کی تردید کے لئے اپنے متبنیٰ حضرتِ زید بن حارثہؓ کی مطلقہ بیوی حضرتِ زینب بنت جحشؓ سے نکاح فرمایا تو کفار و مشرکین وغیرہ نے اس پر گویا آسمان سر پر اٹھالیا اور طرح طرح کے الزامات اور اعتراضات گھڑنا اور پھیلانا شروع کردیے۔ تو اس پر ان آیاتِ کریمہ میں اصل حقیقت کو واضح فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ لے پالک اور منہ بولے بیٹے محض تمہارے منہ کے کہنے سے اصل اور حقیقی بیٹے نہیں بن جاتے بلکہ انسان کا اصل اور حقیقی بیٹا وہی ہوتا ہے اور وہی ہوسکتا ہے جو کہ اس کی صلب اور اس کے نطفے سے پیدا ہوا ہو اور بس۔ سو جس طرح کسی شخص کے دھڑ میں دو دل نہیں ہوسکتے اسی طرح کسی کے دو باپ بھی نہیں ہوسکتے۔ اسی لیے منہ بولے بیٹے کو اس کے اصل باپ کی نسبت سے بلانے پکارنے کا حکم دیا گیا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ بہرکیف وہ لوگ متبنیٰ یعنی منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے جو کہ ان کی دو دلی ہی کا ایک مظہر و نمونہ تھا کہ وہ لوگ صلبی بیٹے اور منہ بولے بیٹے کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے بلکہ دونوں کو ایک ہی مرتبے میں سمجھتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس سے آگے کئی طرح کے فتنے پیدا ہوتے اور فساد جنم لیتے تھے، والعیاذ باللہ۔ اللہ ہر قسم کے زیغ و ضلال سے ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں اور ہمیشہ راہِ حق و صواب پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۹ راہِ حق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے''۔ یعنی تمہارے کہنے سے اور تمہارے مونہوں کی باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ اصل اور حقیقت وہی ہوتی ہے جو کہ واقع میں اور حقیقت نفس الامری کے مطابق ہوتی ہے اور راہِ حق و صواب وہی ہوتی ہے اور وہی ہوسکتی ہے جس کی راہنمائی حضرتِ حق جل مجدہ فرماتا ہے۔ سو

معلوم ہوا کہ اللہ پاک کے ارشاد یعنی وحیِ خداوندی کے بغیر نہ تو حق اور حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے اور نہ ہی راہِ صدق وصواب نصیب ہو سکتی ہے۔ پس وہ لوگ بڑے ہی خسارے اور سراسر اندھیرے میں ہیں جو ہدایاتِ وحی سے منہ موڑ کر اور ان سے بے نیاز ہو کر طرح طرح کی گمراہیوں میں پڑے ہیں والعیاذ باللہ العظیم بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اس طرح کی تمام باتیں تمہاری اپنی من گھڑت اور تمہارے مونہوں کی باتیں ہیں۔ ان کا عقل وفطرت سے کوئی واسطہ ہے اور نہ ہدایتِ دین وشریعت سے کوئی تعلق۔ اس لیے یہ سب باطل، بے بنیاد اور عقل ونقل کے خلاف ہیں۔ حق اور صدق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعے تم لوگوں کو بتا رہا ہے۔ اور وہی تمہاری راہنمائی راہِ حق وصواب کی طرف فرماتا ہے جو عقل ونقل اور فطرتِ سلیم کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اور جو انسان کو دارین کی سعادت وسرخروئی سے ہمکنار و بہرہ ور کرنے والی ہے۔ پس تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ تم جاہلیت کے رسوم و رواج اور مخترعات وبدعات کے چنگل سے نکل کر حق وہدایت کی اسی شاہراہ کو صدقِ دل سے اپناؤ۔ اسی میں تمہارا بھلا اور فائدہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کہ اس سے دنیا میں حیاتِ طیبہ اور اس کی برکات نصیب ہونگی، اور آخرت میں جنت اور اس کی نعیم مقیم سے سرفرازی - وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید، سبحانہٗ وتعالیٰ۔

۱۰ لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی نسبت سے پکارنے کی ہدایت: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم لوگ ان لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی نسبت ہی سے پکارا کرو"۔ چنانچہ روایات میں وارد ہے کہ اس کے بعد حضرت زیدؓ کو زید بن محمد کی بجائے زید بن حارثہ کہا جانے لگا جو کہ ان کے حقیقی باپ تھے۔ بہر کیف حکم فرمایا گیا کہ تم لوگ اپنے ان منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی نسبت ہی سے پکارا کرو تاکہ ان کے نسب کا امتیاز باقی رہے۔ اور یہی بات اللہ تعالیٰ کے قانونِ عدل وانصاف اور حق و صداقت کے زیادہ قریب اور اس سے زیادہ موافقت رکھنے والی ہے۔ اگر اسکی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان منہ بولے بیٹوں کو بالکل حقیقی بیٹوں کے برابر کر دیا تو وہ سارا نظامِ وراثت وقرابت اور معیشت ومعاشرت تلپٹ ہو کر رہ جائے گا جسکی بنیاد حضرت حق جل مجدہ - نے رحمی رشتوں اور انسانی فطرت کے جذبات وداعیات پر رکھی ہے سبحانہ وتعالیٰ اسلام کے تمام احکام وقوانین خواہ وہ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتے ہوں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے نظامِ عدل وقسط ہی پر قائم ہیں۔ اس لیے اس میں کوئی بھی ایسی بات داخل نہیں کی جا سکتی جو اس کے نظامِ عدل وقسط کے خلاف ہو - اللہ ہمیشہ راہ حق پر قائم رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۱۱ لے پالک کے باپ کا پتہ نہ ہو تو وہ تمہارا دینی بھائی ہے: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر تم لوگوں کو انکے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں"۔ پس تم ان کو بھائی اور دوست ہی کہا کرو۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ زید کو فرمایا - "اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا" - (ابن جریر، ابن کثیر محاسن، صفوہ وغیرہ) یعنی "تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو"۔ دینی اخوت سے تو عربوں کو اول اول اسلام نے ہی روشناس کرایا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں عرب اس سے بالکل نا آشنا تھے۔ البتہ خاندانوں اور قبیلوں کے ساتھ وابستہ ہونے کا ایک طریقہ ان کے یہاں حلف وولاء کی صورت میں موجود تھا۔ اس لیے یہاں پر ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تمہیں ان کے باپوں کے بارے میں کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ کون ہیں۔ تو ایسی صورت میں یہ لے پالک تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ یعنی ایسی صورت میں انکی حیثیت دینی بھائی اور مولیٰ ہی کی قرار پائے گی لیکن ان کو صلبی بیٹے ہونے کی حیثیت کسی بھی طرح حاصل نہیں ہوگی۔

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ وَلَٰكِن

اور تم پر اس صورت میں کوئی گناہ نہیں کہ تم سے (بھول) چوک ہو جائے، لیکن

مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا

جو بات تم اپنے دل کے ارادہ سے کہو، اور اللہ (پاک) بڑا ہی بخشنے والا، انتہائی

رَّحِيمًا ﴿٥﴾ ٱلنَّبِىُّ أَوْلَىٰ بِٱلْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ

مہربان ہے ۱۲ ﴿۵﴾ (اور یہ حقیقت واضح رہے کہ) نبی ایمان والوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں، ۱۳

وَأَزْوَٰجُهُۥٓ أُمَّهَٰتُهُمْ ۗ وَأُو۟لُوا۟ ٱلْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ

اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، ۱۴ اور رشتہ دار اللہ کی کتاب کی رو سے آپس میں

بِبَعْضٍ فِى كِتَٰبِ ٱللَّهِ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُهَٰجِرِينَ

ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں ۱۵ بہ نسبت دوسرے مومنوں اور مہاجروں کے،

إِلَّآ أَن تَفْعَلُوٓا۟ إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِكُم مَّعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ

مگر یہ کہ تم لوگ اپنے طور پر اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو (تو کر سکتے ہو) ۱۶ یہ بات

۱۲ **اللہ تعالیٰ کی صفت بخشش و رحمت کا حوالہ و ذکر:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ بڑا ہی بخشنے والا انتہائی مہربان ہے۔ پس وہ ارحم الراحمین صرف خطاء قصور کو بخش دینے پر ہی اکتفا نہیں فرماتا بلکہ اپنی رحمتوں سے بھی نوازتا ہے کہ وہ غفور ہونے کے ساتھ ساتھ رحیم بھی ہے۔ سو اس معاملے میں اب تک جو غلطیاں تم سے جہالت کی بنا پر سرزد ہو گئیں ان پر وہ تمہارا کوئی مواخذہ نہیں فرمائے گا کہ وہ بڑا ہی غفور اور رحیم ہے۔ لیکن اس تنبیہ و تذکیر کے بعد جس نے اس غلط بات پر اصرار کیا تو اس کا معاملہ الگ ہے کہ اسکی نوعیت غلطی کی نہیں جرم کی ہوگی۔ کیونکہ ایسی چیز تمہارے دلوں کے قصد و ارادہ اور دیدہ دانستہ تعمد کا نتیجہ ہوگی۔ جس کو وہ ضرور مواخذہ فرمائے گا کہ یہ اسکے عدل و انصاف کا تقاضا ہے سبحانہ وتعالیٰ پس اپنے قصد و ارادے سے ایسی برائی کے ارتکاب سے بچنا اور جو بلا قصد و ارادہ ہو جائے اس کو وہ معاف فرما دے گا کہ وہ بڑا ہی غفور و رحیم ہے سبحانہ وتعالیٰ

۱۳ **ایمان والوں پر پیغمبرؑ کے حق کی عظمت شان کا ذکر و بیان:** -سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ "

پیغمبر ایمان والوں پر انکی جان سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں"۔ کیونکہ امر واقع کے اعتبار سے پیغمبر اہلِ ایمان کے ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر ان کے ہمدرد اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان کی نفسانی خواہشات و میول اس کے لئے نقصان دہ اور مضر ثابت ہوسکتی ہیں۔ بلکہ واقعتاً اور اکثر و بیشتر ایسے ثابت ہوتی ہیں۔ اور وہ اس کو کونقصان اور دھوکہ دے سکتی ہیں بلکہ وہ بالفعل اور فی الواقع اسکو نقصان میں ڈالتی اور دھوکہ دیتی بھی ہیں کہ نفسِ انسانی کا تو کام ہی شر و فساد اور برائی پر ابھارنا ہے ۔﴿ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ﴾۔ جبکہ پیغمبر کی تعلیم انسان کے لئے سراسر خیر و برکت اور عینِ رحمت ہوتی ہے۔ اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد آنے والے آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی۔ اور پیغمبر کی ہدایات و تعلیمات ہی ہیں جو انسان کو خواہشاتِ نفس کی مضرتوں سے آگاہ کرتی اور ان کی ہلاکتوں سے بچا کر اور محفوظ رکھ کر دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کی راہ دکھاتی ہیں۔ سو پیغمبر کا حق انسان پر اسکی جان سے بھی زیادہ ہے اور اس کا حکم وارشاد ہر چیز پر مقدم ہے۔ پس ہم پر ہماری جانوں سے بھی کہیں بڑھ کر نبی کا حق اور ان کا حکم وارشاد ہم پر نافذ ہوتا ہے۔ "فهو أحق بالاتباع منَّا مِنْ انفسنا لانفسنا فَاِنَّهٗ اَرْأَفُ بِنَا وَاَعْطَفُ عَلَيْنَا وَاَحَقُّ بِنَا مِنْ اَنْفُسِنَا فِیْ كُلِّ شَیْءٍ "۔ (صفوۃ التفاسیر: ج ۲ ص ۵۱۲)۔ "اَوْلٰی لهم فی الحکم عَلَيْهِمْ وَلُزُوْمِهِمْ فی اتبَاعِهٖ وَطَاعَتِهٖ فی نُفُوْذ حُكْمِهٖ فيهم ووُجُوْب طاعته عليهم "۔ (معالم)۔ "فانه لَا يامرهم ولا يرضٰى منهم الا بما فيه صلاحهم و نَجاحُهم بخلاف النَّفْسِ "۔ (البیضاوی) وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا کہ میں مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ مہربان اور حقدار ہوں۔ جس نے کوئی میراث چھوڑی وہ تو اس کے ورثہ کو ملے گی اور جس نے کوئی قرض یا اولاد چھوڑی وہ میرے ذِمّے ہے۔ "من تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ و مَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضِيَاعًا فَاَنَا مولاه "۔ (ابنِ کثیر، ابنِ جریر، محاسن التاویل وغیرہ)۔ سبحان اللہ! ۔ کیا کہنے اس شانِ کرم و عنایت اور رحمت و شفقت کے جس کی کوئی مثال نہ آپ ؐ سے پہلے کہیں مل سکتی ہے اور نہ آپ ؐ کے بعد قیامت تک کبھی مل سکے گی۔ فَصَلَوٰاتُ اللهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔ مگر واضح رہے کہ آپ ؐ کا اپنی امت سے یہ قرب و تعلق حسی اور جسمانی نہیں، معنوی اور روحانی ہے۔ اور آپ ؐ اپنی امت کے باپ ہیں۔ لیکن حسی اور ظاہری اعتبار سے نہیں، بلکہ معنوی اور روحانی اعتبار سے۔ سو اس کا مطلب جیسا کہ حضرتِ ابنِ عباس وغیرہ حضرات نے فرمایا یہ ہے کہ جہاں اہلِ ایمان کے نفوس کا تقاضا ایک طرف ہو اور پیغمبر کے حکم کا تقاضا دوسری طرف تو پیغمبر کا حکم مقدم ہوگا۔ (ابنِ کثیر، خازن وغیرہ)۔ پس اولویت سے یہاں پر مراد یہ ہے کہ پیغمبر کا حکم اہلِ ایمان کے لئے ان کی خواہشات اور انکے نفوس کے تقاضوں سے بھی مقدم ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ ﴿اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ ﴾۔ پس اہلِ بدعت کے بعض

بڑوں نے اس موقع پر جو قلم کاری فرمائی اور لکھا کہ "معلوم ہوا کہ حضور ہر مومن کے دل میں حاضر و ناظر ہیں کہ جان سے زیادہ قریب ہیں" وہ سراسر باطل و مردود اور ان لوگوں کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔ علیم بذات الصدور ہونا اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف اللہ پاک کی صفت ہے۔ یہ کسی اور کے لئے ماننا شرک ہوگا - والعیاذ باللہ العظیم - اور یہاں پر وارد لفظِ ﴿اولیٰ﴾ سے یہ معنیٰ کشید کرنا سراسر مکابرہ اور سینہ زوری ہے۔ نیز اس صورت میں نبی کے سب پیروکاروں کو بھی ایسے ہی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ - ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ﴾ - میں بھی یہی لفظ وارد ہوا ہے۔ نیز اسی آیت میں آگے یہ لفظ "اولوالارحام" کے بارے میں بھی وارد ہوا ہے۔ تو پھر ان سب کو بھی حاضر و ناظر ماننا پڑے گا۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ نبی کا حق ہر مسلمان پر دوسرے عام لوگوں سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ خود اسکی اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ (تدبرِ قرآن وغیرہ)۔ اور رسول جو کچھ ارشاد فرماتا وہ اللہ ہی کی طرف سے اور اس کے نمائندے کے طور پر ارشاد فرماتا ہے۔ اس لیے ان کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہوتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی - ﴿وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ - "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی" اور یہ اس لیے کہ اللہ تک رسائی اور اس کی اطاعت و بندگی سے سرفرازی اطاعتِ پیغمبر ہی سے ممکن ہو سکتی ہے، ورنہ انسان طرح طرح کی ہلاکت خیز وادیوں ہی میں بھٹکتا رہیگا، والعیاذ باللہ - اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے - آمین ثم آمین۔ یارب العالمین۔

۱۲ پیغمبرؐ کی بیویاں اہلِ ایمان کی مائیں: -سو ارشاد فرمایا گیا "اور ان کی بیویاں انکی مائیں ہیں"۔ یعنی صرف تعظیم و تکریم اور حرمتِ نکاح کے اعتبار سے۔ ورنہ حجاب اور وراثت وغیرہ کے باقی اَحکام کے اعتبار سے آپ سب اجنبیات کی طرح ہیں - "ای فی التحریم و استحقاق التعظیم والا ففی مَا عَدَا ذَالِکَ فَهُنَّ کَالْاَجْنَبِيَّات" - (ابنِ جریر، ابنِ کثیر، محاسن التاویل اور صفوہ وغیرہ)۔ اور یہ اس تعلق کا قدرتی نتیجہ اور طبعی ثمرہ ہے جو ہر امتی کو اپنے پیغمبر سے ہوتا ہے یا ہونا چاہیئے۔ سو اگر اس تعلق میں نفاق وغیرہ کی کوئی آلائش نہ ہو تو فطری طور پر ہر مسلمان کے جذبات ازدواجِ مطہرات کے بارے میں وہی ہونگے اور وہی ہونے چاہئیں جو شریف بیٹوں کے اندر اپنی ماؤں کیلئے ہوتے ہیں۔ حضورؐ کے ساتھ نسبت کی بنا پر ان کیلئے دلوں میں ایسا احترام اور ان کی عظمت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص ان کے ساتھ نکاح کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ سو امہات المومنین کا درجہ و مرتبہ بہت بڑا ہے کہ جس نسبت کا شرف ان کو ملا وہ بہت بڑا اور بے مثال شرف ہے - رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین - پس جو بدبخت ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ ایمان والے نہیں ہو سکتے، بلکہ وہ شیاطین اور ان کے چیلے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم -

۱۵ **اہلِ ایمان کے باہمی حقوق کی بنیاد رحمی رشتوں پر:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں'' اللہ کی کتاب کی رو سے بہ نسبت دوسرے مومنوں اور مہاجروں کے۔ ابتدائے اسلام میں اخوت یعنی باہمی بھائی چارگی اور ہجرت کی بنا پر میراث جاری ہوتی تھی۔ اس آیتِ کریمہ سے اس کو منسوخ کر دیا گیا اور صرف قرابت و رشتہ داری کو میراث کا سبب قرار دیا گیا۔ ''کان المسلمون یتوارثون بالھجرة والمؤاخاة حتّٰی نزلت واُولوا الآرحام''۔ (خازن: ج۵ص۱۹۲ بحوالہ الجواہر: ج۳ص۹۳۲)۔ یعنی وراثت میں رشتہ دار دوسرے مسلمانوں اور مہاجروں سے زیادہ حق دار ہیں۔ پس رشتہ داروں کے ہوتے ہوئے دوسرے لوگ ان کے وارث نہیں بن سکیں گے۔ بہر کیف رسول اللہ اور آپ کی ازواجِ مطہرات کو امت میں جو امتیازی مقام حاصل ہے اسکے بیان فرمانے کے بعد اور جس پہلو سے حاصل ہے اسکو بیان کرنے کے بعد اب یہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ باقی تمام اہلِ ایمان کے باہمی حقوق کی بنیاد رحمی رشتوں پر ہے۔ جیسا کہ سورۂ نسا کی آیات نمبر ۷ سے ۱۳ تک میں تقسیم میراث کے سلسلے میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ وہ آپس میں ''الاقرب فالاقرب'' کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث اور حقدار ٹھہریں گے۔ اور فی کتاب اللہ سے یہاں پر مراد سورۂ نساء کی یہی مذکورہ بالا آیاتِ کریمات ہیں جن میں اسی فطری اصول وضابطہ کے مطابق تقسیمِ میراث کا قانون بیان فرمایا گیا ہے۔ اور۔ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهَاجِرِیْنَ﴾۔ کے اس ٹکڑے کی تصریح سے واضح فرمادیا گیا کہ اسلامی اخوت کی بنا پر مہاجرین اور انصار کے درمیان حقوق میں شرکت کا جو نظام شروع میں قائم کیا گیا تھا وہ ایک عارضی نظام تھا جس کو اب ختم کر دیا گیا ہے۔ اور اب اہلِ ایمان کے باہمی رشتوں کی اصل بنیاد رحمی رشتوں پر ہی ہوگی۔ جس کی تفصیلات دوسری نصوص سے مصرح فرمادی گئی ہیں۔ والحمد للہ جَلَّ وَلا بکل حالٍ مِّنَ الاحوال

۱۶ **حسنِ سلوک کے معاملے کا استثناء:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''مگر یہ کہ تم لوگ اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرو''۔ یعنی میراث تو ان کو نہیں ملے گی لیکن یوں بر واحسان اور وصیت کے طور پر تم ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا چاہو تو کر سکتے ہو اس کی ممانعت نہیں۔ وَبَقِیَ الْبِرُّ وَالْاِحْسَانُ و الوَصِیَّةُ۔ (جامع البیان، ابنِ کثیر، محاسن التاویل، روح المعانی وغیرہ)۔ سو اسلامی اخوت کی بنا پر مہاجرین اور انصار کے درمیان حقوق میں شرکت کا جو عارضی نظام شروع میں قائم فرمایا گیا تھا اس کو اس ارشاد سے منسوخ فرما دیا گیا اور واضح فرمادیا گیا کہ اب ''الاقرب فالاقرب'' کے اصول پر رشتہ دار ہی ایک دوسرے کے حقدار ٹھہریں گے۔ ہاں اگر کوئی ایسے رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہے جو کہ میراث کے حقدار نہیں تو وہ ان حدود کے اندر رہ کر کر سکتا ہے جو شریعتِ مطہرہ نے ان کیلئے مقرر فرمادی ہیں اور جن کا بیان سورۂ نساء میں ہو چکا ہے۔ ﴿کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتَابِ مَسْطُوْرًا﴾۔ سے مراد ایک قول واحتمال کے مطابق یہی ہے۔ جبکہ دوسرا قول آگے آرہا ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے حسنِ سلوک کے معاملے کو مستثنیٰ فرمادیا گیا کہ حسنِ سلوک اور حسنِ معاملہ بہر حال مطلوب ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید.

فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ

اس کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے، ﴿۶﴾ وکا اور (وہ بھی یاد کرو کہ) جب ہم نے تمام نبیوں سے

مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى

ان کا عہد لیا، ۱۸ اور آپ سے بھی، اور نوح، ابراہیم موسیٰ،

وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۷﴾

اور عیسیٰ بن مریم سے بھی اور ان سب سے ہم نے خوب پختہ عہد لیا، ۱۹ ﴿۷﴾

لِّيَسْــَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ

تاکہ وہ (وحدہٗ لاشریک) پوچھے سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں (کہ انہوں نے اس کی کہاں تک پابندی کی) اور

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

کافروں کے لئے اس نے ایک بڑا ہی دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، ۲۰ ﴿۸﴾ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو تم اللہ کے اس احسان کو

عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا

جو اس نے تم پر اس وقت فرمایا تھا جب کہ چڑھ آئے تھے تم پر بہت سے لشکر، ۲۱ تو آخرکار ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی تھی

۱۷ **میراث کی تقسیم قطعی اور طے شدہ امر ہے:-** چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ بات لکھی ہوئی ہے اس کتاب میں، یعنی یہ بات کہ میراث رشتہ داری ہی کی بنیاد پر جاری ہوگی یہ بدا جیسے کسی امر باطل پر مبنی نہیں جیسا کہ روافض وغیرہ بعض ملحدوں اور باطل پرستوں کا عقیدہ ہے بلکہ یہ تو اللہ پاک کی اس کتابِ قدیم میں جو کہ غیر مبدل ہے شروع ہی سے لکھی ہوئی اور طے شدہ بات ہے۔ درمیان میں جو دوسرا حکم اس کے خلاف موجود تھا وہ اللہ پاک نے کچھ دوسری مصلحتوں اور حکمتوں کی بنا پر دیا تھا جس کا کامل علم بھی اسی کو ہے۔ الذی لا یُبْدو اِنْ کان تعالی شرع خلافه فی وَقْتٍ لما لَهُ مِنَ الْحِكْمَةِ الْبَالِغَةِ - (جامع البیان، محاسن التاویل، صفوۃ التفاسیر اور المراغی وغیرہ)۔ سو مواخات، مہاجرین اور حلف وغیرہ کی بنا پر جو میراث تقسیم ہوتی تھی وہ ایک عارضی حکم تھا جو عارضی مصلحت کی بنا پر جاری فرمایا گیا تھا وہ اب ختم ہوگیا۔ (المراغی، المعارف وغیرہ)۔ اس ضمن میں اب صرف اتنی گنجائش باقی رہ گئی ہے کہ آدمی کے اعزہ واحباب میں سے جو میراث میں حق نہیں رکھتے ان کے ساتھ اگر کوئی حسنِ سلوک کا معاملہ کرنا چاہے تو وہ شریعتِ مطہرہ کی ان حدود مقررہ کے اندر رہ کر کرسکتا ہے جو اس

بارے تقسیم میراث کے قانون کی صورت میں مقرر فرمائی گئی ہیں اور جن کا ذکر سورۂ نساء میں فرما دیا گیا ہے۔ والحمد للہ جل وعلا۔ بہرکیف تقسیمِ میراث ایک قطعی اور طے شدہ امر ہے۔

۱۸ حضراتِ انبیائے کرام کے مشترکہ مشن اور عہد کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ بھی یاد کرو کہ جب ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا عہد لیا "۔ یعنی اس امر کا عہد کہ دین کو قائم کرنا ہے اس کی تبلیغ کرنی ہے اور باہمی تعاون و تناصر اور انفاق سے کام لینا ہے۔ "فِیْ اقامة دینه و اِبْلاغ رسالته والتعاون والانفاق "۔ (جامع البیان: ج۲ص۱۶۲)۔ "بتلیغ الرِّسالة والدعوة الی الحق "۔ (روح المعانی، قرطبی وغیرہ)۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ حضراتِ انبیاء و رسل کا مشن و مقصد ایک اور مشترک ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کے دین کو قائم کرنا اور اسکی تبلیغ کرنا۔ اس سورۂ کریمہ کے شروع میں پہلی اور دوسری آیتِ کریمہ میں پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ آپ ہر طرح کے خوف و خطر اور اندیشہ و فکر سے بےفکر اور لاپرواہ ہو کر اس وحی کی اتباع اور پیروی کیے جائیں جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے بھیجی جاتی ہے۔۔ اب اس ارشاد سے اس بات کی توثیق تاریخ کے حوالے سے فرما دی گئی۔ یعنی جو ہدایت آپ کو فرمائی گئی اے پیغمبر اسی کی ہدایت و تاکید دوسرے تمام انبیائے کرام کو بھی فرمائی گئی تھی کہ حق بہرحال ایک ہی ہے اور اس کی تبلیغ مشترکہ ذمہ داری ہے ،اور نورِ حق و ہدایت کی ضرورت خورد و نوش وغیرہ کی دوسری اہم اور بنیادی مادی ضرورتوں سے بھی کہیں بڑھ کر ہے کہ اس پر سعادت دارین سے سرفرازی مدار و انحصار ہے ،اور اس کے بغیر انسان انسان نہیں بن سکتا بلکہ وہ محض ایک جانور بن کر رہ جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر گمراہ ہو جاتا ہے، والعیاذ باللہ جلّ وعلا۔

۱۹ اولوا العزم رسلِ کرام کے عہد کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے یہ عہد آپ سے بھی لیا اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی اور ان سب سے ہم نے خوب پختہ عہد لیا "۔ ان پانچ انبیائے کرام کے اسماء کی تصریح ان کے شرف و مقام کی وجہ سے فرمائی گئی ہے۔ اور ان میں بھی حضرتِ خاتم الرسل ۔صلواتُ الله وسَلامه عَلَیه۔ کا ذکر سب سے پہلے فرمایا گیا۔ حالانکہ آپ کی بعثت و تشریف آوری سب سے آخر میں ہوئی تھی۔ کہ آپؐ سب سے اشرف ہیں۔ "صَرّح باسماء الخمسة و قَدّمَ ذکر خاتم الانبیاء لشرفه علیهم "۔ (جامع البیان، ابنِ کثیر، صفوۃ التفاسیر وغیرہ)۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی میں ان پانچ حضرات کا بطورِ خاص ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ سب بڑی عظمتِ شان کے مالک حضرات تھے۔ اسی لیے ان حضرات کو اولوا العزم رسول کہا جاتا ہے۔ اور امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تشریف آوری اگرچہ ان سب کے آخر میں ہوئی لیکن آپؐ کا مرتبہ اور مقام سب سے بڑا ہے۔ اس لیے یہاں پر آپؐ کا ذکر

سب سے پہلے فرمایا گیا۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ ان حضرات انبیاء و رسل سے یہ عہد لیا گیا اللہ کی جو وحی انکی طرف بھیجی گئی اس کی پیروی وہ خود بھی کریں اور اس کو بلا کسی کم و کاست کے لوگوں تک بھی پہنچائیں۔ سو اس ارشاد سے اس بارے حضرات انبیائے کرام کی پوری تاریخ سامنے رکھ دی گئی تا کہ اس سے یہ امر پوری طرح واضح ہو جائے کہ اس اہم اور مقدس ذمہ داری کا بارِ گراں ہر پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کو اٹھانا پڑا ہے۔ اور اس عہد کی تاکید ملاحظہ ہو کہ اول تو اس کو ﴿میثاق﴾ کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے جس کے معنیٰ مضبوط و مستحکم عہد کے ہوتے ہیں۔ پھر اس کی تاکیدِ مزید کے لیے اس کو ﴿غـلـیـظ﴾ کی صفت سے موصوف کیا گیا ہے جس سے اس کے اندر مزید استحکام پیدا ہو گیا ہے۔ سو یہ عہد بڑا ہی اہم عہد تھا جو ان حضرات سے لیا گیا، کہ اصل الاصول اور مدارِ رشد و ہدایت تھا۔ صلوٰاتُ اللہ و سلامُہٗ علیھم اجمعین

۲۰ اخذِ میثاق کی حکمت و مصلحت کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ تا کہ اللہ پوچھے سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں اور اس نے کافروں کیلئے تیار کر رکھا ہے ایک بڑا ہی دردناک عذاب، سو سچوں سے پوچھ ہوگی۔ تا کہ ان کا سچ سب کے سامنے اور علی رؤس الاشہاد ظاہر ہو جائے اور وہ اس کا بدلہ پائیں۔ سو اس ارشادِ عالی سے اس عہد و میثاق کی حکمت اور مصلحت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ ایسا اس لیے کیا گیا کہ تا کہ اس طرح لوگوں پر اتمامِ حجت ہو جائے اور راست بازوں سے انکی راست بازی کے بارے میں پرسش اور کفار و منافقین سے ان کے کفر و نفاق کے بارے میں پوچھ گچھ ہو۔ اور اسی کے مطابق ہر گروہ کو اسکے اجر و صلہ سے نوازا جائے۔ کیونکہ اِتمامِ حجت کے بغیر کسی کو سزا و جزا دینا عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہوسکتا۔ سو اس طرح عملی طور پر کھرے کھوٹے کے درمیان فرق و تمیز کا انتظام فرمادیا گیا تا کہ کل قیامت کے روز کوئی کسی طرح کا عذر نہ پیش کر سکے کہ اس کے سامنے حق کا پیغام نہیں آیا تھا۔ وبـالـلـہ الـتـوفـیـق لـمـا یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید، بکل حال من الاحوال،

۲۱ غزوۂ اَحزاب کا تذکرہ اور اس سے متعلق بعض اہم دروس و عِبَر کا ذکر و بیان: - اوپر پیغمبر کو حکم و ارشاد فرمایا گیا تھا کہ آپؐ اللہ پر بھروسہ رکھیں اس کی کارسازی ہر طرح سے کافی ہے۔ سو اب اس کے کچھ ثمرات اور نتائج کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے ''غزوۂ اَحزاب'' اور پھر ''غزوۂ بنی قریظہ'' کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو دور رَس تک چلا گیا۔ ان دونوں غزووں کے تفصیلی واقعات تو تفسیر و سیرت کی بڑی کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان مختصر فوائد میں انکے تفصیلی ذکر کی گنجائش نہیں۔ البتہ مختصراً اتنا جاننا چاہیے کہ یہودِ بنو قینقاع اور بنو نضیر جن کو انکے اپنے کئے کرائے کے نتیجے میں مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا تھا، انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی سازشوں اور فریب کاریوں کا سلسلہ نہ صرف یہ

کہ جاری رکھا بلکہ انکو اور تیز کر دیا اور ان کا دائرہ اور وسیع کر دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اور خاص کر بنونضیر کے سردار حُیَی ابنِ اَخطب نے عرب کے تمام قبائل کو اکسا بھڑکا کر ایک ایسے اجتماعی حملے کے لئے تیار کر لیا جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کا مکمل طور پر صفایا کر دینا تھا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے شوال ۵ ھ میں چاروں طرف سے دشمنانِ اسلام کو یکجا کر کے ایک بھاری لشکر کی صورت میں مدینہ منورہ پر ایک ایسے زبردست حملے کا پروگرام بنایا کہ خاکم بدہن مسلمانوں کا ہمیشہ کے لئے صفایا اور خاتمہ کر دیا جائے۔ والعیاذ باللہ۔ چنانچہ اس کے لئے کوئی بارہ ہزار بلکہ بعض روایات کے مطابق پندرہ ہزار کا لشکرِ جرار وہ مدینہ منورہ پر چڑھا لائے جس میں مشرق کی طرف سے غطفان کے قبائل بنوسلیم، فزارہ، مرۃ، اشجع اور سعد وغیرہ نے پیش قدمی کی، شمال کی طرف سے بنوقینقاع اور بنونضیر کے یہود نے اور جنوب کی طرف سے قریش اور ان کے حلیفوں نے۔ جبکہ اس لشکرِ جرار کے مقابلے میں اسلامی لشکر کی تعداد بمشکل تین ہزار تھی اور وہ بھی نہتے اور طرح طرح کے مسائل اور مصائب و مشکلات میں گھرے ہوئے۔ مگر وہ ایمان، اخلاص اور توکل علی اللہ کی دولتِ بے پناہ سے پوری طرح سرشار تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مقابلے میں حضرتِ سلمان فارسیؓ کے مشورے کے مطابق جبلِ سلع کو اپنی پشت پر لے کر اس طرف ایک خندق کھدوائی جدھر سے دشمن کا حملہ متوقع تھا۔ اس خندق کو کچھ ہی دنوں میں مکمل کر لیا گیا اور تین ہزار مسلمانوں کا لشکر اس کی پناہ میں مقابلہ کے لئے صف بستہ ہو گیا۔ دشمن نے اس خلافِ توقع صورتِ حال پر چارونا چار خندق کے اس طرف ڈیرے ڈال دیئے۔ تقریباً ایک ماہ تک اسی طرح دونوں طرف فوجیں آمنے سامنے رہیں۔ اس دوران اکا دکا جھڑپیں تو ہوتی رہیں مگر کوئی باقاعدہ لڑائی نہیں ہوئی۔ ادھر یہودیوں کی سازشوں، ریشہ دوانیوں اور بدعہدیوں کی بنا پر اس دوران ایک اور خطرناک صورتِ حال یہ پیش آئی کہ مدینہ منورہ میں موجود یہودِ بنوقریظہ نے عین خطرے کے موقع پر مسلمانوں سے کیے ہوئے اپنے دیرینہ عہد و پیمان کو توڑ دیا اور صاف کہہ دیا ۔ ''لا عَقْدَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ ولا عَهْدَ''۔ کہ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان نہ کوئی عہد ہے نہ کوئی پیمان۔ اس وقت مسلمانوں کے لئے صورتِ حال کی سنگینی انتہا کو پہنچ گئی کہ باہر سے آئے ہوئے اس لشکرِ جرار کے ساتھ ساتھ اندرونِ مدینہ میں موجود یہود بھی پشت میں خنجر گھونپنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت مومن و منافق کی تمیز و پہچان ہو گئی۔ کھرے کھوٹے الگ ہو گئے۔ اپنے پرائے کا پتہ چل گیا۔ مومنوں کا ایمان اور منافقوں کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔ کلیجے منہ کو آنے لگے۔ طرح طرح کی باتیں اور قسما قسم کے گمان ظاہر ہونا شروع ہو گئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حملہ آور غطفان سے یہ پیشکش کر کے صلح کرنے کا ارادہ فرما لیا کہ وہ مدینہ منورہ کے پھلوں کی پیداوار کا ایک تہائی حصہ لے کر واپس ہو جائیں۔ مگر جب آپؐ نے اس بارے انصار کے سرداروں حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ سے مشورہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے نبی، اگر تو

یہ اللہ پاک کی طرف سے آپ کو حکم ہے تو پھر ہماری طرف سے اس بارے کسی چون و چرا کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم اسے بسر و چشم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہ آپ کی اپنی رائے ہے اور آپ ہمیں بچانے کے لئے ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ایسا قطعاً نہ کیجئے گا۔ ہم نے تو اس وقت بھی ان لوگوں کو حبہ تک دینا گوارا نہیں کیا جب کہ ہم کفر و شرک میں مبتلا تھے، تو اب جبکہ ہم نورِ ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ یہ ہم سے خراج لیں۔ اب ہمارے اور ان کے درمیان تو تلوار ہی ہے یہاں تک کہ اللہ پاک ان کے اور ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو تمہاری وجہ سے ایسا کرنا چاہتا تھا کہ پورا عرب تم پر پل پڑا ہے اور تم کو اس سلسلے میں اس قدر تکلیف برداشت کرنا پڑ رہی ہے۔ مگر جب تمہارے ایمان اتنے مضبوط اور تمہارے حوصلے اس قدر پختہ اور بلند ہیں تو اب صلح کے اس ارادے کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ صلح نامہ پھاڑ دیا گیا اور جہادِ مسلسل کے عزمِ مصمم کا اِظہار و اِعلان فرمایا دیا گیا، یہاں تک کہ آزمائش کی تکمیل پر اس مہیب فضا میں رحمت کی ہوا چلنے لگی اور ان گھٹا ٹوپ اندھیروں کے چھٹنے کا وقت آن پہنچا جس کے لئے قدرت کے دستِ غیب نے سب سے پہلے یہ سامان فرمایا کہ قبیلہ غطفان کی ایک شاخ اشجع کے ایک صاحب نعیم بن مسعود کے دل میں ایمان کی ایک کرن پھوٹی اور اس کے بعد انہوں نے اپنی خاص حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے دشمن کی صفوں میں پھوٹ ڈال دی۔ جسکے نتیجے میں باہر کے آئے ہوئے حملہ آور اور اندرون مدینہ موجود بنو قریظہ کے یہودِ بے بہود آپس میں کٹ گئے۔ ادھر ایک ایسی سخت قسم کی آندھی چلی کہ دشمن کے خیمے اکھڑ گئے۔ جانور بھاگ گئے۔ دیگیں الٹ گئیں۔ برتن اڑ گئے۔ ہوا سے کنکر مٹی اور ریت اڑ اڑ کر ان کے مونہوں پر طمانچے رسید کرنے لگے۔ کفار پر خوف و ہراس اور سراسیمگی کا عالم طاری ہو گیا۔ رعب چھا گیا۔ یہاں تک کہ بڑے طمطراق، زور و شور اور ساز و سامان کے ساتھ حملہ کرنے والے اور اسلام اور مسلمانوں کے نام و نشان مٹا دینے کا زعم و گھمنڈ اور خمار رکھنے والے ان تمام لشکروں کو بے نیلِ مرام، خائب و خاسر اور ذلیل و رسوا ہو کر واپس ہونا پڑا اور انکو ناکامی و نامرادی کی سیاہی اپنے چہروں پر لئے اور پاؤں سر پر رکھ کر بھاگنا پڑا۔ اور آئندہ ہمیشہ کے لئے یہ لوگ مہزوم و مطرود ہو گئے اور نورِ حق کے اجالے میں پیغمبرِ اسلام صلواتُ اللہِ و سلامُہ علیہ نے فرمایا۔ "اَلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَ لَا یَغْزُوْنَا"۔ "اب ہم ان پر حملہ کریں گے یہ ہم پر کبھی حملہ آور نہیں ہو سکیں گے"۔ چنانچہ چشمِ فلک گواہ ہے کہ ایسے ہی ہوا۔ اس کے بعد ان دشمنانِ اسلام کو مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کا حوصلہ پھر کبھی نہیں ہو سکا یہاں تک کہ اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد پورے جزیرۂ عرب سے ان کا صفایا ہو گیا اور نورِ حق کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے مٹانے والے یہ اَشرار ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ اللہ ہمیشہ راہِ حق و صواب پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین، و یا اکرم الاکرمین۔

وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا ۚ‏ ۝۹

اور ایسے بہت سے لشکر بھی، (تمہاری مدد کے لئے) جو تمہیں نظر نہیں آرہے تھے، ۲۲ اور اللہ پوری طرح دیکھ رہا تھا وہ سب کچھ جو تم لوگ

اِذۡ جَآءُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ وَمِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ وَاِذۡ

کررہے تھے، ۹ جب کہ چڑھ آئے تھے تم پر وہ لوگ (یعنی تمہارے دشمن) تمہارے اوپر سے بھی اور تمہارے نیچے سے بھی، ۲۳ اور جب

۲۲ اہلِ ایمان کی غیر مرئی لشکروں سے مدد: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ نے اتار دیے تمہاری مدد کے لیے ایسے لشکر جو تم لوگوں کو نظر نہیں آرہے تھے''۔ یعنی نوری فرشتوں کے لشکر۔ اور وہ دوسرے اسباب خفیہ جو تمہاری نظروں سے اوجھل تھے۔ اور اللہ پاک کے لشکروں کو اس کے سوا اور جان ہی کون سکتا ہے؟ ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ﴾۔ بہر کیف اللہ پاک سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت وامداد اور تائید وحمایت کیلئے بادِ تند وتیز کے ساتھ ساتھ فرشتوں کے ایسے لشکر بھی بھیجے جو مسلمانوں کو نظر نہیں آرہے تھے لیکن وہ انکے شانہ بشانہ کفار واشرار کے لشکروں کے مقابلے میں نبرد آزما تھے۔ فرشتوں کے یہ لشکر مسلمانوں کو اگرچہ نظر نہیں آتے لیکن انکی نصرت وامداد کے نتیجے میں ظہور پذیر ہونے والے غیبی کارنامے مسلمانوں کی ڈھارس بندھانے اور ان کی حوصلہ افزائی کا ذریعہ بنتے رہتے ہیں۔ جس سے اہلِ ایمان کے دل مضبوط ہوتے رہتے ہیں اور انکے دشمنوں کے دلوں پر رعب پڑتا جاتا ہے۔ اور فرشتوں کے یہ لشکر مسلمانوں کو اگرچہ نظر نہیں آتے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کفار کو بھی نظر نہ آئیں۔ بلکہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ وہ کفار کی فوجوں کو نظر آئیں اور ہر چیز انکی مرعوبیت کا باعث بنے۔ سو اس سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ جب بندے کا ایمان ویقین سچا اور پکا ہوتا ہے اور اس کو اپنے خالق ومالک پر بھروسہ واعتماد پورا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نصرت وامداد کے لیے ایسے ہی غیبی اسباب پیدا کرتا اور انتظام فرماتا ہے۔ اور اس طور پر کہ بندے کو اس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ وباللہ التوفيق لما يحب ويريد وعلى ما يحب ويريد ۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور اعداء واشرار کے شرور وفتن سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا اکرم الاکرمین۔

۲۳ غزوۂ احزاب کے ہولناک منظر کی تصویر کشی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب چڑھ آئے تم پر وہ لوگ۔ یعنی تمہارے دشمن تمہارے اوپر سے بھی اور تمہارے نیچے سے بھی''۔ یعنی ہر طرف سے۔ اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اوپر سے مراد مدینہ کی مشرقی جانب ہو جدھر سے غطفان وغیرہ حملہ آور ہوئے تھے اور نیچے سے مراد وہ جانب ہو جدھر سے قریش وغیرہ آئے تھے۔ بہر کیف یہ غزوۂ احزاب کے ہولناک منظر کی تصویر کشی فرمائی گئی ہے تاکہ اس سے واضح ہو سکے کہ منظر کتنا ہولناک اور کس قدر مہیب اور خوفناک تھا تاکہ ان مہیب اور ہولناک اندھیروں میں خداوندِ قدوس کی طرف سے ملنے والی اس نصرت وامداد کی عظمت واہمیت سے پوری طرح واضح ہو سکے جس سے اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے اہلِ ایمان کو انکے صدق وصفا اور انکی قوتِ ایمان ویقین کی بنا پر نوازا تھا کہ مدد کرنا اور نوازنا اسی وحدہ لاشریک کی شانِ کرم واحسان ہے سبحانہ وتعالیٰ بہر کیف ''فوق'' اور ''اسفل'' دونوں کے ذکر سے مشرقی اور مغربی دونوں سمتوں سے حملے کا ذکر فرما دیا گیا۔ کیونکہ مشرقی سمت بلند تھی اور مغربی نشیب میں۔ اور دشمنِ اہلِ ایمان ہر طرف سے چڑھ آئے تھے۔ جس سے ایک بڑی ہی ہولناک صورت پیدا ہو گئی تھی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ

پتھرا گئی تھیں آنکھیں اور منہ کو آ گئے تھے کلیجے اور تم لوگ اللہ (پاک) کے بارے میں طرح طرح کے

بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا

گمان کرنے لگ گئے تھے، ۲۴ ﴿۱۰﴾ (سو اس طرح) اس موقع پر خوب آزمائش کی گئی ایمان والوں کی اور ان کو جھنجوڑ کر رکھ دیا گیا

زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ

بڑی سختی سے ﴿۱۱﴾ جب کہ منافق اور وہ لوگ

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ

جن کے دلوں میں روگ تھا (کھلم کھلا) کہنے لگے تھے کہ ہم سے وعدہ نہیں کیا اللہ اور اس کے رسول نے

اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ

مگر دھوکے (اور فریب) کا، ﴿۱۲﴾ اور (وہ بھی یاد کرنے کے لائق ہے کہ) جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے

يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ

یثرب کے لوگو! ۲۵ تمہارے لئے اب یہاں ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں پس تم لوٹ چلو، ۲۶ اور ان میں سے ایک اور گروہ

مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ مع

نبی سے اجازت مانگ رہا تھا (اس بہانے سے) کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں، حالانکہ وہ

۲۴ صورتِ حال کی ہولناکی کے طبعی اثر کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور خوف کے مارے تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے تھے"۔ ایمان والوں کو تو اللہ اور اس کے رسول کے وعدوں پر یقین تھا مگر منافق لوگ یہاں تک کہنے لگے تھے کہ محمد نے تو ہم سے قیصر و کسریٰ کے محلات کے وعدے کئے تھے مگر حال یہ ہے کہ آج ہم لوگ قضائے حاجت کے لئے باہر بھی نہیں نکل سکتے۔ سو اس سے اندزہ کیا جا سکتا ہے کہ ایمان کی دولت کتنی بڑی دولت ہے اور اس کی قوت کس قدر عظیم قوت ہے۔ اور اس سے بندۂ مومن کو مصائب و مشکلات کے ہجوم میں بھی کس قدر امن و سکون نصیب ہوتا ہے۔ جبکہ دولتِ ایمان سے محروم لوگ ہر وقت تنگی ہی تنگی میں رہتے ہیں والعیاذ باللہ سو ضعیف الایمان اور روگِ منافقت کے روگی لوگوں کے اس خوفناک منظر کو دیکھنے سے اوسان خطا ہو گئے اور خدائے پاک سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت و امداد کے سب وعدے ان لوگوں کی نظروں میں مشکوک ہو گئے تھے والعیاذ باللہ بہر کیف یہ حال ضعیف الایمان اور منافق لوگوں کا تھا جبکہ سچے

پکے مومن اس وقت بھی مطمئن تھے۔ اس لیے ان کی عزیمت و استقامت اور ان کے سکون و اطمینان کی تعریف آگے صاف اور صریح لفظوں میں فرمائی گئی ہے۔ سو ایمان و یقین کی دولت سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ ہے۔ اور سکون کی نعمت اسی سے مل سکتی ہے، ورنہ اضطراب ہی اضطراب ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ من کل زیغ و ضلال،

۲۵ ''یثرب'' کا معنیٰ و مفہوم؟:- ''یثرب'' مدینہ منورہ کا پرانا نام تھا جو ثرب سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنیٰ خرابی اور مصیبت و بیماری وغیرہ کے آتے ہیں۔ اسی سے ''تثریب'' بنا ہے۔ آنحضرت ﷺ۔ کی ہجرتِ مدینہ اور آپ کی وہاں تشریف آوری سے پہلے چونکہ یہ جگہ خرابی و فساد کی جگہ ہوتی تھی اس لئے اس کو ''یثرب'' کہا جاتا تھا۔ اور یہاں کا بخار تو بڑا مشہور بخار تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور اس خطے میں آپ کی تشریف آوری کے بعد یہ خطہ امن و سلامتی کا خطہ، رحمت و عنایتِ خداوندی کا گہوارہ اور خیر و برکت کا مرکز بن گیا۔ اس لیے اس کا نام ''یثرب'' کی بجائے ''طابہ'' اور ''طیبہ'' پڑ گیا۔ اور یہ ''مدینۃ النبی''، ''مدینہ الرسول'' اور ''المدینۃ المنورہ'' مشہور ہو گیا۔ اور یہ اس کا اسمِ علم بن گیا۔ اور پوری روئے زمین میں صرف اسی بقعہ مبارکہ کا نام ''المدینۃ'' پڑ گیا۔ حالانکہ لغت کے اعتبار سے مدینہ ہر شہر کو کہا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اب اس کو ''یثرب'' کہنا جائز نہیں۔ بہرکیف یہاں پر اس سے منافقین کے ایک دوسرے گروہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور قرینے کی دلیل سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ اشارہ ان منافقینِ اَعراب کی طرف ہے جو مدینے کے قرب و جوار کے دیہاتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ لوگ اسلام تو لے آئے تھے لیکن ان میں ایک گروہ نہایت کٹر منافقین کا تھا جن کے بارے میں خود قرآن کہتا ہے۔ ﴿اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا﴾۔ سو آیاتِ کریمہ میں ایسے ہی لوگوں کے کردار پر تبصرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کفر و نفاق کے ہر شائبے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۲۶ منافقوں کی مفسدانہ کاروائیوں کے ایک نمونے کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان لوگوں نے اپنے گروپ کے لوگوں سے کہا کہ یثرب والو اب تم لوگوں کیلئے یہاں ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں پس تم لوٹ جاؤ''۔ یعنی اب محاذِ جنگ پر ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں۔ لہٰذا تم لوگ اپنے گھروں کو واپس چلو۔ ظاہری معنیٰ تو یہ ہوئے مگر اندر اندر سے یہ لوگ دراصل یہ کہتے تھے کہ اب تم اپنے پرانے دین ہی کی طرف واپس ہو جاؤ کہ اب اس نئے دین میں رہنے کا تمہارے لیے کوئی مقام نہیں۔ اور ذو معنیین لفظ بولنا تو ان لوگوں کا طرۂ امتیاز اور پرانا وطیرہ تھا۔ تاکہ اس طرح یہ لوگ اپنے اپنے مقاصدِ خبیثہ کی تکمیل کر سکیں۔ سو نفاق اور ضعفِ ایمانی کے شکار ان لوگوں نے ''اہل المدینۃ'' کی بجائے ''اہل یثرب'' کہہ کر اپنے باطن کی اس کیفیت کا اظہار کر دیا کہ اس شہر کے نئے نام یعنی ''المدینۃ'' کو قبول نہیں کیا تھا۔ شاید یہ لوگ ابھی تک اس گمان میں مبتلا رہے ہوں کہ اس شہر پر اسلام اور مسلمانوں کا قبضہ عارضی ہے۔ سابقہ حالات پھر لوٹ آئیں گے۔ سو اس خطاب کا حوالہ دیکر قرآنِ حکیم نے ایسے لوگوں کے باطن سے پردہ اٹھا دیا۔ اور یہی نتیجہ ہوتا ہے ایمان و یقین کی قوت سے محرومی کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس ارشاد سے منافقوں کی مفسدانہ کاروائیوں کا ایک نمونہ پیش کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کفر و نفاق کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین۔

بِعَوۡرَةٍ ۚ اِنۡ يُّرِيۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوۡ دُخِلَتۡ

ایسے کسی خطرے میں نہیں تھے، یہ لوگ محض بھاگنا چاہتے تھے، ۲۷ ﴿۱۳﴾ اور (ان کا اندرونی حال یہ ہے کہ) اگر گھس آئے ہوتے

عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَقۡطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الۡفِتۡنَةَ لَاٰتَوۡهَا

اُن پر دشمن اطراف مدینہ سے، پھر ان کو دعوت دی جاتی فتنہ (وفساد) کی تو یہ (فوراً) اس میں کود پڑتے

وَمَا تَلَبَّثُوۡا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيۡرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدۡ كَانُوۡا عَاهَدُوا

اور کچھ بھی توقف نہ کرتے، ۲۸ ﴿۱۴﴾ حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ خود اللہ سے یہ عہد

اللّٰهَ مِنۡ قَبۡلُ لَا يُوَلُّوۡنَ الۡاَدۡبَارَ ؕ وَكَانَ عَهۡدُ اللّٰهِ

کر چکے تھے کہ یہ پیٹھ نہ پھیریں گے، اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی

۲۷ منافق لوگوں کی حیلہ بازیوں کے ایک نمونے ومظہر کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان میں سے ایک اور گروہ پیغمبر سے اجازت مانگتا ہے کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں حالانکہ وہ اس طرح کسی خطرے میں نہیں"۔ یہ لوگ تو محض بھاگنا چاہتے ہیں۔ یعنی ایسا کوئی خاص خطرہ وہاں نہیں تھا جو خاص طور پر انہی کو لاحق ہوتا دوسروں کو نہ ہوتا۔ یہ لوگ تو محض بھاگنا چاہتے تھے ورنہ ان کے گھروں کا حال بھی ویسے ہی تھا جیسے دوسروں کا تھا۔ اور سب کی صورتِ حال ایک ہی جیسی تھی۔ بہرکیف اس ارشاد میں منافقین کے ایک دوسرے گروہ کے کردار کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ نبیؑ کے سامنے یہ عذر اور بہانہ پیش کر کے اجازت مانگتے تھے کہ چونکہ ہمارے گھر تنہا اور غیر محفوظ ہیں، اس لیے ہمیں واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ سو پہلے گروہ نے مدینے والوں کو پست ہمت کر کے محاذِ جنگ سے ہٹانے کی کوشش کی اور اب اس دوسرے گروہ نے اپنے لیے راہِ فرار تلاش کرنے کی تدابیر کی تاکہ میدان دشمن کیلئے بالکل صاف ہو جائے اور ان کا یہ قول کہ "ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں" اس بات کا قرینہ ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اطرافِ مدینہ سے تھا۔ اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ یہ اپنے کفر ونفاق میں بڑے سخت ہیں کہ مرکزِ نور وہدایت سے دُور رہنے والوں کا معاملہ ایسے ہی ہوتا ہے، والعیاذ باللہ جَلَّ وعَلَا بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال۔

۲۸ بہانہ بازوں کی جھوٹی بہانہ بازی کے ایک اور نمونے کا ذکر وبیان: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ محض ان لوگوں کی بہانہ بازی تھی ورنہ اگر دشمن کی کوئی فوج مدینہ میں گھس آئے اور ان سے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کو کہے تو یہ فوراً تیار ہو جائیں گے اور اس وقت ان کو ایسا کوئی خطرہ یاد نہ آئے گا۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ یہ محض جہاد سے بھاگنے کے لئے بہانہ بازی کر رہے تھے۔ "فتنہ" سے یہاں پر مراد ارتداد اور مسلمانوں سے لڑنا ہے۔ "الرِّدَّةُ ومُحَارَبَةُ المسلمین"۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۴۴) سو اگر کوئی اسلام دشمن قوت حملہ آور ہو کر ان سے مرتد ہو جانے کو یا مسلمانوں سے لڑنے کیلئے کہے تو یہ بے دریغ ان کی بات مان لیں گے اور اس وقت یہ لوگ ایسی کوئی بات نہیں کریں گے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ سو انکی یہ باتیں محض میدانِ جنگ سے بھاگنے کا بہانہ ہیں۔ (الکشاف، المراغی، المعارف وغیرہ)۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ و ضلال لِکُلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال۔

مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ

پوچھ تو بہر حال ہونی ہی تھی، ۲۹ ﴿۱۵﴾ (ان سے) کہو کہ (یاد رکھو کہ) اگر تم بھاگو گے

الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾

موت یا قتل سے، تو تم کو یہ بھاگنا کچھ نفع نہ دے سکے گا، اور اس صورت میں بھی تم لوگ زندگی کے مزے لوٹنے کا موقع نہ پا

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ

سکو گے مگر تھوڑا ہی عرصہ (یعنی موت تک، ف۳۰) ﴿۱۶﴾ (ان سے) پوچھو بھلا وہ کون ہو سکتا ہے جو تمہیں بچائے اللہ (کی گرفت) سے؟

۲۹ منافقوں کی عہد شکنی کا ذکر و بیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اب تو یہ لوگ ایسا کہتے اور کرتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ یہ پیٹھ نہیں پھیریں گے''۔ یعنی غزوۂ بدر کے موقع پر جب یہ لوگ شریک نہ ہو سکے اور مسلمانوں کو شاندار فتح و عزت نصیب ہوئی تھی۔ تو اس وقت بھی اور اس کے بعد غزوۂ احد کے موقع پر بھی انہوں نے یہ پختہ عہد کیا تھا کہ اب اگر ہمیں کوئی موقع مل گیا تو ہم اس میں ضرور اور بھر پور حصہ لیں گے اور کبھی پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ مگر اس کے باوجود اب ان کا یہ حال ہے۔ ''لَئِنْ اَشْهَدَنَا اللّٰهُ قِتَالًا لَّنُقَاتِلَنَّ''۔ (قرطبی: ج۱۴ص۱۵۰، صفوۃ: ج۲ص۵۱۵ وغیرہ)۔ سو پہلے تو یہ لوگ پیغمبر اور مسلمانوں کے سامنے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر آئندہ کسی جہاد کی نوبت آئی تو ہم اس میں ضرور بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے لیکن اب جب انکو اس کا موقع ملا تو یہ لوگ اس طرح کی بہانہ بازیاں کر کے میدان سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ سو یہ ان کی منافقت اور لذتِ ایمانی سے محرومی کی علامت و دلیل ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل زَیغٍ وَّ ضلال وَسُوْءٍ وَّانحراف۔

۳۰ موت سے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں: - کہ موت تو بہر حال آنی ہی ہے۔ اس سے چھٹکارے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اس نے تو اپنے وقت پر آ کر ہی رہنا ہے۔ تو پھر اس سے ڈرنے اور بھاگنے کا کیا فائدہ؟ اگر تم لوگ میدانِ کارزار سے اسطرح کے حیلے وحوالے کر کے اور ایسی بہانہ بازیوں سے کام لیکر نکل بھی گئے تو ہمیشہ کے لئے تو موت کے منہ سے چھٹکارا نہیں پا سکو گے بلکہ اتنا ہی اس دنیا میں رہ سکو گے جتنی کہ تمہاری فرصتِ عمر باقی ہے۔ تو پھر تمہارا یہ حال کیوں ہے۔ سو موت یا قتل سے ڈر کر ادائے فرض سے گریز و فرار کی راہیں اختیار کرنا کوئی دانشمندانہ پالیسی نہیں بلکہ یہ ایک احمقانہ روش ہے۔ زندگی اور موت کا تمام معاملہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے۔ اس لیے موت سے فرار کی کوششوں کی بجائے تمنا یہ ہونی چاہیئے کہ میری موت اللہ کی راہ میں اور اسکی رضا کے حصول کی خاطر ہو۔ وباللہ التوفیق۔ یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ۔ ﴿وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ۔ کے کلماتِ کریمہ پر غور و فکر سے کام لینے سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اس طرح کے فراریوں کی عمر برکت سے بالکل محروم ہو جاتی ہے۔ وہ اس چند روزہ زندگی میں جو وقت گزارتے ہیں وہ بالکل محرومی کا وقت گزارتے ہیں۔ حالانکہ وہ اگر گریز و فرار کی یہ روش اختیار نہ کرتے تو وہ اپنی مدتِ حیات پوری کر لیتے اور اس چند روزہ زندگی کے بدلے میں حیاتِ جاوداں کی ابد الآباد کی بادشاہی حاصل کرتے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، بکل حال مِّنَ الاحوال، وھو الھادی الی سواء السبیل۔

سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ

اگر وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانے پر آ جائے؟ یا (وہ کون ہوسکتا ہے؟ جو اس کی رحمت کو تم سے روک دے) اگر وہ تم پر کوئی مہربانی فرمانا

دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ

چاہے؟ اور یہ لوگ کبھی نہیں پاسکیں گے اپنے لئے اللہ کے مقابلے میں کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار، ۳۱ ﴿۱۷﴾ اللہ پوری طرح جانتا ہے

الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ

تم میں سے ان لوگوں کو جو رکاوٹیں ڈالتے ہیں (راہ حق وصواب میں،) ۳۲ اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آ جاؤ ۳۳

۳۱ **اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کا حامی اور مددگار نہیں ہوسکتا:** ۔سو ارشاد فرمایا گیا "اور ایسے لوگ اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے نہ کوئی حمایتی پاسکیں گے اور نہ کوئی مددگار جو انکے کچھ کام آسکے"۔ یہ اسی پچھلی بات کو ایک دوسرے انداز میں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ جب اللہ پاک کی قضاوقدر کو روکنا کسی کے بس میں نہیں اور اس کے مقابلے میں نہ کوئی کسی کا حامی ہوسکتا ہے نہ مددگار تو پھر اس فرار کا فائدہ کیا؟ کیونکہ موت کا وقتِ مقرر اگر نہیں آیا تو چمکتی برستی تلواروں اور تیروں، نیزوں کی بارش میں بھی کسی نے مرنا نہیں۔ اور وقتِ مقرر کے آجانے پر بند اور مضبوط قلعوں کے اندر بھی اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ تو پھر خواہ مخواہ اس طرح کا خوف اور ڈر کیوں؟ شاعر نے کیا خوب کیا ہے۔ اَیَّ یَوْمَیَّ مِنَ الْمَوْتِ اَفِرُّیَوْمَ لا یقدر ام یوم قُدِرَ یَوْمَ لا یَقدر لا اَرْهَبه۔ ومَنَ الْمقْدُوْرِ لا يُنْجِيْ الْحذَر ۔یعنی "میں اپنی زندگی کے دونوں میں سے کس دن موت سے بھاگوں؟ جس دن موت مقدر نہیں یا جس دن وہ مقدر ہو چکی ہے۔ جس دن وہ مقدر نہیں اس دن سے ڈرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ اس دن تو بہر حال اس نے آنا نہیں۔ اور جس دن وہ مقدر ہو چکی ہے اس دن سے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس دن اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں"۔ پس موت کے خوف سے میدانِ کارزار اور معرکہ جہاد سے بھاگنا حماقت اور جہالت کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم سبحان اللہ! کتنی بڑی نعمت اور کس قدر عظیم دولت ہے یہ ایمان ویقین کی دولت کہ اس کی بنا پر انسان کا دل عین تلواروں کے سائے میں بھی مطمئن رہتا ہے۔ ورنہ ہر موقع پر وہ ڈرتا ہی رہتا ہے والعیاذ باللہ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سو جب تک قدرت کی رحمت وعنایت سے ڈھیل ملی ہوئی ہے اپنی اصلاح کرلو، قبل اس سے کہ فرصتِ حیات تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور تمہیں ہمیشہ کیلئے کفِ افسوس ملنا پڑے۔ اور جب وہ وقتِ مقدر آجائے گا تو تمہارے لیے نہ کوئی حمایتی ہوگا جو زبانی کلامی تمہاری حمایت کرسکے اور تمہارے لیے کسی طرح کی کوئی شفاعت اور سفارش کرسکے جیسا کہ مشرک لوگ اپنے معبودوں اور شرکاء واولیاء سے توقع رکھتے تھے اور آج تک رکھتے ہیں کہ یہ ہمارے شفعاء واولیاء بڑی پہنچی ہوئی "سرکاریں" ہیں۔ جو چاہیں کرواسکتے ہیں۔ یہ اڑ کے بیٹھ جائیں گے اور منوا کر چھوڑیں گے وغیرہ۔ اور دوسرا دھوکہ ایسے لوگوں کو اپنی جماعت وجمعیت اور انکی حمایت وعصبیت سے لگتا ہے کہ ہم

لوگ بڑی اکثریت اور بھاری جمعیت والے ہیں۔ (القصص: ۷۸، القمر: ۴۵-۴۴) اور اپنی جمعیت کی قوت و کثرت کی بنا پر یہ دھوکہ اور غرہ ہر صاحبِ جمعیت کو ہمیشہ لگتا رہا اور آج بھی لگتا ہے۔ اور اسکی بنا پر ایسے لوگ تکبر اور غرور میں مبتلا ہوتے ہیں کہ حق بات سننے اور ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے والعیاذ باللہ سو اس ارشادِ ربانی میں "ولی" اور "نصیر" کی نفی سے ان دونوں سہاروں کی نفی فرما دی گئی کہ ان میں سے کوئی بھی سہارا اس دن کام نہیں آسکے گا والعیاذ باللہ العظیم اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال مین اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، اور اشرار و اعداء کے شرور و فتن سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۳۲ منافقوں کو ایک سخت قسم کی تنبیہ: - سو ایسے لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ پوری طرح جانتا ہے رکاوٹیں ڈالنے والوں کو۔ اس لئے یہ اسکی گرفت و پکڑ سے بچ نہیں سکینگے بلکہ وہ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا جس کے یہ مستحق ہیں اپنے کرتوتوں کے باعث۔ سو یہ منافقین کا ایک گروہ تھا جو خود لڑنے اور دفاع کرنے کی بجائے دوسروں کو بھی روکتا اور ان کی حوصلہ شکنی کرتا تھا۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ یہ منافقینِ مدینہ کا ایک گروہ تھا جو اپنے قومی اور نسبی بھائیوں یعنی انصارِ مدینہ کو جنگ سے روکتا تھا۔ اور یہ منافق لوگ ان سے کہتے تھے کہ محمد ﷺ اور انکے ساتھی تو بس ایک سر کھانے والے ہیں۔ اور یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے جو کسی جماعت یا گروہ کی قلت کو بیان کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا تھا۔ نیز یہ منافق اس سے کہتے تھے کہ اگر محمدؐ اور انکے ساتھی گوشت ہوتے تو ابوسفیان اور انکے ساتھی ان سب کو کھا جاتے۔ سو ایسے میں تم لوگ انکے ساتھ جنگ میں جا کر کہاں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہو۔ (المراغی وغیرہ)۔ سو ایسے منافقوں کو یہ سخت تنبیہ فرمائی گئی کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ کے علم سے باہر نہیں۔ وہ یہ سب کچھ دیکھتا اور جانتا ہے۔ اگر تم لوگ اپنی اس روش سے باز نہ آئے تو تم کو اس کا سخت بھگتان بھگتنا ہوگا۔ اس لیے اپنے بارے میں تم خود دیکھ اور سوچ لو۔ پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی تھی - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۳۳ منافقوں کے اپنے بھائی بندوں کو منافقانہ مشورہ کا ذکر و بیان: - سو ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ خود بھی جہاد میں شریک نہیں ہوتے اور دوسروں کو بھی روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آجاؤ اور ہمارے پاس آ کر ہماری طرح آرام و عیش کرو۔ کہاں مسلمانوں کے ساتھ مل کر جان کھپانے جا رہے ہو۔ اور یہی حال ہوتا ہے ایمان سے محروم لوگوں کا کہ ان کے نزدیک دنیا اور اس کا عیش و عشرت ہی سب کچھ ہوتا ہے - والعیاذ باللہ العظیم - سو اس طرح یہ لوگ ان دوسرے مخلصین کو بھی راہِ حق اور شرفِ جہاد سے روکتے تھے اور اپنی محرومی کے ساتھ ساتھ ان کی محرومی کے لیے بھی کوشش کرتے تھے۔ اور اس طرح محرومی در محرومی اور جرم بالائے جرم کے مرتکب ہوتے اور یہ سمجھتے کہ ان کی ان شرارتوں اور شرانگیزیوں سے کوئی آگاہ نہیں۔ حالانکہ اللہ ان سے برابر اور پوری طرح آگاہ ہے۔ وہ ان کے ظاہر اور باطن کو ایک برابر جانتا ہے۔ اس لیے اس کے یہاں ان کو عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہوگا والعیاذ باللہ العظیم اللہ تعالیٰ کفر و نفاق کے ہر شائبے سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ⑱ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ

اور وہ خود لڑائی میں حصہ نہیں لیتے مگر بالکل تھوڑا (اور محض برائے نام،) ⑱ تمہارے بارے میں سخت بخل سے کام لیتے ہوئے، ۳۴

فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ

پھر جب خطرے کا وقت آجائے تو تم ان کو دیکھو گے کہ یہ (مارے خوف و دہشت کے) تمہاری طرف اس طرح دیکھتے ہیں کہ چکرا رہی

أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا

ہوتی ہیں ان کی آنکھیں (ان کے گڑھوں میں،) اس شخص کی طرح جس پر غشی طاری ہو رہی ہو موت کی وجہ سے، پھر جب

ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى

خطرہ گزر جاتا ہے تو یہ لوگ تمہارا استقبال کرتے ہیں (قینچی کی طرح چلتی ہوئی) تیز زبانوں کے ساتھ، ۳۵ سخت حریص بن کر

الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ

دنیوی فوائد (و منافع) پر، ۳۶ یہ لوگ سرے سے ایمان لائے ہی نہیں، ۳۷ سو اس کے نتیجے میں اللہ نے اکارت کر دیا ان کے اعمال کو

وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ⑲ يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ

اور یہ اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں، ۳۸ ⑲ یہ سمجھ رہے ہیں کہ حملہ آور گروہ ابھی تک

يَذْهَبُوا ۖ وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ

گئے نہیں، اور اگر وہ لشکر پھر حملہ آور ہو جائیں تو ان لوگوں کی خواہش یہ ہوگی کہ کہیں

بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ

باہر گاؤں میں جا کر دیہاتیوں کے بیچ میں رہیں (اور وہیں سے ہو کر) تمہارے حالات کے بارہ میں پوچھتے رہیں، اور اگر

۳۴ منافقوں کے بخل اور لالچ کے ایک مظہر کا ذکر و بیان: ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ تمہارے بارے میں سخت بخل سے کام لیتے ہوئے"۔ "اَشِحَّہ" جمع ہے "شحیح" کی جس کے معنی "کنجوس" اور "بخیل" کے بھی آتے ہیں اور حریص و لالچی کے بھی۔ اس آیت کریمہ میں یہ لفظ دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ شروع میں ﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ﴾ اور آخر میں ﴿اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ﴾ فرمایا گیا ہے۔ سو شروع میں اس لفظ کا پہلا معنیٰ مراد ہے اور آخر میں دوسرا۔ یعنی تمہارے بارے میں یہ لوگ ایسے بخیل اور کنجوس ہیں کہ جان لڑانا اور خطرات کو انگیز کرنا تو بڑی بات ہے یہ کسی بھی طرح کی بہتری اور بھلائی کے سلسلے میں تمہارے لئے کسی خیر کے روادار نہیں۔ اور یہ حریص اور لالچی اس قدر ہیں کہ سب تعلقات قطع کرنے اور بالکل الگ ہو جانے کے باوجود مالِ غنیمت وغیرہ کے

ملنے کی صورت میں یہ سب سے آگے بڑھ بڑھ کر اپنے حق دار ہونے کے دعوے پیش کرتے اور پرزور مطالبے کرنے لگتے ہیں۔ اور یہی حال ہوتا ہے ایمان ویقین کی دولت سے محروم ابنائے دنیا کا کہ یہ لوگ متاع دنیا ہی کیلئے جیتے اور اسی کیلئے مرتے ہیں والعیاذ باللہ جبکہ مومنِ صادق کے نزدیک اصل چیز ایمان اور آخرت ہی ہے۔ جس کے مقابلے میں دنیا ساری کی دولت کی بھی کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوال، وفی کُلّ مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ۔

۳۵ ان موقع پرستوں کی چرب لسانی کا ذکروبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "خطرے کا وقت گزر جانے پر یہ لوگ تیز زبانوں سے تمہارا استقبال کرتے ہیں" ۔ کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ اور کیا ہم نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا؟ ہم اگر شریک معرکہ نہ ہوتے تو تمہیں معلوم ہوجاتا کہ جیت کس طرح ہوتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ "سلق" کے معنیٰ چرب لسانی اور تیز زبانی کے آتے ہیں۔ اسی لئے تیز طرار اور چرب لسان خطیب کو عربی زبان میں خطیبِ سلاق کہا جاتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ ﴿سَلَقُوْكُمْ﴾ کی تشریح وتفسیر میں کہتے ہیں "اِسْتَقْبَلُوْكُمْ" (ابنِ کثیر، صفوۃ التفاسیر، جامع البیان وغیرہ)۔ سو یہ لوگ جنگ میں سب سے بزدل اور تقسیمِ غنیمت کے موقع پر سب سے بڑے حریص لوگ تھے۔ (ابنِ کثیر وغیرہ) اور ابنائے دنیا کا یہی حال ہمیشہ رہا۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے کہ دنیائے فانی اور اس کا حطامِ زائل ہی ان کے نزدیک سب کچھ ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ سو ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ اول تو دفاع میں حصہ لیتے ہی نہیں اور اگر کبھی کچھ حصہ لیتے بھی ہیں تو محض دنیاوی مال کے لالچ میں۔ تمہارے لیے یہ کسی خیر کے روادار نہیں اور تمہارے لیے جان یا مال کی کوئی قربانی دینے کے معاملے میں یہ نہایت بخیل ہیں۔ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ راہِ حق میں خون کا قطرہ بہائے بغیر یہ مجاہد اور غازی بھی سمجھے جائیں اور مالِ غنیمت میں ان کو پورا پورا حصہ ملے کہ اصل چیز ان کے نزدیک دنیا ہی ہے۔ یہ اسی کے لیے جیتے اور اسی کے لیے مرتے ہیں جبکہ مومنِ صادق کے نزدیک اصل چیز آخرت ہے۔ اور یہی تقاضا ہے عقل اور نقل دونوں کا۔

۳۶ محروم الایمان لوگوں کی حرصِ دنیا کا ذکروبیان: ۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ ایسے لوگ سخت حریص ہوتے ہیں دنیاوی فوائد ومنافع کے یعنی "الخیر" سے یہاں پر وہ فوائد اور ثمرات مراد ہیں جو جنگ کے خاتمے پر اور فتح کی صورت میں ملتے ہیں۔ جیسے مالِ غنیمت اور دوسرے تمغے اور اِعزازات وغیرہ۔ یعنی یہ لوگ انتہائی بزدل ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی حریص اور طماع بھی ہیں۔ لڑائی کے وقت انتہائی بزدل اور فوائد کی تقسیم کے وقت انتہائی حریص اور لالچی۔ "اَجْبَنُ قَوْمٍ عِنْدَ الْبَاْسِ وَ اَشَحُّ قوم عند الغنیمة" ۔ (ابنِ کثیر، صفوۃ التفاسیر، جامع البیان وغیرہ وغیرہ)۔ سو ان لوگوں کا تمہارے بارے میں بخالت اور تنگ دلی کا یہ عالم ہے کہ تمہاری خاطر یہ خون کا ایک قطرہ بہانے کو تیار نہیں اور تمہارے لیے ایک پائی پیسہ بھی خرچ کرنے کیلئے راضی نہیں لیکن اگر مالِ غنیمت ہاتھ لگے تو اس میں شرکت اور اس کا زیادہ سے زیادہ حصہ مارنے کی غرض سے زبان کے یہ غازی اپنی چرب لسانی کے نت نئے جوہر دکھلاتے ہیں۔ اور یوں منظر کشی کرتے ہیں کہ گویا کہ یہ سب کچھ انہی کی مساعی کا رہینِ منت ہے۔ اور اس ضمن میں یہ سب کو ہدفِ مطاعن بنا ڈالتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ فکروعمل کی ہر کجی سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔

۳۷ دولت ایمان سے محرومی، ہر خیر سے محرومی۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو ان لوگوں کے اس منافقانہ کردار کے اصل سبب کے ذکروبیان کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں۔ یعنی یہ لوگ بلند بانگ دعوے بے شک کریں مگر حقیقت یہ ہے

کہ یہ سچے دل سے ایمان لائے ہی نہیں۔ اور جب ایمان کی دولت سے محروم ہوئے تو ہر خیر سے محروم ہو گئے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور اس بے ایمانی اور نورِ یقین سے محرومی کے سبب ان کے کسی عمل کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ جہاد وغیرہ جن اعمال کا یہ دم بھرتے ہیں وہ سب ختم اور کالعدم ہے والعیاذ باللہ العظیم سو حقیقی ایمان کی دولت تو ان کو نصیب نہیں ہوئی اور ظاہری اور نمائشی ایمان جسکے یہ لوگ دعویدار ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کام آنے والا نہیں۔ اسکا اسکے یہاں کوئی وزن اور اعتبار نہیں۔ سو دولتِ ایمان سے محرومی سب سے بڑی اور ہر خیر سے محرومی ہے والعیاذ باللہ العظیم اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۳۸ منافقوں کے سب اعمال اکارت، والعیاذُ باللہ جلّ وعلا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ نے اکارت کر دیا انکے سب اعمال کو"۔ انکے یہ اعمال ضائع اور اکارت تو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے پہلے ہی ہو چکے تھے مگر دوسروں کے سامنے اس امر کا ظہور اب ہوا ہے۔ اور یہ ضیاع بھی ایمان کے فقدان کے باعث خود ہوا کہ ایمان ہی اصل بنیاد ہے صلاح و اصلاح اور دارین کی فوز و فلاح کی۔ اور اس سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ مگر چونکہ یہ اس وحدہ لاشریک کے قانونِ عدل و انصاف کی بنا پر ہوا اور اس کے ملک یعنی اس کی بادشاہی میں اس کی مشیت کے بغیر کچھ بھی وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کی نسبت اللہ پاک کی طرف فرمائی جا رہی ہے کہ اس نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا کہ یہ بات اسکی اس سنت و دستور کے مطابق ہے جو اسکی اس کائنات میں قائم اور جاری و ساری ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو کسی کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ اللہ تو بڑا ہی مہربان اور کریم ہے۔ وہ کسی کے عمل کو ضائع کس طرح فرمائے گا۔ اس لیے کہ وہ مہربان اور کریم تو بلاشبہ ہے اور بڑا ہی مہربان اور کریم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ بڑا ہی غیور اور انتہائی غنی اور بے نیاز بھی ہے۔ اس لیے وہ انہی اعمال کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے جو خالص اسکی رضا و خوشنودی کیلئے ہوں۔ اور جو اسکی شانِ غیرت و بے نیازی کیخلاف ہونگے والعیاذ باللہ تو وہ انکو اکارت کر دیتا ہے۔ والعیاذُ باللہ جلّ وعلا۔

۳۹ منافقوں کی انتہائی بزدلی کے ایک نمونے اور مظہر کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ حملہ آور ابھی تک گئے نہیں اور وہ لشکر اگر ان پر دوبارہ حملہ کر دیں تو انکی خواہش یہ ہوگی کہ یہ کہیں باہر جا کر کسی گاؤں میں دیہاتیوں کے بیچ میں رہیں اور وہیں سے ہو کر یہ تمہارے حالات کے بارے میں پوچھتے رہیں۔ سو یہ ان کی بزدلی کی انتہاء ہے۔ نیز آیت کریمہ کے آخر میں اہلِ ایمان کی تسکین اور ان کے تسلیئے کیلئے ارشاد فرمایا گیا کہ اگر یہ لوگ تمہارے درمیان ہوتے تو بھی یہ لڑتے نہ مگر تھوڑا سا، یعنی وہی منافقانہ طور پر کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی اور جان بازی کی خاطر لڑنا اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جبکہ انسان کا قلب و باطن نورِ ایمان و یقین سے معمور ہو، اور منافقت کے مارے جب نورِ ایمان سے محروم ہیں تو پھر ان کیلئے راہِ حق میں لڑنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ پس اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل نہیں ہوئے تو اچھا ہوا کہ خس کم جہاں پاک، والعیاذ باللہ العظیم، نیز یہاں سے قرآنِ پاک کا ایک اور معجزہ بھی سامنے آیا کہ قرآنِ پاک ان کے دلوں کے احوال کی خبر اس طرح دے رہا ہے اور ان کے اندر کی کیفیات کو اس صراحت و وضاحت سے بیان فرما رہا ہے جس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کلام کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ اس ذاتِ اقدس واعلیٰ کا کلامِ صدق نظام ہے جو کہ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر ہے سبحانہ وتعالیٰ بہرکیف یہ منافقوں کی بزدلی کا ایک نمونہ اور مظہر ہے کہ دشمنوں کی جماعتیں تو پسپا ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس پہنچ گئیں لیکن ان لوگوں کے دلوں پر انکا خوف بدستور مسلط ہے۔ اور یہی نتیجہ ہوتا ہے نورِ ایمان و یقین سے محرومی کا۔ جبکہ مومنِ صادق اپنی قوتِ ایمانی کی بنا پر ہمیشہ مطمئن رہتا ہے اور وہ اپنے ایمان و یقین کی بنا پر اپنے لیے ہر حالت کو بہتر ہی سمجھتا ہے، اور اس طرح ہر حال میں مطمئن رہتا ہے۔ والحمد للہ جل وعلا۔

كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ۝٢٠ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ

یہ تمہارے درمیان ہوتے بھی تو لڑائی میں حصہ نہ لیتے مگر بہت کم، ف۳۹ (۲۰) بلاشبہ تمہارے لئے (اے لوگو!)

فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ

بڑا ہی عمدہ نمونہ ہے رسول اللہ (کی زندگی) میں، یعنی ہر اس شخص کے لئے جو امید رکھتا ہو اللہ (سے ملنے) کی، اور

الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝٢١ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ

وہ ڈرتا ہو قیامت کے دن (کی پیشی) سے اور وہ یاد کرتا ہو اللہ کو کثرت سے، ف۴۰ (۲۱) اور (اس کے برعکس) جب سچے مومنوں نے دیکھا

الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ

ان حملہ آور لشکروں کو، تو وہ پکار اٹھے کہ اسی کا وعدہ فرمایا تھا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے، ف۴۱ اور

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا

بالکل سچ فرمایا تھا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور اس سے ان کے ایمان اور جذبۂ تسلیم و (رضا) میں

وَّتَسْلِيْمًا ۝٢٢ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا

اور اضافہ ہو گیا، ف۴۲ (۲۲) ایمان والوں میں سے کچھ لوگ تو ایسے تھے جنہوں نے سچ کر دکھایا تھا اپنے اس عہد و پیمان کو جو

ف۴۰ **پیغمبرؑ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان:**۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ تمہارے لیے اے لوگو ایک بڑا ہی عمدہ نمونہ تھا رسول اللہ کی زندگی میں"۔ اور جب رسول اس جنگ کے دوران ہر محاذ پر پیش پیش تھے تو پھر تمہارے لئے پیچھے رہنا اور حیلے بازیاں کرنا کس طرح روا ہو سکتا ہے؟ یہ آیتِ کریمہ اگرچہ نازل اس خاص سیاق و سباق اور پسِ منظر میں ہوئی مگر اس کا مفہوم عام ہے اور الفاظ و کلمات کے عموم کے ساتھ یہ زندگی کے تمام ادوار کو شامل اور عام ہے۔ اور یہ ایک اہم اصولی اور جامع ہدایت ہے کہ اہلِ ایمان کو زندگی کے ہر موقع و مقام اور ہر موڑ پر پیغمبر کے اسوۂ حسنہ کو اپنے سامنے رکھنا چاہیئے کہ یہی وہ کامل اور عمدہ نمونہ ہے جس میں کسی غلطی اور قصور کا کوئی خدشہ و اندیشہ نہیں۔ لیکن اللہ کے رسول کی پیروی کرنا اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانا اور اختیار کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں بلکہ اس سے وہی لوگ مشرف ہو سکتے ہیں جن کے اندر یہ تین بنیادی صفات پائی جاتی ہوں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتے ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ وہ قیامت کے دن کی حاضری اور اسکی پیشی سے ڈرتے ہوں۔ اور تیسرے یہ کہ وہ اللہ کی یادِ دلشاد سے اپنے دلوں کی دنیا کو آباد و شاداب رکھتے ہوں۔ سو ایسے ہی لوگ اس راہ کی آزمائشوں سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور ایسوں ہی کو راہِ حق میں عزیمت و استقامت نصیب ہو سکتی ہے۔ سو اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان منافقین کے اندر نہ خدا اور آخرت پر ایمان تھا اور نہ ہی یہ خدا کو یاد رکھنے والے تھے۔ اسی لیے ان کے خوف اور ڈر کا یہ عالم تھا کہ دشمنوں کے پسپا ہو جانے

کے باوجود ان کے دلوں سے ان کی ہیبت نہیں گئی تھی اور یہ ابھی تک یہی سمجھتے تھے کہ وہ واپس نہیں گئے، اور اس وجہ سے یہ لوگ خوفزدہ تھے۔ سو کفر و نفاق میں خسارہ ہی خسارہ اور محرومی ہی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۴۱ منافقوں کے مقابلے میں سچے مسلمانوں کے رویے اور نمونہ کا ذکر و بیان: ۔سو منافقوں کے مقابلے میں سچے اہلِ ایمان کا رویہ و نمونہ اور ان کا ایمان افروز اعلان و بیان یہ تھا کہ انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھتے ہی کہا کہ "اسی کا وعدہ فرمایا تھا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے۔ بالکل سچا اور درست وعدہ فرمایا تھا"۔ اور اس سے ان کے جذبہ تسلیم و رضا میں اور بھی اضافہ ہوا۔ یعنی یہ کہ راہِ حق میں تمہاری آزمائش ضرور ہوگی مگر غلبہ بہر حال تمہارا ہی ہوگا اور اگر تم نے ثابت قدمی دکھائی تو اللہ پاک ضرور تمہاری نصرت و امداد فرمائے گا۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۱۴ اور عنکبوت آیت نمبر ۳۲۲ وغیرہ مختلف مقامات پر فرمایا گیا ہے۔ نیز بعض روایات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اِن اَحزاب کی حملہ آوری سے پہلے یہ بھی فرمایا تھا کہ آئندہ چند ہی دنوں میں دشمن کی فوجیں تم پر حملہ آور ہوں گی مگر اللہ پاک ایک آندھی بھیج کر اور ان پر رعب ڈال کر ان کو بھگا دے گا۔ سو یہ سب کچھ اس وعدے کے عموم میں داخل ہے۔ بہر کیف منافقین کے مقابلے میں یہ سچے اور مخلص مسلمانوں کا تاثر اور ان کا نمونہ و رویہ بیان فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے ان حملہ آور دشمنوں کو دیکھتے ہی اپنے ساتھیوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ یہ تو وہی امتحان ہمیں پیش آرہا ہے جس کی خبر ہمیں اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول نے دی تھی اور اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ بالکل سچا ثابت ہوا۔ پس جو لوگ اس مرحلے میں ثابت قدم رہیں گے وہ آئندہ ظہور میں آنے والے وعدوں کی صداقت بھی دیکھ لیں گے اور وقت آنے پر مسلمان قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے بھی مالک ہونگے۔ سو ایمان و یقین کی دولت دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز کرنے والی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس سے سرفراز و مالا مال رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۴۲ مسلمانوں کے ایمان اور جذبۂ تسلیم و رضا میں اضافے کا ذکر و بیان: ۔سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اس واقعے سے سچے ایمانداروں اور منافقوں کا ایک ہی واقعہ پر تاثر اور ان کا ردِّ عمل تھا جو اوپر گزرا کہ منافقوں نے مشکل اور آزمائش کے اس موقع پر کہا کہ اللہ اور اسکے رسول نے جو وعدے ہم سے کیے تھے وہ سب فریب تھے والعیاذ باللہ اور مومنوں کا یہ جواب یہاں بیان فرمایا جارہا ہے کہ انہوں نے دشمنوں کے لشکروں کو دیکھتے ہی کہا کہ یہی تو وہی امتحان ہے جسکی خبر اللہ اور اسکے رسول نے ہمیں دی تھی اور سچ فرمایا تھا اللہ اور اسکے رسول نے سچ ہے کہ "باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست۔ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس" سو ایک ہی واقعہ اہلِ ایمان کے ایمان و یقین میں اضافہ اور ترقی کا باعث بنا اور منافقوں کے نفاق اور ان کی محرومی میں اضافے کا باعث۔ سو صدق و اخلاص اور ایمان و یقین کی دولت دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اور کفر و نفاق محرومی و ہلاکت کا ذریعہ والعیاذ باللہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صدق و اخلاص اور ایمان و یقین کی دولت سے سرشار و سرفراز رکھے اور نفاق اور کھوٹ کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ

انہوں نے اللہ سے کیا تھا ۴۳، پھران میں سے کچھ نے تو اپنی نذر پوری کردی، اور کچھ ابھی

مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ

انتظار میں ہیں اور انہوں نے کسی طرح کی تبدیلی نہیں کی (اپنے جذبہ ورویہ میں، ۴۴) (اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ) تاکہ اللہ بدلے

الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ

دے سچوں کو ان کے سچ کی بناء پر، اور منافقوں کو چاہے تو سزا دے،

۴۳ مومنین صادقین کی اپنے عہد کو پورا کرنے کی تصریح: - سو اس ارشاد میں تصریح فرمائی گئی کہ اہلِ ایمان کے مردانِ حق میں سے کچھ نے اپنے عہد کو پورا کردیا۔ یعنی اپنے اس عہد کو کہ ہم راہِ حق میں ثابت رہیں گے۔ اور جیسا کہ بیعتِ عقبہ کے موقع پر انہوں نے آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- سے آپ کی حمایت اور دفاع کا وعدہ کیا تھا۔ نیز اس سے مراد وہ عہد ہے جو غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکنے والے صحابۂ کرام نے کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس کے بعد احد میں اور پھر احزاب میں اس کو پورا کردکھایا۔ ﴿صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ - کا عموم ان سب ہی عہود و عود کو شامل ہے۔ (محاسن التاویل، فتح القدیر، ابنِ کثیر وغیرہ)۔ سو اوپر آیت نمبر ۱۵ میں منافقین کا حال بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اب اگر جنگ کا موقع آیا تو وہ پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ لیکن اب جب ان کو یہ موقع ملا تو یہ محاذِ جنگ سے فرار کیلئے بہانے ڈھونڈنے لگے۔ اور انکے مقابلے میں یہ مردانِ حق ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے اپنے اس عہد کو اسکی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر پورا کردکھایا۔ سو ایفاءِ عہد صدقِ ایمان کا نتیجہ اور اس کا ثمرہ ہے اور اس میں بندے کا خود اپنا ہی بھلا اور فائدہ ہے- وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید -

۴۴ "اور کچھ ابھی انتظار میں ہیں": - یعنی جن کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا ابھی موقع نہیں ملا لیکن وہ اسکی انتظار میں ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی، یعنی اپنے جذبے اور رویے میں۔ سو کچھ نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کردیئے جیسے حضرت حمزہؓ اور حضرت انسؓ وغیرہ۔ اور کچھ شہادت کی امید وانتظار میں ہیں، جیسا کہ دوسرے جاں نثارانِ اسلام -رضوانُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہم اجمعین- سو وہ پورے صدق واخلاص کے ساتھ اپنے سر اپنی ہتھیلیوں پر لیے کھڑے ہیں کہ کب موقع آئے اور وہ اپنے اس فرض سے سبکدوش ہوں۔ سو انہوں نے اللہ سے باندھے ہوئے اپنے عہد میں ذرہ برابر کوئی تبدیلی نہیں کی۔ سو یہ دو نمونے ہیں اہلِ صدق و صفا میں مردانِ کار کے اور وہ نمونہ ہے منافقینِ اشرار کا والعیاذ باللہ العزیز الغفار سو صدقِ ایمان دارین کی سعادت وسرخروئی اور بہرہ مندی کا ذریعہ ووسیلہ ہے بندہ صدقِ ایمان میں جب پکا اور پختہ ہوگا اتنا ہی وہ ترقی کے مدارج طے کرتا جائیگا- وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوال، و فی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاة -

أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٤﴾

اور چاہے تو ان پر (رحمت اور) توجہ فرمادے، ۴۵ بلاشبہ اللہ بڑا ہی بخشنے والا، نہایت مہربان ہے، ﴿۲۴﴾

وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَ

اور اللہ نے لوٹا دیا ان کافروں کو (اپنی قدرت و حکمت سے،) ان کے غیظ (وغضب) کے ساتھ، (اور اس طرح کہ) وہ کچھ بھی خیر نہ

كَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾

پا سکے، اور کافی ہوگیا اللہ ایمان والوں کو اس لڑائی میں ۴۶ اور اللہ بڑا ہی قوت والا انتہائی زبردست ہے، ۴۷ ﴿۲۵﴾

وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن

اور اس نے اتار دیا ان اہل کتاب کو ان کے قلعوں سے، جنہوں نے پشت پناہی (اور مدد) کی تھی

صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ

ان (حملہ آوروں) کی، ۴۸ اور اس نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب (جس کے نتیجے میں) تم ان میں سے کچھ کو قتل کر رہے تھے،

وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿٢٦﴾ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ

اور کچھ کو قیدی بنا رہے تھے، ۴۹ ﴿۲۶﴾ اور اس (قادر مطلق) نے تمہیں وارث بنا دیا ان کی زمین کا، ان کے گھروں کا،

۴۵ کھرے کھوٹے کی تمیز کے انتظام کا ذکر و بیان:- سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اَحزاب کا یہ طوفان کھرے کھوٹے کے درمیان تفریق و تمیز کے لیے اٹھنے دیا تا کہ اس طرح اللہ بدلہ دے سچوں کو اور سزا دے منافقوں کو اگر وہ چاہے۔ شانِ کرم ملاحظہ ہو کہ سچوں کے سچ کے بارے میں ایک ہی بات ارشاد فرمائی کہ اللہ پاک ان کو ان کے سچ کا بدلہ دے جبکہ منافقوں کے بارے میں عذاب کو حتمی نہیں فرمایا بلکہ ان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا کہ اگر یہ لوگ اب بھی باز آ گئے اور انہوں نے صحیح معنوں میں توبہ کرلی تو ان کی توبہ قبول اور گناہ معاف۔ اور اگر نہیں تو ان کو اپنے کیے کا بھگتان بھگتنا ہوگا والعیاذ باللہ العظیم سو اس ارشاد میں دراصل منافقوں کو توبہ و استغفار کی دعوت ہے کہ ان کیلئے اب بھی یہ گنجائش موجود ہے کہ اگر یہ لوگ سچی توبہ کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کریں گے تو اسکی رحمت انکو اب بھی اپنی آغوش میں لے سکتی ہے اور یہ لوگ اسکی رحمت و عنایت کے مستحق بن سکتے ہیں۔ نیز اس میں اس امر کی تذکیر و یاد دہانی بھی ہے کہ تمام امور کا دارومدار اللہ وحدہ لاشریک کی مشیت پر ہے۔ اس لیے ایسے لوگوں کو چاہیے کہ جھوٹے سہاروں پر تکیہ کرنے کی بجائے صدقِ دل سے اسی وحدہ لاشریک ہی کی طرف رجوع کریں کہ اس کی طرف رجوع سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ ہے- وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید-

۲۶ ایمان والوں کو اللہ کافی ہے: ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اور اللہ کافی ہو گیا ایمان والوں کو اس لڑائی میں''۔ پس غلبہ و کامیابی اسی کے لئے ہے جس کے ساتھ اللہ پاک کی تائید و نصرت شامل ہو۔ اس لئے تم اللہ والے بن جاؤ تمہارے سب کام خود بن جائیں گے۔ کاش کہ یہ نسخہ آج کے مسلمان کو سوجھ جاتا تو اس کی حالت وہ نہ ہوتی جس سے وہ آج یہاں اور وہاں ہر جگہ دوچار ہے۔ سب کچھ موجود ہونے کے باوجود اور ہر طرح کے مادی وسائل و ذرائع سے بہرہ ور ہونے کے باوصف وہ اپنے اس مرتبہ و مقام سے محروم ہے جس کا وہ حقدار ہے۔ اور خرابیوں کی خرابی اور ناکامیوں کی اساس اور جڑ بنیاد یہی ہے کہ آج کا مسلمان وہ مسلمان نہیں جو کہ حضرتِ حق جل مجدہ کے یہاں مطلوب ہے۔ ورنہ غلبہ اور سربلندی تو بہرحال اسی کا حق اور اسی کی شان ہے۔ اور اللہ پاک کا صاف و صریح وعدہ وارشاد ہے۔ ﴿اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ۔ (آلِ عمران: ۱۳۹)۔ بہر کیف یہاں پر ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ کافی ہو گیا ایمان والوں کو اس لڑائی میں یعنی دشمنوں کے اس خطرناک حملے کے دفاع کے لیے مسلمانوں کو خود کوئی لڑائی نہیں لڑنی پڑی بلکہ ان کی طرف سے لڑائی میں اللہ ہی ان کو کافی ہو گیا۔ اس نے اپنی طرف سے بھیجی ہوئی بادِ تند اور اپنے ملائکہ کی افواجِ قاہرہ کے ذریعے دشمنوں کے قدم اکھاڑ دیے اور ان کو مایوس اور نامراد ہو کر پسپا ہونا پڑا ۔ والحمد للہ جل وعلا ۔ سو اللہ مومنینِ صادقین کی اسی طرح مدد فرماتا ہے۔ سبحانہٗ وتعالیٰ، پس ضرورت اس بات کی ہے کہ اس وحدہٗ لاشریک کے ساتھ تعلق صحیح ہو۔

۲۷ اللہ تعالیٰ کی بے مثال قوت و عزت کا حوالہ و ذکر: ــ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور اللہ بڑا ہی قوت والا انتہائی زبردست ہے''۔ اس لیے وہ جو چاہے، جب چاہے اور جیسے چاہے کرے۔ اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ سو یہ اسی کی قدرتِ بے پایاں اور عزت و حکمتِ بے نہایت ہی کا ایک ثمرہ اور نتیجہ تھا کہ کفارِ قریش جو اتنی بڑی تعداد میں اور اس قدر طمطراق کے ساتھ مسلمانوں کو مٹانے آئے تھے اس طرح ذلیل و خوار ہو کر لوٹے۔ سو اللہ پاک کی ان دو عظیم الشان صفات یعنی اس کی بے مثال قوت اور اس کی بے نہایت عزت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بندے ہر حال میں اور اپنے ہر معاملے میں اسی پر بھروسہ رکھیں کہ وہی قوی اور غالب و مقتدر اس لائق ہے کہ دل کا بھروسہ اسی وحدہ لاشریک پر رکھا جائے۔ سو اللہ والے اگر اسی پر بھروسہ کر کے اس کی راہ میں اٹھیں گے تو وہ ان کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا بلکہ عناصرِ کائنات اور اپنے فرشتوں کے غیر مرئی لشکر کو انکی مدد کے لیے بھیج دیا جائے گا پس بھروسہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی پر رکھنا چاہیے ۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید وعلی ما یحب و یرید بکل حال من الاحوال، وھو العزیز الوھاب، سبحانہٗ وتعالیٰ ۔

۲۸ یہودیوں کو ان کے مضبوط قلعے کچھ بھی کام نہ آسکے: ــ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور اس نے اتار دیا ان اہلِ کتاب کو انکے مضبوط قلعوں سے جنہوں نے باہر سے آنے والے ان دشمنوں کی پشت پناہی کی تھی ''۔ یعنی یہودِ بنو قریظہ کو جنہوں نے عین موقع پر غداری اور عہد شکنی کر کے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا تھا۔ ''صیاصی'' جمع ہے ''صیصہ'' کی۔ بمعنی قلعہ، گڑھی وغیرہ۔ سو ان یہودِ بے بہبود کے وہ مضبوط قلعے اور وہ پختہ گڑھیاں جن پر ان کو بڑا ناز تھا کہ ان کے اندر آ کر کون ہم پر حملہ آور ہو سکتا ہے، وہ اس

موقع پر ان کے کچھ بھی کام نہ آسکیں۔ ﴿اَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ﴾۔ (الحشر: ۲)۔ سو اپنے کیے کرائے کی پاداش اور اسکے نتیجے میں ان لوگوں کو اپنے ان قلعوں سے نیچے اترنا پڑا اور بے بسی اور بے کسی کی تصویر بن کر اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑا۔ اللہ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور اہلِ ایمان کے ہاتھوں اکھاڑ اور اجاڑ رہے تھے۔ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ ﴾۔ (الحشر: ۲)۔ سو القاءِ رعب قدرت کی ایک عظیم الشان عنایت ہے، جس سے وہ اپنے بندوں کو نوازتا ہے، پس اصل حفاظت اللہ پاک کی حفاظت ہے جس سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ صدقِ ایمان و یقین ہے ورنہ محرومی ہی محرومی اور دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکلّ حالٍ مّن الاحوال۔

۱۲۹ یہودِ بنو قریظہ کے عجز اور انکی بے بسی کی تصویر کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ تعالیٰ نے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا تھا کہ انمیں سے کچھ کو تم قتل کر رہے تھے اور کچھ کو قیدی بنا رہے تھے"۔ غزوۂ احزاب کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودِ بنو قریظہ پر لشکر کشی کا حکم فرمادیا تو یہ لوگ اس سے بچاؤ کے لئے اپنے ان مضبوط قلعوں میں بند ہو گئے جن پر ان کو بڑا گھمنڈ اور ناز تھا۔ مسلمانوں نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا جو کوئی بیس پچیس دن تک جاری رہا۔ آخر کار یہودیوں کے دلوں میں قدرت کی طرف سے ایسا رعب پڑا کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دئے اور کہا کہ ہم قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کو اپنا حاکم اور منصف تسلیم کرتے ہیں۔ جو فیصلہ وہ ہمارے بارے میں کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔ قبیلہ اوس چونکہ زمانہ جاہلیت میں ان یہودیوں کا حلیف تھا اس لئے انہوں نے اس قبیلے کے سردار کو اپنا حکم تجویز کیا۔ چنانچہ حضرتِ سعد بن معاذؓ نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ ان کے مقاتلہ لڑنے والوں کو تو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کے اموال واملاک کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ اور اسطرح ان کے اسلحہ کے وہ تمام ذخائر بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے جو انہوں نے ان کے خلاف لڑنے کے لئے جمع کر رکھے تھے اور وہ مال و دولت بھی جو انہوں نے سود خوری وغیرہ مختلف ذرائع سے جوڑ کر رکھا تھا۔ اور اس کی تفصیلات سیرت و تفسیر کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان دونوں آیتوں میں اسی غزوۂ بنو قریظہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور اس عمدہ اور بے مثال طریقے سے کہ گویا پورے قصے کا عرق اور نچوڑ پیش فرما دیا گیا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ۔ بہر کیف ان دونوں آیاتِ کریمہ میں یہودِ بنو قریظہ کے عجز اور انکی بے کسی اور بے بسی کی تصویر پیش فرمادی گئی کہ اپنے جن ذرائع و وسائل پر ان کو بڑا ناز تھا ان میں سے کچھ بھی انکے کام نہ آسکا اور قدرت نے انکے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا تھا کہ انکے اندر کسی طرح کے مقابلے اور مقاومت کی کوئی سکت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں تم لوگ ان میں سے کچھ کو قتل کر رہے تھے اور کچھ کو قیدی بنا رہے تھے۔ سو معاملہ سب کا سب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے۔ وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے سبحانہ وتعالیٰ پس بھروسہ ہمیشہ اسی پر ہونا چاہیے، اللہ نصیب فرمائے، اور بدرجۂ کمال نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

ان کے مالوں کا اور (اس کے علاوہ) ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے ابھی تک قدم بھی نہیں رکھے، اور اللہ ہر چیز پر

شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ

پوری پوری قدرت رکھتا ہے، ۵۰ ﴿۲۷﴾ اے پیغمبر! کہہ دو اپنی بیویوں سے کہ اگر

كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ

تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتی ہو، تو آؤ

اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ

تاکہ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھے طریقے سے رخصت کر دوں، ۵۱ ﴿۲۸﴾ اور اگر تم

تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ

اللہ اس کے رسول اور دار آخرت کی طالب ہو تو یقیناً اللہ نے

اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ

تیار کر رکھا ہے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے ایک بہت ہی بڑا اجر، ۵۲ ﴿۲۹﴾ اے نبی کی بیویو!

مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا

تم میں سے جس کسی نے ارتکاب کیا کسی کھلی بے حیائی کا، ۵۳ تو اس کو (عام عورتوں کے مقابلے میں) دوہرا

الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾

عذاب دیا جائے گا، ۵۴ اور ایسا کرنا اللہ کے لئے بڑا آسان ہے، ۵۵ ﴿۳۰﴾

۵۰ یہود کی دولت مسلمانوں کی ملکیت و میراث: — سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ بنو قریظہ کی زمین اور ان کا مال و دولت مسلمانوں کی ملکیت و میراث میں آ گیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ''اور اس نے تم کو وارث بنا دیا ان کی زمین ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا اور اس کے علاوہ ایک اور ایسی سرزمین کا جس پر تم لوگوں نے ابھی تک قدم بھی نہیں رکھے اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس زمین کے بارے میں مفسرینِ کرام کے مختلف اقوال ہیں کہ اس سے مراد ارضِ خیبر ہے یا ارضِ مکہ یا ارضِ فارس و روم۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر وہ سرزمین ہے جو قیامت تک مسلمانوں کے قبضے میں آئے گی اور ان کے زیرِ نگیں ہوگی۔ ''وقیل ھی کل ارض تفتح علی المسلمین الی یوم القیامة'' — اور اسی قول کو ابنِ جریر وغیرہ حضرات نے راجح قرار دیا ہے۔ اور الفاظ کے عموم و شمول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کو عام ہی رکھا جائے۔ سو اس میں آئندہ کی ان تمام فتوحات کی طرف اشارہ ہو گیا۔ بلکہ ان کا وعدہ فرما دیا گیا جو اہلِ اسلام کو ان کے صدق و اخلاص کی برکت اور اس کے نتیجے میں قیامت تک حاصل ہوں گی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کا صریح طور پر وعدہ فرمایا گیا۔ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ — (ابنِ جریر، ابنِ کثیر، محاسن التاویل،

مدارک، معالم، خازن اور معارف وغیرہ) - سبحان اللہ! - کیا کہنے صدق و اخلاص اور ایمان و یقین کی برکتوں کے - اللہ نصیب فرمائے اور اس پر ہمیشہ مستقیم و ثابت قدم رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین ۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی میں اہلِ ایمان کو مستقبل کی فتوحات سے متعلق ایک بڑی اہم بشارت سے سرفراز فرمایا گیا ہے کہ یہ نقدِ عاجل جو ہم نے تم کو بخشا ہے وہ تم نے دیکھ لیا لیکن آگے اور بھی ایسے علاقے ہیں جو تمہارے قبضے میں آئیں گے اور جنگی فتوحات سے تم لوگ سرشار ہوؤ گے ۔ اور یہ اللہ کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں کہ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے ۔ کوئی اسکی مشیت اور اسکے ارادہ و قدرت میں حائل اور مزاحم نہیں ہوسکتا ۔ اس لیے اہلِ ایمان کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اس سے اپنا تعلق صحیح رکھیں اور دل کا بھروسہ بہر حال اسی قادرِ مطلق پر رکھیں جس کے قبضہ قدرت میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں ۔ وہ جس کو چاہے ، اور جتنا اور جس شکل میں چاہے دے - سبحانہ وتعالیٰ - وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی مایحبُّ ویرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوال، وفی کُلِّ مُوطنٍ مِّن المواطنِ فی الحیاۃ -

۵۱ ازواجِ مطہرات سے متعلق خطابِ تخییر : - سو پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ آپ اپنی بیویوں سے کہد و کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھے طریقے سے رخصت کر دوں ۔ روایات کے مطابق غزوۂ احزاب کے بعد جب بنو قریظہ اور بنو نضیر وغیرہ کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے اور ان میں خوشحالی آ گئی تو اس موقع پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجاتِ مطہرات نے اپنے نان و نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا جس کی تفصیلات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار گزری ۔ آخر کار یہ آیاتِ کریمات نازل ہوئیں جن کو آیاتِ تخییر کہا جاتا ہے ۔ جن میں ازواجِ مطہرات کو یہ اختیار دیا گیا کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتی ہو تو کچھ ساز و سامان لے کر پیغمبر سے علیحدہ ہو جاؤ ۔ اور اگر تم اللہ، اسکے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو یقین رکھو کہ اللہ پاک نے تمہارے لئے جنت کی بے مثال نعمتوں کی صورت میں بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ازواجِ مطہرات کو یہ بات بتائی تو ان سب نے دنیا اور اس کی زیب و زینت کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو ہی اختیار فرمایا جس کی تفصیلات بڑی کتابوں میں موجود ہیں - والمزید من التفصیل فی المُفصَّلِ ان شاء اللہ تعالی وھو الموفقُ والمعینُ - روایات کے مطابق اس آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد حضورؐ نے سب سے پہلے اس بارے حضرتِ عائشہؓ سے پوچھا تو انہوں نے بغیر کسی تردد اور تامل کے فوری طور پر اللہ اور اسکے رسولؐ اور آخرت ہی کو اختیار کیا ۔ تو اس سے حضورؐ کا ملال جاتا رہا اور آپکے چہرۂ انور پر بشاشت آ گئی ۔ اسکے بعد باقی ازواجِ مطہرات نے بھی ایسے ہی کیا اور ایسے ہی کہا ۔ اور سب نے دنیا کی رغبت کا تصور دل سے نکال دیا ۔ (معارف وغیرہ) ۔ اور آخرت اور وہاں کی نعیم مقیم ہی کو اپنا اصل مقصد قرار دیا کہ اصل چیز آخرت ہی ہے -

۵۲ ازواجِ مطہرات کیلئے اجرِ عظیم کا وعدہ : - سو اس آیتِ کریمہ میں ازواجِ مطہرات کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجرِ عظیم کی بشارت و خوشخبری ہے جو اتنا بڑا اجر ہوگا کہ اسکی عظمت اور بڑائی کا کوئی کنارا نہیں ۔ یہاں پر ﴿منکن﴾ میں ''من'' تبعیضیہ نہیں بیانیہ ہے کہ نبی کی ساری ہی بیویاں محسنات تھیں اور ہیں ۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے - ﴿اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ﴾ - پس نبی کی کسی بھی زوجۂ مطہرہ پر جو کوئی زبان دراز کرے گا اور ان کے بارے میں یاوہ گوئی سے کام لے گا وہ بڑا ہی ملعون اور دجال ہوگا - والعیاذ باللہ - مگر انکو مطلقاً یہ خوشخبری دینے کی بجائے اسکو صفتِ احسان کے ساتھ مربوط کر دیا گیا ۔ جس میں سے ایک طرف تو یہ درسِ عظیم پایا جاتا ہے اور اس سے یہ حقیقت بھی واضح فرما دی گئی کہ ازواجِ مطہرات کیلئے بھی محض پیغمبر کے ساتھ نسبت کوئی کام آنے والی چیز نہیں جب تک کہ اس میں عمل و اطاعت کا عنصر مقصود نہ پایا جائے ۔ اور وہ بھی صفتِ احسان کے ساتھ ہو ۔ اور دوسری طرف اس میں یہ درس دیا گیا ہے کہ یہ بشارت اور خوشخبری احسان کے ساتھ مربوط ہے تاکہ ازواجِ مطہرات نڈر نہ ہو جائیں اور وہ حسنِ خاتمہ کے بارے میں برابر فکرمند رہیں ۔ (معارف وغیرہ) - سو احسان کی صفت ایک عظیم الشان صفت ہے، وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، سبحانہٗ وتعالیٰ ۔

۵۳ ازواجِ مطہرات سے خاص خطاب: -سو اس میں ازواجِ مطہرات سے خطاب تکریم وتشریف فرمایا گیا ہے جو کہ متضمن ہے تنبیہ وتذکیر پر۔ ﴿فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ سے یہاں مراد بدخلقی اور نافرمانی ہے۔ یعنی "النشوز و سوء الخلق" (صفوۃ: ج ۲ص ۵۳۳)۔ اور اہلِ علم نے تصریح فرمائی ہے کہ لفظ "فاحشۃ" جب الف لام کے ساتھ معرفہ ہو کر آئے تو اس کے معنیٰ زنا اور لواط کے ہوتے ہیں۔ لیکن نکرہ استعمال ہو تو اس کے معنی مطلق معصیت و نافرمانی کے ہوتے ہیں۔ اور اگر موصوف ہو کر استعمال ہو جیسا کہ یہاں ہے۔ کہ "مبینۃ" کی صفت لگی ہوئی ہے۔ تو اس وقت اس سے مراد سوءِ معاشرت اور عدم ادائیگی حقوق زوجیت ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرتِ ابنِ عباس نے اسکی تفسیر سوء الخلق بدخلقی سے کی ہے۔ نیز یہاں پر اس کا ذکر "من" کے کلمہ شرطیہ کے ساتھ ہوا ہے جسکے لئے تحقق اور وقوع ضروری نہیں ہوتا۔ سو یہ ایسے ہی ہے جیسے۔ ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾۔ (الزمر:۶۴) میں ہے۔ نیز جیسا کہ فرمایا گیا۔ ﴿قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ﴾۔ (الزخرف:۸۱) وغیرہ روح، قرطبی، ابنِ کثیر، معارف، جامع البیان وغیرہ)۔ سو مطلب اس ارشاد کا یہ ہوگا کہ اگر تم میں سے کوئی بالفرض والتقدیر ایسی کسی فاحشہ مبینہ کا ارتکاب کریگی تو اسکو بنسبت دوسری عورتوں کے دوہرا عذاب دیا جائے گا کہ تمہارا مرتبہ اور مقام بہت بلند اور بے مثال ہے۔ سو اس سے قانونِ خداوندی کی عظمتِ شان، اور اس کے بے لاگ اور بے لوث ہونے کے امتیازی پہلو کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ بے لاگ اور سب کیلئے یکساں ہے۔ اور یہی تقاضا ہے کمالِ عدل وانصاف کا، والحمد للہ جل وعلا،

۵۴ جتنا مرتبہ بڑا، اتنی ہی ذمہ داری بھی بڑی: -سو ازواجِ مطہرات کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ تم میں سے کسی نے بھی اگر کھلی بیحیائی کا ارتکاب کیا تو اسکو دوہرا عذاب دیا جائے گا کہ تمہارا مرتبہ اور مقام بہت بلند ہے۔ اور جتنا مرتبہ ومقام بڑا ہوتا ہے اتنی ہی ذمہ داری اور گرفت بھی سخت ہوتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ نزدیکاں رابیش بود حیرانی۔ یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ اوپر کی بات تو ازواجِ مطہرات کو پیغمبر کے ذریعے کہلائی گئی کہ اس کا آپ کی زبانِ مبارک ہی سے کہلایا جانا موزوں اور مناسب تھا۔ لیکن اب یہاں پر اس آیت کریمہ میں انکو براہِ راست خطاب کر کے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ پیغمبر کی بیویاں ہونے کی حیثیت سے ان کا مرتبہ ومقام اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت اونچا ہے۔ اور اس مرتبہ کے اعتبار سے انکی ذمہ داریاں بھی بہت بڑی ہیں۔ لہٰذا اگر خدانخواستہ ان سے کوئی جرم سرزد ہو گیا تو اسکی سزا بھی انکو دوسری عام عورتوں کی بنسبت دوہری دی جائے گی والعیاذ باللہ العظیم سو ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمائی گئی کہ وہ اس بات کو یاد رکھیں کہ اگر بالفرض ان سے کوئی جرم صادر ہوا تو اس کو اس ترازو سے نہیں تولا جائے گا جس سے دوسروں کے جرائم تولے جاتے ہیں بلکہ ان کے اعمال کو الگ باٹ اور الگ ترازو سے تولا جائے گا اور دوسروں کی نسبت ان کو دوہرا عذاب دیا جائے گا والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ ہر طرح اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۵۵ اللہ کا قانون بے لاگ اور سب کے لیے یکساں: -سو ارشاد فرمایا کہ "ایسا کرنا اللہ کیلئے بہت آسان ہے"۔ پس کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ چونکہ ہم نبی کی بیویاں ہیں اس لئے کوئی پروا نہیں۔ اور جب نبی کی بیویوں کو بھی یہ فرمایا جارہا ہے تو پھر دوسرے کس شمار وقطار میں ہوسکتے ہیں؟ اور ان کیلئے کس قدر حزم واحتیاط کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ سو محض پیغمبر کی بیویاں ہونے کے اعتبار سے تم میں سے کسی کو اسکے جرم وقصور کی سزا دینا اللہ کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں کہ اسکا قانون سب کیلئے ایک اور بے لاگ ہے۔ محض کسی نسبت کی بناپر وہ کسی سے کوئی رعایت نہیں کرتا سبحانہ وتعالیٰ سو اس تنبیہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے بارے میں اس طرح کے کسی جرم کا کوئی خدشہ واندیشہ تھا حاشا وکلا بلکہ اس ارشادِ ربانی سے ایک طرف تو محض انکو انکی ذمہ داریوں اور انکے مقام ومرتبہ کی عظمتِ شان کے بارے میں تنبیہ وتذکیر فرمانا ہے۔ اور دوسری طرف اس میں پوری امت کیلئے یہ درسِ عظیم ہے کہ جب نبی کی بیویوں کیلئے بھی ان کی اس قدر بے مثال عظمتِ شان کے باوجود کوئی استثنا نہیں تو پھر اور کسی کیلئے اس کا کیا سوال پیدا ہوسکتا ہے؟ سو اسکا قانون سب کیلئے ایک اور یکساں ہے سبحانہ وتعالیٰ پس اس میں کسی کی شخصیت کی بناء پر کوئی رُو رعایت اور کسی طرح کا کوئی استثناء نہیں، بہر کیف اس میں ازواجِ مطہرات کیلئے اور ان کے توسط سے پوری امت کیلئے تنبیہ وتذکیر ہے تاکہ وہ ایسی کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں، جب پیغمبر کی ازواجِ مطہرات کی بے مثال عظمتِ شان کے باوجود ان کے لئے بھی نہ کوئی رُو رعایت ہے، اور نہ کسی طرح کا کوئی استثناء، تو پھر اور کسی کیلئے اس کا سوال ہی کیا پیدا ہوسکتا ہے؟ پس اصل دارومدار انسان کے اپنے عقیدے اور عمل پر ہے، اور اللہ کا قانون وضابطہ بے لاگ اور سب کیلئے یکساں ہے۔ سبحانہٗ وتعالیٰ۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا

اور جو تم میں سے فرمانبرداری کرے گی اللہ اور اس کے رسول (کی رضا) کے لئے، اور وہ کام بھی نیک کرے گی،

نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

تو اس کو ہم اجر بھی دوہرا (اور دگنا) دیں گے، اور اس کے لئے ہم نے ایک بڑی عمدہ (اور عزت کی) روزی بھی تیار کر رکھی ہے ف۵۶ ﴿۳۱﴾

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ

اے نبی کی بیویو! (یاد رکھو،) تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو بشرطیکہ تم تقویٰ کو اپنائے رکھو ف۵۷

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ

پس تم (کسی نامحرم سے بوقت ضرورت) بات کرنے میں کسی لچک (اور نرمی) سے کام نہ لینا ف۵۸ کہ کہیں لالچ میں پڑ جائے کوئی ایسا شخص

مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ ۚ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

جس کے دل میں روگ ہو ف۵۹ اور (یوں) بات بھلی ہی کہا کرو، ف۶۰ ﴿۳۲﴾ اور ٹک کر رہا کرو تم اپنے

۵۶ ازواجِ مطہرات کیلئے دوہرے اجر کا وعدہ:- سو ازواجِ مطہرات سے خطاب کر کے فرمایا گیا کہ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں گی اور وہ نیک کام کریں گی تو ان کو ہم دوہرا اجر دیں گے اور ان کے لیے ہم نے بڑی عمدہ روزی بھی تیار کر رکھی ہے۔ سو اس ارشاد میں ازواجِ مطہرات کے لیے دوہرے اجر اور رزقِ کریم کی بشارت اور وعدہ ہے کہ جنت اور اس کی سدا بہار نعمتوں کے علاوہ ان کو اس دائمی زندگی میں بھی رسول اللہ کی رفاقت و معیت کا شرف و مرتبہ حاصل رہے گا علیہ الصلوٰۃ والسلام سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جس طرح تمہارے کسی جرم کی سزا دوگنی ہے اگر بالفرض ایسا ہو جائے، تو اسی طرح تمہاری نیکیوں کی جزا اور انکا اجر و صلہ بھی دوگنا ہے۔ سو صدقِ دل سے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری پر اللہ تمہیں دوہرے اجر سے بھی نوازے گا اور رزقِ کریم سے بھی۔ رزق کا لفظ دراصل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور انعام و احسان کی تعبیر ہے۔ اور اسکے ساتھ لگنے والی کریم کی صفت نے اسکی عظمت کو اور بڑھا دیا ہے کہ یہ اجر و صلہ ان کو بطورِ صدقہ نہیں بلکہ بطورِ حق ملے گا اور ہمیشہ کے لیے اور بلا کسی شرط و قید کے اور بغیر کسی

اندیشہ احتساب ومواخذہ کے ملے گا- اور یہ سب کچھ دراصل اللہ تعالیٰ کے کرم بے پایاں ہی کے تقاضوں میں سے ہے، سبحانہ وتعالیٰ، فله الحمد وله الشكر بكل حالٍ مِنَ الاحوال،

۵۷ **تقویٰ اور پرہیزگاری کی عظمت واہمیت**:-سو ﴿اِنِ اتَّقَیْتُنَّ﴾ کی اس شرط وقید سے واضح فرمایا گیا کہ تقویٰ وپرہیزگاری بہر کیف اصل اساس اور بنیاد ہے۔ اور جب نبی کی زوجاتِ مطہرات کے لئے بھی تقویٰ وپرہیزگاری شرط ہے تو پھر اور کون ہوسکتا ہے جو دین کی حدود اور پابندیوں سے آزادرہ کر بزرگی اور پارسائی کا دم بھرسکے؟ کہ چونکہ فلاں صاحب ''صاحبزادہ صاحب'' ہیں۔ چونکہ ''سید'' ہیں۔ چونکہ فلاں ہستی کی اولاد ہیں اس لئے جو چاہیں کرتے رہیں وغیرہ وغیرہ۔ سوایسے تمام خیالات اور اوہامِ باطل نفس وشیطان کے دھوکے اور کتاب وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہیں والعیاذ باللہ اللہ پاک کے یہاں فائز المرامی کے لئے ایمان وپرہیزگاری کی شرط اولین اساس اور بنیادی شرط ہے۔ اور یہ اصول وضوابط سب کے لئے عام اور یکساں ہے۔ مدار وانحصار صرف اور صرف ایمان اور تقویٰ پر ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس ضابطہ عام اور اصولِ کلی کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا- ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ﴾-الآیة (الحجرات:۱۳)۔ بہر کیف ازواجِ مطہرات سے فرمایا گیا کہ تمہارا مرتبہ بہت اونچا اور بڑا ہی بلند ہے۔ تمہیں امہات المومنین کے شرف ومرتبہ سے نوازا گیا ہے اور تمہارا ہر قول وفعل امت کیلئے نمونے اور مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر تمہارا یہ سب مرتبہ ومقام تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے اس لیے اس کا ہمیشہ خیال رکھنا- سوتقویٰ ہی باعث عزت وعظمت اور موجب نجات وسرفرازی ہے، وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بِکُلِّ حالٍ مِّن الاحوال

۵۸ **غیر محرم سے لچکدار انداز میں بات کرنے کی ممانعت**:-سو ارشاد فرمایا گیا کہ پس تم بوقتِ ضرورت کسی نامحرم سے بات کرنے کے دوران کسی لچک سے کام نہیں لینا۔ یہ اسلامی حجاب اور پردے کا پہلا درجہ ہے کہ غیر محرم کے ساتھ بوقتِ ضرورت کلام کرنا پڑے تو اپنی آواز میں کوئی لچک اور لوچ تک نہ رکھو۔ تاکہ کسی روگی دل میں کوئی لالچ اور غلط خیال تک پیدا نہ ہونے پائے۔ اور جس اسلام کا مزاج اور اس کی تعلیمات یہ ہوں وہ اس کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے کہ اس کی بیٹیاں غیروں کے آگے ناچیں، تھرکیں، بھڑکیلے لباس پہن کر جائیں اور گائیں۔ اور مٹک مٹک کر انکو اپنے جسم دکھائیں۔ ہوٹلوں کے استقبالیوں اور سپر مارکیٹوں کے گلوں پر بیٹھیں اور ہوائی جہازوں میں ایئر ہوسٹس بن کر غیروں کے دل لبھانے کے لئے بناوٹی مسکراہٹیں پیش کریں۔ کلبوں، پارکوں کی زینت بنیں اور دفتروں میں اجنبی مردوں کے ساتھ بیٹھ کر کام کریں- كَلَّا ثُمَّ كَلَّا -ایسی تمام باتیں اسلام کی مقدس تعلیمات کے یکسر خلاف ہیں اور

دینِ حق کی غیرت اس کو کبھی گوارہ نہیں کرسکتی۔ اسی لیے یہاں پر ازواجِ مطہرات کو بھی یہ ہدایت فرمائی جارہی ہے کہ تم بھی غیرمحرموں سے بوقتِ ضرورت بات کرتے وقت کسی لچک اور نرمی سے کام نہ لینا۔ تاکہ کسی روگی کو کوئی غلط مطلب لینے کا موقع نہ مل سکے۔ بلکہ اس سے صاف انداز میں اس طرح بات کرو کہ اسکو معلوم ہوجائے کہ یہاں ہماری دال گلنے والی نہیں۔ سو کہاں دینِ حنیف کی یہ مقدس اور پاکیزہ تعلیمات اور کہاں مسلم معاشرے کی وہ حیا باختگی جس کو دیکھ کر شریف انسان سر پیٹ کر رہ جاتا ہے۔ اور جس نے بے حیائی کی حدوں کو کراس کر دیا اور بے حیائی کے ایسے نت نئے طریقے ایجاد کر لیے کہ غیرت مند انسان ورطہ حیرت میں ڈوب کر رہ جاتا ہے کہ یہ کیا سے کیا ہوگیا۔ فالی اللہ المشتکی۔ اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین

۵۹ لچکدار انداز کے نتیجے اور خطرے کی نشاندہی: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کسی غیرمحرم سے بوقتِ ضرورت بات کرتے وقت کوئی لچک پیدا نہیں کرنا کہ کہیں طمع میں پڑ جائے کوئی ایسا شخص جسکے دل میں روگ ہو"۔ یعنی گناہ اور فسق و فجور اور شہوانیت کا مرض، جسکے باعث نسوانی آواز سن کر وہ کسی لالچ اور غلط فہمی میں مبتلا ہوجائے۔ سبحان اللہ! جب حضراتِ امہات المومنین کی بے مثال عظمتِ شان کے باوجود اس کا خدشہ ہوسکتا ہے تو پھر عام مسلمان عورتوں اور خاص کر اس دور کی عورتوں کے بارے میں معاملہ کی سنگینی کا کیا حال ہوگا جہاں کہ چاروں طرف فتنوں ہی فتنوں کا دور دورہ اور فساد ہی فساد کی فضا ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم نیز اس مرض روگ میں حسد اور کینہ کا وہ مرض بھی داخل ہے جو اشرار منافقین حضورؐ کیخلاف اپنے دلوں میں رکھتے تھے اور جس کی بنا پر وہ شب وروز اسی تاک اور اسی کوشش میں رہتے تھے کہ انہیں آپؐ کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ آجائے۔ اور اسی گروہ کے سرغنے نے "اِفک" کا فتنہ کھڑا کیا تھا۔ اس لیے ایسے مفاسد کی پیش بندی کے لیے ایسی احتیاطوں کا لحاظ والتزام ضروری ہے۔ اللہ ہر فتنے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین۔

۶۰ بھلی بات کہنے کی تعلیم وتلقین: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم ہمیشہ بھلی بات ہی کہا کرو"۔ جس میں نہ کوئی لاگ لپٹ ہو اور نہ ہی کوئی غلط بات اور کوئی بدخلقی۔ بلکہ ایسی بات ہو جو کہ دینِ اسلام کی نظروں میں پاکیزہ اور پسندیدہ ہو۔ "یَرتضیه الدین والاسلام من غیْر خضوع"۔ (جامع البیان وغیرہ)۔ سو ایسے لوگوں سے تم ایسی بات کیا کرو جو عرفِ عام کے مطابق اور عام سادہ لوگوں سے کی جاتی ہے جس میں نہ کوئی لوچ ہو اور نہ کسی طرح کی کوئی لاگ لپٹ۔ اور ایسے لوگوں کے بناوٹ والے اور ہمدردانہ لہجے سے متاثر ہوکر ان سے بات کرنے کے دوران کوئی نرم رویہ اختیار نہ کیا جائے کہ یہ کمینے لوگ ہوتے ہیں جو شرافت سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سو انکو اس طرح اور عرفِ عام کے مطابق جواب دو کہ اگر یہ اپنے دل میں کوئی برا ارادہ لیکر آئے ہوں تو بھی انکے ہوش ٹھکانے لگ جائیں۔ وباللہ التوفیق لمایحب ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، بکلّ حالٍ مِّنَ الاحوال وفی کل مَوطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ

گھروں میں ف۶۱ اور دکھاتی نہ پھرنا اپنا بناؤ سنگار (اور اپنی سج دھج) ف۶۲ پہلی جاہلیت کے دکھلاوے کی طرح، اور تم نماز قائم رکھو

وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ

اور زکوٰۃ دیتی رہو اور فرمانبرداری کرتی رہو اللہ اور اس کے رسول کی، اللہ تو بس یہ

اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

چاہتا ہے کہ وہ دور کر دے تم سے گندگی (اپنی خاص توجہ اور عنایت سے،) اے نبی کے گھر والو ف۶۳ اور وہ تم کو پاک کر دے

۶۱ عورت کا اصل مقام اس کا گھر: - سو ارشاد فرمایا گیا "اور ٹک کر رہا کرو اپنے گھروں میں"۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ اور یہ اسلامی پردے کا دوسرا مرحلہ ہے کہ بلا ضرورت گھر سے باہر نکلو ہی نہ کہ تمہارا اصل مقام تمہارا گھر ہے۔ جہاں تمہاری سچی اور حقیقی عزت ہے۔ اور یہ کوئی توہین یا زیادتی نہیں والعیاذ باللہ العظیم بلکہ یہ دینِ فطرت کی تعلیماتِ مقدسہ کا وہ لازمی تقاضا ہے، جو فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق اور ایک صالح نظامِ حیات کے لئے اشد ضروری ہے کہ مرد کا دائرہ کار گھر سے باہر اور عورت کا گھر کے اندر ہے۔ خاتونِ خانہ کی سچی عزت اور اس کا اصل وقار اسی میں ہے کہ وہ گھر کی ملکہ بن کر رہے اور اپنی گود میں پلنے والی نسل کی تربیت کا حق ادا کرے جو کہ اسکی دنیا بھی ہے اور آخرت بھی۔ اور جس میں بھلا ہے اس کا، اسکے گھر، اسکے محلے، پورے معاشرے اور تمام ملک وملت کا۔ نہ کہ اپنے اصل مرکز ومقام سے نکل کر وہ دوسروں کی تسکینِ طبع کا سامان کرنے لگے۔ اور اس طرح گھر کی تباہی اور معاشرے کی اتھل پتھل کا ذریعہ اور سبب بنے والعیاذ باللہ العظیم سو اس فطری نظام سے بغاوت کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہر طرف افراتفری اور فتنے فساد کا دور دورہ ہے، اور لوگ طرح طرح کے مصائب میں گھرے ہوئے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم۔

۶۲ غیروں کے سامنے بناؤ سنگھار کی ممانعت: - سو ارشاد فرمایا گیا "اور دکھاتی نہ پھرنا تم اپنا بناؤ سنگھار - اور اپنی سج دھج -"۔ - "تبرج" کے معنیٰ کھلنے اور واضح ہونے کے آتے ہیں۔ اسی لئے "برج" کو برج کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اونچا اور

ظاہر ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے بادبانی کشتی کو "بارجہ" کہا جاتا ہے کہ اس کے بادبان دور سے نظر آنے لگتے ہیں۔ سو مطلب یہ ہوا کہ تم بن ٹھن کر سج دھج کے ساتھ اپنے حسن و زیبائش کو دکھاتی نہ پھرنا اور نہ ہی اپنی چال ڈھال میں کوئی خاص چٹک مٹک پیدا کرنا کہ یہ سب اسی جاہلیتِ اولیٰ کے طور طریقے ہیں جو اسلام سے پہلے رائج تھی اور اسلام کی روشنی کے بعد اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ مگر افسوس کہ آج فیشن اور تہذیب و ثقافت وغیرہ کے طرح طرح کے چمکیلے عنوانوں اور بھڑکیلے ناموں سے جاہلیتِ اولیٰ کے ان تمام اطوار کو نت نئے طریقوں سے اپنایا جا رہا ہے اور اس میں ایسی ترقی کر لی گئی ہے کہ موجودہ جاہلیتِ اخریٰ اسلام سے پہلے کی اس جاہلیتِ قدیمہ کو کہیں پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ اور عورت نہ صرف یہ کہ ننگی ہو گئی بلکہ اسکے لئے اس نے نت نئے ایسے طور طریقے اپنا لئے اور اپناتی جا رہی ہے کہ اس نے دعوتِ گناہ میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ والعیاذ باللہ العظیم بہر کیف اس ارشادِ ربانی میں ازواجِ مطہرات کو اور انکے توسط سے امت کی تمام بہو بیٹیوں کو یہ مقدس تعلیم دی جا رہی ہے کہ تم اپنے گھروں میں ٹک کر بیٹھا کرو اور کہیں زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کو دکھاتی نہ پھرنا کہ تمہارا دائرۂ کار جو فاطرِ فطرت نے مقرر فرمایا ہے وہ الگ ہے۔ سو اس ارشاد میں سنانا اور بتانا دراصل ان بیگمات کو ہے، اور یہ ان پر تعریض اور ان کی تحقیر ہے، جو اس تبرج کی علمبردار اور اسکی دلدادہ ہوتی تھیں اور ہوتی ہیں۔ اور جو ہر زمانے میں رہی ہیں اور رہیں گی۔ سو یہ بالواسطہ طور پر انہی سے خطاب ہے ورنہ ازواجِ مطہرات کو جن کو قدرت نے افضل الخلائق کے رشتہ زوجیت کیلئے منتخب فرمایا ان کو ایسے تبرج سے کیا لگے۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ اور اسی میں اس کی عزت و عظمت ہے یہی اسکے شرم کا حیا کا مقتضیٰ اور تقاضاءِ عقل و نقل ہے اور اسی میں سب کی بہتری اور بھلا ہے، اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین،

۶۱۳ پیغمبرؑ کے اصل اہلِ بیت آپ کی زوجاتِ مطہرات: سو ارشاد فرمایا گیا اور "انما" کے کلمہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ وہ دور فرما دے تم سے گندگی کو اے نبی کے گھر والو"۔ معلوم ہوا کہ نبی کی اصل اہل ان کی زوجاتِ مطہرات ہی ہوتی ہیں۔ کہ یہاں پر سیاق و سباق کے اعتبار سے بھی یہ متعین اور طے شدہ امر ہے کہ یہاں اہلِ بیت سے اصل مراد اور اس کا حقیقی مصداق پیغمبر کی ازواجِ مطہرات ہی ہیں۔ اور یوں لغت اور استعمال کے اعتبار سے بھی کسی کے اہلِ بیت سے مراد اس کے گھر والے ہی ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضراتِ اہلِ علم نے یہاں پر اسکی تصریح فرمائی ہے کہ

یہاں اہلِ بیت سے مراد پیغمبر کی بیویاں ہی ہیں۔ ''نزلت فی نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ''۔ (ابن جریر عن عکرمۃ)۔ ''ارید باھلِ البیت نساء النبی و نزلت فیھن خاصۃ''۔ (ابنِ کثیر عن ابنِ عباسؓ) یعنی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم (روح عن عروہ)۔ سو اسلافِ کرام اور مفسرینِ عظام کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہاں پر اہلِ بیت سے مراد پیغمبر کی زوجاتِ مطہرات ہی ہیں۔ پس ہمارے دور کے روافض وغیرہ نے جو یہ مشہور کر رکھا ہے اور ہماری جہالت اور بے حسی سے فائدہ اٹھا کر وہ اس کو برابر رواج دیئے چلے جا رہے ہیں کہ اہلِ بیت سے فقط پنجتن مراد ہیں تو یہ کہنا بالکل باطل و مردود ہے۔ البتہ جمہور اہل السنّت والجماعت کے نزدیک حضرتِ علی، حضرتِ فاطمہ اور حضراتِ حسنین کریمین رضوان اللہ علیھم اجمعین۔ بھی اہلِ بیت میں داخل ہیں۔ اس لئے نہیں کہ یہ لفظ اپنے اصل اطلاق میں ان کو شامل ہے بلکہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں حضرات کو ایک چادر کے نیچے لے کر ان کے لئے بھی یہ دعا فرمائی تھی۔ ''اَللّٰھُمَّ ھٰؤلاءِ اَھْلُ بیتی فَاذْھَبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ و طَھِّرھُمْ تطھیرا''۔ ''اے اللہ یہ لوگ بھی میرے اہلِ بیت میں سے ہیں۔ پس تو ان سے بھی گندگی دور فرما دے اور ان کو بھی پاک فرما دے''۔ چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرتِ ام سلمہؓ جو کہ اس موقع پر موجود تھیں انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی مجھے بھی اپنی اس دعا میں شامل فرما لیجئے تو آپؐ نے جواب دیا۔ ''اِنَّکَ اِلی الْخَیرِ مَرتینِ''۔ کہ ''تم تو اس میں دو مرتبہ شامل اور مقدم ہو''۔ یعنی ایک تو اس آیتِ کریمہ کی رو سے جو کہ اصل میں ازواج النبی ہی کے بارے میں ہے اور دوسرے میری دعا کے اعتبار سے بھی۔ (روح، قرطبی، جامع، معارف، صفوہ وغیرہ)۔ یہاں پر ''رجس'' کے لفظ میں بیگمات کے سامانِ زینت پر تعریض ہے کہ یہ سامانِ زینت جسکی تم دلدادہ ہو اور اس پر فریفتہ ہو، یہ زینت نہیں بلکہ یہ دراصل گندگی کا ایک بوجھ ہے، جسے تم اپنے اوپر لادے پھر رہی ہو۔ کیونکہ تمہارے اوپر لدا ہوا یہ سامانِ زینت گناہ کا باعث اور دوسروں کی للچائی ہوئی نگاہوں کو کھینچنے کا ذریعہ ہے جو کسی بھی ایماندار شریف زادی کی شان اور اس کے مرتبہ و مقام کے لائق نہیں ہو سکتا۔ سو بگڑی ہوئی مادہ پرست بیگمات کا سامانِ زیب و زینت عزت و عظمت کی چیز نہیں، بلکہ ''کاسیات عاریات'' قسم کی ان بیگمات کے لیے یہ لعنت و پھٹکار اور محرومی کا باعث ہے۔ مگر ان کو اس کا شعور و احساس تک نہیں جو کہ ایک الگ اور مستقل خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ

خوب اچھی طرح سے، ف۶۴ ﴿۳۳﴾ اور یاد رکھو اللہ کی ان آیتوں اور حکمت کی ان باتوں کو جو (صبح و شام) پڑھی جاتی ہیں

آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾

تمہارے گھروں میں، ف۶۵ بلاشبہ اللہ بڑا ہی باریک بیں نہایت ہی باخبر ہے، ف۶۶ ﴿۳۴﴾

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

بے شک مسلمان مردوں، اور مسلمان عورتوں، ایماندار مردوں، اور ایماندار عورتوں،

وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَ

اور فرمانبرداری کرنے والے مردوں، اور فرمانبرداری کرنے والی عورتوں، راستباز مردوں، اور راستباز عورتوں،

الصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَ

صبر کرنے والے مردوں اور صبر کرنے والی عورتوں، (اللہ کے آگے) عاجزی کرنے والے مردوں اور عاجزی کرنے والی عورتوں

۶۴ پیغمبرؑ کی اہل بیت کی تطہیر کے لیے انتظام خداوندی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کر دے خوب اچھی طرح سے"۔ ہر قسم کے گناہ اور معصیت اور اس کی ہر آلائش و آمیزش اور ہر شائبہ سے۔ اور اس تطہیر سے مراد تزکیہ باطن اور تصفیہ قلوب کا وہ عالی مرتبہ و مقام ہے جو امہات المومنین کی شان کے لائق ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجاتِ مطہرات میں سے کسی پر بھی کوئی عیب اور الزام لگانے والا بڑا ہی شقی اور بدبخت انسان ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی میں پیغمبر کے اہلِ بیت کو مخاطب کر کے نہایت شفقت و محبت کے انداز میں یہ تسلی دی گئی کہ یہ ہدایات جو تمہیں دی جا رہی ہیں، ان سے مقصود کہیں تمہاری زندگی کو قید و بند میں جکڑنا نہیں، بلکہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ اہلِ بیتِ نبوت سے ہر قسم کی آلائش کو دور رکھے۔ اور ان کی نہایت اعلیٰ تربیت فرما کر ان کو دنیا اور آخرت دونوں میں اس اعلیٰ مرتبہ و مقام سے مشرف و سرفراز فرمائے جو انکے لائق اور زوجیتِ رسول کے شرف و مرتبہ کا مقتضیٰ ہے۔ تاکہ انکی شان ہر اعتبار سے اعلیٰ و بالا اور نمونہ و مثال ہو۔ بہرکیف اس آیت کریمہ سے ایک تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ اس کو بلاضرورت اس سے نکل کر شمعِ محفل نہیں بننا چاہیے۔ اس کا اصل دائرۂ کار اس کا گھر ہے۔ اس کو اپنی سرگرمیاں اسی کے اندر محدود رکھنی چاہئیں۔ اور اگر کبھی گھر کے اپنے اس مخصوص دائرۂ کار سے باہر نکلنے کی ضرورت پیش آجائے تو اس کو ان حدود کی پابندی اور پاسداری کرنی چاہیے جو فاطرِ فطرت نے اس کے لیے مقرر کی ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر کے اہلِ بیت ہونے کا شرف اصل میں ان کی ازواجِ مطہرات ہی کے لیے ہے۔ یہ آیتِ کریمہ اس بارے

میں نصِ قطعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں اس کی دوسری نظیریں بھی موجود ہیں۔ یہاں پر اہلِ بیت سے پیغمبر کی بیویاں مراد لینے کے علاوہ اور کسی احتمال کی گنجائش ہی نہیں۔ دوسروں کی اس میں شمولیت اصلاً نہیں، صرف تبعاً اور ضمناً ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ اس اصل کے منکر ہیں وہ بڑے ظالم، ہٹ دھرم اور اندھے اور اوندھے لوگ ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم

۶۵ ازواجِ پیغمبرؑ کو ان کے اصل مقصد اور منصب کی تذکیر و یاد دہانی: -سو اس سے ازواجِ مطہرات کو ان کے اصل مقصد و منصب کی تذکیر و یاد دہانی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھنے اور حکمت کی باتیں یاد رکھنے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی۔ تا کہ ان کے مطابق خود عمل کرنے کے علاوہ ان کو تم دوسروں تک بھی پہنچا سکو کہ مہبطِ وحی کے پاس رہتے ہوئے تمہاری ذمہ داریاں بھی بہت بڑی اور اہم ہیں۔ سو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرتِ ازواج کے مقصد پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اس میں دوسرے مختلف اجتماعی اور اہم مقاصد کے علاوہ ایک بڑا مقصد علومِ نبوت کی تعلیم و تبلیغ بھی تھا۔ جیسا کہ ہوا بھی۔ ورنہ جس ذاتِ اقدسؐ نے جوانی کی پچیس سال کی عمر بے مثال طور پر اور بے داغ تجرد کی زندگی گزاری پھر پہلی شادی جو آپؐ نے اپنے شباب کے عالم میں فرمائی وہ ایک ایسی سن رسیدہ خاتون سے فرمائی جو اس سے پہلے بیوہ اور وہ بھی دو خاوندوں سے بیوہ ہو چکی تھیں۔ پھر پچاس سال کی عمر شریف تک آپؐ نے انہی کے ساتھ نباہ فرمایا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ تو اس کے بعد بھی آپؐ نے ایک بیوہ ہی سے عقد فرمایا اور باقی تمام شادیاں آپؐ نے چون سال کی عمر شریف کے بعد فرمائیں جو کہ عموماً شادی کی عمر رہتی ہی نہیں۔ اور جس ذاتِ اقدس کے نکاح میں صرف ایک ہی کنواری خاتون آئی ہوں باقی سب کی سب یا تو بیوہ ہوں یا مطلقہ تو پھر کس قدر بدبخت ہوگا وہ شخص جو آپؐ پر نفس پرستی اور خواہش پرستی کا الزام لگائے۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام شادیاں دوسرے متعدد اجتماعی اور دینی مقاصد کے لئے تھیں جن میں سب سے اہم مقصد علومِ نبوت کو پوری امت کے لئے پہنچانا تھا تا کہ وہ ہر شعبۂ زندگی میں راہنمائی حاصل کر سکے صَلَواتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ اس مسئلہ پر مزید اور تفصیلی بحث انشاء اللہ اپنی مفصل تفسیر میں عرض کریں گے اگر حیاتِ مستعار نے وفا کی اور توفیقِ خداوندی شامل حال رہی وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التکلان بہرکیف یہ حقیقت اپنی جگہ ایک قطعی اور واضح حقیقت ہے کہ جس طرح حضراتِ صحابہ کرام نے حضورؐ کی جلوت کی زندگی کو محفوظ کیا، اسی طرح آپکی ازواجِ مطہرات نے آپکی خلوت کی زندگی کو محفوظ کر کے دنیا کے سامنے پیش فرمایا کہ آپؐ کی زندگی کا ہر لمحہ امت کیلئے نمونہ ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، بِکُلّ حالٍ مّنَ الاحوال، وھُوَ العزیزُ الوھّاب۔

۶۶ اللہ بڑا ہی باریک بیں نہایت ہی باخبر ہے: -اس لئے اس کے ارشاد و تعلیم فرمودہ احکام و فرامین کا کوئی بدل ممکن ہی نہیں سبحانہ وتعالیٰ اور اس نے مردوں اور عورتوں کیلئے جو الگ الگ دائرہ ہائے کار رکھا ہے وہ اپنے اسی لطفِ کامل اور علم و خبر کی بنا پر رکھا ہے۔ اور وہی ان میں سے ہر ایک کی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اور اپنے اس دائرۂ فطرت کی حدود کی پابندی ہی میں انکا بھلا اور فائدہ ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اس نے عورتوں کی کارگزاری کو جو ان کے گھروں کے اندر تک محدود رکھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ انکی کوئی خدمت اس سے مخفی رہ سکتی ہے۔ نہیں بلکہ وہ انکی ہر خدمت اور ہر عمل سے پوری طرح باخبر ہے کہ وہ بڑا ہی باریک بیں انتہائی باخبر ہے۔ پس تم اسکے بھروسے پہ اپنا فرض صدقِ دل سے انجام دیئے چلے جاؤ۔ وہ تمہاری جملہ ضروریات کی کفالت خود فرمائے گا سبحانہ وتعالیٰ

الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَ

صدقہ کرنے والے مردوں اور صدقہ کرنے والی عورتوں، روزہ رکھنے والے مردوں اور روزہ رکھنے والی عورتوں،

الْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مردوں، اور حفاظت کرنے والی عورتوں' اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مردوں،

وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

اور بہت یاد کرنے والی عورتوں، کے لئے اللہ (پاک) نے تیار فرما رکھی ہے ایک عظیم الشان بخشش بھی، اور بہت بڑا اجر بھی،

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ

(اپنے کرم واحسان سے ف۶۷) ﴿۳۵﴾ اور روا نہیں کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لئے جب کہ فیصلہ فرما دے اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے

اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ

میں، یہ بات کہ ان کو اس کے بعد بھی اختیار حاصل رہے اپنے اس معاملے میں' ف۶۸ اور جس نے نافرمانی کی

۶۷ مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے اَخلاق و کردار کا آئینہ: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ان اور ان اَخلاق و کردار کے مالک اور ایسے اور ایسے مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے بڑی بخشش اور اجرِ عظیم تیار فرما رکھا ہے۔ اور وہ اپنے کرم سے ان لوگوں کی ان نیکیوں کی بنا پر ان کے ان گناہوں اور لغزشوں اور کوتاہیوں کی بخشش فرما دے گا جو بشری تقاضوں کی بنا پر صغائر کی صورت میں ان سے سرزد ہوئے ہوں گے اور ان کو وہ اپنے فضل و کرم سے جنت کی عظیم الشان اور سدا بہار نعمتوں سے نواز دے گا سبحانہ وتعالیٰ کہ اسکی شان ہی نوازنا اور کرم فرمانا ہے۔ مسلسل و لگا تار نوازنا اور کرم ہی کرم فرمانا۔ اور اس قدر کہ ایک ایک لمحے میں اسکے جو خزانے تقسیم ہوتے ہیں ان کا حساب لگانا بھی کسی کے بس میں نہیں۔ اور حساب لگانا تو درکنار اسکی نعمتوں کے ان بے حد و حساب خزانوں کو جاننا اور ان کا احاطہ اور علم و ادراک بھی کسی کے بس میں نہیں۔ اور اسکی ان رحمتوں عنایتوں اور نوازشوں کا بدرجہ تمام و کمال ظہور آخرت میں اور جنت ہی میں ہوگا۔ بہر کیف اس آیتِ کریمہ میں مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے اعلیٰ اَخلاق و کردار کا آئینہ پیش فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں جن صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ کُل دس ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی اَخلاق و کردار کے تمام پہلو انہی دس صفات کے اندر سمٹ آئے ہیں۔ یعنی اسلام، ایمان، قنوت، صدق، صبر، خشوع، صدقہ، روزہ، عفت و حیا اور ذکرِ خداوندی۔ پھر انکا ذکر چونکہ صفت کے صیغوں کے ساتھ ہوا ہے، اس لیے انکا انسان کے اندر بطورِ صفت اور عادت کے پایا جانا مطلوب و مقصود ہے۔ سو مسلمان مردوں اور عورتوں کے سامنے ان اعلیٰ اَخلاق و کردار کا یہ آئینہ رکھ کر واضح فرما دیا گیا ہے کہ مسلمان معاشرے کے ہر فرد پر خواہ وہ کوئی مرد ہو یا عورت ان کا رنگ

چھپایا ہوا ہونا چاہیئے۔ اور یہ کہ پھر ان صفات میں سے کچھ کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، اور کچھ کا حقوق العباد سے۔ اور کچھ کا اصلاً اِصلاحِ نفس سے۔ اور اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کی اصل قدر و قیمت اس کے اخلاق و کردار ہی سے ہے۔ جتنے اخلاق اونچے اور پاکیزہ ہونگے اتنا ہی انسان کا درجہ و مرتبہ بلند و بالا ہوگا وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، اللھم فخذ بنواصینا الی ما فیہ حُبّک ورضاک فی کل موطن من المواطن و بکل حال من الاحوال یا عزیز یا غفار۔

۶۸ مومن کے ایمان کا اصل اور اہم تقاضا: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن کے لیے کسی اختیار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کسی مسلمان مرد یا عورت کی یہ شان نہیں کہ اللہ اور اسکے رسول کے فیصلے کے بعد اس کیلئے کوئی اختیار باقی رہ جائے"۔ یہ آیت کریمہ حضرتِ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرتِ زید بن حارثہ کے لئے حضرت زینب کو منگنی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے انکار کر دیا کہ ان کا تعلق قریش کے اونچے خاندان سے تھا۔ وہ رسول اللہ کی پھوپھی حضرتِ امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں جبکہ حضرت زیدؓ کو غلامی کا داغ لگ چکا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ نکاح ہو جائے تا کہ اسطرح اسلامی عدل و مساوات کا عملی ثبوت مہیا ہو اور آزاد کردہ غلاموں کو حقیر سمجھنے کی رسم عملاً ٹوٹے اور مٹے۔ تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں یہ ایک اصولی اور بنیادی ہدایت فرمائی گی کہ کسی مومن مرد اور عورت کو اپنے اس معاملے کے بارے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا جبکہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان کے اس معاملے سے متعلق کوئی حکم وارشاد صادر ہو جائے۔ تو اس پر حضرتِ زینبؓ اور آپؓ کے بھائی وغیرہ فوراً اس نکاح کے لئے تیار ہو گئے اور آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے حضرتِ زینبؓ کا نکاح حضرتِ زید بن حارثہؓ سے کرا دیا۔ اور اس کے مہر کے لئے دس دینار اور ساٹھ درہم نقد کچھ کپڑے اور کھانے پینے کا کچھ سامان بھی آپؐ نے خود عطا فرمایا۔ یہاں پر یہ امر بھی واضح رہے کہ یہ آیتِ کریمہ نازل اگرچہ اس خاص واقعہ میں ہوئی مگر اس کا حکم عام ہے اور یہ اسلامی قانون اور اسلامی نظامِ حیات کے لئے ایک بہت بڑی اور اہم بنیاد ہے کہ کسی بھی مسلمان فرد یا جماعت یا حکومت یا پارلیمنٹ وغیرہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مقابلے میں اپنی آزادی رائے برتے اور اپنی مرضی چلائے۔ مسلمان ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ انسان اپنی آزادی رائے سے دستبردار ہو کہ من چاہی کی بجائے خدا چاہی زندگی گزارے۔ اور ہر جگہ اور ہر موقع پر یہ دیکھے کہ میرے خالق و مالک کا حکم وارشاد کیا ہے؟ اور میرا دین مجھ سے کیا چاہتا اور کیا کہتا ہے؟ مگر افسوس کہ اس سب کے باوجود آج مسلمان کا حال اس سے یکسر مختلف اور دگرگوں ہے اِلاّ مَاشَآءَ اللّٰہُ والعیاذ باللہ العظیم بہرکیف اس ارشادِ ربانی سے بطورِ قاعدۂ کلیہ کے یہ بات واضح فرما دی گئی کہ کسی مومن مرد اور عورت کیلئے یہ بات جائز نہیں اور نہ ہی یہ انکی شان کے شایاں ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ اور اسکے رسولؐ کے کسی فیصلے اور حکم کی خلاف ورزی کریں۔ یہ بات ایمان کے تقاضوں کیخلاف ہے اور جو اس کا ارتکاب کرے گا وہ سراسر ضلالت و گمراہی کا مرتکب قرار پائے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم، سو ایمان کا تقاضا ہے کہ ہر مومن خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہمیشہ اور ہر حال میں اس حکم وارشاد کے آگے صدق دل سے جھک جائے جو اس کو اپنے خالق و مالک کی طرف سے، اور اسکے بھیجے ہوئے رسول کی طرف سے ملے، اور اس کے آگے ہمیشہ سر تسلیم خم کئے رہے، اسی میں جملہ اہل ایمان کا بھلا اور فائدہ ہے، دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی، اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی، جو اس دنیا کے بعد آنے والا ہے، جہاں کی کامیابی و فائز المرامی بھی، اصل اور حقیقی کامیابی اور فائز المرامی ہے، اور جہاں کی ناکامی، والعیاذ باللہ، بھی سب سے بڑی اور انتہائی ہولناک ناکامی ہے، والعیاذ باللّٰہ جل وعَلا، اَللّٰھُمَّ فَخُذْنَا بِنَواصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ حُبُّکَ، وَالرِّضَا، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال، وَفِی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فِی الْحَیَاۃِ، یَا ذَالْجَلَالِ وَالاکرام، یا مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ۔

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿٣٦﴾ وَإِذْ

اللہ اور اس کے رسول کی، تو یقیناً (اس نے اپنا ہی نقصان کیا کہ یقینی طور پر) وہ پڑ گیا کھلی گمراہی میں، ﴿۳۶﴾ اور (وہ بھی یاد کرو کہ) جب

تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ

آپ کہہ رہے تھے (اے پیغمبر!) اس شخص سے جس پر احسان فرمایا تھا ۶۹ اللہ نے، اور آپ نے بھی اس پر احسان کیا تھا، کہ اپنے عقدِ

عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ

زوجیت میں رکھو تم اپنی بیوی کو، اور ڈرو اللہ سے، اور آپ چھپا رہے تھے اپنے دل میں وہ کچھ جس کو ظاہر کرنا تھا

۶۹ **حضرتِ زیدؓ پر خصوصی انعام و احسان کا ذکر و بیان:** - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب آپ کہہ رہے تھے اس شخص سے جس پر اللہ نے بھی احسان فرمایا اور آپ نے بھی''، یعنی حضرت زید بن حارثہ جن پر اللہ تعالیٰ نے اسلام و ایمان کی نعمت سے نوازنے کا انعام فرمایا تھا اور حضور نے ان پر عتق و آزادی بخشنے اور اتنے اونچے رشتے کا احسان فرمایا تھا۔ حضرت زیدؓ اور زینبؓ کی یہ شادی ہو تو اگرچہ گئی تھی مگر دونوں کی طبیعتوں میں موافقت نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں کا نباہ نہ ہو سکا، یہاں تک کہ حضرتِ زید طلاق دینے کو تیار ہو گئے۔ تو حضور کو یہ شاق ہوا کہ زینب پہلے تو اس رشتے کے لئے سرے سے راضی ہی نہ تھیں اور میرے کہنے پر رضامندی ظاہر کی اور اب ان کو طلاق ملنے کی نوبت بھی آ گئی۔ اس لئے آپؐ حضرتِ زید کو سمجھا رہے تھے کہ اللہ سے ڈرو، بیوی کو طلاق نہ دو، بلکہ اس کو اپنے عقد ہی میں رکھو۔ لیکن منافق مردوں اور عورتوں نے اپنے سوءِ باطن کی بنا پر ایک طرف تو حضرتِ زیدؓ کو غلامی کے طعنے دے دے کر اذیت پہنچائی۔ جس پر صبر و برداشت سے کام لینے پر حضرت زیدؓ کو اللہ پاک کی طرف سے یہ صلہ دیا گیا کہ ان کا ذکر اللہ پاک کے کلامِ مجید میں اس طرح فرمایا گیا۔ اور دوسری طرف ان لوگوں نے حضرتِ زینبؓ کو بھی طرح طرح کے طعنے دیئے جس پر انہوں نے بھی صبر و برداشت ہی سے کام لیا۔ تو اس پر انکو ایک طرف تو زوجیتِ رسولؐ کے شرفِ عظیم سے نوازا گیا، جس سے وہ ام المومنین قرار پائیں۔ اور دوسری طرف ان کو یہ منفرد اعزاز ملا کہ ان کا نکاح آسمان میں ہوا۔ اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ ''ہم نے انکو آپؐ کے نکاح میں دے دیا''۔ اسی لیے روایات میں آتا ہے کہ حضرتِ زینبؓ دوسری ازواجِ مطہرات پر فخر جتاتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ میرا نکاح آسمان میں ہوا۔ سو ایمان و استقامت اور صدق و اخلاص سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے وباللہ التوفیق لما یحبّ و یرید، وعلی ما یحبّ و یرید، بکلّ حالٍ مّن الاحوال،

مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ

اللہ نے‘ اور آپ ڈر رہے تھے لوگوں سے حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ آپ اُسی سے ڈرتے‘ ف ۷

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ

پھر جب پوری کر چکا زید اپنی حاجت اس خاتون سے‘ تو (طلاق وعدت کے بعد) ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا ف ۷ تاکہ کوئی

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا

حرج (اور تنگی) باقی نہ رہے ایمان والوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں، جب کہ وہ پوری کر چکیں

مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى

ان سے اپنی حاجت‘ اور اللہ کے اس حکم نے تو بہر حال ہو کر ہی رہنا ہوتا ہے، ف ۷ ﴿۳۷﴾ پیغمبر پر

النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ

کوئی تنگی (اور الزام) نہیں اس بات میں جو کہ اللہ نے مقرر فرما دی ہو ان کے لئے، اللہ کے اس دستور (اور سنت) کے مطابق

ف ۷ **حضرتِ زینبؓ کو ان کے صدق واخلاص کا صلہ:** - کہ آپ اس کے بعد زوجیتِ رسول کے شرف سے مشرف ہو گئیں۔ بہرکیف یہاں سے حضرتِ زینب کی طلاق اور پھر آپ کے حضورؐ سے نکاح کا معاملہ اور اس بارے بعض خرافات کی تردید کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ یعنی ادھر حضرتِ زینبؓ کو طلاق ہو گئی، ادھر اللہ پاک کو یہ منظور تھا کہ طلاق کے بعد حضرتِ زینبؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ تاکہ ایک طرف تو اس سے حضرتِ زینب کی اس صدمے میں دلجوئی بھی ہو جائے جو کہ آپؓ کو حضرتِ زید کی طلاق کی وجہ سے لاحق ہوا تھا اور دوسری طرف زمانہ جاہلیت کی وہ رسم بھی عملی طور پر ٹوٹے جس کے مطابق متبنیٰ لے پالک بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اور اللہ پاک نے وحی کے ذریعے آپؐ کو اپنے اس ارادے سے باخبر بھی فرما دیا۔ جیسا کہ کتبِ تفسیر وحدیث اور سیرت وتاریخ میں اس کی تصریح موجود ہے - "اَعلم اللّٰہ نبیَّہٗ انّہا ستکون من ازواجہ قبل ان یتزوجہا" - (ابن کثیر، ابنِ جریر، المراغی، المحاسن، الجامع، صفوہ، روح، خازن، ابوالسعود، فتح القدیر اور معارف وغیرہ)۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس طبعی شرم وحیا کی بنا پر جو کہ قدرت کی طرف سے آپ کی طبعِ مبارک میں بطورِ خاص ودیعت فرمایا گیا تھا، نیز کفار اشرار کے اس طعن وتشنیع اور مخالفانہ پروپیگنڈے کے پیشِ نظر جو کہ اس نکاح کے بعد انہوں نے کرنا تھا کہ لو جی محمد نے تو اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی رچالی وغیرہ وغیرہ۔ تو اس بنا پر آپؐ طبعی طور پر اس سے ڈرتے تھے۔ اس پر یہاں آپؐ سے یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کو معلوم تھا وہ کچھ جو آپؐ نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا۔ اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا وہ کچھ جو آپؐ نے اپنے دل

میں چھپا رکھا تھا۔ اور یہ کہ آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اس کا حق دار اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ آپ اسی سے ڈرتے۔ سو یہاں پر دل میں جس بات کے چھپانے کا ذکر ہے اس سے مراد یہی نکاحِ زینب کا ارادہ وخیال ہے۔ جیسا کہ کتبِ تفسیر و حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے اور جمہور علماء ومفسرینِ کرام کا کہنا اور ماننا ہے۔ اور خود حضرتِ زینب رضی اللہ عنہا فخریہ طور پر کہا کرتی تھیں۔ اور دوسری ازواج مطہرات پر فخر جتایا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو تمہارے اولیاء نے کئے لیکن میرا نکاح اللہ نے۔ مزید تفصیلات کے لئے بالاتفسیری حوالہ جات کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ وباللّٰہ التوفیق الی سبیل الرشد والصواب وھو الھادی الی سواء الصّراط بکلِ حالٍ مِنَ الأحوال۔

تنبیہ نمبر ۱: حضرتِ زینبؓ کے نکاح سے متعلق بعض خرافات کی تردید: یہاں پر بعض روایات میں اس طرح کے بعض بے سروپا قصے لکھے ہوئے ہیں کہ آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرتِ زینبؓ سے محبت ہوگئی تھی جس کو آپؐ نے اپنے دل میں چھپالیا تھا۔ اور یہ کہ اسی پر یہاں آپؐ کی گرفت فرمائی گئی تھی وغیرہ۔ اور انہی واہی تباہی اور من گھڑت روایات کو لے کر مستشرقین اور دوسرے دشمنانِ اسلام نے خرافات کے طومار کھڑے کر دیئے۔ مگر یہ سب کچھ بے ہودہ اور نرا بکواس ہے۔ اللہ کے رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک اس سے بری اور وراء الوراء ہے کہ کسی کی منکوحہ بیوی پر عاشق ہو جائے والعیاذ باللہ۔ یہ بات تو ایک عام شریف انسان سے بھی بعید ہے چہ جائیکہ اس ذاتِ گرامی کے بارے میں اس کا تصور کیا جائے جو نصِ قطعی کے مطابق اخلاقِ کریمہ کے درجہ عالی پر فائز تھی۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں اس بارے آپ کو خطاب کر کے ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم﴾۔ پھر آپؐ کے دل میں ایسی کوئی بات ہوتی تو آپؐ پہلے ہی ایسا کیوں نہ کر لیتے؟ اور حضرتِ زینبؓ سے شروع ہی میں نکاح کیوں نہ فرما لیتے؟ اور ان پر حضرتِ زید سے نکاح کر لینے کیلئے اس طرح دباؤ کیوں ڈالتے؟ حضرتِ زینبؓ تو آپ کی اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں۔ آپؐ نے خود بمشکل ان کو زید سے نکاح پر آمادہ فرمایا اور مہر بھی اپنی طرف سے دیا۔ تو پھر یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ پھر اللہ پاک تو فرماتا ہے کہ جو کچھ تم نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا ہم اس کو ظاہر کر دیں گے۔ اور اللہ نے جو کچھ ظاہر فرمایا وہ نکاحِ زینب ہی ہے جیسا کہ ﴿زَوَّجْنٰکَھَا﴾ کی تصریح سے ظاہر اور واضح ہے۔ اسکے علاوہ اور کوئی بات آخر کہاں ظاہر فرمائی؟ اس لئے ایسی تمام روایات بے بنیاد اور واہیات اور من گھڑت ہیں۔ تمام محققین نے ان کو سختی سے رد فرما دیا ہے۔ اور یہ شانِ پیغمبر کے خلاف اور اس سے متصادم ہیں والعیاذ باللہ العظیم پس ایسی تمام روایات سے احتراز واجتناب کیا جائے۔

تنبیہ نمبر ۲: پیغمبرؑ نہ عالمِ غیب ہوتے ہیں، نہ مختارِ کل: ۔ یہاں سے یہ بات بھی آشکارا ہوگئی کہ پیغمبر نہ تو عالمِ غیب ہوتے ہیں اور نہ ہی مختارِ کل جیسا کہ اہلِ بدعت کا کہنا ہے اور ماننا ہے۔ کیونکہ اگر ایسے ہوتا تو اول تو یہ قصہ سرے سے پیش ہی نہ آتا۔ اور پھر اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے اس طرح تنبیہہ نہ فرمائی جاتی۔ سو اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی اس طرح کا عقیدہ رکھنا عقل ونقل دونوں کے خلاف اور محض ایجادِ بندہ ہے والعیاذ باللہ العظیم سب غیبوں کو جاننا اور ہر چیز پر پورا اختیار رکھنا یعنی عالمِ غیب اور مختارِ کل ہونا صرف اللہ وحدہ لاشریک کی صفت اور اسی کی شان ہے سبحانہ و تعالیٰ۔ اس میں کسی بھی دوسری ہستی کو شریک جاننا شرک ہوگا جو کہ سب سے بڑا جرم وگناہ اور ظلمِ عظیم ہے والعیاذ باللہ العظیم

۷۱ حضرتِ زینب کا نکاح آسمانوں میں: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب زید اس خاتون سے اپنی حاجت پوری کر

چکا"، یعنی اس کو طلاق دے کر اپنے عقدِ زوجیت سے فارغ کر دیا۔ تو ہم نے اسکا نکاح آپؐ سے کر دیا۔ یہی ہے وہ چیز جو آپؐ نے اپنے دل میں چھپا رکھی تھی اور جس کو اللہ پاک نے ظاہر کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ اسی لئے حضرتِ زینبؓ دوسری زوجاتِ مطہرات سے فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو زمین پر ہوئے لیکن میرا نکاح آسمان میں ہوا۔ مگر واضح رہے کہ ﴿زَوَّجْنٰكَهَا﴾ - کا اطلاق اس پر بھی ہو سکتا ہے کہ زمین پر سرے سے نکاح ہوا ہی نہ ہو۔ اور اس پر بھی کہ نکاح تو یہاں ہی ہوا ہو مگر اس کا حکم آسمان سے ملا ہو۔ اور یہ فیصلہ چونکہ وہیں ہوا اس لئے اسکے بارے میں یوں ارشاد فرمایا گیا۔ سو اس بارے یہ دونوں ہی احتمال موجود ہیں اور دونوں ہی حضراتِ اہلِ علم سے مروی ومنقول ہیں۔ عام اور مشہور قول جو زیادہ تر حضراتِ اہلِ علم نے اختیار کیا یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا حضرتِ زینبؓ سے یہ نکاح آسمان ہی پر ہوا تھا زمین پر نہیں۔ اور بدوں مہر وغیرہ آپؐ نے دخول فرمایا۔ اور یہ کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ (ابنِ کثیر، ابنِ جریر، صفوۃ التفاسیر، جامع البیان اور مراغی وغیرہ) لیکن دوسرا قول اس میں بعض حضراتِ اہلِ علم کا اسکے برعکس یہ بھی ہے کہ آسمان پر اور اللہ کی طرف سے نکاح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں سے اس کا فیصلہ اور حکم ارشاد فرمایا گیا، ورنہ یہ نکاح بھی دنیا میں اسی طرح ہوا جس طرح کے آپ کے دوسرے نکاح ہوئے۔ چنانچہ ابنِ ہشام وغیرہ اصحاب نے اس نکاح کی تفصیلات بھی اپنی اپنی کتابوں میں درج کی ہیں جن کے مطابق حضرتِ زینب کا آنحضرت ﷺ سے یہ نکاح ان کے بھائی ابو احمد بن جحشؓ نے پڑھایا اور آنحضرتؐ نے اس پر چار سو درہم مہر مقرر فرمایا۔ اور اسکے لئے نہایت اہتمام کے ساتھ دعوتِ ولیمہ کا اہتمام بھی فرمایا - صلوٰتُ الله وَسَلَامُهُ عليه وعلى اٰله و صحبه و من اهتدى بهديه و انتهج منهجه وسار على دربه الى يوم العرض على الله و اللقاء - بہرکیف حضرتِ زینب کا نکاح ایک خصوصی اور امتیازی شان کا نکاح تھا جو اور کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی - رضی اللہ عنہا وارضا، وعن سائر ازواج النبیؐ واصحابہ وعنا معھم اجمعین۔

۴۲ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم ہو کر رہنے والا ہوتا ہے، سبحانہ وتعالیٰ: - سو اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کی تصریح فرما دی گئی کہ اللہ کے حکم نے تو بہر حال ہو کر ہی رہنا ہوتا ہے۔ وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتا۔ البتہ اس کا ظہور و وقوع اپنے وقتِ مقرر و مقدر ہی پر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرتِ زینب کے اس نکاح سے جاہلیت کی اس رسم کو توڑ دیا گیا۔ اور یہ واضح کر دیا گیا کہ متبنیٰ حقیقی بیٹا ہرگز نہیں ہوتا اور نہیں ہو سکتا۔ بیٹا انسان کا اسی کا ہوتا ہے جس کے نطفے سے اسکی تخلیق ہوتی ہے اور بس۔ سو اللہ پاک کے طے کردہ اور مقرر فرمودہ اس حکم کا وقت اب آ پہنچا تھا جسکے مطابق زمانہ جاہلیت کی ان جاہلانہ رسوم کی اصلاح کرنا مطلوب تھی جو اس سے پہلے اس معاشرے پر مسلط تھیں اور جن کے مطابق متبنیٰ یعنی لے پالک بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ سو اللہ تعالیٰ کے اس طے شدہ حکم کے ظہور اور پیغمبر کے عملی اقدام سے زمانہ جاہلیت کی ان تمام رسوم کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا گیا اور واضح فرما دیا گیا کہ متبنیٰ یعنی لے پالک بیٹا نہ انسان کا حقیقی بیٹا ہوتا ہے اور نہ ہی اس کیلئے حقیقی بیٹے کے احکام جاری ہو سکتے ہیں۔ سو اس حکمِ خداوندی کے ذریعے یہ واضح فرما دیا گیا کہ اہلِ ایمان کیلئے اپنے لے پاک بیٹوں کی بیویوں سے جبکہ انکو طلاق کے ذریعے فارغ کر دیا جائے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور دشمنوں کی طرف سے اس حکم کی راہ میں ڈالی جانے والی رکاوٹوں میں سے کوئی بھی رکاوٹ اس حکم کی راہ نہیں روک سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی اس رسم کے خاتمے کے لیے جو وقت اور جو طریقہ مقرر فرما رکھا تھا وہ بہر حال پورا ہو کر رہا - اَللّٰهُمَّ فَكُنْ لَنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا يَا مَنْ بِيَدِهٖ اَزِمَّةُ الْاُمُوْرِ -

فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا

جو کہ رائج (اور مقرر) رہا ان پیغمبروں میں بھی جو کہ گزر چکے ہیں اس سے پہلے اور اللہ کا حکم تو بہر حال ایک مقرر (اور طے شدہ)

مَّقْدُوْرَا ۨ ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ

امر ہوتا ہے، (۳۸) جو کہ (اس وصف اور شان کے مالک ہوتے ہیں کہ وہ) پہنچاتے ہیں اللہ کے پیغامات کو (بغیر کسی کمی بیشی کے،) اور

يَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

وہ اسی سے ڈرتے رہتے ہیں، اور وہ کسی سے نہیں ڈرتے سوائے ایک اللہ کے، اور اللہ کافی ہے

حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ

حساب لینے کے لئے، ف۴۳ (۳۹) (لوگو!) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ ف۴۴ نہیں، مگر

رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

وہ اللہ کے رسول ف۴۵ اور سب نبیوں کے خاتم ہیں، ف۴۶ اور اللہ ہر چیز کو

۴۳ اللہ تعالیٰ کے محاسبے کی تذکیر و یاددہانی: سو ارشاد فرمایا گیا اور کافی ہے اللہ حساب لینے کو۔ پس اس کے ساتھ اپنا معاملہ صاف رکھنے کی ضرورت ہے۔ کسی اور سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ فَاِيَّاهُ نسأل التوفيق لذالك۔ اور ابنِ کثیر اور کشاف نے "حسیب" کی تفسیر و تشریح "ناصر" اور "معین" سے کی ہے۔ یعنی اللہ کافی ہے بندے کی نصرت و امداد اور تمام خطرات سے اسکی حفاظت کیلئے۔ لہٰذا دل کا بھروسہ اور اعتماد ہمیشہ اسی وحدہ لاشریک پر رکھا جائے لیکن حسیب کے عام اور مشہور معنیٰ حساب کرنے والے ہی کے آتے ہیں۔ جیسا کہ ترجمہ میں اسی معنیٰ کو اختیار کیا گیا ہے۔ سو اس صورت میں یہ ارشاد تنبیہ و تذکیر کے مفہوم میں ہوگا۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم و ارشاد کی تعلیم و تبلیغ میں کسی قسم کے خوف یا لالچ کی بنا پر کوئی کوتاہی برتی گئی تو وہ اس کا حساب لے گا۔ والعیاذ باللہ۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یحبُّ و یرید بکلِّ حالٍ من الاحوال۔

۴۴ پیغمبر ﷺ کی کوئی نرینہ بالغ اولاد نہیں تھی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "محمد [ﷺ] تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں"۔ اور جب وہ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تو پھر بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنے کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ کہ آپ کے صلبی بیٹوں میں سے کوئی شادی کی عمر کو پہنچا ہی نہیں تھا۔ طیب، طاہر، قاسم اور ابراہیم چاروں صاحبزادے بچپن ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ حضرت زیدؓ آپ کے حقیقی اور صلبی بیٹے نہیں تھے بلکہ وہ آپ کے متبنیٰ اور لے پالک تھے جو حقیقی اور صلبی بیٹے کی طرح نہیں ہوتا۔ اور اس پر حقیقی بیٹے کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ اور اسکی بیوی حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح نہیں ہوتی۔ تو پھر ان کی مطلقہ یعنی حضرتِ زینب کے ساتھ آپ کے اس نکاح پر اس شور و غوغا کی

گنجائش ہی کیا ہو سکتی ہے جو اشرار و اعداء نے اس بارے میں بپا کیا؟ پس اس ارشاد سے اس تمام شور و شر کی جڑ نکال دی گئی اور اصل حقیقت کو پوری طرح واضح فرما دیا گیا جس کے بعد کسی خفاء و غموض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی والحمد للہ جلّ وعلا۔

۷۵ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں:۔ سو ارشاد فرمایا گیا لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پس آپ کی روحانی اولاد جو لاکھوں کروڑوں سے بھی کہیں متجاوز ہوگی وہ قیامت تک موجود اور باقی رہے گی۔ اور آپ کے دین کے لئے ہر قربانی دینے کو اپنی سعادت سمجھے گی۔ پس تمہارے لئے اے حق کے دشمنو! اس میں خوشی کا کوئی مقام نہیں کہ جب محمدؐ کی صلبی اولاد نہیں رہی تو ان کا دین بھی نہیں رہے گا کہ آپ کا دین تو آپ کی روحانی اولاد کے ذریعے قیامت تک قائم و دائم اور ہمیشہ پھلتا پھولتا ہی رہے گا۔ جیسا کہ واقعۃً ہوا اور لگاتار ہو رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تا قیامِ قیامت ہوتا رہے گا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ بہر کیف رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے جبکہ پیچھے۔ ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ﴾۔ کے ارشادِ ربانی میں گزرا۔ جہاں پر ایک قراءت میں۔ ﴿وھو اب لھم﴾۔ کی تصریح بھی فرمائی گئی ہے اور روحانی ابوت و بنوت کا رشتہ نسبی اور صلبی ابوت و بنوت سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ روحانی باپ کی محبت و شفقت اپنی اولاد سے نسبی اور صلبی باپ کی محبت و شفقت سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے اور صلبی اولاد غلط اور اپنے باپ کی نافرمان بھی ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ بلکہ باپ کے برعکس وہ کفر پر بھی اڑ جاتی ہے، جیسا کہ حضرتِ نوحؑ کے بیٹے کی مثال قرآنِ حکیم میں بیان فرمائی گئی ہے، جبکہ روحانی اولاد اپنے باپ اور اسکے مشن کیلئے اپنی جان بھی نچھاور کر دیتی ہے۔ جیسا کہ اسکے بے شمار نمونے امت محمدیہ کے اندر آج تک موجود ہیں والحمد للہ

۷۶ حضرت محمد ﷺ سب نبیوں اور رسولوں کے خاتم ہیں:۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور وہ سب نبیوں کے خاتم ہیں''۔ ''خاتم'' کے معنیٰ آتے ہیں ''مَا یُخْتَمُ بِهِ الشَّیْءُ'' ''جس سے کسی چیز پر مہر لگا دی جائے'' کہ جس طرح مہر لگ جانے کے بعد نہ کوئی اور چیز اس میں داخل کی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکالی جا سکتی ہے سو اسی طرح آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آسکے گا۔ قیامت تک آپ ہی کی نبوت جاری و ساری رہے گی آپؐ کے بعد اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج دجال و کذاب اور مفتری علی اللہ ہو گا۔ اور ختمِ نبوت کا یہی وہ واضح اور صریح مفہوم ہے جو دوسری نصوصِ قرآن و سنت سے ثابت اور معروف ہے۔ اور آج تک جمہور امت کا اس پر اجماع رہا ہے اور مختلف قرآنی نصوص و تصریحات کے علاوہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیثِ کریمہ کے ذریعے بھی اس کی طرح طرح سے توضیح و تشریح فرمائی ہے۔ مثلاً صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کتبِ حدیث میں حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اور انبیائے سابقین کی مثال ایسے ہے جیسے کسی نے ایک بڑا عمدہ اور خوبصورت محل بنایا ہو۔ مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو۔ لوگ اس محل کی عظمت اور عمدگی کو دیکھ کر اس کی تعریفیں کرتے ہوں مگر اس اینٹ کی جگہ کو خالی دیکھ کر اس پر تعجب کرتے ہوں تو فرمایا ''اَنَا اللَّبِنَةُ''۔ یعنی میں ہی وہ اینٹ ہوں جس سے نبوت کے اس عظیم الشان قصر اور بے مثل عمارت کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ اب میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اور ظاہر ہے کہ جب قصرِ نبوت میں اس کے لئے کوئی جگہ ہی باقی نہیں رہی تو اب کوئی نبی آئے گا ہی کیونکر؟ اور کس طرح؟ اب قیامت تک آپؐ ہی کی نبوت رہے گی صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِ ما تبقى هذه الأسطر والكلمات۔

عَلِيمًا ﴿۴۰﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا

پوری طرح جانتا ہے ؀۷۷ ﴿۴۰﴾ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، یاد کرتے رہا کرو تم اللہ کو بہت

كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ

کثرت سے، ؀۷۸ ﴿۴۱﴾ اور اس کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہا کرو صبح وشام، ؀۷۹ ﴿۴۲﴾ وہ (ایسا مہربان ہے کہ)

يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

تم پر خود بھی رحمت بھیجتا ہے، اور اس کے فرشتے بھی ؀۸۰ تا کہ وہ نکال لائے تم کو (کفر وباطل کے) طرح طرح کے اندھیروں سے ؀۸۱

۷۷ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ وذکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے" پس وہی ٹھیک ٹھیک اور پوری طرح جانتا ہے کہ نبوت کا سلسلہ کب ختم کیا جائے اور ختم نبوت کا تاج کس کے سر پر رکھا جائے۔ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کو امام الانبیاء حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ کے لئے بند اور ختم فرما دیا اور ختمِ نبوت کا تاج آپ کے سر پر رکھ دیا سبحانہ وتعالیٰ اور یہی اسکے علمِ کامل اور حکمتِ شاملہ کا مقتضیٰ اور مظہر ہے۔ اور وہی جانتا ہے کہ شرفِ نبوت ورسالت سے کس کو سرفراز کرے اور کب اور کس طرح مشرف فرمائے۔ اور جب آپ سلسلہ نبوت کے خاتم ہیں تو سلسلہ رسالت کے بدرجہ اولیٰ خاتم ہونگے۔ کیونکہ نبی کا مقام رسول کے مقام سے علم ہوتا ہے اور عام کی نفی سے خاص کی نفی لازم اور ضروری ہے بہر کیف یہ آیت کریمہ نصِ قطعی ہے اس بارے میں کہ حضور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا۔ پس آپ کے بعد جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ دجال ہوگا۔ والعیاذ باللہ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال، و فی کُلّ مَوْطنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ،

۷۸ ذکر اللہ کی کثرت کا حکم وارشاد: سو ایمان والوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرتے رہا کرو تم لوگ اللہ کو بہت کثرت سے ہر حال میں اور دل وجان سے کہ اس کی یادِ دلشاد ہی اصل مقصود اور تمام احکام وعبادات کی اصل روح وجان ہے واضح رہے کہ ذکرِ خداوندی کے سوا اور کسی بھی عبادت وعمل کے لئے کثرت سے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا کہ ایسے کرنا مشکل تھا کیونکہ ہر عبادت کے لئے خاص شرائط وآداب کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے بخلاف ذکرِ الٰہی کے۔ کہ اس میں نہ کسی خاص وقت اور جگہ کی پابندی ہے اور نہ کسی خاص طریقہ کی۔ نہ اس میں کچھ خرچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے نہ کسی مشقت وکلفت کا کوئی سوال بلکہ لذت ہی لذت اور فائدہ ہی فائدہ ہے لہٰذا چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، لیٹے بیٹھے ہر حال میں اس کی یادِ دلشاد سے اپنے باطن کی آبادی اور اپنے قلب وروح کی قوت وتازگی کا سامان کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ایسے ہی کرتے رہنا چاہیئے وباللہ التوفیق بہر کیف ذکرِ خداوندی کی اور اسکی کثرت کی یہ تعلیم وتلقین مفسدین و اشرار کے معاملے میں استقامت وثابت قدمی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ سو شیطان اور اسکی ذریت کے مقابلے میں مومن کی اصل سپر اور ڈھال یادِ خداوندی ہی ہے وباللہ التوفیق لما یحب ویرید اللہ ہمیشہ اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین ثم آمین

۷۹ صبح وشام اللہ کی تسبیح کا حکم وارشاد: -سوارشاد فرمایا گیا اور اسکی تسبیح کرتے رہا کرو صبح وشام" ۔ کہ صبح وشام کے ان دونوں وقتوں میں ایک طرف تو دن رات کے ادلنے بدلنے میں قدرت کے عظیم الشان مظہر سامنے آتے ہیں اور نہایت واضح ثبوت ملتا ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں طرح طرح سے تبدیلی فرماتا ہے مگر وہ خود نہیں بدلتا- فسبحان اللّٰہِ الَّذِیْ یُغَیِّرُ وَلَا یَتَغَیَّرُ- اور دوسری طرف یہ دونوں وقت فرشتوں کے اجتماع وحضور کے اور بڑے مبارک وقت ہوتے ہیں ۔اور تیسری طرف شب وروز کے دونوں کناروں کے ذکر سے باقی تمام اوقات اس میں خود بخود آ جاتے ہیں اور یہ عموم ودوام سے کنایہ قرار پاجاتا ہے۔ (کبیر، صفوۃ، کشاف وغیرہ) اور اس وحدہ لاشریک کی تسبیح وتقدیس کی سب سے بڑی صورت نماز ہے جس میں انسان اپنے ظاہر وباطن اور قلب وقالب ہر اعتبار سے اپنے خالق ومالک کی عبادت وبندگی میں مشغول ہوتا ہے اس لیے یہاں پر تسبیح سے بعض اہل علم کے نزدیک نماز ہی مراد لی گئی ہے اور یہ عام کے بعد خاص کے ذکر کے قبیل سے ہے کہ ذکر خداوندی تو سانس کی طرح ہر وقت مطلوب ہے لیکن نماز کے لیے اللہ اور اس کے رسول نے خاص خاص اوقات مقرر فرمادیے ہیں جنکی جامع تعبیر صبح وشام ہے۔اس صبح وشام کے اندر تمام نمازوں کے اوقات منضبط کر دیے گئے ہیں وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحب ویرید سبحانہ وتعالیٰ،

۸۰ ذکر خداوندی نزول رحمت کا ذریعہ ووسیلہ: سوارشاد فرمایا گیا کہ" وہ رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اسکے فرشتے بھی" یعنی وہ رحمت کی دعا کرتے ہیں ای بِالدُّعَاءِ وَالاِسْتِغْفَارِ- (جامع، صفوۃ وغیرہ)۔اور فعل کی نسبت کے بدلنے سے اس کے معنیٰ کی تبدیلی ایک مشہور ومعروف اصول وضابطہ ہے۔سو یہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرنے کی برکت اور اسکے اثر ونتیجہ کو بیان فرمایا گیا ہے کہ اس سے تم کو اسکی رحمتیں نصیب ہوتی ہیں اور اسکے فرشتوں کی دعائیں بھی اور اسی کی بناء پر وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔سو ذکر الٰہی اور یاد خداوندی سے انسان کا تعلق اپنے خالق ومالک اور عالم بالا سے قائم ہوجاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے- وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید

۸۱ رحمت خداوندی کی برکت اندھیروں سے رہائی: -سوارشاد فرمایا گیا کہ" تاکہ وہ نکال لائے تم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف" یعنی کفر وشرک، الحاد وبے دینی، معاصی وذنوب اور فسق وفجور کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں اور اندھیروں سے نکال کر ایمان وتوحید اور سنت وعمل صالح کی روشنی کی طرف لائے ای مِنْ ظُلُمَاتِ الْکُفْرِ وَالْمَعَاصِی اِلٰی نُوْرِ الْاِیْمَانِ وَالطَّاعَۃِ - (جامع البیان: ج ۲ ص ۱۷۰)۔سو تم لوگ ذرا سوچو کہ تمہارا رب تم پر کتنا مہربان ہے۔وہ اپنی رحمت وعنایت اور کرم واحسان سے تم کو کفر وشرک کے ان مہیب اندھیروں سے اس طرح نکالتا ہے جو کہ ظاہری اور حسی اندھیروں سے کہیں بڑھ کر خطرناک اور ہلاکت خیز ہیں۔اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگ اسکے حکم وارشاد کے آگے صدق دل سے جھک جاؤ کہ اسی میں تمہارا بھلا اور فائدہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، کہ دنیا میں اس سے تم کو حیات طیبہ پاکیزہ زندگی کی سعادت نصیب ہوگی اور آخرت میں جنت کی ابدی زندگی میں وہاں کی نعیم مقیم سے سرفراز ہوؤ گے وباللہ التوفیق بہرکیف اس ارشاد سے رحمت خداوندی کی برکت کے ذکر وبیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ" تاکہ وہ تم لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے پس جو لوگ اس دین سے ایمان سے محروم ہیں وہ سراسر اندھیروں میں ہیں مگر ان کو اس کا احساس ہی نہیں والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ

(حق وہدایت کے) نور کی طرف اور وہ بڑا ہی مہربان ہے ایمان والوں پر ۸۲ ﴿۴۳﴾ (اور دنیا کی ان رحمتوں کے علاوہ آخرت میں بھی)

يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ﴿٤٤﴾ يَا أَيُّهَا

جس روز وہ اس سے ملیں گے تو ان کا استقبال سلام سے ہوگا ۸۳ اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان (خوش نصیبوں) کے لئے بہت بڑا

۸۲ اللہ بڑا ہی مہربان ہے ایمان والوں پر: سو ارشاد فرمایا گیا اور وہ بڑا ہی مہربان ہے ایمان والوں پر"۔ اسی لئے اس نے ان کو دنیا میں ایمان و توحید اور اتباعِ حق کی توفیق بخشی اور طرح طرح کی عنایتوں سے نوازا اور پھر آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی میں وہ انکو وہ کچھ بخشے گا جو کسی کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا پس تم کو چاہیئے کہ ایسے مہربان خالق و مالک کو ہر حال میں ہمیشہ اور دل و جان سے یاد رکھو کہ یہ اس کا تم پر حق اور خود تمہارے اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کی ضمانت ہے اور یہ اسکی رحمتِ بے پایاں ہی کا ایک مظہر اور نمونہ ہے کہ وہ خود بھی تم پر رحمتیں بھیجتا ہے اور فرشتوں سے بھی تمہارے لیے دعائیں کراتا ہے سو ایمان کی دولت ایک ایسی عظیم الشان اور بے مثال دولت ہے جو انسان کی اس مشتِ خاک کو عالمِ بالا سے ملا دیتی ہے، اور اس کے لیے حاملینِ عرش فرشتے اسکی مغفرت و بخشش کے لیے دعائیں کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۷ میں اسکی تصریح فرمائی گئی ہے فالحمد للہ الذی شرفنا بھذہ النعمۃ،

۸۳ اہلِ ایمان کے اِکرام و اِعزاز کی بشارت و خوشخبری:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جس روز وہ اس سے ملیں گے تو ان کا استقبال سلام سے ہوگا"۔ سو ان خوش نصیبوں کو اس روز اس ربِّ رحیم کی طرف سے بھی سلام ہوگا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾۔ (یٰسٓ نمبر: ۵۸) اور اس کے نوری فرشتوں کی طرف سے بھی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (النحل: آیت نمبر ۳۲) اور آپس میں اہلِ جنت کی طرف سے بھی جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾۔ (یونس: ۱۰)۔ پس اس دار السلام میں ہر طرف سے سلامتی ہی سلامتی کی ندا و صدا ہوگی۔ سو مومن کا نام و پیام امن و سلامتی والا، اس کا دین و ایمان امن و سلامتی والا، اس کا آغاز و انجام امن و سلامتی والا، اس کا دل و دماغ اور ظاہر و باطن امن و سلامتی والا۔ فالحمد للہ الذی شرفنا بھذا الدین المبارک المجید اور آخرت کے اس گھر میں پہنچنے سے پہلے ان کو موت کے وقت اس دنیا میں بھی فرشتے سلام کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ملک الموت مومن کی جان قبض کرنے سے پہلے اسے سلام کرتا ہے اور اسکو رب کا سلام پہنچاتا ہے"۔ (روح المعانی، قرطبی، اور معارف، وغیرہ) اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق و صواب پر ثابت و مستقیم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَّ

اجر (وثواب)۔ ۸۴ ﴿۴۴﴾ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر ۸۵ خوشخبری دینے والا، اور خبردار کرنے والا، ۸۶ ﴿۴۵﴾ اور

۸۴ اہلِ ایمان کے لیے بڑے عمدہ اجر کی بشارت:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایک بڑا ہی عمدہ اجر تیار فرما رکھا ہے''۔ یعنی جنت اور اس کی سدا بہار نعمتیں اَلْجَنَّةُ وَنَعِيمُهَا (جامع البیان: ج ۲ ص ۱۷۰) -اَلْجَنَّةُ وَمَا فِيهَا مِنَ النَّعِيمِ الْمُقِيمِ- (صفوۃ: ج ۲ ص ۵۲۹) کہ وہاں پر وہ وہ اور ایسی ایسی عظیم الشان اور بے مثال نعمتیں ہونگی جن کا یہاں کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اللہ نصیب فرمائے آمین جیسا کہ مشہور حدیثِ قدسی میں فرمایا گیا'' -اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر -'' یعنی ''میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اس کا گزر ہی ہوا'' پھر حضورؐ نے اسکی تائید وتصدیق کیلئے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾-(السجدۃ:۱۷) سو ایمان ویقین کی دولت دارین کی سعادت وسرخ روئی سے سرفراز کرنے والی دولت ہے جس جیسی کوئی دوسری دولت ہو ہی نہیں سکتی، والحمد للہ جل وعلا،

۸۵ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ''شاہد'' ہونے کا معنیٰ ومطلب؟:۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اے پیغمبر ہم نے آپکو گواہ بنا کر بھیجا ہے''۔ یعنی حق وصداقت کا گواہ بنا کر پس حق اور صدق وہی ہے جس کو آپؐ نے حق اور صدق بتایا اور اپنے قول وفعل اور عمل و کردار سے اس کو واضح فرمایا ہے۔ جس میں سب سے بڑا حق اور تمام صداقتوں کی اساس و بنیاد اللہ پاک کی توحید و وحدانیت کی صداقتِ کبریٰ ہے۔ اور اس کی تعریف وتوضیح میں وہی بات معتبر ہے جس کی تعلیم وتلقین آپؐ نے فرمائی۔ اور اس کے علاوہ دنیا کی ہر حقیقت اور ہر صداقت کے بارے میں وہی بیان معتبر ہے جو آپؐ کے لائے ہوئے قرآن اور آپ کی چھوڑی ہوئی سنت کے مطابق ہوگا اور حق وصداقت کی گواہی دینے والا آپکی ان تعلیماتِ مقدسہ کا یہ بے مثال خزانہ جواب تک موجود ہے، اور قیامت تک موجود رہے گا۔ حق وصداقت کی گواہی اسی طرح دیتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے روز بھی سابقہ امتوں اور ان کے نبیوں کے بارے میں آخری اور معتبر شہادت آپؐ ہی کی شہادت ہوگی جیسا کہ صحیح احادیث وروایات میں اسکی پوری تفصیل مروی ومنقول، اور مصرح وموجود ہے۔ اہلِ بدعت نے ''شاھد'' کے لفظ سے حاضر وناظر کے اپنے مشہور ومعروف شرکیہ عقیدے پر جو استدلال کیا ہے اور ان کے بڑوں نے اپنی اس تحریف کو قرآنِ پاک کے ترجمے تک میں داخل کرنے اور اس کو گھسیڑنے کی جس جسارت کا ارتکاب کیا ہے، وہ سب بے اصل اور بے بنیاد اور قرآن وسنت کی تعلیماتِ مقدسہ کے خلاف ہے، اور اسی طرح ان لوگوں کا اختراع کردہ یہ مطلب جمہورِ امت اور تمام ثقہ اہلِ علم کی تصریحات کے بھی خلاف ہے والعیاذ باللہ سو لفظِ ''شاہد'' سے حاضر وناظر ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ گواہ کے لئے اور کسی حقیقت کی خبر دینے والے کے لئے موقع پر موجود ہونا اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا ضروری نہیں ہوتا ورنہ امت محمدیہ ساری کی ساری کو حاضر وناظر ماننا پڑے گا کہ یہی لفظ دوسرے مقام پر ان سب کے لئے بھی

استعمال فرمایا گیا ہے۔﴿ لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقرۃ: ۱۴۳)۔ پھر کلمۂ شہادت پر ایمان رکھنے والا ہر مومن خدا، رسول، جنت، دوزخ اور آخرت وغیرہ تمام غیبی حقائق پر ایمان رکھتا اور ان کی گواہی دیتا ہے حالانکہ ان کو اس نے بچشم خود نہ دیکھا اور نہ ہی اس دنیا میں ان غیبی حقائق کو کوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی سکتا ہے اور دیکھ کر ایمان لانا معتبر بھی نہیں کہ مطلوب و محمود تو وہ ایمان ہے جو کہ ایمان بالغیب ہو نہ کہ ایمان بالشہود والمشاھدۃ اور ہم میں سے کتنے ہی ایسے ہیں جنہوں نے امریکہ، افریقہ اور یورپ وغیرہ کے بے شمار ملکوں کو نہیں دیکھا مگر ہم سب ان ملکوں کو مانتے اور ان کے وجود کی گواہی دیتے ہیں سو اس سب سے معلوم ہوا کہ گواہی دینے کے لئے علم یقینی کی ضرورت ہوتی ہے، نہ کہ ذاتی معاینہ و مشاہدہ کی اور علم یقینی کے حصول کے طریقے اور ذرائع مختلف ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں جن میں سب سے بڑا اور قطعی ذریعہ وحیِ خداوندی ہے جو پیغمبر کو عطا فرمائی جاتی ہے۔ پس اس سے پیغمبر کا حاضر و ناظر ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی لئے تمام ثقہ علمائے کرام اور جمہور مفسرینِ عظام ''شاہد'' کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں ''اَیْ شَاهِدًا لِلّٰهِ بالوحْدَانِيَّةِ اَوْ على الناس باعمالهم فی القيامة''۔ (جامع البیان: ج ۲ ص ۱۷۰)۔ '' اَیْ شَاهِدًا على اُمَّتِکَ وَعَلٰی جمِيْعِ الْاُمَمِ بِاَنَّ انبياء هم قد بلّغوهم رسالة ربهم '' (صفوۃ التفاسیر: ج ۲ ص ۵۳۰)۔ ''شاهداً بان لا اله الا الله ''۔ (روح: ج ۲۲ ص ۴۵، محاسن التاویل وغیرہ وغیرہ) سو ان حضرات میں سے کسی نے بھی ''شاہد'' کے معنیٰ حاضر و ناظر کے نہیں کیے، بلکہ حق کی گواہی دینے والا ہی کیے ہیں اور یہی بات پیغمبر کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق پر مستقیم و ثابت قدم رکھے، آمین ثم آمین

۸۶ پیغمبرؑ کا اصل کام اِنذار و تبلیغ:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے''۔ یعنی ماننے والوں کے لئے خوشخبری دینے والے کہ ان کے لئے دارین کے سعادت و سرخروئی کا سامان ہے۔ اور انکار کرنے والوں کے لئے خبردار کرنے والے ان کے ہولناک انجام سے والعیاذ باللہ پس آپ کی اصل صفت و شان اِنذار و تبشیر ہے اور بس۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ پیغامِ حق و ہدایت کو بلا کم و کاست لوگوں تک پہنچا دینے سے پیغمبر کی ذمہ داری پوری ہو گئی۔ اس سے آگے لوگوں کو راہِ حق و ہدایت پر ڈال دینا اور ان سے پیغامِ حق کو منوا لینا نہ آپ کے ذمے ہے اور نہ ہی یہ آپؐ کے بس میں ہے۔ اس کا معاملہ اللہ وحدہ لاشریک ہی کے حوالے اور یہ اسی کی شان اور اسی کا کام ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ پیغمبر کا کام صرف اِبلاغ اور تبلیغ ہے۔ جیسا کہ دوسرے مختلف مقامات پر اس کی مختلف اسالیب میں تصریح فرمائی گئی ہے مثلاً سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''فرمانبرداری کرو تم اللہ کی اور فرمانبرداری کرو اسکے رسول کی اور ڈرتے اور بچتے رہو تم لوگ ان کی نافرمانی سے پھر اگر تم لوگ پھرے ہی رہے تو یقین جان لو کہ رسول کے ذمے تو بس پیغام پہنچا دینا ہے کھول کر اور بس'' (المائدۃ: ۹۲)۔ یعنی تبلیغ حق کے بعد ان کی کوئی ذمہ داری نہیں اسکے بعد اگر تم لوگوں نے اِعراض و اِنکار ہی سے کام لیا تو اس کی ذمہ داری خود تم ہی پر ہو گی جس کا بھگتان تم لوگوں کو بہر حال بھگتنا ہو گا۔ پس تم لوگ اپنے معاملے میں خود دیکھ اور سوچ لو۔ سو پیغمبر کا کام صرف اِنذار و تبلیغ ہے اور بس آگے منوا لینا اسکے بس میں ہوتا ہے اور وہ ان کے ذمے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین،

دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ

بلانے والا اللہ کی طرف ۸۷ اسی کے حکم سے ۸۸ اور ایک عظیم الشان روشن کرنے والا چراغ بنا کر ۸۹ ﴿۴۶﴾ اور خوشخبری سنا دو

الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿٤٧﴾ وَلَا

ایمان والوں کو اس بات کی کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے ایک بڑا ہی عظیم الشان فضل ہے ۹۰ ﴿۴۷﴾ اور

۸۷ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت وشان داعی الی اللہ:- یعنی اس کی توحید وصفات اور اس پر ایمان واطاعت اور عبادت وبندگی کی طرف۔ کیونکہ یہ وہ اہم حقائق اور بنیادی امور ہیں جن پر سارے معاملے کا مدار وانحصار ہے اور یہی وہ بنیادی حقائق ہیں جن کی تعلیم وتبلیغ نور وحی کے بغیر ممکن نہیں۔ سو پیغمبر کی صفت وشان دعوت الی اللہ کی صفت وشان ہے یعنی مخلوق کو اسکے خالق کی طرف بلانا اور دعوت دینا۔ سو ﴿داعیاً الی اللہ﴾ کے اسی ایک کلمہ کریمہ سے کئی اہم اور عظیم الشان حقائق واضح اور آشکارا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ پیغمبر کا مشن اور ان کا منصب ومقام سب سے بڑا اور سب سے اعلیٰ وافضل ہوتا ہے کہ ان کا مشن ومقام اور ان کا نصب العین مخلوق کو خالق کی طرف بلانا اور اسکی عبادت وبندگی کی دعوت دینا ہوتا ہے جو کہ انسان کے ذمے عائد ہونے والا سب سے بڑا، سب سے اہم اور سب سے مقدم فریضہ ہوتا ہے۔ اور خالق کی معرفت، اسکی وحی اور اسکے پیغمبر کی تعلیم وتلقین کے بغیر ممکن نہیں اسی طرح اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر کا کام صرف بلانا اور دعوت دینا ہوتا ہے اور بس اس سے آگے بڑھ کر اس دعوت کو منوا لینا اور لوگوں کو راہِ حق پر ڈال دینا نہ پیغمبر کے بس میں ہوتا ہے اور نہ ہی یہ اسکی ذمہ داری ہوتی ہے۔ دعوت وتبلیغ حق کے بعد وہ اپنے ذمے سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اس کے بعد لوگ اپنے کیے کے ذمہ دار خود ہوتے ہیں اور یہی تقاضا ہے عقل ونقل دونوں کا، والحمد للہ بکل حال،

۸۸ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے:- پس سب کچھ اللہ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں اور اسی کے اذن پر موقوف ہے سبحانہ وتعالیٰ - سو ارشاد فرمایا گیا "اللہ ہی کے اذن وحکم سے" نہ کہ اپنی طرف سے کہ آپ کا ہر کام وحیِ خداوندی کی بنا پر اور اسی کے مطابق ہوتا ہے کہ آپ وحی کے بغیر بولتے بھی نہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے اور حصر وتاکید کے ساتھ فرمایا گیا ہے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم: ۳-۴) اور جب یہ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کی طرف سے اور اسی کے حکم وارشاد سے ہے تو اس کی عظمتِ شان بھی بہت بڑی ہے اور اس کے اپنانے ہی میں دارین کی فوز وفلاح کا راز مضمر ہے۔ سو پیغمبر کی دعوت کو قبول کرنا اللہ کی دعوت کو قبول کرنا ہے اور اس سے اعراض کرنا اور منہ موڑنا اللہ کی دعوت سے اعراض کرنا اور منہ موڑنا ہے - والعیاذ باللہ العظیم - نیز ﴿بِاِذْنِهٖ﴾ کی اس قید میں پیغمبر کے لیے تسلیہ وتسکین کا بڑا سامان ہے کہ دعوت الی اللہ کے اس عظیم الشان کام پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خود مامور کیا ہے اس لیے وہ آپ کو اس راہ میں تنہا نہیں چھوڑے گا بلکہ ہر مرحلہ وموڑ میں اور ہر قدم پر آپ کی مدد فرمائے گا۔ سو آپ اس کی نصرت وامداد اور اسکی توفیق وعنایت سے مخالفوں کی مخالفانہ سرگرمیوں کے علی الرغم اپنے مشن میں کامیاب ہونگے پس آپ اللہ کے بھروسے پر اور ان لوگوں کی ان مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کی

پرواکیے بغیر جادۂ حق پر مستقیم رہیں اور تبلیغ حق کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ ﴿ وَدَعْ اَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ﴾۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جادۂ حق پر مستقیم وثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۸۹ پیغمبر ایک سراج منیر، علیہ الصلوٰۃ والسلام: ۔ سو ارشاد فرمایا کہ "ہم نے آپ کو سراج منیر یعنی ایک عظیم الشان روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا" یعنی ہدایت وایمان کی اس عظیم الشان روشنی کے ساتھ جس سے لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں کھربوں دلوں کو منور فرمایا گیا۔ اور آج تک بے حد وحساب دنیا اس سے مستفید ہو رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہیگی ان شاء اللہ العزیز۔ اور ظاہر ہے کہ اس حقیقی اور دائمی روشنی کے مقابلے میں آسمان کے سورج کی اس ظاہری اور فانی روشنی کی بھی کچھ حقیقت نہیں یہاں پر قرآن حکیم میں آپ کو "شمس" سورج کی بجائے لفظ "سراج" چراغ فرمایا گیا ہے جس کے بارے میں علمائے کرام نے بہت سے اسرار ورموز کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً یہ کہ چراغ تک ہر کسی کی رسائی ممکن اور آسان ہوتی ہے سورج تک نہیں اس سے استفادہ ہر وقت کیا جا سکتا ہے جبکہ سورج سے صرف خاص اوقات میں۔ اس سے استفادہ اپنے ارادہ واکتساب پر موقوف ہوتا ہے جبکہ سورج کا معاملہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔ صحیح مزاج والے اور صحت مند انسان کو اس سے کسی وقت ناگواری اور تکلیف نہیں ہوتی جبکہ سورج کی تمازت اور اس کی گرمی سے انسان کو بعض اوقات بچنا اور بھاگنا پڑتا ہے۔ اور اس میں یعنی چراغ میں انیس ہونے کی شان پائی جاتی ہے جبکہ سورج میں یہ بات نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ اور سب حکم ومصالح کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے وهو اعلم بأسرار كلامه سبحانه وتعالى یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ جس طرح آفتاب نصف النہار کے بعد کسی ستارے وغیرہ کی روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح نبوت محمدیہ کے سراج منیر کے طلوع کے بعد کسی اور نبوت کی کوئی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ فصلوات اللّٰهِ وسلامه عَلَيْهِ وعَلٰى اٰله وصَحْبهٖ ومن والاه ودعا بدعوته وبهداه اهتدى الى يوم العرض على اللّٰهِ واللقاء۔ بہرکیف پیغمبر کو ایک ایسا عظیم الشان اور روشن چراغ بنا کر بھیجا گیا ہے جسکی روشنی سب دنیا جہاں کو روشن اور منور کرنے والی ہے۔ پس جو اس سے منہ موڑے گا والعیاذ باللہ وہ خود اپنی ہلاکت اور تباہی کا سامان کرے گا کہ اسکے نتیجے میں وہ دنیا میں طرح طرح کے اندھیروں میں بھٹکے گا اور آخرت میں عذاب جحیم کے ہولناک ابدی انجام سے دوچار ہوگا والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۹۰ ایمان والوں کے لیے خوشخبری سنانے کا حکم وارشاد: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور خوشخبری سنادو ایمان والوں کو کہ ان کیلئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے" کہ ایک طرف تو دنیا میں انکو "خیر الامم" کا لقب ملا اور دوسری قوموں اور امتوں پر انکو شہادت حق کے شرف واعزاز سے نوازا گیا اور ان کو طرح طرح کی ضلالتوں اور گمراہیوں کی تاریکیوں سے نکال کر نور حق و ہدایت کے اجالے میں لانے کی خدمت وسعادت انہی کے سپرد کی گئی اور ان کو ان سب اقوام کے قائد اور رائد ہونے کا شرف بخشا گیا جس کے نتیجے میں یہ دنیاوی شرف ومجد کے علاوہ آخرت کی حقیقی اور ابدی سعادتوں اور فوز وفلاح سے سرفراز و سرشار ہوں گے۔ وذالک هو الفوز العظیم۔ سو یہ حضورؐ کے مبشر ہونے کا ایک پہلو واضح فرمادیا گیا کہ جو لوگ آپ کی دعوت پر ایمان لے آئیں ان کو خوشخبری سنادو کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔ لہٰذا وہ راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات پر گھبرائیں نہیں بلکہ صبر واستقامت ہی سے کام لیں۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید۔

تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى

(دین کے بارے میں) کبھی بات نہ ماننا کافروں اور منافقوں کی، اور خاطر میں نہیں لانا ان کی ایذا رسانیوں کو ۹۱ اور بھروسہ ہمیشہ

اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۴۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا

اللہ ہی پر رکھنا، اور اللہ کافی ہے کارسازی کے لئے، ۹۲ ۝۴۸ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جب

نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

تم نکاح کرو مسلمان عورتوں سے، ۹۳ پھر تم انہیں طلاق دے دو قبل اس سے کہ

تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ

تم نے ان کو چھوا ہو، تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جسے تم شمار کرو ۹۴

۹۱ حضورؑ کے "نذیر" ہونے کے ایک پہلو کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا "اور خاطر میں نہیں لانا ان لوگوں کی ایذا رسانیوں کو اور بھروسہ اللہ ہی پر رکھنا کہ اللہ کافی ہے کارسازی کے لیے" کہ ان لوگوں کی ایذا رسانیوں کو خاطر میں لانے سے آپ کو تشویش بھی ہوگی اور اپنے فرائض کی ادائیگی پر اثر بھی پڑے گا۔ اور اعدائے حق یہی چاہتے ہیں۔ پس ان کی ان شرانگیزیوں اور ایذا رسانیوں کو خاطر میں نہ لائیں اور اپنے عظیم الشان مشن کو جاری رکھیں اور بھروسہ ہمیشہ اللہ وحدہ لاشریک ہی پر رکھیں کہ وہی سب کا مالک اور کارساز ہے۔ اور سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے۔ پس ان کفار اور منافقین کی نہ کوئی بات ماننی ہے اور نہ ان کی کسی بات کی طرف کوئی توجہ کرنی اور ان پر کان دھرنا ہے۔ اور نہ ہی ان کی ایذا رسانیوں کو خاطر میں لانا ہے۔ آپؐ کے ساتھ تو اپنے اس خالق و مالک کی نصرت وحمایت اور تایید ہے جو سب کا کارساز ہے۔ وہ ان سے خود ہی نپٹ لے گا اور حق وانصاف اور عدل وحکمت کے تقاضوں کے عین مطابق نپٹے گا لہذا آپؐ اپنے تمام امور ومعاملات اسی کے حوالے کر دیں اور پھر بھروسہ واعتماد اسی پر رکھیں سبحانہ وتعالیٰ سو اس ارشاد سے آپ کے "نذیر" ہونے کے پہلو کا اظہار فرمایا گیا ہے، اور یہاں پر مخالفوں کو براہِ راست خطاب کر کے کچھ کہنے کی بجائے پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ان مخالفوں کے ساتھ آئندہ کیا رویہ اختیار کرنا ہے اور اس رویے کے اندر ہی وہ انذار مضمر ہے جو پتہ دے رہا ہے کہ یہ منکرینِ حق مستقبل قریب میں کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں۔ سو اس آیتِ کریمہ میں حضور کے لیے تسکین وتسلیہ کا جو سامان ہے وہ بھی اس کے لفظ لفظ سے نمایاں ہے، اور مخالفین کے لیے جو قہر وغضب مخفی ومستور ہے وہ بھی اس کے حرف حرف سے ابلا پڑ رہا ہے والعیاذ باللہ العظیم اللہ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین

۹۲ اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر اعتماد کی تعلیم وتلقین: سو ارشاد فرمایا گیا "اور کافی ہے اللہ کارسازی کیلئے" کہ سب کچھ

اسی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے اور کارسازِ حقیقی سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے۔سو کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ قرآن تو جگہ جگہ کہتا اور سکھاتا ہے کہ بھروسہ اللہ ہی پر رکھو کہ کارسازی کے لئے وہی وحدہ لاشریک سب کو کافی ہے حضرت امام الانبیاء- علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام تک سب اسی کے محتاج ہیں۔مگر اس کے باوجود آج کا کلمہ گو مشرک کہتا ہے کہ نہیں بلکہ ''سہارا پنجتن کا''، ''آسرا بری امام کا''، ''بہاؤ الحق بیڑا دھک''، ''معین الدین اجمیری پار لگا دے کشتی میری''، ''یا علی مدد'' اور ''شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر'' وغیرہ وغیرہ۔سو اس سے بڑھ کر شرک، غیر اللہ پر آسرے اور قرآنی ارشادات کی خلاف ورزی کی مثال اور کیا ہوگی؟-والعیاذ باللہ الذی لا الہ الا ھو- بہر کیف اس ارشادِ ربانی کے ذریعے پیغمبر کو اور پیغمبر کے واسطے سے آپ کی امت کے ہر فرد کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ بھروسہ ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ ہی پر رکھو اور اللہ کافی ہے کارسازی کیلئے- ایسا کافی کہ اسکے سوا کسی اور کی کوئی ضرورت ہی نہیں کہ وہ وحدہٗ لاشریک ایسا ہے کہ سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے سبحانہ وتعالیٰ سو جو اس کے در کو چھوڑ کر اوروں کے آگے جھکے گا وہ ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہ پائے گا اور محرومی اور خسارے ہی میں مبتلا ہوگا والعیاذ باللہ من کلّ زیغ و ضلالٍ وسوءٍ وّانحرافٍ-

۹۳ نکاح وطلاق کے بارے میں بعض خاص ہدایات کا ذکر و بیان:-سو اس ارشاد سے ایمان والوں کیلئے نکاح و طلاق کے بارے میں بعض خصوصی ہدایات ارشاد فرمائی گئی ہیں اور اس بارے جو حکم مومن عورتوں کا ہے یہی حکم کتابیہ عورتوں کا بھی ہے مگر مومنہ کی قید لگا کر گویا اس طرف اشارہ فرما دیا گیا کہ مومن کے لئے اصل اور بہتر یہی ہے کہ وہ ایماندار عورت ہی سے نکاح کرے نہ کہ کتابیہ سے قولہ المؤمنات تحریض علی نکاحھن -(جامع: ج۲ص ۱۷۰)۔بہر کیف اس ارشادِ ربانی میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم لوگوں میں سے جو کوئی نکاح کے بعد اپنی بیوی کو قبل از مسیس یعنی رخصتی اور ملاقات سے پہلے ہی طلاق دے دے تو اس پر عدت کی کوئی پابندی نہیں۔سو ایسی صورت میں مطلقہ عورت کو حسب استطاعت کچھ دے دلا کر باعزت طور پر رخصت کر دیا جائے اور اس دینے دلانے کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیات ۲۳۶، ۲۳۷ میں گزر چکی ہے سو اس سے اسلامی قوانین اور خاص کر عائلی قوانین کی انفرادیت، ان کے کمال، اور انکی عظمت شان واضح ہو جاتی ہے، جن کی دوسری کوئی نظیر و مثال نہ موجود ہے نہ ممکن ہو سکتی ہے، والحمدللہ جلّ وعلا،

۹۴ طلاق قبل المسیس کے حکم کا ذکر و بیان:-سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''تم انہیں طلاق دے دو قبل اسکے کہ تم نے انکو چھوا ہو'' مراد ہے ''صحبت کرنا'' اور علمائے کرام فرماتے ہیں کہ خلوتِ صحیحہ بھی صحبت ومباشرت ہی کے حکم میں ہے۔لہٰذا مطلقہ پر ایسی صورت میں عدت نہیں ہوگی لیکن متوفی عنہا زوجہا کو عدتِ وفات گزارنا پڑے گی۔بہر کیف طلاق قبل الدخول کی صورت میں عورت پر کوئی عدت نہیں جسکو شمار کرنے کی ضرورت ہو۔اسکو اختیار ہے جہاں چاہے چلی جائے اور جس سے چاہے نکاح کر لے کسی کو اس سے روکنے کا کوئی حق نہیں۔سو طلاق قبل المسیس کے بارے میں یہ حکم عقل وفطرت کے تقاضوں کے عین مطابق بھی ہے اور اس میں لوگوں کے لیے بڑی سہولت اور آسانی بھی ہے۔اور یہ چیز دینِ حنیف کی خصوصیات اور اس کی امتیازی صفات میں سے ہے۔جس کی ہمسری دوسرا کوئی بھی قانون اور نظام نہیں کر سکتا، فالحمد للہ ربّ العالمین الذی شرّفنا بھذا الدینِ الحنیفِ المُبارکِ المجید-

فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۴۹﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا

پھر (اس صورت میں) تم ان کو کچھ (مال و) متاع دے کر انہیں اچھی طرح سے رخصت کر دیا کرو ۹۵ ﴿۴۹﴾ اے نبی ہم نے

أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

آپ کے لئے حلال کر دیں آپ کی وہ بیویاں جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ۹۶ اور وہ باندیاں بھی جو آپ کی ملکیت میں

۹۵ مطلقہ قبل المسیس کے لیے سراحِ جمیل کا حکم وارشاد: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسی عورتوں کو تم کچھ سامان دے کر اچھی طرح رخصت کر دیا کرو۔ اگر مہر مقرر ہے تو اس کا نصف، ورنہ کچھ پوشاک وغیرہ دے کر خوشی اور اکرام کے ساتھ رخصت کر دیا کرو سبحان اللہ! ۔کیا پاکیزہ تعلیم ہے کہ طلاق کے بعد بھی مطلقہ سے حسنِ سلوک کا معاملہ اپنایا جائے بہرکیف ایسی عورت کو متعہ یعنی کچھ عطیہ وغیرہ دے کر اچھی طرح رخصت کر دیا جائے جس میں کسی طرح کا ضرر نہ ہو ان آیاتِ کریمہ میں نکاح اور طلاق سے متعلق جو حکم بیان فرمایا گیا ہے اس کا تعلق عام مسلمانوں سے ہے آگے اُن احکام کا ذکر ہے جن کا تعلق حضورؐ سے ہے سراحِ جمیل یعنی اچھے طریقے سے اور باعزت طور پر رخصت کرنے کی اس ہدایت سے متعلق ضروری تفصیل اس سے پہلے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۶ اور نمبر ۲۳۷ کی تفسیر کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ سو اس ہدایت سے مقصود یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان اگر ناچاقی اور جدائی کی نوبت آجائے تو یہ حتی الامکان ایسے عمدہ طریقے سے ہو کہ فریقین میں سے کسی کے لیے فضیحت کا باعث نہ بنے سبحان اللہ کیسی عمدہ اور کس قدر پاکیزہ تعلیمات ہیں یہ، جن سے اس دینِ حنیف نے دنیا کو نوازا ہے اور سرفراز فرمایا ہے۔ والحمد للہ جل وعلا، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال ۔

۹۶ پیغمبرؑ کیلئے بعض خصوصی احکامات کا ذکر و بیان: ۔سو اوپر عام مسلمانوں کے لیے اَحکام فرمائے گیے تھے اور اب یہاں سے پیغمبر کے لیے نکاح کے سلسلے میں بعض امتیازات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ اور یہ دراصل مخالفین کے اس اعتراض کا جواب ہے جو وہ لوگ حضرت زینبؓ سے نکاح کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کر رہے تھے۔ کیونکہ اس وقت آپ کے نکاح میں چار زوجاتِ مطہرات پہلے سے موجود تھیں اور زینبؓ پانچویں تھیں۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ محمد نے پانچویں شادی کر لی حالانکہ وہ کہتے ہیں کہ چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت نہیں سو اس پر بتایا جا رہا ہے کہ وہ پابندی عام مومنوں کے لئے ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ ۔ کے لئے کہ آپؐ کے لئے اس بارے خصوصی احکام ہیں اور کسی کو اعتراض کا حق اس لئے نہیں کہ یہ دونوں قسم کے حکم اللہ پاک ہی کی طرف سے ہیں اور وہ جو چاہے حکم دے سبحانہ و تعالیٰ ۔اور حلال کر دیں کا مطلب یہ نہیں کہ انکو کسی پہلو سے حرمت لاحق ہوگئی تھی جسکو دور کر دیا گیا نہیں بلکہ یہ بات اصل میں منافقین اور معترضین کا منہ بند کرنے کیلئے ارشاد فرمائی گئی کہ ایسے لوگ جو بھی یاوہ گوئی کریں آپؐ اسکی پروانہ کریں۔ سو اس ارشاد سے ان ازواجِ مطہرات کا ذکر فرما دیا جو اس آیتِ کریمہ کے نزول کے وقت آپ کے نکاح میں موجود تھیں اور جن کے مہر آپ ادا فرما چکے تھے علیہ الصلاۃ والسلام ماتبقی ھذہ الاحرف والکلمات،

يَمِينُكَ مِمَّآ أَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ

آ چکی ہوں، ان عورتوں میں سے جو اللہ نے آپ کو غنیمت میں وکے۹ عطا فرمائی ہیں، اور آپ کی وہ چچازاد، پھوپھی زاد،

وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِىْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ز وَ

ماموں زاد، وخالہ زاد بہنیں بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو، و۹۸ اور

امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِىِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِىُّ

وہ مومن عورت بھی جو بلا عوض اپنے آپ کو نبی کو دے دے، اگر نبی اس کو اپنے

اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ق خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط

نکاح میں لانا چاہیں، (یہ سب احکام) خاص آپ کے لئے ہیں نہ کہ دوسرے مسلمانوں کے لئے، و۹۹

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِىْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ کہ ہم نے فرض کیا ہے ان (عام مومنوں) پر ان کی بیویوں اور ان کی ان باندیوں کے بارے میں، جو کہ

۹۷ بطریق فئے حاصل ہونے والی خواتین کا حکم: سو ارشاد فرمایا گیا "اور وہ باندیاں بھی جو بذریعہ مال غنیمت بطورِ فئے آپکی ملکیت میں آئی ہوں" نہ وہ جو کہ خریدی گئی ہوں۔ کیونکہ دار الحرب سے قبضہ میں آنے والی باندیاں ان سے افضل ہیں جو کہ خریدنے سے ملکیت میں آتی ہوں۔ لانّھنَّ افضل من اللاتی یُملکن بالشراء۔ (صفوۃ التفاسیر: ج ۲ ص ۵۳۱)۔ بہرکیف جو باندیاں غنیمت کے ذریعے بطورِ ملکِ یمین آپ کے پاس آئیں، انکو آپ اپنے تصرف میں لا سکتے ہیں۔ وہ سب آپ کیلئے حلال ہیں۔ (معارف وغیرہ)۔ یہاں پر۔﴿ وماملکت یمینک ﴾۔ کے بعد۔﴿ مماافاء اللہ علیک ﴾۔ کے کلماتِ کریمہ کا اضافہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ان کلمات کی تصریح سے واضح فرمادیا گیا کہ یہاں پر لونڈیوں سے مراد عام لونڈیاں نہیں ہیں بلکہ ان سے مراد وہ خواتین ہیں جو جنگ اور جہاد میں قید ہوکر آئیں۔ کیونکہ ان اسیرات میں بعض اوقات بلکہ بسا اوقات شریف خاندانوں اور سرداروں کی بہو بیٹیاں بھی ہوتی تھیں۔ ان کے ساتھ فی الجملہ امتیازی سلوک کی روایت زمانۂ جاہلیت میں بھی موجود تھی، اور اسلام نے بھی اس کو باقی رکھا۔ چنانچہ اس طرح کی عورتیں تقسیم کے وقت عموماً سرداروں ہی کو دی جاتی تھیں۔ حضرت جویریہ اور حضرت صفیہ اسی طریقے سے علی الترتیب غزوۂ بنی المصطلق اور غزوۂ خیبر میں حضور کے حصے میں آئیں۔ آپ ان دونوں کو لونڈیوں کی حیثیت سے بھی رکھ سکتے تھے، لیکن آپ نے انکی خاندانی وجاہت کا لحاظ فرمایا اور ان کو آزاد کرکے ان سے نکاح فرمایا۔ اور یہ دونوں نکاح آپ نے اسی اجازتِ خاص کے تحت فرمائے جو آپ کو اس آیتِ کریمہ میں دی گئی یہ دونوں نکاح بالترتیب سنہ ۵ ہجری اور سنہ ۷ ہجری میں ہوئے۔ آپ

کی ازواجِ مطہرات کی تعداد سات ہوگئی بہر کیف اس ارشاد سے بطریق فئے حاصل ہونے والی خواتین کا حکم بیان فرمایا گیا ہے جو کہ انفرادی شان کا حامل ہے۔ والحمدللہ جل وعلا بکل حال من الاحوال جَلّ وَعَلاَ

۹۸ قریبی رشتہ کی مہاجرات سے دلداری کی رعایت ذکرو بیان :۔سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ آپؐ کی وہ قریبی رشتہ دار عورتیں بھی جنہوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔اور آپ کے ساتھ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہجرت کے سفر میں آپؐ کے ساتھ رہی ہوں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفسِ ہجرت میں آپؐ کے ساتھ شریک و شامل رہی ہوں پس جس نے ہجرت نہیں کی وہ آپؐ کے لئے جائز نہیں اسی لئے آپ نے اُمِ ہانی سے نکاح نہیں فرمایا کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی۔ (مدارک، قرطبی، ابنِ کثیر اور معارف وغیرہ)۔سو نکاح کے جواز اور عدمِ جواز کے سلسلے میں بھی دینِ فطرت، اسلام کی مقدس تعلیمات افراط و تفریط کی ان انتہاؤں سے محفوظ اور پاک ہیں جو یہود و نصاریٰ کے یہاں پائی جاتی ہیں کہ نصاریٰ کے یہاں کسی ایسی عورت سے نکاح کرنا بھی جائز نہیں جو کہ ساتویں پشت تک بھی اس سے ملتی ہو۔جبکہ یہود کے یہاں حقیقی بھتیجی اور بھانجی سے بھی نکاح کرنا جائز ہے۔ (ابنِ کثیر، جامع البیان وغیرہ)۔لیکن دینِ حنیف نے ان انتہاء پسندیوں کے برعکس توسط و اعتدال کی وہ تعلیم دی جو کہ عقل و نقل اور فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے بہر کیف آپؐ کی ان قریبی رشتہ دار عورتوں کے بارے میں یہ ہدایت دی گئی کہ ان میں سے اگر کسی نے دین کی خاطر اپنے خویش و اقارب اور خاندان و قبیلہ کو چھوڑا اور آپ کے ساتھ راہِ حق میں ہجرت کی اور آپ اسکی اس قربانی کی قدردانی اور اسکی حوصلہ افزائی کے لیے اسکو اپنے عقدِ نکاح میں لینا چاہیں، تو لے سکتے ہیں چنانچہ حضرتِ زینب کے ساتھ نکاح کا جو حکم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا تو اس میں جہاں جاہلیت کی رسم کی اصلاح مدنظر تھی وہیں یہ بات بھی پیشِ نظر تھی کہ وہ آپ کی پھوپھی کی لڑکی اور دین کی راہ میں اپنی قربانیوں کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔کی اس دلداری کی بجا طور پر مستحق تھیں اور ام المومنین حضرتِ امِ حبیبہ بنت ابوسفیان کے ساتھ بھی آپ نے اسی اجازت کے تحت نکاح فرمایا کہ وہ آپ کے رشتے کے چچا کی صاحبزادی تھیں اور دین کے لیے قربانیوں میں بھی ان کا ایک خاص مرتبہ و مقام تھا۔اس لئے وہ بھی اپنی خاص اور ایک انفرادی شان رکھتی تھیں۔رضی اللہ عنہن اجمعین، و برحمتک یا ارحم الراحمین

۹۹ پیغمبرؑ کی ایک خصوصیت کا ذکرو بیان۔علیہ الصلاۃُ والسلام :۔سو ارشاد فرمایا گیا "خاص آپؐ کیلئے نہ کہ دوسرے مسلمانوں کیلئے"۔یعنی چار سے زیادہ بیویوں کی اجازت صرف آپ کے لیے ہے دوسرے مسلمانوں کے لیے اسکی اجازت نہیں کہ ان کے لئے الگ احکام ہیں اور بغیر مہر کے اور بغیر شہود کے اور چار سے زیادہ نکاح کرنا ان کے لئے جائز نہیں وغیرہ وغیرہ۔ پس جو عورت اپنی ذات کو پیغمبر کیلئے ہبہ کردے یعنی بغیر کسی عوض اور مہر کے پیغمبر کے نکاح میں آنا چاہے اور پیغمبر ان کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں سو بغیر عوض اور مہر کے پیغمبر کے نکاح میں آنے کا جذبہ اگرچہ بہت محمود اور پاکیزہ جذبہ ہے لیکن یہ کلیہ پیغمبر کی منظوری اور آپ کی صوابدید پر موقوف و منحصر ہے اور اس طرح کی ایک ہی پیشکش آپؐ نے قبول فرمائی یعنی ام المومنین حضرتِ میمونہؓ کی پیشکش۔جن سے آپؐ نے عمرۃ القضاء کے موقع پر ۷ھ میں نکاح فرمایا تھا اسکے بعد آپؐ نے کوئی نکاح نہیں فرمایا۔سو پیغمبر کی شان ہر لحاظ و اعتبار سے ایک امتیازی شان ہے۔علیہ الصلوٰۃ والسلام

أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا

ان کی ملکیت میں ہوں (اور آپ کے لئے ایسا اس لئے کیا گیا کہ) تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے، فنا اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا

رَّحِيمًا ﴿٥٠﴾ تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ

نہایت ہی مہربان ہے، ﴿۵۰﴾ ان میں سے جس کو آپ چاہیں اپنے سے دور کرلیں، اور جس کو چاہیں اپنے

تَشَاءُ ۖ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۚ

نزدیک رکھیں، اور ان میں سے کہ جن کو آپ نے دور کردیا ہو، جس کو آپ چاہیں پھر طلب کرلیں، تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں، ف۱۰۱

ذٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ

یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، وہ آزردہ خاطر نہ ہوں، اور جو بھی کچھ آپ ان کو دیں،

۱۰۰ پیغمبرؑ سے رفع حرج کا ذکر و اہتمام: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے"۔ سو ارشاد فرمایا کہ ہم نے عام مسلمانوں پر انکی بیویوں اور باندیوں کے سلسلے میں جو کچھ فرض کیا ہے وہ ہمارے پیش نظر ہے اس کے باوجود آپؐ کو یہ خاص اجازت اس لیے دے رہے ہیں کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے یعنی دین کے معاملے میں۔ نہ کہ ذاتی خواہش کے بارے میں کہ چون سال کی عمر شریف کے گزر جانے کے بعد کسی ایسی ذاتی خواہش کا موقع ہی کیا رہ جاتا ہے۔ توسعة عليه و تيسيرا له في نشر الرسالة وتبليغ الدعوة۔ (صفوۃ: ج۲ص۵۳۲)۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ عام مسلمانوں پر انکی بیویوں اور باندیوں کے بارے میں جو کچھ ہم نے فرض کیا وہ ہمارے پیش نظر ہے۔ مگر اسکے باوجود بھی آپؐ کو یہ خاص اجازت اس لیے دے رہے ہیں کہ آپؐ پر اس باب میں کوئی حرج اور تنگی باقی نہ رہے یعنی اللہ نے جن دینی اور ملی مصالح کی خاطر آپ کو یہ اجازت عطا فرمائی ہے تاکہ آپؐ ان مصالح کو بغیر کسی زحمت کے پورا کرسکیں اور آپ کو اس بارے کوئی دقت و دشواری پیش نہ آئے اور آپ ہر اعتبار سے اپنے فرض منصبی کی ادائیگی ہی کی طرف متوجہ رہیں۔

۱۰۱ حقوقِ زوجیت کے بارے میں پیغمبرؑ کیلئے آزادی: یعنی زوجات کے درمیان عدل و برابری آپ پر فرض نہیں۔ مگر آپؐ نے اس کے باوجود ہمیشہ عدل و مساوات ہی سے کام لیا۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ جس طرح ازواج کی تعداد کے بارے میں آپ کو عام حکم سے مستثنیٰ رکھا گیا، اسی طرح حقوقِ زوجین کے بارے میں بھی آپؐ کو آزادی دی گئی ہے۔ کیونکہ حضورؐ کے ساری ہی نکاح اصل میں مصلحتِ دین کیلئے تھے اس لیے اس بارے بھی معاملہ آپ کی صوابدید پر رکھا گیا کہ آپ اپنی ازواجِ مطہرات میں سے جسکو چاہیں اپنے پاس بلائیں اور جسکو چاہیں نہ بلائیں کہ آپؐ پر اس بارے برابری کی کوئی پابندی نہیں۔ اور نہ ہی آپؐ کی ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو اس پر اعتراض کا کوئی حق ہوگا کہ ان کے بارے میں آپ پر عدل و مساوات فرض و لازم ہے، ہی نہیں آپ جیسا چاہیں معاملہ فرمائیں علیہ الصلوٰۃ والسلام

بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ

[illegible]

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿٥١﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاۗءُ مِنْۢ

[illegible]

بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ

[illegible]

ازواج مطہرات کے لیے ایک خاص ہدایت ۔۔۔ [illegible]

اللہ تعالیٰ کی صفت علم کی تذکیر و یاددہانی ۔۔۔ [illegible]

اللہ تعالیٰ کی صفت حلم کی تذکیر و یاددہانی ۔۔۔ [illegible]

تمہارے دلوں میں چھپی باتوں کے جاننے کے باوجود اور تمہاری دیگر خطاؤں اور لغزشوں کے باوصف فوری طور پر تمہاری گرفت نہیں فرماتا بلکہ حلم و درگزر سے کام لیتا ہے سبحانہ وتعالیٰ سو کسی کی کوئی بھی حیثیت اور کوئی بھی کیفیت اس سے کسی بھی طرح مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی لیکن اسکے ساتھ ہی وہ انتہائی حلیم اور بردبار بھی ہے اس لیے کسی کو اسکے جرم وقصور پر فوری طور پر پکڑتا نہیں۔ اس لیے جرم وقصور پر ڈھیل ملنے سے کسی کو مست ولاپروا اور بے فکر نہیں ہو جانا چاہیئے بلکہ ہمیشہ اس سے اپنا معاملہ صاف رکھنے کی اور اسی کی طرف رجوع رہنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ سو اللہ تعالیٰ کی صفت علم وحلم کو مستحضر رکھنے ہی سے خداوند قدوس کی خشیت اور اس کے عفو کا وہ صحیح تصور انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے، جو امید وبیم دونوں کے درمیان توازن پیدا کر کے انسان کی زندگی کو صحیح منہاج پر قائم رکھتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید وھو الھادی الی سواء السبیل۔

۱۰۵ حضورؐ کے نکاح سے متعلق بعض خاص پابندیوں کا ذکر و بیان: - یعنی نہ تو آپ کیلئے ان ازواج مطہرات پر کسی اور کا اضافہ کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی اور سے نکاح کرنے کی کہ جب انہوں نے دنیا اور اس کی زینت کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول ہی کو اختیار کیا تو اب آپؐ کو بھی ان سے نظر نہیں ہٹانی چاہیئے۔ ''اَما من بعد ھؤلاء التسع فلا یجوز لک العشرۃ فما فوقھا''۔ (الجامع: ج۲ص۱۷۲)۔'' من بعد ھؤلاء التسع الّتی فی عصمتک ''۔ (صفوۃ: ج۲ص۵۳۲)۔ قال ابن عباسؓ حبسه اللّٰه تعالیٰ علیھن کما حبسھنّ علیه۔ (المراغی وغیرہ)۔ روایات سے ثابت ہے کہ بعد میں یہ آیت کریمہ منسوخ ہوگئی اور آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کو اس کی اجازت مل گئی کہ آپ جتنی شادیاں چاہیں کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مسند احمد، سنن ترمذیؒ اور سنن نسائی وغیرہ میں مروی ہے۔ مگر اس کے باوجود آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے ان نو ازواج مطہرات کے بعد کوئی شادی نہ فرمائی۔ (جامع البیان وغیرہ)۔ سو اس طرح اس میں بھی آپؐ کے کمال اور عظمت شان کا ایک اور ثبوت اور نمونہ ملتا ہے کہ اباحت واجازت کے باوجود آپؐ نے ایسے نہیں کیا۔ صلوات اللّٰہ وسلامُه علیه ما تبقی ھٰذہ الأسطر والکلمات۔ اور بعض نے کہا کہ من بعد سے مراد ہے کہ ان مذکورہ بالا چار قسم کی عورتوں کے بعد اور کوئی عورت جائز نہیں۔ وعن بعض معناہ لا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِن بَعْدِ ھٰذہ الاجناس الاَربعة الّتی مرَّ ذکرھا۔ (جامع البیان، القرطبی وغیرہ)۔ اور ابن کثیر نے تو پورے ایک گروہ کی یہ بات نقل کی ہے کہ ان مذکورہ بالا خواتین کے سوا دوسری اقسام کی جو خواتین ہیں وہ تمہارے لیے جائز نہیں۔ اور اس گروہ میں حضرت ابی بن کعبؓ، مجاہد، عکرمہ، ضحاک، ابورزین، ابوصالح، قتادہ اور حضرت حسن جیسے اکابر مفسرین شامل ہیں سو حضورؐ کیلئے نکاح کے سلسلے میں ایک خاص دائرہ مخصوص فرما دیا گیا ہے جس کا ذکر اوپر آیت نمبر ۱۰۵ میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ اس سے باہر آپ کوئی نکاح نہیں فرما سکتے۔ اور یہ کہ آپکو اس کی اجازت بھی نہیں کہ آپؐ اپنی ازواج میں سے کسی کو الگ کر کے اسکی جگہ کوئی دوسری بیوی لے آئیں اگرچہ اس کا حسن وجمال آپؐ کو کتنا ہی پسند کیوں نہ آئے اس کے بعد صرف ملک یمین کی اجازت باقی رہ گئی۔ چنانچہ اسی کے تحت حضرت ماریہ قبطیہؓ آپؐ کے قبضے میں آئیں جن کے بطن سے حضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم متولد ہوئے۔ بہرکیف اس ارشاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نکاح سے متعلق بعض خاص پابندیوں کا ذکر فرمایا گیا جو دوسرے اہل ایمان پر عائد نہیں ہوتیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

ان کا حسن، مگر وہ لونڈیاں جو آپ کی ملکیت میں ہوں اور اللہ ہر چیز پر

شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ

نگہبان ہے، ۱۰۶ ﴿۵۲﴾ اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو، تم نبی کے گھروں میں

ع ۲/۳

النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ

داخل نہ ہوا کرو، مگر یہ کہ تم کو اجازت دی جایا کرے کسی کھانے (وغیرہ) کی ۱۰۷ اور وہ بھی اس طرح نہیں کہ تم اس کی تیاری کے

اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ

انتظار میں لگے رہو، ۱۰۸ لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تو تم حاضر ہو جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو

۱۰۶ اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کی تذکیر و یاددہانی: -سو ارشاد فرمایا گیا اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ پس ہمیشہ خیال رہے کہ اس وحدہ لاشریک کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے اور اس کی رضا کی فکر ہمیشہ اور ہر حال میں رہے کہ اس کی رضا ہی اصل مقصود ہے مالک! ہمیشہ اپنا بنا لے آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین سو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر کوئی مسئول اور جواب دہ ہے۔ اور جو جتنا بڑا ہوگا اتنی ہی اسکی مسئولیت و جوابدہی اور ذمہ داری بڑی اور زیادہ اہم ہوگی۔ سو اس اعتبار سے یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مواخذے سے پہلے والعیاذ بہ جل وعلا - انسان اپنا محاسبہ خود کرے اور اس یقین و احساس اور علم وشعور کی بنا پر کرے کہ اسکی زندگی کا کوئی بھی گوشہ اور اسکے عمل کی کوئی بھی شکل وصورت اس وحدہ لاشریک کی نگاہوں سے اوجھل اور مخفی نہیں ہو سکتی سو آزادی اور پابندی پر جو حضور کیلئے اوپر کی آیاتِ کریمات میں بیان فرمائی گئی اگرچہ تعداد کے بارے میں آپ کو چار کی قید سے آزاد کر دیا گیا لیکن دوسری طرف آپؐ پر نکاح اور طلاق دونوں ہی کے سلسلے میں جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں وہ دوسرے عام مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ سخت ہیں۔ چنانچہ ایک عام مسلمان کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ چار کی حد کو ملحوظ رکھتے ہوئے محرمات کے دائرے سے باہر جس عورت سے چاہے نکاح کرے اور اپنی منکوحات میں سے جس کو چاہے طلاق دے کر اسکی جگہ کوئی دوسری بیوی اپنی پسند کے مطابق نکاح میں لے آئے مگر حضور کو یہ آزادی حاصل نہیں تھی جیسا کہ اوپر گزرا کہ آپؐ صرف تین قسم کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور بس اور اسکے ساتھ ہی دوسری بات اس بارے میں یہ ہے کہ آپ محض پسند اور ناپسند کی بنا پر اپنی ازواج میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتے - صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی الہ واصحابہ، ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین-

۱۰۷ اہلِ ایمان کیلئے بعض خاص ہدایات وتعلیمات کا ذکر وبیان: یہاں سے اہلِ ایمان کے لئے بعض ان ہدایات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن کا تعلق نبی علیہ الصلوۃ والسلام- سے متعلق حقوق وآداب اور اصلاحِ معاشرہ سے ہے اس آیت کریمہ کو "آیت حجاب" کہا جاتا ہے کہ اس میں پردے کا حکم نازل ہوا ہے صحیحین یعنی صحیح بخاری ومسلم وغیرہ میں حضرتِ انسؓ

سے روایت ہے کہ آنحضرت ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے حضرتِ زینب بنت جحشؓ سے عقدِ نکاح فرمانے کے بعد جب دعوتِ ولیمہ پکائی تو اس موقع پر کچھ لوگ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہیں بیٹھ کر خوش گپیوں میں مشغول ہو گئے، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگی اور کوفت ہو رہی تھی حضرتِ زینب دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں اور حضور بار بار گھر کے اندر باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ مگر کمالِ شرافت اور حسنِ خلق کی وجہ سے آپؐ ان لوگوں کو کچھ فرماتے نہیں تھے۔ اور آپؐ بعض دوسری ازواجِ مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے یہاں تک کہ جب آپ کو بتایا گیا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ گھر میں تشریف لائے حضرتِ انسؓ کہتے ہیں کہ حسبِ عادت میں بھی ساتھ ساتھ گھر میں داخل ہونے لگا تو آپؐ نے میرے اور اپنے درمیان ایک چادر ڈال دی کیونکہ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا واضح رہے کہ یہ پردے کا حکم۔ بھی منجملہ ان امور کے ہے جن میں اللہ پاک کی طرف سے حضرتِ عمرؓ کی رائے کی تصدیق و تائید میں وحی نازل فرمائی گئی۔ چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں ام المومنین حضرتِ عائشہ ۔رضی اللہ عنہا۔ سے مروی ہے کہ حضرتِ عمرؓ نے آنحضرت ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؐ کے پاس اچھے برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ لہذا اگر آپؐ اپنی ازواجِ مطہرات کو پردے کا حکم فرما دیں تو کیا ہی اچھا ہو اس پر اللہ پاک نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔ (ابنِ جریر، ابنِ کثیر، قرطبی، صفوہ، خازن اور معارف وصفوہ وغیرہ)۔ اور ان کو خطاب ''الذین آمنو'' یعنی ''اے ایمان والو'' کے ارشاد سے فرمایا گیا جس میں علاوہ دوسرے کئی اہم دروس کے ایک بڑا درس یہ بھی ہے کہ تمہارے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ تم ان ہدایات پر دل و جان سے عمل کرو جو تمہیں اس بارے خاص طور پر دی جا رہی ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید وعلی ما یحبُّ و یرید بکل حالٍ مّن الاحوال،

۱۰۸ دوسروں کے آرام و راحت کے احساس کا درس:۔ سو اس ارشاد سے دوسروں کے آرام و راحت کے احساس کے درس کے طور پر کھانے کے لیے لمبی دیر انتظار کی ممانعت فرما دی گئی سو ارشاد فرمایا گیا کہ اجازت ملنے پر گھر میں داخل تو ہو جاؤ لیکن وہ بھی اس طرح نہیں کہ کسی کھانے وغیرہ کی تیاری کے انتظار میں لگے رہو۔ اس کے دو مطلب بنتے ہیں اور وہ دونوں ہی صحیح اور دونوں ہی یہاں مراد ہیں ایک یہ کہ اس انتظار میں رہیں کہ کھانا کا وقت کب آتا ہے تا کہ ہم بن بلائے اس موقع پر پہنچ جائیں۔ جس طرح کہ لالچی اور طفیلی قسم کے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بغیر دعوت کے ایسے موقع پر پہنچ جاتے ہیں اور دوسرا مطلب یہ کہ دعوت ملنے پہ بھی کھانے کے تیار ہونے سے پہلے ہی جا کر وہاں بیٹھ گئے سو ایسا مت کرو کہ یہ دونوں باتیں منع ہیں کہ ان میں خستِ طبع بھی پائی جاتی ہے اور میزبان کے لئے تکلیف بھی لہذا جاؤ تو دعوت ملنے پر جاؤ اسکے بغیر کسی کے لئے بوجھ نہ بنو اور وہ بھی اس وقت جب کہ کھانا تیار ہو چکا ہوالا یہ کہ اگلے کے ساتھ کسی کے ایسے خاص تعلقات ہوں کہ وہ اس سے کوئی تکلیف یا کوفت محسوس نہ کرتا ہو۔ روی انہم کانو یتحینون فیدخلون بیت النبی ﷺ فیجلسون و یتحدثون لیُدرِک الطّعام فانزل اللّٰہ ھٰذہ الآیۃ ۔ (تفسیر المراغی: ج ۲۲ ص ۲۹)۔ ای غیر منتظرین ادراکہ او وقتہ۔ (جامع البیان: ج ۲ ص ۲۷)۔ پس نہ تو کسی کے گھر بلا اجازت داخل ہوا کرو، اور نہ بن بلائے کسی کے مہمان بنا کرو، اور نہ ہی کھانے کی تیاری کے انتظار میں کسی کے یہاں جا کر بیٹھ جایا کرو۔ سو یہ اساس اور بنیاد ہے اس بات کی کہ آپ کے کسی قول و فعل سے کسی کو کوئی تکلیف اور ایذا نہ پہنچے۔ سبحان اللہ! ۔کیسی عظیم الشان، مقدس اور باریک تعلیمات ہیں جن سے دینِ حنیف نے دنیا کو نوازا ہے۔ اور آج سے پندرہ سو برس قبل نوازا ہے جبکہ تہ در تہ اندھیرے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے فالحمد للہ رب العالمین۔ ﴿ناظرین﴾ کا لفظ یہاں پر ''منتظرین'' کے معنیٰ میں ہے۔ اور ''اِنٰہٗ'' کے معنیٰ کسی چیز کی تیاری اور پکنے کے وقت کے ہیں پس کسی کے یہاں کھانے کی تیاری کے وقت کی انتظار میں رہنا درست نہیں۔

فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ

تو تم اٹھ کر چلے جایا کرو اور بیٹھے جی لگا کر باتوں میں دل لگا کر بیشک اس سے

يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ

نبی کو تکلیف ہوتی ہے تو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ حق بات کہنے میں

الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ

شرم نہیں کرتا اور جب تم ان (نبی کی بیویوں) سے کوئی چیز مانگو (یا کچھ پوچھنا) ہو تو تم پردے کے پیچھے سے

حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ

مانگا کرو یہ طریقہ تمہارے دلوں میں بڑی پاکیزگی کا ہے تمہارے دلوں کے لئے بھی اور ان کے دلوں کے لئے بھی اور تمہارے لئے

لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ

مناسب بات نہیں کہ تم خدا کے رسول کو کوئی تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ کہ تم ان کی بیویوں سے نکاح کرو

مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝۵۳

ان کی وفات کے بعد کبھی بھی بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے ۝۵۳

۱۰۵ آیت کے آگے کے اہم مطلب کا ذکر و بیان: — سورت کے آگے کے اہم مطلب کو ذکر و بیان کے طور پر ارشاد ہو رہا ہے ''اللہ تعالیٰ حق کے بیان فرمانے سے نہیں شرماتا'' — یعنی معاملہ چونکہ پیغمبر کی ذات شریفہ سے متعلق ہوتا ہے اس لئے وہ اپنی مروت اور شرافت کی وجہ سے لحاظ کرتے ہیں اور کچھ فرماتے نہیں مگر اللہ تعالیٰ حق کے بیان و اظہار سے شرماتا نہیں اور کسی کے لحاظ سے اس کو ترک نہیں کرتا بہر کیف کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہیے۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ ایسے ہی ثقلاء یعنی بوجھ بننے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی لئے اس آیت کریمہ کو ''آیۃ الثقلاء'' بھی کہا گیا ہے۔ یعنی وہ آیت کریمہ جس میں ثقلاء کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اسی لئے ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس سے طفیلی پن تطفل کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اور حافظ خطیب بغدادی نے طفیلیوں کی مذمت میں مستقل ایک کتاب لکھی ہے (ابن کثیر، المراغی وغیرہ)۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارا نبی کے لئے اذیت اور تکلیف کا باعث بننا مگر وہ اپنی خلقی شرافت اور شرم و حیا کے باعث تم لوگوں کو کچھ کہتے نہیں مگر اللہ تعالیٰ حق کے اظہار و بیان کے سلسلے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ اس لئے وہ تم لوگوں کو ان ہدایات و تعلیمات سے

نوازتا ہے اور ان تعلیمات میں ہر ایک کے حق کی پوری رعایت رکھی گئی ہے لہٰذا تم لوگ ان کو صدقِ دل سے اپناؤ کہ اسی میں بھلا ہے سب کا اور یہی تقاضا ہے تمہارے ایمان وعقیدہ کا کہ اپنے خالق و مالک کے ہر حکم کو صدقِ دل سے اپناؤ اسی میں تمہارا بھلا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی - وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایحب ویرید،

۱۱۰ پردے کا حکم وارشاد: - سو ارشاد فرمایا گیا ''اور جب تمہیں ان سے کچھ مانگنا یا پوچھنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا اور پوچھا کرو''۔ پردے کے سلسلے میں اور ایک عمدہ، پاکیزہ اور مثالی معاشرے کے قیام کے لئے قرآنِ پاک کی ان مقدس تعلیمات کے ضمن میں سب سے پہلی پیش بندی تو یہ فرمائی گئی کہ خاتونِ اسلام کو اگر کسی غیر محرم سے بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ کسی لوچ و لچک کے بغیر صاف اور کھری بات کہا کرے - ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ - دوسرا ارشاد یہ فرمایا گیا کہ تمہارا اصل مقام گھر ہے بلا ضرورت اس سے باہر نہ نکلو - ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ - اور اگر بامرِ مجبوری و ضرورت نکلنا بھی پڑے تو اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال دیا کرو - ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ اور پھر مومنوں کو ارشاد فرمایا گیا کہ تمہیں ان سے کچھ پوچھنا یا مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا اور پوچھا کرو سبحان اللہ! - کیسی عمدہ اور پاکیزہ تعلیم ہے جس سے اس کتابِ حکیم نے اہلِ ایمان کو نوازا ہے مگر افسوس کہ آج کا مسلمان اس سے غافل و بے بہرہ اور لاپرواہ ہے۔ اور وہ اس سے منہ موڑے ہوئے ہے - اِلَّا ماشاء اللّٰہ و العیاذُ باللّٰہ جل وعلا - اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر قائم رکھے - آمین ثم آمین یاربَّ العالمین،

۱۱۱ قلب ونظر کی پاکیزگی کیلئے ایک نہایت عمدہ ہدایت: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اس میں بڑی پاکیزگی ہے تمہارے دلوں کیلئے بھی اور ان عورتوں کے دلوں کیلئے بھی''۔ یعنی شیطانی وساوس اور شک وریب سے محفوظ رہنے کا سامان ہے من وساوس الشیطٰین والشک - (جامع البیان: ج ۲ص ۱۷۲)۔ سو اس تعلیم و ہدایت کو تم لوگ کوئی معمولی چیز نہ سمجھو بلکہ یہ دلوں کو آفات سے محفوظ رکھنے کیلئے بڑی اہم تعلیم ہے کہ اسکی ہدایت تم کو دلوں کے خالق کی طرف سے دی جارہی ہے۔ اور وہی بہتر جانتا ہے کہ دلوں کی کمزوریاں کیسی اور کیا ہوتی ہیں اور یہ کہ کن کن مخفی راستوں سے یہ دل برے اثرات قبول کرتے ہیں۔ اور دل ہی وہ چیز ہے جس پر انسان کی تمام اخلاقی صحت کا مدار و انحصار ہے۔ چنانچہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشہور ارشاد میں اس کی اس اہمیت کو اس طرح واضح فرمایا ہے - ''الا ان فی الجسد لمُضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب'' - یعنی ''آگاہ رہو لوگو! اس حقیقت سے کہ انسانی جسم کے اندر گوشت کا ایک ایسا اہم ٹکڑا ہے کہ وہ جب ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسم ٹھیک اور وہ اگر بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ گیا - آگاہ رہو کہ وہ اہم ٹکڑا انسان کا دل ہے''۔ اس لیے دل کی حفاظت اور اس کو تمام مضر اشیاء سے محفوظ رکھنا اشد ضروری قرار پاتا ہے۔ اور جس نے انسان کے دل کو پیدا فرمایا ہے وہی اسکی کمزوریوں سے پوری طرح واقف و آگاہ ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کن کن راستوں سے برائی اس پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ اس لیے اس نے دل کی حفاظت کا سب سے زیادہ اہتمام فرمایا ہے - اللہ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۱۱۲ رسول کی ایذا رسانی ممنوع وحرام - والعیاذُ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے

رسول کو کوئی تکلیف پہنچاؤ''۔ خواہ کسی بھی طرح کی ایذا و تکلیف ہو کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ کو ایذا اور تکلیف پہنچانا ممنوع اور حرام ہے۔ جس کی ایک صورت آپؐ کے صحابہ کرام کو ایذا پہنچانا بھی ہے کیونکہ آپؐ نے خود فرمایا کہ جس نے میرے صحابہ کو ایذا پہنچائی اس نے خود مجھے ایذا پہنچائی ''مَنْ اٰذاھم فقد اٰذانی''۔ سو اس سے وہ لوگ سبق لیں اور اپنا انجام خود دیکھ لیں جو حضراتِ صحابہ کرام علیھم الرحمۃ والرضوان۔ کے بارے میں سب وشتم اور طرح طرح کی زبان درازی سے کام لیتے ہیں والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی سے تنبیہ فرمادی گئی کہ پیغمبر کی ایذا کا معاملہ بڑا ہی سنگین اور انتہائی ہولناک ہے اور اس کا نتیجہ وانجام بڑا ہی عبرتناک ہوتا ہے۔ کیونکہ پیغمبر کی ذات اللہ تعالیٰ کی عدالت کا مظہر اور اسکی رحمت یا پھر اسکے عذاب اور اسکی گرفت و پکڑ کا باعث ہوتی ہے والعیاذ باللہ سو پیغمبر کی بعثت وتشریف آوری صرف وعظ سنانے کے لیے نہیں ہوتی بلکہ وہ نیکوں اور بروں کے درمیان تفریق اور ان کے درمیان فیصلہ کیلئے ہوتی ہے۔ سو جو لوگ پیغمبر کی تکذیب کرتے اور انکو ایذا پہنچاتے ہیں وہ آگ سے کھیلتے اور ایک بڑے ہی ہولناک انجام کی طرف بڑھتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین

۱۱۳ پیغمبرؑ کی بیویوں سے نکاح کرنا کسی کے لیے جائز نہیں:۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور نہ ہی تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم ان کی بیویوں سے نکاح کرو ان کے بعد کبھی بھی''۔ کہ یہ بھی آپؐ کی ایذا رسانی میں داخل ہے نیز اسلئے کہ وہ امت کی اور تمہاری مائیں ہیں۔ تو اپنی ماں سے نکاح کا سوچ بھی کون سکتا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ جس محسنِ اعظم۔ صلوٰتُ اللّٰہ و سلامہ علیہ۔ کے ہم پر احسانات کی کوئی حد نہیں۔ اس کی ایذ رسانی سے بڑھ کر گناہ اور کون سا ہوسکتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم سو اس ارشاد سے دراصل ان منافقوں کے چہروں سے نقاب اٹھایا گیا جو کہ اپنے کفر اور اسلام دشمنی کی بنا پر یہ اس طرح کے ارمان اپنے باطن میں رکھتے تھے ورنہ ایک سچا مومن تو ایسا تصور بھی کبھی نہیں کرسکتا سو ایسے منافقوں کو بتایا گیا کہ معاملہ اللہ کے رسول کا ہے اس لیے وہاں کے بارے میں ایسا سوچنا بھی ہولناک انجام کا باعث ہے کہ ان کا درجہ ومقام اہلِ ایمان کے نزدیک انکی حقیقی ماؤں سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ رضوان اللہ علیہن اجمعین۔ اس لئے وہاں پر نہایت ادب واحترام کی ضرورت ہے کہ یہی تقاضا ہے ایمان کا، وباللہ التوفیق۔ لما یحب ویرید،

۱۱۴ پیغمبرؑ کی جناب میں سُوءِ ادبی بڑا ہولناک جرم و گناہ۔ والعیاذُ باللہ:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ''بلاشبہ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے''۔ پس نبی اکرمؐ اور آپ کی زوجاتِ مطہرات سے متعلق کسی سوءِ ادبی کا کوئی خیال بھی کبھی دل میں نہ لانا ورنہ مارے جاؤ گے۔ والعیاذ باللہ العظیم مِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَّزَیْغٍ وَ ضَلَالٍ وَّفَسَادٍ۔ یہاں اس وبالِ عظیم کی وضاحت نہیں فرمائی گئی کہ وہ کیسا اور کس شکل کا ہوگا۔ سو اس ابہام کے اندر اسکے بارے میں جو تہدید اور ہولنا کی پائی جاتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اور مشہور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ۔ یعنی'' جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی''۔ ''اور جس نے اللہ کو ایذاء پہنچائی اس کو اللہ دوزخ میں ڈالے گا''۔ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ۔ سو پیغمبر کی ایذا دراصل اللہ کو ایذا پہنچانا ہے اور اللہ کو ایذا پہنچانے کا انجام اللہ کی گرفت وپکڑ اور دوزخ کا ہولناک عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

إِن تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ

تم کوئی چیز خواہ ظاہر کرو، خواہ اسے چھپا کر رکھو تو اللہ (کو وہ بہر حال معلوم ہے کہ وہ) ہر چیز کو

عَلِيمًا ﴿٥٤﴾ لَّا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ

پوری طرح جانتا ہے، ۱۱۵ ﴿۵۴﴾ نبی کی بیویوں پر نہ اپنے باپوں (کے سامنے ہونے) میں کوئی گناہ ہے، نہ اپنے بیٹوں میں،

وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ

نہ اپنے بھائیوں میں، نہ اپنے بھتیجوں میں، نہ اپنے

أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۗ

بھانجوں میں ۱۱۶ نہ اپنی (میل جول کی) عورتوں میں، ۱۱۷ اور نہ ہی اپنی لونڈیوں میں،

وَاتَّقِينَ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾

اور ڈرتی رہا کرو تم اللہ سے (اے نبی کی بیویو!)، بیشک اللہ ہر چیز پر پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے ہے، ﴿۵۵﴾

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبر پر، ۱۱۸ پس تم بھی اے وہ لوگو

۱۱۵ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ وذکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے"۔ اس لئے اس سے تمہاری کوئی حالت وکیفیت کبھی مخفی ومستور نہیں رہ سکتی۔ پس ہمیشہ فکر وکوشش اس امر کی کرو کہ اسکے ساتھ تمہارا معاملہ ظاہر اور باطن ہر اعتبار سے درست رہے وباللہ التوفیق کہ وہی وحدہ لاشریک ہے جو تمہاری ہر بات کو جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے۔ خواہ تم اسکو ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو کہ اس عالم الغیب والشہادۃ کے یہاں سب ایک برابر ہے سبحانہ وتعالیٰ سو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور گامزن رہنے کے لیے بنیادی چیز حضرتِ حق جل مجدہ کی معرفت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اس کے اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ عُلیا کی معرفت پر موقوف ہے۔ اور وصول الی اللہ کا صحیح ذریعہ اور وسیلہ یہی ہے۔ اور اس راہ میں کجی اور انحراف ہی باعثِ زیغ وضلال ہے والعیاذ باللہ العظیم اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے، آمین

۱۱۶ حکم پردہ کے بارے میں خاص رعایت کا ذکر وبیان: سو اس ارشاد سے ان لوگوں کا ذکر فرمایا گیا جن کیلئے پردے کے بارے میں رعایت ہے۔ روایات میں وارد ہے کہ جب پردے کا حکم نازل ہوا تو باپوں اور بیٹوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا ہم پر بھی یہ پابندی ہے؟ تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو

پردے کے عام حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (جامع ،صفوہ، مراغی وغیرہ)۔اور چچا اور ماموں کے بارے میں کہا گیا کہ چونکہ وہ باپ کے حکم میں ہیں اس لئے ان کو الگ بیان نہیں فرمایا گیا۔ لانهما بمنزلة الابوين فلاحاجة لِذكرهما۔ (جامع البیان: ج ۲ص ۱۷۳)۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا گیا جن کیلئے پردے کے حکم اور اسکی پابندیوں کے سلسلے میں خاص رعایت ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اس میں حرج ہے جو کہ دینِ حنیف کی شانِ یسر کے خلاف ہے۔

۱۱۷ **"وَلَا نِسَائِهِنَّ" سے مقصود و مراد ؟**:- یعنی اس سے مراد ہیں ایماندار اور شریف عورتیں نہ کہ کافر عورتیں۔ کیونکہ وہ فساد کا باعث بنتی ہیں۔ اور وہ مسلمان عورتوں کی صفات اور ان کے احوال اپنے خاوندوں وغیرہ کفار کو پہنچاتی ہیں۔ اور اسی حکم میں وہ عورتیں بھی اشتراکِ علت کی وجہ سے داخل اور شامل ہو جائیں گی جو نام کی تو مسلمان ہوں مگر ان کا اخلاقی بگاڑ غیر مسلموں کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہو۔ جیسا کہ دورِ حاضر میں پایا جاتا ہے والعیاذ باللہ العظیم بہرکیف اوپر والے ارشادِ ربانی میں پیغمبر کے گھروں میں دوسروں کے داخلے سے متعلق جو پابندیاں عائد فرمائی گئی تھیں، ان پابندیوں سے جو لوگ مستثنیٰ ہیں یہاں انکی تفصیل بیان فرمادی گئی۔ اور ان خاص رشتوں کا ذکر فرمایا گیا جو اس استثناء کا سبب ہیں جس سے یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ جو رشتہ دار انکے حکم میں ہیں وہ سب اس پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کے اوپر صرف وہی پابندیاں ہیں جو سورۂ نور میں مذکور ہوئی ہیں۔ آخر میں ازواجِ مطہرات کو بھی اسی طرح تقویٰ و پرہیزگاری کی تنبیہ و تلقین فرمادی گئی جس طرح کی تنبیہ و تلقین دوسروں کیلئے فرمائی گئی ہے۔ اور یہ کہ اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ اس سے انسان کسی بھی جگہ اور کسی بھی طرح چھپ نہیں سکتا سبحانہ وتعالیٰ پس ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا معاملہ درست رکھنے کی ضرورت ہے، وباللہ التوفیق

۱۱۸ **پیغمبرؑ پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت وعنایت کا ذکر و بیان**:- سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں پیغمبر پر"۔ اللہ پاک کے درود بھیجنے سے مراد ہے آپؐ پر رحمت بھیجنا۔ اور آپ کی تعریف وثنا کرنا۔ اور فرشتوں کے درود سے مراد ہے ان کی دعا واستغفار جبکہ عام اہلِ ایمان کے درود سے مراد ہے آپؐ کے لئے دعا اور آپکی تعظیم۔ جیسا کہ حضراتِ اہلِ علم نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ الصَّلٰوة من الله رحمتُه و رضوانُه وَمِنَ المَلٰئِكَةِ الدُّعَاءُ والاستغفارُ ومِنَ الاُمَّةِ الدُّعَاءُ وَ التَّعْظِيْمُ۔ (قرطبی، ابنِ کثیر، خازن وغیرہ)۔ پس پیغمبر کے لئے درود و سلام بہت بڑی نیکی اور عظیم سعادت ہے کہ جو کام خداوندِ قدوس اور اس کے فرشتے کریں اور جس کے لئے اللہ پاک کی طرف سے اہلِ ایمان کو حکم وارشاد بھی فرمایا جارہا ہو اس کی عظمتوں کے کیا کہنے؟ فَصَلَواتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ ومَنِ اتبع هداه' ما تبقى هذه الاحرف والكلمات على هذه الصفحات۔ اور احادیثِ طیبہ میں درود و سلام کے فضائل بہت وارد ہوئے ہیں جن پر علمائے کرام نے مستقل کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ ہمارا بھی اس پر ایک مستقل کتاب لکھنے کا ارادہ ہے وباللہ التوفیق سو اس ارشادِ عالی سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ کے رسول کو ایذا اور آزار پہنچانے کی بجائے اہلِ ایمان کیلئے صحیح روش یہ ہے کہ وہ رسول کی بعثت و تشریف آوری کی اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر پہچانیں جس سے قدرت نے انکو اپنی رحمت وعنایتِ بے پایاں سے نوازا ہے۔ اس رسولِ اعظم واکرم کی تعظیم و تکریم کریں اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے رحمتوں، عنایتوں اور برکتوں کی دعائیں مانگیں تاکہ اس طرح اس نبی رحمت کے حق کی بھی کسی قدر ادائیگی ہو سکے اور خود ان لوگوں کا بھلا ہو کہ پیغمبر پر درود و سلام کے بہت بڑے اور عظیم الشان فضائل وارد ہوئے ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید،

اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

جو ایمان لائے ہو، ان پر درود بھی بھیجتے رہا کرو اور خوب خوب سلام بھی، ف۱۱۹ (۵۶) بے شک جو لوگ

يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ

ایذا پہنچاتے ہیں اللہ کو ف۱۲۰ اور اس کے رسول کو، ف۱۲۱ ان پر اللہ کی لعنت (اور پھٹکار) ہے اس دنیا میں بھی

الْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ

اور آخرت (کے اس ابدی جہاں) میں بھی، اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے ایک بڑا ہی رسوا کن عذاب ف۱۲۲ (۵۷) اور جو لوگ

يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا

ایذا پہنچاتے ہیں ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو، بغیر کسی ایسے (جرم و) گناہ کے جس کا ارتکاب انہوں نے کیا ہو

۱۱۹ **پیغمبرؑ پر درود اور اس کی کیفیت کا ذکر و بیان**:- سو اس سے اہلِ ایمان کو پیغمبر پر درود و سلام بھیجنے کا حکم وارشاد فرمایا گیا ہے۔ صحیح روایات میں وارد ہے کہ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ سلام تو ہمیں معلوم ہے یعنی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ مگر درود کس طرح پڑھیں؟ -فَكَيْفَ نُصَلِّيْ- تو اس پر آپؐ نے ان کو وہ درود بتایا جو کہ تشہد میں پڑھا جاتا ہے۔ اور جس کو درودِ ابراہیمی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا سب سے افضل درود وہی ہے جو پیغمبر نے خود بتایا اور علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس کے علاوہ درود شریف کے ایسے تمام الفاظ وصیغ بھی اسی میں داخل اور شامل ہیں جو اپنے معانی کے اعتبار سے درودِ ابراہیمی کی طرح ہوں کہ ایک تو ان میں اللہ پاک کی طرف استناد پایا جاتا ہو، جیسا کہ درودِ ابراہیمی میں "اَللّٰهُمَّ" موجود ہے۔ دوسرے اس میں "آل" کا ذکر بھی ہو جیسے درودِ ابراہیمی میں ہے۔ تیسرے اس میں "صلوٰۃ" کے ساتھ "سلام" کا بھی ذکر بھی ہو کہ آیتِ کریمہ میں صلوۃ و سلام دونوں کا حکم ہے۔ اور درودِ ابراہیمی سے پہلے بھی تشہد میں سلام موجود ہے۔ اور یہ کہ اس میں کوئی بدعی اور خلافِ سنت چیز شامل نہ ہو کیونکہ "ہر بدعت گمراہی اور مردود ہے"۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا گیا "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ" "ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام دوزخ ہے" والعیاذ باللہ پس جس درود شریف میں بھی ان چاروں باتوں کا لحاظ رکھا جائے گا اس کا پڑھنا جائز اور کارِ ثواب ہوگا۔ جیسا کہ "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ" میں ان چاروں چیزوں کی رعایت بھی موجود ہے اور اس کے الفاظ بھی بہت مختصر ہیں یا اس طرح کے اور جو بھی الفاظ وکلمات ہوں وہ سب اسی ذیل میں آتے ہیں اور ان کا پڑھنا ذریعۂ اجر و ثواب ہے انشاء اللہ العزیز وباللہ التوفیق لما یحب ویرید،

تنبیہ نمبر ۱: درود وسلام کے بارے میں ایک وضاحت:- آج کل کے بعض اہلِ بدعت کا کہنا ہے کہ چونکہ

درودِ ابراہیمی میں سلام کا ذکر نہیں لہذا یہ ناقص ہے والعیاذ باللہ اور یہ کہ کامل اور صحیح درود وہ ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔ یعنی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہ آیتِ کریمہ میں صلوۃ وسلام اور عَلَیہ کا جوذکر پایا جاتا ہے وہ سب اس میں موجود ہے وغیرہ والعیاذُ باللہ پیغمبر کے بتائے ہوئے درود کو ناقص بتانا تو کفر تک پہنچا دینے والی گستاخی ہے- والعیاذُ باللہ- اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ اس میں تو التحیات میں سلام موجود ہے جو کہ درودِ ابراہیمی سے پہلے پڑھا جاتا ہے۔ پھر اسکے ناقص ہونے کا کیا سوال؟ اور تیسری بات یہ ہے کہ آیت میں تو ''عَلَیْہِ'' آیا ہے نہ کہ ''عَلَیْکَ'' پھر تمہاری بات کس طرح بن سکتی ہے؟ لہذا صلوۃ وسلام کو ملا کر اگر کوئی درود کہتا ہے تو اس کے صحیح الفاظ وہ ہیں جو کہ ہم نے اوپر نقل کئے ہیں۔ یعنی'' صَلَّی اللّٰهُ عَلَیه وَعلیٰ اٰلِه وَ صَحبُه وَ سَلّم '' نہ کہ وہ جو تم نے خود اپنے طور پر اور کتاب وسنت کی تعلیمات کے برعکس بنا رکھے ہیں۔ کہ وہ بدعت کے زمرے میں آتے ہیں،

تنبیہ نمبر ۲ صلوٰۃ وسلام اور مروجہ بدعی طریقہ؟:- یہ بھی واضح رہے کہ اہلِ بدعت نے خاص حلقہ بنا کر اور کھڑے ہو کر درود پڑھنے کا جو طریقہ ہمارے برصغیر کے بعض ملکوں اور بعض علاقوں میں شروع کر رکھا ہے وہ خالص ایجادِ بندہ ہے۔ قرآن وسنت اور سلف صالحین، خیر القرون میں اس کا نہ کہیں کوئی ثبوت ہے نہ وجود۔ نہ اتہ نہ پتہ۔ اور حرمین شریفین مکہ ومدینہ اور ان کے جوار میں واقع بلادِ عربیہ میں آج تک بھی اس کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ راقمِ آثم کو کم وبیش کوئی تیس بتیس برس کا طویل عرصہ بلادِ عربیہ میں رہتے ہوئے ہو گیا ہے والحمد للہ اور اس وقت بھی یہ سطور دبی میں تحریر کر رہا ہوں۔ مگر ایسی کوئی صورت یہاں کے لوگوں میں آج تک بھی کبھی اور کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ صرف برصغیر کے بعض ملکوں کی ایجاد اور ان کی بدعت ہے۔ اور صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف وصریح اور واضح ارشاد موجود ہے کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی بدعت شامل کی وہ سراسر مردود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے'' مَنْ اَحدَثَ فِیْ اَمْرِنا هٰذا مَا لَیسَ مِنْهُ فهُوَ رَدٌّ '' پھر اس پر مزید یہ کہ ایسے لوگ آنحضرت- صلی اللہ علیہ وسلم- کے حاضر وناظر ہونے اور ان محفلوں میں تشریف لانے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ اور اسی لئے وہ ایسی محفلوں میں بعض اوقات کھڑے بھی ہو جاتے ہیں کہ پیغمبر تشریف لے آئے ہیں۔ تو اس اعتبار سے اس طریقے کی شناعت وخطورت اور بھی بڑھ جاتی ہے والعیاذُ باللہ اور اس طرح کا عقیدہ خالص شرکیہ عقیدہ ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن وسنت کی بے شمار نصوص اور تصریحات کے مطابق شرک کا گناہ وہ گناہ ہے جس کی بخشش کبھی نہیں ہوگی والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں۔ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

تنبیہ نمبر ۳ لفظِ ''آل'' کے بارے میں:- لفظِ ''آل'' کے بارے میں حضراتِ اہلِ علم کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی اصل ''اھل'' ہے۔ جیسے کہتے ہیں ''اہلِ بیت''، ''اہلِ علم''، ''اہلِ ذوق'' وغیرہ۔ حسبِ ضابطہ اس لفظ میں تسہیل سے کام لیا گیا تو یہ ''اھل'' سے ''آل'' بن گیا۔ مگر فرق یہ ہے کہ اس کی نسبت واضافت کسی صاحبِ شرف وفضل ہی کی طرف ہوتی ہے اگرچہ وہ شرف دنیاوی اعتبار ہی سے کیوں نہ ہو۔ جیسے ''آلِ فرعون'' وغیرہ۔ اور اس اصل کی دلیل یہ ہے کہ ''آل'' کی تصغیر ''اُھیل'' آتی ہے، جبکہ دوسرے قول کے مطابق اس کی اصل ''اول'' ہے جس کے معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے آتے ہیں ''آلَ یَئول اَوْلاً'' بمعنی ''لوٹنا''، ''واپس آنا'' وغیرہ ہے۔ اور اس کا اطلاق آدمی کے اہل

وعیال اور اس کے اَتباع وخواص ان سب لوگوں پر ہوتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہوں کہ ان کے معاملات کا رجوع اسی کی طرف ہوتا ہے اور اس کی سیاست ورائے ان سب کو شامل ہوتی ہے۔ اسی لئے سیاست کو ''ایالہ'' کہا جاتا ہے۔ (جلاء الافہام لابن القیم الجوزیۃ: ج ص ۱۱۰)۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنهُمْ وَرَزَقَنَا اِتِّبَاعَهُمْ،

تنبیہ نمبر۲ صلوٰۃ وسلام سے متعلق ایک اعتراض کا جواب:- سو بعض اہلِ زیغ کے اعتراض کے جواب کے بارے میں مختصر اُعرض ہے کہ پیغمبر کا مقام چونکہ ساری مخلوق میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے اس لئے حضرتِ خالق جل وعلا کے سوا دوسرا خواہ کوئی بھی ہو وہ پیغمبر کے مرتبہ ومقام کو سمجھنے سے عاجز اور قاصر ہے۔ اس لئے اہلِ ایمان حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے ضمن میں اللہ پاک ہی کے حضور عرض کرتے ہیں کہ اے مالک! تو ہی پیغمبر پر وہ رحمتیں اور عنایتیں فرما جو آنجنابؐ کے مقام بلند اور شانِ رفیع کے لائق اور مناسب ہوں۔ اور یہی مطلب ہے ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّد'' الخ کے درود شریف کا۔ پس بعض اہلِ زیغ وضلال کا یہ اعتراض لغو اور باطل ہے کہ اللہ تم کو درود وسلام کا حکم دیتا ہے اور تم اللہ کو کہتے ہو کہ تو ہی نبی پر درود بھیج۔ کیونکہ اللہ پاک کے حضور درود وسلام کے لئے درخواست پیش کرنا ہی دراصل اہلِ ایمان کا درود وسلام ہے کہ اللہ پاک ہی اپنے پیغمبر کے درجہ ومقام اور ان کی شان کو جان اور پہچان سکتا ہے۔ اور وہی آپکی شانِ رفیع کے مطابق آپ پر رحمت بھیج سکتا ہے ﷺ سو اللہ کے پیغمبر پر درود بھیجنا اور اس میں تکبر سے کام لینا کوئی ان پر احسان نہیں کہ وہ ایسے ہر احسان سے بے نیاز ہیں۔ بلکہ ایسا کرنا ایک طرف تو اس شانِ رحمت وعنایت کا تقاضا ہے جس سے قدرت نے پیغمبر کی بعثت کے ذریعے اپنے بندوں کو نوازا ہے اور دوسری طرف اس میں خود بندوں کا اپنا بھلا اور فائدہ ہے کہ اس طرح ایک طرف تو وہ اللہ پاک اور اسکے فرشتوں کی ہمنوائی کے اس شرفِ عظیم سے مشرف ہوتے ہیں جس جیسا دوسرا کوئی شرف ہو ہی نہیں سکتا۔ اور دوسری طرف اس سے وہ اس اجر وثواب سے سرفراز ومالا مال ہوتے ہیں جو اس عملِ خیر پر ان کو ملتا ہے۔ ورنہ پیغمبر کو جب اللہ کی رحمتیں اور فرشتوں کی دعائیں حاصل ہیں تو انکو کسی اور کی دعاؤں کی کیا ضرورت ہے؟ علیہ الصَّلوٰۃُ والسلام

۱۲۰ **اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانے کا جرم اور اس کی سنگینی - والعیاذ باللہ:**- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ کو''۔ اس وحدہ لاشریک کے ساتھ کفر وشرک اور معاصی کا ارتکاب کر کے۔ اور اس کی طرف اولاد کی نسبت کر کے، جیسا کہ یہود نے کہا کہ ''عزیر اللہ کے بیٹے ہیں'' اور نصاریٰ نے کہا کہ ''حضرتِ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں'' اور مشرکینِ مکہ نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا وغیرہ۔ (ابنِ کثیر، مراغی، صفوہ وغیرہ)۔ اور صحیحین یعنی صحیح بخاری ومسلم وغیرہ میں حضرتِ ابوہریرہؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''ابنِ آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے۔ وہ زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ زمانے میں جو کچھ ہوتا ہے وہ میرے ہی حکم سے ہوتا ہے''۔ اسی طرح اسکی شانِ اقدس واعلیٰ میں وہ باتیں کہنا جو اسکے خلاف ہیں وہ بھی سب اسی میں داخل ہیں، جیسا کہ یہودِ بے بہبود نے کہا کہ اللہ فقیر اور محتاج ہے اور ہم غنی ومالدار۔ یا یہ کہ ''اللہ کے ہاتھ نہیں'' والعیاذ باللہ اسی طرح اللہ کے رسول کو اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کو اور اللہ کے ولیوں کو ایذا پہنچانا بھی اسی میں داخل ہے۔ سو یہ سب ہی صورتیں اللہ پاک کو ایذا پہنچانے کی ہیں والعیاذ باللہ العظیم (روح، قرطبی، مدارک، معارف

وغیرہ وغیرہ) سو اللہ پاک سبحانہ وتعالیٰ کی جنابِ اقدس واعلیٰ میں ایذا رسانی کا جرم سب سے بڑا اور نہایت سنگین جرم ہے جس پر ایسے مجرموں کے لیے نہایت سنگین سزا ہے کہ ان کے لیے اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل شائبۃ من شوائب ہذہ المعصیۃ والجریمۃ ومن سائر المعاصی والجرائم بہ العصمۃ وہو المسؤول سبحانہ وتعالیٰ۔

۱۲۱ ایذاءِ رسول کی سنگینی اور اس کے ہولناک انجام کا ذکر و بیان: سو اس سے اللہ کے رسول کی ایذا رسانی کے جرم کی سنگینی اور اس کے انجام کا ذکر فرمایا گیا ہے والعیاذ باللہ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو تو ان کے لیے اللہ کی لعنت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ نے ان کے لیے بھی بڑا رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے"۔ سو بڑے ہی سنگین اور ہولناک جرم کا ارتکاب کرتے ہیں وہ لوگ جو پیغمبر کی دل آزاری اور آپ کی ایذا رسانی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جو آپ کی تکذیب اور طعن و تشنیع سے، نیز آپ کے صحابہ کرام کو برا کہہ کر۔ کیونکہ آپ کا صاف و صریح ارشاد ہے کہ جس نے ان کو ایذا پہنچائی اور تکلیف دی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور تکلیف دی۔ "مَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ"۔ تو پھر کیا خیال ہے آپ کا ان منحوس اور بدبخت لوگوں کے بارے میں جو کہ حضرات صحابہ کرام کے ایمان کو بھی تسلیم نہیں کرتے والعیاذ باللہ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کو ایذا پہنچانے والوں کا سب سے بڑا مصداق کفرۂ مشرکین اور روافض و شیعہ ہیں جو کہ حضراتِ صحابہ کرام کی تنقیص کرتے اور ان کے سب و شتم کا ارتکاب کرتے اور ان کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کرتے ہیں جن سے اللہ نے ان کو بری قرار دیا۔ اور ان سب حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا و خوشنودی کی صاف و صریح طور پر سند عطا فرما دی۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر) اسی طرح جن لوگوں نے آپ کو "ساحر"، "مجنون" اور "شاعر" کہا وغیرہ کہ یہ سب ہی صورتیں ایذائے رسول میں داخل اور حرام ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

۱۲۲ ایذاءِ رسول کے مرتکبوں کے لیے رُسوا کن عذاب۔ والعیاذُ باللہ: سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ ایذاءِ رسول کے مرتکبوں کے لیے نہایت ہولناک انجام اور رسوا کن عذاب ہے والعیاذ باللہ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے لوگوں کے لیے اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ نے ان کے لیے بڑا رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے"۔ سو ایسے لوگ دنیا میں راہِ حق و صواب سے محروم اور دور تر ہوتے چلے جائیں گے جس کے نتیجے میں ان کو آخرت میں دوزخ کے اس ہولناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا جس کا یہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سو اللہ کی مار اور اس کی لعنت و پھٹکار بہت بڑی اور بہت بری شئی ہے۔ اس سے ہمیشہ بچنے کی فکر کرتے رہنا چاہیئے والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسے لوگ دنیا میں بھی رسوا اور ذلیل و خوار ہونگے اور آخرت میں بھی۔ اور یہ بڑے ہی رسوا کن عذاب سے دوچار ہونگے والعیاذ باللہ العظیم۔ سو رسول خدا کا محبوب اور اس کا نمائندہ ہوتا ہے۔ پس رسول کو ایذا پہنچانا خود اللہ کو ایذا پہنچانا ہے والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسوں کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ سو ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہونگے اور اللہ نے ان کے لیے آخرت میں بھی ایک بڑا ہی ہولناک اور رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ

تو بلاشبہ انہوں نے بوجھ اٹھایا ایک بہت بڑے بہتان کا اور ارتکاب کیا کھلے (جرم اور) گناہ کا، ۱۲۳ ﴿۵۸﴾ اے پیغمبر! کہو

لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ

اپنی بیویوں بیٹیوں ۱۲۴ اور عام مسلمانوں کی عورتوں سے کہ وہ لٹکا دیا کریں اپنے (چہروں کے) اوپر

مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ

کچھ حصہ اپنی چادروں کا ۱۲۵ یہ طریقہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جایا کریں ۱۲۶ پھر ان کو کوئی ایذاء نہ پہنچنے پائے

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ

اور اللہ تو بہر حال بڑا ہی بخشنے والا، نہایت مہربان ہے، ﴿۵۹﴾ اگر باز نہ آئے منافق لوگ (اپنی بری حرکتوں سے،) اور

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ

وہ لوگ جن کے دل میں روگ ہے (شہوت پرستی اور چھیڑ خانی کا) ۱۲۷ اور ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ۱۲۸ مدینے میں (اگر یہ لوگ

۱۲۳ اہلِ ایمان کی ایذا رسانی حرام ـ والعیاذُ باللہ: ـ سو اس سے اہلِ ایمان کی ایذا رسانی کے جرم اور اس کی سنگینی کا ذکر فرمایا گیا ہے ـ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو بغیر کسی جرم و قصور کے ایذا پہنچاتے ہیں تو یقیناً انہوں نے ایک بہت بڑے بہتان کا بوجھ اٹھایا اور کھلے جرم و گناہ کا ارتکاب کیا" ـ سو اہلِ ایمان کی ایذا رسانی کا جرم نہایت سنگین جرم ہے اور اس کا انجام بڑا ہی ہولناک ہے والعیاذ باللہ ـ یعنی ان کی طرف کوئی ایسا جرم اور گناہ منسوب کرنا جو انہوں نے کیا نہ ہو ـ (المراغی وغیرہ) ـ بہر کیف مسلمان کو ایذا اور تکلیف پہنچانا حرام ہے ـ اور اس کی حرمت کتنی بڑی اور کس قدر سنگین جرم ہے اس کا اندازہ آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے کر سکتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ـ کو دیکھا کہ آپ کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے اور کعبہ کو خطاب کر کے یوں فرما رہے تھے: کعبہ! تو کس قدر پاکیزہ ہے ـ تیری ہوا کتنی پاکیزہ ہے ـ تو کتنا بڑا ہے اور تیری عظمت کتنی بڑی ہے ـ مگر قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے کہ مومن کی عزت و حرمت اللہ تعالیٰ کے یہاں تیری عظمت و حرمت سے بھی کہیں بڑھ کر ہے ـ اس کا مال بھی حرام اور خون بھی حرام ـ (ابنِ ماجہ وغیرہ، الترغیب والترہیب: ج ۳ ص ۲۹۴) ـ سبحان اللہ! ـ کیا کہنے مومنِ صادق کی شانِ عالی کے ـ مگر افسوس صد افسوس کہ آج دنیا ساری میں مسلمان کا خون ہی سب سے زیادہ ارزاں ہے ـ جگہ جگہ بہایا جا رہا ہے اور طرح طرح سے ـ اور پوری شقاوت و بیدردی سے بہایا جا رہا ہے ـ خواہ وہ بوسنیا و ہرزگوینا ہو یا کشمیر و فلسطین ـ البانیہ و الجزائر ہو یا کوسوو اور افغانستان وغیرہ وغیرہ ـ فَاِلَی اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ ـ بہر کیف اوپر اللہ اور اس کے رسول کی ایذا رسانی اور اسکی سنگینی کا ذکر و بیان تھا اور اب اسکے بعد عام اہلِ ایمان مردوں اور عورتوں کی ایذا رسانی کے جرم کی سنگینی اور اسکی ہولناکی کو بیان فرمایا

گیا ہے کہ ایمان باللہ کی دولت سے سرفرازی کے بعد انسان کی شان بہت بڑی ہو جاتی ہے۔

۱۲۴ حجاب سے متعلق بعض خاص ہدایات کا ذکر و بیان: - سو اس سے اہلِ ایمان کی عورتوں کے لیے حجاب اور پردے سے متعلق بعض خاص ہدایات کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اے پیغمبر کہو اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہ وہ ان ہدایات کی پابندی کریں"۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں کئی تھیں۔ کیونکہ یہاں پر جمع کا لفظ "بنات" استعمال فرمایا گیا ہے۔ اور علمائے تاریخ و سیر اس پر متفق ہیں کہ آپ کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ زینبؓ رقیہؓ ام کلثومؓ اور فاطمہؓ۔ اور خود شیعوں کی معتبر کتابوں میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے۔ (جیسا کہ اصولِ کافی: ج ا ص ۴۳۹، حیات القلوب: ج ۲ ص ۵۸۸ طبع تہران وغیرہ میں موجود ہے، بحوالہ الجواہر: ج ۳ ص ۹۴۷)۔ بہرکیف پیغمبر کو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور عام مسلمان خواتین سے کہو کہ وہ جب کسی ضرورت کیلئے گھر سے باہر نکلیں تو اپنی بڑی چادروں کا کچھ حصہ اپنے چہروں پر ڈال دیا کریں تاکہ اس طرح ان کے اور دوسری غیر مسلم عورتوں اور لونڈیوں کے درمیان امتیاز ہو جائے۔ اور کوئی ان سے تعرض اور چھیڑ خانی نہ کرنے پائے۔ سورۂ نور میں ارشاد فرمایا گیا تھا یعنی جب انکے اعزا و اقرباء اجازت لینے کے بعد گھروں میں داخل ہوں تو گھر کی خواتین گھر کے اندر سمٹ سمٹا کر رہا کریں۔ اپنی زیب و زینت کی چیزوں کا اظہار نہ کیا کریں اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مار لیا کریں۔ سو اس ہدایت کا تعلق گھر کے اندر سے ہے جبکہ یہاں ارشاد فرمائی جانے والی اس ہدایت کا تعلق گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں ہے کہ ایسی صورت میں مومن خواتین اپنی بڑی چادروں کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ یعنی اپنی بڑی چادروں کے گھونگٹ لٹکا لیا کریں۔ اور اسکے دو قرینے پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں پر ارشاد فرمایا گیا ہے ﴿ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین﴾ یعنی "یہ اسکے زیادہ قریب ہے کہ ان عورتوں کو پہچان لیا جائے پھر انکو کوئی ایذا اور تکلیف نہ پہنچنے پائے"۔ اور ظاہر ہے کہ اس کا تعلق گھر سے باہر کی صورت سے ہی ہو سکتا ہے نہ کہ گھر کے اندر سے۔ اور دوسرا قرینہ اس بارے یہاں پر یہ موجود ہے کہ یہاں پر "خمار" نہیں "جلباب" کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ اور لغت میں "جلباب" اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو اوڑھنی کے اوپر لی جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی بڑی چادر کے لینے کی ضرورت گھروں کے اندر نہیں ہوتی بلکہ گھروں سے باہر نکلنے کی صورت میں پیش آتی ہے۔ جیسا کہ ظاہر اور واضح ہے۔

۱۲۵ ایماندار عورتوں کے لیے ایک خاص ہدایت: - سو اس سے ایماندار عورتوں کو اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے چہروں پر ڈال دینے کا حکم وارشاد فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اپنی بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہیں کہ وہ لٹکا لیا کریں اپنی بڑی چادروں کا کچھ حصہ اپنے چہروں پر"۔ یعنی گھونگھٹ ڈال دیا کریں۔ حضرتِ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد مسلمان عورتیں اپنی چادریں اس طرح اپنے چہروں پر لپیٹ کر باہر نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ اور حضرتِ عبیدہ سلمانی سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے پورا چہرہ ڈھانک کر اور صرف بائیں آنکھ کھلی رکھ کر اس کی عملی تفسیر بتائی سبحان اللہ! - کیسی عظیم الشان تعلیمات ہیں جن سے اسلام نے دنیا کو نوازا ہے۔ مگر کہاں اسلام کی یہ تعلیمات مقدسہ اور خاتونِ اسلام کی عزت و عظمت اور عصمت و پاکدامنی کی حفاظت کے لئے یہ پابندیاں اور ایسے انتظامات اور کہاں مسلمان کہلانے والی آج کی وہ ماڈرن عورت جو جامے سے باہر اور ننگی ہو گئی والعیاذ باللہ العظیم۔ اور صرف ننگی نہیں بلکہ وہ ننگے ہونے کے ایسے نت نئے طور طریقے اپناتی ہے کہ پناہ بخدا۔ اور ایسے نت نئے کہ غیرت سر پیٹ کر رہ جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین

۱۲۶ **اس طریقۂ حجاب کے ایک بڑے فائدے کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ طریقہ زیادہ قریب ہے اسکے کہ انکو پہچان لیا جائے اور اس کے نتیجے میں ان کو کوئی ایذا نہ پہنچنے پائے"۔ یعنی پہچان لی جایا کریں کہ یہ شریف خاتون ہیں پھر کوئی ان کو چھیڑنے کی جرات نہ کر سکے گا۔ جیسا کہ روایات میں بھی موجود ہے "لِمعرفتهن بالعفّة فلا یتعرض لهن" (المراغی: ج ۲ ص ۳۰۱)۔ سو اسلام کی مقدس تعلیمات خاتونِ اسلام کی عزت و عظمت میں اضافے کا باعث اور اس کو دارین کی سعادت سے سرخروئی سے بہرہ ور و ہمکنار کرنے کا ذریعہ ہیں۔ پس اس قرینے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا تعلق گھر سے باہر نکلنے کی صورت سے ہے جبکہ سورۂ نور والے ارشاد کا تعلق اندرونِ خانہ سے ہے۔ جیسا کہ ابھی گزرا۔ اور شرفائے عرب کی خواتین جب کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر نکلا کرتی تھیں تو اس وقت وہ ایسی چادریں اپنے اوپر لے لیا کرتی تھیں۔

۱۲۷ **اَشرار و منافقین کو آخری اور کھلی تنبیہ:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر باز نہ آئے یہ منافق اور وہ لوگ جنکے دلوں کے اندر روگ ہے تو ہم آپ کو ان پر ایسا مسلط کر دیں گے کہ اس کے بعد یہ لوگ آپ کے ساتھ مدینے میں نہیں رہ سکیں گے مگر بہت تھوڑا"۔ اور مرض سے یہاں پر مراد زنا اور بدکاری کا مرض ہے جو کہ معاشرے کے امن و استقرار کو تباہ کر دینے والا مرض اور خطرناک روگ ہے۔ "وهم الزناة"۔ (المراغی، الصفوۃ، ابن کثیر)۔ اَهْلُ الرَّيْبِ الَّذِيْنَ غَلَبَتْهُمْ شَهْوَاتُهُمْ وَرَكَنُوْا اِلَى الْخَلَاعَةِ والفجور۔ (جامع البیان)۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ زنا کاری اور شہوت پرستی دلوں کا روگ اور فتنہ و فساد کی جڑ بنیاد ہے والعیاذ باللہ۔ اور جب دل روگی اور مریض ہو گیا تو باقی کیا رہ گیا کہ سلطنتِ جسم کا حاکم و بادشاہ تو دل ہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور بعض اہلِ علم کے نزدیک مرض سے یہاں پر مراد حسد، کینہ اور بغض و عناد کا مرض ہے۔ سو منافقین کا یہ گروہ صرف نفاق اور ضعفِ عزم و ارادہ ہی کا مریض نہیں تھا بلکہ ان لوگوں کو پیغمبر اور اسلام اور مسلمانوں پر سخت حسد بھی تھا۔ مگر اپنی معروف بزدلی کے باعث یہ لوگ دوسرے کفار کی طرح کھلم کھلا مخالفت کرنے کی بجائے مسلمانوں کے اندر گھس کر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ مرض کے لفظ کا عموم بہر کیف ان سب ہی معانی و مفاہیم کو عام اور ان کو شامل ہے والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین و یا ارحم الراحمین،

۱۲۸ **افواہ طرازوں کو بھی تنبیہ:** سو منافقوں اور دل کے روگیوں کے ساتھ ساتھ افواہ طرازوں کا بھی اس تنبیہ میں ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا "اور ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے بھی"۔ یعنی وہ لوگ جو مسلمانوں کو پریشان کرنے، ان میں افراتفری پھیلانے اور ان کے عزائم کو پست کرنے اور حوصلے توڑنے کے لئے طرح طرح کی افواہیں گھڑتے، اڑاتے، اور جھوٹی خبریں پھیلاتے رہتے ہیں۔ اور یہ لفظ "رجفۃ" سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ "زلزلہ" کے ہیں۔ چونکہ ایسی خبریں بے بنیاد ہوتی ہیں اور وہ لوگوں کے درمیان اضطراب اور بے چینی پیدا کرتی ہیں اس لئے ان کو "اَرَاجِیف" کہا گیا ہے۔ اَیْ الذین ینشرون الأراجیف والاکاذیب لِبَلْبَلَة الافكارِ وَخَلْخَلَةِ الصُّفُوْفِ وَ نَشْرِ اَخْبَارِ السُّوْءِ۔ (صفوہ، مدارک، محاسن، ابن کثیر، اور مراغی وغیرہ)۔ سو اس سے افواہیں پھیلانے کی خطورت و سنگینی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے صحیح حدیث میں ہر سنی سنائی بات کو آگے چلانے اور پھیلانے سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔ بہر کیف اس سے ایسے اَشرار و منافقین کو خبردار فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو آئندہ انکے بارے میں مسامحت اور چشم پوشی کا وہ رویہ جو اب تک رہا ہے یکسر بدل دیا جائے گا۔ اور آپ کو اے پیغمبرؐ! ہر قدم پر انکے تعاقب اور محاسبے کا حکم دے دیں گے۔ پھر ان کو اس شہر میں بہت کم رہنا نصیب ہو گا۔ اور اسکے بعد یہ لوگ جتنا بھی جییں گے ملعون ہو کر جییں گے۔ ہر قدم اور ہر موقع پر ان کو پکڑا جائے گا اور انکو عبرتناک طریقوں سے قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ بعد میں ان منافقوں کو ایسے ہی حشر سے دوچار ہونا پڑا۔ سو کفر و نفاق محرومیوں کی محرومی ہے والعیاذ باللہ العظیم اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

منافقین ۱۲ عند المتأخرین

لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿۶۰﴾

بازنہ آئے اپنی ان حرکتوں سے،) تو ہم آپ کو ان پر ایسی سختی سے مسلط کردیں گے کہ پھر یہ لوگ آپ کے ساتھ مدینہ میں رہنے بھی

مَّلْعُونِينَ ۛ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ﴿۶۱﴾

نہ پائیں گے مگر بہت کم، ﴿۶۰﴾ اور وہ بھی ایسے پھٹکارے ہوئے کہ (مدت مہلت ختم ہونے پر) جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ

گے، اور چن چن کر قتل کیے جائیں گے، ﴿۶۱﴾ جیسا کہ اللہ کا دستور رہا ہے ان لوگوں میں جو گزر چکے ہیں اس سے پہلے اور تم اللہ کے دستور میں،

ع ۲ الربع

اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿۶۲﴾ يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا

ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے، ف۱۲۹ ﴿۶۲﴾ یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں (قیامت کی) اس گھڑی کے بارے میں، ف۱۳۰ تو کہو

عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ

کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے ف۱۳۱ اور تمہیں کیا پتہ کہ قریب ہی آ لگی ہو وہ گھڑی ف۱۳۲ ﴿۶۳﴾

قَرِيبًا ﴿۶۳﴾ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ﴿۶۴﴾

بے شک اللہ نے لعنت فرمادی کافروں پر اور اس نے تیار کر رکھی ہے ان کے لئے ایک بڑی (ہی ہولناک اور دہکتی) بھڑکتی آگ ﴿۶۴﴾

۱۲۹ اللہ تعالیٰ کی سنت ناقابلِ تبدیل: - سو اس واضح فرمادیا گیا کہ اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور تم اللہ کی سنت اور اسکے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے''۔ یعنی اس طرح کے فسادی لوگوں کو سزا دینا اللہ پاک کا پرانا دستور اور قدیم سنت ہے۔ اور اللہ کی سنت اور اس کا طریقہ سب کے ساتھ ایک ہی ہوتا ہے اور ایک ہی رہتا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی - اَیْ سُنَّةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ مَنْ اَرْجَفَ بِالْاَنْبِیَاءِ وَاَظْهَرَ نِفَاقَهٗ اَنْ یُّؤْخَذَ وَیُقْتَلَ - (قرطبی، مراغی، ابنِ کثیر وغیرہ)۔ سو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے والے جو کفار و منافقین گزر چکے ہیں، انکے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے یہی معاملہ فرمایا۔ تو یہی معاملہ وہ تمہارے ساتھ بھی کرے گا کہ اس کا دستور اور معاملہ سب کیلئے ایک اور یکساں ہے۔ اور اللہ کی سنت میں تم کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ اور وہ جیسی پہلوں کے ساتھ رہی، آئندہ بھی ایسے ہی رہے گی - سبحانہ وتعالیٰ - پس تم لوگوں پر لازم آتا ہے کہ اپنے احوال کی اصلاح کرو۔

۱۳۰ قیامت ایک اٹل حقیقت: - سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ کوئی مانے نہ مانے قیامت بہرحال ایک اٹل حقیقت ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''پوچھتے ہیں یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں''۔ اس سوال سے مقصود ان کا

واقعۃً پوچھنا اور جاننا نہیں تھا بلکہ اس سے ان لوگوں کا مقصود استعجاب و استبعاد اور وقوعِ قیامت کی حقیقت کبریٰ کی تکذیب اور اس کا استہزا اور مذاق اڑانا تھا والعیاذ باللہ سو یہ لوگ مذاق اور استہزاء کے طور پر کہتے تھے کہ آخر قیامت آتی کیوں نہیں۔ کب سے اسکے بارے میں سنتے چلے آرہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بہرکیف اشرار و مفسدین کو جب قیامت کے بارے میں ڈرایا اور خبردار کیا جاتا، تو وہ اس کا مذاق اڑاتے کہ ہم نہ جانے کب سے اس طرح کے ڈراوے سن رہے ہیں، لیکن قیامت نہ اب تک آئی اور نہ ہی اس نے کبھی آنا ہے، بلکہ یہ محض ایک دھونس اور دھمکی ہے۔ جس سے ہم ڈرنے والے نہیں وغیرہ۔ سو عقل کے ایسے اندھوں کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ محض ایک دھونس و دھمکی نہیں بلکہ یہ کائنات کی ایک اٹل حقیقت ہے۔ اور محض اس بنا پر اس کا انکار کرنا کہ اس کا صحیح وقت نہیں بتایا جا سکتا نری حماقت ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین ماریب العالمین،

۱۳۱ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ اسکا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے"۔ کلمہ حصر "اِنَّمَا" کے ساتھ فرمایا گیا کہ قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جان سکتا۔ کسی نبی ولی یا فرشتہ کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اللہ کے سوا کسی اور کو عالمِ غیب جاننا اور ماننا اس طرح کی صریح نصوص کی مخالفت اور ان کے معارضے کے زمرے میں آئے گا جو کہ بڑا ہی سنگین جرم اور انتہائی ہولناک امر ہے والعیاذ باللہ العظیم اور حق اور حقیقت بہرحال یہی ہے کہ علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے۔ اور عالمِ غیب صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ بہرکیف قیامت کے وقوع اور اس کے علم کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ جہاں تک قیامت کے آنے اور اس کے وقوع کے علم کا تعلق ہے تو اللہ کے سوا اور کسی کو اس کا پتہ نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ مجھے بھی اس کے وقوع کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ البتہ یہ بات قطعی ہے کہ وہ کائنات کی ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس نے اپنے وقتِ مقرر پر بہرحال آکر اور واقع ہو کر رہنا ہے۔ سو محض اس بنا پر اس کا انکار کرنا کہ اس کا وقت اللہ کے سوا کسی کے علم میں نہیں محض ایک حماقت اور سخت خسارے کا سودا ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا بکل حال من الاحوال

۱۳۲ قیامت کے ظہور میں اب زیادہ دیر نہیں: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تمہیں کیا پتہ کہ شاید قریب ہی آ لگی ہو وہ گھڑی جس کا تم لوگ اس طرح مذاق اڑا رہے ہو"۔ پس تم لوگ اس کا وقت پوچھنے کی بجائے اس کے لیے تیاری کرو اور ہر وقت اس کا دھیان رکھو قبل اس سے کہ حیاتِ مستعار اور عمرِ رواں کی یہ فرصتِ محدود تمہارے ہاتھ سے نکل جائے کہ پھر اس کے ملنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ اور ہر شخص کی انفرادی قیامت تو اس کی اپنی موت ہے جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب کہاں اور کیسے پہنچ جائے۔ جیسا کہ فرمایا گیا "مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ" لہذا بے مقصد سوالات پوچھنے کی بجائے آخرت کے لئے کمائی اور سعی و عمل کی ضرورت ہے وباللہ التوفیق سو اس ارشاد میں پیغمبر کیلئے تسلی اور قیامت کا مذاق اڑانے والوں کیلئے سخت اِنذار اور تنبیہ ہے والعیاذ باللہ اور یہ اسلوبِ بیان کسی چیز کی عظمت، اہمیت اور اسکی ہولناکی کو بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے اور اس میں مخالفین کے طنز و استہزاء کا جواب اور اس پر رد بھی ہے کہ تم لوگ اس لاپرواہی سے اس کا مذاق اڑا رہے ہو۔ تمہیں کیا پتہ کہ وہ شاید قریب ہی آ لگی ہو اور آخری پیغمبر کی بعثت و تشریف آوری کے بعد اب آخری مرحلہ وقوعِ قیامت ہی کا رہ گیا ہے۔ لہذا اس کو دور نہ سمجھا جائے،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ

اس میں ان کو ہمیشہ ہمیش رہنا ہوگا، اور یہ اپنے لئے نہ کوئی حمایتی پا سکیں گے نہ مددگار، ﴿۶۵﴾ جس روز

تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ

الٹ پلٹ کیا جائے گا ان کے چہروں کو (دوزخ کی دہکتی بھڑکتی) ۱۳۳ ﴿۶۶﴾ اس آگ میں (اس وقت یہ انتہائی حسرت سے) کہیں گے، کہ اے

وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا

کاش کہ ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور اس کے رسول کا ۱۳۴ اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم تو اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے

وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ

کہنے پر چلتے رہے، تو ان لوگوں نے (اپنی اغراض واہواء کی خاطر) ہمیں بہکا دیا سیدھی راہ سے ۱۳۵ ﴿۶۷﴾ اے ہمارے رب ان کو دوہرا

۱۳۳ دوزخ کی ہولناکی کا ایک نہایت ہی لرزہ خیز منظر: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جس دن الٹ پلٹ کیا جائے گا ان کے چہروں کو دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ میں''۔ جس طرح کہ گوشت کو آگ پر پکایا اور بھونا جاتا ہے یا ہنڈیا کے اندر کھولتے پانی میں اس کو پکایا جاتا ہے ''كَاللَّحْمِ يُشْوٰى فِى النَّارِ اَوْ يُطْبَخُ فِى القِدرِ فيدُوْر به الغليان من جهة الى أخرى'' (المراغی، الصفوۃ، ابن کثیر، الجامع وغیرہ) والعیاذ باللہ العظیم سو یہ ہولناک انجام ہونے والا ہے ان لوگوں کا جنہوں نے اپنے کبر وغرور کے نشہ باطل میں نورِ حق وہدایت سے اِعراض وإنکار کیا اور اس سے منہ موڑا ہوگا والعیاذ باللہ العظیم سو اس ہولناک دن کو یاد کر کے اس سے بچنے کی فکر وکوشش کرو قبل اس سے کہ عمر رواں کی یہ فرصتِ محدود تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے کہ اس نے دوبارہ کبھی نہیں ملنا - سو عقلِ سلیم اور نقل صحیح دونوں کا تقاضا ہے کہ اپنی اس دنیاوی زندگی کا اصل مقصد ونصب العین کسبِ آخرت ہی کو بنایا جائے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید لما یحبّ ویرید

۱۳۴ قیامت کے روز منکرین کی یاس وحسرت کا ایک منظر: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اس وقت ایسے لوگ کہیں گے کہ کاش ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ اور اسکے رسول کا''۔ مگر بے وقت کے اس پچھتاوے سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے یاس وحسرت میں اضافہ کے۔ جیسا کہ سورۂ فرقان میں فرمایا گیا - ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا﴾ - (الفرقان: ۲۷) ''اور جس روز ظالم انسان اپنے ہاتھ کاٹ کر کھائے گا اور حسرت وافسوس سے کہے گا اے کاش میں نے رسول کے ساتھ راستہ اپنایا ہوتا''۔ سو جو لوگ آج اس قدر لاپرواہی اور بے فکری سے قیامت کا مذاق اڑا رہے ہیں یہ اس روز نہایت حسرت اور افسوس کے ساتھ اور چیخ چیخ کر کہہ رہے ہونگے کہ کاش کہ ہم نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی ہوتی اور ان کا کہا مانا ہوتا۔ تو آج ہمیں اس انجام سے دوچار

نہ ہونا پڑتا۔ کاش کہ ہم نے اپنے بڑوں اور اپنے لیڈروں کے چکمے میں آ کر اپنے لیے یہ شامت نہ بلائی ہوتی مگر بے وقت کے اس پچھتاوے سے اس روز ان کو کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہوگا سوائے ان کی آتش یاس وحسرت میں اضافے کے۔ والعیاذ باللہ العظیم من حسرۃ ذلک الیوم العظیم الرھیب وایاہ نرجو التوفیق بلا ستعداد لیوم الرحیل،

۱۳۵ **قیامت کے روز منکروں کے اپنے بڑوں پر الزام کا ذکر و بیان :-** سو اس سے منکروں کے اپنے بڑوں کے جرم اِضلال کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اس روز یہ کہیں گے کہ ہمیں بہکا اور بھٹکا دیا ہمارے بڑوں نے سیدھی راہ سے''۔ اور راہِ حق وصواب سے ہٹا کر اور بہکا کر انہوں نے ہمیں کفر وشرک اور معاصی وذنوب کی راہِ ہلاکت پر ڈال دیا۔ جس کے نتیجے میں آج ہمیں یہ روزِ بد دیکھنا پڑا۔ سو علمائے سوء پیرانِ باطل اور لیڈرانِ ضلالت کا طریقہ وطیرہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ وہ اپنی اَہواء واَغراض کی خاطر عام لوگوں کو راہِ حق وصواب سے ہٹانے اور محروم کرنے کے لئے طرح طرح کے طور طریقے اپناتے اور قسما قسم کے ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ اور جس کے مظاہر یہاں اور وہاں جگہ جگہ اور طرح طرح سے نظر آتے ہیں۔ ''اَیْ القادۃُ والاَشراف فِیْنا۔'' (صفوۃ: ج ۱۰ ص ۵۳۹) -''اَیْ اَئِمَّتَنَا فی الضَّلالَۃ وکبرائنا فی الشر والشرک وَالمراد بھم العلماء الذین لَقنُوھم الکفر والشرک- وعن قتادۃ رؤسائھم فی الشرّ والشّرک -'' (روح: ج ۲۲ ص ۹۳)۔ اہلِ بدعت کے بعض بڑوں نے یہاں پر لکھا ہے کہ اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کو اس میں داخل ماننا صریح بے دینی ہے۔ تو واضح رہے کہ جو لوگ صحیح معنوں میں اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین ہیں، خواہ وہ گزر چکے ہوں یا آج موجود ہوں، وہ نہ تو اس میں داخل ہیں اور نہ ہی انہیں کوئی اس میں داخل مانتا ہے کہ انہوں نے تو ہمیشہ دینِ حق ہی کی تبلیغ فرمائی اور دنیا کو توحید کی ہی دعوت دی جو کہ دینِ متین کی سب سے بڑی اساس وبنیاد اور اصل الاصول ہے۔ اور انہوں نے شرک وبدعت کی ہمیشہ تردید کی۔ آگے ان کے مرنے کے بعد ان کی قبروں اور مزاروں پر شرک وبدعت اور میلوں ٹھیلوں کے جو کاروبار چلائے گئے اور آج تک چلائے جا رہے ہیں تو ان کا اس میں نہ کوئی قصور ہے نہ دخل۔ پس وہ تو اس سے بہرحال پاک اور بری ہیں لیکن اس کے برعکس وہ علمائے سوء اور پیرانِ باطل جنہوں نے اپنی اَہواء واَغراض کی خاطر عوام الناس اور سادہ لوح لوگوں کو دینِ متین کی تعلیماتِ مقدسہ کے خلاف چلایا اور ان کو حق اور اہلِ حق کے خلاف اٹھایا بھڑکایا تو وہ یقیناً اس میں داخل اور اس کا اصل مصداق ہیں۔ جیسا کہ جمہور مفسرینِ کرام اور ثقہ اہلِ علم نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور ان کی ان تصریحات کے کچھ نمونے ابھی اوپر اسی حاشیے میں بھی گزر چکے ہیں۔ والعیاذُ باللّٰہِ العظیم- عَلَیْہِ نَتوَکَّلُ وبِہٖ نَسْتَعِیْن- بہرکیف ایسے ہی غلط کار اور گمراہ کن علماء اور پیر اسکے مصداق ہیں اور انہی پر '' سادتنا '' اور '' کبراءنا '' کے اَلفاظ چسپاں ہوتے ہیں۔ اور انہی کے بارے میں حضراتِ مفسرینِ کرام کہتے ہیں۔''قال طاؤس سادتنا یعنی الاشراف وکبراءنا یعنی العلماء'' ورواہ ابن ابی حاتم ای اتبعنا السادۃ وھم الامراء والکبراء من المشیخۃ - (ابنِ کثیر، جامع البیان، المراغی)۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا اکرم الاکرمین

مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾ ع يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

عذاب دے ۱۳۶ اور ان پر لعنت فرما بہت بڑی لعنت، ﴿٦٨﴾ اے وہ لوگو جو

آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ

ایمان لائے ہو کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہیں ہو جانا، جنہوں نے ایذا (وتکلیف) پہنچائی موسیٰ کو ۱۳۷ پھر اللہ نے ان کو بری فرما دیا

۱۳۶ گمراہ کن لیڈروں کے لیے دوہرے عذاب کا مطالبہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت ایسے گمراہ پیروکار اپنے ان گمراہ کن لیڈروں کے بارے میں کہیں گے اے ہمارے رب انکو دوہرا عذاب دے"۔ ایک عذاب انکو خود گمراہ ہونے کا اور ایک دوسروں کو گمراہ کرنے کا۔ "مِثْلًا عَلٰى ضَلَالِهِم وَ مِثْلًا عَلٰي اِضْلَالِهِم"۔ (المراغی وغیرہ)۔ "سو وہ کہیں گے کہ ان بڑوں کو ہمارے عذاب کے مقابلے میں دوہرا عذاب دیا جائے۔ ایک گمراہ ہونے کا دوسرا گمراہ کرنے کا"۔ "سادۃ"، "سید" کی جمع ہے جسکے معنیٰ "سردار" کے آتے ہیں اور "کبرا" جمع ہے "کبیر" کی جسکے معنیٰ بڑے کے آتے ہیں۔ سو ان سے مراد ان کی قوم قبیلہ کے وہ بڑے لوگ ہیں جن کے کہنے پر یہ لوگ چلا کرتے تھے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ "سادۃ" سے مراد انکے اشراف اور سردار ہیں۔ "کبراء" سے مراد انکے علماء ومشائخ ہیں۔ (ابن کثیر وغیرہ)۔ سو جو بھی لوگ اپنے ماتحتوں اور اپنے پیروکاروں کو راہِ حق وہدایت سے روکتے ہیں وہ سب اسکے عموم میں داخل ہیں والعیاذ باللہ العظیم سو اپنے بڑوں اور اپنے خاندانی اور مذہبی پیشواؤں کی آنکھیں بند کر کے اطاعت اور پیروی نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ حق وصواب کی حدود کے اندر انکی اطاعت کی جائے اور انکی بات مانی جائے۔ کیونکہ مطلق اور غیر مشروط اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے۔ کہ وہاں کسی خطاء وتقصیر کا کوئی خدشہ وامکان نہیں، باقی ہر کسی کی اطاعت مشروط ہے۔

۱۳۷ ایمان والوں کو آدابِ پیغمبرؑ کے بارے میں خاص ہدایت: سو اس سے ایمان والوں کو اپنے پیغمبر کی ایذا رسانی سے پرہیز واجتناب کی تنبیہ وتذکیر فرمائی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور اہلِ ایمان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ "ایمان والو! کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہیں ہو جانا جنہوں نے حضرتِ موسیٰ کو ایذا پہنچائی تھی"۔ کہ تم بھی اپنے پیغمبر کو اسی طرح ستانے لگو جس طرح کہ حضرتِ موسیٰ کی امت نے ان کو ستایا۔ اور اس طرح تم بھی انہی کی طرح اپنی تباہی کا سامان کر لو والعیاذ باللہ روایات میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ایک شخص نے اعتراض کیا کہ یہ تقسیم صحیح نہیں۔ اس میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ تو اس پر آپؐ نے فرمایا۔ "رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰى لَقَدْ اُوْذِيَ اَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ"۔ "اللہ کی رحمتیں ہوں حضرتِ موسیٰ پر کہ ان کو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر ہی سے کام لیا"۔ سو یہاں سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ جب اللہ کی ایسی پاکیزہ اور مقدس ہستیاں بھی لوگوں کے طعن وتشنیع اور اعتراضات سے نہیں بچ سکیں تو پھر اور کون ہے جو اس سے بچ سکے؟ پس اس کی کوشش اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ سب لوگ مجھے اچھا کہیں کہ ایسا نہ کبھی ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ کوشش اس امر کی ہو کہ میرا اپنا راستہ صحیح اور میرا اپنا عمل درست ہو۔ اور یہ کہ میرا معاملہ میرے خالق ومالک سے ہمیشہ درست رہے۔ اس کے بعد کوئی اچھا کہے یا برا اس کی پروا نہیں ہونی چاہیئے۔ وباللہ التوفیق۔

مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ ۝۶۹ يٰۤاَيُّهَا

ان تمام باتوں سے جوان لوگوں نے (ان کے خلاف) بنائی تھیں ف۱۳۸ اور موسیٰ تو اللہ کے یہاں بڑی آبرو والے تھے ف۱۳۹ ۝۶۹

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۷۰

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، ڈرتے رہا کرو تم اللہ سے، اور بات ہمیشہ ٹھیک کیا کرو، ف۱۴۰ ۝۷۰

۱۳۸ قومِ موسیٰ کی بدبختی کے ایک نمونے کا ذکر و بیان :- سو قومِ موسیٰ کی طرف سے حضرتِ موسیٰ کی ایذا رسانی اور اللہ کی طرف سے انکی براءت کے انتظام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ نے بری فرما دیا انکو لوگوں کی سب باتوں سے"۔ حضرتِ موسیٰ کو ان کی قوم کی طرف سے طرح طرح سے ستایا گیا۔ "ساحر"، "مجنون" اور "کذاب" وغیرہ کے ان عمومی مطاعن کے علاوہ جن سے سب ہی انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو واسطہ پڑا۔ آپ پر ایک فاحشہ عورت کے ذریعے بھرے مجمع میں تہمت لگوائی گئی۔ آپ پر اپنے بھائی حضرتِ ہارون کو قتل کرنے تک کا اِلزام لگایا گیا۔ اور اس ناشکری اور بے انصاف قوم کو جب بھی کوئی آزمائش پیش آئی تو انہوں نے حضرتِ موسیٰ ہی کو مطعون کیا اور ہر بات کا اِلزام آپ ہی پر رکھا۔ چنانچہ مصر سے نکل کر جب یہ لوگ سمندر کے کنارے پہنچے اور پیچھے سے فرعون بھی اپنے لشکروں سمیت ان کے تعاقب میں وہاں پہنچ گیا تو یہ چیخ پڑے کہ موسیٰ نے ہمیں کہاں مروا دیا۔ اور سب کو اکٹھا کر کے اس طرح موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ پھر جب فرعون اپنے لشکر سمیت ان کے سامنے غرقاب ہوا تو حضرتِ موسیٰ کے ہاتھ پر اتنے بڑے معجزے کے ظاہر ہونے کے باوجود اپنی اس بدتمیزی پر کسی افسوس اور معذرت کرنے کی بجائے سمندر سے پار ہو کر صحرائے سینا میں پہنچنے پر انہوں نے کہا کہ موسیٰ کیا مصر میں ہمارے دفن کے لئے قبروں کی جگہ نہیں تھی جو تم نے ہمیں یہاں لا کر اس لق و دق صحرا میں اس طرح مروا دیا؟ پھر حضرتِ موسیٰ کی دعا و درخواست پر ان کے لیے قدرت کی طرف سے بادلوں کے سایوں اور پانی کے لئے بارہ چشموں کے پھوٹ نکلنے جیسے کھلے معجزات کو دیکھ لینے کے باوجود جب حضرتِ موسیٰ تورات لینے کوہِ طور پر گئے تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص ہمیں اس صحرا میں چھوڑ کر پتہ نہیں کہاں گم ہو گیا۔ تو انہوں نے اپنے زیوارت کا سامری سے ایک بچھڑا بنوایا اور اسکو خدا مان کر اسکی پوجا شروع کر دی۔ پھر جب ان کو من و سلویٰ جیسی قدرتی نعمتوں سے نوازا گیا تو انہوں نے کہا کہ ایک ہی طرح کا کھانا کھاتے کھاتے ہم لوگ تنگ آ گئے ہیں۔ اور اس سے ہمارے جسم سوکھ گئے ہیں۔ ہمیں وہی مصر والی ساگ، سبزی، کھیرے، ککڑی اور دال روٹی جیسی چیزیں چاہئیں۔ پھر جب حضرتِ موسیٰ نے ان سے کہا کہ تم جہاد کے لئے نکلو تا کہ عمالقہ سے اپنی سرزمین کو آزاد کرا سکو تو انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ وہ بڑے سخت اور طاقتور لوگ ہیں۔ اس لئے ہم تو وہاں نہیں جا سکتے بلکہ یہیں بیٹھے رہیں گے۔ تم خود اور تمہارا رب جا کر ان کے ساتھ لڑو وغیرہ وغیرہ۔ اسکے علاوہ انہوں نے حضرتِ موسیٰ پر جسمانی عیبوں کی تہمت لگا کر آپکو بدنام کیا۔ جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہے۔ مگر اللہ پاک نے اس قسم کے تمام مواقع پر خرقِ عادت کے طور پر آپ کی براءت کا انتظام فرمایا اور حضرتِ موسیٰ کو

ہر موقع پر سرخرو کرنے کا انتظام فرمایا۔ قرآنِ پاک نے چونکہ ان مواقع میں سے کسی کی تعیین وتصریح نہیں فرمائی اس لئے " اَبْھِمُوْا مَا اَبْھَمَهُ الْقُرْآنُ " کے اصول کے مطابق ہمیں اس کی تعیین وتخصیص پر زور لگانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اسکو اپنے ظاہر اور عموم ہی پر رکھا جائے۔ اور اس طرح یہ سب ہی صورتیں اس ایذا رسانی میں داخل ہیں " ولم یعین لنا الکتاب الکریم ما قالوا فی موسیٰ فمن الخیر أن لا نعینه حتیٰ لا یکون ذاک رجما بالغیب " (المراغی، القرطبی، الکبیر، المحاسن للقاسمیؒ وغیرہ)۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر ثابت قدم رکھے۔ آمین

۱۳۹ وجاہتِ موسوی کا ذکر وبیان: - سو اس سے حضرتِ موسیٰ کی اللہ تعالیٰ کے یہاں وجاہت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا " اور موسیٰ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑے ہی وجیہ اور آبرومند تھے "۔ اور نہ صرف یہ کہ آپؑ نبی ورسول تھے اور بس۔ بلکہ اولوا العزم رسول تھے۔ اور جو دعا آپ اللہ سے مانگتے تھے وہ پوری ہوتی تھی۔ (ابنِ کثیر وغیرہ) اور یہ آپ کی بیمثال وجاہت ہی تھی کہ آپؑ نے تنِ تنہا اپنے عصا یعنی عصائے موسوی کے سہارے فرعون جیسے بڑے کافر کو للکارا۔ ڈنکے کی چوٹ اس کے سامنے کلمہ حق بلند کیا اور بالآخر وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت غرقِ قلزم ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں آپؑ کی وجاہت کا ایک اور پہلو یہ تھا کہ آپؑ کی دعا ودرخواست سے حضرتِ ہارونؑ کو منصبِ نبوت سے سرفرازی نصیب ہوئی۔ جس کی دوسری کوئی مثال نہیں ملتی۔ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد۔ سو اللہ پاک نے حضرتِ موسیٰ کو معاندین ومنکرین کی ہر تہمت سے بری فرمایا اور اس طور پر کہ ہر تہمت کے مقابلے میں آپؑ کی صداقت وسچائی اور نیک نیتی وراست بازی پہلے سے بھی زیادہ نکھر کر سامنے آئی۔ آپؑ کی صداقت وحقانیت مزید آشکارا ہوئی اور آپؑ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑے باوقار، آبرومند اور سرخرو ٹھہرے۔ اور آپؑ کی وجاہت دنیا میں بھی چمکی اور آخرت میں بھی روشن ہوگئی۔ سو اس میں بالواسطہ طور پر حضورؐ کیلئے بڑی بشارت اور خوشخبری ہے۔ اور آپؐ کے توسط سے آپکی امت کے ہر داعیِ حق کیلئے یہ بشارت بھی ہے اور درس بھی کہ جتنا کسی کا معاملہ اپنے خالق ومالک کے ساتھ صحیح اور مستحکم ومضبوط ہوگا اتنا ہی وہ کامیاب اور سرخرو ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اسکی پشت پر رہے گی اور جب اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے سرفرازی نصیب ہوجائے تو پھر اور کیا چاہیے؟ - وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید، بکُلِّ حالٍ مِنَ الاحوال، وھو الھادی الی سواءِ السبیل،

۱۴۰ تقویٰ اور قولِ سدید کو اپنانے کی ہدایت: - سو اس سے ایمان والوں کو تقویٰ اور قولِ سدید کو اپنانے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ سو ایمان والوں کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا گیا کہ " ایمان والو، ڈرتے رہا کرو تم اللہ سے اور بات کہا کرو درست "۔ یعنی ایسی بات جو کہ حق وصداقت اور عدل وانصاف پر مبنی ہو - " قولا قاصدا غیر جائر، حقا غیر باطل " - (المراغی، الصفوۃ، ابنِ کثیر وغیرہ)۔ سو ایذائے رسول کی یہودی روش سے احتراز واجتناب کی تعلیم وتلقین کے بعد اب یہ اس صحیح روش کو اپنانے اور اختیار کرنے کی تعلیم وتلقین فرمائی جارہی ہے جو اللہ اور اسکے رسولؐ پر ایمان کا تقاضا ہے۔ جس میں سب سے پہلے اس بات کی ہدایت فرمائی گئی کہ اللہ سے ڈرو اور ہر اس بات سے بچو جو اس وحدہ لاشریک کی ناراضگی کا باعث بنے والعیاذ باللہ پس تم لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا پہنچانے والے نہ بنو۔ اور بات وہ کہو جو ایمان کا تقاضا اور حق کے مطابق ہو - وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید، بکل حالٍ مِن الاحوال

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط

(اس کے صلے میں) اللہ درست فرما دے گا تمہارے اعمال کو، اور بخشش فرما دے گا تمہارے گناہوں کی، ۱۴۱

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

اور جس نے اطاعت (وفرمانبرداری) کی اللہ کی، اور اس کے رسول کی تو وہ یقیناً سرفراز ہو گیا بہت بڑی کامیابی سے، ۱۴۲ ﴿۷۱﴾

۱۴۱ تقویٰ و پرہیزگاری کے اہم صلہ وثمرہ کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس کے نتیجے میں اللہ درست فرما دے گا تمہارے اعمال کو اور بخش دے گا تمہارے گناہوں کو"۔ کہ گزشتہ گناہ معاف فرما دے گا۔ آئندہ کے لئے تمہاری حفاظت فرمائے گا اور صدورِ گناہ کی صورت میں توبہ کی توفیق عطا فرما دے گا۔ (ابن کثیر وغیرہ)۔ سو یہ تقویٰ اور اس قولِ سدید کا نتیجہ اور ثمرہ بیان فرمایا گیا ہے جس کا یہاں حکم وارشاد فرمایا گیا ہے۔ سو اس طرح قول وفعل کے توافق سے تمہاری کل سیدھی ہو جائے گی اور تمہارا ہر قدم صحیح سمت کی طرف اٹھتا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی خاص عنایات سے نوازتا ہے۔ سو ایسی صورت میں اگر تم سے کوئی غلطی بھی صادر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ اللہ ان لوگوں کو نفس وشیطان کے حوالے نہیں کرتا جو سیدھی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں بلکہ صدقِ نیت اور صحتِ روش کی صورت میں وہ ان کو اپنی خاص عنایات سے نوازتا ہے کہ اس کی تو شان ہی نوازنا اور کرم فرمانا ہے۔ اور ہر حال میں اور ہر موقع پر نوازنا اور کرم فرمانا سبحانہ وتعالیٰ اللہ تعالیٰ ہم کمزوروں کو ہمیشہ اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۴۲ اطاعتِ خداوندی باعثِ سرفرازی: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت باعثِ سرفرازی ہے۔ سو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا نتیجہ وغیرہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ فرمایا گیا "اور جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اسکے رسول کی تو یقیناً وہ سرفراز ہو گیا بہت بڑی کامیابی سے"۔ سو معلوم ہوا کہ اصل اور حقیقی کامیابی اسی کی ہے جس کو اللہ پاک اور اس کے رسولِ کریم کی اطاعت کی سعادت و توفیق نصیب ہو گئی۔ فَنَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا التَّوْفِيْقَ لِذَالِكَ فانک انت الذی بیدہ الخیر کلہ۔ سو اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری ایسی عظیم الشان سعادت اور فوز وفلاح کی شہ کلید ہے جس میں کسی خسارے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ بلکہ یہ ابدی بادشاہی سے سرفرازی کا سامان ہے۔ سو جس نے بازی جیتنی ہو وہ جیت لے۔ اور یہی ہے کرنے کا کام۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سراسر بندے ہی کا بھلا اور فائدہ ہے۔ دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی جہاں میں بھی۔ نیز اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول کے کسی حکم وارشاد میں کسی غلطی اور قصور کا کوئی خدشہ اور امکان نہیں۔ جبکہ اللہ اور اس کے رسول کے سوا ہر کسی کے حکم اور اس کی بات میں غلطی اور قصور کا خدشہ وامکان بہرحال موجود رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مطلق اور غیر مشروط ہے جبکہ ان کے سوا ہر کسی کی اطاعت مشروط ہے، کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے کسی حکم کے خلاف نہ ہو۔ اگر ان کی کوئی بات اللہ اور اس کے رسول کے کسی حکم کے خلاف ہو گی تو اسکی اطاعت جائز نہیں۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

بے شک ہم نے پیش کیا (اپنی) اس امانت کو ۱۴۳ آسمانوں، زمین، اور

الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا

پہاڑوں پر، تو انہوں نے انکار کر دیا اس کے اٹھانے سے، اور وہ ڈر گئے اس (کی ذمہ داریوں کو نبھانے) سے ۱۴۴

۱۴۳ اصل مطلوب اطاعتِ اختیاری ہے:- سو اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت بالاختیار کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے کہ بندے سے اصل مطلوب اطاعتِ اختیاری ہی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہم نے پیش کیا اس امانت کو یعنی اطاعت بالاختیار کی امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر، مگر انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا"۔ یعنی ارادۂ واختیار کی آزادی اور فطرتِ سلیمہ کی وہ امانت جس پر تمام تکالیفِ شرعیہ کا دار و مدار ہے۔ اور جس سے اس پوری کائنات میں صرف حضرتِ انسان ہی کو مشرف فرمایا گیا ہے۔ اور اسی پر اس کے ثواب وعقاب کا دار و مدار ہے۔ ورنہ باقی تمام کائنات کی ہر چیز ہر وقت اللہ کی بندگی اور اسکی اطاعت میں مصروف ہونے کے باوجود نہ کسی اجر وثواب کی مستحق ہے اور نہ کسی صلہ و بدلہ کی۔ کیونکہ اس کی یہ تمام عبادت وبندگی اپنی مرضی کی اور تشریعی نہیں بلکہ غیر اختیاری اور تکوینی ہے۔ جس میں اس کے کسی ارادۂ واختیار کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ اس کو تکوینی طور پر بنایا ہی اس طرح گیا ہے کہ یہ اپنا فریضہ انجام دیتی رہے۔ اور یہ طبعی طور پر اس کے حکم کی پابند ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ﴾۔ بخلاف حضرتِ انسان کے کہ یہ اگر اپنی فطرتِ سلیمہ کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے ارادۂ واختیار سے اللہ پاک کی عبادت وبندگی کو اپنائے گا اور اسکے اَحکام وفرائض کو ادا کریگا تو اس کے لئے جنت کی بے مثل اور سدا بہار نعمتیں ہوں گی۔ اور اگر اس نے اپنے اندر ودیعت فرمودہ فطرتِ سلیمہ کو ضائع کرتے ہوئے اپنے ارادۂ واختیار سے سرکشی اور معصیت ونافرمانی کا راستہ اپنایا والعیاذ باللہ تو اس کے لئے ہمیشہ کی ناکامی اور دوزخ کا دائمی عذاب ہے والعیاذ باللہ سو یہ اس امانت کی اصل اور اس کا خلاصہ ہے۔ چنانچہ روایات میں وارد ہے کہ جب آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر یہ امانت پیش کی گئی تو انہوں نے عرض کیا کہ اس امانت کے اٹھانے کا نتیجہ اور انجام کیا ہوگا تو ان کو جواب ملا کہ اگر تم نے اس کو نبھایا اور اس کا صحیح طور پر حق ادا کیا تو تم کو اجر وثواب اور جنت کی سدا بہار نعمتوں سے نوازا جائیگا۔ اور اگر اسکے برعکس کیا تو تمہیں سخت عذاب بھگتنا ہوگا تو اس پر ان سب نے اپنی معذوری اور کمزوری کا اِظہار واِقرار کرتے ہوئے اسکے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ (الوجیز حاشیہ جامع البیان، ابنِ کثیر وغیرہ)۔ سو یہ ہے امانت اور اسکی اصل اور مفسرینِ کرام سے اس موقع پر جو مختلف اقوال مروی و منقول ہیں وہ سب یا تو اسی پر متفرع ہیں یا اسی کی مختلف انواع ہیں۔ وكل هذه الاقوال لا تنافي بينها بل هي متفقة وراجعة الى انها التكليف و قبول الاوامر و النواهي۔ (ابنِ کثیر، قرطبی، روح، محاسن، جامع، صفوۃ البیان اور

معارف وغیرہ) وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، سبحانہ وتعالیٰ،

۱۶۴ **تحمّلِ امانت کا ذکر وبیان:**۔ سو اس سے آسمانوں اور زمین کی طرف سے تحمّلِ امانت سے اظہارِ معذوری کا ذکر وبیان فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر وہ اس سے ڈر گئے اور انہوں نے اسکے اٹھانے سے انکار کر دیا"۔ سو ان کا یہ انکار نافرمانی اور حکم عدولی کے طور پر نہیں تھا بلکہ اپنی کمزوری اور مجبوری کی بنا پر۔ اور اس عظمتِ شان اور مسئولیت وذمہ داری کے پیشِ نظر تھا۔ کیونکہ ان کو حکم نہیں فرمایا گیا تھا بلکہ اختیار دیا گیا تھا۔ سو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کی یہ تمام عظیم الشان مخلوق حملِ امانت کی اس عظیم الشان ذمہ داری سے ڈر گئی اور انہوں نے اسکے اٹھانے سے اپنی معذرت پیش کر دی کہ ہمیں اس بارِ گراں کے اٹھانے سے معاف رکھا جائے۔ خواہ انکی یہ معذرت زبانِ حال سے ہوئی ہو یا زبانِ قال سے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی زبانِ حال اور زبانِ قال دونوں کو سمجھتا ہے سبحانہ وتعالیٰ۔ اور قرآنِ پاک میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم لوگ اسکی تسبیح نہیں سمجھ سکتے۔ مگر اللہ تعالیٰ ہر چیز کی تسبیح کو سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس بارے ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا﴾۔ (بنی اسرائیل: ۴۴)۔ یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ ہر ذمہ داری کے تحمّل کے لیے ایک خاص درجے کی صلاحیت درکار ہوتی ہے۔ اگر وہ صلاحیت موجود نہ ہو تو اس کا تحمّل ممکن نہیں رہتا۔ اس کے لیے آپ زمین کی مثال ہی لے لیجئے کہ زمین کا ہر حصہ ہر چیز کی کاشت اور تخم ریزی کے لیے موزوں نہیں ہوتا۔ زرخیز زمین کا ایک معمولی سا ٹکڑا اس میں ڈالے گیے تخم کا امین بن جاتا ہے۔ وہ بیج کی اس امانت کو محفوظ رکھتا ہے اور صرف محفوظ ہی نہیں رکھتا بلکہ وہ اس کو مناسب نشو ونما سے فروغ دیتا اور پروان چڑھاتا ہے۔ اور ایک دانے کے عوض کتنے ہی دانے دیتا ہے۔ لیکن اگر وہی تخم ایک کھلے سمندر یا کسی چٹیل میدان یا کسی وسیع ریگستان میں ڈال دیا جائے تو وہ یقیناً ضائع ہو جائے گا۔ اسی طرح ایک اور حقیقت یہ بھی ہے کہ جس چیز کے اندر ایک چیز کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو وہ یقیناً اور لازماً اس کے قبول کرنے سے انکار کر دے گی۔ مثلاً ہماری آنکھ ایک خاص درجے تک روشنی کا تحمّل کر سکتی ہے۔ اگر روشنی کی مقدار اس سے بڑھ جائے تو نگاہ خیرہ ہو جائے گی۔ اسی طرح ہمارا جسم سردی اور گرمی کو ایک خاص حد تک برداشت کر سکتا ہے۔ اگر سردی یا گرمی اس خاص حد سے بڑھ جائے تو یقیناً ہمارا جسم اس کے قبول کرنے سے انکار بھی کرے گا اور اس سے ڈرے گا بھی۔ یا مثلاً ہمارے معدے میں ایک خاص طرح کی چیزوں کے قبول کرنے کی اہلیت وصلاحیت موجود ہے۔ اگر ہم اس کے خلاف کوئی دوسری چیز اس کے اندر ڈالنے کی کوشش کریں گے تو وہ چیز خواہ کتنی ہی قیمتی اور مفید کیوں نہ ہو معدہ اس کا متحمل نہیں ہو سکے گا۔ سو یہی حال آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کا اس امانت کے بارے میں سمجھا جائے کہ ان کے اندر اس کے اٹھانے کا ظرف نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ اس سے ڈر گئے۔ مگر انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ کہ وہی اس کا اہل ہے۔ والعیاذ باللہ جلّ وعلا

وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿۷۲﴾

مگر اس کو اٹھالیا اس انسان (ضعیف البنیان) نے، بے شک یہ بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے، ف۱۴۵ ﴿۷۲﴾

لِّيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ

تا کہ انجام کار اللہ عذاب دے منافق مردوں، اور منافق عورتوں کو، اور مشرک مردوں

وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ

اور مشرک عورتوں کو، ف۱۴۶ اور اپنی توجہ (اور عنایت) سے نوازے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو،

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۷۳﴾ ع ۹

اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا انتہائی مہربان ہے، ف۱۴۷ ﴿۷۳﴾

۱۴۵ تحمّلِ امانت انسانی شرف کی اصل بنیاد: سو جس امانت کو آسمان و زمین اور سمندر و پہاڑ نہیں اٹھا سکے اس کو اس انسان نے اٹھالیا بے شک یہ انسان بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی جاہل ہے۔ کہ اتنی بڑی ذمہ داری اٹھانے اور اس قدر شرف سے مشرف ہونے کے باوجود یہ اس کے تقاضوں سے غافل و بے خبر اور اس کے نتیجہ وانجام سے لاپرواہ و بے فکر ہے والعیاذ باللہ العظیم اور عمرِ رواں کی اس محدود و مختصر فرصت میں جو کہ برف کی ایک ڈلی کی طرح برابر پگھلی جارہی ہے یہ اپنے فرض کی ادائیگی اور اس عظیم الشان ذمہ داری کو پورا کرنے اور اس عہد کے نبھانے کے لئے وہ کوشش نہیں کرتا جو کہ اس کو کرنی چاہیئے تھی۔ اپنی شہوات اور خواہشات کے پیچھے لگ کر اور انہی کی تحصیل و تکمیل کو سب کچھ سمجھ کر اس نے اپنے مقصدِ حیات کو بھلا دیا۔ اور یہ اپنے نتیجہ وانجام سے غافل و بے فکر ہو گیا۔ والعیاذ باللہ۔ حیث حمل الامانۃ ثم لم یف بھا۔ (الکشاف، المراغی، القرطبی، المعارف وغیرہ)۔ اس امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کرنے کا جو قصہ یہاں پر بیان فرمایا گیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہو کہ اللہ پاک نے آسمان و زمین اور پہاڑوں میں ایسی قوت و صلاحیت رکھ دی ہو جس سے وہ اِدراک و احساس اور تخاطب و کلام کے قابل ہو گئے ہوں۔ اور اس طرح اللہ پاک نے اس امانت کو واقعۃً ان پر پیش فرما کر ان سے یہ پوچھا ہو۔ اور اللہ ایسے کر سکتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے کہ اس کی شان ہے۔ ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾۔ اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ﴿إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾۔ اور دوسرا احتمال اس میں یہ بھی موجود ہے اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تمثیل کے طور پر فرمایا گیا ہو۔ یعنی یہ کہ حملِ امانت کا یہ کام اتنا بڑا اور اس قدر عظیم الشان ہے کہ اس کے تحمل کے لئے آسمان و زمین کے ان عظیم الشان کروں پر بھی اگر اس کو پیش کیا جاتا اور ان سے اس بارے پوچھا جاتا اور ان فلک بوس پہاڑوں سے بھی اگر اس بارے رائے لی جاتی جو کہ اپنی صلابت اور استقامت میں ضرب المثل ہیں تو ان سب نے بھی اس کے تحمل سے انکار کر دینا تھا۔ اور اس سے ڈر جانا تھا کہ یہ ذمہ داری بہت بڑی اور عظیم الشان ذمہ داری ہے۔ تو عرضِ امانت

سے متعلق اس ارشادِ ربانی جل وعلا شانہ میں یہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔ اور حضرات اہلِ علم نے ان دونوں کو ذکر فرمایا ہے۔ وَهُوَ اَعْلَم بِمُرَادِ کَلَامِهٖ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی۔ بہرکیف آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کی یہ معذرت زبانِ حال سے بھی ہو سکتی ہے اور زبانِ قال سے بھی۔ سو ﴿ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ﴾ کے ارشاد سے انسان کے عظیم الشان اور بے مثال شرف کو واضح فرما دیا گیا کہ جس بارِ امانت کو آسمان و زمین اور سمندر و پہاڑ نہ اٹھا سکے اس کو اس انسان نے اٹھا لیا۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ انسان اگرچہ اپنے مادی وجود کے اعتبار سے اس کائنات کی ایک حقیری ہستی ہے لیکن اپنی معنوی قوتوں اور صلاحیتوں کے اعتبار سے یہ اُن بلند و بالا آسمانوں سے بھی اونچا اور ہر طرف پھیلی بکھری اس زمین سے زیادہ وسعت رکھنے والا، اور ان بلند و بالا پہاڑوں سے بھی سر بلند ہے کہ جب ہی تو جس بوجھ سے یہ سب ڈر گئے اس کو انسان نے اٹھا لیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز کو انسان کے لیے مسخر کیا گیا ہے لیکن اس انسان کو کسی کے لیے مسخر نہیں کیا گیا بلکہ ربّ کائنات کے سوا اور کسی کے آگے جھکنا اس کے لیے باعثِ ننگ قرار پایا والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین، ویا ارحم الرّاحمین،

۱۲۸ حملِ امانت کے نتیجہ و انجام کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تاکہ انجام کار اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو"۔ یعنی ﴿ لِیُعَذِّبَ ﴾ کا لام لامِ تعلیل نہیں لامِ عاقبت ہے۔ جیسا کہ سورۂ قصص کی اس آیتِ کریمہ میں ہے۔ ﴿ فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ﴾ الاٰیۃ (القصص: ۸)۔ یعنی آلِ فرعون کے اس عمل و اختیار کا انجام اور نتیجہ یہی نکلنا تھا کہ وہ بچہ بالآخر ان کا دشمن اور ان کیلئے غم کا باعث بن جائے۔ جیسا کہ بعد میں امرِ واقع سے ثابت ہو گیا۔ سو ایسے ہی یہاں پر ہے کہ حملِ امانت کے اس عمل و اختیار کا نتیجہ یہی ہونا ہے اور یہی ہو گا کہ جو لوگ سچے ایمان اور اس کے نتیجے میں صدقِ عمل کی دولت سے سرشار ہوں گے وہ اللہ پاک سبحانہ وتعالیٰ کی خاص توجہ اور عنایت سے مشرف ہوں گے۔ اور ابدی فوز و فلاح اور حقیقی و دائمی کامیابی سے بہرہ ور و سرفراز ہوں گے۔ اور جنہوں نے اس کے مقابلے میں کفر و عناد اور بغاوت و سرکشی سے کام لیا ہو گا اور منافقت برتی ہو گی وہ دائمی خسارے میں پڑیں گے اور ہولناک عذاب میں مبتلا ہوں گے والعیاذ باللہ العظیم بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اس امانت اور اسکے تحمل کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا اور یہی ہو گا کہ ایک دن ایسا آئے جس میں اسکے بارے میں پوچھ ہو۔ اور یہ ظاہر ہو کہ کس نے اسکا حق ادا کیا۔ تاکہ ان لوگوں کو جنہوں نے اس بارے منافقت کا رویہ اپنایا ہو گا یا جو شرک کے مرتکب ہوئے ہونگے ان کو اپنے اس جرم کی سزا ملے اور وہ اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتیں، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ اور جنہوں نے دولتِ ایمان سے مشرف ہو کر اس کا حق ادا کیا ہو گا وہ اپنے رب کی رحمتوں اور عنایتوں سے مشرف و سرفراز ہوں، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ تاکہ ہر حقدار کو اسکے کیے کرائے کا پورا پورا حق ملے۔ اور اس طرح اس عدل و حکمت کے تقاضے پورے ہوں جو حکمتوں بھری اس کائنات کے وجود اور اسکی تخلیق کا مقتضیٰ ہے وبالله التوفيق لما يُحبُّ ويريد وعلى ما يُحبُّ ويريد وهو الهادى الى سواء السبيل، فعليه نتوكل وبه نستعين،

۱۲۹ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ بخشش و رحمت کا حوالہ و ذکر: سو ارشاد فرمایا گیا "اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا انتہائی مہربان ہے"۔ یعنی اس کے یہاں کا معاملہ اس کے اپنے بندوں سے خوردہ گیری کا معاملہ نہیں ہو گا کہ وہ ان کو ہر خطا و لغزش پر پکڑے

بلکہ وہاں پر فضل و کرم اور بخشش اور مغفرت کا معاملہ ہوگا کہ وہ ان کے گناہوں کو بخشا ہی جائے گا کہ وہ "غفور" یعنی بڑا ہی بخشنے والا ہے۔ بشرطیکہ بندہ تمرد و سرکشی کا رویہ نہ اپنائے بلکہ ہمیشہ اسی کی طرف رجوع رہے اور صدق و اخلاص اور توبہ و استغفار سے کام لیتا رہے۔ اور صرف یہی نہیں کہ وہ عفو و درگز سے کام لیتا ہے اور بس۔ نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ اپنی رحمتوں اور عنایتوں سے بھی نوازتا ہے کہ وہ "غفور" کے ساتھ ساتھ "رحیم" بھی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ فَاِیَّاکَ نَسْاَلُ اللّٰھُمَّ اَنْ تَتُوْبَ عَلَیْنَا فِیْ کُلِّ حال مِنَ الأحوال، وتغفرلَنا جَمِیْعَ الْمَعَاصِی وَالْخَطَایا، والذنوب والزَّلات، مَاصَدَرَ مِنَّا عَمَدًا اَوْخَطَاءً او نِسْیَانا وَاَنْ تُشَرِّفَنَا بِالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ، فی جنّات الخلد والنعیم، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ فَانک اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ وَاَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ، وانت الذی لا حَدَّ لِجُوْدِکَ وکرمِکَ، واحسانک، تبارکت وتعالیت۔ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نَتُوبُ اِلَیْکَ،

☆۔۔۔ تحریر دس ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ بروز عید الاضحیٰ المبارک مطابق نو مئی ۱۹۹۰ء بروز بدھ بوقت گیارہ بجے دن منطقہ ام ہریر، شارع طارق بن زیاد دبی متحدہ عرب امارات والحمدللہ رب العالمین فی کُلِّ زمانٍ وّ مکان، وبکلّ حالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، جَلّ جلا لُہٗ، و عَمّ نوالُہٗ،

☆۔۔۔ نظر ثانی بتاریخ ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعہ بوقت سوا پانچ بجے شام سطوہ دبی متحدہ عرب امارات والحمدللہ رب العٰلمین، فانہ ہو الذی لاتَتِمُّ الصالحات اِلاّ بتوفیق مِنہ العزیز الوھاب،

☆۔۔۔ تکمیل پروف ریڈنگ ۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بوقت سوا پانچ بجے شام سطوہ دبی والحمدللہ رب العالمین۔ فانہ ہو اَھلٌ للحمدِ والثناء فی الاولٰی والاخرۃ، جل وعلا

☆۔۔۔ تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۵ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۲ اپریل ۲۰۰۰ء بروز بدھ بوقت پونے دس بجے دن بمکان خود اسلام آباد (آئی ٹن ون) دورانِ رخصت، والحمدللہ رب العالمین، فی کُلّ حَالٍ وتَرحال، وبکلّ حالٍ مِّن الاحوال، فانہ اھلٌ للحمد، بِکُلّ حالٍ مِّنَ الاحوال، سبحانہٗ وتعالیٰ،

☆۔۔۔ تکمیل تھرڈ ریڈنگ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۹ جولائی ۲۰۰۱ء بروز جمعرات بوقت پونے پانچ بجے شام، سطوہ دبی والحمدللہ رب العالمین، فانہ ہو الذی منہ البدایۃ والیہ النّھایۃ، جل وعلاء، وتبارک وتعالیٰ،

☆۔۔۔ تکمیل چوتھی ریڈنگ۔ ۶ ذوالحجہ ۱۴۲۳ ہجری مطابق ۷ فروری ۲۰۰۳م بروز جمعہ ساڑھے سات بجے شام (بعد از نماز عصر) سطوہ، دبی۔ والحمدللہ رب العالمین۔ فی کل مرحلۃٍ مِّنَ المراحل، فی الدنیا والاٰخرۃ جَلّ وعلاء،

☆۔۔۔ تکمیل پانچویں ریڈنگ ۸۔ شعبان ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۴ اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز اتوار بوقت سوا دس بجے شب، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع، سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان (دورانِ رخصت)۔ والحمد للہ رب العالمین فی کل زمانٍ وّمکان۔ وَبِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال، سبحانہٗ وتعالیٰ،

☆۔۔۔ اَللّمسَاتُ الاخیرۃ (final Touches) ۱۸۔ ذوالحجہ ۱۴۲۴ء مطابق ۹۔ فروری ۲۰۰۴ء بروز پیر، بوقت پونے چھ بجے شام، مدنی منزل، مارگلہ ٹاؤن، اسلام آباد، پاکستان۔ والحمدللہ رب العالمین۔ قبل شیء وبعد کل شئ،

آیاتہا ۵۴ ۳۴ سُوْرَۃُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ ۵۸ رکوعاتہا ۶

سورۂ سبا مکی ہے اور اس کی چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو کہ آسمانوں میں ہے، اور وہ سب کچھ بھی جو کہ زمین میں ہے، ف۱ اور

الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ

اسی کے لئے ہے ہر تعریف آخرت (کے اس حقیقی اور ابدی جہاں) میں بھی ف۲ اور وہی ہے حکمت والا پورا باخبر ف۳ ① وہ جانتا ہے وہ سب کچھ جو کہ داخل

فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا

ہوتا ہے زمین میں، ف۴ اور وہ سب کچھ بھی جو کہ نکلتا ہے اس سے، ف۵ اور جو اترتا ہے آسمان سے ف۶ اور جو

يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِيْنَ

چڑھتا ہے اس میں، ف۷ اور وہی ہے بڑا مہربان، انتہائی بخشنے والا ف۸ ② اور کافر لوگ

كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ

کہتے ہیں، کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، کہو کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب کی ف۹ جو کہ عالم غیب ہے ف۱۰ وہ تم پر ضرور بالضرور

۱ شکرِ منعم انسانی فطرت کی بدیہیات میں سے ہے:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "سب تعریفیں اس اللہ ہی کیلئے ہیں جس کیلئے وہ سب کچھ ہے جو کہ آسمانوں میں ہے اور وہ سب کچھ بھی جو کہ زمین میں ہے"۔ خَلْقًا وَمِلْكًا وَتَصَرُّفًا، یعنی آسمان و زمین کی اس عظیم الشان کائنات کا خالق بھی وہی ہے، مالک بھی وہی اور اس میں حکم و تصرف بھی اسی کا چلتا ہے۔ پس عبادت و بندگی کے لائق اور اس کا حقدار بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور جب اسکی صفات وشئون میں کوئی بھی اسکا شریک نہیں تو پھر اسکی عبادت و بندگی کے حق میں کوئی اس کا شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟ سو منعم کے شکر کا واجب ہونا انسانی فطرت کی بدیہیات میں سے ہے۔ جو اپنے منعم و محسن کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ لئیم اور کمینہ شخص ہے والعیاذ باللہ۔ سو اسی بنا پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی یہ عظیم الشان اور گوناگوں نعمتیں جن سے انسان ہر لحظہ متمتع و مستفید و

فیضیاب ہوتا ہے اور طرح طرح سے مستفید ہوتا ہے۔ آخر کس کی پیدا کردہ اور کس کی بخشی ہوئی ہیں؟۔ اور اس کا انسان پر کیا حق عائد ہوتا ہے؟۔ سو وہی ہے اللہ وحدہ لاشریک جو اس پوری کائنات کا خالق و مالک اور اس میں حاکم و متصرف ہے۔ پس ہر تعریف کے لائق اور اس کا مستحق وہی وحدہ لاشریک ہے اور اسی کا حق ہے اطاعتِ مطلقہ اور ہر قسم کی عبادت۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ماننا ظلم عظیم ہے والعیاذ باللہ العظیم۔ کہ معبود برحق وہی اور صرف وہی ہے، سبحانہ وتعالیٰ

۲ ہر تعریف کا حق دار اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے، سبحانہ وتعالیٰ: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دنیا کے بعد آخرت میں بھی ہر تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور اسی کیلئے ہے ہر تعریف آخرت میں"۔ کہ یہاں کی طرح وہاں کی ہر نعمت بھی صرف اسی کی ہوگی اور دنیا میں کسی اور کی جو کوئی عارضی اور محدود پیمانے پر تعریف کی بھی جاتی ہے، وہاں پر وہ بھی نہ ہوگی کہ کشفِ حقائق کے اس جہاں میں ظواہر و مظاہر کے یہ تمام پردے بھی ہٹ اور چھٹ جائیں گے جو آج کی دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے وہاں ہر طرح کی تعریف صرف اسی وحدہ لاشریک کی ہوگی۔ سو ہر قسم کی حمد وثنا کا حقدار اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے دنیا کے اس عارضی جہاں میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی۔ سو اس ارشاد سے ایک تو یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ دنیا کے بعد آخرت کا آنا قطعی اور ضروری ہے ورنہ دنیا میں پایا جانے والا یہ حکمت بھرا نظامِ ربوبیت سب کا سب عبث اور بے کار قرار پاتا ہے۔ اور دوسری حقیقت اس سے یہ بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کشفِ حقائق کے اس جہاں میں جب اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کے جملہ وعدوں کا ایفاءِ بچشمِ خود دیکھیں گے تو ان کی زبانوں پر اس واہبِ مطلق کا ترانۂ حمد بلا ساختہ جاری ہو جائے گا جیسا کہ دوسرے مختلف مقامات پر اس کی تصریح فرمائی گئی ہے اور تیسری حقیقت اس ارشاد سے یہ ظاہر اور واضح ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے مختلف قسم کے شرکاء وشفعاء فرض کر رکھے ہیں، اس روز ان کے خود ساختہ وہ سب ہوا ہو جائیں گے۔ ان میں سے کسی کا بھی اس روز کوئی نشان نہیں ہوگا بلکہ اس روز سب تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک ہی کے لیے ہونگی جو کہ منعمِ حقیقی ہے سو اس روز اصل حقائق کے واضح ہو جانے کے مشرکوں کی یاس وحسرت کی کوئی حد نہیں ہوگی مگر اس کا ان کو کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہوگا، والعیاذ باللہ العظیم بکلِّ حالٍ من الاحوال،

۳ اللہ بڑا ہی حکیم وخبیر ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور اندازِ حصر وقصر میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہی ہے حکمت والا پورا باخبر۔ تو پھر یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اس حکیمِ مطلق نے اس عظیم الشان کائنات کو یونہی عبث و بے کار بغیر کسی حکمت اور مقصد کے پیدا کر دیا ہو؟ اور جب وہ "خبیر" یعنی پوری طرح باخبر بھی ہے تو پھر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اسکے کسی حکم وارشاد کا کوئی متبادل ہو سکے؟۔ ﴿فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾۔ سو اسکی اس حکمت بھری کائنات کے وجود کا تقاضا ہے کہ اس دنیا کے بعد ایک ایسا فیصلہ کن دن آئے جس میں ہر کسی کو اسکے زندگی بھر کے کیے کرائے کا بھرپور صلہ و بدلہ ملے تاکہ عدل وانصاف کے تقاضے اپنی آخری شکل میں پورے ہو سکیں۔ نیکوں کو انکی نیکی کا صلہ ملے اور بدوں کو ان کی بدی کی پوری سزا و جزا سو اس حکیم وخبیر خداوندِ قدوس کی تخلیق فرمودہ یہ کائنات اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر اپنے خالق و مالک کی عظمت وحکمت اور اس کی وحدانیت و یکتائی کا درس دے رہی ہے۔ نیز اس سے قیامت کے قیام و وقوع اور اس کی ضرورت کا ثبوت بھی ملتا ہے لیکن یہ سب ان کے لیے ہے جو صحیح طور پر غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ﴾۔ اندھوں اور بہروں کیلئے اس کے اندر کوئی درس نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم

۴ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ وذکر:۔سو اس سے حضرتِ حق جل مجدہ کے کمالِ علم کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے سو اس وحدہ لاشریک کے کمالِ علم کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ جانتا ہے وہ سب کچھ جو کہ داخل ہوتا ہے زمین میں" جیسے بارش کے قطرے، مختلف قسم کے بیج، مردے اور دفینے وغیرہ۔ سو اس علیم و خبیر خداوندِ قدوس سے ان چیزوں میں سے کوئی بھی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں ہو سکتی اور یہ اسی وحدہ لاشریک کی صفت اور اسی کی شان ہے اس لیے اسکے حق عبادت و بندگی میں بھی کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں ہو سکتا بس عبادت و بندگی کی ہر قسم اس کا حق ہے سبحانہ وتعالیٰ

۵ زمین سے نکلنے والی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے:۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ اس سب کچھ کو بھی پوری طرح جانتا ہے جو کہ زمین سے نکلتا ہے"۔ جیسے طرح طرح کی پیداواریں، دفینے و خزینے، آثارِ قدیمہ اور مختلف قسم کے حشرات وغیرہ۔ سو یہ سب اسکے علم میں ہے اور اس کا علم ظاہر اور باطن ہر اعتبار سے اسکی جملہ مخلوق کو حاوی اور محیط ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ کیونکہ وہ علیم و خبیر اس سب کا خالق و مالک بھی ہے اور اس میں حاکم و متصرف بھی۔ تو پھر اس کی اس کائنات میں سے کوئی چیز اس سے کس طرح مخفی رہ سکتی ہے؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ﴾۔ یعنی "کیا وہی نہیں جانے گا جس نے پیدا فرمایا ہے جبکہ وہ بڑا ہی باریک بیں، نہایت ہی باخبر ہے"؟۔ (الملک: ۳۰)۔ یعنی ہاں وہی ہے جو ہر چیز کو اسکے ظاہر و باطن اور حال و مآل ہر اعتبار سے جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے۔ پس وہی معبودِ برحق ہے۔ اور عبادت کی ہر قسم اور اسکی ہر شکل اسی کا حق ہے، سبحانہ وتعالیٰ۔

۶ آسمان سے اترنے والی ہر چیز بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے:۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ اس سب کو بھی پوری طرح جانتا ہے جو کہ اترتا ہے آسمان سے"۔ جیسے برف و بارش، اولے، فرشتے، طرح طرح کی برکتیں، مختلف قسم کے احکام اور قسما قسم کی آفتیں و مصیبتیں وغیرہ۔ والعیاذ باللہ العزیز۔ سو وہ مالک الملک ان جملہ اشیاء اور احوال و کوائف کو ہر اعتبار سے اور پوری طرح جانتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو آسمان سے اترنے والا ہر خیر و شر بھی اس کے علم میں ہے، اور وہ کلیات کی طرح جزئیات کو بھی پوری طرح جانتا ہے۔ کوئی بھی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ وہ ہر لحاظ سے وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور اس کے احاطہ علم کا استحضار ہی انسان کو راہِ راست پر رکھ سکتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یحبُّ و یرید،

۷ آسمان میں چڑھنے والی ہر چیز بھی اس کے علم میں ہے:۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس کے علم میں وہ سب کچھ بھی جو کہ چڑھتا ہے آسمان میں"۔ جیسے فرشتے، اعمال، ارواح اور دعائیں وغیرہ۔ پس نہ تو اس کے علمِ محیط سے اس کائنات کا کوئی ذرہ مخفی اور پوشیدہ رہ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس کی قدرتِ کاملہ سے باہر ہو سکتی ہے۔ تو پھر اس کے لئے مرے ہوئے لوگوں کا دوبارہ زندہ کرنا کیونکر مشکل ہو سکتا ہے؟ وہ تو صرف اس کے ایک حکم و ارشاد کی دیر ہوگی اور بس۔ ﴿فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾۔ بہرکیف نہ کوئی چیز اسکی قدرت سے باہر ہو سکتی ہے اور نہ اسکے احاطہ علم سے خارج۔ اور یہ صرف اسی وحدہ لاشریک کی شان ہے سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس سے شرک اور مشرکوں کے اس شرکیہ فلسفے کی جڑ نکال دی گئی جس کی بنا پر انہوں نے اللہ تک پہنچنے کے لیے طرح طرح کے مشرکانہ وسیلے اور واسطے گھڑ رکھے ہیں۔ اور وہ انہی کو پوجتے پکارتے ہیں اور ان کے آگے جھک کر اپنی ہلاکت و تباہی کا سامان کرتے ہیں والعیاذ باللہ العظیم اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔

۸ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا حوالہ اور ایک مشرکانہ واہمہ کی تردید:۔سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے

اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہی ہے بڑا مہربان انتہائی بخشنے والا''۔ مہربان ایسا کہ ہمارا بلکہ ہر مخلوق کا ایک ایک لمحہ اس کی غیر محدود اور لامتناہی رحمتوں میں گزرتا ہے۔ اور بخشنہار ایسا کہ عمر بھر کے گناہوں کو سچی توبہ پر پل بھر میں معاف فرما دے۔ جَلَّ جلالُہ و عَمَّ نَوَالُہٗ۔ سو بندے کا کام یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس خدائے مہربان کی رحمتوں کی امید رکھے اور اپنی کوتاہیوں کی اس سے بخشش مانگتا رہے وباللہ التوفیق سو حضرتِ حق جَلَّ مجدہٗ۔ کی رحمتِ بے پایاں اور مغفرتِ بے نہایت کی ان دو صفتوں کے حوالے سے واضح فرما دیا گیا کہ خداوندِ قدوس کوئی ایسی ظالم اور بے انصاف ہستی نہیں والعیاذ باللہ، کہ اس کو راضی کرنے کے لیے یا اسکی آفتوں سے بچنے اور بچانے کی خاطر کسی دوسرے کی سعی وسفارش کے واسطے کی ضرورت پیش آئے۔ بلکہ وہ انتہائی مہربان، نہایت بخشنے والا ہے اس کی رحمت کو متوجہ کرنے اور اس کی مغفرت وبخشش سے سرفرازی کے لیے اتنا کافی ہے کہ بندہ اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور توبہ ورجوع الی اللہ سے کام لے۔ یہاں پر یہ امر واضح رہے کہ شرک کے عوامل میں سے ایک عامل یہ بھی رہا ہے کہ مشرکوں نے خداوندِ قدوس کا تصور ایک نہایت ہی خوفناک ہستی کے طور پر کیا۔ اور پھر اس کو راضی کرنے کے لیے انہوں نے اپنے تصور کے مطابق مختلف ذرائع ووسائل ایجاد کیے سو خداوندِ قدوس کی ان دو صفتوں کے حوالے سے اسی مشرکانہ واہمے پر ضرب لگائی گئی ہے والحمد للہ جَلَّ وعلا اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق پر قائم رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۹ قیامِ قیامت کی قطعیت کا ذکر وبیان:۔ سو منکرین نے جس غرور اور طنطنے کے ساتھ قیامت کا انکار کیا تھا اسی زور کے ساتھ پیغمبر کو اس کی تردید کا حکم دیا گیا۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''کہو کیوں نہیں؟ قسم ہے میرے رب کی''۔ سو اس سے نبی اور غیر نبی کے کلام ومقام کا فرق ظاہر اور واضح ہو جاتا ہے کہ غیر نبی خواہ کوئی بڑے سے بڑا فلسفی ہی کیوں نہ ہو اپنی عقل وفکر اور اپنے فلسفہ وکلام کی بنا پر اس قدر قوت ووثوق سے کوئی بات نہیں کہہ سکتا کہ اس کا سارا فکر وفلسفہ ہی ظن وتخمین پر قائم ہوتا ہے یقین وایمان کی دولت اسے خود نصیب نہیں ہوتی تا بہ دیگراں چہ رسد؟ بخلاف نبی کے کہ وہ وحیِ خداوندی کی بنا پر جس ایمان ویقین پر قائم ہوتا ہے اس کے باعث وہ پورے جزم ویقین سے ان حقائقِ غیبیہ کا اعلان فرماتا ہے جن کی دعوت وتبلیغ کے لئے اسے مبعوث فرمایا گیا ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں پر پیغمبر کو قسم کے ساتھ جواب دینے کا حکم فرمایا گیا ہے صلواتُ اللہ وسلامہ علیہ۔ یعنی کہو ہاں کیوں نہیں یعنی قیامت کیوں نہیں قائم ہوگی جبکہ یہ حضرتِ حق جل مجدہ۔ کا وعدہ اور اسکی قدرت وحکمت کا تقاضا ہے۔ اور تخلیق کائنات کے مقتضیٰ کی تکمیل بھی اسی پر موقوف ہے سو اس سے قیامِ قیامت کی قطعیت کا ذکر وبیان فرمایا گیا ہے تاکہ غافل اور منکر دنیا ہوش کے ناخن لے،

۱۰ علمِ غیب خاصّہٗ خداوندی:۔ عالم الغیب یہاں پر ''ربی'' سے بدل واقع ہوا ہے۔ سو مطلب یہ ہوا کہ قسم ہے میرے رب کی جو کہ جاننے والا ہے غیب کا۔ پس قیامت کی آمد کا صحیح اور قطعی وقت بھی اسی عالم الغیب کو ہو سکتا ہے مگر اس نے آنا ضرور ہے سو اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی بھی ہستی کو عالمِ غیب ماننا درست نہیں ہوگا کہ یہ بات اس آیتِ کریمہ اور اس طرح کی دوسری بے شمار نصوص کے صریح طور پر خلاف ہے پس عالمِ غیب وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ قسم ہے میرے رب کی جو کہ جاننے والا ہے غیب کا، آسمانوں اور زمین کی ذرہ برابر کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہو سکتی سو علمِ غیب خاصّہٗ خداوندی ہے دوسرا کوئی اس میں شریک نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر لحاظ سے وحدہٗ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ

عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

آ کر رہے گی، اس سے ذرہ برابر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ آسمانوں (کی بلندیوں) میں،

وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ

اور نہ زمین (کی پستیوں) میں، اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز، اور نہ بڑی، مگر (یہ سب کچھ)

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۳ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ

ایک کھلی کتاب میں ۱۱ (ثبت ومندرج) ہے ۳ تاکہ اللہ (تعالیٰ پورا) بدلہ دے ۱۲ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور انہوں نے کام بھی نیک کیے،

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ

ایسے لوگوں کے لئے ایک بڑی ہی عظیم الشان بخشش بھی ہے، اور عزت کی روزی بھی، ۱۳ ۴ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو

اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝۵

نیچا دکھانے کے لیے زور لگاتے رہے، ۱۴ ان کے لئے ایک بڑی ہی سختی کا دردناک عذاب ہے، ۱۵ ۵

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

اور وہ لوگ جن کو علم (کی دولت) سے نوازا گیا ہے ۱۶ وہ خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ اتارا گیا آپ کی طرف

۱۱ اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم کا ذکر و بیان:۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا "سب کچھ ایک کھلی کتاب میں ثبت ومندرج ہے" یعنی لوحِ محفوظ میں۔ پس جب اس کا علم بھی کامل اور قدرت بھی کامل تو اس کے لئے مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا اور قیامت بپا کر دینا اور ہر کسی کو اسکے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا بدلہ دینا آخر کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟۔ سبحانہ و تعالیٰ سو منکرینِ قیامت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قیامت نہ صرف یہ کہ آئیگی اور اسکو آنا چاہیئے، بلکہ اس یومِ حساب میں ہر کسی کو اپنے قول و عمل کا خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا حساب بھی دینا ہوگا۔ اور ہر ایک کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا ریکارڈ بھی محفوظ اور ایک کتاب مبین میں ثبت و مندرج ہے۔ سو عقل و خرد کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس یومِ حساب اور اسکی جوابدہی کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر اور اس کیلئے تیاری کرے۔ کہ اسکی تیاری کی جگہ اور اسکی فرصیت یہی دنیا اور اسکی حیات مستعارے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید وعلی ما یُحِبُّ ویرید وهو الهادی الی سواء السبیل، بکُلِّ حالٍ مِنَ الاحوال

۱۲ جزاء وسزا کے لیے قیامت کا قیام ضروری ہے:۔ سو قیامِ قیامت کی اس ضرورت کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "تاکہ اللہ بدلہ دے ایمان والوں کو ان کے نیک اعمال کا"۔ یعنی اعمال کا کچھ نہ کچھ بدلہ تو انسان کو اگرچہ بعض اوقات

اس دنیا میں بھی مل جاتا ہے مگر پورا بدلہ نہ تو یہاں ملتا ہے نہ مل سکتا ہے کہ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز محدود ہے۔ جس میں غیر محدود بدلہ ملنا ممکن ہی نہیں۔ اور بعض بلکہ بسا اوقات اس دنیا میں اس کے برعکس یوں بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ نیک عمل کرنے والوں کو نہ صرف یہ کہ اچھی حالت نصیب نہیں ہوتی بلکہ وہ طرح طرح کی تکلیفوں سے دوچار ہوتے ہیں والعیاذ باللہ سو اس سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا بدلے اور جزا و سزا کی جگہ نہیں بلکہ یہ عمل و محنت کا موقع و مقام ہے۔ ''دار الجزاء'' نہیں ''دار العمل'' ہے۔ ''دار الجزاء'' کوئی دوسرا ہے۔ سو وہی قیامت کے بعد آنے والا جہاں ہے اور اسی میں ہر کسی کو اسکے کیے کرائے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ۔الآیۃ۔ یہاں سے ایک بات یہ بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قیام قیامت کا اصل مقصد اہلِ ایمان کو ان کے اعمال کا بدلہ دینا ہے اہلِ کفر و باطل کو سزا دینا اصل مقصود نہیں بلکہ وہ بالتبع ہوگا۔ جیسا کہ آیتِ کریمہ کے ان کلمات سے واضح ہوتا ہے سو مجرموں کو سزا دینا اصل مقصود نہیں بلکہ یہ اسکے لوازم و نتائج میں سے ہوگا۔ بہر کیف اس ارشاد سے قیامِ قیامت کی ضرورت کو واضح فرما دیا گیا کہ وہ اگر نہ آئے تو نیک و بد کے درمیان فرق واضح نہیں ہو سکتا اور یہ دنیا ایک اندھیر نگری قرار پاتی ہے، حالانکہ یہ بات بالبداہت غلط ہے۔ سو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا آئے جس میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ان کی نیکیوں کا صلہ اور بدلہ دے، جنہوں نے ایمان لا کر اس کے مطابق نیک عمل کیے ہونگے اور اس کے بالمقابل ان لوگوں کو ان کے کیے کرائے کی سزا دے، جنہوں نے اس کے برعکس اللہ کی آیتوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ہوگی۔ اور انہوں نے انکار و تکذیبِ حق جیسے جرائم کا ارتکاب کیا ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم کُلِّ حالٍ مِّن الاحوال

۱۱۳ اِنعام کے حق داروں کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو لوگ ایمان لائے ہونگے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے ہونگے''، یعنی ایمان کا صرف زبانی کلامی دعویٰ ہی کافی نہیں بلکہ اس دعویٰ کے لئے عملِ صالح کا ثبوت بھی ضروری ہے۔ اور عملِ صالح وہی معتبر ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے مطابق ہو اور انہی کی روشنی میں کیا جائے سو ایسے خوش نصیبوں کیلئے انکے رب کی جانب سے ایک تو بخشش ہوگی یعنی ایمان و عملِ صالح کی زندگی بسر کرتے ہوئے ان سے جو کوتاہیاں اور غلطیاں سرزد ہونگی، اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے گا۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ انکو رزقِ کریم سے نوازے گا جو کہ ایک جامع تعبیر ہے اُن تمام اَفضال و عنایات کی جنکا جنت میں ان حضرات کو وارث ٹھہرایا جائیگا اللہ نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ بہر کیف اس ارشاد سے اِنعام کے حق داروں کی نشاندہی بھی فرما دی گئی کہ یہ وہی خوش نصیب لوگ ہونگے جو ایمانِ صادق اور عملِ صالح کی دولت رکھتے ہوں گے، خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہیں کے بھی ہوں۔ اور ساتھ ہی ان کو ملنے والے انعام کا بھی ذکر فرما دیا گیا کہ ان کو ان کے رب کی طرف سے عظیم الشان مغفرت و بخشش سے بھی نوازا جائے گا اور رزقِ کریم سے بھی۔ سو ایمان صادق اور عمل صالح دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید وھو الھادی الی سواء السبیل۔ اللہ اپنے انعام کے حقداروں میں شریک و شامل فرمائے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین، ویا اکرم الاکرامین

۱۱۴ سزا کے حق داروں کی نشاندہی: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور جو لوگ ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے لیے بڑا ہی سخت دردناک عذاب ہے''۔ سو جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے بارے میں طرح طرح کے اعتراضات کر کے اور شکوک و شبہات ڈال کر۔ اور اس طرح وہ اپنے طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دوسروں کو راہِ حق و صواب سے روک دیں گے اور حق کو نیچا دکھا دیں گے اور ہماری گرفت اور پکڑ سے بچ جائیں گے۔ لیکن نہیں ہرگز

نہیں۔ ایسے نہیں ہوگا ایسا نہیں ہوسکتا ان کا ایسا مقصد پورا نہیں ہوسکتا البتہ یہ لوگ اپنے ایسے سنگین جرائم کی بڑی شدید اور سخت دردناک سزا بھگت کر رہیں گے۔ صرف آج ان کو چھوٹ ملی ہوئی ہے کہ یہ دنیا ''دار الجزاء'' نہیں ''دار العمل'' ہے۔ کل قیامت میں جو کہ ''دار الجزاء'' اور ''دار الحساب'' ہے وہاں یہ لوگ اپنے کئے کرائے کا پورا بھگتان بھگتیں گے کہ دوزخی اور جنتی بہرحال کبھی برابر نہیں ہوسکتے ۔﴿لا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ، اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾۔(ابن کثیر، صفوہ، المراغی المعارف وغیرہ)۔ سو اس سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ اس دنیا کے بعد دوسرے جہاں کا آنا ضروری ہے تاکہ ہر کوئی اپنے کیے کرائے کا پورا پورا پھل پائے۔ اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہوسکیں اور اس حکمتوں بھری کائنات کی تخلیق کے مقصد وجود کی تکمیل ہوسکے، ورنہ اس کی تخلیق عبث اور بے مقصد ہو کر رہ جائیگی جو کہ اسکے خالق حکیم کی حکمت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ

۱۵ مجرموں کے عذاب کا ذکر وبیان والعیاذ باللہ: سو اس سے مجرموں کے لیے سخت دردناک عذاب کا ذکر وبیان فرمایا گیا ہے سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ایسوں کیلئے ایک بڑی ہی سختی کا دردناک عذاب ہے''۔ یعنی ''رجـــز'' کے معنیٰ برے اور بدترین عذاب کے ہیں۔ اَیْ لھم عذاب من اسوء العذاب شدید الایلام قال قتادۃ ھو أسوأ العذاب۔ (صفوۃ التفاسیر: ج۲ص۵۴۵)۔ الرجز سوء العذاب، الرجز سَیِّئُ العذاب ۔(جامع البیان: ج۲ص۱۷۶)۔ الرجز أسوأ العذاب ۔(محاسن التاویل: ج۱۴ص۷)۔ سو ایسے لوگوں کے لئے بڑا ہی سخت اور ہولناک عذاب ہوگا کہ ان کا جرم بہت سنگین ہے والعیاذ باللہ العظیم۔ سو جو لوگ حق کو قبول کرنے کی بجائے اسکو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ دن رات اسی کی تگ ودو اور دوڑ دھوپ میں رہتے ہیں وہ لوگ دراصل اپنے لیے ایسے ہولناک عذاب کا سامان کرتے ہیں والعیاذ باللہ العظیم۔ سو حق کی راہ روکنا اور اللہ پاک کی نازل فرمودہ آیاتِ کریمہ کو اپنانے کی بجائے ان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنا ایک نہایت سنگین اور ہولناک جرم ہے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ خود اپنی محرومی کے علاوہ دوسروں کو بھی نورِ حق وہدایت سے محروم کرنا ہے۔ اس طرح یہ جرم دوہرا اور ڈبل ہوجاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۱۶ نورِ علم وسیلۂ ظفر وسرفرازی: سو ارشاد فرمایا گیا ''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا وہی حق ہے''۔ جیسے اہلِ کتاب کے حق پرست ومنصف مزاج علماء، صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد کے جملہ علمائے حق کمؤمنی اھل الکتاب أو کالصحابۃ ومن تبعھم ۔(جامع البیان: ج۲ص۱۷۶)۔ سو اس سے علمِ صحیح کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسی کے نور سے انسان کو راہِ حق وصواب کی معرفت اور اس کی پہچان نصیب ہوتی ہے سو کس قدر کوتاہ نظر اور قدر ناشناس ہیں وہ لوگ جو دولتِ علم کی اس عظمت کو نہیں پہنچانتے اور وہ اسکی تنقیص کرتے اور اسکی قدر گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف نورِ علم وسیلۂ سرفرازی ہے، اور اس سے مراد وہ علمِ حقیقی ہے جو انسان کو حق وہدایت کی اس راہ سے آگہی بخشتا ہے جو دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز کرنے والی واحد راہ ہے اور ایسے خوش نصیبوں سے مراد عام ہے کہ وہ ان اہلِ کتاب میں سے ہوں جنہوں نے اپنے نبیوں اور صحیفوں سے ملنے والے علم کو محفوظ رکھا یا ان کا تعلق ان سلیم الفطرت لوگوں سے ہو جن کے قلوب انکی سلامت روی کی بنا پر قرآن کی روشنی سے مستفید ومستنیر ہوئے۔ سو ایسے لوگ حق کو حق سمجھنے اور اس کو اپنانے کے شرف سے مشرف وسرفراز ہوتے ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید وعلی ما یُحِبُّ ویرید۔

مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِىٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ

آپ کے رب کی جانب سے، وہی حق ہے جو راہنمائی کرتا ہے ف۱۷ اس زبردست اور سب خوبیوں کے

الْحَمِيْدِ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى

مالک کے راستے کی طرف، ف۱۸ ⑥ اور کافر لوگ (تعجب اور استہزاء کے طور پر ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایک ایسے

رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِىْ

شخص کا پتہ نہ دیں، جو تم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے، تو تم

۱۷ علمِ حقیقی کا نتیجہ وثمرہ حق کو حق جاننا اور ماننا:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے لوگ جن کو علمِ حقیقی کی دولت سے نوازا گیا ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ اتارا گیا ہے آپکی طرف آپ کے رب کی جانب سے وہی حق ہے"۔ پس وحیٔ خداوندی یعنی قرآن وسنت کے بغیر نہ حق کی دولت نصیب ہو سکتی ہے اور نہ ہی صحیح راہنمائی مل سکتی ہے خواہ دنیاوی اعتبار سے کوئی کتنی ہی ڈگریاں اور سندیں کیوں نہ رکھتا ہو۔ سو علمِ وحی سے محرومی دراصل سب سے بڑی اور بنیادی محرومی ہے والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ جن لوگوں کو علمِ حقیقی کی روشنی عطاء ہوئی، خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اپنے نبیوں اور صحیفوں کے علم کو محفوظ رکھا ہو یا وہ ان سلیم الفطرت لوگوں میں سے ہوں جن کے قلوب ان کی سلامت روی کے باعث قرآن کی روشنی سے مستنیر ہوئے ہوں وہ اس چیز کو بالکل حق سمجھتے ہیں جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل فرمائی گئی ہے۔ اور وہی اس راہِ حق وہدایت کی راہنمائی کرتا ہے جو خدائے عزیز وحمید تک پہنچاتا ہے۔ سو اس میں پیغمبر کیلئے تسلیہ وتسکین کا سامان ہے کہ اگر یہ منکر اور لاپروا لوگ نہیں مانتے تو آپ اسکی پروا نہ کریں کہ اسکو ایسے علم والے لوگ بہرحال مانتے ہیں۔ سو اس ارشاد سے ایک طرف تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ علمِ حقیقی کی دولت سے سرفرازی وبہرہ مندی کا نتیجہ وثمرہ حق کو حق جاننا اور اس کو سینے سے لگانا ہے۔ اور دوسری طرف اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جس توحید کی دعوت پیغمبر دے رہے ہیں۔ اور جس قیامت سے آپ لوگوں کو خبردار کر رہے ہیں وہی حق اور سچ ہے اور اسی کی تائید ایسے اہلِ علم کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے کبر وغرور کی بنا پر اور اپنے خود ساختہ اور فرضی ووہمی شرکاء وشفعاء کے زعم وگھمنڈ میں توحید کا انکار اور قیامت کی تکذیب کرتے ہیں وہ یکسر باطل پر اور انتہائی ہولناک اور دائمی خسارے میں پڑے ہیں۔ سو نورِ علم اور اس کے تقاضوں سے روگردانی باعثِ محرومی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ، ہر اعتبار سے ہر حال میں اور ہر موقع پر اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿٧﴾ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ

پھر نئے سرے سے پیدا کردئے جاؤ گے ف۱۸ ﴿۷﴾ (نہ معلوم یہ شخص) جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے، یا اس کو کوئی جنون لاحق ہوگیا

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ

ہے (نہیں) ف۱۹ بلکہ (اصل حقیقت یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان نہیں رکھتے آخرت پر، وہ عذاب ف۲۰ اور دور کی گمراہی میں

الْبَعِيْدِ ﴿٨﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

(پڑے ہوئے) ہیں، ف۲۱ ﴿۸﴾ کیا انہوں نے کبھی آسمان اور زمین (کی اس حیرت انگیز کائنات) میں غور نہیں کیا، جو ان کے

۱۸ منکرین کے ایک تعجب اور استہزاء کا ذکر و بیان:۔ سو اس میں کفار و منکرین کے بعث بعد الموت پر تعجب اور اس کے استہزاء کا ذکر بھی ہے اور اہلِ بدعت کی ایک تحریف کا جواب بھی۔ سو کفار و منکرین کا کہنا تھا کہ یہ شخص ایسی عجیب بات بتلاتا ہے کہ ہم اس طرح مرمٹ جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ بھلا ایسا کیونکر ہوسکتا ہے اور یہی اشتباہ و استبعاد جو اس دور کے ان کفار و منکرین کو تھا آج کے بھی بہت سے روشن خیالوں کو ہے۔ سو مادیت میں دنیا بے شک حیرت انگیز حد تک ترقیاں کر جائے مگر ان کی اس قاصر و لادین ذہنیت کی نورِ حق و ہدایت تک رسائی ممکن نہیں جب تک کہ یہ لوگ صدقِ دل سے نورِ وحی کی طرف رجوع نہ کریں۔ کوئی مانے یا مانے، تسلیم کرے یا نہ کرے، حقیقت بہر حال یہی اور صرف یہی ہے کہ مرنے کے بعد سب لوگوں کو یقیناً دوبارہ اٹھنا اور اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا پھل پانا ہوگا۔ اور حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کے لیے ایسا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ وہ علی کل شیء قدیر ہے۔ اور بعث بعد الموت کے لیے اس کا ایک حکم و اشارہ ہی کافی ہوگا، جیسا کہ دوسرے مختلف مقامات پر اس کی طرح طرح سے تصریح فرمائی گئی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ، فَاِیَّاہُ نَسْاَلُ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید،

۱۹ اہل بدعت کی ایک تحریف کا جواب:۔ سو اہلِ بدعت کے بعض بڑوں نے جو کہ اپنی تحریفانہ موشگافیوں میں خاص ملکہ اور درک رکھتے ہیں یہاں پر اس طرح گہر افشانی کی ہے کہ ''اس سے معلوم ہوا کہ نبی کو بشر یا رجل وغیرہ کے عام الفاظ سے یاد کرنا کافروں کا طریقہ ہے'' مگر موصوف کو یہ موشگافی کرتے ہوئے اس کا کوئی خیال نہ رہا کہ حضرات انبیائے کرام کو بشر تو خود خدائے پاک نے فرمایا اور اپنی کتاب حکیم میں اس حقیقت کا ذکر و اظہار فرمایا اور بار بار فرمایا۔ مثلاً ارشاد فرمایا اور صراحتاً فرمایا۔ ﴿اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ﴾۔ (ص: آیت نمبر ۷۱)۔ نیز ارشاد فرمایا۔ ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا﴾ الآیۃ۔ (الشوریٰ: آیت نمبر ۵۱)۔ نیز اللہ پاک نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ تم خود اس حقیقت کا صاف و صریح طور پر اور حصر و تاکید کے الفاظ کے ساتھ اعلان و اظہار کرو کہ میں تو بس ایک بشر ہی ہوں تم ہی جیسا۔ فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾- (الکہف:۱۱۰)۔ نیز حضرات کرام انبیائے -علیہم الصلوۃ والسلام- نے بھی اپنے متعلق اس حقیقت صادقہ کا اسی طرح حصرو تاکید کے ساتھ اقرار و اعلان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ الاية (سورۂ ابراہیم: آیت نمبر۱۱) یعنی ان کے رسولوں نے ان سے فرمایا کہ سوائے اسکے نہیں کہ ہم تو بشر ہی ہیں تم ہی لوگوں جیسے نیز حضرت خاتم الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم نے اللہ پاک کے حکم کے مطابق ایک اور جگہ اس حقیقت کا اعلان و اظہار اس طرح حصرو تاکید کے الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾- (الاسراء: آیت نمبر۹۳) یعنی کہو کہ پاک ہے میرا رب، میں اس کے سوا کچھ نہیں۔ مگر ایک بشر ہوں جس کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اسی طرح حضرات انبیائے کرام نے اپنے آپ کو رجل ہی فرمایا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو سورۂ اعراف کی آیت نمبر۶۳ اور نمبر ۶۹ وغیرہ۔ نیز اللہ پاک نے بھی نبی کو ''رجل'' فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے۔ ﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ ﴾ الاية (سورۂ یونس: آیت نمبر۲) یعنی کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کی طرف وحی بھیجی؟ اب ایسے بدعتی ملاؤں اور ان کے حواریوں سے کوئی پوچھے کہ تمہارا کیا فتویٰ ہے اللہ پاک کے بارے میں خود حضرات انبیائے کرام کے بارے میں اور خود حضرت امام الانبیاء -صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم- کے بارے میں جو اس صراحت و وضاحت اور تاکید و تکرار کے ساتھ حضرات انبیائے کرام -علیہم الصلوۃ والسلام- کی بشریت اور رجولیت کا اعلان و اظہار اور اقرار فرماتے ہیں؟ سو جو لوگ اہل حق کی دشمنی اور انکے عناد میں اندھے ہو جاتے ہیں ان کا یہی حال ہوتا ہے کہ ان کی مت ماردی جاتی ہے اور وہ اسی طرح اندھے ہو کر رہ جاتے ہیں والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔

۲۵ پیغمبر کا دفاع اللہ تعالیٰ کی طرف سے: -سو پیغمبر پر افتراء اور جنون کے الزام کی تردید اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمائی گئی ہے سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کافر لوگ کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ یہ شخص جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھ رہا ہے یا اس کو کوئی جنون لاحق ہو گیا ہے''۔ سو کافروں کا تو اپنی بدبختی کی بنا پر کہنا یہ ہے لیکن حقیقت میں ان دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ بھلا جس ذات اقدس نے ایسی پاکیزہ اور نمونے کی زندگی گزاری ہو کہ دشمن تک آپ کو صادق وامین ماننے پر مجبور ہوں جس کی طہارت و پاکیزگی کا یہ عالم ہو کہ اس نے کبھی کسی انسان یا کسی جاندار پر بھی نہ جھوٹ باندھا ہو نہ کوئی دھوکہ دیا ہو۔ وہ ذات اقدس یکا یک اللہ پر کس طرح جھوٹ باندھ سکتی ہے؟ اور جس ذات اقدس کی عقل وفکر کے سامنے دنیا بھر کی عقلیں ہیچ ہوں اس پر جنون کی تہمت لگانا خود تہمت لگانے والوں کی خرد باختگی اور انکی عقلوں کے دیوالیہ پن اور پرلے درجے کے جنون کی دلیل وعلامت نہیں تو اور کیا ہے؟ سو ایمان و یقین کی دعوت اور حق سے منہ موڑنے کی نہ کوئی وجہ ہے نہ ہو سکتی ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کا آخرت کی زندگی پر ایمان و یقین نہیں وہ خود اپنے بارے میں سنجیدہ نہیں ہیں۔ اور وہ ایمان لانا چاہتے ہی نہیں تاکہ ان کی خواہشات نفس پر کوئی قدغن نہ لگنے پائے۔ اور وہ اپنی من مانی اور نفس پرستی میں مست و مگن رہیں۔ ﴿ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴾- یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقیدۂ آخرت کے ایمان و یقین کے بغیر محض مادی تدابیر سے انسان اور معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں۔ اور نور وحی کی روشنی ہی وہ روشنی ہے جو انسان کو

حق وہدایت کی اس شاہراہ سے ہمکنار و بہرہ ور کرتی ہے جو دارین کی سعادت و سرخروئی سے بہرہ ور کرنے والی شاہراہ ہے۔ بہرکیف اس ارشاد سے ان کفار و منکرین کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان کا کہنا یہ تھا کہ اس شخص کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ مانا جائے کہ اس نے جان بوجھ کر خدا پر یہ جھوٹ باندھا ہے کہ اس نے اس کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ خدا ہی کی طرف سے کہہ رہا ہے۔ یا پھر اس کے بارے میں یہ مانا جائے کہ یہ بھی جنون کی ایک قسم ہے جس میں یہ شخص مبتلا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ یہ دونوں ہی باتیں اس میں موجود ہو سکتی ہیں سو یہ شخص مفتری بھی ہے اور مجنون بھی۔ اور اس طرح یہ بات خود ان لوگوں کی اپنی مت ماری کی دلیل ہے والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۱ منکر لوگ عذاب کے اندر۔ والعیاذ باللہ: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ منکر اور ایمان سے محروم لوگ عذاب کے اندر پڑے ہیں والعیاذ باللہ۔ سو کلمۃ ﴿بَلْ﴾ کے اضراب کے ساتھ واضح فرما دیا گیا کہ بات یہ نہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ایمان نہیں رکھتے آخرت پر وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔ ﴿فِی الْعَذَابِ﴾ سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگ اس عذاب میں ابھی سے اور اسی دنیا میں بالفعل مبتلا ہیں۔ مگر اس حقیقت پر دنیا کے اس دار الامتحان میں چونکہ پردہ پڑا ہوا ہے جو کہ اس دار ابتلاء میں آزمائش کا ایک طبعی تقاضا ہے اس لیے یہ حقیقت لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہے لیکن کل قیامت میں جو کہ کشفِ حقائق اور مشاہدہ کا جہاں ہوگا، وہاں یہ حقیقت کھل کر سب کے سامنے آ جائے گی اور کفار و منکرین کو عذاب میں دھر لیا جائے گا۔ سو کفر و انکار کے جو طوق انہوں نے اپنے ارادہ و اختیار سے آج اپنے گلوں میں ڈال رکھے ہیں وہ اگرچہ آج نظر نہیں آ رہے لیکن کل قیامت کے روز یہ سب کے سامنے آشکارا ہو جائیں گے اور اس وقت سب دیکھیں گے کہ یہ لوگ انہی طوقوں میں جکڑے ہوئے دوزخ میں ڈالے جائیں گے والعیاذ باللہ العظیم۔ سو کفر و باطل کے علمبردار اور نورِ حق و ہدایت سے محروم لوگ دوزخ کی آگ میں پڑے ہیں کہ یہ کفر و باطل جسکو انہوں نے گلے لگا رکھا ہے بذاتِ خود دوزخ ہے مگر یہ بات ایسے مت ماروں کو سمجھ نہیں آتی۔ والعیاذ باللہ۔

۲۲ کفار و منکرین دور کی گمراہی میں والعیاذ باللہ: سو کلمہ ﴿بل﴾ کے اِضراب سے واضح فرما دیا گیا کہ بات ویسے نہیں جیسا کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ ایسے ہٹ دھرم کافر اور منکر لوگ عذاب اور دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔ یعنی ایسی گمراہی میں جو حق و انصاف اور صدق و صواب سے بہت دور ہے۔ اور ان لوگوں کی ضد و ہٹ دھرمی ہے کہ وہ ان کو دور سے دور تر لے جا رہی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ جس کے باعث ایسے لوگوں کو حق کی طرف رجوع کی توفیق نہیں مل سکتی سو ایک گمراہی وہ ہوتی ہے جس سے پلٹ کر آنے اور حق کی طرف رجوع کرنے اور اصلاح کا امکان باقی رہتا ہے اگرچہ ہزار خرابی ہی سہی لیکن جو لوگ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو چکے ہوں انکی واپسی اور بازگشت کا پھر کوئی امکان باقی نہیں رہ جاتا۔ اور ایسوں کیلئے امید کے تمام دروازے ہمیشہ کیلئے بند ہو جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو خرابی نہ داعیِ حق میں ہے اور نہ اسکی دعوت میں بلکہ خود ان لوگوں کے اندر ہے جو آخرت پر ایمان نہیں لا رہے کہ ایسے لوگ بڑی دور کی گمراہی میں پڑے ہیں اور ان کا ہولناک انجام ان کے اس رویے کے اندر ہی مضمر ہے سو انسان کا انجام اس کے اپنے عمل و کردار ہی سے وابستہ ہے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید۔ و علی ما یحب و یرید، بکل حال من الاحوال سبحانہ و تعالیٰ،

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ

آگے اور پیچھے (ہر طرف پھیلی ہوئی) ہے، ۲۲ اگر ہم چاہیں تو ان لوگوں کو دھنسا دیں زمین میں، ۲۳

اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

یا ان پر گرا دیں ٹکڑے آسمان سے، ۲۴ بلاشبہ اس میں بڑی بھاری

لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝٩ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا ع ۹

نشانی ہے ۲۵ ہر اس شخص کیلئے جو رجوع کرتا ہے (حق اور حقیقت کی طرف)، ۲۶ ⑨ اور بلاشبہ ہم نے ۲۷ داؤد کو بھی اپنی طرف سے

۲۲ **کائنات میں غور وفکر کی دعوت:-** سو حکمتوں اور عبرتوں بھری اس کائنات میں دعوتِ غور وفکر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ان لوگوں نے کبھی اس عظیم الشان کائنات میں غور نہیں کیا جو ان کے آگے اور پیچھے ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اگر یہ لوگ آنکھیں کھول کر دیکھتے اور اپنے اردگرد پھیلی ہوئی ہماری اس حکمتوں بھری کائنات میں غور کرتے تو ان کے سامنے ان تمام باتوں کی معقولیت اور صداقت وحقانیت واضح ہو جاتی جن کی دعوت پیغمبر ان کو دے رہے ہیں اور ان کو معلوم ہو جاتا کہ جس قادرِ مطلق نے آسمان وزمین کی اس عظیم الشان کائنات کو وجود بخشا، اس کے لئے ان کو دوبارہ پیدا کرنا آخر کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾- (المومن:۵۷)۔ نیز یہ کہ ہمہ وشما جیسا کوئی شخص جب کسی چھوٹے موٹے کام کو بھی بے مقصد کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور وہ اس کو عیب سمجھتا ہے تو پھر وہ حکیمِ مطلق حکمتوں بھری اپنی اس بے مثال کائنات کو بغیر کسی مقصد کے کیسے بنا سکتا ہے؟- ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾- (الانبیاء:۱۶) نیز اس خالقِ حکیم کی یہ کائنات جب تمہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے تو پھر تم لوگ اس کی گرفت وپکڑ سے اگر کہیں بچ کر نکلنا بھی چاہو تو کیسے اور کہاں نکل سکتے ہو؟- ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾- (الرحمٰن:۳۳)۔ سو کیسے بدنصیب اور کتنے محروم ہیں وہ لوگ جو اس سب کے باوجود نہ خداوند قدوس کی اس کائنات میں غور وفکر سے کام لیتے ہیں اور نہ اس کی گرفت وپکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں- ﴿فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾- والعیاذ باللہ العظیم- بہر کیف اس ارشادِ ربانی میں آسمان وزمین کی اس حکمتوں بھری کائنات میں غور وفکر کی دعوت ہے تا کہ اس طرح یہ لوگ حق وہدایت کے نور سے سرفراز ہو سکیں اور ان کو راہِ حق وہدایت نصیب ہو سکے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید،

۲۳ **نفع ونقصان اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں سبحانہٗ وتعالیٰ:-** سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ کائنات کا نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے حکم وارشاد کے تابع ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اگر ہم چاہیں تو ان لوگوں کو دھنسا دیں زمین میں''۔ جیسا کہ قارون کو اس کے پورے کروفر کے ساتھ اور لاؤ لشکر سمیت دھنسا چکے ہیں۔ سو اگر یہ لوگ کائنات کی اس کھلی کتاب میں صحیح

طور پر غور وفکر سے کام لیتے تو ان کے سامنے واضح ہو جاتا کہ آسمان کی یہ عظیم الشان چھت جو انکے سروں پر تنی ہوئی ہے اور زمین کا یہ عظیم الشان فرش جو انکے قدموں کے نیچے بچھا ہوا ہے نہ یہ سب کچھ از خود وجود میں آ گیا اور نہ ہی یہ از خود یونہی چل رہا ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ اپنے وجود اور اپنی بقا سب میں ہمارا اور صرف ہمارا ہی محتاج اور ہمارے ہی حکم وارشاد کے تابع ہے۔ ورنہ ہم اگر چاہیں تو ان کو اسی زمین میں دھنسا دیں اور یہ ان کیلئے قبرستان بن جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو آسمان وزمین کی اس عظیم الشان کائنات کے جن گوناگوں فوائد ومنافع اور ثمرات وبرکات سے یہ لوگ متمتع اور مستفید ہوتے ہیں اور ہر لحہ ولحظہ میں اور ہر جگہ وموقع پر مستفید وفیضیاب ہوتے یہ سب کچھ حضرتِ حق جل مجدہ کی رحمت وعنایت کا نتیجہ وثمرہ ہے اور زمین وآسمان کی ہر چیز ان لوگوں کے تھامے سے نہیں تھمی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے تھامے سے تھمی ہوئی ہے۔ اگر اس خدائے رحمان ورحیم کی رحمت وعنایت نہ ہو تو ان میں ہر چیز بجائے نعمت اور رحمت کے عذاب بن جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۲۵ اللہ تعالیٰ کا عذاب کہیں سے اور کسی بھی شکل میں آسکتا ہے۔ والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر ہم چاہیں تو ان پر گرا دیں آسمان کے ٹکڑے"۔ "کسف" بمعنی قطع یا یہ "کسفۃ" کی جمع ہے بمعنی ٹکڑا۔ یا یہ مصدر ہے مفعول کے معنی میں۔ (المحاسن، المراغی، الفتح وغیرہ)۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ کسی بھی طرح ہماری گرفت اور پکڑ سے بچ کر نکل نہیں سکتے ہم جب چاہیں اور جہاں اور جیسے چاہیں انکو پکڑ سکتے ہیں اور جو عذاب چاہیں ان کو دے سکتے ہیں پھر یہ اس طرح نڈر اور بے فکر کیوں ہیں سو آسمان وزمین کی یہ کائنات ہماری ہی نظرِ عنایت کی بنا پر انسان کیلئے رحمت کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔ اور اسی بنا پر یہ لوگ اسکی طرح طرح کی نعمتوں سے مستفید وفیضیاب ہو رہے ہیں۔ اور اس کائنات کو ہم ہی نے اپنی قدرت وعنایت سے تھام رکھا ہے۔ ورنہ ہم اگر چاہیں تو انکو انکے جملہ ساز وسامان سمیت زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے ان پر پتھر برسا دیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اللہ تعالیٰ کا عذاب کہیں سے بھی اور کسی بھی شکل میں آسکتا ہے اس سے نچنت ونڈر اور بے خوف وبے فکر ہو جانا سخت خسارے کا سودا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو انسان کو بالاضطرار نفع پہنچاتی ہو بلکہ ہر چیز خداوندِ قدوس کے حکم وارشاد ہی سے نفع ونقصان پہنچاتی ہے کوئی بھی چیز براہ راست انسان کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ وہ خدائے پاک کے حکم وارشاد ہی سے اسکی نفع رسانی میں سرگرم عمل ہے جس کا طبعی تقاضا اور لازمی نتیجہ یہی ہے کہ انسان کسی بھی نعمت پر اکڑنے اور اترانے کی بجائے اپنے اس خالق ومالک کا شکر گزار بن جائے جس نے اس کو اس نعمت سے نوازا ہے اور اس کی بخشی ہوئی اس نعمت کو وہ خدا کی نافرمانی اور اس سے بغاوت کا ذریعہ بنانے کی بجائے اس کو اس کی خوشنودی ورضامندی اور اس کی اطاعت وفرماں برداری کا ذریعہ ووسیلہ بنائے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید

۲۶ نشانیٔ عبرت میں غور وفکر کی دعوت: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نشانی ہے ہر عبدِ منیب کے لیے"۔ سو اس میں نشانی ہے راہِ حق وصداقت کو پہچاننے کی اور حق وباطل کے درمیان فرق وتمیز کرنے کی۔ نیز حضرتِ حق جل مجدہ کے حلم وکرم اور اس کی رحمت وعنایت کی نیز اس بات کی نشانی کہ جس قادرِ مطلق نے یہ سب کچھ پیدا فرمایا ہے اس کے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کسی بھی طرح اور کچھ بھی مشکل نہیں ہو سکتا۔ ﴿اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ﴾۔ (یٰس:۸۱) بہر کیف آسمان اور زمین کی اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت اور اسکی وحدانیت ویکتائی کی عظیم الشان نشانی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور اس میں بڑی

بھاری نشانی موجود ہے اس بات کی کہ جو دعوت قرآن دے رہا ہے وہی حق وصدق اور کائنات کی طبیعت اور اس کی روح کے عین مطابق ہے کہ کائنات اللہ کا کام اور قرآن اس کا کلام ہے اور ان دونوں کا منبع ومصدر ایک ہی ہے۔ اس لیے ان میں کمال درجے کا توافق وتطابق ہے اور ایسا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تائید وتصدیق کرتا ہے،

۲۷ اِنابت الی اللہ کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان: -سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ انابت ورجوع الی اللہ سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس میں بڑی بھاری نشانی ہے ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے"۔ کہ اس سے فائدہ ایسا ہی شخص اٹھا سکتا ہے جو اپنے رب کی طرف رجوع رہتا ہے اور مخلوق کے ان عجائب میں غور کر کے اپنے خالق ومالک کو پہچانتا ہے۔ ورنہ دنیا حیوانوں کی طرح کائنات کی ان نعمتوں سے طرح طرح کے فائدے تو اٹھاتی ہے مگر وہ اس بارے نہ سوچتی اور غور کرتی ہے کہ یہ سب کچھ پیدا کس نے کیا اور اس کا ہم پر حق کیا ہے؟ اور اس کے اس حق کی ادائیگی کی شکل وصورت کیا ہو سکتی ہے؟ اور نہ وہ اسکی کوئی فکر اور پروا کرتی ہے کہ اس سب کا نتیجہ وانجام کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ سو ایسے لوگ اس طرح کے تمام ضروری حقائق سے آنکھیں بند کر کے خالص حیوانی زندگی گزارتے اور محض بطن و فرج کی خواہشات کی تکمیل کے لئے جی رہے ہیں- والعیاذ باللہ العظیم- بہر کیف جس کے اندر حقیقت کی طلب، عبرت پذیری کی صلاحیت اور حق کی طرف متوجہ ہونے والا دل ہو، وہی اس سے مستفید اور فیضیاب ہو سکتا ہے۔ اور ایسوں ہی کیلئے ایسی نشانیاں کارگر ہو سکتی ہیں اور جو ان اوصاف سے محروم ہونگے والعیاذ باللہ- تو ان کے لیے کوئی بھی نشانی کارگر نہیں ہو سکتی سو انابت ورجوع الی اللہ کی دولت دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز کرنے والی دولت ہے- وبالله التوفيق لمايُحِبُّ ويريد، وعلى مايُحِبُّ ويريد، وهو الهادية الى سواء السبيل-

۲۸ داتا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے- سبحانہ وتعالیٰ: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہم ہی نے داؤد کو فضیلت بخشی کہ دینے بخشنے والے اور سب کو عطاء کرنے والے ہم ہی ہیں انبیاء ورسل بھی ہمارے ہی محتاج ہیں۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ نبی مختارِ کل نہیں ہوتا کہ جو چاہے کرے بلکہ وہ بھی اللہ پاک کی عطاء وبخشش کا محتاج ہوتا ہے اور مختارِ کل وہ اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے جسکے قبضہ قدرت میں زمین وآسمان کے سب خزانے ہیں وہی اپنی مرضی واختیار سے جسکو جو چاہے اور جب چاہے اور جیسے چاہے عطا فرمائے- سبحانہ وتعالیٰ- سو داتا سب کا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ سب اسی کے در کے سوالی اور اسی کے محتاج ہیں بہر کیف یہاں سے آگے تاریخ کے حوالے سے شکر گزاری اور ناشکری کی دو مثالیں پیش فرمائی گئی ہیں اور ان کا نتیجہ و انجام بھی بیان فرما دیا گیا پہلی مثال حضرتِ داؤد اور سلیمان کی بیان فرمائی گئی- علیہما الصلاۃ والسلام- کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان بادشاہی، عظیم الشان علم وحکمت اور آسمان وزمین کی عظیم الشان نعمتوں سے نوازا اور سرفراز فرمایا تھا مگر وہ ان نعمتوں کو پا کر کسی طرح کی سرکشی میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ اپنے خالق ومالک کی اطاعت وفرمانبرداری میں اور بھی جھک گیے جس سے وہ اپنی رب کی مزید عنایات کے مستحق ہوئے۔ جبکہ دوسری مثال قومِ سبا کی بیان فرمائی گئی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پانے کے بعد مغرور ومتکبر بن گیے اور رب کی شکر گزاری کی بجائے وہ اسکے ناشکرے بن گیے جس کے نتیجے میں بالآخر وہ اپنے آخری اور انتہائی ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے- والعیاذ باللہ العظیم-

فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ

بڑی فضیلت بخشی تھی ۲۸ اور پہاڑوں سے بھی کہہ دیا تھا کہ) اے پہاڑو! تم بھی تسبیح کیا کرو ان کے ساتھ ۲۹ اور پرندوں کو بھی (یہی حکم دیا

۲۹ حضرتِ داوٗد کے فضل و شرف کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اور بلاشبہ ہم ہی نے بخشا داوٗد کو بڑا شرف و مقام" کہ ان کو شرف نبوت اور کتابِ الٰہی کی اس نعمت سے نوازا جو کہ اللہ پاک کے یہاں سے ملنے والا سب سے بڑا اعزاز و انعام ہے۔ حکومت و سلطنت بخشی جو کہ دنیا والوں کی نگاہ میں سب سے بڑا مرتبہ و مقام ہے۔ پھر اس سلطنت و حکومت کے ساتھ اطاعت و بندگی کی وہ دولتِ لازوال بھی ان کو نصیب فرمائی جس سے دنیا کی یہ فانی نعمتیں آخرت کی دائمی نعمتوں کا ذریعہ اور ان کے لئے مزید اضافے کا سبب بن گئیں۔ اس طرح آپؑ نے شاہی میں فقیری کا بے مثال نمونہ پیش فرمایا پھر مختلف دوسرے معجزات کے علاوہ آپکو وہ آواز بھی نصیب فرمائی گئی جو کہ ضرب المثل بن گئی اور لحنِ داوٗدی ہی کے نام و عنوان سے مشہور ہو گئی جس سے پہاڑ بھی محو تسبیح ہو جاتے اور اڑتے پرندے فضا میں تھم جاتے پھر آپ کو سلیمن جیسا بیٹا بخشا جس کو شرفِ نبوت سے بھی نوازا اور عظیم الشان حکومت اور بادشاہی سے بھی سرفراز کیا اور ظاہر ہے کہ یہ سب نعمتیں اور فضائل یکجا طور پر اور کسی کو نصیب نہیں ہوئیں- فالحمد للہ رب العالمین- سو یہ عبدیت اور انابت و رجوع الی اللہ کا ایک خاص مظہر تھا جو حضرتِ داوٗد کی شخصیت میں ظاہر ہوا تھا جو کہ حضرتِ حق جل مجدہ- کے یہاں اصل مطلوب ہے اور جو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے- و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید،

۳۰ پہاڑوں کو بھی حضرتِ داوٗد کے ساتھ تسبیح کا حکم و ارشاد :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اے پہاڑو، تم بھی تسبیح کرو انکے ساتھ" اور پہاڑوں کی یہ تسبیح واقعۃً سنی اور سمجھی جانے والی تسبیح تھی کہ معجزے کا تقاضا یہی ہے نہ کہ وہ گونج اور صدائے باز گشت جو کہ پہاڑوں میں آواز کے جواب میں پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ بعض مرعوب ذہنیت کے ماروں اور روشن خیالی کے دعویداروں نے کہا۔ کیونکہ پہاڑوں کی یہ گونج اور ایسی صدائے بازگشت تو ایک عام چیز ہے جو ہر جگہ اور ہر کسی کو حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کو ایک معجزہ اور خصوصیت کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟ سو پہاڑوں کی یہ تسبیح جس کا یہاں ذکر فرمایا جا رہا ہے اپنے ظاہر اور معروف و متبادر معنیٰ و مفہوم ہی پر محمول ہے۔ (روح، مدارک، معارف اور قرطبی وغیرہ) - ﴿اوبی﴾ "تاویب" سے امر کا صیغہ ہے جو "اوب" سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ لوٹنے اور واپسی کے ہوتے ہیں۔ سو "تاویب"، "ترجیع" کے معنیٰ میں ہوگا جس کے معنیٰ ہوتے ہیں کسی کے سُر میں اپنا سُر ملانا۔ اسکی آواز کو دہرانا اور اس سے ہم آہنگی اور ہم نوائی پیدا کرنا۔ یوں تو اس کائنات کی ہر چیز نصوصِ صریحہ کے مطابق اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور جب وہ تسبیح کرتی ہے تو لازماً تسبیح کرنے والوں کی ہمنوائی بھی کرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرتِ داوٗد کو جس خاص لحن سے نوازا تھا اسی طرح اپنے خاص حکم سے پہاڑوں اور پرندوں کو حضرتِ داوٗد کی تسبیح و تحمید میں ان کی ہمنوائی کا حکم دیا تھا تاکہ اس طرح تسبیحِ خداوندی کا ایک خاص سماں بندھ جائے- والحمد للہ جل وعلا- بکل حال من الاحوال

الْحَدِيْدَ ۝١٠ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا

تھا) اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو بھی نرم کر دیا تھا ۳۰ ۝١٠ کہ تم زرہیں بناؤ پوری پوری اور ٹھیک اندازہ رکھو ان کی کڑیاں جوڑنے میں، اور

صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝١١ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ

تم سب لوگ نیک کام کرو، بے شک میں پوری طرح دیکھ رہا ہوں وہ سب کچھ جو تم لوگ کرتے ہو ۳۱ ۝١١ اور سلیمٰن کیلئے ہم نے ہوا کو مسخر کر دیا تھا،

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ

اس کی صبح کی منزل مہینے بھر کی راہ کی تھی، اور شام کی بھی مہینے بھر کی راہ کی تھی ۳۲ اور بہا دیا تھا ہم نے ان کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا

۳۱ <u>حضرتِ داؤد کے لیے لوہے کو نرم کر دینے کے انعام کا ذکر و بیان</u>:۔سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم نے ان کیلئے لوہے کو بھی نرم کر دیا تھا"۔ جس سے آپ نہایت سہولت اور آسانی کے ساتھ جو چاہتے اور جیسا چاہتے بنا لیتے۔ سو لوہے کو آپ کے لئے موم کی طرح نرم کر دیا گیا تھا جس کے باعث آپ کو اسے گرم کرنے اور کوٹنے وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ اس طرح یہ آپ کا ایک اور امتیاز اور اعجاز تھا جس سے بطورِ خاص قدرت کی فیاضیوں نے آپؑ کو نوازا تھا۔ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور آپؑ کے ہاتھ پر لوہے کو نرم کر دینے کے اسی معجزے کا نتیجہ تھا کہ آپؑ لوہے کی باریک کڑیوں کو جوڑ کر ایسی ڈھیلی ڈھالی زرہیں بناتے جن کا پہننا اور استعمال کرنا نہایت آسان ہوتا اور حفاظت کے لحاظ سے وہ لوہے کا کام دیتی تھیں۔ اسی لیے یہاں پر "سٰبِغٰت" کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ یعنی ایسی ڈھیلی ڈھالی زرہیں جو پورے جسم کو ڈھانک لیتی تھیں۔ سو لوہے سے ایسا ڈھیلا ڈھالا لباس تیار کر لینا جنکی کڑیوں کے جوڑنے میں پورا تناسب بھی ملحوظ رہے اور جو جنگی ضرورتوں کی تکمیل بھی کرتا ہے ایک اعلیٰ قسم کا سائنسی انکشاف تھا جس سے حضرتِ داؤدؑ کو نوازا گیا تھا۔ اور اس کی اولیت کا سہرا حضرتِ داؤدؑ ہی کے سر ہے۔ اور اپنی اس ایجاد سے انہوں نے دفاعی اسلحہ میں ایک نہایت بیش قیمت اضافہ کر دیا تھا جس سے انکی فوجی قوت انکے مخالفین کے مقابلے میں بہت بڑھ گئی تھی۔ سو اس ارشاد سے حضرتِ داؤد کی رزم کا حال بیان فرمایا گیا جبکہ اوپر آپ کی بزم کا حال بیان فرمایا گیا ہے سو آپ اسی بنا پر ایسی ڈھیلی ڈھالی ﴿سابغات﴾ زرہیں بناتے تھے جو کپڑے کے لباس کی طرح نرم ہوتی تھیں لیکن لوہے کی سختی اور حفاظت کا کام بھی دیتی تھیں اور کپڑے کے لباس کی طرح ان کا پہننا اور استعمال کرنا بھی نہایت آسان ہوتا تھا سو اس طرح یہ ایک منفرد اعزاز قرار پاتا ہے جس سے آنجناب کو قدرت کی طرف سے نوازا گیا تھا۔

۳۲ <u>سائنس اور فن کے لیے انقلاب آفریں باتوں کا درس</u>:۔سو اس سے سائنس اور فن کے لیے دو اہم اور انقلاب آفریں باتوں کی ہدایت و تعلیم فرمائی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک میں پوری طرح دیکھتا ہوں ان

سب کاموں کو جو تم لوگ کرتے ہو' تمہارا کوئی کام مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا پس تم اپنے ہر عمل کا بدلہ پاؤ گے لہذا صدق واخلاص کے ساتھ نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کئے جاؤ کہ پھر یہ موقع ملنے والا نہیں نیز اس ضمن میں اس بات کو بھی بہر طور یاد رکھنا کہ زرہ سازی کے اس فن میں تم کو جس کمال اور مہارت سے نوازا گیا ہے اسکو پا کر تم کہیں بہک نہیں جانا اور اسکو کہیں زمین میں فساد پھیلانے کا ذریعہ نہیں بنا لینا۔ سواس ارشاد میں اس فن میں ترقی کے تقاضے کو بیان فرمایا گیا ہے کہ اسکو خیر کا ذریعہ اور وسیلہ بنانا شر کا نہیں۔ سواس ارشاد میں دورِ حاضر کے سائنس دانوں اور دوسرے تمام فن کاروں کیلئے دو اہم اور عظیم الشان درس ہیں جنکو اپنانے اور پیشِ نظر رکھنے سے سائنس کی یہ حیرت انگیز ترقی انسان اور اس پوری کائنات اور ساری مخلوق کیلئے خیر کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اول یہ کہ انسان یہ سمجھے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کی عنایت اور اسی کی بخشش وعطاء ہے اس لیے اس وحدہ لاشریک کا دل وجان سے شکر ادا کیا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ انسان ایسی ہر ترقی کو خداوندِ قدوس کی عنایت اور اسکی عطا جانتے ہوئے اور اسکو یہ سمجھتے ہوئے استعمال کرے کہ جس خدا نے مجھے یہ سب کچھ عطا فرمایا ہے وہ مجھے دیکھ رہا ہے کہ میں اسکو کہاں، کس طرح اور کن مقاصد کیلئے استعمال کر رہا ہوں سو ان دو بنیادی حقیقتوں کو فراموش کر دینے سے سائنس انسان کیلئے ایک عظیم خطرہ بن گئی ہے۔ اور ایسی اور اس حد تک کہ آج پوری دنیا بارود کے ایک ڈھیر پر کھڑی ہے اور پتہ نہیں اسکا انجام کیا ہوگا والعیاذ باللہ- سواس ارشاد سے فن کو اخلاقی تقاضوں کے ماتحت رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی تا کہ اس طرح سائنس اور فن انسان اور انسانیت کے لیے خطرے اور شر کی بجائے اس کے لیے خیر اور بہتری کا ذریعہ بنے نہ کہ ہلاکت وتباہی کا - والعیاذ باللہ- سواس ارشاد سے فن کو اخلاقی تقاضوں کے ماتحت رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی تا کہ اس طرح سائنس اور فن انسان اور انسانیت کے لیے خطرے اور شر کی بجائے اس کے لیے خیر اور بہتری کا ذریعہ بنے نہ کہ ہلاکت وتباہی کا مگر افسوس کہ دنیا اس سے غافل ہے جس کے باعث پوری دنیا پر وحشت اور درندگی کا راج ہے جیسا کہ سب کے سامنے ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۳ **حضرتِ سلیمٰن کیلئے تسخیرِ ہوا کے معجزہ وانعام کا ذکر:** - سو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا جس سے اسکی صبح کی منزل مہینے بھر کی راہ کی تھی اور شام کی بھی مہینے بھر کی راہ کی "۔ یعنی وہ ایک دن میں دو ماہ کی مسافت طے کرتی تھی سو یہ قدرت کا ایک معجزہ تھا جس سے آنجناب کو بطورِ خاص نوازا گیا تھا سو ارشاد فرمایا گیا کہ اور یہ بھی ہمارا ہی کرم اور احسان تھا کہ ہم نے حضرتِ سلیمٰن کیلئے ہوا کو اس طرح مسخر کر دیا تھا کہ وہ اس طرح آپ کے کام آ رہی تھی بہر کیف تسخیرِ ہوا کا یہ معجزہ وانعام ایک خاص معجزہ وانعام تھا جس سے حضرتِ حق جل مجدہ کی طرف سے آنجناب کو بطورِ خاص نوازا گیا تھا اور یہ شرف ان کے سوا اور کسی کو بھی حاصل نہیں ہوا تھا مگر اس سے ان کے اندر کبر وغرور کا کوئی شائبہ پیدا ہونے کی بجائے ان کی شانِ عبدیت وانابت ہی میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہی اصل تقاضا ہے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کا اور اس سے اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ انسان کے لیے سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ بنتی ہیں وباللہ التوفیق لما یحب ویرید- وعلی ما یحب ویرید بکل حال من الاحوال وفی کل مَوطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ

چشمہ ۳۳ اور جنوں میں سے کچھ ایسے جن بھی ہم نے ان کے تابع کر دیئے تھے ۳۴ جو اپنے رب کے حکم سے ان کے آگے اسطرح کام

وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫

کرتے تھے، کہ ان میں سے جو بھی کوئی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا، اسے ہم مزہ چکھاتے (دہکتی) بھڑکتی آگ کے عذاب کا ۳۵ ⑫

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ

وہ ان کے لئے بناتے جو کچھ کہ وہ چاہتے، بڑی بڑی عمارتیں، ۳۶ تصویریں ۳۷ حوض

كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ

جیسے بڑے بڑے لگن، ۳۸ اور (ایک ہی جگہ) جمی رہنے والی (بڑی بڑی) دیگیں، داؤد کے خاندان والو تم نیک کام کرو شکر کے طور پر

۳۴ حضرتِ سلیمان کے لیے ایک اور عظیم الشان انعام کا ذکر و بیان: ۔ سو اس سے حضرتِ سلیمان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے کے اِنعام و احسان کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے ان کیلئے بہا دیا تھا پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ"۔ سو داؤد کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا اور سلیمنؑ کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا گیا۔ سو یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے تھا اور حضرتِ سلیمان نے پگھلے ہوئے تانبے کی اس نعمت کو نہایت خوبی کے ساتھ استعمال کیا سو یہ حضرتِ واہب مطلق ۔جل جلالہ وعم نوالہ۔ کی عطاؤ بخشش کا ایک خاص اور اہم پہلو ہے کہ اس کے بندوں کو جس زمانے میں جس چیز کی زیادہ ضرورت ہوئی ہے وہ ان کو اس سے نواز دیتا ہے حضرتِ سلیمان کو اپنی تعمیر و ترقی اور خاص کر ان بڑی بڑی دیگوں اور لگنوں کے سلسلے میں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے چونکہ تانبے کی خاص طور پر زیادہ ضرورت تھی اس لیے قدرت نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا خاص چشمہ جاری فرما دیا تھا جس طرح کہ دورِ حاضر کی تعمیر و ترقی کے لیے قدرت نے اپنی فیاضیوں سے عربوں کے لیے ذہب سیال بہتے سونے یعنی پٹرول کے عظیم الشان چشمے جاری فرما دیے۔ جیسا کہ دنیا ساری کے سامنے ہے، سو اس واہبِ مطلق کی شان ہی نوازنا اور لگاتار اور ہر لحظہ نوازنا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۳۵ حضرتِ سلیمان کے لیے تسخیر جنات کی نعمت و عنایت کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم ہی نے ان کیلئے تابع کر دیا تھا جنوں کو"۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ جنات کی تسخیر آنجناب کا اپنا کسبی اور اختیاری عمل نہیں تھا بلکہ یہ بھی اللہ پاک کی بخشش و عطا تھی جس سے قدرت نے اپنے فضل و کرم سے خاص طور پر آپؑ کو نوازا تھا تاکہ آپ جنوں کی اس سرکش قوم سے وہ بڑے بڑے کام کروا سکیں جن کا ذکر آگے فرمایا جا رہا ہے سو جن براہِ راست حضرتِ سلیمان کے تصرف میں نہیں تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم و ارشاد سے آپؑ کی اطاعت کرتے تھے۔ اور اگر ان میں سے کوئی حکم عدولی کرتا تو اسکو سزا بھی اللہ ہی دیتا تھا جیسا کہ آگے اس بارے صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے ان کے لیے جن بھی

مسخر کر رکھے تھے جو ان کے سامنے ان کے رب کے اذن وحکم سے کام کرتے تھے۔ فالحمد للہ جَلَّ وَعَلاَ

۳۶ سرکش جنوں کیلئے عذابِ سعیر کی دھمکی: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا اس کو ہم آگ کا عذاب چکھائیں گے" یعنی اسی دنیا میں۔ یا یہ کہ اس کو آخرت میں ایسا عذاب چکھائیں گے مفسرینِ کرام کے اس بارے دونوں قول ہیں۔ اَیْ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا ۔ (تفسیر المراغی: ج ۲۲ ص ۶۶)۔ یدرکہ الصاعقة فتحرقه او المراد عذاب الآخرة ۔ بعض روایات کے مطابق ان جنوں پر ایک فرشتہ مقرر تھا جس کے ہاتھ میں آگ کی لاٹھی تھی جسے وہ ایسے سرکشوں پر برساتا تھا۔ (روح، قرطبی، جامع اور معارف وغیرہ)۔ بہر کیف اس میں سرکش جنوں کیلئے عذابِ سعیر کی دھمکی ہے۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ جنوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرتِ سلیمان کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا جو اللہ تعالیٰ کے فرمان اور اس کے حکم وارشاد کے مطابق ان کے آگے کام کیا کرتے تھے اور دوسرے مقام پر اس کی تصریح فرمائی گئی ہے کہ حضرتِ سلیمان کا لشکر جنوں، انسانوں اور پرندوں سب پر مشتمل تھا۔ چنانچہ سورۂ نمل میں ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ﴾ ۔ یعنی "حضرتِ سلیمان کے لیے ان کے لشکر کو جو کہ جنوں، انسانوں اور پرندوں پر مشتمل تھا اکٹھا کیا گیا"۔ (النمل: ۱۷)۔ سو اس سے حضرت سلیمان کی حکومت وسلطنت کی عظمتِ شان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ علٰی نبیّنا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ والسلام

۳۷ "محاریب" سے مقصود ومراد؟: ۔ "المحاریب"، "محراب" کی جمع ہے یہ اس بڑی عمارت کو کہا جاتا ہے جو کہ محل سے چھوٹی ہو اس سے بڑی کو "محل" یعنی "قصر" کہا جاتا ہے۔ اور اسکی عمدگی کی بنا پر اسکو "محراب" کہا جاتا ہے۔ (ابنِ کثیر وغیرہ)۔ بہر کیف یہ ان کاموں کی تفصیل بیان فرمائی جا رہی ہے جن کیلئے حضرتِ سلیمنؑ اپنے ان مسخر جنوں کو استعمال کیا کرتے تھے۔ اور یہ سب کے سب کام جیسا کہ ظاہر ہے تعمیری، تمدنی اور اصلاحی نوعیت کے تھے۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ حضرتِ سلیمنؑ کا ان سفلی کاموں اور دوسری خرافات سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں تھا جو یہودِ بے بہبود ان کی طرف منسوب کرتے تھے اور جنات سے جو کام آنجنابؑ نے لیے وہ سب تعمیری، تمدنی اور اصلاحی نوعیت کے تھے لیکن یہودِ بے بہبود نے اس بارے بے بنیاد اور من گھڑت باتوں کا ایک طومار کھڑا کر دیا۔ یہاں تک کہ ان بدبختوں نے آنجناب کی بے مثال حکومت کو جادو اور جنوں کی کارستانی قرار دیا۔ والعیاذ باللہ۔ افسوس کہ انہی بے بنیاد اور من گھڑت باتوں اور قصوں کا بہت بڑا حصہ ہماری تفسیر وتاریخ وغیرہ کی مختلف کتابوں میں بھی آ گیا ہے جن کا اکثر حصہ خود ساختہ اور من گھڑت اباطیل وخرافات کا مجموعہ ہے لیکن اس کو مختلف عنوانوں سے پھیلایا جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ حقیقت بہر حال وہی ہے جس کی نشاندہی قرآنِ پاک نے فرما دی ہے اور جس کا ذکر ہم نے اوپر کر دیا ہے۔ والحمد للہ جل وعلا۔

۳۸ "تماثیل" سے مقصود ومراد ؟: ۔ یعنی غیر جاندار چیزوں کی تصویریں وغیرہ جس کو سینری اور منظر وغیرہ کہا جاتا ہے۔ اس کا معنیٰ مطلق تصویریں نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کیونکہ جاندار اشیاء کی تصویریں اس زمانے میں بھی حرام تھیں جیسا کہ ہماری شریعت میں حرام ہیں۔ کیونکہ حضرتِ سلیمن جس شریعتِ موسوی کے پیرو تھے اس میں بھی جاندار چیزوں کی تصویریں اور مورتیاں بنانا اسی طرح حرام تھا جس طرح کہ اسلام میں حرام ہے۔ چنانچہ تورات

میں تمام تر تحریفات کے باوجود آج بھی جاندار چیزوں کی تصویر اور مجسمہ سازی کی حرمت کا ذکر موجود ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو خروج: باب ۲۰ آیت ۴، احبار: باب ۲۶ آیت ۱، استثنا: باب ۴ آیت ۱۶۔۱۸ اور استثنا: باب ۲۷ آیت ۱۵ وغیرہ۔ یہودِ بے بہبود نے حضرتِ سلیمٰن پر جو مختلف تہمتیں لگائیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپؑ جاندار چیزوں کے مجسمے اور ان کی مورتیاں بناتے تھے۔ اور اس ضمن میں ان لوگوں نے مختلف روایات وضع کیں اور ان کو انہوں نے طرح طرح سے پھیلایا اور رواج دیا یہاں تک کہ انہی اسرائیلی روایات کی بنا پر عام طور پر ہمارے مفسرینِ کرام بھی کہہ دیتے ہیں کہ ان کی شریعت میں تصویر اور مجسمہ سازی حرام نہیں تھی۔ اور لفظِ "تمثال" کے مفہوم میں کسی جاندار کی تصویر کا ہونا سرے سے کوئی ضروری امر ہے ہی نہیں بلکہ "تمثال" تو ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسری چیز کے نمونے اور نقشے پر بنائی جائے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ کسی جاندار کی ہے یا بے جان کی۔ "**التمثال اسم للشیء المصنوع مشبها بخلق مِنْ خلق الله**" (لسان العرب، القرطبی وغیرہ)۔ اور "تماثیل" ان اشیاء کو کہا جاتا ہے جن کے نقش ونگار وغیرہ نہ ہوں۔ (الکبیر وغیرہ)۔ سو "تمثال" کے اصل معنیٰ محض کسی چیز کی شبیہ اور پیکر کے ہوتے ہیں اس کے لیے کسی چیز کا ذی روح ہونا سرے سے اس کے مفہوم میں داخل ہی نہیں تو پھر اسکے جواز کا کیا سوال؟

[۱۸] "جفان" اور "جواب" کا معنیٰ ومفہوم؟: -"جفان" جمع ہے "جفنہ" کی۔ بمعنیٰ "بڑا پیالہ" جس کو لگن بھی کہا جاتا ہے۔ اور "جواب" جمع ہے "جابیہ" کی بمعنیٰ "بڑا حوض"۔ یعنی حضرتِ سلیمان نے مہمان نوازی کیلئے ایسے بڑے بڑے انتظامات فرما رکھے تھے تا کہ ہزاروں لوگوں کے کھانے کھلانے اور ان کی مہمان نوازی کا انتظام ہو سکے۔ اور "راسیات" جمع ہے "راسیہ" کی جسکے معنیٰ "ٹھکی ہوئی"، "جمی ہوئی" اور "گاڑی ہوئی" چیز کے آتے ہیں۔ اسی لیے یہ لفظ پہاڑوں کی صفت کیلئے آتا ہے۔ اور یہاں پر یہ لفظ ان دیگوں کی صفت کیلئے آیا ہے جو حضرتِ سلیمٰن نے مہمانوں کی خدمت کیلئے تیار کروا رکھی تھیں وہ اتنی بڑی اور اس قدر بھاری بھرکم ہوتی تھیں کہ انکو آسانی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا تھا وہ ایک ہی جگہ چولہوں پر نصب رہتی تھیں اور بیک وقت ان میں منوں کے حساب سے کھانا پکتا تھا۔ سو اوپر کے ارشاد سے حضرتِ سلیمان کے تمدنی آرٹ کے پہلو کو نمایاں فرمایا گیا اور اس ارشاد میں انکی شانِ جود وکرم کو واضح فرمایا جا رہا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جنات حضرتِ سلیمٰن کیلئے حوضوں جیسے بڑے بڑے لگن اور ایسی بھاری بھرکم دیگیں بناتے جو ایک ہی جگہ لنگر انداز رہتی تھیں سو حوضوں کی طرح کے ان لگنوں اور ان بھاری بھرکم دیگوں کا ذکر حضرتِ سلیمان کی فیاضی اور آپ کے جود وسخا کی تعبیر کیلئے ہے۔ سو حضرتِ سلیمان کے ہاتھوں جو تمدن وجود میں آیا تھا اس میں صرف سائنس، آرٹ اور شان وشوکت ہی کی نمائش نہیں تھی بلکہ اس میں اسکے پہلو بہ پہلو غریب پروری اور انسان دوستی کا بھی اس قدر وسیع پیمانے پر اور ایسا فیاضانہ اہتمام وانتظام تھا اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسکی تحسین فرمائی۔ سو جس تمدن میں یہ دونوں پہلو پورے توازن کے ساتھ موجود ہوں وہ مبارک تمدن ہے۔ اسکے برعکس جہاں آرٹ کی نمائش اور اس طرح کا طمطراق تو ہو لیکن غربا فاقے کرتے ہوں وہ شیطانی تمدن ہے جو تعریف کے لائق نہیں مذمت کے قابل ہے- والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف-

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿١٣﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ

(ان عظیم الشان نعمتوں کے بدلے میں) ف۳۹ اور کم ہی لوگ ہیں میرے بندوں میں سے جو شکر ادا کرتے ہیں ف۴۰ ﴿۱۳﴾ پھر جب ہم نے نافذ کر دیا

الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

سلیمٰن پر موت کا اپنا فیصلہ تو جنوں کو ان کی موت کا کسی نے پتہ نہ دیا، سوائے گھن کے اس کیڑے کے جو کھاتا رہا

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

ان کے عصا کو، سو (اس کے نتیجے میں) جب گر پڑے سلیمٰن، تو جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب

الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿١٤﴾ لَقَدْ كَانَ

جانتے ہوتے تو (اس طرح اور اتنا عرصہ) مبتلا نہ رہتے (ذلت و) خواری کے اس عذاب میں، ف۴۱ ﴿۱۴﴾ بلاشبہ

۴۰ حق نعمت کا تقاضا حضرتِ واہب مطلق جل وعلا کی شکر گزاری: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "عمل کرو تم اے داؤد کے خاندان والو، شکر کے طور پر" یعنی دل، جان اور جوارح، تینوں سے اس واہب مطلق جلّ وعلا شانہ کا۔ (جامع البیان، المراغی وغیرہ) کہ نعمت کا تقاضا یہی ہے کہ اس پر صدقِ دل سے حضرتِ حق - جل وعلا - کا شکر ادا کیا جائے کہ یہ اس واہبِ مطلق جل وعلا شانہ کا اس کے بندوں پر حقِّ واجب ہے۔ اور اس کا صلہ وثمرہ یہ ملیگا کہ اس سے نعمت میں برکت ہوگی اور اس میں دوام نصیب ہوگا - اللہ توفیق بخشے ہر حال میں اور ہر نعمت پر - آمین ثم آمین یا رب العالمین۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی میں اس فضل وکرم اور اِنعام واِحسان کا حق بیان فرمایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرتِ سلیمان پر فرمایا سو آپ کو ہدایت فرمائی گئی کہ علم وسائنس کی ایسی ترقی اور اس قدر ارضی وسماوی خیرات وبرکات پر اپنے رب کا شکر ادا کرو۔ اور اس شکر گزاری میں ان نعمتوں میں سے ہر نعمت کو اس کے صحیح محل اور مصرف میں صرف اور خرچ کرنا اور ہر قدم صحیح سمت ہی میں اٹھانے کی کوشش کرنا۔ اس نصیحت کا تقاضا ہر نعمت بھی اپنی زبانِ حال سے کرتی ہے اور اس بارے حضرتِ سلیمان کو بذریعہ وحی بھی یہی ہدایت فرمائی گئی تھی جس کا ذکر زبور اور اَمثال میں بار بار آتا ہے۔ یہاں پر آلِ داؤد سے خطاب کے اندر حضرتِ سلیمان - علیہ الصلاۃ والسلام - ان کی آل واولاد اور ان کی جملہ اَتباع کے لیے یہ خاص تذکیر ویاد دہانی بھی پائی جاتی ہے کہ آپ اپنے باپ کے نقشِ قدم کی پیروی کرو اس لیے کہ یہ تمام عظمت وحشمت آپ کو انہی سے وراثت میں ملی ہے اور ان کو یہ سب کچھ اللہ پاک نے انکی شکر گزاری ہی پر دیا بخشا تھا - سبحانہ وتعالیٰ - سو شکرِ نعمت ایک عظیم الشان نعمت اور عنایتِ خداوندی ہے - وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید وھو الھادی الی سواء السبیل

۴۱ شکر گزاری کی توفیق وسعادت کم ہی لوگوں کو ملتی ہے: - سو ارشاد فرمایا گیا "اور کم ہی لوگ میرے بندوں میں شکر گزار ہوتے ہیں"۔ معلوم ہوا کہ اکثریت ناشکرے اور غلط کار لوگوں ہی کی ہوتی ہے شکر گزار اور اچھے لوگ تھوڑے ہی

ہوتے ہیں۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ بس عوام کی اکثریت کا کسی کے حق میں ہو جانا اسکی حقانیت کی دلیل نہیں قرار پا سکتا جس طرح کہ عام طور پر سمجھا اور مانا جاتا ہے۔ بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے والے لوگ تھوڑے ہی ہوتے ہیں زیادہ تر لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جو ایسے موقع پر خداوندِ قدوس کے باغی اور نافرمان بن جاتے ہیں سو اس سے حکمتِ دین کا یہ نقطہ پھر واضح ہو جاتا ہے کہ صبر و شکر میں سب سے زیادہ مشکل امتحان شکر کا ہوتا ہے اس لیے حضرتِ سلیمان کو اس موقع پر یہ خاص اور اہم تنبیہ فرمائی گئی کہ شکر کی راہ کوئی آسان راہ نہیں بلکہ یہ نہایت کٹھن راہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بخشتا تو بہتوں کو ہے لیکن اس واہبِ مطلق کی ان نعمتوں کو پا کر ان کا شکر اور ان کا حق ادا کرنے والے تھوڑے ہی نکلتے ہیں زیادہ تر باغی و سرکش اور نافرمان ہی نکلتے ہیں۔ سو صبر و شکر میں سے شکر کا امتحان زیادہ مشکل ہوتا ہے جیسا کہ ابھی اوپر بھی گزرا حضرتِ عیسیٰ نے اسی بات کو اس مثال سے بیان فرمایا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا آسان ہے پر دولت مند خدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتا اور دولت مند سے مراد اصل میں متکبر ہے۔ کیونکہ متکبروں کے تکبر کا اصل اور بڑا سبب دنیاوی مال و دولت ہی ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۲ حضرتِ سلیمٰنؑ کی وفات کا قصہ اور ایک عبرت انگیز درس: ۔ روایات کے مطابق جب حضرتِ سلیمٰنؑ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے یہ چاہا کہ کسی طرح جنوں کو آپ کی موت کا علم نہ ہونے پائے تا کہ تعمیر بیت المقدس وغیرہ کے جن عظیم الشان کاموں میں ان کو لگایا گیا تھا ان کی تکمیل ہو جائے اور جن سرکشی کر کے آپؑ کے بعد ان کو چھوڑ نہ دیں۔ اس کے لئے آپ ایک لاٹھی کے سہارے اپنے عبادت خانے میں کھڑے ہو گئے اور اسی دوران آپؑ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی شیشے کے اس مکان میں جہاں آپؑ تشریف فرما تھے، باہر سے دیکھنے سے یونہی معلوم ہوتا تھا کہ آپؑ عبادت میں مصروف ہیں کسی کو قریب جا کر پوچھنے اور معلوم کرنے کی ہمت نہ تھی۔ کیونکہ قدرتی رعب کے علاوہ یوں بھی آپؑ کا معمول عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ آپؑ مہینوں مہینوں عبادت کے لئے اپنے خلوت خانوں میں مشغول رہتے تھے اس لئے جن آپ کو زندہ سمجھتے ہوئے برابر کام میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ جب ادھر کام مکمل ہو گیا اور ادھر حضرتِ سلیمٰن کی لاٹھی جس کو دیمک نے کھا لیا تھا ٹوٹ گئی اور حضرتِ سلیمٰن گر پڑے، تب جنوں کو آپؑ کی موت کا علم ہوا۔ اور دیمک کے لاٹھی کو کھانے کا اندازہ جو لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرتِ سلیمٰن کو فوت ہوئے ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے لوگ جنوں کو غیب دان سمجھتے تھے جیسا کہ آج بھی بہت سے لوگ ایسا سمجھتے ہیں جس سے جنوں کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی اور وہ خود بھی اپنی غیب دانی کے زعم میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جیسا کہ سورۂ جن میں فرمایا گیا۔ ﴿فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ ۔ مگر اس واقعہ سے ان کی غیب دانی کی قلعی کھل گئی۔ اسی بات کو یہاں پر ۔ ﴿تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ﴾ ۔ سے بیان فرمایا گیا ہے جس کے معنیٰ خوب کھل جانے اور واضح ہونے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جنوں کی حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس طرح ذلت کے ساتھ اتنا عرصہ کام میں نہ لگے رہتے۔ (روح، مدارک، معارف، جواہر، قرطبی اور کبیر وغیرہ وغیرہ)۔ سو اس طرح حضرتِ سلیمانؑ کی وفات کے اس قصے سے ایک بڑا عبرت انگیز درس دیا گیا اور واضح فرما دیا گیا کہ جن غیب نہیں جانتے لیکن اسکے باوجود آج بھی کتنی ہی دنیا ہے جو جنوں کی غیب دانی کی قائل ہے۔ اللہ تعالیٰ فکر و نظر کے ہر زیغ و انحراف سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ۙ

قوم سبا کے لئے ان کے اپنے وطن میں ہی ایک بڑی نشانی تھی، ۴۲ دو رویہ باغ دائیں اور بائیں، ۴۳

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ

(اور ساتھ ہی یہ اذن عام بھی کہ) کھاؤ تم لوگ اپنے رب کے دیئے ہوئے میں سے، اور شکر بجالاؤ اس (واہب مطلق) کا، ملک

رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ

پاکیزہ ۴۴ اور رب بخشش فرمانے والا ۴۵ ﴿۱۵﴾ پھر بھی انہوں نے سرتابی سے ہی کام لیا ۴۶ جس کے نتیجے میں (آخرکار) ہم نے چھوڑ دیا ان پر سیلاب اس بند کا ۴۷

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ

اور ہم نے ان کو ان دورویہ باغوں کے بدلے ایسے اور دورویہ باغ دے دیئے، جن میں بدمزہ پھل،

اَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ

جھاؤ کے درخت، اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں ﴿۱۶﴾ یہ بدلہ دیا تھا ہم نے ان کو ان کے کفر کا،

۴۳ قوم سبا کی داستان عبرت کا حوالہ وذکر: سو ارشاد فرمایا گیا "بلاشبہ قوم سبا کیلئے ان کے اپنے وطن میں ایک بڑی نشانی تھی"۔ نشانی اس پر کہ کس طرح انہوں نے اتنا عرصہ عروج پایا اور پھر کس طرح اس قدر زوال سے ہمکنار ہوئے۔ قدرت نے ان کو کس طرح نوازا پھر ان کی ناشکری کی بنا پر کس طرح ان کی گرفت فرمائی۔ سو یہ حضرت داؤد وسلیمان جیسے شکر گزاروں کے مقابلے میں منکرین وکافرین کا نمونہ پیش فرمایا جارہا ہے تاکہ پتہ چل سکے کہ جس طرح شکر وانابت سے انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ اس سے اللہ پاک کی بخشی ہوئی نعمتوں میں اضافہ ودوام نصیب ہوتا ہے اسی طرح کفر وانکار کا وبال ونقصان بھی خود اسے ہی پہنچتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ﴾ الایۃ (النمل: ۴۰)۔ قوم سبا عرب کی ایک قدیم دولت مند اور شہرہ آفاق قوم تھی جو یمن کے علاقے میں آباد تھی۔ اور یہ اپنے ایک دادا سبا بن تشجب بن قحطان کی طرح منسوب ہے۔ جیسا کہ امام احمد، ترمذیؒ، اور ابن جریرؒ وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل فرمائی ہے ان لوگوں کا مرکز مآرب تھا جو یمن کے موجودہ دارالحکومت صنعاء سے کوئی ساٹھ میل مشرق کی جانب واقع ہے۔ جس کے کھنڈرات آج بھی اس قوم کی عظمت اور اس کے تمدن اور اس کی داستان عبرت کا پتہ دے رہے ہیں۔ پہلے تو یہ ایک مشرک قوم تھی لیکن جب اس کی ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمٰن کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا تو اس قوم کی غالب اکثریت بھی مسلمان ہوگئی۔ لیکن بعد میں خدا جانے کب اور کس طرح ان میں شرک وبت پرستی کی مہلک بیماری عود کر آئی اور اس پوری قوم پر چھاگئی۔ اور انہوں نے مختلف قسم کے بت بنا کر ان کی پوجا

پاٹ شروع کر دی۔ اس قوم کا دورِ عروج گیارہ سو قبل مسیح سے لے کر ۳۰۰ء تک کوئی ڈیڑھ ہزار برس پر پھیلا ہوا ہے اس کی ترقی و دولت مندی اور عروج و عیش پرستی کے بارے میں اسٹرابو، پلینیا ورآرٹی میڈورس وغیرہ جیسے قدیم مغربی مورخین نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ علاقہ سرسبز و شاداب باغوں، لہلہاتی کھیتیوں اور قسما قسم کے مویشیوں سے اٹا پڑا تھا۔ یہ لوگ سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے، مکانوں کی چھتوں، دیواروں اور دروازوں تک میں ہاتھی دانت اور سونے چاندی کے علاوہ جواہرات استعمال کرتے تھے، جلانے کے لئے عام لکڑی کی بجائے دارچینی، صندل اور دوسری خوشبو دار لکڑیاں استعمال کرتے۔ ان کے سواحل کے قریب سے گزرنے والے تجارتی جہازوں تک کو خوشبو کی لہریں پہنچتی تھیں اور اسی قوم نے تاریخ میں پہلی مرتبہ صفا کے بلند پہاڑی مقام پر ''قصرِ غمدان'' کے نام سے وہ فلک بوس عمارت -Sky Scraper- تیار کی جو صدیوں تک اس کی عظمت کا پتہ دیتی رہی جس کی مورخین کے بیان کے مطابق بیس منزلیں تھیں اور ہر منزل چھتیس فٹ بلند تھی۔ اس قوم کی ترقی و عروج کے بنیادی طور پر دو بڑے سبب تھے ایک زراعت جس کے لئے انہوں نے ایک عظیم الشان بند تعمیر کر کے آبپاشی کا ایک بہترین نظام قائم کر رکھا تھا اور پورا ملک جو کہ کم و بیش کوئی تین سو میل کے علاقہ میں پھیلا ہوا تھا سرسبز و شاداب تھا۔ اور دوسرا بڑا سبب تھا تجارت۔ کیونکہ قدرت نے ان کو جغرافیائی طور پر ایک ایسا محلِ وقوع عطا فرما رکھا تھا جس سے مشرق و مغرب کی تجارت پر ان کی گویا مکمل اجارہ داری قائم تھی۔ بحر احمر اور مضیق باب المندب کے سواحل پر آباد ہونے کی وجہ سے ایک طرف تو یہ لوگ اپنے ملک کے اندر پیدا ہونے والی قیمتی اشیاء، جیسے لوبان، عود، عنبر، مشک، مر، اور قرفہ، وغیرہ مصر، شام اور روم و یونان وغیرہ کو بیچتے۔ اور دوسری طرف چین کا ریشم، انڈونیشا و ملیشا وغیرہ کے گرم مسالے، ہندوستان کے کپڑے اور تلواریں، مشرقی افریقہ کے زنگی غلام، بندر، شترمرغ کے پر اور ہاتھی دانت وغیرہ سامان خریدتے ان کو مصر و شام کی منڈیوں تک پہنچاتے جہاں سے یہ سامان روم و یونان وغیرہ کو پہلا ئی کیا جاتا اور بحیرۂ احمر (Red Sea) کے بحری راستے کے علاوہ بری راستے پر بھی انہی لوگوں کا قبضہ تھا جو کہ عدن و حضرموت سے مآرب میں جا کر ملتا اور وہاں سے ایک شاہراہ مکہ، جدہ، یثرب، تبوک اور ایلہ سے گزرتی ہوئی پیڑا تک پہنچتی تھی اور کم و بیش دو ہزار میل کے اس پورے راستے پر جگہ جگہ ایسی بستیاں آباد تھیں جن میں یہ لوگ دورانِ سفر آرام کرتے اور فائدہ اٹھاتے اس طرح اپنی تجارت کے لئے یہ لوگ بحری اور بری دونوں راستوں سے بھرپور طریقے سے بہرہ ور اور لطف اندوز ہوتے۔ مگر یہ سب کچھ اسی وقت تک تھا جب تک کہ فضلِ خداوندی ان کے شاملِ حال تھا۔ اور جب تک کہ حضرتِ حق جل مجدہ کی طرف سے ان کو اس طرح رکھنا منظور تھا۔ اور جب تک کہ وہ لوگ کفرانِ نعمت کے مرتکب نہیں ہوتے تھے۔ مگر جب انہوں نے کفرانِ نعمت سے کام لینا شروع کیا تو اول اول ان کو چھوٹ ملی رہی جیسا کہ سنتِ الٰہی اور دستورِ خداوندی کا تقاضا ہے۔ لیکن جب یہ لوگ شرک میں بری طرح مبتلا ہو گئے، گناہوں کی دلدل میں پھنس گئے، اپنے خالق و مالک اور خدائے منعم و وہاب کو بھول گئے اور روایات کے مطابق ان میں تیرہ ایسے بندگانِ خدا بھیجے گئے جنہوں نے ان کو توحیدِ خداوندی کا بھولا بسرا سبق پھر یاد دلایا تو انہوں نے کفر و انکار سے کام لیا سنی ان سنی کر دی اور یہ لوگ شرک اور بت پرستی میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ یہاں تک کہ فضل و عنایتِ خداوندی نے ان سے منہ موڑ لیا۔ نقبت و ادبار کی گھٹائیں ان پر چھا گئیں اور بالآخر وہی بند جو ان کی شادابی و خوشحالی کا ذریعہ تھا ٹوٹ کر ان کے لئے تباہی کا باعث

بن گیا اور انکا سب کچھ خاک میں مل گیا۔ قیمتی باغوں اور تجارتی راستوں پر پہلے یونانیوں اور پھر رومیوں اور حبشیوں نے مل کر قبضہ کر لیا یہاں تک کہ تاریخ کی یہ اپنے دور کی سب سے بڑی ترقی یافتہ، دولت مند اور متمدن قوم کم وبیش ڈیڑھ ہزار برس تک اپنی عظمتوں کے ڈنکے بجانے کے بعد اس طرح تتر بتر ہوگئی اور قصہ پارینہ بن کر رہ گئی کہ افسانوں کہانیوں کے سوا ان کا کوئی وجود باقی نہ رہا۔ فصدق اللہ تعالی القائل۔ ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾۔ یہاں تک کہ یہ قوم تفرق وانتشار کے لئے ضرب المثل بن گئی۔ چنانچہ عرب کہتے ہیں "تَفَرَّقُوْا اَیَادِیْ سَبَا" یعنی "فلاں قوم کے لوگ اس طرح منتشر ہو گئے جس طرح قوم سبا کے ناز پروردہ لوگ منتشر ہوئے تھے"۔ سو یہ ہوتا ہے مآل وانجام کفر وشرک اور اپنے خالق و مالک سے بغاوت وسرکشی کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس کفر ومعاصی اور بغاوت وسرکشی پر حضرت حق جل مجدہ کی طرف سے ملنے والی ڈھیل پر کبھی مست اور مگن نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ہمیشہ اسی کی طرف رجوع رہنا چاہیئے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید، وہو الہادی الی سواء السبیل۔ سبحانہ وتعالیٰ

۲۴ قوم سبا کے باغوں کی عظمت شان کا ذکر و بیان: سو اس بارے ارشاد فرمایا گیا کہ دو رویہ باغ تھے دائیں اور بائیں۔ یعنی ﴿جنتان﴾ سے یہاں پر مراد صرف دو باغ نہیں بلکہ دو رویہ باغوں کی وہ کثرت و بہتات ہے جو اس ملک میں کسی بھی جگہ کھڑے ہونے والے شخص کو اپنے دائیں بائیں ہر طرف نظر آتی تھی۔ روایات کے مطابق اس کے پھلوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ اگر ایک عورت خالی ٹوکرا اپنے سر پر رکھ کر ان باغوں کے نیچے سے گزرتی تو وہ ٹوکرا خود گرنے والے پھلوں سے از خود بھر جاتا بہرکیف ﴿جنتان﴾ سے مراد یہاں پر دو باغ نہیں بلکہ یہ کنایہ ہے کثرت اور بہتات سے کہ وہاں ہر طرف باغ ہی باغ تھے۔ (روح، ابن کثیر، حاشیہ بیضاوی: ج ۳ ص ۸۵، صفوۃ ج ۲ ص ۵۵ وغیرہ)۔ سو یہ اس نشانی کی وضاحت ہے جو ان کیلئے انکے اپنے ملک کے اندر پائی جاتی تھی دائیں اور بائیں دونوں طرف باغ کی دو رویہ قطاریں تھیں۔ سو ان لوگوں کیلئے انکے علاقے میں خدا تعالیٰ کی رحمت و ربوبیت، فضل و کرم اور انعام و احسان کی بہت بڑی نشانی موجود تھی لیکن انہوں نے اسکی قدر نہیں کی۔ شکر گزاری کی بجائے ناشکری سے کام لیا اور جو سبق انکو حاصل کرنا چاہیئے تھا وہ انہوں نے حاصل نہیں کیا یہاں تک کہ یہ اپنے ہولناک اور عبرتناک انجام سے دوچار ہو کر رہے۔ والعیاذ باللہ۔ اور یہی نتیجہ و انجام ہوتا ہے ان لوگوں کا جو نورِ حق و ہدایت سے منہ موڑ کر اندھے اور بہرے بن جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف ﴿جنتان﴾ کا لفظ یہاں پر تثنیہ کے معنیٰ میں نہیں تکثیر کے معنی میں ہے۔ اور عربی زبان میں تثنیہ کا استعمال تکثیر کے معنی میں بہت پایا جاتا ہے جیسا کہ۔ ﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ﴾ میں موجود ہے۔ اور آج بھی عرب لوگ آپس کی ملاقاتوں میں "مرحبتین" کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں اور اس قوم کے خود اپنے اندر پائی جانے والی اس عظیم الشان نشانی سے ان کو جو درس عبرت و بصیرت ملتا تھا اس کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ ﴿كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ﴾۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان فضل و کرم سے ملنے والی یہ عظیم الشان رحمت و رفاہیت اپنی زبانِ حال سے ان کو یہ درس دے رہی تھی کہ اپنے رب کی رحمت و عنایت سے بچھے ہوئے اس عظیم الشان خوانِ کرم سے فائدہ اٹھاؤ اور اس واہبِ مطلق کا دل و جان سے شکر ادا کرو۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحب ویرید،

۲۵ قوم سبا کی زمین کی خوبی اور عمدگی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ﴾ یعنی پاکیزہ اور

شاداب سرزمین آب و ہوا کے لحاظ سے ایسا پاکیزہ اور اس قدر صاف ستھرا کہ روایات کے مطابق اس میں جوں اور کھٹل وغیرہ جیسی کوئی موذی چیز بھی موجود نہ تھی "کان اَرْخصَ البلدان وَاَطْیَبَهَا فی الهواء ولم یکن فیها ذباب و لا شیء من الهوام". (جامع البیان: ج ۲ ص ۱۷۸)۔ بلکہ بعض دوسری روایات کے مطابق اگر باہر سے آنے والے کسی شخص کے جسم میں کوئی جوں وغیرہ ہوتی تو وہ بھی وہاں پہنچ کر ختم ہو جاتی۔ (ابن کثیر، روح، مدارک، خازن وغیرہ) -سبحان اللہ! -کیا کہنے اس رب غفور کی بخشش وعطا اور رحمت وعنایت کے سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو وہ کس کس طرح سے نوازتا اور کیسی کیسی رحمتوں اور عنایتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ مگر کس قدر ناشکرا اور ناسپاس ہے یہ انسان جو اس واہب مطلق عزوجل سے منہ موڑتا اور دوسروں کے آگے جھکتا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- پھر یہاں پر اس کی اس بخشش وعطا کا یہ پہلو بھی ملاحظہ ہو کہ آج کے ہمارے اس دور میں مادی اور دنیوی ترقی کے ہزار دعووں کے باوجود حال یہ ہے کہ کسی بڑے عمدہ اور پر فضا باغ میں لوگ محض سیر وتفریح کے لئے چلے جانے اور کچھ دیر وہاں رہنے اور رکنے کو بھی بڑی چیز سمجھتے ہیں مگر ان لوگوں کی تو رہائش اور سکونت اور بود وباش ہی ایسے عظیم الشان باغوں اور پر فضا ماحول میں تھی، سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں پر قدرت کا کتنا بڑا انعام واحسان تھا مگر انہوں نے پھر بھی ناشکری کی، والعیاذ باللہ،

۱۶۱ رب کی مغفرت وبخشش کا حوالہ وذکر: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ زمین پاکیزہ اور رب ہے بخشنے والا۔ ایسا غفور اور اس قدر بخشش فرمانے والا کہ اس کی مغفرت وبخشش کا کوئی ٹھکانا اور کنارہ نہیں سبحانہ وتعالیٰ- پس تم لوگ سیدھے راستے پر چلتے اور اس کا شکر ادا کرتے رہو تو وہ تمہیں دنیا کی ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ آخرت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے بھی نوازے گا اور اگر کبھی بتقاضائے بشریت کوئی گناہ وخطا ہو بھی جائے تو سچی توبہ کرنے پر وہ اس کو بالکل معاف فرمادے گا کہ وہ غفور اور بڑا ہی بخشنہار ہے سبحانہ وتعالیٰ- سو "بلدة طیبة" اور "رب غفور" کے ان دونوں کلمات کریمہ کے اقتران سے دراصل یہ درس عظیم دیا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ کھلی آنکھوں سے اپنے اس ملک کو دیکھتے اور اس وسیع خوان کرم پر پھیلی بکھری ان عظیم الشان نعمتوں کے بارے میں غور کرتے تو یہ سوچتے کہ یہ کس کے کرم کا نتیجہ وثمرہ ہے کہ اس نے ان طرح طرح کی عظیم الشان نعمتوں کو اس بے مثال سلیقے وقرینے اور اس قدر بہتات وکثرت سے ہمارے لیے چن دیا۔ اور وہ کیسا کریم اور ستار وغفور ہے جس نے بلا کسی استحقاق کے اور ہماری ناقدریوں اور ناشکریوں کے باوجود ہمارے لیے ان نعمتوں کے اس طرح انبار لگا دیئے۔ اور اس کا کیا حق بنتا ہے ہم پر؟ سو نعمت پا کر شکر خداوندی کے شعور کا پیدا ہونا انسانی فطرت کا ایک بدیہی تقاضا ہے اور یہ چیز حیوانات کی جبلت میں بھی داخل ہے۔ اگر کوئی انسان اس شعور سے عاری ہے تو وہ حیوانات سے بھی بدتر ہے- والعیاذ باللہ العظیم بکل حال من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ

۱۶۲ بدبخت قوم کی ناشکری کا ذکر وبیان: -سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ اس ناشکری اور بدبخت قوم نے شکر کی بجائے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بے قدری اور ناشکری کا ارتکاب والعیاذ باللہ- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر بھی ان لوگوں نے سرتابی ہی سے کام لیا اور اپنے خالق ومالک کی بخشی ہوئی نعمتوں کی بے قدری اور ناشکری کا ارتکاب کیا"۔ سو انہوں نے اپنے رب وحدہ لاشریک کی عبادت وبندگی کی بجائے شرک کو اپنایا۔ اس کی نعمتوں پر شکر کرنے کی بجائے کفر وناشکری سے کام لیا اور وہب کی روایت کے مطابق ان لوگوں نے ان تیرہ انبیائے کرام کی تکذیب کی جو ان کی طرف

بھیجے گئے تھے۔ (حاشیہ جامع البیان: ج ۲ ص ۱۷۸)۔ سو اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنا دیا والعیاذ باللہ العظیم۔ سو انہوں نے اللہ پاک کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے اسکی ناشکری کا ارتکاب کیا اور وہ انابت ورجوع الی اللہ کی بجائے تمرد وسرکشی اور طغیان وفساد میں مبتلا ہو گئے۔ اور اسکے نتیجے میں وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے اور ہمیشہ کیلئے داستانِ عبرت اور قصہ پارینہ بن گئے۔ والعیاذ باللہ الذی لا الہ الا ھو جل وعلا۔ سو انکار وتکذیبِ حق اور تمرد وسرکشی کا نتیجہ وانجام بڑا ہی ہولناک اور عبرتناک ہوتا ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کو جو ڈھیل ملی ہوتی ہے اس سے یہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ مّن الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ

۲۸ کفرانِ نعمت باعثِ نکال وعذاب۔ والعیاذُ باللہ: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ کفر وانکار کے نتیجے میں نعمت نقمت اور باعثِ عذاب بن جاتی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس کے نتیجے میں ہم نے چھوڑ دیا ان پر سیلاب اس بند کا" یعنی ان کے اسی بند کا جو کہ ان کے ملک کے لئے سرسبزی وشادابی کا ذریعہ تھا۔ سو معلوم ہوا کہ کفرانِ نعمت پر اپنی راحت کا سامان بھی انسان کیلئے عذاب کا باعث بن جاتا ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ جیسا کہ ہم آئے دن یہاں اور وہاں ہر طرف دیکھتے ہیں کہ عمدہ گاڑی خریدی مگر اگلے ہی قدم پر وہ موت کا پیغام بن گئی۔ والعیاذ باللہ۔ بڑی کوشش اور چاہت سے مکان بنایا مگر وہی موت کا ذریعہ بن گیا۔ والعیاذ باللہ۔ ٹرین اور ہوائی جہاز کی آرام دہ سواریوں میں بیٹھے مگر آگے چل کر لقمہ اجل بن گئے وغیرہ وغیرہ۔ والعیاذُ باللہ جل وعلا۔ سو کسی نعمت سے فائدہ اٹھانا اور اس سے مستفید اور لطف اندوز ہونا بھی اللہ پاک ہی کی توفیق وعنایت پر موقوف ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس لئے بندے کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اور ہر موقع پر اللہ پاک کی طرف جھکا ہوا اور اسی کی طرف متوجہ رہے اور اس سے ہمیشہ خیر اور بہتری ہی کا طلب گار اور دعا گو رہے۔ "عرم" کے لفظ کے بارے میں اہلِ لغت کے دو قول ہیں۔ ایک معنیٰ اسکے اہلِ لغت نے زوردار بارش کے لکھے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ یہ "عرمۃ" کی جمع ہے جسکے معنی تہ بہ تہ اکٹھے کیے ہوئے پتھروں کے آتے ہیں۔ پھر یہیں سے یہ لفظ اس سد یا بند کیلئے استعمال ہونے لگا جو کسی وادی کے درمیان پانی کو روکنے کیلئے بنایا جاتا ہے۔ سو جس طرح ہمارے یہاں منگلا اور تربیلا کے نام سے دو بڑے بند پائے جاتے ہیں اسی طرح ان لوگوں کے یہاں اسطرح کا ایک بڑا عظیم الشان بند پایا جاتا تھا۔ تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ سبا کا یہ بند کئی میل لمبا چوڑا تھا جو انکی سیلاب کے خطرات سے بھی حفاظت کرتا تھا اور اس سے ان لوگوں کی آبپاشی کیلئے بھی بقدرِ ضرورت پانی حاصل ہوتا تھا جس سے انکی زرعی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں۔ اور تاریخوں میں اسکا ذکر سدِّ مآرب کے نام سے آتا ہے اور مآرب قومِ سبا کا دارالحکومت تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وعنایت سے ان لوگوں کو ان عظیم الشان نعمتوں اور عنایتوں سے نوازا تھا اور وہ ایک عرصہ دراز تک ان سے مستفید وفیضیاب ہوتے رہے لیکن جب وہ ان نعمتوں کو پا کر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بننے اور اس کے آگے جھکنے اور سرِ نیاز وتسلیم خم کرنے کی بجائے طغیان وفساد اور عناد وسرکشی میں مبتلا ہو گئے تو دستورِ خداوندی کے مطابق ان کو جو ڈھیل ملنا تھی وہ پوری ہو گئی تو آخر کار ان کو انکے اپنے کیے کرائے کے انجام میں دھر لیا گیا اور قدرت کی بخشی ہوئی نعمتیں ان کے لیے ذریعۂ عذاب اور باعثِ نکال ووبال بن گئیں۔ جس کے نتیجے میں آخرکار وہ بدبخت لوگ اپنے ہمیشہ کے ہولناک انجام کو پہنچکر رہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔

وَهَلۡ نُجٰزِيۡۤ اِلَّا الۡكَفُوۡرَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَبَيۡنَ

اور ایسا بدلہ ہم نہیں دیتے مگر ایسے ہی بڑے ناشکرے انسان کو، ﴿۱۷﴾ اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے

الۡقُرَى الَّتِيۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرۡنَا فِيۡهَا

برکت عطا کر رکھی تھی ف۴۸ ایسی بستیاں بسا دی تھیں جو (اس طویل شاہراہ پر) کھلی نظر آتی تھیں، اور ان کے درمیان کی مسافتیں بھی

السَّيۡرَ ؕ سِيۡرُوۡا فِيۡهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيۡنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوۡا

ہم نے ایک مناسب انداز ے پر رکھی تھیں ف۴۹ چلو تم لوگ ان میں راتوں اور دنوں میں پورے امن (وسکون) کے ساتھ ف۵۰ ﴿۱۸﴾ مگر وہ کہنے

۴۹ "قریٰ مبارکہ" سے مقصود و مراد؟:- مراد ہیں شام کی وہ بستیاں جن کو قرآن پاک میں کئی جگہ مبارک اور مقدس وغیرہ الفاظ سے ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان کو اللہ پاک نے ظاہری و باطنی طرح طرح کی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمایا تھا مگر واضح رہے کہ ایسے مواقع پر شام سے مراد آج کا وہ شام نہیں ہوتا جسے آج کل "سوریا" یا "سیریا" کے نام سے جانا جاتا ہے بلکہ اس مراد ازمنہ سابقہ کا وہ شام ہے جو موجودہ سوریا، فلسطین اور اردن وغیرہ کے سب ہی علاقوں کو شامل تھا۔ سو اہلِ سبا کے شام وغیرہ کے ان لوگوں سے تجارتی تعلقات تھے اور ایسے زرخیز علاقوں سے ان لوگوں کے تجارتی تعلقات ان کیلئے مزید رفاہیت کا باعث تھے اور "قریٰ ظاہرۃ" سے وہ شہر اور قصبات مراد ہیں جو ان لوگوں کے اس بلدۂ طیبہ سے لے کر شام و فلسطین کی اس مبارک سرزمین تک کی اس طویل شاہراہ کے کناروں پر واقع تھے۔ اور وہ ان لوگوں کے لیے منزلوں کا کام دیتے تھے اور یہ ان میں بے خوف و خطر ٹھہرتے، آرام کرتے اور تازہ دم ہو کر آگے کے سفر کو نکلتے تھے اس طرح اپنے اس سفر سے یہ لوگ طرح طرح کے تجارتی فوائد و منافع بھی حاصل کرتے اور سیر و تفریح اور پکنک سے بھی لطف اندوز ہوتے اور اس طرح یہ لطف بالائے لطف سے بھی مستفید و فیضیاب ہوتے مگر پھر بھی غفلت اور ناشکری کا ارتکاب کرتے۔ جیسا کہ غافل اور خرمست دنیا کا آج بھی یہی حال ہے۔ اور اسکے نتیجے میں آخر اور یہ لوگ اپنے اس آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے جو ایسے ناشکروں کی ناشکری طبعی تقاضا ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۵۰ قوم سبا کی ایک خاص سفری سہولت کا ذکر و بیان:- سو اس سے قومِ سبا کے سفر کے لیے ایک خاص سفری سہولت یعنی مختلف منزلوں کے درمیان مناسب فاصلوں کی تعیین کی نعمت کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا "اور انکے درمیان کی مسافتیں بھی ہم نے ایک مناسب انداز سے رکھی تھیں"۔ تاکہ وہ لوگ اپنی ضروریات کے مطابق ان میں آرام کرسکیں اور سفر کی تھکان وغیرہ کا ازالہ کرسکیں۔ یہاں پر ذرا رک کر خود اپنے بارے میں بھی سوچیے کہ ایسی نعمتیں آج ہمیں بھی اپنے بحری، بری، اور ہوائی سفروں میں کس کس طرح حاصل اور میسر ہیں۔ چنانچہ دبی سے ابوظہبی، العین یا مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ تک کہیں بھی جاتے ہوئے یا وہاں سے واپس آتے ہوئے آپ کو جگہ جگہ عمدہ قسم کے ہوٹل ملیں گے جو ان راستوں پر

دونوں طرف نہایت مناسب مسافتوں پر واقع ہیں جہاں کھانے پینے کی ہر شئی میسر ہے۔ بہترین پختہ اور کشادہ سڑکوں پر شاہراہوں کے دونوں طرف عمدہ صاف ستھری ائیر کنڈیشن والی مسجدیں دستیاب، وضو وغیرہ ضروریات کے لئے بہترین انتظامات موجود، ائیر کنڈیشنڈ گاڑیوں کی سہولت میسر، ہر طرح کا امن وامان اور سکون واطمینان حاصل ہے، خود اپنے ملک میں آپ ایک کونے سے دوسرے کونے تک جہاں بھی جائیں اس طرح کی تمام ضرورتیں اور سہولتیں حاصل ومیسر۔ ہوائی سفر میں تو انسان گویا ہاتھ کی ہتھیلی پر بیٹھا ہوا کے دوش پر محوِ سفر ہوتا ہے، اور ہر طرح کا آرام اس کو حاصل ومیسر ہوتا ہے مگر کتنے ایسے خوش نصیب ہوں گے جن کو اپنے ان سفروں کے دوران حضرتِ حق جل مجدہ کی ان نعمتوں کی قدردانی اور ان کے شکر کی توفیق وسعادت نصیب ہوتی ہوگی۔ بلکہ اس کے برعکس ان سفروں کے دوران طرح طرح سے ذنوب ومعاصی کا ارتکاب کیا جاتا ہے شراب نوشیاں اور دوسری طرح طرح کی خرمستیاں کی جاتی ہیں سو ناشکرے انسان کا حال کل کی طرح آج بھی یہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ناشکری اور بے قدری سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین۔

آسائشوں کا تقاضا انکی زبانِ حال سے: ۔سو ان عظیم الشان آسائشوں کے تقاضے کو ان کی زبانِ حال سے تعبیر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا "چلو تم لوگ ان میں رات اور دن امن وسکون کے ساتھ"۔ یعنی ان کے لئے امن وسکون اور راحت وآرام کا یہ سب سامان اس طرح مہیا کردیا گیا تھا کہ وہ دن ورات میں جب چاہیں ان میں سفر کرسکیں۔ نہ کوئی خوف نہ خطرہ نہ دقت نہ دشواری اور نہ کسی طرح کی کوئی رکاوٹ وپریشانی۔ اور یہ نعمتیں ان کیلئے اس طرح چن دی گئی تھیں کہ گویا وہ اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر ان سے کہہ رہی تھیں کہ تم لوگ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر اپنے رب کا شکرادا کرو جو کہ اس کا تم پر حق بھی ہے اور اسی میں خود تمہارا اپنا بھلا اور فائدہ بھی ہے۔ مگر انہوں نے اسکے برعکس اسکی ناشکری کی جس سے وہ لوگ بالآخر اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے والعیاذ باللہ یہاں پر یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام آسائشوں اور رفاہیتوں کو براہِ راست اپنی طرف منسوب فرمایا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اس دنیا میں انسان کو جو بھی فتوحات حاصل ہوتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم سے حاصل ہوتی ہیں، لیکن انسان انکو اپنی ناشکری کے باعث اپنی سعی وتدبیر کا کرشمہ سمجھنے لگتا ہے بہرکیف اس ارشاد سے ان نعمتوں اور آسائشوں کے تقاضے کی ان کی زبانِ حال سے تعبیر فرمادی گئی کہ قدرت نے یہ سارا اہتمام کرکے گویا ہر منزل پر یہ کتبہ لگا دیا کہ تمہاری خاطر ہم نے یہ اہتمام اس لیے کیا کہ تم لوگ راتوں میں بھی اور دنوں میں بھی بے خوف وخطر سفر کرسکو اور طرح طرح کی ان عظیم الشان نعمتوں اور آسائشوں سے متمتع ومستفید ہوسکو۔ جس کا طبعی تقاضا اور لازمی نتیجہ حضرتِ واہب مطلق جل وعلا کا شکر بجالانا ہے۔ اور شکر خداوندی اس واہب مطلق کا حق بھی ہے اور اسی میں خود تم لوگوں کا اپنا بھلا بھی ہے۔ دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی، اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ و یرید وعلی مایُحِبُّ ویرید بکلِ حالٍ منَ الاحوال ۔

رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ

لگے کہ اے ہمارے رب دوری ڈال دے ہمارے سفروں کے درمیان ۵۱ اور (اس طرح) انہوں نے ظلم ڈھایا خود اپنی جانوں پر،

اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

آخر کار ہم نے ان کو (قصے) کہانیاں بنا کر رکھ دیا' اور ان کو بالکل پارہ پارہ کر دیا' بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں،

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ

ہر اس شخص کے لئے جو بڑا صبر کرنے والا، بڑا شکر گزار ہو، ۵۲ ﴿۱۹﴾ اور واقعی ابلیس نے سچ کر دکھایا ان لوگوں کے بارے میں ۵۳

۵۱ ناشکروں کی بے انصافی اور ناشکری کا ذکر و بیان - والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا "مگر ان لوگوں نے کہا اے ہمارے رب دوری ڈال دے ہمارے سفروں کے درمیان"۔ ضروری نہیں کہ یہ بات انہوں نے اپنی زبانِ قال سے کہی ہو، بلکہ وہ اپنی زبانِ حال سے ایسا کہہ رہے تھے۔ یعنی جب وہ لوگ اللہ پاک کی ان نعمتوں میں مست ہو گئے اور اترانے لگے تو گویا اپنی زبانِ حال سے انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اے اللہ! اپنی یہ نعمتیں ہم سے اٹھا لے کہ ہم ان کے اہل نہیں رہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی زبانِ قال سے اور صراحت کے ساتھ بھی اس طرح کہا ہو جس طرح کہ بنی اسرائیل نے من و سلوٰی کی بجائے تھوم پیاز اور کھیرے ککڑی وغیرہ کی درخواست کر دی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی ایسے کہا ہو۔ اور یہ اس لئے بھی قرینِ قیاس ہے کہ مہم جوئی کے شوق اور Adventure کی تلاش کا جذبہ جو کہ آج بھی فرنگی اقوام میں جنون اور مرض کی حد تک پہنچ چکا ہے ان لوگوں میں بھی موجود رہا ہو۔ اور اسی بنا پر انہوں نے کہا ہو کہ جب اس سفر میں کوئی تکلیف و مشقت نہیں تو پھر اس سفر کا مزہ کیا مزہ تو جب ہے کہ بھوک پیاس سے سابقہ پڑے، تھکاوٹ چور کر دے، سامانِ سفر کندھوں اور پیٹھ پر لادا ہو وغیرہ وغیرہ۔ نیز اس لئے کہ تاکہ اس طرح ہم دولت مندوں کا غریبوں محتاجوں سے امتیاز ہو سکے جو کہ سامانِ سفر نہ ہونے کی وجہ سے ایسے سفر پر نہیں نکل سکتے وغیرہ۔ (جامع البیان، کبیر، صفوہ، معارف وغیرہ)۔ جب انسان کی مت ماری جاتی ہے اور برے دن اس کا مقدر بن جاتے ہیں اور بدبختی کی نحوست اس پر منڈلانے لگتی ہے تو اس کے لچھن کچھ اسی طرح کے ہو جاتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّ شَرٍّ، وَ مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّ انْحِرَافٍ وَ زَلَلٍ وَ فَسَادٍ - جیسا کہ دورِ حاضر میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو شہری زندگی اور وہاں کی آسائشوں کو چھوڑ کر جھونپڑیوں اور چھپروں میں رہتے ہیں۔ بجلی کے بلبوں اور قمقموں کی بجائے وہ دیے اور لالٹین استعمال کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ والعیاذ باللہ من کل زیغٍ وضلالٍ بکل حالٍ مّنَ الاحوال

۵۲ صبر و شکر کی صفتیں دو عظیم الشان صفتیں ہیں: سو اسی حقیقت کو اجاگر اور آشکارا کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ہر بڑے صابر اور شاکر انسان کیلئے"۔ کہ اللہ پاک اپنی نعمتوں سے کس طرح قوموں کو نوازتا اور عروج پر پہنچاتا ہے اور پھر انکی ناقدری و ناشکری پر کس طرح ان کی گرفت فرماتا ہے۔ والعیاذ باللہ

العظیم۔ مگر اس سے سبق وہی لوگ لے سکتے ہیں جو ہمیشہ صبر و شکر سے کام لینے کے عادی ہوں اللہ توفیق بخشے آمین۔ سو قوم سبا کی اس داستانِ عبرت میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس دنیا میں جو بھی نعمتیں کسی کو ملتی ہیں وہ محض اللہ پاک کی عطاؤ بخشش کا نتیجہ و ثمرہ اور اس کا انعام و احسان ہوتی ہیں۔ انسان ان کو پا کر اگر اللہ تعالیٰ کا صحیح معنوں میں شکر ادا کرے گا تو وہ اس کیلئے مزید خیر کا ذریعہ اور نور علی نور کا مصداق بن جاتی ہیں۔ ورنہ وہ باعثِ وبال و نکال اور موجبِ خسران ہو جاتی ہیں والعیاذ باللہ۔ نیز یہ کہ اس دنیا میں جو بھی کوئی نعمت کسی کو ملتی ہے وہ اسکو اسکے کسی استحقاق کی بنا پر نہیں ملتی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملتی ہے۔ جس سے اصل مقصود انسان کی آزمائش ہوتی ہے کہ کون اس پر اس کا شکر ادا کرتا ہے اور کون ناشکری کرتا ہے۔ اور یہ کہ ناشکری کرنے والی قوموں کو انکی ناشکری کی سزا اسی دنیا میں مل کر رہتی ہے پھر آخرت میں ہر شخص کے سامنے اس کا انجام اسکی اپنی انفرادی حیثیت ہی سے اسکے سامنے آئے گا۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح ہو جاتا ہے کہ صبر و شکر کی یہ دو صفتیں عظیم الشان صفتیں ہیں اور ان دونوں کا بیک وقت پایا جانا مطلوب ہے۔ یہ دونوں توام اور باہم لازم و ملزوم کی نوعیت کی صفتیں ہیں، جس کے اندر صبر نہ ہو وہ شکر کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اور جس کے اندر شکر نہ ہو وہ صبر نہیں کر سکتا۔ اور دنیا کے اس دار الامتحان میں ہر قدم پر بندے کا امتحان ان دونوں ہی چیزوں میں ہوتا رہتا ہے۔ اور اسی امتحان میں اسکی اُخروی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا مدار و انحصار ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید وعلی مایُحِبُّ و یرید وھو الھادی الی سواء السبیل۔ فَعَلَیْهِ نَتَوَکَّل وبِهٖ نَسْتَعِیْن ، فِی کُلِّ اٰنٍ وَّحِیْن،

۵۳ منکر اور ناشکرے لوگ پنجۂ ابلیس کی گرفت میں، والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا ''اور بلاشبہ سچ کر دکھایا ابلیس نے لوگوں کے بارے میں اپنا گمان''۔ یعنی ﴿ علیھم ﴾ کی ضمیر کا مرجع جملہ نبی آدم ہیں نہ کہ صرف قوم سبا۔ جیسا کہ متبادر ہے۔ اس لئے جمہور اہلِ علم اور مفسرینِ کرام نے بھی یہی مراد لیا ہے۔ کیونکہ ابلیس کا وہ گمان صرف قوم سبا کے لئے نہیں تھا بلکہ جملہ بنی آدم کے لئے تھا۔ کَلَامُ السَّلَفِ دَالٌّ عَلٰی اَنَّ ضَمِیْرَ عَلَیْهِمْ لِبَنِیْ اٰدَمَ لَا لِاَهْلِ سَبَا خَاصَّةً۔ (جامع البیان وغیرہ)۔ سو ابلیس نے بنی آدم کے بارے میں اپنا گمان سچا کر دکھایا اور انکی اکثریت کو گمراہ کر کے چھوڑا جسکی ایک واضح مثال یہی قوم سبا ہے والعیاذ باللہ العظیم بہر کیف یہاں پر اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ابلیس نے جو حضرت حق ۔جلَّ مجدہٗ۔ کی بارگہِ اقدس و اعلیٰ میں کڑی قسم کھا کر اور چیلنج کے طور پر کہا تھا۔ ﴿وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شٰکِرِیْنَ﴾ کہ ''اے اللہ تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا'' وہ اس نے سچ کر دکھایا۔ اور ایسے ناشکرے لوگوں نے اس لعین کی توقعات کو پورا کر دیا سو یہاں پر اس لعین کی اس بات کا حوالہ دینے سے مقصود ایسے ناشکرے اور بدبخت لوگوں کے ہولناک انجام کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جب ابلیس نے ایسوں کے بارے میں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو لازماً ان کو اپنے اس انجام سے بھی سابقہ پیش آئے گا جس کی اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر تصریح فرمائی تھی کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو بھر کر رہوں گا تجھ سے بھی اور تیرے ان سب پیروکاروں سے بھی جو تیرے پیچھے چلے ہونگے۔ خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے سو ایسے ناشکروں کو اپنے اس ہولناک انجام کے بارے میں بھی سوچ اور دیکھ لینا چاہیے۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وعلا بکل حالٍ مِّنَ الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ

ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ

اپنا گمان، سو یہ سب اس کے پیچھے چل پڑے بجز ایمان والوں کے ایک گروہ کے ۵۴ ﴿۲۰﴾ اور

لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ

اس کا ان پر کوئی زور نہیں تھا مگر (اغواء اور وسوسہ اندازی کا، اور وہ بھی اس لئے کہ) تا کہ ہم دیکھیں ۵۵ کہ کون ایمان رکھتا ہے آخرت پر،

۵۴ **نجات اور سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ قوتِ ایمان و یقین:** - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ابلیس نے لوگوں کے بارے میں اپنا گمان سچ کر دکھایا سو سب اسکے پیچھے لگ گئے سوائے ایمان والوں کے ایک گروہ کے، سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایمان و یقین کی قوت ہی انسان کو ابلیس کے چنگل سے بچا سکتی ہے، اور مراد اس ظن و گمان سے اس سے مراد اس لعین کا وہی گمان ہے جس کا اس نے اپنے مردود ہونے کے بعد علی الاعلان اللہ پاک کے سامنے اظہار کیا تھا کہ میں اولادِ آدم میں سے تیرے تھوڑے سے خاص بندوں کے علاوہ باقی سب کو گمراہ کر کے رہوں گا۔ اکثریت گمراہوں کی ہوگی اور تھوڑے سے بندوں کے سوا آپ ان کو اپنا شکر گزار نہیں پائیں گے۔ ﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ، اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ (ص: ۸۲-۸۳)۔ ﴿وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾۔ (الاعراف: ۱۷)۔ سو اس کا یہاں پر حوالہ دینے سے مقصد یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے اپنے بارے میں شیطان کا گمان سچا کر دکھایا تو یقیناً انکے سامنے انکا وہ انجام بھی آئیگا جس کا اظہار و بیان اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی اس دھمکی کے جواب میں فرمایا تھا کہ میں تیری پیروی کرنے والوں سے جہنم کو بھر دونگا خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔ سو اسی کے مطابق قوم سبا کے یہ منکر اور کافر لوگ دنیا میں سیلاب کے عذاب سے دوچار ہوئے جبکہ اصل عذاب آخرت کا ہے جس میں انہوں نے ہمیشہ کے لیے مبتلا رہنا ہے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے جس جیسا اور جس سے بڑھ کر اور کوئی خسارہ ممکن ہی نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۵۵ **ابلیس کا لوگوں پر کوئی زور نہیں:** - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ابلیس کا ان لوگوں پر کوئی زور نہیں تھا۔ پس اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ابلیس کو ان پر کوئی زور نہیں تھا سوائے وسوسہ اندازی کے۔ یعنی صرف وسوسہ اندازی اور اغواء کا جو اختیار اس کو دیا گیا تھا وہ بھی محض اس لئے کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ آخرت پر صحیح ایمان و یقین کس کا ہے اور اس کے بارے میں شک میں کون ہے۔ اس کے سوا اس کا ان پر کوئی زور نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ آخرت کا ایمان و یقین ایسی مضبوط ڈھال اور حصن حصین ہے کہ اس پر ابلیس لعین کا وار اثر نہیں کر سکتا۔ واضح رہے کہ یہاں پر علم سے مراد ظہور و وقوع ہے ورنہ اللہ پاک کے علم کے اعتبار سے ظاہر و باطن اور ماضی حال و مستقبل سب ایک برابر ہے۔ اور اس وحدہ لاشریک کے علمِ محیط سے کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ سو شیطان کو اس طرح کا کوئی اختیار کسی پر حاصل نہیں کہ وہ جس کو چاہے گمراہ کر دے۔ بلکہ اس کا کام گمراہی کی دعوت دینا ہے اور بس۔ سو ابتلاء و آزمائش کے تقاضوں کے مطابق ابلیسِ لعین کو اتنی مہلت اور اس بات کا اختیار تو دیا گیا کہ وہ لوگوں کو برائی کی دعوت دے اور وہ بھی اس لیے کہ تا کہ لوگوں کا امتحان ہو جائے اور یہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے کہ کون آخرت پر ایسا مضبوط ایمان و یقین رکھتا ہے کہ وہ شیطان کی ترغیبات کے باوجود جادۂ حق پر استوار و مستقیم رہتا ہے اور کون اس کے بہکاوے میں آ کر اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور بس۔ اس سے زیادہ ابلیس کو ان پر کوئی زور نہیں تھا۔ سو قوتِ ایمان اور تعلق مع اللہ ابلیس کے حملوں سے حفاظت و پناہ کا واحد ذریعہ ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید،

مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِىْ شَكٍّ ؕ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۲۱﴾ ع

اور کون اس کے بارے میں شک میں پڑا ہے، اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ۵۶ ﴿۲۱﴾

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا یَمْلِكُوْنَ

(ان سے) کہو کہ پکار دیکھو تم لوگ ان کو جن کا تم گھمنڈ رکھتے ہو، اللہ کے سوا ۵۷ وہ ذرہ برابر کسی چیز کا

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ

کوئی اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، اور نہ ہی ان کا

فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ﴿۲۲﴾ وَ لَا تَنْفَعُ

ان دونوں میں کسی طرح کا کوئی حصہ ہے، اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس کا (معاون و) مددگار ہے ۵۸ ﴿۲۲﴾ اور اللہ کے یہاں کوئی

۵۶ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگہبانی کا مژدۂ جانفزا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور تمہارا رب ہر چیز پر نگہبان ہے"۔ پس تمہارا کوئی عمل اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور تم نے اپنے کئے کرائے کا بدلہ بہرحال پانا ہے۔ فَاَرْجُوْ عَفْوَكَ وَ لُطْفَكَ یَا رَبِّیْ عَلٰی نَفْسِیْ وَ عَلٰی اَهْلِیْ وَ اَوْلَادِیْ وَ اِخْوَتِیْ وَ اَخَوَاتِیْ وَعَلٰی تَلَامِیْذِیْ وَ اَحْبَابِیْ وَ عَلٰی كُلِّ مَنْ یَّتَعَلَّقُ بِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَ یَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِیْنَ ۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ انسان اور شیطان کو اس رزم گاہِ امتحان میں اتار کر خود کہیں الگ تھلگ ہو کر نہیں بیٹھ گیا بلکہ وہ ہر چیز کی نگرانی خود فرما رہا ہے۔ مجال نہیں کہ شیطان اپنی حدود سے متجاوز ہو سکے۔ اور ممکن نہیں کہ انسان اپنی کسی دادرسی سے محروم رہ جائے۔ پس انسان اگر اپنے بس اور امکان کی حد تک اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسکی مدد فرمائیگا اور آخرت میں اسکو اسکی سعی و کوشش کا پورا بدلہ دے گا۔ اس نے ابلیس کو مہلت ضرور دی ہے لیکن اپنی دنیا اسکے حوالے نہیں کر دی۔ بلکہ وہ ہر چیز کی نگرانی خود فرما رہا ہے۔ سو اس ارشاد میں اہلِ ایمان کے لیے ایک عظیم الشان مژدۂ جانفزا ہے۔ فالحمد لله جل وعلا ۔ اللهم فكن لنا ۔ واجعلنا لك بكل حال من الاحوال وفي كل موطن من المواطن في الحياة، يا ذا الجلال والاكرام ۔ بہر کیف اس میں حفاظت خداوندی کا عظیم الشان مژدہ ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۵۷ مشرکوں کو کھلا چیلنج: ۔ سو مشرکوں کو صاف و صریح طور پر اور کھلا چیلنج دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہو کہ بلا لو تم ان سب کو جن کا تم لوگ گھمنڈ رکھتے ہو اللہ کے سوا۔ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ۔ "اللہ کے سوا" عام ہے خواہ وہ کوئی بت ہو یا انسان یا فرشتہ جس کی بھی پرستش کی جاتی ہو۔ وہ سب اس میں داخل ہے اور ۔ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ۔ کا عموم ان سب کو شامل ہے ۔ "اَیِ الْاٰلِهَةُ الَّتِیْ عُبِدَتْ مِنْ دُوْنِهٖ" ۔ (ابن کثیر: ج ۳ ص ۵۳۶) ۔ "مِنَ الاصنام وَالْمَلٰٓئِكَةِ" ۔ (کشاف: ج ۳ ص ۲۸۷) ۔ "مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْاَصْنَامِ" ۔ (جامع البیان: ج ۲ ص ۱۸۰) مگر اس سب کے باوجود اہلِ بدعت کے بعض بڑوں کا

کہنا ہے کہ یہ صرف بتوں کے لئے ہے۔انبیاء واولیاء رب کی عطا سے رب کی ہر چیز کے مالک ہیں۔استغفر اللہ العظیم -اللہ پاک تو حضرت خاتم الانبیاء-صلی اللہ علیہ وسلم-کو حکم فرماتا ہے کہ تم اعلان کر دو کہ اللہ کے سوا کوئی بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں۔اور خود میں اپنی جان کے لئے بھی نہ کسی نفع کا مالک ہوں نہ نقصان کا مگر جو اللہ چاہے۔کہ جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ مائدہ: آیت نمبر ۷۶، اعراف: آیت نمبر ۱۸۸، یونس: آیت نمبر ۴۹ اور سورۂ جن: آیت نمبر ۲۱ وغیرہ وغیرہ۔نیز اللہ پاک فرماتا ہے کہ اگر وہ پکڑنے پہ آجائے اور مسیح بن مریم اور ان کی والدہ کو بھی ہلاک کر دینے کا ارادہ فرمالے تو کون ہے جو اس میں رکاوٹ ڈال سکے۔(المائدۃ:۱۷) وغیرہ وغیرہ۔مگر اس سب کے باوجود اہلِ بدعت کے ان ہٹ دھرموں کا یہ کہنا کس قدر مکابرہ اور سینہ زوری ہے-والعیاذ باللہ العظیم- حیرانگی ہوتی ہے کہ یہ لوگ اس حد تک قعرِ ضلالت میں آخر کیوں اور کیسے گر گئے؟-والعیاذ باللہ- بہرکیف اس ارشاد سے مشرکوں کو کھلا اور صاف وصریح طور پر چیلنج دیا گیا ہے کہ جن کو تم لوگوں نے خدا کا شریک سمجھ رکھا ہے اور ان کا تم لوگ بڑا زعم اور گھمنڈ رکھتے ہو ذرا ان کو بلاؤ تو سہی۔ہم بھی انکی شکل دیکھ لیں وہ کیسے اور کہاں ہیں؟ اور اس قسم کا چیلنج مخاطب کو اس وقت دیا جاتا ہے جب اس کا دعویٰ بالکل ہی بے بنیاد ہوتا ہے اور ہر اعتبار سے اس پر حجت قائم کی جا چکی ہوتی ہے۔یہی انداز آگے آیت نمبر ۲۷ میں اختیار فرمایا گیا ہے جہاں ارشاد فرمایا گیا-﴿قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ﴾-سو اس سے مشرکوں کو تعجیز اور ان کی تجہیل وتحمیق کو آشکارا فرما دیا گیا ہے۔والعیاذ باللہ جل وعلا

۵۸ حاجت روا ومشکل کشا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ ہی سب کا حاجت روا ومشکل کشا ہے-سبحانہ وتعالیٰ-سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن کا یہ لوگ زعم اور گھمنڈ رکھتے ہیں اللہ کے سوا وہ ذرہ برابر کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ہی ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی ان کا معاون ومددگار ہے"۔یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ کسی کی مدد کرنے کی تین ہی صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں۔یا تو وہ خود مالک ومختار ہو جو چاہے کرے یا اس کا کچھ حصہ واشتراک ہو یا وہ کسی کا ایسا معاون ومددگار اور منہ چڑھا تعلق دار ہو کہ اگلا اس کی بات کو ٹال نہ سکے اور اس کے ماننے پر مجبور ہو جائے۔آیتِ کریمہ میں ان تینوں صورتوں کی نفی فرما دی گئی کہ اللہ پاک کے سوا آسمان وزمین کی اس کائنات میں نہ کسی کی کوئی ملکیت وحصہ داری ہے اور نہ کسی طرح کا کوئی اختیار اور ساجھا اور اشتراک۔اور نہ ہی کوئی اس کا اس طرح کا یار ومددگار رہے جو اڑ کے بیٹھ جائے اور منوا کر چھوڑے کہ ایسی پوزیشن اسکے یہاں کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔ پس اس خدائے وحدہ لاشریک کے سوا نہ کسی کو پکارنا پوجنا جائز ہے اور نہ کسی کو مشکل کشا وحاجت روا سمجھنا کہ یہ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت واختیار میں اور اسکی صفاتِ خاصہ میں سے ہے۔دوسرے کسی کا اس کی خدائی میں کوئی حصہ واشتراک نہیں۔نہ پیدا کرنے میں نہ اسکی ملکیت میں اور نہ اسکے حکم وتصرف میں-لا خلقًا ولا ملكًا ولا تصرفًا-(محاسن التاویل: ج ۱۴ص ۱۹)۔البتہ اسباب کے درجے میں جس قدر عارضی تصرف اور عارضی وفانی ملکیت کی ضرورت انسان کو ہو سکتی تھی اس کی اجازت حضرتِ حق-جل مجدہ-نے اسے خود مرحمت فرما دی ہے کہ یہ دنیا ہے ہی "دار الاسباب"۔لیکن مافوق الاسباب تصرف وملکیت اسی وحدہ لاشریک کے ساتھ مختص ہے۔پس وہی سب کا حاجت روا ومشکل کشا ہے اور وہی ہے جو اس پوری کائنات کا بلاشرکتِ غیرے خالق ومالک اور اس میں حاکم ومتصرف ہے-سبحانہ وتعالیٰ-کسی اور کو اس میں اس کا شریک ماننا شرک ہے جو کہ ظلم عظیم ہے-والعیاذ باللہ-اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔آمین ثم آمین

الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ

سفارش کسی کو کام نہیں دے سکے گی، بجز اس شخص کے جس کو اللہ خود اجازت دے، ف۵۹ یہاں تک کہ جب ان کے

قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ

دلوں سے گھبراہٹ دور کی جائے گی، تو وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا فرمایا آپ کے رب نے؟ ف۶۰ تو وہ کہیں گے کہ حق ہی

الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ

فرمایا ہے ف۶۱ اور وہی ہے بلند شان والا سب سے بڑا ف۶۲ ﴿۲۳﴾ (ان سے) پوچھو کہ بھلا کون تم کو روزی دیتا ہے آسمانوں اور زمین سے؟ (جواب

۵۹ مشرکانہ تصورِ شفاعت کی نفی وتردید: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی سفارش کسی کو کچھ کام نہ دے سکے گی بجز اس کے جس کو اللہ خود اجازت دے"۔ یعنی اس کی بارگاہِ اقدس میں سفارش کا بھی کسی کو یارا نہیں جب تک کہ اس کی طرف سے اذن نہ مل جائے۔ کیونکہ وہی وحدہ لاشریک جانتا ہے کہ کون سفارش کے قابل ہے اور کس کا جرم قابلِ معافی ہے کہ وہی علام الغیوب سب ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو جاننے والا اور ایک برابر جاننے والا ہے۔ سو اس سے اس مشرکانہ تصورِ شفاعت کی نفی وتردید فرما دی گئی جو مشرک قوموں کے اندر پایا جاتا تھا۔ پہلے بھی موجود تھا اور آج بھی ہے۔ سو ایسے مشرک لوگوں کا اپنے مزعومہ شفعاء کے بارے میں کہنا تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایسے چہیتے، پیارے اور لاڈلے ہیں کہ جو چاہیں اس سے منوالیں۔ چنانچہ مشرکینِ مکہ کا فرشتوں کے بارے میں کہنا تھا کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ سے جو چاہیں منوا سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مشرکین کا اپنے خودساختہ شفعاء کے بارے میں کہنا اور ماننا تھا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس طرح کی کسی شفاعت اور سفارش کی وہاں کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ وہاں شفاعت وہی کر سکے گا جس کو اجازت ملے گی اور اسی کیلئے کر سکے گا جس کیلئے اجازت ملے گی۔ سو نہ تو کوئی خدائے پاک کے اذن کے بغیر کسی کی شفاعت وسفارش کر سکے گا اور نہ ہی کسی ایسے شخص کے لیے سفارش کے لیے زبان کھول سکے گا جس کی سفارش کے لیے اس کو اجازت نہ ملی ہو۔ سو مشرکانہ تصورِ شفاعت کی وہاں کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی- والعیاذ باللہ جل وعلا- اللہ زیغ وضلال کی ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۶۰ قیامت کے روز فرشتوں کے عجز و درماندگی ایک کی تصویر: -سو مشرکین تو فرشتوں وغیرہ سے متعلق اپنے مشرکانہ تصورِ شفاعت پر مست ومگن ہیں مگر وہاں کا حال یہ ہوگا کہ اس روز سفارش کرنے والے اور سفارش چاہنے والے سب امید وانتظار میں رہیں گے یہاں تک کہ جب اس کے لئے اجازت ملے گی تو رعب کے مارے ان پر ایک گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔ پھر جب وہ گھبراہٹ دور ہوگی تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیں گے حق ہی فرمایا۔ یعنی شفاعت کی اجازت مل گئی۔ تب ان کی جان میں جان آئے گی۔ تو جس ذاتِ بے ہمتا کی عظمتِ شان اور ہیبتِ مقام کا یہ عالم ہو وہاں از خود سفارش کے لئے دم مارنے کی مجال اور کس کو ہو سکتی ہے؟ (محاسن التاویل: ج ۱۴ ص ۶۰، صفوۃ التفاسیر: ج ۲ ص ۵۵۳، المراغی: ج ۲۲ ص ۸۷، وجامع البیان: ج ۲ ص ۱۸۰- وفیہ اقوال اخری- والبحث فی

المطولات - بہر کیف فرشتوں سمیت سب کی شانِ عبدیت کا اس روز یہ عالم ہوگا کہ وہ مارے خوف اور دہشت کے بات بھی نہیں کر سکیں گے۔ اور جو لوگ ایسے مشرکانہ تصورِ شفاعت کی بنا پر نچنت ہیں وہ بڑے ہی خسارے میں پڑے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - سو مشرکانہ تصورِ شفاعت کی اس روز کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ بلکہ معاملہ سب کا سب اللہ وحدہ لاشریک ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہوگا - ﴿وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ﴾ - کسی اور ہستی "باسرکار" کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔

۱۱ اس روز کی گھبراہٹ کے بعد ایک دوسرے سے سوال: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس روز جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا فرمایا تمہارے رب نے؟۔ مراد ہے سفارش کی اجازت کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا - "وَھُوَ الْاِذْنُ بِالشَّفَاعَةِ لِمَنِ ارْتَضٰی" - (جامع البیان، المراغی، محاسن التاویل، الصفوۃ وغیرہ)۔ سو قیامت کے روز فرشتوں وغیرہ کا ناز وتدلل سے کسی کے حق میں سفارش کرنا تو دور کی بات ہے اس دن تو ان پر بھی دوسری مخلوق کی طرح ایسا ہول طاری ہوگا کہ انہیں بھی اسکی کوئی خبر نہیں ہوگی کہ لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کیا حکم صادر ہوا۔ اس لیے جب انکی دہشت اور گھبراہٹ دور ہوگی تو وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ تمہارے رب کی طرف سے کیا حکم صادر ہوا؟ تو وہ انکو جواب دیں گے کہ بالکل حق اور بجا فرمایا۔ سو ایسے میں مشرکانہ تصورِ شفاعت کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟ "الحق" منصوب ہے اور اس کا ناصب محذوف ہے۔ اور یہ جواب ان لوگوں کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے جن کے معاملات کا اس دن فیصلہ ہوگا۔ اس لیے کہ اس روز حق اس طرح واضح ہو چکا ہوگا کہ کسی کے لیے یہ کہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی کہ اس کے ساتھ کوئی ناانصافی ہوئی ہے۔ اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ یہ جواب ان لوگوں کی طرف سے ہو جن کو قدرت کی طرف سے اس دن کے ہول سے محفوظ رکھا گیا ہوگا اور جن کا استثناء سورۂ زمر کی آیت نمبر ۶۸ میں ﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ﴾ کے کلماتِ کریمہ سے فرمایا گیا ہے۔ سو جب اصل حقیقت یہ ہے تو پھر وہ کون ہو سکتے ہیں جن پر مشرکین اپنے مشرکانہ تصورِ شفاعت کی بنا پر تکیے کیے بیٹھے ہیں؟ - والعیاذُ باللہ جلَّ وعلا - اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۱۲ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کا حوالہ وذکر: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہی ہے بلند شان والا، سب سے بڑا۔ پس اس کے اذن کے بغیر اس کے یہاں کسی کو بھی دم مارنے کی ہمت نہیں - "وَلَیْسَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّتَکَلَّمَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ" - (المراغی: ج ۲۲ ص ۷۹)۔ سو اسکی ذاتِ اقدس واعلیٰ ایسی عظمتِ شان اور جبروت ومہربانی والی ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ اسکے حضور بات کرنے کیلئے اپنی زبان کھول سکے۔ اور نہ کسی کے بس میں ہو سکتا ہے کہ وہ از خود اسکے حضور رسائی حاصل کر سکے۔ پس اس سے تعلق اور اسکے حضور رسائی کی صرف وہی صورت ممکن ہو سکتی ہے جسکی تعلیم وہ خود دے۔ اپنی کتابِ حکیم کی تعلیماتِ مقدسہ کے ذریعے یا جیسا اس کے بارے میں اس کا رسول بتائے۔ سو بڑے بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں وہ لوگ جو اس ذاتِ اقدس واعلیٰ کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے طرح طرح کے وسیلے اور واسطے گھڑتے اور طرح طرح کے مشرکانہ تصورات پیش کرتے ہیں۔ سو وہ ذاتِ اقدس واعلیٰ ایسے تمام تصورات سے پاک اور ان سے کہیں اعلیٰ وبالا ہے - سبحانہ وتعالیٰ - اس کو اسی طرح ماننا ضروری ہے جس طرح اپنے بارے میں وہ خود بتائے یا اس کا رسول بتائے کہ صحت وسلامتی کی راہ یہی اور صرف یہی ہے، والحمد للہ جلَّ وَعلا

اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

چونکہ متعین ہے اس لئے) آپ خود ہی کہہ دو کہ اللہ، اور (یہ کہ) بلاشبہ ہم یا تم یا قطعی طور پر ہدایت پر ہیں، یا پڑے ہیں کھلی گمراہی میں ۶۳ ﴿۲۴﴾

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

(ان سے) کہو کہ نہ تم سے کوئی باز پرس ہوگی ان جرائم کے بارہ میں (جو بقول تمہارے) ہم کر رہے ہیں، اور نہ ہم سے کوئی باز پرس

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ

ہوگی تمہارے ان کاموں کے بارے میں جو تم لوگ کر رہے ہو ۶۴ ﴿۲۵﴾ (نیز ان سے یہ بھی) کہہ دو کہ ہمارا رب جمع فرمائے گا ہم سب کو ۶۵ پھر وہ

الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ

(آخری اور عملی) فیصلہ فرما دے گا ہمارے درمیان حق کے ساتھ، اور وہی ہے سب سے بڑا فیصلہ فرمانے والا، سب کچھ جاننے والا ۶۶ ﴿۲۶﴾

بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً

(نیز ان سے یہ بھی) کہو کہ ذرہ مجھے دکھاؤ تو دوان ہستیوں کو جن کو تم لوگوں نے ملا رکھا ہے اس (وحدہٗ لاشریک) کے ساتھ شریک

۶۳ منکرین کے قلب وضمیر پر ایک دستک کا ذکر و بیان:- سو اس میں ہٹ دھرم منکرین کے ضمیر کے لیے دستک ہے اور اس ارشاد میں ہٹ دھرم منکرین کے ضمیر پر دستک بھی ہے اور دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں ایک عظیم الشان ضابطہ اور اصول کی تعلیم بھی۔ یعنی موحد و مشرک دونوں فریق نہ تو ہدایت پر ہو سکتے ہیں کہ اس سے اجتماعِ نقیضین لازم آتا ہے جو کہ محال ہے اور نہ ہی یہ دونوں گمراہی پر ہو سکتے ہیں کہ اس سے ارتفاعِ نقیضین لازم آتا ہے۔ اور وہ بھی محال ہے۔ پس لازماً ان دونوں میں سے ایک ہی ہدایت پر ہوگا اور دوسرا گمراہی پر۔ اب یہ تم خود دیکھ لو کہ عقل و نقل کے دلائل کی روشنی میں ہدایت پر کون ہے اور گمراہی پر کون؟۔ تم یا ہم؟۔ سبحان اللہ!۔ کیا طرزِ تعلیم اور اندازِ تخاطب ہے کہ اپنے مخالف اور کھلے مشرک کو بھی اسکے قطعی طور پر گمراہ ہونے کے باوجود کھل کر گمراہ نہیں فرمایا گیا بلکہ اشارہ و کنایہ کا یہ اندازِ بلیغ اختیار فرمایا گیا۔ سو اس سے دعوت و تبلیغِ حق کے سلسلے میں ایک عظیم الشان اصول اور ضابطہ تعلیم فرمایا گیا کہ اس ضمن میں مخاطب کو کسی ایسی بات سے خطاب نہ کیا جائے جس سے اس کو چڑ پیدا ہو جائے کہ اس سے وہ ضد میں آ کر قبولِ حق کی سعادت سے محروم ہو جائے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد سے منکرین کے قلوب و ضمائر پر دستک دی گئی ہے کہ وہ ہٹ دھرمی کو ترک کر کے اپنے معاملے پر صحیح طریقے سے غور کریں اور اس کے نتیجے میں راہِ حق و ہدایت کو اپنا کر ہولناک انجام سے بچ سکیں۔ تاکہ اس طرح خود ان کا اپنا بھلا ہو۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور یہ انتہائی ہولناک خسارے سے بچ جائیں،

۶۴ اللہ تعالیٰ کے یہاں مسؤلیت کی تذکیر و یاد دہانی: -سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ "ہر کسی سے اسکے کیے کرائے کے بارے میں پوچھ ہوگی"۔ پس تم ہم پر اعتراض کرنے کی بجائے خود اپنی فکر کرو اور حسنِ ادا ملاحظہ ہو کہ اجرام کی نسبت اپنی طرف فرمائی جاتی ہے اور عمل کی نسبت مخالف کی طرف۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی میں یہ عظیم الشان درس دیا گیا ہے کہ انسان کو دوسروں کے پیچھے پڑنے کی بجائے خود اپنی فکر کرنی چاہیئے کہ ہر کسی نے اپنے کیے کرائے کا حساب خود دینا اور اس کا بدلہ پانا ہے۔ اور ہر کسی سے اسکے اپنے کیے کرائے کے بارے میں ہی پوچھ ہوگی۔ ہر کوئی اپنے ہی بارے میں مسئول اور ذمہ دار و جوابدہ ہے نہ کہ کسی دوسرے کا۔ ہمارے ذمے تو حق کی تبلیغ ہے اور بس۔ اور وہ ہم کر چکے۔ اب اس کے بعد مزید بحث مباحثہ اور جدال و مناقشہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم لوگ اپنی راہ چلو ہم اپنی راہ چلتے ہیں ۔کل قیامت کے یومِ فصل و تمیز میں فیصلہ ہوگا اور اس وقت تم لوگ خود دیکھ لوگے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ یہی مضمون سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۵ میں پوری صراحت سے بیان فرمایا گیا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کے یہاں حاضری اور پیشی کا اعتقاد و یقین اصلاحِ احوال کی اصل اساس ہے۔ سارے معاملے کا مدار و انحصار اسی پر ہے،

۶۵ قیامت کے یوم الفصل کی تذکیر و یاد دہانی: -سو قیامت کے یوم الفصل کی تذکیر و یاد دہانی کراتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ جمع فرمائے گا ہمارا رب تم ہم سب کو"۔ پس ہم سب کو جمع اور حشر کے اس یومِ عظیم کی فکر و تیاری کرنی چاہیئے کہ وہاں کیا بنے گی اور کیا صورت پیش آئے گی کہ وہاں سے لوٹ کر پھر کسی نے آنا نہیں اور کمائی کا پھر کوئی موقع پانا نہیں کہ کمائی کی جگہ اور فرصت یہی دنیا اور اس کی یہ زندگی ہے اور بس۔ سو اصل حقیقت بہرحال یہی ہے لیکن تم لوگ آج اگر ہماری بات ماننے کو تیار نہیں ہو تو تمہاری مرضی۔ تم بیشک نہ مانو لیکن یہ یاد رکھو کہ ایک دن بہرحال ایسا آنے والا ہے جس میں ہمارا رب تم ہم سب کو جمع فرمائے گا اور پھر تمہارے اور ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر۔ اور اسکے مطابق ہر کسی کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتنا ہوگا۔ اور تم لوگ مانو یا نہ مانو حق بہرحال یہی ہے۔ اور تم چاہو یا نہ چاہو قیامت کے اس یوم الفصل نے اپنے وقت پر بہرحال آ کر اور برپا ہو کر رہنا ہے اور وہاں تمہارے اور ہمارے درمیان آخری اور قطعی فیصلہ عملی طور پر ہو کر رہے گا۔ اب تم خود دیکھ لو کہ اس دن کے لیے کیا تیاری کر رہے ہو؟ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید،

۶۶ آخری اور قطعی فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا: -سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی ہے سب سے بڑا فیصلہ فرمانے والا سب کچھ جانتا"۔ پس اسی کا فیصلہ صحیح اور حق و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہوگا کہ اس کا علم بھی کامل ہے اور اس کا فیصلہ بھی صاف و صریح اور بغیر کسی لاگ ولوث کے ہوتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس نہ تو اس فتاح و علیم خداوندِ کریم کے فیصلہ میں کسی کیلئے کسی طرح کی دھاندلی مچانے کا کوئی امکان ہوسکتا ہے اور نہ ہی اسکے کسی فیصلے کیخلاف کہیں کسی اپیل کی کوئی گنجائش ہوسکتی ہے۔ اور نہ ہی اسکے کسی فیصلے میں کسی غلطی کا کوئی امکان ہوسکتا ہے کہ وہ سب کچھ جاننے والا اور پوری طرح جاننے والا علیم و خبیر ہے۔ پس اس کا ہر حکم و فیصلہ سراسر حق و صدق ہی ہونا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ

لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

بنا کر ۶۷ ہرگز (اس کا کوئی بھی شریک) نہیں ۶۸ بلکہ وہی اللہ ہے سب پر غالب، نہایت حکمت والا ۶۹ ﴿۲۷﴾ اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے پیغمبر!)

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾

مگر سب لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر ۷۰ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں (حق اور حقیقت کو) ۷۱ ﴿۲۸﴾ اور کہتے ہیں

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا

کہ کب (پورا ہوگا) تمہارا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو؟ (اپنے اس وعدہ وعید میں؟) ﴿۲۹﴾ سو (ان سے) کہو کہ تمہارے لئے ایک ایسے دن کا

تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا

النصف ۳ ع ۹ ۹

وعدہ بہرحال مقرر ہے جس سے تم پل بھر کے لئے نہ پیچھے ہو سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو ۷۲ ﴿۳۰﴾ اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس

۶۷ مشرکوں سے تحقیر اور تہدید آمیز خطاب: - سو مشرکوں سے تحقیر اور تہدید کے طور پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ ذرا مجھے دکھاؤ تو دوان ہستیوں کو جن کو تم لوگوں نے اس - وحدہ لاشریک - کے ساتھ ملا رکھا ہے اس کا شریک بنا کر"۔ تاکہ میں دیکھ اور جان سکوں کہ تم نے کس بنیاد پر ان کو معبود اور حاجت روا و مشکل کشا بنا رکھا ہے۔ سو اس ارشادِ عالی سے مقصود ان لوگوں کی گمراہی کو آشکارا کرنا ہے اور اس میں ان کی توبیخ و تقریع ہے کہ آخر تم لوگ طرح طرح کی ان بے حقیقت چیزوں کی پوجا پاٹ کر کے اپنے ہاتھوں خود اپنی تذلیل، وتحقیر اور ہلاکت و بربادی کا سامان کیوں اور کس بنیاد پر کرتے ہو؟ - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّزَيْغٍ وَّضَلَالٍ بِتَوْفِيْقِهٖ وَعِنَايَتِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَهُوَ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالُ - بہر کیف مشرکوں سے انکی تحقیر و تذلیل اور طنز و تشنیع کے انداز میں فرمایا گیا کہ مجھے ذرا انکو دکھلاؤ تو سہی جنکو تم نے اللہ وحدہ لاشریک کا ساتھی قرار دیکر اسکے ساتھ چپکا رکھا ہے۔ آخر وہ کون ہیں اور کہاں ہیں جو ایسی عالی شان کے مالک ہیں کہ تم نے انکو خدا کی خدائی میں ساجھی اور شریک قرار دے رکھا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی ہے ہی نہیں تو پھر یہ دکھائیں کیسے اور کہاں سے؟

۶۸ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ممکن ہی نہیں: - سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "ہرگز نہیں اس کا کوئی شریک" نہ اس کی ذات و صفات میں نہ اس کے حقوق و اختیارات میں اور نہ اسکی عبادت و بندگی میں۔ وہ ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے یکتا اور وحدہ لاشریک ہے - سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى فَنَعُوْذُ بِهٖ جَلَّ وَعَلَا مِنْ كُلِّ شَائِبَةٍ مِنْ شَوَائِبِ الشِّرْكِ وَالْاِنْحِرَافِ - بہر کیف ﴿كَلَّا﴾ کے کلمۂ زجر و تنبیہ کے ساتھ اس سے ہر قسم کے شرک اور ہر مشرک کی نفی فرمادی گئی اور اس نفی کی دلیل میں اسکی دو صفتوں کو بیان فرمایا گیا یعنی عزیز اور حکیم۔ بہر کیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اس وحدہ لاشریک رب عزیز و حکیم کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہو سکتا ہے۔ وہ ہر لحاظ سے وحدہ لاشریک ہے اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے - سبحانہ وتعالیٰ -

۶۹ عزت اور حکمت اللہ ہی کے لیے ہے: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے اسلوب و انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ "نہیں

بلکہ وہی اللہ ہے سب پر غالب نہایت ہی حکمت والا"۔ پس نہ تو اس کو کسی شریک وسہیم کی حاجت ہے اور نہ تمہارے ان خودساختہ معبودوں میں اس ذاتِ بے ہمتا کا شریک بننے کی کوئی اہلیت وصلاحیت ہی کسی بھی درجے میں ممکن ہوسکتی ہے۔ سوان دوصفتوں کے ذکر سے واضح فرمادیا گیا کہ ہرگز کسی کا بھی یہ درجہ ومرتبہ نہیں ہوسکتا کہ اسکو اس اللہ وحدہ لاشریک کا شریک قرار دیا جاسکے کہ وہ عزیز ہے۔ یعنی سب کی رسائی سے بالاتر اور ہر چیز پر غالب ومقتدر ہے۔ نیز وہ حکیم ہے اس لیے اس کا ہر حکم وارشاد اور ہر قول وفعل غایت درجہ علم وحکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اور ان دونوں صفتوں کا ذکر یہاں پر حصر کے انداز واسلوب میں فرمایا گیا ہے۔ جس سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ ان دونوں صفتوں سے وہ بدرجہ تمام وکمال متصف ہے۔ اور جب وہ ان دونوں صفتوں سے بدرجہ کمال متصف ہے تو پھر اس سے کسی شرک کا کوئی جوڑ ممکن ہی کس طرح ہوسکتا ہے؟ کیونکہ کسی کو اگر اس کا شریک اس اعتبار سے ٹھہرایا جائے کہ وہ کائنات کی تخلیق اور اسکی تدبیر میں اس کا محتاج ہے تو یہ اسکے عزیز ہونے کی نفی ہے۔ اور اگر کسی کو اسکا شریک اس اعتبار سے مانا جائے کہ وہ اسکے یہاں سے اپنے تقرب اور اپنی رسائی کی بنا پر اسکے بے لاگ عدل وانصاف پر اثرانداز ہوسکتا ہے تو یہ اسکے حکیم ہونے کی نفی ہوگی۔ اور یہ امر یہاں پر واضح رہے کہ مشرکین کے شرک میں اصل عامل کی حیثیت انہی دو غلط فہمیوں کو حاصل تھی۔ اس لیے یہاں پر اللہ پاک نے اپنی دو صفتوں کا حوالہ دے کر ان دونوں غلط فہمیوں کی جڑ نکال دی۔ پس اس کا کوئی شریک نہ ہے نہ ہوسکتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شریک اور ہر شائبۂ شرک سے پاک اور بری ہے۔ اور وہی وحدہٗ لاشریک ہر قسم کی حمد وثنا اور عبادت وبندگی کا مستحق ہے، سبحانہ وتعالیٰ

۷۵ پیغمبرؑ کا کام انذار وتبشیر، اور بس: ۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ پیغمبر کا اصل کام اور اسکی ذمہ داری انذار وتبشیر ہے اور بس۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے تو آپ کو صرف بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے"۔ پس جب آپ ہمارے فرستادہ اور رسول ہیں تو جو لوگ آپ کی نبوت ورسالت کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل ہمارے حکم وارشاد کے منکر ہیں۔ جیسے جملہ کفار ومشرکین۔ اور جب ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے مبعوث فرمایا ہے تو پھر جو لوگ اس کے بعد بھی دوسرے کسی اور دین کی تبلیغ کرتے اور آپؐ کے بعد کسی اور کو نبی مانتے ہیں وہ پکے گمراہ اور پرلے درجے کے فسادی ہیں۔ جیسے عیسائیت وغیرہ دیانات محرفہ کی تبلیغ کرنے والے اہلِ کتاب وغیرہ۔ یا جیسے مسیلمہ کذاب اور مسیلمہ پنجاب جیسے دجال۔ جنہوں نے آپ کے بعد جھوٹی نبوتوں کا دعوی کیا اور اس سے بھی بڑھ کر خطرناک نظریہ امامت کے قائل وہ رافضی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اماموں کا وہ مقام ہے جس کو نہ کوئی فرشتہ پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی۔ والعیاذ باللہ۔ جیسا کہ روافض کی کتابوں میں امامت کے اس نظریہ وعقیدہ کی تصریح موجود ہے۔ یہاں تک کہ ان کے حالیہ امام خمینی کی کتابوں میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔ اور جب ہم نے آپ کو محض بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے تو آپ دعوتِ حق کو قبول کرنے والوں کو خوشخبری سنادیں اور منکروں کو خبردار کردیں کہ آپ کا کام تو صرف اِنذار اور تبشیر ہے اور بس۔ اس سے آگے آپ کا نہ کوئی زور واختیار ہے، اور نہ ہی اس کی کوئی ذمہ داری کہ آپ لوگوں سے اس حق کو منوالیں اور دعوتِ حق ان کے دلوں میں اتار دیں۔ سو وہ لوگ بھی گمراہ ہیں جو آپ کو مختارِ کل مانتے ہیں کہ جو چاہیں کریں۔ جیسا کہ دورِ حاضر کے اہلِ بدعت کا کہنا اور ماننا ہے۔ پس یہ سب لوگ راہِ ہدایت سے دور اور گمراہی میں مبتلا ہیں۔ گو ان کے درجات ومراتب میں تفاوت واختلاف ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ پیغمبر کا اصل کام انذار اور تبشیر ہے اور بس۔ یعنی لوگوں کو ان کے مآل وانجام سے خبردار کرنا، اور ماننے والوں کو خوشخبری سنانا۔

۷۶ علمِ حقیقی سے محرومی ہر خیر سے محرومی۔ والعیاذُ باللہ: ۔ سو لوگوں کی بدبختی پر اظہارِ افسوس کے طور پر ارشاد فرمایا گیا "ولیکن اکثر لوگ جانتے نہیں"۔ اس لئے نورِ علم سے محروم لوگوں کی یہ اکثریت طرح طرح کی گمراہیوں کا شکار ہے۔ یہاں سے پھر اس حقیقت پر تنبیہ ملی کہ عوام کی اکثریت حقانیت وصداقت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ جس طرح کہ مغربی جمہوریت کے

پجاریوں کا کہنا ہے۔ اور جس طرح کہ اہلِ بدعت کا ماننا ہے۔ حق بہرحال وہی اور صرف وہی ہے جو اللہ اور اس کا رسول فرمائے خواہ دنیا ساری ہی اسکے خلاف کیوں نہ ہو۔ والعیاذ باللہ۔ اور باطل وہ ہے جس کو اللہ اور اس کا رسول باطل قرار دے اگرچہ دنیا ساری ہی اسکی تائید وحمایت میں کیوں نہ ہو۔ سو علم کا نور وہ سب سے بڑا نور ہے جو دنیا کو حق اور ہدایت کی روشنی سے آگہی بخشتا ہے ورنہ اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔ اور علم سے مراد وہ علمِ حقیقی ہے جو انسان کو راہِ حق وہدایت پر ڈالے اور اسکو اسکے خدا سے ملائے نہ کہ اس عام معنیٰ میں جس کو دنیا علم کہتی ہے کہ وہ صرف کاروبارِ حیات چلانے کیلئے ہے۔ سو اسکو اگر نیک نیتی سے اور خلقِ خدا کی نفع رسانی کیلئے حاصل کیا جائے تو وہ نیکی ہے ورنہ وہ شر ہے۔ سو اسکے حصول میں نیکی یا بدی ہونے کا دارومدار انسان کی نیت پر ہے۔ لیکن وہ اصل اور حقیقی علم کا مصداق بہرحال نہیں بن سکتا۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے تو پیغمبر کو خبردار کرنے والا اور خوش خبری دینے والا بنا کر بھیجا تاکہ لوگ انکی اتباع اور پیروی کر کے دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز ہو سکیں۔ مگر یہ ہیں کہ ان سے اعراض اور روگردانی برت کر اپنے لیے دارین کی شقاوت وبدبختی کی راہ اپنا رہے ہیں اور اللہ کی ابدی رحمت کی بجائے اس کے دائمی عذاب کے طلب گار بن رہے ہیں جو کہ خساروں کا خسارہ اور ناقابلِ تلافی وتدارک خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے خسارے سے محفوظ اور راہِ حق وصواب پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین

۴۷ استہزاء کرنے والوں کو جواب:۔ سو اس سے استہزاء کرنے والوں کو جواب دیا گیا کہ عذاب کا وقت مقرر ہے۔ سو قیامت اور آخرت کے بارے میں استہزاء کرنے والوں کے جواب کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ تمہارے عذاب کا وقت بہرحال مقرر ہے"۔ یعنی اللہ پاک کی اس انتہائی محکم اور حکیمانہ کائنات میں ہر چیز اپنے خاص نظام اور مخصوص وقت سے مربوط ومرتبط ہے۔ اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ جس طرح آج ایک شخص شادی کر کے کہے کہ کل ہی میرے گھر بچہ پیدا ہو جائے تو یہ بات نہیں ہونے کی اگرچہ وہ اس کے لئے ہر جتن کرے اور ہر حربہ استعمال کرے۔ یا جس طرح آج ایک شخص کے گھر بچہ پیدا ہوا اور وہ کہے کہ یہ میرا بچہ آج ہی جوان ہو جائے تو یہ عادۃً ایک ناممکن بات ہے۔ یا جیسے آج ایک شخص اپنے بچے کو مدرسہ وسکول میں داخل کرائے اور چاہے کہ وہ آج ہی یا کل ہی محدث ومفسر اور عالم وگریجویٹ بن جائے۔ پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لے وغیرہ۔ تو یہ بات عقلاً اور واقعتہً ناممکن ہے اگرچہ وہ اس کے لئے دنیا بھر کی دولت بھی کیوں نہ خرچ کر ڈالے۔ یا کوئی اگر یہ چاہے کہ آج کے دن شروع ہونے والا موسمِ خزاں آج ہی ختم ہو جائے یا اس وقت جو دن شروع ہو رہا ہے یہ ابھی فوراً ختم ہو جائے اور ابھی طلوع کرنے والا یہ سورج فوری طور پر ڈوب جائے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ سب ان ہونی باتیں ہیں۔ اللہ پاک کی قدرت سے تو کوئی بھی چیز باہر نہیں۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے کہ اس کی صفت ہے۔ ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾۔ مگر "کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِوَقْتِہٖ" کے جس حکیمانہ اسلوب ونظام پر اُس قادرِ مطلق نے اس کارخانۂ ہست وبود کو استوار کیا اور قائم فرما رکھا ہے اس کے پیشِ نظر عادۃً ایسا ہونا ناممکن ومحال ہے۔ سو اسی طرح قیامت کا بھی ایک خاص وقت اس علیم وقدیر خالق ومالک نے مقرر فرما رکھا ہے جس پر وہ بہرحال آکر رہے گی۔ اس میں پل بھر کی کوئی تقدیم یا تاخیر نہیں ہو سکتی۔ پس جلدی مچانے کی بجائے تم لوگ اس کے لئے تیاری کرو کہ اس کے لئے کمائی کی جو فرصت آج تمہیں میسر ہے وہ ہاتھ سے نکلنے کے بعد پھر ملنے والی نہیں۔ اور اپنی آخرت کو سنوارنے اور بنانے کا جو موقع دنیا کی اس زندگی میں آج تم لوگوں کو حاصل ہے وہ پھر کبھی نہیں مل سکے گا۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ۔ بہرکیف اس ارشاد سے استہزاء کرنے والوں کو ٹھوس جواب دیا گیا ہے۔ والعیاذُ باللہ جلّ وعلا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین

الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

قرآن پہ ایمان لائیں گے، اور نہ ہی اس پر جو اس سے آگے ہے ۳ ؎ اور اگر کسی طرح تم دیکھ سکتے (اس منظر کو) کہ جب (نور حق وہدایت

مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضِ

سے محروم) ان ظالموں کو کھڑا کر دیا گیا ہوگا ان کے رب کے حضور، اور یہ آپس میں ایک دوسرے پر بات ڈالتے (اور الزام دھرتے)

الْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا

ہوں گے، (تو تم کو ایک بڑا ہی ہولناک منظر نظر آئے جب کہ) وہ لوگ جن کو (دنیا میں) دبا کر رکھا گیا تھا ۴ ؎ وہ (مارے حسرت ویاس کے

لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا

چلا چلا کر) ان لوگوں سے کہہ رہے ہوں گے جو کہ دنیا میں بڑے بنے ہوئے تھے ۵ ؎ کہ اگر تم لوگ نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے، ﴿۳۱﴾

لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰی

اس کے جواب میں وہ لوگ جو بڑے بنے ہوئے تھے' دبا کر رکھے گئے ان لوگوں سے کہیں گے، کہ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا ہدایت

بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ

(کی روشنی) سے، جب کہ وہ تمہارے پاس پہنچ چکی تھی؟ نہیں بلکہ تم لوگ خود مجرم تھے ۶ ؎ ﴿۳۲﴾ اور اس پر دبا کر رکھے جانے والے لوگ

اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ

اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا رہنے والے اپنے ان پیشواؤں (اور گروؤں) سے کہیں گے کہ نہیں بلکہ یہ رات اور دن کی تمہاری مکاری

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَ

تھی ۷ ؎ جب کہ تم لوگ ہم سے کہا کرتے تھے کہ ہم کفر کریں اللہ کے ساتھ' اور اس کیلئے دوسرے طرح طرح کے شریک (اور ہمسر)

اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ

ٹھہرائیں، ۸ ؎ اور وہ چھپا رہے ہوں گے اپنی ندامت کو (ایک دوسرے سے) جب کہ وہ دیکھیں گے اس عذاب کو (جو ان کے لئے مقدر ہو

۳ ؎ کفار و منکرین کی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ و مظہر: — کہ "ہم نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس سے پہلے

نازل ہونے والی کتابوں پر"۔ سو یہ ہے ضد وعناد اور ہٹ دھرمی کا وہ شاخسانہ جس میں مبتلا ہو کر ایک شخص پوری ڈھٹائی کے ساتھ حق کو ٹھکرا دیتا ہے اور کسی ناصح کی کسی نصیحت کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا کہ "میں نہ مانوں" (I never agree) کا تو کوئی علاج ہی نہیں۔ اسی کو "مہر لگنے" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی میں آج کے جملہ باطل فرقے خاص کر غالی اہلِ بدعت بری طرح سے مبتلا ہیں کہ یہ لوگ بھی حق کے وضوح اور اسکے جاننے کے باوجود اسکو ماننے اور قبول کرنے کے لئے تیار اور آمادہ نہیں ہوتے۔ ﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾۔ (النحل:۸۳) کہ اللہ کی نعمت کو جانتے بوجھتے اس کا انکار کرتے ہیں کہ ضد اور ہٹ دھرمی کے شاخسانے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف ان ہٹ دھرم کفار نے صاف اور صریح طور پر کہہ دیا کہ ہم نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس پر جو اس سے آگے ہے۔ جو اس سے آگے ہے۔ سے کیا مراد ہے؟ اس بارے دو قول اور احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مراد وہ آسمانی کتابیں ہیں جو اس سے پہلے آچکی ہیں۔ اور یہی قول زیادہ مشہور بھی ہے اور واضح اور متبادر بھی۔ اور دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ اس سے مراد آگے آنے والا وہ عذاب ہے جس سے ان لوگوں کو خبردار کیا جاتا ہے۔ اور یہ قول سیاق وسباق سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ ہم نے اپنے ترجمہ کے اندر ان دونوں کی گنجائش رکھی ہے۔ وباللہ التوفیق والحمد للہ جل وعلا۔ بہر کیف اس سے ہٹ دھرموں کی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ پیش فرمایا گیا ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین

۷۴ قیامت میں پیشواؤں اوران کے پیروؤں کے درمیان تُو تکار کا ایک منظر: ۔ سو یہ ہے گمراہ لیڈروں اور پیشواؤں اور انکے پیروؤں کے درمیان تو تکار کا ایک منظر جو اُس جہاں میں پیش آئے گا۔ سو پیرو یعنی چیلے، چانٹے اور سادہ لوح پیروکار اور نعرے باز مرید وغیرہ جن کا کام آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلنا اور ان کی پیروی کرنا تھا اور بس۔ نہ ان کی کوئی رائے تھی نہ اثر نہ وزن۔ نہ سوچنے سمجھنے کی کوشش نہ فکر وتدبر کی کوئی صلاحیت۔ سو دنیا میں یہ احمق قسم کے پیروکار جو آنکھیں بند کر کے اپنے ان بڑوں کے پیچھے چلا کرتے تھے یہاں تک کہ اس سلسلے میں یہ لوگ اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کی بھی پروا نہیں کرتے تھے اس دن یہ اپنے ان بڑوں اور لیڈروں سے کہیں گے کہ یہ تم ہی ہو کہ تمہاری وجہ سے ہم نورِ حق و ہدایت سے محروم اور اس شقاوت وبدبختی سے دوچار ہوئے۔ ورنہ اگر تم نہ ہوتے اور تم ہمارے لیے سدِّ راہ نہ بنتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔ مگر تم ہو کہ تم نے ہماری راہ ماردی۔ مطلب یہ کہ حق تو ہم سے مخفی نہیں تھا اور ہمارے اندر اسکو قبول کرنے کا جذبہ بھی موجود تھا لیکن تمہارے دباؤ نے ہمیں اس سے محروم کیے رکھا۔ جسکے نتیجے میں آج ہمیں یہ انجامِ بد دیکھنا پڑا۔ اللہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور اعداء واشرار کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے۔ آمین ثم آمین

۷۵ گمراہ لیڈروں کا اپنے چیلوں کو جواب: ۔ یعنی گرو گمراہ لیڈر و پیر اور علمائے سوء وغیرہ وغیرہ جنہوں نے ایسے سادہ لوح عوام کو دبا کر اور طرح طرح کے جھانسے دے کر اپنے پیچھے لگا رکھا تھا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ وہ اس دن اپنے ان بھرے ہوئے پیروکاروں کے الزام کے جواب میں کہیں گے کہ تمہارا الزام بالکل غلط ہے کہ ہم نے تم لوگوں کو راہِ حق سے روکا تھا۔ سو ایسے نہیں بلکہ اصل مجرم تم خود ہو۔ ﴿استکبروا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا تھے۔ یعنی جو اپنے آپ کو بڑا اور بہت کچھ سمجھتے تھے۔ اور یہی تھی جڑ بنیاد ساری خرابی اور محرومی کی۔ سو بڑا ہونا اور چیز ہے اور بڑائی کے زعم اور گھمنڈ میں مبتلا ہونا اور چیز۔ والعیاذ باللہ۔ سو استکبار یعنی اپنی بڑائی کا زعم وگھمنڈ انسان کے باطن کو ایسا بگاڑ کر رکھ دیتا ہے کہ وہ حق کو سننے

ماننے اور اس کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا جس سے وہ محروم کا محروم ہی رہتا ہے۔ بھلا جو مریض اپنے مرض کو اپنی صحت قرار دیتا ہو وہ ڈاکٹر کی طرف رجوع ہی کیوں کرے گا۔ اور اس کی دی ہوئی دوائی اور اس کے لکھے ہوئے نسخے کی طرف توجہ ہی کیوں دے گا۔ تو پھر ایسے میں اس کی صحت کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو استکبار یعنی اپنی بڑائی کا زعم و گھمنڈ محرومی کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال، اور بگاڑ و انحراف کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین

۴۶ گمراہ پیشواؤں کی اپنے پیروؤں کو مزید ڈانٹ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ گمراہ پیشواؤں سے کہیں گے کہ نہیں بلکہ اصل مجرم تم لوگ خود تھے۔ پس اصل قصوروار تم خود تھے۔ بلکہ ہمیں خراب و گمراہ کرنے میں بھی تمہارا ہی ہاتھ تھا کہ اگر تم لوگ ہمیں آسمان پر نہ چڑھاتے تو ہمارے دماغ اتنے خراب نہ ہوتے کہ ہم اپنی خدائی کے زعم میں مبتلا ہو جاتے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند۔ "پیر خود نہیں اڑتے مریدان کو اڑاتے ہیں" ورنہ تم لوگ اگر حق و ہدایت کو اپناتے اور اس کے نورِ مبین کو قبول کرتے جبکہ وہ تمہارے پاس پہنچ چکا تھا تو تمہیں اس سے کون روک سکتا تھا۔ پس حق سے منہ موڑ کر اور باطل کو اپنا کر تم نے خود ہی جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ سو اب اپنے کیے کا مزہ تم خود چکھو۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ نے اس جہان میں معبودانِ باطلہ اور ان کے گمراہ پیروکاروں کے درمیان ہونے والے اس جھگڑے اور انکی اس تو تکار کو اپنی کتاب حکیم کے ذریعے اس دنیا میں ہی اس صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے تاکہ لوگ اس انجام بد اور اس ذلت و رسوائی اور ہمیشہ کی ہلاکت و تباہی سے بچنے کا سامان کر سکیں۔ لیکن افسوس کہ اس سب کے باوجود آج دنیا میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو قرآنِ حکیم کی ان تعلیماتِ مقدسہ سے منہ موڑے ذلت و رسوائی اور ہلاکت و بربادی کی اسی راہ پر چلے جا رہے ہیں۔ اور اس بارے وہ سنی کو ان سنی کر دیتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِهٖ جَلَّ وَ عَلَا۔ سو نورِ حق و ہدایت سے محرومی دنیا و آخرت کی ہر خیر سے محرومی ہے کہ ایسا شخص اندھیروں میں مستغرق رہتا ہے۔ والعیاذُ باللّٰہ۔

۴۷ پیروؤں کی طرف سے پیشواؤں کے قول کی تردید: سو اس سے پیروؤں کی طرف سے پیشواؤں کی مکاریوں اور چالبازیوں کو ذمہ دار بنانے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ پیشواؤں کے اس جواب کی تردید میں ان کے پیرو اور چیلے ان سے کہیں گے کہ نہیں بلکہ یہ تمہاری دن رات کی مکاری تھی جس نے ہمارا بیڑا غرق کیا۔ تمہاری مکاری یعنی مکر کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ اس کو حذف کر کے ظرف کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ سو تقدیرِ عبارت یوں ہوگی "مَكْرُكُمْ بِنَا بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ" (ابو السعود: ج ۷ ص ۲۳)۔ اَیْ مَكْرُكُمْ فِيْهِمَا وَ اِغْرَاؤُكُمْ۔ (محاسن التاویل: ج ۱۴ ص ۲۸)۔ مطلب یہ ہے کہ چیلے اپنے گروؤں سے اور دم چھلے بنے رہنے والے چھوٹے اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ تم نے دن رات مکر و فریب کا جو جال بچھا رکھا تھا، طرح طرح کے جو ہتھکنڈے تم لوگوں نے اپنی دکانوں کو سجانے اور اپنے کاروبار کو چمکانے کے لئے اپنا رکھے تھے۔ چمک دمک، ٹھاٹھ باٹھ اور کروفر کے جو نظر فریب مظاہر تم نے قائم کر رکھے تھے انہی کی وجہ سے تو ہم گمراہ ہوئے اور تمہارے کہنے میں آئے۔ ورنہ ہم تمہارے جال میں کبھی نہ پھنستے۔ پس تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ہمارے بہکانے میں تمہارا کوئی عمل دخل نہیں۔ اہلِ بدعت کہتے ہیں کہ ایسی آیتیں صرف کفار کے لئے ہیں تاکہ اس طرح ان کے کاروبارِ شرک و بدعت پر زد نہ پڑے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب قرآنِ پاک میں خود "اَلَّذِيْنَ" کے کلماتِ عامہ استعمال فرمائے گئے تو پھر تم لوگ ان کو کافروں کے ساتھ خاص کس طرح قرار دیتے ہو؟ پس صحیح اور حق یہ ہے کہ یہ کلمات اپنے ظاہر اور عموم پر ہیں۔ اور ہر اس شخص کو شامل ہیں جو دوسروں کو گمراہ کرے اور ان کو راہِ حق و ہدایت سے پھیرے خواہ وہ

کوئی کھلم کھلا کافر و منافق شخص ہو یا کوئی بدعتی پیر یا گمراہ ملاں وغیرہ۔ اسی لئے جمہور مفسرینِ کرام نے ان کلمات کی تفسیر و تشریح اَتبَاع وَ مَتبُوعِین کے کلماتِ عامہ سے فرمائی ہے، خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔ ''ھُمُ الاتّبَاعُ وَسَادَتُھُمْ وَقَادَتُھُمْ''۔ (محاسن التاویل: ج۱۴ص ۲۷)۔ ''اَیْ یَقُوْلُ الاتّبَاعُ لِسَادَتِھِمْ''۔ (المراغی: ج۲۲ص ۸۵)۔ ''یَقُوْلُ الاتّبَاعُ لِلرُؤُسَاءِ''۔ (صفوۃ التفاسیر: ج۲ص ۵۵۵)۔ ''اَلاتّبَاعُ وَالْمَتْبُوْعِیْنَ''۔ (جامع البیان: ج۲ص ۱۸۱)۔ اب ان اہلِ بدعت سے کوئی پوچھے کہ حضراتِ مفسرین کرام تو ان کلمات کو اپنے عموم پر رکھ رہے ہیں کہ حق کے خلاف جو بھی کوئی کسی کی پیروی کرے گا اور کرائے گا وہ اس میں داخل ہے۔ خواہ کوئی بھی ہو اور کہیں کا بھی ہو۔ تو پھر تم لوگ ان کو کفار کے ساتھ خاص کس طرح قرار دیتے ہو؟ اور تمہارے پاس اس کی دلیل کیا ہے؟ بہرکیف۔ ﴿یَرْجِعُ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضِ الْقَوْلَ﴾۔ کے اس ارشاد سے ان گمراہ لیڈروں اور ان کے پیروکاروں کی اس تُو تکار کا نقشہ پیش فرما دیا گیا جو آخرت کے اس جہانِ غیب میں ان کے درمیان پیش آئیں گی۔ مطلب یہ کہ آج تو یہ گمراہ لیڈر اور ان کے یہ اندھے پیرو حق اور اہلِ حق کے خلاف ایک جٹ بنے ہوئے ہیں اور لیڈر اپنے پیروؤں کو طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے یہ باور کرا رہے ہیں کہ ان ہی کی پالیسی ٹھیک ہے۔ لہٰذا وہ انہی پر اعتماد کریں اور خیر و شر کی ذمہ داری انہی پر ہے اور عوام کالانعام آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چل رہے ہیں کہ کوئی خطرہ پیش آیا تو ہمارے یہ لیڈر ہمیں اس سے بچا لیں گے۔ لیکن کل جب یہ کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کے اس جہانِ غیب میں پہنچیں گے جہاں ہر چیز اپنی اصلی شکل اور حقیقی رنگ میں سامنے آئے گی۔ تو اس وقت ان کو سب پتہ لگ جائے گا اور اس وقت ان میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنی گمراہی کا باعث اور ذمہ دار قرار دے گا اور اس پر تو تکار کے تیر برسائے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ اور اعداء و اشرار کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۴۸ پیروؤں کا اپنے گروؤں پر مزید حملہ اور اِلزام: سو وہ ان سے کہیں گے کہ جب تم لوگ دنیا میں ہم سے کہا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے ساتھ دوسرے طرح طرح کے شریک اور ہمسر ٹھہرائیں۔ یعنی جب تم ہمیں ایمان و توحید کی راہ سے ہٹا کر کفر و شرک کی راہ پر چلنے کی تلقین کیا کرتے تھے اور اپنے قول و فعل سے ہمیں یہ بتایا کرتے تھے کہ اللہ پاک کے ساتھ فلاں فلاں بتوں، پتھروں اور ہستیوں اور آستانوں وغیرہ کو بھی مشکل کشا و حاجت روا سمجھو کہ یہ بھی خدا کی خدائی میں شریک اور حصے دار ہیں۔ اور یہ کہ خدائے پاک نے ان کو بھی اختیارات سونپ رکھے ہیں۔ اور یہ ہمارے ذریعے، وسیلے اور یہ اُس کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ ﴿ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾۔ فَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَنْ نُشْرِکَ بِه شَیْئًا نَعْلَمُه وَنَسْتَغْفِرُه لِمَا لَا نَعْلَمُهٗ سُبْحَانَه وَ تَعَالٰی۔ بہرکیف اس سے واضح ہوا کہ وہ پیرو اپنے لیڈروں اور پیشواؤں سے کہیں گے کہ یہ تم لوگوں کی دن رات کی سازشیں اور تمہاری پراپیگنڈہ مہم تھی کہ ہم لوگ حق کی پیروی سے محروم رہے، اور تم لوگ ہمیں سکھاتے سمجھاتے رہے تھے کہ ہم حق و ہدایت کی پیروی سے منہ موڑ کر برابر کفر و شرک پر جمے رہیں۔ سو ان کے اس جواب سے یہ بات نکلتی ہے کہ حق ان کے سامنے واضح ہو گیا تھا لیکن وہ اس وجہ سے اس کی پیروی نہ کر سکے کہ ان کے لیڈروں کی دن رات کی سازشوں اور ان کی پروپیگنڈا مہم نے ان کا راستہ روک رکھا تھا اور ان کا یہ پروپیگنڈا اتنا سخت تھا کہ اس نے ان کو راہِ حق سے محروم کر دیا تھا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین

فِیٓ اَعۡنَاقِ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ؕ هَلۡ یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا

چکا ہوگا) اور ہم نے ڈال دئیے ہیں ۷۹ طوق ان لوگوں کے گلوں میں، جو کہ (اکڑے اور) اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر (و باطل) پر ان کو

یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ

بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر ان کے انہی کاموں کا جو وہ خود کرتے رہے تھے (اپنی دنیوی زندگی میں ۸۰) ﴿۳۳﴾ اور ہم نے کسی بھی بستی میں کوئی

۷۹ باطل پرستوں کے گلوں کے طوقوں کا ذکر و بیان: - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ باطل پرستوں اور منکرین و مشرکین کے گلوں میں محرومی و بدبختی کے طوق پڑے ہیں - والعیاذ باللہ - سو اللہ پاک کی اس سنت اور دستور کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے ڈال دیئے طوق انکے گلوں میں"۔ "ڈال دیئے ہیں" ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے جس سے ایک طرف تو اس کے تحقق وقوع یعنی قطعی اور یقینی ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اور دوسری طرف اس سے یہ پتہ بھی چلتا ہے کہ جو لوگ حق کے انکار میں پوری ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے ہیں ان کے گلوں میں یہ طوق دراصل آج اور ابھی سے پڑے ہوتے ہیں مگر وہ اس وقت نظر نہیں آ رہے۔ کل قیامت کے روز جب حقائق بے نقاب ہو جائیں گے تو ان کو انہی طوقوں کے ذریعے گھسیٹ کر دوزخ میں ڈالا جائے گا - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی - سو ان لوگوں نے اپنی عقلوں اور اپنے ضمیروں کو معطل کر کے جو دوسروں کی غلامی اور انکی اندھی تقلید کے طوق اپنے گلوں میں ڈال رکھے تھے کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کے اس جہاں میں وہ سب اپنی اصل اور حقیقی شکل میں سامنے آ جائیں گے۔ اور دوزخ کے داروغے انکو انہی سے پکڑ کر اور گھسیٹ کر انکے منہ کے بل دوزخ میں ڈالیں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ﴾ - (القمر: ۴۷) - والعیاذ باللہ العظیم - بکل حالٍ مّن الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ

۸۰ انسان کو اسکے اپنے ہی اعمال کا بدلہ ملے گا: - سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "ان لوگوں کو بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر ان کے اپنے ان کاموں کا جو یہ کرتے رہے تھے"۔ یعنی اپنی دنیاوی زندگی میں۔ پس ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ وہ اپنے ہی کیے کرائے کا بدلہ پائیں گے۔ لہذا انہیں کسی شکایت کا کوئی حق نہیں۔ سو انسان اس دنیا میں بھلا برا جو بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے کرتا ہے کہ اس کا صلہ و بدلہ خود اسی کو ملے گا۔ وہ جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ سو ان لوگوں کی گردنوں میں جو یہ طوق ڈالے جائیں گے تو یہ انکے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہوگی بلکہ یہ انکا اپنا ہی وہ کیا کرایا ہوگا جو انہوں نے دنیا میں کیا ہوگا۔ اور انہوں نے دوسروں کی غلامی کے جو قلادے اپنی گردنوں میں ڈال کر اپنے رب کی نافرمانی کی تھی - والعیاذ باللہ - وہی اغلال اور طوق انکی گردنوں میں اس روز سامنے آ جائیں گے - والعیاذ باللہ - سو انسان بھلا برا جو بھی کچھ کرتا ہے وہ خود اپنے ہی لیے کرتا ہے جیسا کہ دوسرے مختلف مقامات پر طرح طرح سے واضح فرمایا گیا ہے۔ مثلاً ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے - ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ - (حٰم السجدۃ: ۴۶)۔ پس انسان کا ہر عمل اسکے اپنے ہی لئے ہے،

مُتْرَفُوهَآ إِنَّا بِمَآ أُرْسِلْتُم بِهِۦ كَٰفِرُونَ ﴿٣٤﴾ وَقَالُوا۟ نَحْنُ

خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے عیش پرست لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو قطعی طور پر منکر ہیں اس چیز کے جس کے ساتھ تم لوگوں کو

أَكْثَرُ أَمْوَٰلًا وَأَوْلَٰدًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿٣٥﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّى

بھیجا گیا ہے وا۸۱ ﴿۳۴﴾ اور یہ کہتے ہیں کہ ہم تو مال و دولت میں بھی تم سے زیادہ ہیں، اور اولاد (اور جتھے) کے اعتبار سے بھی تم سے کہیں بڑھ کر

يَبْسُطُ ٱلرِّزْقَ لِمَن يَشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ

ہیں، اور ہمیں کوئی عذاب (وغیرہ) نہیں ہونے کا وا۸۲ ﴿۳۵﴾ (ان سے) کہو کہ (مال و دولت پر اترانے والو یاد رکھو کہ) بے شک میرا رب کشادہ

ع ۴ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾ وَمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَلَآ أَوْلَٰدُكُم بِٱلَّتِى

کرتا ہے روزی جس کے لئے چاہتا ہے وا۸۳ اور وہی تنگ کرتا ہے (جس کے لئے چاہتا ہے،) لیکن اکثر لوگ جانتے (اور مانتے) نہیں، ﴿۳۶﴾

تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰٓ إِلَّا مَنْ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَأُو۟لَٰٓئِكَ

اور یہ (بھی سن لو کہ) تمہارے یہ مال اور تمہاری یہ اولادیں (جن پر تم لوگوں کو اتنا ناز ہے،) کوئی ایسی چیزیں نہیں ہیں، جو تمہیں

۸۱ دنیاوی مال و دولت کا گھمنڈ باعث محرومی - والعیاذ باللہ: - سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ مالدار اور عیش پرست طبقہ ہمیشہ حق اور اہل حق کا مخالف اور ان کا دشمن ہی رہا - الا ماشاء اللہ - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے جس بستی میں بھی کوئی خبردار کرنے والا بھیجا اس کے عیش پرست لوگوں نے یہی کہا کہ ہم قطعی طور پر منکر ہیں اس پیغام کے جس کے ساتھ تم کو بھیجا گیا ہے"۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا مالدار اور عیش پرست طبقہ ہمیشہ حق اور اہل حق کا مخالف اور ان کا دشمن رہا - الا ماشاء اللہ - پس آپ کیخلاف اے پیغمبر! رؤسائے قریش اور کفار مکہ آج جو کچھ کر رہے ہیں یہ کوئی ایسی بات نہیں جو اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہو۔ اس لئے اس پر نہ تعجب کرنے کی ضرورت ہے نہ دلگیر ہونے کی کہ یہ پہلے سے ہوتا چلا آ رہا ہے کہ ہر پیغمبر کے مقابلے میں انکی قوم کے عیش پرست لوگوں نے یہی کیا۔ سو یہاں ایک مرتبہ پھر اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ دعوت حق کی مخالفت میں پیش پیش ہمیشہ خوشحال و عیش پرست اور کھاتا پیتا طبقہ ہی رہا ہے۔ کل بھی یہی حال تھا اور آج بھی یہی ہے - اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ - اور یہ دنیاوی مال و دولت کی ضرر رسانی کا ایک بڑا خطرناک پہلو ہے کہ اس کی بنا پر ابنائے دنیا اپنے آپ کو حق پر سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح وہ حق اور ہدایت کی دولت سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - بکل حالٍ مّن الاحوال

۸۲ ابنائے دنیا کی ایک مشترکہ غلط فہمی کا ذکر و بیان: - سو ابنائے دنیا ہمیشہ اسی غلط فہمی میں رہے کہ ہمارے پاس مال و دولت بھی زیادہ ہے اور جتھا اور پارٹی بھی بڑی۔ لہذا ہمیں کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں کے یہاں یہی غلط فہمی اس وقت بھی پائی جاتی تھی اور یہی آج بھی پائی جاتی ہے کہ عام طور پر اہل دنیا کے یہاں مال و دولت کی کثرت و بہتات کو حق و صداقت

کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔ مال دار طبقے کا کہنا اور سمجھنا یہ تھا اور آج بھی یہی ہے کہ جب ہمیں دنیا اس قدر ملی ہوئی ہے تو ہم ہی صحیح اور درست لوگ ہیں۔ ورنہ ہمیں یہ سب کچھ کیوں ملتا۔ قیامت وغیرہ کوئی چیز نہیں بلکہ یہی دنیا کی عیش وعشرت ہے اور بس۔ اور اگر بالفرض قیامت ہوئی بھی تو وہاں بھی ہمیں ہی نوازا جائے گا اور ہمیں عذاب وغیرہ کوئی نہیں ہونا۔ ﴿وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی﴾۔ (حم السجدۃ: ۵۰) اور اس طرح ایسے لوگ حق وہدایت کی عظیم الشان دولت اور بے مثال نعمت سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو دنیاوی مال ودولت کا یہ پہلو بڑا خطرناک ہے کہ اہل کفر وباطل اسکی بنا پر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ہم ٹھیک ہیں اور ہمارا طریقہ وراستہ درست ہے۔ اور اس طرح وہ نور حق وہدایت کی دولت سے اور دور اور محروم سے محروم تر ہوتے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہوتا ہے جو ایسے بدبختوں کو لگتا ہے۔ کیونکہ جس دنیا کی حیثیت نص صریح کے مطابق اللہ تعالیٰ کے یہاں پر کاہ۔ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں، اس میں سے اگر کسی کو کچھ کروڑ یا کچھ ارب وکھرب مل گئے تو بھی اس کو کیا ملا۔ خاص کر ایسی صورت میں کہ جب اس کے نتیجے میں اس کو ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں رہنا پڑے گا۔ والعیاذ باللہ۔ سو اصل چیز دنیاوی مال و دولت نہیں بلکہ دین وایمان کی دولت ہے۔ جس کے بعد دنیا ملے تو بھی خیر اور نہ ملے تو بھی خیر۔ جبکہ دین وایمان سے محرومی کی صورت میں دنیا ملے تو بھی عذاب اور نہ ملے تو بھی عذاب۔ مگر دنیا کے کوتاہ بین متوالوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۸۳ روزی کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں:۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ روزی کی تنگی اور کشادگی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے۔ پس نہ تو روزی کی کشائش محبوبیت کی دلیل ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس کی تنگی مبغوضیت کی علامت۔ بلکہ دنیا میں روزی کی تنگی وکشائش کچھ دوسری ہی حکمتوں پر مبنی ہوتی ہے جن کو اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمیں تو بس اس کی قضا وقدر پر راضی رہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ حاکم ہے۔ لہٰذا اپنی مخلوق میں جو چاہے حکم فرمائے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ چونکہ حکیم بھی ہے لہٰذا اس کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا خواہ وہ ہمیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ پس ہمارا کام ہے اس کی رضا پر راضی رہنا اور جو وہ کرے اسی پر مطمئن ہو جانا اور ہمیشہ اس کی عبادت وبندگی میں مشغول رہنا اور اس کی رضا کے حصول کی کوشش کرنا۔ اللہ توفیق دے۔ سو اصل چیز دنیاوی مال ودولت نہیں بلکہ حق وہدایت اور ایمان ویقین کی دولت ہے جو دارین میں کام آنے والی اور رب کی رضا وخوشنودی سے سرفرازی کا ذریعہ ہے۔ اسکے بعد اگر دنیاوی دولت ملے تو بھی خیر اور نہ ملے تو بھی خیر۔ کیونکہ ایسی صورت میں یعنی ایمان ویقین کی دولت سے سرفرازی کی صورت میں انسان کو اگر دولت ملتی ہے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اسکو اپنے خالق ومالک کی رضا وخوشنودی کے حصول کیلئے خرچ کرتا ہے جس سے وہ اس کیلئے خیر بالائے خیر اور نور علی نور کا مصداق بن جاتی ہے۔ اور اگر اسکو دنیا نہیں ملتی تو اس پر وہ صبر وبرداشت سے کام لیتا ہے جس سے وہ بھی اس کیلئے خیر کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ پس دنیاوی مال ودولت بذات خود کوئی بری چیز نہیں، بلکہ اس کا اصل انحصار انسان کے اپنے رویے پر، کہ خیر وشر کا اصل مدار اسی پر ہے۔ سو اصل چیز دنیاوی مال ودولت نہیں بلکہ ایمان ویقین کی دولت ہے جو سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلٰی مایُحِبُّ ویرید بکل حالٍ مِّنَ الاحوال ۔

لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِى الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

ہمارے قریب کرسکیں، ہاں مگر جو (سچے دل سے) ایمان لائے اور وہ کام بھی نیک کرے ۸۴ سو ایسے لوگوں کے لئے کئی گنا بدلہ ہے، ۸۵

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِىْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِى الْعَذَابِ

ان کے ان کاموں کا جو یہ کرتے رہے ہیں، اور یہ (جنت کی) ان عالی شان عمارتوں میں امن وسکون کے ساتھ رہیں گے ۸۶ ﴿۳۷﴾ اور جو

مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّىْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

لوگ ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، وہ عذاب میں پکڑے ہوئے حاضر کئے جائیں گے ۸۷ ﴿۳۸﴾ کہو بے شک

۸۴ سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ایمان وعملِ صالح: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ایمان اور عملِ صالح سعادتِ دارین کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ اور اس سے یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ اللہ پاک کے یہاں اصل قدر ومنزلت جس چیز کی ہے وہ ہے ایمان اور عملِ صالح۔ اس کے ساتھ مال واولاد بھی اگر مل جائے تو یہ چیزیں بھی اسکے لیے قدرومنزلت میں اضافے کا ذریعہ بن جائیں گی۔ کیونکہ مومنِ صالح ان میں اللہ پاک کے احکام وہدایات کے مطابق عمل کرکے اسکی رضا وخوشنودی سے سرفراز ہونے کا سامان کرتا ہے جس سے اس کی دنیا بھی اس کیلئے دین اور نیکی بن جاتی ہے۔ سو ایمان ویقین کے ساتھ دنیا ملے تو بھی خیر اور نہ ملے تو بھی خیر۔ اور اس کے بغیر دنیا ملے تو بھی عذاب اور اگر نہ ملے تو بھی عذاب۔ سو اصل چیز اور سب سے بڑی دولت ایمان ویقین کی دولت ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا مِنْهُ وَ ثَبِّتْنَا عَلَيْهِ۔ پس مال واولاد ایسی چیزیں نہیں ہیں جو کسی کیلئے خدا تعالیٰ کے یہاں وجہِ قربت بن سکیں بلکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ ابتلاء وآزمائش کے طور پر دیتا ہے کہ کون انکو پاکر خدا تعالیٰ کا بندہ بنتا اور اسکے شکر وسپاس میں اسکے آگے جھکتا ہے اور ایمان وعملِ صالح کی راہ اختیار کرتا ہے۔ اور کون انکی بنا پر تمرد وسرکشی کی راہ اپناتا اور ناشکری کرتا ہے۔ سو اللہ پاک۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ کے یہاں تقرب کا ذریعہ مال واولاد نہیں بلکہ ایمان ویقین اور عملِ صالح ہے۔ اگر کسی نے ایمان اور عملِ صالح کی کمائی نہیں کی تو اس کیلئے مال واولاد کی زیادتی صرف اسکے وبال میں اضافہ کرے گی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویا اکرم الاکرمین، انت المستعان، وعلیک التکلان،

۸۵ ایمان والوں کیلئے اجرِ مضاعف کی خوشخبری: سو ایسے خوش نصیبوں کے لیے جو کہ ایمان ویقین اور عملِ صالح کی دولت سے سرفراز وسرشار ہونگے ان کے لیے کئی گنا بدلہ اور اجر وثواب ہے۔ دنیا میں کوئی ایسے نیک بندوں کی قدر ومنزلت پہچانے یا نہ پہچانے اللہ پاک کے یہاں ان کا بہرحال بڑا مرتبہ ومقام ہے اور وہاں ان کو اپنے کیے کرائے کا صلہ وبدلہ کئی گناہ بڑھا کر دیا جائے گا۔ ضعف کے معنی کسی شئی کے مثل یا امثال کے آتے ہیں (معارف وغیرہ)۔ سو ایسے خوش نصیب اور فائز المرام لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دس گنا، سو گنا، سات سو گنا اور اس سے بھی کہیں بڑھ کر ملے گا۔ والحمد للہ۔ صاحب اقرب الموارد لفظِ ضعف کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اس کا اطلاق ایک مثل پر بھی آتا ہے اور کئی امثال پر بھی۔ سو

اس ارشادِ عالی میں ان لوگوں کیلئے بڑی بشارت اور خوشخبری ہے جو ایمان وعملِ صالح کی دولت سے سرفراز ہوتے ہیں - وباللہ التوفیق - پس یہاں پر ضعف کے لفظ کو دوگنے اجر کے محدود معنیٰ میں نہ لیا جائے بلکہ جیسا کہ صاحب اقرب الموارد نے تصریح کی ہے کہ یہ لفظ کسی چیز کی مثل کے لیے بھی آتا ہے اور اس کے امثال کے لیے بھی۔ سو اس اعتبار سے اس جملے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایمان اور عملِ صالح کی دولت رکھنے والوں کے لیے ان کے اعمال کا بدلہ اور ان کا اجر وصلہ مضاعف اور کئی گنا ہوگا - اللہ نصیب فرمائے۔ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین ویاارحم الراحمین

۸۶ مومنین مخلصین کے لیے جنت کے عظیم الشان انعام کا ذکر وبیان: - سو ارشاد فرمایا گیا "اور وہ جنت کی عالیشان عمارتوں میں پورے امن کے ساتھ رہ رہے ہوں گے"۔ سو ان کو وہاں پر ہر طرح کا امن وسکون نصیب ہوگا۔ نہ تو وہاں کی ان نعمتوں کے ختم اور زائل ہو جانے کی فکر ہوگی اور نہ وہاں سے نکالے جانے کا کوئی ڈر اور خطرہ۔ سو اس دنیا میں تو مال واولاد کیلئے ہر وقت طرح طرح کے خطرات درپیش رہتے ہیں - والعیاذ باللہ - اور کوئی بھی اپنے آپ کو ان خطرات سے محفوظ نہیں سمجھتا۔ لیکن جو لوگ مال ودولت کو فلاح اُخروی کا ذریعہ بناتے ہیں انکو اسکے صلے اور بدلے میں وہاں پر کامل امن وسکون نصیب ہوگا۔ اور ایسا کہ انکو اس بارے پھر کوئی تشویش کبھی لاحق نہیں ہوگی۔ سو ایسے خوش نصیبوں کو آخرت کے اس "دار الجزاء" میں جس اجر وصلہ سے نوازا جائے گا وہ ابدی اور لازوال ہوگا۔ اور اس باب میں ان کو پھر کبھی کوئی فکر وتشویش لاحق نہیں ہوگی۔ سو یہی ہے اصل اور حقیقی کامیابی جس کے لیے انسان کو محنت اور کوشش کرنی چاہیے ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾ - اللہ توفیق بخشے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بہرکیف ایمان واخلاص کی دولت ہی اصل دولت ہے نہ کہ دنیاوی مال ومتاع۔ کہ یہ سب کچھ فانی اور عارضی ہے،

۸۷ منکر اور سرکش لوگوں کے انجام کا ذکر وبیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس برعکس جو لوگ ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں ان کو اللہ کے عذاب میں پکڑ اور جکڑ کر لایا جائے گا۔ سو جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نیچا دکھلانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ ان میں شکوک وشبہات پیدا کرتے اور اپنے اثر ووسائل کی حد تک لوگوں کو ان سے روکتے اور ورغلاتے ہیں اور وہ اپنے طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح یہ لوگ نورِ حق کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں گے اور ہماری گرفت و پکڑ سے بچ نکلیں گے وہ بڑے ہی خسارے کی راہ پر چل رہے ہیں۔ سو ان سب کو کل قیامت کے روز ہمارے فرشتے گرفتار کر کے دوزخ میں ڈالیں گے۔ تب ان کے خود ساختہ سہاروں میں سے کوئی بھی ان کے کام نہیں آئے گا۔ (المراغی، الصفوۃ، المعارف وغیرہ)۔ سو جن لوگوں نے مال واولاد کی کثرت کے زعم اور گھمنڈ کی بنا پر اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے اور انکو نیچا دکھانے کی کوشش کی ان کا انجام بڑا ہی برا اور نہایت ہی ہولناک ہوگا۔ ان کو اللہ کے عذاب میں پکڑ کر لایا جائے گا تاکہ وہ اپنے کبر وغرور اور عناد وسرکشی کی سزا بھگتیں۔ اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہو سکیں۔ اور ﴿مُحْضَرُوْنَ﴾ کے لفظ میں ایسے بدبختوں کی محرومی وبدبختی اور ان کی بدحالی کی تصویر پیش فرمادی گئی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی عنایت وپناہ میں رکھے - اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین

مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ

میرا رب روزی کشادہ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے، اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے ۸۸ اور جو بھی

يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا

کچھ تم لوگ خرچ کرتے ہو اس کی جگہ وہ تم کو اور دیتا جاتا ہے اور وہی ہے سب سے بہتر روزی دینے والا ۸۹ ﴿۳۹﴾ اور (وہ دن بھی یاد کرو کہ) جس

ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾

دن اللہ ان سب کو اکٹھا کر کے لائے گا، پھر فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ ۹۰ ﴿۴۰﴾

۸۸ **روزی کی بست وکشاد اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کہو کہ بیشک میرا رب روزی کشادہ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے''۔ پس روزی کی تنگی وکشادگی کی بنا پر کسی دھوکے میں نہیں پڑ جانا کہ یہ جس کو مل گئی تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب ہو گیا اور جس کو نہ ملی تو وہ مبغوض ومطرود ہو گیا۔ نہیں ایسا نہیں اور ہرگز نہیں کہ جب اس دنیا ساری کی حیثیت بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں پر کاہ کے برابر بھی نہیں تو پھر اس میں سے ''کچھ'' کی اس کے یہاں کیا حیثیت اور قدر وقیمت ہو سکتی ہے؟ اگرچہ وہ کئی کروڑ یا کئی ارب ہی کیوں نہ ہو۔ سو اصل دولت ایمان ویقین کی دولت ہی ہے- فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِنِعْمَةِ الْاِیْمَانِ وَ الْیَقِیْنِ -اَللّٰهُمَّ زِدْنَا مِنْهُ وَثَبِّتْنَا عَلَیْهِ - بہر کیف پیغمبر کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ ان خوشحال عیش پرستوں سے کہیں کہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق وفضل پر اکڑنے اور اترانے کی بجائے اسکو خداوند قدوس کی رضا وخوشنودی کی راہوں میں خرچ کریں تا کہ یہ ان کیلئے دارین کی سعادت وسرخروئی کا ذریعہ بنے۔ اور اس ضمن میں یہ لوگ اطمینان رکھیں کہ یہ جو بھی کچھ اللہ پاک کی راہ میں خرچ کریں گے وہ ضائع نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ انکو انکے چھوٹے سے چھوٹے انفاق کا بھی بھرپور صلہ اور بدلہ دے گا۔ اور وہ بھی کئی گنا بڑھا کر جیسا کہ اوپر ارشاد فرمایا گیا۔ سو دنیاوی مال ودولت کی قدر وقیمت اسی صورت میں ہے جبکہ اس کو راہِ حق میں صرف کیا جائے- اس طرح یہ انسان کیلئے ذخیرۂ آخرت اور آبدی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ بن جائے گا۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید- بکل حالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ

۸۹ **اِنفاق فی سبیل اللہ پر بدلے کا وعدہ:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو بھی کچھ تم لوگ خرچ کرتے ہو اللہ کی راہ میں وہ اسکی جگہ تم کو اور دیتا جاتا ہے''۔ چنانچہ تم لوگ خود کھلی آنکھوں دیکھتے ہو کہ دن رات میں کس قدر ذخائر خوراک کے کھائے جاتے ہیں مگر ان کی جگہ اور ذخائر زمین سے پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اور یہ عمل لگاتار جاری ہے۔ سو یہ سب کچھ حضرتِ حق -جل مجدہ- کی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ کا ایک عظیم الشان نمونہ ومظہر ہے۔ ورنہ دنیا ساری مل کر ایک دانہ بھی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اور جب اس کی عطا وبخشش کا یہ عالم تمہارے سامنے موجود ہے تو اگر تم اس کے

نام پر خرچ کرو گے تو کیا وہ تمہیں کئی گنا بڑھا چڑھا کر نہ دے گا؟ اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں وارد ہے کہ آسمان سے روزانہ دو فرشتے نازل ہوتے ہیں جن میں سے ایک کہتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا۔ "اے اللہ خرچ کرنے والے کو تو اس کا بدلہ عطا فرما" جبکہ دوسرا فرشتہ کہتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔ "اے اللہ کنجوس کو تلف اور نقصان دے"۔ پس اللہ پاک بدلہ دے گا اور ضرور دے گا لیکن کب؟ اور کس شکل میں؟ اس کا علم ہمیں نہیں اسی کو ہے۔ کیونکہ ہماری مصلحتوں اور ضرورتوں کو وہ ہم سے کہیں بہتر اور زیادہ جانتا ہے۔ اور وہ ہم پر اتنا اور اس قدر مہربان ہے کہ اتنے ہم خود بھی اپنے اوپر مہربان نہیں ہیں۔ اور اتنا کہ ہمارے لئے اس کا پوری طرح تصور و ادراک بھی کسی کیلئے ممکن نہیں۔ فَارْزُقْنَا اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا كَامِلًا وَيَقِيْنًا صَادِقًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ سو آج دنیا میں متاعِ دنیا کے ان خزف ریزوں میں سے انسان جو کچھ اس وحدہ لاشریک کے نام پر دیتا ہے اس کا صلہ وہ کیا کچھ دے گا اس کا تصور کرنا بھی کسی کے بس میں نہیں۔ یہاں پر ﴿و ما انفقتم﴾ کے بعد ﴿فی سبیل الله﴾ کے الفاظ قرینے کی بنا پر محذوف ہیں کہ اصل خرچ وہی ہے جو اللہ کی راہ میں اور اسکی رضا کیلئے ہو، سبحانہٗ و تعالیٰ،

۹۵ حشر کے روز فرشتوں سے ایک سوال کا ذکر و بیان: سو اس ارشاد میں روزِ حشر کی تذکیر و یاددہانی اور اس ضمن میں فرشتوں سے ایک سوال کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ اس روز اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ سو فرشتوں سے یہ سوال اس لیے کیا جائے گا تا کہ اس طرح حق اور حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے۔ کیونکہ دنیا میں فرشتوں کے نام سے بھی بہت شرک کیا گیا اور مختلف ناموں کی دیویوں اور دیوتاؤں کی پوجا کی گئی اور مشرکین تو قرآن کی تصریح کے مطابق فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں دیگر متعدد مقامات میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور یہ پوچھ صرف فرشتوں سے نہیں بلکہ ان سب سے ہوگی جن کی اللہ پاک کے سوا پوجا کی گئی ہوگی۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ اور سورۂ فرقان وغیرہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح کے سوال سے مقصود صرف پوچھنا نہیں ہوگا بلکہ اس سے اصل مقصود ان مشرکین کی توبیخ و تقریع ہوگی جنہوں نے ان کی پوجا کی ہوگی۔ نیز تا کہ اس طرح ان پر حجت قائم کی جا سکے۔ (المراغی، الصفوۃ وغیرہ)۔ سو اس موقع پر مشرکین کی تذلیل اور انکی یاس و حسرت کی انتہا نہ ہوگی کہ جن کی وہ زندگی بھر اس امید پر پوجا کرتے رہے تھے کہ یہ مشکل وقت میں انکے کام آئیں گے اس روز وہ ان کی اس پوجا کی صاف اور صریح طور پر تردید کر دیں گے۔ اور اس سے واضح ہو جائے گا کہ انکو سرے سے انکی اس عبادت و بندگی اور پوجا پاٹ کی خبر تک نہیں تھی اور وہ انکی اس پوجا پاٹ کا صاف طور پر انکار کر دیں گے۔ تب جو ان مشرک پجاریوں پر گزرے گی اس کا اندازہ ہی کون کر سکتا ہے۔ سو یہ حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کا دنیا پر کس قدر فضل و کرم اور کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنی کتابِ حکیم کے ذریعے عالمِ غیب کے ان عظیم الشان حقائق سے اس قدر صراحت و وضاحت کے ساتھ خبردار کر دیا ہے۔ تا کہ جس نے بچنا ہو بچ جائے قبل اس سے کہ عمرِ رواں کی یہ فرصتِ محدود اسکے ہاتھ سے نکل جائے اور اسکو ہمیشہ کیلئے پچھتانا پڑے۔ اور یہ بڑا ہی ہولناک خسارہ ہوگا، کیونکہ یہ ایسا خسارہ ہوگا جس کے تدارک و تلافی کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا

وہ جواب میں عرض کریں گے، پاک ہے آپ کی ذات ۹۱ ہمارا تعلق تو آپ سے ہے، نہ کہ ان لوگوں سے، بلکہ یہ لوگ تو

يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝۴۱ فَالْيَوْمَ لَا

(درحقیقت) شیطانوں کی عبادت کرتے تھے، (اور) ان میں سے اکثر تو انہی پر اعتقاد رکھتے تھے ۹۲ ۝۴۱ سو (اس موقع پر ان سے کہا

يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

جائے گا کہ) اب نہ تم میں سے کوئی کسی کے نفع کا اختیار رکھتا ہے، نہ نقصان کا، ۹۳ اور (اس روز) ہم کہیں گے ان لوگوں سے

ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۴۲

جو (دنیا میں) اڑے رہے ہوں گے اپنے ظلم پر، کہ اب چکھو تم مزہ اس آگ کے عذاب کا جس کو تم لوگ (دنیا میں) جھٹلایا کرتے تھے، ۝۴۲

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ

اور جب ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ہماری آیتیں کھلی کھلی، تو یہ لوگ (پوری ہٹ دھرمی سے) کہتے ہیں کہ اس شخص کا مقصد تو اس

يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا

کے سوا کچھ نہیں کہ (کسی طرح) تم کو روک دے ان (بتوں کی پوجا) سے، جن کی پوجا تمہارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں، ۹۴

۹۱ شرک کی خطورت اور سنگینی کے اظہار کا ایک نمونہ و مظہر: سو اس سے شرک کی خطورت کا ایک نمونہ و مظہر سامنے آتا ہے کہ فرشتے اس سوال کے جواب میں فوراً اللہ پاک کی تنزیہ اور پاکیزگی بیان کرتے ہوئے اس سے اپنی براءت و بیزاری کا اعلان کردیں گے۔ یعنی آپ ہر قسم کے شرک سے پاک ہیں اے ہمارے رب اور ہمارے معبود کہ معبودِ برحق تو بہرحال آپ ہی ہیں۔ ہم کس طرح کسی اور کی عبادت و بندگی کے روادار ہوسکتے تھے۔ پس جو کچھ شرک وغیرہ ان لوگوں نے کیا اس سے ہم ہر طرح سے بری و بیزار ہیں۔ یہ اپنے کیے کرائے کے خود ہی ذمہ دار ہیں۔ سو فرشتوں کے اس جواب سے ایک حقیقت تو یہ واضح ہوجاتی ہے کہ شرک ایک نہایت گھناؤنا جرم اور سنگین گناہ ہے۔ اس لیے فرشتے اس کا ذکر سنتے ہی فوری طور پر اس سے اپنی براءت و بیزاری کا اظہار کریں گے اور اللہ پاک کی تسبیح و تقدیس کریں گے۔ اور دوسری بات یہ کہ فرشتے اسکو اپنے اوپر ایک تہمت خیال کریں گے کہ ان ظالموں نے ہمیں شرک کی اس گندگی میں ملوث کرنے کی کوشش کی۔ اور تیسری بات یہ کہ جن احمقوں نے شرک کے اس سنگین جرم کا ارتکاب کیا اسکی تمام تر ذمہ داری خود انہی پر ہے۔ فرشتے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دوسرے تمام نیک، صالح اور پاکیزہ بندے اس سے بری ہیں کہ وہ کسی کو اپنی عبادت و بندگی کا حکم

دیں- والعیاذ باللہ- اس موقعہ پر فرشتے -﴿اَنۡتَ وَلِیُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ﴾- سے اپنے رب کے حضور اپنا استغاثہ پیش کریں گے کہ ان ظالموں کے مقابلے میں جنہوں نے ہمیں شرک جیسے اس سنگین اور ہولناک جرم میں ملوث کرنے کی کوشش کی آپ ہی اے ہمارے رب ہمارے مولیٰ و مرجع اور ہمارے یاور و ناصر ہیں۔ ہم ان لوگوں سے اور ان کی اس تہمت سے بری ہیں۔ پس تو ہمیں ان کی اس تہمت سے بری فرما۔ سو شرک بڑی ہی ہولناک محرومی اور سخت ذلت و رسوائی کا باعث ہے- والعیاذ باللہ العظیم-

۹۲ غیر اللہ کے پجاری دراصل شیطان کی پوجا کرتے ہیں: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بلکہ یہ لوگ تو جنوں کی پوجا کرتے تھے اور ان کی اکثریت ان پر ایمان رکھتی ہے"۔ سو انہی کے کہنے پر یہ لوگ غیر اللہ کی پوجا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ اللہ پاک کے حکم کے خلاف کسی اور کے حکم پر چلنا دراصل اس کی پوجا کرنا ہے- والعیاذ باللہ- اور انہوں نے لات، عزیٰ اور منات وغیرہ کے نام سے جو بت تراش رکھے تھے وہ سب فرضی اور وہمی تھے جن کا حقیقت میں کوئی مسمیٰ کہیں موجود نہیں تھا بلکہ انہوں نے اپنے کاہنوں، جنوں اور شیطانوں کی تسویل و تزیین کی بنا پر انکو اپنا معبود قرار دے رکھا تھا اور انکی اکثریت انہی پر ایمان رکھتی تھی۔ اور اسی بنا پر یہ لوگ جنوں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ غیب کی خبروں کے لانے والے اور بذاتِ خود نفع و نقصان کا اختیار رکھتے ہیں وغیرہ۔ سو توحیدِ خداوندی سے محروم اور کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والے لوگ دراصل ابلیس کی پوجا کرتے ہیں مگر ان کو اس کا احساس و شعور نہیں کہ وہ کتنی بڑی ہلاکت اور تباہی میں مبتلاء ہو رہے ہیں- والعیاذ باللہ العظیم-

۹۳ فرشتوں کے پجاریوں کے لیے مایوس کن اعلان: -سو فرشتوں کے اس جواب کے بعد ان کے پجاریوں سے کہا جائے گا کہ فرشتوں کا صاف جواب تم نے خود سن لیا۔ سو اب نہ تم میں سے کوئی کسی کے نفع کا اختیار رکھتا ہے نہ نقصان کا۔ یعنی تم نے جو سمجھ رکھا تھا کہ ہم اللہ کے ان پیاروں کی عبادت و بندگی کرتے رہیں گے اور یہ کل ہمیں اللہ تعالیٰ کے یہاں چھڑوا دیں گے کہ ان کی بات کو وہ رد نہیں کرتا تو آج اس طرح کی کوئی چیز بھی تمہیں نصیب نہ ہو سکی۔ آج سب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ (المراغی، وغیرہ)۔ سو فرشتوں کے اس جواب اور اس اظہارِ براءت کے بعد ان پجاریوں سے کہہ دیا جائے گا کہ اب تم میں سے نہ کوئی کسی کے نفع کا مالک ہو سکتا ہے نہ نقصان کا۔ پس اب تم اپنے کیے کرائے کا بھگتان خود بھگتو۔ نہ فرشتے تمہارے کچھ کام آ سکتے ہیں اور نہ تم لوگوں کو کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ تم ان کو کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ اب تم لوگ اپنے کیے کرائے کا بھگتان خود بھگتو- والعیاذ باللہ العظیم-

۹۴ منکرین و معاندین کی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ و مظہر: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب ان لوگوں کو ہماری کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص تم کو اپنے باپ دادا کے طریقوں سے روکنا چاہتا ہے"۔ یہ ہے نتیجہ و ثمرہ، عناد و مکابرہ اور ضد و ہٹ دھرمی کا کہ حق کے پوری طرح واضح ہو جانے کے باوجود یہ لوگ اس سے اس طرح منہ موڑتے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم- اور جب انکو ہماری ایسی کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جن سے حق پوری طرح واضح ہو جاتا ہے تو یہ اسکو ماننے اور قبول کرنے کی بجائے الٹا داعیِ حق کیخلاف اپنے عوام کو بھڑکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تا کہ اس طرح ایسے لوگ اپنی محرومی کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی محروم کریں اور اس طرح یہ ضلال کے ساتھ ساتھ اضلال کے بھی مرتکب ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں یہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی فی النار والسقر کرتے ہیں اور اس طرح ایسے لوگ اپنے ہاتھوں خود اپنی ہلاکت کے سامان میں اضافہ کرتے ہیں- والعیاذُ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ

اور (قرآن کے بارے میں) کہتے ہیں کہ یہ تو محض ایک جھوٹ ہے گھڑا ہوا، اور کافر لوگ حق کے بارے میں کہتے ہیں

لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ

جب کہ وہ ان کے پاس آ گیا کہ یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے کھلم کھلا ۹۵ ﴿۴۳﴾ اور ہم نے ان لوگوں کو (اس سے پہلے)

مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ

نہ کوئی ایسی کتاب دی تھی جس کو یہ پڑھتے ہوں، اور نہ ہی ہم نے آپ سے پہلے ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والے

نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ

بھیجا تھا ۹۶ ﴿۴۴﴾ اور ان لوگوں نے بھی جھٹلایا (حق وصداقت کو) جو کہ گزر چکے ہیں ان سے پہلے ۹۷ حالانکہ ان لوگوں کو جو کچھ ہم نے دیا تھا یہ اس

مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ ع قُلْ اِنَّمَآ

کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچتے مگر انہوں نے جھٹلایا میرے رسولوں کو پھر (دیکھو!) کیسا ہوا میرا عذاب؟ ۹۸ ﴿۴۵﴾ (ان سے) کہو کہ

ع ۵ / ۹ / ۱۱

۹۵ ہٹ دھرمی کا ایک اور نمونہ، حق کو جادو قرار دینا - والعیاذ باللہ: - سو اس سے منکرین ومعاندین کے عناد اور انکی ہٹ دھرمی کا ایک اور نمونہ ومظہر سامنے آتا ہے کہ یہ حق کو جادو قرار دیتے ہیں۔ یعنی ہے تو یہ "اِفْكٌ مُّفْتَرًى" - "من گھڑت جھوٹ" مگر اس میں بلا کی جو تاثیر پائی جاتی ہے جس سے یہ دلوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے تو وہ محض جادو کا اثر ہے کہ یہ ایک کھلا ہوا جادو ہے۔ سو دیکھا آپ نے کہ کیسی مت ماردی جاتی ہے ایسے ہٹ دھرم لوگوں کی اور ان کو حقائق کس طرح الٹے نظر آنے لگتے ہیں۔ قرآنِ پاک کی بے مثال تاثیر اور بے کیف حلاوت کے قائل ہونے کے باوجود یہ لوگ اس کو من جانب اللہ وحی ماننے کی بجائے اسے من گھڑت جھوٹ اور کھلا جادو قرار دیتے ہیں۔ اور یہی حال دورِ حاضر کے متعصب مستشرقین کا ہے کہ وہ بھی قرآنِ پاک کی عظمتوں کے بارے میں بہت کچھ جاننے کے باوجود اس پر ایمان لانے سے محروم ہی رہتے ہیں۔ اور اسے وحیِ خداوندی ماننے کی بجائے محمد - صلی اللہ علیہ وسلم - کی طباعی اور ذہانت وعبقریت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّ زَيْغٍ وَّ ضَلَالٍ - سو یہ ان منکرین ومعاندین کے عناد ومکابرہ اور انکی ہٹ دھرمی کا ایک اور نمونہ ومظہر ہے۔ اور یہی ان کی محرومی اور بدبختی کا باعث ہے، مگر ان کو اس کا شعور واحساس ہی نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم - بکل حالٍ مّن الاحوال،

۹۶ بعثت پیغمبر کا احسانِ عظیم اور لوگوں کی بے قدری وناشکری: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے آپ سے پہلے نہ تو ان لوگوں کو کوئی ایسی کتاب دی تھی جس کو یہ پڑھتے ہوں اور نہ ہی ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی خبردار کرنے والا بھیجا تھا"۔ پھر یہ لوگ جو باتیں بناتے اور افسانے گھڑتے ہیں تو آخر کس اساس وبنیاد پر اور کیونکر؟ نیز اس صورتِ حال کا تقاضا تو یہ

تھا کہ جب ان کے پاس ایسے عظیم الشان پیغمبر تشریف لے آئے، اور ایسی معجز نظام و بے مثال کتاب ان کو مل گئی تو یہ اسے ایک نعمتِ عظمیٰ سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑتے۔ اور سب سے پہلے اس پر ایمان لے آتے اور دل و جان سے اسکو اپناتے اور اسکی سچے دل سے قدر کرتے۔ جیسا کہ ان کا خود یہ قول و قرار اور اعلان و اظہار بھی تھا۔ اور یہ اللہ کے نام کی کڑی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آ گیا تو یہ یقیناً ہر امت سے بڑھ کر ہدایت یافتہ لوگ ہونگے مگر جب ان کے پاس ایک عظیم الشان نذیر۔ خبردار کرنے والا۔ آ گیا تو انکی نفرت ہی میں اضافہ ہوا۔ سو ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَئِنْ جَآءَ ھُمْ نَذِیْرٌ لَیَکُوْنُنَّ اَھْدٰی مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ ، فَلَمَّا جَآءَ ھُمْ نَذِیْرٌ مَا زَادَھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴾۔ (فاطر: ۴۲)۔ مگر اس کے برعکس جب وہ حق ان کے پاس پہنچ گیا تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا اور اسے من گھڑت جھوٹ اور کھلا ہوا جادو تک قرار دے دیا۔ واقعی انسان بڑا ہی ناشکرا، سخت بے انصاف ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ان بے قدرے اور ناشکرے لوگوں نے بجائے اسکے کہ یہ اس نعمتِ عظمیٰ کو اپنا کر اپنی زندگیوں کو سنوارتے اور انکی اصلاح کرتے اور آخرت کی اصل، حقیقی، اور ابدی بادشاہی کا سامان کرتے انہوں نے اسکو جھٹلا کر اور اس سے منہ موڑ کر خداوند قدوس کے اس عذابِ الیم کو دعوت دی جو سنتِ الٰہی کے مطابق ایسی قوم پر بہر حال آ کر رہتا ہے جو اللہ کے بھیجے ہوئے نذیر کو جھٹلاتی ہے۔ سو ناشکری اور کفرانِ نعمت باعثِ محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین

۹۷ پیغمبرؑ کے لیے تسکین و تسلیہ کا سامان: ۔ سو پیغمبر کی تسکین و تسلیہ کے طور پر ارشاد فرمایا گیا "اور ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی جھٹلایا۔ حق اور حقیقت کو۔" پس آج کے ان منکروں کی تکذیب کوئی نئی چیز نہیں۔ پس اس پر نہ تو تعجب کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ملولِ خاطر اور دل برداشتہ ہونے کی کہ یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں جس سے صرف آپؐ ہی کو واسطہ پڑا ہو اے پیغمبر! بلکہ ایسا اس سے پہلے بھی ہوتا آیا ہے۔ پہلے کی باغی اور سرکش قوموں نے بھی اسی طرح حق اور دعاۃِ حق کو جھٹلایا۔ پس آپ بھی اے پیغمبر اسی طرح صبر و برداشت اور استقلال سے کام لیں جس طرح کہ گزشتہ انبیائے کرام نے لیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّھُمْ ﴾۔ (الاحقاف: ۳۵)۔ نیز اس میں رسول کی تکذیب کرنے والے منکرین و معاندین کیلئے بھی درسِ عبرت ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے "نذیر" کی تکذیب کا لازمی نتیجہ اور آخری انجام بہر حال ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس میں پیغمبر کے لیے اور پیغمبر کے توسط سے آپ کی امت کے ہر داعیِ حق کے لیے صبر و برداشت اور استقلال و استقامت کا درس ہے۔ و باللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید۔

۹۸ تکذیبِ رسل کا نتیجہ و انجام ہلاکت و تباہی۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان لوگوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو پھر دیکھو کیسا تھا میرا عذاب؟"۔ یعنی ان لوگوں کو جس قدر مال و دولت، قد و قامت اور قوت و طاقت وغیرہ سے نوازا گیا تھا آج کے یہ منکرین حق اس کے عشرِ عشیر کو بھی نہیں پہنچتے۔ تو جب وہ لوگ حق کی تکذیب و مخالفت کی وجہ سے ہماری گرفت اور پکڑ سے نہیں بچ سکے تو یہ پھر یہ کس باغ کی مولی اور کس برتے کے مالک ہیں کہ اپنے کیے کرائے کے انجام بد سے بچ سکیں؟ اور ان کی حقیقت اور حیثیت ہی کیا ہے۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربا؟ پس ان کو چاہیئے کہ یہ ہوش کے ناخن لیں اور حق کی تکذیب و مخالفت سے بچیں اور اپنی اس روش سے باز آ جائیں کہ یہ ہلاکت اور تباہی کی روش اور ابدی خسارے کا راستہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو تکذیبِ رسل کا جرم ایسا ہولناک اور اس قدر سنگین جرم ہے کہ اس کا آخری نتیجہ و انجام بہر حال دائمی ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس ایسے لوگوں کو ملنے والی مہلت سے کبھی دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ

میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم لوگ اٹھ کھڑے ہو اللہ کے لئے ۹۹ ایک ایک، اور دو دو ہو کر، ۱۰۰ اور پھر

تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ

سوچو کہ تمہارے ساتھی میں ۱۰۱ آخر جنون کی کون سی بات ہے؟ وہ تو محض ایک خبردار کرنے والا ہے تمہارے لئے

بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ

ایک بڑے ہی سخت (اور ہولناک) عذاب سے پہلے، ۱۰۲ ﴿۴۶﴾ (نیز ان سے) کہو کہ اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہو

فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

تو وہ تم ہی کو پہنچا، ۱۰۳ میرا اجر تو بس اللہ کے ذمے ہے، اور وہ ہر چیز پر

۹۹ **منکرین و معاندین کو دعوت غور و فکر:** - سو اس سے منکرین و معاندین کو ایک پرسوز انداز کی نصیحت اور دعوت غور و فکر دی گئی ہے کہ تم لوگ تعصب اور ہٹ دھرمی سے پاک و بالاتر ہو کر سوچو اور غور کرو تو تمہیں راہ حق و ہدایت نصیب ہو سکتی ہے۔ ورنہ محرومی ہی رہے گی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس ارشاد ربانی میں منکرین و معاندین کو ایک نہایت پر درد اور دلدوز انداز میں دعوت غور و فکر دی گئی ہے کہ تم لوگ تعصب و عناد، ضد اور ہٹ دھرمی اور کبر و غرور کی آلائشوں سے پاک وصاف اور خالی الذہن ہو کر دو دو اور ایک ایک کی صورت میں اٹھو اور معاملے پر سنجیدگی سے سوچو اور غور و فکر سے کام لو۔ اور نفس و شیطان کی تابعداری سے بچ کر صرف اللہ کی خاطر اور اسکی رضا جوئی اور خوشنودی کے حصول کیلئے سوچو۔ اور اللہ کی خاطر دوسرے تمام دواعی و محرکات سے آزاد ہو کر حق اور حقیقت کے فہم و ادراک کی خاطر اٹھو۔ تاکہ تم راہ حق و صواب سے سرفراز و فیضیاب ہو سکو اور ہلاکت و تباہی سے بچ سکو۔ کیونکہ راہ حق سے محرومی و انحراف کا لازمی نتیجہ ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا

۱۰۰ **غور و فکر کے ایک خاص انداز کی نشاندہی:** - یعنی "تم ایک ایک اور دو دو ہو کر سوچو اور غور کرو" کہ اس سے زیادہ میں شور و غوغائیت اور ذاتی انا و تعصب وغیرہ امور جنم لے لیتے ہیں جس کی وجہ سے صحیح معنوں میں غور و فکر نہیں ہو سکتا۔ سو اس طرح غور کرنے سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ان صاحب اور ساتھی کی ہر بات حق و صداقت کے عین مطابق ہے اور یہ قطعی طور پر حق پر ہیں۔ اور ان کی بات ماننے اور ان پر ایمان لانے میں خود تمہارا اپنا بھلا ہے۔ دنیاوی زندگی کی اس عارضی فرصت میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی جبکہ اس سے اعراض کرنے اور منہ موڑنے میں تمہارے لئے دارین کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشاد سے غور و فکر کے ایک خاص انداز و اسلوب کی نشاندہی فرمائی گئی کہ تم ایک ایک اور دو دو ہو کر سوچو۔ کیونکہ بھیڑ بھاڑ اور شور و غوغا کا ذہن حقائق کو سوچنے سمجھنے کا اہل نہیں ہوتا۔ لہٰذا تم لوگ شور اور غوغائیت کے طریقے کو چھوڑ کر سنجیدگی سے غور کرو تاکہ تم حق اور حقیقت کو سمجھ سکو۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید،

۱۰۱ منکرین کے دلوں پر ایک دستک:- سو منکرین کے دلوں پر دستک کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ سوچو کہ تمہارے ساتھی میں جنون کی آخر کونسی بات ہے؟۔ یعنی تمہارے ان صاحب اور ساتھی میں جنہوں نے اس سے پہلے زندگی کا ایک بڑا حصہ خود تمہارے اندر اور تمہارے سامنے گزارا ہے۔ ان کی حیاتِ طیبہ کا کوئی گوشہ تم سے اوجھل اور پوشیدہ نہیں۔ اور ان کے دعوائے نبوت اور دعوتِ توحید سے پہلے تم لوگ خود ان کو صادق و امین مانتے رہے۔ آخر اب ان میں کسی جنون کا کوئی شائبہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ سو ایک طرف تو تمہارے ان ساتھی کی صاف ستھری زندگی ایک صاف و شفاف آئینے کی طرح تمہارے سامنے موجود ہے اور دوسری طرف انکی وہ پاکیزہ دعوت ہے جو عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اور جو تمہیں اپنے اس سب سے بڑے اور اہم تقاضے کی یاددہانی کراتی ہے جو تمہارے رب کی معرفت اور اسکے حقِ بندگی سے متعلق تم پر عائد ہوتا ہے۔ تو پھر اس میں کسی جنون کا آخر کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ سو جنون ان میں نہیں بلکہ خود تمہارے اپنے اندر ہے۔ اور خود تمہاری عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے جو تم انکے مقابلے کیلئے صف بندی کرنے میں لگے ہوئے ہو۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ جو سب سے بڑے عاقل اور خیر خواہ کو دیوانہ کہے اس سے بڑھ کر دیوانہ اور کون ہو سکتا ہے؟۔ والعیاذ باللہ جل وعلا

۱۰۲ پیغمبر کا اصل کام انذار یعنی خبردار کرنا ہے اور بس:- آنے والے ایسے ہولناک خطرے سے خبردار کرنا جس کی خبر پیغمبر کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتی۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ تو محض ایک خبردار کرنے والا ہے تمہارے لیے ایک بڑے ہی سخت عذاب سے پہلے"۔ تو کیا یہ بھی دشمنی اور مخالفت کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ تمہیں آنے والے ایک سخت عذاب اور ہولناک انجام سے خبردار کرے تاکہ تم اس میں پکڑے جانے سے پہلے اور پیشگی طور پر اس سے بچنے کے لئے تیاری کر سکو؟ کیا نیکی کا صلہ اور خیر خواہی کا بدلہ یہی کچھ ہوا کرتا ہے جو تم لوگ ان کو دے رہے ہو؟ اور کیا اس سے بڑھ کر کوئی بھلائی اور خیر خواہی ہو سکتی ہے جو یہ پیغمبر تم سے کر رہے ہیں؟ تو پھر تم لوگ کتنے بے انصاف اور کیسے قدر ناشناس ہو جو ان کی بات ماننے کی بجائے الٹا ان کی تکذیب اور مخالفت کرتے ہو؟ سو تمہارے اپنے کرتوتوں کی بنا پر جو عذاب تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے پیغمبر تمہیں اس سے خبردار کر رہا ہے تاکہ تم اس سے بچنے کی فکر کر سکو۔ سو اسکی ساری بیقراری تمہارے ہی بھلے کیلئے ہے ورنہ اس سے ان کا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں۔ صرف تم ہی لوگوں کی بھلائی اور خیر خواہی مطلوب ہے۔

۱۰۳ پیغمبر کی دعوت سراسر دوسروں کے بھلے اور خیر کے لیے:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ میں نے تم لوگوں سے جو اجر مانگا وہ تمہارے ہی لیے ہے"۔ یعنی اس پر مزید یہ کہ وہ کامل ہمدردی کے ساتھ اور بغیر کسی قسم کے عوض و معاوضہ کے سوال کے محض تمہاری خیر خواہی کیلئے ایسے کرتا ہے۔ اور ﴿من اجر﴾ کا عموم ہر طرح کے اجر اور بدلہ کو شامل ہے۔ یعنی وہ نہ تم سے کوئی نوٹ مانگتا ہے نہ ووٹ۔ نہ کوئی صلہ نہ ستائش۔ لے دے کہ وہ تم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ تم راہِ حق پر آ جاؤ تاکہ دائمی عذاب سے بچ کر سدابہار نعمتوں سے ہمکنار و سرفراز ہو سکو۔ یعنی اپنے کسی فائدے کی بجائے اس کی ساری سعی و کوشش سراسر تمہارے ہی فائدے اور بھلے کے لئے ہے۔ ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾۔ الایة (الفرقان:۵۷)۔ فَصَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ وَالَاهُ وَبِهُدَاهُ اهْتَدٰى ما تلوح هذه الاحرف والكلمات على هذه الاوراق و الصفحات۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر کی دعوت سراسر دوسروں کے بھلے کے لیے ہی ہوتی ہے۔ اور اس سے اعتراض و روگردانی کرنے والے خود اپنی ہی ہلاکت کا سامان کرتے ہیں والعیاذ باللہ۔ جَلَّ وَعَلَا

شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّىْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾

گواہ ہے ۱۰۴ ﴿۴۷﴾ (نیز ان سے) کہو کہ میرا رب (بندوں کے دلوں میں) حق ڈالتا ہے، وہی ہے جاننے والا سب غیبوں کو، ۱۰۵ ﴿۴۸﴾

۱۰۴ اصل بات اللہ سے اپنا معاملہ درست رکھنا ہے: - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ پس وہ پوری طرح اور ٹھیک طور سے جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے اور کس نیت و ارادہ سے کر رہا ہے۔ اور اسی کے مطابق وہ اس کو پورا پورا بدلہ دے گا - فَاِيَّاكَ اَسْئَلُ يَارَبِّىْ اَنْ تُصَحِّحَ نِيَّتِىْ وَ تُصْلِحَ عَمَلِىْ وَ وَفِّقْنِىْ لِمَاتُحِبُّ وَ تَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ اِنَّكَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ يا ارحم الراحمين و يا اكرم الاكرمين - سو میرا اجر جس اللہ کے ذمے ہے وہ ہر چیز پر گواہ اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اس لیے مجھے اس بات کا کوئی خدشہ و اندیشہ نہیں کہ میری کوئی حقیر سے حقیر خدمت بھی اس سے پوشیدہ رہے گی۔ وہ میری سرگرمیوں کو بھی دیکھ رہا ہے اور تمہاری ناقدریوں اور بے انصافیوں کو بھی۔ وہ اپنے اسی علم کامل کے مطابق ہر ایک سے معاملہ فرمائے گا اور مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ مجھے میرا صلہ بھرپور طریقے سے عطا فرمائے گا - سبحانہ وتعالیٰ - سو اصل بات یہ ہے کہ اپنا معاملہ اپنے اللہ سے ہمیشہ صحیح اور صاف رکھا جائے کہ یہ اس خالق و مالک کا اسکے بندوں پر حق بھی ہے اور اسی میں ان کا بھلا بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا حق دوسرے ہر حق سے مقدم اور اس پر فائق ہے۔ اور اس کے حق کی ادائیگی ہی پر دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا مدار و انحصار ہے - وباللہ التوفیق لما یحبّ و یرید، وعلی ما یحبّ و یرید -

۱۰۵ غیب دان اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے انداز و اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی ہے جاننے والا سب غیبوں کا"۔ کیونکہ وہی علام الغیوب پوری اور ٹھیک طرح سے جانتا ہے کہ کون کس کے لائق ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا - ﴿يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ - نیز دوسری جگہ فرمایا گیا - ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ - اَىْ يُلْقِى الْوَحْىَ وَ يُنَزِّلُهٗ عَلٰى قَلْبِ مَنْ يُحِبُّهٗ مِنْ عِبَادِهٖ - (المدارک، المراغی، المحاسن وغیرہ)۔ اور دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میرا رب حق کو باطل پر مارتا ہے جیسا کہ یہ حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ اس طرح یہ حق کے غلبے اور باطل کے مٹنے کی بشارت و پیشگوئی ہوگی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا - ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ﴾ الاية (الانبیاء:۱۸) (المراغی، المحاسن، الجامع وغیرہ)۔ سو ایسے غافلوں کو کبھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے، کہ یہ دنیا یوں ہی پیدا ہوئی اور یونہی ختم ہو جائے گی نہیں بلکہ ایک دن لازماً ایسا آئے گا جس دن اس کائنات کا خالق و مالک حق و باطل کے درمیان فیصلہ فرما دے گا، اور حق کو باطل پر اس طرح مارے گا کہ وہ پاش پاش ہو کر رہ جائے گا، سو اس کا کامل اور آخری ظہور تو اگرچہ آخرت کی عدالتِ کبریٰ ہی میں ہوگا، لیکن اسکا یہ نتیجہ اس عدالتِ صغریٰ میں بھی برآمد ہوتا ہے جو ایک رسول کی بعثت کی صورت میں اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ سو جس قوم کی طرف اسکے رسول کی بعثت ہوتی ہے اسکے حق میں حق و باطل کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پیغمبر کی بعثت و تشریف آوری لوگوں کیلئے عدالت الٰہی ہوتی ہے۔ کہ اسکے بعد حق و باطل پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں،

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ إِنْ

کہو کہ (لوگو!) حق آ گیا، اور باطل نہ کرنے کا ف۱۰۶ رہا نہ دھرنے کا، (۴۹) کہو کہ اگر

ضَلَلْتُ فَإِنَّمَآ أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا

(بالفرض) میں گمراہی پر ہوں تو میری گمراہی کا وبال مجھ ہی پر ہوگا، اور اگر میں سیدھی راہ پر ہوں تو یہ اس وحی کی بناء پر ہے جو میرا رب

يُوحِيٓ إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ فَزِعُوا

میری طرف بھیجتا ہے ف۱۰۷ بلاشبہ وہ سنتا ہے (ہر کسی کی، اور) نہایت ہی قریب ہے، ف۱۰۸ اور اگر تم (کسی طرح وہ منظر) دیکھ سکو جب کہ یہ لوگ

فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾ وَقَالُوٓا آمَنَّا

نہایت ہی گھبراہٹ کے عالم میں ہوں گے، پھر بھاگنے کی بھی کوئی صورت نہ ہوگی، اور ان کو قریب کی جگہ سے (اور فوراً ہی) پکڑ لیا

۱۰۶ باطل قطعی طور پر بے بنیاد اور بے ثبات چیز، والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ کہو کہ حق آ گیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔ یعنی مٹ گیا اور ختم ہو گیا۔ کیونکہ زندگی اور بقاء کی نشانی وعلامت یہ ہے کہ یا تو وہ ابتداء کوئی فعل کرے یا اسے دوہرائے۔ اور جب ان دونوں میں سے کوئی بات بھی باقی نہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ختم ہو گیا۔ محاورے کی زبان میں کسی چیز کے زوال کو اس طرح تعبیر کیا جاتا ہے "مَا يُبْدِئُ وَمَا يُعِيدُ"، "نہ وہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا" اسی لئے بخاری ومسلم کی روایت کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ﴾ والی آیت کریمہ اور یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے اپنی تلوار کے اشارے سے خانہ کعبہ کے اندر کے بتوں کو گراتے جا رہے تھے۔صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ سو اس ارشاد سے باطل کی بے ثباتی کو آشکارا فرمایا گیا ہے کہ کائنات کے اس کارخانہ ہست وبود کا آغاز اسکے خالق نے حق کے ساتھ فرمایا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ اس کی انتہا بھی حق ہی پر ہو۔ جب باطل کا کوئی عمل دخل اسکے ابتداء میں نہیں تو اسکے اعادہ میں کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس جن لوگوں نے اپنے فرضی دیوتاؤں، دیویوں اور خود ساختہ ومن گھڑت "سرکاروں" پر تکیہ کر رکھا ہے ان پر یہ امر واضح رہنا چاہیئے کہ انکے ان دیوتاؤں وغیرہ کے اختیار میں نہ کسی چیز کا ابداء ہے نہ اعادہ۔ بلکہ یہ سب کچھ اللہ وحدہ لاشریک ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے جو کہ ساری کائنات کا بلاشرکت غیرے خالق ومالک اور اس میں حاکم ومتصرف ہے۔ نہ اس کے ابداء میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ ہی اس کے اعادہ میں۔ وہ ہر لحاظ سے وحدہ لاشریک ہے۔سبحانہ وتعالیٰ۔ فَإِيَّاهُ نَعْبُدُ وَ بِهِ نَسْتَعِين، سبحانہٗ وتعالیٰ،

۱۰۷ منکرین ومشرکین کے قلوب وضمائر کو جھنجھوڑنے والی ایک تنبیہ: - کہ وحی خداوندی کی تکذیب کا انجام نہایت ہی ہولناک ہے۔ والعیاذ باللہ۔ یعنی حق کی پوری طرح وضاحت کے بعد بھی جو لوگ ضد اور ہٹ دھرمی سے ہی کام لیں ان کو

یہ آخری اعلان سنا دیں کہ اگر بالفرض میں گمراہی پر ہوں تو اس کا وبال مجھ ہی پر ہوگا۔ تم سے اسکی کوئی پوچھ نہیں ہوگی۔ اور اگر میں ہدایت پر ہوں جیسا کہ حقیقت اور واقعہ کے اعتبار سے میں ہوں، تو یہ اس وحی کی بنا پر ہے جو میرے رب کی طرف سے میری طرف کی جاتی ہے۔ اور اس صورت میں حق کا انکار کرنے پر جو انجام تمہارا ہو سکتا ہے اور ہوگا اسے تم خود سوچ اور سمجھ لو اور اپنی فکر خود کر لو۔ اور اس حقیقت کو اپنے پیش نظر رکھو کہ وحیِ خداوندی کی تکذیب اور اسکے انکار کا نتیجہ و انجام بڑا ہی ہولناک ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس میں منکرین و مشرکین کے قلوب و ضمائر کو جھنجوڑنے والی تنبیہ ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ اگر بالفرض میں گمراہ ہوں۔ جیسا کہ تم لوگوں کا کہنا ہے۔ تو اس کا وبال مجھ ہی پر ہوگا" تم لوگوں سے اس بارے کوئی پوچھ نہ ہوگی کہ پوچھ تو بہر حال مجرموں ہی سے ہوتی ہے۔ لیکن اس معاملے کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ میں حق و ہدایت پر ہوں جیسا کہ حقیقت اور واقعے کے اعتبار سے ہے۔ اور یہ ہدایت مجھے اس وحی کی بنا پر نصیب ہوئی ہے جو میرے رب کی طرف سے مجھے فرمائی گئی ہے۔ تو اس صورت میں میری تکذیب کوئی معمولی نوعیت کا جرم نہیں۔ بلکہ یہ نہایت ہی سنگین اور انتہائی ہولناک جرم ہے۔ جس کا نتیجہ و انجام بڑا ہی برا، اور نہایت ہی ہولناک ہوگا۔ پس تم لوگ اپنے جرمِ تکذیب و انکار کے ان ہولناک عواقب و نتائج کے بارے میں اچھی طرح سوچ لو۔ اور اپنے رویے اور رَوش کی اصلاح کر لو، قبل اس سے کہ حیات دنیا کی یہ فرصت محدود و مختصر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور تم کو ہمیشہ کیلئے کف افسوس ملنا پڑے۔ مگر اس کا فائدہ بھی آتشِ یاس و حسرت میں اضافے کے سوا کچھ نہیں ہوگا، والعیاذ باللہ العظیم

۱۰۸ تفویض الی اللہ کا درس: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ وہ۔ اللہ۔ بڑا ہی سننے والا نہایت ہی قریب ہے"۔ اور اتنا اور اس قدر قریب کہ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور سمیع و مجیب اتنا کہ اگر اس کا کوئی گناہ گار سے گناہ گار بندہ بھی سچے دل سے اس کو پکارے تو اس کی پکار کو وہ سنتا اور قبول کرتا ہے۔ پس اہلِ بدعت کا یہ مفروضہ سراسر غلط اور باطل قرار پاتا ہے کہ دیکھو ناجی جب تم کسی دنیاوی بادشاہ بلکہ کسی ڈی سی، ایس پی وغیرہ۔ والعیاذ باللہ۔ سے براہِ راست خود نہیں مل سکتے اور اگر کبھی مل بھی جاؤ تو تمہاری کوئی شنوائی نہیں ہوتی جب تک کہ تم کوئی وسیلہ نہ پکڑو تو پھر تم خدائے پاک کے حضور کسی وسیلہ و واسطہ کے بغیر براہِ راست خود کس طرح پہنچ سکتے ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔ استغفر اللہ العظیم۔ کیا تم لوگوں نے اس سمیع و قریب اور رحیم و قدیر رب کو ڈی سی، ایس پی سے ملا دیا؟۔ ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾۔ حضرتِ خالق۔ جل وعلا شانہ۔ کے لئے مخلوق کی ایسی مثالیں مت پیش کرو کہ یہ گمراہی کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ۔ ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾۔ (النحل: ۷۴)۔ بہر کیف یہاں پر۔ ﴿انه سميع قريب﴾۔ کا یہ جملہ تفویض الی اللہ کے درس اور تعلیم کے طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ یعنی جب تم لوگ عناد اور ہٹ دھرمی پر آئے ہوئے ہو اور تم سننے اور ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے تو اب تم سے بحث و جدال کا کوئی فائدہ نہیں۔ اب ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے۔ وہ ہماری باتوں کو سننے والا بھی ہے اور ہمارے نہایت قریب بھی۔ اس لیے اب تمہارے پیچھے سر کھپانے کی بجائے اپنا معاملہ اسی سمیع و قریب ربِّ ذوالجلال کے حوالے کرتا ہوں وہی بہتر فیصلہ فرمائے گا۔ اور اسی کا فیصلہ سب سے بہتر اور حق اور صدق ہوتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ

بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۚ ﴿٥٢﴾ وَّقَدْ

جائے گا ف۱۰۹ ﴿۵۱﴾ اور (اس وقت) یہ رہ کر کہیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اس (حق) پر، مگر کہاں ممکن ہوگا ان کے لئے اس کو پانا اتنی دور

كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ

سے ﴿۵۲﴾ جب کہ اس سے قبل یہ لوگ (زندگی بھر) اس کا انکار کرتے رہے تھے ف۱۱۰ اور یہ بن دیکھے (اٹکل کے) تیر پھینکتے رہے دور کی

بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ

جگہ سے ف۱۱۱ ﴿۵۳﴾ اور آڑ کر دی گئی ہوگی ان کے درمیان، اور اس چیز کے درمیان ف۱۱۲ جس کی یہ خواہش کریں گے جیسا کہ ان کے

بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾ ع ۶ ۹ ۱۲

ہم مشربوں کے ساتھ کیا گیا، ان سے پہلے، ف۱۱۳ بے شک یہ سب پڑے تھے الجھن انگیز شک میں، ف۱۱۴ ﴿۵۴﴾

۱۰۹ عذاب کے وقت منکروں کی بے بسی اور لاچاری کا منظر: -- سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت یہ نہایت گھبراہٹ کے عالم میں ہونگے۔ ان کے لیے بھاگ نکلنے کی بھی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی اور ان کو قریب کی جگہ ہی سے فورا پکڑ لیا جائے گا۔ یعنی منکروں کیلئے اس وقت نہ تو اس طرح کہیں بھاگ کر بچ نکلنے کی کوئی صورت ممکن ہوگی جس طرح کہ دنیا میں مجرم لوگ بسا اوقات ہاتھ سے نکل جاتے ہیں اور نہ ہی اس روز ان کے پکڑنے کے لئے کسی بڑی بھاگ دوڑ اور خاص اہتمام و انتظام کی ضرورت ہوگی، جس طرح کہ دنیا میں پولیس اور حکومتوں وغیرہ کو کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ یہ لوگ جہاں کہیں بھی ہوں گے وہیں سے دھر لیے جائیں گے اور بہت آسانی سے پکڑ لیے جائیں گے۔ سو یہ دراصل ان کے پکڑنے میں سہولت اور آسانی سے کنایہ ہے۔ ھو کنایۃ عن سھولۃ الامر - (جامع البیان وغیرہ)۔ سو اللہ پاک کا عذاب جب ایسے منکروں پر آئے گا - والعیاذ باللہ - تو ان کیلئے اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ اس کا عذاب انکے پاؤں کے نیچے سے یا ان کے سر کے اوپر سے کہیں سے بھی آجائے گا۔ انکو پوری طرح اپنے قابو میں لے لیگا اور ان کیلئے اس سے بچ نکلنے کی کوئی راہ ممکن نہ ہوگی۔ اور اس موقع پر ان متکبر لوگوں کے کبر و غرور کی سب ہوا نکل جائے گی اور انکی بے بسی اور لاچاری کا ایک ایسا منظر سامنے آئیگا جس کے اظہار و بیاں کا الفاظ و کلمات احاطہ نہیں کر سکتے۔ اسی تہویل اور ہولناکی کے اظہار کے لیے - ﴿ولو تری﴾ - کے کلمہ شرط کی جزا کو ذکر نہیں فرمایا گیا کہ وہ اتنی ہولناک اور اس قدر سخت ہے کہ احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ سو اس وقت ان لوگوں کو اپنے جرم انکار و تکذیب کی سنگینی کا پتہ لگ جائے گا - اس وقت ان کے ماننے اور افسوس کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ ماننے کا وقت اور عمل کرنے کا موقع دنیاوی زندگی کی فرصت تھی جو کہ اس وقت ان کے ہاتھ سے نکل چکی ہوگی، سو اس سے حیات دنیا کی اس فرصت محدود و مختصر کی قدر و قیمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے وباللہ التوفیق لما یحب و یرید،

۱۱۰ بے وقت کے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں: -- "تَنَاوُش" کے معنیٰ دراصل ہاتھ بڑھا کر کسی چیز کو لے لینے کے ہیں۔ یعنی ایمان لانے کی جگہ تو دنیا تھی جو گزر گئی۔ وہ فرصت انہوں نے انکار میں گنوا دی اور ایمان لانے کے اس موقع کو انہوں نے یونہی ضائع کر دیا۔ تو اب اتنی دور سے ہو کر ایمان بالغیب کی اس نعمت کو یہ لوگ کس طرح پا سکتے ہیں؟ اب تو ان کے لئے حرمان و افسوس کے سوا کچھ نہیں - والعیاذ باللہ العظیم - سو اس وقت یہ لوگ ایمان کے دعوے تو بڑے زور و شور سے کریں گے مگر بے وقت کے اس ایمان کا انکو کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہوگا کہ وہ ایمان ایمان بالشہود والمشاہدہ ہوگا۔ جبکہ مطلوب و مفید ایمان بالغیب ہے جس کا موقع دنیا میں تھا اور وہ موقع اس وقت بہرحال ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دنیاوی زندگی کی یہ فرصت جو آج ہمیں میسر ہے کس قدر عظیم الشان نعمت خداوندی ہے کہ اس میں انسان آخرت کی اپنی حقیقی اور ابدی زندگی کے لیے ہر طرح کی کمائی کر سکتا ہے جبکہ اس کے بعد اس کا کوئی امکان نہیں ہوگا - اللہ تعالیٰ دنیاوی زندگی کی اس فرصت محدود و مختصر کے ایک ایک لمحے سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے اور بھرپور طریقے سے فائدہ اٹھانے کی

توفیق بخشے، اور غفلت ولا پرواہی اور نفس وشیطان کے ہر مکروفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین، فَأَنتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیکَ التُّکلَانُ،

۱۱۱ ظن وگمان کی پیروی باعث محرومی - والعیاذ باللہ: سواس سے واضح فرمادیا گیا کہ اٹکل پچو باتوں کی پیروی کا نتیجہ وانجام ہمیشہ کی محرومی اور تباہی - والعیاذ باللہ العظیم - سوارشاد فرمایا گیا اور یہ لوگ بن دیکھے دور سے تیر پھینکتے رہے اور اپنی بے بنیاد اور اٹکل پچو باتوں کی بناپر نورِ حق وہدایت سے روگرداں ہی رہے اور دنیاوی زندگی جو آخرت کی کمائی کیلئے کھیتی تھی، اس میں راہِ حق اختیار کرنے کی بجائے یہ لوگ بلا تحقیق وسند محض ظن وتخمین کی بناء پر حق کا انکار اور حق اور اہلِ حق کے خلاف طرح طرح کی باتیں بناتے اور اندھیرے میں تیر چلاتے رہے۔ سواب اس کی تلافی کیونکر ہوسکتی ہے؟ - والعیاذ باللہ العظیم - سوعذاب دیکھنے کے بعد تو یہ لوگ بڑے زور وشور سے ایمان کا اقرار کریں گے لیکن اس سے پہلے یہ بن دیکھے دور سے تیر چلاتے رہے تھے اور اٹکل کے تیر چلاتے ہوئے یہ لوگ پوری بے باکی اور لا پرواہی سے کہا کرتے تھے کہ یہ کتاب ایک من گھڑت کتاب ہے۔ اس کو پیش کرنے والا ایک برخود غلط اور جادوگر اور جادو کا مارا ہوا [ساحر اور مسحور] شخص ہے۔ عذاب کی دھمکی محض ایک دھونس ہے۔ قیامت کا ڈراوا محض دماغی خلل کا نتیجہ ہے اور اگر قیامت ہوئی بھی تو وہاں بھی ہم ہی گل چھرے اڑائیں گے اور ہمارے وہ شرکاء وشفعاء جن کے نام لیوا اور دامن گرفتہ ہیں وہ ہمارا سب کام بنادیں گے کہ یہ بڑی پہنچی ہوئی "سرکاریں" ہیں۔ غرضیکہ عقل وخرد کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر حق اور اہلِ حق کی تکذیب کے جنون میں جو کچھ زبان پر آیا یہ لوگ کہتے اور بکتے رہے۔ یہاں تک کہ فرصتِ عمر تمام ہوگئی اور ان کو خالی ہاتھ کوچ کرنا پڑا۔ سو اٹکل پچو باتوں پر چلنے کا نتیجہ وانجام ہمیشہ کی محرومی اور ہولناک تباہی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۱۲ منکرین کے لیے ہمیشہ کی یاس ومحرومی - والعیاذ باللہ: سواس سے واضح فرمادیا گیا کہ منکرین کے لیے آخرت میں آس وامید کے تمام دروازے بند ہوجائیں گے اور وہ دائمی یاس ومحرومی کے ہاویے میں جاگریں گے - والعیاذ باللہ - سو ارشاد فرمایا گیا "اور آڑ کردی گئی انکے اور انکی خواہشات کے درمیان"۔ ﴿مَا یَشْتَهُوْنَ﴾ عام ہے ہر خواہش کو شامل ہے۔ یعنی ان کے درمیان اور ان کی ہر خواہش کے درمیان آڑ کردی جائے گی۔ پہلے تو یہ لوگ چاہتے تھے کہ دنیا سے جائیں ہی نہ تاکہ یہاں کی نعمتوں میں ہمیشہ کے لئے عیش کرتے رہیں مگر ان کو دنیا بہر حال چھوڑنا پڑی اور اس سے ان کو اپنے وقت پر کوچ کرنا پڑا۔ پھر وہاں پہنچنے کے بعد یہ ایمان کی خواہش کریں گے کہ کاش ہم ایمان لائے ہوتے - ﴿لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ﴾ - اور یہ کہ کسی طرح دوبارہ دنیا میں جانا نصیب ہوجائے تاکہ اب جاکر نیک کام کریں مگر اس میں بھی آڑ کردی جائے گی کہ نہ تو اب ایمان کی دولت نصیب ہوسکے گی اور نہ ہی دنیا میں دوبارہ آنے کا کوئی سوال ہوگا۔ سو فیصلہ کن عذاب کے ظہور کے بعد انکے اور ان کی تمام خواہشات کے درمیان دیوار حائل کردی گئی ہوگی۔ ایمان لانا چاہیں گے لیکن انکی یہ چاہت بے سود ہوگی۔ مہلت کی درخواست کریں گے تو اسکی کوئی شنوائی نہ ہوگی۔ اپنے مزعومہ شریکوں کو حاجت روائی ومشکل کشائی کیلئے پکاریں گے مگر انکی طرف سے کوئی جواب نہیں ملے گا۔ عرضِ امید ورجاء کے تمام دروازے ان کیلئے بند اور ہمیشہ کیلئے بند ہوجائیں گے اور انکو ابدی مایوسی کے اندھیروں میں رہنا پڑے گا۔ جس سے نکلنے کی پھر کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہیں ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم

۱۱۳ ہم مشربوں کا نتیجہ وانجام مشترک ویکساں: سوارشاد فرمایا گیا کہ "جیسا کہ انکے ہم مشربوں کے ساتھ کیا گیا"۔ یعنی پہلی امتوں کے کفار ومشرکین کے ساتھ جنہوں نے انہی کی طرح حق کا انکار کیا تھا - والعیاذ باللہ جل وعلا - جیسا قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون اور اہلِ مدین وغیرہ کہ ان تمام قوموں نے حق کی تکذیب کی جس سے وہ اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہیں۔ سو اگر دورِ حاضر کے یہ منکران سابقہ قوموں کے انجام سے سبق نہیں لیتے تو یقیناً یہ بھی اسی انجام کو پہنچ کر رہیں گے جس سے وہ گزشتہ قومیں دوچار ہوچکی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قانون بے لاگ اور سب کیلئے یکساں ہے - سبحانہ وتعالیٰ - بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ کفر وانکار کے ان مرتکبوں کا انجام بھی بہر حال وہی ہوگا جو گزشتہ قوموں کا ہوچکا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ماضی کی ان قوموں کو اسی افتاد سے سابقہ پیش آیا جنہوں نے ان کی طرح اپنے رسولوں کے اِنذار کی تکذیب کی۔ سو آج کے یہ منکر اگر ان گزشتہ قوموں کے حالات اور ان کے انجام سے کوئی سبق نہیں لیتے تو ان کو بھی آخر کار لازماً اسی انجام سے دوچار ہونا پڑے گا جس سے ماضی کی وہ متکبر اور بدبخت قومیں دوچار ہوچکی ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - سو ایسے لوگ اپنے بارے میں خود سوچ لیں۔ اور خود دیکھ لیں کہ ان کیلئے نفع کی صورت کیا ہے اور نقصان کی کیا؟

۱۱۴ شک باعثِ ہلاکت ومحرومی - والعیاذ باللہ: سواس سے واضح فرمادیا گیا کہ شک بیماریوں کی بیماری اور ہلاکتوں کی ہلاکت ہے - والعیاذ باللہ - سوارشاد فرمایا گیا کہ بے شک یہ لوگ ایک خلجان انگیز شک میں پڑے تھے۔ جس کی

وجہ سے نہ خود ان کو قرار ملتا تھا، اور نہ ان کی رائے کسی ایک بات پر ٹکتی اور جمتی تھی کہ ایمان و یقین کی دولت سے محروم لوگ خود ہمیشہ ایک عذاب و اضطراب میں مبتلا رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ جبکہ ایمان و یقین کی دولت انسان کو سکون و اطمینان کی دولت سے سرفراز و ہمکنار کرتی ہے۔ بہر کیف ان ہلاک شدہ بدبخت قوموں کی ہلاکت کے اصل سبب اور باعثِ ہلاکت کی نشاندہی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک یہ سب لوگ بڑے خلجان انگیز شک میں پڑے تھے۔ اور یہ اس لیے کہ کفر و انکار، الحاد و بے دینی اور شک و شرک کی کوئی بنیاد ہو سکتی ہی نہیں کہ حق تو بہر حال ایک ہی ہے۔ جس کی اساس و بنیاد توحید خداوندی ہے اور بس۔ اس کے خلاف لوگوں نے جو بھی دین مختلف ناموں سے بنا رکھے ہیں وہ سب بے بنیاد اور ان کی اپنی ایجاد و اختراع کا نتیجہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ، اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُوْنَ ﴾۔ (المومنون: ۱۱۷)۔ یعنی جو کوئی اللہ کے ساتھ اور کسی بھی ایسے معبود کو پوجے پکارے گا جس کے لیے اس کے پاس کوئی سند و دلیل نہیں تو سوائے اس کے نہیں کہ اس کے اس ہولناک جرم کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے۔ البتہ یہ ایک قطعی اور اٹل حقیقت ہے کہ کافر لوگ کبھی فلاح نہیں پا سکیں گے۔ سو منکرینِ حق نے جس بھی نام و عنوان سے خود ساختہ عقائد کا کوئی مجموعہ اختیار کیا اسکی اساس و بنیاد شک ہی پر ہے۔ شک اور خود ساختہ مفروضوں کے سوا اسکے پاس دوسری کوئی اساس و بنیاد نہ ہے نہ ہو سکتی ہے۔ اور یہ شک ہی ایسے بدبختوں کو محرومی و ہلاکت کے ہولناک گڑھے کی طرف لے گیا ہے۔ ان کو خداوند قدوس کے وجود باجود میں شک، اسکی توحید و وحدانیت خداوندی کے عقیدۂ صافیہ میں شک، اور ان کو آخرت اور قیامت کے بارے میں شک۔ اور اس شک کو انہوں نے یقین کی طرح اپنے دلوں میں بٹھا دیا اور اس حد تک کہ اس کی بنا پر انہوں نے حضرات انبیاء و رسل کی دعوتِ حق کو بھی ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے نتیجے میں یہ "شر البریہ" [بدترین مخلوق] بن کر رہ گئے۔ سو شک و ارتیاب بیماریوں کی بیماری اور ہلاکتوں کی ہلاکت ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ جبکہ اس کے بالکل برعکس ایمان و یقین کی دولت دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز و بہرہ ور کرنے والی عظیم الشان اور بے مثال دولت ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، وھو الہادی الی سواء السبیل، بکل حالٍ مِّن الاحوال، وفی کلِ موطنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ، فھو العزیز الوھاب، ملہم الصدق والصواب،

☆ــــ تکمیل ۲۰۔ ذوالقعدۃ ۱۴۱۸ ہجری بمطابق ۱۵ مارچ ۱۹۸۸ء منطقۃ ام ہریر، بردبی۔ (شارع طارق بن زیاد)

☆ــــ نظر ثانی بتاریخ ۲۴ ذوالقعدۃ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۹۸ء بروز اتوار بوقت سوا دس بجے شب، سطوہ، دبی، والحمد للہ رب العالمین، بکل حالٍ مِّن الاحوال، وفی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ

☆ــــ تکمیل پروف ریڈنگ ۱۵ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق یکم مئی ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بوقت ساڑھے چھ بجے شام (قُبَیْلَ المغرب) سطوہ، دبی، متحدہ عرب امارات والحمد للہ رب العالمین، الذی بیدہ أزِمَّۃُ التوفیق والعِنایۃ جل وعلا، فانہ ھو الذی شرّفنی، بھذا اشرفِ العظیم، الشّرفِ تفسیر کتابہِ العزیز،

☆ــــ تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۱۷ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۹۹ بروز بدھ، بوقت ساڑھے دس بجے شب، سطوہ، دبی، والحمد للہ رب العالمین، فانہ اھل للحمد فی الاولیٰ والاخرۃ، جل وعلا، سبحانہ وتعالیٰ

☆ــــ تکمیل تیسری ریڈنگ ۴ جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۴ جولائی ۲۰۰۱ء بروز منگل بوقت ساڑھے گیارہ بجے شب، سطوہ دبی والحمد للہ رب العالمین، فی کل زمانٍ ومکان۔ وبکل حالٍ مِّن الاحوال، تبارک وتعالیٰ،

☆ــــ تکمیل چوتھی ریڈنگ ۱۴ ذوالحجہ سنہ ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۵ فروری سنہ ۲۰۰۳ بروز ہفتہ بوقت تین بجے شام۔ سطوہ، دبی۔ والحمد للہ رب العالمین۔ قبل کل شیٔ وبعد کل شیٔ. الذی بیدہ زمامُ کل خیرٍ، ورُشدٍ وصواب،

☆ــــ تکمیل پانچویں ریڈنگ ۱۳ شعبان ۱۴۲۴ ہجری بمطابق ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۳ء بوقت سات بجے صبح، مظفر آباد، آزاد کشمیر، عزیز گرامی ڈپٹی کمشنر فاروق خان۔ حفظہ اللہ ورعاہ۔ کے گھر پر (اپنے ایک تبلیغی سفر کے دوران)۔ والحمد للہ رب العالمین جل وعلا، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف اور ان کے اہل وعیال کو ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں میں رکھے، آمین۔

☆ــــ اَللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۰۔ فروری ۲۰۰۴ء بروز پیر بوقت ساڑھے آٹھ بجے صبح، مدنی منزل، مارگلہ ٹاؤن، اسلام آباد، پاکستان۔ والحمد للہ رب العالمین۔ فی کل زمان ومکان،

آیاتہا ۴۵ ۔ ۳۵ سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ ۴۳ ۔ رکوعاتہا ۵

سورۂ فاطر مکی ہے اور اس کی پینتالیس آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ

ہر خوبی (اور تعریف) اللہ ہی کے لئے ہے جو (عدم محض سے) بنا نکالنے والا ہے ۱ آسمانوں اور زمین (کی اس عظیم الشان کائنات) کو

رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ

جو پیغام رساں بنانے والا ہے ایسے فرشتوں کو ۲ جو دو دو، تین تین، اور چار چار، پروں والے ہیں ۳ وہ اضافہ فرماتا ہے اپنی مخلوق میں

۱ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو فاطر ہے آسمانوں اور زمین کا''۔ یعنی انکو بغیر کسی نمونے اور مثال کے پیدا کرنے والا ہے۔ ''اَیْ مُبْدِع''۔ (جامع البیان، المراغی، الصفوۃ، المعالم وغیرہ)۔ حضرتِ ابن عباس۔رضی اللہ عنہ۔ کہتے ہیں کہ مجھے ''اِبْدَاع'' کے معنیٰ پوری طرح اس وقت سمجھ آئے جب کہ میں نے دو اعرابی بدوؤں کو آپس میں ایک کنوئیں کے بارے میں لڑتے دیکھا جن میں سے ایک کہہ رہا تھا ''اَنَا اَبْدَعْتُهٗ'' یعنی یہ کنواں میرا ہے کہ اس کو سب سے پہلے میں نے بنایا تھا (ابنِ کثیر، مدارک، وغیرہ) ۔سو جب اللہ پاک کے اس فعلِ خلق و ابداع میں کوئی اس کا شریک نہیں، تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک کیسے اور کیونکر ہو سکتا ہے؟ نیز آسمانوں اور زمین کی یہ عظیم الشان اور حکمتوں بھری کائنات اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر اسکی بے مثال عظمتِ شان کا پتہ دے رہی ہے اور تقاضا کر رہی ہے کہ ہر قسم کی حمد و ثنا اور ہر طرح کے شکر کا مستحق و سزاوار وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سو دینِ حنیف کی اساس و بنیاد توحیدِ خداوندی ہے اور توحید کی حقیقت شکرِ خداوندی۔ پس دل و جان سے بھی اور زبان و بیان سے بھی اسی وحدہ لاشریک کا شکر بجا لایا جائے اور عمل و ارکان سے بھی اور ہر قسم کی عبادت و بندگی کا حقدار بھی ہمیشہ اور ہر حال میں اسی وحدہ لاشریک کو مانا جائے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۲ فرشتوں کا کام پیغام رسانی، اور بس: ۔سو ارشاد فرمایا گیا ''جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے'' جو اللہ پاک کے پیغامات اس کے رسولوں تک پہنچاتے ہیں۔ اور اللہ پاک کی طرف سے دیئے گئے احکام و فرامین کو بجا لاتے ہیں۔ اور وہ اپنے خالق و مالک کے ہر حکم و ارشاد کے ایسے پابند ہیں کہ کبھی اور کسی طرح کی کوئی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ سو بڑے ہی بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں وہ لوگ جو ان نوری فرشتوں کو دیویاں اور دیوتا قرار دے کر ان کو پوجتے

پکارتے اور شرک کے سنگین جرم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مشرکین نے مختلف صورتوں میں ایسا کیا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو فرشتے خداوندِ قدوس کی خدائی میں کسی بھی طرح شریک نہیں بلکہ اسکی مخلوق اور اسکے حکم کے پابند ہیں۔ ان کا کام اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری اور اسکی تسبیح و تقدیس ہے اور ان میں سے ہر ایک کی ایک حد ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اسکی اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے۔ ﴿وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ﴾۔ (الصافات: ۱۶۴)۔ سو فرشتوں کا کام صرف پیغام رسانی اور اپنے خالق و مالک کے احکام کی تعمیل ہے، اور بس۔

۳ فرشتوں کی قوتیں اور صلاحیتیں مختلف: - سو ارشاد فرمایا گیا "جو دو دو، تین تین، اور چار چار، پروں والے ہیں"۔ فرشتوں کے پروں کا یہ معاملہ ان متشابہات میں سے ہے جن کا اصل اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ یہاں پر ان کے ان پروں کے ذکر سے دراصل اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ وہ سب ایک ہی درجے کے نہیں بلکہ قدرت نے ان کو مختلف درجوں پر اور مختلف قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ سو ان کی قوتیں مختلف ہیں۔ کسی کی دو پروں کے برابر، کسی کی تین، اور کسی کی چار، اور کسی کی اس سے بھی زیادہ۔ ان کی اپنی اپنی ذمہ داریوں اور فرائضِ منصبی کے اعتبار سے جس کو جو قوت درکار تھی حضرتِ حق - جل مجدہ - نے اس کو اسی قوت سے نوازا۔ سو جس طرح اس عالمِ مادی میں پر کسی پرندے کی پرواز کے معاون اور اس کے لئے ضروری ہوتے ہیں، اسی طرح اس عالمِ غیب میں فرشتوں کو ایسے پروں اور ایسی عظیم الشان قوتوں سے نوازا گیا ہے جو ان کے لئے وہاں ضروری ہیں۔ اور ان کی ان قوتوں کی تعبیر و اداء کے لئے اس عالمِ مشاہدہ میں سب سے زیادہ قریب تر اور مناسب چیز پر ہی ہو سکتے ہیں جو کہ اڑان اور سرعتِ سیر کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کی تعبیر کے لئے "اَجْنِحَۃٍ" کا لفظ ہی زیادہ مناسب اور موزوں تھا۔ اس لیے اسی کو اختیار فرمایا گیا ہے ورنہ ان کو پوری طرح دنیاوی پرندوں کے پروں پر منطبق کرنا درست نہ ہوگا۔ اور خود دو دو اور تین تین اور چار چار کا ارشاد اس سے اباء کرتا ہے کہ دنیا میں ایسے پرندے عام طور پر پائے ہی کہاں جاتے ہیں جن کے پر صرف دو دو، تین تین اور چار چار ہوں۔ اور ایسے غیبی حقائق کے سلسلہ میں جیسا کہ ہم نے ابھی اوپر بھی ذکر کیا ہے اور جیسا کہ حضراتِ اسلاف کرام کا طریقہ ہے سلامتی کی راہ یہی ہے کہ جو کچھ حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُہٗ - نے فرمایا اور بتایا ہے اس کو ویسے ہی مانا اور تسلیم کیا جائے اور بس۔ غیبی حقائق کی اصل شکل کیا ہے اس کے جاننے کے نہ تو ہم مکلف و ذمہ دار ہیں اور نہ ہی یہ ہمارے بس اور اختیار میں ہے۔ (ابن کثیر، مراغی، وجیز اور معارف وغیرہ)۔ بہرکیف فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ بے پایاں اور اپنی حکمتِ بے نہایت کے تقاضوں کے مطابق مختلف قوتوں اور صلاحیتوں والا بنایا ہے۔ اور ایسا اور اس طور پر کہ اس کا علم اور احاطہ اس خالقِ کل اور مالک مطلق وحدہٗ لاشریک جَلّ جلالہٗ، وعم نوالہ کے سوا اور کسی کیلئے نہ ممکن ہے نہ ہو سکتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ

مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ

جو چاہتا ہے ف۴ بلاشبہ اللہ کو ہر چیز پر پوری پوری قدرت ہے، ف۵ ① اللہ اپنے بندوں کے لئے

لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ

جو بھی کوئی رحمت کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں، ف۶ اور جسے وہ بند کردے

فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

اسے کوئی کھولنے والا نہیں (اس کے سوا) اور وہی ہے (سب پر) غالب، نہایت ہی حکمت والا، ②

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ

اے لوگو! یاد کرو تم اللہ کے ان (طرح طرح کے) احسانات کو جو اس نے تم پر فرمائے ہیں، ف۷ کیا

۴ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں، سبحانہ وتعالیٰ: - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ صفات اور صلاحیتوں کی کمی بیشی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ اپنی مخلوق میں جو اضافہ چاہتا ہے فرماتا ہے"۔ پس وہ طرح طرح کی اور بے شمار ایسی مخلوق پیدا فرماتا رہتا ہے جو ہمارے حیطہ علم و ادراک سے بھی باہر ہے۔ نیز وہ اپنی مخلوق کی خلق و ساخت میں بھی جو چاہے اضافہ فرماتا رہتا ہے۔ اس لئے فرشتوں کے پر کوئی دو دو، تین تین اور چار چار ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اور واقعتہً ہیں۔ چنانچہ صحیح احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت - صلی اللہ علیہ وسلم - نے جب حضرتِ جبریلِ امین کو ان کی اصل شکل میں دیکھا تو ان کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، عن ابنِ مسعودؓ، وصحیح مسلم وغیرہ)۔ سو یہاں پر فرشتوں کے پروں کے بارے میں چار چار تک کا جو ذکر فرمایا گیا تو اس سے مقصود انکے پروں کی تحدید نہیں بلکہ اس سے مقصود انکے مراتب و منازل کے تفاوت و اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ جن نادانوں نے فرشتوں کو الوہیت کے زمرے میں داخل کیا ہے انکو خداوندِ قدوس کی عظمتِ شان کا احساس اور اس کا اندازہ نہیں۔ فرشتوں کا خدا کی خدائی میں شریک ہونا تو درکنار، انکے قاصد اور سفیر ہونے میں بھی ان کا درجہ و مرتبہ یکساں نہیں۔ بلکہ ان میں سے کسی کی رسائی کسی منزل تک ہے اور کسی کی کسی تک۔ جیسا کہ ابھی اوپر گزرا۔ خداوند قدوس کی خدائی میں انکا کوئی عمل دخل نہیں۔

۵ اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت کا حوالہ وذکر: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بیشک اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے" وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے۔ اس کی قدرت لامحدود ہے - سبحانہ وتعالیٰ - پس کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ وہ اپنا کام چلانے کے لئے کہیں ان فرشتوں کا محتاج ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ تو اس کی دوسری بے شمار حکمتوں پر مبنی ہے جن کو وہی جان سکتا ہے بلکہ وہ قادرِ مطلق جو چاہے اور جب چاہے اور جیسا چاہے کرتا ہے اور کر سکتا ہے - سبحانہ وتعالیٰ - سو اس نے اگر فرشتوں کو اپنی پیغامبری کیلئے پیدا

فرمایا ہے تو یہ بھی اسکی قدرت وحکمت ہی کا تقاضا ہے۔ اوران کے درجات ومراتب میں فرق وتفاوت رکھا ہے تو یہ بھی اسی وحدہ لاشریک کی قدرت وحکمت کا ایک مظہر ہے۔ اور وہ اگر اپنی مخلوق میں اور اسکی صلاحیتوں میں کوئی اضافہ کرنا چاہے تو وہ اس پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کر سکتا ہے کہ اسکی شان ہے۔ ''علی کل شئی قدیر'' اور اس کی قدرت لامحدود ہے۔ اس کے لیے نہ کچھ مشکل ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس کے حیطۂ قدرت واختیار سے باہر ہو سکتی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۶ رحمت خداوندی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں: ۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر رحمت وعنایت اسی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ اپنے بندوں کیلئے جو بھی کوئی رحمت کھول دے کوئی اسکو روکنے والا نہیں''۔ ''رحمۃ'' یہاں پر نکرہ ہے۔ اور اس پر ''من'' استغراقیہ داخل ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ کوئی بھی نعمت ورحمت خواہ وہ چھوٹی سے چھوٹی ہو یا بڑی سے بڑی، دینی ہو یا دنیاوی، روحانی ہو یا جسمانی، ظاہری ہو یا باطنی، حسی ہو یا معنوی وغیرہ وغیرہ وہ سب اسی کی طرف سے ہے اور اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ وہ دینے پہ آئے تو کوئی اسکو روک نہیں سکتا اور وہ روکنا چاہے تو کوئی دے اور دلوا نہیں سکتا۔ تو پھر تم لوگوں نے، اے مشرکو! دوسروں کو اور اس کی بے اختیار مخلوق کو حاجت روا و مشکل کشا اور داتا و غریب نواز وغیرہ وغیرہ کس طرح سمجھ رکھا ہے۔ ﴿تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾۔ پس نہ تو کوئی اس کے کسی ارادۂ وعمل میں رکاوٹ بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی عمل حکمت ومصلحت سے خالی ہو سکتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس اس کا جو بھی حکم ہوگا اس میں تمہارا ہی بھلا ہوگا۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ سو بندوں کا کام یہ ہے کہ وہ بھروسہ ہمیشہ اسی وحدہ لاشریک پر رکھیں اور ہر حال میں رجوع اسی کی طرف کریں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۷ اللہ تعالیٰ کے احسانات کی تذکیر و یاددہانی: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اے لوگو! یاد کرو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو جو اس نے تم پر فرمائے ہیں محض اپنی رحمت وعنایت سے۔ اور جن میں تم لوگ سر سے لے کر پاؤں تک ڈوبے ہوئے ہو۔ پس ان بے شمار احسانات کو یاد کر کے اس منعمِ حقیقی کا شکر ادا کرو اور دل وجان سے اس کی عبادت وبندگی بجالاؤ تا کہ اس طرح تم لوگ منعم کے حقِّ شکر کی ادائیگی کے شرف سے بھی مشرف ہو سکو گے اور خود اپنے لئے خیر اور بھلائی کا سامان بھی کر سکو گے کہ شکرِ منعم سے نعمتوں میں برکت بھی آتی ہے اور ان میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ فللّٰہ الحمد ربّ العالمین۔ سو ذرا تم لوگ سوچو اور غور کرو کہ زمین کے اندر سے جو طرح طرح کی خیرات وبرکات تم لوگوں کو مل رہی ہیں اور لگاتار و مسلسل مل رہی ہیں اور یہ آسمان سے جو قسما قسم کی نعمتیں تم پر اترتی اور برستی ہیں اور تم ان سے طرح طرح سے اور مسلسل ولگاتار مستفید وفیضیاب ہوتے ہو، آخر یہ کس کی قدرت وعنایت کے کرشمے ہیں؟ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کا اس میں کوئی عمل دخل کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم خود سوچو کہ اس واہبِ مطلق کے حقِّ شکر سے غفلت برتنا اور منہ موڑنا کس قدر ظلم اور کتنی بڑی بے انصافی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اوپر کی آیاتِ کریمات میں جو مضمون اصولی طور پر بیان فرمایا گیا اسی کو اب اِتمامِ حجت کے اسلوب وانداز میں لوگوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ''نعمت'' کا لفظ یہاں پر جنس کے مفہوم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی جو گونا گوں اور قسما قسم کی نعمتیں تم لوگوں کو حاصل ہوئی ہیں ان میں سے ایک ایک پر غور کر کے تم لوگ اپنے خالق ومالک کے آگے دل وجان سے جھک جھک جاؤ۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بِکُلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۤءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ

اللہ کے سوا اور کوئی خالق ہے جو تمہیں رزق سے نوازتا ہو آسمان اور زمین سے؟ ف۸ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں،

اِلَّا هُوَ ۫ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ

سوائے اس (وحدہٗ لاشریک) کے، ف۹ پھر تم لوگ کہاں (اور کیسے) اوندھے ہوئے جا رہے ہو؟ ف۱۰ ③ اور اگر یہ لوگ جھٹلائیں آپ کو (اے پیغمبر!)

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④

تو (یہ کوئی نئی بات نہیں کہ) بے شک جھٹلایا جا چکا ہے آپؐ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو ف۱۱ اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں (اور لوٹائے

۸ اللہ تعالیٰ کے سوا خالق کوئی نہیں: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور استفہام انکاری کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے؟"۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر معبود و مسجود اور حاجت روا اور مشکل کشا اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کون ہو سکتا ہے اور کیونکر؟ ۔سبحانہ وتعالیٰ ۔اور جب تم لوگ اس حقیقت کو خود مانتے اور اسکا اقرار و اعتراف کرتے ہو کہ خالق و مالک سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر تمہاری مت کہاں ماری جاتی ہے؟ اور تمہاری عقلیں کہاں اور کیسی اندھی اور اوندھی ہو جاتی ہیں کہ تم اسکے باوجود دوسروں کو معبود اور اسکا شریک قرار دیتے ہو؟ ۔والعیاذ باللہ العظیم ۔سو منکروں اور مشرکوں کے ضمیروں کو جھنجھوڑنے کے لیے مسئلہ کو ان کے سامنے ایک چبھتے ہوئے اور دلوں کو چھوتے ہوئے سوال کی صورت میں رکھ دیا گیا کہ آسمانوں اور زمین کی اس عظیم الشان اور مجموعی و مشترکہ عملداری سے جو تم کو روزی ملتی ہے آخر یہ کس کی قدرت و حکمت اور رحمت و عنایت کا نتیجہ ہے؟ ۔آسمان سے پانی برستا ہے اور اس کے نتیجے میں زمین سے تمہاری معاش و معیشت کی گوناگوں چیزیں پیدا ہوتی ہیں تو کیا تم لوگ کہہ سکتے ہو کہ خدا کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں ان گوناگوں نعمتوں سے اتنی کثرت و بہتات اور اس قدر پُر حکمت طریقے سے نوازتا ہے؟ ۔جب نہیں اور یقیناً اور ہرگز نہیں تو پھر خالق اور معبود برحق اسکے سوا اور کوئی کس طرح ہو سکتا ہے؟ سبحانہ وتعالیٰ فایّاہُ نَعْبُدُ وَ بِہٖ نَسْتَعِین،

۹ معبودِ برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر اور نفی و اثبات کے ساتھ اسلوب حصر میں ارشاد فرمایا گیا کہ "کوئی بھی عبادت و بندگی کے لائق نہیں سوائے اس ۔وحدہ لاشریک ۔کے"۔ یعنی جب اللہ ۔جل جلالہ ۔کے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ رازق تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کے سوا معبود بھی کوئی نہیں ۔پس عبادت کی ہر قسم اور ہر شکل اسی کا حق ہے اور وہ اسی کے لئے مختص ہے ۔قیام و رکوع اسی کے لئے، سجدہ و طواف بھی اسی کے لئے اور حاجت روائی و مشکل کشائی کے لئے پکارنا بھی اسی کا حق ہے ۔سبحانہ وتعالیٰ ۔اور جب اصل حقیقت یہ ہے اور یہ ایسی صاف، کھلی اور واضح حقیقت ہے کہ خود تم کو بھی اس کا انکار نہیں ہو سکتا تو پھر تمہاری عقل آخر کہاں اور کیسے الٹ گئی کہ تم لوگ دوسری بے حقیقت چیزوں کو اسکے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اور شرک کے ہولناک اور رسوا کن جرم کا ارتکاب کرتے ہو ۔آخر تمہاری مت کہاں اور کیسے ماری جاتی ہے؟ ۔﴿فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ﴾ ۔سو یہی نتیجہ ہوتا ہے مشرک کی نحوست کا

-والعیاذ باللہ العظیم- اللہ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۰ مشرکوں کی مت ماری پر اظہار تعجب وافسوس: -سو مشرکوں کو خطاب کر کے اور ان کے ضمیروں کو جھنجوڑنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا "پھر تم لوگ کہاں-اور کیسے- اوندھے ہوئے جارہے ہو؟" کہ اس سب کے باوجود تم اس وحدہ لاشریک کے سوا اوروں کی بندگی و پوجا کرتے ہو۔ ان کے آگے جھکتے اور سجدے کرتے، ان کے نام کی نذریں مانتے، نیازیں دیتے، چڑھاوے چڑھاتے، طواف کرتے، پھیرے مانتے، ان کے نام جپتے، ان کی قبروں کے لئے ڈالیاں لے جاتے، میلے ٹھیلے لگاتے، محفلیں جماتے اور ان کو حاجت روا و مشکل کشا جان کر پکارتے اور ان کی حاجت روائیوں کے لئے جھوٹے قصے بناتے، بیان کرتے اور افسانے گھڑتے اور ان کو پھیلاتے ہو۔ آخر تمہاری مت کہاں اور کیوں ماردی گئی؟ تمہارے دماغ الٹے اور سینے ٹیڑھے کیوں ہوگئے؟ تمہیں دیتا کون ہے اور تم جھکتے کس کے آگے ہو اور عبادت و بندگی کس کے لئے بجا لاتے ہو؟ واقعی یہ انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکرا ہے-﴿اِنَّ الاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾- اور دقت تعبیر ملاحظہ ہو کہ ﴿تُؤْفَكُوْنَ﴾ مجہول کا صیغہ اختیار فرمایا گیا ہے۔ یعنی "تم کہاں پھیرے جاتے ہو" جس سے ظاہر ہوا کہ تمہیں پھیرنے اور بہکانے بھٹکانے والے کوئی اور گروہ ہیں جو طرح طرح کے من گھڑت قصے بنا بنا کر پیش کرتے، طرح طرح کے گمراہانہ فلسفے گھڑتے، ٹوٹکے سناتے، واہی تباہی روایتیں پیش کرتے، حتی کہ صریح نصوص کی من مانی تاویلیں تک کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور اس طرح وہ دوسروں کو گمراہی کے گڑھے میں ڈالتے اور خود اپنی اور ان کی عاقبت کی تباہی کا سامان کرتے ہیں-وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ-سو شرک عقل و نقل کیخلاف اور انسان کیلئے دارین کی ہلاکت و تباہی کا باعث ہے-والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ایسے اوندھے پن اور اسکے رشایبے سے ہمیشہ اور ہر لحاظ سے ہم سب کو ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھے اور ہمیشہ راہ حق وصواب پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۱۱ پیغمبرؑ کے لئے تسکین وتسلیہ کا سامان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں کہ بلاشبہ آپ سے پہلے بھی-اے پیغمبر!- بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے"۔ پس نہ تو آپ کو تعجب و افسوس کرنے کی ضرورت ہے اور نہ افسردہ و دل برداشتہ ہونے کی۔ اور پیغمبر-علیہ الصلوۃ والسلام- کی اس فہمائش میں پوری امت کے حق پرستوں اور حق کے علم برداروں کے لئے بھی یہ درس ہے کہ پیغام حق پہنچانے کی راہ میں تمہیں جس تکذیب و مخالفت سے سابقہ پڑ رہا ہے اس پر تعجب کرنے اور دل گیر ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تم اپنے رب پر بھروسہ کر کے اخلاص و استقامت کے ساتھ پیغام حق دیئے چلے جاؤ کہ تکذیب و نافرمانی کا یہ سلسلہ کوئی نیا نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی ہوتا آیا ہے۔ اور کتنے ہی انبیائے کرام کو جھٹلایا گیا ہے-صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ -سو اس ارشاد ربانی میں پیغمبر کیلئے اور آپؐ کے توسط سے ہر داعی حق کیلئے تسلیہ و تسکین کا سامان ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ پہلے سے ایسے ہی ہوتا آیا ہے۔ لہذا آپ بھی اسی پر اسی طرح صبر و برداشت سے کام لیں جس طرح کہ آپؐ سے پہلے کے انبیائے کرام نے لیا-﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾ الایة (الاحقاف: ۳۵)- اللہ تعالیٰ ہمیشہ صبر و استقامت کی توفیق بخشے- آمین ثم آمین یارب العالمین

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

جائیں گے) سب کام، ۱۲ ۴ اے لوگو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس تم کو دھوکے میں نہ ڈالنے پائے دنیاوی

الدُّنْيَا وقفۃ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۵ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

زندگی، ۱۳ (اور اس کی چمک دمک،) اور تم کو دھوکے میں نہ ڈالنے پائے اللہ کے بارے میں وہ بڑا دھوکے باز ۱۴ ۵ بلاشبہ شیطان

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا

دشمن ہے تم سب کا (اے لوگو!) پس تم اس کو ہمیشہ اپنا دشمن ہی سمجھنا ۱۵ اس کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ بلاتا (اور دعوت دیتا) ہے ۱۶

مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۶ ؕ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ

اپنی پارٹی (اور اپنے یاروں) کو تاکہ وہ ہو جائیں (دوزخ کی دہکتی) بھڑکتی آگ کے یاروں میں سے، ۶ جو لوگ اڑے رہے ۱۷ اپنے

۱۲ سب کاموں کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف: سو ارشاد فرمایا گیا اور حرف جار کی تقدیم کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا جو کہ حصر اور تاکید کا اسلوب ہے کہ "اللہ ہی کی طرف ۔لوٹائے جاتے ہیں اور ۔لوٹائے جائیں گے سب کام"۔ پس ہوگا وہی جو اس کو منظور ہوگا۔ نیز کل قیامت میں ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ پانا ہوگا۔ لہذا ہر شخص اپنے معاملے پر خود ہی غور کرلے کہ وہ کل کے لئے کیا کمائی کر کے لے جا رہا ہے۔ ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾۔ فَوَفِّقْنَا اللّٰهُمَّ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ بِكُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ وَ فِیْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فی الحیاۃ۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ہر معاملے کا آخری فیصلہ اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے۔ لہذا آپؑ اسی کے بھروسے پر کام کیے جائیں۔ سو اللہ تعالیٰ اپنی اس عظیم الشان کائنات کو پیدا کر کے کہیں اس سے الگ اور کنارہ کش ہو کر نہیں بیٹھ گیا بلکہ اسکی تخلیق فرمودہ اس کائنات پر حکم وارشاد بھی اسی وحدہ لاشریک کا چلتا ہے۔ سو انسان اپنے بس کی حد تک کوشش اور محنت تو ضرور کرے لیکن اصل بھروسہ واعتماد ہمیشہ اسی وحدہ لاشریک پر رکھے کہ ہوگا وہی جو اس کو منظور ہوگا۔ سو جن لوگوں نے اپنا مولیٰ ومرجع اوروں کو بنا رکھا ہے وہ بڑے خسارے میں ہیں اور اپنی اس خام خیالی کا انجام وہ خود دیکھ لیں گے۔ والعیاذُ باللہ العظیم مِن کُلِّ سُوءٍ وَّانحرافٍ، وَمِنْ شائبۃِ کُلِّ زَیغٍ وَّضلال،

۱۳ دنیاوی زندگی کے دھوکے اور فتنے سے تحذیر و تنبیہ: سو ارشاد فرمایا گیا اور سب لوگوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ "اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس تم کو دھوکے میں نہ ڈالنے پائے یہ دنیاوی زندگی"۔ کہ کہیں تم اسی دنیا کو آخری منزل اور اسی کی تکلیف وراحت کو منتہائے مقصود سمجھنے لگو اور اپنی آخرت کی حقیقی اور ابدی منزل کو بھول جاؤ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ سو پیغمبر کو تسلی دینے کے بعد اس ارشاد میں مخالفین ومنکرین کو خطاب کر کے تنبیہ فرمائی جا رہی ہے کہ جس ہولناک انجام سے تم لوگوں کو خبردار کیا جا رہا ہے اسکو یونہی خالی خولی دھمکی اور کوئی ہوائی بات نہ سمجھو۔ بلکہ یہ ایک شدنی بات اور قطعی حقیقت ہے۔ اور

آج دنیا میں جو تمہیں رفاہیت اور عیش وعشرت کا سامان حاصل ہے اسکو اپنے رویے کی صحت کی دلیل نہ سمجھو۔ یہ سب کچھ بہرحال عارضی، فانی اور مٹ کر رہنے والا ہے۔ سو اس خطاب وارشاد سے سب سے بڑے فتنے اور خطرے سے خبردار فرمایا گیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لوگ دنیا کی چمک دمک میں کھو کر اسی کے ہو کر رہ جاؤ اور آخرت کی اپنی اصل اور حقیقی وابدی زندگی کو بھول جاؤ اور اس کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر تم لوگ ہمیشہ کے ہولناک خسارے میں مبتلا ہو جاؤ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۱۴ سب سے بڑے دھوکے باز سے تحذیر وتنبیہ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا "اور تم کو دھوکے میں نہ ڈالنے پائے وہ بڑا دھوکے باز"۔ یعنی ابلیس لعین جو کہ طرح طرح سے دھوکہ دیتا ہے۔ کبھی اس طرح کہ وہ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ومدبر ہے ہی نہیں بلکہ یہ یونہی بن گئی اور یونہی الل ٹپ چل رہی ہے۔ جیسا کہ دھریہ کہتے ہیں ۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ ۔ اور کبھی یوں کہ اللہ پاک نے اس اتھاہ کائنات کو پیدا کرنے کے بعد اسے اندھی بہری فطرت ۔Nature۔ کے حوالے کر دیا ہے اور اب وہی اندھی بہری نیچر۔طبیعت۔ اس کو چلا رہی ہے۔ جیسا کہ نیچری کہتے ہیں۔ اور کبھی وہ یوں کہتا ہے کہ حضرت خالق نے اس کائنات کو پیدا فرمانے کے بعد اسے فلاں فلاں ہستیوں کے سپرد کر دیا ہے۔ اب وہی ہستیاں سب کچھ کرتی ہیں۔ جیسا کہ مشرک لوگوں کا کہنا ماننا ہے۔ اور کبھی یوں کہ قیامت اگر ہوئی بھی تو ہمیں فلاں فلاں ہستیاں چھڑا اور بچالیں گی۔ پس ہمیں انہی کا دامن گرفتہ ہو جانا اور انہی کا لڑ پکڑ لینا کافی ہے۔ آخر جہاں سے اونٹ گزرتا ہے وہاں سے اس کی دم بھی گزر جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ اہل بدعت وغیرہ کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ سو یہ قسما قسم اور طرح طرح کے دھوکے ہیں جو وہ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ انسان کو دیتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اس لئے اللہ پاک اپنے کلام حکیم میں تنبیہ فرماتا ہے کہ اس بڑے دھوکہ باز سے بچنا اور اس کے دھوکوں سے ہوشیار رہنا اور اس ملعون کے ایسے کسی دھوکے میں نہ آجانا کہ اس طرح کے کسی مفروضے پر اگر سرمایۂ حیات کو ضائع کر دیا تو یہ ایسا ہولناک خسارہ ہوگا کہ پھر اس کی تلافی ممکن نہ ہوگی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ سو حق اور حقیقت یہ ہے کہ اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور اس میں حاکم ومدبر اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے اور انسان کو اس دنیا میں ابتلاء وآزمائش کیلئے فرصت حیات کی مہلت دی گئی ہے۔ اور اس نے بہرحال اسکے حضور حاضر ہو کر اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا پھل پانا ہے۔ اور اس پر انسان کی ابدی زندگی کا مدار وانحصار ہوگا۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید،

۱۵ شیطان کو دشمن سمجھنے کی ہدایت کا ذکر وبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور کلمات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے"۔ پس تم اسکو اپنا دشمن ہی سمجھنا۔ پس تم لوگ اس کی ترغیبات کو چھوڑ کر اور اس کی تحریصات کو توڑ کر اور اپنے خالق ومالک کے احکام کو دل وجان سے اپنا کر اور اسی کے بندے بن کر زندگی گزارو اور ہر وقت اور ہر حال میں اسی کی رضا وخوشنودی کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ توفیق بخشے۔ بہرکیف اس ارشاد ربانی میں یہ تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پس تم اسکو دشمن ہی سمجھو اور اسکی چالوں سے بچ کر رہو کہ اسکی تمام سرگرمیوں کا مقصد اور محور یہ ہے کہ جو لوگ اسکی پارٹی میں شامل ہو جائیں وہ ان سب کو لے جا کر جہنم کے گھاٹ پر اتار دے۔ والعیاذ باللہ۔ سو جو تمہارا دشمن اور کھلا دشمن ہو اس نے اپنی دشمنی کا علی الاعلان اور برملا اظہار بھی کر دیا ہو، اپنی باگ اس کے ہاتھ میں دے دینا اور اس کے کہنے پر چلنا اور اس کے طور طریقوں کو اپنانا اور اختیار کرنا آخر کہاں کی دانشمندی ہے؟ سو ہدایت فرمائی گئی کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ا

س لیے تم لوگ اس کو دشمن ہی سمجھو اور اس کی چالوں سے بچ کر رہو۔ اور اس سے ہمیشہ محتاط اور بچ کر رہو، کہ وہ تمہاری خرابی اور بربادی میں کبھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گا۔ اور تم ہمیشہ اپنے رب ہی کی طرف متوجہ رہو۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل – سبحانہٗ وتعالٰی،

۱۶ ابلیس کا اصل کام برائی کی دعوت دینا ہے اور بس: – سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنی پارٹی اور اپنے یاروں کو بلاتا اور دعوت دیتا ہے تاکہ وہ دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ کے یاروں میں سے ہو جائیں۔ پس اس دعوت و پکار کے سوا اس کا اور کوئی زور نہیں۔ لہذا تم اس کی دعوت کو ٹھکرا کر اپنے رب کی عبادت و بندگی ہی کو اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین بنانا کہ یہی کامیابی کی راہ ہے۔ سو شیطان لوگوں کو گمراہی اور اِتباعِ ہویٰ کی طرف بلا کر انکو دوزخ کی راہ پر ڈالنا چاہتا ہے تاکہ اس طرح وہ اپنے پیروکاروں کو دوزخ کے ہولناک گڑھے میں ڈال سکے۔ لیکن اسکا کام اور زور صرف بلانے اور دعوت دینے کی حد تک ہے۔ اس سے آگے اسکے اختیار میں کچھ نہیں۔ اس لیے اسکا زور انہی لوگوں پر چل سکتا ہے جو ایک ساتھ دوستی رکھتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾۔ (النحل: ۹۹-۱۰۰)۔ اسی لیے وہ دوزخ میں اپنے پیروکاروں سے کہے گا کہ تم لوگوں نے میری پیروی کیوں کی تھی۔ میرا تو تم لوگوں پر کوئی زور نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں نے لوگوں کو بلایا پکارا اور باطل کی دعوت دی اور بس۔ اور تم نے اللہ کے وعدے کے برخلاف میری پیروی کی تو تم نے میری پیروی کیوں کی تھی۔ سو قصور خود تم لوگوں کا اپنا ہے۔ پس تم مجھے برا مت کہو بلکہ خود اپنے آپ کو برا کہو جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۲۲ میں ابلیس کی جو تقریر اور اس کا خطاب اسکے اپنے پیروکاروں سے ذکر فرمایا گیا ہے اس میں اس بات کا صاف اور صریح طور پر ذکر ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۱۷ کفر والوں کے لیے بڑا ہی سخت عذاب – والعیاذ باللہ: – سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ اڑے رہے اپنے کفر (وباطل) پر"، یعنی ﴿كَفَرُوْا﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے کفر و باطل پر اڑے رہے۔ انہوں نے آخر تک ایمان نہیں لایا اور انہوں نے کفر ہی کی حالت میں جان دی۔ سو اب اس ترجمہ پر ایسا کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا جو کہ "کافر ہو گئے" یا "کفر کیا" جیسے عام ترجموں پر وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کی وعیدیں دراصل ایسے ہی ضدی اور ہٹ دھرم کافروں کیلئے ہیں جو کہ اپنے کفر و باطل پر اڑ جاتے ہیں۔ اور اسکے برعکس جو لوگ دعوتِ حق و ہدایت کو سننے اور ماننے کیلئے تیار اور مستعد ہوتے ہیں، ان کیلئے ایسی وعیدیں نہیں ہوتیں کہ وہ اسلام کے حظیرۂ قدس میں کبھی بھی داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی عنایات کے مورد و مستحق بن سکتے ہیں۔ والحمد للہ۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جن لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ دنیا نیکی اور بدی اور خیر و شر کے درمیان فرق و تمیز کے بغیر یونہی چلتی رہے گی، انہوں نے بہت غلط سمجھ رکھا ہے اور شیطان نے انکو سخت دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ سو ایسا نہیں بلکہ ایک دن ایسا آنے والا ہے، جس میں حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان آخری اور قطعی فیصلہ ہو کر رہے گا۔ جس میں کفر و انکار والے عذابِ شدید سے دوچار ہونگے اور ایمان اور عملِ صالح والے مغفرت اور اجرِ عظیم سے سرفراز ہونگے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل، بکل حالٍ مِن الاحوال، سبحانہٗ وتعالٰی،

شَدِيدٌ ۖ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ

کفر (و باطل) پر ان کے لئے بڑا ہی سخت عذاب ہے، اور جو ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کیے، انکے لئے عظیم الشان

ع ۱۲ اَجْرٌ كَبِيرٌ ۝۷ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ

بخشش بھی ہے، اور بہت بڑا اجر بھی ف۱۸ ⑦ بھلا (اس شخص کی محرومی اور بدبختی کا کوئی ٹھکانا ہو سکتا ہے؟) جس کیلئے خوشنما بنا دیا گیا ہو اس کے

فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ

برے عمل کو، (اس کی اپنی بدنیتی اور سوء اختیار کی بناء پر،) جس سے وہ اس کو اچھا ہی سمجھے جا رہا ہو؟ ف۱۹ سو اللہ گمراہی (کے گڑھے) میں

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

ڈالتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور (نور حق و) ہدایت سے نوازتا ہے جس کو چاہتا ہے ف۲۰ پس گھلنے نہ پائے آپ کی جان (عزیز اے پیغمبر!) ان

۱۸ ایمان والوں کے لیے عظیم الشان بخشش اور اجر کبیر کی بشارت: سو دوزخیوں کے مقابلے میں اہل جنت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کیے تو ان کیلئے عظیم الشان بخشش بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی، جو ان کو جنت اور اس کی ان عظیم الشان اور بے مثل نعمتوں کی شکل میں ملے گا جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل پر ان کا گزر ہی ہوا۔ کیونکہ یہ صلہ و بدلہ اس ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین کی طرف سے ملے گا جو کہ خود بے مثل اور بے مثال ہے۔ اس لئے اس کی طرف سے ملنے والا یہ اجر و ثواب بھی بے مثل اور بے مثال ہوگا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ سو دنیا کے اس دار الامتحان میں مومن و کافر، نیکوکار اور بدکار اور موحد و مشرک کو ایک ہی برابر چلتا پھرتا اور رہتا بستا دیکھ کر کسی کو کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ یہ دنیا تو بہرحال ایک ''دار الامتحان'' ہے جس کا تقاضا یہی ہے کہ اس میں سب اسی طرح ملے جلے رہیں۔ جبکہ ''دار الجزاء'' اور فیصلے کا دن اسکے بعد آئے گا جس میں دونوں فریقوں کے درمیان آخری اور عملی فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور ہر کوئی اپنے کیے کرائے کا پھل بہرحال پا کر رہے گا۔ سو اس روز حق اور باطل کے درمیان فرق پوری طرح اور عملی طور پر نکھر کر سب کے سامنے آجائے گا۔ اور اس وقت کفر و باطل والوں کو خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس قدر ہولناک خسارے میں مبتلا تھے۔ تب انکی حیرت وحسرت کی کوئی حد نہیں رہیگی مگر اس کا ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ سوائے ان کی آتش یاس وحسرت میں اضافے کے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ مِن الاحوال، و فی کُلّ مَوْطِنٍ مِن المواطن فی الحیاۃ،

۱۹ برائی کو اچھائی سمجھنا ہلاکتوں کی ہلاکت، اور خرابی وفساد کی جڑ بنیاد۔ والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''بھلا اس شخص کی محرومی اور بدبختی کا کوئی ٹھکانا ہو سکتا ہے جس کے لیے خوشنما بنا دیا گیا ہو اس کے برے عمل کو''۔ اسکی بدنیتی اور سوءِ اختیار کی بنا پر۔ جس سے وہ اپنے اس برے عمل کو ہی اچھا سمجھتا ہو۔ اور استفہام ظاہر ہے کہ انکاری ہے۔ یعنی ایسے شخص کی

بدبختی کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ایسا شخص جب اپنے برے عمل کو اچھا سمجھتا ہوگا تو پھر وہ اس کو چھوڑے گا کیوں؟ سو برائی کا یہ درجہ بڑا ہی خطرناک ہے اور یہی وجہ ہے کہ بدعتی شخص کے لئے توبہ نہیں۔ یعنی اس کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ اپنی بدعت کو نیکی اور ثواب سمجھتا ہے۔ تو پھر توبہ کس طرح اور کیونکر ہو؟ اسی لئے علماء کہتے ہیں کہ بدعت ہر کبیرہ سے بڑھ کر کبیرہ گناہ ہے۔ کیونکہ اس سے ایک طرف تو دین کا حلیہ بگاڑنے کی راہ کھلتی ہے جو کہ آگے کئی گناہوں اور خرابیوں کی جڑ بنیاد ہے اور دوسرے اس لئے کہ بدعتی شخص چونکہ اس کو نیکی سمجھتے ہوئے کرتا ہے اس لئے وہ اس سے کبھی توبہ نہیں کرتا بخلاف مرتکب کبیرہ کے کہ وہ بہرحال اس کو گناہ اور جرم سمجھتا ہے۔ اس لئے وہ کبھی نہ کبھی اس سے توبہ کرلے گا۔ اور بدعت کی اس خطورت وشناعت کے بارے میں راقم آثم نے اپنی کتاب ''تحفہ علم وحکمت'' میں حدیث۔ ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' ۔ کے ذیل میں کافی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور جو کم وبیش کوئی پچیس سال قبل چھپ بھی گئی تھی اور اب تک کئی ہزار تک چھپ کر تقسیم بھی ہو چکی ہے۔ والحمد للہ۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ آمین۔ اور راقم کا اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھنے کا بھی ارادہ ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ وَعَلَیْهِ نَتَوَكَّلُ وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح ہوجاتا ہے کہ برائی کو اچھائی سمجھنا ہلاکتوں کی ہلاکت اور تمام تر خرابی وفساد کی جڑ بنیاد ہے کہ ایسے لوگ پھر برائی کے چنگل سے کبھی نکل نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ وہ ہلاکت وتباہی کے دائمی گڑھے اور ہولناک ہاویے میں جاگرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ یہی وجہ ہے کہ کافر اپنے کفر کو، مشرک اپنے شرک کو، ملحد اپنے الحاد کو، بت پرست اپنی بت پرستی کو، تعزیہ پرست اپنی تعزیہ پرستی کو، اور قبر پرست اپنی قبر پرستی کو، صحیح سمجھتا ہے، اور اس کیلئے وہ اپنے طور پر طرح طرح کے من گھڑت دلائل پیش کرتا اور فلسفے بھگارتا ہے۔ اور بدعتی شخص طرح طرح کی بدعات میں مبتلا وملوث ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سنّی کہتا اور اپنی بدعت پرستی کو درست ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو پھر ایسوں کو نورِ حق وہدایت ملے تو کیسے اور کیونکر؟ سو ایسا شخص حق وہدایت کے نور سے محروم ہی ہوتا جاتا ہے۔ سو اس طرح ایسے لوگوں کو اپنے کفر والحاد زیغ وضلال اور فسق وفجور کی ایک نقد سزا ملتی رہتی ہے جس سے وہ راہ حق وہدایت سے مزید دور اور محروم ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس ضلال بعید تک پہنچ جاتے ہیں جہاں سے پھر ان کی واپسی بھی ممکن نہیں رہتی۔ اور یہی ہے محرومیوں کی محرومی اور خساروں کا خسارہ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۲۰ ہدایت وضلالت کے بارے میں سنت الٰہی کی طرف اشارہ: ۔ سو ہدایت وضلالت کے بارے میں سنتِ الٰہی اور دستورِ خداوندی کی طرف اشارہ کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ گمراہی میں ڈالتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت سے نوازتا ہے جس کو چاہتا ہے''۔ کیونکہ اس کے یہاں سے ہدایت کی یہ دولت اسی کو ملتی ہے جو اس کے لئے طلب صادق رکھتا ہو۔ اور یہ جستجو اس قسم کے برخود غلط اور بدعتی لوگوں میں ہوتی نہیں۔ تو پھر ان کو ہدایت ملے تو کیونکر؟ اور وہ وحدہ لاشریک دلوں کی دنیا کو پوری طرح جانتا ہے۔ اور وہی جانتا ہے کہ کس کے دل کی کیفیت کیا ہے۔ اسی کے مطابق وہ ہر ایک سے معاملہ فرماتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہرکیف اس ارشاد سے ہدایت اور ضلالت کے بارے میں اس سنتِ الٰہی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس باب میں مقرر فرما رکھی ہے جس کا ذکر کتاب حکیم میں مختلف مقامات پر فرمایا گیا ہے جس کی وضاحت ہم بھی کئی جگہ کرچکے ہیں اور اسی سورۂ کریمہ میں اس کی مزید وضاحت آگے بھی آرہی ہے۔

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝٨ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ

(بدبختوں کی حرمان نصیبی) پر افسوس کرتے ہوئے، بے شک اللہ پوری طرح جانتا ہے ان سب کاموں کو جو یہ لوگ کر رہے ہیں، ہوا ۲۱ ۝٨

سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ

اور اللہ وہی تو ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو (اپنی قدرت کاملہ اور رحمت شاملہ سے،) پھر وہ اٹھاتی ہیں بادل کو پھر اس کو ہم ہانک دیتے

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝٩ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ

ہیں کسی مردہ زمین کی طرف، پھر اس کے ذریعے ہم زندہ کر دیتے ہیں زمین کو اس کے بعد کہ وہ مرچکی ہوتی ہے، اسی طرح ہوگا

الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ

دوبارہ اٹھایا جانا ۲۲ ۝٩ جو کوئی عزت چاہتا ہو تو (وہ جان لے کہ) عزت تو سب اللہ ہی کے پاس ہے، ۲۳ اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ

۲۱ معاندین کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کی ہدایت: سو پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ آپ کو ایسے لوگوں کے غم میں ہلکان ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیں۔ بے شک اللہ پوری طرح جانتا ہے ان تمام کاموں کو جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ پس وہ ان کی خبر خود ہی لے لے گا۔ اور یہ لوگ اپنے کئے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگت کر رہیں گے۔ آپ کا کام تو صرف پیغام حق پہنچا دینا ہے اور بس۔ اور وہ آپ نے پورا کر دیا۔ اس میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اب آپ کا ذمہ فارغ ہے۔ اب اللہ ان سے خود نپٹ لے گا۔ لہذا آپ انکے بارے میں کوئی افسوس نہ کریں کہ یہ بدبخت اپنی ہلاکت اور تباہی کے ذمہ دار خود ہیں۔ انہوں نے خود عقلی اور روحانی خود کشی کو اختیار کر کے اپنے آپ کو ہلاکت وتباہی کے اس ہولناک گھاٹ پر اتارا ہے۔ سو یہ اگر ایمان نہیں لا رہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ کی دعوت میں کوئی کسر ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے عناد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر مہر لگ چکی ہے۔ جس کے نتیجے میں یہ لوگ حق کو سمجھنے اور اپنانے کی اہلیت وصلاحیت سے محروم ہو گئے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۲ کائنات کی عظیم الشان درسگاہ میں غور وفکر کی دعوت: سو یہ کائنات ایک عظیم الشان درسگاہ ہے جس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے بڑے عظیم الشان درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ سو جس طرح ویران پڑی ہوئی وہ زمین جس میں خاک اڑ رہی ہوتی ہے اور اس میں کسی چارے سبزے کا کوئی نام ونشان تک نہیں ہوتا، بارانِ رحمت کے چھینٹے پڑتے ہی وہ لہلہا اٹھتی ہے۔ ہر طرف ہریالی اور سرسبزی ہی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرمٹنے کے بعد یہ سب مخلوق ربِ قدیر کے حکم وارشاد سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوگی۔ یہاں مر کر جی اٹھنے کو انگوری اور پیداوار کے اگنے پر قیاس فرمایا گیا ہے۔ سو اس سے قیاسِ شرعی کی حجیت ثابت ہوتی ہے۔ سو آسمان وزمین کی یہ عظیم الشان کائنات ایک ایسی عظیم

الشان درسگاہ ہے جس میں اللہ پاک کی قدرت اور اسکی حکمت وعنایت کے دلائل و براہین ہر طرف پھیلے بکھرے ہوئے ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہرکیف بارانِ رحمت سے زمین کے دوبارہ زندہ ہوجانے اور از سرِ نو لہلہا اٹھنے کے ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾۔ یعنی "اسی طرح قیامت کے دن لوگوں کا از سرِ نو جی اٹھنا ہوگا"۔ سو اللہ پاک تو تم لوگوں کو مرنے اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا مشاہدہ اپنی اس دنیا میں بھی کرا رہا ہے اور برابر کرا رہا ہے تو پھر تم لوگ قیامت کو آخر ناممکن کیوں سمجھتے ہو؟ سو اللہ پاک کی تخلیق فرمودہ یہ کائنات ان تمام حقائق کی تعلیم کے لیے ایک بہترین اور بے مثال درسگاہ ہے جنکی تعلیم قرآنِ حکیم دے رہا ہے۔ اگر انسان صحیح طور سے غور وفکر سے کام لے تو اس کو قرآن کے ہر دعوے کی دلیل اپنے دائیں بائیں ہر طرف ملے گی۔ مگر مشکل اور مشکلوں کی مشکل یہ ہے کہ انسان غور وفکر سے کام لیتا ہی نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال وفی كل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۲۳ عزت سے سرفرازی کے صحیح طریقے کی تعلیم وتلقین:۔ سو عزت سے سرفرازی کے لیے صحیح طریقے کی تعلیم وتلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جو کوئی عزت چاہتا ہو تو وہ جان لے کہ عزت سب کی سب اللہ ہی کیلئے ہے۔ پس تم سب لوگ اسی سے عزت مانگو کہ وہ اسی کی عطا وبخشش سے مل سکے گی۔ یہاں دراصل ایک بیماری کی نشاندہی فرمائی گئی اور اس کا علاج بھی ارشاد فرمادیا گیا ہے۔ یہ بیماری جو کل بھی تھی اور آج بھی ہے اور جس نے کل بھی بہت لوگوں کو حق سے محروم رکھا اور وہ آج بھی بہتوں کو حق سے محروم کررہی ہے۔ اور یہ طلبِ عزت اور ہوسِ جاہ کی بیماری ہے۔ مشرکینِ عرب نے اسی عزت کے پانے کے خیال سے وہ جھوٹے اور بے بنیاد معبود گھڑ رکھے تھے جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے ۔ ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا﴾۔ (مریم :۸۱) "انہوں نے اللہ کے سوا طرح طرح کے معبود گھڑ لئے تا کہ وہ ان کے لئے عزت کا باعث بنیں" اور اسی بنا پر مشرکینِ عرب دینِ حق کے خلاف صف آرا ہوگئے تھے اور آج کل کے قبر پرست کلمہ گوؤں نے جو طرح طرح کے ناموں سے شرک وبدعت کے اڈے جابجا قائم کر رکھے ہیں اس کا ایک بڑا سبب اور اہم داعیہ بھی یہی چیز ہے۔ حالانکہ حق اور حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں عزت کا سامان نہیں، دھوکے کے اسباب ہیں۔ ان سے عزت نہیں ملتی ذلت و اِدبار ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ قرآن کہتا ہے "ہرگز نہیں، یہ لوگ جن کی پوجا کررہے ہیں وہ کل قیامت کے روز ان کی عبادت کا انکار کردیں گے اور ان کے دشمن ہوجائیں گے"۔ ﴿كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾۔ (سورۂ مریم: آیت نمبر ۸۲)۔ سو قرآنِ حکیم نے طلبِ عزوجاہ کے اس مہلک مرض کی تشخیص اور نشاندہی بھی فرمادی۔ اور اس کے علاج کیلئے نسخہ کیمیا بھی بتادیا کہ عزت سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ پس تم لوگ صحیح معنیٰ میں اللہ والے بن جاؤ۔ سچی اور حقیقی عزت سے سرشار ہوجاؤ گے اور اس کے ساتھ ہی اس کا طریقہ بھی ارشاد فرمادیا گیا جسکی تفصیل اگلے حاشیے میں آرہی ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل، تبارَکَ وَتعالیٰ،

الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ

کلمات، اور عمل صالح اس کو اوپر اٹھاتا ہے ۲۴ اور جو لوگ بری چالیں چلتے ہیں (حق کے

السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ

مقابلے میں،) ان کیلئے بڑا سخت عذاب ہے، اور ان کی یہ چال بازیاں

يَبُوْرُ ⑩ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ

خود نابود ہو کر رہیں گی ۲۵ ⑩ اور اللہ ہی نے پیدا فرمایا تم سب کو (اے لوگو!) مٹی سے، ۲۶ پھر نطفہ سے، پھر

۲۴ __حقیقی عزت سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ایمان اور عملِ صالح__:- سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ عزت اور حقیقی عزت - سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ایمانِ صادق اور عملِ صالح ہے۔ سو یہ ہے وہ طریقہ جس کے ذریعے اللہ پاک کے یہاں سے عزت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس میں دو چیزیں ارشاد فرمائی گئی ہیں اور دو ہی چیزیں دراصل ضرورت ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر آپ رائفل سے فائر کر کے گولی ایک خاص نشانے تک پہنچانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے آپ کو دو چیزوں کی ضرورت ہوگی۔ ایک یہ کہ اس کارتوس اور گولی میں مواد صحیح ہو جو آپ استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ اس کو رائفل میں خاص طریقے سے ڈال کر چلائیں تب تو اس سے شیر بھی ہلاک ہو جائے گا ورنہ اس سے ایک بلی بھی نہیں مر سکتی۔ پس اللہ پاک کے یہاں جو چیز پہنچنے کے قابل ہے وہ ہے "اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ"۔ "پاکیزہ کلمات"، جس کا سب سے اہم فرد کلمہ توحید ہے۔ اور ابن عباسؓ نے "اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ" سے کلمہ ایمان ہی مراد لیا ہے۔ اور اس کے ساتھ قرآن و سنت کے وہ تمام کلماتِ طیبات بھی جو اللہ اور اس کے رسول کے ارشادہ فرمودہ ہیں۔ اور یہی کلمہ طیب اساس و بنیاد ہے نورِ ایمان و یقین کی۔ اور اس پاکیزہ کلام "اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ" کو اوپر اٹھانے والی اور اللہ پاک کے حضور پہنچانے والی چیز نیک عمل ہے جس میں سب سے پہلے ایمان و یقین ہے۔ اور اس کے بعد تمام اعمال و عبادات۔ پس پاکیزہ کلام اور عملِ صالح یعنی ایمان و یقین اور عمل و کردار میں جو کوئی جتنا بھی بڑھتا جائے گا اتنا ہی اللہ پاک کے یہاں اجر و ثواب اور عزت و مقام حاصل کرتا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک کی وہ تمام محبوب و مقدس ہستیاں جنہوں نے اس نسخے کو اپنایا وہ ایسی انمٹ عزت و عظمت سے مشرف و سرفراز ہوئیں کہ سینکڑوں ہزاروں برس گزر جانے پر بھی آج تک ان کا نام عزت و عظمت اور عقیدت و محبت سے لیا جاتا ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اس مقام سے متعلق مزید تفصیل انشاء اللہ اپنی مکمل اور مفصل تفسیر میں عرض کریں گے اگر اللہ پاک کی طرف سے توفیق و عنایت شامل حال رہی۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ وَهُوَ الْمُيَسِّرُ لِكُلِّ عَسِيْرٍ وَالْمُوَفِّقُ لِكُلِّ رُشْدٍ وَّصَوَابٍ۔

بہر کیف سچی اور حقیقی عزت سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ایمان اور عملِ صالح ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۲۵ حق کے مقابلے میں بری چالیں چلنے والوں کیلئے بڑا برا انجام :۔ کہ ایک طرف تو ایسے لوگوں کیلئے بڑا سخت عذاب ہوگا اور دوسری طرف انکی ان چالوں سے کچھ بگڑے گا نہیں بلکہ حق باقی و غالب رہے گا اور باطل ہر طرح سے سر ٹکرانے کے باوجود خائب و خاسر ہوگا۔ چنانچہ تاریخ اور واقعات نے اس کی عملی تصدیق کر دی۔ نورِ توحید پھیلا۔ حق کا جھنڈا لہرایا اور باطل سرنگوں ہوا۔ والحمدللہ ربّ العالمین۔ سو اس طرح کی چالیں چلنے والے اصل میں اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اور اپنے لیے برے انجام اور عذابِ شدید کا سامان کرتے ہیں جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ کیونکہ حق ایک ایسی متاعِ مشترک ہے جو سب کی صلاح و فلاح کا ذریعہ و وسیلہ اور انکی بقا کا کفیل و ضامن ہے۔ پس اگر کوئی اسکی مخالفت کرتا ہے تو وہ خود اپنی ہی آنکھیں پھوڑتا اور خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑا مارتا ہے۔ سو حق کے خلاف بری چالیں چلنے والوں کا انجام بڑا برا ہے کہ ان کے لیے بڑا سخت عذاب بھی ہے۔ اور انکی چالیں بھی نابود ہونگی کہ آسمان پر تھوکا خود انسان کے اپنے ہی منہ پر آ لگتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ حق کے مقابلے میں چالیں چلنے والوں کا انجام بہت برا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم من زیغ و ضلال و سوء و انحراف ۔

۲۶ خود اپنی جانوں میں غور و فکر کی دعوت :۔ سو اس سے کفر و شرک کی تردید کے خود اپنی جانوں میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ سو کفر و شرک اور دوسرے توہمات کی تردید کے خود اپنی جانوں میں غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ''اور اللہ ہی نے پیدا فرمایا تم سب کو۔ اے لوگو! ۔ مٹی سے کہ ایک تو تمہارے جدِ امجد حضرتِ آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا گیا اور دوسرے جس خوراک سے تمہارا مادۂ تولید بنتا ہے وہ بھی اسی مٹی سے حاصل ہوتی ہے۔ تو اس طرح بھی بالواسطہ تمہاری تخلیق و پیدائش اسی مٹی سے ہوتی ہے۔ اب دیکھو کہاں یہ بے حس اور بے جان مٹی اور کہاں اس سے وجود پذیر ہونے والا اور بننے والا یہ انسان، جس کو اشرف الخلائق کے شرف و اعزاز سے نوازا گیا؟ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ سو جب تمہاری اس تخلیق اور وجود پذیری میں کوئی اسکا شریک و سہیم نہیں، تو پھر اسکی عبادت و بندگی میں کوئی اسکا شریک و سہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس جب خالق و مالک وہ وحدہ لاشریک ہے تو ہر قسم کی عبادت و بندگی بھی اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے، سبحانہ وتعالیٰ۔ سو کفر و باطل اور مختلف قسم کی شرکیات میں مبتلا لوگ اگر خود اپنے وجود اور اپنی جانوں میں غور و فکر سے کام لیں تو ان کو کفر و شرک کے ان تمام اندھیروں سے نجات نصیب ہو سکتی ہے۔ سو انسان سوچے اور غور کرے کہ اس کو وجود کس نے بخشا؟ نیست سے ہست کس نے کیا؟ اس کو اس کی بقاء کے لیے درکار اس کے جسم کے اندر اور اس سے باہر کی ان عظیم الشان اور گوناگوں نعمتوں سے سرفراز و مالا مال کس نے فرمایا؟ تو اس سے اس کو ایمان و یقین کی روشنی نصیب ہو سکتی ہے اور اس کے کفر و شرک کے تمام اندھیرے یکسر چھٹ سکتے ہیں اور وہ دل و جان سے اپنے خالق و مالک حقیقی کے حضور جھک سکتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید وعلی ما یُحِبُّ و یرید۔

جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا

اس نے تمہیں کر دیا جوڑے جوڑے ۲۷ اور (اس کے علم کا یہ عالم ہے کہ) نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے، اور نہ بچہ جنتی ہے، مگر

بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ

یہ سب کچھ اس کے علم میں ہوتا ہے ۲۸ اور (اسی طرح) نہ کوئی عمر پاتا ہے عمر پانے والا اور نہ کچھ کم کیا جاتا ہے اس کی عمر میں سے

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا

مگر یہ کہ یہ سب کچھ (ثبت و مندرج) ہے ایک عظیم الشان کتاب میں ۲۹ بلاشبہ یہ سب کچھ اللہ کے لئے بہت آسان ہے ۳۰ ﴿۱۱﴾ اور

۲۷ پھر اسی نے بنایا تم سب کو جوڑے جوڑے: - اور اس قدر پر حکمت طریقے سے کہ ہر جوڑے کے ایک فرد کی طبعی، نفسی اور فطری ضرورتوں کی تکمیل کے سامان کو بتمام و کمال دوسرے میں ودیعت فرما دیا گیا اور اس پر حکمت طریقے سے کہ ہر ایک کی زندگی دوسرے کے بغیر ناقص و ناتمام ہے۔ اور ہر ایک کا سکون و اطمینان دوسرے کے بغیر مفقود و عنقا ہے اور پھر معاشرے کو اس سے ملنے والے بے شمار فوائد الگ ہیں۔ سو تم لوگ سوچو اور غور کرو اور خود اپنے جسم و جان کے اندر پائے جانے والے اسکے ان دلائل و براہین کے بارے میں سوچو اور غور کرو۔ اور اگر تم لوگ اپنی جان اور اپنے جسم و جان کے اس عظیم الشان مدرسہ ہی میں غور کرو تو تمہیں اسکی قدرت و حکمت اور رحمت و عنایت کے ایسے عظیم الشان دلائل اور براہین نظر آئیں گے کہ تم دل و جان سے اسکی عظمتوں کے آگے جھک جھک جاؤ۔ مگر مشکل یہی ہے کہ تم لوگ اس بارے صحیح طور پر سوچتے ہی نہیں ہو۔ ورنہ اپنے جسم و جان کے اس عظیم الشان اور حکمتوں بھرے مدرسے ہی سے تمہیں سب کچھ مل جائے۔ تمہارے دل و دماغ روشن ہو جائیں اور راہِ حق و حقیقت تمہارے سامنے پوری طرح روشن ہو جائے۔ ﴿وَفِي الْاَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ - (الذاریات: ۲۰-۲۱) یعنی زمین میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے اور خود تمہاری جانوں میں بھی۔ تو کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو؟ یعنی تم لوگوں کو دیکھنا اور سوچنا چاہیے اور تم کو اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیے۔ اور اگر تم لوگ اس بارہ صحیح طریقے سے غور و فکر کرو گے تو ایمان و یقین کی اس دولت سے لبریز و سرشار ہو جاؤ گے جو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز کرنے والی اور بے مثال دولت ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید وعلی ما یحبُّ ویرید۔

۲۸ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کے ایک نمونے اور مظہر کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اسکے علم میں ہے"۔ پس ایسی عالمِ مطلق ذاتِ اقدس و اعلیٰ کو دنیاوی بادشاہوں سے تشبیہ دینا اور ان پر قیاس کر کے اسکے لئے طرح طرح کے وسیلے گھڑنا اور واسطے فرض کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ جس طرح کہ آج کل کے اہل بدعت کا کہنا اور ماننا ہے؟ اور اس طرح یہ لوگ اللہ پاک کے لئے طرح طرح کے من گھڑت واسطے اور وسیلے گھڑتے اور ثابت کرتے ہیں۔ ﴿فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ - اسی لئے قرآنِ حکیم نے اس طرح کی مثالیں گھڑنے سے صاف اور صریح طور پر منع فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ - (النحل:

۴۷)۔ سو اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کے کچھ مظاہر کو پیش فرمایا گیا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ وہی ہے جو پوری طرح جانتا ہے کہ کونسی مادہ کب حاملہ ہوتی ہے، اور یہ کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے۔ بچہ ہے یا بچی۔ اور یہ کہ وہ اس کو کب اور کس شکل میں جنے گی۔ سو کوئی چھوٹا سے چھوٹا واقعہ بھی ایسا نہیں جو اس کے علم سے باہر ہو۔ تو پھر ایسی ذاتِ اقدس واعلیٰ کا کوئی شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟۔ اور اس کو کسی کو شریک بنانے کی آخر ضرورت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ سو۔ ﴿اِلَّا بِعِلْمِہٖ﴾۔ کے ارشاد سے مشرکین کے ایسے تمام توہمات کی جڑ نکال دی گئی۔ سو علم کی روشنی بڑی ہی عظیم الشان اور بے مثال روشنی ہے اور علم سے مراد وہی علم ہے جو سرچشمۂ وحی سے پھوٹتا ہو، کہ اصل اور حقیقی بہر حال وہی اور صرف وہی ہے، فالحمد للہ رب العالمین المنزہ عن کل شائبۃ من شوائب الکفر والشرک ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۹ سب کچھ ایک کتاب میں مندرج ہے: ۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ صرف یہی نہیں کہ یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے، بلکہ یہ سب کچھ ثبت ومندرج ہے ایک عظیم الشان کتاب میں۔ یعنی لوحِ محفوظ میں۔ (جامع البیان، فتح القدیر، صفوۃ التفاسیر، اور معارف القرآن وغیرہ)۔ جو ہر طرح سے محفوظ ہے، اور جس کی حقیقت اللہ پاک ہی کو معلوم ہے۔ پس اہلِ بدعت کے بعض بڑوں کا یہ کہنا کہ اللہ والے لوحِ محفوظ کو اور اس میں جو کچھ ہے اسے بھی جانتے ہیں، دعویٰ بلا دلیل اور قولِ مردود ہے۔ اور یہ خود لفظِ "محفوظ" کے مقتضیٰ کیخلاف ہے۔ کیونکہ "محفوظ" کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ جو ہر طرح سے محفوظ ہو۔ بہر کیف اس سے اوپر والے مضمون کی مزید تاکید وتوثیق فرما دی گئی کہ اس کے احاطہ علم سے کوئی بھی چیز باہر نہیں۔ وہ صرف کلیات ہی کا عالم نہیں بلکہ جزئیات کو بھی جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے۔ سو کامل، جامع، اور محیط علم اسی اور صرف اسی وحدہٗ لاشریک کا ہے۔ اور اسی کی طرف سے اور وحی کے ذریعے ملنے والا علم ہی وہ علم ہے جو انسان کیلئے دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کی راہیں روشن کرتا ہے۔ اسکے بغیر اور اس سے کٹ کر ملنے والا علم اس شان کا ہو سکتا ہی نہیں، اور نہ ہی وہ انسان کو اندھیروں سے نکال سکتا ہے۔ ایسے علوم کا تعلق صرف مادہ اور معدہ سے ہے، اور بس،

۳۰ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان، اور اس کے ایک تقاضے کا ذکر وبیان: ۔ سو اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان اور اس کے ایک تقاضے کی طور پر ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ یہ سب کچھ اللہ کیلئے بہت آسان ہے۔ یعنی تم لوگوں کو اپنے محدود علم وقدرت کے اعتبار سے خواہ یہ کتنا ہی بعید کیوں نہ لگے مگر اللہ پاک کے لئے یہ اس کے لامحدود وبے مثال علم وقدرت کے اعتبار سے بہت ہی آسان ہے۔ جل جلالہ وعز سلطانہ سبحانہ وتعالیٰ۔ انسان چونکہ اپنے محدود علم وادراک کے اعتبار سے ہی سوچتا ہے اور سوچ سکتا ہے اس لیے وہ محض اپنی عقل وفکر کے زور پر اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کا پوری طرح احاطہ وادراک کرنے سے عاجز اور قاصر ہے۔ اس لیے وہ اس وحدہ لاشریک کیلئے طرح طرح کے شریک تلاش کرتا ہے جس سے وہ راہِ حق وہدایت سے اور بھی دور ہوتا جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ان تمام حالات کو جاننا اور تنِ تنہا اس پوری کائنات کو چلانا اور اس پر کنٹرول کرنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ اسکا علم اور اسکی قدرت لامحدود ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس جن لوگوں نے اس وحدہ لاشریک کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے اس کے لیے طرح طرح کے خود ساختہ اور من گھڑت وسیلے اور واسطے گھڑے اور وہ طرح طرح کی شرکیات میں مبتلاء وملوث ہوئے وہ سراسر گمراہی اور اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ اور اس طور پر کہ وہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتے مگر ان کو اپنی محرومی کا شعور واحساس ہی نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم

يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ

برابر نہیں ہو سکتے پانی کے یہ دونوں عظیم الشان ذخیرے، ایک تو میٹھا، پیاس بجھانے والا، اور خوشگوار (ولذیذ) ہے پینے میں،

وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ

اور دوسرا سخت کھاری، حلق چھیل دینے والا، اور ہر ایک سے تم لوگ تازہ گوشت بھی کھاتے ہو، ۳۱ اور

تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ

وہ زیور بھی نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو، ۳۲ اور اسی پانی میں تم وہ (دیوپیکر) جہاز بھی چلتے دیکھتے ہو،

۳۱ **شرک کی تردید اَضداد میں سازگاری کے پہلو سے:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "باہم برابر نہیں ہو سکتے پانی کے دو عظیم الشان ذخیرے"۔ ان میں سے ایک میٹھا، پیاس بجھانے والا جو خوشگوار۔ اور لذیذ۔ ہے پینے میں اور دوسرا سخت کھاری حلق چھیل دینے والا۔ اور ان میں سے ہر ایک سے تم لوگ تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ یعنی مچھلی۔ جسے ذبح کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لئے اسے لحم فرمایا گیا کہ وہ تو بنا بنایا اور تیار و تازہ گوشت ہے۔ والحمد للہ رب العلمین۔ سو میٹھے اور کھاری پانی دونوں کے یہ عظیم الشان ذخیرے جو اپنی ظاہری صفات و خصوصیات کی بنا پر ایک دوسرے سے یکسر مختلف اور اس کی ضد ہیں۔ دونوں برابر موجود ہیں اور انسان کی طرح طرح کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان قدرت کی طرف سے ایک ایسی آڑ حائل ہے کہ ان دونوں میں سے کسی کی یہ مجال نہیں کہ وہ دوسرے پر غالب آ کر اس کے مزاج اور اس کی نوعیت کو بدل دے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴾۔ (الرحمٰن:۱۹-۲۰)۔ سو اَضداد کے اندر پائی جانے والی یہ پُر حکمت سازگاری اور موافقت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس کائنات پر ایک ہی ارادہ و قدرت کا کنٹرول اور اسی کی حکمرانی ہے۔ کسی اور ہستی کا اس میں کوئی عمل دخل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔ سو وہی ہے اللہ وحدہ لاشریک جو اس ساری کائنات کا خالق و مالک بھی ہے اور اس میں حاکم و متصرف بھی ہے۔ پس وہی معبود برحق ہے، سبحانہ وتعالیٰ۔

۳۲ **سامانِ زیب وزینت کی عنایت کا ذکر و بیان:** سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اس مالک الملک نے غذا کی ضرورت کے ساتھ ساتھ تمہارے لیے سامانِ زیب وزینت کا بھی انتظام فرمایا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تمہاری غذائی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے تازہ گوشت کے علاوہ ان ہی میں سے تم لوگ وہ زیور بھی نکالتے ہو جسکو تم پہنتے ہو"۔ یعنی مونگے اور موتی وغیرہ جن کو تمہاری عورتیں پہنتی ہیں۔ مگر وہ چونکہ تمہارے ہی لئے پہنتی ہیں اور انکی وہ زیب وزینت تمہارے ہی سرور کا ذریعہ بنتی ہے اس لئے گویا ان کو تم نے خود پہنا۔ سو یہ اس وحدہ لاشریک کی قدرتِ مطلقہ اور اسکی وحدانیت کا ایک بڑا اور کھلا ثبوت ہے۔ کیونکہ کائنات میں موجود ان اَضداد کے اندر پائے جانے والے اس پُر حکمت توافق سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے اوپر ایک ہی قوتِ قاہرہ کی حکومت کارفرما ہے۔ اسی کا اس پوری کائنات پر اور اس کی تمام چیزوں پر کنٹرول ہے۔ اور اسی قادرِ مطلق نے طرح طرح کی ان اَضداد کو اس قدر پُر حکمت طریقے سے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو یہ سب کچھ اس کی قدرت وحکمت، رحمت وعنایت اور اس کی وحدانیت مطلقہ کا کھلا ثبوت ہے۔ جل وعلا شانہٗ

مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

جو اس کو چیرتے ہوئے جاتے ہیں ؎۳۳ تا کہ تم لوگ تلاش کر سکو اس کے فضل سے (اپنی روزی،) ؎۳۴ اور تا کہ تم شکر گزار بنو، ﴿۱۲﴾

۳۳ **جہاز رانی کی نعمت میں غور و فکر کی دعوت:-** سو ارشاد فرمایا گیا "اور اسی پانی میں تم طرح طرح کے۔ دیو پیکر۔ جہازوں کو رواں دواں دیکھتے ہو"۔ "فلک" کے اصل معنیٰ چیرنے پھاڑنے اور چھیلنے تراشنے کے آتے ہیں۔ اور کشتی و جہاز چونکہ پانی کو چیرتے پھاڑتے اور اس کی ساکن سطح کو چھیلتے تراشتے اور اچھالتے ابھارتے جاتے ہیں اس لئے ان کو "فلک" کہا جاتا ہے۔ "لانَّها تَسفُنُ الماءَ كَانَّهَا تقشِرُهٗ كما تمخره-" (الکشاف: ج۳ ص۳۰۴)۔ مگر عام طور پر چونکہ اس کے معنیٰ کشتی سے کئے جاتے ہیں جس سے خیال ہونے لگتا ہے کہ شاید یہ لفظ صرف کشتی ہی کے لئے موضوع ہے، بحری جہاز اس میں داخل نہیں۔ حالانکہ وہ اس کے اولین مصداق ہیں کیونکہ ان بڑے بڑے قوی ہیکل اور دیو پیکر جہازوں میں یہ معنیٰ زیادہ اور واضح طور پر پایا جاتا ہے۔ اس لئے ہم نے اپنے ترجمہ میں اسی کی رعایت رکھنے کی کوشش کی ہے۔ والحمد للہ۔ بہر کیف اس ارشادِ ربانی میں قدرت کی ان بعض بحری نعمتوں کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے جن سے انسان طرح طرح سے اور لگاتار مستفید و فیضیاب ہوتا ہے اور دن رات مستفید و فیضیاب ہوتا ہے۔ لیکن حضرتِ واہبِ مطلق کی ان عظیم الشان اور گوناگوں عنایات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جن سے وہ قدم قدم پر مستفید ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ تم ان عظیم الشان نعمتوں کو دیکھو اور اپنے خالق و مالک کا شکر بجالاؤ تا کہ اس طرح خود تمہارا بھلا ہو۔ سو شکرِ نعمت اس واہبِ مطلق۔ جل وعلا۔ کا حق بھی ہے جو اس کے بندوں پر اس ضمن میں عائد ہوتا ہے، اور اسی میں بندوں کا بھلا بھی ہے۔ دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور اَبدی جہاں میں بھی، جو اس دنیا کے بعد آنے والا جہاں ہے۔ سو جہاز پانی کی اس صنعت میں صحیح طور پر غور و فکر سے کام لینے والوں کیلئے عظیم الشان درسہائے عبرت و بصیرت ہیں۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۳۴ **بندوں کے اسبابِ رزق و روزی میں دعوتِ غور و فکر:-** سو اس سے بندوں کے رزق و روزی کے انتظام میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس نے طرح طرح کے ان جہازوں کو تمہارے لیے مسخر فرما دیا جو سمندروں کی موجوں اور ان کے سینوں کو چیرتے ہوئے جاتے ہیں تا کہ اس طرح تم ایک سے دوسری جگہ تک کا سفر کر سکو اور تا کہ اس طرح تم تلاش کر سکو اسکے فضل میں سے۔ اور بحری جہاز سامان کے نقل و حمل کے لئے کل کی طرح آج بھی سب سے بڑا اور اہم ذریعہ ہیں اور اس سے کتنے ہی لوگوں کی طرح طرح سے روزی وابستہ ہے۔ فالحمد للہ۔ یہاں پر بھی روزی کو فضل یعنی "مہربانی" کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ روزی کچھ تمہاری تگ و دو اور دوڑ دھوپ کی رہینِ منت نہیں بلکہ اس کا مدار و انحصار محض اللہ پاک کی عنایت اور اس کی بخشش و مہربانی پر ہے۔ پس کوشش تو تم لوگ بے شک کرو اور بھرپور طریقے سے کرو مگر بھروسہ ہمیشہ اللہ ہی پر رہے کہ ملے گا وہی جو اس قادرِ مطلق کو منظور ہوگا کہ یہ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے۔ اور وہی ہے فضل فرمانے والا روزی رساں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو تم لوگ اگر کائنات میں پائے جانے والے ان اَضداد کی باہمی سازگاری اور اس کے توافق پر صحیح طریقے اور سچے دل سے غور کرو تو تمہارے سامنے یہ حقیقت پوری طرح روشن اور واضح ہو جائے کہ اس پوری کائنات پر ایک ہی خدائے قادر و قیوم کی حکومت ہے۔ اسی نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے اس پوری کائنات کو وجود بخشا اور وہی اس کو چلا رہا ہے۔ سو وہ ہر خوبی و کمال کا مالک اور ہر قسم کے شرک اور نقص و عیب سے پاک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ

وہ داخل کرتا ہے (حد درجہ پابندی اور باریکی کے ساتھ) رات کو دن میں، اور دن کو رات میں ۳۵ اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

اسی نے کام میں لگا رکھا ہے سورج اور چاند (کے ان دو عظیم الشان کروں) کو ۳۶ ہر ایک چلے جا رہا ہے (پوری پابندی کے ساتھ)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

ایک وقت مقرر تک یہ ہے اللہ ۳۷ رب تم سب کا، (اے دنیا جہاں کے انسانو!) اسی کے لئے ہے بادشاہی ۳۸ اور اس کے سوا جن کو

مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝۱۳ اِنْ تَدْعُوْهُمْ

تم لوگ (پوجتے) پکارتے ہو ۳۹ وہ گٹھلی کے چھلکے تک کے بھی مالک نہیں ۴۰ (۱۳) اگر تم ان کو پکارو

۳۵ **رات دن کے ادلنے بدلنے میں دعوتِ غور و فکر:** - سو ارشاد فرمایا گیا "وہی داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو داخل کرتا ہے رات میں"۔ جس سے کبھی رات بڑی کبھی دن اور کبھی اس کے برعکس۔ سو یہ اس کی قدرت کی ایک عظیم نشانی ہے جسے تم لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور ہمیشہ دیکھتے ہو۔ لیکن سوچتے اور غور نہیں کرتے کہ یہ کس کی قدرتِ بے پایاں اور حکمتِ بے نہایت کا کرشمہ ہے۔ نیز دن رات کی اس آمد و رفت اور ادلنے بدلنے میں یہ عظیم الشان اور انقلاب آفریں درس بھی ہے کہ وہ خالق و مالک ہر لحظہ اپنی مخلوق اور اپنی اس عظیم الشان کائنات کی تدبیر فرماتا اور اس کی نگرانی میں لگا ہے - سبحانہ و تعالیٰ - مگر تم لوگ پھر بھی اس سے سبق نہیں لیتے۔ نیز اس میں تمہارے لیے یہ درسِ عظیم بھی ہے کہ دن رات کی ان دونوں ضدوں کا اس طرح تمہارے کام میں لگا رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات میں ایک ہی ارادہ کار فرما ہے۔ ورنہ ان اضداد کا اس طرح پر حکمت طریقے سے تمہارے کام میں لگے رہنا ممکن نہ تھا۔ سو وہی ہے اللہ جو اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور بلا شرکتِ غیرے اس میں حاکم و متصرف ہے - سبحانہ و تعالیٰ - سو رات اور دن کے یہ دونوں ہی سلسلے جو تمہاری معیشت و معاشرت اور تمہارے سکون و راحت کے لیے از بس ضروری ہیں اسی قادرِ مطلق کی قدرتِ مطلقہ، حکمتِ بالغہ اور رحمت و عنایتِ شاملہ کا نتیجہ و ثمرہ ہیں۔ اور سورج و چاند کے یہ دونوں عظیم الشان کرے تمہارے خادم ہیں۔ سو کس قدر بہکے بھٹکے اور عقل کے دشمن اور مت کے مارے ہیں وہ لوگ جو اپنے خالق و مالکِ حقیقی سے منہ موڑ کر سورج، چاند جیسے اپنے ان ہی خادموں کی پوجا کرتے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنے حفظ و امان میں رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا اکرم الاکرمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۳۶ **تسخیرِ شمس و قمر کا مطلب اور اس کا تقاضا؟:** - سو ارشاد فرمایا گیا "اور اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے سورج اور چاند - کے ان عظیم الشان کروں - کو"۔ جو نہایت پابندی کے ساتھ آتے جاتے اور تمہارے کام میں لگے ہوئے

ہیں۔ نہ کبھی خراب ہوں نہ کام سے رکیں نہ اصلاح و مرمت کی کبھی ضرورت پڑے۔ اور یہی مطلب ہے ان کی تسخیر کا کہ اللہ پاک نے اپنے ارادۂ و قدرت اور حکمت و عنایت سے ان کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ وہ مطلب نہیں جو آج کا بر خود غلط انسان لیتا ہے کہ ہم نے چاند کو مسخر کر لیا کہ اس پر آدمی اتار دیا۔ کیونکہ تسخیر کے معنیٰ یہ ہوتے ہیں کسی چیز کو کسی کے ارادے کے تابع کر دیا جائے۔ تو کیا یہ انسان ضعیف البنیان اس کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ چاند اس کے ارادے کے تابع ہو گیا ہے؟ کیا یہ چاند کی رفتار اور اس کے نظام میں کوئی تبدیلی کر سکتا ہے؟ اس مسکین کی حیثیت تو اس مکھی و مچھر کی سی ہے جو کسی ہاتھی کی پیٹھ پر بیٹھ کر کہے کہ میں نے اس کو مسخر کر لیا ہے۔ بلکہ اس کی حیثیت تو اس سے بھی کمزور اور گئی گزری ہے کہ وہ تو ہاتھی کی پیٹھ پر جب چاہے آسانی سے بیٹھ سکتا ہے، اور بغیر کسی خارجی چیز کی ضرورت اور مدد کے۔ اور جب چاہے، جیسے چاہے، اور جہاں چاہے بیٹھ سکتا ہے۔ اکیلا بیٹھے یا اپنی برادری کے کسی گروہ اور لشکر کے ساتھ بیٹھے۔ جبکہ انسان ان میں سے کسی چیز پر بھی اختیار نہیں رکھتا۔ تو پھر یہ قاصر الفہم اور کوتاہ دست انسان کس طرح اور کس منہ سے یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ ہم نے چاند کو مسخر کر لیا؟ سو سورج اور چاند کے یہ عظیم الشان کرے دراصل تمہارے خادم ہیں اے لوگو جنکو تمہارے خالق و مالک نے اس قدر پُر حکمت طریقے سے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جس کا تقاضا یہ تھا اور یہ ہے کہ تم لوگ اسکے حقِ شکر میں اپنے اس خالق و مالک کے حضور دل و جان سے جھک جھک جاتے اور اسی وحدہ لاشریک کی عبادت و بندگی سے سرشار ہو جاتے۔ مگر تم ہو کہ غفلت میں پڑے ہو۔ اور کتنے ہی عقل کے اندھے اور مت کے مارے ایسے ہیں جو الٹا اپنے انہی خادموں کی پوجا کرتے اور ذلت پر ذلت اٹھاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت و تباہی کے انتہائی ہولناک گڑھے میں ڈال رہے ہیں، اور ان کو اس کا احساس بھی نہیں کہ یہ کس ہاویے میں گرتے جا رہے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ اور ہر طرح سے محفوظ رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین۔

۳۷ رب کی معرفت اس کی کائنات میں غور و فکر کے ذریعے: - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ رب کی معرفت سے سرشاری کا ایک اہم طریقہ اسکی کائنات میں غور و فکر ہے۔ اور غور و فکر بھی صحیح طریقے سے اور صحیح خطوط پر۔ سو اوپر کے دلائل اور ساری بحث کا خلاصہ اور نتیجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ہے اللہ، رب تم سب کا - اے دنیا جہاں کے انسانو! - یعنی جس کی یہ اور یہ صفات ہیں وہی اللہ خالق و مالک برحق ہے۔ تو پھر تم لوگ اس کے سوا اوروں کو کیوں پوجتے پکارتے ہو؟ کیا ان میں سے کسی میں بھی ایسی کوئی صفت تم دکھا سکتے ہو؟ جب نہیں اور یقیناً و ہرگز نہیں تو پھر ان کو معبود بنانے کا آخر کیا جواز ہو سکتا ہے؟ سو معبودِ برحق وہی وحدہ لاشریک ہے اور بس - سبحانہ وتعالیٰ - سو اس ارشادِ ربانی سے یہ واضح فرما دیا گیا کہ رب کی معرفت سے سرشاری و سرفرازی کا اصل اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسکی اس عظیم الشان کائنات اور گونا گوں مخلوق میں غور و فکر سے کام لیکر اسکو پہچانا جائے۔ اور یہی مقصود ہوتا ہے کائنات میں غور و فکر سے کام لینے کا کہ اس سے انسان اس کائنات کے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرے۔ تاکہ اس طرح اسکی زندگی صحیح راہ پر آ سکے - وباللہ التوفیق - بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ ہے اللہ رب تم سب کا اے لوگو یعنی جس کی شانوں، حکمتوں، اور قدرتوں، کے یہ عظیم الشان نمونے اور مظاہر تم لوگ اس کائنات میں ہر طرف پھیلے بکھرے دیکھتے ہو - سبحانہ وتعالیٰ - سو مخلوق میں غور و فکر سے خالق کی معرفت سے سرفرازی حاصل کی جا سکتی ہے، لیکن یہاں پر یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ یہ

معرفتِ خداوندی کا پہلا مرحلہ ہے۔ یعنی یہ کہ خدا وہ ہے جس نے ایسی اور ایسی حکمتوں بھری کائنات پیدا فرمائی لیکن اس سے آگے بڑھ کر دوسرا مرحلہ اس کا یہ ہے کہ وہ خدا کیسا ہے؟۔ اسکی صفات کیا ہیں؟ اور اس کے حقوق و اختیارات کیا ہیں؟ وہ راضی کس سے ہوتا ہے اور ناراض کس سے؟۔ اس کی عبادت اور اس کے حقوقِ بندگی کی ادائیگی کا طریقہ کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسے تمام سوالات کا جواب وحیِ خداوندی ہی سے مل سکتا ہے کہ یہ مرحلہ عقل وفہم سے بالا ہے۔ سو اس کو ویسے ہی مانا جائے جیسا کہ وہ اپنے بارے میں خود بتائے یا جیسا کہ اسکے بارے میں اس کا رسول بتائے۔ اور بس،

۳۸ بادشاہی اور حکمرانی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، سبحانہ وتعالیٰ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''اسی کیلئے ہے بادشاہی''۔ یعنی حقیقی اور دائمی بادشاہی۔ کامل ومکمل اور زمین وآسمان کی اس پوری کائنات کی بادشاہی۔ اسی کے لئے اور صرف اسی وحدہ لاشریک کے لئے ہے۔ سو جب خالق و مالک بھی وہی ہے متصرف وکارساز بھی وہی بادشاہِ حقیقی بھی وہی۔ اور سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے۔ تو پھر اس کے سوا حاجت روا ومشکل کشا اور کون ہوسکتا ہے؟ سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس قدر بہکے بھٹکے ہیں وہ لوگ جو اس وحدہ لاشریک کی اس حکومت و بادشاہی میں مافوق الاسباب طور پر دوسری طرح طرح کی ایسی فرضی اور وہمی ''سرکاریں'' بناتے ہیں جن کی نہ کوئی اصل ہے نہ اساس سوائے اوہام وخرافات کے مختلف پلندوں کے۔ اور انہوں نے ''کانواں والی سرکار''، ''بلیوں والی سرکار'' اور ''کمبل والی سرکار'' وغیرہ مختلف ناموں سے طرح طرح کی ایسی خودساختہ ''سرکاریں'' گھڑ رکھی ہیں جہاں طرح طرح کی شرکیات کا بازار گرم ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا اور حصر وتاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ یہی ہے اللہ جو رب ہے تم سب کا، اور اسی کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات میں۔ اور سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ اور اس کے سوا جن کو تم لوگ پکارتے ہو وہ ذرہ برابر کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے۔ تو پھر ایسے میں اس قادر مطلق خالق و مالک کے سوا ایسی بے اختیار اور بے حقیقت چیزوں کو پوجنا پکارنا کتنی بڑی حماقت اور کس قدر سخت محرومی ہے۔ والعیاذُ باللہ جل وعلا من کل زیغٍ وَّ ضلال، و سوءٍ وّانحراف.

۳۹ ''مِنْ دُوْنِـهٖ'' سے مراد؟ اور بعض اہلِ بدعت کی ایک تحریف کا جواب: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جن کو تم لوگ اسکے سوا پوجتے پکارتے ہو وہ ذرہ برابر کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے''۔ خواہ وہ کوئی لکڑی پتھر کا بت ہو یا کوئی خودساختہ قبر و آستانہ اور خواہ کوئی جن وفرشتہ ہو یا کوئی زندہ یا فوت شدہ انسان۔ غرضیکہ جس کسی کو بھی خدائی اختیارات کا حامل قرار دے کر مافوق الاسباب طور پر پوجا پکارا جائے وہ اس میں داخل ہے کہ ﴿ من دونه ﴾ ۔ اس کے سوا ۔ کا عموم ان سب کو شامل و محیط ہے۔ اور جمہور علماء ومفسرینِ کرام بھی یہی فرماتے ہیں۔ چنانچہ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ ''مِنْ مَّلَكٍ اَوْ صَنَمٍ''۔ (جامع البیان: ج ۲ ص ۱۸۸)۔ ''كَالْمَلٰئِكَةِ وَ الْجِنِّ وَ الاَنْبِيَاءِ وَالشَّيَاطِيْنِ''۔ (القرطبی: ج ۱۳ ص ۳۳۶) ۔ ''وَهُمُ الاَصْنَامُ وَغَيْرُهَا وَكُلُّ شَيْءٍ دُوْنَهٗ التى هى على صورة من تزعمون من الملئكة المقربين و غيرهم''۔ (ابنِ کثیر)۔ ''وهم الملئكة و الجن و الشياطين''۔ (فتح القدیر) پس اہلِ بدعت کا یہ کہنا کہ ﴿مِنْ دُوْنِهٖ﴾ سے مراد صرف بے جان بت ہیں، باطل ومردود ہے۔ اور اہلِ بدعت کے ایک بڑے تحریف پسند نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت حضور کا زمانہ تھا۔ بتاؤ کون صحابی نبیوں ولیوں کو پکارتے تھے اور مشرک

تھے۔ کیونکہ ﴿تدعون﴾ حال ہے۔ تمہاری تفسیر پر تمام صحابہ مشرک ہوئے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ۔ دیکھا شرک و بدعت کی نحوست سے کس طرح انسان کی مت ماری جاتی ہے، اور وہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ اچھا تم یہ بتادو کہ کون صحابی ایسے تھے جو بتوں کو پکارتے تھے۔ کیونکہ بتوں کو تو تم بھی اس کا مصداق مانتے ہو۔ کیا حضراتِ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے لئے اس طرح کا کوئی تصور بھی کیا جاسکتا ہے؟۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔ حالانکہ یہاں خطاب صحابہ کرام سے نہیں کہ وہ ایسے قدسی صفت اور پاکیزہ انسان تھے کہ ان کے بارے میں ایسا کوئی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ان کے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو پکارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہاں پر خطاب مشرکوں سے ہے خواہ وہ اس وقت کے ہوں یا آج کے ہوں۔ یا اس کے بھی بعد کے ہوں۔ کیونکہ قرآنِ پاک قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے ہے۔ نہ کہ کسی خاص دور اور خاص طبقہ کے لئے۔ بلکہ اس کی ہدایت و راہنمائی قیامت تک کے سب زمانوں اور جملہ انسانوں کے لئے ہے۔ بس یہ ارشادِ ربانی عام اور سب لوگوں کو شامل ہے خواہ وہ لوگ لکڑی پتھر کے بتوں کو پوجتے پکارتے ہوں یا کسی جن و انسان اور فرشتہ کو یا کسی اور چیز کو جیسا کہ جمہور مفسرینِ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ جس سے متعلق چند حوالے ابھی اوپر بھی گزر چکے ہیں۔ یہاں پر یہ بات بھی واضح رہے کہ مشرکین بھی ہرایرے غیرے پتھر وغیرہ کو نہ تب پوجتے تھے اور نہ اب پوجتے ہیں۔ بلکہ وہ انہی خاص قسم کے پتھروں کی پوجا کرتے تھے اور کرتے ہیں جن کو وہ اپنے زعم میں کسی نبی ولی وغیرہ کی شکل پر بناتے ہیں۔ اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس بزرگ یا نبی اور ولی کا اس پتھر سے خاص تعلق ہوگیا ہے اور اس کی روح اس کے اندر آ گئی ہے۔ وہ اس میں حلول کرگئی ہے۔ اور یہ اب اس کا مظہر بن گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

۲۰ معبودانِ مِنْ دُوْنِ اللہ کی بے بسی کی تصویر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن کو تم لوگ اللہ کے سوا پوجتے پکارتے ہو وہ قطمیر کے بھی مالک نہیں"۔ "قطمیر" کہتے ہیں اس باریک قسم کے چھلکے کو جو کہ کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔ محاورے میں اس کو کسی شیٔ کی تقلیل اور تحقیر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ "هو لفافة النّواة ويضرب به المثل فى القلة و الحقارة"۔ (محاسن التاویل: ج ۱۴ ص ۴۶)۔ "وهو مثل يُضرب به فى القلة و الحقارة"۔ (صفوۃ التفاسیر: ج ۲ ص ۵۷۰)۔ سو مطلب یہ ہوا کہ جن کو تم لوگ اللہ کے سوا پوجتے پکارتے ہوا ے مشرکو وہ ذرہ برابر کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ نہ اس دنیا کی تخلیق و تکوین میں اور نہ اسکی بقا و تدبیر میں۔ تو پھر ایسی عاجز اور بے بس چیزوں کو اس خالقِ کل اور مالکِ مطلق کا شریک و سہیم قرار دینا اور انکو حاجت روا و مشکل کشا قرار دے کر پوجنا پکارنا کس قدر ظلم اور کتنی بڑی حماقت اور زیادتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اللہ وحدہ لاشریک کے سوا جس کسی مخلوق کو بھی مافوق الاسباب اور غائبانہ طور پر پوجا پکارا جائے گا وہ سب اس میں داخل ہے۔ اور سب شرک اور ممنوع ہے۔ اور اس کے لیے نہ کوئی دلیل ہے نہ ہوسکتی ہے، کہ اس وحدہ لاشریک کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہوسکتا ہے۔ تو پھر اس کے لیے کسی دلیل کا کیا سوال پیدا ہوسکتا ہے؟۔ چنانچہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾۔ (المؤمنون: ۱۱۷)۔ بہر کیف اس سے معبودانِ باطلہ کی بے بسی کی تصویر پیش فرما دی گئی ہے تاکہ مشرکوں کی آنکھیں کھل سکیں اور وہ شرک سے باز آسکیں۔ مگر جن کی مت ماری گئی ہو ان کو اس سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟۔ والعیاذ باللہ العظیم مِن كُلِّ زيغٍ وَضَلالٍ، وَ سُوءٍ وَّانحراف۔

لَا يَسْمَعُوا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۗ

تو وہ تمہاری پکار کو سن نہیں سکتے ف۴۱ اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو وہ تمہاری پکار کا کوئی جواب نہیں دے سکتے ف۴۲

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ

اور قیامت کے روز وہ صاف طور پر انکار کر دیں گے تمہارے اس شرک کا ف۴۳ اور تم کو کوئی خبر نہیں دے سکے گا (حق اور حقیقت کے بارے میں)

مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى

ایک انتہائی باخبر ہستی کی طرح، ف۴۴ ﴿۱۴﴾ اے لوگو تم سب محتاج ہو اللہ کے

اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ

اور اللہ ہی ہے جو ہر طرح سے بے نیاز، ہر تعریف کا حق دار ہے ف۴۵ ﴿۱۵﴾ وہ اگر چاہے تو لے جائے تم سب کو اور

۴۱ معبودانِ مِنْ دُوْنِ اللہ کسی کی پکار نہیں سن سکتے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر تم انکو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سن نہیں سکتے" کہ وہ جَمادِ لایعقل ہیں جیسے بت۔ یا وہ ایسی ہستیاں ہیں کہ فوق الاسباب طریقے سے مدد کرنا ان کے بس میں ہی نہیں۔ جیسے حضراتِ انبیائے کرام۔علیہم الصلوۃ والسلام۔ اور اولیائے کرام اور بزرگانِ دین۔ عَلَيْهِمُ الرَّحْمَةُ وَالرِّضْوَانُ۔ اسی لئے ایسے تمام حضرات زندگی بھر اللہ ہی کو پکارتے اور اسی کی عبادت و بندگی کرتے رہے۔ اور خلقِ خدا کو بھی اسی کی تعلیم وتلقین کرتے رہے کہ مانگو اسی ایک اللہ سے کہ سب کا حاجت روا و مشکل کشا وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی مشہور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا۔ "اذا سالت فاسال الله واذا استعنت فاستعن بالله"۔ یعنی "جب تم کو سوال کرنا ہو تو اللہ ہی سے کرو اور جب مدد مانگنی ہو تو اللہ ہی سے مانگو"۔ سو مشرک لوگ جن کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کیلئے پکارتے ہیں یا تو انکا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ وہ محض فرضی اور وہمی چیزوں کو مختلف خودساختہ اور من گھڑت ناموں سے پکارتے ہیں یا ان ملائکہ اور انبیاء کو جو صاف اور صریح لفظوں میں ان سے براءت اور بیزاری کا اعلان کر دیں گے یا ان شیاطین اور اشرار کو جو ان سے کہیں گے کہ تم نے ہماری پوجا کیوں کی تھی۔ اب اپنے کیے کا انجام خود بھگتو۔ سو جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو پوجتے پکارتے ہیں وہ سراسر بے بنیاد چیزوں کو پکارتے ہیں۔ اور جن کے معبود ہی بے بنیاد ہونگے وہ خود کیا ہونگے؟ اسی حقیقت کو قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾۔ سو شرک اور مشرکین کی کوئی اساس و بنیاد نہ ہے نہ ہو سکتی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَالٍ وَسُوْءٍ وَّانحراف

۴۲ معبودانِ مِنْ دُوْنِ اللہ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں: ۔سو ان کی بے بسی اور بے حقیقتی کے بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر بالفرض وہ سن بھی لیں تو تمہاری پکار کا کوئی جواب نہیں دے سکتے"۔ یعنی اگر بالفرض سن بھی لیں تو اسے قبول کرنا اور اسکا جواب دینا ان کے بس میں نہیں۔ بتوں میں تو سرے سے اس کی اہلیت وصلاحیت ہی نہیں اور انبیاء و اولیائے

کرام وغیرہ مافوق الاسباب طریقے سے سننے اور قبول کرنے سے عاجز ہیں کہ یہ اللہ پاک کی خصوصیت اور اسی کی صفت ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ معبودانِ من دون اللہ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ سو ایسے میں جو لوگ غیر اللہ کی پوجاپاٹ کرتے اور اس ذلت کو اپناتے اور اختیار کرتے ہیں وہ کتنے بدبخت اور کس قدر محروم اور ذلیل ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۳ قیامت کے روز مشرکوں کی تذلیل کا ایک نمونہ ومظہر: ۔سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ معبودانِ من دون اللہ قیامت کے روز مشرکوں کے شرک کا صاف اور صریح طور پر انکار کر دیں گے۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے''۔ کہ نہ تو ہم نے ان سے ایسا کرنے کو کہا تھا اور نہ ہی ہمیں اس کا کوئی پتہ تھا کہ انہوں نے ہمارے انتقال کے بعد ہمارے پیچھے کیا کیا۔ اور نہ ہم کبھی اس سے خوش ہو سکتے تھے۔ ﴿مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾۔ سو اس طرح وہ سب کے سامنے اور اعلانیہ طور پر تم کو جھٹلا دیں گے اے مشرکو۔ سو تم سوچ لو کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا اور تم پر کیا گزرے گی؟ بلکہ اس روز وہ انکے دشمن بن جائیں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے تصریح فرمائی گئی۔ ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾۔ (الاحقاف:٦) نیز ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾۔ (سبا:۴۱-۴۰)۔ سو اس سے قیامت کے روز مشرکین کی تذلیل وتحقیر کا ایک اور نمونہ اور مظہر سامنے آتا ہے کہ اپنے جن خود ساختہ اور من گھڑت معبودوں کی پوجاپاٹ میں انہوں نے اپنی زندگی صرف کر دی تھی اور جن کو یہ اپنا حاجت روا و مشکل کشا سمجھتے تھے اور جن کا ان کو بڑا ناز اور گھمنڈ تھا کہ یہ مشکل وقت میں ہمیں کام آئیں گے اور ہماری بگڑی بنا دیں گے وہ اس روز سرے سے ان کی اس پوجاپاٹ ہی کا انکار کر دیں گے اور صاف وصریح طور پر ان سے اعلان بیزاری کر دیں گے۔ اس وقت ان کی ذلت ورسوائی اور مایوسی کا کیا عالم ہوگا؟ والعیاذ باللہ

۲۴ بے قدرے اور ناشکرے لوگوں کو ایک تنبیہ: ۔سو بے قدرے اور ناشکرے لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ''اور تم کو کوئی خبر نہیں دے سکے گا ایک انتہائی باخبر ہستی کی طرح''۔ اور وہ ذاتِ اقدس واعلیٰ ایک اور صرف ایک ہی ہے۔ یعنی حضرتِ حق۔ جل مجدہ سبحانہ وتعالیٰ۔ جو کہ اپنی ہر مخلوق کی اصل اور حقیقت سے پوری طرح واقف وآگاہ ہے۔ (ابنِ کثیر، محاسن التاویل، فتح القدیر اور جامع البیان وغیرہ)۔ پس تم لوگ ان باتوں کو اچھی طرح سن کر پلے باندھ لو کیونکہ غیب کے پردوں میں کیا ہے اور کل کیا کچھ ہونے والا ہے اس کو ایک حقیقی باخبر یعنی اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ سو تمہاری بڑی ہی بدقسمتی ہوگی اگر تم نے اسکی قدر نہ کی اور تم اپنی آرزوؤں ہی میں پھنسے رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم من کلِ زیغٍ وضلال

۲۵ سب اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں: ۔سو اس ارشاد میں غافل اور ناشکرے لوگوں کیلئے ایک تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا اور ایسے غافل اور ناشکرے لوگوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ ''لوگو! تم سب محتاج ہو اللہ کے اور اللہ ہی ہے جو ہر طرح سے اور ہر کسی سے غنی و بے نیاز اور ہر تعریف کا حق دار ہے۔ سو تم سب لوگ محتاج ہو اللہ کے۔ اپنے وجود میں، اپنی بقا میں اور اپنی ہر ضرورت وحاجت کی تحصیل و تکمیل میں۔ تم سب ہر وقت اور ہر اعتبار سے اسکے محتاج ہو کہ سب کا اور ہر طرح سے حاجت روا و مشکل کشا وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور اللہ تم سے ہمیشہ اور ہر لحاظ واعتبار سے غنی و بے نیاز ہے۔ اور اللہ کے رسول جو تمہیں اللہ کی طرف بلانے میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں تو اس لیے نہیں کہ تمہارے ایمان نہ لانے سے اللہ کا کوئی کام رکا ہوا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ نہیں بلکہ یہ سب کچھ محض اس لیے ہے کہ اس سے خود تمہارا بھلا اور بہتری ہو اس دنیا میں بھی اور آخرت کے اس ابدی جہان میں بھی۔ جو اس دنیا کے بعد آنے والا ہے۔

بِاَتٍ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾

لا بسائے تمہاری جگہ کسی اور نئی مخلوق کو، ﴿۱۶﴾ اور ایسا کرنا اللہ کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں ف۴۶ ﴿۱۷﴾

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ف۴۷ اور اگر کوئی (گناہ کا) بوجھ لدا ہوا شخص اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے کسی کو

اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ

پکارے گا بھی تب بھی اس کے بوجھ کا کچھ بھی حصہ اٹھانے کیلئے کوئی تیار نہ ہوگا' اگرچہ وہ اس کا کوئی (قریبی) رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، ف۴۸

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا

آپ کے خبردار کرنے کا اثر تو انہی لوگوں پر ہو سکتا ہے' جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے' اور وہ نماز

الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى

قائم کرتے ہیں، ف۴۹ اور جو کوئی پاکی اختیار کرے گا تو وہ اپنے ہی لئے کرے گا' اور اللہ ہی کی

۴۶ نعمت اِمہال کی تذکیر و یاددہانی: ۔سو ارشاد فرمایا گیا'' اور اللہ کیلئے تمہاری جگہ کسی نئی مخلوق کو لا بسانا کچھ مشکل نہیں''۔ کہ وہ قادرِ مطلق ہے جو چاہے اور جیسا چاہے کرے۔ سو تمہارے نزدیک تو شاید یہ بڑی مشکل اور ایک انہونی سی بات ہو مگر اللہ پاک کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں کہ وہ قادرِ مطلق ہے جو چاہے جب چاہے اور جیسے چاہے کرے۔ اسکی شانِ قدرت تو یہ ہے کہ جب اسکو کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو اس کیلئے صرف اس کے حکم اور اشارہ کی دیر ہوتی ہے اور بس۔ وہ جو تم لوگوں کو تمہاری بے قدری اور ناشکری کے باوجود ڈھیل اور مہلت پر مہلت دیے جا رہا ہے تو محض اپنی شانِ کرم اور رحمت و عنایت کی بنا پر دیے جا رہا ہے۔ سو تمہارے لیے بہتری اور بھلا اسی میں ہے کہ تم اس کی اس رحمت و عنایت کی قدر کر کے صدقِ دل سے اس کے آگے جھک جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو کہ نہ تم اللہ کا کچھ بگاڑو گے اور نہ اس کے رسول کا بلکہ خود اپنی ہی ہلاکت اور تباہی کا سامان کرو گے اور ایسی ہولناک تباہی کا کہ اس سے تم پھر کبھی نکل نہیں سکو گے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ

۴۷ قیامت کے روز کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔ پس کبھی تم لوگ اس طرح کی کسی غلط فہمی میں نہ رہنا کہ ہم نے فلاں کا لڑ پکڑ رکھا ہے وہی ہمیں کافی ہے۔ ہمارا بوجھ وہ خود اٹھالیں گے۔ اور اس طرح ہمارا کام یونہی بن جائے گا وغیرہ کہ اس طرح کی ہر غلطی تمہیں بڑی ہولناک ہلاکت اور تباہی میں ڈال دے گی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو یہ تو ہو سکتا ہے۔

ہونا چاہیئے اور ہوگا کہ دوسروں کو گمراہ کرنے والوں کو دوہرا عذاب دیا جائے۔ ایک ضلال کا اور دوسرا اِضلال کا۔ یعنی ایک گمراہ ہونے کا اور دوسرا گمراہ کرنے کا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ الایة (العنکبوت:۱۳) مگر یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی دوسروں کے گناہ اپنے سر لے کر ان کو اس طرح فارغ کر دے کہ ان کی کوئی پوچھ ہی نہ ہو۔ سو ایسا ہرگز نہ ہوگا بلکہ ہر کسی کو اپنا بوجھ خود ہی اٹھانا ہوگا۔ پس ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھ لے اور سوچ لے کہ وہ اس دن کیلئے کیا تیاری کر رہا ہے اور اس یومِ حساب میں اپنے لیے کس نتیجہ و انجام کی توقع اور امید رکھتا ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید، بکل حالٍ مِن الاحوال،

۲۸ قیامت کے روز کوئی رشتہ دار بھی کسی کے کچھ کام نہ آسکے گا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر کوئی بوجھ لدا ہوا انسان کسی کو اپنے بوجھ کی طرف پکارے گا تو بھی وہ اسکے بوجھ میں سے کچھ اٹھانے کیلئے تیار نہیں ہوگا اگرچہ وہ اس کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو"۔ یعنی خود اٹھانا تو درکنار کسی قریبی سے قریبی شخص کے بلانے پر بھی وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔ ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾۔ نیز اس لیے کہ جس کو وہ اپنی مدد کیلئے پکارے گا اگر وہ کوئی نیک شخص ہوگا تو وہ اس لیے اس کا کوئی ہاتھ نہیں بٹائے گا کہ وہ جب دنیا میں اسکے گناہوں میں اسکا ساتھی نہیں تھا تو آخرت میں اسکا ساتھی کیوں بنے گا۔ اور اگر وہ کوئی برا شخص ہوگا تو وہ اپنے ہی گناہوں کے بوجھ تلے اس طرح دبا ہوا ہوگا کہ کسی دوسرے کے بوجھ میں سے کچھ اٹھانے کیلئے اس کے پاس کوئی گنجائش ہی نہیں ہوگی۔ سو اس ہولناک دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اگرچہ وہ اسکا قریبی ہی کیوں نہ ہو بلکہ ہر کسی کو اس کا اپنا ایمان و عمل ہی کام آسکے گا۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید، بکل حالٍ مِن الاحوال،

۲۹ پیغامِ حق سے فیضیابی کے لیے چند بنیادی شرائط و خصال کا ذکر و بیان: سو اسی سے پیغمبر کے اِنذار و تبلیغ سے فیضیاب ہونے والوں کی صفات و خصال اور اس امر سے متعلق چند ضروری شرائط کو ذکر اور بیان فرما دیا گیا۔ پس پیغمبر کے اِنذار اور آپ کی دعوت و تبلیغ سے مستفید و فیضیاب وہی لوگ ہونگے جن کے اندر یہ اور یہ صفات پائی جائینگی کہ وہ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہوں اور نماز قائم کرتے ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی عقل و فکر، سمع و بصر اور قلب و نظر کی صلاحیتوں سے صحیح فائدہ اٹھاتے ہیں اور پیغامِ حق و ہدایت کو قبول کر کے اپنے باطن کو نورِ ایمان و یقین سے منور و معمور کرتے ہیں۔ ورنہ لوگ ایسے اندھے، بہرے اور اوندھے ہو کر رہ جاتے ہیں کہ حق کی بات کو سمجھنے اور قبول کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ اوندھے منہ جا کر ہاویہ میں گرتے ہیں تو ان کے لیے پیغامِ حق سے کوئی فائدہ نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس ارشادِ ربانی میں پیغمبر کیلئے اور آپ ؑ کے توسط سے آپ کی امت کے ہر داعیِ حق کیلئے سامانِ تسکین و تسلیہ ہے کہ اگر ایسے اوندھے اور اندھے لوگ حق بات کو سننے اور ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے تو اس میں قصور آپ کی دعوت و تبلیغ کا نہیں، بلکہ ان لوگوں کے اپنے زیغِ طبع اور کجیِ فطرت کا ہے۔ پس اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ نہ تو ان کیلئے پریشان ہوں اور نہ ہی زیادہ انکے پیچھے پڑیں۔ انکو انکے حال پر چھوڑ دو۔ یہ اپنا بھگتان خود بھگت لیں گے اور پوری طرح بھگتیں گے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔ آپ کا کام تو پیغامِ حق پہنچا دینا ہے اور بس۔ اس کے بعد آپ فارغ بریٔ الذمہ۔ اس کے بعد جو نہیں مانیں گے وہ اپنے ذمہ دار خود ہونگے، اور اپنا بھگتان خود بھگتیں گے۔ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ،

اللّٰہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱۹﴾

طرف لوٹنا ہے (سب کو) ف۵۰ ﴿۱۸﴾ اور آپس میں برابر نہیں ہو سکتے اندھا اور آنکھوں والا، ف۵۱ ﴿۱۹﴾

۵۰ سب کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے سب کو"۔ تاکہ ہر کوئی اپنے کیے کرائے کا پورا پورا بدلہ پا سکے اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے بھرپور طریقے سے پورے ہو سکیں۔ پس ہر کوئی دیکھ اور سوچ لے کہ وہ وہاں کیلئے کیا سامان کر رہا ہے۔ سو جھوٹے سہاروں پر اعتماد کرنے کی بجائے ہر کوئی نماز قائم کرنے اور اپنے باطن کو پاک کرنے کی فکر و کوشش کرے۔ سو جو کوئی ایسا کرے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور اس کا فائدہ خود اسی کو پہنچے گا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ہر کسی سے اور ہر اعتبار سے غنی اور بے نیاز ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ - اور اس خالق و مالک کے یہاں کامیابی اور سرفرازی کے حصول کے لیے ظاہری طہارت سے پہلے باطن کی پاکیزگی کی ضرورت ہے۔ اور باطن کی پاکیزگی کا ذریعہ نماز ہے۔ پس جو کوئی گناہوں کے بوجھ سے سبکدوش اور پاکیزہ ہونا چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ جھوٹے سہاروں پر اعتماد کرنے کی بجائے نماز کا اہتمام کرے کہ اس سے خود اسی کا بھلا ہو گا اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی۔ جو اس دنیا کے بعد آنے والا ہے اور جو دائمی ہے۔ اور جہاں کی کامیابی اصل اور حقیقی کامیابی ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کسی کی عبادت و بندگی اور اطاعت کا محتاج نہیں۔ وہ احتیاج کے تمام شوائب سے پاک ہے۔ وہ صرف اپنے بندوں کا بھلا چاہتا ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ -

۵۱ منکرین حق اندھے ہیں - والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا "اور برابر نہیں ہو سکتے اندھا اور آنکھوں والا"۔ اور جب اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے اور یقیناً نہیں ہو سکتے تو یقین جان لو کہ اسی طرح نورِ حق سے بہرہ ور مومن موحد اور کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والا کافر و مشرک بھی باہم برابر نہیں ہو سکتے۔ نہ اپنی حالت اور صفت کے اعتبار سے اور نہ اپنے نتیجہ و انجام کے لحاظ سے۔ سو اس ارشاد میں پیغمبر - صلی اللہ علیہ وسلم - کے لیے تسلیہ و تسکین کا سامان ہے کہ جو لوگ آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اے پیغمبر، وہ اندھے ہیں۔ انہوں نے اپنی بصیرت اور بصارت کی صلاحیتوں کو ضائع کر دیا ہے - والعیاذ باللہ - سو قصور آپ کا یا آپ کی تبلیغ کا نہیں بلکہ انکی محرومی کا اصل سبب ان کا اپنا عناد اور ہٹ دھرمی ہے۔ انہوں نے اپنی عقل و بصیرت کی آنکھوں کو پھوڑ لیا ہے جس سے یہ حق کو قبول نہیں کریں گے خواہ اس کے لیے تم کتنی ہی کوشش اور کتنے ہی جتن کرو۔ آپ کی دعوت کی روشنی سے مستفید و فیضیاب وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کے اندر بصیرت و ادراک کا نور موجود ہو کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے کہ نورِ حق و ہدایت سے مستفید و فیضیاب وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اپنی فطری صلاحیتوں کو زندہ رکھتے اور انکی قدر کرتے ہیں۔ اور پیغامِ حق کو سننے اور اپنانے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ نورِ حق و ہدایت سے استفادہ و فیضیابی کے لیے اولین شرط طلبِ صادق ہے - وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ - وَھُوَ العزیزُ الوھاب، جَلَّ جَلالُہٗ وعَمَّ نوالہ،

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾

اور نہ ہی اندھیرے اور روشنی، ۵۲ ﴿۲۰﴾ اور نہ ہی سایہ اور دھوپ کی تپش، ۵۳ ﴿۲۱﴾

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ

اور نہ ہی برابر ہو سکتے ہیں زندے اور مردے، ۵۴ بلاشبہ اللہ سناتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ

جسے چاہتا ہے، اور آپ (اے پیغمبر!) ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (پڑے) ہیں، ۵۵ ﴿۲۲﴾ آپ کا کام تو بس

۵۲ ایمان نور ہے اور کفر و شرک اندھیرا - والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا "اور نہ ہی اندھیرے اور روشنی باہم برابر ہو سکتے ہیں"۔ اور جب اندھیرے اور روشنی برابر نہیں ہو سکتے تو پھر ایمان و توحید کی روشنی اور کفر و شرک کی اندھیریاں کیونکر باہم برابر ہو سکتی ہیں؟ یہاں پر نور کو مفرد لایا گیا کہ حق ایک ہی ہے اور ظلمات کو جمع کہ اندھیرے بہت، مختلف اور طرح طرح کے ہیں - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ - سو اس ارشاد ربانی میں ایک طرف تو یہ درسِ عظیم پایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے نورِ حق و ہدایت سے منہ موڑ رکھا ہے انہوں نے اپنی آنکھوں کو پھوڑ دیا اور اپنی صلاحیتوں کو برباد کر دیا ہے۔ تو ایسوں کے دلوں میں نورِ حق و ہدایت اترے تو کیونکر؟ ایسے اندھوں بہروں کو سنانا اور ان سے حق کو منوالینا آپؐ کے بس میں نہیں اے پیغمبر۔ خاص کر جب وہ پیٹھ دے کر پھر جائیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ - (النمل: ۸۲-۸۱) اور دوسری بات اس سے یہ واضح ہو جاتی ہے کہ قیامت کے یومِ حساب کا آنا لازمی ہے تا کہ وہاں پر اہلِ ایمان اور اہلِ کفر و طغیان کے درمیان ایک آخری اور عملی فیصلہ ہو سکے۔ ورنہ دنیا میں تو یہ دونوں ہی فریق رہتے بستے ہیں۔ سو آخری اور عملی فیصلہ قیامت کے اسی یوم جزا میں ہوگا جس میں کھرا کھوٹا سب نکھر کر سامنے آجائے گا - اور ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا بدلہ اور صلہ و ثمرہ پا کر رہے گا، اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پا کر رہے گا، اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید و علی ما یحبُّ و یرید،

۵۳ ایمان و یقین راحت بخش سایہ اور کفر و شرک دھوپ کی تپش: - سو ارشاد فرمایا "اور نہ ہی سایہ اور دھوپ کی تپش باہم برابر ہو سکتے ہیں"۔ سو اسی طرح ایمان و توحید کا سایہ رحمت اور کفر و شرک کی جھلساتی لو بھی آپس میں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ پس قیامت کا ہونا ضروری ہے تا کہ ان دونوں قسم کے لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو سکے۔ اور ہر ایک کا نتیجہ و انجام عملاً اور آخری طور پر واضح ہو جائے۔ اور ہر کوئی اپنے کیے کرائے کا پورا صلہ اور بدلہ پا سکے۔ سو اس کے مطابق ایمان اور تقویٰ کی دولت رکھنے والے جنت کی سدا بہار نعمتوں اور اسکے ظِلِّ ظلیل میں ہونگے اور کفر و شرک کے اندھیروں والے دوزخ کی نارِ شدید اور دورِ جحیم میں ہونگے - والعیاذ باللہ العظیم - بہر کیف اس ارشاد سے ایمان و یقین کی دولت سے سرشار و سرفراز اور کفر و شرک کے علمبرداروں کے انجام کو بیان فرما دیا گیا ہے تا کہ ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لے۔

۵۴ مومن زندہ اور کافر و مشرک مردہ۔ والعیاذ باللہ: -سو ارشاد فرمایا گیا "اور نہ ہی زندے اور مردے آپس میں برابر ہو سکتے ہیں"۔ یہ اس تمثیل و توضیح میں مزید ترقی ہے کہ یہ لوگ صرف اندھوں ہی کی طرح نہیں بلکہ یہ تو مردے ہیں۔ کیونکہ اندھوں میں تو ان کے اندھے پن کے باوجود اِفادہ و اِستفادہ کی قوت و صلاحیت موجود ہوتی ہے بخلاف مردوں کے کہ ان میں کسی اِفادہ و اِستفادہ کی کوئی صلاحیت ہی سرے سے نہیں ہوتی۔ پس یہ کفار و مشرکین دراصل مردہ ہیں۔ ان کے ضمیر مر چکے ہیں اور ان کے سینے ان کے ان مردہ ضمیروں کے لئے مدفن اور قبرستان بن چکے ہیں۔ پس نہ تو ان سے خیر کی کوئی توقع رکھو اور نہ ان کے سلوک و کردار سے دل گرفتہ ہوؤ کہ یہ اگرچہ اپنی دو ٹانگوں پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ مردے ہیں کہ ان کے اندر احساس و شعور اور علم و اِدراک کے قُوی مر چکے ہیں جس کے نتیجے میں یہ لوگ اپنے نفع و نقصان اور نتیجہ و انجام کے فہم و اِدراک اور صحیح و غلط کے درمیان فرق و تمیز کی اہلیت اور صلاحیت ہی سے محروم ہو گئے۔ اور محض چلتے پھرتے مردے بن کر رہ گئے بلکہ ان کا حال قبروں میں پڑے مردوں سے بھی کہیں بدتر ہے کیونکہ قبروں میں پڑے ہوئے مردے اگرچہ افادہ و استفادہ کی اہلیت سے محروم ہیں لیکن وہ نہ کسی کو دکھ دیتے ہیں اور نہ کسی کا کچھ نقصان کرتے ہیں۔ جبکہ زندوں کی شکل میں چلنے پھرنے والے یہ مردے دنیا جہاں کے لیے عذاب بنے ہوئے ہیں۔ یہ دنیا کو نورِ حق و ہدایت سے محروم کرنے کی سعی نامراد میں مشغول ہیں اور حق والوں پر طرح طرح کی مظالم ڈھاتے ہیں۔ جس کے مظاہر آج بھی جگہ جگہ نظر آرہے ہیں اور طرح طرح سے۔ والعیاذ باللہ العظیم -جعلَ اللّٰهُ كَيدَهم فی نحورهم واَعاذَ الاسلامَ والمسلمین من شرورهم وهو علی کل شیء قدیر -سبحانه وتعالیٰ- فَعَلَيْهِ نَتوَكَّل وبِهِ نَستعِين ،

۵۵ مُردوں کو سنانا پیغمبرؑ کا کام نہیں: -سو ارشاد فرمایا گیا "اور آپ -اے پیغمبر!- انکو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں پڑے ہیں"۔ یعنی ان ہٹ دھرم کفار و مشرکین کا حال تو ان مردوں کا سا ہے جو قبروں میں پڑے ہیں۔ جیسے آپ اُن قبروں کے مُردوں کو نہیں سنا سکتے اسی طرح ان ضمیر کے مردوں کو سنانا بھی آپؐ کے بس میں نہیں ہو سکتا۔ ہاں اللہ پاک جس کو سنانا چاہے سنا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی شان ہے- ﴿عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾- " اس کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے"۔ معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے ورنہ اس تشبیہ کا کوئی معنیٰ ہی نہیں رہے گا۔ باقی جہاں جہاں روایات میں مردوں کے سننے کا ذکر پایا جاتا ہے وہ بتقدیرِ صحت اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسکی حکمت و مشیت پر محمول ہے۔ وہ جس کو چاہے اور جب اور جیسے چاہے سنائے۔ وہ سب- ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَنۡ يَّشَآءُ﴾- میں داخل ہے۔ اس پر آگے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو سورۂ نمل اور سورۂ روم جہاں اسی طرح کی آیاتِ کریمہ کے تحت اس مسئلے پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے- والحمدللہ- بہر کیف اگر مردے سنتے ہوں تو پھر ان مشرکوں کو مردوں سے اور قبروں میں پڑے ہوئے مردوں سے تشبیہ کا کوئی فائدہ ہی نہیں رہ جاتا۔ اس لیے حضراتِ مفسرین کرام اسکو اس طرح بیان فرماتے ہیں- " ای لا تسمع من مات فکذلک لا تسمع من مات قلبه"- (القرطبی: ج ۱۴ صفحہ ۳۴۰)- "شبه الكفار بالموتى حيث لاينتفعون بمسموعهم"- (مدارک التنزیل: جلد ۳ صفحہ ۴۲۳ طبع دار القلم بیروت)- یعنی جس طرح مردوں کو سنانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کفر و شرک کے مارے ان چلتے پھرتے مردوں کو سنانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔ (ابنِ کثیر، محاسن التاویل، تفسیر ابنِ الجوزی، المراغی، الفتح اور الجامع وغیرہ)- سو مُردوں کو سنانا اور حق کی بات ان کے دلوں تک پہنچا دینا پیغمبر کا کام نہیں۔ کہ یہ لوگ قبول حق سے ہی کی اہلیت سے محروم ہو گئے۔ والعیاذ باللہ

إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن

خبردار کر دینا ہے (برے انجام سے،) ﴿۲۳﴾ بلاشبہ ہم نے بھیجا آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر ۵۶ (سب لوگوں

مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ

کے لئے،) حق کے ساتھ، اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی نہ کوئی خبردار کرنے والا نہ گزرا ہو ۵۷ ہو، ﴿۲۴﴾ اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب

كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

کریں تو (یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں کہ) ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں (حق اور حقیقت کو،) ان کے پاس بھی

۵۶ پیغمبر کا کام انذار و تبشیر اور بس:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے آپ کو بھیجا خوشخبری سنانے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر"، یعنی حق کو منوانا اور اس کے قبول پر مجبور کرنا نہ تو آپ کے ذمے ہے اور نہ ہی یہ آپ کے بس میں ہے۔ آپ کا کام تو حق کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ اور ماننے والوں کو خوشخبری سنا دینا اور نہ ماننے والوں کو خبردار کر دینا ہے اور بس۔ معلوم ہوا کہ نبی مختارِ کل نہیں ہوتا جس طرح کہ اہلِ بدعت کا کہنا اور ماننا ہے کہ مختارِ کل تو اللہ پاک ہی کی ذاتِ اقدس واعلیٰ ہے۔ پیغمبر کا کام ہے ابلاغ و تبلیغ اور انذار و تبشیر اور بس۔ اِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ۔ بہر کیف اس ارشاد سے دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں پیغمبر کی ذمہ داری کی حدود کو واضح فرما دیا گیا تاکہ منکرین کے انکار و عناد سے پیغمبر کو رنج و غم اور دکھ و صدمہ نہ ہو کہ آپ کا کام منوانا نہیں، پیغام حق پہنچا دینا ہے اور بس۔ اس کے بعد جو مانیں گے اپنا بھلا کریں گے نہیں تو وہ اپنا ہی نقصان کرینگے۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال

۵۷ ہر امت میں کوئی نہ کوئی نذیر رہا ہے:- سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے کلمات کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی نہ کوئی نذیر۔ خبردار کرنے والا۔ نہ گزرا ہو"۔ خواہ وہ براہِ راست کوئی نبی و رسول ہو یا کسی نبی و رسول کے پیغام کو پہنچانے والا۔ بہر کیف بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہر امت کو حق کا پیغام ضرور پہنچایا گیا تاکہ کل کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں خبر نہ تھی۔ اس لئے کہ ہمارا دستور یہی رہا ہے کہ ہم پیغام پہنچائے بغیر کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے۔ ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ الآیة۔ سو آپ اے پیغمبر کوئی نئے رسول اور انوکھے نذیر نہیں ہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی ہر امت میں کوئی نہ کوئی نذیر ہو گزرا ہے۔ اور آج آپ کی قوم جو کچھ آپ کے ساتھ کرتی ہے وہ بھی کوئی نئی چیز نہیں بلکہ پہلے سے ہوتا آیا ہے۔ سو گزشتہ انبیاء و رسل کی سرگزشتوں میں آپ کیلئے بھی سامانِ تسکین و تسلیہ ہے اور آپ کی قوم کیلئے بھی درسِ عبرت۔ آپ کے ساتھ آپ کا رب وہی معاملہ فرمائے گا جو اس نے اپنے گزشتہ انبیاء و رسل کے ساتھ فرمایا اور آپ کی قوم کے ساتھ بھی وہی کچھ کرے گا جو اس نے گزشتہ قوموں کے ساتھ کیا کہ اللہ کا قانون بے لاگ اور سب کے لیے یکساں ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ فایاہ نسأل التوفیق لما یحب ویرضیٰ،

وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ

ان کے رسول آئے کھلے دلائل، صحیفے ۵۸ اور روشنی بخشنے والی کتابیں لے کر، ﴿۲۵﴾ مگر ان کی قوموں نے ان کو جھٹلایا پھر آخرکار میں نے پکڑا ان

كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٢٦﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ

لوگوں کو جو اڑے رہے تھے اپنے کفر (و باطل) پر، سو دیکھ کیسا تھا میرا عذاب ۵۹ ﴿۲۶﴾ کیا تم نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ (کس طرح) اتارتا ہے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا

آسمان سے پانی، پھر اس کے ذریعے ہم نکالتے ہیں طرح طرح کے پھل (اور قسما قسم کی پیداواریں)، ف۶۰

اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ

جن کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں، ۶۱ سفید اور سرخ، پھر ان میں بھی مختلف

۵۸ زُبُر سے مقصود و مراد؟:- "زُبُر" جمع ہے "زبور" کی۔ جس کے معنی صحیفہ اور کتاب وغیرہ کے آتے ہیں۔ اور یہاں پر ان صحیفوں سے مراد غالباً وہ آسمانی کتابیں ہیں جن میں زیادہ تر آداب و نصائح ہی ہوتے ہیں۔ جیسے زبورِ داؤد۔ اور کتابوں سے مراد ایسی کتابیں ہیں جن میں احکام شریعت کا بیان ہوتا ہے۔ جیسے توراتِ موسیٰ۔ علیہ السلام۔ وغیرہ۔ (تفسیر التحریر والتنویر للعلامۃ ابن عاشور التونسیؒ، فتح القدیر، المراغی، وغیرہ)۔ سو گزشتہ انبیاء و رسل اپنی اپنی قوموں کے پاس واضح دلائل و معجزات، مختلف صحیفے اور روشن کتابیں لیکر آئے لیکن انکی منکر اور معاند قوموں نے پھر بھی حق کو مان کر نہ دیا۔ جسکے نتیجے میں وہ لوگ اپنی اپنی مہلت پوری کرنے کے بعد بالآخر اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ سو آج کے یہ منکر و معاند جس کفر و عناد اور ہٹ دھرمی سے کام لے رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اور یہ لوگ بھی اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔ جو گزشتہ قوموں کے منکروں کا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ بھی اسی مرض کے مریض اور اسی جرم کے مرتکب ہیں جس کے مرتکب وہ لوگ ہوئے تھے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس آپ صبر و استقامت ہی سے کام لیں،

۵۹ کفر و انکار کا نتیجہ و انجام ہولناک عذاب۔ والعیاذ باللہ:- سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "آخرکار میں نے پکڑا کافروں کو، سو دیکھو کیسا تھا میرا عذاب؟"۔ کہ ان سب کو نیست و نابود کر کے اور قصہ پارینہ بنا کر رکھ دیا۔ سو کہاں ہیں اب عاد و ثمود وغیرہ کی وہ اپنے دور کی سب سے بڑی متمدن قومیں جن کو اپنے ڈیل ڈول، قد و قامت، فکر و دانش اور تعمیر و ترقی پر بڑا ناز تھا۔ کہاں گئی وہ قومِ لوط، قومِ شعیب اور قومِ سباء وغیرہ جن کے بڑے چرچے تھے۔ اب قصے کہانیوں کے سوا ان کا کوئی وجود تک نہیں۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً﴾۔ سو کفر و انکار اور تکذیبِ حق کا انجام بہت برا اور بڑا ہی ہولناک ہوتا ہے۔ اس ضمن میں حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کی طرف سے ایسے منکروں کو جو ڈھیل ملتی ہے اس سے کسی کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ ایسی ڈھیل اس وحدہ لاشریک کی طرف سے اسکی رحمت و عنایت

کی بنا پر اور اس لیے ہوتی ہے کہ ایسے لوگ اپنی روش کی اصلاح کر لیں۔ نہیں تو آخر کار ان کا انجام بھی وہی ہونا ہے جو اس سے پہلے کی منکر اور معاند قوموں کا ہو چکا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو کفر و انکار کا جرم بڑا سنگین جرم ہے اور اس کا نتیجہ و انجام بڑا ہی ہولناک ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین۔

۶۰ پانی سے زمین کی زندگی اور اس میں سامانِ عبرت و بصیرت: ۔ سو اس بارے دعوتِ غور و فکر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا تم دیکھتے اور غور نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس پانی کے ذریعے ہم نکالتے ہیں طرح طرح کے پھل۔ اور قسما قسم کی پیداواریں۔ جن کے مختلف رنگ ہوتے ہیں"۔ جیسے انار، سیب، آم، انگور وغیرہ وغیرہ طرح طرح کے بے شمار پھل اور ان کی ان گنت رنگتیں اور طرح طرح کے ذائقے اور فائدے اور قسما قسم کے غلے اور دوسری پیداواریں۔ سو یہ سب چیزیں اور عظیم الشان نعمتیں ایک طرف تو اس قادرِ مطلق کی لامتناہی قدرت و عظمت اور اپنی مخلوق پر اسکی بے پایاں رحمت و عنایت کی نشانیاں ہونے کی وجہ سے اس کی وحدانیت کا درس دیتی ہیں اور دوسری طرف بیش بہا نعمتیں ہونے کی وجہ سے یہ اس وحدہ لاشریک کے حقیقی اور دلی شکریے کا تقاضا بھی کرتی ہیں۔ پس تم لوگ اس کو وحدہ لاشریک جانتے اور مانتے ہوئے اس کی عبادت و بندگی بجا لاؤ کہ یہی تقاضا ہے حق و انصاف کا اور اسی میں خود تمہاری بہتری اور بھلائی ہے۔ اس جہانِ فانی میں بھی اور آخرت کی اس حقیقی زندگی اور ابدی جہاں میں بھی۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ۔ اور اسکے برعکس اس کی ان گوناگوں اور ان گنت نعمتوں سے لگاتار مستفید و فیضیاب ہونے کے باوجود اس واہبِ مطلق سے منہ موڑنا اور دوسروں کو اس کا شریک ماننا حق و انصاف کا خون کرنا اور ظلمِ عظیم ہے۔ اور ایسے ظالموں اور بے انصافوں کو اس کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، اور ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین

۶۱ پہاڑوں کے مختلف حصوں میں غور و فکر کی دعوت: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں"۔ "جُدَد" جمع ہے "جدہ" کی جس کے معنی ٹکڑے اور دھاری وغیرہ کے آتے ہیں۔ "خُطَط وَ طَرَآئِق" ۔ (جامع البیان: ج ۲ ص ۱۸۹)۔ "اَیْ طرائق مختلفة الالوان"۔ (صفوۃ التفاسیر وغیرہ)۔ اصل میں یہ لفظ ہرنوں اور خچروں وغیرہ کی ان دھاریوں کے لیے بولا جاتا ہے جو ان کی پیٹھوں پر پائی جاتی ہیں۔ اور یہاں پر یہ ان مختلف الالوان سلوں اور چٹانوں کے لیے استعمال فرمایا گیا ہے جن کی دھاریاں یا قطاریں پہاڑوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔ سو ان میں اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو قدرت کے عجائب نظر آتے ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو یہ چیزیں بھی اس وحدہ لاشریک کی عظیم الشان قدرت و حکمت اور کمالِ صناعی پر دلالت کرتی ہیں۔ پس عبادت و بندگی اسی اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے کہ معبودِ برحق وہی وحدہ لاشریک ہے، اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور اسکی ہر شکل اسی کا حق اور اسی کے ساتھ مختص ہے جسکی عظمتِ شان اور قدرتِ مطلقہ کے یہ نشان تمہارے گرد و پیش اس کائنات میں ہر طرف پھیلے بکھرے ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو تم لوگ ذرا سوچو اور غور کرو کہ آخر یہ کس کی کارستانی اور قدرت و حکمت کا نتیجہ ہے۔ وہ کیسا قادر و حکیم ہے؟ اور اس کا حق کتنا بڑا اور کس قدر عظیم ہے؟۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ فاِيَّاهُ نَعْبُدُ وَ بِهٖ نَسْتَعِين،

اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ

رنگوں والے اور بالکل سیاہ کالے (بھجنگے) بھی، ۶۲ ﴿۲۷﴾ اور انسانوں، جانوروں،

وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ

اور چوپایوں، کے بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں، ۶۳ اللہ سے تو اس کے وہی

مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ

بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں (حق اور حقیقت کا)، ۶۴ بلاشبہ اللہ نہایت ہی زبردست، بڑا ہی بخشنے والا ہے، ۶۵ ﴿۲۸﴾ جو

۶۲ بالکل کالے بھجنگے پہاڑوں کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا "اور بالکل کالے بھجنگے بھی" "غرابیب" جمع ہے "غربیب" کی جو "اسود" کی تاکید کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ لفظ "قانی"، "احمر" کی تاکید کے لئے آتا ہے اور "فاقع"، "اصفر" کی تاکید کے لئے۔ اس لئے یہاں دراصل تقدیم وتاخیر ہے۔ یعنی اصل کے اعتبار سے "سُوْدٌ غَرَابِيْبُ" تھا۔ (قرطبی: ج۱۴ ص۳۴۳ جامع البیان: ج۲ ص۱۸۹ اور محاسن التاویل: ج۱۴ ص۵۱ وغیرہ) ۔ہم نے اپنے ترجمے میں اسی کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ بہرحال یہ سب کچھ اس قادرِ مطلق کی بے پایاں قدرت، وحدانیتِ مطلقہ اور توحیدِ خالص پر دال اور اس کا آئینہ دار ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور جب اسکی ان شؤونِ مختلفہ میں سے کسی میں بھی کوئی اسکا شریک وسہیم نہیں تو پھر اسکی عبادت و بندگی میں کوئی اسکا شریک وسہیم کس طرح ہوسکتا ہے؟ سو جب خالق ومالک وہی وحدہ لاشریک ہے تو حاکم ومعبود بھی وہی ہے۔ ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ﴾۔ (الاعراف: ۵۴) اس کے سوا کسی کے لیے بھی عبادت کی کوئی بھی قسم بجالانا ظلم عظیم ہے۔ کہ یہ شرک اور ناقابل معافی جرم ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ مّن الاحوال۔ وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ۔

۶۳ جمادات کی طرح حیوانات کی بھی مختلف قسمیں: سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "انسانوں، جانوروں اور چوپایوں کے بھی مختلف رنگ ہیں"۔ سو یہ بھی اس قادرِ مطلق کی بے پایاں قدرت وعظمت کی ایک بڑی نشانی ہے کہ اتنے لاتعداد افراد میں سے کوئی بھی دو فرد آپس میں ایک جیسے نہیں ہیں۔ فَسُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانُهٗ وَمَا اَجَلَّ بُرْهَانُهٗ۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ جمادات کی طرح انسانوں، جانداروں اور چوپایوں میں بھی قدرت کی ایسی ہی گوناگونی اور بوقلمونی پائی جاتی ہے۔ بلکہ انکی یہ رنگا رنگی صرف ظاہر تک محدود نہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ بوقلمونی انکی صورت سیرت، عادت وصفات، اطوار وخصوصیات اور مزاج۔ تک میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ فرق واختلاف ان تمام اعتبارات سے ظاہر اور واضح ہے۔ سو جس طرح ہر جانور سے دودھ کی توقع نہیں کی جاسکتی اسی طرح ہر انسان سے خوف وخشیتِ خداوندی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ بہرکیف حضرت خالق۔ جل مجدہ۔ کی مخلوق کی یہ گوناگونی اور بوقلمونی اپنے اندر عظیم الشان درسہائے عبرت وبصیرت رکھتی ہے ان لوگوں کے لیے جو صحیح طریقے سے غور وفکر سے کام لیتے

ہیں۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔ بہرکیف مخلوق کی یہ بوقلمونی خالق کی عظمت وقدرت اور اسکی حکمت ورحمت کی ایک کھلی دلیل ہے۔ جس میں نہ کوئی اس کا شریک و سہیم ہے نہ ہوسکتا ہے۔ پس اسکی عبادت وبندگی میں بھی کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں ہوسکتا۔ سبحانہ وتعالیٰ

۶۴ علمِ حقیقی کا ثمرہ ونتیجہ خوف وخشیت خداوندی سے سرفرازی: ۔سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ علمِ حقیقی کا ثمرہ ونتیجہ خوف وخشیتِ خداوندی سے سرفرازی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ سے اسکے بندوں میں سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں"۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ پاک سے ڈرتے نہیں وہ عالم نہیں اگرچہ وہ کتنی ہی کچھ ڈگریاں اور کیسی ہی کچھ سندیں اپنے پاس کیوں نہ رکھتے ہوں کیونکہ یہاں "اِنَّما" کا کلمہ حصر اختیار فرمایا گیا ہے۔ اور "العلماء" میں الف لام جو کہ مفیدِ عموم ہے۔ سو اس سے واضح ہوگیا کہ جو اللہ سے ڈرتا نہیں وہ عالم نہیں۔ "اَفَادَ اَنَّہ مَنْ لم یخش اللہ لم یکن عالما"۔ (جامع البیان: ج ۲ ص ۱۹۰)۔ اسی لئے سلف سے منقول ہے کہ علم کثرتِ کلام کا نام نہیں بلکہ وہ حقیقت میں عبارت ہے کثرتِ خشیت سے۔ اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جبکہ انسان کے دل ودماغ کی دنیا اس وحدہ لاشریک کی عظمتِ شان اور جلالتِ قدر کے تصور واحساس سے معمور ومنور ہوں۔ ہم نے اپنے ترجمہ میں اسی حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ والحمدللہ رب العالمین۔ سو علماء سے مراد وہی لوگ ہیں جو حق اور حقیقت کے علم سے آگہی رکھتے ہوں کیونکہ جو لوگ مادہ اور مادیت ہی کے غلام اور بطن وفرج کی خواہشات ہی کے پجاری بن جاتے ہیں، انکی نگاہیں مادیت اور مادی ظواہر ومظاہر ہی میں اٹک کر رہ جاتی ہیں اس سے آگے نہ ان کو کچھ نظر آتا ہے اور نہ ہی وہ اس کو دیکھنے کی کوشش ہی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا تو مسئلہ ہی الگ ہے۔ لیکن دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اس سے آگے سوچتے ہیں۔ ان کا معاملہ بطن وفرج کے تقاضوں کے ان غلاموں سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ مادی ظواہر ومظاہر میں الجھنے اور اٹکنے کی بجائے ان اصل حقائق تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے پیچھے کارفرما ہوتے ہیں، اور اس طرح ان کی حقیقت بیں اور حقیقت رسا نگاہیں انہی مادی ظواہر ومظاہر کے ذریعے عالمِ غیب تک رسائی حاصل کرتی ہیں۔ سو ایسے ہی لوگ اصل میں انسانیت کے گلِ سرسبد ہوتے ہیں۔ اور یہی علماء کے لقب کے اصل مستحق ہوتے ہیں۔ انہی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی خشیت سے سرفرازی نصیب ہوتی ہے اور انہی کو اللہ کے رسولوں کی دعوت اپیل کرتی ہے۔ اور وہی اسکو قبول کرتے ہیں۔

۶۵ اللہ تعالیٰ کی صفتِ عزیز وغفور کا حوالہ وذکر: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اللہ بڑا ہی زبردست نہایت ہی درگزر فرمانے والا ہے"۔ سو عزیز وزبردست ہونے کے اعتبار سے وہ جس کو جب چاہے اور جیسے چاہے گرفتار کرسکتا ہے۔ مگر غفور ہونے کی بنا پر وہ بے مثال عفو ودرگزر سے کام لیتا ہے۔ فَلَہُ الْحَمْدُ وَلَہُ الشُّکْرُ۔ سو اس میں ایک طرف تو پیغمبر کیلئے تسلی کا سامان ہے کہ جو لوگ آپ کی دعوت کو رد کررہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت وپکڑ سے بچ نہیں سکیں گے۔ اور دوسری طرف اس میں ان منکرین ومعاندین کیلئے بخشش کی نوید بھی ہے کہ اگر وہ اپنی روش تبدیل کرکے صدقِ دل سے حق کو اپنالیں تو اللہ کی رحمت وعنایت انکو اب بھی اپنی آغوش میں لے سکتی ہے کہ اسکی رحمت وبخشش اور اسکے کرم وعنایت کی کوئی حد نہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اللہ پاک۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ کی صفاتِ کریمہ بڑی انقلاب آفریں صفات ہیں۔ انکے نور سے انسان کا باطن معمور ومنور ہوجاتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا

لوگ (صدق دل سے) پڑھتے ہیں اللہ کی کتاب، اور وہ نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہوتا ہے

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ

اس میں سے ۶۶ وہ خرچ کرتے ہیں (ہماری رضا کے لئے،) پوشیدہ طور پر بھی اور کھلے عام بھی ۶۷ وہ بلاشبہ امید رکھتے ہیں ایک ایسی عظیم

۶۶ **اہلِ حق کی تین اہم صفات کا ذکر و بیان**:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے، نماز کو قائم رکھتے ہیں اور وہ خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے انکو دیا ہوتا ہے"۔ یعنی دیا ہوا تو سب کا سب ہمارا ہی ہوتا ہے مگر مطالبہ سب کا نہیں بلکہ اس میں سے کچھ کا ہے۔ اور وہ بھی اس لئے کہ تاکہ خود اس دینے والے کو ہی نوازا جائے۔ سبحان اللہ! - کیا کہنے اس کرم اور اس عنایت کے۔ بہرکیف اللہ کی کتاب کی تلاوت، نماز کو قائم کرنا اور اللہ پاک کے دیئے ہوئے میں سے اسکی راہ میں اور اسکی رضا و خوشنودی کیلئے خرچ کرنا وہ عظیم الشان اور پاکیزہ صفات ہیں جن سے انسان ایک طرف خشیتِ خداوندی سے سرشار ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ ایک ایسی عظیم الشان تجارت سے سرفراز و مالا مال ہوتا ہے جس میں کبھی کوئی خسارہ نہیں۔ روایات میں وارد ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں حضرتِ حق - جلَّ مجدُہ - کی زیارت نصیب ہوئی تو آپؒ نے اللہ پاک کے حضور عرض کیا کہ اللہ آپ تک پہنچنے کا سب سے قریبی راستہ کونسا ہے؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ تلاوتِ قرآن۔ یعنی میرے قرآن کو پڑھنا۔ عرض کیا سمجھ کر پڑھنا یا بغیر سمجھے پڑھنا؟۔ ارشاد ہوا خواہ سمجھ کر پڑھا جائے یا بغیر سمجھے۔ یعنی یہ دونوں ہی صورتوں میں موجبِ قرب ہے۔ (المعارف وغیرہ) سو اس سے قرآن حکیم کی عظمت شان اور اسکے ساتھ تعلق و خدمت کی عظمت شان کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ مِنَ الاحوالِ۔

۶۷ **انفاق فی سبیل اللہ اہلِ ایمان کی ایک اہم صفت**:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ خرچ کرتے ہیں پوشیدہ طور پر بھی اور کھلے عام بھی"۔ یعنی ترغیب کے موقع پر اور جہاں فرض و واجب انفاق کا تعلق ہو وہاں تو وہ علانیہ خرچ کرتے ہیں تاکہ ترغیب بھی ہو اور دوسروں کو تہمت و بدظنی کے گناہ سے بھی بچایا جاسکے۔ اور جہاں نفلی صدقات کی بات ہو یا ریا و نمود کا خدشہ ہو وہاں وہ چھپا کر اور پوشیدہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔ دیتے بہرحال اللہ ہی کے لئے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اسکی رضا و خوشنودی کیلئے خرچ کرنا اصل مطلوب ہے۔ آگے حسبِ ضرورت و موقع پوشیدہ طور پر بھی دیا جاسکتا ہے اور کھلے عام بھی۔ بہرکیف اِنفاق فی سبیل اللہ اہلِ ایمان کی ایک اہم صفت ہے کہ ایسے پاکیزہ لوگ اپنے مالوں پر مارِ گنج بن کر نہیں بیٹھ جاتے بلکہ وہ ان کو اللہ کی راہ میں اور اسکی رضا و خوشنودی کے لیے دوسروں کے بھلے اور بہتری کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ سو کتاب اللہ کی تلاوت، اقامتِ صلاۃ، اور اِنفاق فی سبیل اللہ، کی یہ تین صفات دینِ حق کی محافظ اور خشیتِ الٰہی کی علامت اور سعادت دارین سے سرفراز کرنے والی صفات ہیں۔ یہود انہی صفات سے محروم ہونے کے نتیجے میں قرآن پر ایمان لانے کی توفیق و سعادت سے محروم ہوئے اور "مغضوب علیهم" بن کر رہ گئے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

نَبُورَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ط

الشان تجارت کی، جس میں ہرگز کوئی خسارہ نہیں ۶۸ ﴿۲۹﴾ تاکہ اللہ پورے پورے دے ان کو ان کے اجر اور ان کو نوازے اپنے مزید فضل

إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۳۰﴾ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ

(وکرم) سے ۶۹ بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا انتہائی قدردان ہے ﴿۳۰﴾ اور جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کے ذریعے

الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ط إِنَّ اللَّهَ

بھیجی ہے، (اے پیغمبر!) وہی حق ہے ۷۰ جو تصدیق کرنے والی ہے، ان تمام کتابوں کی جو کہ آچکی ہیں اس سے پہلے ۷۱ بلاشبہ اللہ

بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ

اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر، سب کچھ دیکھتا ہے، ۷۲ ﴿۳۱﴾ پھر ہم نے اپنی اس کتاب کا وارث بنا دیا ان لوگوں کو

۶۸ ایک بے مثال تجارت کی نشاندہی: -سو اس سے ایک ایسی بے مثال تجارت کی نشاندہی فرمائی گئی ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں۔ سو ایسی بے مثال تجارت کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے لوگ ایک ایسی عظیم الشان تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں کوئی خسارہ نہیں"۔ سو جس طرح ایک شخص تجارت میں مال لگاتا اور محنت کرتا ہے کہ سرمایہ بڑھے اور ایک کا کئی گنا ہو کر ملے، اسی طرح ایک مومن اس امید پر نیک عمل کرتا اور متاع حیات کی پونجی اس میں صرف کرتا ہے کہ وہ اللہ پاک کے یہاں اس کا کئی گنا اجر و صلہ پا سکے۔ پھر دنیا و آخرت کی ان دونوں تجارتوں میں ایک بڑا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ دنیاوی تجارت میں خسارہ بھی ہوتا ہے، بلکہ بعض اوقات اصل سرمایہ بھی ضائع ہو جاتا ہے، جبکہ اللہ پاک سے کئے گئے اس سودے میں کسی ضیاع و خسارے کا کوئی سوال ہی نہیں بشرطیکہ مال صحیح ہو اور نیت و ارادہ بھی خالص اور درست ہو- فَشَرِّفْنَا بِهَا يَا مَنْ لَا حَدَّ لِكَرَمِهِ وَلَا نِهَايَةَ لِجُوْدِهِ وَ اِحْسَانِهِ- سو اس ارشاد ربانی میں یہ درس عظیم ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیاوی زندگی کو اصل مقصود قرار دے کر اسی کے متاع فانی اور حطام زائل کو جوڑنے اور جمع کرنے کی کوشش کی، اور جو اسی کے بڑھانے اور زیادہ سے زیادہ مالدار بننے کے خبط میں مبتلا رہے، ان کا حشر ایک دن یہ ہونا ہے کہ ان کی یہ ساری دولت خاک اور راکھ بن کر اڑ جائے گی اور ان کے پاس یاس و حسرت کے کڑوے گھونٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں رہ جائے گا۔ لیکن اسکے بالمقابل جنہوں نے اپنی دولت کو اللہ کی راہ میں اور اسکی رضا کیلئے خرچ کرنے کی سعادت حاصل کی ہوگی وہ یقیناً ایک ایسی عظیم الشان تجارت اور بے مثل کاروبار سے مشرف و سرفراز ہونگے جس میں کسی خسارے کا کوئی خطرہ و اندیشہ نہیں- وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید- اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے- اور اپنی خاص رحمتوں کے سائے میں رکھے- آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۶۹ اہل ایمان کے انفاق کے اصل محرک کی طرف اشارہ: -سو اہل ایمان کے اصل محرک کی طرف اشارہ اور ان

کے اجر وصلہ کے ذکر کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ انکو نوازے انکے اجر اور اپنے فضل مزید سے۔ یعنی یہ لوگ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کا رب ان کو اپنے کیئے کا پورا پورا صلہ و بدلہ اور اجر وثواب عطا فرمائے اور جو آخرت ہی میں مل سکتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾۔ (الزمر: ۷۰) کہ دنیا کے ظرفِ محدود میں اس کی گنجائش ہی نہیں کہ یہاں انسان کو اسکے عمل و کردار کو پورا پورا صلہ و بدلہ مل سکے۔ جیسا کہ ہم اس کو مختلف مقامات پر واضح کر چکے ہیں۔ سو یہ بندگانِ صدق وصفا جب یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کیلئے کرتے ہیں تو وہ انکو پورے پورے اجر وثواب اور اپنے فضل سے نوازے گا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ کہ اس اکرم الاکرمین کی عطا و بخشش کا کوئی کنارہ نہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر ثابت و مستقیم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۷۰ اللہ تعالیٰ کی صفت بخشش وقدردانی کا حوالہ وذکر:۔ سو مخلصین کی حوصلہ افزائی کے لیے اللہ پاک کی ان دو صفتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے خرچ کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اور قدردانی کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفتِ مغفرت و بخشش اور شکر وقدردانی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا انتہائی قدرداں ہے"۔ اور یہ اس کی عظیم الشان قدردانی اور بندہ نوازی ہی کا ایک مظہر ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دنیائے دوں کی اس مختصر سی فرصت کے ان معمولی سے اعمال پر جنت کی ان اعلیٰ وارفع اور ابدی ولازوال نعمتوں سے سرفراز فرما دیتا ہے جن کا یہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ فله الحمد و له الشكر۔ بہرحال یہاں ان صفاتِ کریمہ کا حوالہ دیکر بندوں کی حوصلہ افزائی فرمائی گئی کہ ان کی نیکیوں کو قبول کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ بڑے ہی کرم اور چشم پوشی کا معاملہ فرماتا ہے۔ اور انکے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی وہ قدر اور عزت کے ساتھ قبول فرماتا ہے کہ اسکی شان ہی نوازنا اور کرم فرمانا ہے۔ اور لگاتار و مسلسل کرم واحسان کا معاملہ کرنا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو وہ اپنے ان مخلص بندوں کے ساتھ ان کی توقعات کے مطابق معاملہ فرمائے گا۔ ان کے صدق و اخلاص کی بنا پر وہ انکی نیکیوں کو قبول کرنے کے سلسلے میں چشم پوشی اور بڑی چشم پوشی سے کام لے گا کہ وہ "غفور" اور "غفار" ہے اور ان کے ان چھوٹے چھوٹے اعمال کو بھی قدر وعزت سے نوازے گا اور شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے گا کہ وہ "شکور" اور بڑا ہی قدردان بھی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ فله الحمد وله الشكر بكل حال من الاحوال۔

۷۱ کتابِ حق کی تعیین وتصریح کا ذکر وبیان:۔ سو کتابِ حق کی تعیین وتصریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا "اور جو کتاب ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے وہی حق ہے"۔ مبتدا وخبر کی تعریف سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا۔ یعنی حق صرف وہی ہے جو اس کتابِ ہدایت سے ملے اور بس۔ سو اس کتابِ حکیم کے سوا حق اور ہدایت کی دعوت اور کہیں سے بھی نہیں مل سکتی۔ کیونکہ اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں آئی تھیں انکو انکے حاملین نے بدل کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ اور اس حد تک کہ اب ان کتابوں کی اصل اور حقیقی تعلیم کا کہیں ملنا ہی ممکن نہیں بجز ان کے ان حصوں کے جن کو اس کتابِ حکیم قرآنِ مجید نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ سو ایسے میں طالبینِ حق کو صدقِ دل سے اسی کتابِ حکیم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو کہ نورِ حق وہدایت کا واحد منبع ومصدر ہے جو گزشتہ تمام آسمانی کتابوں کی "مہیمن" اور "محافظ" کتاب ہے۔ ورنہ محرومی ہی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۴۲ قرآن حکیم گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق:۔ سو اس سے تصریح فرمادی گئی کہ قرآن حکیم تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آچکی ہیں۔ سو اس سے قرآن حکیم کی حقانیت کی ایک دلیل اور اہلِ کتاب پر اِتمامِ حجت کا ذکر وبیان فرمادیا گیا۔ سو قرآنِ حکیم کی حقانیت کی ایک دلیل کے ذکر اور اہلِ کتاب پر اِتمامِ حجت کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آچکی ہیں''۔ سو جس دینِ متین کو اس کتابِ حکیم کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے یہ کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہ وہی دین ہے جو اس سے پہلے کی کتابوں کی شکل میں آچکا ہے جس کی دعوت اس سے پہلے کے انبیائے کرام بھی دیتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ الایۃ۔ ''ان سے کہئے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں''۔ پھر اس پیغامِ حق سے بدکنے اور اس پر ناک بھوں چڑھانے کی آخر وجہ کیا ہے؟ نیز یہ کتاب مصداق ہے ان پیشینگوئیوں کی جو آخری نبی اور آخری کتاب کے بارے میں پہلی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ سو اس پر ایمان لانا ان پہلی کتابوں پر ایمان کا تقاضا اور انکی تصدیق ہے۔ اور اس سے انحراف ان سے انحراف ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس ارشاد سے ایک طرف تو یہ واضح فرمادیا گیا کہ یہ کتاب کوئی انوکھی چیز نہیں بلکہ یہ وحیِ خداوندی کے اسی سلسلہ مقدسہ کا تسلسل اور اس کی آخری اور کامل شکل ہے جو اس سے پہلے سے چلا آرہا ہے۔ اور دوسری حقیقت اس سے یہ واضح فرمادی گئی کہ یہ کتابِ حکیم گزشتہ آسمانی صحیفوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کا مصداق ہے۔ پس یہود وغیرہ جو لوگ گزشتہ آسمانی صحیفوں پر ایمان کے دعویدار ہیں ان کے ایسے تمام دعووں کا لازمی اور طبعی تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کتابِ حکیم پر صدقِ دل سے ایمان لے آئیں ورنہ وہ اپنے تمام دعووں میں جھوٹے قرار پائیں گے۔ اور تیسری اہم حقیقت اس ارشاد سے یہ واضح فرمادی گئی کہ نورِ حق وہدایت کا منبع ومصدر اب بہرحال یہی اور صرف یہی کتاب ہے۔ پس جو لوگ اس کتابِ حکیم پر ایمان سے محروم ہیں وہ اور خواہ کچھ بھی ہوں اور دنیا ان کو خواہ کچھ بھی کہتی اور مانتی ہو، نورِ حق وہدایت سے وہ بہرحال محروم ہیں۔ والعیاذ باللہ جل وعلا بکل حالٍ مّن الاحوال، وفی کل مَوْطنٍ مّنَ المواطن فی الحیاۃ

۴۳ اللہ تعالیٰ کے علم وآگہی کا حوالہ وذکر:۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ اپنے بندوں کے حال سے بے خبر نہیں:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بے شک اللہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر اور سب کچھ دیکھتا ہے''۔ اس لئے وہی پوری طرح اور بہتر طور پر جانتا ہے کہ اس کے بندوں کا بھلا کس میں ہے اور برا کس میں۔ اور ان کے لئے مفید کیا ہے اور مضر کیا۔ اور یہ شان اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی ممکن ہی نہیں۔ اس لئے اس کے بندوں کی فوز وفلاح اور سعادت ونجات اس کی تعلیماتِ مقدسہ اور ارشاداتِ عالیہ کے بغیر ممکن نہیں۔ سو اسکی اس شانِ خبیر وبصیر ہی کا تقاضا تھا کہ اس نے قرآنِ حکیم کی صورت میں اپنی یہ آخری اور کامل کتاب نازل فرمائی جو قیامت تک تمام دنیا کی راہنمائی کیلئے کافی ووافی ہے۔ کیونکہ اس خبیر وبصیر نے جب دیکھا کہ گزشتہ کتابوں میں تحریف کر کے انکو کچھ کا کچھ کردیا گیا۔ یہاں تک کہ دنیا حق وہدایت کے نور سے محروم ہوگئی تو اس نے اس نئی اور آخری کتاب کو نازل فرمانا ضروری سمجھا تاکہ اسکے بندے اندھیروں میں بھٹکتے نہ رہ جائیں۔ سو اگر وہ یہ کتاب نازل نہ فرماتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ اپنی مخلوق کے خیر وشر سے لاتعلق ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں اس لیے اس نے یہ کتاب نازل فرمائی۔ تاکہ اسکے بندوں کو راہِ حق وہدایت نصیب ہوسکے۔ اور اس طرح وہ سعادتِ دارین سے سرفراز ہوسکیں۔

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ وَمِنْهُمْ

جن کو ہم نے چن لیا تھا (اس شرف کیلئے) اپنے بندوں میں سے ف۴۴ پھر ان میں سے کوئی تو ظلم ڈھانے والا ہے خود اپنی جان پر، کوئی

مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ

میانہ رو ہے، ف۴۵ اور کوئی سبقت لیجانے والا ہے نیکیوں میں اس کے اذن (وعنایت) سے، یہی ہے

هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٣٢﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا

بڑا فضل، ف۴۶ ﴿۳۲﴾ یعنی ہمیشہ رہنے کی وہ جنتیں، جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ

وہاں ان کو آراستہ کیا جائے گا سونے کے کنگنوں سے، اور عظیم الشان موتیوں سے، اور لباس ان کا

۴۴ **مخلوق کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کے انتظام کا ذکر وبیان** :- سو مخلوق کی ہدایت و راہنمائی کے لیے خداوند قدوس کے انتظام کے ذکر کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا "پھر ہم نے اپنی اس کتاب کا وارث بنا دیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو"۔ یعنی اس سے پہلے کتاب ہدایت کے حامل ہونے کا شرف و اعزاز ایک عرصہ دراز تک بنی اسرائیل کو حاصل رہا، مگر جب انہوں نے اس کا حق ادا کرنے میں تقصیر و کوتاہی سے کام لیا اور وہ نااہل قرار پائے تو ہم نے ان سے یہ اعزاز چھین کر بنی اسماعیل کو دے دیا اور اپنی آخری کتاب ہم نے آپ ﷺ کی طرف اتاری۔ پھر یہ کتاب حق جو ہم نے آپ کو بذریعہ وحی عنایت فرمائی آپ کے بعد اس کا وارث ہم نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو بنا دیا ہے۔ یعنی امت محمدیہ کو جو کہ خیر الامم ہے۔ اور اس شرف و اعزاز کو تا قیام قیامت ہمیشہ کے لئے انہی کے اندر رکھ دیا۔ اسی وجہ سے یہود ان پر حسد کرنے لگے اور وہ ان کے دشمن ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اسی حسد کی بنا پر جانتے بوجھتے اس حق کا انکار کر دیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ ۔ (البقرۃ:۱۰۹)۔ حالانکہ یہ فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے جس پر کسی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ خالق و مالک بھی ہے اور اس کا ہر فیصلہ ہر اعتبار سے حق و انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اسی لئے ایک اور مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ الآیۃ (النساء:۵۴)۔ یعنی کیا یہ یہود وغیرہ ان لوگوں پر حسد کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نوازا دیا؟ سو ان کا ایسا کرنا عقل ونقل سب کے تقاضوں کے خلاف اور خود انکی اپنی محرومی میں اضافے کا باعث ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۴۵ **حاملین کتاب کے تین گروہوں کا ذکر وبیان** :- اللہ تعالیٰ نے تو ان کی ہدایت و راہنمائی کے لیے یہ انتظام فرمایا مگر

آگے یہ لوگ تین حصوں میں بٹ گیے۔ یعنی کچھ تو وہ ہیں جنہوں اس کتاب کے بارے میں تقصیر و کوتاہی سے کام لیا اور اس طرح وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ٹھہرے۔ اور کچھ وہ ہیں جو متوسط اور میانہ رو ہیں کہ اکثر اوقات تو اس کے مطابق عمل کرتے ہیں لیکن بعض اوقات کوتاہی بھی کر جاتے ہیں۔ "یعمل به فی غالب الاوقات و یقصر فی بعض الفترات"۔ (صفوۃ، روح اور قرطبی وغیرہ)۔ اور کچھ اللہ پاک کی توفیق و عنایت سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ پس "ظالم" تو ہے گناہ گار اور "سابق" پرہیزگار اور "مقتصد" ان دونوں کے درمیان۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر زیادہ اور غالب ہوں وہ تو ہے "سابق" اور جس کی برائیاں زیادہ ہوں وہ ہے "ظالم"۔ اور جس کی نیکیاں اور برائیاں دونوں مساوی و برابر ہوں وہ ہے "مقتصد"۔ اور یہ سب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور قول راجح یہی ہے کہ ان تینوں گروہوں کا تعلق امت محمدیہ ہی سے ہے۔ اسی کو ابن جریر طبری نے اختیار فرمایا ہے اور اسی کو جمہور علماء و مفسرین نے راجح قرار دیا ہے۔ اور علامہ ابن کثیرؒ نے اس کی تائید و ترجیح میں مختلف روایات اور آثار کو بھی جمع فرمایا ہے۔ اور اسی کی تائید بلکہ تصریح حضرت اسامہ بن زیدؓ کی اس روایت میں بھی موجود ہے جس کو طبرانیؒ، اور بیہقیؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ یہ تینوں قسم کے لوگ اسی امت کے ہوں گے۔ اور تینوں جنت میں داخل ہوں گے۔ "کلهم من هذه الأمة و کلهم فی الجنة"۔ (فتح القدیر، ابن کثیر، ابن جریر، قرطبی، صفوۃ اور مراغی وغیرہ)۔ جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک یہاں پر "ظالم" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کتاب حق سے خود بھی رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۵ میں ارشاد فرمایا گیا۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جنکا ذکر سورۂ واقعہ میں "أصحاب المشئمة" سے فرمایا گیا ہے۔ اور یہی قول بعض روایات کے مطابق حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مجاہدؒ سے بھی مروی ہے۔ (ابن جریر، ابن کثیر وغیرہ)۔ اور "مقتصد" سے مراد ان حضرات اہل علم کے نزدیک وہ لوگ ہیں کہ جو دعوت حق کی مخالفت تو نہیں کرتے لیکن وہ آگے بڑھ کر اسکی حمایت کا حوصلہ بھی نہیں رکھتے۔ اور "سابق بالخیرات" سے مراد ان حضرات کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو دعوت حق کی خاطر ہر مشکل برداشت کرتے اور اس کیلئے ہر قربانی دینے کو مستعد اور تیار رہتے ہیں۔ سو ان حضرات کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مصداق صرف امت اجابت نہیں بلکہ پوری امت دعوت ہے۔ والعلم عند اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۶۷ "سابقون بالخیرات" کے مرتبۂ بلند کا ذکر و بیان: سو "سابقون بالخیرات" کو حاصل ہونے والے مرتبہ بلند کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا "اور یہی ہے وہ بڑا فضل"۔ یعنی اس کو اپنا مقصد اور نصب العین بنانا چاہیے۔ واضح رہے کہ "ذالک" کا اشارہ "سبق" ۔پیش قدمی۔ کی طرف بھی ہوسکتا ہے جو کہ "سابق" کے ضمن میں پایا جاتا ہے۔ اور توریث و ایراث کی طرف بھی جو کہ "اورثنا" سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور بلا شبہ ان میں سے ہر صورت میں اللہ پاک کا بڑا فضل ہے۔ (الجامع، الصفوۃ، المراغی، المعارف وغیرہ)۔ سو امت محمدیہ ۔علی صاحبہا الصلوۃ والسلام۔ کو نعمت قرآن سے نواز کر اور ان کو قیامت تک ہدایت و پیشوائی کے شرف سے مشرف فرما کر ان پر جو فضل و احسان فرمایا گیا ہے وہ یقیناً بہت بڑا فضل و شرف ہے جس سے حضرت حق ۔جل مجدہ۔ نے محض اپنے کرم و احسان سے اس امت کو نوازا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ اور اس نعمت کو اپنانے کیلئے سبقت سے کام لینا بھی بلا شبہ بڑی سعادت اور عظیم الشان فضل خداوندی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید۔

فِيهَا حَرِيرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيٓ أَذْهَبَ عَنَّا

وہاں پر ریشم ہوگا، ف۷۷ ﴿۳۳﴾ اور یہ (خوش نصیب) لوگ (خوشیوں میں جھوم جھوم کر) کہیں گے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے دور کر دیا ہم سے

الْحَزَنَ ؕ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۳۴﴾ الَّذِيٓ أَحَلَّنَا

غم (اور ہر قسم کا فکر) ف۷۸ بلا شبہ ہمارا رب بڑا ہی بخشنے والا انتہائی قدرداں ہے، ف۷۹ ﴿۳۴﴾ جس نے اتار دیا ہمیں

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَّلَا

اپنے فضل (وکرم) سے سدا رہنے کی اس (عظیم الشان) جگہ میں، ف۸۰ جس میں ہمیں نہ کوئی تکلیف لاحق ہوتی ہے، اور نہ

يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ

کوئی تھکان، ﴿۳۵﴾ اور اس کے برعکس جو لوگ اڑے رہے ہوں گے، اپنے کفر (وباطل) پر، ان کے لئے جہنم کی آگ ہے

لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ

نہ تو ان پر قضاء آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں، ف۸۱ اور نہ ہی کسی طرح ان سے اس کے عذاب میں کوئی تخفیف کی جائے گی

۷۷ جنتیوں کی بعض عظیم الشان نعمتوں کا ذکر و بیان: ۔سو ان جانبازوں کے آخرت کے صلہ و بدلہ کے ذکر و بیان کے سلسلے میں فرمایا گیا کہ "ان کے لیے دائمی اقامت کے وہ باغ ہونگے جن میں ان کو عزت و احترام کے ساتھ داخل کیا جائے گا" اور ان کا یہ داخلہ بھی محض کسی وقتی سیر و تفریح کے طور پر نہیں ہوگا بلکہ ہمیشہ کے قیام کے لیے ہوگا۔ وہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہاں کا لباس ریشم ہوگا۔ یعنی شاہانہ لباس جیسا کہ دنیا کے بادشاہ پہنا کرتے تھے۔ مگر یہ بھی صرف اشتراکِ اسمی ہے تقریب الی الفہم کے لئے۔ ورنہ وہاں کی کسی بھی نعمت کا یہاں پر پورا صحیح تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ سو سونا اور ریشم پہننا فی نفسہ کوئی برائی اور معیوب شے نہیں۔ دنیا میں ابتلا و آزمائش وغیرہ ان حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر مردوں کے لئے ان کا پہننا ممنوع قرار دیا گیا جن کا احاطہ اللہ پاک ہی کر سکتا ہے مگر وہاں منع نہیں ہوگا کہ وہ جہاں ابتلاء و آزمائش کا نہیں، بدلہ اور جزاء کا جہاں ہوگا۔ سو سونے کے کنگنوں اور موتی اور ریشم وغیرہ کا ذکر محض تقریبِ فہم کیلئے ہے تاکہ مخاطبین جنت کی نعمتوں کا بقدرِ امکان تصور کر سکیں۔ ان چیزوں کی حقیقت اللہ ہی جانے اور ان کا صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکے گا جبکہ یہ آخرت میں سامنے آئیں گی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ بہرکیف اس ارشاد سے اہلِ جنت کی بعض اہم اور عظیم الشان نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ تاکہ اس سے کسی قدر جنت کی عظمت شان کا اندازہ ہو سکے۔ والحمد للہ جل وعلا۔

۷۸ اہلِ جنت کا نعیم جنت سے سرفرازی پر اظہارِ تشکر و امتنان: ۔سو اہلِ جنت جب اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو فوراً اور بے ساختہ کہیں گے کہ "شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے دور کر دیا غم کو"۔

یعنی وہ تمام رنج وغم جو اس سے پہلے دنیا میں ہمیں لاحق ہوا کرتے تھے۔ سو ان تمام سے اب ہمیشہ کے لئے جان چھوٹ گئی۔ نیز وہ تمام غم جو ہمیں اپنی عاقبت اور اپنے انجام کے بارے میں لاحق رہتے تھے وہ بھی اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے کہ ہمارے ربِّ غفور وشکور نے اپنے فضل وکرم اور انعام واحسان سے ہمیں جنت کی ان ابدی نعمتوں سے سرفراز فرما دیا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُم۔ بہر کیف اہلِ جنت جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی تکمیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو بے ساختہ انکی زبانوں پر کلمہ شکر جاری ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو ہماری توقعات سے کہیں بڑھ کر پورا فرما دیا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۷۹ رب کی صفتِ غفور وشکور کا حوالہ وذکر: ۔ سو اہلِ جنت اپنے اس اظہارِ تشکر وامتنان کے ضمن میں کہیں گے کہ ''بلاشبہ ہمارا رب بڑا ہی بخشنے والا انتہائی قدر داں ہے''۔ کہ اس نے ہمیں ہر ہر مرحلے پر اپنی شانِ ربوبیت وبخشش اور رحمت وعنایت سے نوازا۔ جو غلطیاں اور کوتاہیاں ہم سے نفس وشیطان کے اِغواء واِضلال سے سرزد ہوتی رہیں ان کو محض اپنے فضل وکرم اور اپنی شانِ غفوری وغفاری سے معاف فرما دیا۔ اور جو ٹوٹے پھوٹے عمل ہم نے اپنی حیاتِ مستعار میں کئے تھے، ان کو شرفِ قبولیت سے نوازا کر ہمیں جنت کی ایسی دائمی وبے مثال نعمتوں سے بہرہ ور اور سرفراز فرما دیا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَلَهُ الشُّكْرُ كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِهِ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِهِ سُبْحَانَه وَتَعَالٰى۔ سو اہلِ جنت اللہ پاک کی ان عظیم الشان نعمتوں سے سرفراز ہوتے ہی سراپا شکر وسپاس بن کر ایسا پکار اٹھیں گے کہ شکرِ نعمت انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایحب ویرید، بِکُلِّ حَالٍ مِّن الاحوال

۸۰ ابدی اقامت گاہ سے سرفرازی کی نعمت کا ذکر وبیان: ۔ سو اس ارشاد سے ذکر فرمایا گیا کہ اہلِ جنت اپنے اس اظہارِ تشکر وامتنان کے ضمن میں کہیں گے ''شکر اس خدا کا جس نے اتار دیا ہمیں ہمیشہ کی اس اقامت گاہ میں''۔ جس میں ہمیشہ ہمیش رہنے کی سعادت نصیب ہوگی۔ نہ کسی تبدیلی کا کوئی ڈر اور نہ کسی تبادلے کا کوئی خوف اور خطرہ۔ ''لَا تَحَوُّلُ عَنْهَا وَلَا نُقْلَةَ'' ۔ (المراغی: ج ۲۲ ص ۱۳۱)۔ اور جس سے نہ خود ہی کبھی نکلنے کا جی چاہے گا۔ ﴿خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا﴾ ۔ (الکہف: ۱۰۸)۔ سبحان اللہ! ۔ کیسا مقام ہوگا وہ! ۔ اللہ اپنے کرم سے نصیب فرما دے۔ آمین۔ بہر کیف اہلِ جنت کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم لوگ دنیا کے دارِ فانی میں رہتے تھے اور اسکو ہم نے دارِ فانی ہی سمجھا تھا۔ سو اب ہمارے رب نے ہمیں اس دائمی اقامت گاہ سے نواز دیا جو ہمیشہ رہے گی اور جس میں ہمارا رہنا بھی ہمیشہ کیلئے ہے۔ اس میں ہمارے لیے نہ کوئی محنت نہ مشقت نہ کوئی تکان نہ افسردگی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین۔

۸۱ اہلِ جنت کے مقابلے میں اہلِ دوزخ کے حالِ بد کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کافر لوگوں کے لیے دوزخ کی آگ ہوگی''۔ نہ تو ان کے لیے قضا آئیگی یعنی نہ انکو وہاں موت آئیگی تاکہ اس عذاب سے رہائی پا سکیں اور نہ ہی ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی تاکہ وہ کچھ دم لے سکیں۔ سو اس آیتِ کریمہ میں اہلِ جنت کے مقابلے میں اہلِ دوزخ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ انکا حال بڑا ہی برا اور نہایت ہی عبرتناک ہوگا کہ ان بدبختوں کو نہ تو وہاں موت آئے گی کہ انکی زندگی کا خاتمہ ہو جائے اور اس طرح یہ اس ہولناک عذاب سے چھوٹ سکیں اور نہ ہی انکے عذاب میں کسی طرح کی کوئی تخفیف کی جائے گی کہ یہ راحت کا کوئی سانس لے سکیں۔ بلکہ انکو وہاں پر ہمیشہ رہنے والی وہ زندگی گزارنا ہوگی جس کو نہ زندگی کہا جا سکے گا نہ موت۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین ویا اکرم الاکرمین

عَذَابِهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ

(کہ کچھ آرام پا سکیں،) اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں (اور دیں گے) ہر بڑے ناشکرے (کافر) کو، ۸۲ ﴿۳۶﴾ اور وہ اس میں چیخ چیخ کر

فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا

کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب، ہمیں (ایک بار) نکال دے اس سے تا کہ ہم نیک کام کریں ان کاموں کے خلاف جو کہ ہم

نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ

(اس سے پہلے) کرتے رہے تھے، (جواب ملے گا) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں سبق لے لیتا جس نے سبق لینا

جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ ع

ہوتا، ۸۳ اور پہنچ چکا تھا تمہارے پاس ہماری طرف سے خبردار کرنے والا؟ ۸۴ پس اب تم لوگ مزہ چکھتے رہو (اپنے کیے کا،) سو ظالموں

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

کے لئے کوئی مددگار نہیں، ﴿۳۷﴾ بلاشبہ اللہ ہی ہے جاننے والا آسمانوں اور زمین کے غیب کا، ۸۵ بلاشبہ وہ پوری طرح جانتا ہے

۸۲ کفر و ناشکری کی سزا آتش دوزخ - والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا "ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہر بڑے ناشکرے - کافر - کو"۔ جو حق کا انکار کرتا اور اپنے خالق و مالک کی نعمتوں کو جھٹلاتا ہے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ کسی خاص فرد یا گروہ کی بات نہیں بلکہ یہ ہمارا عام قانون و دستور اور مستقل سنت ہے کہ ہم ہر نابکار کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ سو آج بھی جو لوگ اس جرم کے مرتکب ہونگے یا آئندہ بھی جو اس راہ پر چلیں گے ان سب کیلئے ہمارا قانون اور ضابطہ یہی ہے کہ ہمارا قانون و دستور بے لاگ اور سب کیلئے یکساں اور ایک برابر ہے۔ اللہ کفر و انکار اور کفرانِ نعمت کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا اکرم الاکرمین

۸۳ دوزخیوں کی وہاں پر چیخ و پکار اور اسکا ان کو جواب: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "دوزخی لوگ وہاں پر چیخ چیخ کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب اب ہمیں یہاں سے ایک مرتبہ نکال دے تا کہ ہم دنیا میں جا کر نیک عمل کریں۔ اس کے بالکل برعکس جو اس سے پہلے کرتے رہے تھے۔ سو ان کی اس چیخ و پکار پر ان کو جواب ملے گا کہ کیا ہم نے تم لوگوں کو اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں سبق لے لیتا جس نے سبق لینا ہوتا؟" یعنی ایسی عمر تم لوگوں کو ضرور دی گئی مگر تم نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ اس کو تم لوگوں نے انکار و تکذیب اور لایعنی امور میں ضائع کر دیا - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ - اس عمر کی تحدید و تعیین میں حضراتِ علمائے کرام سے مختلف اقوال مروی و منقول ہیں۔ سترہ سال، اٹھارہ سال، چالیس، ساٹھ اور ستر سال وغیرہ۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان مختلف اقوال میں آپس میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ کم سے کم درجہ اس عمر کا سنِ بلوغ ہے جس میں

انسان کے قوائے فکریہ مکمل ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے آگے وہ جوں جوں بڑھتا چلا جائے گا، اس پر حجت اور پکی ہوتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ ساٹھ ستر سال تک کی عمر پانے والے کے لئے کسی عذر و معذرت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔کا ارشاد منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔"مَا اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰى امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَه حَتّٰى بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً"۔ "اللہ پاک نے اس شخص کے لئے کسی عذر کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی جس کو ساٹھ سال تک کی عمر عطا فرمادی"۔ (ابن کثیر، مراغی اور صفوہ وغیرہ)۔ سو دوزخیوں کے اس سوال اور مطالبے کے جواب میں ان سے فرمایا جائے گا کہ جب تم لوگوں کو اتنی عمر بھی مل گئی تھی اور تمہارے پاس "نذیر" یعنی اللہ کا رسول بھی آگیا تھا مگر تم نے اس سب کے باوجود حق کو قبول نہیں کیا تھا اور تم اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے بلکہ تم برابر اپنے کفر و باطل پر ہی اڑے رہے۔ تو اب تم لوگ کس طرح اور کس بنا پر مہلت مانگتے ہو؟ سو اب اپنے کیے کا بھگتان بھگتو۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

۸۴ انذار و آگہی کے بعد کسی عذر و معذرت کی کوئی گنجائش نہیں: ۔سو ان لوگوں کی اس چیخ و پکار کے جواب میں ان سے کہا جائے گا کہ "کیا تمہیں اتنی مہلت نہیں ملی تھی کہ اس میں نصیحت حاصل کر لیتا جس نے نصیحت حاصل کرنا ہوتی اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آگیا تھا تمہارے پاس خبردار کرنے والا"۔ یعنی امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔جن کو آخری اور کامل کتاب کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا کہ تاکہ آپ ساری دنیا کو خبردار کریں۔﴿لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾۔(ابن کثیر، معارف وغیرہ)۔اسی طرح بعض نے کہا کہ "نذیر" سے مراد "مشیب" یعنی بڑھاپا ہے۔(ابن کثیر، جامع البیان وغیرہ)۔بہرکیف ان سے کہا جائے گا کہ تمہیں تمہارے انجام سے خبردار کرنے کیلئے سب ضروری انتظامات کیے گئے مگر تم لوگ ہوش میں نہ آئے۔اور رسول اور شیب دونوں ہی نذیر میں داخل ہیں۔(مدارک التنزیل وغیرہ)۔اور امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں "نذیر" سے مراد "مشیب" یعنی بڑھاپا لیا ہے اور عکرمہ اور ابن عباس سے بھی یہی مروی ہے۔اور قتادہ سے مروی ہے کہ "نذیر" سے مراد اللہ کے رسول ہیں۔اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا اور یہی صحیح بھی ہے اور ظاہر بھی۔"وهو محمد۔ عليه الصلاة والسلام۔ الذى بعث بين يدى الساعة"۔(صفوۃ التفاسیر)۔اور لفظ "نذیر" کا عموم ان سب ہی اقوال اور احتمالات کو شامل ہے۔بہرکیف اس جواب سے ان بدبختوں کے لیے واضح فرمادیا جائے گا کہ ان کے لیے انذار و آگہی کے کسی عذر و معذرت کی کوئی گنجائش نہیں۔اور اس کے بعد انسان اپنی غفلت و لاپرواہی خود ذمہ دار خود ہے۔والعیاذ باللہ العظیم۔بکل حال مّن الاحوال

۵ عالم غیب اللہ تعالیٰ ہی ہے،سبحانہ وتعالیٰ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ اور انداز حصر و قصر میں ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اللہ ہی ہے آسمانوں اور زمین کے غیب جاننے والا"۔مبتدا اور خبر دونوں یہاں پر معرفہ ہیں جو کہ مفید حصر ہے۔یعنی عالم غیب۔سب غیبوں کو جاننے والا۔اللہ اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے۔پس اللہ پاک کے سوا اور کسی کو بھی عالم غیب ماننا صحیح نہیں۔سو اس عالم الغیب نے ان غیبی حقائق کے بارے میں جو کچھ بتایا وہ سب حق اور سچ ہے۔اور یہ تمام حقائق ایک دن اسی طرح سامنے آئیں گے۔اس لیے ان کو محض ڈراوا یا خالی خولی دھمکی نہ سمجھا جائے۔اس لیے انکو حقائق جان کر اس آنے والے وقت کے لیے تیاری کی جائے۔ وبالله التوفيق لمايُحِبُّ ويريد، وعلى مايُحِبُّ و يريد۔

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي

سینوں کے بھیدوں کو۔ ۸۶ ﴿۳۸﴾ وہ وہی ہے جس نے تم لوگوں کو خلیفہ (اور جانشین) بنایا اپنی

الْاَرْضِ ط فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ط وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

زمین میں، ۸۷ سو جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال خود اسی پر ہوگا، اور کافروں کا کفر

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ج وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

ان کے رب کے یہاں ناراضگی ہی میں اضافہ کرتا ہے، اور کافروں کے لئے ان کا کفر خسارے (اور گھاٹے) ہی میں

۸۶ اللہ تعالیٰ سینوں کے بھیدوں کو بھی جاننے والا ہے: -سو ارشاد فرمایا گیا اور اَدواتِ تاکید کے ساتھ فرمایا گیا کہ "وہ پوری طرح جانتا ہے سینوں کے بھیدوں کو"۔ پس اس سے تمہاری کوئی حالت و کیفیت اور کوئی حرکت و سکون کسی بھی طرح چھپی نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا اس سے اپنے دل کا تعلق ہمیشہ صحیح رکھو اور اس کی یاد سے کبھی غافل نہیں ہونا- وباللہ التوفیق- سو وہ علیم بذات الصدور جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے کہ یہ لوگ جو دوبارہ دنیا میں جانے کی مہلت مانگ رہے ہیں کہ وہاں جا کر یہ نیک عمل کریں۔ تو وہ جانتا ہے کہ یہ اپنے اس قول و قرار میں جھوٹے ہیں۔ انکو اگر دوبارہ مہلت مل بھی جائے تو بھی انہوں نے وہی کچھ کرنا ہے جو اب تک کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾- (الانعام:۲۸)- اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق پر مستقیم رہنے کی توفیق بخشے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے حفظ وامان میں رکھے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۸۷ اللہ تعالیٰ کا قانونِ عدل و انصاف سب کے لیے یکساں: -سو ارشاد فرمایا گیا "وہ- اللہ- وہی ہے جس نے جانشین بنایا تم لوگوں کو اپنی اس زمین میں"۔ "خلٰٓئف"، "خلیفہ" کی جمع ہے جس کے معنی نائب اور جانشین کے ہیں۔ اور یہ دونوں ہی معنیٰ یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ پاک نے تمہیں اپنا نائب اور خلیفہ بنا دیا تا کہ تم لوگ اس کی زمین میں اس کے احکام نافذ کرو۔ پس تم آزاد اور خود مختار نہیں ہو کہ جو مرضی کرو۔ بلکہ تم اپنے اس خالق و مالک کے اَحکامات و اِرشادات کے پابند ہو کہ خلیفہ اپنے احکام نہیں چلایا کرتا۔ بلکہ وہ اس ہستی کے حکم و ارشاد کا پابند ہوتا ہے جس نے اس کو اپنا خلیفہ اور نائب بنایا ہوتا ہے۔ نیز تم خلیفہ اور جانشین ہو ان اقوام کے جو تم سے پہلے اس زمین پر گزر چکی ہیں۔ پس تم ان کے حالات اور انجام سے سبق سیکھو اور عبرت حاصل کرو تا کہ تم اس برے انجام سے بچ سکو اور محفوظ رہ سکو جس سے پہلے کی وہ قومیں دوچار ہو چکی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قانونِ عدل و انصاف سب کیلئے ایک اور یکساں ہے- وہاں پر کسی کی رُو رعایت، یا پاس و لحاظ کا کوئی سوال نہیں ہوتا، سبحانہ وتعالیٰ و بہ العیاذ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال،

كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ

اضافے کا باعث ہوتا ہے، ف۸۸ ﴿۳۹﴾ (ان سے) کہو، کہ کیا تم لوگوں نے کبھی غور (نہیں) کیا اپنے ان خودساختہ شریکوں کے بارہ میں؟

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ

جن کو تم لوگ (پوجتے) پکارتے ہو اللہ (وحدہٗ لاشریک) کے سوا؟ مجھے دکھاؤ (اور بتاؤ) تو سہی کہ انہوں نے کیا پیدا کیا

الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا

زمین میں سے؟ یا ان کا کوئی حصہ ہے آسمانوں میں؟ ف۸۹ یا ہم نے ان کو کوئی ایسی کتاب دے رکھی ہے

فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ

جس کی بناء پر یہ لوگ کسی کھلی سند پر قائم ہوں؟ ف۹۰ (کچھ بھی نہیں) بلکہ ظالم لوگ ایک دوسرے کو محض دھوکے (کے جھانسے)

بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

دیئے چلے جا رہے ہیں، ف۹۱ ﴿۴۰﴾ بلاشبہ اللہ ہی نے روک (اور تھام) رکھا ہے آسمانوں اور زمین (کی اس عظیم الشان کائنات) کو،

اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ

اس سے کہ یہ دونوں ٹل جائیں اپنی اپنی جگہ سے اور اگر کبھی یہ ٹل جائیں تو پھر کون ہے جو ان کو روک سکے

۸۸ کافروں کے لیے خسارہ ہی خسارہ - والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کافروں کیلئے انکا کفر انکے خسارے ہی میں اضافے کا باعث بنتا ہے''۔ کہ وہ اپنے کفر و انکار کے باعث عمر عزیز کی متاع گرانمایہ کو راہ حق میں صرف کرنے کی بجائے اللہ پاک کے غضب اور اسکی ناراضگی میں کھپا کر دائمی عذاب کے مستحق بن گئے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - سو کافر کے کفر کا وبال خود اسی پر ہے۔ اور کافر جس قدر اپنے کفر میں بڑھتا جائے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اسکے غضب میں اضافہ کرتا جائے گا۔ اور اس طرح وہ اپنے خسارے میں اضافہ کرتا جائے گا - والعیاذ باللہ - سو کافر لوگ اپنے کفر و انکار سے اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ رہے ہے بلکہ اس طرح وہ خود اپنے ہی خسارے پر خسارے کے ردے چڑھائے جاتے ہیں، اور اپنے ہی نقصان میں اضافہ کرتے جاتے ہیں جس کا خمیازہ ان کو خود ہی بھگتنا ہوگا اور بڑی ہی ہولناک شکل میں بھگتنا ہوگا - والعیاذ باللہ العظیم -

۸۹ مشرکوں کے خودساختہ شرکاء کی بے حقیقتی کا ذکر: - سو مشرکوں سے انکے خودساختہ شریکوں کی بے حقیقتی کے بارے میں یہ اہم سوال کیا گیا کہ ''کیا انہوں نے کچھ پیدا کیا زمین میں یا ان کا کوئی حصہ ہے آسمانوں میں''؟ - استفہام انکاری ہے - یعنی ان میں سے کوئی بھی چیز نہیں کہ نہ تو انہوں نے کسی چیز کو پیدا کیا ہے اور نہ ہی آسمان و زمین کے کسی حصے

میں یہ خدا کی خدائی میں شریک ہیں۔ تو پھر آخر عقل ونقل کی کون سی دلیل ان کو پوجنے پکارنے کا جواز مہیا کرسکتی ہے؟ سو اس استفہام کے ذریعے مشرکوں کے ان خودساختہ شریکوں کی بے حقیقی واضح فرمادی گئی ہے کہ اپنے ان من گھڑت اور بے حقیقت شرکاء کے بل پر تم لوگ جو خداوند قدوس کی گرفت وپکڑ سے بے فکر اور نچنت بیٹھے ہو، آخر سوچو اور غور کرو کہ انکی حقیقت کیا ہے؟ اور انکے بھروسے اور سہارے پر تم لوگ کس قدر ہولناک اور دائمی خسارے کی طرف بڑھے چلے جارہے ہو؟ - والعیاذ باللہ العظیم۔

۹۰ شرک اور شرکاء کے وجود پر کوئی سند نہ ہے نہ ہوسکتی ہے: - سو مشرکین کے ان خودساختہ شرکاء کے لیے عقلی دلیل کی نفی کے بعد ان کے لیے نقلی دلیل کی نفی کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا ''یا ہم نے انکو کوئی ایسی کتاب دی ہے جسکی بنا پر یہ لوگ کسی کھلی سند پر قائم ہوں؟''۔ جس میں کوئی ایسی تحریر یا پروانہ موجود ہو کہ ہم نے فلاں ہستی کو بیماریوں کو شفا بخشنے یا بے اولادوں کو اولاد دینے یا بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرنے یا مصیبت زدوں اور مشکلوں میں پھنسے ہوؤں کی حاجت روائی ومشکل کشائی کے اختیارات دے دیئے ہیں۔ یا فلاں فلاں ہستیوں کو اپنی زمین کے فلاں فلاں علاقوں کا مالک ومختارِ کار بنادیا ہے کہ ان علاقوں کے لوگوں کی قسمتیں بنانا بگاڑنا اور ان میں تصرف کرنا ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا اب انہی سے دعائیں مانگی جائیں۔ انہی کے حضور نیازیں اور نذرانے پیش کیے جائیں۔ چڑھاوے چڑھائے جائیں۔ چکر لگائے جائیں اور ان کی قبروں اور آستانوں کو غسل دیئے جائیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ایسی کوئی سند یا کوئی پروانہ تمہارے پاس موجود ہے اے مشرکو تو لاؤ اسے پیش کرو۔ اور جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں اور عقل ونقل کی کوئی بھی دلیل تمہارے پاس ایسی موجود نہیں اور نہیں ہوسکتی تو پھر تم لوگ ان ہستیوں کو آخر اس وحدہ لاشریک کا شریک قرار دیتے ہو تو کس طرح اور کس بنیاد پر؟ آخر تمہاری عقلوں کو کیا ہوگیا ہے؟ اور تم کس طرح اپنے خالق ومالک کے حقوق سے غافل ولاپرواہ اور اسکی گرفت وپکڑ سے نچنت ہوکر دائمی ہلاکت کے ہولناک گڑھے کی طرف بڑھے جارہے ہو۔ سو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شریک کے عقل ونقل کی کوئی دلیل نہ ہے نہ ہوسکتی ہے۔ وہ ہر لحاظ سے یکتا اور وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس معبود برحق بھی وہی اور صرف وہی وحدہٗ لاشریک ہے جل وعلا

۹۱ گمراہ کن لیڈروں اور پیشواؤں کی دھوکہ دہی اور فریب کاری کا ذکر وبیان: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وتاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ظالم لوگ محض ایک دوسرے کو دھوکے کے جھانسے دیئے جارہے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگ اپنے خودساختہ حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں کو ہی سب کچھ جانتے اور مانتے ہیں۔ اور یہ دوسرے لوگوں سے کہتے ہیں کہ صاحب حضرت کے تصرف کے کیا کہنے! اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے، اپنی قبر کے اندر سے ہوکر کتنوں کی حاجت روائی کرتے، مشکلات کو ٹالتے اور دور کرتے ہیں۔ گرتوں کو تھامتے، ڈوبتوں کو بچاتے ہیں۔ بچے دیتے اور روزگار مہیا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ سو ایسے لوگ اس طرح کے جھوٹ گھڑ گھڑ کر پیش کرتے، دوسروں کو دھوکہ دیتے اور اپنی دوکان چمکاتے ہیں - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ - اور ان ظالموں کے پاس اپنے ان وعدوں اور مفروضوں کیلئے نہ کوئی سند ہے نہ دلیل۔ نہ اساس ہے نہ بنیاد سوائے فرضی، وہمی اور من گھڑت ڈھکوسلوں کے - والعیاذ باللہ - جن کو یہ لوگ خوفِ خدا سے عاری ہوکر پھیلاتے ہیں اور اس طرح دوسروں کی گمراہی کے علاوہ خود اپنی گمراہی کو پکا کرنے کا سامان کرتے ہیں۔ اور ان کو اس کا کوئی خیال واحساس تک نہیں کہ یہ ضلال اور اضلال کے اس دوہرے جرم کے ارتکاب سے اپنے لیے کتنے ہولناک خسارے کا سودا کرتے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم من کلِ زیغٍ وَّ ضلالٍ۔

بَعۡدِهٖؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۱﴾ وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ

اس کے بعد؟ بیشک وہ بڑا ہی بردبار، نہایت ہی (درگزر اور) معاف کرنے والا ہے۹۲ ﴿۴۱﴾ اور یہ لوگ تو بڑی زوردار قسمیں کھا (کر

اَيۡمَانِهِمۡ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى

کہا کرتے) تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آ گیا تو یہ ضرور بالضرور دوسری ہر امت سے بڑھ کر

الۡاُمَمِۚ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ۨ ﴿۴۲﴾

راست رو ہونگے، مگر جب آ پہنچا ان کے پاس ایک عظیم الشان خبردار کرنے والا، تو اس کی آمد (اور تشریف آوری) سے ان کی

اسۡتِكۡبَارًا فِى الۡاَرۡضِ وَمَكۡرَ السَّيِّئِؕ وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ

نفرت (اور حق سے فرار) ہی میں اضافہ ہوا،۹۳ ﴿۴۲﴾ اپنی بڑائی کے گھمنڈ کی بناء پر۹۴ (اللہ کی) اس زمین میں، اور اپنی بری چالوں کے نتیجے میں،

السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖؕ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَۚ

اور بری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو گھیر کر (اور پھانس کر) رہتی ہیں ۹۵ تو کیا یہ لوگ اب اسی برتاؤ (اور انجام) کے منتظر ہیں جو ان سے

فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

پہلے لوگوں کے ساتھ ہو چکا ہے؟ تو تم ہرگز اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم ہرگز اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہ

۹۲ اللہ تعالیٰ کی صفت حلم ومغفرت کی تذکیر ویاددہانی: سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بے شک وہ - اللہ - بڑا ہی بردبار، انتہائی درگزر فرمانے والا ہے''۔ اور یہ اسی حلیم مطلق کی شان حلم وکرم ہے کہ اس نے اتنی بے مثال ولامحدود قوت وقدرت کے باوجود ایسے مشرکوں اور باغیوں کو اتنی ڈھیل دے رکھی ہے۔ اور یہ اسی وحدہ لاشریک کی شان ہے - سبحانہ وتعالیٰ - سو وہ اگر مجرموں کو فوری طور پر پکڑتا نہیں تو اس سے کسی کو کبھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ جرم وقصور پر گرفت وپکڑ نہیں ہوگی۔ نہیں ایسا نہیں اور ہرگز نہیں کہ ایسا ہونا اسکی شان عدل وانصاف کیخلاف اور اسکی پیدا کردہ اس کائنات کے وجود اور اسکی حکمت کے منافی ہے۔ سو وہ جو جرم وقصور پر فوری طور پر پکڑتا نہیں تو اس لیے کہ وہ بڑا ہی حلیم وغفور ہے۔ اس لیے وہ مجرم اور قصوروار لوگوں کو لگاتار ڈھیل اور مہلت دیئے چلا جاتا ہے تاکہ جس نے توبہ کرنی ہو کر لے۔ اور جو ایسا نہیں کرے گا وہ اپنا پیمانہ بھر لے تاکہ اپنے آخری انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حال من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ

۹۳ انسان کے کفران نعمت اور ناشکری کا ایک نمونہ ومظہر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ پہلے تو یہ لوگ کڑی اور

زور دار قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آ جائے تو یہ ضرور بالضرور دوسری ہر امت سے بڑھ کر راست رو ہونگے۔ لیکن جب ان کے پاس ایک عظیم الشان خبردار کرنے والا آ گیا تو انکی نفرت اور گریز و فرار ہی میں اضافہ ہوتا گیا۔ یعنی مشرکینِ مکہ پہلے تو رسول اور آسمانی وحی کی تمنائیں کیا کرتے تھے۔ مگر جب اللہ پاک نے ان کو اس نعمت سے سرفراز فرمادیا تو یہ لوگ اس کے منکر ہو گئے۔ اور یہی حال اس انسانِ کفور کا ہمیشہ رہا کہ جب اس کو کوئی نعمت نہیں ملتی تو یہ رہ رہ کر اس کی تمنائیں کرتا ہے۔ لیکن جب وہ اسکو میسر آ جاتی ہے تو یہ اپنے منعم کو اور اس کے انعام کے تقاضوں کو بھول جاتا ہے اور کفرانِ نعمت اور ناشکری کا ارتکاب کرنے لگتا ہے۔ کل بھی ایسے انسان کا یہی حال تھا اور آج بھی یہی ہے- اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ و العیاذُ باللّٰہ العظیم -سو اس سے انسان کے کفرانِ نعمت اور اسکی ناشکری کا ایک کھلا نمونہ و مظہر سامنے آتا ہے اور ایسے لوگوں کی اس ناشکری کا ذکر سورۂ صافات میں بھی فرمایا گیا ہے- والعیاذُ باللہ جل وعلا- اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین۔

۹۴ استکبار باعثِ خسارہ ومحرومی- والعیاذُ باللہ: -سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ استکبار انسان کی محرومی کا ایک اہم اور بنیادی سبب ہے- والعیاذُ باللہ۔ سو یہی ہے وہ اہم اور بنیادی وجہ جو ہمیشہ ایسے لوگوں کے لئے حق کے انکار اور اس سے محرومی کا باعث بنی- والعیاذُ باللّٰہ العظیم- پس استکبار یعنی اپنی بڑائی کا زعم اور گھمنڈ خرابی و فساد اور خسارۂ محرومی کی اصل وجہ اور جڑ بنیاد ہے کہ اس مرض میں مبتلا لوگ کلمہ حق سننے اور ماننے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ اور حق بات انکے دلوں تک پہنچ ہی نہیں پاتی۔ تو پھر وہ نورِ حق و ہدایت سے سرفراز ہوں تو کس طرح اور کیونکر؟ - والعیاذ باللہ العظیم- بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ،

۹۵ حق کیخلاف بُری چالوں کا نتیجہ خود اپنی ہلاکت کا سامان- والعیاذُ باللہ: -سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ حق کے خلاف بری چالیں چلنے والے اپنی چالوں میں خود ہی پھنس کر رہتے ہیں- والعیاذ باللہ- کہ اس طرح کی بری چالوں کی بنا پر ایسے لوگ حق کی نعمت سے محروم ہو کر ہمیشہ کی محرومی اور دائمی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اور اہلِ حق کو اگر کوئی ظاہری تکلیف پہنچتی بھی ہے تو وہ ان کے لئے اجر و ثواب میں اضافے ہی کا باعث بنتی ہے ان کے ایمان و یقین اور صبر و استقامت کی بناء پر- سبحان اللہ!- کتنی بڑی اور کس قدر عظیم الشان دولت ہے یہ ایمان و یقین کی دولت کہ اس کے بعد ایک مومنِ صادق کے لئے خسارۂ و نقصان کی کوئی صورت ہے ہی نہیں۔ بلکہ کامیابی ہی کامیابی ہے- والحمدللہ رب العلمین -سو حق کیخلاف سازشیں کرنے اور بری چالیں چلنے والا درحقیقت یہ سب کچھ خود اپنے ہی خلاف کرتا ہے اور جو چال وہ دوسروں کیلئے بنتا ہے اس میں سب سے پہلے خود ہی پھنستا ہے۔ اور راہِ حق بتانے والے کی مخالفت کرنا دراصل خود اپنی راہ گم کرنا اور اپنی عاقبت برباد کرنا ہے۔ دوسروں کو تو کوئی نقصان وہ اللہ کے اذن کے بغیر نہیں پہنچا سکے گا لیکن حق کی دشمنی اور اہلِ عداوت کی بنا پر وہ اپنے آپ کو بہرحال ہلاکت اور تباہی کے ہولناک گڑھے کی طرف دھکیل دیتا ہے- والعیاذ باللہ- اور ''مکر'' کا لفظ چونکہ اچھے معنوں میں بھی آتا ہے اس لیے یہاں پر ''مکر'' کے ساتھ ''سیئی'' کی قید لگا کر ''مکر'' کی نوعیت کو واضح فرمادیا گیا کہ اس سے مراد بری چال ہے- والعیاذُ باللہ- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

تَحْوِيْلًا ﴿٤٣﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ

پاؤ گے ف۹۶ ﴿۴۳﴾ کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں (عبرتوں بھری) اس زمین میں؟ تاکہ یہ دیکھتے کہ کیسا ہوا

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ

انجام ان لوگوں کا جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے، ف۹۷ حالانکہ وہ طاقت میں ان سے کہیں زیادہ

قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَىْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا

بڑھے ہوئے تھے اور اللہ ایسا نہیں کہ کوئی چیز اس کے قابو سے نکل جائے نہ آسمانوں (کی بلندیوں) میں، اور نہ

فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ

زمین (کی پستیوں) میں، ف۹۸ بے شک وہ سب کچھ جانتا پوری قدرت والا ہے، ف۹۹ ﴿۴۴﴾ اور اگر کہیں اللہ

اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ

پکڑنے لگتا لوگوں کو ان کے کئے کرائے پر، تو وہ کسی متنفس کو بھی روئے زمین پر

دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا

(زندہ) نہ چھوڑتا، ف۱۰۰ لیکن وہ ان کو ڈھیل دیئے جا رہا ہے ایک وقت مقرر تک، پھر جب

جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ ع

آ پہنچے گا ان کا وہ وقت مقرر تو ان کا حساب پوری طرح چکا دیا جائے گا، بے شک اللہ پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے ہے اپنے بندوں پر ف۱۰۱ ﴿۴۵﴾

ع ۵ / ۸ / ۱۷

۹۶ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور کلمہ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "تم اللہ کے دستور میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے"۔ یعنی نہ تو یہ ہو سکے گا کہ مجرم سزا سے بچ جائے اور نہ یہ کہ جرم کسی کا ہو اور سزا کسی اور کو ملے۔ یعنی کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوگا بلکہ ہر کسی کو عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق اس کے کئے کرائے کی جزا و سزا ملے گی اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق اور بھرپور طور پر ملے گی۔ سو دور حاضر کے یہ منکر اگر حق کی اسقدر وضاحت اور توضیح کے باوجود کبر و غرور اور اپنی سرکشی و سازش کی اسی روش پر اڑے ہوئے ہیں جس پر انکے پیش رو اڑے رہے تھے تو اسکے معنی یہی ہیں کہ یہ لوگ اب اسی ہولناک انجام کے منتظر ہیں جس سے انکی پیش رو منکر و مستکبر قومیں دوچار ہو چکی ہیں کہ جس طرح وہ گزشتہ قومیں ہلاکت و تباہی کے گھاٹ پر اتر چکی ہیں وہی حشر انکا بھی ہو۔

کیونکہ حق کی وضاحت میں اب کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی۔ سو اگر یہی بات ہے تو یہ لوگ اپنے اس آخری انجام کا انتظار کریں کہ اللہ کا دستور اور اسکی سنت سب کیلئے ایک اور یکساں و بے لاگ ہے۔ سو اللہ کی وہ سنت جب انکے حق میں ظاہر ہوگی تو اسکو ٹالنا یا بدلنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ یہاں پر "سنت اللہ" یعنی دستورِ خداوندی کے بارے میں تبدیل اور تحویل کے دو لفظ وارد ہوئے ہیں۔ یعنی اللہ کی سنت نہ بدلتی ہے نہ ٹلتی ہے۔ سو اس کے بدلنے سے مراد یہ ہے کہ ہر قوم کے لیے اللہ کا دستور ایک ہی ہے اور وہ سب کے لیے یکساں اور بے لاگ ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ جو روّیہ ایک قوم کے لیے باعث ہلاکت ہو وہی روّیہ دوسری قوم اختیار کرنے پر اس انجام بد سے بچ جائے اور اللہ کی اس سنت کے نہ ٹلنے سے مراد و مقصود یہ ہے کہ جب اس کے ظہور کا وقت آجائے گا تو وہ لازماً ظاہر ہو کر رہیگی۔ پھر اس کو ٹالنا یا اس کے رخ کو پھیر اور بدل دینا کسی کے لیے ممکن نہیں ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ بے راہ روی کی ہر شکل سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۹۷ گزشتہ قوموں کے انجام پر غور و فکر کی دعوت اور ایک بدعی قیاس کی تردید: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں عبرتوں بھری اس زمین میں؟ تاکہ دیکھتے کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے"۔ سو اس ارشاد میں گزشتہ قوموں کے حال و مآل میں غور فکر اور اس سے عبرت پذیری کی دعوت جیسے قوم عاد، ثمود، قوم لوط اور قوم مدین وغیرہ جن کے علاقوں پر ان لوگوں کا اپنے شام و یمن وغیرہ کے تجارتی سفروں کے دوران گزر ہوتا رہتا تھا کہ کس طرح ان بدبخت قوموں کو حضرات انبیاء و رسل کی تکذیب اور انکارِ حق کے جرم کی پاداش میں تہس نہس اور ملیامیٹ کر کے رکھ دیا گیا۔ اور ان کے آثار و کھنڈرات کے سوا اب انکا کچھ باقی نہیں رہ گیا اور جو اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر دنیا کو دعوتِ غور و فکر دے رہے ہیں۔ (ابنِ کثیر، فتح القدیر، روح، قرطبی اور مراغی وغیرہ)۔ سو زمین کا سفر اور آثارِ قدیمہ کا کھوج عبرت پذیری اور سبق لینے ہی کی غرض سے ہونا چاہیئے لیکن افسوس کہ آج کا غافل انسان اس گوہرِ مقصود سے غافل ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الا ماشاء اللہ۔ اہلِ بدعت کے بعض بڑوں نے اس سے بزرگوں کے مزارات کی حاضری اور ان کے شہروں کی زیارت کے لئے دلیل پکڑی ہے۔ سبحان اللہ!۔ کیا کہنے اس اجتہاد و استنباط اور فکر و فہم کے؟ کہ بزرگوں کی قبروں اور بستیوں کو خدا کی باغی و سرکش اور معذب قوموں کے انجامِ بد پر قیاس کیا جا رہا ہے۔ دوسرا کوئی اگر ایسی کوئی بات کہہ دیتا تو خدا جانے اس پر کیا کیا فتوے جڑ دیئے گئے ہوتے۔ مگر اپنا حال یہ ہے۔ سو دیکھو شرک و بدعت کی بیماری اور اسکی نحوست کس طرح انسان کی مت مار کر رکھ دیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں ایسا بدعتی شخص کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بزرگوں اور ولیوں کی قبروں اور آرام گاہوں کو اس طرح کی کافر و منکر اور باغی قوموں کے کھنڈرات پر قیاس کرنے لگتا ہے جن کو ان کے کفر و انکار کی بنا پر ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد اور نیست و نابود کر دیا گیا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ شرک و بدعت اور ہر قسم کے زیغ و ضلال اور سوءِ فہم اور انحراف سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔ بہر کیف اس ارشاد سے آثارِ قدیمہ سے درسِ عبرت لینے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید

۹۸ اللہ تعالیٰ کی گرفت و پکڑ سے کوئی باہر نہیں ہوسکتا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ایسا نہیں کہ کوئی چیز اسکے قابو سے نکل جائے"۔ جیسا کہ دنیا کی حکومتوں کو ایسے حالات و واقعات سے سابقہ پیش آتا رہتا ہے کہ مجرم جرائم کا ارتکاب کر کے چھپ جاتے ہیں۔ بھاگ جاتے ہیں۔ اور گرفت سے بچ جاتے ہیں۔ اور حکومت انکے پکڑنے سے عاجز آجاتی ہے۔ سو اللہ کی گرفت و پکڑ سے کوئی بچ کر نہیں نکل سکتا۔ اور جب زمین و آسمان کی اس پوری کائنات میں کوئی بھی جگہ ایسی نہیں

جو اس کی ملکیت سے خارج اور اس کے تصرف سے باہر ہو تو پھر اس کی گرفت و پکڑ سے کہیں نکل بھاگنے کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ سو ماضی کی ان عظیم الشان اور طاقتور و ترقی یافتہ قوموں کی ہلاکت و تباہی سے ایک طرف تو یہ درسِ عبرت ملتا ہے کہ کوئی بھی قوم اپنے پاداشِ عمل سے بچ نہیں سکتی۔ اس کو مہلت اور ڈھیل جتنی بھی ملے بالآخر وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو بہر حال پہنچ کر رہتی ہے۔ اور دوسری طرف اس سے یہ عظیم الشان درس ملتا ہے کہ اصل ترقی مادی ترقی نہیں بلکہ اَخلاق و کردار کی ترقی اور اس کی پاکیزگی ہے۔ ورنہ محض مادی ترقی کسی قوم کو اس کے ہولناک انجام سے نہیں بچا سکتی۔ اور تیسری طرف اس سے یہ عبرت انگیز درس ملتا ہے کہ کوئی قوم خواہ کتنی ہی طاقتور اور ترقی یافتہ کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی گرفت و پکڑ سے باہر نہیں ہو سکتی۔ اور وقت آنے پر وہ اپنے انجام کو بہر حال پہنچ کر رہتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین۔

۹۹ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے: سو ارشاد فرمایا گیا اور اُدواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا نہایت ہی قدرت والا ہے"۔ پھر اس کی گرفت سے کسی کے بچ نکلنے کا کیا سوال؟ کہ نہ کوئی اس کے دائرۂ علم و خبر سے باہر ہو سکتا ہے اور نہ اس کے احاطہ قدرت و تصرف سے کہیں نکل سکتا ہے۔ سو اسکے اِمہال سے کسی کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ وہ اپنی رحمتِ کاملہ اور حلمِ بے پایاں کی بنا پر ڈھیل تو بہت دیتا ہے اور کفر و انکار اور تمرد و سرکشی کی وجہ سے وہ کسی پر دنیاوی مال و دولت اور عیش و عشرت کے دروازے بند نہیں کرتا لیکن رسی دراز کرنے کے باوجود جب کوئی قوم ہوش کے ناخن نہیں لیتی اور وہ اپنی سرکشی سے باز نہیں آتی تو آخرِ کار وہ اسکو پکڑتا ہے اور ایسا سخت پکڑتا ہے کہ ان کیلئے بچنے اور بھاگ نکلنے کی کوئی صورت کسی کیلئے ممکن نہیں رہتی۔ اور ایسا پکڑتا ہے کہ اسکی کوئی نظیر و مثال نہیں ہو سکتی۔ اور ایسا کہ انکے وجود تک کو مٹا دیتا ہے۔ یہ گزشتہ قوموں کے کھنڈرات اسکے گواہ ہیں جس پر دورِ حاضر کے منکر اپنے سفروں کے دوران دن رات گزرتے ہیں۔ تو کیا یہ لوگ ان پر نگاہِ عبرت نہیں ڈالتے اور ان کے اس انجام سے سبق نہیں لیتے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۱۰۰ اللہ تعالیٰ کی سنتِ اِمہال کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر اللہ کہیں لوگوں کو انکے کیے کرائے پر۔ فوری طور پر۔ پکڑنے لگتا تو زمین پر کس جاندار کو باقی نہ چھوڑتا۔ کہ انسان اپنے گناہوں کی پاداش میں نیست و نابود کر دیئے جاتے اور جانور وغیرہ جو اس کی خدمت اور فائدے کے لئے تھے ان کے باقی رکھنے کا کوئی مقصد نہ رہ جاتا کہ وہ تو انسان ہی کی خدمت اور بھلے کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔ تو جب مخدوم ہی نہ رہے تو پھر خادموں کے باقی رکھنے کا کیا فائدہ؟ اس لئے ان کو بھی مٹا دیا جاتا۔ مگر اللہ پاک اپنی شانِ کریمی سے کام لیتے ہوئے انسان کو ڈھیل پر ڈھیل اور مہلت پر مہلت ہی دیئے جا رہا ہے کہ شاید یہ سنبھل جائے سدھر جائے اور اپنے کرتوتوں سے رک جائے اور باز آ جائے۔ اور اس طرح یہ لوگ اپنے اس ہولناک انجام سے بچ جائیں جس کی طرف یہ بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ اور اگر یہ نہیں تو پھر یہ لوگ اپنا پیمانہ اچھی طرح لبریز کر لیں تا کہ ان کا پھوڑا پوری طرح پک کر آخری آپریشن کے قابل ہو جائے۔ اور ایسے لوگ اپنے کئے کرائے کا بھرپور بدلہ پا سکیں۔ اور اس طرح کہ ان کے لئے کوئی عذر اور حجت باقی نہ رہ جائے۔ ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ﴾ الایۃ (المومن: ۵۲) اور یہی سب سے بڑا خسارہ اور دائمی ناکامی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ و سلامت رکھے آمین ثم آمین

۱۰۱ اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں: سو ارشاد فرمایا گیا اور اداتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک اللہ پوری

طرح نگاہ رکھے ہوئے ہے اپنے بندوں پر"۔ لہذا وہ پوری طرح جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے اور کون کس سزا و جزا کا مستحق ہے۔ نہ کوئی اس کی نگاہ سے اوجھل ہوسکتا ہے اور نہ کسی کی کوئی نیت اور کوئی عمل اس سے مخفی و پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ اسی کے مطابق وہ ہر ایک کو اس کے صلہ و بدلہ سے نوازے گا اور پورے عدل و انصاف کا معاملہ فرمائے گا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ ﴿اَللّٰهُمَّ کُنْ لَنَا وَ لَا تَکُنْ عَلَیْنَا وَاهْدِنَا وَاهْدِ بِنَا وَاجْعَلْنَا عَلٰی صِرَاطِکَ الْمُسْتَقِیْمِ وَارْضَ عَنَّا بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ – بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اگر مجرموں کو انکے کیے کرائے کی پاداش میں فوراً نہیں پکڑتا تو یہ اسکی اس کریمانہ سنت کی بنا پر ہے جو اسکے حلم اور کرم بے پایاں پر مبنی ہے۔ ورنہ وہ اگر پکڑنے پر آجائے تو کوئی اسکا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا اور کسی کی یہ مجال نہیں کہ وہ اسکی راہ میں رکاوٹ بن جائے اور اسکے ارادے میں مزاحم ہوسکے۔ وہ اگر چاہے تو چشم زدن میں روئے زمین سے ہر متنفس کو مٹا دے۔ مگر وہ چونکہ حلیم و کریم اور غفور و رحیم ہے۔ اس لیے لوگوں کو ایک مدتِ معین تک مہلت دیئے جا رہا ہے تاکہ جو چاہے توبہ اور رجوع الی اللہ کے ذریعے اپنی اصلاح کرلے۔ اور جو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی ہی پر اڑا رہے اس پر حجت تمام ہوجائے۔ پس اسکی سنتِ اِمہال سے کسی کو بھی کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔ بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ

۞۞۞۞۞

☆۔۔۔ یکم ذوالحجہ ۱۴۰۵ ہجری مطابق ۱۵ مئی ۱۹۸۹ بمکانِ خود منطقہ ام ہریر شارع طارق بن زیاد، بردبی۔ والحمدللہ رب العالمین

☆۔۔۔ نظر ثانی ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۹۷ء بروز اتوار، بوقت ڈیڑھ بجے دن بمنزل خود، سطوہ، دبی، متحدہ عرب امارات۔ والحمدُ للّٰہ ربِّ العالمین، الّذی بیدہٖ ازمَّۃُ التوفیق والعنایۃ، جلّ و عَلا

☆۔۔۔ نظر ثالث ۲ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۹۸ء بروز اتوار بوقت سوا بارہ بجے شب سطوہ، دبی، والحمدللہ رب العالمین الذی لا تتمُ الصَّالِحاتُ الَّا بتوفیقٍ مِّنہ، سبحانہٗ وتعالیٰ، فَعَلَیْہِ نَتوکّل وبِہٖ نَستعِین،

☆۔۔۔ تکمیل پروف ریڈنگ ۷ المحرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۹۹ء بروز پیر بوقت ڈیڑھ بجے دن سطوہ، دبی والحمدللہ رب العالمین الّذیْ شرَّفَنِیْ بنعمَۃِ الایمان والقرآن و الاشتغال بہٖ تعلیماً و تفسیرا،

☆۔۔۔ تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۲۴ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے گیارہ بجے شب، سطوہ، دبی، والحمدللہ رب العالمین، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ فھوالاھل للحمد والثناء

☆۔۔۔ تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۰ جماوی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ مطابق ۳۰ جولائی ۲۰۰۱ء بروز پیر بوقت سوا پانچ بجے شام، سطوہ دبی متحدہ عرب امارات والحمدللہ رب العالمین، الذی بیدہ ازمۃُ التوفیق والعنایۃ والصدق والصواب

☆۔۔۔ تکمیل چوتھی ریڈنگ ۱۷ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰ فروری ۲۰۰۳ بروز جمعرات بوقت آٹھ بجے شب (عنداذان العشاء) سطوہ، دبی، متحدہ عرب امارات۔ والحمدللہ رب العالمین۔ فی کل زمان ومکان، وبکل حالٍ من الاحوال،

☆۔۔۔ اَللّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) ۲۲۔ ذوالحجہ ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۱۳ فروری ۲۰۰۴ء بروز جمعرات بوقت دس بجے شب، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان والحمدللہ رب العالمین۔ قبل کل شئ وبعد کل شئی، فھو الْاَھلُ لِلحمد فی الاولیٰ والاخرۃ، جلّ و عَلا

آیاتھا ۸۳ | ۳۶ سُوْرَۃُ یٰسٓ مَکِّیَّۃٌ ۴۱ | رکوعاتھا ۵

سورۃ یٰسٓ مکی ہے اور اس کی تراسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

یٰسٓ ۞۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۞۲ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۞۳ عَلٰی

یٰسٓ ① قسم ہے اس حکمتوں بھرے قرآن کی ف۱ ② بلاشبہ آپ (اے پیغمبر) قطعی طور پر رسولوں میں سے ہیں ف۲ ③ سیدھی

۱ قرآنِ حکیم اپنی صداقت وحقانیت کی دلیل خود: -- سو حکمتِ قرآن اسکی صداقت وحقانیت کی سب سے بڑی اور واضح دلیل ہے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم کی قسم سے واضح فرمادیا گیا کہ حکمتِ قرآن اس کتابِ حکیم اور اس کے پیش کرنے والے پیغمبر کی صداقت وحقانیت کی سب سے بڑی اور واضح دلیل ہے۔ یعنی یہ عظیم الشان اور حکمتوں بھرا کلام جس کی نظیر لانے سے دنیا ساری عاجز ہے خود اس بات کی کھلی دلیل اور واضح ثبوت ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ سو قرآنی قسمیں جیسا کہ ہم نے اور بھی کئی جگہ ذکر کیا ہے اپنے مقسم علیہ کی شہادت اور گواہی کیلئے ہوتی ہیں نہ کہ محض تعظیم کیلئے۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے اور جیسا کہ عام لوگوں کی قسموں میں پایا جاتا ہے۔ سو یہاں پر قرآنِ حکیم کی اس قسم سے واضح فرمادیا گیا ہے کہ اے پیغمبر آپؐ یقیناً اللہ کے سچے رسول ہیں اور اس پر گواہی کیلئے یہ قرآنِ حکیم ہی کافی ہے جو آپؐ دنیا کو سناتے ہیں کہ ایسا کلامِ حکیم اپنی طرف سے پیش کرنا طوقِ بشر سے خارج ہے۔ پس یہ قرآن معجزہ اور کلامِ خداوندی ہے۔ جو اپنی صداقت وحقانیت کا آپ گواہ ہے۔ والحمدللہ، جَلَّ وَعَلَا

۲ پیغمبرؑ کی صداقت وحقانیت کا ذکر وبیان: -- سو منکرین کے انکار کی بالواسطہ تردید اور پیغمبر کی صداقت وحقانیت کے اعلان کے طور پر ارشاد فرمایا گیا اور اَدواتِ تاکید کے ساتھ فرمایا گیا کہ "بلاشبہ آپ اے پیغمبرؐ قطعی طور پر رسولوں میں سے ہیں"۔ یہ دراصل ان کفار کو سنایا جارہا ہے جو آپ کی نبوت ورسالت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے۔ ﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ اور یہ بلاغت کا ایک مشہور ومعروف اسلوب ہے کہ خطاب کسی سے ہو اور سنایا کسی اور کو جارہا ہو۔ اور بلاغت کا یہ اسلوب ہر زندہ زبان میں پایا جاتا ہے۔ اور اس میں بلاغت یہ ہے کہ یہ کفار ومنکرین اس قابل نہیں کہ ان کو براہِ راست خطاب کر کے ان سے یہ بات کہی جائے، بلکہ ان کو یہ پیغام پیغمبر کے توسط سے دیا جارہا ہے۔ ورنہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خود آپ کو اس بارے کوئی شک تھا جسکی بنا پر آپؐ کو یہ یقین دہانی کرائی جارہی ہے۔ بلکہ اس اسلوب سے اصل میں منکرین کے انکار کی بالواسطہ تردید فرمائی گئی ہے۔ پس حق وہدایت کی راہ وہی اور صرف وہی ہے جسکی دعوت اللہ کے رسول دے رہے ہیں۔ اس کے سوا باقی سب اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

راہ پر ہیں ف۳ (۴) یہ (قرآن) سراسر اتارا ہوا ہے اس ذات کا جو (سب پر) غالب ف۴ انتہائی مہربان ہے ف۵ (۵) تاکہ آپ (اس کے ذریعے)

مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى

خبردار کریں ایسے لوگوں کو جن کے باپ دادوں کو خبردار نہیں کیا گیا تھا (عہد قریب میں) ف۶ جس سے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ف۷ (۶) بلاشبہ

اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۷ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا

ان میں سے اکثر پر پکی ہو گئی ہماری بات ف۸ سو اب یہ ایمان نہیں لائیں گے، (۷) بے شک ہم نے ڈال دیئے ان کی گردنوں میں ایسے بھاری

۳ راہِ حق کی تعیین و تشخیص کا ذکر و بیان: -سو راہِ حق کی تعیین و تشخیص اور پیغمبر کی صداقت وحقانیت کے ذکر و بیان کی طور پر ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح اور قطعی طور پر ارشاد و اعلان فرمایا گیا "آپ اے پیغمبر قطعی طور پر رسولوں میں سے ہیں۔ اور یقیناً آپ سیدھی راہ پر ہیں"۔ یعنی اس راہ پر جو انسان کو سعادتِ دارین سے سرفراز کرنے والی راہ ہے اور جنت کو پہنچانے والی اور بندے کو اپنے رب کی رضا سے مشرف کرنے والی راہ ہے۔ ﴿اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قرآنِ حکیم بیک وقت دو باتوں کا شاہد ہے۔ ایک یہ کہ آپ قطعی طور پر اللہ کے رسولوں میں سے ہیں اور دوسری یہ کہ آپ اس عظیم الشان شاہراہ اور سیدھے راستے پر ہیں جو عقل وفطرت کے تقاضوں کے عین مطابق اور انسان کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز کرنے والا راستہ ہے۔ اور جو لوگ اس سے منہ موڑتے ہیں انہوں نے دراصل اپنی فطرت کو بگاڑ دیا ہے اور انکی عقلیں ماؤف ہو چکی ہیں، جس سے انکو سیدھی راہ بھی ٹیڑھی نظر آ رہی ہے- والعیاذ باللہ العظیم- بہرکیف اس سے تصریح فرما دی گئی کہ راہِ حق وہدایت وہی اور صرف وہی ہے جس کی تعلیم وتلقین پیغمبر فرمائیں اور جو اب قیامت تک کے لیے قرآن وسنت کی شکل میں دنیا کے سامنے موجود ہے۔ دارین کی سعادت و سرخروئی کا مدار وانحصار اب اسی راہ پر ہے۔ اس کے سوا ہر راستہ محرومی اور ہلاکت وتباہی کا راستہ ہے- والعیاذ باللہ- شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے کہ- خلافِ پیمبر کسے رہ گزید- ہرگز بمنزل نخواہد رسید- یعنی "پیغمبر کے راستے کے خلاف جس نے دوسرا کوئی بھی راستہ اپنایا وہ کبھی منزل تک نہیں پہنچ سکے گا" اس کے لیے محرومی ہی محرومی اور ہلاکت ورسوائی ہی ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین۔

۴ قرآنِ حکیم وسیلۂ عزت وعظمت: -سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قرآنِ حکیم عزت وعظمت کا سرچشمہ اور حقیقی فوز وفلاح سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ سراسر اتارا ہوا کلام ہے اس ذات کا جو نہایت ہی زبردست ہے"۔ پس نہ تو کوئی اس کے اس کلامِ مقدس میں کسی طرح کی کوئی مداخلت کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کی گرفت اور پکڑ سے بچ کر نکل سکتا ہے- سبحانہ وتعالیٰ- سو جو لوگ اس کتابِ عزیز کو اپنائیں گے وہ صحیح معنوں میں اور حقیقی عزت سے سرفراز ہونگے اس دنیا میں بھی اور آخرت کے اُس ابدی جہاں میں

بھی - وباللہ التوفیق - اور اسکے برعکس جولوگ اس سے منہ موڑیں گے وہ اس منصۂ عزوشرف سے محروم ہوکر ہلاکت وتباہی کے انتہائی ہولناک گڑھے اور قعرِ مذلت میں گریں گے - والعیاذ باللہ العظیم - سو تنزیل العزیز کے ان دو کلماتِ کریمہ سے ایک حقیقت تو یہ واضح فرمادی گئی ہے کہ یہ کلام خالص اور سراسر اتارا ہوا کلام ہے - اس میں کسی انسانی فکروکاوش کا کوئی عمل دخل نہیں - اور دوسری حقیقت اس سے یہ واضح فرمادی گئی کہ یہ کلام اُس عزیز ذات کا کلام ہے جس کی عزت وعظمت اور اس کے غلبہ وقوت کا کوئی کنارہ نہیں - اس لیے جولوگ اس کلامِ عزیز وحکیم سے اِعراض وروگردانی برتیں گے وہ اس ربِّ عزیز کی گرفت وپکڑ سے بچ نہیں سکیں گے - اور تیسری طرف اس سے یہ حقیقت بھی واضح فرمادی گئی کہ جولوگ اس کلامِ عزیز کو صدقِ دل سے اپنائیں گے وہ سچی اور حقیقی عزت وعظمت سے سرفراز ہونگے - سو قرآنِ حکیم حقیقی عزت وعظمت کا مصدر وسرچشمہ اور اس سے سرفرازی کا واحد ذریعہ ووسیلہ ہے - والحمدللہ جل وعلا - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور صدقِ دل سے اس کے ساتھ وابستہ رہنے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین

۵ قرآنِ حکیم رحمتِ خداوندی کا مقتضیٰ اور رحمت سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ حکمتوں بھرا کلام اتارا گیا ہے اس ذات کی طرف سے جوکہ انتہائی مہربان ہے" - پس اس کی بے پایاں رحمتوں کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے قرآنِ حکیم جیسی ابدی صداقتوں والی یہ بے مثال ولازوال کتاب اتارے - بھلا جس نے ہماری جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے طرح طرح کی اور لاتعداد نعمتوں کو پیدا فرمایا ہے کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ ہماری روحانی ضرورتوں کا کوئی انتظام نہ فرمائے جوکہ اصل بھی ہیں - اور جسمانی ضرورتوں سے کہیں زیادہ اہم بھی - سو اس خدائے عزیز ورحیم - سبحانہ وتعالیٰ - نے اسی لیے قرآنِ حکیم کی صورت میں اپنی یہ آخری اور کامل کتاب نازل فرمائی - پس اس سے منہ موڑنا اپنے آپ کو گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈالنا ہے - والعیاذ باللہ - بہرکیف حضرتِ حق - جلَّ مَجْدہٗ - کی صفتِ رحیم کے یہاں پر ذکر فرمانے سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرمادیا گیا ہے کہ تنزیلِ قرآن رحمتِ خداوندی کا سب سے بڑا مظہر ومقتضیٰ ہے - اور یہی رحمتِ خداوندی سے سرفرازی کا سب سے بڑا اور واحد ذریعہ ووسیلہ ہے - دنیا کی اس عارضی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہان میں بھی - وباللہ التوفیق لما یُحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید، بکُلِّ حالٍ مّن الاحوال وھوالہادی الی سواء السبیل - سبحانہٗ وتعالیٰ،

۶ تنزیلِ قرآن کا اصل مقصد اِنذار وتنبیہ :- سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ قرآنِ حکیم کے نازل فرمانے کا اصل مقصد اِنذار ہے - یعنی ان لوگوں کو خبردار کرنا جن کے باپ دادا کو خبردار نہیں کیا گیا تھا - یعنی عربوں کو جن کے پاس حضرتِ اسماعیل کے بعد سے کوئی نبی نہیں آیا تھا اگرچہ دوسرے انبیائے کرام کی کچھ تعلیمات ان کو پہنچی تھیں - مگر ان کو ان لوگوں نے ادل بدل کرکے کچھ کا کچھ بنا دیا تھا - اسلئے اب آپؐ کے ذریعے ان کی ابدی راہنمائی کا انتظام فرمایا گیا ہے - سو قرآنِ حکیم کے نازل فرمانے کا اصل اور اولین مقصد اِنذار ہے - یعنی غفلت میں پڑے لوگوں کو انکے انجام سے خبردار کرنا تاکہ وہ چونک کر راہِ حق وہدایت کو اپنائیں - وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید - بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ قرآنِ حکیم کو اس اہتمام کے ساتھ اس لیے اتارا گیا کہ تاکہ آپ اس کے

ذریعے غفلت میں پڑے ان لوگوں کو ان کے انجام سے خبردار کر دیں جن کے پاس آپ کی بعثت سے پہلے کوئی نذیر نہیں آیا تھا۔ یہ اشارہ بنو اسماعیل کی طرف ہے جن کے اندر رسول کی بعثت کے لیے ان کے جدِّ امجد حضرتِ ابراہیم نے خاص طور پر یہ دعا فرمائی تھی اور اس مضمون کو قرآنِ حکیم میں دوسرے مختلف مقامات پر بھی مختلف انداز میں بیان فرمایا گیا۔ مثلاً سورۂ القصص میں ارشاد فرمایا گیا ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ الایة (القصص:۴۶) یعنی تاکہ آپ ایک ایسی قوم کو خبردار کریں جس میں آپ سے پہلے کوئی نذیر نہیں آیا۔ تاکہ یہ ہوش کے ناخن لیں،

۷ غفلت میں پڑے ہوؤں کی تذکیر وتنبیہ کا سامان وانتظام: ۔سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ قرآنِ پاک کو اس لیے نازل فرمایا گیا کہ اس سے غفلت میں پڑے ہوئے ان لوگوں کی تنبیہ وتذکیر کا سامان ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کی بعثت وتشریف آوری صرف عربوں ہی کے لئے تھی۔ نہیں آپ کی نبوت و بعثت تو قیامت تک کے لئے اور سارے جہانوں اور تمام انسانوں کے لئے تھی اور ہے۔ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾۔ (الانبیاء:۱۰۷)۔ نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾۔ (الفرقان:۱) وغیرہ۔ مگر اس کی طبعی ترتیب اس طرح رکھی گئی کہ پہلے اپنے گھر سے شروع کریں۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾۔ (الشعراء:۲۱۴) پھر اپنی قوم کو اور پھر سارے عالم کو خبردار کریں تاکہ خبردار کرنے کا کام اسی فطری ترتیب کے مطابق ہوتا جائے جو کہ عقل وفطرت کا تقاضا ہے۔ اور اس طرح آپ کو اپنے اہل و اقارب اور اپنی قوم سے معاون بھی ملتے رہیں اور دعوتِ حق وہدایت کے افق وسیع سے وسیع تر ہوتے جائیں۔ بہرکیف اس میں غافلوں کے لیے تنبیہ وتذکیر کا عظیم الشان سامان ہے۔ تاکہ وہ سوچیں اور غور کریں اپنے مآل وانجام کیلئے اور اس طرح وہ بچ جائیں برے انجام سے۔ اور دائمی سعادت سے سرفراز ہو سکیں، وباللّٰہ التوفیق لما یُحبُّ و یرید،

۸ منکرین پر اللہ تعالیٰ کی بات پکی۔ والعیاذ باللہ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ان میں سے اکثر پر پکی ہو گئی ہماری بات، یعنی وہ بات جو ابلیسِ لعین کے چیلنج کے جواب میں حق ۔جل مجدہ۔ کی طرف سے اعلانِ حق کے طور پر صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمائی گئی تھی۔ جیسا کہ ابھی اگلی سطروں میں آنے والا ہے۔ سو یہی وہ بات ہے جو کہ ازل سے ہمارے یہاں طے شدہ ہے کہ ایسے لوگوں نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنی فطری استعداد کو ضائع کر دینا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اور اس طرح انہوں نے ایمان سے محروم رہنا ہے۔ "اَیْ ما سُجّل علیهم فی أمّ الکتاب من أنهم لا یؤمنون لخُبثِ نفوسهم وسوء استعدادهم "۔ (المراغی: ج۲۲ص۱۴۶)۔ اور اسکے نتیجے میں انکو جہنم کے ہولناک عذاب میں داخل ہونا ہوگا جیسا کہ ابلیسِ لعین نے اللہ تعالیٰ کے سامنے چیلنج کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں انکی اکثریت کو گمراہ کر کے چھوڑونگا۔ تو اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ۔ ﴿قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ o لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾۔ (ص:۸۴-۸۵)۔ نیز دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾۔ (السجدۃ:۱۳)۔ اللہ تعالیٰ عناد اور ہٹ دھرمی کے ہر شائبہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، یا ارحم الراحمین

فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ۝٨ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ

بھر کم طوق ف۹ جو ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں، جن میں یہ (بری طرح) جکڑے ہوئے ہیں ف۱۰ ⑧ اور ہم نے ان کے آگے بھی ایک

أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ

دیوار کھڑی کر دی ہے، اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار کھڑی کر دی ہے ف۱۱ پھر (اوپر سے بھی) ان کو ایسا ڈھانک دیا ہے کہ انہیں

۹ منکرین و معاندین اللہ تعالیٰ کی سنت کی زد میں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ :- سو ارشاد فرمایا گیا اور اَدواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہم نے ڈال دیئے انکی گردنوں میں بھاری بھر کم طوق"۔ یعنی ضد و عناد اور ہٹ دھرمی کے وہ طوق جنہوں نے ان کو حق سے محروم کر رکھا ہے۔ یہ طوق اگرچہ آج نظر نہیں آ رہے مگر کل قیامت کو جب اصل حقائق نظروں کے سامنے آ جائیں گے تو اس وقت یہ طوق بھی سامنے نظر آئیں گے جو دنیا میں ان کے گلوں میں پڑے ہوئے تھے اور جن کی وجہ سے یہ لوگ حق اور ہدایت کی دولت سے محروم ہو گئے تھے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اور "ہم نے ڈال دیئے" کا مطلب یہ ہے کہ ہماری سنت اور ہمارا قانون اور دستور یہی ہے کہ جو کوئی اپنی رغبت اور چاہت سے ایسے کرتا ہے ہم اسکے ساتھ ایسے ہی معاملہ کرتے ہیں اور اسکو ادھر ہی دھکیل دیتے ہیں جدھر وہ خود جانا چاہتا ہے کہ اس بارے کسی پر جبر نہیں بلکہ ہر ایک کا اپنا ارادہ و اختیار ہے۔ ﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾۔ (النساء: ۱۱۵) یعنی ایسے معاند اور ہٹ دھرم لوگوں کو ہم ادھر ہی چلتا کر دیتے ہیں جدھر وہ اپنی چاہت و خواہش کے مطابق خود چلنا چاہتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں بالآخر وہ جہنم میں پہنچ کر رہتے ہیں جو بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔ سو ایسے منکر اور معاند لوگ اللہ تعالیٰ کی سنت کی زد میں آئے ہوتے ہیں مگر ان کو اس کا احساس و شعور ہی نہیں ہوتا جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

۱۰ مستکبرین کے استکبار کی ایک تصویر ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے انکی گردنوں میں ایسے بھاری بھر کم طوق ڈالے ہوئے ہیں جو انکی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں" "جن میں یہ بری طرح جکڑے ہوئے ہیں"۔ "اقماح" دراصل اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ کسی اونٹ کے سر کو پیچھے کی طرف اس طرح باندھ دیا جائے کہ اسکی گردن ایک خاص حد سے نہ نیچے ہو سکے نہ اوپر۔ سو یہ استعارہ ہے جو ان متکبر لوگوں کی اکڑی ہوئی گردنوں کے بارے میں اختیار فرمایا گیا ہے کہ جب ان لوگوں کے سر ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس طرح اوپر اٹھے ہوئے ہیں جس طرح کہ اس اونٹ کی گردن کو اسکے پیچھے کی طرف کس کر باندھ دیا جائے۔ تو پھر ان کو وہ سیدھی راہ آخر نظر ہی کیسے آ سکتی ہے جو ان کے پیش پا افتادہ ہے۔ "اَیْ مرفوعو الرؤس"۔ (المراغی)۔

"الذی یرفع راسہٗ و یغضّ بصرہ" ۔ (جامع البیان)۔ سو یہ ان کی اس محرومی کی تمثیل اور ان کے استکبار کی تصویر ہے جو ان کی اپنی اختیار کردہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان پر تھوپ دی گئی ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو انکی گردنیں انکے اپنے کبرو غرور کی بنا پر ایسی اکڑی ہوئی اور اوپر کو اس طرح اٹھی ہوئی ہیں کہ یہ اپنے سروں کو ایک خاص حد اور خاص زاویے سے نہ اوپر کر سکتے ہیں نہ نیچے۔ بلکہ انکی گردنیں ہمیشہ تنی اور کسی رہتی ہیں جس سے یہ نہ زمین کی نشانیوں کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ آسمان کے عجائب کی طرف نگاہ اٹھا سکتے ہیں۔ تو پھر انکو حق اور ہدایت کی دولت ملے تو کیسے اور کیونکر؟۔ سو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، قدرت کی سنت اور دستور کے مطابق انکی خواہشات اور انکی عادات وتقالید کے پھندوں کو ان پر اس طرح مسلط کر دیا جاتا ہے کہ وہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد سے ان مستکبرین کے حال ومآل کی تصویر وتمثیل پیش فرما دی گئی ہے۔ سو استکبار یعنی اپنی بڑائی کا زعم وگھمنڈ محرومی وہلاکت کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا

11 منکرین محرومی ونامرادی کی دیواروں کے اندر۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ منکرین کے آگے اور ان کے پیچھے انکی محرومی کی دیواریں ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے انکے آگے بھی ایک دیوار کھڑی کر دی ہے اور انکے پیچھے بھی ایک دیوار کھڑی کر دی ہے"۔ یہ دوسری تمثیل ہے کہ جس طرح کسی شخص کے آگے پیچھے ہر طرف دیوار ہو اور اوپر سے بھی اس کو ڈھانک دیا جائے تو اس کے لئے راستہ دیکھنا اور معلوم کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اسی طرح ان لوگوں کا حال ہے۔ اور چاروں طرف کی یہ دیوار اور اوپر کی یہ چھت دراصل ان کی اپنی ضد وعناد اور ہٹ دھرمی کی وہ غیر مرئی دیواریں ہیں جو انہوں نے اپنے ارد گرد خود قائم کر رکھی ہیں۔ جس سے یہ حق سے محروم ہیں۔ تو ان کی یہ محرومی دراصل ان کے اپنے ہی اختیار کردہ کبر ونخوت کی وجہ سے ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور "ہم نے دیوار کھڑی کر دی" کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا قانون و دستور اور ہماری سنت یہی ہے کہ جو کوئی اس طرح اپنے کبر ونخوت کی بنا پر حق سے منہ موڑتا ہے اس کو ہم اسی محرومی کے حوالے کر دیتے ہیں اور اس کو اسی راہ پر چھوڑ دیتے ہیں جس کو اس نے خود اپنایا ہوتا ہے۔ ﴿نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ﴾۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ کیونکہ ایسوں کو ہدایت سے نوازنا نہ ہماری شان کے لائق ہے اور نہ ہی عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق۔ ﴿اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ؟﴾۔ ایسے مستکبروں کے بارے میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ یہ اپنی پچھلی روایات اور اپنے مستقبل کے مطامع کے غلام ہوتے ہیں۔ اور یہ دونوں چیزیں انکی راہ میں اس طرح روک بن جاتی ہیں کہ ان سے ہٹ کر وہ کوئی چیز دیکھنے سننے اور ماننے کے قابل ہی نہیں رہ جاتے۔ سو استکبار محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ مّن الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیزُ الوہّاب،

لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

کچھ سوجھ کے ہی نہیں دیتا، ۱۲ ﴿۹﴾ اور ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کو خبردار کریں یا نہ کریں،

لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ

انہوں نے بہر حال ایمان نہیں لانا، ۱۳ ﴿۱۰﴾ آپ کا خبردار کرنا تو اسی شخص کو فائدہ دے سکتا ہے جو ڈرتا ہو (خدائے) رحمٰن سے

بِالْغَیْبِ ج فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ

بن دیکھے، ۱۴ سو ایسوں کو خوشخبری سنا دو ایک بڑی بخشش اور عزت والے اجر کی ۱۵ ﴿۱۱﴾ بلاشبہ ہم زندہ کرتے ہیں (اور کریں گے) مردوں کو

الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ط وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ

اور ہم لکھتے جا رہے ہیں ان کے وہ اعمال بھی جو انہوں نے آگے بھیج دیئے ہیں، اور ان کے وہ آثار (اور نشانات) بھی جو انہوں نے

فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ع وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ م

اپنے پیچھے چھوڑے ہیں ۱۶ اور (اس سے بھی بہت پہلے) ہم نے ہر چیز کو ضبط کر رکھا ہے ایک واضح کتاب میں ۱۷ ﴿۱۲﴾ اور سناؤ ان کو قصہ ان

وقف غفران — وقف لازم ۱۲ ع ۱۶

۱۲ اعراض و استکبار کا نتیجہ محرومی - والعیاذ باللہ العظیم -: سو اس اعراض و استکبار کے نتیجے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ انکو کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ کیونکہ جب آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی دیوار جس سے یہ لوگ نہ ماضی کے واقعات سے سبق لے سکتے ہیں نہ مستقبل کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔ اور تکبر و نخوت کی وجہ سے انہوں نے اپنے سروں کو اونٹوں کی طرح اوپر اٹھا رکھا ہے اور تعصب و عناد اور ضد و ہٹ دھرمی کی کالی پٹیاں انہوں نے اپنی آنکھوں پر باندھ رکھی ہیں تو پھر حق و ہدایت کی روشنی ان کو نظر آئے تو کیسے اور کہاں سے؟ - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ - سو معلوم ہوا کہ تکبر اور ہٹ دھرمی محرومی و بدنصیبی کی اساس اور جڑ بنیاد ہے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ - جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ﴾ الایة (الاعراف: ۱۴۶) سو عناد و ہٹ دھرمی کے مارے ہوئے ایسے لوگ نہ ماضی اور مستقبل کی طرف نگاہ غور و فکر ڈالتے ہیں اور نہ ہی یہ اپنے آگے پیچھے پھیلی بکھری قدرت کی ان نشانیوں کو نگاہ عبرت و بصیرت سے دیکھ سکتے ہیں جو ہر وقت اپنی زبان حال سے دعوت غور و فکر دے رہی ہوتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں ایسے معاند و متکبر لوگ اندھے کے اندھے اور اوندھے کے اوندھے ہی رہ جاتے ہیں۔ ورنہ

آسمان وزمین کی یہ ساری کائنات نشانہائے عبرت وبصیرت سے بھری پڑی ہے۔ مگر ایسے اندھوں اوراوندھوں کو کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پرارشادفرمایا گیا۔ ﴿اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ﴾ الایۃ (سبا:۹) یعنی کیا یہ لوگ آسمان اورزمین کی ان نشانیوں میں غور وفکر نہیں کرتے جوان کے آگے اور پیچھے ہرطرف پھیلی بکھری ہیں؟ یعنی ان کوان میں غورکرنا چاہیے۔ اوران سے درس عبرت لینا چاہیے، وباللّٰہ التوفیق

۱۳ ہٹ دھرم نورِ حق وہدایت سے محروم۔ والعیاذ باللہ: ۔سواس سے واضح فرمادیا گیا کہ ہٹ دھرموں پر کلامِ حق و ہدایت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ والعیاذ باللہ۔ سوعناد اور ہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی اور خرابی وفساد کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سوایسے لوگ جب ایمان لانا چاہتے ہی نہیں تو پھر ایسے ہٹ دھرموں کو ایمان کی دولت نصیب ہو تو کیسے اور کیونکر؟ کہ ''میں نہ مانوں'' (I never Agree) کا تو کوئی علاج ہی نہیں۔ ورنہ حضرتِ واہبِ مطلق۔ جل جلالہ۔ کی طرف سے عطاوبخشش کے خزانے تولگاتار تقسیم ہورہے ہیں اوراس سَحَاءُ اللّیل والنّھار کی لامتناہی عطاوبخشش میں کبھی پل بھر کے لئے بھی کوئی انقطاع نہیں ہوتا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ مگر واضح رہے کہ یہاں پر۔ ﴿سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ﴾۔ فرمایا گیا ہے ''علیک'' نہیں۔ یعنی یہ عدمِ نفع ان لوگوں کے اعتبار سے ہے۔ اوران کی اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے آپؐ کے لئے نہیں اے پیغمبر! آپؐ کے لئے تو بہرحال فائدہ ہی فائدہ ہے۔ ایک تواجر وثواب کے لحاظ سے اور دوسرا اس اعتبار سے کہ انہی لوگوں میں سے اچھے اوراہلِ خیر افراد بھی اسی تبلیغ حق کے سبب سے ملتے رہیں گے۔ البتہ ان لوگوں کے حق میں اس اِنذار و تبلیغ کا کوئی فائدہ نہیں۔ انکو یہ تبلیغ تو صرف الزام اور قطعِ حجت کیلئے کی جارہی ہے تاکہ یہ لوگ کل قیامت میں یوں نہ کہہ سکیں کہ انکو خبردار نہیں کیا گیا تھا۔ سوعناد اور ہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی اور فساد وخرابی کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہرحال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور ہمیشہ اور ہرحال میں اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۱۴ خدائے رحمٰن کی شانِ رحمانیت کے تقاضے: ۔سوارشادفرمایا گیا کہ ''آپ کا اِنذار تو انہی لوگوں کے لیے مفید ہوسکتا ہے جو خدائے رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتے ہیں''۔ پس جو خدائے رحمٰن کی بطش وگرفت سے ڈرے اوراس کی رضا کی طلب میں نصیحت کا محتاج ہوکراس کی طلب وتلاش میں رہے تواس کو یقیناً آپؐ کے اِنذار اور آپؐ کی تبلیغ سے فائدہ پہنچے گا۔ سوخداوندِ قدوس۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ کا خوف اوراس کی رضا وخوشنودی کی فکر وطلب اساس وبنیاد ہے دارین کی سعادت وسرخروئی اور فوز وفلاح کی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ بہرکیف اس آیتِ کریمہ میں دواہم اور بنیادی حقائق کو واضح فرمادیا گیا۔ ایک یہ کہ جولوگ صرف محسوسات کے غلام بن کررہ جاتے ہیں وہ غیبی حقائق اور آنے والے عذاب کو

اس وقت تک ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے جب تک کہ وہ انکو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں۔ تو ان پر کسی وعظ و تذکیر کا کوئی اثر نہیں ہوتا کہ ایسے لوگوں کے قوائے فکر و ادراک سب کے سب کند اور ماؤف ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور یہ ایسے حیوان بن کر رہ جاتے جو عذاب کا کوڑا برسنے پر ہی مانتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اور دوسری اہم حقیقت اس آیت کریمہ میں یہ واضح فرما دی گئی کہ خدائے رحمٰن کی رحمانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ کیونکہ اسکے رحمان ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نیکوں کو انکی نیکی کا صلہ و بدلہ دے اور بدوں کو انکی بدی کی سزا دے۔ اور اسی کیلئے اس نے قیامت کا دن مقرر فرمایا ہے جہاں اسکے کمالِ رحمت و عدل کا ظہور ہوگا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ راہِ حق پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے اور ہر قسم کے شرور وفتن سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین ویا ارحم الرحمین، ویا ارحم الراحمین۔

۱۵ ایمان بالغیب رکھنے والوں کے لیے عظیم الشان بشارت وخوشخبری: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "خدائے رحمٰن سے بن دیکھے ڈرنے والوں کو عظیم الشان بخشش اور اجرِ کریم کی خوشخبری سنا دو"۔ یعنی گناہوں کی معافی اور اس کے بعد جنت کی بے مثال و لازوال نعمتوں سے سرفرازی کی خوشخبری کہ یہ دونوں عظیم الشان نعمتیں نصیب ہوں گی ہر ایسے شخص کو جس نے اپنی زندگی خدائے رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتے ہوئے گزاری ہوگی۔ اس سے بڑھ کر اجرِ کریم یعنی عزت والا اجر و ثواب اور کوئی ممکن نہیں ہوسکتا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ سو ایسے لوگوں سے جو معاصی و ذنوب بشری تقاضوں کی بنا پر انکی دنیاوی زندگی میں سرزد ہو گئے ہونگے وہ ربِّ رحمٰن و رحیم انکے ایمان بالغیب اور خدائے رحمٰن سے بن دیکھے ڈرنے کے باعث اپنی رحمت و عنایت سے انکے ایسے تمام معاصی و ذنوب کی بخشش فرما دے گا کہ وہ خدائے رحمٰن بڑا ہی مہربان، انتہائی بخشنے والا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ اور انکو وہ جنت کی ان نعمتوں سے نوازے گا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی دل پر انکا گزر ہی ہوا ہوگا کہ اس کا کرم لامتناہی اور اس کی رحمت و عنایت غیر محدود ہے اور اس کی شان ہی کرم کرنا اور احسان فرمانا ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ۔ اللہ نصیب فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین۔ اللّٰھُمَّ فخذنا بنواصینا الی ما فیه حبک و رضاک بکل حال من الاحوال و فی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ یا ذا الجلال والاکرام۔

۱۶ روزِ جزا اور اُس کے تقاضوں کی تذکیر و یاددہانی: ۔ سو روزِ جزا جو کہ خدائے رحمٰن کی رحمانیت کا تقاضا ہے اسکی تذکیر و یاددہانی کراتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم یقیناً مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو کچھ کہ انہوں نے آگے بھیجا اور انکے نشانات کو"۔ خواہ انکے وہ آثار و نشانات اچھے ہوں یا برے۔ آثارِ حسنہ کی مثال جیسے کوئی علم چھوڑا۔ یعنی کچھ لوگوں کو علمِ دین سکھا گیا۔ اللہ کے لئے کوئی علمی و دینی کتاب لکھ گیا یا کوئی مدرسہ قائم کر گیا۔ یا مسجد بنا گیا وغیرہ وغیرہ۔

اور آثار سیئہ جیسے برائی کا کوئی اڈہ قائم کر گیا۔ کچھ لوگوں کو غلط راہ پر ڈال گیا۔ کوئی گندہ لٹریچر چھوڑ گیا۔ کوئی بدعت نکال گیا یا دین میں کوئی تحریف کر گیا۔ یا کسی غلط اور باطل فرقے کی بنیاد ڈال گیا وغیرہ وغیرہ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا گیا کہ "جس کسی نے اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی نیکی کی بنا ڈالی اس کو اس کا اجر بھی ملے گا اور ہر اس شخص کے اجر کے برابر بھی جس نے اس کے بعد اس نیکی کو اپنایا۔ اور جس نے اسلام میں کوئی بری رسم ڈالی اس کو اس کا وبال بھی اٹھانا ہوگا اور آئندہ ہر اس شخص کے کئے کا وبال بھی جو اس کی راہ پر چلا بغیر اس کے کہ ان پیروکاروں کے اجر یا ان کے وبال میں کوئی کمی واقع ہو"۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ پس نیکی وہ معتبر ہے جو دین میں ثابت ہو۔ ورنہ وہ بدعت ہوگی۔ جو صحیح احادیث کی رو سے مردود ہے۔ اسی طرح مسجد کی طرف اٹھنے والے قدم بھی اس میں داخل ہیں۔ جیسا کہ روایات میں وارد ہے کہ قبیلہ بنو سلمہ کے کچھ لوگوں کے مکانات مسجد نبوی سے دور تھے تو انہوں نے مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہا۔ تو آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے ان سے فرمایا۔ "بنِي سَلِمَة دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ اٰثَارُكُمْ"۔ یعنی "بنو سلمہ تم اپنے انہی گھروں میں رہو کہ تمہارے قدموں کے نشانات تمہارے نامۂ اعمال میں لکھے جا رہے ہیں"۔ وبالله التوفيق لمايُحِبُّ ويريد، وعلى مايُحِبُّ ويريد، بكل حالٍ مِنَ الاحوال، و في كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن في الحياة،

[۱۴] امام مبین کا معنیٰ ومفہوم اور اس سے مقصود ومراد؟: سو اس سے مراد ہے لوحِ محفوظ۔ یعنی ہمیں تو لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو محض ضابطے کی ایک کاروائی کے طور پر ہے۔ ورنہ ہمارے علمِ ازلی کے اعتبار سے تو یہ سب کچھ پہلے ہی سے لوحِ محفوظ میں ثبت ہے۔ "اللَّوحُ المحفوظ"۔ (جامع البیان: ج ۳ ص ۱۹۴، معارف القرآن، مدارک التنزیل، محاسن التاویل اور تفسیر المراغی وغیرہ)۔ اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد نامہ اعمال ہے۔ (ابنِ کثیر، فتح القدیر اور صفوۃ التفاسیر وغیرہ)۔ لیکن اسکو تعبیر امام کے لفظ سے فرمایا گیا ہے جسکے اصل معنیٰ پیشوا، مقتدا، راہنما، لیڈر اور مرجع وغیرہ کے آتے ہیں۔ اور یہیں سے یہ لفظ اس کتاب کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جو سب کیلئے راہنما اور مرکز و مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۷ اور سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۱۲ میں یہ لفظ تورات کے لیے بھی آیا ہے۔ اور یہاں یہ اس مرکزی کتاب کیلئے استعمال ہوا ہے جس میں ہر شخص کے اعمال درج ہونگے اور جس کے مطابق ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا صلہ اور بدلہ پائے گا۔ سو اس سے مزید وضاحت فرما دی گئی کہ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ لوگوں کے اعمال و اقوال کے ضبط وتحریر میں ہم نے کسی غفلت یا لاپرواہی سے کام لیا ہے۔ سو ایسا نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم نے انکا سب کیا کرایا ایک بڑے ہی واضح دفتر میں درج کر رکھا ہے جو وقت آنے پر ہر کسی کا کچا چٹھا سب اسکے سامنے رکھ دے گا اور ہر کسی نے اسی کے مطابق صلہ وبدلہ پانا ہوگا۔ پس عقل ونقل دونوں کا تقاضا ہے کہ اس مآل وانجام کو ہمیشہ اپنے سامنے اور اسکے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلیٰ مایُحِبُّ ویرید، بِکُلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال

اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿١٣﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

بستی والوں کا (عبرت و) مثال کے طور پر ۱۸ جب کہ آئے ان کے پاس رسول ۱۹ ﴿۱۳﴾ یعنی جب کہ (شروع میں) ہم نے ان کی طرف

فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿١٤﴾

دو رسول بھیجے، تو ان لوگوں نے صاف طور پر جھٹلا دیا ان دونوں کو، پھر ہم نے ان کی تائید (و تقویت) کے لئے ایک تیسرے رسول کو بھیجا،

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ

تو ان تینوں نے (بستی والوں سے) کہا کہ بلاشبہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، ﴿۱۴﴾ جواب میں بستی والوں نے کہا کہ تم تو ہم ہی جیسے بشر

۱۸ اصحاب القریۃ (بستی والوں) سے مراد؟:- عام طور پر مفسرین کرام نے اس بستی سے مراد انطاکیہ کی بستی لی ہے جو کہ شام میں واقع ہے۔ مگر علامہ ابن کثیرؒ وغیرہ محققین کے نزدیک یہ بات بوجوہ درست نہیں۔ ایک تو اس لئے کہ انطاکیہ تو ان چند مراکز میں سے ایک تھا جہاں مسیحی کلیسا کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اور عیسائیت کی دعوت پہنچتے ہی وہاں کی بھاری اکثریت نے اس پر لبیک کہا اور اس کو قبول کیا۔ جبکہ یہاں جس بستی کا ذکر ہو رہا ہے اس بارے میں صاف طور پر بتایا جا رہا ہے کہ اس کے باشندوں نے کھلم کھلا اور صاف طور پر انکار و تکذیب سے کام لیا۔ دوسرے اس لئے کہ یہاں اس بستی کے باشندوں کا مکمل طور پر ہلاک و تباہ کر دیئے جانے کا ذکر ہے جبکہ حضرتِ ابو سعید خدریؓ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۴۳ کے ذیل میں آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ توراۃ کے نزول کے بعد کسی بھی بستی پر ایسا عام عذاب نازل نہیں ہوا جو اسے بالکل مٹا دے۔ سوائے اصحاب السبت کے۔ اور ظاہر ہے کہ اس بستی کا یہ قصہ نزولِ توراۃ کے کہیں بعد کا ہے کہ عام اور مشہور قول کے مطابق یہ حضرتِ عیسیٰؑ کے بھی بعد پیش آیا۔ تیسرے اس لئے کہ اس قصہ کی بعض تفصیلات میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ واقعہ اس زمانے میں پیش آیا جبکہ اس علاقے کا بادشاہ انطیخش یا انتیوکس (Antichus) تھا۔ اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ سلجوقی خاندان کے اس نام کے جن تیرہ بادشاہوں نے اس علاقے پر حکومت کی تھی ان کے آخری فرمانروا کی حکومت بلکہ پورے اس خاندان ہی کی حکومت 65 قبل مسیح میں ختم ہو گئی تھی۔ حضرتِ عیسیٰؑ کے زمانے میں تو انطاکیہ سمیت شام و فلسطین کا پورا علاقہ رومیوں کے زیرِ نگیں تھا۔ سو ان وجوہ کی بنا پر اس بستی سے انطاکیہ کی بستی مراد لینا درست نہیں۔ یہ کوئی اور بستی ہو گی جس کے باشندوں کو ان کے کفر و انکار کی بنا پر تباہ کر دیا گیا۔ اور ممکن ہے کہ اس بستی کا نام بھی انطاکیہ ہوا ہو یا کچھ اور۔ اور جب اللہ پاک نے خود اس کی تصریح نہیں فرمائی کہ یہ بستی کونسی تھی اور اس کا کوئی نام ذکر نہیں فرمایا کہ مقصدِ تذکیر کے لئے اس کی ضرورت ہی نہیں تو پھر ہمیں بھی اس کی تعیین کے لئے خواہ مخواہ کھود کرید کرنے اور بلاوجہ زور لگانے کی ضرورت نہیں بلکہ "اَبْهِمُوْا مَا اَبْهَمَهُ الْقُرْآن" - کے اصول کے مطابق اس کو یونہی رہنے دینا چاہیئے - وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی - اور قرآنِ حکیم کے علاوہ کسی صحیح حدیث میں بھی اسکی کوئی مبہم تصریح نہیں کہ یہ بستی کونسی تھی اور یہ رسول کون تھے؟ اور ان کو کب اور کہاں بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ تذکیر و تنبیہ کے جس خاص مقصد کیلئے اس قصہ کو یہاں بیان فرمایا جا رہا ہے اسکے لئے ان میں سے

کسی امر کی تعیین اور تصریح کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ یہ قصہ یہاں پر قریش کے ہٹ دھرم منکرین اور ان کے بعد ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے تمام منکرین کو اس مقصد کیلئے سنایا جارہا ہے کہ تم لوگ ضد اور ہٹ دھرمی کی اسی راہ پر چل رہے ہو جس پر اس بستی کے یہ بدبخت لوگ چلے تھے۔ تو پھر تم اسی انجام اور اس بھگتان کو بھگتنے کیلئے تیار ہو جاؤ جو ان کو پیش آچکا ہے کہ اللہ پاک کا قانونِ عدل و انصاف بے لاگ اور سب کیلئے یکساں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس مقصد کیلئے مذکورہ بالا امور میں سے کسی کی بھی تعیین و تصریح کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو ایسی تصریح و تعیین اس مقصد کیخلاف جاسکتی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں منکر لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ عذاب اور یہ انجام اس خاص بستی کیلئے اور ان خاص لوگوں کیلئے وہاں کے خاص حالات کی بنا پر تھا۔ لہٰذا ہمارے لئے ایسا کوئی خطرہ نہیں وغیرہ۔ البتہ بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ اس بستی سے مراد مصر ہے، جہاں پہلے حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ ہارون کو بھیجا گیا تھا۔ پھر انکی تائید و تعزیر آلِ فرعون کے مردِ مومن سے کرائی گئی۔ مگر ان لوگوں نے انکی تکذیب ہی کی جسکے نتیجے میں بالآخر قومِ فرعون پر وہ عذاب آیا جو ان کیلئے مقدر ہو چکا تھا اور جس کے نتیجے میں وہ اپنے آخری اور دائمی انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذ باللہ۔ یہ قول اگرچہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں لیکن قرائن اور قیاس کے اعتبار سے یہ درست معلوم ہوتا ہے اور دل کو لگتا ہے۔ والعلم عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہرکیف پیغمبر کو حکم وارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو اس بستی کا قصہ بطورِ مثال سنا دو۔ تاکہ یہ اس سے عبرت پکڑیں، اپنی اصلاح کر لیں اور اپنے ہولناک انجام سے بچ جائیں۔

۱۹ رسولوں کی آمد ذریعۂ ابتلاء و آزمائش: ۔ اسی لیے یہاں پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان کو اس بستی کے باشندوں کی مثال سناؤ جبکہ آئے انکے پاس انکے رسول''۔ انکی تذکیر و تنبیہ کیلئے۔ جن روایات میں ان رسولوں کو حضرتِ مسیح۔ علیہ السلام۔ کا فرستادہ قرار دیا گیا ہے وہ بھی درست معلوم نہیں ہوتیں۔ ایک تو اس لئے کہ اطلاق و عموم کے وقت رسول کے اس کلمے سے مراد اللہ پاک کا فرستادہ ہی لیا جاتا ہے نہ کہ کسی اور کا۔ دوسرے اس لئے کہ یہاں پر یہ تصریح فرمائی گئی ہے کہ ان کو ہم نے بھیجا۔ ﴿ارسلنا﴾۔ تو پھر ان کو فرستادۂ مسیح قرار دینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ تیسرے اس لئے کہ ان لوگوں نے آگے جو جواب ان حضرات کو دیا کہ ''تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو'' تو یہ جواب اللہ پاک کے رسولوں ہی کو دیا جاسکتا ہے اور دیا گیا ہے۔ نہ کہ کسی اور کو۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں دوسرے کئی مقامات پر صاف اور صریح طور پر موجود و مذکور ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ ان سے حضرتِ مسیح کے فرستادہ مراد لینا درست نہیں معلوم ہوتا کہ حضرتِ عیسیٰ صرف بنی اسرائیل کے رسول تھے۔ اس لیے غیر قوموں کو نہ انہوں نے کبھی خود دعوت دی اور نہ ہی کبھی انہوں نے غیر قوموں کے پاس اپنے شاگردوں کو بھیجا۔ بلکہ انہوں نے اپنے شاگردوں کو غیر قوموں کے پاس جانے سے روکا اور ان کا اپنا ارشاد ہے کہ ''مجھے تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش کیلئے بھیجا گیا ہے'' بہرکیف منکرینِ قریش کی عبرت پذیری کی غرض سے ارشاد فرمایا گیا کہ ان کے سامنے اس بستی کا حال سناؤ جب ان کی طرف ان کے رسولوں کی بعثت ہوئی جس سے وہ ابتلاء و آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ کیونکہ کسی قوم کے اندر رسولوں کی بعثت دراصل اس کے لیے خداوندِ قدوس کی عدالت ہوتی ہے۔ اور ان حضرات کی بعثت سے اس قوم کے لیے ابتلاء و آزمائش کا مرحلہ آجاتا ہے کہ وہ انکی دعوت کو صدقِ دل سے اپنا کر دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز ہوتی ہے یا ان کی تکذیب و انکار کی راہ کو اپنا کر اپنے لیے شقاوت و بدبختی کا سامان کرتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین۔ ویا ارحم الراحمین

شَیۡءٍ ۙ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوۡا رَبُّنَا یَعۡلَمُ

(اور انسان) ہو ۲۰ اور (خدائے) رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو محض جھوٹ بولتے ہو ⑮ ان رسولوں نے کہا کہ ہمارا رب خوب

۲۰ بشریت انبیاء منکروں کے لیے باعث انکار و محرومی - والعیاذ باللہ :- سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ حضرات انبیائے کرام کی بشریت طاہرہ منکروں اور بدبختوں کی محرومی کا باعث رہی ہے - والعیاذ باللہ - چنانچہ ان منکروں نے پیغمبروں سے انکی بشریت طاہرہ کی بنا پر کہا کہ "تم تو ہم ہی جیسے بشر - اور انسان - ہو" - تو پھر تم رسول کیونکر ہو سکتے ہو اور تمہارے اندر آخر ایسی کون سی بات ہے کہ ہم تمہیں رسول مان لیں - سو حضرات انبیائے کرام - علیہم الصلوۃ والسلام - کے بارے میں یہی غلط فہمی لوگوں کو ہمیشہ رہی اور اسی کی وجہ سے وہ حق سے محروم ہوئے - کل بھی یہی حال تھا اور آج بھی یہی ہے - لوگوں کا کہنا اور ماننا یہ تھا اور یہ ہے کہ نبوت ورسالت اور صفت بشریت دونوں چیزیں یکجا جمع نہیں ہو سکتیں - پس جو بشر ہو گا وہ رسول اور نبی نہیں ہو سکتا - اور جو رسول و نبی ہو گا وہ بشر نہیں ہو سکتا - اسی لئے منکرین نبوت ورسالت نے حضرات انبیائے کرام - علیہم الصلوۃ والسلام - کی بشریت کو دیکھتے ہوئے ان کی نبوت ورسالت کا انکار کر دیا - جیسا کہ قرآن مجید میں جابجا ذکر فرمایا گیا ہے - بطور نمونہ مندرجہ ذیل آیات کریمہ ملاحظہ ہوں - بنی اسرائیل: نمبر ۹۴-۹۵، الانبیاء: نمبر ۳، ۷، ۸، المومنون: نمبر ۲۴، ۳۴، الفرقان: نمبر ۷، ۲۰ اور التغابن: نمبر ۶ وغیرہ وغیرہ - حالانکہ عقل ونقل دونوں کا تقاضا یہ ہے - اور عقل سلیم اور نقل صحیح دونوں اس پر متفق ہیں کہ حضرات انبیائے کرام - علیہم الصلوۃ والسلام - بیک وقت بشر اور انسان بھی ہوتے ہیں اور نبی و رسول بھی - اور ان کو ایسے ہی ہونا بھی چاہیئے تاکہ ان قدسی صفت حضرات کی پاکیزہ زندگیاں اور انکی زندگی کا ہر عمل و کردار بندگان خدا کے لئے اسوہ اور نمونہ بن سکے - چنانچہ اسی بنا پر امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ - صلی اللہ علیہ وسلم - کی نبوت ورسالت کا ماہ کامل اور شمس مشرق و منیر قیامت تک کی ساری مخلوق کے لئے ہدایت و رحمت کا منبع و سرچشمہ بن کر طلوع ہوا اور آپ ؐ نے حوائج و ضروریات بشریہ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کے بارے میں اسوہ حسنہ اور قدوہ و نمونہ پیش فرمایا - صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ - مگر اس سب کے باوجود بشریت انبیاء سے متعلق یہ غلط فہمی بہت سے لوگوں میں آج تک موجود ہے اور بہت سے کلمہ گو آج بھی اس کا شکار ہیں - فرق صرف اس قدر ہے کہ کل کے منکروں نے حضرات انبیائے کرام کے صرف ظاہر اور انکی بشریت طاہرہ کو دیکھا - اور اس بنا پر انہوں نے ان حضرات کی نبوت ورسالت کا انکار کر دیا اور کہا کہ چونکہ یہ بشر ہیں لہذا ہم ان کو نبی اور رسول نہیں مانتے - جبکہ آج کے ٹیڑھی سوچ کے انسان اور کلمہ گو مشرک کا کہنا اس کے برعکس یہ ہے کہ چونکہ ہم ان کو نبی و رسول مانتے ہیں - لہذا ان کو بشر نہیں مان سکتے - سو غلط فہمی دونوں کو بہر حال ایک ہی ہے کہ ان کے نزدیک نبوت اور بشریت کے ان دونوں وصفوں کے درمیان منافات ہے - اس لیے یہ دونوں یکجا نہیں ہو سکتے جبکہ عقل ونقل دونوں کا اتفاق اس پر ہے کہ یہ دونوں وصف نہ صرف یکجا ہو سکتے ہیں بلکہ بالفعل یکجا ہوتے ہیں - اور ان دونوں کو یکجا ہونا چاہیئے - ہر نبی و رسول کی شان یہی رہی ہے کہ وہ نبی و رسول بھی ہوتا ہے اور بشر و انسان بھی - علیہم الصلوۃ والسلام - اور اسی کا اقرار و اظہار ہر مومن کلمہ طیبہ میں "عبدہ و رسوله" کے کلمات کریمہ سے کرتا ہے جو کہ ایمان و یقین کی اساس ہے - سو حضرات انبیائے کرام اپنی اصل کے اعتبار سے بشر اور انسان ہوتے ہیں اور اپنی صفت کے اعتبار سے نبی و رسول جس سے ان کا مرتبہ و مقام سب سے بڑا اور اونچا ہو جاتا ہے - علیہم الصلاۃ والسلام -

اِنَّآ اِلَیۡکُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَیۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۷﴾

جانتا ہے کہ ہمیں یقینی طور پر تمہاری طرف بھیجا گیا ہے رسول بنا کر ۲۱ ﴿۱۶﴾ اور ہمارے ذمے اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم (پیغام حق) پہنچادیں کھول کر، ﴿۱۷﴾

قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَیَّرۡنَا بِکُمۡ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہُوۡا لَنَرۡجُمَنَّکُمۡ وَ

(پھر بھی) بستی والوں نے کہا کہ ہم تمہیں منحوس پاتے ہیں، ۲۲ اگر تم باز نہ آئے تو ہم یقیناً سنگسار کر دیں گے تم (تینوں) کو اور

لَیَمَسَّنَّکُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوۡا طَآئِرُکُمۡ مَّعَکُمۡ ؕ

تمہیں ضرور پہنچ کر رہے گا ہماری طرف سے ایک دردناک عذاب، ﴿۱۸﴾ رسولوں نے جواب دیا کہ تمہاری نحوست تو خود تمہارے اپنے ساتھ ۲۳

اَئِنۡ ذُکِّرۡتُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنۡ

لگی ہوئی ہے، کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے (تو تم اس کو نحوست سمجھتے ہو نہیں) بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ خود حد سے بڑھنے والے

۲۱ **رسولوں کا منکروں کو سیدھا اور صاف جواب:** -سو اس سے تصریح فرمادی گئی کہ منکروں کے اس گستاخانہ اور بیہودہ ومتکبرانہ قول کے جواب میں ان رسولوں نے کہا کہ "ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہمیں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے"۔ پس تم لوگ اگر ہماری بات کو مان کر حق کو قبول کرو گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے اور اس کا صلہ وثمرہ بھی خود تم ہی کو ملے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ نہیں تو اس کا خسارہ ونقصان بھی تم ہی لوگوں کو بھگتنا ہوگا- والعیاذ باللہ -بہرکیف پیغمبروں نے منکروں کے سوال واعتراض کے جواب میں اپنی پوزیشن واضح کرتے ہوئے انکو بتا دیا کہ ہم تو بہرحال اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ ہمارا رب اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ تم لوگ مانو یا نہ مانو اس سے کچھ فرق نہیں پڑنے والا۔ اور ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ ہم پیغام حق وہدایت کو صاف طور پر پہنچادیں۔ آگے اسکو منوانا اور قبول کرانا نہ ہمارے بس میں ہے اور نہ ہی یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ یہاں پر ان پیغمبروں کی للّٰہیت، بے نفسی اور صدق و اخلاص کا یہ پہلو بھی واضح رہے کہ ان لوگوں نے انکی جناب میں گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ تم تو محض جھوٹ بولتے ہو۔ مگر اسکے جواب میں یہ حضرات نہ کسی غصے کا اظہار کرتے ہیں نہ کسی طرح کی اشتعال انگیزی کا۔ سو یہ ان کی للّٰہیت ان کے صدق واخلاص اور ان کی بے نفسی کا ایک کھلا ثبوت اور واضح نمونہ ہے- علیہم الصلاۃ والسلام- اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان قدسی صفت حضرات کی اتباع وپیروی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

۲۲ **منکرین کی ایک اور گستاخی کا ذکروبیان:** -سو اس سے منکرین ومعاندین کی ایک اور گستاخی اور بدتمیزی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے حضرات انبیاء ورسل پر نحوست کا الزام لگایا- والعیاذ باللہ- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان بستی والوں نے ان رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں منحوس پاتے ہیں"۔ کہ تمہاری وجہ سے ہم پر طرح طرح کی آفتیں اور مصیبتیں آرہی ہیں۔ سو یہ بھی مشرکوں کا ہمیشہ کا اور مشترکہ وطیرہ رہا ہے کہ اپنی مصیبتوں اور مشکلوں کو اپنے کفر وشرک کا

نتیجہ سمجھنے کی بجائے حق والوں کی نحوست قرار دیتے رہتے ہیں۔کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہو رہا ہے۔مثال کے طور پر ملاحظہ ہو سورۂ نساء آیت نمبر ۷۸ اور سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۳۱ اور سورۂ نمل آیت نمبر ۴۷ وغیرہ وغیرہ میں۔ وَالْعِيَاذُ بِـالـلّٰهِ الْعَظِيْم وَلَا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِهٖ سبحانه و تعالى۔ بہر کیف پیغمبروں کے انکار اور انکی تکذیب واستہزاء کے باعث ان لوگوں پر تنبیہی نوعیت کے عذاب دستورِ خداوندی اور سنتِ الٰہیہ کے مطابق آئے تا کہ یہ لوگ ہوش کے ناخن لیں، سنبھل جائیں اور اپنی غلط اور تباہ کن روش سے باز آجائیں اور اسکی اصلاح کریں۔مگر ان عذابوں سے سبق لینے اور باز آنے کی بجائے الٹا انہوں نے اسکو پیغمبروں کی نحوست قرار دیا اور صاف کہہ دیا کہ ہم تمہیں منحوس پاتے ہیں۔اور اس طرح اپنے کفر وانکار کی میل کو انہوں نے اور پکا کر دیا۔اور یہی نتیجہ ہوتا ہے حق اور اہلِ حق سے منہ موڑنے ،ان سے دشمنی رکھنے اور ان سے تکذیب واستہزاء کا معاملہ کرنے کا کہ اس سے انسان کی مت ماری جاتی ہے۔اور اس کے نتیجے میں وہ سیدھی بات کو بھی الٹا سمجھنے لگتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین۔ بہر کیف اس سے آگہی بخشی گئی کہ ان بدبختوں نے رسولوں کی دعوت کو قبول کر کے اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونے اور راہِ حق وہدایت کو اپنانے کی بجائے الٹا ان کی شان میں گستاخی اور بدتمیزی کا ارتکاب کرتے ہوئے ان پر نحوست کا الزام لگایا اور ان کو سخت الفاظ میں دھمکی دی کہ اگر تم لوگ باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے ایک سخت قسم کا دردناک عذاب پہنچ کر رہے گا۔اور یہی حال ہوتا ہے ان لوگوں کا جن کی مت ماری جاتی ہے اور وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچنے والے ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، اور نفس وشیطان کے ہر مکروفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۶ آدمی کی نحوست خود اس کے اپنے عمل و کردار میں والعیاذ باللہ: ۔سو اسی حقیقت کو آشکارا کرتے ہوئے ان رسولوں نے ان لوگوں کے الزام اور انکی دھمکی کے جواب میں ان سے کہا کہ ''تمہاری نحوست تو خود تمہارے ساتھ ہے''۔یعنی وہ کفر و شرک، ضد وعناد اور ہٹ دھرمی، جس کو تم نے اپنے گلے لگا رکھا ہے۔اور اسی کے باعث تم مبتلائے عذاب ہو رہے ہو جبکہ اصل عذاب تو آخرت کا عذاب ہے جو کہ بڑا ہی سخت ہے۔ ﴿وَلَـعَـذَابُ الْاٰخِـرَةِ اَكْبَرُ﴾۔ وَالْعِيَاذُ بِـاللّٰـهِ الْعَظِيْم۔ سو انسان کی نحوست اور بدبختی کا تعلق خود اسکے اپنے باطن اور اسکے عمل و کردار سے ہوتا ہے نہ کہ خارج سے۔اس لیے ایسے ہر موقع پر اصل ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ انسان اپنے ایمان وعقیدہ اور اپنے باطن کی اِصلاح پر توجہ دے اور اپنی غلط روش کو تبدیل کرے۔ وباللہ التوفیق۔ لیکن جن لوگوں کے عناد اور انکی ہٹ دھرمی کی بنا پر انکی مت ماری جاتی ہے، انکو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔اور وہ اسکی بجائے اس کا الزام دوسروں پر رکھتے ہیں۔اور یہاں تک کہ وہ اسی بنا پر اہلِ حق کو مطعون کرتے ہیں اور اس طرح ایسے لوگ خسارہ در خسارہ میں مبتلا ہوتے اور ظلم بالائے ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف ان رسولوں نے ان لوگوں کے الزام کے جواب میں فرمایا کہ ''تمہاری نحوست خود تمہارے ساتھ ہے''۔یعنی کفر وانکار اور تکذیبِ حق کی نحوست جس کو تم لوگوں نے خود گلے لگا رکھا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰى قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾

لوگ ہو، ⑲ ادھر ایک شخص دوڑتا ہوا آیا شہر کے اس (پرلے) کنارے سے ۲۴ (اور اس نے آکر ان سے) کہا اے میری قوم کے لوگو! تم پیروی کرو

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

⑳ رسولوں کی پیروی کرو تم ان کی جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے، اور وہ ہیں بھی سیدھی راہ پر، ۲۵ ㉑

۲۴ رسولوں کی تائید کے لیے غیبی امداد کا ایک نمونہ ومظہر: سو اس موقع پر ان رسولوں کی تائید وتقویت کے لیے غیبی امداد کا ایک نمونہ ومظہر اس طرح سامنے آیا کہ ان کا ساتھ دینے کے لیے شہر کے اس دور کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا ان کے پاس پہنچا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا "اور دوڑتا ہوا آیا ایک شخص شہر کے اس کنارے سے"۔ روایات کے مطابق اس شخص کا نام حبیب نجار تھا جو پہلے ہی ایمان سے مشرف ہو چکا تھا۔ بڑا عابد وزاہد اور نیک وصالح انسان تھا۔ یہ شخص شہر کے دوسرے کونے پر اپنی عبادت میں مصروف تھا کہ اس کو ان پیغمبروں کے ساتھ اپنی قوم کی اس بدسلوکی کا علم ہوا تو اس سے رہا نہ گیا اور وہ دوڑتا ہوا وہاں پہنچا۔ اور جن لوگوں کے نزدیک اس بستی سے مراد مصر ہے، ان کے نزدیک اس رجل سے مراد آلِ فرعون سے تعلق رکھنے والا وہ مردِ مومن ہے، جس نے انکے اندر سے اٹھ کر حضرتِ موسیٰ کے حق میں زوردار انداز سے کلمہ حق بلند کیا تھا۔ جس کی تفصیل سورۂ مومن میں مذکور ہے۔ بہر کیف اس بندۂ خدا نے اس موقع پر پہنچ کر ان رسولوں کے حق میں بڑے زوردار اور معقول ومؤثر انداز سے اپنی قوم سے خطاب کیا اور ان کو پیغمبروں پر ایمان لانے اور ان کا ساتھ دینے کے لیے کہا۔ اور ان کو اس کے لیے ترغیب دی اور ابھارا۔ اور اس طرح ان رسولوں کی تائید وتقویت کے لیے غیبی امداد کا ایک نمونہ ومظہر سامنے آیا۔ سو وہ اسکی راہ میں محنت کرنے والوں کو ایسے ہی نوازتا اور سرفراز فرماتا ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ۔

۲۵ اِتباعِ حق کا تقاضا کرنے والی دو اہم بنیادوں کا ذکر وبیان: سو اس مردِ مومن نے اپنی قوم سے کہا کہ "تم ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہ خود ہیں بھی حق پر"۔ یعنی اول تو ان کا ہدایت پر ہونا ہی اس بات کا اصل اور بڑا مقتضیٰ ہے کہ ان حضرات کی بات کو مانا جائے اور صدقِ دل سے ان کی پیروی کی جائے۔ اور مزید یہ کہ ان کی اس میں کوئی ذاتی غرض بھی نہیں۔ یہ تم لوگوں سے کسی بھی قسم کا کوئی اجر اور بدلہ بھی نہیں مانگتے۔ تو پھر تمہیں ان کی پیروی کرنے میں آخر کیا عذر و تامل ہوسکتا ہے؟ سو راہِ حق وہدایت پر قائم رہنا اور کوئی دنیاوی لالچ اور طمع نہ رکھنا دو ایسی اہم بنیادیں ہیں جو کسی کے اِتباع کا بدیہی طور پر تقاضا کرتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔ بہر کیف اس سے واضح فرمایا گیا کہ اس مردِ مومن نے رسولوں کی اِتباع اور پیروی کے حق میں اس موقع پر دو اہم دلیلیں پیش کیں۔ اول یہ کہ ان رسولوں کا اس دعوت کے ساتھ کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں بلکہ وہ ہر غرض سے بالاتر ہو کر محض خلقِ خدا کی بہتری وبھلائی اور ان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے یہ سب دکھ جھیل رہے ہیں۔ اور دوسری دلیل یہ کہ وہ خود ہیں بھی حق پر، اور ان کی دعوت عقل ونقل کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ سو ایسے میں انکی دعوت سے اِعراض برتنا اور منہ موڑنا بڑی شقاوت اور بدبختی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین، ویا ارحم الراحمین۔

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور میرے لئے کیا عذر ہو سکتا ہے کہ میں بندگی نہ کروں اس (معبود برحق) کی جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے، ۲۶ اور تم سب کو بہر حال

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا

اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ۲۷ (۲۲) کیا میں اس (وحدہٗ لاشریک) کے سوا ایسے (خودساختہ اور بے حقیقت) معبودوں کی پوجا کروں کہ اگر

۲۶ **عبادت وبندگی خالق ہی کا حق ہے ۔ سبحانہ وتعالیٰ:** ۔ سو اس بندۂ مومن نے کہا کہ "میرے لیے کیا عذر ہو سکتا ہے کہ میں اسکی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے"۔ سو اس سے اس داعیِ حق کے صدق واخلاص کا ایک نمونہ ومظہر سامنے آتا ہے۔ سو اخلاص ودردمندی ملاحظہ ہو کہ وہ بندۂ خدا خطاب ان لوگوں کو نہیں اپنے آپ کو کرتا ہے تاکہ وہ کہیں ضد میں آکر حق کا انکار نہ کردیں۔ سو اس سے دعوت الی اللہ کا ایک اہم اور بڑا بنیادی اصول بھی ملتا ہے کہ طیش آمیز اور طنزیہ کلام وکام سے بچا جائے۔ نیز یہ کہ جب انسان کو پیدا اس وحدہ لاشریک نے کیا ہے تو عبادت وبندگی بھی اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے کہ جب خالق ومالک وہی وحدہ لاشریک ہے تو معبودِ برحق بھی یقیناً وہی ہے۔ اس لیے عبادت وبندگی کی ہر قسم اور اسکی ہر شکل اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے ۔ سبحانہ وتعالیٰ ۔ اس میں کسی بھی اور ہستی کو شریک ماننا ظلمِ عظیم ہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ فلا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ ۔ سبحانہ وتعالیٰ،

۲۷ **سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف:** ۔ سو اس بندۂ مومن نے ان لوگوں کو اس کے انجام کی تذکیر ویاددہانی کراتے ہوئے ان سے کہا "اور تم سب کو لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے"۔ سو تم مانو یا نہ مانو، چاہو یا نہ چاہو، حقیقت بہر حال یہی ہے کہ تم سب نے آخرِ کار بہر حال لوٹ کر اسی کے پاس جانا اور اس کے حضور حاضر ہونا ہے اور وہاں زندگی بھر کے اپنے کئے کرائے کا جواب دینا اور اس کا پھل پانا ہے۔ پھر کسی کو وہاں پر ہمیشہ کا آرام نصیب ہوگا اور اس کو وہ وہ نعمتیں ملیں گی جن کا یہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ اللہ ہم سب کو انہی لوگوں میں سے کرے ۔ آمین ۔ جبکہ اس کے برعکس دوسروں کو وہاں پر ہمیشہ کیلئے عذاب اور وہ عذاب بھگتنا ہوگا جس کو یہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ ۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے ۔ پس تم لوگ اپنے اس ابدی اور دائمی انجام کی فکر کرو۔ اور اس کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسولوں کی پیروی کی جائے کہ آخرت کا وہ جہاں کلیہ غیب کا جہاں ہے جسکے بارے میں جاننے کی کوئی صورت ممکن نہیں سوائے اسکے کہ اللہ کے ان رسولوں کی بات مانی جائے جن کے پاس غیب سے وحی آتی ہے۔ انہی کی پیروی کی جائے اور وہ جیسا کہیں ویسا ہی کیا جائے ۔ وباللہ التوفیق ۔ سو ۔ ﴿اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ ۔ کے خطاب سے اس بندۂ مومن نے ان متکبر لوگوں کے قلوب وضمائر پر ایک زوردار دستک دیتے ہوئے ان سے کہا کہ آج تم لوگ اپنے کبر وغرور کے نشے میں جس خدائے واحد اور معبودِ برحق کی عبادت وبندگی سے اس شد ومد اور زور وقوت کے ساتھ مجھے روکنے کی کوشش کر رہے ہو۔ ایک روز بہر حال تم سب کو اس کے حضور حاضر ہونا اور جواب دینا ہے۔ سو اب تم لوگ اپنے بارے میں خود سوچ کر دو اور غور کرلو۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق وصواب پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے ۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُہُمۡ شَیۡـًٔا وَّ لَا یُنۡقِذُوۡنِ ﴿ۚ۲۳﴾ اِنِّیۡۤ اِذًا

(خدائے) رحمٰن مجھے کوئی تکلیف پہنچانے پہ آجائے، تو نہ ان کی سفارش مجھے کچھ کام آسکے اور نہ ہی وہ مجھے (اس کی گرفت و پکڑ سے)

لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ ﴿ؕ۲۵﴾

کسی طرح بچا سکیں؟ ۲۸ ایسی صورت میں تو یقیناً میں پڑا ہوں گا کھلی گمراہی میں، ﴿۲۴﴾ یقیناً میں تو (صدق دل سے) ایمان لے آیا تمہارے

قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ ؕ قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۙ۲۶﴾ بِمَا

رب پر، پس تم سب میری بات سنو، ﴿۲۵﴾ (مگر ان لوگوں نے اسے شہید کر دیا ۲۹) اور (شہید ہوتے ہی اس سے) کہہ دیا گیا کہ داخل ہو جا تو

۲۸ غیر اللہ کی پوجا و پکار کی بیخ کنی: —سو اس بندۂ مومن نے غیر اللہ کی بیخ کنی کیلئے دو اہم باتوں کی تذکیر و یاد دہانی فرمائی ۔ چنانچہ اس بندۂ مومن نے اپنی تقریر میں متکبرین کے قلوب و ضمائر کو جھنجوڑتے ہوئے مزید کہا کہ کیا میں اس معبودِ برحق کے سوا کچھ اور ایسے معبود بنالوں کہ اگر خدائے رحمٰن مجھے کوئی تکلیف پہنچانے پر آجائے تو نہ مجھے ان کی سفارش کچھ کام آسکے اور نہ ہی وہ مجھے کسی طرح اس کی گرفت و پکڑ سے چھڑا اور بچا سکیں ۔ یعنی خدائے رحمٰن اگر کبھی مجھے کوئی تکلیف پہنچانے پہ آجائے ۔ وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ — تو یہ نہ تو مجھے اپنی سفارش کے ذریعے اس سے بچا سکتے ہیں اور نہ ہی یہ اس بل بوتے کے مالک ہیں کہ مجھے اپنی قوت و طاقت کے ذریعے اس کی گرفت و پکڑ سے چھڑا سکیں ۔ تو پھر آخر ان کو معبود بنانے اور ان کو پوجنے پکارنے کا جواز اور فائدہ ہی کیا ہو سکتا ہے؟ سو کتنے غلط کار اور بہکے بھٹکے ہوئے ہیں وہ لوگ جو ایسی بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود قرار دیتے ہیں ۔ وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ — سو اس سے ان سب خود ساختہ معبودوں کی جڑ نکال دی گئی جن کو لوگ طرح طرح کے ناموں سے پوجتے پکارتے ہیں کہ جب وہ اس طرح کی کسی مدد یا صلاحیت کے اہل ہی نہیں تو آخر ان کو کیوں پوجا پکارا جائے ۔ لکڑی پتھر وغیرہ کے مصنوعی بتوں میں تو سرے سے اسکی کوئی اہلیت و صلاحیت ہے ہی نہیں لیکن جو نیک لوگ زندگی میں دوسروں کی مدد کرتے تھے، مرنے کے بعد وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے ۔ ورنہ وہ قبروں میں کیوں جاتے ۔ تو پھر خدائے رحمٰن کے سوا ایسوں کو پوجنے پکارنے کی آخر تک ہی کیا ہے؟ سو معبودِ برحق اور سب کا حاجت روا و مشکل کشا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے ۔ سبحانہ وتعالیٰ

۲۹ عناد اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ و انجام محرومی و تباہی — والعیاذ باللہ: سو یہ ہوتا ہے نتیجہ و انجام عناد اور ہٹ دھرمی کا کہ اس سے انسان دائمی ہلاکت و تباہی کے ہولناک گڑھے میں جا گرتا ہے ۔ سو ان بدبختوں نے اس داعیِ حق کو قتل کر دیا ۔ یعنی اس کی بات سننا اور ماننا تو درکنار اس اعلانِ حق کے بعد انہوں نے اس کا زندہ رہنا بھی گوارا نہ کیا اور اس کو مار مار کر شہید کر دیا ۔ (روح، قرطبی، ابن کثیر، جامع اور معارف وغیرہ) ۔ سو یہ کسی قوم کی بدبختی کی انتہاء ہوتی ہے کہ وہ دعوتِ حق دینے والوں کا وجود بھی اپنے درمیان برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہو ۔ اور یہ اس بات کا زندہ ثبوت ہوتا ہے کہ اب اس قوم کی مدتِ مہلت ختم ہو چکی ہے اور اب یہ زندہ رہنے کے لائق نہیں ۔ سو اس کے بعد ان کو دھر لیا جاتا ہے ۔ چنانچہ ان لوگوں کے ساتھ بھی ایسے ہی ہوا ۔ سو داعیِ حق سے دشمنی عذاب کا پیش خیمہ ہوتا ہے ۔ وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنۡ کُلِّ زَیۡغٍ وَّ ضَلَالٍ وَّ سُوۡءٍ وَّ اِنۡحِرَافٍ — اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے — آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین

غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا

جنت میں، اس پر اس نے کہا اے کاش کہ میری قوم جان لیتی ﴿۲۶﴾ (اس بات کو) جس کی بدولت میری بخشش فرما دی میرے رب نے،

عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا

اور مجھے شامل فرما دیا باعزت لوگوں میں، ۳۰ ﴿۲۷﴾ اور اس کے بعد اس کی قوم پر نہ تو ہم نے آسمان سے کوئی لشکر اتارا، اور نہ ہمیں لشکر

مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ

اتارنے کی کوئی ضرورت ہی ہوتی ہے، ۳۱ ﴿۲۸﴾ وہ تو بس ایک ہی ایسی ہولناک آواز تھی جس کے نتیجے میں

خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ

وہ سب کے سب بجھ کر رہ گئے (ہمیشہ ہمیش کے لئے،) ﴿۲۹﴾ افسوس! بندوں کے حال پر، کہ ان کے پاس جو بھی

رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا

کوئی رسول آیا، انہوں نے (اس کو جھٹلایا) اور یہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے، ۳۲ ﴿۳۰﴾ کیا ان لوگوں نے کبھی (اس بات پر) غور نہیں کیا، کہ

۳۰ صدق و اخلاص اور ہمدردی و خیر خواہی کا ایک نادر و نایاب نمونہ و مظہر: -سو اس سے اس داعیِ حق کی دردمندی، صدق و اخلاص، ہمدردی و خیر خواہی، اور دلسوزی و بے نفسی کا ایک نادر و نایاب نمونہ و مظہر سامنے آتا ہے۔ سو اس بندۂ خدا کی بلندیٔ اخلاق اور جذبۂ خیر خواہی ملاحظہ ہو کہ جس قوم نے اسے ناحق طور پر مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ جنت کی بشارت ملتے ہی اپنی اس بدبخت قوم کو یاد کرتا ہے اور حسرت کے ساتھ کہتا ہے کہ کاش کہ انہیں میری سعادت مندی کا سبب معلوم ہو جائے اور وہ بھی ایمان لا کر اس سے بہرہ ور ہو سکیں۔ اور حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اس نے اپنی زندگی میں بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور موت کے بعد بھی- "نَصَحَ قَوْمَهٗ حَیًّا وَّمَیِّتًا" - سو اس سے اس داعیِ حق کی دلسوزی اور دردمندی اور ہمدردی و خیر خواہی کا ایک عظیم الشان اور بے مثال نمونہ و مظہر سامنے آتا ہے۔ پس مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ وہ ہمیشہ بھلائی اور خیر خواہی کے جذبات ہی سے سرشار رہے- اللہ توفیق بخشے- آمین ثم آمین یا رب العالمین- بہر کیف اس بندۂ مومن نے حسرت بھرے انداز میں کہا کہ کاش کہ میری قوم اس بات کو جان لیتی جس کے نتیجے میں میرے رب نے مجھے اس بخشش اور سرفرازی سے نوازا۔ سو صدق و اخلاص و ہمدردی و خیر خواہی کی صفات عظیم الشان صفات ہیں اللہ نصیب فرمائے۔ اور بدرجۂ تمام و کمال نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یا رب العالمین،

۳۱ تکذیب و انکارِ حق کا نتیجہ و انجام ہولناک تباہی- والعیاذ باللہ: -سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ حق

اور اہلِ حق کی تکذیب اور انکار کرنے والوں کیلئے عذابِ الٰہی کا دستور ایک قطعی اور طے شدہ امر ہے - والعیاذ باللہ - یعنی اس ناہنجار قوم کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے ہمیں کسی خاص اہتمام اور تیاری کی ضرورت نہ تھی کہ ان کے لئے آسمان سے فرشتوں کی کوئی جماعت نازل کرتے۔ اور نہ ہمیں ایسے کسی کام کے لئے فرشتے اتارنے کی ضرورت ہی ہوتی ہے۔ بدر میں جو فرشتے اتارے گئے تھے وہ بھی محض اہلِ ایمان کی تسلی وتبشیر اور اطمینان کے لئے تھے۔ ورنہ مدد تو وہاں بھی اللہ پاک ہی کی طرف سے تھی جیسا کہ اس بارے ارشاد فرمایا گیا - ﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ - (آلِ عمران: ۱۲۶) - سو اس منکر اور کافر بستی کی خبر لینے کے لئے ایک ہی ایسی ہولناک آواز ان لوگوں پر بھیجی گئی جس سے یہ سب کے سب ہمیشہ کیلئے بجھ کر اور راکھ کا ڈھیر بن ہو کر رہ گئے اور اپنے آخری انجام کو پہنچ گئے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - سو منکر اور باغی و سرکش قوموں کو انکے آخری انجام سے ہمکنار کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کو آسمان سے کسی لشکر کو اتارنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس کیلئے اسکی ایک ڈانٹ اور جھڑکی ہی کافی ہوتی ہے۔ اس لیے اسکے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی اور فکر مند ہونے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا عذاب کبھی بھی، کسی بھی شکل وصورت میں اور کسی بھی طرح آسکتا ہے۔ اور اسکے لشکروں کو اس وحدہ لاشریک کے سوا کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے - ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ﴾ - (المدثر: ۱۸) - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر قدم خیر ہی کی طرف اور اپنی رضا ہی کیلئے اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔ ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین۔

۱۲ مکذبینِ رسل کی بدبختی پر اظہارِ افسوس: - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ رسولوں کی تکذیب اور انکا استہزاء نہایت قابلِ افسوس روش ہے۔ جیسا کہ ان بستی والوں نے کیا۔ اس سے پہلے کے لوگوں نے بھی کیا اور اس کے بعد بھی اہلِ حق کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جاتا رہا کہ دعوتِ حق کے جواب میں دعاۃ الی اللہ کی تکذیب کی جاتی ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اور مطلب اس ارشادِ ربانی کا یہ ہے کہ بندوں کا یہ حال نہایت حسرت وافسوس کے قابل ہے کہ وہ اندھے ہو کر کدھر جا رہے ہیں اور نورِ حق وہدایت سے منہ موڑ کر یہ کس طرح ہلاکت وتباہی کے ہولناک گڑھے میں گرنے کے لئے بڑھتے جا رہے ہیں۔ ورنہ اللہ پاک تو حسرت وافسوس وغیرہ تاثرات سے پاک وبری ہے - سبحانہ وتعالیٰ - سو رسول کی بعثت وتشریف آوری اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے بڑی نعمت ہوتی ہے کہ اس سے دنیا کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا راستہ ملتا ہے۔ لیکن جب کوئی قوم ان سے ہدایت پانے اور فیضیاب ہونے کی بجائے الٹا انکا مذاق اڑانے لگے تو پھر انکے لیے اس سے بڑھ کر کوئی قمت نہیں ہوسکتی۔ سو رسولوں کی تکذیب اور انکے استہزاء کی روش نہایت ہی قابلِ افسوس اور انتہائی مہلک اور تباہ کن روش ہے - والعیاذ باللہ العظیم - سو جو لوگ رسولوں کے ساتھ تکذیب و استہزاء کا معاملہ کرتے ہیں وہ بڑے ہی بد بخت لوگ ہیں، اور ان کا انجام بڑا ہی برا ہے ایسوں کو ڈھیل جتنی بھی ملے وہ بہر حال ڈھیل ہی ہوتی ہے ان کا انجام بڑا ہی برا اور نہایت ہی ہولناک ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم -

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ

ان سے پہلے ہم (اسی جرم میں) کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، کہ اب وہ ان کی طرف کبھی بھی لوٹ کر نہیں آئیں گے، ۳۳ ﴿۳۱﴾

كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ

ان سب کو بہرحال اکٹھا کر کے ہمارے حضور حاضر کیا جانا ہے، ﴿۳۲﴾ اور ان کیلئے ایک عظیم الشان نشانی تو (ان کے پیش پا افتادہ) یہ مردہ

الْمَيْتَةُ ۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ

زمین بھی ہے، جسے ہم زندہ کر کے اس سے نکالتے ہیں طرح طرح کے غلے، جس سے

يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ

یہ لوگ کھاتے ہیں، ۳۴ ﴿۳۳﴾ اور اس میں ہم نے طرح طرح کے باغ پیدا کر دیئے کھجوروں اور انگوروں (وغیرہ) کے،

وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ

اور پھوڑ نکالے ہم نے اس میں قسما قسم کے چشمے، ﴿۳۴﴾ تا کہ یہ لوگ کھائیں اس کے پھلوں سے

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ

اور (یہ سب کچھ ہم ہی نے کیا ورنہ) ان کے ہاتھوں نے اس کو نہیں بنایا، ۳۵ تو کیا پھر بھی یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے، ۳۶ ﴿۳۵﴾ پاک ہے وہ ذات

۳۳ تاریخ سے درس عبرت لینے کی ہدایت کا ذکر و بیان: - سو اس سے گزشتہ تاریخ اور ہلاک شدہ قوموں کے انجام سے درسِ عبرت لینے کی ہدایت اور تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے تا کہ اس سے اصلاحِ احوال کی توفیق مل سکے۔ بہرکیف اس ارشاد سے گزشتہ دور کی منکر قوموں کے انجام سے درس لینے اور عبرت حاصل کرنے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے۔ یعنی ان لوگوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ اس انجام سے یہ بھی دوچار ہو سکتے ہیں جو ان لوگوں کو پیش آ کر رہا۔ سو یہاں سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد کوئی اس جہاں میں واپس نہیں آ سکتا۔ اس سے شیعوں کا عقیدۂ رجعیت اور اسی طرح کے دیگر اہلِ باطل کے ایسے من گھڑت عقائد کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ پس دنیاوی زندگی کی یہ فرصت جو آج ملی ہوئی ہے اس کی قدر و قیمت پہچان کر اس کو اللہ کی رضا و خوشنودی اور اپنی آخرت کی بہتری کے لئے صرف کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔ بہرکیف اس ارشاد سے گزشتہ منکر قوموں کے جرم اور انکے ہولناک انجام سے عبرت پکڑنے کا درس دیا گیا ہے۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ حق اور اہلِ حق کے مذاق و استہزاء کا کھیل کھیلنے والی قومیں اس

دنیا سے ایسی مٹیں کہ اب وہ کسی بھی صورت اس دنیا میں واپس نہیں آسکتیں۔ وہ اپنے ہولناک انجام سے دوچار ہو کر رہیں ۔اب ان سب کی حاضری ہمارے ہاں ہی ہونی ہے اور اب ہم ہی ان کا حساب کریں گے۔ اللہ زیغ وضلال کے ہر شائبہ سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

۳۴ زمین میں غور وفکر کی دعوت:۔ سو اس ارشاد سے انکے اپنے پیش پا افتادہ اس زمین کے بارے میں دعوتِ غور وفکر ہے۔ یعنی جب یہ سب کچھ تم لوگ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور بار بار دیکھتے ہو اور تمہیں کوئی اچنبھا اور تعجب نہیں ہوتا، تو پھر اپنے دوبارہ جی اٹھنے پر تمہیں اس قدر تعجب آخر کیوں ہو رہا ہے؟ تمہیں بھی اسی طرح اٹھایا جائے گا جس طرح کہ یہ چیزیں ختم ہو جانے کے بعد دوبارہ پیدا ہوتی اور لہلہا اٹھتی ہیں۔ ﴿كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾۔ سو اس ارشادِ ربانی میں لوگوں کو اس زمین اور اسکے احوال کے بارے میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے جو کہ انکے پاؤں تلے بچھی ہوئی ہے اور جو طرح طرح کی نعمتوں سے بھرپور اور قسما قسم کی حکمتوں سے منور ومعمور ہے۔ اگر لوگ اسی کے بارے میں صحیح طور پر سوچیں اور غور کریں تو ان کیلئے راہِ حق وہدایت اور اسکے تقاضے پوری طرح واضح ہو جائیں کہ آخر اس حکمتوں بھری زمین کو پیدا کس نے کیا؟ اور اسکو وجود کس نے بخشا؟ اور اس میں ان عظیم الشان اور گوناں گوں نعمتوں کو اس حیرت انگیز طریقے اور سلیقے سے چن کس نے دیا؟ وہ کیسا وہاب وکریم اور کس قدر حکیم وقدیر ہے اور اس کا ہم پر کیا حق واجب ہوتا ہے؟ اور اس کا وہ حق ہم کس طرح ادا کر سکتے ہیں اور اسکی ناشکری اور اس سے اعراض وغفلت کتنی بے انصافی اور کس قدر بڑا ظلم ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو وہی اللہ ہے وحدہ لاشریک۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور اس کا حق یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ اور ہر حال میں اس کا ممنونِ احسان اور اسکے آگے دل وجان سے جھکا رہے۔ یہی بندے پر اس کا حق ہے۔ اور اس کی سعادت وسرخروئی کا سامان ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت کے اس ابدی جہاں میں بھی جو اسکے بعد آنے والا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید۔

۳۵ نظامِ ربوبیت کا تقاضا شکر وعبادتِ خداوندی:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس مردہ پڑی ہوئی زمین کو ہم زندہ کرتے ہیں۔ پھر اس میں طرح طرح کے غلے اور کھجوروں، انگوروں وغیرہ کے قسما قسم کے باغات پیدا کرتے ہیں، اور زمین کے اندر طرح طرح کے چشمے پھوڑ نکالتے ہیں۔ تاکہ یہ لوگ کھائیں اسکے پھلوں سے اور اس کی قسما قسم کی پیداوار۔ یعنی یہ سب کچھ تمہاری روزی رسانی کے لئے ہے تاکہ تم کھا کر اس واہبِ مطلق کا شکر ادا کرو جس نے تمہیں ان نعمتوں سے نوازا ہے اور اس کی بندگی کو بجالاؤ۔ ونعم ما قال العارف الشیر ازیؒ۔ ابر وباد ومہ وخورشید وفلک درکار اند۔ تاتو نانے بکف آری وبغفلت نخوری۔ ایں ہمہ از بہر تو سرگشتہ وفرمانبردار۔ شرط انصاف نہ باشد تو فرماں نہ بری۔ پھر کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ جس ربِّ قدیر نے تمہاری جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ایسے ایسے اور اتنے اتنے انتظامات فرمائے ہوں وہ تمہاری روحانی غذا کا کوئی انتظام نہ فرمائے جبکہ جسم وروح میں اصل چیز روح ہی ہے نہ کہ جسم؟ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری جسمانی پیاس دور کرنے کے لئے تو زمین میں چشمے بہا دے مگر تمہاری روحانی پیاس کے ازالے کے لئے کوئی انتظام نہ فرمائے؟ پس وحی کی اس مقدس ورحمت بھری بارش کے تم کہیں زیادہ محتاج ہو۔ اور اس کا انتظام اس نے اپنی اس کتابِ حکیم اور وحیِ مبین کے ذریعے فرمایا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پھر یہیں سے تم لوگ یہ بھی سوچو کہ ان نعمتوں کے استعمال

کرنے کے بعد آگے لوگ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ان نعمتوں کو استعمال کر کے ان کے بخشنے والے کا شکر ادا کرتے ہیں اور اسکے بندے بن کر رہتے ہیں اور زندگی بھر اسکی رضا و خوشنودی کی طلب و تلاش میں رہتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو ان تمام نعمتوں سے مسلسل ولگاتار مستفید و فیضیاب ہوتے رہنے کے باوجود نہ اس خالق و مالک کو یاد کرتے ہیں جس نے انکو ان گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے اور نہ اسکے حق بندگی کی پروا کرتے ہیں۔ بلکہ وہ بغاوت و سرکشی کی زندگی گزارتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو دنیا میں یہ دونوں قسم کے لوگ پہلے بھی پائے جاتے تھے اور آج بھی پائے جاتے ہیں۔ اور سنتِ ابتلاء و آزمائش کے تقاضوں کے مطابق آئندہ بھی پائے جاتے رہیں گے۔ تو کیا یہ دونوں قسم کے لوگ ایک برابر ہو سکتے ہیں؟۔ ﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ﴾۔ (القلم: ۳۵-۳۶)۔ اور جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر لازماً ایک دن ایسا آنا چاہیئے جبکہ ان دونوں قسم کے لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوتا کہ نیکوکاروں اور فرمانبرداروں کو انکی نیکی اور فرمانبرداری کا صلہ ملے اور نافرمانوں اور سرکشوں اور باغیوں کو انکے کیے کرائے کی سزا ملے۔ تاکہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہوں۔ سو وہی دن قیامت کا دن ہے جو کہ یوم الفصل ہے اور جو دنیا کے اس دارالامتحان کے بعد آئے گا۔ سو عبرتوں اور حکمتوں بھری اس زمین میں صحیح طور پر غور و فکر کرنے سے توحید، رسالت اور آخرت کے تینوں بنیادی عقیدوں کے بارے میں قوی اور روشن دلائل ملیں گے۔ لیکن مشکل اور مشکلوں کی مشکل یہ ہے کہ لوگ اس بارے صحیح طور سے سوچتے ہی نہیں۔ وہ یا تو اسکے ان فوائد و منافع کو دیکھتے ہوئے اس زمین کی پوجا کرتے ہیں اور اسکے نتیجے میں مزید اوندھے اور اسفل السافلین ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور یا پھر وہ اس سے ملنے والے مادی فوائد و منافع میں زیادہ سے زیادہ فائدے اٹھانے کی فکر و کوشش میں لگے ہیں اور دن رات اس سے طرح طرح کے خزانے نکالتے اور اس سے فائدے اٹھاتے ہیں۔ لیکن وہ ظالم یہ نہیں سوچتے کہ یہ طرح طرح کے بے حد و حساب اور عظیم الشان فائدے اس زمین کے اندر رکھے کس نے ہیں؟ اور اسکا ہم پر کیا حق بنتا ہے؟ اور اس طرح وہ واہبِ مطلق کے نورِ معرفت اور اسکے حقِ شکر کی ادائیگی سے قاصر اور محروم رہتے ہیں جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ یہاں پر یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ۔ ﴿من ثمرہ﴾۔ کی ضمیرِ مجرور کا مرجع ''ارض'' یعنی ''زمین'' ہے۔ اور اس کی طرف مذکر کی ضمیر کا رجوع ''بلد طیب'' کی تاویل کے اعتبار سے ہے۔ اور یہ اس لیے کہ بارش ہونے کو تو ہر خشک و تر اور ہر بنجر و زرخیز پر ہوتی ہے لیکن بارآور وہی زمین ہوتی ہے جو زرخیز ہوتی ہے۔ اسی مضمون کو سورۂ اعراف میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا﴾۔ (الاعراف: ۵۸) یعنی ''جو زمین زرخیز ہوتی ہے اس کی پیداوار تو اس رب کے اذن سے خوب اپجتی ہے اور جو زمین ناقص ہوتی ہے اس سے ناقص اور بیکار چیز ہی نکلتی ہے۔ بہر کیف زمین کے اس عظیم الشان بچھونے کے اندر عظیم الشان درسہائے عبرت و بصیرت موجود ہیں لیکن ان لوگوں کے لیے جو اس میں صحیح طور پر اور صحیح زاویہ نگاہ سے غور کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، وھو الھادی الی سواء السبیل فعلیہ نتوکل وبہ نستعین،

۳۶ شکرِ خداوندی پر ابھارنے والی ایک اہم تنبیہ و تذکیر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور اسکو انکے ہاتھوں نے نہیں

بنایا"۔ یعنی۔ ﴿مَا عَمِلَتْ﴾۔ میں "ما" نافیہ ہے۔ سو اس ارشاد کا مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ یہ گوناگوں نعمتیں جو اس زمین میں پائی جاتی ہیں اور جن سے تم لوگ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں مسلسل اور لگاتار مستفید و فیضیاب ہوتے رہتے ہو اور طرح طرح سے مستفید و فیضیاب ہوتے ہو، یہ تمہارے ہاتھوں کی کارفرمائی نہیں بلکہ یہ سب کچھ ایک رب رحیم و کریم اور قدیر و حکیم کی قدرت و عنایت اور اسکی عطا و بخشش کا نتیجہ و ثمرہ ہے جس سے اس نے انکو انکے کسی استحقاق کے بغیر اور تمہاری طرف سے اپیل و درخواست کے بغیر ازخود اپنے کرمِ بے پایاں سے نوازا ہے۔ جس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ تم اس کے لیے سراسر شکر و سپاس بن جاؤ۔ سو اس کے باوجود اس سے منہ موڑنا اور اسکی ناشکری کرنا کیسی بے انصافی اور کتنا بڑا ظلم ہے؟ - والعیاذ باللہ العظیم - سو اس طرح اس ارشاد میں شکرِ خداوندی پر ابھارنے والی ایک اہم تنبیہ و تذکیر ہے، جبکہ اس میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اس "مـا" کو موصولہ قرار دیا جائے، جس کی تائید ابنِ مسعودؓ کی اس قراءت سے بھی ہوتی ہے جس میں - ﴿مِمَّـا عَـمِلَتْ﴾ - فرمایا گیا ہے۔ سو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ ان چیزوں سے بھی کھائیں جن کو یہ اپنے ہاتھوں سے خود تیار کرتے ہیں۔ یعنی زمین سے پیدا ہونے والی ان طرح طرح کی چیزوں سے آگے انسان اپنے کھانے اور استعمال کے لئے طرح طرح کے کھانے، مٹھائیاں اور جو دوسری کھٹی میٹھی اور نمکین وغیرہ بے شمار چیزیں تیار کرتا ہے۔ تاکہ ان سے وہ طرح طرح سے مستفید اور لطف اندوز ہو سکے۔ اور اسی طرح زمین کی پیداوار سے طرح طرح کی پوشاکیں بھی بناتے ہیں۔ سو ایک طرف تو زمین کے اندر ان بیشمار چیزں کو پیدا کرنا جن میں طرح طرح کے ذائقے اور مزے بھی ہیں اور قسما قسم کے فوائد اور منافع بھی اور دوسری طرف انسان کے اندر ایسی صلاحیت اور قابلیت رکھ دینا کہ وہ قدرت کی پیدا کردہ ان اشیاء سے آگے طرح طرح کے سامان تیار کرے، قدرت کا کرم بالائے اور اِنعام پر اِنعام ہے - سبحانہ وتعالیٰ - سو اس سب کا عقلی اور فطری طور پر تقاضا یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنے خالق و مالک کیلئے سراپا شکر و سپاس بن جائے تاکہ اس طرح خود اس کا بھلا ہو۔ سو اس حقیقت کا تذکرہ اور اس کا احساس و ادراک جذبۂ شکر کو ابھارتا ہے۔ اور جذبہ شکر و سپاس ہی دین کی اساس و بنیاد ہے۔ اسی سے انسان اپنے خالق و مالک کے آگے جھکتا اور اسکی عبادت و بندگی سے سرفراز ہو کر دارین کی سعادت و سرخروئی سے فائز المرام و شادکام ہوتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحب ویرید۔ بکُلِّ حالٍ مِّن الاحوال

۳۷ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائی پر استدلال: - سو ارشاد فرمایا گیا "پاک ہے وہ ذات جس نے طرح طرح کی مختلف الانواع اور گوناگوں اشیاء کو وجود بخشا"۔ سو وہ پاک ہے ہر قسم کے نقص و عیب اور شرک و شائبۂ شرک سے - سبحانہ و تعالیٰ - سو زمین کے اندر پائی جانے والی ان گوناگوں نعمتوں میں جو تنوع اور تضاد پایا جاتا ہے، اسکے اندر ایک نہایت ہی پرحکمت ہم آہنگی، مقصدیت اور توافق پایا جاتا ہے جس سے یہ حقیقت پوری طرح واضح اور آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس کائنات پر ایک ہی خدائے واحد کی قدرت اور اسی کا ارادہ کارفرما ہے۔ کسی دوسرے کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ سو وہ ہر قسم کے شرک اور ہر شائبۂ شرک سے پاک ہے۔ سو یہ کائنات اپنے وجود سے اپنے خالق و مالک کی وحدانیت اور یکتائی کی گواہی دے رہی ہے۔ پس اس کی خدائی میں نہ کوئی شریک ہے اور نہ ہی اس میں کسی کی شرکت ممکن ہے - سبحانہ وتعالیٰ -

خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ

جس نے پیدا کیے جوڑے ہر قسم کے ان چیزوں میں سے بھی جن کو زمین اگاتی ہے اور خود ان کی اپنی جانوں سے بھی ف۳۸

وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ

اور ان چیزوں سے بھی جن کو یہ لوگ جانتے تک نہیں، ف۳۹ ﴿۳۶﴾ اور ایک اور عظیم الشان نشانی ان کے لئے یہ رات بھی ہے، جس سے کھینچ نکالتے

فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ

ہیں ہم (اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے) دن کو، جس سے یہ لوگ (چمکتی دمکتی روشنی کی بجائے) اندھیرے میں ڈوب کر رہ جاتے

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ

ہیں، ف۴۰ ﴿۳۷﴾ اور سورج بھی، جو کہ چلے جا رہا ہے اپنے مقرر ٹھکانے کی طرف ف۴۱ یہ اندازہ مقرر کیا ہوا ہے اس ذات کا جو (سب پر) غالب، انتہائی

۳۸ ''ازواج'' کا معنیٰ ومفہوم؟ اور اس میں درسہائے عبرت وبصیرت: - ''ازواج'' کا لفظ انواع واقسام کے لیے بھی آتا ہے اور جوڑے جوڑے کے مفہوم میں بھی۔ یہاں پر یہ لفظ ان دونوں ہی معنوں کا جامع ہے اور ان دونوں ہی میں عظیم الشان درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا کیے ہر قسم کے جوڑے''۔ اور ایسے پُر حکمت طریقے سے پیدا کئے کہ ایک کی تکمیل دوسرے پر موقوف ہے۔ اور اس طور پر کہ ان میں سے ہر ایک میں دوسرے کی ضروریات ومتقضیات کا پورا پورا انتظام ہے۔ اور اس طور پر کہ ہر چیز اپنے جوڑ سے مل کر اپنے مقصدِ وجود کو پورا کرتی ہے۔ ورنہ اس کا وجود ہی بیکار اور بے مقصد ہو کر رہ جاتا۔ سو اسی سے لازم آتا ہے کہ اس دنیا کا بھی ایک جوڑا ہو۔ اور وہ ہے آخرت۔ ورنہ اس دنیا کا وجود بیکار اور بے مقصد ہو کر رہ جائے گا۔ سو اس دنیا کے وجود اور اس کی تخلیق کی حکمت عقیدۂ آخرت کے بغیر متحقق نہیں ہوسکتی۔ پس دنیا کا وجود بذاتِ خود آخرت کا متقاضی ہے۔ ورنہ اسکی تخلیق بے مصد ہو کر رہ جائیگی۔

۳۹ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ قدرت وحکمت کا حوالہ وذکر: سو ارشاد فرمایا گیا اور انسان کے دائرۂ علم اور احاطۂ ادراک سے باہر کی مخلوق کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا اور ان چیزوں میں سے بھی جن کو یہ لوگ جانتے بھی نہیں'' اور یہ اسلئے کہ انسان کا دائرۂ علم وادراک مخلوقات اور محسوسات اس سے آگے اسکی رسائی نہیں ہوسکتی، اسلئے ارشاد فرمایا گیا کہ ان چیزوں سے بھی اس نے جوڑے پیدا کئے انسان کے دائرۂ علم اور ہی تک محدود ہے، احاطہ ادراک سے باہر ہیں، سو ارشاد فرمایا گیا ''اور ان چیزوں میں سے بھی جن کو یہ جانتے بھی نہیں''۔ یعنی طرح طرح کی وہ بے شمار مخلوق جو ابھی تک اس انسانِ ضعیف البنیان کے احاطہ علم وادارک میں بھی نہیں آئی - فَسُبْحَانَ مَنْ لَا حَدَّ لِقُدْرَتِهِ وَلَا نِهَايَةَ لِعِلْمِهِ- جَلَّ جَلَالُه وَعَمَّ نَوَالُه- سو خشکی اور تری کی کتنی ہی چیزیں ہیں جن کو عام انسان جانتا تک نہیں۔ ان میں بھی قدرت نے جوڑے بنائے ہیں جس سے آگے حکمت کے کئی باب کھلتے ہیں۔ پس کبھی کوئی اس زعم اور گھمنڈ میں مبتلا نہ ہو جائے کہ اس نے تمام مخلوق کا احاطہ کر لیا۔ بلکہ کتنی ہی مخلوق ایسی ہے جس کا انسان کو ابھی تک پتہ ہی نہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾- یعنی وہ خالقِ کل قادرِ مطلق وہ وہ کچھ پیدا کرتا ہے اور پیدا کرتا جائے گا جو ابھی

تک تمہارے علم میں نہیں آیا۔ بہر کیف جس طرح زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں کے اندر تنوع اور گونا گونی ہے اسی طرح یہ چیز انسانوں کی شکلوں اور ان کے رنگوں اور زبانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور یہی حال اس عالم کا بھی ہے جو ابھی تک ان لوگوں کی رسائی پرے ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ پس اس وحدہٗ لاشریک کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہوسکتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۴۰ رات کی نشانی میں غور وفکر کی دعوت: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کے لیے ایک عظیم الشان نشانی یہ رات بھی ہے جس سے کھینچ نکالتے ہیں ہم دن کو"۔ "سلخ" دراصل جانور کی کھال اتارنے کو کہا جاتا ہے۔ یعنی جس طرح بکری وغیرہ کی کھال اتار دینے سے اس کے اندر کا سب کچھ سامنے آجاتا ہے اسی طرح رات کے اندھیرے کے اوپر سے جب دن کی نورانی چادر ہٹادی جاتی ہے تو رات کا اندھیرا سب کو ڈھانپ لیتا ہے۔ سو رات کا اس طرح آنا اور جانا قدرت کی ایک عظیم الشان نشانی ہے۔ جس میں طرح طرح کے عظیم الشان درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ مگر رات دن کے یہ دونوں سلسلے چونکہ نہایت پُر حکمت طریقے سے بے مثال پابندی اور باقاعدگی سے چلتے ہیں اس لیے لوگ ان کے بارے میں غور وفکر سے کام نہیں لیتے۔ ورنہ اگر یہ اس میں صحیح طور سے غور وفکر سے کام لیں تو ان کو اس میں حضرتِ خالق ۔ جَلَّ مَجْدُهٗ ۔ کی قدرت وحکمت، اسکی رحمت وعنایت، اور اس کی وحدانیت ویکتائی کے عظیم الشان دلائل ومظاہر نظر آئیں۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ یہ ہم ہی ہیں جو اس اندھیری رات کے اوپر نور کی ایک عظیم الشان چادر چڑھا دیتے ہیں جس سے ان کے لیے دن نمودار ہوجاتا ہے، جس میں یہ لوگ اپنے طرح طرح کے کام کاج کرتے ہیں۔ پھر ہم اس کے اوپر سے اس عظیم الشان چادر کو کھینچ لیتے ہیں، جس سے یہ سب اندھیرے کی آغوش میں چلے جاتے ہیں، جس میں یہ آرام کرتے اور ایک نہایت پُرسکون وقت گزارتے ہیں۔ سو اگر ہم رات پر یہ نورانی چادر نہ ڈالیں تو یہ لوگ ہمیشہ کے لیے اندھیروں میں ڈوبے رہ جائیں، اور کبھی دن کی روشنی نہ دیکھ سکیں۔ اور اگر ہم دن کی اس نورانی چادر کو اس سے نہ ہٹائیں تو ان کو کبھی رات کا سکون میسر نہ آئے۔ سو شب ورُوز کی اس آمد ورفت، اور اس سے وابستہ مخلوق کے ان گونا گوں اور عظیم الشان فائدوں میں اور مخلوق کے لیے ان کی اس موافقت وسازگاری میں توحید خداوندی کے عظیم الشان دلائل ہیں لیکن ان لوگوں کے لیے جو صحیح طور پر غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید

۴۱ سورج کی نشانی میں غور وفکر کی دعوت: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور سورج بھی جو کہ چلے جارہا ہے اپنے مقرر ٹھکانے کی طرف" سو سورج بھی قدرت کی ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ یہ انتہائی گرم اور روشن کرہ جو زمین سے ۱۳ لاکھ تینتیس (۳۳) ہزار گنا بڑا ہے۔ جس کا قطر زمین سے ۱۰۹ گنا بڑھ کر ہے، کس طرح نہایت باریک حساب اور انتہائی پابندی کے ساتھ رواں دواں ہے۔ زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہونے کے باوجود یہ کس طرح گرمی اور روشنی پہنچا رہا ہے؟۔ تو کیا اس خالق ومالک کے سوا کوئی اور معبود و کارساز ہوسکتا ہے؟۔ كَلَّا ثُمَّ كَلَّا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔ سو سورج کا اس قدر پر حکمت طریقے سے طلوع وغروب اور اس قدر پابندی سے اس کا آنا اور جانا خالق کی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ، رحمتِ شاملہ اور عنایتِ متواصلہ کا ایک عظیم الشان ثبوت اور مظہر ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو سورج دن کے اندر ظاہر ہونے والی قدرت کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ سو دیکھو یہ کس قدر پابندی کے ساتھ اپنے معین محور ومدار پر گردش کرتا ہے۔ مجال نہیں کہ اس سے ذرہ برابر آگے پیچھے ہوسکے، یا اسکی پابندی میں منٹ سیکنڈ کا کوئی فرق واقع ہوجائے۔ سو یہ قدرت کی عظمت اور توحید ووحدانیت کی عظیم الشان دلیل ہے۔ اور یہ مخلوق کا مسجود ومعبود نہیں بلکہ یہ ان کا خادم ہے۔ پس بڑے ہی غلط کار اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اور مخدوم ہوکر اپنے خادم کے آگے جھکتے اور اسکی پوجا پاٹ کی ذلت اٹھاتے ہیں اور اس طرح خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت وتباہی کا سامان کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ

علم والی ہے، ﴿۳۸﴾ اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ وہ (ان سے گزرتا ہوا آخر کار) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح

اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ

ہو کر رہ جاتا ہے، ﴿۳۹﴾ نہ سورج کے بس میں ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے، اور نہ ہی رات سبقت لے جا سکتی ہے دن پر، ہر ایک

فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ

تیرے جا رہا ہے خود اپنے ہی دائرے میں، ۴۲ ﴿۴۰﴾ اور ان کے لئے ایک اور نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کو سوار کیا

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۙ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا

اس بھری کشتی میں، ۴۳ ﴿۴۱﴾ اور ان کے لئے اسی جیسی اور بھی ایسی چیزیں پیدا کیں، جن پر

يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَ لَا

یہ سوار ہوتے ہیں، ۴۴ ﴿۴۲﴾ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو اس طرح غرق کر کے رکھ دیں کہ نہ تو ان کا کوئی فریاد رس ہو، ۴۵ اور نہ ہی ان کو کسی طرح بچایا

هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۙ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

جا سکے، ۴۶ مگر ہم نے محض اپنی رحمت کی وجہ سے، اور ایک مدت تک ان کو فائدہ اٹھانے کا موقع دینے کے لئے (ان کو مہلت دے رکھی ہے) ﴿۴۴﴾

۴۲ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم و ارشاد کی پابند: سو اس اعتبار سے سورج اور چاند کے طلوع و غروب میں عظیم الشان درسہائے عبرت و بصیرت ہیں۔ سو کبھی ایسے نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں ایک ہی وقت میں جمع ہو جائیں اور ان میں سے ایک دوسرے پر غالب آ کر اس کی روشنی کو مٹا دے۔ سو ایسے نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک اپنے محدود و مقرر وقت میں آتا ہے اور ہر ایک اپنے رب کے حکم اور اپنے وقت کا پورا پابند ہے۔ دوسرا اس میں کسی طرح کا کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ (روح، ابن کثیر، صفوہ، جامع، مراغی، قرطبی اور معارف وغیرہ)۔ سو یہ اس وحدہ لاشریک خالق و مالک کی بے پایاں قدرت و عنایت اور حکمتِ بالغہ کا کس قدر عظیم الشان مظہر ہے مگر تم لوگ پھر بھی سوچتے نہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے تا کہ حق و ہدایت کے نورِ مبین سے سرشار و سرفراز ہو سکو۔ بلکہ کتنے ہی ایسے اندھے اور اوندھے ہیں جو سورج اور چاند کی ان دو عظیم الشان نشانیوں کے ذریعے اپنے خالق و مالک کی معرفت سے سرشار ہونے کی بجائے الٹا وہ انہی کی پوجا پاٹ میں لگ جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنے لیے ذلت پر ذلت اور خسارے پر خسارے کا سامان کرتے ہیں۔ والعیاذ

باللہ۔ سو سورج و چاند کے یہ دو عظیم الشان کُرے اور کائنات کے نمایاں ترین نشان اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس کائنات کی ہر چیز کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں اور اسی کے حکم و ارشاد کی پابند ہے۔ پس وہی خالق و مالک معبودِ برحق ہے۔ اور ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی کا حق ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس کے اس حق میں کسی کو بھی اس کا شریک جاننا ظلم ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم فِاِیَّاہُ نَعۡبُدُ وَعَلَیۡہِ نَتَوَکَّلُ وبِہٖ نَسۡتَعِیۡنُ فی کُلِّ اٰنٍ وَّحِیۡنٍ،

۴۲ بھری کشتی کی نشانی میں دعوتِ غور وفکر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایک اور عظیم الشان نشانی ان کیلئے یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کو سوار کیا اس بھری کشتی میں"۔ یعنی کشتیِ نوح کہ وہ پہلی کشتی تھی جو آنجناب نے اللہ پاک کے حکم وارشاد سے بنائی تھی اور جس میں آپ نے اللہ پاک کے حکم کے مطابق ہر چیز کا ایک ایک جوڑا رکھ دیا تھا تاکہ بعد میں نسل چلے۔ اگر اللہ پاک کی عنایت سے ایسے نہ ہوتا تو ان لوگوں کا تخم بھی نہ رہتا۔ سو اس طرح قدرت کا یہ عظیم الشان اِنعام واِحسان جو ان کے بڑوں پر ہوا تھا، وہ بالواسطہ ان لوگوں پر بھی ہوا۔ سو اس عظیم الشان اِنعام واِحسان کا تقاضا یہ تھا اور ہے کہ یہ لوگ صدقِ دل سے اپنے خالق و مالک کے حضور جھک جائیں تاکہ اس طرح یہ اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کر سکیں۔ وباللہ التوفیق۔ بہرکیف یہ ایک قول ہے کہ اس فلکِ مشحون۔ بھری کشتی۔ سے مراد کشتیِ نوح ہے۔ (قرطبی، ابنِ کثیر، صفوۃ التفاسیر وغیرہ)۔ جبکہ دوسرا قول واحتمال اس بارے میں یہ بھی ہے کہ اس سے مراد مطلق کشتیاں ہیں جو کہ انکے کام آنے والے طرح طرح کے سامان لیے سمندر کی سطح پر رواں دواں ہیں۔ جن سے انکے طرح طرح کے مفادات وابستہ ہیں۔ سو ایک طرف تو ہم نے ان کیلئے ان کشتیوں اور دیو ہیکل جہازوں میں کام آنے والا سامان پیدا کیا اور دوسری طرف انسان کو عقل کے اس جوہر سے بھی ہم ہی نے نوازا جس سے وہ طرح طرح کی ایسی چیزیں بناتا اور قسما قسم کی ایجادات کرتا ہے۔ ورنہ یہ انسان کچھ بھی کرنے کے قابل نہ ہوتا۔ سو یہ ترقیات اور ایجادات جو بھی کچھ انسان کرتا ہے سب ہماری ہی توفیق وعنایت سے کرتا ہے۔ سو یہاں پر یہی مطلب ہے اس ارشادِ ربانی کا کہ ہم ہی نے انکو سوار کیا اس بھری کشتی میں۔ یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ۔ ﴿ذریتھم﴾۔ میں ضمیر " ھم " سے مراد یہ لوگ بحیثیتِ اشخاص نہیں بلکہ بحیثیتِ انسان ہیں۔ یعنی مطلق نوعِ انسانی۔ اور "ذریت" سے مراد نسل ہے۔ سو مطلب یہ ہوگا کہ ہم ہی نے نسلِ انسانی کیلئے ان عظیم الشان کشتیوں اور دیو ہیکل بحری جہازوں کے ذریعے بحری سفروں کا انتظام کیا جس سے ہزاروں ٹن کے یہ وزنی جہاز اور کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی سمندروں کے سینوں پر رواں دواں ہیں۔ جس سے انکے طرح طرح کے عظیم الشان مفادات اور قسما قسم کے فوائد ومنافع وابستہ ہیں۔ سو یہ قدرت کی خاص عنایات اور عظیم الشان دلائل وبراہین میں سے ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ الۡفُلۡکَ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَۃِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمۡ مِّنۡ اٰیٰتِہٖ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ﴾۔ (لقمٰن:۳۱)۔ پس عبادت وبندگی کی ہر قسم اور شکل اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس رکوع وسجدہ وغیرہ کوئی بھی عبادت کسی

اور کے لیے بجالا نا ظلم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے ظلم سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۴۴ سواریوں کی نعمت میں سامانِ غور وفکر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم نے ان کیلئے اسی جیسی اور بھی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں"۔ جیسے مختلف جانور اور طرح طرح کی دوسری سواریاں جن پر انسان سوار ہوتا اور سفر کرتا ہے۔ اور اس میں انسانی عمل ومحنت کا جو دخل ہے وہ بھی سراسر اللہ پاک ہی کی عنایت ہے کہ اسی کے اِلہام و تعلیم سے انسان اس قابل ہوا ہے۔ وَهِيَ الْإِبِلُ وَسَائِرُ الْمَرْكُوبَاتِ۔ (صفوہ وغیرہ)۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾۔ (النحل: ۸) اور اسی حکم میں طرح طرح کی وہ تمام سواریاں بھی داخل ہیں جو اب سائنس کی مدد سے ایجاد ہوئی ہیں یا آئندہ ایجاد ہونگی۔ جیسے مختلف قسم کی لاریاں، موٹریں، کاریں، ٹرینیں اور ہوائی جہاز وغیرہ کہ ان میں کام آنے والا خام مواد بھی حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُهٗ۔ نے اپنی بے پناہ عنایتوں سے پیدا فرمایا ہے اور انسان کو اس عقل وخرد اور اہلیت وصلاحیت سے بھی اسی قادرِ مطلق نے نوازا ہے جس سے کام لیکر انسان یہ طرح طرح کی ایجادات کرتا ہے۔ اور اس کائنات میں ان قوانینِ فطرت کو بھی اسی وحدہ لاشریک نے جاری اور لاگو فرمایا ہے جن کے مطابق یہ سب چیزیں کام دیتی ہیں۔ اور ان میں سے کوئی سواری خشکی پر چلتی ہے، کوئی تری میں اور کوئی ہواؤں میں، فضاؤں میں۔ سو یہ سب اسی خالق و مالک کا کرم واحسان ہے۔ فالحمدللہ رب العالمین۔ جس کا تقاضا ہے کہ انسان ہمیشہ اسی کے آگے سرنگوں اور سجدہ ریز رہے یہ اس خالق و مالک کا اس کے بندوں پر حق بھی ہے اور اسی میں اسکے بندوں کا خود اپنا بھلا بھی ہے۔ دنیا وآخرت دونوں میں۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلیٰ ما یُحِبُّ ویرید بکل حال من الاحوال وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۴۵ حفظ وامان کی نعمت میں سامانِ غور وفکر:۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ انکو حفظ وامان کی نعمت بھی قدرت کی رحمت وعنایت ہی سے میسر ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر ہم چاہیں تو انکو غرق کردیں"۔ یعنی پانی میں سفر کے دوران یا کسی بھی اور صورت میں اور کسی بھی دوسرے موقع پر۔ کہ نہ تو ایسا کرنا ہماری قدرت سے خارج ہے اور کچھ بعید ہے اور نہ ہی یہ لوگ کبھی بھی اور کسی بھی طور پر ہماری گرفت اور پکڑ سے باہر ہوسکتے ہیں۔ سو یہ ہماری رحمت وعنایت اور ہمارے فضل وکرم کا نتیجہ ہے کہ یہ لوگ اس طرح امن وامان اور سکون واطمینان کے ساتھ چل پھر رہے ہیں ورنہ ہم انکو کہیں بھی اور کسی بھی طرح پکڑ سکتے ہیں۔ اور جب ہم انکو پکڑیں گے تو نہ کوئی فریاد کرسکے گا اور نہ ہی انکا کوئی فریادرس ہوسکے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ "صریخ" کے معنیٰ فریاد کرنے کے بھی آتے ہیں اور فریادرسی کے بھی اور فریادرسی کرنے والے کے بھی۔ اس مقام پر یہ لفظ ان سب ہی معانی کے اعتبار سے موزوں ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کردیں" اور اس طور پر کہ اس وقت نہ یہ کوئی فریاد کرسکیں، اور نہ کوئی ان کی فریاد رسی کرسکے، اور نہ یہ اس ورطہ حیرت سے کسی طرح نجات پاسکیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ ڈرو تم اس عذاب سے جو تمہارے سامنے ہے (۴۶) اور جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے، ف ۴۷

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ

تا کہ تم پر رحم کیا جائے (تو یہ ان سنی کر دیتے ہیں) (۴۵) اور ان کے پاس جو بھی کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے

رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

آتی ہے، تو یہ اس سے اعراض (اور سرتابی) ہی کرتے ہیں، ف ۴۸ (۴۶) اور جب ان سے کہا جاتا ہے

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

کہ تم لوگ خرچ کرو اس میں سے جو کہ تم کو اللہ نے بخشا ہے (اپنی رحمت و عنایت سے ف ۴۹) تو وہ لوگ جو اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر پر،

اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ

ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا، تم لوگ تو صاف طور پر

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ

پڑے ہو کھلی گمراہی میں، ف ۵۰ (۴۷) اور کہتے ہیں کہ آخر کب پوری ہوگی تمہاری یہ دھمکی اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

تم سچے ہو؟ ف ۵۱ (۴۸) یہ لوگ تو بس ایک ایسی ہولناک آواز ہی کی راہ تک رہے ہیں،

۴۶ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے اور بچنے کی ہدایت: - کہ اللہ کا عذاب کہیں سے بھی اور کسی بھی طرح آسکتا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ڈرو تم اس عذاب سے جو تمہارے سامنے ہے۔ یعنی گزشتہ قوموں والا عذاب کہ کہیں وہ تم پر بھی نہ آجائے - أي مِنَ الْوَقَائِعِ الَّتِيْ مَضَتْ - (جامع البیان: ج ۲ ص ۱۹۷)۔ سو تم ڈرو اس عذاب سے جو ان پہلی قوموں پر آچکا ہے کہ جس جرم کفر و انکار اور بغاوت و سرکشی کا ارتکاب انہوں نے کیا، اسی کا ارتکاب تم بھی کر رہے ہو۔ اور اللہ کا قانون یکساں و بے لاگ اور سب کیلئے ایک ہے۔ سو اس کا عذاب تم پر کبھی بھی، کہیں بھی اور کسی بھی شکل میں آسکتا ہے۔ اور بالفعل جگہ جگہ، طرح طرح سے اور مختلف شکلوں میں آتا رہتا ہے۔ کہیں زلزلے کی صورت میں، کہیں سیلاب کی شکل میں اور کہیں سمندری طوفان کی شکل میں وغیرہ وغیرہ - والعیاذ باللہ العظیم - جس کے مختلف نمونے تم لوگ دن رات اور جگہ جگہ اپنے سامنے دیکھتے ہو مگر تم سبق نہیں لیتے۔ اور سمجھتے ہو کہ یہ دوسروں پر آیا ہے اور بس۔ حالانکہ تم پر

بھی اسی طرح کا کوئی عذاب کہیں سے بھی آ سکتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۹ میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں؟'' یعنی یہ لوگ آسمان وزمین کی اس کائنات میں غور نہیں کرتے جوان کو آگے اور پیچھے ہر طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے برسا دیں۔ یعنی ان پر عذاب کہیں سے بھی اور کسی بھی شکل میں آ سکتا ہے۔ اس لیے اس سے ڈرنے بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل نوع من انواع العذاب فی الدنیا والآخرۃ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی پناہ میں رکھے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۲۷ اللہ کا عذاب کہیں سے بھی آ سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم: سوارشاد فرمایا گیا ''اور ڈرو تم اس عذاب سے جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے''۔ یعنی آخرت وقیامت کا عذاب۔ ''اَیْ اَمْرُ السَّاعَةِ''۔ (جامع وغیرہ) اور حضرتِ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ۔ ﴿مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ﴾ سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔ یعنی اس سے بچاؤ کے لئے تیاری کرو۔ اور۔ ﴿خَلْفَکُمْ﴾ سے مراد دنیا ہے۔ اور اس عذاب سے بچنے کا ذریعہ اور طریقہ ہے گناہوں سے بچنا۔ اسی لئے مجاہدؒ نے اس کی تفسیر گناہوں سے کی ہے۔ (ابن کثیر، الجامع، الصفوۃ وغیرہ)۔ سو گناہوں سے بچنا عذاب سے بچنا ہے اور گناہوں میں ملوث ہونا دراصل عذاب میں چھلانگ لگانا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ سو جب ان لوگوں سے عذاب سے بچنے کو کہا جاتا ہے جو کبھی بھی اور کسی بھی شکل میں آ سکتا ہے تو یہ اس سے بچنے اور متنبہ ہونے کی بجائے اعراض کرتے اور عذاب لانے اور اسکی نشانی پیش کرنے کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔ سو یہ انکی بے حسی اور بدبختی کی انتہاء ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف آگے اور پیچھے کے اس عذاب سے وقت کے اعتبار سے بھی آگے اور پیچھے ہونا مراد ہو سکتا ہے۔ اور اسی بناء پر ان حضراتِ اہلِ علم نے اس سے دنیا اور آخرت کا عذاب مراد لیا ہے۔ اور اس سے مراد جگہ اور مکان کے اعتبار سے بھی آگے اور پیچھے ہونا مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ ابھی سورۂ سبا کی آیت نمبر ۹ کے حوالے سے گزرا۔ سو ﴿مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَ مَا خَلْفَکُمْ﴾ کے کلماتِ کریمہ کے عموم میں یہ دونوں ہی صورتیں داخل اور اس میں شامل ہیں۔ اللہ ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں وعنایتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۲۸ اِعراض وروگردانی محرومیوں کی محرومی، والعیاذ باللہ: سوارشاد فرمایا گیا کہ جب ان کے پاس ان کے رب کی آیتوں اور نشانیوں میں سے کوئی آیت اور نشانی آتی ہے تو یہ اس سے اعراض اور روگردانی ہی برتتے ہیں اور اس سے منہ موڑے ہی رہتے ہیں، تو پھر ایسے میں ان کو حق وہدایت کی کوئی روشنی ملے تو کیسے ملے؟ جبکہ اس کیلئے اصل اور اولیں شرط طلب صادق ہے، سو اِعراض وروگردانی اور دعوتِ حق وہدایت سے منہ موڑنا اور اعراض وروگردانی برتنا محرومیوں کی محرومی اور خرابیوں کی خرابی ہے، والعیاذ باللہ، پس صلاح وفلاح کی اصل اور اساس ہے سننا اور ماننا، اور کائنات کے اندر بھی یہی نظام کارفرما ہے، اسی لئے قرآنِ حکیم میں اسکے لئے جابجا زمین کی مثال دی گئی ہے کہ جو زمین نرم اور زرخیز ہوتی ہے وہ جب آسمان سے برسنے والی بارش اور سینچائی کیلئے ملنے والے پانی کیلئے اپنے مسام کھولتی ہے اور اس کو اپنے اندر جذب کرتی ہے تو اس کے اندر طرح طرح کی پیداواریں نکلتی ہیں اور وہ گل وگلزار بن جاتی ہے، لیکن اسکے برعکس جو زمین پتھر کی طرح سخت ہوتی ہے وہ پانی کیلئے اپنے مسام کھولتی ہی نہیں اور پانی اسکے اندر سرایت کرتا ہی نہیں تو وہ محروم کی محروم ہی رہتی ہے، سو سمع وطاعت سعادت و سرفرازی کی اصل اور اساس ہے، وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید۔

۴۹ منکرین کی بے حسی اور مت ماری کا ایک نمونہ و مظہر: سو اس سے ان منکرین کی بے حسی، ہٹ دھرمی اور مت ماری کا ایک نمونہ و مظہر سامنے آتا ہے کہ جب ان سے اللہ کے دیے ہوئے میں سے کچھ خرچ کرنے کو کہا جاتا ہے، جس میں خود انہی کا بھلا ہوتا ہے تو یہ اس کے جواب میں اس طرح کہتے ہیں۔ یعنی ان کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ غریبوں پر خرچ کرنا جو کہ ان کے نزدیک بھی نیکی کا کام ہے، جب اس کے بارے میں ان سے کہا جاتا ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ تقدیر کے حیلے و حوالے سے انکار کر دیتے ہیں۔ تو پھر ان سے قبولِ حق کی کیا امید ہو سکتی ہے؟ ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔ سو ایسے لوگ انفاق فی سبیل اللہ کے حکم و ارشاد کے جواب میں کہتے ہیں کہ جن کو اللہ نے نہیں کھلایا انکو ہم کیوں کھلائیں؟ حالانکہ یہ ایسے لوگوں کی حماقت اور محرومی کی دلیل ہے، والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۵۰ قلب و نظر کے بگاڑ و انحراف کے ایک نمونہ و مظہر کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب ان سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو کہا جاتا ہے تو کافر لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم ان لوگوں کو کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ تم لوگ تو گمراہی میں پڑے ہو''۔ سو یہ ایسے مادہ پرست لوگوں کی بڑی غلط فہمی اور بنیادی بھول ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کے دیے بخشے اس رزق و فضل کو اپنا ذاتی استحقاق سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتِ امر یہ ہے کہ دیتا اور کھلاتا تو سب کو وہی وحدہ لاشریک ہے، مگر اس نے ابتلاء و آزمائش اور دوسری حکمتوں کے پیشِ نظر دنیاوی معیشت میں بعض کو بعض پر فوقیت و فضیلت دے رکھی ہے۔ تاکہ اس طرح ہر ایک کی آزمائش ہو۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اَتَصْبِرُوْنَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴾ ۔ (الفرقان: ۲۰)۔ سو وہ چاہتا ہے کہ دوسروں کو تمہارے ہاتھ سے ملے تاکہ اس طرح اس ابتلاء و آزمائش کے تقاضے بھی پورے ہوں اور خود تمہارا بھی بھلا ہو۔ ورنہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم سے یہ سب کچھ یک لخت چھین لے جس کے تم لوگ آج مالک بنے بیٹھے ہو۔ پھر تم ہمیشہ کے لئے ہاتھ ملتے رہ جاؤ۔ سو اپنے ہاتھوں سے دینے کے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس کے نام پر خرچ کرو ۔ وباللہ التوفیق ۔ بہر کیف انفاق فی سبیل اللہ کے مطالبے پر ان لوگوں کا جواب یہ ہوتا تھا جو ابھی گزرا جس سے ان کی حماقت اور ان کے قلب و نظر کا بگاڑ و انحراف سامنے آتا ہے، اور انکی قساوتِ قلبی اور حماقت و سفاہت کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لیے ان کے اس جواب سے متعلق یہاں پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا گیا کہ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مقصود صرف یہ دکھانا ہے کہ جب دل بگڑتے ہیں تو عقلیں اسی طرح ٹیڑھی اور اوندھی ہو جاتی ہیں، اور آدمی اس طرح ہلاکت اور تباہی کے گڑھے میں جا گرتا ہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے ۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین، یا اکرم الاکرمین۔

۵۱ منکرین کی طرف سے عذاب الٰہی کے تمسخر اور مذاق کا ایک نمونہ، والعیاذ باللہ: ۔ سو اس سے منکرین کے عذاب الٰہی کے بارے میں تمسخر و مذاق کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ دعوتِ حق کے لیے کان دھرنے اور حق کو قبول کرنے کی بجائے مذاق و استہزا کے طور پر کہتے کہ آخر کب پوری ہوگی تمہاری دھمکی اگر تم سچے ہو؟ ۔ اور یہ استفہام کوئی جاننے اور ماننے کے لئے نہیں تھا کہ اگر ہمیں اس کا صحیح وقت اور تاریخ بتا دی جائے تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے بلکہ ان کا یہ پوچھنا دراصل تکذیب و استہزاء کے طور پر تھا کہ عذاب اور قیامت وغیرہ کچھ ہونے کا نہیں۔ یہ سب کچھ محض دھمکی اور خام خیالی ہے ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ ۔ سو یہ انکی بے حسی بدبختی کی انتہاء ہے اور یہ اللہ پاک ہی کا حلم اور کرم ہے کہ وہ انکو اسکے باوجود ڈھیل اور مہلت دیتا ہے۔ بہر کیف ان کا کہنا یہ تھا کہ لا دکھاؤ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈرا رہے ہو۔ اس کے بغیر ہم اس کو ماننے والے نہیں ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ ہر قسم کے فساد و بگاڑ سے ہمیشہ محفوظ رکھے ۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین۔

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً

جوان کو یکایک عین اس وقت آ پکڑے گی جب کہ یہ باہم جھگڑ رہے ہوں گے، ۵۲ ﴿۴۹﴾ اس وقت نہ تو یہ کوئی وصیت کر سکیں گے،

۳ ع ۱۸ ۲

وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا

اور نہ ہی اپنے گھروں کو لوٹ سکیں گے، ۵۳ ﴿۵۰﴾ اور جب پھونک ماردی جائے گی صور میں (دوسری مرتبہ) تو یہ سب

هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا

یکایک اپنی قبروں سے نکل نکل کر دوڑے چلے جا رہے ہوں گے اپنے رب کی طرف، ۵۴ ﴿۵۱﴾ تب یہ کہیں گے

وقف لازم / وقف منزل / وقف غفران

يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ سکتۃ هٰذَا مَا وَعَدَ

ہائے ہماری کم بختی! کس نے اٹھایا ہمیں، ہماری قبروں سے؟ (جواب ملے گا کہ) یہی ہے وہ جس کا وعدہ فرمایا تھا

الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا

(خدائے) رحمٰن نے، اور سچ کہا تھا اس کے رسولوں نے بھی ۵۵ ﴿۵۲﴾ بس

۵۲ عذاب کا مطالبہ کرنے والوں کی تنبیہ: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ انتظار نہیں کر رہے مگر ایک ہی ہولناک جھڑکی کی جوانکو یکایک آ پکڑیگی"۔ یعنی قیامت کی وہ قطعی اور یقینی گھڑی کوئی آہستہ آہستہ اور ان کو خبردار کر کے نہیں آئے گی بلکہ وہ اس طرح اچانک آئے گی کہ ان لوگوں کو اس کا خیال تک نہیں ہوگا۔ سو وہ ایک ہی ہولناک جھڑکی اور خوفناک آواز ہوگی جوان سب کو آ پکڑے گی۔ اور اس طرح کہ یہ لوگ اپنے اپنے کاروبار اور اپنی لڑائی جھگڑوں میں اس طرح لگے ہوں گے کہ وہ اچانک ان پر آ پہنچے گی۔ جیسا کہ قرآن وسنت کی دوسری بہت سی نصوص میں اس کی تصریح وتوضیح فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً﴾۔ (الاعراف: ۱۸۷)۔ سو عقل وخرد کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا مطالبہ کرنے کی بجائے اس سے بچنے کی فکر کی جائے کہ پھر اس سے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہوگی۔ بہر کیف اس ارشاد سے ان متکبرین کو تنبیہ فرمائی گئی کہ یہ لوگ جو آج اتنی لاپرواہی اور ایسے طنطنے کے ساتھ اس ہولناک عذاب کے لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان پر عذاب واقع کرنے کے لیے کسی طرح کی کوئی تیاری کرنی پڑے گی جس کی بنا پر اس میں دیر ہو رہی ہے۔ سو ایسی کسی بات کا وہاں کوئی تصور ہی نہیں۔ ان کو جو ڈھیل مل رہی ہے یہ سب ربّ رحمٰن ورحیم کی رحمت کا نتیجہ ہے۔ ورنہ جب اس کا وقت آ جائے گا تو اس کے لیے ایک ایسی ڈانٹ ہی کافی ہوگی جوان سب کو ایسی دبوچ لیگی جبکہ یہ اپنی کج بحثیوں میں لگے ہونگے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور اپنی

رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۵۳ عذاب کے موقع پر منکرین کی بے بسی کی تصویر: -سوان متکبر منکروں کی عذاب کے آنے کے موقع پر بے بسی کی تصویر پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ہولناک آواز انکو ایسا اچانک آدبوچے گی کہ نہ یہ کوئی وصیت کرسکیں گے اور نہ اپنے گھروں کو لوٹ سکیں گے۔ اس طور پر ان کو پکڑے گی کہ یہ کچھ بھی کرنے کی سکت نہیں رکھتے ہونگے۔ پس جو جہاں اور جس حال میں ہوگا وہیں اور اسی حال میں دھر لیا جائے گا۔ اگر کوئی بات کرنا چاہے گا تو اس کی کوئی فرصت نہ پائے گا۔ اگر کوئی اپنے گھر سے باہر کسی کام میں ہوگا تو وہاں سے واپس اپنے گھر لوٹنے کا موقع بھی نہ پاسکے گا۔ اس لئے عقل وخرد کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کے لئے ہر وقت اور ہر اعتبار سے تیار ومستعد رہے، نہ یہ کہ اس سے غفلت برتے۔ یہاں تک کہ وہ آخری وقت آپہنچے اور کوئی ہمیشہ کے لئے محروم ہوجائے-وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ لِمَايُحِبُّ وِيرِيد، وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ- اور اللہ تعالیٰ کے ان اچانک عذابوں کے نمونے آج بھی جگہ جگہ اور طرح طرح سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ کہیں اچانک زلزلہ آتا ہے کہ چند سیکنڈوں میں شہروں کے شہر اجڑ جاتے ہیں یا کہیں کوئی سیلاب یا طوفان آتا ہے تو کتنے علاقے ویران ہوکر رہ جاتے ہیں- والعیاذ باللہ الذی لا الہ الا ھو -اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عذاب اور مصیبت سے ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے- اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین۔

۵۴ قیامت کے یوم عظیم کی تذکیر ویاد دہانی: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب صور میں پھونک ماردی جائے گی تو سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑے چلے جارہے ہونگے"۔ "يَنْسِلُوْنَ"، "نَسْلَان" سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنیٰ دوڑنے اور تیز چلنے کے ہیں۔ (ابن جریر، ابن کثیر، جامع، صفوۃ، مراغی وغیرہ)۔ سو اس روز ایک جھڑکی ملتے ہی یہ منکرین ومکذبین بغیر کسی ٹال مٹول اور حیل وحجت کے اپنے خالق ومالک کے حضور حاضری کے لئے دوڑ پڑیں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴾- (المعارج:۴۳) اور انکی وہ تمام اکڑفوں اور استکبار یکسر ختم ہوجائے گا جس سے یہ بدبخت اور منحوس لوگ آج کام لے رہے ہیں۔ اور اس روز یہ اپنی زبان سے اس کی تسبیح کرتے اور اس کی حمد وثنا کے گیت گاتے ہوئے اس کے حضور حاضر ہوں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا- ﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾-(بنی اسرائیل:۵۲)۔ سو قیامت کے بپا کرنے کیلئے کسی تیاری کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ صرف حضرت قادرِ مطلق کے حکم وارشاد کی ضرورت ہوگی۔ اور جونہی حکم ہوگا یہ سب آموجود ہونگے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وہ تو بس ایک جھڑکی ہوگی جس کے نتیجے میں یہ سب کے سب میدان میں آموجود ہونگے۔ سو قیامت تو چشم زدن میں بپا ہوجائے گی اور تمہیں جو فرصت ملی ہوئی ہے وہ صرف تمہاری بہتری کیلئے ہے کہ تم اس کیلئے تیاری کرسکو اور ہمیشہ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ قبل اس کے عمر رواں کی یہ فرصت محدود تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ والعیاذ باللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے-آمین ثم آمین یارب العالمین-

صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

زور کی ایک ایسی آواز ہوگی جس کے نتیجے میں یہ سب کے سب یکایک ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے، ﴿۵۳﴾

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا

سو آج کسی بھی شخص پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا، اور تمہیں تمہارے انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ

جو تم لوگ خود کرتے رہے تھے (اپنی دنیاوی زندگی میں،) ﴿۵۴﴾ جنت والے بلاشبہ اس دن

شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى

دل پسند چیزوں میں خوش ہو رہے ہوں گے، ﴿۵۵﴾ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں اپنی

الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ

مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل بھی ہوں گے، اور ان کو وہاں ہر وہ چیز ملے گی، جس کی

مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا

وہ طلب کریں گے، (مزید ایک اور بڑا انعام ان کے لئے یہ ہوگا کہ) ان کو سلام کہا جائے گا رب رحیم کی طرف سے ﴿۵۸﴾ اور (دوسری

الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ

طرف دوزخیوں سے کہا جائے گا کہ) الگ ہو جاؤ آج کے دن تم اے مجرمو! ﴿۵۹﴾ کیا میں نے تم کو تاکید نہ کر دی تھی

۵۵ مذاق اڑانے والوں کا حال قیامت کے روز؟ والعیاذ باللہ: ــ سو اس ارشاد سے مذاق اڑانے والے کفار و منکرین کا حشر کے روز انتہائی یاس و حسرت کے اظہار و اعلان کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو وہ انتہائی یاس و حسرت کے عالم میں کہیں گے "ہائے ہماری کم بختی۔ یہ کس نے اٹھا دیا ہمیں ہماری قبروں سے؟" جواب ملے گا "یہی ہے وہ کچھ جس کا وعدہ فرمایا تھا خدائے رحمٰن نے اور سچی ثابت ہوئی بات پیغمبروں کی"۔ یہ جواب ان کو فرشتوں کی طرف سے دیا جائے گا یا اہلِ ایمان کی طرف سے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خود ہی ایک دوسرے کو اس طرح جواب دیں۔ ابن جریرؒ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ الفاظ میں بہر کیف ان سب ہی احتمالات کی گنجائش موجود ہے۔ سو اس روز یہ لوگ بڑے ہی حسرت بھرے انداز میں ایسے کہیں گے کہ خدائے رحمٰن نے بھی سچ فرمایا تھا اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں نے بھی سچ کہا تھا۔ اور اس موقع پر یہ لوگ اپنے ایمان و یقین کا

اظہار واعلان کریں گے۔ لیکن کہاں اور کیسے؟ اس کا وقت تو گزر چکا ہوگا۔ ﴿وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾۔ سو یہ اہل کفر و باطل کی حسرت اور انکی انتہائی ملامت کا اظہار ہوگا۔ مگر بے وقت کی اس ندامت کا ان کو کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہوگا۔ سو اس روز مذاق اڑانے والے ان منکروں کا حال بہت برا ہوگا۔ ان کو نہایت ہی سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور ان کی تذلیل و تخجیل کے لیے ان سے کہا جائے گا کہ یہی ہے فیصلے کا وہ دن جس کو تم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی۔ ﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾۔ (الصافات:-۲۱)۔ سو یہی ہے فیصلے کا وہ دن جس کو تم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔ سو اب سر پیٹو اپنی بدبختی پر۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۵۶ قیامت کے روز ہر کسی کو اسکے اپنے ہی اعمال کا بدلہ ملے گا:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس روز کہا جائے گا کہ آج کسی شخص پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔ تم لوگوں کو تمہارے انہی اعمال کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم خود کرتے رہے تھے اپنی دنیاوی زندگی میں"۔ سو دوزخ اور اس کا عذاب انسان کو اپنے کئے کرائے کے نتیجے اور بدلے میں ملے گا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ اسی سے یہ بات نکالی گئی ہے کہ کفار کے چھوٹے بچوں کو دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا کیونکہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا کہ گناہ کا زمانہ اور اسکی عمر انہوں نے پائی ہی نہیں۔ بہرکیف حساب اور بدلے کے اس دن میں ہر کسی کو اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ اور بدلہ دیا جائے گا تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہوں۔ سو اس روز کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا بلکہ ہر کسی کو اسکی اپنی ہی کمائی اور زندگی بھر کے کیے کرائے کا پھل ملے گا۔ پس ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لے کہ وہ کل کے اس یوم حساب کے لیے کیا آگے بھیج رہا ہے۔ ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾۔ (الحشر:۱۸)۔ اللہ تعالیٰ زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنی رضا کے حصول اور اپنی آخرت کی تیاری کے لیے صرف کرنے کی توفیق بخشے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۵۷ اہل جنت کے آرام وراحت اور انکی نعمتوں کی تصویر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اہل جنت اپنی دلچسپیوں میں محو ہونگے"۔ یعنی جنت کی نعمتوں میں۔ ان کی خوشحالیوں اور فارغ البالیوں کا یہ عالم ہوگا کہ دوزخیوں کی ان کربناکیوں کا بھی ان کو کوئی پتہ اور احساس نہیں ہوگا تاکہ اس طرح ان کے تنعم میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ فَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ بِمَحْضِ مَنِّكَ وَكَرَمِكَ فَاِنَّكَ اَكْرَمُ الْاَكْرَمِيْن۔ "شغل" کی تنکیر تعظیم وتفخیم کیلئے ہے۔ یعنی یہ خوش نصیب لوگ وہاں کے عظیم الشان مشاغل اور بے مثال دلچسپیوں میں مشغول ہونگے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔ بہرکیف اس سے اہل جنت کے بے مثال آرام وراحت اور ان کو ملنے والی عظیم الشان اور بے مثال نعمتوں کی تصویر پیش فرمادی گئی کہ وہاں پر وہ بھی اور انکی بیویاں بھی بے مثال مشاغل اور عظیم الشان دلچسپیوں میں مگن ہونگے۔ وہ عظیم الشان نشست گاہوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے اور ان کو وہاں پر ہر قسم کے پھل پیش کیے جارہے ہونگے۔ وہ جو کچھ وہاں پر مانگیں گے اور طلب کریں گے وہ ان کو ملے گا۔ ایسی حقیقی اور ابدی بادشاہی سے ان کو وہاں پر سرفرازی نصیب ہوگی جس میں ان کی ہر خواہش پوری ہوگی۔ اور یہ ایسی بے مثال بادشاہی ہوگی جس کی اس دنیا میں کوئی نظیر ومثال نہ کبھی پائی گئی اور نہ آئندہ کبھی پائی جانی ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے اور ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

۵۸ اہل جنت کے لیے ایک اور انعام واعزاز کا ذکر وبیان: -سو اس سے اہل جنت کے لیے رب رحیم کی طرف سے سلام کے ایک اور عظیم الشان اور بے مثال انعام واکرام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ انکو سلام کہا جائے گا رب رحیم کی طرف سے-سبحان اللہ!-کیا کہنے اس نعمت اور اس کرم کے۔ دنیا میں اگر کوئی بادشاہ کسی شخص کو سلام بھیج دے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ اور یہاں بات کسی بادشاہ کی نہیں بلکہ بادشاہوں کے بادشاہ ملک الملوک اور بادشاہِ حقیقی کی طرف سے سلام کرنے کی ہے کہ ان کو وہاں پر اس احکم الحاکمین اور رب رحیم کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا-فَشَرِّفْنَا بِهٖ يَا اَكْرَمَ الاكرمين- سو یہ سلام ان کیلئے ہر شر اور مکروہ سے حفاظت اور ہر نعمت اور خوبی سے سرفرازی کا پیغام ہوگا جو کہ روحانی اور جسمانی نعمتوں کا عروج اور انکا کمال ہوگا۔ جس سے اہل جنت کو سرفراز کیا جائے گا-اللہ نصیب فرمائے-آمین ثم آمین۔ بہرکیف اس سے اس سب سے بڑی سرفرازی کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے اہل جنت کو وہاں پر نوازا جائے گا۔ سو رب رحیم کی طرف سے ان کو ملنی والی دعا وہاں پر سلام ہوگی جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ﴿ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلَامٌ ﴾ الآیة (الاحزاب:۴۴)۔ سو وہاں پر ان کے لیے سلامتی ہی سلامتی اور اکرام ہی اکرام ہوگا-اللہ نصیب فرمائے-اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے-اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر مستقیم وثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین یارَبَّ العالمین

۵۹ حشر میں مجرموں کے حال کا ذکر وبیان: -اہل جنت کا حال بیان کرنے کے بعد اب مجرموں کا حشر اور ان کا حال بیان فرمایا جارہا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "فیصلے کے اس دن حکم ہوگا کہ الگ ہوجاؤ اب تم اے مجرمو!"۔ یعنی اہل ایمان سے کہ دنیا میں اگرچہ تم ان کے ساتھ رہتے بستے اور چلتے پھرتے رہے کہ وہ دار الامتحان تھا جس کا تقاضا یہی ہوتا ہے۔ مگر اب فصل وتمیز کے اس دن میں تم ان سے الگ ہوجاؤ کہ یہ دار الجزاء ہے۔ یہاں تمہارا انجام الگ ہے، ان کا الگ۔ ان کا ٹھکانا جنت ہے اور تمہارا دوزخ۔ نیز الگ ہوجانے کے حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ اب تم اپنی وہ تمام جماعتیں، گروپ اور دھڑے چھوڑ دو جو تم نے دنیا میں قائم کر رکھے تھے اور جن پر تم کو بڑا فخر وناز ہوا کرتا تھا۔ اور ان کے زور پر تم حق اور اہل حق کے خلاف صف آرائی کیا کرتے تھے کہ آج ان میں سے کوئی بھی چیز تمہیں کام آنے کی نہیں-﴿ مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾- (الاعراف:۴۸) یہاں تو ہر کسی کو اپنا بھگتان تنہا خود ہی بھگتنا ہوگا۔ نیز یہ کہ دوسروں سے الگ ہوکر اب تم اپنے اپنے عقیدہ وعمل کی بنا پر نئی گروپ بندی اور نئے جماعتی سسٹم میں شامل ہوجاؤ۔ تاکہ اس طرح تم جماعت در جماعت اور گروہ در گروہ دوزخ میں داخل ہوتے جاؤ۔ یعنی اس طرح کہ کافر کافر کے ساتھ، مشرک مشرک کے ساتھ، یہودی یہودی کے ساتھ، مجوسی مجوسی کے ساتھ، بدعتی بدعتی کے ساتھ اور قبر پرست قبر پرست کے ساتھ وغیرہ وغیرہ۔ کہ اس روز ہر ایک کا حشر اس کے اپنے ہی دوست کے ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا-"اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ"- اور جیسا کہ سورۂ تکویر میں فرمایا گیا-﴿ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴾- بہرکیف فصل وتمیز کے اس یوم حساب میں مومن اور کافر آپس میں پھٹ کر الگ ہوجائیں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا-﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴾- (الروم:۱۴)۔ اور فیصلے کے اس دن ظالموں اور انکے ہم مشربوں کو انکے معبودانِ باطلہ سمیت دوزخ کی نار سعیر کی راہ پر ڈال دیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا-﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴾- (الصافات:۲۲-۲۳)-اللہ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے-آمین ثم آمین۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ

کہ تم شیطان کی بندگی نہ کرنا، کہ وہ قطعی طور پر تمہارا کھلا

مُّبِیۡنٌ ۙ﴿۶۰﴾ وَّ اَنِ اعۡبُدُوۡنِیۡ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۶۱﴾

دشمن ہے؟ ۶۰ (۶۰) اور یہ کہ بندگی صرف میری ہی کرنا کہ یہی ہے سیدھا راستہ؟ ۶۱ (۶۱)

وَ لَقَدۡ اَضَلَّ مِنۡكُمۡ جِبِلًّا كَثِیۡرًا ؕ اَفَلَمۡ تَكُوۡنُوۡا

مگر (اس کے باوجود) اس نے گمراہ کر دیا تم میں سے ایک بڑی خلقت کو (طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے،) تو کیا تم لوگ

تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۶۳﴾

عقل سے کام نہیں لیتے تھے؟ ۶۲ (۶۲) یہ ہے وہ جہنم جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا، ۶۳ (۶۳)

اِصۡلَوۡهَا الۡیَوۡمَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۶۴﴾ اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ

اب داخل ہو جاؤ تم اس میں اپنے اس کفر (و انکار) کی پاداش میں، جس کا ارتکاب تم لوگ (اپنی دنیاوی زندگی میں) کرتے رہے تھے،

۶۵ مجرموں کے لیے ایک ملامت وتذکیر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "مجرموں سے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم بندگی نہیں کرنا شیطان کی"۔ معلوم ہوا کہ عبادت و بندگی صرف نماز روزے اور رکوع و سجود ہی کا نام نہیں کہ اس معنیٰ میں تو شیطان کی بندگی کوئی بھی نہیں کرتا۔ بلکہ عبادت و بندگی دراصل کسی کی ایسی اطاعت و فرمانبرداری کو کہا جاتا ہے جو کہ بلا چوں و چرا اور آنکھیں بند کر کے کی جائے اگرچہ وہ خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ وہ کسی شیطٰن الانس کی ہو یا شیطان الجن کی۔ سو کسی کی ایسی اطاعت و فرمانبرداری اسکی عبادت و بندگی کہلائے گی اگرچہ اپنے طور پر وہ اسکو عبادت کے لائق نہ سمجھتا ہو۔ بلکہ بظاہر وہ اس پر لعنت ہی کیوں نہ کرتا ہو۔ جیسا کہ شیطٰن کو ہر کوئی لعنت کرتا ہے۔ مگر اسکے باوجود کتنے ہی ایسے ہیں جو اسکی پوجا و بندگی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰهِ۔ سو اس معنیٰ و مفہوم میں شیطان کی عبادت و بندگی پہلے بھی کی گئی اور آج بھی کی جا رہی ہے۔ وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰهِ الۡعَظِیۡمِ۔ سو خزی و ندامت اور ذلت و رسوائی کے اس یوم مہیب میں ایسے لوگوں سے کہا جائیگا کہ کیا میں نے تم لوگوں کو اسکی تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم لوگ اس لعین کی بندگی نہ کرنا۔ مگر تم لوگ پھر بھی اپنے اس کھلے دشمن۔ عدو مبین۔ کی عبادت و بندگی اور اسکی پوجا پاٹ اور خوشنودی میں لگے رہے۔ تمہاری عقلوں نے اتنا بھی کام نہ کیا کہ اس طرح تم لوگ اپنے اس کھلے دشمن کے دھوکے سے بچ جائے۔ سو اس طرح ان کو سب کے سامنے رسوا کیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین

۶۱ اللہ کی عبادت و بندگی ہی صراطِ مستقیم کا تقاضا ہے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ

تم میری ہی بندگی کرنا یہی ہے سیدھی راہ"۔ جس پر چل کر تم لوگ میرے پاس پہنچ سکتے ہو۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾۔ (ھود:۵۶)۔ سو یہی ایک سیدھا راستہ ہے جو کامیابی کا ذریعہ و وسیلہ اور فائز المرامی کا ضامن و کفیل ہے۔ اس کے سوا ہر راستہ تباہی اور ہلاکت کا راستہ ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَاتَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ﴾ الآیۃ (الانعام:۱۵۴)۔ یعنی "یہی ہے میرا سیدھا راستہ پس تم سب اسی کی پیروی کرنا۔ اس کے سوا دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرنا کہ اس کے نتیجے میں تم لوگ اسکی سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے"۔ والعیاذ باللہ۔ سو اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کی راہ ہی وہ سیدھی اور صحیح راہ ہے جس پر چل کر انسان اپنے خالق و مالک تک پہنچ سکتا ہے اور دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز اور بہرہ ور ہو سکتا ہے کہ معبودِ برحق بہر حال وہی وحدہ لاشریک ہے اور ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس کے سوا اور کسی کے لیے بھی عبادت کی کوئی بھی قسم کسی بھی شکل میں بجالانا شرک ہے جو کہ ظلمِ عظیم ہے۔ سو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت و بندگی صراطِ مستقیم کا طبعی تقاضا ہے۔ پس اس سے غفلت و لاپرواہی اس سے انحراف کے مترادف ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۶۲ عقل و خرد سے کام لینے کی دعوت: ۔ سو ان مجرموں سے مزید کہا جائے گا کہ کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے تھے؟ کہ اس کی پیروی کرتے رہے جو تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے اور جس نے تمہیں گمراہ کرنے اور جہنم رسید کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ اور قسم بھی حضرتِ حق۔ جلَّ مجدہ۔ کے سامنے اور علی الاعلان کھائی تھی۔ تو آخر تم لوگوں کو ہو کیا گیا تھا؟ سو اپنے انجام اور اپنی آخرت سے غفلت و لاپرواہی برتنے والے عقلمند نہیں ہو سکتے ورنہ وہ اتنے بڑے خسارے میں مبتلا نہ ہوتے۔ بہر کیف اس ارشاد سے عقل و خرد سے کام لینے کی دعوت دی گئی ہے تا کہ انسان اپنے نفع و نقصان کو پہچان سکے اور اپنے دوست اور دشمن کے درمیان فرق و تمیز کر سکے۔ اور اپنے دشمن کی فریب کاریوں سے بچ سکے۔ خاص کر ابلیسِ لعین جیسے اس عدو مبین کی فریب کاریوں سے جس نے اپنی فریب کاریوں سے ان کے جدِّ امجد حضرتِ آدم کو جنت سے نکلوا دیا تھا اور جس کی دشمنی اولادِ آدم کے ساتھ قیامت تک کے لیے ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین

۶۳ مجرموں کے لیے جہنم میں داخلے کا حکم۔ والعیاذُ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جہنم جس سے تم لوگوں کو ڈرایا جاتا تھا۔ پس تم داخل ہو جاؤ اس دوزخ میں اپنے اس کفر کی پاداش میں جو تم کرتے رہے تھے۔ ﴿اِصْلَوْھَا﴾۔ "داخل ہو جاؤ تم اس میں اور ایندھن بن جاؤ اس کا"۔ سو یہ امر تحقیر و تذلیل کے لئے ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ﴾۔ (الدخان:۴۹) کہ دنیا میں تم نے اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں حق کا انکار کیا تھا سو اب اس کا مزہ چکھو۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَّشَرٍّ ۔ سو تم نے زندگی میں میرے عہد اور میری تنبیہ کی پروانہ کی اور نہ ہی میرے رسولوں اور میرے نیک بندوں کی تنبیہات پر کان دھرا۔ اور جس عذاب سے وہ تم کو ڈراتے رہے اسکا تم لوگ برابر انکار ہی کرتے گئے۔ پس اب تم اپنے کیے کرائے کی پاداش میں دوزخ کے اس عذاب میں داخل ہو جاؤ اور اپنے اس کفر کا مزہ چکھو جس کا ارتکاب تم زندگی بھر کرتے رہے۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین، ویا ارحم الراحمین۔

عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ

آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر، ۶۴ اور باتیں کریں گے ہم سے ان کے ہاتھ، اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں،

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى

ان سب کاموں کی جو یہ لوگ (زندگی بھر) کرتے رہے تھے، ۶۵ ﴿۶۵﴾ اور اگر ہم چاہیں تو (اس دنیا ہی میں) مٹا دیں ان کی

اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ

آنکھوں کو، پھر یہ (اندھے ہو کر) لپکیں راستے کی طرف، مگر پھر کہاں (اور کیسے) سوجھ سکے ان کو؟ ۶۶ ﴿۶۶﴾ اور اگر

نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا

ہم چاہیں تو ان کو ان کی اپنی جگہ پر ہی اس طرح مسخ کر کے رکھ دیں کہ نہ تو یہ آگے

مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى ع ۴ ۲

چل سکیں، اور نہ پیچھے پلٹ سکیں، ۶۷ ﴿۶۷﴾ اور جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کو ہم الٹا (اوراوندھا) کر دیتے ہیں

۶۴ مجرموں کے مونہوں پر مہر کا ذکر و بیان۔ والعیاذ باللہ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آج ہم مہر لگا دیں گے انکے مونہوں پر" اور اس وقت ہو گا جب کہ یہ مجرم لوگ اپنے اعمال کا انکار کر دیں گے کہ ہم نے تو یہ جرم کیے ہی نہیں۔ جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے کہ وہ کہیں گے کہ اس پر کوئی گواہ ہی نہیں۔ (المراغی وغیرہ)۔ تو اس پر ان کے مونہوں پر مہر کر دی جائے گی جس سے انکی بولتی بند ہو جائے گی اور ان کے ہاتھ پاؤں خود گواہی دینے لگیں ان سب کاموں کی جو یہ لوگ کرتے رہے تھے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّ مَكْرُوْهٍ ۔ بہر کیف فصل وتمیز کے اس دن میں ان لوگوں کے مونہوں پر مہر کر دی جائے گی جس سے انکی بولتی بند ہو کر رہ جائے گی اور اس کے بعد یہ نہ کوئی بہانہ بازی کر سکیں گے اور نہ ہی کوئی حجت پیش کر سکیں گے۔ اور انکے ہاتھ پاؤں خود انکے کیے کرائے کی گواہی دیں گے جس سے ان پر حجت قائم ہو جائے گی۔ اور یہ حجت تمام حجتوں پر بھاری ہو گی۔ سو زبان چونکہ جھوٹ بھی بول سکتی ہے، عذر بھی تراش سکتی ہے، لیکن ہاتھ پاؤں وہی کچھ بیان کریں گے جو انہوں نے کیا ہو گا۔ اس لیے انکی زبانیں بند کر دی جائیں گی۔ اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں سے ان کے خلاف گواہی دلوائی جائے گی۔ جسکے بعد ان کے کیلئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۶۵ مجرموں کے خلاف خود انکے اپنے ہاتھ پاؤں کی گواہی: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس روز ان کے اپنے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے انکے سب کیے کرائے کی"۔ سو اس کے بعد ان کے لئے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی اور ان کو ماننے اور تسلیم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہ رہے گا۔ کیونکہ یہ ان کے سامنے اوروں کے خلاف ایسی کھلی اور ٹھوس گواہی ہو گی جس

سے بڑھ کر قطعی اور یقینی گواہی اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اس طرح ہاتھ پاؤں کی اس گواہی کے بعد ان لوگوں پر سب سے ٹھوس اور قطعی حجت قائم ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں مجرموں کا جرم اس قدر قطعی اور واضح طور پر ثابت ہو جائے گا کہ اس کے لیے مزید کسی پوچھ پاچھ کی ضرورت نہیں رہے گی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی تصریح فرما دی گئی کہ کسی انسان یا جن سے کچھ پوچھنے کی کوئی ضرورت نہ رہیگی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴾۔ (الرحمٰن: ۳۹) اور اس وقت مجرم لوگ اپنے ان اعضاء و جوارح سے برہم ہو کر کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف اس طرح گواہی کیوں دی؟ تو وہ جواب میں اس سے کہیں گے کہ ہمیں تو اسی اللہ نے گویائی بخشی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کیا ہے (حم السجدۃ: ۲۱)۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور اشرار و اعداء کے شر و رفتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۶۶ مجرموں کے لیے ایک سخت تنبیہ و ہدایت: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر ہم چاہیں تو مٹا دیں انکی آنکھوں کو پھر یہ لپکیں راستے کی طرف مگر پھر کہاں کچھ سوجھ سکے انکو؟ مگر ہم نے اپنے حلمِ بے پایاں کے باعث ان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا۔ بلکہ اپنے کرم سے ہم نے ان کو ان نعمتوں سے بھرپور استفادے کے مواقع دے رکھے ہیں ورنہ ہم اگر چاہیں تو کبھی بھی ان سے یہ سب کچھ چھین لیں۔ تو پھر ان کو پتہ چلے۔ سو ان کو ہماری اس ڈھیل سے غفلت میں پڑنے کی بجائے اسکی قدر کرنی چاہئے اور اس فرصت اور موقع سے اپنی عاقبت سنوارنے کا کام لینا چاہئے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا التَّوفِیق۔ بہرکیف یہ قدرت کا ایک قانون اور ضابطہ ہے کہ جس نعمت کی قدر نہ کی جائے اور اسکو اس غرض کیلئے استعمال نہ کیا جائے جس کیلئے قدرت نے اسکو پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہوتا ہے تو وہ اس سے چھین لی جاتی ہے۔ سو اگر یہ لوگ ہماری بخشی ہوئی آنکھوں کے ذریعے راہِ حق نہیں دیکھتے تو یہ اس لائق ہیں کہ ان سے آنکھوں کی اس نعمت کو چھین لیا جائے۔ اور ایسا کہ انکے نشانات تک کو مٹا دیا جائے۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یا رب العالمین،

۶۷ منکرین کو مسخ کر دینے کی تہدید و تنبیہ۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر ہم چاہیں تو انکو انکی اپنی جگہ پر ہی مسخ کر دیں"۔ یعنی یہ لوگ کسی بھی حال میں اور کسی بھی موقع و مقام پر ہماری گرفت و پکڑ سے باہر نہیں ہو سکتے۔ ہم ان کو جب چاہیں، جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں، پکڑ سکتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ہم نے اپنے کرم اور اپنی رحمت و عنایت سے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ سو ان کو اسے غنیمت سمجھتے ہوئے ہماری رضا کے حصول اور اپنی عاقبت کو بنانے کی فکر کرنی چاہیئے قبل اس سے کہ یہ فرصت ان کے ہاتھوں سے نکل جائے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ہم اگر چاہیں تو انکو انکی جگہ پر ہی ایسے مسخ کر کے اور مٹا کر رکھ دیں کہ یہ نہ آگے بڑھ سکیں نہ پیچھے ہٹ سکیں لیکن اسکے باوجود ہم نے انکو اپنے فضل و کرم سے ڈھیل دے رکھی ہے اور ان سے ایسا حشر نہیں کیا تاکہ یہ اگر چاہیں تو سنبھل جائیں اور اپنے خالق و مالک کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کی قدر پہچانیں۔ انکو صحیح طور پر استعمال کر کے اسکے شکر گزار بنیں۔ اور اس طرح خود اپنی بہتری اور بھلائی کا سامان کریں تاکہ ابدی خسارے سے بچ سکیں۔ کیونکہ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کی ناقدری کا نتیجہ بڑا سنگین اور انتہائی ہولناک ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ناشکری اور بے قدری سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین، یا اکرم الاکرمین، و یا ارحم الراحمین۔

الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ

اس کی خلقت (وپیدائش) میں، تو کیا یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟ ف۶۸ اور ہم نے پیغمبر کو نہ تو شاعری سکھائی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے

لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّیُنْذِرَ

لائق تھی، ف۶۹ یہ (کلام جو آپ سنا رہے ہیں) اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ ایک عظیم الشان نصیحت (ویاددہانی،) اور کھول کر بیان کرنے والا قرآن

۶۸ انسانی زندگی کے احوال میں غور وفکر کی دعوت: - سوارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں اسکو الٹا کر دیتے ہیں اسکی خلقت میں''۔ سوایسے میں یہ اپنی بھرپور قوتوں کے بعد کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ نظر کمزور ہوتے ہوتے بعض اوقات بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ قوتِ سماعت جواب دے جاتی ہے۔ چلنے پھرنے اور سننے سمجھنے سے یہ معذور ہو جاتا ہے۔ پیشاب پاخانے تک میں یہ دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کوئی نہیں جو اس کو اس زوال وانحطاط سے بچا سکے اور اس کے اس ضعف واضمحلال کو روک سکے۔ سومعلوم ہوا کہ یہ قوتیں جن پر آج انسان ناز کرتا اور اکڑتا ہے نہ اس کی اپنی ذاتی اور اسکے اپنے اختیار میں ہیں اور نہ ہی یہ دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہیں۔ بلکہ یہ سب کسی کی عطا فرمودہ اور فانی وعارضی ہیں۔ لہذا جہاں تک ہو سکے تم ان کو نیکی اور خیر میں صرف کرو تا کہ یہ تمہارے لئے ابدی اور دائمی نعمتوں کا ذریعہ بن سکیں اور ہمیشہ اور دل وجان سے شکر بجالاؤ اس وہّاب مُطْلَق جَلَّ وَعَلا کا جس نے یہ سب کچھ تمہیں بخشا اور عطا فرمایا ہے اے لوگو اور بغیر کسی قیمت ومول کے اور بغیر تمہاری طرف سے کسی اپیل و درخوست کے از خود اور محض اپنے کرم واحسان سے عطا فرمایا ہے۔ سوکس قدر ظالم اور بے انصاف ہے وہ انسان جو اس سب کے باوجود اس واہبِ مطلق - جل وعلا شانہ - سے منہ موڑے اور اس کے ساتھ کفر وانکار کا معاملہ کرے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم - بہرکیف اس ارشادِ ربانی سے انسان کو توجہ دلائی گئی ہے اور اس کو غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس طرح وہ اپنی قوتوں کے بامِ عروج کو پہنچ کر پھر رفتہ رفتہ ایسی کمزوری اور بے بسی کی طرف لوٹنے لگتا ہے کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جان رہا ہوتا۔ جیسا کہ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۷۰ میں اسکی تصریح فرمائی گئی اور اسکی اس عاجزی اور بے بسی کی تصویر سورۂ روم کی آیت نمبر ۵۴ میں پیش فرمائی گئی۔ سوانسانی زندگی کے ان مختلف اَحوال ومراحل میں غور وفکر سے کام لینے والوں کے لیے بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ اگر انسان اس بارے صحیح طور پر سوچے اور درست زاویے سے غور وفکر کرے تو اس کے دل و دماغ کی دنیا حق وہدایت کے نورِ مبین سے منور ہو جائے ﴿وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ - (الذاریات: ۲۱)۔ مگر غافل دنیا اس سے بے فکر اور لاپرواہ ہے - اور ایسی اور اس قدر کہ حق وہدایت کی بات سننے کو ہی تیار نہیں ہوتی،

۶۹ پیغمبرؑ کو شاعری نہیں سکھائی گئی: - سواس سے واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر کو نہ شاعری سکھائی گئی اور نہ ہی یہ ان کی شان کے لائق ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا ''اور ہم نے نہ تو پیغمبر کو شاعری سکھائی ہے اور نہ ہی یہ اسکی

شان کے لائق ہوسکتی''۔ کیونکہ شاعری میں تو تصنع، مبالغہ آمیزی، خیال آرائی، تفاخر و تعلّی اور تک بندی جیسی چیزیں ہوتی ہیں۔ اور اس میں یہ چیزیں جس قدر زیادہ ہوں گی اسی قدر شعر کی قدر و قیمت بڑھے گی اور زیادہ ہوگی۔ چنانچہ شعر کے بارے میں مشہور ہے کہ '' اَکْذَبُہٗ اَحْسَنُہٗ '' کہ اس میں جتنا زیادہ جھوٹ اور مبالغہ ہوگا اتنا ہی وہ اچھا سمجھا جائے گا۔ جبکہ پیغمبر تو وہ حقائق بیان فرماتے ہیں جو'' دو دونے چار'' کی طرح سچے اور کھرے ہوتے ہیں۔ تو پھر صنعتِ شعر آپ ﷺ کی شان کے مناسب اور لائق کس طرح ہوسکتی ہے؟ اسی لئے آپ ﷺ نے زندگی بھر کبھی کوئی شعر نہیں کہا۔ اور اگر کبھی کسی دوسرے کا کوئی شعر پڑھا بھی تو اسے سیدھا نہ پڑھا۔ صحابہ کرام کے توجہ دلانے پر آپ ﷺ فرماتے کہ مجھے اس سے کیا لگے۔ میں نہ تو شاعر ہوں، نہ ہی شعر گوئی میرے لائق و مناسب ہے۔ اور علمائے سلف کا اس پر اِجماع و اِتفاق ہے کہ آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- نے زندگی بھر کبھی کوئی شعر نہیں کہا۔ اور اگر کبھی کوئی مقفّیٰ و موزون کلام آپ ﷺ کی زبانِ مبارک پر جاری ہوا بھی ہو تو اس کے بارے علمائے کرام کا موقف یہ ہے کہ وہ شعر نہیں تھا۔ کیونکہ اسے آپ ﷺ نے شعر کے ارادے سے نہیں فرمایا۔ اس طرح یہ آیتِ کریمہ بھی اس بات کے قطعی دلائل میں سے ایک ہے کہ پیغمبر -علیہ الصلوۃ والسلام- عالمِ غیب نہ تھے، جیسا کہ اہلِ بدعت کا کہنا اور ماننا ہے۔ اہلِ بدعت کے شرکیہ عقیدے پر جب اس حجتِ قطعی کی چوٹ پڑی تو انہوں نے اس کے جواب میں طرح طرح کے پیچ و تاب کھائے اور ان کے ایک بڑے تحریف پسند نے کہا کہ یہاں آپ سے شعر گوئی کی نفی نہیں بلکہ اس کے ملکہ کی نفی ہے۔ سبحان اللہ! - کیا کہنے اس فکر و دانش کے کہ اللہ پاک تو فرمائے کہ'' نہ تو ہم نے آپ کو شعر کہنا سکھایا اور نہ ہی یہ آپ ﷺ کے مناسب اور آپ ﷺ کی شان کے لائق ہے'' لیکن یہ حضرت اس کے علی الرغم اگر مگر کے چکر دینے میں لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہاں پر نفی نفسِ شعر کی ہے نہ کہ اسکے ملکہ کی۔ اور شعر سے ملکہ شعر مراد لینے کا یہاں پر نہ کوئی قرینہ موجود ہے نہ دلیل۔ اور اگر علی سبیل الفرض اس کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے جس علم کا دعویٰ یہ لوگ کرتے ہیں اس کی نفی تو پھر بھی ہوگئی کہ ملکہ شعر کی نفی تو ان کو بھی تسلیم ہے۔ بہرکیف جمہورِ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- کو نہ شعر سکھایا گیا تھا اور نہ ہی یہ آپ ﷺ کی شان کے لائق تھا۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ عنہا- فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ نفرت شعر سے تھی۔ -'' کَانَ الشِّعْرُ اَبْغَضَ الْکَلَامِ اِلَیْہِ ''- ابنِ کثیر، خازن وغیرہ)۔ اس لئے جمہور علماء و مفسرینِ کرام کا اس پر اِجماع و اِتفاق ہے کہ آپ ﷺ کو نہ شعر آتا تھا اور نہ ہی یہ شعر گوئی آپ ﷺ کی شان کے لائق تھی۔ (روح، قرطبی، بیضاوی، مراغی، ابنِ جریر، ابنِ کثیر، مدارک، صفوہ وغیرہ وغیرہ)۔ بہرکیف اس ارشاد سے ان لوگوں کی تردید فرما دی گئی جو قرآن کو شعر اور پیغمبر کو شاعر قرار دیتے تھے اور صاف طور پر بتا دیا گیا کہ ہم نے نہ تو پیغمبر کو شعر گوئی سکھائی اور نہ ہی یہ چیز آپ ﷺ کی شان اور آپ ﷺ کے منصبِ عالی کے لائق ہی تھی، کہ شعر گوئی اور شاعری شانِ نبوت سے ایک فروتر چیز ہے۔ پیغمبر کا مرتبہ اور آپ ﷺ کی شان اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہوتی ہے۔ وہاں پر سراسر حق و صدق کی ترجمانی ہوتی ہے۔ کسی مبالغے کا وہاں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝٧٠ اَوَلَمْ

ہے (حق اور حقیقت کو،) ۝۶۹ تا کہ وہ خبر دار کرے ہر اس شخص کو جو زندہ ہو، اور تا کہ حجت قائم ہوسکے کافروں (اور منکروں) پر، کیا ان لوگوں ف ۷۰

يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا

نے کبھی اس امر میں غور نہیں کیا کہ (کس رحمت وعنایت کے ساتھ) پیدا کیا ہم نے ان کیلئے ان چیزوں میں سے جن کو ہم نے بنایا

فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝٧١ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ

اپنے ہاتھوں سے، ولے ایسے (عظیم الفوائد) چوپایوں کو، جن کے یہ مالک بنے ہوئے ہیں ف۷۱ ۝۷۱ اور (کس طرح) ہم نے ان کو ان لوگوں کے

وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝٧٢ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ

بس میں کر دیا، جس کے نتیجے میں ان میں سے کچھ پر یہ سواری کرتے ہیں اور کچھ سے یہ کھاتے ہیں ف۷۲ ۝۷۲ اور ان کیلئے ان جانوروں میں اور بھی

۷۰ انزال قرآن کے اصل مقصد کی وضاحت: -سو قرآن مبین کے اتارے جانے کے مقصد کے بیان اور اسکی وضاحت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن اس لیے اتارا کہ وہ خبر دار کرے ہر اس شخص کو جو زندہ ہو"۔ یعنی جس کا قلب وضمیر زندہ ہو اور وہ حق وحقیقت کو سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور وہ اس طور پر حق وہدایت کو لینے اور قبول کرنے کے لئے تیار و مستعد ہو۔ کیونکہ جو ایسا نہیں ہوگا وہ درحقیقت مردہ ہے اگرچہ وہ بظاہر دو ٹانگوں پر چلتا اور بہت کچھ دعوے بھی کرتا ہو۔ اس کیلئے اسکو اس نور مبین سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّ ضَلَالٍ- بہر کیف اس ارشاد سے قرآن حکیم کے اتارے جانے کے مقصد کو واضح فرما دیا گیا تا کہ اسکے ذریعے پیغمبر لوگوں کو انکے اس ہولناک انجام سے آگاہ و خبردار کرسکیں جسکی طرف وہ بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن پیغمبر کے اس انذار سے مستفید وفیضیاب وہی لوگ ہونگے جن کے اندر حیات عقل وروح کی کوئی رمق باقی ہوگی۔ رہے وہ لوگ جنکے دل مر چکے ہیں تو ان کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے اسکے کہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور کل قیامت میں وہ اس طرح نہ کہہ سکیں کہ انکو کسی نے خبردار نہیں کیا تھا۔ بہر کیف جنکی فطرت زندہ اور سلامت ہوتی ہے نور حق وہدایت سے مستفید اور فیضیاب وہی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا کہ آپؐ کے خبردار کرنے سے اے پیغمبر فائدہ انہی لوگوں کو پہنچ سکتا ہے جو نصیحت پر دھیان دیں اور وہ خدائے رحمٰن سے بن دیکھے ڈریں۔ (یٰسٓ: ۱۱) اور جو اس وصف سے محروم ہیں آپ انکو نہیں سنا سکتے کہ وہ زندہ نہیں مردہ ہیں۔ جو چلتے پھرتے جسموں کی ان قبروں میں دفن ہیں۔ جیسا کہ اور پر دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾- (فاطر: ۲۲)- اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے- اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے- آمین

۷۱ آیات کونیہ میں غور وفکر کی دعوت: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا ان لوگوں نے کبھی ان چیزوں میں غور نہیں کیا جن کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟"۔ یعنی خاص حکمت کے ساتھ اور اہتمام سے بنایا ہے۔ جن سے یہ لوگ زندگی میں طرح طرح کے

فائدے اٹھا رہے ہیں۔ سو جب یہ سب چیزیں ہم ہی نے پیدا کیں، کسی اور کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں، تو پھر ہمارا کوئی شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور ہمارے ساتھ کسی اور کیلئے کسی بھی طرح کی عبادت و بندگی کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے؟ سو اگر یہ لوگ ان چیزوں میں غور و فکر سے کام لیں تو انکے سامنے واضح ہو جائے کہ یہ سب کی سب اپنی زبانِ حال سے اپنے خالق و مالک کی عظمتِ شان، اسکی قدرتِ مطلقہ، حکمتِ بالغہ، رحمتِ شاملہ اور اسکی وحدانیتِ مقدسہ کی گواہی دیتی ہیں، مگر مشکلوں کی مشکل یہ ہے کہ یہ لوگ سوچتے ہی نہیں۔ سو اگر یہ لوگ صحیح طور سے غور و فکر سے کام لیں تو ان کو نظر آئے کہ یہ سب چیزیں اپنے وجود سے اور اپنی زبانِ حال سے گواہی دے رہی ہیں کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے وجود بخشا ہے۔ کسی اور کا ان میں کسی بھی طرح کا کوئی عمل دخل اور عمل و اشتراک نہیں۔ اور اللہ ہی سب کا خالق و مالک اور اس پوری کائنات کا حاکم و متصرف ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۴۲ اپنی ملکیت کے جانوروں میں سامانِ غور و فکر: سو ارشاد فرمایا گیا "اور ان چوپایوں میں بھی جن کے یہ مالک بنے ہوئے ہیں"۔ سو ان کی یہ لوگ ایسی ملکیت رکھتے ہیں کہ ان میں یہ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہیں تصرف کرتے ہیں۔ تو کیا یہ سوچتے نہیں کہ انکو پیدا کس نے کیا اور کس طرح انکے وجود کو انسان کی طرح طرح کی ضروریات کیلئے ایسا سازگار بنایا کہ یہ سرتاپا اپنے اندر و باہر اور اپنے جسم کے ہر ہر حصے سے اس کیلئے مفید اور سازگار ہیں۔ ان سے انسان تازہ بتازہ عمدہ اور لذیذ گوشت حاصل کرتا ہے جس سے آگے یہ طرح طرح کے فائدے اٹھاتا ہے۔ انکی خرید و فروخت کے ذریعے یہ اپنی روزی روٹی کماتا اور دوسرے طرح طرح کے فائدے حاصل کرتا ہے۔ انکی کھالوں، انکی اونوں اور ان کے بالوں کے ذریعے قسما قسم کے فائدے اٹھاتا اور کاروبار کرتا ہے۔ تو کیا یہ انسان کبھی سوچتا اور غور نہیں کرتا کہ یہ سب کچھ کس قادرِ مطلق کی قدرت، حکمت اور رحمت وعنایت کا نتیجہ ہے؟ سو وہی معبودِ برحق اور ہر عبادت کا حقدار ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ فَاِیَّاهُ نَعۡبُدُ وَبِهٖ نَسۡتَعِيۡنُ۔

۴۳ چوپایوں کی نعمت میں سامانِ غور و فکر: سو اس سے چوپایوں کی نعمت اور انکی انسانی ضروریات کے لیے سازگاری میں دعوتِ غور و فکر ہے۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ہم نے اپنی رحمت وعنایت سے ان چوپایوں کو انسان کی طرح طرح کی ضروریات کے لیے نہایت سازگار بنایا اور پھر ان کو ہر طرح سے انسان کا مطیع فرمان بنا دیا۔ اور ایسا کہ اونٹ جیسے ایک قوی ہیکل جانور کو، بلکہ اونٹوں کی ایک لمبی قطار کو ایک چھوٹا سا بچہ مہار کی ایک چھوٹی سی رسی کے ذریعے جہاں چاہے کھینچ کر لے جاتا ہے۔ وہ کوئی چوں وچرا تک نہیں کرتے۔ سو یہ سب کچھ حضرتِ خالق۔ جَلَّ مَجۡدُهٗ۔ کی اسی تسخیر اور تذلیل کا نتیجہ واثر ہے کہ ایسے ایسے بڑے بڑے جانور اس طرح تمہارے کام میں لگے ہوئے اور تمہارے لئے مطیع ومنقاد ہیں۔ ورنہ تمہارے بس میں نہیں تھا کہ تم از خود اس طرح کر سکتے۔ سو اس کا لازمی نتیجہ وثمرہ یہ ہے اور یہی ہونا چاہیئے کہ تم لوگ زندگی کے ہر دائرے میں دل وجان سے اپنے اس خالق و مالک کے حضور جھک جاؤ جس نے اپنے فضل وکرم سے تم کو اس طرح کی عظیم الشان نعمتوں سے نوازا ہے۔ اور اسکی ہی عظمت وکبریائی کے گن گاؤ۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمۡ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمۡ﴾۔ کہ شکرِ منعم تو عقل ونقل دونوں کا تقاضا اور ایک طبعی اور فطری امر ہے۔ فَسُبۡحَانَ اللّٰهِ الَّذِیۡ سَخَّرَهَا وَذَلَّلَهَا لَنَا بِمَحۡضِ مَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ فَاِنَّهٗ اَرۡحَمُ الرَّاحِمِيۡنَ واکرم الاکرمین۔ بہر کیف انسان کیلئے ان جانوروں میں بھی بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں اور ایسے بڑے درس کہ ان سے قلب ونظر کی دنیا روشن ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ غور و فکر سے کام لے اور غور و فکر بھی صحیح طور پر اور درست زاویہ نگاہ سے ہو۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید۔

اَفَلَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۳﴾ وَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اٰلِـہَۃً

طرح طرح کے فائدہ بھی ہیں، ۷۴ اور قسما قسم کی پینے کی چیزیں بھی، ۷۵ تو کیا یہ لوگ شکر نہیں بجالاتے؟ ۷۶ ﴿۷۳﴾ اور انہوں نے (اس سب کے باوجود)

لَّعَلَّہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿ؕ۷۴﴾ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَہُمۡ ۙ وَ ہُمۡ

طرح طرح کے ایسے (خود ساختہ و من گھڑت) معبود بنا رکھے ہیں کہ شاید (ان کے ذریعے) ان کی کوئی مدد کی جاسکے، ﴿۷۴﴾ وہ ان کی

لَہُمۡ جُنۡدٌ مُّحۡضَرُوۡنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا یَحۡزُنۡکَ قَوۡلُہُمۡ ۘ اِنَّا

کوئی مدد نہیں کرسکتے، بلکہ الٹا یہ لوگ ان کے لئے حاضر باش لشکر بنے ہوتے ہیں، ۷۷ ﴿۷۵﴾ پس غم میں نہ ڈالنے پائیں آپ کو (اے پیغمبر!)

وقف لازم

۷۴ چوپایوں کے بعض عظیم الشان فوائد کا ذکروبیان: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ چوپایوں میں انسانوں کے لیے طرح طرح کے عظیم الشان فائدے ہیں۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور ان کیلئے ان چوپایوں میں اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں"۔ کہ یہ ان کے چمڑوں، بالوں، ہڈیوں، کھالوں، ان کی چربیوں، خونوں اور گوبر وغیرہ سے بھی طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہیں۔ ان سے یہ قسما قسم کی چیزیں بناتے، طرح طرح کے کاروبار چلاتے اور بھاری بھرکم فوائد و منافع کماتے ہیں۔ تو کیا خداوندِ قدوس کے سوا اور کسی کے بس میں ہوسکتا ہے کہ وہ انسان کیلئے ایسی منافع بخش مخلوق پیدا کرے جو سرتاپا اس کیلئے نفع بخش اور طرح طرح کے فوائد و منافع کا ذریعہ بنے؟ اور وہ اس کیلئے ایسی مسخر اور مطیع و فرمانبردار ہوجائے کہ وہ اس سے جو چاہے اور جیسے چاہے خدمت لے اور فائدہ اٹھائے؟ اور جب ایسی دوسری کوئی ہستی نہ ہے نہ ہوسکتی ہے تو پھر معبود بھی اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کوئی کس طرح ہوسکتا ہے؟۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اور پھر اس سے یہ بھی سوچو کہ جس انسان کی خدمت و بہتری کے لیے قدرت نے اپنی بے پایاں رحمت و عنایت سے ایسی نفع بخش مخلوق پیدا کی ہو کیا وہ انسان بیکار اور بے مقصد ہوسکتا ہے؟ اور جب نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کا لازمی تقاضا اور طبعی نتیجہ یہ ہے کہ ایک ایسا دن آئے جس میں انسان سے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ان نعمتوں کے بارے میں پوچھ ہو کہ اس نے ان کا کیا حق ادا کیا؟ تاکہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں اور شکر گزاروں کو ان کا صلہ و بدلہ ملے اور منکر و ناشکرے اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتیں تاکہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے بدرجہ تمام و کمال پورے ہوں جو کہ اس حکمتوں بھری کائنات کی تخلیق اور اس کے وجود کا تقاضا ہے۔ سو وہی دن قیامت کا دن ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید و علی ما یحب و یرید۔ سبحانہ و تعالیٰ،

۷۵ چوپایوں کے ذریعے پینے کی طرح طرح کی نعمتوں میں غور و فکر: سو اس کے ذریعے چوپایوں سے حاصل ہونے والی پینے کی طرح طرح کی چیزوں میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان میں ان کے لیے قسما قسم کی پینے کی چیزیں بھی ہیں۔ یعنی دودھ اور اس سے بننے والی مختلف چیزیں جیسے دہی، لسی، مکھن اور پنیر وغیرہ وغیرہ جن میں آگے طرح طرح کے فوائد و منافع ہیں جو سب انسانوں کیلئے مفید و لذیذ اور صحت و توانائی بخش ہیں۔ تو کیا

طرح طرح کی یہ عظیم الشان نعمتیں جن سے یہ لوگ دن رات مستفید و فیضیاب ہوتے ہیں کیا ان کا کوئی تقاضا نہیں؟ اور کیا یہ ان پر کوئی حق واجب نہیں کرتیں؟ اور کیا یہ ان سے اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر نہیں کہہ رہیں؟ کہ یہ لوگ اس واہب مطلق کے حضور دل و جان سے جھک جھک جائیں جو اس فیاضی سے انکو ان طرح طرح کی عظیم الشان نعمتوں سے نوازرہا ہے۔ سو یہ تمام نعمتیں اپنی زبانِ حال سے انسان کو وہی درس دے رہی ہیں جس کی تذکیر و یاددہانی یہ کتاب حکیم کرتی ہے۔ تو پھر یہ کیسی بے انصافی اور کتنے بڑے ظلم کی بات ہے کہ انسان اس کتاب حکیم کی تعلیماتِ مقدسہ کو حرزِ جان بنانے کی بجائے اسکو شاعری قرار دے کر اسکی تعلیماتِ عالیہ سے گریز و فرار کی راہیں تلاش کرے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۷۶ نعمتوں سے سرفرازی کا تقاضا شکر خداوندی: سو ارشاد فرمایا گیا اور تحضیض و ترغیب کے لیے استفہام کی صورت میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''کیا یہ لوگ پھر بھی شکر نہیں بجالاتے؟''۔ اس واہب مطلق کا جس نے ان کو ان طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا اور سرفراز فرمایا ہے کہ یہ دل و جان سے اس کے حضور جھک جائیں۔ اس کی توحید و وحدانیت کا اقرار کریں اور اس کا عقیدہ رکھیں۔ اور اسکی بخشی ہوئی ان چیزوں کو اس کی رضا و خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بنائیں اور ان کو اس کی راہ میں خرچ کریں کہ اس طرح یہ حضرت واہب مطلق کی بخشی ہوئی نعمتوں کے شکرِ واجب کا حق بھی ادا کرسکیں گے اور خود اپنے لیے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان بھی کرسکیں گے۔ وباللہ التوفیق۔ بہرکیف نعمتوں سے سرفرازی کا تقاضا شکرِ خداوندی ہے جو کہ اس خالق و مالک کا اس کے بندوں کے ذمے حقِ واجب بھی ہے اور اسی میں خود ان کا اپنا بھلا بھی ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت کے ابدی جہاں میں بھی جو اسکے بعد آنے والا ہے۔ وباللہ التوفیق۔ جبکہ ناشکری باعثِ عذاب و محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔

۷۷ معبودانِ من دون اللہ کی بے حقیقتی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سب کھلے حقائق کے باوجود ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں اس موہوم اور بے بنیاد امید پر کہ وہ انکی مدد کریں گے۔ حالانکہ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور نہ کبھی کرسکیں گے۔ الٹا یہ خود انکے حاضر باش لشکر بنے ہوئے ہیں کہ ان کے دربار بناتے، آستانے سجاتے، جھنڈے لہراتے، ان پر چادریں ڈالتے، نذرانے و شیرینیاں پیش کرتے، ان کے گیت گاتے اور ان کی تاثیر و تصرف کے قصے و افسانے گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتے اور پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی دوکان چمکتی رہے اور ان کی چاندی مزید از مزید کھری ہوتی جائے وغیرہ وغیرہ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اور اس طرح ایسے لوگ شکرِ نعمت کی بجائے کفرانِ نعمت کی اس راہ کو اپناتے ہیں جو دائمی اور ہولناک ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنے والی راہ ہے۔ اور اسکے نتیجے میں یہ کل قیامت کے اس یومِ حساب میں اپنے ان خودساختہ معبودوں کے ساتھ فوج کی فوج بنے اپنے رب کے حضور حاضر ہونگے۔ پھر وہی فیصلہ فرمائے گا کہ یہ کس سزا کے مستحق ہیں اور اس وقت انکی محرومی و بدبختی اور ان کے خسارے کا جو حال ہوگا اکا اندازہ کرنا بھی کسی کے بس میں نہیں ہوسکتا۔ اور یہی سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ہوگا۔ کیونکہ یہ وہ ہولناک خسارہ ہوگا جسکی تلافی و تدارک کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔

نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَلَمْ يَرَ

ان لوگوں کی (بے ہودہ اور دکھ دہ) باتیں، ف۷۸ ہمیں خوب معلوم ہے وہ سب کچھ جو کہ یہ چھپاتے ہیں، اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں، کیا ف۷۹ ﴿٧٦﴾

الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ

انسان نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ ہم ہی نے پیدا کیا اس کو ایک (حقیر و مہین) نطفے سے، پھر وہ (حق کے بارے میں ہی) کھلم کھلا جھگڑالو

مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ

بن کر کھڑا ہو گیا، ﴿٧٧﴾ اور وہ ہمارے لئے تو مثالیں بیان کرتا ہے مگر خود اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے، ف۸۰ کہتا ہے کہ کون زندہ کرے گا

الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ

ان ہڈیوں کو جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ ف۸۱ ﴿٧٨﴾ (اس سے) کہو کہ ان کو وہی (قادر مطلق) زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ

۷۸ پیغمبر کیلئے تسلیہ و تسکین کا سامان - صلی اللہ علیہ وسلم: سو پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا "پس غم میں نہ ڈالنے پائیں آپ کو انکی باتیں - اے پیغمبر!-" یعنی یہ جب اپنے اس خالق و مالک کی نافرمانی و نمک حرامی سے نہیں ٹلتے جس کی نعمتوں اور عنایتوں میں یہ سر سے پاؤں تک ڈوبے ہوئے ہیں تو پھر آپ کی تکذیب کرنا اور دکھ دہ باتیں کہنا ان سے کیا بعید ہو سکتا ہے۔ پس ان کی یہ باتیں آپ کے لئے باعثِ غم نہیں ہونی چاہئیں کہ یہ کوئی انوکھی اور خلاف توقع چیز نہیں۔ آپ سے پہلے کے انبیاء و رسل کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا رہا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ الآیۃ (حٰم السجدۃ:۴۳)۔ پس یہ آپ کو شاعر، ساحر، خبطی اور مفتری وغیرہ جو بھی کچھ کہتے ہیں اس سے آپ غمگین نہ ہوں۔ انکی ان خفیہ اور ظاہری شرارتوں اور شرانگیزیوں سے ہم پوری طرح واقف و آگاہ ہیں۔ ہم ان سے ٹھیک طور سے اور پوری طرح نپٹ لیں گے۔ اور اس ارشاد میں پیغمبر کے توسط سے آپ کی امت کے ہر داعیٔ حق کے لیے تسکین کا یہ درسِ عظیم ہے کہ جب اللہ کے رسول اور رسولوں کے امام و پیشوا بھی منکروں اور بدبختوں کی ایذا رسانیوں سے محفوظ نہیں رہ سکے، تو پھر اور کون اس سے بچ سکتا ہے؟۔ پس تم اسکی کبھی توقع نہ رکھنا اور یہ کبھی نہ سوچنا کہ تم کو کوئی کچھ نہیں کہے گا اور سب تمہارا ساتھ دیں گے کہ ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ایسا اگر ممکن ہوتا تو حضرتِ امام الانبیاء کے ساتھ ہوتا۔ اور جب وہاں بھی ایسے نہیں ہوا تو پھر اور کہاں اور کس کے لیے ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔ پس تم یہ کبھی نہ سوچنا کہ تم کو سب اچھا کہیں، بلکہ کوشش ہمیشہ اسکی کرنا کہ میرا اپنا راستہ صحیح ہو۔ اور یہ کہ اپنے خالق و مالک کے ساتھ میرا معاملہ درست رہے۔ اس کے بعد کوئی اچھا کہے یا برا اسکی کوئی پروا نہیں - وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید - اللہ نفس وشیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین۔

۷۹ منکروں کی کوئی بھی حالت اللہ سے مخفی نہیں ہو سکتی: - سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید کے کلمات کے ساتھ

ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم خوب جانتے ہیں وہ سب کچھ جسکو یہ لوگ چھپاتے ہیں اور جسکو یہ ظاہر کرتے ہیں"۔ سو ان کا کوئی بھی کام اور کوئی بھی حرکت ہم سے مخفی نہیں۔ لہٰذا یہ لوگ اپنے کیے کرائے کا بدلہ بہرحال پا کر رہیں گے بچ نہیں سکیں گے۔ اس لئے ان کو ان کے انجام کے حوالہ کر دیا جائے جس کو یہ لوگ اپنے طور پر چھپاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں وہ دونوں ایک برابر ہیں۔ اور ہم سے انکی کوئی بھی بات مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا وقت آنے پر یہ اپنی شرارتوں اور شرانگیزیوں کا بھگتان بہرحال بھگت کر رہیں گے۔ سو جب اللہ سب کچھ جانتا ہے اور ان لوگوں کا ظاہر و باطن اسکے یہاں ایک برابر ہے تو پھر آپ کو اس بارے سوچنے اور انکی باتوں سے غمگین اور افسردہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ وقت آنے پر وہ ان سے خود نمٹ لے گا۔ اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق بھرپور طریقوں سے نمٹے گا۔ پس آپ اپنے رب کے بھروسے پر اپنا کام کیے جاؤ اور ان کا معاملہ اپنے رب کے حوالے کر دو۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور ہر قدم خیر اور بہتری ہی کی طرف اٹھانے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین یارب العالمین،

۸۰ انسان کی خود فراموشی کے ایک نمونے اور مظہر کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ منکر انسان ہمارے لیے مثالیں گھڑتا ہے اور خود اپنے آپ کو اور اپنی تخلیق کو بھول جاتا ہے حالانکہ ایک وقت وہ تھا جبکہ خود اس کا کوئی نام ونشان تک نہیں تھا ﴿ لَمْ یَكُنْ شَیْــٴًـا مَّذْكُوْرًا ﴾۔ تو جب اس عدمِ محض اور نیستیِ مطلق سے نکال کر اللہ پاک نے اس کو وجود بخشا اور اسکو ایسا عمدہ انسان بنا دیا تو پھر آخر اس قادرِ مطلق کے لئے اسے دوبارہ پیدا کر لینا کیوں اور کیا مشکل ہوسکتا ہے؟ سو انسان اگر خود اپنے بارے میں صحیح طور پر غور وفکر سے کام لے تو حق اور حقیقت اس کیلئے پوری طرح واضح ہو جائے۔ لیکن وہ خود فراموشی کا شکار ہے اور اسکی خود فراموشی اور کفرانِ نعمت کا ایک کھلا نمونہ اور مظہر ہے کہ یہ اپنے اس خالق و مالک ہی کے بارے میں ایسی مثالیں گھڑنے لگتا ہے۔ جسکی رحمتوں اور عنایتوں میں یہ سر سے لیکر پاؤں تک ڈوبا ہوا ہے، جو کہ حماقت اور بدبختی کی منتہا ہے، اللہ نفس و شیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اور ہر حال میں محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین۔

۸۱ منکرین کا ایک اچنبھا اور اس کا جواب:- سو منکر انسان کے اس اچنبھے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ وہ کہتا ہے کہ "کون زندہ کرے گا ان ہڈیوں کو جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہونگی؟"۔ جیسا کہ روایات کے مطابق ابی بن خلف یا عاص بن وائل نے آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی خدمت میں ایک بوسیدہ ہڈی پیش کر کے پوچھا تھا کہ اس کو کون زندہ کرے گا جبکہ یہ اس طرح گل سڑ چکی ہوگی؟ یعنی ان لوگوں کے نزدیک ایسے لوگوں کا دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا ایک ناممکن اور انہونی بات ہے جبکہ انکی ہڈیاں بھی گل سڑ چکی ہونگی۔ سو منکرین کے اس اچنبھے کے جواب اور ان کے اس شبہے کی تردید میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو وہی دوبارہ پیدا کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ زندگی بخشی۔ بھلا جو نیست سے ہست کرسکتا ہے اور عدمِ محض کے اندھیروں سے نکال کر وجود کی روشنی میں لاسکتا ہے اس کے لیے اعادہ یعنی دوبارہ پیدا کرنا آخر کیوں اور کیا مشکل ہوسکتا ہے؟۔ مگر منکرین کی مت ماری کے باعث ان کو یہ صاف بات سمجھ نہیں آتی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یااکرم الاکرمین

اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۙ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ

پیدا کیا ہے (عدم محض سے) اور وہ ہر پیدائش کو پوری طرح جانتا ہے ۸۲ ﴿۷۹﴾ وہ جس نے تمہارے لئے

مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

سبز درخت سے آگ پیدا کردی کہ تم جھٹ پٹ اس سے آگ سلگا لیتے ہو، ﴿۸۰﴾

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى

اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین (کی اس عظیم الشان کائنات) کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ

اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ

ان جیسوں کو (دوبارہ) پیدا کر دے؟ کیوں نہیں، جب کہ وہی ہے اصل پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا ۸۳ ﴿۸۱﴾ اس (قادر مطلق) کا معاملہ

اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ

تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ جب وہ کسی چیز کو (وجود میں لانا) چاہتا ہے تو اسے صرف اتنا کہنا ہوتا ہے کہ ہوجا پس وہ کام ہو چکا ہوتا ہے، ۸۴ ﴿۸۲﴾

الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

سو پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں ہے پورا اختیار ہر چیز کا اور تم سب کو (اے لوگو!) بہر حال اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ۸۵ ﴿۸۳﴾

وقف غفران ۱۲ (۱۲۰)

۸۲ بعث بعد الموت کے اثبات کے لیے اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ و ذکر :- سو بعث بعد الموت کے لیے اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہر مخلوق کو پوری طرح جانتا ہے۔ لہٰذا تمہارے جسموں کے پوشیدہ اور بوسیدہ ذرات اس کے علم سے باہر نہیں ہو سکتے۔ "خلق" کا لفظ یہاں پر مخلوق کے معنیٰ میں ہے۔ سو حضرتِ خالق۔ جل مجدہ۔ اپنی ہر مخلوق اور اسکی ہر حالت کو پوری طرح جانتا ہے۔ بھلا خالق سے اسکی کوئی مخلوق یا کسی مخلوق کی کوئی حالت کس طرح اور کیونکر مخفی رہ سکتی ہے؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾۔ یعنی "کیا وہی نہیں جانے گا جس نے پیدا فرمایا اور وہ بڑا ہی باریک بین، نہایت ہی باخبر ہے" (الملک:۱۴)۔ نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ﴾۔ یعنی "ہم پوری طرح جانتے ہیں وہ سب کچھ جو زمین ان کے اندر سے کم کرتی ہے اور ہمارے پاس ان کا پورا ریکارڈ رکھنے والی ایک عظیم الشان کتاب بھی موجود ہے" (قٓ:۴)۔ سو اللہ تعالیٰ سے انسان کی کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہو سکتی۔

۸۳ بعث بعد الموت پر کائنات کے وجود سے استدلال :- سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ آسمانوں اور

زمین کے خالق کیلئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آسمانوں اور زمین کے مقابلے میں یہ انسان ضعیف البنیان ایک ذرۂ بے مقدار کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ﴾ الایۃ (المومن: ۵۷)۔ سو جب اس قادرِ مطلق، خالقِ کل نے آسمانوں اور زمین کی اس عظیم الشان کائنات کو پیدا فرمادیا اور اس کو کسی طرح کی تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں تو پھر اس کیلئے اس چند فٹ کے اس انسان کو دوبارہ پیدا کردینا آخر کیوں اور کس طرح مشکل ہوسکتا ہے؟ جبکہ وہ خلاق بھی ہے اور علیم بھی۔ سو اس کیلئے ایسا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہوسکتا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو خلاق اور علیم کی ان دو صفتوں کے ذکر سے اس مضمون میں اور زور پیدا فرمادیا گیا کہ وہ خلاق ہے، اس لیے جو چاہے اور جب اور جیسا چاہے پیدا فرمائے۔ اور علیم ہے اس لیے کوئی بھی چیز اور انسان کی کوئی بھی حالت اور کیفیت اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ہوسکتی۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس لیے وہ جب چاہے گا انسان کو دوبارہ پیدا کردے گا اور اس کے لئے اس کو کسی دقت اور دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑیگا، بلکہ محض اسکے حکم وارشاد کی دیر ہوگی۔

۸۴ اللہ تعالیٰ کی شانِ کن فیکون کا حوالہ وذکر: سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کن فیکون کی شان ہے۔ یعنی اس کو تخلیق و پیدائش کے لئے کسی تیاری کی یا نقشہ بنانے اور میٹیریل جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہاں تو معاملہ کُنْ فَيَكُوْنُ کا ہے۔ اور وہاں محض ارادہ واشارہ کی دیر ہوتی ہے۔ ادھر ارادہ ہوا ادھر وہ چیز تیار ہوگئی۔ لہذا تم لوگ اس کی بے پایاں قدرت وحکمت وغیرہ کو اپنی محدود قدرت وقوت پر قیاس نہ کرنا کہ یہی بات دراصل جڑ بنیاد ہے بہت سی خرابیوں اور مفاسد کی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللهِ الْعَظِيْم۔ سو حضرتِ خالق۔ جل مجدہ۔ کو مخلوق پر قیاس کرکے اسکے بارے میں وہی تصورات قائم کرنا جو مخلوق کے لائق اور اسی کی شان کے شایان ہوتے ہیں بہت سی گمراہیوں کی جڑ بنیاد ہے۔ اسی لیے قرآنِ حکیم میں صاف اور صریح طور پر اللہ تعالیٰ کیلئے مثالیں گھڑنے سے منع فرمایا گیا کہ انسان اپنے طور پر جو بھی کوئی مثال پیش کریگا وہ مخلوق ہی کے دائرے میں اور مخلوق ہی کے مناسب حال ہوگی کہ انسان خود مخلوق اور اسکی کھوپڑی بھی محدود ومخلوق ہے۔ مخلوق کے دائرے سے نکلنا اس کیلئے کسی بھی طرح ممکن نہیں۔ اس لیے لوگوں کو حضرتِ خالق کیلئے ایسی مثالیں پیش کرنے سے صاف اور صریح طور پر منع فرمایا گیا ہے۔ (النحل: ۷۴)۔ پس اللہ تعالیٰ کو ویسے ہی مانا جائے جیسا کہ وہ اپنے بارے میں خود بتائے یا اس کا رسول بتائے اور بس۔ محض اپنی عقل وفکر سے اسکے بارے میں قیاس آرائیوں سے اجتناب کیا جائے۔ کہ وہ ایسے تمام تصورات سے پاک اور منزہ ہے، سبحانہ وتعالیٰ

۸۵ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس کے بارے میں ہدایت: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پاک ہے وہ ذات جسکے قبضہ قدرت میں ہر چیز کا پورا اقتدار واختیار ہے"۔ یعنی اس کائنات کو پیدا کرکے اس کا اختیار اس نے کسی اور کے حوالے نہیں کردیا بلکہ اس کا پورا قبضہ وکنٹرول بھی اس نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا ہے۔ پس جس طرح خالق وہ ہے اسی طرح مالک ومختار اور متصرف وکارساز بھی وہی ہے۔ اور تم سب نے اس کے حضور حاضر ہوکر اپنے زندگی بھر کے کئے کرائے کا جواب بہر حال دینا ہے اور اس کا پورا پورا صلہ وبدلہ پانا ہے۔ فَخُذْ بِنَوَاصِيْنَا يَا اللهُ اِلٰى مَا فِيْهِ حُبُّكَ وَرِضَاكَ فَاِنَّكَ اَكْرَمُ الْاَكْرَمِيْنَ وَاَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَارْحَمْ بِنَا مِنَّا لَانْفُسِنَا۔ "ملکوت" کا لفظ "ملک" سے ماخوذ ہے جسکے معنیٰ

اختیار و اقتدار کے آتے ہیں۔ سو اس ارشادِ عالی سے اس سورۂ کریمہ کے آخر میں یہ تنبیہ فرما دی گئی کہ جس ذاتِ اقدس و اعلیٰ کے ہاتھ میں ہر چیز کی زمام و اقتدار ہے وہ ہر قسم کے نقص و عیب اور ہر طرح کے شرک اور شائبہ شرک سے پاک ہے۔ اور تم سب نے آخر کار بہر حال اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور "تُرْجَعُوْن" کے صیغہ مجہول سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ایسے بہر حال ہونا ہے اور تم سب نے بہر حال لوٹ کر اسکے حضور حاضر ہونا ہے۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے، مانے یا نہ مانے، خوش ہو یا ناخوش ایسے بہر طور ہو کر رہے گا۔ نیز "سبحان" کے اس کلمہ سے یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ اس خالقِ کل اور مالکِ مطلق نے اس کائنات کو یونہی عبث و بیکار نہیں پیدا فرمایا۔ اس لیے یہ بات لازم اور ضروری ہے کہ ہر کوئی اسکے حضور حاضر ہو کر اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کی جوابدہی کرے۔ نیز اس کیلئے لوگوں کے مرنے اور سڑ گل جانے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ نہ کوئی چیز اسکے احاطۂ علم و قدرت سے باہر ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی چیز اسکی نگاہوں سے اوجھل ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسی کا کوئی قول و فعل اسکے علم سے مخفی رہ سکتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔ فلہ الحمد فی الاولی والآخرۃ،

☆—— ۵ محرم ۱۴۱۰ مطابق یکم مئی ۱۹۸۹ بمکان خود منطقۃ امِ ہریر، شارع طارق بن زیاد بر دبی۔ والحمدللہ رب العالمین

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۷ محرم ۱۴۲۰ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۹۹ء بروز پیر بوقت گیارہ بجے رات سطوہ دبی والحمدللہ ربّ العالمین

☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۱۲ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ، بوقت سوا ایک بجے دن (بعد از نماز ظہر) سطوہ، دبئی والحمدللہ ربّ العالمین، بکل حال من الاحوال، وفی کل زمن مّن الازمان

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۸ جمای الاولی ۱۴۲۲ھ مطابق ۵ اگست ۲۰۰۱ء بروز پیر بوقت سوا آٹھ بجے شب سطوہ دبی متحدہ عرب امارات، والحمدللہ رب العالمین، بکل حالٍ مّن الاحوال، وفی کل حینٍ من الاحیان،

☆—— تکمیل چوتھی ریڈنگ ۲۳ ذوالحجہ سنہ ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۴ فروری سنہ ۲۰۰۳ بروز پیر بوقت ساڑھے پانچ بجے شام، سطوہ، دبی، والحمدُ للہ ربِّ العالمین، الّذی لاتتمّ الصّالحات اِلاَّ بتوفیقٍ مّنہٗ، سبحانہ وتعالیٰ،

☆—— اللّمسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۷ افروری ۲۰۰۴ء بروز منگل بوقت سوا سات بجے شام، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمدللہ رَبّ العالمین قبل کل شیءٍ وبعد کل شیٔ، فھوالاھل للحمد فی الاولیٰ والاخرۃ، فلہ الحمد ولہ الشکر فی کل زمانٍ وّمکان، وایّاہٗ نعبد وبہٖ نستعین، فی کل حینٍ مّن الاحیان،

☆......☆......☆

اٰیَاتُھَا	۳۷ سُوْرَۃُ الصّٰفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۵۶	رُکُوْعَاتُھَا
۱۸۲		۵

سورۂ صافات مکی ہے اور اس کی ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے،

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ

قسم ہے ان کی جو کھڑے ہوتے ہیں صف باندھ کر، ف۱ ﴿۱﴾ پھر ان کی جو ڈانٹتے ہیں جھڑک کر، ف۲ ﴿۲﴾ پھر ان کی جو تلاوت کرتے ہیں

ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۭ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(اللہ کے) ذکر کی، ف۳ ﴿۳﴾ بلاشبہ تمہارا معبود (حقیقی) قطعی طور پر ایک ہی ہے، ف۴ ﴿۴﴾ وہی رب ہے آسمانوں اور زمین

وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۭ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا

اور ان تمام چیزوں کا جو کہ ان دونوں کے درمیان میں ہیں، اور وہی ہے رب مشرقوں کا، ف۵ ﴿۵﴾ بلاشبہ ہم ہی نے مزین کیا آسمان دنیا کو

۱ صف بستہ فرشتوں کی قسم:- سو ارشاد فرمایا گیا "قسم ہے انکی جو کھڑے ہوتے ہیں صف باندھ کر"۔ اللہ پاک کی عبادت و بندگی کے لئے۔ جیسے ہم لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔ ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾ الایۃ۔ نیز وہ صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اللہ پاک کے حکم و ارشاد کی بجا آوری کے لئے۔ مفسرینِ کرام کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ "صافات" اور "زاجرات" اور "تالیات" کی ان صفات کے موصوف ملائکہ کرام ہیں۔ اور یہی تفسیر مروی ہے حضرتِ عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ ابنِ عباسؓ، قتادہ، مسروق، عکرمہ اور سعید بن جبیر وغیرہ سے۔ جبکہ بعض حضرات اہلِ علم سے اس بارے میں دوسرے مختلف اقوال بھی مروی ہیں لیکن سیاق و سباق سے زیادہ مناسبت رکھنے والی تفسیر یہی معلوم ہوتی ہے۔ اور عربیت کے اس اسلوب بیان کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔ کیونکہ عربی زبان کا یہ ایک معروف اسلوب اور ضابطہ ہے کہ جب صفات کا بیان اس طرح حرف فاء کے ساتھ آتا ہے تو اس میں ایک تو یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ سب صفات ایک ہی موصوف کی ہیں۔ اور دوسری بات اس سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ ان صفات کے اندر باہم ترتیب پائی جاتی ہے۔ بہرکیف اس سے ان فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے۔ جو اپنے خالق و مالک کے حضور اور اس کی عبادت و بندگی کے لئے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔

۲ ڈانٹنے والے فرشتوں کی قسم:- سو ارشاد فرمایا گیا "پھر انکی جو ڈانٹتے ہیں جھڑک کر"۔ یعنی جو شیطانوں کو ڈانٹتے ہیں عالمِ بالا کی طرف کان لگانے سے۔ یا انسانوں کو برائی سے، الہامِ خیر کے ذریعے۔ یا حوادث و مصائب کے ذریعے۔ نیز یہ کہ جو چلاتے ہیں بادلوں کو بارش برسانے کے لئے۔ اس صورت میں "زجر"، "سوق" - چلانے - کے معنیٰ میں ہوگا۔ سو "زاجرات" کے لفظ کا عموم ان سب ہی مفاہیم کو شامل ہے۔ سو فرشتوں کا کام اور ان کی صفت و شان اللہ تعالیٰ کے حکم و ارشاد کی پابندی کرنا اور اسکی

مخالفت سے روکنا اور منع کرنا ہے اور بس، ان کو خدائی صفات و اختیارات میں کسی طرح کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا۔ پس جن لوگوں نے ان کو خدا کی بیٹیاں اور اسکی خدائی اور اختیارات میں شریک مانا ہے انہوں نے بڑے ظلم کا ارتکاب کیا ہے، والعیاذ باللہ العظیم

۳ تلاوت کرنے والے فرشتوں کی قسم: -سو ارشاد فرمایا گیا "پھر انکی جو تلاوت کرتے ہیں- اللہ کے- ذکر کی"۔ یعنی انبیائے کرام تک آسمانی احکام پہنچانے کے لئے۔ یا حوادث نازل کرتے ہیں لوگوں کو سمجھانے اور خبردار کرنے کے لئے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک جیسا کہ ابھی اوپر گزرا ان صفات کا موصوف ملائکہ یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں۔ اور ہم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور یہی قول سیاق و سباق کے زیادہ مناسب ہے۔ مگر اس میں کچھ اور اقوال بھی ہیں۔ انشاء اللہ اگر مفصل تفسیر لکھنے کی توفیق و سعادت نصیب ہوگئی تو ان کو وہاں ذکر کیا جائے گا- وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ لِكُلِّ خَيْرٍ وَالْمُيَسِّرُ لِكُلِّ عَسِيْرٍ- بہرکیف یہاں پر ان تین قسم کے فرشتوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ جو ان خاص صفات کے حامل ہیں۔

۴ توحید و وحدانیت خداوندی کا اثبات: -سو ان تینوں قسموں کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا اور تاکید و قطعیت کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ معبودِ- برحق- تم سب لوگوں کا ایک ہی ہے"۔ سو یہ ہے وہ بات جس پر یہ قسمیں کھائی گئی ہیں کہ معبودِ حقیقی تم سب کا اے لوگو ایک ہی ہے۔ اور وجہ استشہاد یہ ہے کہ حضرات ملائکہ کرام جن کی یہ اور یہ صفات ہیں وہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں جس طرح کہ مشرکین نے کہا اور نہ ہی وہ اور کسی طرح اور کسی بھی درجے میں خداوندِ قدوس کی خدائی میں شریک اور اس کی الوہیت و حکومت میں دخیل ہیں۔ جس طرح کہ کئی گمراہ لوگوں کا کہنا اور ماننا تھا اور ہے۔ بلکہ وہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اس کی مخلوق اور اس کے نمائندے ہیں۔ معبودِ برحق ایک اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے -سبحانہ وتعالیٰ- اور یہ پورا نظامِ کائنات اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت و بندگی ہی پر چلتا ہے۔ یہاں پر ان صفات کے بارے میں جیسا کہ ہم نے اوپر حاشیہ نمبر ا میں بھی اشارہ کیا ہے، باہم اسی طرح کی ترتیب پائی جاتی ہے جس طرح کہ ہماری عبادت میں پائی جاتی ہے کہ ہم بھی جب اپنی نماز میں اپنے رب کے حضور کھڑے ہوتے ہیں تو سب سے پہلے صف بستہ قیام کرتے ہیں۔ پھر اسکی حمد وثنا کے بعد تعوذ کے ذریعے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تلاوت کرتے ہیں۔ سو ان صفاتِ کریمہ کے درمیان اسی طرح کی تدریجی ترتیب پائی جاتی ہے۔ پس اس سے ان حضرات ملائکہ کی شان عبدیت واضح ہو جاتی ہے۔

۵ اللہ ہی مالک ہے مشرقوں اور مغربوں کا: سو ارشاد فرمایا گیا "اور وہی رب ہے مشرقوں کا اور مغربوں کا" مالک بھی وہی ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا- ﴿رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ﴾- البتہ یہاں پر عربی قاعدہ کے مطابق متقابلین میں سے ایک ہی کے ذکر پر اکتفاء فرمایا گیا ہے جس سے اس کا مقابل خود بخود سمجھ لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا- ﴿تَقِيْكُمُ الْحَرَّ﴾- (ابن جریر، ابنِ کثیر وغیرہ)۔ مشرقین اور مغربین بے شمار ہیں۔ کیونکہ سورج شمالاً جنوباً روزانہ ایک نئے مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ اور یہی حال اس کے غروب کا بھی ہے۔ اسی طرح شرقاً غرباً بھی اس کا یہی حال ہے کہ ایک جگہ غروب ہو رہا ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع کر رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح کرۂ ارضی کے ایک حصے میں دن ہوتا ہے تو دوسرے میں رات۔ اور اس کا یہ سرکل و دورانیہ اسی طرح جاری و ساری رہتا ہے- فَسُبْحَانَ مَنْ بِيَدِهِ زِمَامُ هٰذَا كُلِّهِ- اور یہاں پر مشارق کے خاص اہتمام کے ساتھ ذکر کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دنیا میں مشرک لوگوں نے سب سے زیادہ مشرق سے طلوع ہوتے سورج ہی کی پوجا کی ہے۔ اور اسی بنا پر چڑھتے سورج کی پوجا کا محاورہ بھی معروف ہے- والعیاذُ باللّٰہ- سو رب سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے- سبحانہ وتعالیٰ-

بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۝۶ۙ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ۚ

ایک خاص زینت یعنی ستاروں سے، ۝۶ اور (اس کو) محفوظ کر دیا ہر شیطان سرکش (کی پہنچ اور دسترس) سے، ف۶ ۝۷

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ

(جس کے نتیجے میں) وہ عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے، اور ان کو دھتکارا جاتا ہے ہر

جَانِبٍ ۝۸ۖ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹ۙ اِلَّا مَنْ

طرف سے، ۝۸ بھگانے کے لئے، اور ان کے لئے ایک دائمی عذاب ہے، ف۷ ۝۹ تاہم جو کوئی

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰ فَاسْتَفْتِهِمْ

ان میں سے کچھ لے اڑے، تو اس کے پیچھے لگتا ہے ایک دھکتا ہوا انگارا، ف۸ ۝۱۰ سو پوچھو ان سے

اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ

کہ کیا ان کا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا ہماری پیدا کردہ ان چیزوں کا (جن کا ذکر ابھی گزرا؟) ان کو تو بلاشبہ ہم ہی نے پیدا کیا ایک

لَّازِبٍ ۝۱۱ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝۱۲ۖ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا

چپکتے ہوئے (لیسدار) گارے سے، ۝۱۱ بلکہ تم تو تعجب کرتے ہو اور یہ لوگ مذاق اڑا رہے ہیں، ۝۱۲ جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ

ف۶ ستاروں کے تین بڑے مقاصد کا ذکر و بیان: سو اس سے یہاں ستاروں کے دو بڑے مقصد بیان فرمائے گیے ہیں۔ جبکہ ان کا ایک اور مقصد دوسرے مقام پر ذکر فرمایا گیا۔ پس ان ستاروں کے تین بڑے مقاصد اور فوائد ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آسمانِ دنیا کے لئے زیب و زینت ہیں۔ دوسرا یہ کہ ان کے ذریعے شیطانوں کو مار بھگایا جاتا ہے۔ ان دونوں مقصدوں اور فائدوں کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ ان سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور راستہ معلوم کیا جاتا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾۔ (النحل: ۱۶)۔ سو ستاروں کے بارے میں اتنا ہی جاننا اور اسی قدر سیکھنا چاہیئے جس سے بحر و بر کے سفروں میں راہنمائی حاصل کی جا سکے اور راستے معلوم کئے جا سکیں اور بس۔ اس سے آگے ستاروں کے ذریعہ کسی کی قسمت معلوم کرنا یا نفع نقصان جاننے کی کوشش کرنا یہ سب ممنوع اور حرام ہے۔ جیسا کہ حضراتِ علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور کہا ہے کہ ستاروں کے ذریعے علمِ تیسیر کی اجازت ہے نہ کہ علمِ تاثیر کی "۔ المأذون فی تعلّمہ علم التیسیر لا علم التأثیر۔" (دلیل الفالحین: ج۸ ص ۵۵)۔ بہر کیف ستاروں کے اصل اور بڑے مقصد یہی تین ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ اسکے علاوہ باقی سب ممنوع اور حرام ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا

اوراس کو ہر سرکش شیطان کی دسترس سے محفوظ رکھا۔ والحمدللہ جل وعلا۔ سو یہ روشن ومنور چمکتے دمکتے، اور جھلمل جھلمل کرتے ستارے ہمیشہ اپنی زبان حال سے اپنے خالق و مالک کی عظمت شان اور اسکی قدرت وحکمت کو بیان کرتے۔ اسکی وحدانیت ویکتائی کے گن گاتے ہیں، غافل لوگوں کو آنکھیں کھولنے۔ اور اپنے رب کے حضور جھکنے اور سجدریز ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے خالق و مالک کے حق عبادت وبندگی کو ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور اس طرح اپنے لئے سعادت دارین سے سرفرازی کا سامان کریں۔ مگر غافل دنیا ہے کہ آنکھیں کھولنے کی بجائے غفلت ولاپرواہی ہی میں بڑھتی چلی جارہی ہے۔ الا ماشاء اللہ والعیاذ باللہ العظیم

۷ شیطانوں کے لیے دائمی عذاب۔ والعیاذ باللہ: ۔ سواس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ دنیا میں یہ اس طرح ملعون و مطرود رہیں گے اور آخرت میں ان کیلئے دائمی عذاب ہے۔ ان کے ضلال واضلال اور کفر وباطل پر اصرار کی بنا پر جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ﴾۔ سو شیاطین ملاءِ اعلیٰ کی باتیں سننے کیلئے کوشش تو کرتے ہیں، لیکن وہ ایسا نہیں کرپاتے۔ جونہی وہ کان لگاتے ہیں ان پر شعلہ باری کی جاتی ہے۔ انکو مارا، کھدیڑا اور دھتکار دیا جاتا ہے۔ "دحوراً" کے معنیٰ دھتکارنے اور کھدیڑنے کے آتے ہیں اور "واصب" کے معنیٰ "دائم" کے آتے ہیں۔ یعنی دنیا میں یہ اس طرح ملعون ومطرود رہیں گے اور آخرت میں ان کیلئے دائمی عذاب ہوگا۔ (ابن کثیر وغیرہ)۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس تفصیل سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ نہ فرشتوں کو خدا کی خدائی میں کوئی دخل ہے اور نہ ہی جنوں کی ملاءِ اعلیٰ تک رسائی ہے کہ وہ وہاں سے غیب کی کوئی خبر لاسکیں۔ پس جو لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر پوجتے پکارتے ہیں وہ بھی بڑے احمق اور اندھے ہیں۔ اور جو جنوں کو غیب دان اور غیب دانی کا ذریعہ ووسیلہ سمجھ کر ان سے تعلق قائم کرتے ہیں وہ بھی بڑے احمق اور اندھے ہیں۔ واضح رہے کہ عربوں کے شرک اور ان کی کہانت کی گرم بازاری انہی دو بنیادوں اور غلط تصورات پر قائم تھی۔ قرآن پاک نے یہاں پر جنوں اور فرشتوں کی اصل حقیقت کو واضح فرما کر اس کاروبارِ ضلالت کی جڑ نکال دی۔ فالحمدللہ جَلَّ وعَلا۔

۸ انسان کی خود اپنی تخلیق میں بڑے درسہائے عبرت وبصیرت: ۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ انسان کے اپنے مادۂ تخلیق اور مراحلِ تکمیل میں بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہم نے انکو پیدا کیا ایک چپکتے ہوئے۔ لیسدار۔ گارے سے"۔ اسی لئے انسان میں چپکنے اور لپٹنے کی عادت بھی پائی جاتی ہے۔ خواہ حق سے ہو یا باطل سے۔ تو جب اس بے جان اور حقیر مٹی سے ہم ایسا انسان عدم سے وجود میں لاسکتے ہیں تو پھر اس کو دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لئے آخر کیوں اور کیا مشکل ہوسکتا ہے؟ سو ان سے پوچھو کہ کیا آسمان وزمین، دریاؤں، پہاڑوں اور سورج وچاند جیسے عظیم الشان کروں وغیرہ کو پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا چند فٹ کے اس انسان کو؟ سو جو خالقِ کل اور مالکِ مطلق ایسی عظیم الشان مخلوقات کو نیست سے ہست کرسکتا ہے اور ان کو بغیر کسی نمونے اور مثال کے بطنِ عدم سے نکال کر موجود کرسکتا ہے، اس کیلئے اس انسان کو پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا آخر کیوں اور کیا مشکل ہوسکتا ہے؟۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ نیز اس میں انسان کے لیے یہ درس عبرت وبصیرت بھی ہے کہ جس انسان کی تخلیق ایسے لیسدار مادے سے ہوئی ہو وہ اکڑتا کیسے ہے؟ اور اس کو اکڑنے کا حق کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ سو اپنے اس مادۂ تخلیق میں غور وفکر سے کام لے کر وہ دیکھے کہ اس کے خالق ومالک نے اس کو اپنی رحمت وعنایت سے نواز کر کہاں سے کہاں پہنچایا؟ اور کیا سے کیا بنادیا؟ پھر بھی اس خالق ومالک ربِ رحمٰن ورحیم سے منہ موڑنا اور اعراض وروگردانی برتنا کتنا بڑا ظلم اور کس قدر بے انصافی اور نمک حرامی ہے؟۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین۔ سو انسان کے اپنے وجود اور اپنے مادۂ تخلیق اور مراحلِ تکمیل میں بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں بشرطیکہ وہ صحیح طور پر غور وفکر سے کام لے۔ ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾۔

يَذْكُرُونَ ﴿۱۳﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوا إِنْ

قبول نہیں کرتے، ﴿۱۳﴾ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں، تو یہ (اس سے سبق لینے کی بجائے) اس کا مذاق اڑاتے ہیں، ف۹ ﴿۱۴﴾ اور کہتے ہیں کہ یہ تو

هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿۱۵﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا

ایک جادو ہے کھلم کھلا، ﴿۱۵﴾ بھلا کہیں ایسا ہوسکتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے،

أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۱۶﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ

تو کیا ہم سب دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟ ﴿۱۶﴾ اور کیا ہمارے وہ باپ دادا بھی جو ہم سے بھی پہلے گزر چکے ہیں؟ ف۱۰ ﴿۱۷﴾

۹ **غفلت ولاپرواہی باعث محرومی - والعیاذ باللہ:** - اور انسان کی غفلت ولاپرواہی کا ایک نمونہ، نشانی حق کا مذاق اڑانا ہے جو کہ باعثِ محرومی ہے - والعیاذ باللہ - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اسکا مذاق اڑاتے ہیں"۔ یعنی کوئی ایسا معجزہ جس سے حق پوری طرح واضح ہو جائے۔ جیسے معجزۂ شق القمر اور شجر وحجر کا کلام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ (ابن جریر، ابنِ کثیر، روح، قرطبی، خازن، صفوہ وغیرہ)۔ سو جب انکی بے فکری، بے حسی اور لاپرواہی کا یہ عالم ہے کہ یہ معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد سبق لینے اور صحیح سمت میں قدم اٹھانے کی بجائے الٹا اسکا مذاق اڑاتے ہیں تو ان میں حق و ہدایت اور وعظ ونصیحت کی کوئی بات آخر اثر کرے تو کس طرح اور کیونکر؟ - والعیاذ باللہ - بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ ایسے ضدی اور ہٹ دھرم لوگ کسی بڑے سے بڑے معجزے اور کھلی اور واضح نشانی سے قائل ہونے والے اور حق کے آگے جھکنے والے نہیں۔ ایسے لوگ جو کسی نشانی کا مطالبہ کرتے ہیں تو وہ بھی محض زچ کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ چنانچہ جب ان کے سامنے کوئی نشانی آتی ہے تو یہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ایک جادو ہے کھلم کھلا تو پھر ان کو حق وہدایت کی روشنی ملے تو کیسے اور کیونکر؟ سو غفلت ولاپرواہی باعثِ محرومی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۱۰ **منکرین کے انکار واستہزاء کا ایک نمونہ ومظہر:** - سو اس ارشاد سے منکرین کے انکار واستہزاء کا ایک نمونہ پیش فرمادیا گیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو ہمیں پھر زندہ کیا جائے گا اور ہمارے ان باپ دادا کو بھی جو ہم سے بھی پہلے گزر چکے ہیں؟۔ یعنی یہ تو اور بھی عجیب اور مشکل امر ہے۔ کیونکہ وہ تو اس سے بھی پہلے مر کھپ چکے ہیں۔ بلکہ ان کے تو نام ونشان تک مٹ چکے ہیں۔ تو پھر وہ دوبارہ کس طرح اور کیونکر زندہ ہوں گے؟ سو انکے نزدیک یہ انہونی اور ناممکن بات ہے۔ اس لیے جو لوگ انکو ایسی چیز سے ڈراتے ہیں وہ انکے نزدیک دیوانے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - اور یہی نتیجہ اور انجام ہوتا ہے ایسے تنگ ظرف اور کوتاہ نظر انسان کی تنگ ظرفی اور کوتاہ نظری کا جو حق وہدایت کے نورِ مبین سے محروم ہو کر محسوسات کا غلام بن کر رہ جاتا ہے اور وہ اپنی ناقص عقل ہی کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے - والعیاذ باللہ - بہرکیف اس سے ان لوگوں کے مذاق واستہزاء کا ایک نمونہ سامنے آتا ہے جس سے انکی محرومی ہی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے - والعیاذ باللہ جل وعلا

دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾

(ان سے) کہو کہ ہاں اور اس حال میں کہ تم لوگ ذلیل (اور بے بس ولاچار) ہووٴ گے، ۱۱ ﴿۱۸﴾ وہ تو صرف ایک جھڑکی ہوگی زور کی، جس سے

وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ

یہ سب کے سب یکایک (اس طرح اٹھ کھڑے ہوں گے کہ سب کچھ) اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے، اور (سراپا حسرت وافسوس

الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ع ۵

بن کر) کہیں گے، کہ ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی بدلے کا دن ہے، ۱۲ ﴿۲۰﴾ (آواز آئیگی کہ ہاں) یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کو تم

۱۱ **منکرین کو تیکھے انداز کا جواب:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو ہاں اور اس حال میں کہ تم ذلیل وخوار ہووٴ گے"۔ اور تمہاری اس اکڑفوں اور شیخی بازی کا بھی اس دن کوئی نام ونشان نہ ہوگا جس کی بنا پر آج تم لوگ حق سے منہ موڑے ہوئے ہو۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَكُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِیْنَ﴾ الایة (النمل:۸۷) کہ اس روز ان سب کو عاجز اور ذلیل وخوار ہوکر اسکے حضور حاضر ہونا ہوگا۔ سو ان لوگوں کا سوال چونکہ استہزاء اور مذاق کے طور پر تھا اس لیے انکو جواب بھی نہایت سخت اور تیکھے انداز میں دیا گیا۔ لیکن حق اور حقیقت کے عین مطابق کہ ہاں تم سب کو اٹھایا جائے گا اور اس طور پر کہ تم ذلیل وخوار ہووٴ گے۔ تمہاری نگاہیں جھکی ہوئی ہونگی اور ذلت وخواری ان پر چھارہی ہوگی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾۔ (القلم:۴۳) نیز فرمایا گیا۔ ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ، تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾۔ (عبس:۴۰-۴۱)۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو بندے کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ دل وجان سے حق کے آگے جھک جائے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، بِکُلِّ حالٍ مّن الاحوال

۱۲ **منکرین کا قیامت کے روز کے افسوس کا ذکر وبیان:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ آج تو یہ بدبخت اس یومِ حساب کا اس کبر وغرور اور رعونت ولاپرواہی سے انکار کرتے ہیں لیکن کل جب وہ ایک ہی ڈانٹ اور جھڑکی کے نتیجے میں ان کے سامنے موجود ہوگا تو اس وقت یہ چیخ کر کہیں گے۔ ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی جزا وسزا کا دن ہے جس کو ہم جھٹلاتے رہے تھے۔ سو اس وقت انکی یاس وحسرت کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ تب یہ لوگ زور دے دے کر کہیں گے ہائے ہماری بدبختی یہ تو وہی بدلے کا دن ہے جس کا ہم زندگی بھر انکار کرتے رہے اور جو ہماری توقعات کے بالکل برعکس عین اسی طرح پہنچ گیا جیسا کہ اللہ کے رسول بتایا کرتے تھے۔ تب ان لوگوں کی حسرت ویاس کا کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ سو کان کھول کر سن لو تم اے منکرو کہ آج جس یومِ عظیم کا تم لوگ انکار کرتے اور مذاق اڑاتے ہو اسکے وقوع کے وقت تمہارا حال اور حشر یہ ہوگا۔ پس اصلاح کرلو اپنے طور طریقوں کی۔

وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

لوگ جھٹلایا کرتے تھے، ۱۳ ﴿۲۱﴾ (حکم ہوگا کہ) اکٹھا کر دو ان سب لوگوں کو جو اڑے رہے تھے اپنے ظلم (و سرکشی) پر، ان کو بھی اور ان کے ساتھیوں

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ

(اور ہم مشربوں) کو بھی ۱۴ اور (ان کے من گھڑت اور خود ساختہ) ان سب معبودوں کو بھی جن کی یہ پوجا کیا کرتے تھے، ﴿۲۲﴾ اللہ کے سوا، ۱۵

مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ

پھر ڈال دو ان سب کو دوزخ کی راہ پر، ۱۶ ﴿۲۳﴾ اور ہاں ذرا ٹھہراؤ ان کو، کہ ان سے کچھ پوچھنا ہے، ﴿۲۴﴾ کیا ہو گیا تمہیں کہ تم لوگ آپس میں ایک

مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾

دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ ۱۷ ﴿۲۵﴾ بلکہ (اس دن تو) وہ سب کے سب سر جھکائے کھڑے ہوں گے، ﴿۲۶﴾ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر

قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا بَلْ

باہم تکرار شروع کریں گے، ﴿۲۷﴾ (چنانچہ پیروی کرنے والے اپنے پیشواؤں سے) کہیں گے کہ تم تو ہمارے پاس آیا کرتے تھے دائیں

لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ

طرف سے، ۱۸ ﴿۲۸﴾ وہ جواب دیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہیں تھے، ﴿۲۹﴾ اور ہمارا تم پر کوئی

۱۳ منکروں سے ایک خطاب تحقیر و تذلیل کا ذکر و بیان، والعیاذ باللہ:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس وقت ان سے کہا جائیگا ہاں یہی ہے فیصلے کا وہ دن جسکو تم لوگ جھٹلایا کرتے تھے"۔ اور ایسا انکی تقریع اور توبیخ کے لئے فرشتے ان سے کہیں گے۔ (روح، قرطبی، ابن کثیر، صفوۃ وغیرہ)۔ وَالعِيَاذُ بِاللهِ الْعَظِيْم۔ جس سے انکی آتش یاس و حسرت میں اور اضافہ ہوگا مگر اس سے بچنے کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی کہ اسکا وقت گزر چکا ہوگا اور اسکا موقع ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو یہ قرآن حکیم کا دنیا پر کس قدر احسان ہے کہ اس نے ان غیبی حقائق سے انسان کو اس طرح صاف و صریح طور پر اس دنیا میں اور اس قدر پیشگی خبردار کر دیا تا کہ جس نے بچنا ہو بچ جائے قبل اس سے کہ عمرِ رواں کی فرصت محدود انکے ہاتھ سے نکل جائے اور ان کو ہمیشہ کیلئے پچھتانا پڑے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو پیغام حق و ہدایت سے اعراض و انکار دارین کی محرومی اور ہلاکت و تباہی کا باعث ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا من کل زیغ و ضلال، وسوءٍ و انحراف۔

۱۴ ظالم، انکے ہم مشرب اور ان کے من گھڑت معبود سب دوزخ میں، والعیاذ باللہ:- چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "حکم ہوگا اکٹھا کرو ان ظالموں کو اور انکے ساتھیوں اور ہم مشربوں کو"۔ "ازواج" جمع ہے

''زوج'' کی۔ جس کے معنیٰ بیوی کے بھی آتے ہیں اور ہم مشرب ساتھی اور شریک کے بھی۔ حضراتِ مفسرینِ کرام میں سے بعض نے یہاں پر ایک معنیٰ لئے ہیں اور بعض نے دوسرے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ لفظ کو اپنے عموم پر رکھا جائے تاکہ یہ بیویوں اور ہم مشرب ساتھیوں، دوستوں سب ہی کو شامل ہو۔ کیوں کہ بیوی اور ہم مشرب ساتھی دونوں ہی ایسے رشتے اور تعلق ہیں جو انسان کے لئے حق سے دوری اور محرومی کا باعث بنتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو ہم مشربوں کا حشر ایک ساتھ ہوگا۔ زانی کا زانی کے ساتھ۔ شرابی کا شرابی کے ساتھ۔ چور کا چور کے ساتھ۔ جواری کا جواری کے ساتھ وغیرہ وغیرہ۔ کما روی ذالک عن عمر رضی اللہ عنہ و ارضاہ۔ (روح، قرطبی، ابنِ کثیر، محاسن، جامع وغیرہ)۔ سو انسان کو خود اچھا ہونے کے ساتھ ساتھ تعلق بھی ہی اچھوں کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ اللہ ہمیشہ اچھا بننے اور اچھوں کے ساتھ رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یااکرم الاکرمین، ویاارحم الراحمین۔

۱۵ مشرکوں کے ساتھ ان کے خود ساختہ معبودوں کی بھی جکڑ بندی کا حکم: سو اس ضمن میں مزید ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان کے ساتھ جکڑو ان کے سب معبودوں کو بھی جن کی یہ لوگ پوجا کیا کرتے تھے اللہ کے سوا''۔ خواہ وہ لکڑی پتھر کے بت ہوں یا وہ انسان اور جن جو کہ اپنی پوجا و پرستش پر خوش ہوتے تھے۔ کیونکہ کلمہ ''مــا'' عام ہے جو ان سب ہی مفاہیم و مصادیق کو شامل ہے۔ (روح، مظہری اور فتح وغیرہ)۔ رہ گئے وہ انبیاء و اولیاء اور دوسرے صالحین جن کو لوگوں نے ان کی خواہش و مرضی کے خلاف اور ان کی تعلیمات و ہدایات کے برعکس پوجا و پکارا ہے وہ یقیناً اس میں داخل نہیں کہ ان ہستیوں کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اسی لئے دوسری جگہ اس کی اس طرح تصریح فرما دی گئی ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰیٓ اُوْلٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ﴾۔ (الانبیاء: ۱۰۱) اور مشرکوں کے ساتھ انکے معبودانِ باطلہ کو دوزخ میں ڈالنے سے انکی آتش یاس و حسرت اور تیز ہوگی کہ جن کی نصرت و امداد اور حاجت روائی و مشکل کشائی کی آس و امید پر وہ زندگی بھر انکی پوجا پاٹ کرتے رہے اور ان ہی کے آگے جھکنے کی ذلت اٹھاتے رہے وہ ان کے ساتھ ہی دوزخ میں جل رہے ہیں، اور وہ ان کے کچھ کام آنے کی بجائے الٹا ان کے لیے دوزخ کی آگ کو بھڑکانے اور تیز کرنے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ سو اس طرح ان کی یاس و حسرت کی آگ دوچند ہوتی جائے گی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یااکرم الاکرمین

۱۶ مشرکوں اور ان کے خود ساختہ معبودوں کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''پھر حکم ہوگا کہ ڈال دو ان سب کو دوزخ کی راہ پر''۔ کہ انہوں نے دنیا میں حق سے منہ موڑ کر خود اپنے ارادہ و اختیار سے دوزخ کی اسی راہ کو اپنایا تھا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ سو کتنا بڑا اکرم اور احسان ہے اس کتابِ حکیم کا کہ اس نے اس ابدی جہاں میں پیش آنے والے اس نتیجہ و انجام کو اس قدر صراحت و وضاحت کے ساتھ دنیا والوں کے لئے بیان فرما دیا جو کہ سراسر غیب کا جہاں ہے۔ اور جس کے جاننے کا وحیِ خداوندی کے سوا اور کوئی ذریعہ ممکن نہیں۔ پھر بھی جو لوگ اس سے منہ موڑے ہوئے اور غفلت میں ڈوبے اسی ہولناک انجام کی طرف بڑھے جا رہے ہیں، وہ کس قدر ظالم، کتنے بے انصاف اور کس قدر بدبخت ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ بہرکیف فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان مشرکوں کو اور انکے ان معبودوں کو جن کی یہ اللہ کے سوا پوجا کیا کرتے تھے، سب کو اکٹھا کر کے دوزخ کی راہ پر ڈال دو۔ والعیاذ باللہ۔ سو اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اوروں

کی پوجا کرنے والے بڑے ہی سخت خسارے میں ہیں۔کاش کہ مشرکوں کو یہ حقیقت سمجھ آ جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل شائبة من شوائب الشرک والکفر، والزّیغ والضلال،

۱۷ مشرکوں کی تذلیل وتحقیر کا ایک اور نمونہ ومظہر: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "حکم ہوگا کہ ٹھہراؤ ان کو ان سے کچھ پوچھنا ہے۔پھر ان سے کہا جائے گا کہ کیا ہو گیا تمہیں کہ آج تم ایک دوسرے کی کوئی مدد نہیں کرتے؟"۔حالانکہ دنیا میں تمہیں اپنے اکیے، اپنی پارٹی بازی اور گروہ بندی پر بڑا ناز تھا۔اپنے آپ کو تم سوادِ اعظم اور بڑی جماعت کہتے اور مانتے تھے اور- ﴿نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ﴾- کے راگ الاپا کرتے تھے۔ایک دوسرے کے جھنڈے اٹھائے اور نعرے لگاتے پھر رہے تھے۔ لیڈر، گرو اور اپنی سرداری اور بڑائی کا زعم اور گھمنڈ رکھنے والے اپنے پیروؤں، چیلوں اور دم چھلوں کی مدد کے بڑے بڑے دعوے کرتے اور دم بھرا کرتے تھے۔اور چیلے چانٹے اور پیروکار اپنے بڑوں، گروؤں اور لیڈروں پلیڈروں کے حق میں نعرے لگاتے، انکی تعریفوں کے پل باندھتے اور اس حد تک کہ اس کیلئے جھوٹے قصے بناتے، افسانے گھڑتے اور انکے حق میں طرح طرح کے پروپیگنڈے کرتے۔مگر آج تمہارا یہ کیا حال ہے کہ کوئی کسی کو پوچھتا نہیں۔ ہر کسی پر نفسا نفسی کی کیفیت طاری ہے۔نہ لیڈروں اور گروؤں کو اپنے پیروؤں کا کوئی ہوش اور خیال ہے اور نہ پیروؤں اور چیلوں کو اپنے لیڈروں اور بڑوں کا۔حالانکہ ایک دوسرے کے کام آنے اور مدد و خبر گیری کا وقت اصل میں یہی تھا تو تمہیں کیا ہو گیا؟ سو اس طرح انکی تذلیل و تحقیر میں اور اضافہ ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔آمین ثم آمین

۱۸ گمراہ کن لیڈروں اور ان کے پیروکاروں کے درمیان توُتکار کا ایک منظر: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس روز پیرو اپنے گمراہ کن لیڈروں اور پیشواؤں سے کہیں گے کہ تم لوگ تو ہمارے پاس آیا کرتے تھے داہنی طرف سے"۔یعنی پوری قوت اور زور کے ساتھ، روپیہ پیسہ کی ریل پیل کے ساتھ، عہدہ ومنصب کے جاہ وجلال کے ساتھ، مریدین ومعتقدین کے لاؤ لشکر کے ساتھ وغیرہ وغیرہ۔نیز یہاں پر "الیَمِین" سے قوت کے علاوہ دین داری بھی مراد ہو سکتی ہے۔یعنی تم لوگ دین کے نام پر اور دین کے نعرے کے ساتھ ہمیں گمراہ کرنے آیا کرتے تھے۔اور باطل کو ہمارے سامنے حق کی شکل میں پیش کیا کرتے تھے۔تمہارے میلے ٹھیلے، عرس واعیاد اور بھجن وقوالیاں وغیرہ اسی کے مختلف مظاہر ہوا کرتے تھے۔اور تم اپنے کفر و باطل اور شرک و بدعت کو مزین کر کے ہمارے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔(قرطبی، خازن، معالم اور ابنِ کثیر وغیرہ)۔نیز "الیمین" کے تیسرے مشہور معنیٰ قسم کے بھی لئے جا سکتے ہیں۔یعنی تم لوگ قسمیں کھا کھا کر ہمیں اپنی صداقت شعاری کا یقین دلایا کرتے تھے کہ ہم سچے اور ہمارا طریقہ درست۔اور باقی سب جھوٹے اور غلط وغیرہ وغیرہ۔تو "یمین" کے تین معنیٰ ہوئے۔قوت وزور، دین داری وخیر خواہی اور حلف وقسم۔اور ان تینوں کے اعتبار سے معنیٰ صحیح اور درست بنتے ہیں۔جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا۔اور حضراتِ مفسرین کرام اور ثقہ اہلِ علم نے یمین کے یہ تینوں معنیٰ بیان کئے ہیں۔" اَیْ مِنْ قِبَلِ الدِّیْنَ اَوْ عَنِ الْقَهْرِ وَالْقُوَّةِ-وقیل الحلف فان رؤساء هم یحلفون أنهم علی الحق"۔(جامع البیان، روح، قرطبی، ابنِ جریر، ابنِ کثیر، محاسن التاویل، مظہری، صفوۃ اور معارف وغیرہ)۔ اور ہم نے ان تینوں صورتوں پر اس ارشادِ ربانی کے معنیٰ ومطلب کی توضیح وتشریح اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کر دی ہے۔والحمد للہ جل وعلا۔اللہ قبول فرمائے، اور ذریعۂ نجات بنائے، آمین ثم آمین یارب العالمین،

سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ
زور نہیں تھا بلکہ تم خود ہی سرکش لوگ تھے ۱۹ ﴿۳۰﴾ سو (اب اس تو تکار کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ) اب تو ثابت ہو چکی ہم سب پر بات

رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾
ہمارے رب کی اب ہمیں بہرحال چکھنا ہے مزہ (اس عذاب کا)، ۲۰ ﴿۳۱﴾ سو ہم نے تم کو گمراہ کیا تھا کہ ہم خود گمراہ تھے، ۲۱ ﴿۳۲﴾

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ
پس اس دن وہ سب ہی اس عذاب میں مشترک ہوں گے، ۲۲ ﴿۳۳﴾ بے شک ہم اسی طرح (کا

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ
سلوک) کرتے ہیں مجرموں کیساتھ، ﴿۳۴﴾ یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ حقیقت امر میں کوئی معبود نہیں

۱۹ لیڈروں کی طرف سے پیروؤں کو ترکی بہ ترکی جواب:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ انکو جواب دیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان والے نہیں تھے۔ ہمارا تم پر کوئی زور نہیں تھا بلکہ تم لوگ خود ہی سرکش تھے"۔ یعنی کوئی ایسا زور کہ ہم ایمان وحق اور توحید وسنت کا نور تمہارے دلوں کے اندر جانے سے روک دیتے کہ اپنے دلوں اور اپنے ارادوں کے مالک تو بہرحال تم لوگ خود ہی تھے۔ اصل بات یہ تھی کہ تم لوگ اپنی سرکشی کی وجہ سے حق وہدایت قبول کرنا چاہتے ہی نہیں تھے تاکہ اس طرح تم مطلق العنانی کی اور اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کی روش کے مطابق بے روک ٹوک اور بے قید حیوانی زندگی گزارو۔ اور خواہش پرستی کی اپنی اسی روش پر چلنے کیلئے تم چاہتے تھے کہ اس پر دین کا لیبل بھی لگا رہے۔ اسی لیے تم ہمارے پیچھے چل رہے تھے تاکہ اس طرح خواہشات کی تکمیل کا سامان بھی ہوتا رہے اور خود ساختہ اور مصنوعی دینداری کا خول بھی چڑھا رہے۔ سو تمہاری اسی بدنیتی کی بنا پر تمہاری شقاوت وبدبختی نے تم پر اس سختی سے پنجے گاڑے کہ تم ہمیشہ کی ہلاکت وتباہی کے اس ہولناک ہاویے میں پہنچ کر رہے۔ سو قصور تم لوگوں کا خود اپنا ہے۔ پس تم لوگ خود اپنے آپ ہی کو برا کہو - والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ مِن الاحوال و فی کُلّ مَوْطنٍ مِن المواطن فی الحیاۃ،

۲۰ گمراہ کن لیڈروں کا اپنے جرم کا اقرار:- سو اس تو تکار کے بعد وہ لیڈر اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے کہ "اب پکی ہوگئی ہم سب پر بات ہمارے رب کی"۔ وہی بات جو اس نے پہلے ہی ارشاد فرمادی تھی کہ مجھے شیطان اور اس کے حواریوں سے دوزخ کو بھرنا ہے- ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ الایۃ (السجدۃ:۱۳) - ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ الایۃ (ص:۸۵)۔ لہٰذا اب ایک دوسرے کو الزام دینے

سے نہ کوئی فائدہ ہے نہ کوئی نتیجہ وحاصل۔ ہم بھی مجرم ہیں اور تم بھی مجرم ہو۔ اپنے اس کیے کرائے کا بھگتان ہم میں سے ہر کسی نے بہر حال بھگتنا ہے۔ اب ہم نے وہ عذاب بہر حال بھگتنا ہے جسکے ہم مستحق ہیں اور جو ہمارے لیے مقدر ہو چکا ہے۔ اب ہم صبر کریں یا چیخیں چلائیں اس سے کسی طرح کے مفر اور کسی گریز وفرار کی کوئی راہ اب بہر حال ممکن نہیں۔ ﴿ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴾۔ (ابراہیم:۲۱)۔ یعنی برابر ہے کہ ہم جزع فزع کریں یا صبر سے کام لیں ہمارے لئے اب چھٹکارے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۲۱ لیڈروں کی طرف سے اپنے پیروؤں کوٹکا سا جواب: ۔ سوارشاد فرمایا گیا کہ اس تو تکار کے بعد وہ گمراہ کن لیڈر اپنے ان پیروکاروں سے صاف طور پر کہیں گے کہ ہم نے تمہیں گمراہ کیا تھا کہ ہم خود گمراہ تھے۔ اور جب ہم خود گمراہ تھے تو پھر تمہیں ہم گمراہی کے سوا اور دے ہی کیا سکتے تھے؟ تو پھر تم ہمارے پیچھے لگے ہی کیوں تھے؟ سو قصور تمہارا اپنا ہے کہ تم خود راہِ حق وہدایت کو چھوڑ کر اور دعاۃِ حق سے منہ موڑ کر گمراہی میں ہمارے پیچھے لگ گئے۔ مَتْبُوْعِین کے اس جواب سے ان لوگوں پر جو کچھ گزرے گی وہ محتاجِ بیان نہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّشَرٍّ۔ بہر کیف وہ ان سے کہیں گے کہ ہم جو کچھ خود تھے وہی کچھ تم کو بتایا تھا۔ اب یہ تمہاری اپنی بدبختی اور بے بصیرتی تھی کہ تم نے ہمارے پیچھے لگ کر اپنی راہ کو کھوٹا کیا اور تم ہلاکت اور تباہی کی راہ پر چل پڑے۔ سو اب اپنے کیے کا مزہ چکھو۔ والعیاذ باللہ۔ یعنی اگر ہم خود حق اور ہدایت پر ہوتے اور تم لوگوں کو گمراہ کرتے تو پھر بھی کوئی بات تھی لیکن جب ہم خود گمراہ تھے تو تم کو گمراہی کے سوا اور ہم دے ہی کیا سکتے تھے؟ یہ تمہاری اپنی بدبختی اور بے بصیرتی تھی کہ تم اس کے باوجود ہمارے پیچھے لگ گئے اور آنکھیں بند کر کے ہمارے پیچھے چلتے رہے۔ سو اب تم اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتو ہم تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔ اب بچنے کی کوئی صورت ممکن نہیں کہ تلافی وتدارک کا موقع اب بہر حال تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ سو یہ ان بدبختوں کیلئے بڑی ہی ہولناک ذلت ورسوائی کا موقع ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے مامون ومصون رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین

۲۲ گمراہ لیڈر اور ان کے پیرو دونوں جہنم میں۔ والعیاذ باللہ: ۔ سوارشاد فرمایا گیا کہ اس دن وہ سب ہی عذاب میں شریک ہونگے۔ یعنی تابع ومتبوع، گرو چیلے اور گمراہ پیر ومرید وغیرہ وغیرہ۔ سب کے سب اس عذاب میں گرفتار ہوں گے مگر اس سے ان اعتراض کرنے والوں کو کیا فائدہ؟ ۔ ﴿ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴾ الآیۃ (الزخرف:۳۹)۔ سو اس دن عوام کا یہ عذر ان کو کچھ بھی کام نہ آئیگا کہ انکی گمراہی کے ذمہ دار دوسرے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اتنی عقل دی ہے کہ وہ حق اور باطل کے درمیان فرق وامتیاز کر سکے۔ خاص کر ایسی صورت میں جبکہ باطل کے مقابلے میں حق کی دعوت دینے والے بھی موجود ہوں۔ اس لیے ایسے عوام اور انکے لیڈر دونوں ہی عذاب میں شریک اور حصے دار ہونگے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو مجرموں کو بے وقت کے اس اعترافِ جرم وقصور سے کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا

سوائے اللہ (وحدہٗ لاشریک) کے، تو یہ بڑائی کے گھمنڈ میں آ (کر بپھر) جاتے، ۲۳ اور کہتے کہ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے معبودوں کو

لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر؟ (نہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا تھا اور اس نے سچا بتایا تھا دوسرے تمام رسولوں کو، ۲۴ ﴿۳۷﴾

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ

بہرحال اب تمہیں (ہمیشہ کے لئے) مزہ چکھتے رہنا ہے اس دردناک عذاب کا، ﴿۳۸﴾ اور تمہیں بدلہ نہیں دیا جا رہا

اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾

مگر تمہارے انہی کاموں کا جو تم خود کرتے رہے تھے، ۲۵ ﴿۳۹﴾ بجز اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے (کہ وہ اس انجام سے محفوظ رہیں گے) ۲۶ ﴿۴۰﴾

۲۳ **استکبار خرابیوں کی خرابی، اور محرومیوں کی جڑ بنیاد۔ والعیاذ باللہ:** ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ جب ان کو توحید کی دعوت دی جاتی تو یہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں آ کر بپھر جاتے۔ سو یہ ہے وہ اصل سبب جو ان کے اس انجامِ بد کا باعث بنا کہ عقیدۂ توحید قبول کرنا اور صرف ایک خدا کا ہو کر رہنا، اسی کی بندگی کرنا اور ہر حاجت میں صرف اسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنا ان مشرکوں کو منظور نہیں تھا۔ کل کا کھلا مشرک بھی اسی مرض میں مبتلا تھا اور آج کے کلمہ گو مشرک کا بھی یہی حال ہے۔ توحید کا عقیدۂ صافیہ نہ اُسے گوارا تھا نہ اِسے برداشت ہے۔ اپنی سیادت وقیادت اور اپنی بڑائی اور کھڑپنچی کے زعمِ فاسد اور جھوٹے گھمنڈ میں حق کا وہ بھی منکر تھا اور یہی بات آج اس کو بھی قبول نہیں۔ فرق اگر ہے تو اسماء والفاظ، کلمات ومحاورات اور انداز واسالیب کا ہے۔ اس کے مختلف معبودوں کے نام اور تھے اور اس کے اور ہیں۔ اس کے حاجت روا ومشکل کشا اور تھے اور اس کے اور ہیں۔ اس کی صدا وپکار اور شرک وپوجا کے طریقے اور انداز اور تھے اور اس کے اور ہیں۔ وہ توحید والوں کو صابی کہتا تھا اور یہ وہابی کہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ﴿تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ ۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ بہرکیف استکبار یعنی اپنی بڑائی کا گھمنڈ خرابیوں کی خرابی اور محرومیوں کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بندے کی عظمت اسکی شانِ بندگی اور اتباعِ حق میں ہے۔ بس جتنا ہو سکے اس میں آگے، بڑھے اور ترقی کرے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال،

۲۴ **اللہ کے رسولوں کی تصدیق حقانیت کی علامت ودلیل:** ۔سو منکرین ومکذبین کی طرف سے اللہ کے رسول کو شاعرِ مجنون۔ خبطی شاعر۔ کہنے کی گستاخی اور کھلے کفر کی تردید میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''نہیں بلکہ یہ تو حق لے کر آئے اور انہوں نے تصدیق کی سب رسولوں کی''۔ ایک تو اس طرح کہ آپ بھی وہی دعوت لے کر آئے ہیں جو وہ لائے تھے۔ دوسرے اس طرح کہ آپؐ نے ان سب کو سچا بتایا اور سچا ماننے کی تعلیم دی۔ اور تیسرے اس طرح کہ ان انبیائے کرام نے آپؐ کی آمد کی بشارت وخوشخبری دی تھی۔ پس آپ کی نفسِ بعثت وتشریف آوری ہی ان گزشتہ رسولوں کے لئے تصدیق

ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض آپؐ کی بعثت اور تشریف آوری نہ ہوتی تو ان کی وہ پیشینگوئیاں اور خوشخبریاں غلط ثابت ہو جاتیں جو انہوں نے آپؐ سے متعلق کی تھیں۔ پس آپؐ کی بعثت و تشریف آوری ہی ان کے لئے تصدیق ہے۔ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ اجمعین۔ سو حضرتِ امام الانبیاءؐ کا حق اور توحید کے ساتھ تشریف لانا اور دوسرے تمام رسولوں کی تصدیق کرنا آپؐ کے رسولِ حق ہونے کی ایک صریح اور واضح دلیل ہے۔ اور اللہ کے رسولوں کی تصدیق آپ کی حقانیت کی علامت و دلیل ہے۔ علیہ الصّلاۃ والسلام۔ ماتبقی ھٰذہ الاحرف والکلمات،

۲۵ انسان کو اپنے عمل کا بھگتان بہرحال بھگتنا ہوگا:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا "تم لوگوں کو بدلہ نہیں دیا جا رہا مگر تمہارے انہی کاموں کا جو تم خود کرتے رہے تھے"۔ پس کسی ظلم و زیادتی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ سب کچھ خود تمہارا اپنا ہی کیا دھرا ہے اور۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ تو مشہور ہے ہی۔ یہیں سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ وہ بچے جو چھوٹی عمر میں ہی مر جائیں وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے اگرچہ وہ کفار ہی کے بچے کیوں نہ ہوں کہ انہوں نے ایسے کسی جرم و گناہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا کہ انہوں نے گناہ کرنے کی عمر پائی ہی نہیں۔ سو رسول کی دعوت کا انکار کرنے والوں کو انکار کی بجائے صدقِ دل سے اس پر لبیک کہنا چاہیئے تاکہ یہ اپنے اس ہولناک انجام سے بچ سکیں جس سے بچنے کی پھر کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ ہوگی۔ اور اللہ کا رسول جس عذاب سے خبردار کرتا اور اس سے ڈراتا ہے اسکو خبط اور جنون قرار دینے کی بجائے اسکو ایک قطعی حقیقت سمجھو اور اس سے بچنے کی فکر کرو قبل اس سے کہ فرصتِ حیات تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ بہرکیف آخرت کے اس یومِ جزا و سزا میں انسان کو اس کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ ملے گا، تاکہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے بھرپور طریقے سے پورے ہو سکیں اور انسان کے وجود اور اس کائنات کی تخلیق کی حکمت متحقق ہو سکے۔ اور آخرت کے اس جہانِ غیب کے لیے تیاری کی کوئی صورت وحی کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں۔ پس پیغمبر پر ایمان اور ان کی تعلیمات کی اِتباع و پیروی سعادتِ دارین سے سرفرازی کا واحد ذریعہ و وسیلہ ہے اور اس سے اعراض و انکار دارین کی محرومی اور ہلاکت کا باعث۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یاربَّ العالمین

۲۶ عذاب سے محفوظ رہنے والوں کی نشاندہی:۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ کے چنے ہوئے بندے اس عذاب سے محفوظ رہیں گے کہ ان کا انجام و معاملہ اور ہوگا کہ عذاب تو درکنار ان سے حساب کتاب میں مناقشہ بھی نہیں ہوگا۔ سیئات سے۔ اگر ان کی کچھ سیئات ہوں گی۔ عفو و درگزر فرمالیا جائے گا۔ اور حسنات پر ان خوش نصیبوں کو دس گنا، سو گنا اور سات سو گنا اور اس سے بھی کئی گنا زیادہ بڑھا کر اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔ (ابنِ کثیر، صفوۃ التفاسیر وغیرہ)۔ سو اس ہولناک انجام سے وہی لوگ بچ سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کیلئے خاص کر لیا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کیلئے خاص ان ہی لوگوں کو کرتا ہے جو اپنے ایمان اور عمل سے اسکا استحقاق پیدا کرتے ہیں۔ سو مخلصین کے اس لفظ سے واضح فرمادیا گیا کہ جسکو جو بھی کچھ ملے گا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسکی رحمت و عنایت ہی سے ملے گا۔ کسی دوسرے کے اِمکان میں نہیں کہ وہ از خود کسی کو کچھ دے یا دلا سکے۔ جیسا کہ مشرکین نے سمجھ رکھا ہے۔ سو خود ساختہ اور مشرکانہ وسیلوں اور واسطوں پر تکیہ کر کے بیٹھ رہنے والے لوگ سخت خسارے میں ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ و ضلال سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

ان کے لئے ایک ایسا رزق ہوگا جو کہ معلوم ہے، ۲۷ ﴿۴۱﴾ یعنی لذت کی طرح طرح کی چیزیں اور ان کو عزت سے رکھا جائے گا

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ

ان نعمت بھری جنتوں میں، ۲۸ ﴿۴۳﴾ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، عظیم الشان تختوں پر ۲۹ ﴿۴۴﴾ ان کے سامنے

عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴٦﴾

دور چل رہا ہوگا ایسے عظیم الشان جامہائے شراب کا، جن کو بھر بھر کر لایا جار ہا ہوگا ایک عظیم الشان چشمے سے ۳۰ ایسی شراب جو کہ سفید

۲۷ جنتیوں کے لیے رزق معلوم کی بشارت: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسوں کیلئے رزقِ معلوم ہوگا"۔ یعنی اس کی اصل اور حقیقت تو اللہ پاک ہی کے علم میں ہے کہ جنت کی تعریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾۔ مگر اسکی کچھ صفات وخصوصیات قرآن وسنت میں بتادی گئی ہیں تا کہ اہلِ جنت کو وہاں پر توحش نہ ہو انس ہو۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ ﴿وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا﴾۔ بطورِ مثال اس کی صفات وخصوصیات میں سے یہ ہے کہ وہاں کا کھانا پینا بھوک پیاس رفع کرنے کے لئے نہیں بلکہ محض تلذذ کے طور پر ہوگا۔ اسی لئے اس کو "فَاكِهَةٌ" اور "فَوَاكِه" کے الفاظ سے تعبیر فرمایا جاتا ہے۔ وہ صبح وشام ملے گا۔ ﴿وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا﴾۔ وہ تعب ومشقت کے بغیر ملے گا۔ وہ مانگنا نہیں پڑے گا بلکہ خواہش وارادہ ہوتے ہی مل جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ سو جنت کی نعمتوں کی اصل حقیقت تو وہیں معلوم ہو سکے گی لیکن جو کچھ ان کو دیا جائے گا وہ انکی پسند اور انکے انتخاب کے مطابق ہوگا۔ اور انہی ناموں کے مطابق ہوگا جن سے یہ لوگ دنیا میں متعارف تھے تا کہ انکو دیکھ کر انہیں کسی طرح کا کوئی انقباض اور توحش نہ ہو کہ ہر چیز انکی جانی پہچانی ہوگی۔ البتہ معیار ہر چیز کا وہ ہوگا جو جنت اور اہلِ جنت کیلئے خاص ہوگا۔ اور اپنی جانی پہچانی چیز کو دیکھ کر ان لوگوں کی خوشی دوبالا ہوگی اور یہ پکار اٹھیں گے کہ یہ تو وہی چیز ہے جو ہمیں اس سے پہلے دی گئی۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں اسکی تصریح فرمائی گئی ہے۔ جبکہ دوزخیوں کا حال اسکے برعکس یہ ہوگا کہ دوزخ کے داروغے جب اور جو انکے جی میں آئے گا انکے آگے پھینک ماریں گے۔ اور جو چیزیں انکے آگے پھینکیں گے وہ ہونگی بھی ایسی کہ ایک سے ایک بڑھ کر ان کیلئے بری اور اجنبی ہونگی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو جنت کی ان عظیم الشان اور بے مثال نعمتوں سے سرفرازی ہی کو اپنا اصل مقصد اور مطمح نظر بنانا چاہیے نہ کہ دنیا کے متاعِ فانی اور حطامِ زائل کو۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلیٰ مایُحِبُّ ویرید بکلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال فی الحیاۃ۔

۲۸ اہلِ جنت کے سامانہائے لذت اور ان کے اعزاز واکرام کا ذکر وبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کیلئے لذت کی طرح طرح کی چیزیں بھی ہونگی اور ان کو خاص اعزاز واکرام سے بھی نوازا جائے گا"۔ سو یہ اس رزقِ معلوم کی ایک اہم صفت اور امتیازی شان کا بیان ہے کہ وہ بھوک پیاس رفع کرنے کے لئے نہیں کھایا جائے گا کہ وہاں بھوک پیاس ہوگی ہی نہیں کہ اس کی شان ہے۔ ﴿اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا﴾۔ اور نہ وہاں پر صحت اور قوت کے لئے کھایا جائے گا۔ جیسا کہ دنیا میں کھایا جاتا ہے کہ ان کو

ضعف و بیماری وغیرہ کا کوئی عارضہ سرے سے لاحق ہی نہیں ہو گا۔ کیونکہ ان کو ایک نئی پیدائش اور نئی اٹھان کے ساتھ ابدی زندگی اور خلود و دوام کے لئے پیدا کیا جائے گا۔ اس لئے ان کا کھانا محض لذت حاصل کرنے کے لئے ہو گا۔ اسی لئے اس کو قرآنِ حکیم میں "فاکهه" اور" فواکه" کے الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ "فاکهه" اور" فواکه" چونکہ پھلوں کو بھی کہا جاتا ہے اور ہمارے عام اردو تراجم میں اس لفظ کا ترجمہ چونکہ عام طور پر پھلوں اور میووں سے ہی کیا جاتا ہے، اس لئے اس سے عام طور پر یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ اہلِ جنت کو کھانے کے لئے شاید پھل ہی ملیں گے اور بس۔ حالانکہ پھل اور میوہ وغیرہ "فاکهه" اور" فواکه" کے لفظ کا اصل ترجمہ و مفہوم نہیں بلکہ یہ مفہوم اس کے ایک لازمی معنیٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ پھل بھی اصل میں لذت اور مزے ہی کے لئے کھائے جاتے ہیں نہ کہ پیٹ بھرنے اور بھوک مٹانے کے لئے۔ اس لئے جنت کی ان نعمتوں کو اس لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ انکا استعمال لذت کیلئے ہو گا۔ ورنہ لفظ "فاکهه" کا اصل معنیٰ ہے۔ "کُلُّ طَعَامٍ یُؤْکَلُ لِلتَّلَذُّذِ لَا لِلْقُوَّۃِ" ۔(خازن، کشاف، بیضاوی، کبیر، مراغی، جامع اور صفوۃ وغیرہ)۔ اور" فواکه" کی جمع تنویع کے لئے ہے۔ اسی لئے اس کے اظہار کے لئے ہم نے اس کا ترجمہ "لذت کی طرح طرح کی چیزیں" سے کیا۔ والحمدللہ۔ اور اہلِ جنت کو یہ سب پیش بھی نہایت عزت و احترام سے کیا جائے گا جبکہ دوزخیوں کو نہایت ذلت کے ساتھ دوزخ کے باڑے میں بھر دیا جائے گا۔ جیسا کہ آیت نمبر ۱۸ میں گزرا۔ اور انکو کھانے کیلئے زقوم اور پینے کیلئے کھولتا ہوا پانی دیا جائیگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۹ اہلِ جنت کی باہمی محبت اور خوش دلی کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ عظیم الشان تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے"۔ یعنی وہاں کی نعمتوں، راحتوں اور باہمی محبت و الفت کا یہ عالم ہو گا کہ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ بھی نہیں کی جائے گی۔ (جامع، قرطبی، صفوۃ وغیرہ)۔ سبحان اللہ! کیسی شان ہو گی اس جنت کی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ سو آمنے سامنے بیٹھنے میں باہمی محبت اور خوش دلی کا اظہار ہوتا ہے۔ کیونکہ جہاں ایک دوسرے کیخلاف دل میں رنجش اور کدورت ہوتی ہے وہاں آدمی ایک دوسرے سے منہ پھیر کر بیٹھتا ہے۔ مگر اہلِ جنت کے دل چونکہ ایک دوسرے سے بالکل صاف ہونگے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ الایۃ (الحجر: ۴۷)۔ اس لیے وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے بیٹھیں گے جس سے باہمی الفت و محبت کا اظہار ہو رہا ہو گا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور عظیم الشان تختوں پر ٹیک لگا کر بیٹھنا ان کے انتہائی آرام و سکون اور راحت البالی کا ثبوت ہو گا۔ اور "جنات النعیم" یعنی نعمتوں بھری ان جنتوں میں وہ ہمیشہ اسی طرح آرام و سکون کے ساتھ رہیں گے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

۳۰ اہلِ جنت کے جامہائے شراب کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "گردش میں لایا جا رہا ہو گا ان کیلئے عظیم الشان جامہائے شراب کو جن کو بھر بھر کر لایا جا رہا ہو گا ایک عظیم الشان چشمے سے"۔ عربی زبان میں "کاس" کا اطلاق ظرف پر بھی ہوتا ہے اور مظروف پر بھی۔ یعنی شراب کو بھی "کاس" کہا جاتا ہے اور اس برتن کو بھی جس میں شراب رکھی ہو۔ اور ابنِ عباسؓ کا کہنا ہے کہ قرآن میں جہاں بھی "کاس" کا ذکر آیا ہے وہاں اس سے مراد مظروف یعنی شراب ہی ہے۔ (روح، قرطبی، جامع، مدبر، صفوۃ، مدارک اور خازن وغیرہ)۔ اور "معین" کے معنیٰ خالص اور بے آمیز کے آتے ہیں۔ جیسا کہ یہ لفظ سورۃ ملک کی آیت نمبر ۳۰ میں بھی وارد ہوا ہے۔ سو جنت کی اس شراب میں نہ کوئی مضرت اور نقصان ہو گا اور نہ کسی طرح کا کوئی تعطل و فتور۔ نہ کسی طرح کی کوئی جسمانی اذیت اور نہ کوئی اخلاقی فساد و بگاڑ۔ ایسے تمام نقائص اور عیوب سے وہ پاک ہو گی۔

لَا فِیۡہَا غَوۡلٌ وَّ لَا ہُمۡ عَنۡہَا یُنۡزَفُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَ عِنۡدَہُمۡ

(اور چمکتی) ہوگی، سراسر لذت (وسرور) ہوگی پینے والوں کے لئے ۳۱ نہ تو اس میں کوئی خرابی ہوگی اور نہ ہی اس سے ان میں کسی طرح کا

قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ عِیۡنٌ ﴿۴۸﴾ کَاَنَّہُنَّ بَیۡضٌ مَّکۡنُوۡنٌ ﴿۴۹﴾

کوئی فتور آئے گا، اور ان کے پاس نگاہیں بچانے والی بڑی خوبصورت آنکھوں والی ۳۲ ایسی (عظیم الشان اور بے مثال) عورتیں

فَاَقۡبَلَ بَعۡضُہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ یَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ

ہونگی کہ گویا کہ وہ انڈے ہیں پردوں میں رکھے ہوئے ۳۳ پھر وہاں پر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں بات چیت

قَآئِلٌ مِّنۡہُمۡ اِنِّیۡ کَانَ لِیۡ قَرِیۡنٌ ﴿۵۱﴾ یَّقُوۡلُ اَئِنَّکَ

کریں گے، (اسی دوران) ان میں سے ایک کہے گا (یار دنیا میں) میرا ایک ہم نشین ہوا کرتا تھا، جو مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تم بھی

لَمِنَ الۡمُصَدِّقِیۡنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا

(مرنے کے بعد جی اٹھنے کی) تصدیق کرتے ہو؟ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جائیں گے،

ءَاِنَّا لَمَدِیۡنُوۡنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ ہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ ﴿۵۴﴾

تو کیا واقعی ہمیں (دوبارہ زندہ کر کے) بدلہ دیا جائے گا؟ ﴿۵۳﴾ اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کیا تم لوگ اس شخص کو دیکھنا چاہتے ہو؟ ۳۴

فَاطَّلَعَ فَرَاٰہُ فِیۡ سَوَآءِ الۡجَحِیۡمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰہِ اِنۡ

پھر وہ جونہی (اس کو دیکھنے کے لئے) جھانکے گا ۳۵ تو اس کو وہ جہنم کی بھڑکتی آگ کے عین درمیان میں دیکھے گا، ۳۶ (اور اس کو خطاب کر کے)

۳۱ اہل جنت کی شراب کی خاص صفات کا ذکر و بیان: — سو اس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ایسی شراب ہو گی جو کہ سفید اور سراسر لذت ہوگی پینے والوں کیلئے۔ یعنی یہاں پر "لذیذ" نہیں "لذۃ" فرمایا گیا ہے جو کہ مصدر ہے۔ جس میں بڑا زور اور مبالغہ ہے۔ پس اس سے پہلے "ذا" وغیرہ کسی مضاف کے مقدر ماننے کی ضرورت ہی نہیں۔ جیسا کہ عام طور پر تفاسیر میں مذکور ہوتا ہے کہ اس طرح وہ زورِ بیان باقی نہیں رہتا جو کہ اس لفظ کے استعمال میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ "زید عالم" اور "زید علم" کے درمیان جو فرق ہے وہ اہلِ ذوق پر مخفی نہیں۔ سو اسی فرق کو ظاہر اور واضح کرنے کے لئے ہم نے اس کا ترجمہ "سراسر لذت" سے کیا ہے۔ والحمد للہ جل وعلا۔ سو جنت کی وہ شراب ہر قسم کے غل و غش سے پاک وصاف اور ستھری و شفاف ہوگی۔ نہ اس میں کوئی مخفی ضرر ہوگا اور نہ اس کے پینے سے کوئی فتور آئے گا۔ سو جنت کی اس شراب میں وہ

تمام خوبیاں تو موجود ہونگی جو کسی اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کی شراب میں موجود ہونی چاہئیں لیکن اس میں ان خرابیوں میں سے کوئی خرابی بہرحال نہیں پائی جائے گی جو دنیا کی بہترین سے بہترین شراب میں لازماً پائی جاتی ہے۔ سو وہ ایسی عظیم الشان شراب ہوگی کہ دنیا میں اسکی کوئی نظیر و مثال ممکن ہی نہیں ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ وہ شراب ایسی ہوگی جو ہر قسم کے غل وغش سے پاک، نہایت صاف وشفاف اور پینے والوں کے لیے سراسر لذت ہوگی۔ جس میں نہ کوئی مخفی ضرر ہوگا اور نہ اس کے پینے سے عقل میں کوئی نقص وخرابی آئے گی۔ جیسا کہ دوسری مختلف آیاتِ کریمات میں شرابِ جنت کی ان خاص صفات کی طرح طرح سے تصریح فرمائی گئی ہے، اللہ نصیب فرمائے، اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین

۳۲ اہلِ جنت کی عورتوں اور انکی عظمت شان کا ذکر و بیان :۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''انکے پاس اپنی نگاہوں کو بچائے رکھنے والی خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہونگی''۔ یعنی وہ حوریں اور اہلِ جنت کی دنیا والی وہ بیویاں جن کو جنت میں جانا نصیب ہوگا۔ وہ پاک دامن ایسی ہوں گی کہ اپنے شوہروں کے سوا کسی اور کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گی۔ اور روایات کے مطابق ان کے خاوندوں کو بھی ایسا حسن و جمال نصیب ہوگا کہ ان کی نظروں میں ان سے زیادہ کوئی جمال و کمال والا ہوگا ہی نہیں۔ نیز وہ حسن و جمال کے ایسے مقام پر ہوں گی کہ ان کے شوہروں کی نظریں بھی ان کے سوا کسی اور کی طرف اٹھنے ہی نہ پائیں گی۔ اس طرح وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کے علاوہ اپنے شوہروں کی نگاہیں بھی نیچی رکھنے کا ذریعہ بن جائیں گی۔ اور طرفین سے کامل توافق کی وہ عظیم نعمت حاصل ہوگی جو کہ خوشگوار ازدواجی زندگی میں سب سے اہم اور بنیادی عنصر ہے۔ (زاد المسیر، قرطبی، وغیرہ)۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ سو عفت و پاکدامنی اور اپنی نگاہوں کی حفاظت عورت کی اصل قیمت اس کا حقیقی جوہر اور اس کی اعلیٰ صفت ہے۔ اور جنتی عورتوں میں یہ صفات بدرجہ تمام وکمال پائی جائیں گی۔ وہاں کی ہر چیز اعلیٰ وافضل ہوگی، والحمدُ للہ جلّ وعلا۔

۳۳ حورانِ جنت کی ایک خاص صفت کا ذکر و بیان :۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''گویا کہ وہ انڈے ہیں پردوں میں رکھے ہوئے'' رنگ کی صفائی اور عمدگی میں۔ اور بعض مفسرین نے اس سے شتر مرغ کا انڈہ مراد لیا ہے کہ اس میں یہ وصف زیادہ نمایاں اور واضح ہوتا ہے۔ (روح، قرطبی، کبیر وغیرہ)۔ اور اس سے شتر مرغ کے انڈے مراد لینے کے اس احتمال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اہلِ عرب اپنے کلام میں نازنینوں کو اکثر و بیشتر شتر مرغ کے انڈوں ہی سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ اور شتر مرغ کے انڈے سے اس تشبیہ میں ایک اور خاص پہلو یہ ہے کہ عرب لوگ اپنی کنواری لڑکیوں کی حفاظت اور پاکدامنی کے سلسلے میں انکو شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ اس لیے دیا کرتے تھے کہ شتر مرغ اپنے انڈوں کی حفاظت کیلئے اپنی جان لڑا دیتا ہے۔ سو اس تشبیہ میں وہ عورتوں کی عفت، صیانت اور رنگ تینوں چیزوں کا لحاظ کرتے تھے اور ''مکنون'' میں ان کے اچھوتے پن کی طرف اشارہ ہے۔ سو جنت کی وہ عورتیں اپنے حسنِ ظاہر اور اپنی عفت اور پاکدامنی کی باطنی خوبیوں کے اعتبار سے بے مثال ہونگی۔ والحمد للہ جل وعلا۔ سو حسنِ ظاہر کے ساتھ ساتھ حسنِ باطن یعنی ان کی عفت و پاکدامنی کا بھی پایا جانا اور بدرجہ تمام وکمال پایا جانا حورانِ جنت کا ایک ایسا خاص وصف اور انکی ایک ایسی امتیازی شان ہوگی جو ان کے سوا اور کہیں نہ کبھی پائی گئی ہے اور نہ کبھی پائی جانی ممکن ہے۔ کیونکہ جنت کی وہ عظیم الشان نعمتیں اس دنیا میں نہیں پائی جاسکتیں یہ وہیں مل سکیں گی، اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۴۴ اہلِ جنت کے ایک باہمی مکالمے کا ذکر وبیان :- سو اس سے اہلِ جنت کے ایک باہمی مکالمے اور اس پر حق تعالیٰ کے ان سے ارشاد کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو جنتی شخص جب اپنے اس دنیاوی ساتھی کو یاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تم لوگ اس کو دیکھنا چاہتے ہو؟ یعنی ادھر اس جنتی نے یہ بات کہی اور ادھر حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد فرما دیا گیا۔ دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ اس قال کا فاعل وقائل خود وہی جنتی شخص ہو۔ آیتِ کریمہ کے اندر دونوں احتمال موجود ہیں۔ اور معنیٰ دونوں صورتوں میں صحیح ہے۔ اور حضراتِ مفسرینِ کرام سے یہ دونوں ہی قول منقول ومروی ہیں۔ (جامع البیان، خازن اور بیان القرآن وغیرہ)۔ بہرکیف اہلِ جنت جب امن وسکون اور آرام وراحت کے ساتھ جنت کے ان تختوں پر ٹیک لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے تو اس وقت انکے درمیان یہ مکالمہ جاری ہوگا جس کا حوالہ یہاں دیا جارہا ہے۔ اور دنیا میں حق کی خاطر انکو جن مزاحمتوں سے واسطہ پڑا ہوگا اور اس میں انکو جو کامیابیاں نصیب ہوئی ہونگی انکو یاد کرکے ان پر مسرت وشادمانی کی ایک خاص کیفیت طاری ہوگی۔ اسی کا یہاں ذکر فرمایا جارہا ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔

۴۵ جنتیوں کے لیے دوزخیوں کو دیکھنے کا موقع :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر وہ شخص اپنے اس ساتھی کو دیکھنے کے لیے دوزخ کی طرف جھانکے گا۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ جنت بہت عالی مقام پر ہوگی جہاں سے اہلِ جنت جھانک کر اہلِ دوزخ کو دیکھیں گے کہ دوزخ بہت نیچے ہوگی۔ (معارف للکاندھلویؒ وغیرہ)۔ سو اہلِ جنت میں ایک صاحب اپنے پاس بیٹھے ہوئے دوسرے ساتھیوں سے اپنے ماضی کی سرگزشت سناتے ہوئے کہیں گے کہ دنیا میں میرا ایک ملنے والا ہوتا تھا جو مجھ سے بڑے تعجب سے کہا کرتا تھا کہ کیا تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جو قیامت کو مانتے ہیں؟ کیا ہم جب مرکر مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو ہمیں اپنے اعمال کی جزا وسزا کیلئے دوبارہ اٹھایا جائے گا؟ یعنی ایسے نہیں ہوسکتا جیسا کہ منکر لوگوں کا کہنا ہمیشہ رہا ہے۔ سو اپنے اس منکر ساتھی کو یاد کرنے اور اس کے حالِ بد کو دیکھنے اور اس کے حال کا اپنے حال سے مقابلہ کرنے سے جو خوشی اور مسرت اس جنتی خوش نصیب کو ہوگی اس کا اندازہ ہی کون کرسکتا ہے؟ سو اہلِ جنت کی خوشیاں ہمیشہ بڑھتی اور دوبالا ہوتی رہیں گی۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین

۴۶ منکرِ حق دوزخ کے عین بیچ میں۔ والعیاذُ باللہ :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ جونہی وہ جنتی شخص اپنے اس منکرِ حق ساتھی کو جھانک کر دیکھے گا تو وہ اس کو دوزخ کی دہکتی آگ کے عین درمیان میں پائے گا۔ سو اس سے اہلِ جنت کی غیر معمولی قوتوں اور صلاحیتوں کا ایک نمونہ ومظہر سامنے آتا ہے۔ پس اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اہلِ جنت کے قویٰ کس قدر عالی وقوی ہوں گے کہ دوزخ کی طرف نہایت دوری سے جھانکتے ہی وہ اس میں پڑے ایک دوزخی کو فوراً دیکھ لے گا۔ سبحان اللہ! - کیا کہنے جنت اور اس کی نعمتوں کے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ سو وہ اپنے تختوں پر بیٹھے بیٹھے جسکو چاہیں گے دیکھ لیں گے خواہ وہ کتنا ہی دور کیوں نہ ہو اور اس سے بات بھی کرلیں گے۔ اور وہ دوزخیوں کو ایسے احوال کے مقابلے میں جب ان نعمتوں کو دیکھیں گے جن سے وہ سرشار ومالا مال ہونگے تو ان کا لطف وسرور دوبالا ہوتا جائے گا۔ کہ نعیمِ جنت ہر لحاظ واعتبار سے اعلیٰ وبالا اور نفیس وبے مثال ہونگی، اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ

کہے گا اللہ کی قسم تو تو قریب تھا کہ مجھے ہلاکت میں ڈال دیتا (راہ حق سے بہکا کر) اور اگر میرے رب (مہربان) کا فضل میرے شامل حال،

الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿٥٨﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا

نہ ہوتا تو میں بھی یقینی طور پر آج ان لوگوں میں سے ہوتا جو پکڑے ہوئے آئے ہیں ف۳۷ (پھر وہ جنتی اپنی کامیابی کو دیکھتے ہوئے ایک

الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ

کیف کے عالم میں کہے گا کہ) کیا واقعی اب ہمیں موت نہیں آئے گی، سوائے ہماری اس پہلی موت کے جو ہمیں دنیا میں آچکی،

الْعَظِيْمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿٦١﴾ اَذٰلِكَ

اور بس، اور اب ہمیں کوئی عذاب نہیں ہونے کا؟ ف۳۸ بلاشبہ یہی ہے وہ سب سے بڑی کامیابی ف۳۹ ایسی ہی کامیابی کے لئے کام کرنا چاہیئے

خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً

کام کرنے والوں کو، ف۴۰ کیا یہ بہتر ہے مہمانی کیلئے یا تھوہر کا وہ درخت؟ ف۴۱ بلاشبہ اس کو ہم نے فتنہ (اور آزمائش کا سامان) بنا دیا

لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾

ہے ظالموں کے لئے ف۴۲ ﴿٦٣﴾ وہ ایک ایسا ہولناک درخت ہوگا جو دوزخ کی تہ سے نکلے گا، ﴿٦٤﴾

۳۷ ہر نعمت اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم سے:۔ سو اس موقع پر وہ جنتی شخص اپنے اس دوزخی ساتھی اور اس کے حال بد کو دیکھ کر اور سراپا شکر و سپاس بن کر خطاب کر کے کہے گا کہ اللہ کی قسم تو تو قریب تھا کہ مجھے ہلاکت میں ڈال دیتا۔ اور اگر میرے رب کریم کا فضل وکرم مجھ پر نہ ہوتا تو یقینی طور پر میں بھی آج ان لوگوں میں سے ہوتا جو پکڑے ہوئے آئے ہیں۔ سو اس ارشاد سے واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کو ہر نعمت نصیب ہوتی اللہ ہی کے فضل وکرم سے ہے۔ پس دین و دنیا کی جو بھی کوئی نعمت کسی انسان کو میسر ہوتی ہے وہ دراصل اللہ پاک ہی کے فضل وکرم اور اسی کی توفیق وعنایت کا نتیجہ وثمرہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو اپنی کسی لیاقت وقابلیت کا نتیجہ سمجھنے کی بجائے اللہ پاک کا احسان جان کر دل وجان سے اسی کا شکر بجا لانا چاہیئے کہ شکر نعمت کا تقاضا یہی ہے۔ اور اس سے شکر کرنے والے کا خود اپنا ہی بھلا اور فائدہ ہے اور بس۔ و باللہ التوفیق۔ بہر کیف ہر نعمت اور ہر خوبی وکمال اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے حق اور حقیقت یہی اور صرف یہی ہے۔ اللہ ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور ہر قدم خیر اور بہتری ہی کی طرف اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

۴۸ **اہلِ جنت کے بے مثال کیف وسرور کا ایک نمونہ ومظہر:** - سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس پر وہ جنتی شخص کہے گا کہ کیا واقعی اب ہمیں موت نہیں آئے گی۔ یعنی دوزخ کی اس دہکتی بھڑکتی آگ اور وہاں کے اس ہولناک عذاب کو دیکھ کر جس میں اس کا وہ ہم نشیں مبتلا ہوگا اور پھر اس کے مقابلے میں جنت کی ان بے مثال ولازوال نعمتوں پر نظر کرتے ہوئے جن سے وہ حضرتِ حق - جل مجدہ - کے فضل وکرم سے مشرف ومالا مال ہوگا۔ وہ کیف وسرور کے ایک عالم میں ڈوب کر بطورِ استعجاب کہے گا کہ کیا واقعی اب یہ نعمتیں جو ہمیں ملی ہیں ہمیشہ رہیں گی اور ان سے ہم اسی طرح متمتع ومستفید ہوتے رہیں گے اور کبھی ان کا خاتمہ وزوال نہیں ہوگا - فَشَرِّفْنَا بِهَا بِمَحْضِ مَنِّكَ وَكَرَمِكَ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ وَيَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ - بہرکیف اس سے اہلِ جنت کے بے مثال کیف وسرور کا ایک منظر سامنے آتا ہے - اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، یا اکرم الاکرمین

۴۹ **اصل اور حقیقی کامیابی کی نشاندہی:** - سو اصل اور حقیقی کامیابی کی نشاندہی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا اور اداوتِ تاکید اور حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ یہی ہے سب سے بڑی کامیابی۔ یعنی جنت اور اسکی نعمتوں سے سرفرازی جس جیسی دوسری کوئی کامیابی ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی لیے یہاں پر حصر کے ساتھ فرمایا گیا کہ یہی ہے سب سے بڑی کامیابی۔ کیونکہ جنت ہی کی یہ نعمتیں ہیں جو کامل بھی ہیں اور دائمی بھی۔ جبکہ دنیا کی کسی بڑی سے بڑی نعمت کو بھی نہ کمال نصیب ہوسکتا ہے نہ دوام - اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے جنت کی ان عظیم الشان اور بے مثال نعمتوں سے بہرہ ور وسرفراز ہونے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ بہرکیف حصر کے اس اسلوب سے واضح فرمادیا گیا کہ اصل اور حقیقی کامیابی یہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ان خوش نصیب بندوں کو حاصل ہوگی جو آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی پر ایمان ویقین رکھتے ہوئے اور اسکی کامیابی اور فائز المرامی کو پیشِ نظر رکھ کر زندگی گزاریں گے۔ سو جس کو بازی کھیلنا ہو وہ اس کیلئے بازی کھیلے نہ کہ دنیا کی اس عارضی اور فانی نعمتوں کیلئے جو کہ بہر حال ایک عارضی اور فانی چیز ہے کہ ہر کسی نے بہر حال مرنا اور دنیا کے اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے رب کے حضور حاضر ہونا اور وہاں اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا ہے۔ دنیا میں نہ کسی نعمت کو دوام نصیب ہوسکتا اور نہ کسی نعمت پانے والے کو۔ کیونکہ یہاں کی ہر چیز فانی ہے۔ نعمت بھی، اور اسکو پانے والے بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

۵۰ **مسلمان کے لیے مسابقے کے اصل میدان کی نشاندہی:** - سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ مسلمان کے لیے مسابقے کا اصل میدان آخرت کی کامیابی کیلئے محنت وکوشش ہے، نہ کہ دنیا کیلئے اس لیے اس سے آخرت کی کامیابی ہی کو اصل مقصد بنانے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے انداز واسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسی ہی کامیابی کیلئے کام کرنا چاہیے کام کرنے والوں کو"۔ نہ کہ دنیا کی ان کامیابیوں کے لئے جو کہ بہر حال عارضی فانی اور ناقص ہیں۔ بلکہ وہ آخرت کی اس کامیابی کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس لئے اصل کوشش اور محنت آخرت کی اس حقیقی ابدی اور دائمی کامیابی ہی کیلئے کرنی چاہیئے - وباللہ التوفیق - سو انسان کو اپنا اصل مقصد اور حقیقی نصب العین اسی کامیابی کو اپنانا چاہیئے جو اسکو آخرت میں نصیب ہوگی۔ یعنی یہ کہ انسان کو دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت کی ابدی اور سدابہار

نعمتوں سے سرفراز فرما دیا جائے۔ یہی ہے حقیقی کامیابی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ﴾ الایۃ (آل عمران: ۱۸۵)۔ سو عقل اور نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ انسان آخرت کی اس کامیابی ہی کو اپنا اصل مقصد اور حقیقی نصب العین بنائے۔ وباللّٰہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلٰی مایُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔ فَعَلَیْهِ نَتَوَکَّل وبِهٖ نَسْتَعِیْن،

۲۱ دوزخیوں کی اولین دعوت زَقُّوم کا درخت۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور بطور تنبیہ و تخصیص ارشاد فرمایا گیا کہ کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا تھوہر کا وہ درخت؟ اور یہ بھی محض اسمی اور لفظی اشتراک ہے۔ کیونکہ دنیا کے اس تھوہر ''حنظل'' اور آخرت و دوزخ کے اس تھوہر ''زقوم'' کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی دنیا کے سمندروں میں ٹپکا دیا جائے تو وہ ان سب کو اس طرح بگاڑ کر رکھ دے کہ تمام اہل زمین کا جینا دوبھر ہو جائے (اخرجہ الترمذی وغیرہ)۔ اور جب اس کے ایک قطرے کا یہ حال ہوگا تو پھر ان لوگوں کی شقاوت و بدبختی کا اندازہ کون کر سکتا ہے جن کا وہ مستقل طور پر طعام اور کھانا ہوگا۔ ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۔ فَاَعِذْنَا مِنْ کُلِّ نَوْعٍ مِنْ عَذَابِ الْجَحِیْمِ وَشَرِّفْنَا بِالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ فِیْ جَنَّاتِ الْخُلْدِ بِمَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔ سو اس ارشادِ ربانی میں اہلِ جنت کے بعد اہلِ دوزخ کی ضیافت کا ذکر فرمایا گیا ہے اور اس کا آغاز سوال سے فرمایا گیا ہے جو کہ بلاغت کے اسلوبِ بیان کے مطابق زیادہ مؤثر اور اَوْقع فی النفوس ہوتا ہے۔ تاکہ انسان اس بات کو کان کھول کر سنے۔ اور اس کو صدقِ دل سے قبول کر کے اس کے لئے سعی و کوشش کرے، اور اس طرح وہ خود اپنے لیے بہتری اور بھلائی کا سامان کرے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال وفی کل مرحلۃ من المراحل فی الحیاۃ یاذا الجلال والاکرام۔

۲۲ شجرۂ زقوم ظالموں کیلئے ذریعۂ ابتلاء و آزمائش، والعیاذ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ ہم نے اس کو فتنہ اور آزمائش کا سامان بنا دیا ظالموں کے لیے۔ یعنی دنیا میں ابتلاء و آزمائش کا ذریعہ کہ ظالموں نے اس کا مذاق اڑایا اور اس کو جھٹلایا۔ ان کا کہنا تھا کہ بھلا دوزخ کی دہکتی آگ میں کوئی درخت کس طرح ممکن ہوسکتا ہے؟ اور ابوجہل اپنے حواریوں سے کہتا تھا کہ محمد ﷺ ۔ تو تمہیں زقوم سے ڈراتا ہے حالانکہ وہ تو پنیر اور کھجور ہے۔ اور پھر وہ بدبخت پنیر اور کھجور لا کر ان کو کھلاتا اور مذاق اڑاتا۔ سو اس طرح یہ درخت آخرت میں ان کے لئے دوزخ کے اس دائمی عذاب کا ذریعہ بن گیا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم ۔ (ابنِ جریر، ابنِ کثیر اور قرطبی وغیرہ)۔ سو اس طرح شجرۂ زقوم کا ذکر و بیان ظالموں کے کفر و انکار میں اضافے کا باعث بن گیا اور اس طرح ان پر انکے رب کا مقت و غضب اور بھڑکا اور انکے خسارے میں اور اضافہ ہوا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ وَلَا یَزِیْدُ الْکَافِرِیْنَ کُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا وَلَا یَزِیْدُ الْکَافِرِیْنَ کُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴾ ۔ (فاطر: ۳۹)۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ

اس کے شگوفے ایسے (ہولناک اور بد منظر) ہوں گے جیسے شیطانوں کے سر ۶۵ سو ان لوگوں کو

لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ

اس سے کھانا ہوگا، اور (کھانا بھی ایسا کہ) اسی سے ان کو پیٹ بھرنا ہوگا، ۶۶ پھر (مزید یہ کہ) ان کے لئے

عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى

اس پر ملونی ہوگی ایک کھولتے ہوئے (ہولناک) پانی سے، ۶۷ پھر ان کی واپسی دوزخ ہی کی اس (بھڑکتی) دہکتی

الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ

ہولناک آگ کی طرف ہوگی، (یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ) ان لوگوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا ۶۹ (لیکن) پھر بھی یہ لوگ

عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ

(حق کو چھوڑ کر) انہی لوگوں کے نقش قدم پر دوڑتے چلے گئے، ۷۰ اور یقیناً ان سے پہلے لوگوں میں بھی اکثر

۴۳ شجرۂ زقوم کی ہولناکی کے اظہار کے لیے ایک بلیغ تشبیہ کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس درخت کے شگوفے ایسے ہونگے جیسے شیطانوں کے سر"۔ سو یہ تشبیہ تخیلی کہلاتی ہے۔ کیونکہ شیاطین کے سر اگرچہ کسی نے دیکھے نہیں مگر ان کی نحوست وقباحت اور انکی برائی اپنے خیالات میں ایسی پیوست ہوتی ہے کہ گویا کہ وہ ایک محسوس ومبصر چیز ہے۔ اور یہ اسلوب بیان صرف عربی ہی میں نہیں بلکہ ہر زبان میں موجود ہے۔ جیسے کہ ہمارے یہاں کسی کو برائی میں چڑیل اور بھوت اور بھوتنی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اور اچھائی وخوبصورتی میں فرشتہ اور پری سے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی چیز بھی کسی نے دیکھی نہیں ہوتی۔ نہ فرشتے کو کسی نے دیکھا ہوتا ہے اور نہ کسی بھوت یا بھوتنی کو اور نہ کسی چڑیل کو۔ پس ایسی تشبیہات دراصل تخیلات پر مبنی ہوتی ہیں۔ اور یہ بڑی بلیغ اور موثر تشبیہ ہوتی ہے۔ سو اسی بنا پر زقوم کے درخت کے پتوں اور اس کے کانٹوں اور شاخوں کی خباثت وقباحت کو بیان کرنے کے لیے یہ تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ ایک ایسا ہولناک درخت ہوگا جیسا کہ بہت سے شیطان ننگے سر کھڑے ہوں۔ سو شیطانوں کے بارے میں جو خوفناک تصور ذہنوں میں بالعموم پایا جاتا ہے اسکی بنا پر اس تشبیہ سے شجرۂ زقوم کے بارے میں بڑی ہی ہولناک تصویر سامنے آجاتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق وہدایت اور اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے۔ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۴۴ دوزخیوں کے عذاب کی ایک تصویر کا ذکر و بیان :- سو دوزخیوں کے عذاب کے ایک منظر اور اس کی تصویر کے

طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو اسی شجرۂ زقوم سے کھانا ہوگا اور وہ بھی ایسا کہ ان کو اسی سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ پھر مزید یہ کہ ان کے لیے اس پر ملونی ہوگی کھولتے ہوئے پانی سے۔ پھر انکا ٹھکانا دوزخ کی طرف ہوگا۔ معلوم ہوا کہ وہ ''حمیم'' ۔کھولتا ہوا پانی ۔ دوزخ کے اس درک و طبقے سے کہیں باہر اور دور ہوگا جہاں ان کو پانی پلانے کے لئے لے جایا جائے گا۔ اور پھر پلانے کے بعد واپس لاکر دوزخ کی اس دہکتی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ جیسے جانوروں کو جنگل وغیرہ سے پانی پلانے کے بعد لاکر ان کے باڑے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مگر جانوروں سے ان کا حال کہیں برا ہوگا۔ کیونکہ ان کو نہ تو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور نہ واپس لاکر آگ میں ڈالا جائے گا۔ کیونکہ ان لوگوں نے حق کا انکار کر کے اپنے آپ کو جانوروں سے بھی بدتر ۔ ''شَرُّ الْبَرِیَّة'' ۔ ''بدترین مخلوق'' ۔ بنا دیا تھا ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم ۔ سو یہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ایک قول اور احتمال ہے کہ ان لوگوں کو زقوم کھانے اور ماءِ حمیم پینے کے بعد جحیم کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اور یہ بدبخت لوگ کبھی یہاں اور کبھی وہاں اور کبھی اس عذاب میں اور کبھی اس عذاب میں ہونگے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ۔ ﴿یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ آنٍ﴾ ۔ (الرحمٰن: ۴۴) ۔ والعیاذ باللہ ۔ (ابن کثیر، محاسن التاویل، الکبیر اور صفوۃ وغیرہ)۔ جبکہ دوسرا قول و احتمال اس بارے میں یہ ہے کہ زقوم اور حمیم یعنی کھولتا ہوا پانی انکی اولین ضیافت ''نزل'' ہوگی۔ جیسا کہ اوپر آیت نمبر ۶۲ میں اسکی تصریح فرمائی گئی ہے۔ اسکے بعد انکو جحیم کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ (ابوالسعود، فتح القدیر اور معارف وغیرہ)۔ کلماتِ کریمہ میں ان دونوں ہی معنوں کی گنجائش موجود ہے اور ان دونوں ہی صورتوں میں دوزخ کے عذاب کی ہولناکی واضح ہو جاتی ہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے ۔ ہر قدم اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۲۵ گمراہ باپ دادوں کی تقلید باعثِ ہلاکت وتباہی ۔ والعیاذ باللہ العظیم : ۔ سو ان لوگوں کے اس انتہائی ہولناک انجام کے سبب اور اس کے باعث کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا لیکن پھر بھی یہ حق کے مقابلے میں انہی کے نقش قدم پر دوڑے چلے گیے۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ گمراہ باپ دادوں کے طریقوں پر چلنا محرومیوں کی محرومی ہے ۔ والعیاذ باللہ ۔ سو یہ ہے ان کی اس گمراہی اور اس کے نتیجے میں اس تعذیب کی بڑی اور بنیادی وجہ کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کی گمراہی کے باوجود انہی کی پیروی کو گلے لگائے رکھا اور غلط راستے پر چلتے گئے۔ سو گمراہ باپ دادوں کی پیروی ہلاکتوں کی ہلاکت اور محرومیوں کی محرومی ہے ۔ والعیاذ باللہ ۔ سو اس سے مفہومِ مخالف کے طور پر معلوم ہوا کہ باپ دادا اگر ہدایت پر ہوں تو ان کی پیروی و اقتداء جرم و گناہ نہیں، بلکہ وہ تو مطلوب و مامور ہے۔ کہ وہ پیروی دراصل ان کی نہیں ہوتی بلکہ صدق وصواب اور حق و ہدایت کی اس راہ کی ہوتی ہے جس کو انہوں نے اپنایا ہوتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے ۔ ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ الایة (الانعام: ۹۱)۔ سو اندھی تقلید اور اپنے گمراہ باپ دادوں کے طریقوں پر چلنا محرومیوں کی محرومی اور ہلاکت و تباہی کے بڑے عوامل میں سے ہے۔ مگر دنیا ہے کہ محرومی اور ہلاکت کی اسی راہ پر کل بھی چلتی رہی اور آج بھی چل رہی ہے ۔ الا ماشاء اللہ ۔ والعیاذ باللہ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ۔

الْاَوَّلِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ

گمراہ ہی تھے، ﴿۷۱﴾ اور بلاشبہ ہم نے ان میں بھی خبردار کرنے والے (رسول) بھیجے تھے، ﴿۷۲﴾ سو تم دیکھ لو

كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ

کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جن کو خبردار کیا گیا تھا؟ ﴿۷۳﴾ سوائے اللہ کے ان خاص بندوں کے

۱۶۹ اکثریت ہمیشہ گمراہوں ہی کی رہی، والعیاذ باللہ العظیم: - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا، اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ''اور بلاشبہ ان سے پہلے کے لوگوں کی اکثریت بھی گمراہوں ہی کی تھی''۔ پس نہ تو عوام کی اکثریت کا کسی ایک طرف ہو جانا حقانیت کی دلیل ہوسکتا ہے اور نہ ہی عوام کالانعام کی اس اکثریت کا کسی کے خلاف ہو جانا اس کے باطل اور ناحق ہونے کی دلیل بن سکتا ہے۔ کیونکہ اکثریت تو ہمیشہ غلط کاروں اور باطل پرستوں ہی کی رہی۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ پس اس سے آپ کو اپنے دور کی اکثریت کی گمراہی و باطل پرستی پر کوئی غم اور تعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ یہ تو پہلے سے ہی ہوتا چلا آیا ہے کہ اکثریت ہمیشہ غلط کاروں اور باطل پرستوں کی رہی ہے۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ یہ لوگ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر گمراہ - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ - ﴿اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴾ الایة (الفرقان: ۴۴)۔ سو عوام کی اکثریت کی تائید یا مخالفت کسی امر کے حق یا باطل ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ جس طرح کہ مغربی جمہوریت کے پجاریوں اور ہمارے یہاں کے اہلِ بدعت کا کہنا اور ماننا ہے۔ بہر کیف یہاں سے اب کلام کا رخ تاریخی دلائل و شواہد کی طرف مڑ رہا ہے اور اس حوالے سے دورِ حاضر کے منکروں کو بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح کی گمراہی میں آج یہ بدبخت مبتلا ہیں اسی طرح کی گمراہی میں اس سے پہلے کی اکثر قومیں بھی مبتلا رہیں اور بالآخر وہ کیفرِ کردار کو پہنچ کر رہیں۔ سو اس سے ان لوگوں کو درسِ عبرت لینا چاہیے۔ اور اس حقیقت کو جان لینا چاہیے کہ انکار و تکذیبِ حق کا نتیجہ و انجام بہرحال ہلاکت و تباہی ہے۔ ایسوں کو ڈھیل جتنی بھی ملے وہ بہرحال ڈھیل ہی ہوتی ہے جس نے بہرحال اپنے وقت پر ختم ہو جانا ہوتا ہے، والعیاذ باللہ جل وعلا

۱۷۰ تکذیب و انکارِ حق کا نتیجہ بہرحال ہلاکت و تباہی - والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''تم دیکھ لو کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جن کو خبردار کر دیا گیا تھا''۔ سو حق کی تکذیب و انکار کا آخری نتیجہ بہرحال ہلاکت و تباہی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - پس تمہیں ان کے اس انجامِ بد سے عبرت پکڑنی چاہیئے اے لوگو قبل اس سے کہ عمرِ رواں کی یہ تھوڑی سی فرصت جو آج تمہیں میسر ہے ہاتھ سے نکل جائے اور پھر تمہیں ہمیشہ کیلئے پچھتانا پڑے کہ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد پھر یہ دولت کسی طرح واپس ملنے والی نہیں - وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ لمایُحِبُّ ویرید، وَهُوَ الْهَادِیْ اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَالْمُیَسِّرُ لِكُلِّ عَسِیْرٍ - سو دعوتِ حق و ہدایت کو جھٹلانے اور اسکے انکار کا آخری اور لازمی نتیجہ بہرحال ہلاکت و تباہی ہے۔ اور اس بارے ملنے والی ڈھیل اور مہلت سے کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ وہ بہرحال ایک ڈھیل اور مہلت ہی ہوتی ہے جس نے آخرِ کار بہرحال ختم ہو کر رہنا ہوتا ہے - اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے - آمین ثم آمین۔

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع۲

جن کو چن لیا گیا تھا، ف۴۸ ﴿۷۴﴾ اور بلاشبہ نوح نے بھی ہم ہی کو پکارا، ف۴۹ سو ہم کیا ہی خوب فریاد رسی کرنے والے ہیں، ف۵۰ ﴿۷۵﴾

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا

اور ہم ہی نے نجات دی (اور بچا لیا) ان کو بھی، اور ان کے تعلق داروں کو بھی، اس کربِ عظیم سے، ف۵۰ ﴿۷۶﴾ اور ہم نے ان کی

۴۸ صدق و اخلاص ذریعۂ نجات و فلاح: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے" جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے صدق و اخلاص کی بنا پر چن لیا کہ وہ اللہ پاک کے فضل و کرم سے اس انجام و عذاب سے محفوظ رہے کہ انہوں نے راہِ حق و صواب کو پالیا۔ اور اس طرح وہ دارین کی سعادت و سرخروئی اور فوز و فلاح سے سرفراز و بہرہ ور ہو گئے کہ ایسے خوش نصیب لوگ دنیاوی عذاب سے بھی محفوظ رہے اور اسکے بعد اُخروی عذاب سے بھی۔ جبکہ اسکے برعکس ہٹ دھرم اور منکر لوگ اپنے کفر و انکار کے نتیجے میں دنیاوی عذاب میں بھی مبتلا ہوئے اور اسکے بعد آخرت کے دائمی عذاب میں بھی جو کہ دنیاوی عذاب سے کہیں زیادہ سخت، رسوا کن اور دائمی عذاب ہے- والعیاذ باللہ العظیم- جیسا کہ قومِ نوح کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا- ﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴾ الاٰیۃ (نوح: ۲۵) یعنی "اپنی خطا کاریوں کے نتیجے میں بالآخران لوگوں کو غرقاب کر دیا گیا اور پھر ان کو ایک بڑی ہی ہولناک آگ میں ڈال دیا گیا۔ پھر وہ اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی مددگار نہ پا سکے۔"- والعیاذ باللہ- سو صدق و اخلاص اور ایمان و یقین کی دولت ہی ذریعۂ نجات و فلاح ہے- اسکے سوا لوگوں نے جو اور طرح طرح کے سہارے گھڑ رکھے ہیں وہ سب بے بنیاد اور اَوْهَنَ مِنْ بَيْتِ الْعَنْكَبُوْتِ صدق ہیں یعنی وہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ بورے اور کمزور ہیں، پس وحی خداوندی کی اتباع ہی ذریعۂ نجات و فلاح ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ و یرید، وعلی مایُحِبُّ و یرید، وھو الھادی الی سواء السبیل- اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر ثابت قدم رکھے- آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین

۴۹ حضرتِ نوح کے حاجت روا بھی اللہ تعالیٰ ہی: -سو اس سے تصریح فرما دی گئی کہ حضرتِ نوح نے بھی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے اللہ ہی کو پکارا۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور "لقد" کی ڈبل تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ نوح نے بھی ہم ہی کو پکارا- اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کیلئے- جبکہ انہوں نے ساڑھے نو سو برس کی اپنی پیہم اور بے مثال تبلیغ کے بعد اپنی نانہجار قوم سے مایوس ہونے کے بعد کہا تھا- ﴿ اِنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾- (القمر: ۱۰)۔ نیز انہوں نے عرض کیا تھا- ﴿ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴾- (نوح: ۲۶)۔ تو جب حضرتِ نوح جیسا اولوا العزم رسول ابوالبشر ثانی بھی مشکلات میں پھنسنے کے بعد حاجت روائی و مشکل کشائی کے لئے ہم ہی کو پکارتا ہے تو پھر ہمارے سوا اور کون کسی کا حاجت روا و مشکل کشا ہو سکتا ہے؟ اور خود مشکلوں میں پھنسنے والا دوسروں کے لئے مشکل کشا ہو ہی کس طرح سکتا ہے؟ اور جب حضرتِ نوح جیسا اولوا العزم اور عظیم الشان رسول بھی حاجت روا و مشکل کشا نہیں بن سکتا تو پھر اور کوئی کس طرح بن سکتا ہے؟ کہ نبی و رسول کا مرتبہ تو بہرحال باقی ساری مخلوق سے بالا و برتر

ہوتا ہے۔ پھر "یا علی مشکل کشا" کہنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟ پھر مدد کے لئے "یارسول اللہ"، "یا علی"، "یا حسین"، "یا غوث" وغیرہ پکارنا کیونکر روا اور درست قرار پا سکتا ہے؟ اور آج کے ان کلمہ گو مشرکوں کا حال تو اس اعتبار سے اور بھی عجیب ہے کہ یہ ان اولوا العزم رسولوں سے بھی ان امتیوں کا درجہ بڑا مانتے ہیں کہ ان کو حاجت روائی و مشکل کشائی کے لئے پکارتے ہیں نہ کہ ان کو۔ اور انکے نام کے یہ لوگ مختلف خود ساختہ اور شرکیہ نعرے لگاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے "یا خواجہ اجمیری پار لگا دے کشتی میری"۔ کوئی کہتا ہے "بہاء الحق بیڑا دھک"۔ اور کوئی کہتا ہے "یا پیر دستگیر"۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ حضرتِ نوح نے بھی ہم ہی کو پکارا کہ حاجت روا و مشکل کشا سب کے ہم ہی ہیں اور سب ہمارے ہی محتاج ہیں۔ حضرات انبیاء و رسل کی مقدس ہستیاں بھی اسی کی محتاج ہیں کہ حاجت روا و مشکل کشا سب کا وہی وحدہٗ لاشریک ہے، سبحانہ وتعالیٰ۔

۵۰ فریاد رس سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے: ۔سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ ہی سب کی فریاد رسی اور حاجت روائی کرنے والا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا ہی خوب فریاد رسی کرنے والے ہیں ہم"۔ کہ حضرتِ نوح اور ان کے ماننے والوں کو ہم نے کس خوبی کے ساتھ بچایا اور ان کے مخالفین و معارضین کو کس انجام سے دوچار کیا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو اللہ وحدہ لاشریک ہی سب کا حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ انبیاء و رسل تک کی پاکیزہ ہستیاں بھی اسی وحدہٗ لاشریک کی محتاج اور اسی کے در کی سوالی ہیں۔ یہاں تک کہ حضرتِ امام الانبیاء بھی اسی کے حضور دستِ سوال دراز کرتے اور اسی کی تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ جب گھر میں نماز پڑھتے اور اس آیتِ کریمہ سے گزرتے تو ارشاد فرماتے "ہاں اے میرے رب سچ فرمایا تو نے تو ہی سب سے قریب ہے جسے پکارا جائے اور سب سے قریب ہے جس سے امید رکھی جائے۔ تو ہی وہ سب سے عمدہ ہستی ہے جسکو پکارا جائے اور جس سے سوال کیا جائے اور تو ہی سب سے عمدہ کارساز ہے اے میرے رب۔ اور تو ہی ہے سب سے عمدہ مددگار"۔ (تفسیر المراغی وغیرہ)۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ حاجت روا و مشکل کشا سب کا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ حضراتِ انبیاء و رسل بھی اسی کے محتاج ہیں۔ پس جو لوگ مافوق الاسباب طور پر اللہ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ شرک کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

۵۱ نجات دہندہ سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم ہی نے نجات دی نوح کو بھی اور انکے تعلقداروں کو بھی اس کرب عظیم سے"۔ جس میں قوم کی تکذیب و انکار کی وجہ سے آنجنابؑ مبتلا تھے۔ سو درد و کرب سے بچانے والے ہم ہی ہیں اور حاجت روائی و مشکل کشائی ہماری ہی شان اور ہمارا ہی کام ہے۔ اور پیغمبروں اور حضرتِ نوح جیسے اولوا العزم پیغمبروں کے حاجت روا و مشکل کشا ہم ہی ہیں۔ اور یہ سب ہمارے ہی محتاج اور ہمارے ہی در کے سوالی ہیں۔ "اہل" سے مراد یہاں پر آنجناب کے ایماندار اہل و عیال اور دوسرے خاص متعلقین ہیں۔ سو حضرتِ نوح کو اور آپ کے ان ایماندار ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و عنایت سے اس ہولناک عذاب سے بچا لیا جس میں نوح کی پوری قوم مبتلا ہوئی اور اپنے انتہائی ہولناک انجام کو پہنچ کر رہی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو حاجت روا و مشکل کشا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ساری مخلوق جیسا کہ انبیاء و رسل بھی اسی وحدہٗ لاشریک کے محتاج اور اسی کے در کے سوالی ہیں، سبحانہ وتعالیٰ۔

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾

نسل کو ہی کر دیا (ہمیشہ) باقی رہنے والی، ؁۵۲ ﴿۷۷﴾ اور ہم نے (آپ کی تعریف و توصیف اور) آپ کا ذکر خیر چھوڑ دیا پچھلوں میں، ؁۵۳ ﴿۷۸﴾

۵۲ **نسلِ نوح کو باقی رکھنا بھی اللہ ہی کی شان:** - سو ارشاد فرمایا گیا اور ہم نے ان ہی کی نسل کو باقی رکھا۔ یعنی حضرتِ نوح کی نسل کو اور آپ کے مخالفین و معارضین سب مٹ کر رہے۔ نیز یہ کہ آئندہ جو نسل چلی وہ آپ ہی کے اہل و اَتباع سے چلی۔ اسی لئے آپ کو "ابوالبشر ثانی" بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپؑ نے دعا کی تھی کہ "اے میرے رب ان کافروں میں سے کسی کو بھی روئے زمین پر زندہ نہیں چھوڑنا" (نوح: ۲۶)۔ سو ہم نے آپؑ کی اس دعا و درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازا کہ ہم اپنے بندوں کی دعاؤں کو بڑے ہی عمدہ طور پر قبول کرنے والے ہیں۔ سو حضرتِ نوح کے بعد تمام نسلِ انسانی آپؑ کے تینوں بیٹوں سام، حام اور یافث ہی سے چلی۔ باقی سب لوگ اور پوری قومِ نوح ہلاکت و تباہی کے گھاٹ پر اتر کر رہی، اور ان کو ہمیشہ کے ہولناک عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔ اور یہی آخری نتیجہ و انجام ہوتا ہے حق کے منکروں اور تکذیب کرنے والوں کا - والعیاذ باللہ - اور آپ کے خاندان کے باقیماندہ ان گنتی کے نفوس میں جنہوں نے صدقِ دل سے حق کو قبول کیا تھا ان کے وجود میں ایسی برکت رکھی گئی کہ اسکے بعد انہی کی نسل سے پوری روئے زمین بھر گئی - فالحمد للہ ربّ العالمین - سو معاملہ سب کا سب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے - سبحانہ و تعالیٰ - وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے۔ جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ

۵۳ **حضرتِ نوح کے لیے ذکرِ خیر کی عظیم الشان بشارت کا ذکر و بیان:** - سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم نے آپؑ کا ذکرِ خیر چھوڑ دیا پچھلوں میں"۔ سو دشمنوں کی تمام تر مخالفت کے علی الرغم اللہ تعالیٰ نے حق کی اس دعوت کو فروغ بخشا جس کے لیے آنجناب نے زندگی بھر محنت فرمائی اور مشقت اٹھائی تھی۔ اور آپ کے اخلاف میں حق کے ایسے علمبردار اور مخلص و وفادار اور جاں نثار پیدا ہوئے جو حق کی دعوت ہمیشہ دیتے رہے اور آپ کا ذکرِ خیر باقی رہا۔ اور ایسا کہ آج تک دنیا آپ کا نامِ نامی عزت و احترام سے لیتی ہے اور قیامت تک لیتی رہے گی۔ اور صلوٰۃ و سلام کے تحفے بھی آپؑ کی جناب میں برابر پیش کئے جاتے رہیں گے - علی نبینا و علیه افضل الصلوة و التسلیم - سو حضرتِ نوح کی اس سرگزشت میں ایک طرف تو حضرتِ امام الانبیاء کیلئے تسلیہ و تسکین کا سامان ہے کہ آج جس تکذیب کا سامنا آپ کو کرنا پڑ رہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی حضرات انبیائے کرام کے ساتھ بھی ایسے ہی ہوتا آیا ہے۔ لہٰذا آپ بھی اسی طرح صبر و استقامت سے کام لیں جس طرح کہ ان حضرات نے لیا۔ انجامِ کار کامیابی بہرحال آپؐ ہی کی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾ الاية (الاحقاف: ۳۵) اور دوسری طرف اس میں صنادیدِ قریش کیلئے یہ درسِ عبرت ہے کہ اگر تم لوگ کفر و انکار اور تکذیبِ حق کی اپنی اس روش سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی وہی ہوگا جو پہلی قوموں کا ہو چکا ہے کہ اللہ کا قانون سب کیلئے ایک اور بے لاگ ہے۔ اور تیسری طرف اس میں حضرت نوح کی کامیابی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ کے دشمنوں کے علی الرغم آپ کی دعوت پچھلوں میں باقی رہی اور ایک گروہ اس پر ہمیشہ قائم رہا جبکہ آپ کے مخالفین و منکرین سب کے سب ہمیشہ کے لیے فی النار والسقر ہو گئے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین،

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۰﴾

سلام ہو نوح پر تمام جہان والوں میں، ۵۴ ﴿۷۹﴾ بے شک ہم اسی طرح صلہ (اور بدلہ) دیتے ہیں نیکو کاروں کو، ۵۵ ﴿۸۰﴾

۵۴ حضرتِ نوح کے لیے برکت اور سلامتی کی بشارت: -- سوارشاد فرمایا گیا "سلام ہو نوح پر سب جہانوں میں"۔ سو اس ارشاد میں حضرتِ نوح کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان انعام کا ذکر ہے۔ اس ارشاد کا تکرار آگے کے سب انبیائے کرام۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ کے ذکر کے ساتھ بھی آتا جائے گا۔ سو معلوم ہوا کہ "علیہ السلام" صرف انبیائے کرام کا حق اور انہی کا امتیاز واختصاص ہے۔ اس لئے حضرات انبیائے کرام کے سوا کسی اور کے لئے ایسا کہنا درست نہیں۔ اسی طرح "رضی اللہ عنہ" صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام کے علاوہ اور کسی کے ساتھ ترضی کا یہ لفظ استعمال کرنا درست نہیں۔ پس "علی علیہ السلام" اور "حسین علیہ السلام" وغیرہ کہنا جس طرح کہ آج کل عام طور پر کہا جاتا ہے جائز نہیں۔ بلکہ "علی رضی اللہ عنہ" اور "حسین رضی اللہ عنہ" کہنا چاہیئے۔ نیز ہمارے یہاں کے اہل بدعت جو اپنے بڑے حضرتوں اور ان کے اَتباع و اَذناب کے لئے "رضی اللہ عنہ" کہتے ہیں وہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہ صحابہ کرام کا حق ہے کہ اصطلاحاً یہ لفظ انہی کے ساتھ خاص ہوگیا ہے۔ صحابہ کرام کے بعد کے بزرگوں کے لئے "رحمہ اللہ" وغیرہ الفاظ کہے جاسکتے ہیں اور کہنے چاہئیں۔ لیکن "رضی اللہ عنہ" نہیں کہ یہ حضرات صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے۔ بہرکیف یہاں پر اس ارشاد سے حضرتِ نوح کو دنیا وآخرت دونوں میں سلامتی اور برکت کی عظیم الشان بشارت سے نوازا گیا ہے اور یہ ایک عظیم الشان اور بے مثال بشارت ہے جس سے آنجناب کو نوازا گیا۔ علیہ الصلاۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین

۵۵ نیکو کاروں کے لیے جزائے خیر کے قانونِ عام کا ذکر و بیان: -- سوارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو"۔ کہ دنیا میں بھی ان کی فریاد رسی اور حاجت روائی ومشکل کشائی کرتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کو بے مثال اور لازوال نعمتوں سے نوازتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحْسِنِیْ عِبَادِکَ بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَا مَنْ لَّاحَدَّ لِکَرَمِهٖ وَلَا نِهَایَةَ لِمَنِّهٖ وَاِحْسَانِهٖ - بہرکیف حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ نے اپنے اس ارشاد سے واضح فرمادیا کہ ہمارا یہ معاملہ صرف حضرتِ نوح ہی سے خاص نہیں بلکہ تمام نیکو کاروں کیلئے عام ہے۔ اس سے پہلے کے نیکو کاروں کے ساتھ بھی ہمارا معاملہ یہی رہا اور آئندہ بھی یہی رہے گا۔ یہ فضیلت وعنایت کسی ذات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اسکا تعلق صفات سے ہے۔ جو بھی احسان کی صفت اپنے اندر پیدا کریں گے انکو اس صلہ و انعام سے نوازا جائے گا۔ سو احسان کی صفت بڑی عظیم الشان صفت ہے۔ ایسی عظیم الشان جو کہ انسان کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز کرنے والی صفت ہے۔ اور اس صفت کی اساس و بنیاد ہے صدق واخلاص جس کا مرکز ومحل انسان کا قلب وباطن ہے۔ اور اس کے بعد خارج میں اس کا مظہر حسنِ عمل ہے۔ سو انسان جو کام کرے صدق واخلاص کے ساتھ اور رب کی رضا وخوشنودی کے لیے کرے۔ اور پھر جو عمل کرے وہ اللہ اور اس کے رسول کی ہدایات وتعلیمات کے مطابق کرے۔ صحت وسلامتی اور نجات وفلاح کی راہ یہی اور صرف یہی ہے۔ وبالله التوفيق لمايُحِبُّ ويريد، وعلى مايُحِبُّ ويريد، وهو الهادي الى سواء السبيل، بكل حالٍ مِّنَ الاحوال،

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۱ ثُمَّ اَغْرَقْنَا

بلاشبہ وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے، (۸۱) پھر ہم نے غرق کر دیا

الْاٰخَرِيْنَ ۝۸۲ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝۸۳ اِذْ جَآءَ

باقی سب کو، اور بلاشبہ انہی کے گروہ میں سے، (حضرت) ابراہیم بھی تھے، ۵۶ (ان کا وہ وقت بطور خاص یاد کرنے کے لائق ہے کہ) جب

رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝۸۴ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا

وہ حاضر ہوئے اپنے رب کے حضور قلب سلیم کے ساتھ، ۵۷ جب کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے (ان کے ضمیروں کو جھنجھوڑتے

تَعْبُدُوْنَ ۝۸۵ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝۸۶

ہوئے) کہا کہ کیا ہیں یہ چیزیں جن کی پوجا تم لوگ کر رہے ہو؟ کیا تم اللہ کے سوا جھوٹے (اور من گھڑت) معبود چاہتے ہو؟ ۵۸ (۸۶)

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۷ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝۸۸

آخر کیا گمان ہے تم لوگوں کا پروردگار عالم کے بارے میں؟ (۸۷) پھر (ایک موقع پر) انہوں نے ایک (معنی خیز) نظر ڈالی ستاروں میں ۵۹ (۸۸)

وقف لازم

۵۶ حضرتِ ابراہیم کی داستان عبرت و بصیرت کا حوالہ و ذکر: — سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا "اور بلاشبہ انہی کے گروہ میں سے حضرتِ ابراہیم بھی تھے"۔ شیعہ دراصل اس گروہ اور جماعت کو کہا جاتا ہے جو دین اور طریقہ میں باہم دگر اشتراک رکھتے ہوں۔ حضراتِ انبیائے کرام۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ چونکہ اصولِ دین میں باہم متحد و متفق ہوتے ہیں اس لئے ان کو ایک ہی جماعت کہا جاتا ہے۔ اسی لئے یہاں فرمایا گیا کہ حضرتِ نوح کے گروہ میں سے ہی حضرتِ ابراہیم بھی تھے۔ کیونکہ آپ بھی اسی دین اور اسی دعوت کے حامل اور علم بردار تھے جو حضرت نوح لے کر آئے تھے۔ (جامع البیان، روح، قرطبی، مدارک، معارف، بیضاوی اور کبیر وغیرہ)۔ اسی لئے گمراہوں کے ہر ایک ایسے ٹولے کو بھی قرانِ پاک میں "شیعہ" کہا گیا ہے۔ جنہوں نے ایسے ہی خود ساختہ اور باطل عقائد و نظریات کی بنیاد پر گروپ بندی کی ہو کہ ایسے ہر گروہ کے لیڈر اور گروہ سربراہ کو دوزخ میں ڈالنے کے لئے سب سے پہلے کھینچ کر باہر لایا جائے گا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ، ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا﴾ ۔ (مریم: ۶۹-۷۰)۔ یعنی "پھر ہم ان منکروں اور گمراہوں کے ہر گروہ میں سے ہر ایسے شخص کو کھینچ کر لے آئیں گے جو ان میں سے خدائے رحمٰن کی سرکشی میں سب سے آگے تھا۔ پھر ہم خود خوب جانتے ہیں ایسے لوگوں کو جو دوزخ میں جھونک دیے جانے کے زیادہ لائق ہونگے"۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین

۵۷ حضرتِ ابراہیم کی حنیفیت کاملہ کا حوالہ و ذکر: — سو حضرتِ ابراہیم کی حنیفیتِ کاملہ، اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی پوری

یکسوئی اور آنجناب کے کمالِ صدق واخلاص کے حوالے کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب وہ حاضر ہوئے اپنے رب کے حضور قلبِ سلیم کے ساتھ''۔ یعنی ہر قسم کے شرک وشک، کفر ونفاق اور بدعت وانحراف سے۔ اور توحید فطرت پر قائم ہر طرح کے دنیاوی شوائب وشواغل سے پاک وصاف اور طاہر ونقی دل کے ساتھ۔ (المراغی، المحاسن اور الصفوۃ وغیرہ)۔ بہرکیف یہ حضرتِ ابراہیم کے کمالِ صدق واخلاص اور آپؑ کی کامل حنیفیت کی تعبیر ہے جس کا ذکر دوسرے مختلف مقامات پر بھی فرمایا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِلّٰہِ حَنِیْفًا وَلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾۔ (النحل: ۱۲۰) سو قلبِ سلیم سے مراد ہر وہ دل ہے جو شرک ونفاق وغیرہ کے امراض سے بالکل پاک اور محفوظ ہو۔ اور ایسے ہی دل کی اللہ تعالیٰ کے یہاں قدر وقیمت ہے۔ چنانچہ سورۂ شعراء میں ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ﴾۔ (الشعراء: ۸۸-۸۹)۔ مالک الملک! ہمیں ایسے ہی دل کے ساتھ اپنے حضور حاضری نصیب فرما۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ بہرکیف ان ارشادات سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے ہی قلوبِ سلیمہ کی قدر وقیمت ہے جو شرک ونفاق کے امراض سے پاک ہوں کہ ایسے ہی دل ہیں جن کی وفاداری منقسم نہیں ہوتی اور ان کی تمام تر محبت و اطاعت اللہ وحدہ لاشریک ہی کے لیے ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ حق وہدایت کی دولت سے سرشار ومالا مال اور نورِ علم ومعرفت سے منور ومعمور ہوتے ہیں۔ وباللہ التوفیق لمایُحبُّ ویرید، وعلی مایُحبُّ ویرید۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ وضلال سے کے ہر شائبہ سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا اکرم الاکرمین۔

۵۸ حضرتِ ابراہیم کا مشرکوں سے سوال: -سو اس سے حضرتِ ابراہیم کے اپنی مشرک قوم سے ضمیروں کو جھنجھوڑنے والے ایک سوال کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو حضرتِ ابراہیم نے اپنی مشرک قوم کے دلوں پر دستک دیتے ہوئے اور انکے ضمیروں کو جھنجھوڑتے ہوئے ان سے فرمایا ''آخر تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین کے بارے میں؟''۔ اے مشرکو! جو تم ان بے جان وبے حقیقت مورتیوں کو اس کا شریک وسہیم ٹھہرا رہے ہو۔ آخر تم نے اس وحدہ لاشریک کے بارے میں کیا تصورات قائم کر رکھے ہیں اور اس کو تم لوگ کیا جانتے اور مانتے ہو؟ ولَنِعْمَ ما قیل۔ بتوں کو جو خدا مانتے ہیں وہ خدا کو خدا جانے کیا جانتے ہیں۔ بہرکیف حضرتِ ابراہیم نے اپنے اس مختصر مگر نہایت موثر اور دلوں کو جھنجھوڑنے والے ارشاد کے ذریعے ان لوگوں کے دلوں کو دستک دی اور انکو جھنجھوڑا کہ تم لوگ جو اللہ وحدہ لاشریک کے سوا ایسے خود ساختہ بتوں اور من گھڑت معبودوں کی پوجا پاٹ پر چپکے بیٹھے ہو آخر تمہارا پروردگارِ عالم کے بارے میں کیا گمان ہے؟ اور تم نے اس کیلئے کیا سوچ اور سمجھ رکھا ہے؟ کیا تم نے اسکے بارے میں سمجھ رکھا ہے کہ وہ تنہا تمہاری ضرورتوں کی کفالت اور تمہاری حفاظت سے عاجز وقاصر ہے؟۔ والعیاذ باللہ۔ جو تم نے اسکے یہ خود ساختہ شریک گھڑ رکھے ہیں؟ یا تم نے اسکے بارے میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اکیلا اپنی اس کائنات کا نظام نہیں چلا سکتا۔ اس لیے تم نے اسکے لیے یہ من گھڑت مددگار فرض کر رکھے ہیں؟ یا تم لوگ اس خدائے علیم وخبیر کے بارے میں اس وہم میں مبتلا ہو کہ وہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر شخص کے حالات سے باخبر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے تم نے اس کے لیے ایسے وسائل و وسائط فرض کر رکھے ہیں؟ یا تم لوگ اسکے عدل وانصاف اور رحم وکرم سے مایوس ہو جسکی بنا پر تم نے اسکی رحمت حاصل کرنے کیلئے اور اسکی بارگاہ میں بات کرنے کیلئے اپنے یہ سفارشی ٹھہرا رکھے ہیں؟ مطلب یہ کہ جب تک خداوندِ قدوس کے بارے میں کسی کی کھوپڑی میں اس طرح کی کوئی بدگمانی اور ٹیڑھی سوچ نہ ہو اس وقت تک وہ ایسے خود ساختہ معبود گھڑنے کے ننگ اور انکے آگے جھکنے اور سجدہ ریز ہونے کی ذلت آخر کیسے اور کس طرح برداشت کر سکتا ہے؟ اور جن لوگوں کی کھوپڑیوں میں اس

طرح کی کوئی کج فہمی موجود ہو تو ان کو چاہیئے کہ اپنی ایسی کج فہمی کی اصلاح کرلیں۔ اور اس حقیقت صادقہ اور امر واقعی پر یقین کرلیں کہ وہ خداوند قدوس و قادر ایسے تمام تصورات سے پاک اور ان سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ مگر جن لوگوں کی مت ماری جاتی ہے اور کفر و شرک کی بدبختی اور نحوست ان پر چھا جاتی ہے ان کو سیدھی بات سمجھ نہیں آتی اور وہ اندھے اور اوندھے ہو کر اسی طرح کے کسی ہولناک گڑھے میں جا گرتے ہیں اور پھر وہ کفر و شرک کے ایسے گھمبیر اور ہولناک اندھیروں میں ڈوب کر رہ جاتے ہیں کہ ان کو کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں راہ حق وصواب پر قائم۔ اور اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے۔ اور ہر قدم اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں ہی پر اٹھانے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔ وانَّهُ سبحان وتعالی سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبٌ، وعلیٰ مایشاءُ قدیر۔ سبحانهٗ وتعالیٰ،

۵۹ حضرتِ ابراہیم کی طرف سے بت شکنی کی اسکیم کا ذکر و بیان:۔ سو اس سے معبودانِ باطلہ کے خلاف دستی کارروائی اور بت شکنی کے لیے حضرت ابراہیم کی ایک اسکیم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''پھر انہوں نے ایک۔ معنیٰ خیز۔ نظر ڈالی ستاروں میں۔ جیسا کہ غور و خوض کے وقت عام طور پر ہوتا ہے۔ اور ﴿نظرۃً﴾ اور ﴿فی﴾ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ نیز اس سے ان مشرکوں کو بھی دھوکہ لگا اور ان کی عقلوں پر مزید پردہ پڑا کہ وہ ستاروں میں تاثیر مانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرتِ ابراہیم کی کوئی پروانہ کی اور ان کو اپنے ٹھاکروں کی خبر لینے کے لئے پیچھے چھوڑ کر وہ خود اپنے میلے پر روانہ ہوگئے۔ سو حضرتِ ابرہیم کو جب موقع ملا تو آپ مشرکوں کے ان خود ساختہ پیشواؤں اور من گھڑت خداؤں کے اس امام باڑے اور ٹھاکر خانے میں جا گھسے تاکہ بت شکنی کے اس ارمان کو پورا کرسکیں جو ایک عرصہ سے آپؑ کے قلبِ طاہر میں موجود و موجزن تھا۔ سو آج آپ کو اسے پورا کرنے کی سعادت بالآخر نصیب ہوگئی۔ اور قدرت کے اس عجوبہ کو لوگوں نے اپنی کھلی آنکھوں دیکھا۔ اور قیامت تک آنے والی دنیا کیلئے یہ نمونہ عبرت و بصیرت قائم ہوگیا کہ آزر جیسے بت گر، بت پرست اور بت فروش مشرک کے گھر میں ابراہیم جیسا بت شکن فرزند جلیل پیدا ہوتا ہے اور نمونہ قدرت ہے اس ربِّ قدیر و حکیم کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کا جو۔ ﴿یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ﴾ الایة۔ کی شان کا مالک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو حضرتِ ابراہیم نے مشرکوں کے ان خود ساختہ مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں پر قوتِ ایمان و یقین سے بھرپور کچھ ایسی ضربیں لگائیں کہ انکو ریزہ ریزہ اور چکنا چور کرکے رکھ دیا۔ سوائے انکے بڑے ٹھاکر کے کہ اس کو آپ نے چھوڑ دیا کہ اس میں مشرکوں کی تذلیل و تحقیر اور نکبت کا ایک اور پہلو حضرتِ ابراہیمؑ کے پیشِ نظر تھا۔ چنانچہ حضرتِ ابراہیم کے بت شکنی کے اس ایمان افروز اور عبرت انگیز واقعے اور عظیم الشان قصے کا ذکر و بیان اس طرح فرمایا گیا۔ ﴿فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا کَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ﴾ الایة (الانبیاء:۵۸)۔ سو ابراہیم نے موقع پاتے ہی ان سب کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے رکھ دیا سوائے ان کے بڑے کے تاکہ وہ اس کیطرف لوٹ سکیں۔ بہرکیف ان مشرکوں کے سامنے حضرتِ ابراہیم کا یہ جواب و ارشاد آپ کی اس سکیم کا ایک حصہ تھا جس کے مطابق آپ مشرکین کے ان معبودانِ باطلہ کے خلاف دستی کارروائی کرنا چاہتے تھے جو کہ تغییرِ منکر کا پہلا اور سب سے بڑا درجہ اور مرتبہ ہے۔ سو اس طرح آپ نے عقل کے اندھے اور مت کے مارے ان مشرکوں کے خود ساختہ خداؤں کو چورا چورا کرکے ایک عظیم الشان اور بے مثال کارنامہ انجام دیا۔ علی نبینا وعلیه الصلاة والسلام۔ اور یہی تقاضا ہے غیرتِ ایمانی کا۔ وباللہ التوفیق لما یحبّ ویرید، وعلی ما یحبّ ویرید

فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰۤی

اور کہا میری طبیعت کچھ خراب ہے، ف۶۰ ﴿۸۹﴾ اس پر وہ لوگ آپ کے یہاں سے (لاپرواہی کے ساتھ) چلے گئے پیٹھ موڑ کر، ﴿۹۰﴾ سو ان کے پیچھے

اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

آپ چپکے سے پہنچ گئے ان کے معبودوں کے پاس، پھر (ان کی تذلیل وتحقیر کے لئے ان سے) کہا کیا تم کھاتے نہیں ہو؟ ﴿۹۱﴾ تمہیں کیا

فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْیَمِیْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

ہو گیا کہ تم بولتے بھی نہیں ہو، ف۶۱ ﴿۹۲﴾ پھر آپؑ پل پڑے ان (کے ان ٹھاکروں) پر ضربیں لگاتے ہوئے دائیں ہاتھ سے، ﴿۹۳﴾ ادھر وہ لوگ (اپنے

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا

معبودوں کا یہ حشر معلوم ہونے پر) آپ کے پاس پہنچ گئے دوڑتے ہوئے، ﴿۹۴﴾ تو آپ نے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ ان چیزوں کی

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ﴿۹۷﴾

پوجا (اور بندگی) کرتے ہو، جن کو تم خود (اپنے ہاتھوں سے تراش) تراش کر بناتے ہو؟ و۶۲ ﴿۹۵﴾ حالانکہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے تم کو بھی،

۶۰ حضرتِ ابراہیمؑ کی طرف سے خرابیٔ طبع کا عذر اور اس کا مطلب؟:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ابراہیم نے ان سے کہا کہ میری طبیعت کچھ خراب ہے''۔ اور ظاہر ہے کہ اتنے بڑے موحد بلکہ ابوالانبیاء اور رئیس الموحدین کے لئے اس سے بڑھ کر سقم اور ناسازیٔ طبع اور کیا ہو سکتی تھی کہ ان کی قوم کھلم کھلا بتوں کو پوجتی پکارتی اور ان کو مشکل کشا و حاجت روا مانتی ہو۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ جسمانی طور پر بھی آپ کی طبیعت کچھ علیل ہوئی ہو۔ کیونکہ کچھ نہ کچھ عارضہ تو یوں بھی ہر کسی کو رہتا ہی ہے۔ مگر چونکہ ظاہری طور پر آپؑ ٹھیک تھے اور آپؑ نے توریہ کے طور پر یہ بات فرمائی تھی جو کہ ضرورت کے موقع پر جائز بلکہ مندوب و مطلوب ہے۔ اس لئے آپؑ کے مقامِ رفیع کے اعتبار سے حدیث میں اس کو کذب فرمایا گیا اور اس کو ''ثلث کذبات'' میں سے ایک قرار دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت آدمؑ کے بارے میں فرمایا گیا- ﴿وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی﴾ - کہ اس میں حضرتِ آدم کی اجتہادی لغزش کو معصیت و گمراہی قرار دیا گیا۔ حالانکہ انہوں نے اس کا کوئی ارادہ ہی نہیں فرمایا تھا۔ اور خود قرآنِ کریم اس کی تصریح کرتا ہے- ﴿وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ - اور توریہ کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایسا محتمل اور ذو معنیین لفظ بولا جائے جس کے دونوں معنوں میں سے متکلم کی مراد معنیٰ بعید ہو۔ اور مخاطب اس کا قریب کا معنیٰ سمجھ رہا ہو۔ جیسا کہ سفرِ ہجرت کے موقع پر جب کفار نے حضرتِ صدیقِ اکبرؓ سے آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- کے بارے میں پوچھا تھا کہ یہ کون ہیں؟ تو آپؓ نے جواب دیا تھا- ''رَجُلٌ یَهْدِیْنِی السَّبِیْلَ'' - کہ ''یہ ایک ایسا شخص ہے جو مجھے راستہ بتاتا ہے''۔ اور ظاہر ہے کہ اس حقیقت میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ پیغمبر تو ہوتا ہی ''ہادی'' ہے۔ یعنی ''راستہ بتانے والا''۔ مگر کفار نے حضرتِ صدیقؓ کے اس

جواب سے یہ سمجھا کہ یہ ظاہری راستہ بتانے والا کوئی شخص ہے۔ جب کہ حضرتِ صدیق اکبر۔ رضی اللہ عنہ۔ کا مقصد تھا کہ یہ مجھے حق اور حقیقت کا راستہ بتاتے ہیں جو کہ نبی کے سوا اور کوئی بتا ہی نہیں سکتا۔ پس اب تو ''ثلث کذبات'' والی حدیث پر کسی رد وقدح اور شک وانکار کی ضرورت وگنجائش ہی نہیں کہ یہ حدیث سند وثبوت کے اعتبار سے بالکل صحیح اور ایک بے غبار حدیث ہے۔ اور نہ ہی اس کی بناء پر حضرتِ ابراہیم۔علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام۔ کے مقامِ رفیع پر اس سے کوئی حرف آتا ہے۔ والحمد للہ۔ سو حضرتِ ابراہیم کا یہ جواب بھی آپ کی اسی سکیم کا حصہ تھا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ جس کے تحت آپ نے بت شکنی کا وہ بے مثال کارنامہ انجام دیا۔ جو ہی دنیا تک لوگوں بینارۂ رشد وہدایت کی جنت سے باقی رہے گا۔ علیہِ الصَّلٰوۃُ والسلام

۶۱ حضرتِ ابراہیم کی طرف سے معبودانِ باطلہ کی زبانی تحقیر وتذلیل: ۔ سو حضرتِ ابراہیم نے انکے ان معبودانِ باطلہ کے خلاف دستی کارروائی سے پہلے ان کی زبانی کلامی تحقیر وتذلیل کیلئے ان سے کہا ''کیا تم کھاتے نہیں ہو؟''۔ یعنی ان کی تذلیل وتحقیر کے لئے فرمایا کہ یہ مٹھائیاں اور شیرینیاں جو تمہارے سامنے پڑی ہیں اور نذر ونیاز کے یہ مال اور میوے جو تمہارے آگے رکھے ہیں یہ یونہی پڑے ہیں تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ اور تم ان پر بیٹھنے والی مکھی کو بھی نہیں ہٹا سکتے۔ تو پھر کتنے احمق ہیں وہ لوگ جنہوں نے تم کو اپنا معبود قرار دے کر خدائی کے منصب پر بٹھا رکھا ہے؟۔ سو یہ مشرکوں کی مت ماری کا ایک کھلا اور واضح ثبوت اور انکی مت ماری اور اوندھے پن کا اظہار وبیان ہے۔ سو حضرتِ ابراہیم کے اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جس وقت آپ نے بت شکنی کا یہ انتہائی قدم اٹھانے کا ارادہ فرمایا اور مشرکوں اور بت پرستوں کے اس استھان اور گڑھ میں داخل ہو کر یہ کارروائی کرنا چاہی جس کو ان لوگوں نے بہت کچھ سجا بنا کر رکھا ہوگا، اور جس کے ساتھ اسکی عظمت کی بہت کچھ جھوٹی داستانیں اور من گھڑت افسانے وابستہ کر رکھے ہونگے۔ سو اس سب کے باوجود اس وقت حضرتِ ابراہیم پر کسی طرح کے خوف، ڈر یا گھبراہٹ کا کوئی اثر نہیں تھا۔ بلکہ آپ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ اور خوشگوار موڈ میں تھے۔ اور یہی شان ہوتی ہے موحد انسان کی کہ وہ اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ ورنہ ایمان کی اس قوت سے محروم ایک عام انسان ایسے کسی درخت کو کاٹنے یا کپڑے کی ایک جھنڈی کے اکھاڑنے سے بھی ڈرتا رہتا ہے۔ سو کتنی عظیم الشان قوت اور عظمتِ شان سے سرفراز کرتا ہے انسان کو یہ عقیدۂ توحید اور یہ نورِ ایمان ویقین۔ فالحمد للہ الذی شرفنا بنعمۃ الایمان والیقین ۔ اللھم فزدنا منہ و ثبتنا علیہ ۔ اللہ تعالیٰ ایمان ویقین کی کمال قوت سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۶۲ حضرتِ ابراہیم کی طرف سے مشرکوں کی تجہیل وتحمیق ان کے منہ پر: ۔ سو حضرتِ ابراہیم نے ان لوگوں کے ضمیر کو جھنجوڑنے کے لیے اور ان کے رو در روانکی تجہیل وتحمیق کرتے ہوئے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ ان چیزوں کی پوجا کرتے ہو جن کو تم اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو؟۔ یعنی کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ اور تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟ کہ اپنے ہاتھوں کی تراشی ہوئی ان مورتیوں کو اپنا حاجت روا ومشکل کشا سمجھ کر ان کو پوجتے پکارتے ہو۔ افسوس کہ آج کا کلمہ گو مشرک بھی اسی جہالت وحماقت میں مبتلا ہے۔ وہ بھی طرح طرح کی بے حقیقت اور بے بنیاد چیزوں کو حاجت روا ومشکل کشا قرار دے کر انکو پوجتا پکارتا اور ان کے آگے جھکتا ہے۔ اور ان خود ساختہ اور فرضی ''سرکاروں'' کے لئے مراسمِ عبودیت بجالاتا ہے جنکی نہ کوئی اصل ہے نہ بنیاد۔ محض مفروضے اور اوہام وتخیلات ہیں وغیرہ وغیرہ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ بہر کیف حضرتِ ابراہیم نے شرک کی بیخکنی کے لیے اپنے اس ارشاد سے ایک اور ضرب لگائی اور ان لوگوں کے مونہوں پر انکی تجہیل وتحمیق فرمائی۔

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّيْ

اور ان تمام چیزوں کو بھی جن کو تم لوگ بناتے ہو، ۶۳ ﴿۹۶﴾ اس پر وہ لوگ (آگ بگولہ ہو کر) بولے کہ بناؤ اس کیلئے ایک آتشکدہ پھر جھونک دو اس کو

ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ

اس کی دہکتی آگ میں، ﴿۹۷﴾ سو انہوں نے تو اس کے خلاف ایک (خطرناک) چال چلی مگر ہم نے ان ہی سب کو نیچ (اور ذلیل) کر دیا، ۶۴ ﴿۹۸﴾

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ

اور (ان کی اصلاح سے مایوسی کے بعد) ابراہیم نے کہا کہ اب میں جاتا ہوں اپنے رب کی طرف، وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا ۶۵ (اور

۶۳ خالق سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ: ۔ سو حضرتِ ابراہیم نے ان سے مزید فرمایا کہ حالانکہ اللہ ہی نے پیدا کیا تم کو بھی اور ان تمام چیزوں کو بھی جن کو تم لوگ بناتے ہو۔ اور دوسرا ترجمہ اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے "ان تمام کاموں کو بھی جو تم لوگ کرتے ہو" اور جب ان تمام کا خالق اللہ پاک ہی ہے، تمہاری بنائی ہوئی تمام چیزوں کا بھی اور تمہارے کئے ہوئے سب کاموں کا بھی، تو پھر تمہارے ان خود تراشیدہ بتوں کے معبود اور حاجت روا و مشکل کشا ہونے کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے؟ کیا تمہاری کھوپڑیوں میں اتنی موٹی بات بھی نہیں آتی کہ جن چیزوں کو تم لوگ خود اپنے ہاتھوں سے گھڑتے اور بناتے تراشتے ہو آخر وہ تمہاری معبود کس طرح ہو سکتی ہیں؟ کیا تم لوگ اپنے خالقوں کے خالق خود ہو؟ اس پر ان لوگوں نے غصے میں بھڑک کر کہا کہ جھونک دو اس کو آگ میں۔ یعنی حجت و برہان کے میدان میں عاجز آنے اور ہار جانے کے بعد وہ لوگ قوت و طاقت کے استعمال پر اتر آئے۔ جیسا کہ باطل پرستوں کا طریقہ اور وطیرہ ہوتا ہے۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ اور حضرتِ ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کے اس پروگرام کو ان لوگوں نے خفیہ رکھا تاکہ کہیں ابراہیم انکے قابو سے نہ نکل جائیں اور کہیں انکی قوم خاندانی عصبیت کی بناء پر حضرتِ ابراہیم کی حمایت میں اٹھ کھڑی نہ ہو۔ اس لیے انکے اس پروگرام کو یہاں پر "کید" کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر تصریح فرمائی گئی ہے کہ انکو آگ میں ڈالا گیا۔ مگر وہ اللہ کے حکم و ارشاد سے حضرتِ ابراہیم کیلئے سراسر سلامتی بن گئی اور حضرتِ ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بحفاظت نکال دیا۔ جیسا کہ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۶۹ اور سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۲۴ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ جب خالق و مالک سب کا اللہ تعالیٰ ہے تو معبودِ برحق بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۶۴ حق والوں کو ستانے کا نتیجہ و انجام ذلت و رسوائی ۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے حضرتِ ابراہیم کے خلاف ایک ہولناک چال چلنا چاہی مگر ہم نے خود ان سب کو نیچ اور ذلیل کر دیا۔ کہ انہوں نے تو آپؑ کو آگ میں بھسم کر دینا چاہا مگر ہم نے اس آگ کو آپؑ کے لئے ٹھنڈا کر کے اور سلامتی والی بنا کر ابراہیم کو صحیح وسلامت

اس سے نکال دیا اور ان لوگوں کو ذلیل وخوار اور نامراد ورسوا کردیا۔ ''ای بابطال کیدھم وجعل النار علیہ برداً وّ سلاماً''۔ (محاسن التاویل للدمشقیؒ: ج ۱۴ص۱۱۲ والمراغی والصفوۃ وغیرہ)۔ سو وہ لوگ اپنے مکروہ پروگرام میں ناکام ہوئے۔ آگ حضرت ابراہیم کیلئے گلزار بن گئی۔ آنجناب کی حقانیت سب کے سامنے واضح اور آشکارا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نجات دے دی جیسا کہ دوسرے مقام پر تصریح فرمائی گئی۔ ﴿قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلاَمًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ﴾۔ (الانبیاء:۶۹) یعنی ''ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہوجا تو اور سراسر سلامتی بن جا ابراہیم کے لیے''۔ نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿فَاَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ﴾۔ یعنی ''اللہ نے بچالیا ابراہیم کو اس آگ سے''۔ (العنکبوت:۲۴)۔ سو ان بدبختوں نے تو اپنی بدبختی کی بنا پر حضرت ابراہیم کو اس ہولناک آگ کے الاؤ میں جھونک دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت وعنایت سے آنجناب کو اس سے بچالیا۔ جس سے حضرت ابراہیم کی برتری سب دنیا کے سامنے واضح ہوگئی اور وہ لوگ ذلیل وخوار ہوکر رہے۔ سو حاجت روا ومشکل کشا سب کا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ حضرت ابراہیم جیسے عظیم الشان اور جلیل القدر پیغمبر بھی اسی کی حاجت روائی ومشکل کشائی کے محتاج ہیں تو پھر اور کسی کے حاجت روا ومشکل کشا ہونے کا سوال ہی کیا پیدا ہوسکتا ہے؟۔ سو اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو مافوق الاسباب طور پر حاجت روا ومشکل کشا ماننے والے گمراہ اور عقل کے اندھے ہیں۔ والعیاذ باللہ جل وعلا من کل زیغ وّ ضلال،

۶۵ حضرتِ ابراہیم کا اعلانِ ہجرت: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''ابراہیم نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں۔ وہی میری راہنمائی فرمائے گا''۔ جہاں میں سکون واطمینان کے ساتھ اس کی عبادت وبندگی کرسکوں۔ معلوم ہوا کہ جہاں پیغامِ حق قبول نہ کیا جائے وہاں سے ہجرت کر جانا چاہیئے کہ ایسے میں وہاں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ (تفسیر المراغی: ج ۲۳ص ۷۰) کہ اصل سرمایہ تو دین وایمان ہی کا سرمایہ ہے۔ اس کی حفاظت سب پر مقدم ہے۔ بہرکیف اس واقعے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہوکر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر وہاں سے ہجرت کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔ اور کسی پیغمبر کا ہجرت کا فیصلہ بہت اہم فیصلہ ہوتا ہے۔ اور اپنے ماحول سے کٹ کر ایک نئے ماحول کو اپنانے کے سلسلے میں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ یہ نیا ماحول سازگار ثابت ہوگا یا ناسازگار۔ اس لیے انکا تمام تر بھروسہ واعتماد اللہ وحدہ لاشریک ہی پر ہوتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہرکیف پیغمبر کا اصل سرمایہ چونکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ واعتماد ہی ہوتا ہے اس لیے حضرت ابراہیم نے اپنی ہجرت کے لیے کسی جگہ یا مقام کا کوئی ذکر نہیں فرمایا بلکہ۔ ﴿ذاھب الی ربی﴾۔ کہہ کر اس سلسلے میں اپنا معاملہ اپنے رب کے حوالے کردیا کہ جہاں وہ چاہے گا وہیں جاؤں گا۔ اور جو اس کو منظور ہوگا وہی مجھے منظور ہے اور۔ ﴿سیھدین﴾۔ ''وہی میری راہنمائی فرمائے گا''۔ کے لفظ سے آنجناب کے اسی اعتماد اور وثوق کا اظہار ہوتا ہے۔ سبحان اللہ!۔ کیسی عظیم شان ہوتی ہے ان قدسی صفت ہستیوں کی۔ کہ ہر حال میں اپنے خالق ومالک کی طرف رجوع رہتی ہیں اور اسی پر بھروسہ اور اعتماد رکھتی ہیں۔ کہ بھروسے واعتماد کے لائق وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ، اللہ ہمیں بھی اس کا کوئی شمہ نصیب فرمادے اور ہمیشہ اپنے ہی اوپر بھروسہ رکھنے کی سعادت وتوفیق سے نوازے۔ اور شرک کے ہر شائبے سے ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین

مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ

آپ نے دعاء کی کہ) اے میرے رب، عطا فرمادے مجھے ایک صالح (اور نیک) فرزند، ۶۶ سو ہم نے (ان کی دعاء کو شرف قبولیت سے

اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز

نوازتے ہوئے) ان کو خوشخبری سنادی ایک بڑے ہی (ہونہار اور) بردبار بیٹے کی، ۶۷ پھر جب آپ کا وہ بیٹا دوڑ دھوپ کرنے کی

۶۶ **حضرتِ ابراہیم کی اولادِ صالح کے لیے دعا:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ابراہیم نے عرض کیا اے میرے رب مجھے ایک صالح فرزند عطا فرمادے''۔ کہ فرزند عطا کرنا اور اولاد سے نوازنا تیری ہی شان اور تیرا ہی کام ہے۔ اور جب حضرتِ ابراہیم خلیل جیسے جلیل القدر پیغمبر بھی اولاد دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے بلکہ وہ بھی اللہ پاک ہی کے حضور دستِ سوال دراز کرتے ہیں اور اسی سے مانگتے ہیں تو پھر اور کون ہوسکتا ہے جو کسی کو اولاد دے سکے؟ اور جب حضرتِ ابراہیم جیسی ہستی اپنے لئے بھی اتنی حاجت روائی نہیں کرسکتی تو پھر اور کون ہے جو حاجت روا و مشکل کشا بن سکے اور لوگوں کو اولاد کی نعمت سے نواز سکے؟ سو کتنے گمراہ اور کس قدر بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں وہ لوگ جو اللہ پاک کی عاجز اور بے حقیقت مخلوق کو حاجت روا و مشکل کشا قرار دے کر پوجتے پکارتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ ﴿تَعَالَی اللّٰهُ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا﴾۔ سو سب کا حاجت روا و مشکل کشا اور وہاب و بخشنہار اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہرکیف خویش و اقارب سے، اور قوم قبیلہ سے، الگ ہو جانے کے بعد حضرتِ ابراہیم نے اپنے رب سے اچھے ساتھی اور فرزندِ صالح کی دعا فرمائی کہ سب سے زیادہ ضرورت ایسے عالمِ غربت میں اسی کی ہوتی ہے کہ کوئی صالح رفیقِ کار اور شریکِ سفر مل جائے۔ تاکہ ہموم و غموم کا بوجھ کسی قدر ہلکا ہو جائے۔ اور پھر آنجناب نے دعا بھی۔ ﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾۔ کے عام کلمات سے فرمائی جو صرف اولاد کے لیے خاص نہیں بلکہ دوسرے اچھے اور نیک ساتھیوں کو بھی عام اور شامل ہے۔ سو نیک اولاد اور اچھے ساتھی اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں میں سے ہیں۔ والحمد للہ

۶۷ **حضرتِ ابراہیم کو ایک نہایت ہی بردبار بیٹے کی بشارت:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے انکو خوشخبری سنادی ایک بڑے ہی بردبار اور ہونہار بیٹے کی''۔ جب مانگنے والے حضرتِ ابراہیم جیسے موحدِ اعظم ہوں اور دینے والی اللہ پاک کی ذاتِ اقدس و اعلیٰ ہو تو پھر قبولیت و عطا کے کیا کہنے!! ﴿فَبَشَّرْنٰهُ﴾ کی فاءِ تعقیب سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا فوری قبول ہوگئی اور وہ بھی اس شان سے کہ بیک وقت ایک ہی جملے میں تین خوشخبریوں سے نواز دیا گیا۔ کہ ایک تو یہ کہ پیدا ہونے والا وہ بچہ لڑکا ہوگا نہ کہ لڑکی۔ دوسرے یہ کہ وہ حلم و بلوغ کی عمر کو پہنچے گا۔ یعنی زندہ رہے گا اور بڑا ہوگا۔ اور تیسرے یہ کہ وہ بڑا ہی متحمل مزاج اور بردبار ہوگا۔ فَیَا لَهٗ مِنْ كَرَمٍ وَّ عَطَاءٍ۔ اور اس فرزند سے مراد حضرتِ اسماعیل ہیں کہ وہی اس وقت حضرتِ ابراہیم کی اکلوتی اولاد تھے۔ اور انہی کیلئے حضرتِ ابراہیم نے دعا کی تھی اور انہی کی قربانی کا ذکر آگے آرہا ہے۔ اور انہی کے حلم کا یہ نادر و نایاب نمونہ سامنے آیا تھا کہ انہوں نے باپ کے حکم بلکہ ان کے اشارے پر اپنی گردن ان کی چھری کے نیچے رکھ دی تھی جس کے صلے میں انکو ''صابر'' و ''حلیم'' اور ''صادق الوعد'' جیسے القاب سے نوازا گیا۔ سو وہی اس بشارت کے مصداق تھے۔

سَتَجِدُنِیٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ

عمر کو پہنچا، تو آپ نے (اس سے) کہا کہ میرے پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، ۶۸ اب دیکھو

اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ

تمہاری کیا رائے ہے؟ ۶۹ تو اس (ہونہار بچے) نے جواب دیا، ابا جان آپ کر گزریئے جو بھی کچھ حکم آپ کو دیا جا رہا ہے، مجھے آپ

صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾

انشاء اللہ بہر حال صبر کرنے والوں ہی میں سے پائیں گے، پھر جب وہ دونوں جھک گئے ہمارے حکم کے سامنے (اور انہوں نے سر

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ

تسلیم خم کر دیا ہمارے آگے) اور (تعمیل حکم کے لئے) لٹا دیا ابراہیم نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل، ف۷ تو ہم نے پکار کر کہا اے ابراہیم،

عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓی

بے شک سچ کر دکھایا آپ نے اپنے خواب کو، (اور کامیاب ہو گئے آپ اس آزمائش میں،) ف۷ بے شک ہم ایسے ہی (صلہ و) بدلہ

۶۸ بیٹے کی قربانی کی کڑی آزمائش کا ذکر و بیان: ۔سو اس سے حضرت ابراہیم کے لیے بیٹے کی قربانی کے کڑے اور بے مثال امتحان کے مرحلہ کا ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا "پھر وہ بیٹا جب آپکے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا"۔ اور روایت کے مطابق یہ کوئی تیرہ برس کی عمر تھی۔ (صفوۃ التفاسیر وغیرہ)۔ اس عمر میں انسان کو اپنا بچہ طبعی طور پر زیادہ پیارا لگتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ ضروری کام کاج میں باپ کی ڈھارس بنتا اور اس کا ہاتھ بٹانے لگتا ہے۔ سو ایسے میں حضرتِ ابراہیم کو سخت آزمائش میں ڈالا گیا کہ اس بچے کو ذبح کر دینے کا ارشاد ہوا۔ سو یہ حضرتِ ابراہیم کا سب سے بڑا اور بے مثال وکٹھن امتحان تھا جس میں آنجناب کو ڈالا گیا اور جس سے آپ بالآخر کامیاب نکلے۔ اور آپ نے صدق و اخلاص کا عظیم الشان اور بے مثال نمونہ پیش فرمایا۔ ایسا عظیم الشان اور بے مثال نمونہ جو رہتی دنیا تک لوگوں کیلئے مینارۂ رشد و ہدایت کی حیثیت سے پائندہ و تابندہ رہے گا اور دنیا کی راہنمائی کرتا رہیگا اور حضرت ابراہیم کیلئے موجب اجر و ثواب بنتا رہے گا۔ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام۔

۶۹ حضرتِ ابراہیم کے اپنے بیٹے سے رائے معلوم کرنا کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ابراہیم نے بیٹے سے کہا اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟"۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر انہوں نے اس کے حق میں رائے نہ دی تو حضرتِ ابراہیم اس حکم کی تعمیل چھوڑ دیں

گے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ اس طرح کر کے آپؑ نے دراصل یہ چاہا کہ اس سعادت مند بیٹے کی سعادت مندی اور اس کا حلم و بردباری بھی اس سے ظاہر ہو جائے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے۔ اس سے شرعی حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ کسی اور کے خواب کی یہ شان نہیں ہو سکتی۔ بہر کیف بیٹے کی قربانی کے سلسلے میں حضرتِ ابراہیم نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ اپنے اس فرزندِ حلیم کے حوصلے کا بھی اندازہ کر لینا چاہا۔ اس لیے آنجناب نے اپنے اس بیٹے سے فرمایا کہ پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ اس بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟ تو اس پر حضرتِ اسماعیل نے اس کے جواب میں فوراً کہا ابا جان آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسکی آپ بے دریغ تعمیل کیجیے۔ مجھے آپ ان شاء اللہ صابر ہی پائیں گے۔ اور سعادت مندی کا نمونہ ملاحظہ ہو کہ جس بات کو حضرتِ ابراہیم نے اپنے خواب کے لفظ سے بیان فرمایا اس کو حضرتِ اسماعیل نے ﴿بما تؤمر﴾ کہہ کر اللہ کا حکم قرار دیا۔ علیہما الصلاۃ والسلام ۔سو قدرت کی فیاضیوں نے بے مثال باپ کو کیسے بے مثال بیٹے سے نوازا تھا جو باپ کی طرف سے ملنے والے محض ایک اشارے پر اپنی جان کی قربانی کے لیے تیار ہو گیا، جبکہ آج لوگوں کی اولاد کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے صاف اور صریح حکم کو بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بندہ ناچیز کو بیٹوں اور بیٹیوں دونوں ہی کی نعمت سے نوازا ہے، اور وہ سب ہی میرے فرمانبردار ہیں، سو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اور محض اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے، اور میرے کسی استحقاق کے بغیر نوازا ہے۔ فلہ الحمد ولہ الشکر۔ اللہ تعالیٰ میری اہلیہ کو جو کہ میری انتہائی وفادار خدمت گزار دیندار، سمجھدار، راہ عفت شعار رفیقہ حیات ہے۔ اس کو اور میرے بیٹوں بیٹیوں میری بہوؤں اور میرے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں سب ہی کو ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے۔ ان کو میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کے سرور وسکون رہتی دنیا تک عمدہ یادگار، اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ ان کو نفس و شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ، اور حاسدین و ماکرین کی ہر شرارت و شرانگیزی سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ ان کو ہر قدم بہتر سے بہتر ہی کی طرف اٹھانے کی توفیق بخشے۔ ان کیلئے ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے اچھی کرے۔ اور ان کو ہمیشہ اور ہر حال میں عقیدہ و مسلک اور فکر و عمل ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور جنت میں بھی اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو اکٹھا رہنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین

۴۰ ذبحِ اسماعیل کے اصل مرحلے کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب وہ دونوں اپنے رب کے حکم و ارشاد کے آگے سرِ تسلیم خم ہو گیے اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا"۔ یعنی بالکل اوندھے منہ یا کروٹ کے بل۔ دونوں

قول ہیں۔اور الفاظ میں دونوں کی گنجائش موجود ہے۔اور یہ اس لئے کہا گیا کہ بوقتِ ذبح کہیں شفقتِ پدری آڑے نہ آ جائے۔اس ضمن میں باپ بیٹا دونوں کے درمیان ہونے والے کلام کے جونمونے روایات میں ملتے ہیں وہ بڑے ہی رقت انگیز ہیں۔وَالتَّفْصِيْلُ فِي الْمُطَوَّل انشاء الله سبحانه و تعالیٰ۔سبحان اللہ! بے مثال باپ اور بے مثال بیٹے نے اطاعت وفرمانبرداری کی کیسی نادر و بے مثال یادگاریں قائم فرمائیں۔علیہما الصلوۃ والسلام۔اور بعض اہلِ علم نے کہا کہ حضرتِ ابراہیم نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل پر اس لیے لٹایا تھا کہ انکی قربانی سجدے کی حالت میں ہو۔کہ یہ حالت بندے کو اپنے رب کے قرب سے سب سے زیادہ مشرف کرنے والی ہے۔اور بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ سجدے میں ہوتا ہے۔اسی لیے قرآنِ پاک میں سجدے کو قربِ خداوندی سے سرفرازی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے اس کا صاف اور صریح طور پر حکم دیا۔چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ''اور سجدہ کرتے جاؤ اور اپنے رب کے قریب ہوتے جاؤ''۔اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بِکُلِّ حالٍ مِّن الاحوال

۱۷ حضرتِ ابراہیم کی امتحان میں کامیابی کا اعلان: ۔سو اس سے حضرتِ ابراہیم کی اس کڑے امتحان میں بھی کامیابی اور فیروزمندی کا صاف اور صریح طور پر اعلان فرما دیا گیا۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے پکار کر کہا اے ابراہیم بیشک آپ نے سچ کر دکھایا اپنے خواب کو''۔کہ ہمیں آپ کے بیٹے کی جان لینا مطلوب نہ تھی بلکہ آپ کے دل کی آزمائش مطلوب تھی۔اور اس میں آپ کامیاب ہوگئے۔اور خواب میں بھی آپ کو یہ نہیں دکھلایا گیا تھا کہ آپؑ نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا اور اس کی جان نکل گئی بلکہ یہ دکھلایا گیا تھا کہ آپؑ اسے ذبح کر رہے ہیں۔سو وہ آپؑ نے کر دیا۔اور آپؑ اس عظیم الشان آزمائش میں کامیاب ہوگئے کہ آپ اپنے طور پر اپنے بیٹے کو ذبح کرنے اور اس کی گردن پر چھری چلانے کیلئے پوری طرح تیار ہوگئے۔اور خواب کا جو منشا اور آزمائش کا جو مقصد تھا وہ پورا ہوگیا۔اس لیے حضرتِ ابراہیم کو ان کے صدق و اخلاص اور بے مثال قربانی پر اللہ پاک ۔سبحانہ وتعالیٰ۔ نے پکار کر اس کڑے امتحان میں کامیابی اور فیروزمندی کی بشارت سے نواز دیا اور صاف وصریح طور پر اور اداوتِ تاکید کے ساتھ نواز دیا۔اور دنیا کے سامنے یہ امر پھر واضح ہوگیا کہ حضرتِ ابراہیم کا دل صرف انکے خالق و مالک کے لیے ہے۔سبحانہ وتعالیٰ۔ان کے قلب سلیم میں کسی اور کی کوئی گنجائش نہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسا قلبِ سلیم ہی مطلوب ہے،

إِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾ إِنَّهٗ مِنْ

دیتے ہیں نیکوکاروں کو، ۷۲؎ ﴿۱۰۵﴾ بلاشبہ یہ ایک (بڑی بھاری اور) کھلی آزمائش تھی، ۷۳؎ ﴿۱۰۶﴾ اور ہم نے ان کو ان کے بیٹے کے عوض ایک بڑی عظیم

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِإِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ

قربانی سے نواز دیا، ﴿۱۰۷﴾ اور ہم نے ان کی تعریف چھوڑ دی (اور ان کا ذکر خیر رکھ دیا) پچھلوں میں، سلام ہو ابراہیم پر، ہم اسی طرح

۷۲ احسان ذریعۂ سرفرازی و فیروزمندی: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بلاشبہ ہم ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو'' ۔کہ ابراہیم سے بیٹے کی قربانی بھی نہیں لی گئی اور دائمی اور بے مثال اجر و ثواب سے بھی نواز دیا گیا۔ سو یہی ہے سچی عزت اور حقیقی و ابدی ناموری جو کہ ایمان و اخلاص اور صدق و احسان پر ملتی ہے۔ اور اس کے برعکس جس کو دنیا والے صدق و اخلاص اور ایمان و یقین سے محروم لوگ عزت سمجھتے ہیں وہ سراسر دھوکے کا سامان ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ سو احسان کی صفت ایک عظیم الشان صفت ہے جس سے انسان دنیا میں ایسی آزمائشوں میں بھی سرخرو و آبرومند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو احسان کے صلے میں بڑے بڑے امتحانوں میں کامیابی سے مشرف فرماتا ہے۔ اور آخرت میں بھی وہ انکو اپنے فضل و کرم سے وہاں کی ابدی بادشاہی نصیب فرمائے گا۔ اور احسان کا حاصل یہ ہے کہ صدق و اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے احکام و ارشادات کی تعمیل اور انکی بجا آوری کی کوشش کی جائے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید۔ بکل حالٍ مِّن الاحوال۔

۷۳ ایک عظیم الشان اور بے مثال امتحان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور اَدَوات تاکید کے ساتھ فرمایا گیا کہ ''بلاشبہ یہ ایک۔ بڑی بھاری اور۔ کھلی آزمائش تھی'' ۔ اور اس سے بڑھ کر کھلی اور بڑی آزمائش اور کیا ہوگی کہ بیٹے کی قربانی کا مطالبہ کیا جائے اور وہ بھی ایک ایسے بیٹے کا جو کہ نہایت ہونہار اور اطاعت گزار و صدق و وفا شعار بیٹا ہو۔ اور جو کہ خصوصی دعاؤں و التجاؤں سے اور بڑی امیدوں اور تمناؤں کے بعد بڑھاپے میں ملا ہے۔ اور وہ بھی اس وقت جب کہ وہ دوڑ دھوپ کرنے اور کام آنے کی عمر کو پہنچ چکا ہے۔ ایسے بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو جانا اور وہ بھی رب کی طرف سے محض خواب میں ملنے والے ایک اشارے کی بناء پر، جس کی کئی طرح کی تاویلیں بھی کی جاسکتی تھیں۔ واقعی یہ حضرتِ ابراہیم خلیل جیسی سراپا صدق و اخلاص و وفا شعار ہستی ہی سے ممکن ہو سکتا تھا۔ ورنہ ضعیف الایمان لوگوں کو تو ایک جانور کی قربانی بھی مشکل ہوتی ہے۔ فصلوٰاتُ اللّٰہِ وَ سَلامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلیٰ سائر الانبیاء والمرسلین۔ اور ظاہر ہے کہ جس امتحان کو خود اللہ پاک بڑا امتحان قرار دے، اسکے بڑا ہونے میں کسی شبہے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟ اور ایسے امتحان میں کامیاب ہونا اور بازی لے جانا حضرتِ ابراہیم جیسی عظیم الشان اور جلیل القدر ہستی ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ اور پھر اس عظیم الشان کامیابی پر جو انعام حضرتِ ابراہیم کو ملا وہ بھی کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکا کہ آنجناب کو حضرتِ حق ۔جل مجدہ۔ کی طرف سے داد ان الفاظ میں ملی کہ ''ابراہیم یقیناً آپ نے سچ کر دکھایا اپنے خواب کو'' ۔ سو کیسی عظیم الشان کامیابی تھی جس سے حضرتِ ابراہیمؑ سرفراز ہوئے اور کیسا عظیم الشان اور بے مثال انعام تھا جس سے آنجنابؑ کو نوازا گیا۔ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام۔ والحمد للہ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال،

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ

بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو، ۷۴ بلاشبہ وہ ہمارے خاص ایماندار بندوں میں سے تھے، اور (ایک اور انعام ان پر ہم نے یہ کیا کہ) ہم نے

ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع وَلَقَدْ مَنَنَّا

ان کو خوشخبری دے دی اسحٰق (جیسے بیٹے) کی، ۷۵ کہ وہ نبی ہوں گے (ہمارے قرب خاص کے) سزاواروں میں سے، اور ہم نے برکتیں نازل

عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ ج وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ

کیں ان (ابراہیم) پر بھی، اور اسحاق پر بھی، ۷۶ اور ان دونوں کی نسل میں سے کچھ نیکوکار بھی ہیں اور کچھ ایسے بھی جو اپنی جانوں پر ظلم ڈھا رہے

۷۴ **نیکوکاروں کے لیے انعام کے ضابطۂ عام کا ذکر و بیان**:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو"۔ کہ محض سچی نیت پر حضرت ابراہیم کو اتنے بڑے انعام سے بھی نواز دیا۔ بیٹا بھی محفوظ رہا اور بیٹے کی عظیم الشان قربانی کے بے مثال اجر و ثواب سے بھی مشرف ہو گئے اور ہمیشہ کی نیک نامی اور ذکرِ خیر سے بھی نواز دیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کو غیب کا علم نہیں ہوتا مگر اتنا ہی جتنا کہ انکے منصب کے لائق ہوتا ہے۔ ورنہ یہ قصہ نہ حضرتِ ابراہیم -علیہ الصلوۃ والسلام- کے لئے ابتلاء وآزمائش کا ذریعہ بنتا اور نہ حضرتِ اسماعیل کے لئے -علیہما الصلوۃ والسلام- کیونکہ اگر ان دونوں حضرات کو پہلے سے ہی یہ معلوم ہوتا کہ حضرتِ اسماعیل نے قربان ہونا ہی نہیں اور ان پر چھری سرے سے چلنی ہی نہیں تو پھر ان کی آزمائش کیا ہوتی؟ آزمائش تو یہ صرف اسی صورت میں بن سکتی ہے جبکہ ان کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔ اور جب ابراہیم خلیل اور اسماعیل ذبیح بھی عالمِ غیب نہیں تھے تو پھر اور کون ہو سکتا ہے؟ پس اللہ پاک کے سوا کسی کو عالمِ غیب ماننا درست نہیں۔ اور ایسا شرکیہ عقیدہ رکھنا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا- سو احسان کی صفت ایک عظیم الشان صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات اسی کی بدولت نصیب ہوتی ہیں- اللہ نصیب فرمائے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین- یہاں پر ﴿كَذٰلِكَ﴾ کا اشارہ اسی سلامتی اور برکت کی طرف ہے جس کا ذکر اوپر والی آیتِ کریمہ میں فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم اسی طرح اپنے نیکوکار بندوں کو اپنی رحمتوں، عنایتوں، اور برکتوں سے نوازتے ہیں- اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے- اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین

۷۵ **حضرتِ ابراہیم کے لیے حضرتِ اسحاق کی خوشخبری کا ذکر و بیان**- سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم نے انکو اسحاق کی خوشخبری دی جو کہ نبی ہونگے - ہمارے یہاں قرب خاص کے- سزاواروں میں سے"۔ سو اس سے اس امر کی بھی تصدیق ہو گئی کہ ذبیح حضرتِ اسماعیل تھے نہ کہ حضرتِ اسحٰق۔ جیسا کہ بعض اسرائیلی روایات میں وارد ہوا ہے، اور انہی کی بنا پر بہت

سے اسلاف کرام نے بھی اس قول کو اختیار کر لیا۔ سو ایسی تمام روایات بے بنیاد اور یہود کے افترا کا پلندہ ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ ایک تو اس لئے کہ یہاں حضرتِ اسماعیل۔ علیہ الصلوۃ والسلام۔ کے ذکر کے ضمن میں ذبح کا قصہ بیان فرمانے کے بعد حضرتِ اسحٰق کا ذکر آگے الگ اور مستقل طور پر فرمایا جا رہا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ذبیح حضرتِ اسحٰق نہ تھے بلکہ حضرتِ اسماعیل تھے۔ دوسرے اس لئے کہ حضرتِ اسحٰق کی بشارت میں ان کے نبی بنائے جانے کا ذکر بھی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی قربانی کا حکم ابتلاء و آزمائش کا ذریعہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ ان کے زندہ رہنے اور نبی بنائے جانے کی خبر تو حضرتِ ابراہیم کو بذریعہ وحی دے دی گئی تھی۔ نیز دوسری جگہ۔ ﴿وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾۔ (ھود: ۷۱) سے اسحٰق کے بعد ان کے لئے بیٹے یعقوب کی بشارت بھی دی جا چکی تھی۔ تو پھر ان کے ذبح کے ابتلاء کا قصہ ہو ہی کس طرح سکتا تھا۔ کیونکہ اس امر کی تصریح فرما دی گئی کہ حضرتِ اسحٰق نے بہر کیف زندہ رہنا ہے اور ان کے گھر حضرت یعقوب نے پیدا ہونا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ انہی اسرائیلی روایات میں اس کی بھی تصریح موجود ہے کہ حضرتِ ابراہیم کو اپنے اکلوتے بیٹے کے ذبح کا حکم ہوا تھا۔ اور یہ امر طے شدہ ہے کہ آپؑ کے اکلوتے بیٹے حضرتِ اسماعیل ہی تھے جو کہ حضرتِ اسحٰق سے چودہ سال بڑے تھے۔ نہ کہ حضرتِ اسحٰق جو کہ حضرتِ اسماعیل کے چودہ برس بعد پیدا ہوئے تھے۔ سو حضرتِ اسحاق ذبیح نہیں تھے بلکہ وہ حضرتِ اسماعیل کی قربانی کا ایک انعام تھا جس سے حضرتِ ابراہیم کو قربانی کے اس واقعے کے بعد نوازا گیا تھا۔ پس اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرتِ اسحاق کے ذبیح ہونے سے متعلق جو روایتیں پائی جاتی ہیں وہ سب من گھڑت ہیں جو یہودیوں نے گھڑی ہیں اور بہت سے سادہ لوح مسلمان بھی انکے فریب میں آ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۷۶ حضرتِ ابراہیمؑ اور حضرتِ اسحاقؑ کے لیے برکاتِ خداوندی کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور ہم نے برکتیں نازل کیں ابراہیم پر بھی اور اسحاق پر بھی''۔ کہ ان کے بعد رسالت و نبوت اور دینی و دنیاوی سیادت و قیادت کے مناصب زیادہ تر انہی کی نسل میں رہے۔ چنانچہ ان کے بعد حضرتِ عیسیٰ۔ علیہ الصلوۃ والسلام۔ تک آنے والے تمام انبیاء و رسل کا تعلق انہی کی نسل سے تھا جو بلاشبہ ایک بہت بڑا اور منفرد شرف و اعزاز ہے۔ بہر کیف یہ اس ارشادِ ربانی کے معنیٰ و مطلب کا ایک مطلب و احتمال ہے کہ ''علیہ'' کی ضمیرِ مجرور کا مرجع حضرتِ ابراہیم ہیں اور اسی کو اکثر اہلِ علم نے اختیار کیا ہے۔ (محاسن التاویل، صفوۃ التفاسیر، جامع البیان اور معارف القرآن وغیرہ)۔ جبکہ اس بارے ایک دوسرا قول و احتمال یہ بھی ہے کہ ''علیہ'' کی اس ضمیر کا مرجع حضرتِ ابراہیم نہیں بلکہ حضرتِ اسماعیل ہیں۔ (قرطبی، معارف، موضح اور تدبر وغیرہ)۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ دونوں کو ہم نے خوب برکتوں سے نوازا اور انکی اولاد آگے خوب پھیلی پھولی۔ اور آگے یہ دو قسموں پر منقسم ہو گئی۔ ایک محسن اور دوسری ظالم۔ یعنی ان کی اولادوں میں کچھ تو ان کے نقشِ قدم پر چلی جو محسن اور نیکوکار قرار پائی۔ اور کچھ اس سے منحرف ہو گئی۔ جو باغی و سرکشی اور منحرف قرار پائی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ راہِ حق پر قائم رکھے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَ

ہیں کھلم کھلا، ۷۷ے اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا، اور نجات بخشی ہم نے ان دونوں کو، اور ان کی قوم کو، اس کرب

اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

عظیم سے، ۷۸ے اور ان کی ایسی مدد کی کہ بالآخر وہی غالب ہو کر رہے، ۷۹ے اور ان دونوں کو بھی ہم نے نوازا تھا اس روشن کتاب سے ۸۰ے اور ان کو

الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى

ہدایت کی تھی ہم نے سیدھی راہ کی، ۸۱ے اور ان دونوں کے لئے بھی ہم نے ان کا ذکر خیر رکھ دیا تھا پچھلوں میں، سلام ہو

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾

موسیٰ اور ہارون پر، ﴿۱۲۰﴾ بلاشبہ ہم ایسے ہی (نوازتے اور) بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو، ۸۲ے ﴿۱۲۱﴾

۷۷ے **حضرت ابراہیم کی نسل کو ایک تذکیر و یاددہانی:** سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ حضرت ابراہیم کے ان دونوں بیٹوں یعنی حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل کو تو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی برکتوں سے نوازا اور ان کو عظیم الشان عزت و آبرو سے سرفراز کیا۔ لیکن آگے انکی اولادوں میں کچھ محسن ہیں اور کچھ ظالم۔ پس دین حق کی تعلیمات مقدسہ سے منہ موڑنے والا انسان دراصل خود اپنی ہی جان پر ظلم کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ نیز یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نبی مختار کل نہیں ہوتے۔ جیسا کہ آج کل کے اہل بدعت کا شرکیہ عقیدہ ہے۔ کیونکہ اگر ایسے ہوتا تو حضرت ابراہیم واسحٰق جیسے انبیائے کرام کی نسل میں اپنی جانوں پر کھلم کھلا ظلم کرنے والے لوگ نہ پائے جاتے۔ اور اس سے پہلے ان حضرات کو ہجرت پر مجبور نہ ہونا پڑتا۔ اور اپنے بلاد و اوطان کو ترک نہ کرنا پڑتا۔ جیسا کہ فی الواقع ایسا ہوا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ محض انتساب اور عالی نسبی سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ اپنا ایمان و عقیدہ اور عمل و کردار درست نہ ہو۔ اپنا ایمان و عقیدہ اور عمل و کردار اگر درست ہو تو انتساب اور عالی نسب ہونا بلاشبہ بڑی سعادت کی بات ہے اور ایسے میں انسان نور علیٰ نور کا مصداق بن جائے گا۔ ورنہ یہ چیز خسارہ در خسارہ کا باعث بن جائے گی۔ والعیاذ باللہ۔ کیونکہ انسان جتنی اونچائی سے گرتا ہے اس کا حال اتنا ہی برا ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ انبیاء در انبیاء کی نسل سے ہونے کے باوجود اپنے کفر و انکار اور تکذیب حق کی بنا پر ملعون و مطرود اور ضالین اور مغضوب علیہم بن کر رہ گئے۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ انکی نسلوں میں کچھ نیکوکار بھی ہیں اور کچھ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے بھی۔ سو اس سے انکو تنبیہ فرمادی گئی اور انکے ضمیروں کو جھنجھوڑا گیا کہ تم لوگ ذرا سوچو اور غور کرو کہ تم کن بڑوں کی اولاد ہو۔ اور اندھے اور اوندھے ہو کر تم لوگ ہلاکت و تباہی کے کس ہولناک گڑھے میں گر رہے ہو؟ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اور ہمیشہ ہر قدم اپنی

رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین ویا اکرم الاکرمین ویا ارحم الراحمین

۷۸ حضرت موسیٰ اور ہارون پر احسان و انعام خداوندی کا ذکر وبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی بڑا احسان فرمایا۔ اور بچا لیا ان دونوں کو اور ان کی قوم کو کرب عظیم سے نجات دی" جس میں وہ اپنی قوم کے فرعونیوں کے ظلم وجور اور فرعون کی غلامی کی وجہ سے مبتلا تھے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگیوں کا اصل مشن اور مقصد یہی ہوتا ہے کہ بندوں کو ان کے رب کے حضور جھکایا جائے کہ ان کے رب کا ان پر حق ہے۔ اور اسی میں ان کا بھلا اور بہتری ہے کہ یہی ذریعہ ہے دارین کی سعادت و سرخروئی کی۔ فلا الہ الا ھو جل وعلا ۔ لہ الحمد ولہ الشکر فی کل حال من الاحوال وبکل موطن من المواطن ۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ موسیٰ و ہارون جیسے عظیم الشان اور جلیل القدر پیغمبر اس کی واضح حجت ہیں کہ مشکل کشا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور ان دونوں پیغمبروں کی زندگیوں میں بھی بڑے درس ہائے عبرت و بصیرت ہیں۔ اسی لیے حضرت ابراہیم کے بعد ان دونوں کا ذکر فرمایا گیا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم کے بعد یہ دونوں ہی پیغمبر بڑی عظمت شان اور جلالت قدر والے تھے۔ اور یہ دونوں ہی اس منفرد شان کے مالک تھے کہ انہوں نے ہی جیسے بڑے دشمن کو شکست دے کر ایک عظیم الشان امت کے بانی بنے۔ اور ان کا دشمن بھی ایسا بڑا دشمن تھا جو اپنے جبروت اور اپنے تکبر و سرکشی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اور اس کا انجام بھی ایسا ہولناک اور عبرت انگیز ہوا کہ اس کی بھی دوسری کوئی نظیر و مثال نہیں مل سکتی۔ اور ان دونوں حضرات نے اس کے خلاف جنگ بھی ایسے بے مثال طریقے سے لڑی کہ اس کی بھی دوسری کوئی نظیر و مثال ممکن نہیں۔ کہ انہوں نے اپنے وقت کے اس سب سے بڑے طاغی اور سرکش انسان کے خلاف دنیا کے معروف ہتھیاروں میں سے کوئی ہتھیار نہیں اٹھایا۔ صرف حضرت موسیٰ کے پاس عصا اور ید بیضا کی وہ دو نشانیاں تھیں جن سے قدرت نے آنجناب کو نوازا تھا۔ اور آخرکار فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کی غرقابی کے بعد انہوں نے اس ارض کفر اور ارتداد میں شریعت خداوندی نافذ کی۔ اور جہاں کبھی فرعون انا ربکم الاعلی کا نعرہ لگایا کرتا تھا وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا پرچم لہرا دیا۔ اور ان کی لائی ہوئی شریعت ایک مدت دراز تک ایک دنیا کے لیے مینارہ نور بنی رہی۔ سو اس سے حضرت موسیٰ اور ہارون کی عظمت شان اور ان کی انفرادیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام۔

۷۹ حضرت موسیٰ اور ہارون بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مدد کے محتاج تھے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے ان کی مدد کی جس سے وہ غالب ہو کر رہے"۔ معلوم ہوا کہ غلبہ آخرکار حق ہی کا ہوتا ہے اور باطل کی جھاگ بالآخر بیٹھ کر رہا کرتی ہے۔ (جامع البیان، صفوۃ وغیرہ) اور اہل حق کے غلبے کی اصل قوت اور حقیقی بنیاد نصرت خداوندی ہے۔ پس اہل حق کو بھروسہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہی پر ہونا چاہیئے اور ہمیشہ کوشش اسی کی کرنی چاہیئے کہ ان کا تعلق اللہ سے صحیح، سچا اور پختہ ہو۔ تاکہ ان کو نصرت و امداد خداوندی حاصل رہے کہ اس کی نصرت و امداد سے سرفرازی کے بعد ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے ان کی مدد کی جس سے وہ غالب ہو کر رہے۔ اور ان دونوں کی برکت سے بنی اسرائیل کی پوری قوم بھی نصرت وعنایت خداوندی سے سرشار ہوئی۔ اللہ ہمیں بھی ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

۸۰ حضرت موسیٰ و ہارون کے لیے کتاب ہدایت سے سرفرازی کا ذکر وبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان دونوں کو ہم

نے ایک روشن کتاب سے بھی نوازا"۔ یعنی تورات سے (جامع البیان، صفوۃ وغیرہ)۔ جس میں ایمان وہدایت کی روشنی تھی مگر اب اس کے دعویداروں نے اس کو بدل کر کچھ کا کچھ کردیا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ بہر کیف تورات وہ پہلی روشن کتاب تھی جو کسی امت کو ایک واضح اور مستقل کتاب کے طور پر دی گئی تھی کہ اس سے پہلے لوگوں کو صرف زبانی تعلیم ہی دی جاتی تھی۔ تورات کو یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ اس میں شریعت ایک مرتب اور روشن کتاب کی شکل میں دی گئی۔ اور تورات اگرچہ نازل حضرتِ موسیٰ پر ہوئی تھی لیکن حضرتِ ہارون کو بھی چونکہ حضرت موسیٰ کی رسالت میں شریک بنادیا گیا تھا اور آپؑ کی درخواست پر ہی ایسے کیا گیا تھا اس لیے یہاں اسکی نسبت ان دونوں ہی سے فرمائی گئی۔ "مبین" اور "مستبین" دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ یعنی روشن اور واضح۔ سو حضرتِ موسیٰ اور ہارون کو کتابِ مبین کی اس نعمت سے نوازا گیا تا کہ دنیا کے لیے نورِ حق وہدایت سے سرفرازی کا سامان ہو سکے۔ کیونکہ نورِ حق وہدایت کی ضرورت انسان کے کھانے پینے وغیرہ کی جسمانی ضرورتوں سے بھی کہیں بڑھ کر ہوتی ہے، کہ اسی سے انسان کی دنیا بھی بنتی ہے اور آخرت بھی۔

۸۱ حضرتِ موسیٰ اور ہارون کی صراطِ مستقیم سے سرفرازی کا ذکر: سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم نے ان دونوں کو سیدھی راہ کی راہنمائی کی تھی"۔ یعنی اسلام اور توحید کی اس راہِ حق وصواب کی جو انسان کو دارین کی سعادت وسرخروئی اور کامرانی سے ہمکنار کرتی ہے۔ سو حضرات انبیائے کرام۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ بھی اللہ پاک ہی کی ہدایت وراہنمائی کے محتاج ہیں۔ پس اس ارشاد سے ضمناً ان اتہامات کی بھی تردید فرمادی گئی جو یہود بے بہبود نے اپنی خست اور خباثت کی بنا پر ان حضرات پر لگائے تھے۔ اس ارشاد سے صراطِ مستقیم کی عظمت واہمیت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ صراطِ مستقیم سے سرفرازی ہی وہ اصل اور اہم اساس وبنیاد ہے جس پر دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا دار ومدار ہے۔ اس سے محرومی کی صورت میں نہ انسان کی دنیا بن سکتی ہے نہ آخرت۔ اور پھر حضراتِ انبیائے کرام کا معاملہ تو اس ضمن میں اور بھی زیادہ نزاکت واہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا معاملہ صرف ان کی ذواتِ قدسیہ ہی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ان کے ساتھ تو ان کی امتوں کا معاملہ بھی وابستہ ہوتا ہے۔ سو صراطِ مستقیم کی اسی عظمت واہمیت کی بنا پر اس کو یہاں پر علیحدہ اور مستقل طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صراطِ مستقیم ہی پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین یارب العالمین،

۸۲ نیکوکاری ذریعۂ نجات وسرفرازی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو"۔ کہ دنیا میں بھی بالآخر غلبہ انہی کا ہوتا ہے۔ حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کی نصرت وامداد انہی کے لئے ہوتی ہے۔ سچی عزت اور حقیقی وابدی ناموری بھی انہی کو نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں ملنے والے اجر وثواب کا تو کہنا ہی کیا۔ سو احسان کی صفت ایک ایسی عظیم الشان صفت ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں کو اتنی خاص عنایات سے نوازتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو جو لوگ اسکے دین کیلئے صدق واخلاص کا ثبوت دیں گے انکو وہ ایسے ہی انعامات سے نوازے گا۔ سو نیکوکاری ذریعۂ کامیابی اور وسیلہ سرفرازی ہے۔ اللہ نصیب فرمائے اور بدرجہ تمام وکمال نصیب فرمائے۔ اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے اور اس درجہ میں کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہم سے راضی ہوجائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ

بلاشبہ وہ دونوں ہمارے خاص ایماندار بندوں میں سے تھے، ﴿۱۲۲﴾ اور بلاشبہ الیاس بھی یقینی طور پر رسولوں میں سے تھے، ۸۳

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ

(ان کا بھی وہ وقت خاص طور پر یاد کرنے کے لائق ہے کہ) جب انہوں نے بھی اپنی قوم سے (دوسرے نبیوں کی طرح) یہی کہا

بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ

کہ کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟ ۸۴ کیا تم لوگ بعل (جیسی بے حقیقت چیز) کو پوجتے پکارتے ہو؟ اور چھوڑتے ہو اس کو جو کہ سب سے

رَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

بہتر خالق ہے؟ ۸۵ یعنی اس اللہ کو جو کہ رب ہے تمہارا بھی اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی؟ ۸۶ پھر ان لوگوں نے بھی آپ کی تکذیب

۸۳ حضرتِ الیاسؑ کا ذکرِ خیر: سو ارشاد فرمایا گیا ''اور بلاشبہ الیاس بھی رسولوں میں سے تھے''۔ سو حضرات انبیاء ورسل کی جماعت اور ان کے گروہ میں سے ہونا ایسا بڑا شرف و اعزاز اور اتنا بڑا تعارف ہے کہ اس کے بعد اور کسی تعارف کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اسی لیے یہاں انکے اسی شرف کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ حضرتِ الیاس کا ذکر قرآنِ حکیم میں صرف دو جگہ آیا ہے اور وہ بھی مختصر اور اجمالی طور پر۔ البتہ روایات سے پتہ چلتا ہے آپؑ کا زمانہ ۸۷۵ سے ۸۵۰ قبلِ مسیح کا زمانہ ہے اور آپ کی بعثت جلعاد کے اس علاقے کی طرف ہوئی تھی جو کہ دریائے یرموک کے جنوب میں واقع ہے اور موجودہ اردن کے شمالی اضلاع پر مشتمل ہے۔ سو اسی علاقے میں مبعوث ہو کر آپؑ نے وہاں کے لوگوں کو حق و ہدایت کا پیغام سنایا۔ عَلَيْهِ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ بہرکیف حضرتِ الیاسؑ کی بعثت اس قوم کی طرف ہوئی تو آپ نے بھی دیگر انبیاء ورسل کی طرح انکو سب سے پہلے توحید ہی کی دعوت دی جو کہ تمام دین کی اصل اساس اور بنیاد ہے۔ باقی سب کچھ اس کے بعد ہے۔

۸۴ خوفِ خدا اصلاحِ احوال کی اساس اصل و بنیاد: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ خوفِ خدا اصلاحِ اَحوال کی اساس و بنیاد ہے۔ اسی لیے حضرتِ الیاس نے ان لوگوں کے دلوں کو جھنجوڑتے ہوئے اور ان کے ضمیروں کو دستک دیتے ہوئے ان سے فرمایا ''کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟''۔ اور یہی بات سب سے اہم اور بنیادی بات ہے۔ اس لئے تمام انبیائے کرام اسی کی تذکیر و یاددہانی کراتے رہے۔ کیونکہ جب خدا کا خوف پیدا ہوگا اور انسان اس کے غضب اور اس کی پکڑ اور ناراضگی سے بچنے کی فکر و کوشش کرے گا تو وہ حق و باطل کو جاننے اور پہچاننے کی طرف متوجہ ہوگا۔ تاکہ اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے حق کو اختیار کرے اور باطل سے اجتناب کرے۔ اس کے بغیر انسان لاپرواہ اور بے فکر ہوتا ہے اور وہ حق بات سننے سمجھنے اور اس میں غور و فکر سے کام لینے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا۔ جس کے نتیجے میں حق بات کا اس پر کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لئے حضرات انبیائے کرام۔ علیہم الصلوۃ والسلام۔ نے دعوت الی اللہ کے عظیم الشان کام کا آغاز ہمیشہ اسی نکتہ سے فرمایا۔ اور اس

طرح ان حضرات نے غفلت میں پڑی ان قوموں کے دل و دماغ پر دستک دی۔ تاکہ یہ لوگ چونک اٹھیں۔ اور اپنی اصلاح اور اپنے رویے کی تبدیلی کی طرف متوجہ ہوں۔ تاکہ ان کی بگڑی بن سکے۔ اور یہ اپنے آخری اور ہولناک انجام سے بچ سکیں۔ سو خوفِ خداوندی اصلاحِ احوال کی اساس و بنیاد ہے۔ فکن اللھم لنا واجعلنا لک و وفقنا لما تحب وترضی من القول والعمل، بکل حال من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ یا ربَّ العالمین

۸۵ حضرتِ الیاسؑ کی مشرکوں کے دلوں پر ایک دستک: ۔سو آپ نے مشرکوں کے دلوں پر دستک دیتے ہوئے اور انکے ضمیروں کو جھنجوڑتے ہوئے ان سے فرمایا ''کیا تم لوگ اسکو چھوڑتے ہو جو سب سے بہتر خالق ہے؟''۔ یعنی اللہ وحدہ لاشریک کو جو کہ اس ساری کائنات اور اس کی ہر چیز کا بلاشرکتِ غیرے خالق بھی ہے اور مالک بھی۔ اسی نے اس کائنات کو اور اس میں موجود ہر شئی کو وجود بخشا اور اس کو بلا کسی نمونے اور مثال کے پیدا فرمایا۔ اور اس کو عدمِ محض سے نکال کر خلعتِ وجود سے نوازا۔ اور اس کے سوا دوسری کوئی بھی ہستی ایسی نہ ہوئی ہے نہ ہوسکتی ہے جو ایسا کرے۔ باقیوں کی تخلیق تو محض صنعت اور کاریگری کی حد تک ہوتی ہے اور بس۔ سو اس قادرِ مطلق کو چھوڑ کر بعل جیسی ایسی خود ساختہ اور بے حقیقت چیزوں کو پوجنا پکارنا کس قدر حماقت اور جہالت ہے۔ آخر کہاں اور کیسے ماری گئی تمہاری عقل کہ تم لوگ اس خالقِ حقیقی کو چھوڑ کر ایسی بے حقیقت چیزوں کی پوجا کرتے ہو؟ احسن الخالقین کے کلماتِ کریمہ سے اس اہم حقیقت کا بھی اظہار فرمادیا گیا کہ وہ صرف خالق ہی نہیں بلکہ بہترین خالق ہے۔ اسی نے سب کو پیدا فرمایا اور سب کو تمام ظاہری اور باطنی صلاحیتوں سے مالامال فرمایا۔ وہی ہے جس نے سب کی تربیت و پرورش کے لیے طرح طرح کے سامانہائے تربیت پیدا فرمائے اور محض اپنی رحمت وعنایت سے پیدا فرمائے۔ اور اس قدر پُرحکمت طریقے سے کہ ان سامانہائے تربیت کے اندر طرح طرح کے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ اور ایسے کہ ان سے صحیح غور وفکر کے نتیجے میں دل و دماغ روشن ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی خاص عنایتوں سے نوازتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ حق اور حقیقت کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

۸۶ اللہ ہی سب کا رب ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ: ۔سو ارشاد فرمایا کہ ''جو رب ہے تمہارا بھی اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی''۔ یعنی اگلوں پچھلوں سب کا رب اور سب کا خالق و مالک وہی ایک وَحْدَہٗ لَاشَرِیْک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو احسن الخالقین کے کلماتِ کریمہ سے جیسا کہ ابھی اوپر والے حاشیے میں بھی گزرا، اس حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ وہ صرف خالق ہی نہیں بلکہ بہترین خالق ہے۔ اسی نے سب کو پیدا کیا۔ انکو وجود بخشا اور انکو ظاہری اور باطنی بہترین صلاحیتوں سے نوازا۔ تو آخر اس خالقِ کل، مالکِ مطلق احسن الخالقین کو چھوڑ کر بتوں جیسی بے حقیقت چیزوں کی پوجا کی کیا تک ہوسکتی ہے؟ سو سوچو تم لوگ اے مشرکو کہ تم کہاں سے کہاں گر کر کہاں پہنچ گیے ہو؟۔ بہرکیف اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ جب رب سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے تو پھر معبود بھی سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے۔ جب اس کی شانِ ربوبیت میں کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں تو پھر اس کے حقِ عبودیت میں کوئی اس کا شریک وسہیم کس طرح ہوسکتا ہے؟ پس معبودِ برحق وہی وحدہ لاشریک ہے اور عبادت وبندگی کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل اسی کا اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ فَلَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ سِوَاہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ جَلَّ وَعَلَا۔ اس کے سوا کسی بھی ہستی کیلئے کسی بھی طرح کی عبادت بجالانا شرک ہوگا۔ جو کہ ظلم عظیم ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾

ہی کی، سوان سب کو بھی پکڑ (اور جکڑ) کر لایا جائے گا (قیامت کے روز عذاب کے لئے)، ۸۷ سوائے اللہ کے ان بندوں کے جن کو چن لیا

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

گیا، اور الیاس کے لئے بھی ہم نے ذکر خیر رکھ دیا (رہتی دنیا تک) پچھلی نسلوں میں، سلام ہو الیاس پر، ۸۸ بلاشبہ ہم اسی طرح (صلہ و

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ

بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو، بلاشبہ وہ بھی ہمارے خاص ایماندار بندوں میں سے تھے، ۸۹ اور بلاشبہ لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے،

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

(ان کا وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے کہ) جب ہم نے نجات دے دی ان کو بھی اور ان کے تعلق داروں کو بھی، ۹۰ سب کو، سوائے

۸۷ انکار و تکذیب حق باعث ہلاکت و تباہی، والعیاذ باللہ: ۔سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دولت ایمان و یقین ہی سے محرومی اور انکار تکذیب حق باعث ہلاکت و تباہی ہے اور ایمان و یقین سے سرفرازی ہی ذریعہ فوز و فلاح اور وسیلۂ نجات و بقاء ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "ان لوگوں نے پھر بھی اللہ کے رسول کو جھٹلایا جس کے نتیجے میں انکو پکڑ اور جکڑ کر مجرموں کی طرح اللہ تعالیٰ کے یہاں پیش کیا جائے گا"۔ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے۔ کہ ان کا انجام اس سے بالکل مختلف ہوگا۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ اس سب کے باوجود حضرت الیاسؑ کی قوم نے انکو جھٹلایا اور وہ انکی تکذیب ہی کرتے گئے۔ جسکے نتیجے میں وہ ابدی خسارے اور ہمیشہ کی ہلاکت کے ہولناک گڑھے میں جا گرے۔ سو اسکی پاداش میں یہ تمام بدبخت لوگ جکڑے بندھے مجرموں کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونگے۔ والعیاذ باللہ۔ اور اس ہولناک انجام سے وہی نیک بخت اور خوش نصیب لوگ بچ سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے انکے صدق و اخلاص کی بنا پر چن لیا تھا۔ اور وہ ایمان و یقین کی دولت سے سرفراز ہو گئے تھے۔ سو صدق و اخلاص اور ایمان و یقین کی دولت ہی ذریعۂ فوز و فلاح اور وسیلۂ نجات و بقا ہے۔ اس کے بغیر محرومی ہی محرومی اور اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔ والعیاذ باللہ جل وعلا،

۸۸ الیاسین سے مقصود و مراد؟: ۔سو "الیاسین" سے مراد بھی حضرت الیاس ہی ہیں۔ بعض اسماء میں "ی ن" بڑھا دیے جاتے ہیں۔ جیسے "طور سینا" سے "طور سینین" وغیرہ۔ اسی طرح "اسماعیل" میں "اسماعین" اور یہ بنو اسد کی لغت ہے۔ اسی طرح "میکال" میں "میکائیل" اور "میکائین" اور "ابراہیم" میں "ابراھام" اور "اسرائیل" میں "اسرائین" وغیرہ۔ (ابن کثیر، معارف، مراغی اور طبری وغیرہ)۔ جبکہ دوسرا قول اور احتمال اس میں یہ ہے کہ یہ "الیاس" کی جمع ہے۔ اور اس سے مراد ہے حضرت الیاس اور آپ کی آل و اتباع۔ اور عربی زبان میں جب کسی اسم کی جمع آتی ہے تو اس سے اسکے تمام اجزاء و افراد اور اسکے فروع مراد ہوتے ہیں۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ جو برکت و سلامتی پیغمبر پر نازل ہوتی ہے اس

میں انکے جاں نثار ساتھی بھی شامل ہوتے ہیں۔ سو ایسے ہی جمع ہے "مہلب" اور اسکی قوم کو "المھلبون" کہا جاتا ہے۔ (قرطبی، جلالین، جامع البیان، فتح القدیر اور تدبر قرآن وغیرہ)۔ اسی لیے دوسری قراءت میں اس کو "آلِ یاسین" بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی آل کی اضافت کے ساتھ۔ جس کے معنیٰ "اہل" کے ہیں۔ اور یہ سب تصرفات اس علم کے اصل یعنی "ایلیاء" میں ہیں۔ اور یہ بات عربوں کے اس معروف قاعدے کے مطابق ہے جو وہ عجمی ناموں کے بارے میں استعمال کرتے ہیں تاکہ اس طرح ان کے استعمال میں آسانی اور سہولت پیدا ہو سکے۔ (محاسن التاویل وغیرہ)۔ بہر کیف حضرت الیاس ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اس لیے یہاں پر فرمایا گیا کہ سلام ہو الیاس پر۔ کہ انہوں نے بھی دنیا کو راہ حق و ہدایت کی دعوت دی۔

۸۹ ایمان و احسان ذریعۂ نجات و سرفرازی: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ وہ ہمارے خاص ایماندار بندوں میں سے تھے"۔ یعنی تھے تو بندے اور بشر ہی مگر وحی و نبوت کی وجہ سے وہ ہمارے یہاں ایک ایسے خاص مرتبہ و مقام کے مالک تھے جو اور کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ یعنی اضافت یہاں پر تعظیم و تشریف کیلیے ہے جیسے "بیت اللہ" میں ہے۔ یہ بات تقریباً سب ہی انبیائے کرام کے تذکروں میں دہرائی گئی ہے کہ وہ ہمارے خاص بندوں میں سے تھے۔ تاکہ یہ بات راسخ اور پختہ ہو جائے کہ نبی کوئی مافوق العادۃ مخلوق نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانوں میں سے ہی ہوتے ہیں جن کو اللہ پاک اپنی نبوت و رسالت کے لئے چنتا اور منتخب فرماتا ہے۔ اور وحی اور نبوت کی وجہ سے ان کو ایک ایسا خاص شرف اور امتیاز نصیب ہوتا ہے جو کسی دوسرے عام بشر کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ مگر قرآنِ حکیم کی اس قدر تاکید و تصریح اور اصرار و تکرار کے باوجود آج کے اہلِ بدعت حضراتِ انبیائے کرام کو انسان اور بشر ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور اس کے لئے وہ نصوصِ قرآن و سنت تک میں طرح طرح کی تاویلات بلکہ تحریفات سے کام لیتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ بہر کیف یہاں پر بھی اس حقیقت کا اعادہ فرمایا گیا کہ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ سو جو لوگ ایمان اور احسان کو اپناتے ہیں اللہ تعالیٰ انکے نام کو زندہ رکھتا اور ان کو اپنی خاص عنایتوں سے نوازتا ہے۔ اللہ توفیق بخشے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین

۹۰ نجات دہندہ اور مشکل کشا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ: ۔سو حضرتِ لوط کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے نجات دی انکو بھی اور انکے تعلق داروں کو بھی سب کو"۔ سو اس طرح بار بار اس حقیقت کا اعادہ و تکرار فرمایا جا رہا ہے کہ نجات دہندہ سب کا اللہ ہی ہے۔ انبیائے کرام کو بھی نجات دینا ہمارا ہی کام ہے کہ حاجت روا و مشکل کشا ہم ہی ہیں۔ مگر اس کے باوجود آج کے کئی کلمہ گو مشرک اللہ پاک کی مخلوق میں سے خدا جانے کس کس کو حاجت روا و مشکل کشا مانتے اور ان کو پکارتے ہیں۔ اور اس طرح ایسے لوگ طرح طرح کی شرکیات کا ارتکاب کرتے اور سادہ لوح عوام کو ہلاکت و تباہی کی راہ پر ڈالتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ لوط بھی رسولوں میں سے تھے۔ ان کی قوم نے بھی ان کو جھٹلایا جس کے نتیجے میں بالآخر وہ لوگ ہمیشہ کی تباہی اور ہلاکت سے دوچار ہوئے۔ اور اس موقع پر ہم نے لوط کو اور ان کے تمام ایماندار متعلقین کو اس ہولناک عذاب سے بچا لیا اور باقی ساری قوم کو اس ہولناک تباہی کے گھاٹ اتار کر ہمیشہ کے لیے مٹا کر رکھ دیا گیا۔ والعیاذ باللہ۔ سو نجات دہندہ اور حاجت روا و مشکل کشا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ

ایک (بدبخت) بڑھیا کے، جو پیچھے رہنے والوں میں تھی، ۹۱ ﴿۱۳۵﴾ پھر ہم نے تہس نہس کر کے رکھ دیا باقی سب کو، ﴿۱۳۶﴾ اور یقیناً تم لوگ خود ان (کے

عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَاِنَّ

اجڑے دیار) پر سے گزرتے ہو دن کو بھی، ﴿۱۳۷﴾ اور رات کو بھی، تو کیا پھر بھی تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟ ۹۲ ﴿۱۳۸﴾ اور بلاشبہ

۹۱ **لوط کی بیوی بھی ہلاک شدگان میں:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''سوائے ایک۔ بدبخت۔ بڑھیا کے''۔ یعنی آپ کی بیوی جو کہ آنجناب پر ایمان نہیں لائی تھی اور وہ کافروں ہی کے ساتھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ انہی کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اپنا ایمان وعمل صحیح نہ ہو تو کوئی رشتہ کام نہیں آسکتا۔ یہاں تک کہ نبی کی زوجیت جیسا اہم ترین رشتہ بھی کچھ کام نہیں آسکتا۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر مختارِ کل نہیں ہوتے۔ جیسا کہ اہلِ بدعت کا کہنا ہے۔ ورنہ حضرتِ لوط کی خود اپنی بیوی اس طرح ہلاکت وتباہی کے گھاٹ نہ اترتی۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا یہ حال ہے کہ وہ خود اپنی بیوی کو بھی ایسے ہولناک انجام سے نہیں بچا سکے تو پھر اور کون ہو سکتا ہے جو دوسروں کا حاجت روا اور مشکل کشا بن سکے؟ سو حاجت روا ومشکل کشا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے سوا اور کسی کی بھی یہ ہستی نہیں ہو سکتی کہ وہ مافوق الاسباب طور پر کسی کا حاجت روا ومشکل کشا ہو سکے۔ اور جو لوگ ایسا کہتے اور مانتے ہیں وہ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ تعالیٰ کفر وشرک اور زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۹۲ **آثارِ قدیمہ سے درسِ عبرت لینے کی ہدایت:** ۔ سو قریش کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا ''اور بلاشبہ تم لوگ ان۔ کے کھنڈرات۔ پر سے گزرتے ہو دن کو بھی اور رات کو بھی۔ کیا پھر بھی تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟ یعنی تم لوگوں کو عقل سے کام لینا چاہیے اور اپنی آنکھیں کھولنی چاہئیں۔ سو مکہ کے یہ لوگ جو کہ اپنے تجارتی سفروں کے دوران ان تباہ شدہ بستیوں کے کھنڈرات پر سے گزرتے اور ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے مگر پھر بھی عبرت نہیں پکڑتے تھے۔ اور یہی حال آج بھی ہے کہ لوگ تباہ شدہ قوموں کے کھنڈرات پر سے گزرتے ہیں اور ان کا مشاہدہ بھی وہ بچشمِ خود کرتے ہیں مگر عبرت نہیں پکڑتے۔ بلکہ عبرت پکڑنے اور سبق لینے کی بجائے الٹا یہ لوگ وہاں پر اپنی غفلت میں اضافے کا سامان کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ وہاں پر تفریحیں کرتے اور پکنکیں مناتے، رنگ رلیاں کرتے ہیں، فوٹو گرافیاں کرتے اور اپنی غفلت میں اضافہ کا طرح طرح سے سامان کرتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ حالانکہ عقل وخرد کا تقاضا یہ تھا اور یہ ہے کہ یہ ان پر عقل وبصیرت کی نگاہ ڈالیں۔ سوچیں اور سبق لیں کہ یہ لوگ کیونکر تباہی کے اس ہولناک گھاٹ پر اترے۔ انکا یہ حشر کس نے کیا اور کیوں کیا۔ اور اس میں ہمارے لیے کیا درسِ عبرت ہے؟ بہر کیف اس ارشاد سے آثارِ قدیمہ سے درسِ عبرت وبصیرت لینے کی ہدایت فرمائی گئی ہے تاکہ اس طرح انسان راہ حق وہدایت کی طرف متوجہ ہو، اور اس کا بھلا ہو سکے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، وھو الہادی الی سواء السبیل۔ سبحانہ وتعالیٰ،

يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٩﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١٤٠﴾

یونس بھی قطعی طور پر رسولوں میں سے تھے، ۹۳ ﴿۱۳۹﴾ (ان کا اس وقت کا قصہ خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ) جب وہ بھاگ کر پہنچے اس کشتی تک

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ

جو کہ بھری ہوئی تھی، ﴿۱۴۰﴾ پھر وہ (اس کی) قرعہ اندازی میں شریک ہوئے تو آخر کار وہی ہو گئے زک اٹھانے والوں میں سے، ۹۴ ﴿۱۴۱﴾ پھر نگل لیا ان کو

وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ

مچھلی نے، اس حال میں کہ وہ خود ہی (اپنے آپ کو) ملامت کر رہے تھے ۹۵ ﴿۱۴۲﴾ سو اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ تسبیح (اور استغفار) کرنے

النصف

فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ

والوں میں سے تھے، ﴿۱۴۳﴾ تو یقیناً ان کو اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہنا پڑتا (قیامت کے) اس دن تک جس میں سب لوگوں کو دوبارہ اٹھایا

سَقِيمٌ ﴿١٤٥﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴿١٤٦﴾ وَ

جائے گا، ۹۶ ﴿۱۴۴﴾ پھر ہم نے ان کو ڈال دیا ایک چٹیل میدان میں، درآنحالیکہ وہ (کمزور اور) بیمار تھے، اور ہم نے اگا دیا ان پر ایک بیلدار

أَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿١٤٧﴾ فَآمَنُوا

درخت، ۹۷ ﴿۱۴۶﴾ اور ہم نے ان کو بھیجا (پیغمبر بنا کر) ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ لوگوں کی طرف ۹۸ ﴿۱۴۷﴾ پھر وہ لوگ ایمان لے آئے

۹۳ حضرتِ یونسؑ کی سرگزشت کا حوالہ ذکر و بیان : ـ سو اس بارے ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کا وہ وقت خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جبکہ وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی تک پہنچے"۔ "ابق"، "اباق" سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنیٰ غلام کے اپنے آقا سے بھاگ نکلنے کے ہیں۔ حضرتِ یونسؑ چونکہ اذنِ خداوندی ملنے سے پہلے ہی اپنی قوم سے مایوس ہو کر چلے گئے تھے اس لئے ان کے لئے یہ لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ (مدارک، وجیز وغیرہ)۔ بہر کیف حضرتِ یونس کو اہلِ نینوا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ انکی قوم نے جب مسلسل تکذیب ہی سے کام لیا تو یہ غیرتِ حق کے جوش میں وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں آپ ایک ایسی کشتی پر سوار ہو گئے جو کسی مقام کی طرف روانگی کے لیے تیار کھڑی تھی۔ آگے چل کر وہ کشتی سمندری طوفان میں گھر گئی۔ جہاز رانوں نے اپنی روایت کے مطابق کہا کہ اس میں کوئی ایسا مجرم شخص سوار ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے۔ جب تک اس کو الگ کر کے سمندر میں نہ ڈال دیا جائے یہ اس طوفان سے نہیں نکل سکتی۔ سو

اس کے لیے قرعہ اندازی کی گئی جس میں حضرتِ یونس کا نام نکل آیا اور اس طرح آنجناب کے لیے ابتلاء وآزمائش کا ایک اور موقع پیش آگیا، جسمیں دنیا کیلئے کئی بڑے درس ہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

۹۴ قرعہ اندازی اور اس کے نتیجے کا ذکر وبیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس کے لیے قرعہ اندازی کی گئی جس میں حضرتِ یونسؑ کا نام نکل آیا۔ یعنی کشتی ڈولنے اور ڈوبنے لگی۔ تو اس کے ملاح نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کشتی میں کوئی ایسا شخص سوار ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے۔ لہذا اس کو معلوم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی جائے۔ چنانچہ تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا تو تینوں مرتبہ حضرتِ یونس ہی کا نام نکلا۔ تب آپؑ کو دریا میں ڈال دیا گیا (روح، ابنِ کثیر، صفوۃ اور معارف وغیرہ)۔ اور بعض روایات کے مطابق حضرتِ یونسؑ نے خود ہی دریا میں چھلانگ لگالی کہ کنارہ نزدیک ہے تیر کر وہاں تک پہنچ جاؤنگا یا کم از کم باقی لوگ تو زندہ بچ جائیں گے۔ بہرکیف اس کے بعد حضرتِ یونس سمندر کے حوالے ہوگئے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کی مشیت کا تقاضا تھا۔

۹۵ حضرتِ یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں:- سو قرعہ اندازی کے نتیجے میں حضرتِ یونس کو دریا میں ڈال دیا گیا جہاں ایک بڑی مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ یہاں پر "اَکَلَ" نہیں "اِلْتَقَمَ" فرمایا گیا۔ جس کے معنیٰ لقمہ بنالینے اور نگل جانے کے ہیں۔ یعنی مچھلی نے آپ کو غذا کے طور پر کھایا نہیں تھا بلکہ پورا نگل لیا تھا تا کہ اس کا پیٹ آپؑ کے لئے ایک قسم کی جیل اور قید خانہ بن جائے۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مچھلی کو وحی کے ذریعے ارشاد فرمایا گیا کہ یونس تمہاری خوراک نہیں بلکہ تمہارے پیٹ کو ہم نے اس کیلئے ایک ظرف اور اسکی حفاظت کیلئے ایک محل بنایا ہے۔ (قرطبی، معارف وغیرہ)۔ بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اسکے نتیجے میں حضرتِ یونس مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔ سو اس سے یہ حقیقت ایک مرتبہ پھر نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ حضراتِ انبیاء ورسل- علیہم الصلاۃ والسلام- نہ عالمِ غیب ہوتے ہیں، اور نہ مختارِ کل۔ ورنہ حضرتِ یونس- علیہ الصلاۃ والسلام- کے ساتھ ان وقائع میں سے کچھ بھی پیش نہ آتا۔ اور نہ ہی آپ کی اس طرح گرفت وپکڑ ہوتی۔ پس علم غیب کلی اور اختیاری اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ۔

۹۶ تسبیح واستغفار موجب نجات وخلاص:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو انکو اس دن تک وہیں رہنا پڑتا جبکہ لوگوں کو دوبارہ اٹھایا جائے گا"۔ یعنی قیامت کے دن تک، کہ اس مچھلی کا پیٹ ہی آپ کے لئے قبر بن جاتا۔ اور جب نبیوں کا یہ حال ہے تو پھر اور کون ایسا ہوسکتا ہے جو مافوق الاسباب طور پر کسی کی مشکل کشائی یا حاجت روائی کر سکے۔ سو معلوم ہوا کہ مشکل کشا وہی ہوسکتا ہے جو خود کبھی کسی مشکل میں نہ پھنسے۔ اور حاجت روا وہی ہوسکتا ہے جسے خود کبھی کوئی حاجت پیش نہ آئے۔ اور وہ صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کی شان ہے۔ پس حاجت روا ومشکل کشا وہی وحدہ لاشریک ہے- جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَزَّ بُرْهَانُہٗ- فَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ- اس وحدہ لاشریک کے سوا کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا ماننا شرک ہوگا جو کہ ظلمِ عظیم ہے- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ- اور حضرتِ یونس کی اس تسبیح سے مراد

یہ کلماتِ کریمہ ہیں۔ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾۔ جیسا کہ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۸۷ میں اسکی تصریح فرمائی گئی ہے۔ سو اس میں اپنی غلطی کا اعتراف بھی ہے اور اللہ تعالیٰ سے اسکی مغفرت و بخشش کی دعا و درخواست بھی۔ سو توبہ و استغفار کے لیے یہ ایک بہترین دعا ہے جو تہ در تہ کے ان اندھیروں کی اندر حضرتِ یونس کی زبان پر جاری ہوگئی۔ سو تسبیح و استغفار موجبِ نجات و خلاص ہے۔ اور اسی سے بندے کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور عنایتیں متوجہ ہوتی ہیں۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ مّن الاحوال،

۹۷ **حضرتِ یونس کی حفاظت کیلئے قدرت کے خاص انتظام کا ذکر و بیان:** - سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد حضرتِ یونس کی حفاظت کے لیے قدرت کی طرف سے خاص انتظام فرمایا گیا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے اگا دیا ان پر ایک بیلدار درخت"۔ تاکہ آپؑ اس کے زیرِ سایہ دھوپ کی تپش و تمازت اور مکھیوں وغیرہ کے ہجوم اور ان کے اثر و مضرت سے محفوظ رہ سکیں۔ بیلدار درخت، جس کے پتے بیل کی طرح کے ہوں۔ جیسے کہ کدو وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ اور اس کا تنا درخت کی طرح ہوتا کہ آپؑ اس کے سائے سے صحیح طور پر استفادہ کرسکیں۔ سو یہ ایک خاص قسم کا درخت تھا جو آنجناب کے لئے پیدا فرمایا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ کدو کے بیل کی خاصیت یہ ہے کہ اسکے گرد مکھی نہیں آتی۔ (قرطبی وغیرہ)۔ سو اس طرح کدو کی بیل اور اسکے پتوں کو آنجنابؑ کیلئے خیمے کی طرح ان پر تن دیا گیا اور آپ کی خوراک کیلئے یہ انتظام فرمایا گیا کہ ایک پہاڑی بکری اللہ تعالیٰ کے حکم و ارشاد سے صبح و شام آکر آپ کے پاس پہنچ جاتی اور آپ اسکا دودھ پی لیتے۔ (ابنِ کثیر وغیرہ)۔ اس طرح آہستہ آہستہ حضرتِ یونس کی کیفیت بدلی اور آپ کی صحت اچھی ہوگئی۔ اور پھر آپکو اپنی قوم کی طرف دعوت و تبلیغِ حق کیلئے بھیج دیا گیا۔ بہرکیف مچھلی کے پیٹ سے آپ کے مضمحل اور نڈھال جسم کی حفاظت کے لیے اس طرح غیبی انتظام فرمایا گیا۔ والحمدُ للہ جلّ وعلا۔

۹۸ **حضرتِ یونس کی رسالت کا ذکر و بیان:** - سو اس سے حضرتِ یونس کے پھر اپنی قوم کی تبلیغ کے لیے بھیجے جانے کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم نے انکو پیغمبر بنا کر بھیجا ایک لاکھ یا کچھ زیادہ لوگوں کی طرف"۔ یعنی یہ "او" شک کے لئے نہیں بلکہ یہ "بل" کے معنیٰ میں اور اِضراب کے لئے ہے۔ (المراغی، صفوۃ التفاسیر، جامع البیان وغیرہ)۔ اور اس سے مراد اسی بستی کے لوگ ہیں جہاں آپؑ اس سے پہلے مبعوث ہوئے تھے اور اب دوبارہ آپؑ کو انہی لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔ اور انہوں نے سچی توبہ کرلی اور آپ پر ایمان لے آئے اور عذاب سے بچ گئے۔ (حوالہ مذکورہ بالا) بہرکیف آنجنابؑ کو انکی قوم کے پاس دعوت کیلئے بھیجا گیا جن کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے بھی کچھ زیادہ تھی۔ جو کہ ایک بگڑی ہوئی قوم تھی۔

فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ

تو ہم نے انہیں فائدہ اٹھانے دیا ایک خاص وقت تک، ف۹۹ ﴿۱۴۸﴾ پس آپ ذرا ان لوگوں سے یہ تو پوچھئے کہ کیا (یہ بات ان کے دلوں کو لگتی

وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

ہے؟ کہ) آپ کے رب کے لئے تو ہوں بیٹیاں، اور خود ان کے لئے ہوں بیٹے! ف۱۰۰ ﴿۱۴۹﴾ یا واقع میں ہم نے فرشتوں کو عورتیں ہی بنایا تھا اور

شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

یہ دیکھ رہے تھے؟ ﴿۱۵۰﴾ خوب سن لو کہ یہ لوگ محض اپنے من کی گھڑت (اور اختراع) سے یہ بات کہتے ہیں، ﴿۱۵۱﴾

وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ

کہ اللہ کی اولاد ہے اور یہ لوگ قطعی طور پر جھوٹے ہیں، ف۱۰۱ ﴿۱۵۲﴾ کیا اللہ نے اپنے لئے بیٹوں کے مقابلے میں

عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

بیٹیوں کو پسند کیا؟ ﴿۱۵۳﴾ تمہیں کیا ہو گیا تم لوگ کیسے حکم لگاتے ہو؟ ﴿۱۵۴﴾ تو کیا تم لوگ غور نہیں کرتے؟ ﴿۱۵۵﴾

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾

کیا تمہارے پاس کوئی (صاف اور) کھلی سند ہے؟ ﴿۱۵۶﴾ تو لے آؤ تم اپنی وہ کتاب اگر تم سچے ہو ف۱۰۲ ﴿۱۵۷﴾

۹۹ دین وایمان ذریعۂ نجات وبقاء: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو فائدہ اٹھانے دیا ایک خاص وقت تک"۔ یعنی اس وقت تک جو ان کی دنیاوی زندگی کے لئے مقرر تھا۔ یہاں سے ایک بات تو یہ واضح ہوگئی کہ اعمال کا پورا بدلہ تو اگرچہ آخرت ہی میں ملے گا لیکن ان کا اور کچھ نہ کچھ بدلہ انسان کو اس دنیا میں بھی ملتا ہے۔ اچھائی کا بدلہ اچھائی کی شکل میں اور برائی کا بدلہ ان کا برائی کی شکل میں۔ اور دوسری بات یہ کہ سچی توبہ اور استغفار سے سختیاں ٹلتی اور عذاب دور ہوتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جس نے استغفار کو لازم پکڑا اللہ اس کو ہر تنگی سے آسانی اور ہر غم سے رہائی نصیب فرمائے گا۔ اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔ سو ایمان ویقین سے سرفرازی ذریعۂ نجات اور وسیلۂ فوز وفلاح ہے۔ فالحمد لله الذی شرفنا بنعمة الایمان والیقین ۔ اللهم فزدنا منها و ثبتنا علیه یا ذا الجلال والاکرام۔ بہرکیف دین وایمان کی دولت نجات وبقاء کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ والحمدللہ۔

۱۰۰ مشرکوں کے دلوں پر ایک دستک: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے رب کیلئے تو ہوں بیٹیاں اور ان کیلئے بیٹے؟"۔ یعنی دوہری گستاخی اور ڈبل کفر کہ اول تو اللہ پاک کے لئے اولاد تجویز کی۔ حالانکہ وہ ہر طرح کی اولاد

سے پاک، بری اور بے نیاز ہے کہ اس کی شان ہے۔ ﴿لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ﴾ ۔ ''نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی کی اولاد''۔ پھر اولاد بھی وہ تجویز کی جو ان کو خود اپنے لئے گوارا نہیں یعنی بیٹیاں ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔ سو اول تو اللہ پاک کی طرف اولاد کی نسبت ہی ایک شدید قسم کی جہالت اور کفر ہے۔ اور اس پر مزید جہالت اور کفر یہ کہ یہ لوگ اس کیلئے اولاد بھی وہ تجویز کرتے ہیں جو خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔ سو ایسے لوگوں کے دلوں پر دستک دینے کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے پوچھو کہ تم لوگ جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی پوجا کرتے ہو آخر تمہارا ضمیر اس بات کو کیسے گوارا کرتا ہے اور تمہاری عقلیں آخر اس درجہ مسخ کیوں ہو گئی ہیں کہ تمہارے لیے تو ہوں بیٹے اور اس کے لیے بیٹیاں؟ ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۱۰۱ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ماننے والے قطعی طور پر جھوٹے: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ محض اپنے من کی گھڑت اور افتراء سے کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد ٹھہرائی ہے۔ سو یہ لوگ قطعی طور پر جھوٹے ہیں۔ تاکید در تاکید ملاحظہ ہو کہ حرف ''اِنَّ'' کی تاکید۔ پھر جملہ اسمیہ کی تاکید۔ پھر لام تاکید کا اضافہ۔ یعنی یہ لوگ پرلے درجے کے اور قطعی جھوٹے ہیں جو اللہ پاک کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں۔ ﴿فَتَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا﴾ الایۃ ۔ نہ انکے پاس کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور نہ انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ بلکہ یہ لوگ محض اپنے جی سے گھڑ کر ایسا بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔ سو یہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے صاف اور صریح جھوٹ کا بھگتان ان کو بہر حال بھگتنا ہوگا ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ فرشتوں سے متعلق ان بدبختوں نے کفر در کفر کا ارتکاب کیا۔ ایک طرف تو انہوں نے اس وحدہ لاشریک کے لیے اولاد تجویز کی حالانکہ وہ ایسے ہر تصور سے پاک ہے۔ اور دوسری طرف انہوں نے اولاد بھی اس کے لیے مونث تجویز کی جس کو یہ اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں۔ اور تیسری طرف انہوں نے فرشتوں کو مونث قرار دے کر اللہ کی بیٹیاں مان لیا۔ تو کیا یہ اس وقت حاضر اور موجود تھے جبکہ اللہ نے ان کو پیدا کیا تھا۔ سو یہ سب کچھ جرم بالائے جرم ہے جس کے بارے میں ان سے ضرور پوچھ ہوگی ان کے اس سنگین جرم کو لکھ لیا جاتا ہے اور وقت آنے پر ان کو اس کی جوابدہی ضرور کرنا ہوگی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اَشَھِدُوْا خَلْقَھُمْ سَتُکْتَبُ شَھَادَتُھُمْ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ﴾ ۔ (الزخرف:۱۹)۔

۱۰۲ مشرکین سے ان کے دعوے پر دلیل کا مطالبہ: ۔ سو ان سے صاف و صریح طور پر حکم وارشاد فرمایا گیا کہ ''لاؤ تم لوگ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو اپنے دعوے میں''۔ یعنی دلیل و ثبوت کے لئے یا تو مشاہدہ درکار ہوتا ہے جس کی نفی اوپر آیت نمبر ۱۵۰ میں ہو گئی۔ یا پھر کوئی سند اور کتاب چاہیئے ہوتی ہے۔ سو اسکی نفی اب یہاں فرمائی جا رہی ہے کہ ایسی کوئی کتاب نہ ہے نہ ہو سکتی ہے۔ تو پھر جب عقل و نقل کی کوئی بھی دلیل تمہارے پاس موجود نہیں ہے اے مشرکو تو پھر تم اتنی بڑی گستاخی اور اس قدر سنگین بات آخر کس برتے اور کس بنیاد پر کہتے ہو جس سے زمین و آسمان پھٹ پڑیں؟ ۔ ﴿تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْہُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ ھَدًّا ، اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ ۔ ''سلطانِ مبین'' یعنی کھلی سند کی توضیح یہاں پر خود کتاب کے لفظ سے فرما دی ہے۔ سو مشرکوں سے فرمایا گیا کہ اگر کسی آسمانی کتاب کی کوئی سند اور دلیل تمہارے پاس موجود ہے تو لاؤ اس کو پیش کرو۔ اور جب ایسی کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم لوگ اتنی بڑی بات منہ سے کس طرح نکالتے ہو۔ خاص کر اس صورت میں جبکہ اللہ کی کتاب صاف اور صریح طور پر ایسی تمام شرکیات کی تردید کرتی ہے ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ

اور انہوں نے رشتہ داری قائم کر رکھی ہے اللہ اور جنوں کے درمیان، ۱۰۱ حالانکہ جن خود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ (ان میں سے جو

اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۙ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ

مجرم و بدکردار ہوں گے) وہ پکڑے ہوئے لائے جائیں گے ۱۰۱ ﴿۱۵۸﴾ پاک ہے اللہ ان سب باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں، ﴿۱۵۹﴾ سوائے

اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ

اللہ کے ان خاص بندوں کے، جن کو چن لیا گیا، ۱۰۵ ﴿۱۶۰﴾ پس تم اور تمہارے وہ سب معبود بھی جن کی پوجا میں تم لوگ لگے ہوئے ہو، ﴿۱۶۱﴾ (سب مل کر بھی)

عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۙ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ

اللہ سے کسی کو پھیر نہیں سکتے، ﴿۱۶۲﴾ سوائے اس کے جس کا جہنم رسید ہونا طے ہو چکا ہو، ﴿۱۶۳﴾ (اسکی اپنی بدنصیبی کے باعث) اور (ہمارا حال تو یہ ہے ۱۰۶

۱۰۱ مشرکوں کے ایک اور کفریہ اور شرکیہ عقیدے کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "انہوں نے رشتہ داری قائم کر رکھی ہے اللہ اور جنوں کے درمیان"۔ یہاں پر "جن" کے معنی میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں اس لفظ کے وہی مشہور اور متبادر معنی مراد لئے جائیں جو کہ عام طور پر اس لفظ سے سمجھے جاتے ہیں تو بھی صحیح ہے کہ مشرکوں کے اندر یہ شرک بھی موجود تھا۔ جیسا کہ روایات میں وارد ہے کہ مشرکین عرب فرشتوں کو خدائے پاک کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور جنوں کو ان کی مائیں کہتے تھے۔ اور دوسرا احتمال اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں پر اس لفظ کے لغوی معنی مراد لئے جائیں اور لغت کے اعتبار سے لفظ "جن" کا اطلاق فرشتے پر بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ لغت میں جن پوشیدہ مخلوق کو کہا جاتا ہے۔ یہ قول بھی سلف سے مروی و منقول ہے اور سیاق و سباق کے زیادہ مناسب بھی ہے۔ کیونکہ سلسلہ کلام فرشتوں سے متعلق ہی چل رہا ہے۔ بہر کیف حضرات مفسرین کرام سے یہ دونوں قول مروی و منقول ہیں کہ اس سے مراد جن ہیں یا فرشتے۔ "وَالْمُرَادُ مِنَ الْجِنَّةِ الْمَلٰٓئِكَةُ سُمُّوْا جِنَّةً لِاجْتِنَانِهِمْ مِنَ الْاَبْصَارِ"۔ (روح، قرطبی، ابن کثیر، مدارک، معارف، جامع البیان اور محاسن التاویل وغیرہ) والعیاذ باللہ من کل زیغ و ضلال۔

۱۰۲ مدعی سست اور گواہ چست کی ایک مثال: سو یہ مدعی سست اور گواہ چست کی مثال ہے کہ یہ لوگ تو جنوں کو خدا کی خدائی میں شریک مانتے ہیں لیکن جن خود عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خدا کی مخلوق ہیں۔ اور ان میں کے مجرم کل قیامت کے روز پکڑے ہوئے لائے جائیں گے۔ سو یہ مدعی سست گواہ چست والی بات ہو گئی کہ جن جنوں کی یہ لوگ خدا کے ساتھ رشتہ داری ثابت کرتے ہیں ان کا خود اپنا کہنا اور ماننا یہ ہے کہ ہمیں کل میدان حشر میں خداوند تعالیٰ کے سامنے اپنے کئے کرائے کا حساب دینے کے لئے پیش ہونا ہے اور اپنے کئے کرائے کا بدلہ پانا ہے۔ اور ہم میں سے جو مجرم قرار پائیں گے انہوں نے دوزخ میں جانا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ مگر یہ عقل کے اندھے اور مت کے مارے ایسے ہیں کہ انکی خدا سے رشتہ داری مان کر اور انکو خدا کی خدائی میں شریک جان کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ ان سے غیب کی خبریں پوچھتے ہیں اور انکو حاجت روا و مشکل کشا قرار

دے کر پوجتے پکارتے ہیں - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - اللہ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے - آمین ثم آمین

۱۰۵ صدق واخلاص ذریعۂ نجات وفلاح: - سوارشاد فرمایا گیا کہ "مجرم لوگوں کو کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگہ میں پکڑا اور جکڑا ہوا حاضر کیا جائے گا سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے"۔ کہ وہ اس طرح کے شرکیہ عقائد سے بھی بچے رہیں گے اور اس کے نتیجے میں وہ دوزخ کے عذاب سے بھی محفوظ رہیں گے اور نجات سے بہرہ ور ہوں گے۔ (المراغی، الجامع وغیرہ)۔ سو یہ استثناء - ﴿اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ الایة - سے ہے۔ کیونکہ "محضرون" کے اندر یہ مفہوم موجود ہے کہ مجرموں کو خدا کے حضور گرفتار کر کے پیش کیا جائے گا۔ اس لیے اس استثناء کے ذریعے یہ بات واضح فرمادی کہ اس سے صرف وہی لوگ بچ سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی توفیق بخشی سے اور اپنی سنت کے مطابق اپنی اطاعت وبندگی کیلئے خاص کر لے کہ وہ شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہیں گے۔ اور مخلصین سے مراد اللہ کے وہی خاص اور چنے ہوئے بندے ہیں جو اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان رکھتے اور ان کی پیش کردہ تعلیماتِ مقدسہ کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں۔ (ابن کثیر، اور مراغی، وغیرہ)۔ سو ایسے ہی نیک بخت اور پاک طینت لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی خاص عنایات اور نوازشات کے لیے چنتا اور منتخب فرماتا ہے، اور اللہ پاک - سبحانہ وتعالیٰ - کا یہ انتخاب ایسے لوگوں کے صدق واخلاص ہی کی بنا پر ہوتا ہے۔ پس صدق واخلاص اور ایمان ویقین ہی ذریعۂ فوز وفلاح اور باعثِ نجات ہے - وباللہ التوفیق - اللہ تعالیٰ صدق واخلاص سے ہمیشہ سرشار رکھے، اور اس پیمانے پر جو اس کے یہاں مطلوب ہو - اور نفس وشیطان کے ہر مکروفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۰۶ دنیا کی آزمائشیں محض ذریعۂ ابتلاء واختبار: - سو مشرکوں سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ "تم اور تمہارے یہ خودساختہ معبود - اے مشرکو! - سب مل کر بھی کسی کو اللہ سے پھیر نہیں سکتے سوائے اسکے جس کا جہنم رسید ہونا طے ہو چکا ہو"۔ یعنی تم سب کے سب اپنے اِغواء واِضلال سے صرف اسی کو گمراہ کر سکتے ہو جن کے لئے اللہ پاک کے علم ازلی میں گمراہی طے ہو چکی ہو کہ وہی اپنے خبثِ باطن اور سوءِ اختیار کی بنا پر راہِ حق وہدایت سے بھٹک جائیں گے کہ ایسے ہی لوگ تمہارے کہنے میں آئیں گے اور تمہارے پیچھے لگیں گے۔ ورنہ اس سے آگے تمہارے بس اور اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ سو تم لوگ اپنی فتنہ سامانیوں کے ذریعے انہی لوگوں کو گمراہ کر سکو گے اور انہی پر تمہارا جادو چل سکے گا جو اپنی بداعمالیوں کے باعث خود جہنم میں پڑنے والے ہیں۔ سو یہ وہی بات ہے جو شیطان کے اس چیلنج کے جواب میں ارشاد فرمائی گئی تھی جو اس ملعون نے حضرتِ حق - جل مجدہ - کے سامنے کیا تھا کہ "میں ان سب کو گمراہ کر کے چھوڑونگا"۔ اور جس کو دوسرے مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا گیا تھا کہ "میرے مخلص بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔ تیرا زور تو بس انہی گمراہوں پر چل سکے گا جو تیرے پیچھے چلیں گے تو یقیناً ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے"۔ (الحجر: ۴۲) سو اسی بات کو یہاں پر دوسرے انداز میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ سو اس ارشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جو آزمائشیں رکھی ہیں وہ لوگوں کو گمراہی میں ڈالنے کے لیے نہیں بلکہ امتحان کے لیے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے جو مخلص بندے اس میں پورا اترنے کی کوشش کریں گے شیطان اور اس کے چیلے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اس کا زور تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا دوست بناتے ہیں اور اس کے کہنے پر شرک کرتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے - ﴿اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾ الایة - (النحل: ۱۰۰) - اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین - ویاارحم الراحمین

اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا

کہ) ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے اور بس، ۱۰۷ ﴿۱۶۴﴾ اور ہمارا کام تو صف بستہ کھڑے رہنا ہے (اس کے حکم کے انتظار میں)، ۱۰۸ ﴿۱۶۵﴾

لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا

اور ہمارا کام تو اس کی تسبیح (اور پاکی بیان) کرتے رہنا ہے، ۱۰۹ ﴿۱۶۶﴾ اور یہ لوگ تو (آپ کی بعثت سے قبل) بڑا زور دے دے کر کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی

ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾

کوئی ذکر ہوتا پہلے لوگوں سے، ﴿۱۶۸﴾ تو ہم بھی ضرور اللہ کے چیدہ بندے ہوتے، ۱۱۰ ﴿۱۶۹﴾

فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا

پھر بھی (اس عظیم الشان کتاب ہدایت کے آنے پر) انہوں نے اس کا انکار کر دیا، ۱۱۱ سو عنقریب (اس کا انجام) ان کو خود ہی

لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ

معلوم ہو جائے گا' ﴿۱۷۰﴾ اور بلاشبہ پہلے طے ہو چکی ہے بات ہمارے ان خاص بندوں کے لئے، جن کو رسول بنا کر بھیجا گیا، ﴿۱۷۱﴾ کہ بیشک

۱۰۷ فرشتوں میں سے ہر ایک کا دائرہ محدود و معین: -سو فرشتوں کی طرف سے فرشتوں کے کُلِ سر سبد حضرتِ جبریلِ امین سے اللہ تعالیٰ کے حکم وارشاد سے ملائکہ کی اصل حیثیت واضح کرنے کے لیے اعلان کروادیا گیا کہ "ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقرر مقام ہے"۔ یعنی کسی قسم کا خدائی اختیار رکھنا تو درکنار ہمارے عجز وانکسار اور ہماری اطاعت وبندگی کا یہ عالم ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقرر اور محدود مقام ہے جس سے ہم ذرہ برابر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ سو اس ارشاد سے مقصود ان لوگوں کی تقبیح وتفضیح ہے جو فرشتوں کو خداوندِ قدوس کی خدائی میں شریک مان کر انکی پرستش کرتے تھے کہ فرشتوں کا خود اپنا حال اور بیان کیا ہے۔ اور یہ احمق ان کو کیا بنائے بیٹھے ہیں۔ سو فرشتوں کے اس اعلان سے اس امر کی توضیح وتصریح کروادی گئی کہ فرشتوں میں سے ہر ایک کا دائرۂ کار معین اور اسکی رسائی محدود ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔

۱۰۸ فرشتوں کا کام اپنے رب کے حضور صف بستہ کھڑے رہنا: -سو فرشتوں کی زبان سے اعلان واقرار کروایا گیا کہ ہمارا کام اور ہمارا مقام تو بس صف بستہ کھڑے رہنا ہے۔ یعنی اپنے رب کے حکم کے انتظار میں کہ کب کیا حکم ملتا ہے تاکہ ہم اس کو بلا کسی چون وچرا کے فوری طور پر بجالائیں گے۔ سو اس سے فرشتوں کی اصل حیثیت کے بارے میں اعلان کروادیا گیا کہ ہم خدا کے بندے اور اس کے حکم وارشاد کے پابند ہیں۔ سو کتنے غلط اور کس قدر گمراہ ہیں وہ لوگ جو ہمارے بارے میں خدائی اختیارات کی بات کرتے ہیں۔ ہم تو اپنے مقرر اور محدود مقام سے ذرہ برابر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اور ہر وقت اپنے رب کی عبادت وبندگی اور اسکے حکم وارشاد کے انتظار میں صف بستہ کھڑے رہتے ہیں کہ ہمارا کام

تو بہر حال اس معبودِ برحق کی عبادت و بندگی ہے اور بس۔ سو کتنے احمق اور کس قدر بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں وہ لوگ جو اس کے باوجود فرشتوں کو خدا کی خدائی میں شریک جان کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ رکھے، اور سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۱۰۹ فرشتوں کا کام اپنے رب کی تسبیح کرنا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور ہمارا کام تو تسبیح کرتے رہنا ہے اپنے رب کی''۔ یعنی اللہ پاک کی پاکی بیان کرنا ہر نقص و عیب اور ہر طرح کی خامی و کمزوری سے۔ نیز ہر قسم کے شرک اور اس کے شوائب سے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو خداوندِ قدوس کی خدائی میں شرکت تو دور کی بات ہے ہم تو ہمیشہ اسکی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ تسبیح میں اللہ پاک کی تنزیہ کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ یعنی اللہ پاک کو ان تمام باتوں سے منزہ اور اعلیٰ و ارفع قرار دینا جو اس کی شان کے منافی ہیں۔ پس وہ ہر قسم کے نقص و عیب اور شرک کے ہر شائبے سے پاک ہے۔ جل جلالہ و عم نوالہ

۱۱۰ انسان کی ناشکری اور بے قدری کا ایک نمونہ و مظہر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ تو (آپ کی بعثت سے پہلے اے پیغمبر) بڑا زور دے کر کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی کوئی ذکر ہوتا پہلے لوگوں سے تو یقیناً ہم بھی اللہ کے چیدہ بندوں میں سے ہو جاتے۔ مگر اس کے باوجود جب ان کے پاس یہ عظیم الشان کتاب ہدایت آ گئی تو انہوں نے اس کا صاف اور صریح طور پر انکار کر دیا۔ اس سے انسان کی بے قدری اور ناشکری کا ایک نمونہ و مظہر سامنے آتا ہے کہ پہلے تو یہ لوگ خود آسمانی کتاب کی آرزو اور تمنا کیا کرتے تھے اور اب جبکہ یہ عظیم الشان کتاب ان کے پاس آ چکی ہے یہ اس کے انکاری ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰۶، ۱۰۷ اور سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۴۲ میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ سو یہ انسان بڑا ہی بے قدرا اور ناشکرا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾۔ کہ جب نعمت نہیں ملی ہوتی تو ایسے لوگ اسکی تمنا اور آرزو کرتے ہیں۔ لیکن جب مل جاتی ہے تو یہ اسکے منکر ہو جاتے ہیں۔ سو یہ ایسے منکرین کے رویہ کفر و انکار کا ایک نمونہ ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۱۱ منکرین کا انکارِ حق اور کفرانِ نعمت: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''پھر بھی انہوں نے اس کتاب ہدایت کے آنے پر کفر و انکار ہی سے کام لیا''۔ سو یہ انسانی نفسیات اور خاص کر منکر انسان کی نفسیات اور اس کی طبعی افتاد کا ایک عام مظہر و نمونہ ہے جو ہمیشہ رہا ہے کہ جب اس کو نعمت نہیں ملتی تو یہ اس کی تمنا اور آرزو کرتا ہے۔ مگر جب وہ نعمت اسے میسر آ جاتی ہے تو یہ اس کی ناقدری کرتا اور انکار سے کام لیتا ہے۔ اس کی یہی نفسیات اس کی زندگی میں ہمیشہ کارفرما رہی۔ کل بھی یہی حال تھا اور آج بھی یہی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ نعمت کی قدر پہچاننے والے اور اسکا حقِ شکر ادا کرنے والے کم ہی لوگ ہوتے ہیں۔ پہلے بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اس سے پہلے تو یہ لوگ بڑے زور و شور سے کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی تعلیم ہوتی یا ہمارے پاس اللہ کا کوئی رسول آیا ہوتا تو ہم اللہ تعالیٰ کے نہایت خاص بندے بن کر دکھا دیتے۔ لیکن جب اللہ کا رسول ان کے پاس پہنچ گیا اور دینِ حق ان کو اپنی کامل اور آخری شکل میں مل گیا تو یہی لوگ سب سے بڑھ کر اس کے منکر اور اس کے دشمن بن گئے۔ سو یہ انسان کی ناشکری اور بے انصافی و بدبختی کی ایک تباہ کن نفسیات ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے ذکر و شکر سے سرشار رکھے۔ اور غفلت و لاپرواہی سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔

جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ

وہی ہماری مدد پائیں گے، ۱۱۲ ﴿۱۷۲﴾ اور یقیناً ہمارے لشکر ہی نے قطعی طور پر غالب ہو کر رہنا ہے، ۱۱۳ ﴿۱۷۳﴾ پس آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں

اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

ایک خاص وقت تک، ۱۱۴ ﴿۱۷۴﴾ اور دیکھتے رہو ان (کے انجام) کو عنقریب یہ خود بھی دیکھ لیں گے (اپنا انجام) ﴿۱۷۵﴾ ۱۱۵ تو کیا پھر بھی یہ لوگ ہمارے عذاب کیلئے

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ

جلدی مچا رہے ہیں؟ ﴿۱۷۶﴾ سو جب اتر آئے گا وہ عذاب ان کے صحن میں تو اس وقت بڑا ہی برا وقت ہو گا ان لوگوں کیلئے جن کو پہلے خبردار کیا جا چکا

۱۱۲ اللہ کے رسولوں کے مدد کا قطعی وعدہ کا ذکر و بیان:۔ سو اس بارے میں صاف وصریح اور قطعی وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہمارے رسولوں ہی کی مدد ہوگی"۔ تاکید در تاکید ملاحظہ ہو کہ حرفِ تاکید، لامِ تاکید اور جملہ اسمیہ جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور رسل کرام کی یہ نصرت و مدد ہمیشہ رہی۔ حجت و برہان کے اعتبار سے تو وہ ہمیشہ ہی غالب و منصور رہے۔ ان کے لائے ہوئے پیغامِ حق میں کبھی کوئی شائبہ نقص ثابت نہیں کیا جا سکا۔ قلوبِ سلیمہ میں سچی عزت و عظمت بھی ہمیشہ انہی کی رہی۔ ان کی زندگیوں میں بھی اور ان کے بعد بھی قیامت تک۔ اور پھر آخرت میں ان کے مقاماتِ رفیعہ کا اندازہ ہی کون کر سکتا ہے۔ رہ گیا دنیا کا سیاسی غلبہ تو یہ بھی اگرچہ بہتوں کا حاصل ہوا مگر جہاں نہیں بھی ہوا تو وہاں ان دوسری حکمتوں کی بناء پر نہیں ہوا جن کا احاطہ اللہ پاک کا علمِ کامل ہی کر سکتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور انجام کار کامیابی بہرحال رسولوں ہی کی ہے کہ غلبہ بہرحال حق ہی کا ہوتا ہے۔ اور ناکامی و رسوائی انکے مخالفوں اور منکروں کیلئے ہے۔ بہرکیف اس ارشاد سے اس انجام کی طرف اشارہ فرما دیا گیا جس سے رسولوں کے مکذبین کو لازماً دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور اس سے مقصود قریش کے منکرین کو تنبیہ کرنا ہے کہ اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو اللہ تعالیٰ کی وہی سنت ان کے حق میں بھی ظاہر ہو گی جو اس سے پہلے دوسرے منکرین و مکذبین کے حق میں ظاہر ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون بے لاگ اور سب کے لیے یکساں ہے۔ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً﴾ الآیۃ۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۱۱۳ غلبہ بہرحال اللہ تعالیٰ کے لشکروں ہی کے لیے ہے:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہمارے لشکر ہی نے غالب ہو کر رہنا ہے"۔ اور تاریخ اس حقیقت کی شاہد عدل وصدق ہے۔ اور جہاں کہیں اس کے خلاف نظر آئے وہاں سمجھو کہ اس "جُنْدِيَةُ اللّٰه" ۔ "اللہ کا لشکر ہونے" میں فرق رہا ہے۔ جو "جندنا" کی اضافت تشریفیہ سے مفہوم ہوتی ہے یا دوسری حکمتوں کی بنا پر جن کا علم کامل اللہ پاک ہی کو ہے۔ جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ وَعَزَّ بُرْهَانُهٗ ۔ سو اللہ کا رسول اور اسکی بعثت و تشریف آوری حجت خداوندی ہوتی ہے۔ جب کسی رسول کی بعثت و تشریف آوری کے ذریعے کسی پر حجت قائم کر دی گئی تو اسکے بعد اگر وہ قوم ایمان نہیں لائی تو لازماً وہ تباہ ہو کر رہی کہ رسول کی بعثت خداوند

قدوس کی آخری حجت ہوتی ہے۔ اور اسکا ظہور اس قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کی عدالت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اسکے بعد حق و باطل کی کشمکش، اسکے اور اسکے ساتھیوں کے غلبہ اور اسکے مخالفوں کی تباہی پر ہی ہوتی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس سنت کو دوسرے مقام پر اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے۔ ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ الایة۔ (المومن: ۵۱) یعنی "ہم ضرور مدد کریں گے اپنے رسولوں کی بھی اور ان سب کی بھی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہونگے"۔ یہاں پر یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ رسول ان کے ساتھیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کا لشکر بھی ہوتا ہے اور جن کے ساتھ خدا کے فرشتوں کے لشکر ہوں ان کو دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ ایسے لشکر کو امتحان کے تقاضوں کے طور پر آزمائشیں تو آتی ہیں لیکن بالآخر فتح اسی کی ہوتی ہے۔ وباللہ التوفیق۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۱۱۴ پیغمبرؑ کو صبر و انتظار کی تعلیم و تلقین: ۔ سو پیغمبر کو تسلی دیتے ہوئے اور آپ کو صبر و انتظار کی تعلیم و تلقین کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ پس آپ انکو انکے حال پر چھوڑ دیں ایک خاص وقت تک۔ یعنی ان کی زیادہ فکر نہ کیجئے بلکہ عفو و درگزر ہی سے کام لیجئے اور انکا معاملہ اللہ ہی کے حوالے کر کے اسی پر بھروسہ رکھیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ ﴿وَدَعْ اَذٰهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ الایة (الاحزاب: ۴۸) نیز دوسری جگہ صفحِ جمیل کا حکم فرمایا گیا۔ سو ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ﴾۔ (الحجر: نمبر ۸۵) یعنی "آپ صبر ہی سے کام لیتے رہیں" کہ یہ لوگ اپنے انجام کو بہرحال پہنچ کر رہیں گے۔ پس آپ انکی زیادتیوں پر صبر و برداشت ہی سے کام لیں تاکہ اللہ کی حجت ان پر تمام ہو جائے۔ یہ اپنا پیمانہ اچھی طرح بھر لیں پھر اسکے نتیجے میں یہ لوگ اپنے مصیرِ محتوم اور انجامِ اخیر کو پہنچ کر رہیں۔ اور یہ اپنا انجام خود دیکھ لیں گے کہ وہ کس شکل میں ان کے سامنے آتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کی ہر شکل اور اس کے ہر شائبے سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

۱۱۵ منکرین کا معاملہ انکے انجام کے حوالے: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آپ دیکھتے رہو ان کے انجام کو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے اپنے انجام کو"۔ یعنی اپنے وقتِ مقرر پر۔ اور وہ دور نہیں۔ کبھی بھی آسکتا ہے۔ پس یہ لوگ اس کی جلدی مچانے کی بجائے اس سے بچنے کی فکر کریں کہ عقل و خرد اور ہوش مندی کا تقاضا یہی ہے اور یہی ہوسکتا ہے کہ انسان اس آخری انجام کے آنے سے پہلے اس سے بچنے کی فکر و کوشش کرے ورنہ ہمیشہ کے خسارے میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ بہرکیف اس ارشاد میں انجام کے انتظار کی ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جب یہ ہٹ دھرم لوگ ماننے کو تیار نہیں تو ان کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دو کہ عنقریب یہ خود ہی دیکھ لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ سو اس کے کچھ عرصے بعد انہوں نے حق کے غلبے اور اپنی شکست کو اپنی کھلی آنکھوں سے خود ہی دیکھ لیا۔ چنانچہ اس کے کوئی چودہ پندرہ سال بعد ہی انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول فاتحانہ طور پر مکہ میں داخل ہو رہے ہیں اور پھر اس کے چند ہی سال بعد ان لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اسلام نہ صرف عرب پر بلکہ روم و ایران کی عظیم سلطنتوں پر بھی غالب آرہا ہے جبکہ وہ ہمیشہ ہمیش کے خسارے مین مبتلا ہوکر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، سو انجام کار غلبہ حق ہی کیلئے ہے، والحمدللہ جلّ وعلا،

عَنۡهُمۡ حَتّٰى حِيۡنٍۙ ۝۱۷۸ وَّاَبۡصِرۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ ۝۱۷۹

تھا، ف۱۱۶ ۱۷۷ اور چھوڑ دو ان لوگوں کو ان کے حال پر، ایک وقت تک، ۱۷۸ اور دیکھتے رہو (ان کے انجام کو) عنقریب یہ خود بھی دیکھ لیں گے (نتیجہ اپنے کئے

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۝۱۸۰ وَسَلٰمٌ

کرائے کا،) ف۱۱۷ ۱۷۹ پاک ہے تمہارا رب، عزت کا مالک ان تمام باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں، ف۱۱۸ ۱۸۰ اور سلام ہو

عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝۱۸۱ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۸۲

(اللہ کے بھیجے ہوئے) رسولوں پر ف۱۱۹ ۱۸۱ اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو کہ پروردگار ہے سب جہانوں کا ف۱۲۰ ۱۸۲

۱۱۶ منکرین و معاندین کے عذاب کی ہولناکی کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اب تو یہ اس عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں لیکن جب وہ عذاب اتر آئے گا انکے صحنوں میں تو بڑا ہی برا حال ہوگا ان لوگوں کا جن کو خبردار کر دیا گیا تھا"۔ تشبیہ و تمثیل کے انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ جس طرح کوئی لشکر اچانک کسی دشمن پر صبح سویرے حملہ کر کے ان کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کر دیتا ہے اسی طرح ان کا حال بھی ہونے والا ہے- وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡم- عربوں کے یہاں غارت گری کا وقت عموماً صبح کا وقت ہی ہوتا تھا۔ اسی لیے عربی زبان میں لفظ "صباح" غارتگری اور حملے کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔ اور "واصباحاہ" کے نعرے میں بھی یہی مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور یہ ایسے ہی موقع کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ سو اس ارشاد کے ذریعے منکرین و مکذبین کو خبردار فرمایا گیا کہ رسول کی تکذیب کی صورت میں ان کو جس عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے اور جس کیلئے یہ لوگ جلدی مچا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک وہ عذاب یا اس کا کوئی نمونہ دکھا نہ دیا جائے ہم ایمان لانے والے نہیں تو انکو آگاہ رہنا چاہیئے کہ وہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ وہ جب انکے صحنوں اور میدانوں میں اترے گا تو بڑا ہی برا حشر ہوگا ان لوگوں کا جن کو اس سے خبردار کر دیا گیا تھا۔ سو رسولوں کے اِنذار کے بعد جو عذاب آیا کرتا ہے وہ بڑا ہی ہولناک اور ایسی قوموں کو ہمیشہ کیلئے تہس نہس کر دینے والا ہوتا ہے- وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡم-

۱۱۷ انجام کے انتظار کے لیے تاکیدِ مکرر کا ذکر و بیان:- سو پیغمبر کو خطاب کر کے دوبارہ تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "دیکھتے رہو عنقریب یہ خود بھی دیکھ لیں گے"۔ سو تکرار کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے تاکہ ان سرکشوں کے لئے تہدید اور آنحضرت- صلی اللہ علیہ وسلم- کے لئے تسلی مزید کا سامان ہو سکے- "تهدئة و تسلية للرسول صلى الله عليه وسلم" (صفوۃ التفاسیر ج ۳ ص ۴۷ وغیرہ)۔ سو اس میں پیغمبر کو تسلی دی گئی کہ کچھ ہی عرصہ انکے عناد و ہٹ دھرمی اور انکی ژاژ خائیوں کو نظر انداز کرو۔ عنقریب ہی نتیجہ و انجام سب کے سامنے آجائے گا جس کو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ عظیم الشان خوشی اور مسرت سے سرشار ہونگے۔ اور یہ بھی دیکھ لیں گے جب ان کی ذلت و رسوائی اور حسرت و مایوسی کی

کوئی حد باقی نہیں رہے گی-وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم- سواس میں کفار ومنکرین کے لیے بڑی دھمکی ہے کہ وہ وقت جلد ہی پہنچنے والا ہے جبکہ تم لوگ اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ لوگے جس سے تمہیں خبردار کیا جاتا رہا ہے۔تب تمہیں سب کچھ خود معلوم ہو جائے گا-والعیاذ باللہ العظیم-مگراس وقت تمہارے لئے کف افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔والعیاذ باللہ

۱۱۸ حضرتِ حق-جَلَّ مَجْدُہٗ-کی تنزیہ وتقدیس کا ذکروبیان:-سوارشاد فرمایا گیا کہ "پاک ہے تمہارا رب عزت کا مالک ان تمام باتوں سے جو کہ یہ لوگ بناتے ہیں"۔یعنی مشرکین عرب اور دوسرے گمراہ لوگوں نے خداوند تعالیٰ کے لئے جو جو تصورات اپنی عقل وفکر کے مطابق قائم کر رکھے ہیں وہ ان سب سے منزہ و پاک اور وراء الوراء اور اعلیٰ و بالا ہے-سبحانہ و تعالیٰ-جو کہ تمام عزت واقتدار کا حقیقی مالک ہے اور اس نے ایسے لوگوں کو ان خرافات سے آگاہ اور انکے نتائج سے باخبر کردیا۔اب اگر وہ ان باتوں سے باز نہیں آئے تو اسکا انجام وہ خود دیکھ لیں گے۔سو جب وہ رب ہے سب کا، اور عزت و عظمت کا اصل اور حقیقی مالک بھی وہی ہے۔اور یہ شان اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی نہ ہے نہ ہوسکتی ہے تو پھر اس میں کسی شائبہ نقص وعیب یا کسی شمۂ شرک واشتراک کا کوئی سوال ہی کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟۔پس جن لوگوں نے اس کے لیے اولاد تجویز کی یا فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دیا، وغیرہ ان سب نے بکواس کیا اور ظلم کا ارتکاب کیا۔وہ ایسے تمام تصورات سے پاک اور اعلیٰ وبالا ہے-وہ وحدہٗ لاشریک ہر خوبی کا مالک اور ہر قسم کی عبادت کا اکیلا حقدار ہے، سبحانہ وتعالیٰ

۱۱۹ سب رسولوں پر سلام کا ذکر بیان:- سوارشاد فرمایا گیا "سلام ہو رسولوں پر جو اپنے رب کی طرف سے دنیا کو امن وسلامتی کا پیغام پہنچاتے ہیں" اور بنی نوعِ انسان پر سب سے بڑا احسان کرتے ہیں۔اوپر دوسرے رسولوں کیلئے جس طرح سلامتی کی یہ بشارت وارد ہوئی ہے اسی طرح آخر میں رسولوں کے امام حضرتِ محمد ﷺ کیلئے بھی یہ بشارت ہے کہ جو سنتِ الٰہی تمام رسولوں کیلئے ظاہر ہوئی ہے وہی آپ ﷺ کیلئے ہے۔سو اللہ کے رسولوں کیلئے سلامتی ہے اور آپکے دشمنوں کیلئے تباہی-وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم- سو پیغمبروں کے لیے سلامتی ہے ہر شر و مکروہ سے۔دنیا میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی کہ وہی اس کے اصل حقدار ہیں-علیہم الصلاۃ والسلام-اللہ ان سے محبت اور ان کی اتباع و پیروی نصیب فرمائے۔اور خاص کر ان کے امام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی، علیہم الصلوٰۃ والسلام،

۱۲۰ تعریف کا اصل حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے:-سوارشاد فرمایا گیا "سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو کہ پروردگار ہے سب جہانوں کا"۔ ہر حمد وشکر کا حقدار وسزاوار وہی وحدہ لاشریک ہے۔اس لیے وہ حق وباطل کی کشمکش میں لازماً حق کا بول بالا کرے گا۔اور جب وہ ہمارا اور سب جہانوں کا پروردگار ہے تو اسکی پروردگاری کا لازمی تقاضا ہے کہ اس دنیا میں بھی اسکا عدل ظاہر ہو، اور آخرت میں بھی اسکے عدل کا کامل ظہور ہو۔یہی اسکی ربوبیت کا تقاضا ہے اور اسی بنا پر وہ سزاوارِ حمد وثنا ہے۔اس دنیا میں بھی اور آخرت کے اس ابدی جہاں میں بھی-سبحانہ وتعالیٰ-جہاں بھی کوئی خوبی وکمال کسی بھی شکل میں موجود ہے وہ سب اسی کا کمال اور اسی کی ربوبیتِ مطلقہ کا تقاضا ونتیجہ ہے۔اس لیے ہر قسم کے شکر وثنا اور ہر طرح کی عبادت وبندگی کا اصل حقدار وہی اور صرف وہی ہے اس کے سوا کسی کے لیے بھی عبادت وبندگی کی کوئی بھی قسم کسی بھی شکل میں بجالانا شرک ہے جو کہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ-اکبر الکبائر-اور ظلمِ عظیم ہے-والعیاذ باللہ-اللہ تعالیٰ شرک کے

ہر شائبے سے محفوظ اور ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، یااکرم الاکرمین

☆ ۔۔۔ ۲ ذوالحجہ ۱۴۲۰ مطابق یکم اپریل ۱۹۸۸ء، ام ہریرہ، شارع طارق بن زیاد، بردبی۔ والحمدللہ ربّ العالمین۔

☆ ۔۔۔ تکمیل نظر ثانی ۹ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ (عیدالاضحیٰ کی رات) مطابق ۶ اپریل ۱۹۹۸ء بروز پیر بوقت سوا دس بجے شب سطوہ دبی والحمدللہ ربّ العالمین بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ

☆ ۔۔۔ تکمیل پروف ریڈنگ بتاریخ ۱۹ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۹۹ء بروز بدھ بوقت پونے سات بجے صبح سطوہ دبی والحمدللہ ربّ العالمین، الذی لاتتم الصالحات الا بتوفیق منہ سبحانہ وتعالیٰ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہ،

☆ ۔۔۔ سیکنڈ پروف ریڈنگ ۲۵ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۹۹۹ء بوقت دس بجے شب سطوہ، دبئ والحمدللہ رب العالمین

☆ ۔۔۔ تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۲۱ جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۰ اگست ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ، بوقت پونے چار بجے صبح (اذان فجر سے کوئی پون گھنٹہ پہلے) والحمدللہ ربّ العالمین فی کل زمانٍ ومکان وفی کل حین من الاحیان

☆ ۔۔۔ تکمیل چوتھی ریڈنگ ۲۹ ذوالحجہ ۱۴۲۳ مطابق ۲ مارچ ۲۰۰۳ بروز اتوار بوقت پونے تین بجے شام، سطوۃ، دبی۔ والحمدللہ ربّ العالمین۔ الذی منہ الھدایۃ، والیہ النھایۃ، سبحانہ وتعالیٰ

☆......☆......☆

ملحوظہ برائے شکر خداوندی:۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے کل بروز جمعہ صبح آٹھ بجے لکھنا شروع کیا تھا اور اُس وقت سے اُس وقت تک کوئی سولہ گھنٹے لگاتار لکھتا رہا ہوں۔ پوری رات گزر گئی ہے اور اب صبح کی اذان کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس دوران صرف جمعہ اور دیگر نمازوں اور کھانے کے وقفے کے سوا باقی تمام وقت لگاتار لکھتا ہی رہا ہوں۔ رات کو سویا بھی نہیں، مالک الملک! جس طرح تُو نے اپنے اس بندۂ ناچیز کو یہ توفیق بخشی ہے اسی طرح آگے بھی محض اپنے فضل وکرم سے مزید توفیق سے سرفراز فرما، اور اس عمل کو خالص اپنی رضا کیلئے قبول فرمالے۔ اور جو کوئی شائبہ کھوٹ کا کہیں موجود ہو، خواہ نیت میں ہو، خواہ عمل میں، اسکو محض اپنے فضل وکرم، اور رحمت وعنایت سے دور فرمادے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین ویاارحم الراحمین۔ انتَ ارحمُ بِنا منّا لِاَنفُسِنا، فعَلَیکَ نتوکل، وبک نَستعین فِی کُلِّ اٰنٍ وَّ حِیْن

☆ اللمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) ۲۸ ذوالحجہ ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۱۹ فروری ۲۰۰۴ء بروز جمعرات بوقت اڑھائی بجے دن، مدنی منزل معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمدللہ ربّ العالمین۔ قبل کل شئی و بعد کل شئی، فَاِنَّہٗ مَا مِنْ خَیرٍ اِلَّا مِنْہُ، سبحانہٗ وتعالیٰ، وَھُوَ الْعزیز الْوَھَّاب، مُلْھِمُ الصِّدقِ والصواب، جَلّ وعلا۔

ایاتھا ۸۸ ۳۸ سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ ۳۸ رکوعاتھا ۵

سورۂ صٓ مکی ہے اس کی اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے،

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ

صٓ، قسم ہے اس قرآن ذکر والے کی ف۱ ① (اس میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں) مگر جو لوگ اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر (وباطل) پر،

عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ

وہ تکبر اور ضد (وعناد کی دلدل) میں پڑے ہیں، ف۲ ② ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا، ف۳ پھر (شامت آنے پر) انہوں نے

ف۱ قرآن حکیم کے "ذی الذکر" ہونے کا معنیٰ ومطلب؟: سو ارشاد فرمایا گیا "قسم ہے ذکر والے اس قرآن کی"۔ ذکر کے معنیٰ نصیحت کے بھی ہیں اور عزت وشرف کے بھی۔ اور قرآنِ حکیم میں یہ دونوں ہی صفتیں بدرجہ اتم موجود ہیں کہ یہ کتاب حکیم ایک عظیم الشان اور جلیل القدر نصیحت بھی ہے۔ اور ایسی عظیم الشان اور بے مثل نصیحت کہ اس کی دوسری کوئی نظیر و مثال نہ اس سے پہلے کبھی پائی گئی ہے اور نہ آئندہ قیامت تک کبھی ممکن ہو سکتی ہے۔ اور ایسی عظیم الشان نصیحت کہ اس میں کسی خطا وقصور کا کوئی امکان ہی نہیں۔ اور یہ کتابِ حکیم عین عز وشرف بھی ہے۔ اور ایسی کہ یہ انسان کو دارین میں عز وشرف سے نوازتی ہے۔ اس لئے ہم نے اپنے ترجمے میں اسی لفظ - ذکر - کو برقرار رکھا ہے۔ تاکہ یہ ان دونوں معنوں کو عام اور شامل رہے۔ جبکہ دوسرے حضراتِ مترجمین میں سے کسی نے ایک مفہوم کو اختیار کیا ہے اور کسی نے دوسرے کو - والحمد للہ جل وعلا- سو ذکر ونصیحت بھری یہ کتابِ حکیم ایک طرف تو انسان کو ان تمام حقائق کی تذکیر و یاددہانی کراتی ہے جو اسکی فطرت وجبلت میں ودیعت و پیوست ہیں مگر وہ انکو بھولا ہوا ہے۔ دوسری طرف یہ کتابِ حکیم اس ہدایت کی تذکیر و یاددہانی کراتی ہے جو کہ اللہ نے اپنے انبیاء ورسل کے ذریعے اپنی مخلوق کو فرمائی مگر لوگوں نے اسکو بھلا دیا۔ اور تیسری طرف یہ کتابِ حکیم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نقمت کے ان بڑے بڑے واقعات کی تذکیر و یاددہانی کراتی ہے جو اس سے پہلے پیش آچکے ہیں تاکہ دنیا اس سے سبق لے اور عبرت پکڑے۔ اور چوتھی طرف یہ کتابِ حکیم اس نتیجہ وانجام سے آگہی بخشتی اور اسکی تذکیر و یاددہانی کراتی ہے جو حضراتِ انبیاء ورسل کی تکذیب کرنے والوں کو بھگتنا پڑا۔ تاکہ لوگ اس سے سبق لیں اور راہِ حق وہدایت کو اپنائیں۔ تاکہ انکا بھلا ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جبکہ پانچویں طرف یہ کتابِ حکیم حساب وکتاب اور سزا وجزا کے اس سب سے اہم مرحلے کی تذکیر و یاددہانی کراتی ہے جو کہ اس دنیاوی زندگی کے بعد پیش آئے گا۔ تاکہ دنیا اسکی فکر کرتے ہوئے اس کیلئے تیاری کر سکے قبل اس سے کہ حیاتِ دنیا کی جو فرصتِ محدود اسکو ملی ہوئی ہے وہ اسکے ہاتھ سے نکل جائے اور اسکو ہمیشہ کیلئے

کفِ افسوس ملنا پڑ جائے - والعیاذ باللہ - سو "ذی الذکر" کا عموم ان تمام پہلوؤں کو شامل اور سب پر محیط ہے - اللہ ان تمام پہلوؤں سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین یارب العالمین ویا اکرم الاکرمین، وارحم الراحمین۔

۲ عناد و استکبار محرومیوں کی محرومی - والعیاذ باللہ: - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اس کتابِ حکیم میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں مگر جو لوگ اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر و باطل پر وہ تکبر اور ضد میں پڑے ہوئے ہیں - جس کے نتیجے میں وہ دولتِ ایمان سے محروم ہیں - سو قرآنِ حکیم کے اگر اسی ایک وصف کو دیکھا جائے یعنی اس کی شانِ ذکر کو تو اس کی تکذیب اور اس کے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی - لیکن منکرین نے جب آنکھوں پر ضد و عناد اور تعصب وہٹ دھرمی کی سیاہ پٹی باندھ رکھی ہو تو پھر ان کو راہِ حق وہدایت نظر آئے تو کس طرح اور کیونکر؟ کہ ہٹ دھرمی کا تو کوئی علاج ہی نہیں - سو قرآنِ حکیم جن حقائق کی دعوت دیتا ہے وہ تو قطعی طور پر حق اور سچ ہیں مگر کافر لوگ اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس پر ایمان نہیں لا رہے - پس عناد و استکبار اور ضد وہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی اور خرابی کی جڑ بنیاد ہے - والعیاذ باللہ العظیم - بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ان کی محرومی کی وجہ یہ نہیں کہ قرآن کی تذکیر میں کوئی کسر ہے بلکہ انکی محرومی کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ منکر لوگ کبر و غرور گھمنڈ اور عناد میں مبتلا ہیں - سو خرابی قرآن میں نہیں بلکہ خود ان ہٹ دھرم لوگوں کے اندر ہے - قرآن اور اسکی دعوت تو ہر لحاظ سے صاف و صریح، مدلل و مبرہن اور موثر و دل پذیر ہے، لیکن انانیت اور ہٹ دھرمی کے ماروں کے فسادِ باطن کی بنا پر حق وہدایت کی یہ آواز انکے دلوں تک نہیں پہنچ سکتی اور اس کی تذکیر ان پر کارگر نہیں ہو سکتی - والعیاذ باللہ العظیم - سو بندے کے لائق عبدیت وانابت الی اللہ ہے نہ کہ کبر و غرور - عبدیت وانابت کے اندر کمال پیدا کرنے ہی میں اس کی بہتری اور بھلائی ہے - وباللہ التوفیق لما یحب و یرید - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی عبادت و بندگی سے سرفراز و سرشار رکھے - آمین ثم آمین

۳ تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی ہدایت: - سو اس ارشاد سے گزشتہ ہلاک شدہ قوموں کے انجام سے سبق لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے کہ دیکھو ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کیا - تو جو کچھ تکذیب وانکارِ حق کے باعث ان لوگوں کے ساتھ ہوا وہ تمہارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اے دورِ حاضر کے منکرو! کہ اللہ کا قانون عام، بے لاگ، اور سب کے لئے یکساں اور ایک برابر ہے - پس تم باز آ جاؤ اپنی روش سے قبل اس سے کہ تم اسی انجام سے دوچار ہو جاؤ جس سے ماضی کی یہ قومیں دوچار ہو چکی ہیں اور قبل اس سے کہ فرصتِ حیات تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور تم لوگ ہمیشہ کے خسارے میں مبتلا ہو جاؤ کہ پھر اس کی تلافی ممکن نہیں ہو گی - سو اس میں گزشتہ قوموں کے انجام سے سبق لینے اور عبرت پکڑنے کی تعلیم و تلقین ہے جو کہ اس کتابِ حکیم کے "ذی الذکر" ہونے کا ایک اہم پہلو ہے - جیسا کہ اوپر حاشیہ نمبر ا میں گزرا - سو ماضی کی ان منکر اور ہٹ دھرم قوموں نے جب ناصح کی نصیحت پر کان نہ دھرا اور حق وہدایت کی دعوت کو مان کر نہ دیا تو آخر کار وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہیں اور انکار و تکذیبِ حق کے نتیجے میں ان کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا گیا - اور اس طور پر کہ یہ قصہ پارینہ بن کر رہ گئیں - ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾ - (سبا: ۱۹) - والعیاذ باللہ العظیم - سو کفر وانکار اور تکذیبِ حق کا نتیجہ بہر حال ہلاکت و تباہی ہے - والعیاذ باللہ - اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین، وارحم الراحمین۔

فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ

بہت کچھ چیخ و پکار کی، مگر وہ وقت بچنے (اور خلاصی پانے) کا نہیں تھا، ف۴ (۳) اور ان لوگوں کو تعجب ہو رہا ہے اس بات پر کہ ان کے پاس

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴

ایک خبردار کرنے والا آ گیا خود انہی میں سے، اور کافروں نے کہا یہ تو ایک جادوگر ہے بڑا جھوٹا، ف۵ (۴)

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝۵

کیا اس نے ان سارے خداؤں کی جگہ ایک ہی خدا بنا ڈالا؟ یہ تو واقعی ایک بڑی ہی عجیب بات ہے، ف۶ (۵)

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ

اور اٹھ کر چل دیئے ان کے سردار (یہ کہتے ہوئے) کہ چلو اور ڈٹے رہو تم لوگ اپنے معبودوں (کی پوجا پاٹ) پر،

۴ بے وقت کے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں: سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ عذاب کو دیکھ لینے کے بعد ان لوگوں نے بہت چیخ و پکار کی اور ایمان لانے کے بڑے دعوے کیے لیکن اسکا انکو کوئی فائدہ بہرحال نہ پہنچ سکا۔ کہ عذاب دیکھنے کے بعد ایمان لانا ایمان بالمشاہدہ ہے جو نہ مطلوب ہے نہ مفید۔ کہ مطلوب اور مفید ایمان وہ ہے جو بن دیکھے ہو۔ یعنی ایمان بالغیب۔ اور اس کا موقع بہرحال ان لوگوں کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ "لات" اصل میں "لا" ہے جس کے ساتھ "ت" کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جس سے اسکے معنی میں مزید زور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور "مناص" کے معنی فرار کے ہیں۔ یعنی جب تم لوگوں کے انکار اور تکذیبِ حق کی بنا پر ان کو بالآخر عذاب نے آ پکڑا تو ان کی چیخ و پکار کا ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ اور ان کے لیے گریز و فرار کی کوئی صورت ممکن نہ ہو سکی۔ سو یہ ارشاد ایسے ہی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا﴾ الایۃ (المومن: ۸۴-۸۵)۔ سو عذاب کے آ جانے اور غیبی حقائق کے منکشف ہو جانے کے ماننے اور بعد ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ کہ مطلوب ایمان بالغیب ہے، نہ کہ ایمان بالمشاہدہ،

۵ بشریتِ پیغمبرؑ منکرین کے لیے باعثِ محرومی۔ والعیاذ باللہ العظیم: سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ منکرین نے بشریتِ پیغمبر پر تعجب کا اظہار بھی کیا اور اس بنا پر حق کا انکار بھی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "انہوں نے تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک منذر آ گیا"۔ یعنی ان ہی میں سے ایک انسان و بشر کو نبی و رسول بنایا گیا تاکہ وہ ان کو زندگی کے ہر دائرے میں عملی نمونہ دکھا سکے۔ مگر اس پر ان لوگون نے خوش ہونے اور حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کا شکر ادا کرنے کی بجائے الٹا اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ اعتراضات کئے اور بگڑ کر کہنے لگے کہ ایک بشر نبی رسول کیونکر ہو سکتا ہے۔ پس انہوں نے ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر دیا۔ اور یہی غلط فہمی دورِ حاضر کے بہت سے اہلِ زیغ و ضلال کو بھی لاحق ہے، کہ

یہ بھی بشریت اور نبوت کے درمیان منافات سمجھتے ہیں۔سو کل کے ان بگڑے ہوئے انسانوں کا مرض بھی یہی تھا اور آج کا برخود غلط انسان بھی اسی مرض کا مریض اور اسی بیماری کا شکار ہے۔فرق اگر ہے تو یہ کہ کل کے ان منکروں نے حضرات انبیاء و رسل کی بشریت کی بنا پر ان کی نبوت و رسالت کا انکار کیا، جبکہ آج کا بھٹکا ہوا انسان ان کی نبوت و رسالت کے اقرار اور ان پر ایمان کا دعویدار بن کر ان کی بشریتِ طاہرہ کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نبی و رسول بشر نہیں ہوتا۔وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ جب کہ حق اور حقیقت یہ ہے کہ حضرات انبیاء و رسل بشر بھی ہوتے ہیں اور رسول بھی۔ بلکہ ان حضرات کی بشریت و عبدیت پہلے ہوتی ہے اور نبوت و رسالت کے شرف سے ان کو بعد میں نوازا جاتا ہے۔جیسا کہ "عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" میں بھی اس کی تعلیم دی گئی ہے کہ اس میں پہلے عبدیت کا ذکر و اقرار ہے اور پھر نبوت و رسالت کا۔علیہم الصلوۃ والسلام۔ بہر کیف پیغمبر اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے بندہ اور بشر ہوتا ہے لیکن شرفِ نبوت و رسالت سے مشرف ہونے کے بعد انکا درجہ سب سے بڑا ہو جاتا ہے۔سو بشریتِ انبیاء و رسل منکرین کے لیے تعجب اور محرومی کا باعث رہا اور اسی بنا پر انہوں نے ان کی رسالت کا انکار کیا رسول کی توہین و تکذیب کا ارتکاب کیا اور کہا کہ یہ تو ایک ساحر کذاب ہے۔والعیاذ باللہ العظیم۔

۶۰ منکرین کا عقیدۂ توحید پر اظہارِ تعجب:۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان لوگوں نے کہا کہ کیا اس شخص نے ان تمام خداؤں کو ایک ہی خدا بنا دیا؟ یہ تو یقیناً ایک بڑی ہی عجیب بات ہے"۔کہ ایک ہی خدا سب کام کرے۔پوری کائنات کو تھامے اور اس کو چلائے۔ہر کسی کی حاجت روائی و مشکل کشائی کرے اور اس کا کوئی معاون و مددگار اور وزیر و مشیر نہ ہو۔بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی لئے ان لوگوں نے بے شمار چھوٹے چھوٹے خود ساختہ خدا تجویز کر رکھے تھے۔کوئی اولاد دینے کے لئے، کوئی روزی عطا کرنے کے لئے، کوئی صحت و شفاء کے لئے اور کوئی عمومی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے وغیرہ وغیرہ۔اور بعینہ یہی حال آج کے بہت سے اہلِ زیغ و ضلال اور باطل پرستوں کا بھی ہے۔انہوں نے بھی اسی طرح کی فلسفہ طرازیوں اور سخن سازیوں سے طرح طرح کے حاجت روا و مشکل کشا تجویز کر رکھے ہیں۔وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ کہیں وہ بچے مانگنے جاتے ہیں۔کہیں نوکری مانگنے کے لیے۔کہیں باؤلے کتے کے کاٹنے پر اور کہیں پیٹ اور سر درد کیلئے وغیرہ وغیرہ۔وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔

۷ مشرکوں کی طرف سے اپنے پیروؤں کو شرک پر اڑے رہنے کی تلقین:۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ مشرک سرداروں نے اپنے پیروؤں کو تلقین کی کہ تم ڈٹے رہو اپنے ان۔خود ساختہ۔معبودوں پر"۔اور تم اپنے ان من گھڑت معبودوں کے خلاف کسی کی کوئی بات مت سنو اور مانو۔بلکہ تم ان کی پوجا پاٹ اسی طرح کرتے رہو جیسا کہ اب تک کرتے چلے آ رہے ہو۔قطع نظر اس سے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا؟ صحیح کیا ہے اور غلط کیا؟ بس پوری طرح لکیر کے فقیر بن جاؤ اور بس۔سو اس طرح صنادیدِ قریش اور مشرکینِ مکہ لوگوں کو عقیدۂ توحید سے متنفر کرنے اور انکو ورغلانے اور نورِ حق و ہدایت سے محروم کرنے اور محروم رکھنے کی تگ و دو کرتے۔اور اس طرح ضلال اور اضلال دونوں کے مرتکب ہوتے۔وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو یہ انکی بدبختی، ہٹ دھرمی، اور سیاہ باطنی، کا ایک کھلا مظہر تھا کہ اللہ کے رسول کو تو انہوں نے "ساحر" اور "کذاب" قرار دیا لیکن اپنے خود ساختہ، من گھڑت اور بے حقیقت بتوں کو خدا ماننے اور ان پر اڑے، اور ان کے ساتھ چپکے رہنے کے لیے وہ اپنے چیلوں کو اس طرح تلقین کرتے تھے اور اس طرح وہ اپنی بدبختی اور سیاہ باطنی کی سیاہی کو اور پکا کرتے اور نورِ حق و ہدایت سے اور دور ہوتے جاتے مگر ان کو اپنی اس محرومی کا شعور و احساس ہی نہیں ہوتا، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔

إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿٦﴾ صلے مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ

بلا شبہ یہ ایک ایسی بات ہے جس کے پیچھے کوئی اور ہی غرض کارفرما ہے، ف۸ ⑥ یہ بات تو ہم نے پچھلے دین میں بھی

الْاٰخِرَةِ ۚ صلے إِنْ هٰذَآ إِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿٧﴾ صلے ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ

نہیں سنی، یہ تو محض ایک من گھڑت بات ہے، ف۹ ⑦ کیا ہم سب میں سے یہ ذکر بس انہی پر اتارا جانا تھا' ف۱۰ (سو ان لوگوں کا

مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا

یہ کہنا کسی اتباع کی نیت سے نہ تھا) بلکہ (اصل میں) ان کو تو سرے سے میرے ذکر ہی میں شک ہے، (اور وہ بھی کسی دلیل کی بناء پر نہیں،)

يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿٨﴾ ط اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ

بلکہ اس لئے کہ انہوں نے ابھی تک مزہ نہیں چکھا میرے عذاب کا، ف۱۱ ⑧ کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟ جو کہ

الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴿٩﴾ ج اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

سب پر غالب سب کو دینے والا ہے، ⑨ یا ان کے لئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین اور اس (ساری کائنات) کی، جو کہ ان دونوں کے

بَيْنَهُمَا قف فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ﴿١٠﴾ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ

درمیان میں ہے؟ ف۱۲ تو ان کو چاہیے کہ یہ چڑھ جائیں (آسمان میں) رسیاں تان کر، یہ ف۱۳ ⑩ تو ایک ایسا حقیر سا جتھا ہے جس نے شکست کھانی ہے اسی مقام (مکہ) پر

[۸] منکروں کی ہٹ دھرمی اور بدباطنی کا ایک اور نمونہ اور مظہر: — کہ یہ بدبخت دعوتِ حق کو اپنانے کی بجائے الٹا اس کے بارے میں اِلزام تراشی کرتے کہ پیغمبر کی اس دعوت کے پیچھے کوئی اور ہی غرض کارفرما ہے۔ یعنی اصل مقصد اس بات سے یہ ہے کہ محمد تم کو اپنے آبائی دین سے پھیر کر اپنے پیچھے لگا دینا چاہتا ہے۔ تاکہ اس طرح اس کو سرداری اور سربراہی مل سکے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ — (المومنون: ۲۴) (صفوۃ، محاسن، ابنِ کثیر اور ابنِ جریر وغیرہ)۔ سو دعوتِ حق کے جواب میں ابنائے دنیا کا طریقہ و وطیرہ ہمیشہ یہی رہا۔ کل بھی ان کا یہی حال تھا اور آج بھی یہی ہے۔ اور اس ارشادِ ربانی کی تفسیر میں اور بھی کئی احتمال ہیں — والتفصیل فی المفصل ان شاء اللہ تعالیٰ — بہر کیف ان ہٹ دھرم بدبختوں کا کہنا یہ تھا کہ یہ شخص، جو وعظ تم لوگوں کو سنا رہا ہے اس کا اصل مقصد تم کو اپنے آبائی دین سے پھیر کر اپنے پیچھے لگانا اور اپنی حکومت اور سربراہی قائم کرنا ہے۔ پس تم ہوشیار رہو اور اس کی تمام تر کوششوں کے علی الرغم اپنے ان من گھڑت معبودوں کے ساتھ چپکے اور جمے بیٹھے رہو۔ سو ایسے ہٹ دھرموں کو آخر حق کی روشنی نصیب ہو تو آخر کیسے؟ اور کیونکر؟

[۹] منکرین کا عقیدۂ توحید پر اچنبھا اور اس کا انکار: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے عقیدۂ توحید پر تعجب اور

اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ بات تو ہم نے پچھلے دین میں بھی نہیں سنی۔ جس پر ہمارے آباؤ واجداد چلتے آئے ہیں۔ اس سے یا تو ان کی مراد وہی دینِ شرک اور بت پرستی ہے جس پر ان کے بڑے چل رہے تھے یا اس سے نصرانیت مراد ہے جو کہ نورِ اسلام کے طلوع اور آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔کی بعثت وتشریف آوری سے پہلے سب سے آخری سماوی دین تھا کہ اس میں بھی نصاریٰ کی تلبیس سے ایک کی بجائے تین خداؤں یعنی توحید کی بجائے تثلیث کا شرکیہ عقیدہ رواج پا چکا تھا۔ ورنہ اصل دینِ عیسوی بھی اسی طرح توحید کا قائل اور اس کا داعی و پیامبر تھا جس طرح کہ دینِ اسلام۔ اور حضرتِ نوح سے لیکر حضرتِ ابراہیم تک اور اسکے بعد کے تمام انبیائے کرام نے بھی اسی توحید اور دینِ حق کی دعوت دی۔ اور حضرتِ ابراہیمؑ اور حضرتِ اسماعیل نے بیت اللہ کی تعمیر بھی اسی لیے کی تھی کہ وہ توحید کا مرکز ہو۔ اور انہوں نے اپنی اولاد کو بھی اس سرزمین میں اسی لیے بسایا تھا کہ وہ دینِ اسلام اور عقیدۂ توحید کی خدمت اور اسکی تبلیغ کریں۔ مگر قریش کے ان منکرین کے عناد اور انکی ہٹ دھرمی کا یہ عالم تھا کہ یہ اس سب کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم نے توحید کی یہ دعوت اپنے دین میں سنی ہی نہیں۔ بلکہ یہ ان صاحب کی طبعزاد اور من گھڑت ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ عناد وہٹ دھرمی اور ہر قسم کے زیغ وضلال سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔

۱۰ منکرین کے کبروغرور کا ایک اور نمونہ ومظہر: ۔ کہ ان کا کہنا تھا کہ کیا ہم میں سے یہ ذکر بس انہی پر اتارا جاتا تھا؟ یعنی اگر بالفرض یہ نصیحت اللہ ہی کی طرف سے ہے تو کیا اس کے لئے ہم سب کے درمیان بس یہی ایک صاحب رہ گئے تھے جن کے پاس نہ کوئی مال و دولت ہے اور نہ کرسی واقتدار اور نہ کوئی دنیوی منصب ومقام۔ اس کے لئے ہمارے دنیادار سرداروں میں سے کسی کا انتخاب کیوں نہ کیا گیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ﴾۔ (الزخرف:۳۱)۔ سو ان بدبختوں کے کبروغرور کا یہ ایک اور مظہر تھا کہ یہ لوگ اپنے دنیاوی مال ودولت کی بنا پر اپنے آپ کو ایک بڑی چیز سمجھتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جب اس پوری دنیا کی حیثیت بھی پرکاہ کے برابر نہیں تو پھر اس میں سے کچھ ٹکوں کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے؟ اگرچہ وہ کروڑوں اور اربوں کی مقدار ہی میں کیوں نہ ہو۔ سو دنیاوی مال ودولت کا یہ پہلو بڑا ہی خطرناک اور نقصان دہ ہے کہ اس کی بنا پر انسان کبروغرور میں مبتلا ہو کر پیغامِ حق وہدایت سے منہ موڑ لیتا ہے جس کے نتیجے میں وہ حق اور ہدایت کی دولت سے محروم ہو کر ہمیشہ کی ہلاکت اور تباہی کے گڑھے میں جا گرتا ہے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ اللہ کبروغرور سے محفوظ اور ہمیشہ اپنی امان اور پناہ میں رکھے، اور راہِ حق پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین

۱۱ منکرین کے اعراض و انکار کے اصل سبب کی تشخیص: ۔ سو منکرین کے اعراض و انکار کے اصل سبب کی تشخیص کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ایسا نہیں جیسا کہ یہ کہتے ہیں بلکہ ان کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ یعنی ان کا یہ کفر وانکار کسی دلیل وحجت کی بنا پر مبنی نہیں کہ ایسی کوئی دلیل نہ ان کے پاس ہے نہ واقع میں ہو ہی سکتی ہے کہ کفر وشرک کیلئے کوئی دلیل بھلا ہو ہی کیسے سکتی ہے؟ ۔ ﴿وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ﴾۔ (المومنون:۱۱۷)۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ غفلت ولاپرواہی کا شکار ہیں کہ میرے عذاب کا مزہ انہوں نے ابھی تک چکھا نہیں۔ ورنہ اگر میرے عذاب کا تھوڑا سا مزہ بھی یہ چکھ لیتے تو ان کے دماغ ٹھکانے

لگ جاتے اور مزاج درست ہو جاتے۔ اور جب وہ عذاب اپنے وقت پر آئے گا تو ان کا یہ سب نشہ ہرن ہو جائے گا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ روایات کے مطابق جب ابوطالب بیمار ہو گئے تو کفار قریش کے کوئی بیس پچیس سردار جن میں ابوجہل، ابوسفیان، امیہ بن خلف، عاص بن وائل، عتبہ بن ابی معیط اور عتبہ وشیبہ جیسے لوگ شامل تھے آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو سمجھا دیں کہ وہ اپنے اس نئے دین سے باز آ جائے۔ تاکہ ہمارے درمیان بپا ہونے والا یہ تشتت وانتشار ختم ہو جائے۔ وہ ہمارے خداؤں کو برا نہ کہے ہم اس کے خدا کو برا نہ کہیں گے۔ اس پر ابوطالب نے آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کو بلا کر اس کی فہمائش کی۔ تو آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ چچا جان میں ان سے صرف ایک ایسی بات کا مطالبہ کرتا ہوں جس سے تمام عرب ان کے مطیع فرمان ہو جائیں گے اور عجم ان کے باجگزار بن جائیں گے۔ ان لوگوں نے کہا وہ کیا بات ہے۔ ہم ایک چھوڑ دس مرتبہ ایسی بات کہنے اور ماننے کے لیے تیار ہیں۔ تو آپ نے فرمایا وہ ہے۔ ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ''۔ کا کلمہ۔ اس پر وہ سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور بڑبڑاہٹ میں وہ باتیں کہنے لگے جو ان آیات میں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ تو اس موقع پر یہ آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں۔ (ابنِ جریر، ابنِ کثیر، روح، قرطبی، خازن اور معالم وغیرہ)۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ابھی تو ان کو دلائل سے سمجھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر یہ اس سے باز نہ آئے تو پھر ان کیلئے عذاب کا تازیانہ بھی نمودار ہو جائے گا۔ مگر پھر ان کیلئے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہوگی اور پھر پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے بعد ان کو اپنے کیے کرائے کا نتیجہ ہمیشہ ہمیش کے لیے بھگتنا ہوگا۔ اور اس طور پر کہ ان کیلئے اس سے بچنے کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۱۲ منکرین کے دلوں پر ایک دستک ذکر و بیان: ۔سو منکرین کے دلوں پر دستک دینے اور ان کے ضمیروں کو جھنجوڑنے کے لیے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو کہ سب پر غالب اور سب کو دینے بخشنے والا ہے؟ یا انکے پاس آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی بادشاہی ہے؟''۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ان کو آپؐ کے رب کی تقسیم وعطا پر سوال واعتراض کا کیا حق ہو سکتا ہے؟ وہ جس کو چاہے نبوت ورسالت کے شرف سے نوازے کہ وہی جانتا ہے کہ اس شرفِ عظیم اور منصبِ جلیل کا اہل کون ہو سکتا ہے۔ ﴿اَللّٰـہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ﴾ الایۃ۔ (الانعام: ۱۲۴)۔ سو نبوت ورسالت اور علم وحکمت کی بادشاہی جس جیسی دوسری کسی بادشاہی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا وہ واہبِ مطلق جس کو چاہے عطا فرمائے کہ اس کا ہر کام علم وحکمت پر ہی مبنی ہوتا ہے، تو ایسے میں۔ اس پر کسی کے لیے کسی طرح کے سوال واعتراض کا کوئی حق بھلا کس طرح ہو سکتا ہے؟ سبحانہ وتعالیٰ،

۱۳ منکرین کی تعجیز وتحقیر کے لیے ایک حکم وارشاد: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر ان کو اس طرح کا کوئی اختیار حاصل ہے تو یہ چڑھ جائیں آسمانوں میں رسیاں تان کر اور وہاں پہنچ کر یہ پیغمبرؐ پر ہونے والی وحی اور رحمتوں کی بارش کو بند کروا دیں۔ تو کیا یہ اس کا برتہ رکھتے ہیں؟ سو یہ جب نہ تو آپ کے ربِ عزیز ووہاب کے خزانوں کے مالک ہیں نہ آسمانوں اور زمین کی اس کائنات میں انکا کوئی حصہ یا عمل دخل ہے اور نہ ہی یہ اس برتے کے مالک ہو سکتے ہیں کہ یہ رسیاں تان کر آسمانوں میں چڑھ جائیں، تو انکو آخر اس بات کا کیا حق پہنچتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا وبخشش پر اعتراض کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں کو نبوت ورسالت سے کیوں سرفراز فرمایا اور فلاں کو کیوں نہیں اس سے نوازا وغیرہ وغیرہ۔

مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ

منجملہ ان لشکروں کے، (جو حق کے منکر اور دشمن رہے ہیں، ۱۴) ﴿۱۱﴾ جھٹلایا ان سے پہلے (حق اور حقیقت کو) قوم نوح، عادؔ اور

وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ

فرعون میخوں والے نے، ۱۵ ﴿۱۲﴾ اور ثمود، قوم لوط، اور ایکہ والوں نے بھی، ۱۶ یہی ہیں

لْـَٔيْكَةِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ

وہ جتھے، ﴿۱۳﴾ ان میں سے ہر ایک نے جھٹلایا (اپنے تکبر و سرکشی کی بناء پر) میرے رسولوں کو، سو آخر کار (ان میں سے

الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ ع وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً

ہر ایک پر) چسپاں ہو کر رہا میرا عذاب، ۱۷ ﴿۱۴﴾ یہ لوگ تو اب (اپنے آخری انجام کے لئے) ایک ہی مرتبہ کی ایک ایسی ہولناک آواز کی

۱۴ منکرین کی شکست کی پیشینگوئی کا ذکر و بیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ایک حقیر سا لشکر ہے جس نے اس موقع پر بہر حال شکست کھا کر رہنا ہے۔ یعنی وحی تو کیا بند کراتے یہ تو اپنے حق میں مقدر شدہ شکست کو بھی نہیں ٹال سکتے۔ اور انہوں نے اسی مقام پر جہاں یہ کھڑے ہو کر ڈینگیں مارتے ہیں شکست کھا کر رہنا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور بالکل تھوڑے سے عرصے میں ہوا۔ چنانچہ بدر سے لے کر فتح مکہ تک کے وقائع اس کے شاہد صدق و عدل ہیں۔ (ابنِ کثیر، روح، خازن، کبیر وغیرہ) - والحمد للہ ربِّ العالمین - اور اللہ کا وہ عذاب جس کا اشارہ - ﴿لما یذوقوا عذاب﴾ - سے ملتا ہے کہ وہ وقت آنے پر بہر حال انکو اپنی گرفت میں لیکر رہے گا۔ "جند" تنکیر و تحقیر کیلئے ہے اور "ما" اسکی تاکید کیلئے ہے۔ (جامع البیان، صفوۃ التفاسیر اور فتح القدیر وغیرہ)۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ لوگ ایک ایسا حقیر اور بے وزن گروہ ہے جس نے بہر حال شکست کھا کر رہنا ہے۔ چنانچہ اسکے کچھ ہی عرصہ بعد ایسے ہو کر رہا۔ سو اس طرح یہ امر قرآنِ پاک کی ایک عظیم الشان پیشینگوئی اور حضورؐ کے معجزات میں سے ایک بڑا اور اہم معجزہ ہے۔ (تفسیر المراغی وغیرہ)۔ سو انسان کی اصل قوت اور اسکی حقیقی قدر و قیمت حق سے وابستگی میں ہے۔ اس کے بغیر وہ خس و خاشاک اور کوڑے کرکٹ کا ایک ڈھیر ہے جس کا نہ کوئی وزن ہو سکتا ہے اور نہ کوئی قدر و قیمت۔ جس کا مصرف اور انجام یہ ہوتا ہے کہ اس کو جلا کر خاکستر کر دیا جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین۔

۱۵ تکذیب حق کے مجرموں اور ان کے انجام کا حوالہ و ذکر: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس سے پہلے قوم نوح، عاد اور فرعون میخوں والے نے بھی جھٹلایا"۔ "ذُو الْاَوْتَادِ" - "میخوں والا" کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ اپنے مخالفوں کو چومیخا کر کے عذاب دیا کرتا تھا۔ یا یہ کہ اس کی حکومت و سلطنت ایسی مضبوط و مستحکم تھی کہ گویا میخوں سے زمین پر

ٹھوک دی گئی ہو۔ یا یہ کہ اس کے عساکر اور لشکر اتنے زیادہ تھے کہ جہاں وہ ٹھہرتے وہاں خیموں کی میخیں ہی میخیں نظر آتیں وغیرہ۔ (خازن، جامع البیان وغیرہ)۔ سو یہ لفظ فرعون کی فوجوں کی کثرت اور اسکی قوت سے کنایہ ہے۔ جیسے "قدور راسیات" حضرت سلیمان کی سخاوت و فیاضی اور مہمان نوازی سے کنایہ ہے۔ سو تکذیبِ حق کے جرم میں یہ سب ہی لوگ شریک تھے اور آخر کار یہ سب ہی اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۱۶ "اصحاب الایکہ" سے مقصود و مراد؟:- سو اصحاب الایکہ یعنی "گھنے درختوں اور جنگلوں والوں سے" مراد ہیں قومِ شعیب کے لوگ۔ معلوم ہوتا ہے کہ مدین والوں کے پاس کوئی جنگل بھی تھا۔ اسی کی نسبت سے یہ لوگ اس نام سے مشہور ہوئے۔ اور اس سے مراد قومِ شعیب ہے۔ اور ان ہی کو اصحابِ مدین بھی کہا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے بھی اپنے پیغمبر حضرتِ شعیب کی تکذیب کی اور ان کی دعوت و پیغام کو قبول نہ کیا۔ یہ بھی اپنے دور کی ایک بڑی ترقی یافتہ قوم تھی۔ یہ ایک تجارت پیشہ قوم تھی اور ایک خاص تجارتی محلِ وقوع پر واقع ہونے کے باعث یہ قوم خوب خوب دولت کمایا کرتی تھی اور ہوسِ دنیا نے ان کو ناپ تول کی کمی کے جرم میں مبتلا کر دیا تھا جو کفر و شرک کے علاوہ ان کا ایک اور قومی جرم بن گیا تھا۔ اور ان کے پیغمبر حضرتِ شعیب نے ان کو اس قومی جرم سے بھی روکا اور منع فرمایا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اسکی اس طرح تصریح فرمائی گئی۔ ﴿فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ﴾۔ (الاعراف: ۸۵) مگر انہوں نے پیغمبر کی بات کو نہ مانا اور آخر کار اپنے ظلم کے نتیجے میں وہ اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ الحجر۔ (الحجر: ۷۸-۷۹)۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۱۷ ہلاک و برباد ہونے والے جتھوں کی نشاندہی:- سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "یہی ہیں وہ جتھے جنہوں نے حق کو جھٹلایا اور اس کو ماننے سے انکار کیا" اور یہ اس کی عداوت و دشمنی ہی پر کمربستہ رہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ سو جب عذابِ الٰہی آیا تو ان جماعتوں اور گروہوں میں سے کوئی بھی اس سے بچ نہیں سکا۔ سو اللہ کے عذاب سے وقت آنے پر کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ خواہ وہ کتنی ہی قوت اور جمعیت کیوں نہ رکھتا ہو۔ سو یہ اس بات کا تاریخی ثبوت ہے کہ حضراتِ انبیاء و رسل اور انکی دعوت کی تکذیب اور انکار کا نتیجہ و انجام بہر حال دائمی ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ان بدبخت قوموں کی ہلاکت و تباہی اور ان کے اس ہولناک انجام کے اصل سبب کی تصریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کی تکذیب کی تو اس کے نتیجے میں آخر کار ہمارا عذاب ان پر پکا ہو کر رہا"۔ سو ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تکذیبِ حق کے ہر شائبہ سے محفوظ رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا

انتظار میں ہیں ف۱۸ جس میں دم لینے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہوگی، ف۱۹ ﴿۱۵﴾ اور یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب جلد ہی بھیج دے ہمارے لئے

قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

ہمارے حصے کا عذاب، یوم حساب سے پہلے، ف۲۰ ﴿۱۶﴾ (لہذا) آپ صبر ہی سے کام لیتے رہیں ایسے (ہٹ دھرم) لوگوں کی ان باتوں پر، جو یہ (حق کے خلاف)

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا

بناتے ہیں اور یاد کرو ہمارے ایک خاص بندے داؤد (اور ان کی سبق آموز زندگی) کو جو کہ بڑی قوتوں والے تھے ف۲۱ بے شک وہ ہمیشہ رجوع رہنے والا شخص تھا (اپنے رب

الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ

کے حضور، ف۲۲) ﴿۱۷﴾ بلاشبہ ہم نے مسخر کر دیا تھا ان کے ساتھ پہاڑوں (جیسی اپنی سخت مخلوق) کو جو (ان کے ساتھ مل کر) تسبیح کرتے تھے صبح وشام

۱۸ منکرین کے لیے تنبیہ وتحذیر: —سو منکرین کے لیے تنبیہ وتحذیر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اب یہ لوگ ایک ہی ہولناک آواز کے منتظر ہیں"۔ مراد ہے نفخ صور۔ یعنی حق کی وضاحت میں اب کوئی کسر وکمی باقی نہیں رہ گئی۔ اب یہ لوگ گویا اپنے آخری انجام اور قیامت ہی کے منتظر ہیں۔ سو انکے عذاب کا وہ وقت آجائے گا تو پھر اس سے بچنے کی کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ ہوگی۔ والعیاذ باللہ۔ سو منکرین جو اپنے کبر وغرور میں مبتلا ہو کر عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب وہ عذاب آئے گا تو ایک جھڑکی ہی سے ان کا کام تمام ہو جائے گا۔ اس لئے اس سے ہمیشہ اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

۱۹ منکرین کے لیے عذاب کی بے پناہی کا ذکر وبیان: —سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ منکرین کے عذاب کے لیے ایک جھڑکی ہی کافی ہوگی۔ اس لیے عذاب مانگنے کی بجائے اس سے بچنے کی فکر وکوشش کی ضرورت ہے۔ "فواق" دراصل اس وقفے کو کہا جاتا ہے جو دودھ نکالتے وقت دو حلبوں کے درمیان میں پایا جاتا ہے۔ وہ چونکہ بہت ہی معمولی سا وقفہ ہوتا ہے اس لئے محاورے میں یہ قلت سے کنایہ ہوتا ہے۔ یعنی قیامت کے آجانے اور اس ہولناک وقت کے پہنچ جانے کے بعد ایسے غفلت شعار لوگوں کو اتنا وقت بھی نہیں مل سکے گا جتنا کہ دو حلبوں کے درمیان ہوتا ہے۔ کہ وہ بالکل اچانک آجائے گی۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ ﴿لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً﴾۔ "الفَوَاقُ مَابَيْنَ حَلْبَتَيْ حَالِبٍ وَرَضْعَتَي الرَّاضِعِ"۔ (جامع البیان، المراغی وغیرہ)۔ سو عقل وخرد کا تقاضا یہ ہے کہ یہ لوگ اس عذاب سے بچنے کی فکر کریں قبل اس سے کہ یہ اپنے اس ہولناک انجام سے دوچار ہو جائیں۔ سو ان لوگوں کی ہلاکت وتباہی کے لیے خداوند قدوس کی ایک ہی جھڑکی اور ڈانٹ کافی ہوگی۔ پھر ایک لمحے کے لیے بھی ان کو کوئی فرصت نصیب نہ ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

۲۰ منکرین کی بے فکری اور لاپرواہی کا ایک نمونہ ومظہر: —سو منکرین کی طرف سے عذاب کیلئے جلد بازی ان کی بے فکری اور لاپرواہی کا ایک نمونہ ومظہر ہے۔ "قط" کے معنی "قسط" اور "نصیب" یعنی حصہ کے ہیں۔ یہ بات وہ لوگ ٹھٹھا اور

مذاق کے طور پر کہتے تھے کہ اگر واقعی ایسا کوئی عذاب ہونا ہے تو ہمارا حصہ ہمیں یہیں اور فوری طور پر دے دیا جائے۔ سو یہ ان لوگوں کی بدبختی تھی کہ عذاب سے بچنے کی بجائے یہ اسکے وقوع کا مطالبہ کرتے تھے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ الایة۔ (الحج:۴۷) اور فرمایا گیا۔ ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾ الایة۔ (الرعد:۶) وغیرہ۔ سو یہ ان لوگوں کی بدبختی تھی کہ وہ عذاب کیلئے جلدی مچا رہے تھے۔ سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایمان ویقین کی دولت سے محروم لوگ کتنے بدبخت اور کس قدر لاپرواہ ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۱ حضرتِ داؤد کی زندگی سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین: ۔ سو اس ارشاد سے مخالفین کی دلآزاریوں پر حضرت داؤد کی زندگی سے تسلی حاصل کرنے کی تلقین وتعلیم فرمائی گئی ہے۔ "ایدی" جمع ہے "ید" کی۔ جس کے معنیٰ ہاتھ کے آتے ہیں۔ مگر یہاں یہ کنایہ ہے قوت سے۔ کیونکہ ہاتھ قوت کا ذریعہ اور مظہر ہوتا ہے۔ اور داؤدؑ کو واقعۃً اللہ پاک نے عقیدہ وایمان، عمل واخلاق، دولت وسلطنت اور دین ودنیا کی بہت سی قوتوں سے خاص طور پر نوازا تھا۔ سو یہاں پر آنحضرتؐ کو اور آپ کے توسط سے آپکی امت کے ہر داعیِ حق کو اپنے مخالفین کی دلآزار باتوں پر صبر وبرداشت سے کام لینے کیلئے حضرتِ داؤدؑ کے حالات کو یاد کرنے کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے۔ سو حضرتِ داؤد کے ذکر وتذکرہ اور آپ کی حیاتِ طیبہ میں اہلِ حق کے لیے بھی عظیم الشان درسہائے عبرت وبصیرت ہیں، اور اہلِ کفر وباطل کے لیے بھی۔ اہلِ حق کے لیے یہ کہ وہ اتنی قوت اور طاقت رکھنے کے باوجود کس طرح لوگوں کے ناگوار رویے کو برداشت کرتے۔ کس حلم وتحمل کے ساتھ ان سے برتاؤ کرتے، اور کس طرح کمالِ عدل وانصاف اور لطف وعنایت سے کام لیتے۔ ان سے نرمی اور مہربانی کا معاملہ کرتے اور دوسروں کے واقعات سے خود اپنے زندگی کے لیے سبق لیتے تھے۔ اور منکرین کے لیے آنجناب کی زندگی میں یہ درسِ عظیم ہے کہ حضرتِ داؤد اس قدر شان وشوکت عزت وعظمت اور دنیا ودولت سے سرفرازی کے باوجود ایسے عاجزی کرنے والے تھے تو تم لوگ اتنا تکبر کیوں اور کیسے کرتے ہو؟۔ اللہ حق کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق بخشے۔ اور زیغ وضلال کے ہر شائبے سے محفوظ رکھے۔ آمین

۲۲ حضرتِ داؤد کی شانِ اوابیت کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بیشک وہ ہمیشہ رجوع رہنے والے تھے اپنے رب کے حضور"۔ چنانچہ آپؑ ہمیشہ اللہ پاک کی یاد اور اس کی عبادت وبندگی میں لگے رہتے تھے۔ جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں وارد ومنقول ہے کہ سب سے بہتر نماز حضرتِ داؤد کی نماز ہے۔ اور سب سے بہتر روزہ حضرت داؤد کا روزہ ہے کہ آپؑ آدھی رات آرام فرماتے پھر ایک تہائی رات نماز میں گزارتے اور پھر آخری چھٹا حصہ آرام فرماتے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن اِفطار فرماتے۔ اسی لئے بخاری شریف کی روایت کے مطابق آپ کو "اَعْبَدُ الْبَشَر"۔ یعنی "سب سے بڑا عبادت گزار انسان" فرمایا گیا۔ روایات کے مطابق آپ کے گھر کا نظام اس طرح تھا کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں وہاں پر لگاتار عبادت ہوتی رہتی تھی۔ سو بے مثال بادشاہی وحکمرانی میں عبادت کا ایسا عظیم الشان نظام قائم کرنا حضرتِ داؤد کی ایک عظیم الشان اور بے مثال امتیازی شان تھی جو اور کسی کے حصے میں نہیں آئی۔ بہرکیف آنجناب کی شانِ اوّابیت کے ذکر وبیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ آپ اپنے رب کی طرف بڑے ہی رجوع رہنے والے بندے تھے۔ دوسرے مختلف مقامات پر حضرتِ داؤد اور حضرتِ سلیمان دونوں کی شکرگزاری کے اس وصفِ خاص کو طرح طرح سے واضح فرمایا گیا۔ علی نبینا وعلیہما الصلاۃ والسلام۔ اللہ ہمیں بھی ہمیشہ اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین

مَحۡشُوۡرَةً ؕ کُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدۡنَا مُلۡکَهٗ وَاٰتَيۡنٰهُ

(یعنی ہر وقت)، ۲۳ ﴿۱۸﴾ اور پرندوں کو بھی جو سمٹ آتے تھے یہ سب اسی (اللہ) کی طرف رجوع کرنے والے تھے ۲۴ ﴿۱۹﴾ اور ہم نے

الۡحِکۡمَةَ وَفَصۡلَ الۡخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلۡ اَتٰٮكَ نَبَؤُا الۡخَصۡمِ ۘ اِذۡ

مضبوط کردیا تھا ان کی بادشاہی کو ۲۵ اور ان کو نواز دیا تھا حکمت (کی دولت، ۲۶) اور فیصلہ کن بات (کے ملکے) سے ۲۷ ﴿۲۰﴾ اور کیا تمہارے

تَسَوَّرُوا الۡمِحۡرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذۡ دَخَلُوۡا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنۡهُمۡ قَالُوۡا

پاس خبر پہنچی مقدمے کے ان دو فریقوں کی جو کہ دیوار پھلانگ کر گھس آئے تھے ان کے عبادت خانے میں؟ ﴿۲۱﴾ جب کہ وہ پہنچ گئے داؤد

لَا تَخَفۡ ۚ خَصۡمٰنِ بَغٰی بَعۡضُنَا عَلٰی بَعۡضٍ فَاحۡکُمۡ بَيۡنَنَا

کے پاس (ان کے خلوت خانے میں ۲۸)، تو آپ گھبرا اٹھے ان (کے اس طرح آنے) کی وجہ سے، جس پر انہوں نے کہا ڈریے نہیں

ہم دو فریق مقدمہ ہیں، جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی، پس آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے

۲۳ حضرت داؤدؑ کی امتیازی شان کے بعض اہم پہلوؤں کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''یقیناً ہم نے مسخر کر دیا تھا انکے ساتھ پہاڑوں کو'' جو ان کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے تھے صبح و شام، (یعنی ہر وقت) سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ یہ شرف و معجزہ ہم نے آپ کو بخشا اور عطا فرمایا تھا۔ آپ کے اپنے اختیار میں نہ تھا۔ بلکہ یہ سب محض عطاء و انعامِ خداوندی کا نتیجہ و ثمرہ تھا سو اس سے یہ اہم حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ معجزہ پیغمبر کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔ بہر کیف حضرتِ داؤد کو اس خاص معجزہ سے نوازا گیا تھا کہ آپؑ جب اپنے خاص لحن میں زبور کی تلاوت کرتے تو پہاڑ بھی آپکے ہمنوا ہو جاتے اور آپ کے ساتھ مل کر اللہ کی تسبیح و تقدیس میں لگ جاتے۔ اور پہاڑوں کی یہ تسبیح صرف زبانِ حال سے نہیں بلکہ زبانِ قال سے تھی۔ کیونکہ زبانِ حال سے تو ہر چیز تسبیح کرتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰـکِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ﴾ الآیة۔ (بنی اسرائیل: ۴۴)۔ نیز اس لیے کہ تسبیحِ حالی تو ہمیشہ ہوتی ہے کسی وقت کے ساتھ مختص نہیں ہوتی جبکہ یہاں پر ''عشی'' اور ''اشراق'' کی قید موجود ہے۔ اس لیے پہاڑوں کی یہ تسبیح زبانِ قال سے تھی۔ (روح، صفوہ اور جامع وغیرہ)۔ بہر کیف اس ارشاد سے حضرتِ داؤد کی شانِ اوابیت کا ایک نمونہ و مظہر پیش فرمایا گیا ہے کہ آپ شام اور صبح دامنِ کوہ میں بیٹھ کر اپنے مخصوص انداز میں اپنے رب کی تسبیح کرتے اور اپنے ضرب المثل لحنِ داؤدی میں مزامیر زبور کے نغمے چھیڑتے تو پہاڑ بھی آپ کی ہمنوائی کرتے، اور پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ فضا میں جمع ہو کر آنجناب کے سُر میں سُر ملا دیتے۔ جس سے سوز و گداز اور تاثر و تاثیر کا ایک بے مثال کیف آور سماں بندھ جاتا۔ دشت و جبل، چرند و پرند اور گرد و پیش کی ساری چیزیں آپ کی شریکِ بزم ہو جاتیں۔ سبحان اللہ، کیسا سماں ہوتا ہوگا، وہ، والحمدللہ جَلَّ وَعَلَا

۲۴ حضرت داؤدؑ کی محبوبیّت اور معرجعیّت کے ایک اور مظہر کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہ سب ہی اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے''۔ چنانچہ روایات کے مطابق جب آنجناب زبور کی تلاوت کرتے تو ہوا میں اڑتے پرندے وہیں رک جاتے اور آپ کے ساتھ محوِ تلاوت ہو جاتے۔ اور اسی طرح پہاڑ بھی۔ (ابنِ جریر، ابنِ کثیر، قرطبی وغیرہ)۔ اور یہ

سب کچھ حضرتِ حق - جل مجدہ - کی قدرت وعنایت سے تھا اور وہ جو چاہے کرے کہ اس کی شان - ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر﴾ - کی شان ہے - سبحانہ وتعالیٰ - اور اس نے پہاڑوں اور پرندوں کو اسکا حکم دے رکھا تھا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿وَلَقَدْ آتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلاً یَّا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْر﴾ الایۃ (سبا: ۱۰)۔ سو یہ سب جبال و طیور حضرتِ داؤد کے ساتھ مل کر سب ہی اللہ کی طرف رجوع کرتے اور اسکے ذکر اور اسکی یادِ دلشاد میں مشغول ہو جاتے۔ جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں بھی گزرا اور جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۴۳-۴۴ میں اس امر کی تصریح فرمائی گئی ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔ لیکن ہمارے نہ سمجھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی بھی ان چیزوں کی تسبیح کو نہیں سمجھتا۔ حضرتِ داؤد کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو موم کر دینے والا اور پرندوں کو جذب کر لینے والا سوز ولحن بخشا تھا اسی طرح آنجناب کو ان گوشِ شنوا سے بھی سرفراز فرمایا گیا تھا جن سے آپ ان مختلف چیزوں کی تسبیح ومناجات کو سمجھ سکیں۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم کے دوسرے مختلف مقامات سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔ فسبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم - سو حضرتِ داؤد کے اس سوز وگداز کی بنا پر آپ کے گرد وپیش کی سب ہی چیزیں اوابیت کے رنگ میں رنگی جاتیں اور سب ہی پر اوابیت کی ایک بے مثال چادر تن جاتی اور سب ہی کچھ اوّابیت کا مظہر بن جاتا - علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام - اللہ ہمیں بھی ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۲۵ حضرتِ داؤد کے لئے استحکامِ سلطنت کی عنایت کا ذکر وبیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے مضبوط کر دیا تھا انکی بادشاہی کو"۔ قدرتی رعب ودبدبے سے اور لشکروں وفوجوں کی کثرت سے۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرتِ داؤد روئے زمین پر سب سے بڑے زور اور قوت والے بادشاہ تھے۔ روایات میں وارد ہے کہ آپؑ کی حفاظت کے لئے ہر روز ہزار اور بعض روایات کے مطابق دس ہزار سپاہی کھڑے ہوتے تھے۔ اور بعض روایات کے مطابق چالیس ہزار ایسے حراس اور سپاہی کھڑے ہوتے تھے جن کے دوبارہ کھڑے ہونے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ (روح، جامع البیان، ابنِ کثیر، خازن وغیرہ)۔

اور انکی حکومت وسلطنت کے استحکام اور اسکی مضبوطی کیلئے انکو ہم نے حکمت کی دولت اور فصلِ خطاب کی قوت سے بھی نوازا تھا جو کہ ایسے استحکام کیلئے اہم اساس وبنیاد ہوتی ہے۔ حکمت سے مراد دانشمندی ہے جس سے انسان ہر چیز کے صحیح موقع اور محل کو پہنچانتا ہے، اور اس کو اسکے صحیح مصرف میں لگاتا رہتا ہے، اور یہ چیز تعلق مع اللہ سے پیدا ہوتی ہے، اور اس کے نتیجے میں انسان کا تعلق حضرت خالق حکیم جَلَّ جَلالُہٗ سے بھی صحیح طور پر قائم ہوتا ہے، اور اس کی مخلوق کے ساتھ بھی، اور فصل خطاب سے مراد وہ قوتِ فیصلہ ہے جس سے انسان صحیح اور غلط کے درمیان صحیح طور پر فرق وتمیز کا اہل ہو جاتا ہے، سو یہی دو چیزیں استحکام سلطنت کی اصل بنیاد ہیں، ان کے بغیر جو حکومت قائم ہوگی اس کی اساس ریت کے ڈھیر پر ہوگی اگرچہ دنیاوی ساز وسامان کے اعتبار سے وہ کتنی ہی مالا مال کیوں نہ ہو، سو آنجناب کی اس شانِ بے مثال سے واضح ہو جاتا ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے - مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَهٗ - یعنی جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا، سبحانہ وتعالیٰ۔ اور اللہ جس کا ہو جائے کائنات ساری اس کی ہو جاتی ہے - پھر اور کیا چاہیے اللہ ہمیں بھی اس شرف سے مشرف فرمادے اور محض اپنے لطف وکرم سے اس عنایت سے سرفراز فرمادے - وَمَا ذٰلِکَ عَلَیْهِ بِعَزِیْز وھو علی کل شیءٍ قدیر، سبحانہ وتعالیٰ

۲۶ حضرتِ داؤد کے لیے حکمت سے سرفرازی کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم نے انکو نوازا تھا حکمت کی

دولت سے"۔ یعنی فکر وفہم، اِصابتِ رائے اور نبوت و رسالت کے شرف سے۔ اور حکم و امثال پر مشتمل محکم کلام سے۔ (ابنِ کثیر، محاسن التاویل، صفوة وغیرہ) سو حکمت کا نور ایک ایسا عظیم الشان نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات ہی سے کسی کو نصیب ہو سکتا ہے۔ اور اس نور سے منور ہو جانے کے بعد انسان ہر چیز کو صحیح طور پر دیکھتا اور اس کو اسکے اس صحیح محل میں رکھتا ہے جس سے وہ ہر چیز کے فوائد و ثمرات سے خود مستفید ہوتا اور دوسروں کو فیضیاب کرتا ہے۔ جبکہ علم و حکمت کے نور سے محرومی کی صورت میں انسان ایسا اندھا اور اوندھا ہو جاتا ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنے لیے اور دوسروں کیلئے عذاب بنا لیتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ نے حضرتِ داؤد کو جب علم و حکمت کے اس نور سے بطورِ خاص نوازا تو انکی حکومت و بادشاہی نہ صرف یہ کہ اس دور کے لوگوں کیلئے باعثِ خیر و برکت بن گئی بلکہ قیامت تک کے لوگوں کیلئے نمونہ اور مینارۂ رشد و ہدایت بن گئی۔ یہاں تک کہ حضرتِ امام الانبیاءؑ کی زبانِ حق ترجمان سے یہ تصریح فرمائی گئی کہ "سب سے اچھی نماز داؤد کی نماز اور سب سے اچھا روزہ داؤد کا روزہ ہے"۔ سو حکمت ایک عظیم الشان نعمتِ خداوندی ہے اور یہ حاصل اور نصیب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے اور پکے تعلق سے۔ ورنہ اس تعلق سے محروم حکمران تکبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہو کر باعثِ عذاب بن جاتا ہے اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی جس کے مختلف مظاہر آج بھی یہاں اور وہاں جگہ جگہ موجود ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم، بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ

۲۷ حضرتِ داؤد کے لیے فصلِ خطاب کی نعمت کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے انکو نوازا فصلِ خطاب کی عنایت سے"۔ یعنی حق و باطل اور صحیح و غلط کے درمیان فرق و تمیز کا ملکہ جس کے ذریعے آپ عدل و انصاف قائم کرتے تھے۔ (ابنِ کثیر، محاسن التاویل، صفوة التفاسیر وغیرہ)۔ سو حکمت اور فصلِ خطاب کی دولت سے سرفرازی کے بعد حضرتِ داؤد کی حکومت اور بادشاہی خلقِ خدا کیلئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا ذریعہ اور قیامت تک کے حکمرانوں کیلئے ایک قابلِ تقلید مثال اور نمونۂ خیر و برکت بن گئی۔ جبکہ اس سے محروم لوگوں کیلئے انکی حکومت ہلاکت اور تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حکومت و سلطنت کے استحکام اور اس کی مضبوطی و پختگی اور اس کے ذریعہ خیر و برکت لینے کے لیے اولین چیز جس کی ضرورت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حکمرانوں کے قلوب و بواطن نورِ حکمت سے منور و معمور ہوں۔ اور دوسری اہم چیز یہ ہوتی ہے کہ وہ فصلِ خصومات اور قضائے معاملات کے لیے قوتِ فیصلہ سے سرفراز ہوں۔ اگر یہ چیز حاصل اور میسر نہ ہو تو اس حکومت کی بنیاد ریت پر ہوتی ہے اگرچہ دوسرے اسباب و وسائل کتنی ہی مقدار میں میسر کیوں نہ ہوں۔ اور ایسے حکمرانوں کی حکومتیں باعثِ عذاب بن جاتی ہیں اور ان کے وہ وسائل رعایا کی بہتری کی بجائے ان کی ہلاکت و تباہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، جیسا کہ اس کے طرح طرح کے نمونے اور مظہر آج ہم دنیا ساری میں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال،

بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ

حق کے ساتھ، اور بے انصافی نہ کیجئے گا، اور ہمیں راہنمائی کردیں سیدھی راہ کی، ف۲۹ ﴿۲۲﴾ (پھر ایک نے صورت مقدمہ

اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ

بیان کرتے ہوئے کہا کہ) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں، اور میرے پاس صرف ایک ہی دنبی ہے، اب یہ کہتا ہے کہ تو وہ

فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ

بھی میرے حوالے کردے اور اس نے مجھے دبا لیا گفتگو میں، ف۳۰ ﴿۲۳﴾ داؤد نے کہا کہ بے شک اس

بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ

شخص نے تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملا لینے کا مطالبہ کر کے تجھ پر ظلم کیا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ زیادہ تر شریک لوگ

لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ایک دوسرے پر زیادتیاں ہی کرتے ہیں، ف۳۱ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان رکھتے ہیں اور وہ (ایمان کے مطابق) نیک کام بھی کرتے ہیں، مگر

وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ

ایسے لوگ تو بہت تھوڑے ہوتے ہیں، اور (یہ بات کرتے کرتے فوراً) داؤد کو خیال آیا کہ یہ تو ہماری طرف سے اس کی آزمائش تھی،

۲۸ حضرتِ داؤد کے فصلِ خطاب کی ایک مثال کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا تمہارے پاس خبر پہنچی مقدمے کے ان دو فریقوں کی جو کہ دیوار پھلانگ کر گھس آئے تھے ان کے گھر میں"۔ تو آپ ان کے اس طرح آنے سے گھبرا اٹھے تھے۔ سو حضرتِ داؤد کے آنے والوں سے اس طرح گھبرا اٹھنے میں بھی بڑے درسہائے عبرت و بصیرت ہیں کہ اول تو وہ بے وقت اور بلا اجازت آئے اور پھر آئے بھی سیدھے راستے کی بجائے دیوار پھلانگ کر۔ جس سے گھبرا اٹھنا ایک طبعی امر ہے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر نہ تو عالمِ غیب ہوتا ہے نہ مختارِ کل۔ ورنہ حضرتِ داؤد نہ تو ان کو اس طرح خلافِ معمول اور بلا اجازت اندر آنے دیتے اور نہ ہی ان کے آ جانے سے آپ اس طرح گھبراتے اور پریشانی کا شکار ہوتے ۔ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ سو اس سے اہلِ بدعت کے علمِ غیبِ کلی اور اختیارِ کلی جیسے شرکیہ عقائد کی جڑ نکل جاتی ہے۔ والحمدللہ۔ مگر ان لوگوں کی آنکھیں پھر بھی نہیں کھلتیں۔ الا ماشاء اللہ۔ بہرکیف اس ارشاد اور اس قصے سے حضرتِ داؤد کے فصلِ خطاب کی صفت کی ایک مثال پیش فرمائی گئی ہے جس میں بڑے اہم اور منفرد انداز کے درسہائے عبرت و بصیرت پائے جاتے ہیں۔

مثلاً یہ کہ عدل و انصاف کے معاملے میں ان کے یہاں امیر و غریب سب ایک برابر تھے۔ ان کی حکومت میں کوئی غریب سے غریب شخص بھی کسی بڑے سے بڑے شخص سے بھی اپنا حق آسانی سے وصول کر سکتا تھا۔ اسی طرح انکی رعایا میں اس بات کا پورا اطمینان پایا جاتا تھا کہ وہ جب چاہیں ان تک پہنچ سکتے ہیں یہاں تک کہ بے وقت اور معروف راستے کے بغیر بھی اور حضرتِ داؤد ان کے اس طرح آ جانے سے گھبرائے تو ضرور جو کہ ایک طبعی اور فطری تقاضا ہے۔ مگر انکی کوئی گرفت نہیں فرمائی نہ کوئی پولیس منگوائی اور نہ ان کی کوئی ڈانٹ ڈپٹ کی۔ جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۲۹ حضرتِ داؤدؑ کے حضور مقدمے کی پیشی کا ذکر و بیان: ۔ ''خصم'' کسی مقدمے کے فریقوں کو کہا جاتا ہے۔ اور یہ لفظ واحد اور جمع دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ سو ان دونوں فریقوں کے اس طرح بے وقت اور بے ڈھنگے طریقے سے گھس آنے سے حضرتِ داؤد گھبرا اٹھے جو کہ ایک طبعی امر تھا کہ پتہ نہیں یہ کوئی ڈاکو ہیں یا دشمن جو اس طرح بے وقت اور بے ڈھنگے طریقے سے گھس آئے۔ تو انہوں نے حضرتِ داؤد کو اطمینان دلاتے ہوئے ان کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کر دیا اور ان سے یہ باتیں کہیں۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ کسی فریقِ مقدمہ کا عدالت میں یہ کہنا کہ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا اور زیادتی و بے انصافی نہ کرنا درست ہے۔ اور اس سے توہینِ عدالت کا ارتکاب لازم نہیں آتا۔ بہر کیف ان دونوں نے حضرتِ داؤد کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ ہم کوئی دشمن نہیں ہیں۔ لہٰذا آپ ہماری وجہ سے کسی فکر اور پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔ ہم دراصل ایک مقدمے کے دو فریق ہیں جس میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ لہٰذا آپ ہمارے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔ اور اپنے فیصلہ میں کسی طرفداری کا معاملہ نہیں کرنا بلکہ حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر کے ہماری صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کیجئے۔ کہ صراط مستقیم سے سرفرازی سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ **وباللّٰہ التوفیق لما یُحبُّ و یرید، وعلی ما یُحبُّ و یرید،**

۳۰ فریقین کے جھگڑے کی تفصیل کا ذکر و بیان: ۔ سو ان دونوں فریقوں میں سے ایک نے جھگڑے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دے۔ اور اس نے مجھے دبا لیا اپنی گفتگو میں''۔ اور اپنی چرب لسانی کی وجہ سے یہ میری ایک نہیں چلنے دیتا۔ آگے رہ جاتی ہے یہ بات کہ آیا یہ مقدمہ فرضی تھا یا واقعی۔ اور یہ دونوں شخص دو آدمی تھے یا آدمیوں کی صورت میں دو فرشتے؟ اس بارے میں حضراتِ اہلِ علم سے دونوں قول منقول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ دو انسان ہی تھے جو ایسا مقدمہ لے کر آئے تھے جو ان کے یہاں واقعتہً پیش آیا تھا۔ جبکہ بعض کے نزدیک یہ دو فرشتے تھے جو انسانی شکل میں آئے تھے۔ اور یہی زیادہ مشہور ہے۔ سو یہ مقدمہ واقعتہً پیش نہیں آیا تھا بلکہ یہ ایک تمثیل تھی حق اور حقیقت کی توضیح کے لئے۔ (قرطبی، مدارک، خازن اور روح وغیرہ)۔ سو انہوں نے یہ مقدمہ حضرتِ داؤد کی خدمت میں پیش کیا۔ یہاں پر یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ اس زمانے میں اس علاقے کی اصل دولت بھیڑوں اور دنبیوں ہی سے عبارت تھی۔ اور خود حضرتِ داؤد کی زندگی بھی بادشاہی سے پہلے بھیڑ سالے اور بھیڑوں کے چرانے ہی میں گزری تھی۔ یہاں تک کہ تاریخی روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے کے سکے پر بھی دنبی کی تصویر تھی۔ بہر کیف اس شخص نے اپنا مقدمہ پیش کر دیا۔ کہ اس پر اسکے بھائی نے یہ اور یہ ظلم کیا اور ایسی اور ایسی زیادتی کا ارتکاب کیا، والعیاذ باللہ۔

وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ط وَاِنَّ لَهٗ

سواس پر وہ اپنے رب سے معافی مانگنے لگے، سجدے میں گر پڑے، اور توبہ کی، ۳۲ ﴿۲۴﴾ سو ہم نے ان کو معاف کر دیا ان کا وہ قصور، اور یقیناً ۳۳

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ

ہمارے یہاں تو ان کے لئے ایک خاص مرتبہ بھی ہے، اور عمدہ ٹھکانا بھی، ۳۴ ﴿۲۵﴾ (ہم نے ان سے کہا) اے داؤد! بلاشبہ ہم نے آپ کو

خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

خلیفہ بنا دیا ہے اپنی زمین میں، ۳۵ لہٰذا آپ فیصلہ کیا کریں لوگوں کے درمیان حق (وانصاف) کے ساتھ

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ

اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا، ۳۶ کہ وہ تمہیں بہکا دے گی اللہ کی راہ سے ۳۷ بے شک جو لوگ بھٹک جاتے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ

ہیں اللہ کی راہ سے، (والعیاذ باللہ تو) ان کیلئے ایک بڑا ہی سخت عذاب ہے اس بناء پر کہ انہوں نے بھلا دیا

۳۱ حضرتِ داؤد کے فریقین کے درمیان فیصلہ کا ذکروبیان:- سو اس پر حضرتِ داؤد نے ان کے جھگڑے سے متعلق فیصلہ سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "بے شک اس شخص نے تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا مطالبہ کر کے تجھ پر ظلم کیا ہے" اور امر واقعہ یہی ہے کہ "زیادہ تر شریک لوگ ایک دوسرے پر زیادتیاں ہی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں۔ اور ایسے نیک بخت لوگ تھوڑے ہی ہوتے ہیں"۔ اور زیادہ تر لوگ تو غلط کار اور برے ہی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا- ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِىَ الشَّكُوْرُ﴾ - سو اس سے پھر اس حقیقت کا پتہ چلا کہ عوام کی اکثریت کی تائید وحمایت کسی امر کے حق یا ناحق ہونے کا معیار نہیں ہوسکتی۔ بہر کیف حضرتِ داؤد نے مقدمے کی یہ روداد سنتے ہی اندازہ فرمالیا کہ زیادتی دولتمند یعنی ننانوے دنبیوں والے ہی کی ہے۔ سو اس پر آپ نے بلا کسی رورعایت کے فوراً یہ فیصلہ سنا دیا کہ "اس شخص نے تمہاری ایک دنبی کو اپنی دنبیوں میں شامل کرنے کا مطالبہ کر کے بلاشبہ تم پر زیادتی کی ہے"۔ اور اسی پر کیا موقوف ہے اکثر شرکاء ایسے ہی کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے ننانوے کو سو بنانے کی فکر میں دوسروں پر اسی طرح کی زیادتیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور اس سے وہی لوگ محفوظ ہوتے ہیں جو ایمان اور عملِ صالح کی دولت سے سرشار ہوتے ہیں۔ اور وہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ "قلیل" کی تاکید کلمۂ ما سے کر کے اس کے اندر مبالغے کا مفہوم پیدا کر دیا گیا کہ ایمان ویقین اور عدل وانصاف والے لوگ تھوڑے اور بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔ اکثریت تو بے ایمانوں اور بے انصافوں ہی

کی ہوتی ہے پہلے بھی یہی تھا۔اور آج بھی یہی ہے۔تو پھر ایسوں سے خیر کی کوئی توقع کس طرح کی جا سکتی ہے؟

۲۲ حضرتِ داؤد کی شانِ عبدیت کا ایک اور نمونہ ومظہر:-سو ارشاد فرمایا گیا "پس وہ سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے توبہ کر لی"۔سو اس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی شانِ عبدیت کا پتہ چلتا ہے کہ جب ان سے کوئی تقصیر ہو جاتی ہے تو وہ فوراً اپنے خالق ومالک کی طرف رجوع کرتے اور اسی کے حضور جھک جاتے ہیں۔اور اس سے اپنی تقصیر وکوتاہی کی معافی مانگنے لگتے ہیں۔تو ان کا قصور معاف کر دیا جاتا ہے۔رہ گئی یہ بات کہ حضرتِ داؤد کی وہ تقصیر اور کوتاہی کیا تھی جس کی آپ نے اپنے رب سے معافی مانگی تھی؟ تو اس بارے میں حضراتِ مفسرینِ کرام کے اقوال مختلف ہیں۔مثلاً یہ کہ آپؑ نے ایک شخص کی مخطوبہ سے منگنی کر لی تھی۔یا اس شخص سے اپنی بیوی کو طلاق دے دینے کو کہا تھا،اور اس معاشرے میں اور ان لوگوں کے یہاں ایسا کہنا کوئی معیوب امر نہیں تھا۔(روح المعانی،وغیرہ)۔اور بیان فرمودہ تمثیل سے اس کا اشارہ نکلتا ہے مگر چونکہ یہ بات حضرتِ داؤد کی شانِ رفیع اور آپ کے مقامِ سامی کے لائق نہ تھی اس لئے آپؑ کو اس پر تنبیہ فرمائی گئی۔یا اس تقصیر وکوتاہی سے مراد حضرتِ داؤد کا وہ خیال ہے جو انہیں اپنی عبادت وبندگی کے بارے میں گزرا تھا۔کیونکہ آپؑ نے اپنے گھر کا نظام اس طرح ترتیب دے رکھا تھا کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت بھی ایسا نہیں گزرتا تھا کہ آپؑ کے گھر میں خدائے پاک کی عبادت نہ ہو رہی ہو۔تو اس واقعے سے جو خلل آپؑ کی عبادت میں واقع ہوا اس سے آپؑ کو یہ تنبیہ فرما دی گئی کہ اس عبادت وبندگی کی توفیق وسعادت بھی اللہ پاک ہی کے فضل وکرم کا نتیجہ وثمرہ ہے۔لہٰذا اس میں اپنے ذاتی کمال کا کبھی خیال بھی نہ آنے پائے۔شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی-رحمہ اللہ-نے تفسیرِ عثمانی میں اس احتمال کی تائید میں بعض آثار کا حوالہ بھی دیا ہے۔اور بھی کئی اقوال واحتمال اس ضمن میں موجود ومذکور ہیں-والتفصیل فی المطولات-اور اگر اللہ پاک کے فضل وکرم سے مفصل تفسیر لکھنے کا ہمارا ارادہ پورا ہو سکا تو ان شاء اللہ مفصل کلام وہاں کیا جائے گا۔البتہ یہ بات یہاں پر واضح رہنی چاہیئے کہ اسرائیلی روایات کے سہارے اس موقع پر عام طور پر مفسرین حضرات نے جو مختلف داستانوں، قصوں،کہانیوں،کے طومار جمع کئے ہیں،اور یاحتی کی بیوی سے عشق کا جو افسانہ ذکر کیا گیا ہے،وہ نہ تو اس مقام کی تفسیر کے لائق ہیں اور نہ ہی وہ قصے اس قابل ہیں کہ ان کو ذکر کیا جائے۔وہ تو ایک عام مسلمان کے بھی لائق نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ ان کو حضرتِ داؤد جیسی عظیم الشان اور جلیل القدر ہستی کی طرف منسوب کیا جائے۔اور ان میں سے بعض قصے اور افسانے تو ایسے ہیں کہ ان کی زد براہِ راست حضراتِ انبیائے کرام-علیہم الصلوٰۃ والسلام-کی عصمت کے مسلمہ اور متفق علیہ عقیدے پر پڑتی ہے-وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ - اس لئے ایسے تمام قصے باطل اور مردود ہیں۔اور علامہ ابنِ کثیر اور حافظ ابنِ حزم وغیرہ جیسے محققین نے ان کی سختی سے تردید فرمائی ہے۔اور حضرتِ علی-رضی اللہ عنہ-کے بارے میں مروی ومنقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی حضرتِ داؤد-علیہ الصلوٰۃ والسلام-کے بارے میں ایسا قصہ سنائے گا میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے لگاؤں گا، جو کہ حضراتِ انبیائے کرام پر تہمت لگانے کی حد وسزا ہے۔(ابنِ جریر،ابنِ کثیر،زاد المسیر،ابو السعود،کبیر،کشاف،روح، قرطبی،مراغی،بیضاوی،روح،صفوہ،خازن،اور مدارک،وغیرہ وغیرہ)۔بہر کیف حضرتِ داؤد کی وہ تقصیر وکوتاہی جس پر آپؑ فوراً سجدے میں گر پڑے اور صدقِ دل سے اللہ کی طرف رجوع ہو گئے اس کا ذکر نہ تو قرآنِ پاک کی کسی آیت میں فرمایا گیا

ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں۔ اس لیے یہ معاملہ ایک راز تھا حضرتِ داؤد اور انکے رب کے درمیان۔ پس نہ تو اسکا کھوج لگانے کا کسی کو کوئی حق ہے، اور نہ ہی اسکی کوئی ضرورت۔ اور نہ ہی اسکی کوئی یقینی صورت ممکن ہوسکتی ہے۔ بلکہ۔" ابھموا ما ابھمہ القرآن "۔ کے اصول کے مطابق اسکو مبہم ہی رہنے دیا جائے۔ اور اس سے جو اہم سبق دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرتِ داؤد عام دنیاوی بادشاہوں کی طرح کسی گھمنڈ اور استکبار میں مبتلاء ہونے والے شخص نہیں تھے۔ بلکہ آپ انابت و رجوع الی اللہ کے سلسلے میں ایک خاص شانِ اوابیت رکھتے تھے۔ اس لیے اس موقع پر آپ فوراً اپنے رب کے حضور سربسجود ہو گئے اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے۔ اور اگر کوئی صاحب اس امتحان کو کسی واقعہ کی شکل دینے ہی پر مصر ہوں تو حضرتِ داؤد کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو یوں فرض کیا جاسکتا ہے کہ جس طرح دنیا میں بادشاہوں کو کسی شخصی یا اجتماعی ضرورت کیلئے کسی ملکیت سے تعرض کرنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے، شاید اسی طرح کی کوئی ضرورت حضرتِ داؤد کو بھی پیش آئی ہو۔ لیکن عام بادشاہ تو ایسے موقع پر کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ اپنے اقتدار کے نشے کی بنا پر اور اپنے کبر و غرور میں مست جس پر چاہیں ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ انکو اگر ضرورت پڑے تو اپنے قصر و ایوان کی سڑک سیدھی کرنے کیلئے بے دریغ غریبوں کے جھونپڑوں پر بلڈوزر پھروا دیتے ہیں۔ لیکن حضرتِ داؤد چونکہ ایک خدا ترس بادشاہ تھے۔ اس لیے وہ اس طرح کا کوئی اقدام نہیں کرسکتے تھے۔ تو اگر اس طرح کی کسی ضرورت کے پیش نظر انکے دل میں ایسی کوئی خواہش رہی ہوگی تو اس واقعہ سے متنبہ ہو کر انہوں نے فوراً اس سے توبہ کرلی۔ اور یہی خوبی ہوتی ہے ایک صحیح الفطرت انسان کی کہ وہ دوسروں کے واقعات سے سبق لیتا ہے اور اپنی اصلاح کیلئے صدقِ دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ و باللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید، و علی ما یُحِبُّ و یرید، وَھُوَ الھادی الی سَوَاءِ السَّبِیْل، سبحانہ وتعالیٰ

۴۳ **حضرتِ داؤد کے لیے مغفرت و بخشش کی بشارت:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس پر ہم نے آپ کیلئے اس۔ قصور۔ کو معاف کردیا"۔ یعنی جس کی آپ نے معافی مانگی تھی۔ خواہ وہ دوسرے کی مخطوبہ کی منگنی کا مسئلہ ہو یا اس کی بیوی کی طلاق کا مطالبہ۔ خواہ اپنی عبادت کا خیال و گھمنڈ ہو اور خواہ ان دو آدمیوں کے بارے میں یہ بدظنی کہ وہ اغتیال وغیرہ کسی برائی کے لئے آئے ہیں یا کوئی اور صورت وغیرہ کہ "ذالک" کا عموم ان سب ہی مفاہیم کو عام اور شامل ہے۔ کیونکہ سچی توبہ پر سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں خواہ وہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ اور توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ سو اس میں یہ درسِ عظیم پایا جاتا ہے کہ انسان سے جب اسکے بشری تقاضوں کی بنا پر کوئی کوتاہی سرزد ہو جائے تو وہ فوراً توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے رب کی طرف رجوع کرے۔ اور رجوع بھی صحیح طور پر اور ظاہر اور باطن دونوں کے اعتبار سے ہونا چاہیے۔ اور ظاہری طور پر رجوع الی اللہ کی سب سے بڑی اور واضح صورت رکوع و سجود ہے۔ اور باطنی رجوع دل کی انابت سے ہوتا ہے۔ یہاں پر ان تینوں چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ "راکعا" میں رکوع کا ذکر اور "خر" میں سجدے کا اور "اناب" میں رجوعِ قلبی کا۔ سو حضرتِ داؤد نے ایسا ہی کامل رجوع کیا۔ کہ آپ اپنے ظاہر و باطن، اپنے قلب و قالب اور قول و عمل ہر اعتبار سے اپنے رب کے حضور جھک گئے۔ اور اس طرح اسکی رحمت و عنایت اور انعام و احسان مزید سے سرفراز ہو گئے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید۔

۲۴ توبہ واستغفار وسیلۂ قرب ورفعِ درجات: -سو حضرتِ داؤد کی نہ صرف یہ کہ بخشش فرمائی گئی بلکہ آنجناب کو مزید قرب ودرجات سے نوازا گیا۔سو ارشاد ہوتا ہے ''اور بلاشبہ ہمارے یہاں ان کیلئے ایک خاص مرتبہ بھی ہے اور عمدہ ٹھکانہ بھی''۔یعنی اس تقصیر سے آپؑ کے مرتبہ ومقام میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ اضافہ ہی ہوا۔اور یہی شان ہوتی ہے اللہ پاک کے خاص اور مخلص بندوں کی کہ ان کی لغزش بھی ان کے لئے مزید ترقی اور عروج کا ذریعہ بن جاتی ہے۔حضرتِ آدم کو بھی خلیفۃ اللہ فی الارض کا شرف واعزاز اپنی کوتاہی اور غلطی کی سچی توبہ وانابت کے بعد ہی نصیب ہوا۔جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا-﴿وَعَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ، ثُمَّ اجْتَبٰہُ فَتَابَ عَلَیْہِ وَھَدٰی﴾الایۃ (طٰہٰ:۱۲۱-۱۲۲)۔اور ہر سچی توبہ سے آدمی کا مرتبہ ومقام اور بڑھ جاتا ہے اور ہر رجوع الی اللہ سے اسکو قرب حاصل ہوتا ہے۔پس اس کی طرف رجوع صحیح طور پر ہونا چاہیے جیسا کہ ابھی اوپر والے حاشیے میں بھی گزرا کہ اسکی طرف رجوع ظاہر سے بھی ہو اور باطن سے بھی۔جیسا کہ حضرتِ داؤد نے کیا کہ ظاہری طور پر رکوع وسجود بھی کیا اور باطن سے انابت بھی۔اسی لیے حضرتِ ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس مقام پر سجدہ کرنا لازم نہیں لیکن میں نے اللہ کے رسول کو یہاں پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔(صحیح بخاری، کتاب سجود القرآن، باب سجدہ ص)۔اور دوسری روایت میں وارد ہے کہ آنحضرت-صلی اللہ علیہ وسلم-نے ارشاد فرمایا کہ حضرتِ داؤد نے یہ توبہ کے طور پر کیا اور ہم شکر کے طور پر کرتے ہیں۔(نسائی، کتاب الافتتاح، باب سجود القرآن)۔سو شکر خداوندی ایک عظیم الشان سعادت ہے وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید،

۲۵ حضرتِ داؤد کیلئے خلافت ونیابت کا اِنعام واِکرام: -سو ارشاد فرمایا گیا ''کہ اے داؤد ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے زمین میں''۔یعنی اپنی طرف سے اپنا نائب اور آپ کے پیشرو انبیائے کرام کا وارث وجانشین۔پس آپؑ کا کام اور فرضِ منصبی یہ ہے کہ آپؑ ہمارے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے ہماری زمین پر اور ہماری مخلوق کے بارے میں ہمارے احکام واوامر کی تنفیذ کا کام کریں۔کیونکہ جسکو کسی کا خلیفہ اور نائب بنایا جاتا ہے وہ آزاد اور خود مختار نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے مستخلف کی ہدایات اور اسکے اوامر وارشادات کا پابند اور اسکی ہدایات کے تابع ہوتا ہے۔سو مذکورہ بالا تنبیہ اور حضرتِ داؤد کی توبہ واستغفار کے بعد آنجناب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واضح ہدایت فرمائی گئی کہ داؤد! ہم نے آپ کو اپنی اس زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔پس اسکا تقاضا یہ ہے کہ آپ اس میں ہماری ہدایت اور مرضی کے مطابق چلیں اور لوگوں کے درمیان عدل وانصاف اور حق وصداقت کے مطابق فیصلہ کریں۔سو اس ارشاد سے یہ بھی واضح فرمادیا گیا کہ حکومت اور بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اور اسی کی عطا وبخشش سے بنتی ہے۔جیسا کہ دوسرے مقام پر اسکی اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے﴿تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ﴾''مالک تو جسے چاہے بادشاہی عطا فرمائے اور جس سے چاہے حکومت وبادشاہی چھین لے''(آلِ عمران:۲۶)۔سو بڑے ہی اندھے، اُوندھے اور بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں وہ لوگ جو حکومت واقتدار کی کرسی کی بھیک مانگنے کے لیے جگہ جگہ جھکتے اور طرح طرح کی ذلتیں اٹھاتے ہیں۔کہیں خود ساختہ بتوں کے آگے، کہیں بنی ٹھنی قبروں کے سامنے اور کہیں نام نہاد آستانوں کے سامنے وغیرہ وغیرہ۔اور اس طرح اپنی ذلت ورسوائی کا سامان خود کرتے ہیں۔والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۳۶ حکومت و بادشاہی کے تقاضوں کی تذکیر و یاددہانی:۔ سو حضرت حق ۔ جل مجدہ ۔ نے حضرت داؤد کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ "اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ پس آپ ہمیشہ فیصلہ حق کے مطابق کرنا اور خواہشات نفس کی پیروی نہیں کرنا"۔ سو اس سے منصب خلافت کی دو اہم ذمہ داریوں اور بنیادی تقاضوں کا درس دیا گیا ہے۔ یعنی لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنا اور اتباع ہویٰ یعنی خواہشات نفس کی پیروی سے بچنا۔ کیونکہ خواہشات کی پیروی خرابیوں کی خرابی اور شر و فساد کی وہ جڑ بنیاد ہے جس کی وجہ سے انسان راہ راست سے ہٹ جاتا ہے ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔ روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ مشہور محدث حضرت ابوزرعہ مشہور اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کی مجلس میں تشریف لائے تو خلیفہ نے آپ سے کہا کہ چونکہ آپ کو قرآنی علوم کی معرفت و فقاہت حاصل ہے اس لئے آپ مجھے قرآن کی روشنی میں بتائیں کہ کیا خلیفہ وقت کا بھی محاسبہ ہوگا تو آپؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین کیا آپ کا مقام حضرت داؤد سے بھی بڑھ کر ہے جن کو خدائے پاک نے خلافت و نبوت دونوں کے شرف سے نوازا تھا؟ پھر آپؒ نے یہی آیت کریمہ پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کو تو خداوند قدوس اس طرح حکم فرماتا ہے تو پھر آپ کس طرح اس سے بچ سکتے ہیں؟ حضرت شیخ ابوزرعہ رحمہ اللہ کے اس فی البدیہہ اور معقول و مدلل اور مناسب جواب سے امیر المومنین بہت متاثر ہوئے۔ (ابن جریر، ابن کثیر، روح، قرطبی، معارف، وغیرہ) ۔ اللہ پاک کی رحمتیں ہوں ایسے حق گو علماء و مشائخ پر ۔ جنہوں نے ہر مشکل اور نازک مقام پر حق گوئی کی عمدہ اور قابل تقلید مثالیں قائم فرمائیں ۔ اللہ ہمیں انہی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ قرآنی علوم و معارف سے ہمارے سینے بھی منور ہوں اور حق بات حق کے طریقے سے کہنے کی سعادت بھی نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کی شرارتوں سے ہمیشہ اور ہر طرح سے محفوظ اور راہ حق و ہدایت پر مستقیم و ثابت قدم رکھے ۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ۔ ویا اکرم الاکرمین

۳۷ اتباع ھویٰ کا نتیجہ راہ حق سے محرومی ۔ والعیاذ باللہ:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ حضرت داؤد سے فرمایا گیا کہ آپ کبھی خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا کہ یہ چیز آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ کیونکہ ھویٰ اور ھُدیٰ میں تضاد اور منافات ہے۔ اور یہ دونوں صفتیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ جہاں ہدایت کی اتباع و پیروی ہوگی وہاں ہویٰ و خواہش کی پیروی نہیں ہوگی۔ اور جہاں ہویٰ و خواہش ہی کی پیروی ہوگی وہاں ہدایت کی پیروی کہاں اور کیسے؟ ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔ اَلَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَبِیَدِہٖ اَزِمَّۃُ کُلِّ شَیْءٍ وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۔ بہرکیف اس ارشاد ربانی سے حضرت داؤد کو اور آپ کے توسط سے دنیا کے ہر حاکم و بادشاہ کو بلکہ تمام بنی نوع انسان کو یہ تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے کہ اس دنیا میں اور اللہ کی اس سرزمین میں جسکو بھی کوئی اختیار و اقتدار ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے دیئے سے ملتا ہے۔ اور اسکے بارے میں ہر کسی سے قیامت کے روز پوچھ ہوگی کہ کس نے اسکو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کیا اور کس نے اس میں اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ اور اسی کے مطابق ہر کسی کو اسکی جزا و سزا سے نوازا جائے گا۔ بہرکیف لوگوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لینا اور خواہشات نفس کی پیروی سے بچ کر حق و ہدایت کی پیروی کرنا حکومت و بادشاہی کے دو اہم تقاضے اور اصلاح احوال کی اساس و بنیاد ہے۔ حکومت بادشاہی عباد و بلاد سب کیلئے خیر بنتی ہے۔ ۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل . بکُلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال،

ع ۲ / ۱۲ / ۱۱

الْحِسَابِ ۝۲۶ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

عذاب ہے اس بناء پر کہ انہوں نے بھلا دیا حساب کے اس (ہولناک) دن کو، ف۳۸ ۝۶۲ اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمان و زمین اور ان دونوں کے

بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا

درمیان کی اس (حکمتوں بھری) کائنات کو، بے کار (و بے مقصد، ف۳۹ یہ گمان (باطل اور زعم فاسد) تو ان لوگوں کا ہے جو اڑے

۳۸ یوم حساب اور اس کے تقاضوں کی فراموشی کا انجام بہت برا - والعیاذ باللہ العظیم: - سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ یومِ حساب کو فراموش کرنا خرابی و فساد کی جڑ بنیاد اور اس کا انجام بڑا برا ہے - والعیاذ باللہ - سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یوم حساب کو فراموش کر دینا جڑ بنیاد ہے تمام خرابی اور فساد کی - اور آخرت کی جواب دہی اور باز پرس کا یقین اصل اساس و بنیاد ہے اِصلاحِ احوال کی کہ دنیا والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی تو کئی صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں مگر آخرت میں ایسی کوئی بات کس طرح چل سکتی ہے؟ سو جو لوگ آخرت کے منکر ہیں وہ راہِ راست سے یقیناً ہٹے ہوئے ہیں - جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُوْنَ﴾ الایۃ (المومنون: ۷۴) اسی لیے یہاں پر ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک گئے، ان کیلئے بڑا سخت عذاب ہوگا - اس بنا پر کہ انہوں نے یومِ حساب کو فراموش کر دیا تھا - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہر قسم کے انحراف اور زیغ و ضلال سے اپنی پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین -

۳۹ درسگاہِ کائنات سے درسِ عبرت و بصیرت لینے کی ہدایت: - سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ آسمان اور زمین کی یہ کائنات بے مقصد نہیں ہو سکتی - اور یہ عقل و نقل کا تقاضا ہے کہ جب ایک عام اور معمولی قسم کی چیز بھی یہاں بے مقصد اور بیکار نہیں ہو سکتی تو پھر اس قدر حکمتوں بھری اور عجائب و غرائب سے لبریز و معمور یہ اتھاہ کائنات کیسے اور کیونکر بے مقصد اور بے کار ہو سکتی ہے؟ اور اسکی بے شمار حکمتوں میں سب سے بڑی اور اہم حکمت یہ ہے کہ انسان اس میں غور و فکر سے کام لے کر اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرے اور اس کی پیدا کردہ اس کائنات سے بے شمار فائدے اٹھا کر دل و جان سے اس خالق و مالک کے حضور جھک جائے - اور زندگی اسی کے حکم کے مطابق گزارے - اور اس طرح وہ دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز و مالا مال ہو جائے - بالفاظ دیگر یہ سب کائنات انسان کے لئے ہے اور خود حضرتِ انسان اپنے رب کی معرفت اور اسکی عبادت و بندگی کے لئے - ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ الایۃ (الذاریات: ۵۶) اور اس کی اس پر حکمت تخلیق کا تقاضا ہے کہ ایک یوم حساب ہو - تا کہ ہر کسی کو اسکے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ ملے اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں اور علی وجہ الکمال والتمام پورے ہو سکیں - سو وہی ہے قیامت کا دن جو کہ بدلے اور جزا کا دن ہے - سو اس طرح کائنات کی اس عظیم الشان درسگاہ میں ہر طرف پھیلے بکھرے نشانہائے قدرت میں بڑے عظیم الشان دلائل ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید و وحدانیت کے - اسکی وحی و رسالت اور اس کے رسولوں کی حقانیت و صداقت کے، اور قیامت کے یومِ حساب کی ضرورت و اِمکان کے - لیکن یہ سب کچھ ان لوگوں کے لیے ہے جو صحیح طور پر غور و فکر سے کام لیتے ہیں - ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ - وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل -

مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

پر ۴۶ سو بڑی ہی خرابی (اور ہلاکت) ہے ایسے کافروں کے لئے دوزخ (کے عذاب) سے ﴿۲۷﴾ کیا ہم ان لوگوں کو جنہوں نے ایمان لا کر نیک کام کئے ہوں

كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

گے ان کی طرح کر دیں گے، جو فساد مچانے والے ہیں ہماری زمین میں، یا ہم پرہیزگاروں کو کر دیں گے بدکاروں کی طرح؟ ۴۱ ﴿۲۸﴾

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا

یہ ایک عظیم الشان اور برکتوں بھری کتاب ہے، ۴۲ جسے ہم نے اتارا ہے آپ کی طرف، ۴۳ (اے پیغمبر!) تاکہ یہ لوگ غور و فکر سے کام لیں اس کی آیتوں میں اور تاکہ

۴۰ کائنات کی تخلیق کو بے مقصد سمجھنا کافروں کا کام - والعیاذ باللہ: - یعنی حکمتوں سے بھری اس کائنات کی تخلیق اور اسکے وجود کو بے مقصد سمجھنا کافروں اور باطل پرستوں کا کام ہے - والعیاذ باللہ - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ کائنات کی تخلیق اور اس کے وجود کو بے مقصد سمجھنا کافروں کا زعم باطل ہے اور اسکے نتائج بہت برے اور بڑے ہولناک ہیں - والعیاذ باللہ - خواہ وہ معروف معنوں میں اور عام اور کھلے کافر ہوں اور خواہ وہ ایسے نام نہاد مدعیِ ایمان ہوں جو اپنے دعوائے ایمان کے باوجود اپنے قول و فعل سے حق کی تکذیب کرتے ہوں اور ان کے رنگ ڈھنگ سب کافروں کے سے ہوں - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ - سو ایسے کافر و منکر لوگ جو آسمان و زمین کی اس حکمتوں بھری کائنات کی تخلیق کو بے مقصد سمجھتے ہیں وہ اس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ یہ دنیاوی زندگی اور اسکے وقتی فوائد و منافع اور اسکی عارضی و فانی لذتیں ہی سب کچھ ہیں جس نے انکو پا لیا وہ کامیاب ہو گیا - نہیں تو ناکام رہا - اس لیے انکے یہاں نیکی و بدی اور خیر و شر کے درمیان کوئی فرق نہیں - اس لیے وہ آخرت کی باز پرس اور وہاں کی جوابدہی سے غافل و لاپرواہ ہو کر اپنی متاعِ حیات کو یونہی ضائع کر رہے ہیں اور اسکے نتیجے میں وہ دوزخ کی ہولناک آگ کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں - اور ظاہر ہے کہ یہ خساروں کا خسارہ ہے اور ایسا خسارہ جس کی تلافی اور تدارک کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں ہو گی - اللہ اپنی پناہ میں رکھے - آمین -

۴۱ قیامِ قیامت لازمی اور ضروری ہے: - سو ضرورتِ قیامت کے اِثبات کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے" - اور جب ایسا نہیں اور ہرگز اور یقیناً ایسے نہیں ہو سکتا تو پھر قیامت کا قائم ہونا ضروری اور لازمی ہے - اور یہ عقل اور نقل دونوں کا بدیہی تقاضا ہے - کیونکہ اس دنیا میں جو کہ دراصل ایک ابتلاء و آزمائش کی جگہ ہے اس میں ان دونوں گروہوں کا امتیاز ثمرات و نتائج کے اعتبار سے ظاہر نہیں ہو رہا تو یقیناً اور لازماً ایک ایسا دن ہو گا اور ضرور ہونا چاہیے جس میں ہر کوئی اپنے کئے کرائے کا بھرپور بدلہ پائے تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے بھرپور طریقے سے

پورے ہوں اور نیکی و بدی کا فرق و امتیاز اپنے انجام و نتائج کے اعتبار سے ظاہر ہو سکے۔ سو وہی دن ہے قیامت کا دن جس نے بہر حال آ کر رہنا ہے اپنے وقتِ مقرر پر۔ اسی کو "یوم الدین" اور "یوم الفصل" کہا جاتا ہے۔ اور وہ اس حکمتوں بھری کائنات کا طبعی تقاضا اور لازمی نتیجہ ہے۔ ورنہ اس کائنات پوری کا وجود عبث اور بیکار قرار پاتا ہے حالانکہ اس کا خالق حکیمِ مطلق ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ، اسلئے اس کا کوئی بھی کام تقاضاءِ حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا، سبحانہٗ وتعالیٰ۔ جو تقاضائے حکمت کے خلاف ہے۔

۴۲ قرآنِ حکیم ایک عظیم الشان اور برکتوں بھری کتاب: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ ایک عظیم الشان اور برکتوں بھری کتاب ہے"۔ جس کی خیر و برکت کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا۔ اور جو انسان کیلئے دارین کی سعادت و سرخروئی کی کفیل و ضامن کتاب ہے۔ پس تم سب اے لوگو! اپنی زندگی سنوارنے اور اپنی دنیا و آخرت بنانے کے لئے اس کتابِ حکیم کی ہدایات اور مقدس تعلیمات کو دل و جان سے اپناؤ کہ اسی میں تمہارے لئے دارین کی فوز و فلاح کا سامان ہے۔ وباللہ التوفیق۔ سو اس کتابِ حکیم کو ہم نے اتارا ہے۔ یہ دلوں کی زندگی اور بصیرت و بصارت کا نور ہے۔ اور اسکو اتارا اس لیے گیا ہے کہ عقلِ سلیم رکھنے والے اسکی آیتوں میں غور کریں اور اس سے سبق لیں۔ بہر کیف پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ اس برکتوں بھری عظیم الشان کتاب کو ہم نے آپ کی طرف اتارا تاکہ وہ لوگ جو عقلِ سلیم رکھتے ہیں وہ اس کی آیتوں میں غور و فکر سے کام لیں تاکہ اس کے نتیجے میں وہ گوہر ہائے مقصود سے فیضیاب ہو سکیں۔ اور تاکہ وہ یاد دہانی حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنے انجام کے لیے فکر اور تیاری کر سکیں اور دائمی خسارے اور انتہائی ہولناک ہلاکت و تباہی سے بچ سکیں۔

۴۳ قرآنِ حکیم خالص اتاری ہوئی کتاب ہے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسکو ہم ہی نے اتارا ہے آپ کی طرف۔ اے پیغمبر!"۔ یعنی یہ کوئی انسانی تصنیف نہیں اور نہ ہی اس میں کسی انسانی فکر و کاوش کا ذرہ برابر کوئی عمل دخل ہے۔ بلکہ یہ سراسر کائنات کے خالق و مالک کی طرف سے اتاری ہوئی آسمانی کتاب ہے۔ پس اس جیسی دوسری کوئی کتاب نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ سو اس کتابِ حکیم کی یہ خصوصی اور امتیازی صفات اسکے سوا کسی اور کتاب میں نہ پائی گئی ہیں اور نہ قیامت تک کبھی پائی جانی ممکن ہیں۔ یعنی یہ کہ یہ خالص اتاری ہوئی کتاب ہے اس خالق و مالک کی طرف سے جو کہ اس پوری کائنات اور کائنات کے مخدوم اس انسان کا خالق ہے۔ اور ایسی کہ حضرتِ خالق۔ جل مجدہ۔ کی تنزیل کے سوا اس میں اور کسی کا کوئی عمل دخل نہیں۔ اسی لیے دوسرے مختلف مقامات پر اسکو "منزل" کی بجائے "تنزیل" فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح یہ ایک ایسی مبارک کتاب ہے کہ اسکی خیرات و برکات کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہاء۔ سو اس بے مثال نعمتِ خداوندی کا تقاضا یہ تھا کہ دنیا دل و جان سے اسکو اپنا کر اپنے لیے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کرتی لیکن دنیا کی اکثریت نے اس سے منہ موڑ لیا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ نجات و فلاح کی راہ سے محروم ہو کر ہلاکت و تباہی اور دائمی خسارے کے ہولناک گڑھے کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ مگر اس کو اس کا شعور و احساس تک نہیں۔ جو کہ خساروں کا خسارہ اور ہلاکتوں کی ہلاکت ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ، وھوا العزیزُ الوَھَّاب،

الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ

یہ سبق لیں (اور نصیحت حاصل کریں) عقل سلیم رکھنے والے، ۴۴ ﴿۲۹﴾ اور ہم ہی نے عطا کیا داؤد کو سلیمان (جیسا بیٹا) وہ بڑا ہی اچھا بندہ تھا، بے شک

اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾

وہ ہمیشہ رجوع رہنے والا تھا (اپنے رب کے حضور،) ﴿۳۰﴾ چنانچہ ان کا وہ واقعہ یاد کرنے کے لائق ہے کہ) جب ان کے سامنے شام کے وقت پیش کیا

فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى

گیا اصیل اور تیز رو عمدہ گھوڑوں کو، ۴۵ ﴿۳۱﴾ تو آپؑ نے کہا کہ میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے، یہاں تک کہ وہ چھپ

تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ

گیا اوٹ کے پیچھے، ۴۶ ﴿۳۲﴾ (پھر آپؑ نے کہا) واپس لاؤ ان کو میرے پاس، پھر آپؑ ہاتھ پھیرنے لگے ان کی پنڈلیوں

وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰي كُرْسِيِّهٖ

اور گردنوں پر، ﴿۳۳﴾ اور بلاشبہ ہم نے آزمائش میں ڈالا سلیمان کو (ایک اور موقع پر،) اور ہم نے ڈال دیا ان کی کرسی پر ایک دھڑ، ۴۷

جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا

پھر انہوں نے رجوع کیا (اپنے رب کے حضور،) ﴿۳۴﴾ عرض کیا اے میرے رب، میری بخشش فرما دے ۴۸ اور عطا

يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا

مجھے (اپنے کرم سے) ایسی بادشاہی جو میرے بعد کسی کے بھی لائق فرما دے

۴۴ قرآن حکیم کے اتارے جانے کا ایک اہم مقصد تدبّر و تذکر: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اس کتاب حکیم کے اتارے جانے کا اصل مقصد تدبر و تذکر ہے۔ یعنی تا کہ عقل سلیم رکھنے والے اسکی آیتوں میں غور و فکر اور تذکر سے کام لیں۔ سو اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اس کتاب ہدایت کے نازل کرنے کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ انسان اس میں غور و فکر سے کام لے کر راہِ حق و ہدایت سے بہرہ ور و سرشار ہو۔ تا کہ اس طرح وہ سعادت دارین سے سرفراز ہو سکے نہ کہ اس کو صرف تبرک حاصل کرنے، ریشمی غلافوں میں لپیٹنے اور مردوں پر پڑھنے کے لئے رکھ دے اور بس۔ جس طرح کہ آج کے بہت سے نام نہاد مسلمانوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس کتاب حکیم سے نصیحت حاصل کرنا عقل سلیم رکھنے والوں ہی کا کام ہے۔ بالفاظ دیگر جو لوگ اس کتاب ہدایت سے نصیحت حاصل نہیں کرتے اور اس سے

اِعراض کرتے اور منہ موڑتے ہیں ان کی عقلیں سلیم نہیں بلکہ زنگ آلود اور ماؤف ہو چکی ہیں۔ اور اسی بنا پر وہ اس کتابِ حکیم کی برکتوں اور اس کے نورِ مبین سے محروم ہو کر طرح طرح کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ نہ وہ اپنے خالق ومالک کی معرفت سے آگاہ ہیں، اور نہ ہی ان کو اس کے حقوق اور ان کی ادائیگی کا کوئی اتہ پتہ ہے۔ اور نہ ہی ان کو اپنے انجام اور اپنی آخرت کے بارے میں کوئی علم وآگہی ہے۔ بس حیوانوں کی طرح پیٹ بھر کر سو جانا ان کی زندگیوں کا مقصد ونصب العین ہے، اور عقل وفکر کی ساری توانائیوں کو انہوں نے بطن وفرج کی شہوتوں کی خدمت وتعمیل میں لگا دیا۔ اور ان کو اس کا احساس تک نہیں۔ اس طرح وہ ہلاکت وتباہی کے کس ہولناک گڑھے میں گر رہے ہیں۔ اور یہی ہے خساروں کا خسارہ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ـ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے محفوظ اور اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

۲۵ حضرتِ سلیمان کی شانِ اوابیت کا ایک نمونہ ومثال: ۔ جو اس وقت سامنے آیا جبکہ ان کے سامنے شام کے وقت اصیل اور عمدہ وتیز رو گھوڑوں کو پیش کیا گیا۔ ''صَافِنَات'' جمع ہے ''صَافِنٌ'' کی۔ اور ''صَافِنٌ'' اس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تین پاؤں پر کھڑا ہو اور چوتھا پاؤں اس نے ٹیک رکھا ہو۔ اور یہ صفت گھوڑوں میں بڑی عمدہ اور محمود صفت سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ ان کے عمدہ ہونے کی ایک اہم اور واضح علامت ونشانی ہوتی ہے۔ اور ''جیاد'' جمع ہے ''جواد'' کی۔ جس کے معنیٰ عمدہ اور تیز رفتار گھوڑے کے آتے ہیں۔ نیز یہ ''جید'' کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ (جامع البیان، المراغی، القاسمی، ابن کثیر، الکبیر وغیرہ)۔ سو یہ گھوڑے اپنی اصل اور نسل کے اعتبار سے بھی عمدہ تھے اور صفات وخصال کے اعتبار سے بھی۔ بہر کیف آنجناب پر ایسے عمدہ اور اصیل گھوڑے پیش کئے گئے تاکہ آپؑ جہاد کے لئے ان کا جائزہ لے سکیں۔ اور اسی مقصد کے لئے آپ نے اپنے سامنے ان کی دوڑ لگوائی۔ تو اس پر یہ واقعہ پیش آیا جو یہاں ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ یہ گھوڑے چونکہ جہاد کیلئے رکھے گئے تھے اس لیے حضرتِ سلیمان کو ان سے خاص انس اور پیار تھا۔ کیونکہ جہاد کے گھوڑوں کی دینِ حنیف میں بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرتِ عروہ البارقیؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر بندھی ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب حدثنی محمد بن المثنی)۔ سو گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک خیر بندھی ہوئی ہے۔ یعنی اجر وثواب بھی اور غنیمتِ مال بھی۔ اور صحیح بخاری میں حضرتِ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑا پالا، اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے پر یقین کرتے ہوئے تو اس گھوڑے کا کھانا اور پینا اور اسکی لید اور اسکا پیشاب وغیرہ سب کچھ قیامت کے روز اسکی نیکیوں کے پلڑے میں تولا جائے گا۔ بہر کیف یہاں پر اس قصے کے ذکر وبیان سے حضرتِ سلیمان کے جوشِ انابت اور شانِ اوابیت کا ایک نمونہ اور اسکی مثال پیش فرمائی گئی ہے۔ جس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کا ذکر اور اس کی یادِ دلشاد بہر حال ہر چیز پر مقدم ہے۔ وباللہ التوفیق

۲۶ ''حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ'' کا مفہوم ومطلب؟: ۔ یعنی ''سورج جو کہ ڈوب گیا''۔ یعنی ''توارت'' کی ضمیرِ فاعل کا مرجع سورج ہے۔ اور یہاں ماقبل میں اگرچہ اس مرجع کا ذکر موجود نہیں۔ لیکن سورج چونکہ ان مشہور چیزوں میں سے ہے جن کو ان کی شہرت کی بنا پر بغیر سبقِ ذکر کے یونہی مرجع قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں اس کو مرجع بنانا درست ہے۔ اور یوں ''الْعَشِیّ'' کے ذکر کے ضمن میں بھی اس کا ذکر آ گیا ہے۔ (جامع البیان وغیرہ)۔ بہر کیف یہ اس

مقام کی مشہور تفسیر کے اعتبار سے ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جیسا کہ روایات میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ حسب معمول حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے اور ان کی پریڈ وغیرہ کے ضمن میں آپؑ نے ان کی دوڑ لگوائی۔ تو اس کام میں آپؑ اس قدر مشغول ہوگئے کہ آپؑ کی عصر کی نماز رہ گئی۔ جیسا کہ عام مفسرین کرام کا کہنا ہے۔ جبکہ بعض حضرات کے نزدیک نماز نہیں بلکہ کوئی اور معمول جو کہ از قسم وظیفہ وذکر تھا وہ رہ گیا کیونکہ گھوڑوں کی دوڑ میں مشغول ہو کر نماز سے غافل ہو جانا حضرت سلیمانؑ کے شایان شان نہیں ہوسکتا۔ (بیان القرآن وغیرہ)۔ اور اس کی تائید اس قول مشہور سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق یہود کے یہاں عصر کی نماز تھی ہی نہیں۔ مگر عام مفسرین کرام کا کہنا بہرحال یہی ہے کہ آنجنابؑ کی نماز عصر ہی رہ گئی تھی۔ تو آپؑ نے ان تمام گھوڑوں کو واپس منگوایا اور اپنی تلوار سے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا کہ یہی میری اس غفلت وکوتاہی کا باعث بنے۔ سو آنجناب نے ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت فقراء میں تقسیم کرا دیا جو کہ اس زمانے میں جائز تھا۔ سو اس صورت میں لفظ مسح قتل وذبح کے معنیٰ میں ہوگا۔ اور یہی اس مقام کی مشہور تفسیر ہے۔ (ابن جریر، ابن کثیر، قرطبی، صفوۃ اور معارف وغیرہ)۔ جبکہ دوسرا قول اس مقام کی تفسیر میں یہ ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ نے ان گھوڑوں کو دوڑانے کے بعد واپس لانے کا حکم دیا تو از راہ محبت و پیار آپؑ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے کہ ان کی محبت بھی تو دراصل خدائے پاک ہی کی محبت کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا۔ "جَعَلَ يَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَيْلِ وَ عَرَاقِيْبَهَا حُبًّا"۔ (ابن کثیر، محاسن التاویل وغیرہ)۔ اور گھوڑوں کو یہاں پر "الخیر" کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ گھوڑے مال بلکہ ایک عمدہ مال ہے۔ اور مال کو قرآن پاک میں کئی مقامات پر "خیر" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اور پھر خاص کر گھوڑوں کے بارے میں تو نبیٔ اکرم۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی کو قیامت تک کے لئے پیوست کر دیا گیا ہے۔ "الخیل معقود بنواصیها الخیر الیٰ یوم القیامة"۔ (بخاری، کتاب المناقب)۔ اس صورت میں۔ ﴿عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ﴾۔ سے مراد "عَنْ اَجْلِهٖ" ہوگا۔ اور "توارت" کی ضمیر مونث کا مرجع سورج کی بجائے وہ گھوڑے ہی ہوں گے۔ اور "مسح" سے مراد قتل وذبح نہیں بلکہ اس سے اس کے معروف معنیٰ ہی مراد ہوں گے۔ یعنی "ہاتھ پھیرنا" اور "تھپکی دینا"۔ ابن جریرؒ نے اسی قول واحتمال کو ترجیح دی اور رازیؒ نے پہلے قول کو بوجوہ رد کرنے کے بعد اسی کو اختیار کیا ہے اور اس سے پہلے علامہ ابن حزمؒ نے پہلے قول کو بڑی سختی سے رد کیا۔ اور اس قصے کو موضوع ومن گھڑت اور خرافات کا پلندہ قرار دیا اور کہا کہ یہ قول بوجوہ مردود ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس میں گھوڑوں کو بلاوجہ سزا دی گئی اور ان کا مثلہ کیا گیا اور دوسرے اس لیے کہ اس میں ایک قیمتی مال کو بلاوجہ ضائع کیا گیا۔ اور تیسرے اس لیے کہ اس میں ایک نبی مرسل کی طرف فرض نماز کو ضائع کرنے کی نسبت کی گئی اور پھر اس قصور کی سزا اپنے آپ کو دینے کی بجائے بے قصور گھوڑوں کو دی گئی۔ ان وجوہ کی بنا پر ابن حزمؒ نے پہلے قول کو رد کرتے ہوئے دوسرے قول کو ترجیح دی۔ (ابن جریر، محاسن التاویل، الکبیر اور الخازن وغیرہ)۔

۴۷ حضرت سلیمان کی ایک آزمائش کا ذکر وبیان: سو اس ارشاد سے حضرت سلیمان کی آزمائش اور انکی شان اوابیت وانابت ورجوع الی اللہ کا ایک اور نمونہ ومظہر پیش فرمایا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں حضرت سلیمانؑ کے جس فتنہ وآزمائش کا ذکر ہے اس سے اور آپؑ کی کرسی پر دھڑ ڈال دینے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں قرآن وسنت میں کہیں کوئی تصریح نہیں

پائی جاتی۔ کتبِ تفسیر میں اس بارے میں جو کچھ روایات نقل کی گئی ہیں ان میں سے بعض تو بالکل ہی من گھڑت اسرائیلی روایات ہیں جو عصمتِ انبیاء کے مشہور و معروف اور مسلمہ عقیدے کے سراسرے خلاف ہیں۔ اور بقول علامہ ابنِ کثیرؒ وغیرہ محققین بنی اسرائیل میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا تھا جو حضرتِ سلیمانؑ کو نبی نہیں مانتے تھے۔ اور وہ ان سے خدا واسطے کا بیر رکھتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں نے بہت سی من گھڑت روایتیں تصنیف کر کے آپؑ کی طرف منسوب کر دیں اور مختلف وجوہ سے وہی روایات ہماری کتبِ تفسیر وغیرہ میں بھی آ گئیں۔ اس لئے ایسی روایات کو تسلیم کرنے اور ان کو ان آیات کی تفسیر قرار دینے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور صحیح بخاری وغیرہ میں حضرتِ سلیمنؑ کے بارے میں آپؑ کے ایک رات میں اپنی سب بیویوں سے مجامعت کرنے اور مجاہد پیدا ہونے سے متعلق جو روایت آئی ہے وہ سند کے اعتبار سے اگرچہ صحیح روایت ہے مگر اس کے بارے میں اس بات کی کوئی تصریح اور دلیل نہیں کہ آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے اس کو اس مقام کی تفسیر کے طور پر ارشاد فرمایا ہو۔ اور خود امام بخاریؒ نے اس روایت کو اپنی کتاب میں جہاں "کتاب الْاَیمان والنُّذُور" اور "کتاب الجهاد" وغیرہ میں مختلف مقامات پر ذکر فرمایا ہے وہاں آپؒ نے اسے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر کے طور پر کہیں بھی بیان نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ روایت اس آیت کی تفسیر نہیں ہے۔ امام رازی کا ایک قول اس مقام سے متعلق یہ ہے کہ حضرتِ سلیمنؑ ایک خاص بیماری کی وجہ سے اتنے کمزور اور لاغر ہو گئے تھے کہ گویا کہ ایک دھڑ رہ گیا تھا بغیر روح کے۔ پھر وہ دوبارہ ٹھیک ہو گئے۔ تفسیر مراغی وغیرہ میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور ایک اور قول اس ضمن میں بعض اہلِ علم کا یہ ہے کہ دشمنوں نے لگاتار حملے کر کے آنجناب کے ملک کا بڑا حصہ آپؑ سے چھین کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ جس سے آپ اپنے مرکز اور اپنے باقی ماندہ حصے میں بالکل ایسے بے بس ہو کر رہ گئے تھے جیسے کوئی دھڑ کرسی پر پڑا ہو۔ دونوں صورتوں میں آنجناب کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ پتہ نہیں یہ میری کس تقصیر و کوتاہی کا نتیجہ و انجام ہے؟ تو آپؑ نے فوراً اپنی شانِ انابت و اوابیت کی بنا پر حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کی طرف رجوع کیا۔ تو حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ نے اپنی شانِ کرم و عطا اور احسان و عنایت کے مطابق آنجناب کو مزید خاص عنایتوں سے نوازا اور سرفراز فرمایا۔ سو یہ دونوں قول بھی اگرچہ آیتِ کریمہ کے عموم میں داخل ہیں اور اس کی تفسیر بن سکتے ہیں لیکن سند کے اعتبار سے ان کا کوئی معتبر ثبوت موجود نہیں۔ اس لئے ان سے متعلق بھی یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا اسلامتی کا طریقہ وہی ہے جسے حضراتِ سلف اور محققین نے اختیار فرمایا کہ۔ "اَبْهِمُوْا مَا اَبْهَمَهُ الْقُرْآنُ"۔ کے ضابطے کے مطابق اس کو مجمل اور مبہم ہی رہنے دیا جائے۔ اور صرف اتنا اعتقاد و یقین رکھا جائے کہ کوئی ایسی خاص ابتلا و آزمائش تھی جس سے آنجناب کو گزارا گیا اور آپؑ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنی شانِ انابت و اوابیت کی بنا پر اس میں پورے اترے۔ جس کے نتیجے میں آپ کو حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کی طرف سے مزید اَفضال و عنایات سے نوازا گیا۔ آگے اس ابتلاء و آزمائش کی تعیین و تشخیص نہ ہمارے ذمے ہے اور نہ ہی ہمارے بس میں۔ ہم تو بس یہی کہتے اور مانتے ہیں کہ۔ ﴿كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾۔ اس طرح اصل مقصد بھی پورا ہو جائے گا کہ اصل چیز ہے رجوع و انابت الی اللہ کا درس۔ جس کو اپنانے اور ہمیشہ اپنا مقصد اور مطمحِ نظر بنانے کی ضرورت ہے۔ اور اس طرح ہم کتاب اللہ میں ظن و تخمین اور بے بنیاد رائے زنی اور قول علی اللہ کے خطرے سے بھی بچ جائیں گے۔ ثقہ اور محتاط علمائے کرام نے اسی کو اپنایا ہے۔ وكما قال به العلامه ابن حزم الاندلسیؒ والعلامه جمال الدین القاسمی الدمشقیؒ وغیرهم

من اکابر اهل العلم و الفضل- باقی اس ضمن میں حضرت سلیمٰن کی انگوٹھی کے گم ہونے اور شیطان کے آپؑ کے تخت پر قبضہ کر لینے وغیرہ کے جو قصے مشہور ہیں اور کئی کتابوں میں پائے جاتے ہیں وہ سب من گھڑت، بے بنیاد، سراپا خرافات، زنادقہ وملاحدہ کی اختراعات اور دشمنانِ دین کے پھیلائے ہوئے جھوٹ کے پلندے ہیں۔ جیسا کہ محققین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (روح، ابن کثیر، قرطبی، مراغی، محاسن، مدارک اور معارف وغیرہ)۔ بہر کیف تسلیم وتفویض الی اللہ کا قول جو کہ اوپر بیان ہوا امن وسلامتی کا قول ہے- وَهُوَ الْاَحْوَطُ وَالْاَسْلَمُ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَه وَتَعَالٰی - وَهُوَ اَعْلَمُ بِمُرَادِ كَلَامِه جَلَّ وَعَلَا - اور ہمارے دور کے بعض اہلِ علم نے اسی قول کو اختیار کیا کہ ابتلاو آزمائش کے اس دور میں حضرتِ سلیمان کی حکومت سمٹ سمٹا کر مرکز تک محدود رہ گئی تھی۔ اور حالات نے انکو اس قدر بے بس اور غمزدہ بنا دیا تھا کہ گویا صرف جسم رہ گیا تھا روح غائب ہوگئی تھی۔ سو- ﴿اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّه جَسَدًا﴾- کے کلمات کریمہ سے یہی مراد ہے۔ اور یہ حضرتِ سلیمان کی اسی بے کسی اور بے بسی کی تصویر ہے- واللہ اعلم- بہر کیف اس کے باوجود حضرتِ سلیمان مایوس نہیں ہوئے بلکہ اس سے انکو اس کا احساس ہوا کہ یہ انکی کسی تقصیر اور کوتاہی ہی کا نتیجہ ہے۔ اسی لیے وہ فوراً اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور توبہ واستغفار کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور یہی صحیح اور درست طریقہ ہے اصلاحِ احوال کا کہ تقصیر وکوتاہی کی صورت میں انسان صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوجائے اور اس طرح وہ اپنے رب کی عنایات اور اس کی رحمتوں سے سرفراز وسرشار ہوجائے اور اس سے تلافیٔ مافات بھی ہوسکے- وبالله التوفيق لما يُحِبُّ ويريد

۲۸ **رب سے بخشش کی دعا ودرخواست کا نمونہ:** -سو اس سے حضراتِ انبیائے کرام کی شانِ عبدیت وانابت کا ایک نمونہ ومظہر سامنے آتا ہے کہ حضرتِ سلیمان نے فوراً عرض کیا کہ اے میرے رب یہ میری بخشش فرمادے۔ سو اس سے حضراتِ انبیائے کرام- علیہم الصلوۃ والسلام- کی شانِ عبدیت واوابیت اور انابت ورجوع الی اللہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ معصوم ہونے کے باوصف اور ہر طرح کے معاصی وذنوب سے پاک ہونے کے باوجود وہ اس طرح دعا مانگتے ہیں کہ مالک جو بھی کوئی چھوٹی موٹی کوتاہی اور لغزش ہم سے ہوگئی ہو اس کی بخشش فرمادے۔ جس طرح کہ حضرتِ خاتم الانبیاء- صلوات اللہ وسلامہ علیہ- کا ارشاد ہے کہ میں ایک دن میں ستر مرتبہ اپنے رب سے استغفار کرتا ہوں۔ اور ستر کا عدد کوئی حصر وتعداد ہی کے لئے نہیں آتا بلکہ محاورے کی زبان میں یہ تکثیر اور بہتات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی میں کثرت کے ساتھ استغفار کرتا ہوں۔ حالانکہ آپؐ نہ صرف معصوم بلکہ تمام انبیائے معصومین- علیہم الصلوۃ والسلام- کے امام اور پیشوا ہیں- صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامه عَلَيْه - بہر کیف اس سے حضرتِ سلیمان کی شانِ انابت واوابیت ورجوع الی اللہ کا یہ نمونہ پیش فرمایا گیا ہے کہ جب آپ کو اپنی تقصیر کا علم ہوا تو آپ نے فوراً اللہ پاک کے حضور بخشش کی دعا مانگی۔ سو اس سے بندے کے لیے اپنی تقصیر وکوتاہی پر صحیح رویے کی راہنمائی فرمادی گئی کہ اپنی غلطی اور قصور پر انسان کو اکڑنے کی بجائے عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھک جانا چاہیے۔ اور اس سے اپنی تقصیر وکوتاہی کی معافی مانگنی چاہیے اور سچی توبہ وانابت پر وہ بخشتا بھی ہے اور اپنی مزید عنایات سے نوازتا بھی ہے کہ اسکی تو شان ہی بخشنا اور نوازنا ہے۔ اور ہمیشہ نوازنا، اور ہر طرح سے نوازنا- سبحانہ وتعالیٰ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بکل حال من الاحوال

لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِينَ

نہ ہو ف۴۹ بے شک تو ہی ہے (اے میرے مالک!) بخشنے والا سب کو اور سب کچھ، ف۵۰ ﴿۳۵﴾ سو ہم نے ہوا کو بھی ان کا ایسا تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم کے مطابق چلتی تھی، بڑی (سہولت اور) نرمی کے

كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

ساتھ، جہاں بھی ان کو پہنچنا ہوتا ف۵۱ ﴿۳۶﴾ اور جنوں کو بھی (ان کے تابع کر دیا تھا یعنی ہر ف۵۲) معمار اور غوطہ خور کو، ﴿۳۷﴾ اور دوسروں کو بھی جو جکڑے ہوتے

هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَإِنَّ

تھے زنجیروں میں، ف۵۳ ﴿۳۸﴾ (اور یہ سب کچھ دے کر ہم نے ان سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ) یہ ہماری بخشش ہے، ف۵۴ اب (تمہاری مرضی کہ) تم احسان کر دیا روک

ع ۴ ۱۲ وقف لازم لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ م

رکھو بغیر کسی حساب کے، ف۵۵ ﴿۳۹﴾ اور (اس بے مثال دنیاوی ساز و سامان کے علاوہ) ان کے لئے ہمارے یہاں ایک خاص مرتبہ بھی ہے اور عمدہ ٹھکانا بھی، ف۵۶ ﴿۴۰﴾

إِذْ نَادٰى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ ط

اور ہمارے بندے ایوب کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے پکارا اپنے رب کو (اور عرض کیا) کہ مجھے مبتلا کر دیا شیطان نے ایک سخت قسم کی تکلیف

۴۹ رب کے حضور بادشاہی کی دعا و درخواست کا ذکر و بیان: - سو اس سے حضرتِ سلیمان کی اپنے رب کے حضور بادشاہی کی دعا و درخواست کا نمونہ پیش فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ حضرتِ سلیمان نے اپنی دعا میں اپنے رب کے حضور مزید عرض کیا ''اور عطا فرما دے مجھے ایسی بادشاہی جو میرے بعد کسی کے بھی لائق نہ ہو''۔ یعنی یہ حکومت کچھ ایسی امتیازی شان کی ہو کہ میرے بعد کسی اور کو نصیب بھی نہ ہو سکے۔ اور اس طرح یہ میرے لئے ایک معجزہ اور نشانی بھی بن جائے اور عظیم الشان اِنعام و احسان بھی۔ تاکہ اس پر میں آپ کا شکر ادا کروں۔ حضرتِ سلیمٰنؑ چونکہ نبی اور شہزادے بھی تھے۔ اس لئے معجزہ بھی مانگا تو ایسا جو کہ ان کی اسی صفت کا مظہر و عکاس ہے۔ چنانچہ حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُهُ - نے آپؑ کو ایسی عظیم الشان اور بے مثل حکومت و سلطنت سے نوازا کہ ایسی حکومت نہ آپؑ سے پہلے کسی کو ملی اور نہ ہی آپؑ کے بعد کہ جن و انس کے علاوہ چرند و پرند اور ہوا بھی آپ کے تابعِ فرمان تھے۔ اور اس موقع پر اس دعا کا اصل مقصد یہ تھا کہ اگرچہ میں اپنی تقصیر اور کوتاہی کی بنا پر ایسی کسی حکومت اور بادشاہی کا اہل نہیں رہ گیا تاہم تو اے میرے مالک! محض اپنے فضل و کرم سے مجھے ایسی حکومت اور بادشاہی سے سرفراز فرما دے جو میرے بعد کسی کے بھی لائق نہ ہو۔ چنانچہ بعض اہلِ علم نے آیتِ کریمہ کا مطلب اوپر والے اس مطلب کے برعکس یہ بیان کیا کہ اگرچہ میں اپنے گناہ کے سبب سے کسی حکومت کا اہل نہیں رہ گیا لیکن اس کے باوجود تو اپنے فضل و کرم سے مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما دے جس کا سزاوار نہ میں ہوں، اور نہ ہی میرے بعد کوئی اور ہوگا۔ یعنی اس دعا میں اصل زور بادشاہی کی عظمت و شوکت پر نہیں بلکہ بلا استحقاق بادشاہی دیے جانے پر ہے کہ

مجھے میرے گناہوں کے باوجود بادشاہی سے نواز دے جبکہ میرے بعد کوئی اور اس کا اہل نہیں ٹھہرے گا۔ سو یہ حضرتِ سلیمان کی انتہائی خشیت وانابت کی دلیل ہے۔ اور یہی خاصہ اور امتیاز ہوتا ہے خداترس حکمرانوں کا کہ وہ اپنے ملک میں اور اپنے دور میں آنے والی ہر آفت کو اپنی ہی کوتاہیوں کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرتِ عمر کے بارے میں روایات میں وارد ہے کہ آپ کے دورِ حکومت میں جب ایک مرتبہ قحط پڑ گیا جو ''عام الرمادۃ'' کے نام سے مشہور ومعروف ہے تو قحط کے اس پورے زمانے میں حضرتِ عمر کا حال یہ رہا کہ آپ شب کی نمازوں میں روتے روتے اپنی داڑھی تر کر لیتے کہ اے میرے رب امتِ محمد یہ میرے ہاتھوں تباہ نہ ہو۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید،

۵۰ سب کچھ دینے بخشنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے: ۔ سو حضرتِ سلیمان نے اپنی دعا میں عرض کیا اور حصر وتاکید کے کلمات کے ساتھ عرض کیا کہ بیشک تو ہی ہے ۔ اے میرے مالک! ۔ بخشنے والا''۔ جس کو جو کچھ ملا یا ملتا ہے وہ صرف تیری ہی عطاو بخشش کے فیض سے ہے۔ انبیاء ورسل تک سب تیرے ہی محتاج اور تیرے ہی در کے سوالی ہیں۔ وہاب کا صیغہ چونکہ مبالغے کا صیغہ ہے اس لئے یہ ایسے سب ہی معانی کو عام اور شامل ہے۔ اور اسی سے نسبت والے کو وہابی کہا جاتا ہے جس کے معنیٰ ہیں ''اللہ والا'' جو کہ ایک بہت بڑا شرف اور اعزاز ہے۔ مگر کچھ اہلِ زیغ وضلال اپنے خبثِ باطن کی بنا پر اس عظیم الشان نسبت والے اس کلمہ کریمہ یعنی ''وہابی'' کو اہلِ حق کے خلاف طعن وتشنیع کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے اس طرح ایسے لوگ خود اپنی عاقبت خراب کرنے کا سامان کرتے ہیں ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔ بہر کیف حضرتِ سلیمان نے عرض کیا کہ مالک! چونکہ سب کچھ دینا اور ہر کسی کو نوازنا اے میرے مالک تیری ہی شان ہے اس لیے تو مجھے میری تقصیر و کوتاہی کے باوجود ایسی بادشاہی سے نواز دے۔ سو اس ارشاد سے یہ حقیقت ایک مرتبہ پھر واضح فرما دی گئی کہ سب کچھ دینا اور ہر کسی کو اور ہر حال میں دینا اللہ وحدہ لاشریک ہی کی صفت اور اسی کی شان ہے۔ سب کے سب یہاں تک کہ حضراتِ انبیائے کرام بھی اسی کے محتاج ہیں ۔ علیہم الصلاۃ والسلام ۔ اللہ ہمیشہ اپنے ہی در کا سوالی، اور اپنا ہی محتاج رکھے۔ آمین ثم آمین

۵۱ حضرتِ سلیمان کے لیے تسخیر ہوا کے معجزے کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے ان کیلئے ہوا کو بھی مسخر کر دیا تھا وہ ان کے حکم کے مطابق بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ چلتی تھی جہاں ان کو پہنچنا ہوتا تھا''۔ سورۃ انبیاء میں اس ہوا کے لئے ''عاصفۃ''، ''بادِ تند'' کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ اور یہاں اسی ہوا کے لئے ۔ ﴿ تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ رُخَآءً ﴾ ۔ ''وہ اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی تھی'' فرمایا گیا ہے۔ سو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہوا فی نفسہ تو ''عاصفۃ'' یعنی بادِ تند ہی ہوتی تھی جو کہ بادبانی جہازوں کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ مگر وہ حضرتِ سلیمٰن کے ارادے کے تابع تھی۔ جدھر آپ کو جانا ہوتا وہ آپ کو ادھر ہی لے جاتی اور آپ کے تخت کو لیکر وہ نہایت نرمی سے چلتی ۔ سبحان اللہ! ۔ کیا کہنے قدرت کی شانِ بندہ نوازی اور عطاو بخشش کے ۔ سبحانہ وتعالیٰ ۔ سو مذکورہ بالا امتحان اور آزمائش کے بعد حضرتِ سلیمان پر قدرت کا یہ خاص فضل وکرم ہوا کہ ہوا کو بھی آپ کیلئے تابع فرمان کر دیا گیا۔ اور اس پر آپ کو ایسا تصرف بخشا گیا تھا جو آپ سے پہلے کسی کو بھی نہیں بخشا گیا تھا۔ اور ہوا پر آپکو ایسا کنٹرول حاصل ہو گیا تھا کہ آپ کے سفروں کے دوران نہ ہوا کی کمی سے کوئی خلل پڑتا اور نہ اسکی شدت اور تیزی سے۔ اور یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوا تھا۔ اور ۔ ﴿ حَیْثُ اَصَابَ ﴾ ۔ میں اصاب کا لفظ ہدف ٹھہرانے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی حضرتِ سلیمان جس مقام کو بھی اپنا

ہدف اور منزل سفر قرار دیتے، بے روک ٹوک اور بغیر کسی موسم اور فصل کا انتظار کیے وہاں کے لیے چل پڑتے۔ اس لیے کہ ہوا آپ کے کنٹرول میں تھی۔ اپنے سفر کے لیے اس کو جب اور جیسا چاہتے سازگار بنا لیتے۔ سو یہ اللہ تعالیٰ ہی کی عطاء و بخشش تھی جس سے آنجناب کو بطور حال نوازا گیا تھا۔ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام۔

۵۲ حضرتِ سلیمان کے لیے جنوں کی تسخیر کی عنایت کا ذکر و بیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ جنوں کو بھی ہم نے انکے تابع کر دیا تھا۔ سو تسخیرِ ہوا کے ساتھ ساتھ تسخیر جنات کی عنایت ایک اور بڑی عنایت تھی جس سے قدرت کی طرف سے حضرتِ سلیمان کو بطورِ خاص نوازا گیا تھا۔ اور وہ آپؑ کے لئے اس طرح کی مختلف خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ مثلاً بڑی بڑی عمارتیں بنانا، محلات تعمیر کرنا اور پل بنانا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ وہ اپنی غیر معمولی قوتوں کی بنا پر بہت تھوڑے عرصے اور قلیل مدت میں پورا کر لیا کرتے تھے۔ سو ہوا پر کنٹرول کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے جنوں کو حضرتِ سلیمان کے تابع کر دیا تھا جن سے آپ طرح طرح کے کام لیتے تھے۔ شیاطین سے یہاں پر مراد شیاطینِ جن ہیں۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ حضرتِ سلیمان صرف شیاطین اور سرکش جنوں ہی سے یہ کام لیا کرتے تھے۔ صالحین سے تعرض نہیں کیا کرتے تھے۔

۵۳ حضرتِ سلیمان کے لیے جنوں کی ریزرو فوج کا ذکر و بیان: -سو اس سے حضرتِ سلیمان کے لیے زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنوں کی ایک ریزرو فوج کا ذکر فرمایا گیا۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور کچھ دوسروں کو بھی ان کے تابع کر دیا گیا تھا جو جکڑے ہوتے تھے زنجیروں میں"۔ اپنی سرکشی کی پاداش میں۔ تاکہ وہ اپنی سرکشی اور شرانگیزی کی بناء پر دوسروں کی تکلیف اور ایذا رسانی کا باعث نہ بن جائیں۔ اور جو ایسی کوئی حرکت کریں وہ اس طرح اپنے کئے کی سزا پائیں۔ (المراغی وغیرہ)۔ سو یہ جنوں کی الگ پارٹی تھی جن کو ریزرو فورس کے طور پر زنجیروں میں جکڑ کر رکھا گیا تھا تاکہ حسبِ ضرورت اس سے کام لیا جا سکے۔ سو اس طرح حضرتِ سلیمان ایسے شریر جنوں کو مختلف کاموں میں لگاتے۔ ان سے طرح طرح کی تعمیرات بھی کراتے اور ان سے غوطہ خوری کا کام بھی لیتے۔ اور اس طرح سمندری دولت سے بھی فائدہ اٹھاتے۔ سو حضرتِ سلیمان کیلئے جنوں کی یہ تسخیر اور تابعداری اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی جس سے آنجناب کو بطورِ انعام نوازا گیا تھا۔ اس میں آپؑ کی طرف سے کسی طرح کی عملیات وغیرہ کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ جیسا کہ بہت سے بھٹکے بھٹکے لوگوں کا طریقہ و وطیرہ اور ان کا کہنا ماننا ہے۔ سو- ﴿ كُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴾- کے الفاظ سے واضح فرما دیا گیا کہ ہر قسم کے ماہر معمار اور غوطہ خور حضرتِ سلیمان کے لیے مسخر تھے جن سے آنجناب عباد و بلاد کی خدمت اور تعمیر و ترقی کے سلسلہ میں طرح طرح کے عظیم الشان کام لیا کرتے تھے۔ علی نبینا وعلیہ الصّلاۃ والسلام۔

۵۴ حضرتِ سلیمان کے لیے انعام و عطائے خداوندی کا ذکر و بیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ ہے ہماری عطا و بخشش جس سے ہم نے آپ کو نوازا ہے" کہ ہر عطا و بخشش کے مالک و مختار ہم ہی ہیں۔ اور ہم نے آپؑ کو ہر طرح کے تصرف کا اختیار بھی دے دیا ہے اور اس کا معاملہ آپؑ کے حوالے کر دیا ہے کہ اپنی عطا و بخشش کے بارے میں آپ جو چاہیں حکم دیں اور فیصلہ کریں۔ سو ہم نے آپکو ایسی عظیم الشان نعمتوں سے نوازا جو آپ کی امیدوں اور توقعات سے بھی کہیں بڑھ کر ہیں۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ حضرتِ سلیمان کو جو کچھ ملا اور جن عظیم الشان نعمتوں سے آپ کو نوازا گیا وہ سب کچھ اللہ وحدہ لا شریک ہی کی طرف سے تھا جو کہ وہاب و کریم ہے- سبحانہ وتعالیٰ- وہ جس کو چاہے نوازے اور جن عنایات سے چاہے نوازے- وہی سب کا خالق و مالک اور سب کا داتا ہے- سبحانہ وتعالیٰ- یہاں پر یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ- ﴿ بغیرِ حساب ﴾- کا تعلق

-﴿ھذا عطاؤنا﴾- سے ہے۔ یعنی یہ ہماری بخشش وعطا ہے جس سے ہم نے آپ کو آپ کے قیاس وگمان اور آپ کی امیدوں اور توقعات سے بھی کہیں بڑھ کر نوازا ہے۔ اور آپ کو وہ کچھ دیا ہے جس کا آپ کو خواب وخیال نہیں تھا اور جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ سو یہ خاص عنایات تھیں جن سے حضرتِ واہبِ مطلق کی طرف سے آنجناب کو نوازا گیا تھا۔

۵۵ نعمتوں کا تقاضا ونتیجہ ابتلاء وآزمائش: -سو اس سے حضرتِ سلیمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں حسبِ منشا تصرف کی تصریح واجازت کا ذکر فرمایا گیا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم احسان کرو یا روک رکھو"۔ یعنی یہ سب کچھ آپ کے تصرف اور اختیار میں ہے۔ سبحان اللہ! کیا کہنے اُس واہبِ مطلق -جل وعلا- کی عطا وبخشش کے کہ حضرتِ سلیمٰن کو ایسی ایسی بے مثال بخششوں سے نوازنے اور سرفراز فرمانے کے ساتھ ہی ساتھ یہ اختیار بھی دے دیا کہ جو چاہو کرو کوئی حساب نہیں-فَشَرِّفْنَا کَذَالِکَ بِخَالِصِ مَنِّکَ وَعَطَائِکَ یَا مَنْ لَّا حَدَّ لِجُوْدِہٖ وَلَا نِھَایَۃَ لِکَرَمِہٖ وَعَطَائِہٖ وَبِرِّہٖ وَنَوَالِہٖ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان انعامات سے آپکو نوازا گیا ہے۔ اب آپکو اس امر کی آزادی اور اختیار ہے کہ آپ چاہیں تو ان میں فیاضی سے کام لیکر انکو خرچ کریں، اور اسکا اجر وصلہ پائیں۔ اور چاہیں تو انکو یونہی روکے رکھیں۔ سو ان پر ملکیت اور حقِ تصرف سے سرفرازی کے بعد یہ دونوں صورتیں آپ کے اختیار میں ہیں۔ پس اس ارشاد سے دراصل اس اختیار کو بیان فرمایا گیا ہے جس سے حضرتِ سلیمان کو نوازا گیا تھا، اور جو ہر مالک کو اس کی اپنی ملکیت میں اور ہر بادشاہ کو اس کی اپنی مملکت میں حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی اختیار میں اس کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ اپنے صحیح تصرف سے اس کو اپنے لیے خیر وبرکت کا ذریعہ بناتا ہے، یا سوءِ تصرف سے اپنے لیے اس کو ہلاکت اور تباہی کا باعث بناتا ہے- والعیاذ باللہ العظیم-سو اس ارشاد سے نعمتوں کے تقاضے اور نتیجے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور وہ ہے ابتلاء وآزمائش۔ کہ اسی سے کھرے کھوٹے کی تمیز اور پرکھ ہوتی ہے، اور انسان کی اندرونی کیفیت کا پتہ چلتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

۵۶ حضرتِ سلیمان کے لیے ایک خاص انعام کا ذکر وبیان: -سو اس سے حضرتِ سلیمان کے لیے ان کے حسنِ تصرف کے نتیجے اور انعام کا اعلان فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور ان کیلئے ہمارے ہاں خاص مرتبہ بھی ہے اور عمدہ ٹھکانہ بھی"۔ یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کہ دنیا میں آپؑ کو نبوت وحکومت سے بھی سرفراز فرمایا گیا اور آخرت کی ابدی زندگی میں بھی بے مثال نعمتوں اور عظیم الشان مراتب ودرجات سے نوازا گیا-فَسُبْحَانَ اللّٰہِ الْحَنَّانِ الْمَنَّانِ الَّذِیْ لَا حَدَّ لِکَرَمِہٖ وَ الْاِحْسَانِ -- سو اس سے یہ واضح فرما دیا گیا کہ یہ سب کچھ ملنے اور ان تمام عظیم الشان نعمتوں سے سرفراز ہونے کے باوجود حضرتِ سلیمان نہ کسی زعم وگھمنڈ میں مبتلا ہوئے اور نہ کسی طرح کا کوئی استکبار آپ میں پیدا ہوا۔ بلکہ اس سب کے باوجود آپکی شانِ عبدیت اور انابت ورجوع الی اللہ بدستور باقی رہی۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ کے یہاں قربِ خاص اور عمدہ ٹھکانے کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ سو انابت ورجوع الی اللہ ایک عظیم الشان صفت ہے۔ سو حضرتِ سلیمٰن اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ان نعمتوں میں اپنے حسنِ تصرف کے نتیجے میں جس کامیابی اور فائز المرامی سے سرشار ہوئے۔ اس ارشاد سے اس کے نتیجے اور اس کے انعام کا اعلان فرما دیا گیا- والحمد للہ جل وعلا- اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَ

اور عذاب میں، ۵۷ ﴿۴۱﴾ (اس پر ہم نے ان سے کہا کہ تم) اپنا پاؤں مارو زمین پر (اور لو) یہ ہے ٹھنڈا پانی نہانے کو اور پینے کو، ۵۸ ﴿۴۲﴾

وَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى

اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ بھی عطا کیا، اور ان ہی کے برابر ان کے ساتھ اور بھی اپنی خاص رحمت سے، اور ایک عظیم الشان نصیحت (اور یاد دہانی)

لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ

کے طور پر، عقل سلیم رکھنے والوں کیلئے، ۵۹ ﴿۴۳﴾ اور (ہم نے ان سے یہ بھی کہا کہ) لے لو اپنے ہاتھ

وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ

میں ایک مٹھا (سونٹوں کا) پھر مارو اس سے (اپنی بیوی کو)

۵۷ حضرتِ ایوبؑ کے ابتلاء کا ذکر و بیان:- سو اس ارشاد سے حضرتِ ایوب کے ابتلاء اور آپکا اپنے رب کے حضور ابلیس کے بارے میں شکایت کا ذکر فرمایا گیا کہ اسی لعین نے جیسا کہ روایات میں وارد ہے آنجناب کو مال و دولت کی کثرت و فراوانی اور صحت، و اولاد کی بنا پر عجب میں مبتلا کیا۔ اور اس کے نتیجے میں آپؑ اس طرح مبتلائے عذاب ہوئے۔ (المراغی وغیرہ)۔ اور یوں ہر برا کام عموماً شیطان ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ ہے ہی ہر شیطنت اور برائی کا منبع و مصدر- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ – جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾- اس کے علاوہ یہ بھی مروی ہے کہ اس لعین نے آنجناب کی بیماری کے دوران وساوس و شکوک اور طعن و تشنیع وغیرہ کے نشتروں کے ذریعے بھی آپؑ کی ایذا رسانی کی۔ (المراغی وغیرہ)- وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَهُوَ اَعْلَمُ بِمُرَادِ كَلَامِهٖ جَلَّ وَعَلَا- "نصب" کے معنیٰ دکھ تھکان اور مصیبت کے ہوتے ہیں۔ اور عذاب سے مراد وہ اذیتیں ہیں جو جسمانی امراض کی صورت میں آپ کو پہنچیں۔ سو "نصب" اور "عذاب" کے ان دو لفظوں سے ان تمام مصائب و آلام کو سمیٹ لیا گیا جن سے حضرتِ ایوبؑ کو واسطہ پڑا۔ سفر ایوب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتِ ایوب کو قدرت کی طرف سے بڑی دولت اور حشمت سے نوازا گیا تھا لیکن اسکے باوجود آپ نہایت عبادت گزار اور خدا ترس بندے تھے۔ آپ کی اس حالت پر شیطان اور اس کے ایجنٹوں کو بڑا حسد ہوا اور انہوں نے آپ کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ اگر ایوب دن رات اللہ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں تو یہ کیا کمال ہوا۔ اگر اتنا کچھ ملنے کے باوجود عبادت نہ کریں گے تو اور کیا کریں گے۔ پتہ تو جب چلے جب خدا ان سے یہ سب کچھ چھین لے اور پھر بھی آپ اسکی عبادت کریں۔ چنانچہ آخر کار ایسا بھی ہوا اور آنجناب سے مال و اولاد وغیرہ سب کچھ چھین لیا گیا تو بھی آپ مایوس یا شکوہ سنج ہونے کی بجائے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو گیے اور

فرمایا کہ میں اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا پیدا ہوا تھا۔ اور اب ننگا ہی اپنے رب کے پاس جاؤں گا۔ سو اس طرح حضرتِ ایوب نے شکر اور صبر دونوں کی ایک عظیم الشان اور منفرد مثال قائم فرمائی۔ علی نبینا وعلیہ الصّلاۃ والسلام۔ سو صبر وشکر کی صفتیں دو عظیم الشان صفتیں ہیں۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۵۸ حضرتِ ایوب کے نئے دور کا ذکر وبیان:۔ سو اس سے ابتلا کے بعد حضرتِ ایوب کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نئے دور کے آغاز کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو ابتلاء کے دور کے خاتمے کے بعد سب سے پہلے حضرتِ ایوب کیلئے ٹھنڈے صحت بخش پانی کے چشمے کا انتظام کیا گیا۔ سو اس طرح آپؑ کی انابت الی اللہ کے صلے میں آپ کو اس شرف سے بھی نواز دیا گیا اور ازالہ مرض کا طریقہ بھی تعلیم وارشاد فرمایا گیا۔ پاؤں کا مارنا تھا کہ نیچے سے ایسے صاف ستھرے اور صحت بخش پانی کا چشمہ ابل پڑا جس کے پینے اور اس میں نہانے سے صحت وشفا کی دولت نصیب ہوگئی اور ابتلاء وآزمائش کا دور ختم ہوا۔ سو انابت اور رجوع الی اللہ شاہ کلید ہے سب کامیابیوں سے سرفرازی کی۔ سو حضرتِ ایوب کو کسی خاص جگہ کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں اپنے پاؤں سے ٹھوکر مارو۔ اس سے عمدہ پانی کا ایک ایسا چشمہ نکل آئے گا جو پینے کیلئے بھی نہایت ٹھنڈا اور نہانے کیلئے بھی بڑا عمدہ اور صحت بخش ہوگا۔ جس سے آپکی اس بیماری کا بھی علاج ہوجائے گا اور تکلیف کا خاتمہ ہوجائے گا۔ سو اللہ پاک۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اپنے بندے کو ایک خاص حد سے زیادہ آزمائش میں نہیں ڈالتا۔ حضرتِ ایوب کا امتحان جب پورا ہوگیا تو آپ کی دعا بھی فوراً اور بلا تاخیر قبول ہوگئی۔ اور آنجناب کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور انعام واحسان کے نئے دور کا آغاز ہوگیا۔ والحمد للہ جل وعلا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین

۵۹ حضرتِ ایوب کے لیے اہل وعیال کی عنایت کا ذکر وبیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم نے انکو انکا کنبہ بھی عطا کردیا اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی"۔ سو عطا کرنے والے سب کو ہم ہی ہیں۔ حضراتِ انبیا ورسل تک بھی ہمارے ہی محتاج ہیں۔ پھر اور کوئی کسی کا حاجت روا ومشکل کشا کیسے اور کیونکر ہوسکتا ہے؟ سب اسی وحدہ لاشریک کے محتاج اور اسی کے در کے سوالی اور اسی کے کرم وعطا کے منتظر ہیں۔ سو جسمانی اَمراض وعوارض کے خاتمے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرتِ ایوبؑ کو انکے اہل وعیال بھی لوٹا دیئے اور انکے ساتھ انہی کے برابر انکے خدام وحشم بھی۔ ابتلاء وآزمائش کے دور میں آنجناب کے آل و اولاد اور اقرباء میں سے کچھ تو بچھڑ گئے تھے اور کچھ وفات پا گئے تھے۔ اور انکے خدام وغلام وغیرہ بھی سب تتر بتر ہوگئے تھے۔ سو ابتلاء وآزمائش کا دور ختم ہونے کے بعد بچھڑے ہوئے اعزہ واقرباء پھر مجتمع ہوگئے۔ اور جو وفات پا گئے تھے انکے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے اور عطا فرما دیئے۔ اور اس طرح آپ کو مال ودولت کے ساتھ ساتھ خدم وحشم بھی پھر مل گئے۔ سو جب انسان اپنے خالق ومالک کے ساتھ صدق واخلاص کا معاملہ کرتا ہے، تو وہ اس کو ایسے ہی نوازتا ہے کہ اس کا تو کام اور اس کی شان ہی نوازنا ہے، اور مسلسل ولگاتار اور بلا حساب وگمان نوازنا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا اور خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔

اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي

تم اپنی قسم کو،۶۰ بے شک ہم نے ان کو صابر پایا وہ بڑے ہی اچھے بندے تھے، بے شک وہ ہمیشہ رجوع رہنے والے تھے

۶۰ **حضرتِ ایوبؑ کی ایک قسم اور اس سے انکی بریت کا ذکر و بیان:** - سو اس ارشاد سے حضرتِ ایوب کی ایک قسم اور اس سے انکی بریت کی تعلیم و تلقین کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ روایات کے مطابق اپنی بیماری کے دوران حضرتِ ایوبؑ نے کسی بات پر خفا ہو کر اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھالی تھی۔ بعد میں مشکل یہ پیش آ گئی کہ اگر سو کوڑے مارتے ہیں تو بلا وجہ ایک بے قصور و بے گناہ خاتون کو سزا ملتی ہے۔ اور نہیں مارتے تو حانث ہونا پڑتا ہے۔ اور ظاہر کہ یہ دونوں باتیں مشکل تھیں۔ تو اس کا حل قدرت کی طرف سے آپؑ کو یہ بتلایا گیا کہ سو تنکوں کا ایک مٹھا لے کر ان کو یکبارگی ان پر مار دو کہ اس طرح قسم بھی پوری ہو جائے گی اور ایک بے قصور و بے گناہ خاتون بھی سو کوڑوں کی سزا سے بچ جائے گی۔ اسی کو شرعی حیلہ کہا جاتا ہے جس کا مقصد کسی شرعی حکم کو ٹالنا نہیں ہوتا بلکہ اس پر عمل کرنا اور اس ارشاد و حکمِ خداوندی کو بجالانا منظور و مقصود ہوتا ہے۔ اور جو حیلہ کسی شرعی حکم کو ٹالنے اور اس سے بچنے کے لئے کیا جائے جیسا کہ بعض لوگ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے مختلف حیلوں حوالوں سے کام لیتے ہیں تو وہ سراسر باطل و مردود ہے۔ والتفصیل فی المفصل - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ - بہر کیف یہ اس مقام کی تفسیر کے بارے میں ایک عام اور مشہور قول ہے جس کو عام طور پر مفسرینِ کرام نے اختیار کیا ہے۔ لیکن بعض وجوہ و قرائن کی بنا پر یہ قول بہت بعید لگتا ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس کے لیے نہ تو قرآنِ پاک کی کسی آیتِ کریمہ میں کوئی تصریح پائی جاتی ہے، اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں۔ دوسرے اس لیے کہ روایات کے مطابق ابتلاء و آزمائش کے اس دور میں حضرتِ ایوب کی بیوی ہی وہ اکیلی ہستی تھیں جو دن رات انکی خدمت میں لگی رہتی تھیں۔ سو ایسی وفادار بیوی پر اس طرح کا عتاب عقل و نقل کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ پھر سو کوڑوں کی تعداد کا ذکر بھی نہ آیتِ کریمہ میں پایا جاتا ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں۔ اس لیے اس بارے میں بعض اہلِ علم کی یہ بات زیادہ قرینِ قیاس اور اوفق بالظاہر لگتی ہے کہ یہ قسم دراصل حضرتِ ایوب نے خود اپنے نفس کو کوڑے لگانے کے لیے کھائی تھی۔ کیونکہ اس دوران آپ کے دل میں کوئی ایسا خیال گزرا تھا جو صبر و انابت الی اللہ کے منافی تھا۔ تو آپ نے قسم کھائی کہ میں اپنے آپ کو اتنے کوڑے ماروں گا۔ اور کوڑوں کی کوئی تعداد مذکور نہیں۔ حضرتِ ایوب کا یہ عہد اگرچہ آنجناب کی خشیتِ خداوندی اور محبتِ الٰہی کا ایک منفرد قسم کا اور عظیم الشان نمونہ تھا۔ لیکن بندوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو کسی ناروا مصیبت میں ڈالیں، اگرچہ وہ خداوندِ قدوس کی خوشنودی ہی کے لیے ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنجناب کو اس قسم کی ذمہ داری سے بری قرار دے دیا لیکن قسم کا معاملہ چونکہ دینِ حنیف میں بڑی نزاکت و اہمیت کا حامل ہے کہ اسی پر تمام عہد و پیمان کا مدار و انحصار ہے۔ اس لیے حضرتِ ایوب کو انکی قسم کے بارے میں یہ ہدایت فرمائی گئی کہ آپ اتنے تنکوں کا مٹھا لے کر اپنے آپ کو مار لیں۔ تاکہ رسمی طور پر قسم پوری ہو جائے اور حانث نہ ہونا پڑے۔ اور یہ اسی طرح کی تشبیہی تعمیل ہے جس طرح کہ گنجا آدمی بھی احرام کھولنے کے لیے بال نہ ہونے کے باوجود سر پر استرا پھیرتا ہے یا جس طرح وضو کے متعذر ہونے کی صورت میں تیمم کیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تاکہ تشبیہ کے طور پر اصل حکم کی تعمیل ہو سکے۔ والعلم عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ وہو اعلم بالصواب جل وعلا، وعلمہ اَتَمّ وَاَحْكَمُ فِيْ كُلِّ بَاب،

الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى

(اپنے رب کے حضور) ۶۱ ﴿۴۴﴾ اور ہمارے بندوں ابراہیم اسحٰق، اور یعقوب، کا بھی ذکر کرو جو کہ بڑی قوتوں والے اور دیدہ ور تھے، بلاشبہ ۶۲ ﴿۴۵﴾

الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾

ہم نے ان سب کو برگزیدہ کیا تھا ایک خاص صفت، یعنی اس گھر کی یاد کے ساتھ، ۶۳ ﴿۴۶﴾ اور بلاشبہ یہ سب کے سب ہمارے یہاں برگزیدہ

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾

نیک بندوں میں سے تھے، ۶۴ ﴿۴۷﴾ اور اسماعیل الیسع اور ذو الکفل کو بھی یاد کیجئے سب بھی نیک لوگوں میں سے تھے، ﴿۴۸﴾

۶۱ حضرتِ ایوب کے لیے ایک عظیم الشان سَند اور اعزاز کا ذکر و بیان: سو اس سے حضرتِ ایوب کے لیے کامیابی کی سندِ خداوندی کے عظیم الشان اور بے مثال انعام واعزاز کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو حضرتِ ایوب کے لیے ابتلاء و آزمائش کے اس امتحان میں کامیابی کی سند کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "بیشک ہم نے انکو صابر پایا"۔ اور ایسا صابر کہ اسکی دوسری کوئی نظیر و مثال نہیں مل سکتی۔ یہاں تک کہ صبرِ ایوب ضرب المثل بن گیا۔ اور مومن کی دو ہی تو حالتیں ہوتی ہیں کہ آرام و نعمت ملے تو حضرتِ منعمِ حقیقی۔ جَلَّ وَ عَلَا۔ کا شکر ادا کرے اور تکلیف پہنچے تو صبر و برداشت سے کام لے۔ واضح رہے کہ حضرتِ ایوب کی بیماری اور ابتلاء سے متعلق جو بہت سی بے سروپا داستانیں تصنیف کر لی گئی ہیں ان میں سے اکثر میں اس قدر مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے کہ وہ ناقابلِ یقین حد تک من گھڑت ہیں۔ حالانکہ اللہ پاک اپنے پیغمبر کو کسی ایسی ابتلاء و آزمائش میں نہیں ڈالتا جو ان سے تنفیر و تحقیر کا باعث بن جائے اور لوگ اس سے دور و نفور ہو جائیں کہ یہ ان کی شان کے بھی خلاف ہے اور ان کے منصب و مقام کے بھی۔ سو ایسی اسرائیلی روایات سے اجتناب و احتراز لازمی ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی جناب میں توہین اور سوءِ ادب کا پہلو نکلتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف اس ارشاد سے حضرتِ ایوب کے لیے سندِ خداوندی کے ایک عظیم الشان اور بے مثال انعام کا اعلان فرمایا گیا ہے جو آنجناب کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہو سکا۔ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام۔

۶۲ حضرتِ ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کے ذکر کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا "ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا بھی ذکر کرو جو بڑی قوتوں والے اور دیدہ ور تھے"۔ کہ وہ حسی اور جسمانی قوتوں کے علاوہ ایمانی، اخلاقی اور ایقانی قوتوں کے بھی مالک تھے اور اپنی فکر و نظر کو اللہ پاک کی معرفت و اطاعت میں صرف کرنے والے۔ اور قدرت نے اپنی فیاضیوں سے انکو قوت اور بصیرت کی دونوں نعمتوں سے بطورِ خاص نوازا تھا۔ اور یہ بات اپنی جگہ ایک اہم اور بنیادی حقیقت ہے کہ ظاہری قوت کے ساتھ اگر بصیرت اور باطن کی پاکیزگی شامل نہ ہو تو انسان ایک ایسا خطرناک جانور بن جاتا ہے کہ وہ اپنے لیے بھی عذاب بن جاتا ہے اور دوسروں کیلئے بھی۔ اور وہ معاشرے کی بہتری اور اصلاح کی بجائے اسکی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "میرے ان خاص بندوں کا بھی ذکر کرو کہ یہ ہمارے خاص برگزیدہ اور پسندیدہ بندے تھے اور ان کے ذکر و تذکرہ میں بڑے درسہائے عبرت و بصیرت ہیں" جن سے حق کی راہیں روشن ہوتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

۶۳ دارِ آخرت کی تذکیر و یاد دہانی کی عظمت شان: ۔سو اس سے دارِ آخرت کی تذکیر و یاد دہانی کی عظمت شان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان حضرات انبیائے کرام کا اصل کام دارِ آخرت کی تذکیر و یاد دہانی ہی رہا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے انکو چن لیا تھا آخرت کے گھر کی تذکیر و یاد دہانی کے لیے"۔ یعنی آخرت کی یاد کہ اصل گھر وہی ہے۔ ﴿وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ﴾۔ (المومن: ۳۹)۔ یہ دنیا تو محض ایک گزرگاہ اور عارضی منزل ہے۔ سو حضرات انبیائے کرام کا اصل امتیاز اور انکی خصوصی شان بس اسی دارِ آخرت کی تذکیر و یاد دہانی تھی۔ مگر افسوس کہ آج اس مادی دور میں انسان آخرت کے اپنے اس حقیقی گھر اور اس کے تقاضوں کو بھول گیا۔ اور ان کو پس پشت ڈال کر وہ اسی فانی اور عارضی دنیا کی چمک دمک میں کھو کر اور الجھ کر رہ گیا۔ اور اس نے اسی دنیا کی عارضی لذتوں اور فانی عیش پرستیوں کے لئے جینا اور انہی کے لئے مرنا گویا اپنا نصب العین اور مقصدِ حیات بنالیا ہے۔ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ سو آخرت کی یاد تمام صلاح و فلاح کی اساس و بنیاد اور شاہ کلید ہے۔ اگر انسان اس سے غافل اور لاپرواہ ہوجائے تو وہ ایک بے نتھا بیل بن کر رہ جاتا ہے اور اسکے نتیجے میں وہ شیطان کے ہتھے چڑھ کر ہلاکت و تباہی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ جبکہ آخرت کی یاد سے انسان فکر مند رہتا ہے اور وہ لغزشوں کے باوجود صراطِ مستقیم پر گامزن رہتا ہے۔ اس لیے اللہ پاک نے حضرات انبیائے کرام کی قدسی صفات ہستیوں کو آخرت کی تذکیر و یاد دہانی کیلئے چن لیا تھا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ تاکہ لوگ آخرت کی اپنی اس اصل حقیقی اور ابدی زندگی کو یاد کر کے اس کے لیے تیاری کریں۔ اور وہاں ابدی بادشاہی اور سدا بہار نعمتوں سے سرفراز ہوسکیں۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۶۴ حضرات انبیائے کرام کی عظمت شان کا ذکر و بیان: ۔سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ حضرات انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور چنے ہوئے بندے تھے۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور بلاشبہ یہ ہمارے چنے ہوئے نیک بندوں میں سے تھے"۔ یعنی یہ سب حضرات منصب نبوت کے لئے چنے ہوئے اور ہمارے خاص بندے تھے۔ ان کو بھی راہِ حق میں ستایا گیا اور طرح طرح سے پریشان کیا گیا۔ مگر انہوں نے راہِ حق میں صبر و استقامت ہی سے کام لیا۔ سو انجام کار کامیابی انہی کو اور ان کے سچے پیروکاروں ہی کو ملی۔ اور ان کے دشمن ہمیشہ کے لئے مٹ مٹا کر نیست و نابود ہو گئے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ سو ان کو ہم نے دوسروں سے چن کر شرف نبوت و رسالت سے سرفراز فرمادیا تھا۔ اور یہ ایسے خیر کے وجود تھے کہ ان سے اندیشہ کی کوئی بات نہیں تھی۔ سو اپنی اصل فطرت اور اپنے باطن کے لحاظ سے بھی یہ نہایت عمدہ اور پاکیزہ خصال کے لوگ تھے۔ اور ہمارے اصطفاء اور اختیار کی بنا پر یہ اور بھی اونچی شان کے مالک ہو گئے تھے۔ "اخیار"، "خیر" کی جمع بھی ہوسکتی ہے جو کہ اسم تفضیل ہے اور شر کی ضد ہے۔ اور یہ خَیِّر کی جمع بھی ہوسکتی ہے جو کہ خیر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جیسے اموات جمع ہے میت کی۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ نے چنا اور منتخب کیا ہو اور ان کو صاف اور صریح طور پر اخیار قرار دیا ہو انکی عظمت شان کے کیا کہنے۔ سو حضرات انبیاء و رسل کی شان سب سے بڑی اور بلند ہوتی ہے اور وہ مخلوق کے لیے رشد و ہدایت کے مینارے ہوتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ پس فوز و فلاح اور نجات و صلاح ان ہی کی اطاعت و اتباع سے نصیب ہوسکتی ہے، اور انکی ہدایات و تعلیمات سے اعراض و روگردانی باعث ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم جل وعلا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے، آمین۔

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۟ۙ جَنّٰتِ

یہ ایک عظیم الشان ذکر (اور یاد دہانی) ہے، ۶۵ اور بے شک پرہیزگاروں کیلئے ایک بڑا ہی عمدہ ٹھکانا ہے، ۴۹ یعنی ہمیشہ رہنے کی ایسی عظیم

عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۟ۚ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ

الشان جنتیں جن کے دروازے ان (کے استقبال) کے لئے پہلے سے ہی کھول کر رکھے گئے ہوں گے، ۶۶ ۵۰ ان میں وہ تکیے لگائے

فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۟ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ

(نہایت آرام وسکون کے ساتھ) بیٹھے ہوں گے، (اور اپنی مرضی وخواہش کے مطابق) طلب کر رہے ہوگے طرح طرح کے

۶۵ **ایک عظیم الشان ذکر اور یاد دہانی:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ ایک عظیم الشان ذکر اور یاد دہانی ہے"۔ جو ان پاکیزہ ہستیوں کے تذکرے سے دنیا کو نصیب ہوئی ہے۔ سو یہ محض کوئی ماضی کے قصے نہیں جو یونہی سنا دیے گیے ہوں بلکہ یہ ان قدسی صفت حضرات کے تذکرے اور انکی زندگیوں کے چشم کشا حالات ہیں جن میں بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ اور جو اللہ پاک کی اس کتابِ عظیم میں آ جانے کے بعد ہمیشہ کے لئے باقی رہیں گے۔ اور دوسرا ذکر ان کی ان نعمتوں کا ہے جو ایسی پاکیزہ اور مقدس ہستیوں کے لئے آخرت میں ہوں گی۔ اور جو ابدی اور سدا بہار ہوں گی۔ (جامع، صفوۃ وغیرہ)۔ سو یہ محض ماضی کے قصے نہیں بلکہ یہ ایک عظیم الشان تذکیر اور یاد دہانی ہے۔ اور اس میں بڑے درسہائے عبرت و بصیرت ہیں ان کے لیے جن کے دل زندہ اور انکی عقلیں سلیم ہوں۔ اور یہ حقیقت ہمیشہ یاد رہے کہ اچھا اور عمدہ ٹھکانہ بہرحال پرہیزگاروں ہی کیلئے ہے۔ اور ان لوگوں کیلئے ذلت کے سوا کچھ نہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس عظیم الشان تذکیر و یاد دہانی سے اِعراض کیا اور منہ موڑا ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔ اللہ ہمیشہ تقوی و پرہیزگاری سے سرفراز اور اپنی رضا کی راہوں پر ثابت قدم رکھے اور نفس اور شیطان کے ہر مکروفریب سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔

۶۶ **پرہیزگاروں کے عظیم الشان صلے کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا "جن کے لیے ہمیشہ رہنے کی ایسی عظیم الشان جنتیں ہونگی جن کے دروازے ان کے لیے پہلے سے ہی کھول کر رکھے گئے ہونگے"۔ جس طرح کہ دنیا میں شاہی درباروں میں ہوتا ہے کہ شاہی مہمانوں کی آمد کے موقع پر ان کے لئے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے۔ سو اس طرح ایک طرف تو یہ مظہر ہوگا حضرتِ حق ۔ جل مجدہ ۔ کی اس عظیم الشان رحمت وعنایت کا جس کا معاملہ وہ اپنے ایسے پاکیزہ بندوں سے فرمائے گا۔ اور دوسری طرف اس میں خاص اِعزاز واِکرام ہوگا اہلِ جنت کا کہ فرشتے جنت کے دروازے کھولے ان حضرات کے انتظار میں کھڑے ہوں گے اور سلام وتحیہ سے انکا استقبال کریں گے۔ (کبیر، صفوۃ وغیرہ)۔ اللہ نصیب فرمائے اور ہمیشہ اللہ کی رضا اور اہلِ جنت کی راہ پر چلنا نصیب ہو ۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ۔ بہرکیف اس ارشاد سے اہلِ جنت کے اس صلہ وبدلہ کو بیان فرما دیا گیا ہے جو ان متقی اور پرہیزگار بندوں کو وہاں نصیب ہوگا اور جس کا ذکر اور حسنِ مآب "بہترین ٹھکانہ" کے الفاظ سے فرمایا گیا ہے۔ والحمد للہ جَلَّ وَعَلَا

الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ

بکثرت پھل، اور قسما قسم کے مشروبات، ف۶۷ ﴿۵۱﴾ اور ان کے پاس نگاہوں کو نیچی رکھنے والی ف۶۸ ہم عمر عورتیں بھی ہوں گی، ف۶۹ ﴿۵۲﴾ یہ ہیں وہ نعمتیں جن کا تم

هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ

سے وعدہ کیا جاتا ہے حساب کے دن دیئے جانے کا، ﴿۵۳﴾ بے شک یہ ہماری وہ بخشش (وعطاء) ہے، جس نے کبھی ختم نہیں ہونا، ف ﴿۵۴﴾ یہ (تو ہوا

لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ

انجام پرہیز گاروں کا،) اور سرکشوں کے لئے یقیناً بڑا ہی برا ٹھکانا ہے، ﴿۵۵﴾ یعنی جہنم (اور اس کی ہولناکیاں) جہاں ان کو بہر حال داخل

فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ؕ ﴿۵۸﴾

ہونا ہوگا سو بڑا ہی برا ٹھکانا ہے وہ، ﴿۵۶﴾ یہ ہے (انجام ایسے بدبختوں کا) سو وہ چکھتے رہیں مزہ (اپنے کیئے کرائے کا،) یعنی کھولتا ہوا پانی،

۶۷ اہل جنت کی خوشحالی اور فارغ البالی کی ایک تصویر کا ذکر و بیان: ۔سو اہل جنت کی خوشحالی اور ان کی فارغ البالی کی تصویر پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں پر وہ تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے اور سکون و اطمینان کے ساتھ طلب کر رہے ہونگے قسما قسم کے پھل اور طرح طرح کے مشروبات۔ عربی زبان میں "شراب" کا لفظ اس معنیٰ میں استعمال نہیں ہوتا ہے جس معنیٰ میں ہماری زبان اور محاورے میں ہوتا ہے۔ بلکہ عربی زبان میں "شراب" ہر مشروب کو کہا جاتا ہے ۔"کل مایشرب" ۔ اور پھر وہاں پر مشروب ایک نہیں ہوگا قسما قسم کے ہوں گے۔ اس لئے ہم نے اپنے ترجمے میں اس کے اسی مفہوم کے اظہار کی کوشش کی ہے کہ اہل جنت وہاں پر حسب منشا جو اور جیسا مشروب جب چاہیں گے منگوائیں گے۔ جیسا کہ دنیا میں بادشاہوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی منشا اور مرضی کے مطابق جو چاہتے ہیں پاتے ہیں۔ سو اللہ کے ان نیک بندوں نے چونکہ اپنی دنیاوی زندگی میں اپنی خواہشات کو کچل کر من چاہی کی بجائے خدا چاہی زندگی گزاری ہوگی اس لئے اس کے بدلے میں ان کو وہاں پر من چاہی زندگی کی ابدی سعادت اور بے مثال نعمت نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی نصیب فرمادے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔ بہر کیف یہ اس کیف و سرور اور خوشحالی و فارغ البالی کا ایک نمونہ و مظہر اور اس کی ایک ہلکی سے تصویر ہے جو اس ابدی اور حقیقی بادشاہی میں ان متقی اور پرہیز گار حضرات کو ہمیشہ کے لیے نصیب ہوگی جس کے مقابلے میں دنیا ساری کی دولت بھی ہیچ اور صفر ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے اور زیغ وضلال کے ہر شائبے سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔ ویا اکرم الاکرمین، ویا ارحم الراحمین۔

۶۸ اہل جنت کی پاکیزہ اور بے مثال بیویوں کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "انکے پاس نگاہوں کو نیچی رکھنے والی عورتیں بھی ہونگی"۔ یعنی وہ شرم وحیا کی وجہ سے اپنی نگاہیں نیچی رکھے ہوں گی کہ وہ اپنے شوہروں کے سوا کسی اور کی طرف نظر

اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گی۔ نیز وہ حسن و جمال کے ایسے اعلیٰ درجے اور مرتبے پر ہوں گی کہ ان کے شوہروں کی نظریں بھی ان کے سوا اور کسی کی طرف نہیں اٹھیں گی۔ اس طرح وہ صرف اپنی ہی نہیں بلکہ اپنے شوہروں کی نگاہوں کو بھی محفوظ رکھنے کا باعث ہونگی۔ اور وہ ان کیلئے بھی اطمینان اور ان کی ٹھنڈک کا بھی ذریعہ اور سبب ہوں گی۔ اس طرح وہ اطاعت شعار اور فرمانبردار بھی اس قدر ہوں گی کہ اپنے شوہروں کے آگے آنکھ بھی نہیں اٹھائیں گی۔ سو ﴿قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ﴾ کے عموم میں یہ تینوں مفہوم داخل ہیں۔ اور شرم و حیا اور عفت و پاکدامنی عورت کا اصل زیور اور اسکی حقیقی قدر و قیمت ہے۔ اور عربوں اور دنیا کے تمام شرفاء کے نزدیک اسکی اعلیٰ صفت شرم و حیا ہی ہے۔ اس کے بغیر ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہو سکتی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۶۹ اہل جنت کی بیویوں کی ایک خاص خوبی و صفت کا ذکر و بیان: کہ وہ ہم عمر ہونگی۔ اور یہ ہم عمری عام ہے کہ ان کے شوہروں کے ساتھ بھی ہو اور آپس میں بھی۔ یعنی وہ اپنے شوہروں کے ساتھ بھی برابر اور ہم عمر ہوں گی کہ اس میں محبت و الفت زیادہ ہوتی ہے اور آپس میں بھی وہ عمر اور حسن و جمال میں برابر ہوں گی کہ اس طرح باہم بھی ان کے درمیان انس و محبت کا تعلق ہوگا۔ سوکنوں کے معروف و مشہور بغض و حسد کا وہاں کوئی نام و نشان نہ ہوگا۔ بلکہ ہر طرف اور ہر طرح سے امن و امان اور سکون و اطمینان ہی کا دور دورہ ہوگا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ سو وہ ایسی بے مثال بیویاں ہونگی کہ اہلِ جنت کی تسکین کیلئے وہ حسن و جمال کا پیکر اور انکی تکمیلِ مسرت کیلئے انکے پہلو بہ پہلو شرمیلی اور ہم سن نازنین ہونگی۔ "اتراب" جمع ہے "ترب" کی جو ماخوذ ہے "تراب" سے اور "ترب" ان کو کہا جاتا ہے جو ایک ساتھ پیدا ہوں۔ گویا کہ وہ دونوں ایک ہی ساتھ زمین پر گری ہیں۔ (محاسن التاویل وغیرہ)۔ اسی لیے اس لفظ کا ترجمہ ہم سن اور ہم عمر کے الفاظ سے کیا جاتا ہے۔ والحمد للہ جل وعلا

۷۰ جنت کی نعمتیں دائمی اور ابدی، والحمد للہ جَلَّ وَعَلَا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بیشک یہ ہماری وہ بخشش و عطا ہوگی جو کبھی ختم نہیں ہوگی"۔ سو یہ جنت کی اور دنیا کی نعمتوں کا ایک بنیادی فرق ہے کہ وہاں کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی جب کہ یہاں کی نعمتیں سراسر فانی اور زوال پذیر ہیں۔ بہرکیف اہلِ جنت کے سرور کو دوبالا کرنے کیلئے اس روز ان سے کہا جائے گا کہ "یہ ہیں وہ نعمتیں جن کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا" کہ وہ حساب کے دن تم لوگوں کو عطا کی جائیں گی۔ سو وہ اب تمہارے لیے حاضر و موجود ہیں۔ اللہ نے تم سے کیا گیا اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور یہ جو کچھ تم لوگوں کو دیا جا رہا ہے اس میں کسی طرح کی کمی یا زوال کا کوئی خدشہ و اندیشہ نہیں۔ بلکہ ان میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ اب نہ تمہیں انکے انقطاع کا کوئی غم ہو اور نہ ہی اپنی موت کا کوئی خوف و خدشہ کہ یہ "دار الفنا" نہیں "دار الخلد" اور "دار البقا" ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور نعیم جنت کے دوام و خلود اور عدمِ انقطاع کا یہ مضمون قرآنِ حکیم میں دوسرے مختلف مقامات پر مختلف اسالیب میں بیان فرمایا گیا۔ مثلاً سورۂ رعد میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس کے پھل بھی دائمی ہونگے اور اس کا سایہ بھی ہمیشہ کے لیے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا﴾ الایۃ (الرعد: ۳۵) اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ "جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا"۔ ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ (النحل: ۹۶) اور سورۃ التین میں ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کے لیے ایسا اجر ہوگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا"۔ ﴿فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ (التین: ۶)۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ سو اسی کو اصل اور حقیقی نصب العین بنانا چاہیے۔ کہ یہی تقاضا ہے عقل اور نقل دونوں کا۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بکل حال من الاحوال

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۗ اِنَّهُمْ صَالُوا

اور بہتی ہوئی پیپ، ۵۷ اور اسی طرح کی اور بھی کئی قسم کی (تکلیف دہ) چیزیں والے ۵۸ (وہ اپنے پیروؤں کو جہنم کی طرف آتا دیکھ کر آپس میں

النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوا بَلْ اَنْتُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۗ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ

کہیں گے کہ لو) یہ ایک اور لشکر ہے جو تمہارے ساتھ گھسنے چلا آرہا ہے ان پر خدا کی مار، انہوں نے بھی اب گھسنا ہے اس آگ میں، ۵۹

لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا

وہ ان کو جواب دیں گے کہ نہیں بلکہ خدا کی مار تم پر ہو، تم ہی نے تو سامان کیا ہے ہمارے لئے اس انجام کا، سو بڑا ہی برا ٹھکانا ہوگا

فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرٰى

وہ (پھر وہ چیلے کہیں گے کہ) اے ہمارے رب جس نے ہمیں اس انجام سے دوچار کیا اس کو تو آج دوگنا عذاب دے (دوزخ کی

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا

اس ہولناک آگ کا، ۶۱ اور دوزخی آپس میں کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم (یہاں پر) کچھ ایسے لوگوں کو نہیں دیکھ رہے جن کو ہم (دنیا میں)

اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ

برا سمجھا کرتے تھے، ۶۲ وے ہم کیا یونہی (ناحق طور پر) ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے، یا (ان کی یہاں موجودگی کے باوجود) ہماری نگاہیں ان

اَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا ع ۴

سے پھر گئی ہیں؟ ۶۳ وے بلاشبہ یہ بات یعنی دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا قطعی طور پر حق (اور سچ) ہے، ۶۴ وے کہو (ان سے

۱۷ دوزخیوں کے حالِ بد کا ذکر و بیان - والعیاذ باللہ: - سو اہلِ جنت کی ان سرفرازیوں کے مقابلے میں اہلِ دوزخ کا حال یہ ہوگا کہ ان کے لیے دوزخ کا وہ ہولناک ٹھکانا ہوگا جو بڑا ہی برا ٹھکانا ہوگا اور اس میں ان کے لیے طرح طرح کے ہولناک عذاب ہونگے - والعیاذ باللہ - اور وہاں پر گمراہ پیروکاروں کی طرف سے اپنے لیڈروں کیلئے دوہرے عذاب کا مطالبہ کیا جائے گا - یہ عام ہے ہر گمراہ کرنے والے کو خواہ وہ کوئی کفر و شرک کا کھلا داعی ہو یا کوئی نام نہاد برخود غلط پیر ہو - یا اس کا تعلق علمائے سوء کے اس گروہ سے ہو جو لوگوں کو راہِ حق سے پھیرتا اور شرک و بدعت کی راہ پر لگاتا ہو کہ الفاظ کا عموم ان سب ہی اقسام کو عام اور شامل ہے - اور حضراتِ مفسرین کرام نے ان کو قادۃ اور اتباع یا ان سے ملتے جلتے الفاظ سے تعبیر کیا ہے - یعنی قیادت اور سربراہی کرنے والے اور ان کے پیچھے چلنے والے - تاکہ یہ اس طرح کے تمام گروہوں اور فرقوں کو عام اور شامل رہے (ملاحظہ ہو قرطبی، مدارک، معالم، روح، مراغی اور جامع وغیرہ) - والعیاذ باللہ من کل زیغ وضلال - بہر کیف

اہلِ دوزخ کا حال اور ان کا انجام بہت ہی برا اور نہایت ہی ہولناک ہوگا - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور اپنی پناہ میں رکھے - اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے - آمین ثم آمین

۴۲ اہلِ دوزخ کا آپس میں ایک حسرت بھرا سوال: - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ دوزخی دوزخ میں اہلِ حق کے بارے میں آپس میں اس طرح کا حسرت بھرا سوال کریں گے - سو دوزخی وہاں پر آپس میں کہیں گے کہ کیا بات ہے کہ آج ہم ان لوگوں کو اپنے درمیان نہیں دیکھ رہے جنکو ہم دنیا میں برا کہا کرتے تھے - ان پر تہمتیں لگاتے، الزامات عائد کرتے، آوازے کستے، فتوے لگاتے اور انہیں طرح طرح سے ستایا کرتے تھے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ - آج وہ لوگ ہمارے ساتھ یہاں دوزخ میں موجود نہیں - کیا ہم نے انکو خواہ مخواہ یونہی اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا تھا جبکہ حقیقت میں وہ ایسے نہ تھے بلکہ وہ بڑے اچھے لوگ تھے جسکی بنا پر وہ آج دوزخ کے اس ہولناک عذاب سے محفوظ رہ کر جنت سے سرفراز ہو گئے - یا وہ یہیں کہیں ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آ رہے - (قرطبی، روح المعانی، مراغی اور جامع البیان وغیرہ) - سو اس طرح ان دوزخیوں کے باطن کی آگ اور تیز ہوگی - والعیاذ باللہ العظیم - بہرکیف وہ اپنے اس حسرت بھرے سوال میں اہلِ حق کے بارے میں کہیں گے کہ "وہ لوگ آج کہاں ہیں جن کو ہم اشرار میں شمار کیا کرتے تھے" کہ یہ لوگ ہمارے آبائی دین کے دشمن اور مخالف تھے اور ہمارے دیوتاؤں اور خودساختہ خداؤں کی توہین کیا کرتے تھے اور ہماری قومی وحدت پر ضربیں لگایا کرتے تھے - آج وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں اور ان کا انجام کیا ہوا وغیرہ - اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق و صواب پر گامزن رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۴۳ اہلِ دوزخ کی اہلِ حق کے انجام کے بارے میں جستجو: - سو اہلِ دوزخ اہلِ حق کے انجام کو جاننے اور ان سے متعلق جستجو کے سلسلے میں آپس میں کہیں گے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا اور آج وہ کہاں اور کس حال میں ہیں جن کو ہم دنیا میں اشرار کہا کرتے تھے - کیا وہ کہیں اور ہیں یا وہ نہیں - یعنی دوزخی لوگ خود اپنے آپ کو لعنت و ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ کیا وہ لوگ جنہیں ہم برا سمجھا کرتے تھے فی الواقع کوئی بڑے اچھے اور اونچے لوگ تھے جو ہمارے ساتھ اس انجام سے دوچار نہیں ہوئے اور یا ہماری نظریں ایسی پھری ہوئی ہیں کہ ہم انہیں یہاں موجود ہونے کے باوجود دیکھ نہیں پا رہے - اور حقیقت میں ان کی نگاہیں تو واقعی پھری ہوئی ہی تھیں جس کی بنا پر یہ لوگ دنیا میں اہلِ حق کو غلط اور گمراہ کہا کرتے تھے - اور آج ان کو دوزخ میں تلاش کر رہے ہیں جب کہ وہ جنت کی نعمتوں سے سرشار ہو چکے ہوں گے - بہرکیف اس طرح ان بدبختوں کو حسرتوں پر حسرتوں سے دوچار ہونا پڑے گا - جو کہ عذاب بالائے عذاب - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ کُلِّ نوعٍ مِّن انواعِ العذاب

۴۴ اہلِ دوزخ کے باہمی جھگڑے کا ذکر و بیان: - سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ اہلِ دوزخ کا باہم جھگڑنا اور ان کی یہ تو تکار ایک قطعی حقیقت ہے - سو ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ دوزخیوں کا اس طرح باہم لڑنا جھگڑنا قطعی طور پر حق ہے - "اِنّ" اور لامِ تاکید دونوں تاکیدوں کے ساتھ مؤکد کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ دوزخیوں کے لڑتے جھگڑنے کا یہ معاملہ قطعی طور پر حق و صدق ہے - ایسا بہرحال ہو کر رہے گا - پس ہر کسی کو چاہیئے کہ وہ بہر طور برے انجام سے بچنے کی فکر و کوشش کرے - وباللہ التوفیق - سو جو لوگ دوزخیوں کے اس باہمی جھگڑے اور تو تکار کے حقیقت اور واقع ہونے کے بارے میں شک کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں کہ یہ ایک امرِ واقعی ہے - اسے کوئی خواب و خیال نہ سمجھے - آج جو لوگ حق کی مخالفت میں ایک دوسرے کے لیڈر بنے ہوئے ہیں وہ کل کو پیش آنے والے اس انجام کے بارے میں خود سوچ لیں اور اس حق اور حقیقت کی روشنی میں ایسے لوگ اپنے رویے اور روش کی اصلاح کر لیں قبل اس سے کہ فرصتِ حیات ان کے ہاتھ سے نکل جائے اور ان کو ہمیشہ کے لیے کفِ افسوس ملنا پڑ جائے اور اس وقت ان کے لیے تلافی و تدارک کی کوئی صورت ممکن نہ ہو - والعیاذ باللہ العظیم -

اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

اے پیغمبر) کہ میں تو صرف ایک خبردار کرنے والا ہوں، ۷۵ اور کوئی بھی معبود نہیں سوائے اللہ کے، جو کہ یکتا (اور) سب پر غالب ہے، ۷۶ ﴿۶۵﴾

بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ

جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا، اور ان تمام چیزوں کا جو کہ ان دونوں کے درمیان ہیں، نہایت زبردست، انتہائی (درگزر اور)

عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى

معاف کرنے والا، ۷۷ ﴿۶۶﴾ کہو (کہ لوگو! تم مانو یا نہ مانو) یہ بہرحال ایک بہت بڑی خبر ہے، ۷۸ ﴿۶۷﴾ جس سے تم لوگ (اس لاپرواہی کے ساتھ)

۷۵ پیغمبر کا کام انذار و تبلیغ اور بس: - سو پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ میں تو محض ایک خبردار کردینے والا ہوں"۔ پس میرا کام نہ تو یہ ہے کہ میں تمہیں منوا کر رہوں اور راہِ حق وہدایت پر لا کر چھوڑوں اور نہ ہی میرے بس میں یہ بات ہے کہ میں تم لوگوں پر وہ عذاب لا کر رہوں جس کا مستحق تم لوگوں نے اپنے آپ کو اپنے کفر وانکار کی بنا پر بنا دیا ہے۔ ایسی کسی بات کا نہ تو میں نے کبھی کوئی دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی ایسا کرنا میرے بس اور اختیار میں ہے کہ یہ سب کچھ حضرتِ حق - جل مجدہ - ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے۔ میرا کام تو صرف خبردار کردینا ہے تمہیں اس حتمی اور آخری انجام سے جو آگے تمہیں پیش آنے والا ہے۔ اور جو بہرحال اپنے وقتِ مقرر پہنچ کر اور آکر رہے گا۔ آگے تمہاری مرضی جو چاہو کرو۔ مگر یہ واضح رہے کہ اپنے کیے کرائے کا بھگتان تم لوگوں کو بہرحال بھگتنا ہوگا - ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ الاية (الكهف: ۲۹) سو پیغمبر کا اصل کام تبلیغِ حق اور انذار و تبشیر ہوتا ہے اور بس۔ یعنی پیغامِ حق کو بلاکم وکاست پہنچا دینا اور بس۔ پھر ماننے والوں کو خوشخبری سنانا اور نہ ماننے والوں کو انکے انجام سے خبردار کردینا اور بس۔ سو اس کے بعد جو لوگ اپنے کفر و باطل پر اڑے رہیں گے ان کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہرحال بھگتنا ہوگا اور وہ اپنے نتیجہ وانجام کے ذمہ دار خود ہونگے۔ کہ انہوں نے راہ حق وہدایت سے منہ موڑ کر اس عذاب کو خود اپنایا، اس طرح یہ اپنے اس ہولناک انجام کے ذمہ دار خود ہونگے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۷۶ دعوتِ پیغمبر کی اساس و بنیاد توحید خداوندی - سبحانہ وتعالیٰ -: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو کہ یکتا اور سب پر غالب ہے"۔ اور سب کچھ اسی وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے۔ نہ کوئی اس کی گرفت وپکڑ سے بچ کر نکل سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے ارادے میں حائل ہوسکتا ہے - سبحانہ وتعالیٰ - اور اس وحدہ لاشریک کے سوا لوگوں نے جو اور طرح طرح معبود گھڑ رکھے

ہیں اور طرح طرح کے ناموں سے حاجت روا اور مشکل کشا فرض کر رکھے ہیں اور مختلف دیویاں، دیوتے اور خودساختہ ''سرکاریں'' بنا رکھی ہیں وہ سب بے اصل اور بالکل فرضی اور محض وہمی چیزیں ہیں۔ انکی کوئی حقیقت نہیں اور ان میں سے کچھ بھی انکے کام نہیں آسکے گا۔ اور یہ سب اوہام وخرافات کے پلندے اور ان کی اپنی خودساختہ عادات و تقالید کے پھندے ہیں جوان لوگوں نے ازخود اپنے گلوں میں ڈال رکھے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں ہلاکت وتباہی کے ہولناک گڑھے کی طرف بڑھے چلے جارہے ہیں۔ وقت آنے پر اس سب کا نتیجہ وانجام خودان کے سامنے آجائے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا اکرم الاکرمین، ویا ارحم الراحمین۔

۷۷ کائنات ساری حضرتِ خالق کی وحدانیت و یکتائی کی شاہد عدل: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ کائنات ساری اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائی کا کھلا ثبوت اور اس کی صریح دلیل ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان تمام چیزوں کا جو کہ ان دونوں کے درمیان ہیں۔ نہایت زبردست انتہائی درگزر کرنے والا ''۔ سو وہ وحدہ لاشریک زبردست ایسا ہے کہ کوئی بھی اس کی گرفت وپکڑ سے بچ نکلنے کی ہمت اور سکت نہیں رکھتا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ درگزر کرنے والا اور غفار ایسا ہے کہ ایک ہی مرتبہ کی سچی توبہ کرنے پر عمر بھر کے سب گناہوں کو یکسر معاف فرما دیتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ فَإِيَّاكَ نَسْأَلُ اللّٰهُمَّ اَنْ تَغْفِرَلَنَا ذُنُوْبَنَا كُلَّهَا دِقَّهَا وَجِلَّهَا اَوَّلَهَا وَآخِرَهَا سِرَّهَا وَعَلَانِيَتَهَا مَا اَعْلَمُ مِنْهَا وَمَا لَا اَعْلَم۔ سو عقل وخرد کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ایسے فرضی سہاروں سے ہاتھ جھاڑ کر اس وحدہ لاشریک کے حضور جھک جائے اور ہمیشہ اس سے اپنا معاملہ صحیح رکھنے کی فکر وکوشش کرے۔ وباللہ التوفیق۔ بہرکیف اس ارشاد سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائی کا کھلا ثبوت بھی پیش فرما دیا گیا اور واضح دلیل بھی۔ کیونکہ جب آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور اس میں حاکم ومتصرف وہی وحدہ لاشریک ہے تو معبودِ حق بھی وہی اور صرف وہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور پھر عزیز وغفار کی دو صفتوں کا یکجا طور پر پایا جانا بھی اسی وحدہ لاشریک کی صفت وشان ہے۔ تو پھر معبودِ برحق بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ، اسکے حق عبادت میں اور کسی کو کسی بھی درجے میں شریک ماننا شرک ہے جو کہ ظلم عظیم ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۷۸ ہنگامۂ قیامت کی خبر ایک بہت بڑی خبر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کہو یہ ایک بہت بڑی خبر ہے جس سے میں تم لوگوں کو آگاہ کر رہا ہوں''۔ یعنی اللہ پاک کی توحید و وحدانیت۔ اور یہ قرآنِ کریم اور قیام قیامت اور میری نبوت ورسالت کے ''ھو'' کے مرجع میں یہ سب داخل ہیں۔ (المدارک، المحاسن، المراغی)۔ اور یہ سب ہی امور دراصل آپس میں لازم وملزوم ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار سب کے انکار کے مترادف ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ سو جس انجام سے میں تم لوگوں کو خبردار کر رہا ہوں وہ کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ مگر تم لوگ ہو کہ اس سے منہ موڑ کر غفلت میں پڑے ہو، اور تم نہیں سمجھتے کہ اس طرح اپنے لیے کتنے بڑے خسارے کا سامان کر رہے ہو۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ

منہ موڑے ہوئے ہو ۷۹ ﴿٦٨﴾ (نیز ان سے یہ بھی کہہ دو کہ) مجھے تو عالم بالا کے بارے میں کچھ بھی خبر نہ تھی جب کہ ان کا آپس میں جھگڑا ہو رہا تھا، ۸۰ ﴿٦٩﴾

مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ

میری طرف تو (ان باتوں کی) وحی کی جاتی ہے، میں تو بس ایک خبردار کرنے والا ہوں کھول کر، ۸۱ ﴿٧٠﴾ (چنانچہ وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے کہ)

طِيْنٍ ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا

جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان بنانے والا ہوں مٹی (گارے) سے ﴿٧١﴾ ۸۲ پھر جب میں اس کو پورے طور پر بنا چکوں،

۷۹ غفلت و لاپرواہی محرومیوں کی محرومی - والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ ایک عظیم الشان خبر ہے جس سے تم لوگ منہ موڑے ہوئے ہو"۔ اور اتنی اہم خبر - ﴿نبأ عظیم﴾ - سے منہ پھیرنا اور غفلت برتنا تمہاری اپنی ہی تباہی کا باعث ہوگا - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - مگر تم لوگ ہو کہ اس سب کے باوجود اتنی بڑی خبر - ﴿نبأ عظیم﴾ - سے اعراض برتتے اور اس بارے میں انذار کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہو۔ اور تمہیں احساس نہیں کہ اس طرح تم لوگ کس قدر ہولناک انجام کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہو - والعیاذ باللہ العظیم - سو غفلت و لاپرواہی اور اعراض و روگردانی محرومیوں کی محرومی اور ہلاکتوں کی ہلاکت ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے، اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۸۰ پیغمبر کی صداقت و حقانیت کا ایک کھلا اور واضح ثبوت: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہو کہ مجھے تو کچھ خبر نہ تھی عالمِ بالا کے بارے میں جبکہ انکا آپس میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ یعنی تخلیقِ آدم کے بارے میں - وَفِيْهِ اَقْوَالٌ اُخْرٰى - تو اس بارے میں کوئی پیشگی علم نہ ہونے کے باوجود میں تم لوگوں کو ان قطعی اور بنیادی حقائق سے اس صراحت و وضاحت کے ساتھ اور اس قدر تفصیل و تحقیق سے آگاہ کر رہا ہوں تو یہ ایک واضح ثبوت اور کھلی دلیل ہے میری نبوت و رسالت کی۔ اور میری صداقت و حقانیت کی۔ کہ وحی کے سوا ان حقائق کو جاننے کا میرے پاس کوئی اور ذریعہ نہ تھا نہ ہو سکتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے بذریعہ وحی مجھے عالمِ بالا کے ان تمام عظیم الشان حقائق سے آگاہ فرمایا اور وحی کی اسی روشنی کی بنا پر میں تم لوگوں کو تمہارے انجام سے خبردار کر رہا ہوں۔ تاکہ خود تم لوگوں کا بھلا ہو اور تم ہولناک خسارے سے بچ سکو جو کہ خساروں کا خسارہ ہے، وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید، وعلی ما یحب و یرید بکل حال من الاحوال

۸۱ پیغمبرؐ کا کام انذار و تبلیغ اور بس: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ میں تو بس ایک خبردار کرنے والا ہوں کھول کر یعنی حق اور حقیقت کو۔ سچائی اور صداقت کو۔ کامیابی اور ناکامی کے معیار اور اس کی اصل اور

حقیقت کو۔ اوران بنیادی سوالوں کے جوابات کو کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟ تم کو نیست سے ہست کس نے کیا؟ اوراس کا تم پر حق کیا ہے؟ تم کدھر جا رہے ہو؟ اور آگے کیا ہونے والا ہے؟ اور کیا انجام تم کو پیش آنے والا ہے؟ تم اس دنیا میں کیوں اور کیا کرنے آئے تھے؟ تمہاری سعادت اور حقیقی کامیابی کا راز کس چیز میں مضمر و پنہاں ہے؟ اور یہ کہ تم اپنے خالق و مالک کا حق کس طرح ادا کر سکتے ہو؟ اوراس کی مخلوق کا کس طرح؟ وغیرہ وغیرہ۔ اوران تمام اصولی اور بنیادی حقائق کو میں نے پوری طرح کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اور ایسا کہ اب کوئی خفا باقی نہیں رہ گیا۔ آگے ماننا یا نہ ماننا تمہاری مرضی۔ ﴿اِنْ عَلَيْنَـا اِلَّا الْبَلَاغُ﴾ ۔ اوران اہم اور بنیادی حقائق کی توضیح نورِ وحی کے بغیر ممکن نہیں۔ سواس وحدہ لاشریک نے اپنے فضل وکرم سے بذریعہ وحی مجھے ان غیبی حقائق سے آگاہ فرمادیا اور مستقبل کے پردوں میں چھپے ان عظیم الشان احوال وحقائق کے علم سے مجھے نواز دیا۔ اور میں نے اسکو بلا کم وکاست تمہارے سامنے پیش کر دیا جس سے میرا ذمہ فارغ۔ اب آگے تمہاری مرضی۔ جسکی مرضی ایمان لاکر اپنے بھلے کا سامان کرے اور جس کی مرضی انکار کر کے دوزخ کی راہ اپنائے۔ جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا اور اپنے کیے کرائے کا پھل بہرحال پائے گا۔ کہ یہی تقاضاءِ عقل ونقل اور قرین عدل وانصاب ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید،

۸۲ تخلیقِ آدم کی تذکیر ویاددہانی:۔ ''بشراً'' کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ یعنی ایک عظیم الشان بشر وانسان۔ اور ظاہر ہے کہ جس کے بارے میں حق ۔ جل مجدہ ۔ خود فرمائے کہ میں نے اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے پھر اپنی خاص عنایت سے وہ اس میں اپنی طرف سے روح پھونک کر اسے زندگی بخشے اور اسے تاجِ خلافت سے سرفراز فرمائے اس سے بڑا اور کون ہوسکتا ہے؟ اوراس کی عظمتوں کے کیا کہنے؟ پھر سوچو کس قدر ظلم اور کتنی بڑی ناانصافی اور نمک حرامی ہے کہ یہ انسان اسی قادرِ مطلق رحمان ورحیم خداوندِ قدوس کو بھول جائے اوراس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس کے درِاقدس کو چھوڑ کر یہ غیروں کے آگے جھک جائے۔ اوران کے آگے سجدہ ریز ہو کر اپنی تذلیل وتباہی کا سامان کرے۔ وَالْعِيَاذُ بِـاللّٰهِ مِنْ كُلِّ شَائِبَةٍ مِـن شوائب الزَّيْغِ وَ الضَّلَالِ وَالظُّلْمِ وَ الانْحِرَافِ۔ بہرکیف یہاں سے یہ حقیقت بھی ایک مرتبہ پھر واضح فرمادی گئی کہ حضرتِ آدم بشر اور خاکی انسان تھے۔ اور آپ کی نسل میں پیدا ہونے والے تمام انبیائے کرام بھی خاکی انسان اور بشر ہی تھے۔ اور ہمارے آقا ومولیٰ حضرتِ محمد ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تو اپنے بارے میں صرف ابنِ آدم ہی نہیں بلکہ ''سید ولد آدم'' ۔ ''تمام اولادِ آدم کے سردار'' ہونے کی تصریح فرماتے ہیں۔ مگراس سب کے باوجود آج کا کلمہ گو مشرک انبیائے کرام کی بشریتِ طاہرہ کا انکار کرتا ہے اور وہ اسے ان کی توہین قرار دیتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِـاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ بہرکیف یہاں پر قصہ آدم وابلیس کی تذکیر ویاددہانی سے یہ درس دیا جارہا ہے کہ استکبار یعنی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر حق سے منہ موڑنا اور اعراض برتنا ابلیسِ لعین کا شیوہ اور اسکا طریقہ ہے۔ اور آج کے کفار ومشرکین جو اسی زعم اور گھمنڈ کی بنا پر حق سے منہ موڑتے اور اعراض برتتے ہیں وہ اسی ابلیسی سنت پر چل رہے ہیں ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے ۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ

اور اس میں پھونک دوں اپنی روح میں سے، تو تم سب گر جانا اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے، ۸۳، ۸۴ ﴿۷۲﴾ سو (اس حکم کے مطابق) فرشتے

۸۳ ''مِنْ رُّوْحِیْ'' سے مقصود و مراد؟ :- ﴿من روحی﴾ یعنی ''اپنی روح'' سے مراد ہے اپنی طرف سے روح پھونکنا۔ اور یہ اضافت تعظیم و تشریف کے لئے ہے۔ جیسے ''بیت اللہ'' اور ''ناقۃ اللہ'' وغیرہ میں ہے۔ (روح، خازن، کبیر وغیرہ)۔ سو آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- کے بارے میں جو بعض روایات میں- ''نُوْرٌ مِّنَ اللّٰہِ''- یا- ''مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ''- کی قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، تو اولاً تو وہ سند و ثبوت کے اعتبار سے پایہ صحت و ثبوت کو نہیں پہنچتے۔ اور بصورتِ تسلیم اس کے معنی بھی یہی ہوں گے کہ اللہ پاک نے آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- کو اپنی طرف سے اور اپنے نورِ علم و ہدایت سے خاص طور پر نوازا۔ اور آج دنیا میں ایمان و یقین کی جو بھی کوئی روشنی کہیں موجود ہے وہ سب آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- ہی کے فیضِ نبوت کا نتیجہ و ثمرہ ہے -صلی اللہ علیہ وسلم- اسی لیے کہا جاتا ہے کہ آپؐ اپنی اصل اور ذات کے اعتبار سے انسان و بشر ہی تھے مگر صفت کے اعتبار سے نور، یعنی نورِ ہدایت۔ کیونکہ پوری دنیا کے لیے نورِ حق و ہدایت کا منبع و مصدر آپ ہی کی پیش فرمودہ شریعت مقدسہ ہے، اور بس، فالحمد للہ جَلَّ وَعَلَا

۸۴ آدم کے لیے سجدے کے حکم و ارشاد کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی گارے سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔ سو جب میں اس کو پورے طور پر بنا چکوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم سب گر جانا اسکے آگے سجدہ کرتے ہوئے''۔ اس کی تعظیم و تکریم کے لئے اور اس کی خلافت کو تسلیم کرنے کے طور پر۔ مگر اب تعظیم و تکریم کے لئے کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ قرآن و سنت کی تعلیماتِ مقدسہ میں اس حقیقت کو طرح طرح سے منقح اور واضح فرما دیا گیا ہے۔ پس جیسا اس وقت حکمِ خداوندی کے بموجب حضرتِ آدمؑ کو سجدہ کرنا ضروری تھا اسی طرح اب اسی مالک کے حکم و ارشاد کے مطابق اس وحدہ لاشریک کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا ممنوع و حرام ہے- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہِ -اور اب ایسا کرنے سے ارتکابِ شرک لازم آئے گا جو کہ سب سے بڑا گناہ اور ناقابلِ معافی سنگین جرم ہے- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہِ- بہرکیف اللہ تعالیٰ نے انکو حکم دیا کہ جب میں اس انسان کو بنانے کے بعد اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو تم سب اسکے آگے سجدے میں گر جانا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس میں روح پھونک دی تو حسبِ حکم سب اسکے آگے سجدے میں گر گئے بجز ابلیس کے کہ وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں آدم کے آگے سجدہ کرنے سے انکاری ہو گیا۔ جسکے نتیجے میں وہ ہمیشہ کیلئے راندۂ درگاہ ہو گیا۔ سو اب جو لوگ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں دینِ حق کے آگے جھکنے اور اسکو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں وہ اسی ابلیسی سنت کی پیروی کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ اس انجام کیلئے بھی تیار ہو جائیں جس سے ابلیس اور اسکی ذریت دوچار ہوئی- والعیاذ باللہ- سو حضرتِ حق -جَلَّ مَجْدُهٗ- کے حکم و ارشاد کے آگے اکڑنا اور کبر و غرور سے کام لینا محرومیوں کی محرومی اور ہلاکت و تباہی کی راہ ہے۔ اور استکبارِ شیطان کا طریقہ وطیرہ اور دارین کی ذلت و رسوائی کا باعث ہے- والعياذ بالله العظيم من كل زيغ وضلال، وسوء وانحراف، بكل حالٍ من الاحوال، و فی كل موطنٍ من المواطن فی الحياة، و هو الهادی الی سواءِ الصراط-

اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ

سجدے میں گر گئے سب کے سب ایک ساتھ، ﴿۷۳﴾ مگر ابلیس، کہ اس نے گھمنڈ کیا اپنی (من گھڑت اور جھوٹی) بڑائی کا' اور وہ (علم الٰہی

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ

میں) تھا ہی کافروں میں سے ﴿۷۴﴾ و۸۵ حق تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس، تجھے کس چیز نے روکا اس بات سے کہ تو سجدہ کرے اس (عظیم الشان

اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ

ہستی) کے آگے جس کو میں نے خود بنایا اپنے دونوں ہاتھوں سے؟ و۸۶ کیا تو یونہی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہو گیا یا تو (واقع میں کوئی)

نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ

بڑے درجہ والوں میں سے ہے؟ ﴿۷۵﴾ اس نے جواب میں کہا میں اس سے بہتر ہوں کہ مجھے تو آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی (گارے)

رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ صلے ۚ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾

سے، و۸۷ ﴿۷۶﴾ حکم ہوا کہ پس تو نکل جا یہاں سے کہ تو قطعی طور پر راندۂ درگاہ ہے، ﴿۷۷﴾ و۸۸ اور تجھ پر میری لعنت ہے قیامت کے دن تک و۸۹ ﴿۷۸﴾

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ

اس نے کہا اے میرے رب، پھر مجھے مہلت دے دے اس دن تک جس دن کہ ان سب کو دوبارہ اٹھایا جائے گا، ﴿۷۹﴾ ارشاد ہوا

مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ لا اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ

جا تجھے مہلت ہے، ﴿۸۰﴾ اس دن تک جس کا وقت معلوم ہے (مجھے،) و۹۰ ﴿۸۱﴾ اس نے کہا

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ لا اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

تیری عزت کی قسم، میں گمراہ کر کے رہوں گا ان سب کو، ﴿۸۲﴾ بجز تیرے ان خاص بندوں کے جن کو تو نے

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ز وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ ج لَاَمْلَئَنَّ

چن لیا ہو گا و۹۱ ﴿۸۳﴾ فرمایا پس حق بات یہ ہے، اور میں حق ہمیشہ ہی کہتا ہوں، ﴿۸۴﴾ کہ میں بھی ضرور بھر کے رہوں گا

جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ

جہنم کو تجھ سے، اور ان سب لوگوں سے جو تیری پیروی کریں گے سب سے، ﴿۸۵﴾ (ان سے) کہو کہ میں

۸۵ **ابلیس کے استکبار اور اسکی دائمی محرومی کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ تھا ہی کافروں میں سے"۔ یعنی کان کے صیغے میں یہاں پر دو احتمال ہیں اور وہ دونوں ہی صحیح ہیں۔ اور دونوں ہی حضراتِ اہلِ علم سے مروی و منقول ہیں۔ ایک یہ کہ "کان" یہاں پر "صار" کے معنی میں ہے۔ یعنی اپنے اس انکار و استکبار کی بناء پر وہ ملعون کافر ہو گیا۔ اور دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ یہاں پر "کان" کو اپنے ظاہر پر ہی رکھا جائے۔ یعنی یہ کہ علمِ الٰہی میں اور حقیقتِ واقعہ کے اعتبار سے وہ کافر تو پہلے ہی سے تھا لیکن اس کے اس کفر کا ظہور اب جا کر اس واقعے کے ذریعے ہوا۔ ہم نے اپنے ترجمے میں اسی احتمال کو اختیار کیا ہے۔ ایک تو اس لئے کہ تا کہ لفظ کو اپنے ظاہری مفہوم ہی پر رکھا جائے جو کہ اصل ہے۔ اور دوسرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے علمِ محیط و کامل سے کوئی بھی چیز بہر حال پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ والحمد للہ۔ بہر کیف ابلیسِ لعین نے جب اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں حق سے منہ موڑا

اور حکم الٰہی سے سرتابی کی تو وہ ہمیشہ کیلئے مردود و مطرود ہو گیا۔ سو حضرت حق - جَلَّ مَجْدُہٗ - کے حکم وارشاد کے مقابلے میں استکبار اور اعراض وانکار سے کام لینا محرومیوں کی محرومی اور ہلاکت وتباہی کی جڑ بنیاد ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے - آمین ثم آمین یارب العالمین

۸۶ انسان کی تخلیق قدرت کا ایک عظیم الشان شاہکار: - سو ابلیس کے انکار پر اس سے بطور عتاب فرمایا گیا کہ "تو نے اس چیز کو آخر سجدہ کیوں نہیں کیا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا؟"۔ یعنی تخلیق کے ظاہری اسباب کے بغیر براہ راست وبلا واسطہ اپنی خاص عنایت واہتمام سے۔ اور پھر مزید تعظیم اور اظہار شان کے لئے ﴿يَدِيَّ﴾ مفرد نہیں فرمایا بلکہ ﴿يَدَيَّ﴾ تثنیہ کا صیغہ اختیار فرمایا گیا ہے۔ ورنہ اس سے مراد دونوں ہاتھوں سے اس طرح کے کام کرنا نہیں جس طرح ہم مخلوق میں سے کوئی کرتا ہے کہ وہ خالق و مالک اس طرح کے ہر تصور سے پاک اور وراء الوراء ہے - سبحانہ و تعالیٰ - بہر کیف اس ارشاد سے اس خاص اہتمام کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کیلئے اختیار فرمایا۔ اور امر واقع یہی ہے کہ انسان کا وجود اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے قدرت کا ایک عظیم الشان شاہکار ہے۔ اب معاملہ انسان کی اپنی صلاحیتوں کے استعمال پر موقوف ہے۔ اگر اس نے ان کو اپنے خالق و مالک کی ہدایات کے مطابق صحیح استعمال کیا تو یہ فرشتوں سے بھی بازی لے جائے گا ورنہ یہ اسفل السافلین کے ہولناک گڑھے میں جا گرے گا - والعیاذ باللہ العظیم - بہر کیف حضرت حق جل مجدہ نے ابلیس سے فرمایا کہ تو نے میری اس مخلوق کو آخر سجدہ کیوں نہیں کیا جس کو میں نے اس قدر اہتمام وعنایت سے پیدا کیا اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ اس سجدے کا حکم میں نے بذات خود دیا تھا؟ کیا تو نے محض اپنے اندھے بہرے غرور اور استکبار کی بنا پر ایسے کیا، یا تو اپنے زعم وگمان میں کوئی برتر ہستی ہے؟ - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین،

۸۷ ابلیسی منطق کا ایک نمونہ ومظہر: - سو ابلیس لعین نے حضرت حق - جَلَّ مَجْدُہٗ - کے ارشاد کے جواب میں کہا کہ "میں اس سے بہتر ہوں کہ مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی گارے سے"۔ تو پھر میں اس کو سجدہ کیوں کرتا کہ میں اس سے افضل ہوں اور وہ مفضول۔ تو افضل مفضول کو سجدہ کس طرح کرے؟ - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ - سو یہ ہے ابلیسی فکر ومنطق اور شیطانی چکر وسوچ کا ایک نمونہ ومظہر کہ کوئی اللہ پاک - سبحانہ وتعالیٰ - کے صاف وصریح حکم کے مقابلے میں اپنے واہی تباہی حیلوں حوالوں اور من گھڑت ڈھکوسلوں اور مفروضوں کی بنا پر اس طرح اکڑ جائے۔ سو یہ راستہ دائمی تباہی اور ابدی ہلاکت کا راستہ ہے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم - جبکہ دوسرا نمونہ ملائکہ کرام کے طرز عمل کا نمونہ ہے۔ یعنی اپنے خالق و مالک کے حکم وارشاد کے آگے فوری طور پر بلا کسی چوں وچرا کے صدق دل سے جھک جانا اور سر تسلیم خم کر دینا۔ اور یہی راستہ ہے دارین کی سعادت وسرخروئی اور حقیقی فوز وفلاح سے سرفرازی کا - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اسی پر مستقیم وکار بند رہنے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین یارب العالمین - حالانکہ یہ شیطانی منطق اور ابلیسی فکر وسوچ سراسر باطل ومردود ہے اور اسکی اس ابلیسی حجت بازی کے سب مقدمات اور جملہ صغرے کبرے سب بے بنیاد ہیں۔ نہ تو زمین مفضول ہے بلکہ وہ بے حد وحساب مخلوق کے لیے آرام وراحت اور سکون واطمینان کا گہوارہ ہے اور وہ بے حد وحساب مخلوق کی گونا گوں اور بے حد وحساب ضرورتوں کی کفیل وضامن اور حضرت خالق - جَلَّ مَجْدُہٗ - کی بے پایاں رحمتوں اور عنایتوں کا ایک عظیم الشان اور بے مثال مظہر ہے۔ اور نہ ہی یہ کوئی ضروری امر ہے کہ افضل سے پیدا ہونے والی چیز بھی افضل اور مفضول سے پیدا ہونے والی چیز بھی مفضول ہی رہے۔ اور پھر حضرت خالق - جل مجدہ - کے صاف وصریح حکم وارشاد کے مقابلے میں کسی سوال واعتراض اور چوں وچرا کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟۔ وہاں تو بے چون وچرا تعمیل ہی کرنی چاہیے کہ یہی تقاضائے بندگی اور وسیلۂ فوز وفلاح ہے - وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید،

۸۸ شیطان کو جنت سے نکل جانے کا حکم: - سو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے جواب میں شیطان کی اس ابلیسی منطق پر اس لعین کو حکم ہوا کہ "نکل جا یہاں سے کہ تو راندۂ درگاہ ہو گیا"۔ پس تو راندۂ درگاہ اور محروم ہو گیا ہر خیر اور کرامت سے۔ اس بنا پر کہ تو نے اپنے رب کے حکم وارشاد کی صاف وصریح طور پر نافرمانی اور خلاف ورزی کی۔ سو رب کے حکم کی مخالفت وخلاف ورزی کا انجام بڑا ہی ہولناک اور تباہ کن ہوتا ہے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم - سو اس حکم عدولی کی بنا پر ابلیس کو جنت سے نکال دیا گیا اور وہ ہمیشہ کیلئے راندۂ درگاہ ہو گیا کہ جنت میں ایسے متکبروں اور بدبختوں کی کوئی جگہ نہیں۔ سو اس کی سرکشی اور نافرمانی وحکم عدولی کے نتیجے میں اس کو جنت سے نکال دیا گیا اور ہمیشہ کی لعنت اور محرومی کا طوق اسکے گلے میں ڈال دیا گیا - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ سرکشی سے محفوظ اور اپنی بندگی سے سرشار رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین

۸۹ شیطان کے گلے میں ہمیشہ کیلئے لعنت کا طوق: -سو اس ملعون کو جنت سے نکل جانے کے حکم کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر فرمایا گیا کہ "تجھ پر میری لعنت ہے قیامت کے دن تک"۔ اور اس کے بعد تو اپنے اس آخری انجام کو پہنچے گا جو اس سے کہیں بڑھ کر ہولناک ہوگا -وَالعِیاذُ بِاللّٰہِ- کہ اسکے بعد تو ہمیشہ کیلئے اس عذاب میں ڈال دیا جائے گا جس کا مستحق تو نے اپنے آپ کو اپنے اس کفر وانکار کی بنا پر بنادیا ہے -وَالْعِیاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- سو اس طرح اس بدبخت کے کفر وانکار اور اسکے تکبر وسرکشی کی بنا پر لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا گیا اور اس کو صاف وصریح طور پر بتا دیا گیا کہ اب قیامت تک یہ طوقِ لعنت ہمیشہ تجھ پر مسلط رہے گا اور قیامت کے آنے پر تو اپنے اس جرم کی سزا بھگتے گا اور ہمیشہ اسی میں مبتلا رہے گا -وَالْعِیاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- اللہ ہمیشہ اور ہر طرح اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے -آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین

۹۰ شیطان کے لیے مہلت کے اعلان کا ذکر وبیان: -سو ابلیس کی ابلیسانہ ذہنیت کا ایک اور منظر اس طرح سامنے آیا کہ اس نے اپنی اس تحقیر وتذلیل اور محرومی پر معذرت کرنے اور معافی مانگنے کی بجائے اپنے لیے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی تو اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ "تجھے مہلت ہے وقت معلوم تک"۔ یعنی نفخہ اولیٰ تک جبکہ سب لوگ مر جائیں گے اور عمل کی مہلت ختم ہو جائے گی۔ سو تجھے یوم بعث تک تو مہلت نہیں مل سکتی جیسا کہ تو نے سوال اور مطالبہ کیا ہے۔ البتہ نفخہ موت تک تجھے مہلت دے دی گئی ہے۔ سو یہ اس حلیم مطلق -سبحانہ وتعالیٰ- کے حلم بے پایاں کا ایک عظیم الشان مظہر ہے کہ اتنے بڑے طاغی وسرکش کو بھی اس نے اتنی طویل مہلت دے دی۔ سو کسی بھی گناہ گار کو گناہ پر ملنے والی مہلت سے کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے خواہ وہ مہلت کتنی ہی دراز کیوں نہ ہو کہ اس کا حلم بہت بڑا اور اس کی چال بڑی ہی مضبوط اور پختہ ہے۔ جیسا کہ اس کا اپنا صاف وصریح ارشاد واعلان ہے- ﴿وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ﴾ -وَالْعِیاذُ بِاللّٰہِ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّ زَیْغٍ وَضَلالٍ وانحِرَاف، وَهُوَ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالُ وَاِیَّاهُ نَسْأَلُ اَنْ یَّأخُذَنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْهِ حُبُّه وَالرِّضَاءُ جَلَّ وَعَلا- بہر کیف اس طرح ابلیسِ لعین کو قیامت تک انسان کیخلاف زور آزمائی کرنے اور اپنی شیطنت کو پھیلانے کا موقع دے دیا گیا -وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے -آمین ثم آمین یارب العالمین

۹۱ شیطان کا زور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر نہیں چل سکتا: -سو مہلت ملنے پر ابلیس نے بڑے زور اور طنطنے کے ساتھ کہا کہ "تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا سوائے تیرے چنے ہوئے خاص بندوں کے"۔ کہ تیرے خاص اور چنے ہوئے بندوں پر میرا زور اور میرا جادو بہر حال نہیں چل سکے گا۔ سو اس ملعون کا زور اور جادو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو ایمان ویقین کی قوت اور اپنے رب پر توکل واعتماد کے شرف سے محروم ہوتے ہیں۔ اور وہ اس سے دوستی کی پینگیں بڑھاتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی اس طرح تصریح فرما دی گئی ہے- ﴿اِنَّه لَیْسَ لَه سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ، اِنَّمَا سُلْطَانُه عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَه وَالَّذِیْنَ هُمْ بِه مُشْرِكُوْنَ﴾ (النحل:۹۹-۱۰۰)۔ سو اللہ پاک پر سچا پکا ایمان ویقین اور اسی پر بھروسہ واعتماد وہ شاہ کلید ہے جو انسان کو ہر خیر سے مشرف وہمکنار کرنے والی اور ہر شر اور خرابی سے بچانے اور محفوظ رکھنے والی ہے -فَزِدْنَا اللّٰهُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَیَقِیْنًا وَحُبًّا فِیْكَ وَتَوَكُّلاً عَلَیْكَ- فلا حول ولا قوۃ الا بک تبارکت و تعالیت - بہر کیف ابلیس نے اس موقع پر بڑے طنطنے سے کہا کہ "تیرے مخلص اور چیدہ بندوں کے سوا باقی سب کو میں گمراہ کر کے چھوڑوں گا" تا کہ اس طرح میں یہ ثابت کر دکھاؤں کہ جس انسان کو تو نے اس عزت اور شرف سے نوازا ہے وہ اس کا اہل نہیں۔ اور میں نے جو اس کو سجدہ نہیں کیا تو ٹھیک کیا اور میں اپنے اس فیصلے میں حق بجانب تھا - والعیاذ باللہ العظیم -اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں۔ اور ہر لحاظ واعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے -آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین

اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ

(تبلیغ حق کے) اس کام پر تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتا' اور نہ ہی میں کوئی تکلف (اور بناوٹ) کرنے والے لوگوں میں سے ہوں، ۹۲

هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

وہ تو محض ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لئے ﴿۸۷﴾ اور تم لوگوں کو اس کی حقیقت خود ہی معلوم ہو جائے گی کچھ ہی عرصہ کے بعد ۹۳ ﴿۸۸﴾

۹۲ نبوت کی عظمت شان کے دو خاص پہلو:- سبحان اللہ! کتنے صاف سادے اور مختصر وصریح لفظوں میں نبوت و رسالت سے متعلق دو عظیم الشان اور بنیادی حقیقتوں کو واضح فرما دیا گیا۔ ایک یہ کہ پیغمبر کا کام قطعی طور پر بے لوث ہوتا ہے۔ وہ دعوت اور تبلیغ حق کے کام پر لوگوں سے کسی بھی طرح کے کسی اجر وصلہ کے طالب وخواہش مند نہیں ہوتے۔ اور دوسرے یہ کہ وہ کسی بھی تصنع اور بناوٹ سے کام نہیں لیتے بلکہ اللہ کے بندوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے ان کو اٹل غیبی حقائق سے بلا کسی لاگ لپٹ اور بغیر کسی کم وکاست کے صاف طور پر آگاہ کر دیتے ہیں۔ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عليهم وَعَلٰى اَفْضَلِهِم اَجْمَعِين۔ بہرکیف اس طرح آخر میں پیغمبر کی زبان سے یہ اعلان کرایا گیا کہ حق اور حقیقت بہرحال یہی ہے کہ میں اس پیغام حق پر تم سے کسی اجر وصلہ کا طالب نہیں ہوں کہ اگر تم نے اسکی قدر نہ کی تو میں اس سے محروم رہ جاؤں گا۔ میں نے تو یہ بار گراں اپنی خواہش سے اٹھایا ہی نہیں۔ یہ تو خداوند قدوس کی ڈالی ہوئی ذمہ داری ہے جس کو میں پورا کر رہا ہوں۔ اس لیے میرا اجر وثواب بھی اسی پر ہے اور اس عظیم الشان ذمہ داری کی ادائیگی میں میری مدد ومعاونت بھی وہی فرمائے گا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۹۳ انجام کی تذکیر و یاد دہانی:- سو منکروں کو ان کے انجام و تذکیر کی یاد دہانی کراتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگوں کو اسکی حقیقت خود ہی معلوم ہو جائے گی کچھ ہی عرصہ کے بعد جبکہ دنیوی زندگی کی یہ فرصت محدود ختم ہو جائے گی۔ موت کا دیو اپنے خونیں پنجے گاڑنے کو آ پہنچے گا اور تمہاری آنکھوں سے غفلت کے یہ دبیز اور سیاہ پردے ہٹ جائیں گے جو آج ان پر پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ﴾۔ (ق:۲۲) مگر اس وقت کے اس جاننے کا کوئی فائدہ تم کو نہیں ہوگا سوائے حسرت و یاس میں اضافے کے۔ وَالعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو اس میں منکرین کے لیے بڑی تنبیہ ہے کہ اگر تم لوگ اس کا انکار ہی کرتے گئے تو اس کا بھگتان تم لوگوں کو بہرحال بھگتنا ہوگا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک عظیم الشان تذکیر و یاد دہانی ہے اور جن حقائق کی خبر یہ کلام حق ترجمان دے رہا ہے وہ جلد ہی تمہارے سامنے آ جائیں گے۔ تمہارے لیے بہتری اسی میں ہے کہ آج حق کو اپنا لو اور صدق دل سے اپنا لو۔ ورنہ تمہارے لیے ہمیشہ ہمیش کا وہ خسارہ اور پچھتاوا ہے جس سے گلوخلاصی اور اس کی تلافی وتدارک کی کوئی صورت تمہارے لیے ممکن نہ ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال

☆ —— تکمیل نظر ثانی ۱۸ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۹۸ء بروز بدھ' بوقت پونے گیارہ بجے دن سطوہ' دبئ' متحدہ عرب امارات' والحمد للہ رب العالمین، الذی منہ الھدایۃ والعنایۃ لکلِ خیر وسعادۃ وھو العزیز الوہاب جلّ وعلا،

☆ —— تکمیل پروف ریڈنگ ۲۶ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بوقت سوا گیارہ بجے شب۔ سطوہ دبی، والحمد للہ رب العالمین، فی وقت من الاوقات وبکل حالٍ من الاحوال، فھو العزیز الوہاب

☆ —— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۲۹ جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۸ اگست ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ بوقت پونے چار بجے صبح (وقت سحر) سطوہ دبی، والحمد للہ رب العالمین، الذی بیدہ ازمۃ التوفیق والھدایۃ، جَلَّ وَعَلَا

☆ —— تکمیل چوتھی ریڈنگ ۶ محرم الحرام ۱۴۲۴ مطابق ۷ مارچ ۲۰۰۳ بروز جمعہ بوقت پونے سات بجے شام (قُبَیلَ صلاۃ المغرب) سطوہ، دبی، متحدہ عرب امارات، والحمد للہ رب العالمین۔ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال،

☆ —— اَللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) ۲۹ ذوالحجہ ۱۴۲۴ مطابق ۱۹ فروری ۲۰۰۴ بروز جمعرات بوقت ساڑھے گیارہ بجے شب، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمد للہ رب العالمین

ایاتها ۷۵ ۳۹ سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ۵۹ رکوعاتها ۸

سورۂ زمر مکی ہے اس کی پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ

اتارا گیا ہے اس کتاب (حکیم) کو اللہ کی طرف سے جو سب پر غالب نہایت حکمت والا ہے، ف۱ ﴿۱﴾ بلا شبہ ہم ہی نے اتارا ہے

اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ

آپ کی طرف اس کتاب کو حق کے ساتھ، (اے پیغمبر!) ف۲ پس تم بندگی کرو اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کے لئے

الدِّيْنَ ﴿٢﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

دین کو، ف۳ ﴿۲﴾ آگاہ رہو کہ اللہ ہی کے لئے ہے دین خالص، ف۴ اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور سرپرست (وکارساز)

وقف لازم

مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ

بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی بندگی (وپوجا) صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ رسائی کرادیں ہماری

ف۱ **قرآنِ حکیم سراسر اتاری ہوئی کتاب:** ۔سو "تنزیل" کے لفظ سے واضح فرمادیا گیا کہ یہ سراسر اتاری ہوئی کتاب ہے۔ پس اس کتابِ حکیم میں کسی انسانی کدوکاوش کا کوئی حصہ اور شائبہ تک نہیں۔ اسی لئے یہاں پر "منزل" نہیں "تنزیل" فرمایا گیا ہے۔ جو کہ مصدر ہے۔ یعنی یہ سراسر اتاری گئی کتاب ہے۔ اور جس ذاتِ اقدس واعلیٰ کی طرف سے اس کو اتارا گیا ہے اس کی ایک صفت ہے عزیز۔ جس میں بیک وقت دو عظیم الشان درس ہیں۔ ایک یہ کہ جو کوئی اس کتابِ عزیز پر صدقِ دل سے اور سچا پکا ایمان رکھے گا اور اس کی تعلیماتِ مقدسہ کو اپنا راہبر و راہنما بنائے گا وہ ایسی سچی عزت اور ناموری سے سرفراز ہوگا جو اس کو دارین کی سعادت اور حقیقی فوز و فلاح سے مشرف کردے گی۔ اور دوسری عظیم الشان حقیقت جو اس صفتِ "عزیز" سے عیاں ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ جو کوئی اس کتابِ عزیز سے اعراض وروگردانی کرے گا وہ اس عزیزِ مطلق کی گرفت وپکڑ سے کبھی اور کسی طرح بچ نہیں سکے گا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ ۔ اور دوسری صفت اس قادرِ مطلق کی جو یہاں ذکر فرمائی گئی ہے وہ ہے "حکیم"۔ سو اس میں بھی دو عظیم الشان درس ہیں۔ ایک یہ کہ جس نے اس کتابِ حکیم کے علوم و معارف کو صدقِ دل سے اور صحیح طور پر اپنایا اس نے حقیقی معنوں میں حکمت و دانائی کی دولت کو سمیٹ لیا۔ اور جس

نے اس سے منہ موڑا وہ حکمت و دانائی کی دولت سے یقیناً محروم ہوا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور دوسرا درسِ عظیم جو "حکیم" کی اس صفتِ جلیلہ سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ قادرِ مطلق جو بھی کرتا ہے عین حکمت کے مطابق کرتا ہے۔ اپنے خاص مومن و مطیع بندوں سے بھی اور سرکش و طاغی لوگوں سے بھی۔ پس نہ تو اس کے مومن اور مخلص بندوں کو کبھی مایوس اور شکستہ دل ہونے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کے باغی اور سرکش بندوں کے لئے اس کی ڈھیل اور چھوٹ پر خوش ہونے کا کوئی موقع ہوسکتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ کہ ہر کسی نے اپنے کیے کرائے کا صلہ و بدلہ بہر حال پا کر رہنا ہے کہ یہ اس حکیمِ مطلق کی حکمتِ مطلقہ اور اسکے عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔ جس نے اپنے وقت پر پورا ہو کر رہنا ہے، والحمد للہ جَلَّ وَعَلَا

۲ قرآن حکیم قولِ فیصل والحمد للہ: ۔۔سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہم ہی نے اتارا ہے آپ کی طرف اس کتاب کو حق کے ساتھ"۔ پس جو کچھ اس میں فرمایا گیا وہ بھی حق و صدق ہے اور جس مقصدِ عظیم اور غایتِ کریمہ کے لئے اس کو نازل فرمایا گیا ہے وہ بھی سراسر حق و صدق ہے۔ اور جس خصوصی اور امتیازی شان کے ساتھ اس کو نازل فرمایا گیا ہے وہ بھی سراسر حق ہے۔ سو اس کتابِ حکیم کو حق کے لئے اور حق کے ذریعے ہی نازل فرمایا گیا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ مبتدعین اور مشرکین نے توحیدِ خداوندی کے عقیدۂ صافیہ کے بارے میں جو اختلافات پیدا کردیئے تھے اس کتابِ حکیم نے اپنے قولِ فیصل کے ذریعے ان سب کا خاتمہ کردیا ہے اور حق کو پوری طرح واضح کردیا ہے۔ سو حق کا کلمہ کریمہ یہاں پر قولِ فیصل کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ پس یہ کلام حق قطعی طور پر ایک قولِ فیصل ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾۔ (الطارق: ۱۳-۱۴) یعنی "یہ کلامِ حکیم قطعی طور پر ایک قولِ فیصل ہے"۔ یہ کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں۔ اور پیغمبر کو خطاب کرکے یہ بات فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اس قولِ فیصل اور کلامِ حق کے ذریعے راہِ حق کو پوری طرح واضح کردیا گیا ہے۔ لہٰذا اب آپ اسی پر چلتے جائیں۔ کوئی اگر آپ کا ساتھ دیتا ہے تو ٹھیک نہیں تو آپ اسکی پرواہ نہ کریں کہ ایسوں کی آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ وقت آنے پر یہ اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگت کر رہیں گے۔ تب ان کو سب کچھ خود معلوم ہوجائے گا اور حقائق خود ان کے سامنے آجائیں گے۔ مگر اس وقت کے جاننے ماننے سے انکو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا۔

۳ قولِ فیصل کا بنیادی تقاضا کہ عبادت صرف اللہ کی: ۔۔سو اس قولِ فیصل کے اصل مقصود اور اہم مقتضیٰ کی تعیین کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "پس تم اللہ ہی کی بندگی کرو اسی کیلئے خاص کرتے ہوئے دین کو"۔ اس طور پر کہ اس کی عبادت و بندگی میں کسی بھی اور ہستی کے اشتراک کا کوئی شائبہ تک اس میں نہ ہو۔ نہ ارادہ و نیت میں اور نہ عمل و ادا میں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَالسَّدَادُ وَالثَّبَاتُ۔ کہ خالق و مالک وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ اور جو عبادت کا حقدار ہے وہی اطاعتِ مطلقہ کا حقدار ہے۔ سو توحید و وحدانیتِ خداوندی کے عقیدۂ صافیہ کو مشرکین و مبتدعین نے طرح طرح کی شرکیات کے جن شوائب سے آلودہ کردیا تھا۔ اس کتابِ حکیم نے اس کو ان سب سے پاک اور صاف کردیا۔ اور ان کے ان تمام اختلافات کا فیصلہ کرکے عقیدۂ توحید کو پوری طرح نکھار دیا۔ پس اب تم عبادت اسی وحدہ لا شریک کی کرو جو کہ معبودِ برحق ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔

۴ اطاعتِ مطلقہ اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے: ۔۔"دین" کا لفظ یہاں پر اطاعت کے معنیٰ میں ہے اور اطاعتِ مطلقہ اللہ

ہی کا حق ہے۔ سوارشاد فرمایا گیا کہ "آگاہ رہو کہ اللہ ہی کیلئے ہے دینِ خالص"۔ کہ معبودِ برحق بہرحال اور بہرطور وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور عبادت بھی خالص اسی کیلئے ہو اور ایسی خالص کہ اس میں کسی طرح کے شرک کا کوئی شائبہ تک نہ ہو۔ یہی تقاضا ہے عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم کا کہ عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم میں سے کسی کے نزدیک بھی عبادت کی کوئی بھی قسم اور اس کی کوئی بھی شکل وصورت اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کیلئے جائز نہیں۔ اور اطاعتِ مطلقہ بھی صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ دوسری کسی بھی ہستی کی اطاعت صرف اسی صورت میں جائز ہوسکتی ہے جبکہ وہ اطاعتِ خداوندی کے ماتحت ہو۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور جب معبودِ برحق بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور سب کا خالق و مالک بھی وہی، اور سب پر حکم وتصرف بھی اسی وحدہ لاشریک کا چلتا ہے تو اطاعتِ مطلقہ بھی اسی وحدہ لاشریک کا حق اور اسی کا اختصاص ہے۔ یہ تو ایک بالکل بے تکی اور نا معقول بات ہے کہ عبادت کا حقدار تو کوئی ہو، اور اطاعت کا حقدار کوئی اور بن جائے۔ سو جس طرح عبادت و بندگی اور اسکی ہر قسم اور ہر شکل اللہ ہی کا حق ہے اسی طرح اطاعتِ مطلقہ بھی اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے خلاف کسی کی بھی اطاعت جائز نہیں پس۔ "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق"۔ ایک اہم اور بنیادی قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ جس پر مخلوق کی اطاعت کے جواز اور عدم جواز کا مدار وانحصار ہے۔ فباللہِ التوفیق لما یحبُّ ویرید،

۵ معبودانِ من دون اللہ سے مراد، اور اس کا مفہوم؟: سو من دون اللہ سے مراد عام ہے خواہ وہ کوئی لکڑی پتھر کے بت ہوں جیسا کہ بت پرست لوگ ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ یا کوئی زندہ ومردہ انسان اور حضراتِ انبیاء اولیائے کرام کی پاکیزہ ہستیاں ہوں جن کی لوگوں نے انکی مرضی کیخلاف پوجا کی ہو۔ جیسا کہ یہود نے حضرتِ عزیر کو اور نصاریٰ نے حضرتِ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دے کر ان کو خداوند تعالیٰ کی خدائی میں شریک اور حصے دار قرار دیا۔ اور جیسا کہ اس امت کے کلمہ گو مشرکوں نے اللہ پاک کے مختلف نیک بندوں کو حاجت روا ومشکل کشا مان کر مختلف شکلوں میں کاروبارِ شرک چلا رکھا ہے۔ سو ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ "اللہ کے سوا" کا عموم ان سب ہی صورتوں کو عام اور شامل ہے۔ اسی لیے حضراتِ علماء ومفسرینِ کرام اسکی تفسیر وتشریح میں لکھتے ہیں۔ "فهو عبارة عن كل معبود باطل كالملئكة وعيسى عليه السلام والاصنام"۔ (روح المعانی، جامع البیان، الکبیر اور المراغی وغیرہ)۔ اور حضرتِ امام رازیؒ ﴿ما نعبدهم﴾ میں ضمیرِ منصوب کے مرجع کے بارے میں جزم ویقین سے کہتے ہیں کہ اس سے مراد صرف بت نہیں بلکہ اس سے مراد وہ عاقل معبود ہیں جنکی لوگوں نے انکی تعلیمات کیخلاف پوجا کی۔ جیسے حضرتِ عیسیٰ، حضرتِ عزیر اور ملائکہ کرام وغیرہ۔ اور جن لوگوں نے بتوں کی پوجا کی یا کر رہے ہیں وہ بھی انکی پوجا محض اس بنا پر اور اس اعتبار سے نہیں کرتے کہ یہ لکڑی پتھر وغیرہ کی بے جان مورتیاں ہیں اور بس۔ نہیں بلکہ وہ انکی پوجا اپنے اس خود ساختہ مشرکانہ فلسفے کی بناپر کرتے تھے اور کرتے ہیں کہ براہِ راست اللہ کی عبادت کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ بلکہ ہم ان وسیلوں اور واسطوں کی پوجا کے ذریعے ہی اس معبودِ برحق کی عبادت و بندگی کر سکتے ہیں۔ سو یہی مشرکانہ فلسفہ ہمیشہ رہا اور قدیم وجدید سب ہی مشرکوں نے اسکو اپنایا۔ اور اسی کی تردید کیلئے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا گیا۔ (مراغی، ابنِ کثیر، کبیر، جامع البیان اور فتح القدیر وغیرہ)۔ پس عبادت و بندگی کی ہر قسم اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ کہ معبودِ برحق بہرحال وہی وحدہٗ لاشریک ہے،

زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ

اللہ تک، ۶ بے شک اللہ ہی فیصلہ فرمائے گا ان کے (اور اہل حق کے) درمیان ان تمام باتوں کا جن میں یہ باہم اختلاف کرتے ہیں،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۳ لَوْ اَرَادَ

بلاشبہ اللہ ہدایت سے سرفراز نہیں فرماتا کسی ایسے شخص کو جو جھوٹا بڑا ناشکرا ہو، ۷ ۳ اگر اللہ

اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ

اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا (اس غرض کے لئے) خود ہی چن لیتا،

سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۴ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

پاک ہے وہ، وہی ہے اللہ یکتا انتہائی زبردست، ۸ ۴ اسی نے (اور تنہا اسی نے) پیدا فرمایا آسمانوں

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ

اور زمین (کی اس عظیم الشان کائنات) کو حق کے ساتھ، اسی کی ہستی ہے جو رات کو لپیٹ دیتی ہے دن پر، اور دن کو

۶ **مشرکوں کے ایک قدیم مشرکانہ فلسفہ کا ذکر و بیان:-** سو ان مت کے ماروں اور عقل کے اندھوں اوراوندھوں کا کہنا اور ماننا یہ تھا کہ ہم اپنے ان خودساختہ معبودوں کی پوجا صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ اور بعینہ اسی سخن سازی اور فلسفہ طرازی سے آج کا کلمہ گو مشرک بھی کام لیتا ہے۔ اور وہ صاف وصریح طور پر کہتا ہے کہ ہماری اس کی بارگہ تک براہ راست رسائی نہیں ہوسکتی۔ اور اگر ہم وہاں پہنچ بھی جائیں تو اس کے یہاں ہماری شنوائی نہیں ہوسکتی۔ اور اس کے لئے وہ دنیاوی بادشاہوں اور حکمرانوں کی مثالیں گھڑ گھڑ کے پیش کرتا ہے۔ اور اس بنا پر وہ کہتا ہے کہ "ہماری ان کے آگے اور ان کی اس کے آگے"۔ "وہ ہماری سنتا نہیں اور ان کی رد نہیں کرتا" وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ سب مفروضے ان کے اپنے من گھڑت اور خودساختہ ہیں۔ اور نصوص قرآن وسنت کے خلاف اور ان سے متصادم ومتعارض ہیں۔ اللہ پاک اپنی کتاب حکیم میں صاف اور صریح طور پر ارشاد فرماتا ہے کہ "میں اپنے بندوں سے بہت قریب ہوں۔ ان کی دعا و پکار کو سنتا اور قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتے ہیں" چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اور صاف اور صریح طور پر ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِيْبٌ ، اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ الایۃ (البقرۃ: ۱۵۶) اور اس نے خود اپنے دین متین کی تعلیمات مقدسہ کے ذریعے اپنے بندوں کو یہ سکھایا اور بتلایا ہے کہ اپنے رب کو براہ راست اور بغیر کسی واسطہ ووسیلہ کے پکارو۔ اور اسی کے مطابق اس کا ہر بندہ اپنی ہر نماز اور اسکی ہر رکعت میں براہ راست اس کی بارگہ اقدس و اعلیٰ میں عرض کرتا ہے۔ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ "مالک ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کرتے رہیں

گے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور مانگتے رہیں گے"۔ مگر اس سب کے باوجود آج کا کلمہ گو مشرک اس طرح کے خود ساختہ اور شرکیہ فلسفے بگھارتا اور طرح طرح کی شرکیات کا ارتکاب و پرچار کرتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ بہرکیف مشرکوں کا یہ مشرکانہ فلسفہ ہمیشہ رہا۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ کھلے مشرکوں کا کہنا بھی یہی ہے اور کلمہ گو مشرکوں کا بھی یہی۔ اور جڑ بنیاد اس سارے فتنے کی یہ ہے کہ یہ لوگ حضرتِ حق -جَلَّ مَجْدُهٗ- کو اسکی مخلوق پر قیاس کر کے اسکے بارے میں بھی وہی کچھ سوچتے اور کہتے ہیں جو کہ مخلوق کے لائق ہو سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ حالانکہ حضرتِ خالق -جَلَّ مَجْدُهٗ- کو اس طرح ماننے کی ضرورت ہے جس طرح کہ وہ خود بتائے یا جس طرح اسکے بارے میں اسکے رسول بتائیں اور بس۔ اس کے بغیر اور اس کے خلاف ماننا گمراہی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۷ جھوٹ اور ناشکری باعثِ محرومی - والعیاذُ باللہ: -سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ جھوٹوں اور ناشکروں کے لیے نورِ ہدایت سے محرومی ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک اللہ ہدایت سے نہیں نوازتا کسی جھوٹے ناشکرے کو"۔ سو جھوٹ اور ناشکری محرومی اور بدبختی کا باعث ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ مگر افسوس کہ جھوٹ اور ناشکری کی یہ دونوں بری خصلتیں آج مسلم معاشرے میں عام ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ حالانکہ یہ دونوں معاشرتی امن وسکون اور خیر و برکت کو تباہ کر دینے والی دو آفتیں ہیں۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔ سو جو لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے شریک مانتے ہیں اور اپنی مشرکانہ فلسفہ طرازیوں اور سخن سازیوں سے مخلوق میں سے مختلف ہستیوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ پرلے درجے کے جھوٹے اور مفتری ہیں۔ اور اپنی اسی مشرکانہ افترا پردازی کی بنا پر یہ لوگ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اپنی انہی خود ساختہ ہستیوں اور بناوٹی "سرکاروں" کی طرف منسوب کرتے ہیں اور انہی کے گن گاتے ہیں۔ ان کیلئے نذرانے پیش کرتے، بھینٹ چڑھاتے، انکے نام جپتے انکے آستانوں پر چڑھاوے چڑھاتے، حاضریاں دیتے، اور چادریں ڈالتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ قطعی جھوٹ اور نرا افترا ہے۔ جھوٹ وافترا اور کفرانِ نعمت یعنی ناشکری کی یہ دونوں بری خصلتیں ہر مشرک میں بیک وقت اور لازماً پائی جاتی ہیں۔ اس لیے ایسے لوگ نورِ حق وہدایت کی دولت سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے الا یہ کہ ایسے لوگ ان بری خصلتوں سے سچے دل سے توبہ کر لیں۔ وباللہ التوفیق۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ کذب وکفر کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

۸ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کا ذکر وبیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ پاک اور منزہ ہے"۔ سو وہ پاک ومنزہ اور اعلیٰ وبالا ہے ہر قسم کے شرک اور اسکے شوائب اور شرکاء سے۔ وہ ایسی تمام نسبتوں اور ضرورتوں سے پاک ومنزہ اور اعلیٰ وارفع ہے۔ اسکی نہ کوئی اولاد ہے نہ ہو سکتی ہے۔ وہ بالکل یکہ وتنہا اور اپنی پوری کائنات پر کنٹرول اور قابو رکھنے والا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس سے ان مشرکوں کے شرک کی جڑ نکال دی گئی جنہوں نے اپنے مشرکانہ فلسفوں کی بنا پر اس کے لیے طرح طرح کے شریک گھڑ رکھے ہیں اور اپنے انہی من گھڑت اور بے بنیاد واسطوں کو انہوں نے اس کے یہاں تقرب کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اور اپنے طور پر وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ ﴿وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ سو ایسے لوگ سخت دھوکے میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے تمام تصورات سے کہیں اعلیٰ وبالا اور اس طرح کی جملہ نسبتوں سے پاک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ

رات پر اور اسی نے کام میں لگا رکھا ہے سورج اور چاند (کے ان عظیم الشان کروں) کو ان میں سے ہر ایک

يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۞ خَلَقَكُمْ

چلے جارہا ہے ایک مقررہ مدت تک ۹ آگاہ رہو وہی ہے زبردست، انتہائی درگزر کرنے والا، ۱۰ ۵ جس نے پیدا فرمایا

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ

تم سب کو ایک ہی جان سے (اے لوگو!) ۱۱ پھر اسی نے بنایا اس جان سے اس کا جوڑا ۱۲ اور اسی نے اتارے

۹ ہر چیز کا بہرحال ایک وقت مقرر ہے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ سورج اور چاند کے ان عظیم الشان کروں میں سے ہر ایک رواں دواں ہے ایک مقرر مدت تک۔ جب تک کہ اللہ پاک کو منظور ہوگا۔ سو جب ان میں سے کسی بھی کام میں کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک و سہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ نیز کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ اللہ اس کائنات کو پیدا کرنے کے بعد کہیں اس سے الگ ہو کر بیٹھ گیا اور اسکا انتظام اس نے کچھ دوسری ہستیوں کے سپرد کر دیا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ پوری کائنات اور اسکی ایک ایک چیز اسی کے امر و ارشاد کی پابند ہے۔ اور اسکا ایک واضح ثبوت اور جلی مظہر دن رات کا یہ ادلنا بدلنا اور سورج و چاند کے ان دو عظیم الشان کروں کی اس قدر باقاعدگی اور پابندی سے آمد و رفت ہے۔ سو وہی وحدہ لاشریک ہے جو اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے اس قدر پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ رات کی سیاہ چادر کو دن کے اجالے پر ڈھانکتا ہے اور پھر دن کی سفید چادر کو رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے پر اڑھا دیتا ہے۔ اور اسی نے سورج اور چاند کے ان عظیم الشان کروں کو اس قدر پرحکمت طریقے سے کام میں لگا رکھا ہے جو اس قدر پابندی اور باقاعدگی سے رواں دواں ہیں۔ جس میں انسان کے بیشمار اور عظیم الشان فوائد و منافع ہیں۔ سو یہ دونوں عظیم الشان کرے اسکی تسخیر کے نتیجے میں اور اسی کے حکم و ارشاد کے مطابق اپنے اپنے دائرے میں اسی کے مقرر کردہ نظام الاوقات کے مطابق گردش کر رہے ہیں۔ اور اس قدر پابندی و التزام کے ساتھ کہ ایک منٹ سیکنڈ بھی اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک اس کو منظور ہوگا یہ ایسے ہی چلتے رہیں گے۔ سو معاملہ سب کا سب اور ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ سبحانہٗ و تعالیٰ،

۱۰ مشرکانہ فلسفہ طرازوں کے لیے ایک تنبیہ کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور "الا" کے حرفِ تنبیہ و تخصیص کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "آگاہ رہو اور کان کھول کر سن لو کہ وہ بڑا ہی زبردست انتہائی درگزر کرنے والا ہے"۔ اور یہ اس کی شانِ غفاری ہی کا مظہر ہے کہ اس نے باغی اور سرکش لوگوں کو اس طرح ڈھیل اور چھوٹ دے رکھی ہے۔ تَبَارَكَ اسْمُهٗ وَتَعَالٰى جَدُّهٗ۔ اور ان دونوں صفتوں کے ذکر سے پہلے "الا" کے حرفِ تنبیہ سے خبردار کر کے ارشاد فرمایا کہ کان کھول کر سن لو کہ وہ عزیز بھی ہے اور غفار بھی۔ اس لیے نہ تو کوئی اسکے اذن کے بغیر اسکے یہاں رسائی حاصل کر سکتا ہے اور نہ کوئی کسی کی سفارش

کرسکتا ہے۔ نیز جب وہ غفار ہے تو وہ ان لوگوں کی خود بخشش فرمانے والا ہے جو صدقِ دل سے اسکی بخشش کے طالب ہونگے۔ اس لیے انکو سفارش ڈھونڈنے اور وسیلے اور واسطے تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سو اس تنبیہی ارشاد سے مشرکانہ فلسفہ طرازوں کو سخت تنبیہ فرمادی گئی کہ نہ تو وہ اپنے مشرکانہ تصورِ شفاعت پر مست و مگن ہوکر اپنا راستہ کھوٹا کریں کہ اسکے یہاں اسکے اذن کے بغیر نہ کسی کی رسائی ممکن ہوسکتی ہے اور نہ کسی سفارش کی کوئی مجال و گنجائش ہے۔ اور نہ ہی اس کی مغفرت و بخشش سے سرفرازی کے لیے کسی واسطے اور وسیلے کی کوئی ضرورت ہے۔ بلکہ اس کے لیے اسکے یہاں صدقِ دل سے رجوع درکار ہے اور بس چنانچہ اس کا اس بارہ صاف اور صریح طور پر اعلان وارشاد ہے۔ وَيَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (الرعد-۲۷)- وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید- وہوالہادی الی سواء السبیل، سبحانہ وتعالیٰ

۱۱ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خَلقْ کا حوالہ وذکر:- سوارشاد فرمایا گیا کہ "جس نے پیدا فرمایا تم سب کو ایک ہی جان سے- اے لوگو!" جو کہ ایک عظیم الشان مظہر اور ثبوت ہے اس کی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور عنایتِ شاملہ کا۔ سو اسکی معرفت سے سرفرازی کیلئے تم لوگوں کو کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ تم لوگ خود اپنے ہی وجود اور اپنی ہی جانوں میں غور کرلو۔ تو تم اسکی عظمتِ شان کے آگے جھک جھک جاؤ گے کہ کس عظیم الشان قدرت وحکمت اور رحمت وعنایت سے اس نے تم لوگوں کو وجود بخشا اور نیست سے ہست کیا۔ اور اپنی گوناگوں رحمتوں اور عنایتوں سے نوازا اور تمہاری طرف سے کسی اپیل و درخواست اور سوال اور مطالبہ کے بغیر محض اپنے کرم سے نوازا۔ جو کہ اس کا کرم بالائے کرم ہے۔ اور عطا و بخشش کے ان تمام مراحل میں جب اس کا کوئی بھی شریک نہیں اور کسی بھی درجے میں شریک نہیں تو پھر اسکے حقِ عبادت و بندگی میں آخر کوئی اس کا شریک کس طرح ہوسکتا ہے؟- سبحانہ وتعالیٰ- پس معبودِ برحق وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی کا حق ہے۔

۱۲ صفتِ تزویج میں سامانِ غور وفکر:- سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ انسان کے لیے اس کے جوڑے کی تخلیق حضرتِ خالق کی قدرت وحکمت کا ایک عظیم الشان شاہکار ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر اسی نے اس جان سے اسکا جوڑا بنایا"۔ اور اس پر حکمت طریقے سے بنایا کہ ان میں سے ہر ایک کی تکمیل دوسرے سے وابستہ ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کی زندگی دوسرے کے بغیر ادھوری اور ناقص ہے۔ فسبحانَہ من اِلٰہٍ خالق عظیم جلّ وَعَلا- سو جب خالق تم سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے اور اس حقیقت سے خود تم لوگوں کو بھی انکار نہیں تو پھر اسکے حقِ عبادت و بندگی میں کوئی اس وحدہ لاشریک کا شریک و سہیم کس طرح ہوسکتا ہے؟- سبحانہ وتعالیٰ- بہرکیف انسان سے اسکے جوڑے کی تخلیق حضرتِ خالق- جَلَّ مَجْدُهٗ- کی قدرتِ بے پایاں، حکمتِ بے نہایت اور اس کی رحمت وعنایت بے غایت کا ایک عظیم الشان اور بے مثال نمونہ ومظہر ہے۔ اور ایسا کہ اگر انسان اسی میں صحیح طریقے سے غور وفکر سے کام لے تو اس کے لیے اس میں عظیم الشان درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ اور اس میں اس کو اللہ پاک کی توحید ووحدانیت، اسکی عظمت ویکتائی، اسکے کلامِ حق ترجمان کی صداقت وحقانیت، اسکے رسولِ برحق کی رسالت کے اِثبات، اور بعث بعد الموت کے ثبوت و وجود، اور قیامِ قیامت کی ضرورت، اسکے امکان، اسکے وقوع، وغیرہ سے متعلق عظیم الشان دلائل مل سکتے ہیں۔ اور ایسے کہ اس کے نتیجے میں وہ اپنے خالق ومالک کے حضور دل وجان سے جھک جائے- ﴿اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾- (قٓ:۳۷)- وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی مایحب ویرید،

لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ

تمہارے لئے مویشیوں میں سے (نر و مادہ کے) آٹھ جوڑے، ۱۳ وہی تمہیں پیدا فرماتا ہے تمہاری ماؤں کے

اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ

پیٹوں میں (اس طور پر کہ) وہ تمہیں ایک پر ایک شکل دیئے چلا جاتا ہے، تین تاریکیوں میں، ۱۴

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى

یہ ہے اللہ رب تم سب کا، اسی کی ہے بادشاہی (اور فرمان روائی،) کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس کے، پھر تم لوگ کہاں (اور کیسے)

تُصْرَفُوْنَ ۞ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ قف

پھیرے جاتے ہو (راہ حق وصواب سے؟) ۱۵ ⑥ اگر تم لوگ کفر کرو گے تو (اللہ کا کچھ نہیں بگاڑو گے کہ) بے شک اللہ ہر طرح سے غنی

۱۳ مویشیوں میں عظیم الشان درسہائے عبرت وبصیرت: ـ سو انسانی قلب وضمیر کے لیے دستک اور اس کو جھنجوڑنے کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی نے تمہارے لیے اتارے مویشیوں کے آٹھ جوڑے"۔ یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کہ ان میں سے ہر ایک کے نر و مادہ مل کر کل آٹھ جوڑے ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک چونکہ دوسرے کے لئے "زوج" یعنی جوڑا ہے اس لئے اس کو "زوج" فرمایا گیا ہے۔ اور یہ وہی آٹھ قسمیں ہیں جن کا ذکر سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۴ میں فرمایا گیا ہے۔ اور ان کے لئے "خلق" یعنی پیدا کرنے کی بجائے "انزال" یعنی اتارنے کا ذکر فرمایا گیا ہے جو کہ ان مویشیوں کے پیدا کرنے اور ان کو بندوں کے لئے مسخر کر دینے کے ضمن میں خاص توجہ اور عنایت کا مظہر ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ کتنے کتنے عظیم الشان فائدے انسان ان مویشیوں سے حاصل کرتا ہے اور دن رات حاصل کرتا ہے۔ اور طرح طرح سے اور مسلسل ولگاتار حاصل کرتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اس واہبِ مطلق ـ جَلَّ جَلَالُهٗ ـ سے منہ موڑنا اور اس کی بخشی ہوئی ان نعمتوں کو اس کی معصیت ونافرمانی میں صرف کرنا اور ان کو شرک وبغاوت میں استعمال کرنا کس قدر ظلم اور کتنی بڑی نمک حرامی ہے؟ ـ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ـ سو "انزال" کے اس لفظ سے انسان کو یہ درسِ عظیم دیا گیا ہے کہ انسان کو جو بھی کچھ ملتا ہے اسی واہبِ مطلق کی طرف سے ملتا ہے جسکے لازمی نتیجے کے طور پر اس کا شکر اس پر واجب ہوتا ہے۔ لیکن یہ اس انسان کی تنگ نظری اور کوتاہ بینی ہے کہ یہ اس اصل منبعِ فیض کو بھول کر نعمت کے سببِ قریب میں ہی اٹک کر اور الجھ کر رہ جاتا ہے۔ اور اس واہبِ مطلق اور اسکی عنایات سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے شکر کی بجائے کفرانِ نعمت کے ہاویے میں گر کر دنیا و آخرت کے خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کہ سب سے بڑا اور حقیقی خسارہ ہے ـ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ ـ والعیاذ باللہ العظیم ـ اللہ ہمیشہ حق وحقیقت کے فہم وادراک اور توفیقِ شکر سے سرشار وسرفراز رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۱۴ انسان کے خود اپنے وجود میں بہت بڑا سامانِ غور و فکر: - سو انسان کی خود اپنی تخلیق میں دعوتِ غور و فکر کی طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک پر ایک شکل دیئے چلا جاتا ہے"۔ یعنی "نُطفَة" سے "عَلَقَة" اور "عَلَقَة" سے "مُضغَة" اور اس سے بوٹی اور پھر ہڈیاں بنانا۔ پھر اس کی شکل و صورت بنانا۔ اس کی نک سک درست کرتا۔ اس میں بال کھال بنانا۔ ناک کان آنکھ کا نظام استوار کرنا۔ اس کے پورے جسم میں بال سے باریک رگوں کا ایک جال پھیلا دینا۔ اس میں دل و دماغ جیسی عظیم الشان نعمتوں کو نہایت ہی پر حکمت طریقے سے پیوست کر دینا اور اس کو ایک خوبصورت شکل اور کامل انسان کی صورت میں ایک اور ہی قسم کی اور ایک نئی مخلوق بنا دینا اس وحدہ لاشریک کی کس قدر عظیم الشان قدرت و حکمت اور بے پایاں رحمت و عنایت کا مظہر ہے؟ اور یہ سب کچھ اس حیرت انگیز طریق سے پایہ تکمیل کو پہنچانا کہ جس ماں کے پیٹ میں یہ سب کچھ ہو رہا ہوتا ہے اس کو بھی اس کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ اور پھر یہ سب کچھ نہایت باریکی اور انتہائی صحت و صفائی کے ساتھ ایک نہیں تین اندھیروں میں تکمیل پذیر ہوتا ہے۔ "مشیمہ" یعنی اس جھلی کا اندھیرا جس کو "غشاوہ" - "ایک عظیم الشان پردہ" اور "وقایۃ" - "ایک عظیم الشان بچاؤ" بھی کہا جاتا ہے۔ پھر اس کے اوپر رحمِ مادر کا اندھیرا جس میں اس "مشیمہ" کو رکھا گیا ہوتا ہے۔ اور اس کے اوپر بطنِ مادر کا اندھیرا جس میں یہ رحم قرار پائے ہوتا ہے۔ سو کس قدر عظیم الشان اور حیرت انگیز قدرت و عنایت ہے یہ اس قادرِ مطلق جل وعلاشانہ کی؟ اور کس قدر ظالم اور بے انصاف ہے وہ انسان جو اس سب کے باوجود اس ربِ رحیم و کریم سے منہ موڑتا یا اس کی ان عنایات میں کسی اور کو شریک و سہیم مانتا ہے۔ ﴿فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ - وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا - اور اس واہبِ مطلق کے آگے جھکنے کی بجائے یہ اکڑتا اور یہاں تک کہ طرح طرح سے شرک اور بغاوت کا ارتکاب کرتا ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین۔

۱۵ منکروں اور مشرکوں کے رویے پر اظہارِ تعجب و افسوس: - سو ان عظیم الشان دلائلِ قدرت و وحدانیت کے باوجود منکروں اور مشرکوں کے اندھے اور اوندھے پن اور ان کے منکرانہ اور مشرکانہ رویے پر اظہارِ تعجب و افسوس کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ پھر تم لوگ کہاں اور کیسے پھرے جاتے ہو؟ - راہِ حق و صواب سے اے مشرکو اور منکرو - اور تمہاری مت کہاں اور کیسے ماری جاتی ہے جو اس وحدہ لاشریک کے ساتھ اوروں کو اسکا شریک ٹھہراتے ہو۔ حالانکہ اس کی ان اور ان قدرتوں، عنایتوں اور رحمتوں میں کوئی بھی اس کا شریک و سہیم نہیں - سبحانہ وتعالیٰ - سو جس وہابِ مطلق کی رحمتوں میں تم لوگ سرتاپا ڈوبے ہوئے ہو وہی تمہارا خالق و مالک اور آقا و مولیٰ ہے۔ ہر چیز اسی کی ملکیت اور آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات میں اسی کی حکومت و بادشاہی ہے۔ اسکے سوا نہ کوئی خالق و مالک ہے اور نہ کوئی عبادت و بندگی کے لائق۔ سو اسکے باوجود تم لوگوں نے اسکے شریک آخر کس طرح ٹھہرا رکھے ہیں؟ آخر تمہاری عقلیں کہاں ماری جاتی ہیں اور تم لوگ کہاں اور کیسے اندھے اور اوندھے ہو رہے ہو؟ - ﴿تُصْرَفُوْنَ﴾ - مجہول کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ یعنی "تم کہاں پھیرے جاتے ہو"۔ یعنی پتہ نہیں تمہاری باگیں کن کن شیطانوں کے ہاتھوں میں ہیں جو تمہیں اس طرح الٹا پھیر رہے ہیں اور تمہاری عقلوں پر پردہ ڈال کر تم کو راہِ حق و صواب سے برگشتہ کرتے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کی ہر قسم اور ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ

(و بے نیاز) ہے تم سب سے (اے لوگو!) مگر وہ پسند نہیں فرماتا اپنے بندوں کے لئے کفر (کی ظلمتوں) کو اور اگر تم شکر کرو گے تو اس کو

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

وہ پسند فرماتا ہے تمہارے لیے اور (یاد رکھو کہ) کوئی بوجھ اٹھانے والا بوجھ نہیں اٹھائے گا کسی دوسرے کا پھر (یہ حقیقت بھی یاد رکھو کہ) اپنے

مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

رب ہی کی طرف بہرحال لوٹ کر جانا ہے تم سب کو تب وہ بتا دے گا تم لوگوں کو وہ سب کچھ جو تم کرتے رہے تھے (اپنی فرصت حیات

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ

میں،) بے شک وہ پوری طرح جانتا ہے دلوں کے بھیدوں کو ⑦ اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ (سب فرضی معبودوں کو

دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ

بھول کر) اپنے رب ہی کو پکارتا ہے اسی کی طرف رجوع ہو کر، ف۱۶ مگر جب وہ اس کو (تکلیف کی بجائے) نوازدیتا ہے اپنی طرف سے

۱۶ **توحید خداوندی فطرتِ سلیمہ کی صدا و پکار:** ۔سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ توحید خداوندی فطرتِ سلیمہ کی پکار ہے۔ اس لیے مشرک انسان بھی مصیبت کے وقت اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ سو یہ فطرت کی وہ صدا و پکار ہے جو ہر انسان کے اندر قدرت کی طرف سے ودیعت فرمائی گئی ہے۔ مگر ہائے افسوس کہ آج کے کلمہ گو مشرک نے اپنی فطرتِ سلیمہ کو اس قدر بگاڑ کر رکھ دیا ہے کہ وہ سختی اور تکلیف کے ایسے مواقع پر بھی خدائے پاک کی بجائے اس کی عاجز مخلوق ہی میں سے کسی کو پکارتا ہے۔ کہیں وہ کہتا ہے "یا علی مدد"۔ کہیں "یا بہاؤ الحق بیڑا دھک"۔ کہیں "معین الدین اجمیری پار لگا دے کشتی میری" اور کہیں "یا پیر دستگیر" وغیرہ وغیرہ۔ نہیں آتا اس کی زبان پر تو "یا اللہ مدد" ہی نہیں آتا۔ حالانکہ اللہ پاک کے ان پیاروں نے خود ساری عمر اسی کی تعلیم و تلقین فرمائی کہ ہمیشہ اور ہر حال میں مدد و امداد کے لئے اللہ ہی کو پکارو۔ اور وہ خود اپنی ہر نماز میں اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اسی کے حضور دست بستہ عرض کرتے تھے۔ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾۔ مگر ہائے افسوس کہ شیطن کے اغواء و تلبیس کے باعث آج انہی پاکیزہ ہستیوں کے نام پر شرک کا کاروبار چلایا جا رہا ہے۔ فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ فِیْ كُلِّ حِيْنٍ مِّنَ الْاَحْيَانِ وَبِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ ۔ بہرکیف یہ اس تنگ نظر انسان کی مشرکانہ اور ناشکری کی نفسیات کا ایک نمونہ و مظہر ہے کہ مصیبت پر وہ اللہ ہی کو پکارتا ہے لیکن بعد میں اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔ بہرحال توحید خداوندی فطرتِ سلیمہ کی پکار ہے۔ اور جو لوگ اس کے خلاف کہتے اور کرتے ہیں انہوں نے دراصل اپنی فطرت کو مسخ کر دیا ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اور ہمیشہ راہ حق پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوٓا إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ

کسی نعمت سے، تو یہ بھول جاتا ہے اس (مصیبت و تکلیف) کو جس کی طرف وہ اس کو بلا (اور پکار) رہا تھا اس سے پہلے، ف۱۷ اور (اس سے

أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِۦ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ

بھی بڑھ کر یہ کہ) وہ اللہ کے لئے شریک بنانے لگتا ہے، ف۱۸ تاکہ (اس طرح) وہ بہکائے اللہ کی راہ سے (دوسروں کو سوا اپنوں سے) کہہ دو کہ تم مزے ف۱۹

قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلنَّارِ ⑧ أَمَّنْ هُوَ قَٰنِتٌ

کرلو اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا عرصہ ف۲۰ بلاشبہ (انجام کار) تم دوزخیوں میں سے ہو، ف۲۱ ⑧ کیا (یہ شخص اور وہ ایک برابر ہو سکتے ہیں؟) جو فرمانبردار

ءَانَآءَ ٱلَّيْلِ سَاجِدًا وَقَآئِمًا يَحْذَرُ ٱلْءَاخِرَةَ وَيَرْجُوا۟

ہو (اپنے رب کا) جو رات کی گھڑیاں (اپنے رب کی رضا کیلئے) سجدے اور قیام کی حالت میں گزارتا ہو جو آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت

رَحْمَةَ رَبِّهِۦ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ

کی امید رکھتا ہو، ف۲۲ (کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟) کہو (اتنا تو سوچو کہ) کیا باہم برابر ہو سکتے ہیں وہ جو علم رکھتے ہیں،

وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ⑨ ع ع۱ ۹ ۱۵

اور جو علم نہیں رکھتے؟ (نہیں اور ہرگز نہیں،) ف۲۳ نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقل سلیم رکھتے ہیں ف۲۴ ⑨

۱۷ مشرک انسان کی ناشکری اور احسان فراموشی کا ایک نمونہ و مظہر: - سو یہ تنگ ظرف انسان کی کوتاہ ظرفی احسان فراموشی اور ناشکری کا ایک مظہر ہے کہ مصیبت میں تو وہ اللہ کو پکارتا ہے مگر بعد میں وہ پھر جاتا ہے۔ سو یہ انسان کے تنگ دل اور تھڑ حوصلہ ہونے کا ایک کھلا مظہر ہے۔ اسی لئے حضرتِ خالق - جَلَّ مَجْدُہٗ - نے اس کو "قتور"، "ھلوع" اور "جزوع" فرمایا ہے۔ بہر کیف یہ اس تنگ ظرف اور کوتاہ نظر انسان کی تنگ نظری اور ناشکری کا ایک نمونہ و مظہر ہے کہ جب اسکو کوئی تکلیف اور مصیبت پہنچتی ہے تو یہ بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس سے اسکی اس تکلیف کو دور کر کے اسکو اپنی کسی نعمت سے نواز دیتا ہے تو یہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے بخشے ہوئے فضل کو اپنے خود ساختہ شریکوں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے۔ اور اس طرح وہ خود بھی خدا تعالیٰ کی راہ سے منحرف اور برگشتہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی راہِ حق و ہدایت سے ہٹانے اور محروم کرنے کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور اس طرح وہ ضلال اور اضلال کے دونوں جرموں کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ خسارہ در خسارہ میں مبتلا ہوتا ہے مگر اس کو اس کا کوئی شعور و احساس بھی نہیں ہوتا جس سے اس کی محرومی اور بدبختی کی سیاہی اور پکی ہوتی

جاتی ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب اور زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق پر مستقیم وثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین یاربَّ العالمین-

۱۸ ناشکرے انسان کے ارتکاب مشرک کا ذکر وبیان:- سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ مشرک انسان جب مصیبت کے گرداب میں پھنستا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا بلاتا ہے، لیکن جب اسکو اس سے رہائی مل جاتی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کیلئے طرح طرح کے خود ساختہ اور من گھڑت شرک بنانے لگتا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- سو ارشاد فرمایا گیا کہ مصیبت میں پھنسے ہوئے ایسے انسان کو جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے نواز دیتا ہے تو وہ اپنی اس مصیبت کو بھول جاتا ہے- اور اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے فضل وکرم میں وہ اس کے شریک بنانے لگتا ہے- چنانچہ آج بھی آپ دیکھیں گے کہ ایسے موقع پر آج کا کلمہ گو مشرک جا کر کسی جبے قبے پر نذریں نیازیں دے گا، چڑھاوے چڑھائے گا اور کسی قبر پر دیگیں پکائے گا، مٹھائیاں تقسیم کرے گا- اور اس طرح کے کاروبارِ شرک کو فروغ دینے کے لئے طرح طرح کے جھوٹے قصے سنائے گا اور من گھڑت افسانے گھڑ گھڑ کے پھیلائے گا کہ اجی یہ سب تو فلاں حضرت کا کرم اور فلاں سرکار کی عنایت ہے وغیرہ وغیرہ- سو اس طرح ایسے لوگ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، اور ضَلّوا فاَضلّوا کا مصداق بنتے ہیں جو کہ خسارے پر خسارہ ہے- **والعیاذ باللہ العظیم مِنْ زیغ وضلال وسوءٍ وّانحراف**

۱۹ مشرک انسان کے ڈبل جرم کا ذکر وبیان:- کہ ایسا بدبخت انسان ضلال کے ساتھ اِضلال کے جرم کا بھی ارتکاب کرتا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسا ناشکرا انسان اللہ کے لیے شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اس طرح وہ بہکائے اللہ کی راہ سے- دوسروں کو-" کیونکہ جب دوسرے اس سے سنیں گے کہ ایسی مشکلات اور مصائب وآفات میں کام آنے والی ذات اللہ وحدہ لاشریک کی ذات نہیں بلکہ فلاں فلاں حضرات اور فلاں فلاں سرکاریں اور ہستیاں ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ اللہ پاک وحدہ لاشریک کی بجائے انہی خود ساختہ سرکاروں اور ہستیوں کی طرف رجوع کریں گے کہ حاجت روا ومشکل کشا تو یہی ہستیاں اور سرکاریں ہیں- سب کچھ انہی کے ہاتھ میں ہے- تو پھر اللہ کی طرف جانے کی ضرورت ہی کیا ہے- بس انہی ہستیوں کو خوش کرو- انہی کے در پر حاضری دیتے رہو- یہی تمہارا سب کام بنا دیں گی وغیرہ وغیرہ- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- سو اس طرح ایسے ناشکرے اور بے انصاف لوگ ضلال اور اِضلال کے دوہرے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں اور نورِ حق وہدایت سے خود محروم ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی محروم کرتے ہیں- اور جرم بالائے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہ حق و صواب پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے- آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

۲۰ کفر وشرک کے فائدے محض چند روزہ:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ کفر وشرک کے فائدے محض چند روزہ ہیں اور اس کے بعد ایسوں کے لیے دوزخ کا ہولناک عذاب ہے- والعیاذ باللہ العظیم- سو ارشاد فرمایا گیا کہ کفر وشرک کے ان ماروں اور بطن وفرج کے تقاضوں کے ان پجاریوں سے کہو کہ مزے کر لو تم لوگ اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا عرصہ کہ تم یقیناً دوزخیوں میں سے ہو- یعنی چند روزہ دنیاوی زندگی کی اس محدود فرصت میں جو آج تم لوگوں کو ملی ہوئی ہے اور جو کہ آخرت کی حقیقی اور ابدی زندگی کے مقابلے میں ایک دو منٹ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی کہ محدود کی لامحدود کے مقابلے میں

کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس میں اپنے کفر و شرک کے ذریعے مزے کر لو تم بہر حال دوزخی ہو۔ اور جب یہ فرصتِ حیات اس قدر محدود و مختصر ہے تو پھر اس کے مزوں اور عیش پرستیوں کی حیثیت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ جبکہ وہ آخرت کی ابدی زندگی کو بھول کر کیئے جا رہے ہوں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ بہر کیف ایسوں سے فرمایا گیا کہ اپنے کفر اور ناشکری کے باوجود تم لوگوں کو اس چندروزہ دنیاوی زندگی میں جو نعمتیں مل رہی ہیں ان سے فائدے اٹھالو اور عیش کر لو۔ آخر کار تم نے دوزخ کا ایندھن بننا ہے۔ وہاں سب کسر نکل جائے گی۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جن بدبختوں کا آخری انجام یہ ہونا ہو ان کا دنیاوی زندگی کے ان چندروزہ فائدوں پر مست ہونا کس قدر خسارے اور سخت خسارے کا سامان ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ شرح صدر، اطمینان قلب، اور انابت و رجوع الی اللہ کی دولت سے سرفراز و سرشار رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

۲۱ کفر و شرک کا انجام بہر حال دوزخ۔ والعیاذ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ چندروزہ زندگی میں عیش کر لو۔ یقیناً تم دوزخیوں میں سے ہو۔ سو جن بدبختوں کا انجام یہ ہونا ہے اور انہوں نے دوزخ کی اس ہولناک آگ کا اس طرح ایندھن بننا ہے تو ان کو آج اگر دنیا بھر کی دولت بھی مل جائے تو بھی ان کو کیا ملا۔ اور ان کی محرومی اور بدنصیبی کا ٹھکانا ہی کیا ہو سکتا ہے؟۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ سو اس تنبیہ و تذکیر میں بھی رحمت و عنایتِ خداوندی کا یہ پہلو ہے کہ اگر تم لوگوں کو اپنے اس ہولناک انجام سے بچنا ہے تو آج اسکی فکر و کوشش کرو کہ آج اسکا موقع موجود ہے کہ کفر و انکار اور بغاوت و سرکشی کی اپنی موجودہ روش ترک کر کے ایمان و اطاعت اور شکرِ خداوندی کی راہ کو اپناؤ۔ قبل اس سے کہ عمرِ رواں کی یہ فرصتِ محدود تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے۔ جس کے بعد تمہارے لیے حق و ہدایت کی طرف رجوع کا کوئی موقع باقی نہ رہے اور تم ہمیشہ کے اس خسارے میں مبتلا ہو جاؤ جسکی تلافی و تدارک کی پھر کوئی صورت بھی تمہارے لیے ممکن نہ رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۲ اللہ والوں کی بعض خاص صفات کا ذکر و بیان: سو اس ارشاد سے اللہ کے خاص اور مخلص بندوں کا نمونہ اور انکی بعض خاص صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے رب کے حضور عاجزی اور فروتنی کرنے والے، رات کی گھڑیاں اپنے رب کی رضا کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں گزارتے، آخرت سے ڈرتے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کی رحمت کا سب سے بڑا اور ہر اعتبار سے کامل مظہر اس واہبِ مطلق کی وہ جنت ہے جو اس نے اپنے کرمِ بے پایاں اور رحمتِ بے نہایت سے اپنے مومن اور مخلص بندوں کے لئے تیار فرما رکھی ہے اور جس کی عظیم الشان اور بے مثال نعمتوں کا اس جہانِ فانی میں تصور بھی ممکن نہیں۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ بہر کیف یہاں پر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا نمونہ سامنے رکھا گیا ہے اور انکی بعض خاص صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے رب کی رضا کیلئے راتوں کو جاگتے اور کبھی اسکے حضور قیام میں ہوتے ہیں اور کبھی رکوع و سجود کی حالت میں۔ وہ آخرت اور اسکی باز پرس سے ڈرتے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ تو کیا ان صفات اور اس شان کا مالک شخص اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جس کی زندگی ان صفات سے عاری اور جن کی روش اس روش کے برعکس ہوتی ہے؟ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مومن اور کافر باہم برابر کس طرح ہو سکتے ہیں؟ عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ ان دونوں کے درمیان انکے عمل و کردار کے مطابق فیصلہ ہو اور ہر کسی کو اپنے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ ملے۔ تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے اپنی آخری اور کامل شکل میں

پورے ہوں۔ سو اسی لیے قیامت بپا کی جائے گی کہ اسکے بغیر اس مقصد کا پورا ہونا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ان مخلص اور خاص بندوں کی ان صفات کے ذکر سے ایک طرف تو اللہ والوں کا نمونہ ونقشہ پیش فرما دیا گیا اور دوسری طرف اس سے یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں معیار و مدار فلاں ابن فلاں پر نہیں بلکہ وہاں پر معاملہ اوصاف و اخلاق پر ہے کہ کون کیا ہے اور کن اوصاف وخصال کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ وبالله التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ و یرید وهو الهادی الی سواء السبیل۔

۲۳ دو متضاد نمونے اور ان کے دو متضاد انجام: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا علم والے اور علم سے محروم لوگوں کے یہ دونوں نمونے باہم برابر ہو سکتے ہیں؟۔ جب نہیں اور یقیناً اور ہرگز نہیں تو پھر مومن و کافر، موحد و مشرک اور مطیع و عاصی کس طرح برابر ہو سکتے ہیں؟ لازماً دونوں کا انجام مختلف اور یکسر مختلف ہوگا۔ اور اس کا ظہور کامل طور پر اور اپنی آخری شکل میں آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں ہی میں ہو سکے گا جو کہ کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کا جہاں ہے۔ جبکہ یہ دنیا ابتلاء و آزمائش کا دور ہے۔ سو نجات کا دار و مدار و انحصار ایمان اور عملِ صالح پر ہے نہ کہ شرکیہ شفاعت اور خود ساختہ دیویوں، دیوتاؤں اور بناوٹی ''سرکاروں'' اور خود ساختہ ''ہستیوں'' کی مداخلت وغیرہ پر۔ جیسا کہ مشرک لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس سے لوگوں کے دو متضاد نمونے پیش فرما دیے گئے جن کے نتیجے اور انجام بھی یقیناً مختلف ہونگے۔ اللہ ہمیشہ اچھے نمونوں کو اپنانے کی توفیق بخشے اور راہِ حق پر مستقیم و ثابت قدم رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور ہر قدم بہتر سے بہتری کی طرف اٹھانے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ ویا ارحم الراحمین

۲۴ صحیح فہم وادراک کا مدار عقلِ سلیم پر: - سو ارشاد فرمایا گیا اور '' انــمــا '' کے کلمہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقلِ سلیم رکھتے ہیں۔ اور جو عقل اس فرق و امتیاز کا ادراک نہیں کر سکتی وہ عقل عقلِ سلیم نہیں، عقلِ سقیم ہے۔ اسی لئے یہاں پر ''اولوا العقول'' نہیں ''اولوا الالباب'' فرمایا گیا ہے جو کہ جمع ہے ''لب'' کی۔ جو کہ عبارت ہے عقلِ خالص ونقی سے۔ جو کہ ہویٰ و ہوس اور ہر طرح کے کفر و انکار اور زیغ و ضلال کی کدورات اور ان کے مفاسد و اثرات سے سالم و محفوظ ہوتی ہے۔ سو جن عقلوں کو ہویٰ و ہوس اور زیغ و ضلال کے زنگ کھا جاتے ہیں وہ عقلیں حق اور حقیقت کے صحیح فہم و ادراک سے عاجز اور قاصر ہو جاتی ہیں۔ اور ایسے لوگ انسانیت کے منصۂ شرف سے گر کر حیوانیتِ محضہ کی حضیضِ مذلت میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور - ﴿ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ﴾ - کا مصداق بن کر رہ جاتے ہیں کہ اس طرح انکا نورِ فطرت بھی بالآخر بجھ جاتا ہے اور وہ - ﴿ خسر الدنیا و الآخرة ﴾ - کے ہولناک انجام سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو عقلِ سلیم ہی اصل میں معیارِ فضیلت اور صحیح فہم و ادراک کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اور ایسے ہی لوگ حقائق کو ان کے صحیح روپ اور حقیقی رنگ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اور وہی صحیح نتائج اخذ کر سکتے ہیں جبکہ عقولِ سقیمہ والے الٹے اندھے اور اوندھے ہوتے جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور اعداء و اشرار کے ہر شر و فتنہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ

کہہ دو (میری طرف سے کہ) اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو ڈرتے رہو تم اپنے رب سے ۲۵ جنہوں نے

اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ

نیکی (اور اچھائی) کی اس دنیا میں ان کے لئے عظیم الشان بھلائی ہے ۲۶ اور اللہ کی زمین

وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝۱۰

بڑی فراخ ہے ۲۷ بے شک صبر کرنے والوں کو پورا دیا جائے گا ان کا اجر بغیر کسی حساب کے، ۲۸ (۱۰)

قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ

کہو کہ بے شک مجھے بس تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ ہی کی بندگی کروں اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے

۲۵ ایمان وتقویٰ ہی باعث سرفرازی، وباللہ التوفیق: ۔سو اس ارشاد سے واضح فرمایا دیا گیا کہ ایمان اور تقویٰ و پرہیز گاری ہی دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ "اِتَّقُوا" امر کا صیغہ ہے جو کہ ماخوذ ہے "اتقاء" سے جس کے اصل معنی بچنے کے آتے ہیں۔ سو مطلب یہ ہوا کہ تم ہر اس چیز سے بچو اور اس سے احتراز واجتناب کی پابندی کرو جو تمہارے رب کی ناراضگی اور اس کی گرفت و پکڑ کا باعث ہو کہ یہ اس کی شانِ ربوبیت کا تقاضا ہے کہ تم ہمیشہ اسکی ناراضگی سے بچنے کی فکر کرو۔ کہ اس میں خود تمہارا ہی بھلا اور فائدہ ہے۔ پس اس کے تمام اوامر وفرامین کو صدقِ دل سے بجالاؤ اور اسکی تمام منہیات سے ہمیشہ بچ کر رہو کہ اسی میں خود تمہارے لئے دارین کی فوز وفلاح ہے۔ سو ایمان اور تقویٰ و پرہیز گاری دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اللہ نصیب فرمائے اور ہر لحظہ ولمحہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین۔ بہرکیف اس ارشاد میں پیغمبر کو خطاب کر کے ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ میرے ان بندوں کو یہ بات پہنچا دو جو ایمان لائے ہیں کہ تم اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ یعنی احمق لوگوں نے تو شرک اور مشرکانہ عقیدۂ شفاعت کی مختلف راہیں نکال کر خداوندِ قدوس کے عدل وانصاف اور اس کی سزا وجزا کی اصل حقیقت کو بالکل بے معنیٰ کر دیا ہے لیکن تم اپنے رب کے عدل سے برابر ڈرتے رہو اور اس کے تقاضوں کی تعمیل و تکمیل کے لیے نیکی کرتے اور برائی سے بچتے رہو۔ کہ تقویٰ و پرہیز گاری سے اصل اور امِ مقصود اور سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحبُّ ویرید، وعلی مایُحبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔

۲۶ اچھائی کرنے والوں کے لیے عظیم الشان اچھائی کی بشارت وخوشخبری: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن لوگوں نے اچھائی کی اس دنیا میں ان کیلئے ایک عظیم الشان اچھائی ہے"۔ یعنی جن خوش نصیبوں نے ایمان ویقین کی دولت سے سرفراز وسرشار ہو کر اپنے باطن کا تزکیہ کر لیا اور نیک اعمال اور پاکیزہ اخلاق کی کمائی کے ذریعے اپنے آپ کو ایک پاکیزہ

انسان بنالیا ان کو دنیا کے اس دارِ فانی میں بھی اچھائی اور بھلائی نصیب ہوگی کہ وہ حیاتِ طیبہ کی نعمت سے بہرہ ور و سرفراز ہوں گے اور آخرت میں ان کو نعیم جنت سے سرفرازی کی سدابہار اور حقیقی کامیابی نصیب ہوگی۔ اور وہ اپنے رب کی رضا کی دولت سے مالا مال ہوں گے جو کہ سب سے بڑی دولت ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ اللہ اپنے خاص فضل وکرم سے ہمیں بھی نصیب فرمادے۔ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ۔ سو اچھائی کا بدلہ بہرحال اچھا ہی ہے اور اچھائی کی اصل اساس اور بنیاد یہ ہے کہ انسان اپنے اس خالق و مالک کو یاد رکھے اور اسکا بندہ بن کر رہے جس نے اسکو وجود بخشا اور جسکی رحمتوں اور عنایتوں میں وہ سرتاپا ڈوبا ہوا ہے کہ اس پر سب سے پہلا اور سب سے بڑا حق اسی وحدہ لاشریک کا عائد ہوتا ہے۔ سو سب سے پہلے وہ اسی خالق و مالک کے حقِ بندگی کی ادائیگی کی فکر و کوشش کرے۔ اور اسکے بعد اسکے بندوں کے ساتھ بھلائی کرے۔ سو اس احسان اور بھلائی کے نتیجے میں ایسے انسان کو ایسی عظیم الشان بھلائی نصیب ہوگی جو اس پر دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی سایہ فگن رہے گی اور اسکے بدلے میں وہ آخرت کے اس ابدی جہاں میں بھی وہاں کی نعیمِ مقیم سے سرفراز و بہرہ ور ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔ بہرکیف اس ارشاد سے اس اہم بنیادی حقیقت سے آگاہ فرمادیا گیا کہ جن لوگوں نے اپنی زندگی کو نیکی اور بھلائی کے ساتھ گزارا ہوگا ان کے لیے بڑا اچھا اور عمدہ بدلہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اس کے برعکس جنہوں نے جھوٹی شفاعتوں کے بل پر جنت الحمقاء میں زندگی گزاری ہوگی وہ اپنی اس حماقت کا نتیجہ وانجام خود دیکھ لیں گے اور اس وقت ان کو اپنی حرمان نصیبی کا اندازہ ہوجائیگا، تب انکی یاس وحسرت کی کوئی حدوانتہاء نہ رہیگی، والعیاذ باللہ جل وعلا۔

۲۷ دین وایمان کی حفاظت سب پر مقدم: ۔ اس لیے جہاں دین وایمان محفوظ نہ ہو اس کو چھوڑ کر انسان کہیں اور چلا جائے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے"۔ پس اگر کسی ایک شہر یا ملک میں تمہیں اپنا دین وایمان خطرے میں نظر آئے اور تم اپنے رب کی عبادت و بندگی کا فریضہ بھی حسبِ منشا بجانہ لاسکو تو اس شہر اور ملک کو چھوڑ کر تم کسی اور ایسی جگہ جابسو جہاں تمہیں اپنے دین وایمان کی سلامتی بھی میسر ہو اور اپنے رب کی عبادت و بندگی بجالانے کی آزادی بھی کہ اصل چیز تو دین وایمان کی سلامتی اور اپنے رب کی عبادت و بندگی کی سعادت ہی ہے۔ اس لئے اسکی حفاظت سب سے اہم اور ہر شی پر مقدم ہے۔ اسکی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قربان کیا جاسکتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید

۲۸ صبر والوں کے لیے اجرِ بے حساب کی بشارت: ۔ سو اس سے صبر والوں کے لیے عظیم الشان اور بے حد وحساب اجر وثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "صبر کرنے والوں کیلئے بے حساب اجر وثواب ہے"۔ پس ایمان والوں کو چاہیئے کہ وہ راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب ومشکلات سے نہ کبھی دل برداشتہ ہوں اور نہ کبھی ہمت ہاریں کہ ان کو ایسا بے حساب اجر وثواب ملنے والا ہے۔ پس وہ باطل اور اہلِ باطل کا مقابلہ کریں اور یقین رکھیں کہ ان کے لئے ناکامی کی کوئی صورت ہے ہی نہیں۔ سو راہِ حق پر چلنا اگرچہ بڑا کٹھن اور صبر آزما ہے لیکن اس پر صبر وثبات سے کام لینے پر اجر بھی بے حساب ملتا ہے۔ یعنی ان خوش نصیبوں کو حضرت واہبِ مطلق۔ جل وعلا۔ کی طرف سے جو اجر وثواب ملے گا وہ ان کی توقعات اور ان کے اندازوں اور ان کے گمان وقیاس سے کہیں بڑھ کر ملے گا۔ اور اتنا اور اس قدر کہ آج یہ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے، کہ یہ سب کچھ اس وہاب مطلق کی طرف سے ملنے والا ہے، جس کی عطاء وبخشش کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہاء سبحانہ وتعالیٰ۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، بکل حال من الاحوال،

الدِّيْنَ ﴿١١﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٢﴾

دین کو، ﴿١١﴾ نیز مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبردار بنوں، ف۲۹ ﴿١٢﴾

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ

کہو میں تو سخت ڈرتا ہوں اگر میں نافرمانی کروں اپنے رب کی، ایک بہت بڑے دن کے عذاب

عَظِيْمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿١٤﴾

سے، ف۳۰ ﴿١٣﴾ کہو کہ (میں تو بہرحال) اللہ ہی کی عبادت (و بندگی) کرتا رہوں گا اسی کے لئے خالص کر کے اپنے دین کو ف۳۱ ﴿١٤﴾

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ

سو (میرا یہ اعلان سننے کے بعد) تمہاری مرضی کہ تم جس کی چاہو عبادت (و بندگی) کرو اس کے سوا، ف۳۲ کہو کہ حقیقت بہرحال یہی ہے کہ اصل

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

(اور حقیقی) خسارے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے (حق سے منہ موڑ کر) خسارے میں ڈالا ہو گا اپنے آپ کو، اور اپنے تعلق

اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿١٥﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

داروں کو، قیامت کے روز، ف۳۳ آگاہ رہو کہ یہی ہے کھلا ہوا خسارہ (اور نقصان)، ف۳۴ ﴿١٥﴾ ان کے لئے آتش دوزخ کی ہولناک چھتریاں

ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ

ہوں گی، ان کے اوپر سے بھی، اور ان کے نیچے سے بھی، ف۳۵ یہی ہے وہ انجام جس سے اللہ

۲۹ ہٹ دھرم مخالفوں سے بے نیازی اور لاتعلقی کا اظہار و اعلان: سو مسلمانوں کو بشارت دینے کے بعد یہ مخالفوں سے بے نیازی اور لاتعلقی کا اعلان ہے۔ سو پیغمبر کو ہدایت فرمائی گئی کہ اب ان لوگوں کی ناز برداری کی ضرورت نہیں۔ اس لیے ان کو صاف طور پر بتا دو کہ مجھے تو بہرحال یہی حکم ملا ہے کہ میں اللہ ہی کی بندگی کروں۔ اسی کے لیے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔ نیز مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں۔ تا کہ جس کی دعوت میں دوسروں کو دوں اس پر عمل کا نمونہ سب سے پہلے میں خود اپنی ذات سے پیش کروں اور دوسرے میرے اس عملی نمونے کو اپنا کر اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کر سکیں کہ حق و صداقت اور رشد و ہدایت کی راہ اب بہرحال یہی اور صرف یہی ہے۔ سو پیغمبر کے فرضِ منصبی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ جس دین ایمان کی دعوت وہ خلق کو دیتا ہے اسکو سب سے پہلے

قبول کرنے والا بنتا ہے اور وہ اول المومنین اور اول المسلمین ہوتا ہے۔ سو میرا کام اور میرا اعلان تو بہرحال یہی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ دوسرے کیا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اب دوسروں کی مرضی کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

۳۰ **معصیت ونافرمانی کے انجام سے تخویف وتحذیر:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ مجھے اپنے رب کی معصیت ونافرمانی پر ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے"۔ کہ اللہ کا قانون بے لاگ اور سب کے لئے ایک ہے۔ سو اگر مجھے بھی اس کا اس قدر خدشہ ہے تو پھر دوسروں کو سوچنا اور غور کرنا چاہیئے کہ ان کو اس بارے میں کس قدر ڈرنے اور خوف وخدشہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ میں تو اپنے رب کے حکم کی نافرمانی بہرحال نہیں کرسکتا کیونکہ میں اگر ایسے کروں تو مجھے اسکے عذاب کا سخت ڈر ہے۔ اور یہی حکم تمہارے لیے بھی ہے۔ اب تم جو چاہو کرو۔ تمہیں اس کی آزادی اور اختیار ہے۔ نہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ سکتا ہوں اور نہ میں تمہارے ایمان اور ہدایت کا ذمہ دار ہوں کہ میرا کام اور میری اصل ذمہ داری پیغامِ حق وہدایت کو پہنچادینا ہے اور بس۔ اور وہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پورا کردیا۔

۳۱ **عبادت اور اطاعتِ مطلقہ اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے مزید کہو کہ میں تو بہرحال اللہ ہی کی بندگی کرتا رہوں گا"۔ کہ معبودِ برحق وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور ہر قسم کی عبادت وبندگی صرف اسی کا حق ہے۔ سو میں اپنے دین اور اپنی اطاعت کو اللہ ہی کیلئے خالص کر کے اسی کی بندگی کرتا ہوں اور کرتا رہونگا۔ اور یہی دعوت تمہارے لیے بھی ہے۔ سو عبادت وبندگی بھی اللہ وحدہ لاشریک ہی کا حق ہے اور اطاعتِ مطلقہ بھی اسی کا حق ہے کہ اطاعتِ مطلقہ بھی عبادت وبندگی ہی ہے۔ پس یہ سب اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ اس میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہوسکتا، سبحانہ وتعالیٰ

۳۲ **منکرین ومشرکین سے اظہارِ بیزاری کا اعلان:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "میں تو بہرحال اسی وحدہ لاشریک کی عبادت وبندگی کروں گا"۔ اب تم اگر نہیں مانتے تو تم اسکے سوا جس کی چاہے بندگی کرو کہ ہر کسی کو اپنے ارادہ واختیار کی آزادی ہے۔ اور اصل مدار انسان کی اپنی نیت وارادے اور اسکی مرضی واختیار ہی پر ہے۔ سو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ پس تم اسکے سوا جس کی بندگی چاہو کرو مگر اس کا بھگتان تم کو بہرحال بھگتنا ہوگا۔ میں بہرحال تمہارے اس رویے سے قطعی طور پر بری اور بیزار ہوں۔ اس کے بعد بھی اگر تم نے میری بات کو نہ مانا اور راہِ حق وہدایت کو نہ اپنایا تو میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہارا راستہ الگ، میرا الگ۔ اس کے بعد ہم پر تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں۔ تم لوگ اپنے قول قرار کے ذمہ دار ہوؤ گے اور ہم اپنے کے۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہر کسی نے اپنا حساب دینا ہے۔

۳۳ **روزِ قیامت کا خسارہ سب سے بڑا خسارہ -والعیاذ باللہ:** -اس سے واضح فرمادیا گیا کہ سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ قیامت کا خسارہ ہے -والعیاذ باللہ- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "سخت خسارے میں ہیں وہ لوگ جنہوں نے خسارے میں ڈالا ہوگا اپنی جانوں اور مالوں کو قیامت کے دن"۔ سو سب سے بڑا اور حقیقی خسارہ قیامت کے دن کا خسارہ ہے کہ اس روز اس کا یہ خسارہ ونقصان اپنی اصل شکل میں اور پوری طرح ظاہر ومکشوف ہوجائے گا -وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم- سو جن لوگوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو قیامت کے دن کے اس ہولناک خسارے میں مبتلا کیا ہوگا -والعیاذ باللہ العظیم- وہی لوگ اصل اور حقیقی خسارے والے ہونگے کیونکہ اسکے سوا باقی جتنے بھی خسارے ہیں وہ

عارضی اور آنی فانی اور ایسے خسارے ہیں جن کا تدارک کیا جاسکتا ہے۔ اور انکی تلافی ممکن ہوسکتی ہے۔ مگر قیامت کا وہ خسارہ ایسا ہولناک خسارہ ہوگا کہ اسکی تلافی وتدارک کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں ہوگی۔ سو وہ خسارہ دائمی اور ابدی ہوگا۔ سو بڑے ہی بدنصیب اور انتہائی بدبخت ہیں وہ لوگ جو دنیا کی چندروزہ عارضی اور فانی لذتوں کے پیچھے لگ کر اپنی آخرت برباد کردیں۔ والعیاذ باللہ۔ یہاں پر یہ امر بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ یہاں پر۔ ﴿انفسھم﴾۔ کے ساتھ۔ ﴿اھلیھم ﴾۔ کا اضافہ بھی فرمایا گیا ہے جس سے اس اہم حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص پر اپنی ذات کے ساتھ اپنے اہل و عیال کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی مشہور اصولی حدیث میں ارشاد فرمایا گیا۔ '' کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ ''۔ پس انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے اہل وعیال اور اپنے ماتحتوں کی نجات کی بھی فکر وکوشش کرے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید،

۳۴ **حقیقی خسارے کی نشاندہی۔ والعیاذ باللہ:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور ''الا'' کے حرفِ تنبیہ وتخصیص کے ساتھ فرمایا گیا کہ ''آگاہ رہو کہ یہی ہے کھلا ہوا خسارہ''۔ جس جیسا دوسرا کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا۔ اور جس کی تلافی وتدارک کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ ابنائے دنیا چونکہ دنیا کی عارضی لذتوں پر ریجھے ہوئے ہیں اور دنیا کی چہل پہل اور چمک دمک انکی آنکھوں کو خیرہ کیے ہوئے ہے۔ اسکے وقتی مفادات اور عارضی فائدے ہی سب کچھ ہیں اس لیے آخرت کے نفع ونقصان کی بات کا ایسے لوگوں کے دل و دماغ میں اترنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اسی لیے یہاں پر ''الا'' کا حرفِ تنبیہ لاکر خبردار فرمادیا گیا ہے کہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ تسلیم کرے یا نہ کرے۔ حق اور حقیقت بہرحال یہی ہے کہ آخرت کا وہ خسارہ ہی سب سے بڑا اور ہولناک خسارہ اور خسرانِ مبین ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اس لیے سب سے بڑے اور سب سے ہولناک خسارے کی تشخیص وتعیین اور اسکی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ آخرت کا یہ خسارہ ہی سب سے بڑا اور کھلا ہوا خسارہ ہے۔ جس جیسا کوئی دوسرا خسارہ نہ ہے، نہ ہوسکتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم ۔

۳۵ **عذابِ دوزخ کی ہولناکی کی ایک تصویر کا ذکروبیان، والعیاذ باللہ:** ۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ دوزخیوں کیلئے ان کے نیچے بھی آگ ہوگی اور اوپر بھی آگ ہوگی۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس انتہائی ہولناک عذاب سے خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ان کے لیے آگ کی چھتریاں ہونگی انکے نیچے سے بھی اور انکے اوپر سے بھی''۔ سو آتشِ دوزخ کی ان ہولناک چھتریوں اور تہ بہ تہ طبقوں نے ان کو نیچے اور اوپر ہر طرف سے گھیر رکھا ہوگا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿لَھُمْ مِّنْ جَھَنَّمَ مِھَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِھِمْ غَوَاشٍ﴾ الایة (الاعراف:۴۱)۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ۔ سو اس میں آخرت کے اس ہولناک خسارے کا ایک منظر پیش فرمادیا گیا اور بتادیا گیا کہ یہ ہے وہ ہولناک انجام جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا اور خبردار کرتا ہے۔ سو یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے جسکو یونہی مذاق میں اڑادیا جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اس لیے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ہے وہ چیز جس سے اللہ اس کے اپنے بندوں کو خبردار کرتا ہے اور پھر انتہائی پرسوز انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہ بڑی ہی سخت چیز ہے۔ پس تم اس سے بچو اے میرے بندو!۔ اللہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین۔

اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ

ڈراتا ہے اپنے بندوں کو (اپنی رحمت و عنایت سے،) ف ۳۶ اے میرے بندو تم مجھ ہی سے ڈرو، ف ۳۷ ﴿۱۶﴾ اور اس کے برعکس جو لوگ

اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى

بچتے ہیں طاغوت کی پوجا (و بندگی) سے، ف ۳۸ اور وہ (صدق دل سے) رجوع کئے رہتے ہیں

اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ

اللہ کی طرف، ان کے لئے بڑی خوشخبری ہے، سو خوشخبری سنا دو میرے ان بندوں کو، ف ۳۹ ﴿۱۷﴾ جو

۳۶ عذابِ دوزخ سے تخویف وتحذیر کا ذکر وبیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہی ہے وہ ہولناک انجام جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے"۔ تاکہ وہ ایمان اور عملِ صالح کے ذریعے آج اس سے بچنے کی فکر اور کوشش کر سکیں۔ قبل اس سے کہ حیاتِ دنیا کی یہ فرصتِ محدود جو آج ان کو میسر ہے ان کے ہاتھ سے نکل جائے اور اسکے نتیجے میں انکو ہمیشہ پچھتانا پڑے کہ پھر اس کے بعد اس کے لئے نہ کوئی موقع ہو گا نہ امکان- وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ وَهُوَ الْمُيَسِّرُ لِكُلِّ عَسِيْرٍ - بہرکیف اس سے دوزخ کے اس انتہائی ہولناک عذاب کی تصویر پیش فرمائی گئی ہے اور پھر اس سے ڈرایا اور خبردار کیا گیا ہے تاکہ لوگ اس سے بچنے کی فکر و کوشش کر سکیں اور دوزخ کی اسی ہولناکی کو دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا گیا ہے -﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾- (العنکبوت:۵۵)۔اور ایک اور مقام پر اس کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے -﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾- (الاعراف:۴۱) - والعیاذ باللہ- اللہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین یارب العالمین

۳۷ عذابِ دوزخ سے نجات کا ذریعہ تقوی و پرہیز گاری: -سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ عذابِ دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ تقوی و پرہیز گاری ہے۔ پس یہ عذابِ دوزخ سے تنبیہ وتحذیر کے لیے ایک پُر سوز انداز کا خطاب وارشاد ہے۔سو غفلت کے ماروں کی تنبیہ وتحذیر کے لیے ایک نہایت ہی پُر سوز انداز میں فرمایا گیا "اے میرے بندو پس تم سب مجھ ہی سے ڈرو"۔ کہ اسی میں تمہارا بھلا ہے۔ دنیا کی اس محدود و مختصر زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی -فَاِيَّاهُ نَسْاَلُ لِذٰلِكَ التَّوْفِيْقَ وَالسَّدَادَ وَالثَّبَاتَ- سو تقوی و پرہیز گاری ہی کے ذریعے انسان اس ہولناک انجام اور دوزخ کی اس خوفناک آگ سے بچ سکتا ہے۔ پس ہمیشہ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ ہمارا وہ خالق و مالک ہم سے ناراض نہ ہو جائے- وباللہ التوفیق- بہرکیف غافلوں کی تنبیہ وتحذیر کے لیے حضرتِ حق -جَلَّ مَجْدُهٗ- کی طرف سے یہ ایک بڑا ہی پُر سوز انداز ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو مخاطب فرمایا ہے جو کہ اس کی رحمتِ بے پایاں کا ایک عظیم مظہر ہے - اللھم یا مالک الملک فھذہ نواصینا بین یدیک فخذنا بھا الی ما فیہ حبک و رضاک، بکلِّ حالٍ من الاَحْوالِ و فی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ، یا ذا الجلال والاکرام - اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے- اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین

۳۸ **مفلحین کی پہلی صفت، بندگیٔ طاغوت سے اجتناب:** - سو "خاسرین" کے مقابلے میں "مفلحین" کی صفات کے بیان کے سلسلے میں پہلی صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ وہ لوگ بچتے رہے طاغوت کی بندگی سے۔ "طاغوت" اصل میں "طغیان" سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ جیسے "رحمت" سے "رحموت" اور "عظمت" سے "عظموت" وغیرہ۔ (ابوالسعود، ابن کثیر اور روح وغیرہ)۔ اور یہ غیر اللہ کے لیے ایک جامع تعبیر ہے۔ اسی لئے اس کے معنیٰ میں کہا گیا ہے۔ "کُلُّ مَا عُبِدَ مِنْ دُوْنَ اللّٰهِ"۔ یعنی اللہ پاک کے سوا جس کی بھی پوجا کی گئی ہو وہ "طاغوت" ہے۔ بشرطیکہ اس کی رضا اس میں شامل ہو اگر وہ صاحبِ ارادہ ہو۔ کہ عبادت و بندگی اللہ وحدہ لاشریک ہی کا حق ہے۔ اس کے سوا کسی کی بھی عبادت و بندگی بجالانا بڑی سرکشی اور طغیان ہے۔ اور چونکہ اس جرمِ عظیم کا اصل اور سب سے بڑا محرک ابلیسِ لعین ہی ہوتا ہے اس لئے عام طور پر طاغوت سے شیطان ہی مراد لیا جاتا ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا مظہر چونکہ بت پرستی ہے جو کہ اصل میں شیطان ہی کے اِغواء و اِضلال سے کی جاتی ہے اس لئے اس سے بت اور بتوں کی پوجا و پرستش بھی مراد لی گئی ہے۔ اپنے معنوی عموم کے لحاظ سے یہ لفظ ان سب ہی صورتوں کو شامل ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انسان طاغوت کی پوجا سے بچے اور اسکا انکار کرے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے تصریح فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ الاية (البقرۃ:۲۵۶)۔ سو طاغوت عام ہے کہ خواہ مصنوعی بت اور مورتیاں ہوں یا جنات و شیاطین یا وہ لوگ جو دوسروں کو اللہ کی عبادت و بندگی اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے برگشتہ کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر موقع پر اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۳۹ **مفلحین کی دوسری صفت انابت ورجوع الی اللہ:** - سو ان کی دوسری صفت کے بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ رجوع کیے رہے اللہ کی طرف"۔ اس کے سوا سب سے منہ موڑ کر کہ حاجت روا و مشکل کشا اور امیدوں و آرزوؤں کا مرکز و مرجع وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو انابت ورجوع الی اللہ ایک ایسی عظیم الشان صفت ہے جو انسان کو اس صحیح راہ پر ڈال دیتی ہے جو اس کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے ہمکنار و سرفراز کرنے والی عظیم الشان راہ ہے۔ سو یہ مفلحین کی دوسری اہم صفت ہے جس کو یہاں بیان فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کے لیے خوشخبری ہے یعنی ان کی ان اور ان عمدہ خصال وصفات کی بنا پر۔ سو ان ارشادات سے ایک تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کی اصل قدر و قیمت اس کی ایمان ویقین، اخلاق وصفات اور اس کے عمل و کردار سے ہے نہ کہ دوسرے مصنوعی فوارق پر۔ اور دوسری حقیقت یہ واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کے صلاح و فساد اور بناؤ بگاڑ کا اصل تعلق اس کے قلب و باطن سے ہے نہ کہ محض ظواہر و مظاہر پر۔ جیسا کہ بہت سے ظاہر پرست لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اور تیسری طرف اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہی کہ اس کی باطنی صفات و خصال میں اصل اہمیت ان ہی دو صفتوں کی ہے۔ یعنی بندگی طاغوت سے احتراز و اجتناب اور اللہ تعالیٰ کی طرف انابت ورجوع کہ انہی دو بنیادی صفتوں کی بنا پر وہ فیضانِ خداوندی سے سرفراز و بہرہ ور ہوتا ہے۔ اور اس کی رحمتوں اور عنایتوں کا مستحق بنتا ہے کہ اسکے یہاں اصل قدر و قیمت ایمان و کردار ہی کی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید بکلِّ حالٍ مّن الاحوال۔

يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ

غور سے سنتے ہیں ہماری بات کو، ف۴۰ پھر وہ پیروی کرتے ہیں اس کے بہترین پہلو کی، ف۴۱ یہی ہیں

الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

وہ لوگ جن کو اللہ نے نوازا ہدایت (کی دولت) سے اور یہی ہیں عقولِ سلیمہ رکھنے والے (خوش نصیب،) ف۴۲ ﴿۱۸﴾

۴۰ بات کو غور سے سننا ایک اہم اور عمدہ صفت: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو بات کو غور سے سنتے ہیں"۔تا کہ یہ حق کو صحیح طور پر سمجھ کر صدقِ دل سے اپنا سکیں۔ کیونکہ کسی بھی کلام کو سمجھنے اور اسکے حقیقی مطلب تک رسائی کیلئے اولین تقاضا اور بنیادی شرط یہ ہے کہ اسکو غور اور توجہ سے سنا جائے۔ بہرکیف ان خوش نصیب لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ایسے لوگ نہیں ہوتے کہ جب انکے سامنے حق وہدایت کی بات پیش کی جائے تو یہ لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں اور بولنے والے کا منہ نوچنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ بلکہ یہ بات کو غور سے سنتے ہیں تا کہ یہ حق و باطل اور صحیح و غلط کے درمیان فرق و تمیز کر سکیں اور اس کے بعد حق کو اپنا سکیں۔تا کہ اس کے فوائد و ثمرات سے مستفید و فیضیاب ہو سکیں۔سو حق بات کو سننا اور ماننا یعنی سمع وطاعت، اصلاحِ احوال کے لیے ایک اہم اور بنیادی صفت اور دینِ حنیف کا ایک اہم اور رفیع مطلب ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید

۴۱ حق کی پیروی کرنا ایک اور اہم صفت: ۔سو ان سلیم الفطرت لوگوں کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر وہ پیروی کرتے ہیں اسکے بہترین پہلو کی"۔ان لوگوں کے برعکس جو کہ کجی اور ٹیڑھے پن کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم جَلَّ وَ عَلَا ۔ سو ایسے لوگ کلامِ حق کو صحیح طور پر اور پوری توجہ سے سنتے ہیں اور اسکے صحیح پہلو کو اپنا کر گوہر مطلوب سے سرفراز و بہرہ ور ہوتے ہیں۔سو اس ارشاد میں "خاسرین" کے مقابلے میں "مصلحین" اور "فائزین" کی صفات کو واضح فرما دیا گیا۔ وباللہ التوفیق۔ اور احسن کی اتباع و پیروی میں دو باتیں آجاتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ غور سے سننے کے بعد احسن اور اچھے کلام کو لے لیتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہوتا ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔اور دوسرا مفہوم و مطلب اس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ عمدہ کلام کی پیروی بھی اسکے اچھے پہلو اور اچھے مفہوم و مطلب کے اعتبار سے کرتے ہیں نہ کہ اس کا غلط مطلب نکال کر جس طرح غلط کار اور اوندھے مزاج کے لوگوں کا حال ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۴۲ عقلِ سلیم رکھنے والوں کی نشاندہی: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہی لوگ ہیں جو ہدایت کی دولت سے سرفراز ہوئے اور یہی ہیں عقلِ سلیم رکھنے والے۔ خوش نصیب۔ لوگ"۔ جو کہ کفر و شرک اور زیغ و ضلال وغیرہ کی کدورات اور اوساخ سے سالم و محفوظ ہوتے ہیں۔ سو ایسے ہی لوگ کفر و شرک کے اندھیروں سے محفوظ ہوتے ہیں۔اور یہی ہیں جو خداوندِ قدوس کی تذکیر و یاد دہانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر آیت نمبر ۸ میں ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ الآیۃ۔ جبکہ میلی اور زنگ آلود عقلیں اس شان سے عاری اور محروم ہوتی ہیں۔ وہ حق کو حق سمجھنے کی اہلیت و صلاحیت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ایسی میلی اور زنگ آلود عقلوں کا راہِ حق و ہدایت میں کوئی وزن و اعتبار نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۖ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ

کیا جس شخص پر پکی ہو چکی ہو بات عذاب کی، تو کیا آپ (اس کو نواز سکتے ہیں ہدایت کی دولت سے؟ اور کیا آپ) بچا سکتے ہیں اس کو

مَنْ فِي النَّارِ ﴿١٩﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ

جو پڑا ہو (دوزخ کی) اس ہولناک آگ میں ف۴۳ ﴿۱۹﴾ لیکن جو لوگ ڈرتے رہے ہوں گے اپنے رب سے، ان کیلئے منزل پر

مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ

منزل بنی ہوئی ایسی عالی شان عمارتیں ہوں گی، جن کے نیچے سے بہہ رہی ہوں گی طرح طرح کی عظیم الشان نہریں، ف۴۴

وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ﴿٢٠﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ

اللہ کے فرمائے گئے وعدہ کے مطابق، (اور) اللہ کبھی خلاف ورزی نہیں فرماتا اپنے وعدے کی، ف۴۵ ﴿۲۰﴾ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ

(کس حیرت انگیز نظام کے تحت) اتارتا ہے آسمان سے پانی، پھر اس کو چلا دیتا ہے وہ زمین کے اندر سوتوں، چشموں، اور دریاؤں کی شکل

يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا

میں، ف۴۶ پھر اس کے ذریعے وہ نکالتا ہے (قسما قسم کی) رنگا رنگ کھیتیاں، ف۴۷ آخر میں وہ (لہلہاتی) کھیتیاں ایسی سوکھ جاتی ہیں

ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي

کہ تم ان کو زرد پڑی ہوئی دیکھتے ہو، آخر کار اللہ تعالیٰ اس کو چورا چورا کر کے رکھ دیتا ہے، ف۴۸ بے شک اس میں بڑی بھاری نصیحت (اور یاد دہانی کا

الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾ أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ع ۲ ۱۲ ۱۶

سامان) ہے عقول سلیمہ رکھنے والوں کیلئے، ف۴۹ ﴿۲۱﴾ تو کیا جس کا سینہ اللہ نے کھول دیا ہو اسلام (کی حقانیت) کے لئے، جس کے باعث وہ

ف۴۳ محروم اور بدبخت لوگوں کی نشاندہی، والعیاذ باللہ:- سو اس کے برعکس جو لوگ خدا کے قانونِ عذاب کی زد میں آئے ہوئے ہیں ان کے بارے میں فرمایا "کیا آپ اسکو بچا سکتے ہیں جو دوزخ میں پڑا ہو؟"۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں کہ ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں تو پھر آپ ان کے افسوس میں اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں- ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ﴾- سو اس میں پیغمبر کیلئے تسلی ہے کہ یہ لوگ تو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر دوزخ کی آگ

میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ خداوندِ قدوس کے قانونِ عذاب کی زد میں آئے ہوئے ہیں۔ دنیا کے دار الامتحان میں آج یہ آگ انکو نظر نہیں آرہی لیکن کل قیامت کے یومِ حساب میں یہ آگ سب کے سامنے آجائے گی۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس ارشاد سے ان محروم اور بد بخت لوگوں کی نشاندہی فرما دی گئی جو اللہ تعالیٰ کے قانونِ عذاب کی زد میں آئے ہیں اور جو فی الواقع عذاب میں پڑے ہیں اپنے کفر و انکار اور محرومی و بے دینی کی بنا پر۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یا ارحم الراحمین

۲۴ **پرہیزگاروں کے مآل و انجام کا ذکر و بیان:** ۔ سو کفار و اشرار کے انجام کو بیان کرنے کے بعد اب متقی لوگوں کا انجام بیان فرمایا گیا ہے جو اس نے اپنے ایماندار بندوں کے ساتھ اپنے انبیاء و رسل کے ذریعے فرمایا ہے۔ اور اللہ اپنے وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں فرماتا۔ اس لیے اسکا وعدہ بہر حال پورا ہوگا اور وہ اہلِ ایمان کو جنت کی ان عظیم الشان نعمتوں سے ضرور نوازے گا۔ اس لیے اہلِ ایمان کو چاہیئے کہ وہ ان صفات کو اپنے اندر راسخ کریں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فضل و کرم سے سرفراز فرمانے کیلئے ضروری قرار دیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔ سو ان متقی لوگوں کے مآل اور انجام کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان کے لیے آراستہ بالا خانے ہونگے۔ اور ان بالا خانوں کے اوپر بھی بالا خانے ہونگے اور بالا خانوں کے نیچے سے طرح طرح کی عظیم الشان نہریں بہ رہی ہونگی۔ سو یہ آخرت کی اس ابدی اور حقیقی بادشاہی کا ایک ہلکا سا تصور ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، و یا ارحم الراحمین

۲۵ **اللہ تعالیٰ کا وعدہ بہر حال پورا ہوگا:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ کبھی خلاف ورزی نہیں فرماتا اپنے وعدے کی"۔ اس لیے اس کا وعدہ بہر حال پورا ہو کر رہے گا۔ سو وہ تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی کبھی نہیں فرماتا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کے وعدوں کا حق دار بننے کے لئے جن خصال و صفات کی ضرورت ہے وہ کس میں پائی جاتی ہیں اور ان پر پورا کون اترتا ہے۔ لہذا فکر اس کی کرنے کی ضرورت ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اہلِ خیر اور اہلِ شر دونوں سے جس انجام کا وعدہ فرمایا ہے وہ بہر حال پورا ہو کر رہے گا۔ اور ویسے ہی جیسے اس ربِّ ذوالجلال نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہلِ تقویٰ جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفراز ہونگے اور انکو ہمیشہ کیلئے وہاں رہنا نصیب ہوگا۔ اللہ ہمیں انہی میں سے کرے۔ آمین۔ اور اہلِ کفر و باطل کو دوزخ کے ہولناک عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا۔ والعیاذُ باللہ العزیز الغفار۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۲۶ **پانی کی نعمت اور اس کے نہایت پُر حکمت نظام میں سامانِ غور و فکر:** ۔ سو قدرت نے مخلوق کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لیے پانی کو زمین میں محفوظ رکھنے کیلئے نہایت ہی پر حکمت نظام قائم فرمایا ہے جس میں بڑے درسہائے عبرت و بصیرت ہیں۔ "یَنَابِیعَ" جو کہ "یَنْبُوْعٌ" کی جمع ہے اس کا اطلاق لغت کے اعتبار سے ان تینوں معنوں پر ہوتا ہے جن کا ذکر ہم نے ترجمہ کے اندر کیا ہے۔ اس لئے ہم نے اپنے ترجمہ کے اندر ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی بجائے تینوں کو ذکر کر دیا ہے۔ سو اس لحاظ سے اگر اسی ایک لفظ پر صحیح طریقے سے غور کر لیا جائے تو حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُهٗ۔ کی قدرت و حکمت کے عجائب نظر آئیں گے اور اس میں معانی و مطالب اور عبر و عظات کی ایک ایسی دنیا مستور ہے کہ اس سے راہِ حق و ہدایت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس سے حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُهٗ۔ کی قدرتِ مطلقہ، حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ کے عظیم الشان مظاہر سامنے آتے ہیں۔ اور یہیں سے یہ امر بھی پوری طرح واضح ہو کر اور نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور ہر صاحبِ فکر و بصیرت کے

دامنِ دل و دماغ کو جھنجھوڑتا اور اس کو دعوت غور و فکر دیتا ہے کہ جس خالقِ کل اور قادرِ مطلق -سبحانہ وتعالیٰ- نے انسان کی ظاہری، مادی اور جسمانی ضروریات کی تحصیل و تکمیل کے لئے اس قدر حیرت انگیز اور حکمتوں بھرا انتظام فرمایا ہے کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی روحانی اور معنوی ضروریات کی تحصیل و تکمیل کا کوئی انتظام نہ فرمائے؟ جبکہ اصل مقصود بھی وہی ہیں۔ اور انسان کی سعادت و نجات اور فوز و فلاح کا مدار و انحصار بھی اصل میں انہی پر ہے۔ اور انسان کی اصل قدر و قیمت بھی انہی پر موقوف ہے۔ سو اس خدائے مہربان نے تمہاری روحانی اور معنوی ضرویارت کے لئے بھی عظیم الشان انتظام فرمایا ہے۔ ایک طرف تو اس نے انسان کو عقل کے اس عظیم الشان جوہر سے نوازا ہے جس کی بنا پر اس کو باقی تمام مخلوقات پر تفوق و امتیاز حاصل ہو گیا ہے۔ اور پھر کائنات کی حکمتوں بھری یہ عظیم الشان اور کھلی کتاب اس کے سامنے رکھ دی ہے کہ اس میں غور و فکر سے کام لے کر وہ اپنے رب اور اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرے۔ اور دوسری طرف اس مہربانِ مطلق نے اپنے انبیائے کرام کی بعثت اور اپنی کتابوں اور ہدایات کو اتارنے کا عظیم الشان، نہایت پاکیزہ اور انتہائی مقدس سلسلہ قائم فرمایا۔ اور جس کی تکمیل اس نے امام الانبیاء و الرسل حضرت محمد -صلی اللہ علیہ وسلم- کی بعثت اور اکمل الکتب قرآنِ حکیم کے انزال سے فرما دی جو کہ -﴿ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾- کی شانِ رفیع کی حامل و امین اور قیامت تک راہِ حق و ہدایت کی کفیل و ضامن کتاب ہے۔ سو اس سے اور اس کی مقدس تعلیمات سے منہ موڑنا جہاں سخت ظلم اور انتہائی بے انصافی ہے وہاں یہ طرزِ عمل انسانیت کے لئے بھی باعثِ ہلاکت و تباہی ہے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - سو عقل و فکر اور ہوش و خرد کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کتابِ حکیم کی ہدایت و تعلیمات سے سرفراز و فیضیاب ہو کر اپنے لیے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کرے - وباللہ التوفیق لمايُحِبُّ و يريد، وعلى مايُحِبُّ ويريد - اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق پر قائم اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۲۷ قسما قسم کی پیداواروں میں سامانِ غور و فکر: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''پھر وہ اسکے ذریعے نکالتا ہے قسما قسم کی رنگارنگ کھیتیاں''۔ جن کے رنگ مختلف، شکلیں مختلف، فوائد اور مزے مختلف اور جن سے تم لوگ طرح طرح کے فائدے اٹھاتے اور قسما قسم کے مزے لیتے ہو۔ سو کس قدر ظلم اور کتنی بے انصافی ہو گی کہ اس کے باوجود یہ انسان اپنے اسی خالق و مالک اور اس وہابِ مطلق رب کریم کو بھول جائے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - یہاں پر اس آیتِ کریمہ میں -﴿ يخرج به ﴾- کی تصریح سے یہ واضح فرما دیا گیا ہے کہ بارش کے اترنے کے بعد زمین کے اندر سے ان طرح طرح کی پیداواروں اور قسما قسم کی کھیتیوں اور انگوریوں کا نکل آنا بھی از خود نہیں ہوتا بلکہ یہ سب کچھ بھی اسی قادرِ مطلق کی قدرتِ مطلقہ، حکمتِ بالغہ اور عنایتِ شاملہ ہی سے ہوتا ہے۔ لیکن انسان کی یہ کوتاہ نظری ہے کہ اسکی نگاہیں ظاہری اسباب ہی میں اٹک کر رہ جاتی ہیں - والعیاذُ باللہ العظیم - اور وہ ان ظواہر و مظاہر کے پیچھے کارفرما دستِ قدرت کو نہیں دیکھتا۔ اور نہ اس کے بارے میں غور و فکر سے کام لیتا ہے - الا ماشاء اللہ - سو اس ساری کارستانی میں بڑے بڑے درسہائے عبرت و بصیرت ہیں۔ مثلاً یہ کہ آسمان اور زمین کے اس باہمی تعامل و توافق سے جہاں حضرتِ خالق -جَلَّ مَجْدُهُ- کے وجود باجود اور اسکی بے پایاں قدرت و حکمت اور اس کی رحمت و عنایت کا پتہ چلتا ہے وہیں اس سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آسمان و زمین کی اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور اس میں حاکم و متصرف ایک ہی ہے۔ اور اس سب میں ایک ہی ارادہ و حکم کارفرما ہے۔ ورنہ یہ انتہائی پر حکمت اور حیرت انگیز نظام کبھی نہ چل سکتا۔ سو یہ توحید اور وحدانیتِ خداوندی کی ایک جلی اور واضح دلیل ہے۔ اسی طرح یہ اِمکانِ بعث و قیامت اور ضرورتِ بعث و قیامت کی بھی قطعی

دلیل ہے۔ ﴿اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ﴾۔ والحمدللہ جل وعلا

۲۸ کھیتی کے انجام سے ایک عظیم الشان درسِ عبرت:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر وہ لہلہاتی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں۔ پھر تم ان کو زرد پڑا دیکھتے ہو۔ پھر وہ ان کو چورا چورا کر دیتا ہے"۔ سو اسی پر قیاس کر لو تم لوگ اپنی دنیوی زندگی کی اس ریل پیل اور چہل پہل کو جو آج تمہاری نگاہوں کو چکا چوند کئے دے رہی ہے۔ سو اس کا انجام بھی بالآخر وہی ہونا ہے جو ہری بھری کھیتی کا ہوتا ہے۔ اصل اور حقیقی زندگی وہ ہے جو اس دنیوی زندگی کے بعد آئے گی۔ لہٰذا اصل فکر و کوشش اسی ابدی زندگی کو بنانے سنوارنے کے لئے کرنی چاہیئے۔ یہی تقاضا ہے عقلِ سلیم اور فطرتِ صحیحہ کا۔ وباللہ التوفیق۔ سو عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم کے مالک لوگوں کیلئے قسما قسم کی ان فصلوں اور رنگ برنگی پیداواروں میں دنیا کی فنا اور بے ثباتی کیلئے ایک عظیم الشان درسِ عبرت و بصیرت ہے۔ اور ہر سال اور ہر موسم میں اور ہمیشہ پیش آنے والے یہ مناظرِ فطرت انسان کو ہمیشہ یہ درس ہائے عبرت و بصیرت دیتے اور اسکو جھنجھوڑتے ہیں کہ وہ بیدار ہوجائے اور اپنی زندگی کے حال اور مآل کو پہچانے۔ اور راہِ حق و صواب کو اپنا کر خود اپنے لیے بھلے کا سامان کرے۔ لیکن انسان ہے کہ وہ پھر بھی خوابِ غفلت میں پڑا ہے، اور وہ خواہشات بطن و خرج کے تقاضوں کی تحصیل و تکمیل کے سوا اور کسی چیز کی طرف توجہ کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ تو پھر ایسوں کو نورِ حق و ہدایت کی دولت نصیب ہو تو کیسے اور کیونکر؟۔ والعیاذُ باللّٰہ جَلَّ وَ عَلَا بکلِ حالٍ مِّن الاحوالِ۔

۲۹ عقولِ سلیمہ والوں کے لیے عظیم الشان تذکیر و یاددہانی:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نصیحت ہے عقولِ سلیمہ رکھنے والوں کیلئے"۔ جن کی عقلیں سلامت و محفوظ ہیں ہر طرح کے زیغ و ضلال اور میول و اہواء اور خواہشاتِ نفس کی کدورات سے کہ ایسے لوگ ایک طرف تو ان چیزوں سے ان کے خالق کی عظمت اور قدرتِ مطلقہ پر استدلال کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ اس کی ان بے پایاں رحمتوں اور عنایتوں میں غور و فکر سے کام لے کر اس کی حمد و ثنا سے رطب اللسان ہو جاتے ہیں اور دل و جان سے اس واہبِ مطلق کے حضور جھک جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنے خالق و مالک کی بخشی ہوئی ان نعمتوں سے اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کرتے ہیں۔ اور تیسری طرف انہی چیزوں اور ان کے طرح طرح کے فوائد و منافع کو دیکھ کر وہ لوگ اس کائنات کی مقصدیت کا سراغ بھی لگا لیتے ہیں اور بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔ ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا﴾ الآیۃ۔ اور چوتھی طرف ایسے حضرات اس سے اس دنیوی زندگی کی فنا و بے ثباتی کا درس لے کر اپنی آخرت کی حقیقی اور ابدی زندگی کے لئے تیاری کرتے اور اسی کو مقصدِ حیات اور مطمحِ نظر بناتے ہیں۔ جبکہ عقولِ سلیمہ سے محروم لوگ ان تمام پہلوؤں سے یکسر غافل اپنی آخرت و انجام سے بے فکر و بے خبر، حیوانوں کی طرح کھاتے پیتے اور خواہشاتِ نفس کی تحصیل و تکمیل میں لگے ہوئے دوزخ کی ہولناک آگ اور دائمی تباہی کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ ﴿یَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًی لَّهُمْ﴾ (محمد۔۱۲)۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ کچھ عقل کے اندھے ایسے بھی ہوتے ہیں جو قدرت کے ان عظیم الشان مظاہر سے اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرنے کی بجائے الٹا انہی کے آگے جھک کر اور انہی کی پوجا میں لگ کر اپنے آپ کو ہلاکت و تباہی کے ہولناک گڑھے میں ڈالتے ہیں۔ اور اس طرح وہ انسانیت کے منصبِ شرف سے گر کر اسفل السافلین کے حضیضِ مذلت میں پہنچ جاتے ہیں جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ

ایک عظیم الشان نور پر قائم ہو اپنے رب کی طرف سے، ف۵۰ (تو کیا ایسا شخص اور وہ سنگ دل انسان باہم برابر ہو سکتے ہیں؟ جو اس نور سے

مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ

محروم ہو؟) سو بڑی خرابی (اور ہلاکت) ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل سخت (اور محروم) ہو گئے اللہ کے ذکر (اور اس کی یاد دلشاد)

نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖۗ تَقْشَعِرُّ

سے، ف۵۱ ایسے لوگ پڑے ہیں کھلی گمراہی میں، ﴿۲۲﴾ اللہ ہی نے نازل فرمایا ہے سب سے عمدہ کلام ایک ایسی عظیم الشان کتاب کی شکل میں جو باہم

مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ

ملتی جلتی ف۵۲ دوہرے بیان والی ہے ف۵۳ جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے، ف۵۴ پھر نرم ہو جاتے

وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ

ہیں ان کے بدن، اور موم ہو کر جھک پڑتے ہیں ان کے دل، اللہ کے ذکر کی طرف، ف۵۵ یہ ہے اللہ کی ہدایت جس کے ذریعے وہ راہنمائی

۵۰ شرحِ صدر کی نعمت اور اس کے صلہ و ثمرہ کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بھلا جس کا سینہ اللہ نے کھول دیا ہو اسلام کے لیے جس کے نتیجے میں وہ اپنے رب کی طرف سے ملنے والے ایک عظیم الشان نور پر قائم ہو"۔ یعنی ایمان و یقین کے اس عظیم الشان اور بے مثل نور پر جس سے اس کے قلب و باطن کی دنیا روشن و منور ہو چکی ہو اور جس کی بنیاد پر اس کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی تعلیماتِ مقدسہ کے نورِ مبین سے استفادے کی توفیق و سعادت نصیب ہو گئی ہو۔ اور اس طرح وہ نورٌ علیٰ نورٌ کے شرف سے مشرف ہو گیا ہو اور جس کے نتیجے میں وہ ہر قدم صاف اور کھلی روشنی میں اٹھاتا ہو۔ تو کیا ایسا شخص اور دوسرا وہ شخص جو اس کے بالکل برعکس ہو ایک برابر ہو سکتے ہیں؟ جب نہیں اور یقیناً اور ہرگز نہیں تو پھر ان دونوں قسم کے لوگوں کا انجام آخر ایک برابر کس طرح ہو سکتا ہے؟ سو ان دونوں کے انجام کے درمیان فرق و تمیز کے ظہور کے لئے "یوم الدین"۔ "بدلے کے دن" کا ہونا ضروری ہے۔ پس فیصلے کا وہ دن بہر حال بپا ہو کر رہے گا تا کہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں اور بدرجہ تمام و کمال پورے ہو سکیں۔ اور ہر کسی کو اسکے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ ملے۔ اور اس طرح اس دنیا کی تخلیق اور اسکے وجود کی حکمت متحقق ہو سکے۔ سو شرحِ صدر کی نعمت ایک عظیم الشان نعمت ہے جس سے سرفرازی کے بعد انسان کا باطن ایسا منور و معمور ہو جاتا ہے کہ اس کو ہر وقت باطن کے نور و سرور سے سرفرازی نصیب ہوتی رہتی ہے اور اس کا ہر قدم کھلی روشنی میں اور صحیح سمت میں اٹھتا ہے۔ جبکہ اس سے محروم لوگ طرح طرح کے اندھیروں میں ڈوبے پڑے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ﴿اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ

لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ﴾ الآیۃ۔ (الانعام:۱۲۳) سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ نورِ ایمان سے سرفراز شخص زندہ اور اس کا باطن منور و معمور ہوتا ہے۔ جبکہ اس سے محروم شخص مردہ اور اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے خواہ وہ اپنے آپ کو کتنا ہی کچھ کیوں نہ سمجھتا ہو۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر قائم و ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین

۵۱ قسوتِ قلوب محرومی کی جڑ بنیاد:۔ والعیاذُ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بڑی خرابی اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جنکے دل سخت اور غافل ہیں اللہ کی یاد سے" اور جب اس کا ذکر اور اس کی یاد دلشاد ہی اصل میں روحوں کی غذا، دلوں کی قوت اور انسانوں کی زندگی ہے تو پھر اس سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے۔ وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ اسی لئے حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے قسوتِ قلب سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کہ جب اللہ پاک کسی قوم سے ناراض ہوتا ہے تو ان سے اپنی رحمت کو چھین لیتا ہے۔ (خازن، مراغی وغیرہ)۔ وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ نیز اس میں دوسرا احتمال جیسا کہ بعض اہلِ علم نے اسکی تصریح کی ہے یہ بھی ہے کہ ذکر اللہ سے یہاں پر مراد تذکیر اللہ ہے۔ یعنی ان لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کی تذکیر و یاد دہانی کے باوجود نہیں پسیجتے کہ انہوں نے اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اپنی فطری صلاحیتوں کو اس طرح ضائع کر دیا اور اپنے دلوں کو انہوں نے ایسا پتھر بنا دیا کہ حق و ہدایت کی بات انکے اندر کوئی اثر ہی نہیں کرتی۔ سو ایسوں کیلئے بڑی ہی خرابی اور ہلاکت ہے کہ انہوں نے رات کے اندھیرے میں ٹھوکر نہیں کھائی بلکہ انہوں نے دن کے اجالے میں اور جان بوجھ کر راہِ حق و ہدایت سے منہ موڑا اور جان بوجھ کر ہلاکت و تباہی کے ہولناک گڑھے میں چھلانگ لگائی۔ سو یہ لوگ کھلی گمراہی میں ڈوبے پڑے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۵۲ کتاب متشابہ سے مقصود و مراد؟:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی عظیم الشان کتاب تاری جو "متشابہ" یعنی باہم ملتی جلتی ہے"۔ صداقت و حقانیت میں۔ فصاحت و بلاغت میں اور قوت و تاثیر میں۔ اور اس طرح کہ جس طرح پانی اور ہوا کے اجزا باہم مشابہ ہوتے ہیں۔ (المراغی وغیرہ)۔ سو غور و فکر کے ساتھ دیکھنے میں اسکی آیاتِ بینات میں اول سے لیکر آخر تک ایک ہی عظمتِ شان، جلالتِ قدر اور روعتِ بیان کا جلال اور دبدبہ نظر آئے گا۔ اسکے احکام و ارشادات، اسکے علوم و معارف اور اسکی تاثیر و برکت میں ایک بے مثال یکسانیت پائی جائے گی جو اس بات کا ایک واضح اور کھلا ثبوت ہے کہ یہ کلامِ حق ترجمان اسی ذاتِ وحدہ لاشریک کا کلامِ صدق نظام ہے جو خود بے مثال ہے۔ اگر اسکے سوا یہ کسی اور ہستی کا کلام ہوتا تو اس میں لازماً اختلاف پایا جاتا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی۔ ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا﴾۔ (النساء:۸۲)۔ سو یہ اس کتاب حکیم کی عظمتِ شان کا ایک اہم پہلو ہے۔

۵۳ "مثانی" سے مقصود و مراد؟:۔ "مثانی" جمع ہے "مثنیٰ" کی جس کے معنیٰ دوہرے اور دو دو کے آتے ہیں۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جسکی آیتیں دوہرے بیان والی ہیں کہ اس میں بیان فرمودہ قصص و احکام، اوامر و نواہی اور مواعظ عبر وغیرہ وغیرہ کو بار بار دوہرایا اور مختلف انداز میں پیش فرمایا جاتا ہے۔ نیز اس میں "وعد" کے ساتھ "وعید"، جنت کے ساتھ دوزخ، اہلِ ایمان کے ساتھ اہلِ کفر اور اہلِ حق کے ساتھ اہلِ باطل وغیرہ وغیرہ متقابلات کا ذکر و بیان بھی جگہ جگہ اور طرح طرح سے فرمایا جاتا ہے۔ پھر اس کتابِ حکیم اور اس کے معانی و مطالب کو تلاوت و بیان، تعلیم و تذکیر اور دعوت و تبلیغ وغیرہ کے ذریعے بار بار اور طرح طرح سے دوہرایا جاتا ہے۔ سو "مثانی" کا مفہوم ان سب ہی مطالب کو عام اور شامل ہے۔ سو یہ بھی

اس کتاب حکیم کی ایک ایسی عظیم الشان اور منفرد صفت ہے جو اسکے سوا اور کسی بھی کتاب میں نہ کبھی پائی گئی ہے نہ پائی جا سکتی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ بہر کیف ''مثانی'' کے معنیٰ و مطلب کے بارے میں یہ رائے جمہور مفسرینِ کرام کی ہے۔ جبکہ بعض اہلِ علم نے جمہور کی اس رائے سے اختلاف کیا اور اس کو لغت اور نظائرِ قرآن کے خلاف قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس سے مراد قرآنِ حکیم کی سورتوں کا مختلف قسم کے گروپوں کی شکل میں نازل ہونا ہے۔ اور قرآنِ حکیم کا اس طرح نازل ہونا تعلیم کے پہلو سے اپنے اندر ایک عظیم الشان افادیت رکھتا ہے کہ اس طرح قاری کو ان تمام حقائق کا مختلف زاویوں سے مشاہدہ کرا دیا جاتا ہے جنکی دعوت قرآنِ حکیم دنیا کو دیتا ہے، والحمدُ للہ جَلَّ وَعَلا بِکُلِّ حالٍ مِنَ الاحوال،

۵۴ قرآنِ حکیم کی قوتِ تاثیر کا ذکر و بیان: ۔سو اس ارشاد سے قرآنِ حکیم کی قوتِ تاثیر کو بیان فرمایا گیا ہے کہ ''یہ وہ کتابِ حکیم ہے جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے''۔ اس کتابِ حق اور کلامِ صدق کی ہیبت و اجلال کی بناء پر جس سے ان کے گناہ جھڑتے اور قصورمعارف ہوتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ ''جب بندے کے رونگٹے اس کلامِ حق کے سننے سے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح گرتے اور جھڑتے ہیں جس طرح کہ درخت کے خشک پتے''۔ (جامع البیان وغیرہ)۔ سبحان اللہ! ۔ کیا کہنے اس کتابِ حکیم کی عظمتوں اور عنایتوں کے۔ سو اس کتابِ حکیم کے سماع اور اسکی تاثیر سے ایسے دل کانپ اور لرز اٹھتے ہیں جو خوف وخشیتِ خداوندی سے منور و معمور ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی اس سے اثر پذیر نہیں ہوتا تو اس کا معنیٰ و مطلب یہ ہے کہ اسکا دل نورِ خداوندی سے خالی اور عاری ہوتا ہے اور وہ پتھر بن جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ ''جلود''، ''جلد'' کی جمع ہے۔ جس کے معنیٰ چمڑے اور کھال کے بھی آتے ہیں اور اس کا اِطلاق پورے جسم اور اس کے رونگٹوں پر بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں کل بول کر جزء مراد لینا مشہور و معروف ہے۔ اور یہاں پر یہ لفظ ان سب ہی معانی کو عام اور شامل ہے۔ کیونکہ قرآنِ حکیم کی اس تاثیر کا تعلق ان سب ہی سے ہے۔ کہ وہ قلوب وضمائر کو بھی اپیل کرتا ہے اور اس کے اثرات اجسام وظواہر پر بھی ہوتے رہیں۔ والحمد للہ جل وعلا

۵۵ قرآنِ حکیم کی تاثیر قلب اور قالب دونوں پر: ۔سو اس کتابِ حکیم کے ظاہر و باطن اور قلب وقالب دونوں پر تاثیر کے ذکر کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''پھر انکے بدن اور انکے دل نرم ہو کر جھک پڑتے ہیں اللہ کے ذکر کی طرف''۔ اس کی رحمت وعنایت کے ذکر پر۔ حضرتِ اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ کی تلاوت اسی شان کی ہوا کرتی تھی۔ (قرطبی وغیرہ)۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ قرآنِ حکیم کی تاثیر اور اسکی برکت سے دلوں کے اندر جو گداز پیدا ہوتا ہے اس سے انکے جسم اور ان کے دل دونوں نرم ہو کر اللہ کی یادِ دلشاد کی طرف جھک پڑتے ہیں اور انکے دلوں کے گداز اور انکی رقت و نرمی کا اثر انکے جسموں پر بھی پڑتا ہے جس سے انکے اندر کبر و غرور کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ ورنہ جن لوگوں کے دلوں کے اندر کبر وغرور ہوتا ہے انکی گردنیں اکڑی ہوئی اور انکے جسم تنے ہوئے رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ ''تلین'' کا لفظ یہاں پر ''تمیل'' کے معنیٰ پر مشتمل ہے۔ اسی لیے اسکے بعد ''الیٰ'' کا صلہ آیا ہے۔ سو ایسے لوگوں کے قلوب وقوالب اور ان کے ظاہر اور باطن سب اللہ پاک کے آگے اور اس کے حضور جھک پڑتے ہیں، اور ان کے اندر کے خوف کا اثر ان کے ظاہر پر بھی پڑتا ہے جس کا اثر ان کی چال ڈھال اور ان کے جسم کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے اندر فروتنی اور عاجزی وتواضع کے پاکیزہ جذبات پیدا ہوتے اور پھلتے پھولتے ہیں۔ اور اس طرح اس پاکیزہ سانچے میں ڈھل کر وہ، پاکیزہ اور مبارک انسان بن جاتے ہیں۔ والحمد للہ،

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

فرماتا ہے (راہ حق وصواب کی) جس کو وہ چاہتا ہے (اس کی طلب صادق کی بناء پر) اور جس کو اللہ ہی ڈال دے گمراہی میں،

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

(اس کے خبث باطن کی بناء پر) تو اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ۵۶ ﴿۲۳﴾ تو کیا (اس شخص کی حرمان نصیبی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے؟)

وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ

جو اپنے چہرے کے ذریعے اپنا بچاؤ کرنے پر مجبور ہوگا قیامت کے روز (وہاں کے) اس برے عذاب سے؟ ۵۷ اور (مزید یہ کہ

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

اس روز) کہا جائے گا ایسے ظالموں سے (ان کی توبیخ وتذلیل کے لئے) کہ اب چکھو مزہ تم لوگ اپنی اس کمائی کا جو تم (زندگی بھر

۵۶ راہ حق وہدایت کی تعیین وتشخیص:- سو نورِ حق وہدایت کی تعیین وتشخیص کے طور پر ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ حصر وقصر کے ساتھ فرمایا گیا کہ "یہ ہے اللہ کی ہدایت جس کے ذریعے وہ راہنمائی فرماتا ہے جسکی چاہتا ہے"۔ جس کی نیت صحیح اور ارادہ درست ہوتا ہے اور جو اپنے اندر طلبِ صادق رکھتا ہے کہ یہ چیز اس کتاب حکیم سے صحیح معنوں میں مستفید وفیضیاب ہونے کے لئے اولین شرط اور بنیادی تقاضا ہے۔ سو ذالک کے اسمِ اشارہ سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ قرآنِ حکیم ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا واحد منبع ومصدر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ سنت اور اسکے دستور کے مطابق جو لوگ نورِ حق وہدایت کے مستحق اور اسکے لائق ہونگے وہ انکو اس سے نوازے گا اور جو اسکے لائق نہیں ہونگے وہ انکو انکے اپنے سُوءِ اختیار کی بنا پر گمراہی کے گڑھے میں ڈال دے گا- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر قائم اور ثابت قدم رکھے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۵۷ قیامت کے روز منکرین کے حالِ بد کی ایک تصویر:- سو اس سے منکرین کی قیامت کے دن کی بے بسی اور ذلت ورسوائی اور ان کے حالِ بد کی ایک تصویر پیش فرمائی گئی ہے۔ سو اس سے منکرینِ آخرت کی بے بسی اور ان کی ذلت ورسوائی کا ایک نہایت ہی ہولناک منظر پیش فرمایا گیا ہے کہ اس روز ایسے لوگ وہاں کے ہولناک عذاب سے بچنے کے لیے اپنے چہروں کو ڈھال بنانے پر مجبور ہونگے- والعیاذ باللہ- کہ اس کے ہاتھ جکڑے اور بندھے ہوئے ہوں گے۔ سو یہ ایسے بدبخت شخص کی انتہائی عاجزی اور بے بسی کی ہولناک تصویر ہے۔ کیونکہ چہرہ انسان کا وہ اشرف واعلیٰ عضو ہے جس کو بچانے کے لئے وہ سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ مگر وہاں پر ایسا شخص اپنے چہرے ہی کو اپنے بچاؤ کا ذریعہ بنانے پر مجبور ہوگا- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- سو یہ دن ان مستکبرین کی بے بسی کی تصویر ہے جو دنیا میں اپنے کبر وغرور اور رعونت وخرمستی کی بنا پر آخرت کے اس یومِ حساب اور اسکی بازپرس کی تکذیب کیا کرتے تھے۔ سو ایسے لوگ اس دن کے ہولناک انجام اور وہاں کے عذابِ شدید سے بچنے کیلئے اپنے چہروں کو اپنی ڈھال بنانے پر مجبور ہونگے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج

کرتے رہے تھے، ۵۸ ﴿۲۴﴾ ان لوگوں نے بھی جھٹلایا (حق اور ہدایت کو) جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے سو (آخرکار) ان پر عذاب وہاں سے آیا

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ م لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ

وقف لازم

جہاں سے ان کو خیال (وگمان) بھی نہ تھا ﴿۲۵﴾ ۵۹ اس طرح اللہ نے چکھادیا ان لوگوں کو مزہ رسوائی کا دنیا کی زندگی میں ف۶۰ اور آخرت کا

ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

عذاب تو یقینی طور پر اس سے کہیں بڑھ کر (ہولناک اور رسواکن) ہوگا، کاش کہ یہ لوگ جان لیتے ۶۱ ﴿۲۶﴾ اور بلاشبہ ہم نے بیان کیا لوگوں

۵۸ منکرین ومستکبرین کی ایک اور تذلیل کا ذکروبیان: -سواس سے منکرین ومستکبرین کی تذلیل مزید کے لیے ان سے اس خطاب کا ذکر فرمایا گیا ہے۔سواس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ ان کی اس حالتِ بد کی بنا پر نہ کسی کے دل میں ان کے لیے کوئی ہمدردی پیدا ہوگی اور نہ ہی کسی کو ان پر کوئی ترس آئے گا کہ یہ سب کچھ ان کے اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا طبعی نتیجہ اور اس کا منطقی تقاضا ہوگا۔اس لیے ان سے کہا جائے گا کہ اب تم مزہ چکھتے رہو اپنی اس کمائی کا جو تم زندگی بھر کرتے رہے تھے۔اس طرح ان کے باطن کی آگ اور بھڑکے گی-والعیاذ باللہ العظیم-بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہا جائے گا کہ اب تم چکھو مزہ اپنی زندگی بھر کی کمائی کا-تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے بھرپور طریقے سے پورے ہوسکیں۔سوہم نے تم پر کسی طرح کی کوئی زیادتی نہیں کی۔بلکہ یہ سب کچھ خود تمہارا اپنا ہی کیا کرایا ہے-وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ-سواس ارشادِ ربانی سے ایک بات تو یہ واضح فرمادی گئی کہ دینِ حق سے منہ موڑنا اور خاص کر عقیدۂ آخرت کی تکذیب کرنا خود اپنی جانوں پر ظلم کرنا ہے۔اور اس کا خمیازہ ظالموں کو بہرحال بھگتنا پڑے گا۔آج نہیں تو کل بھگتنا پڑے گا-والعیاذ باللہ-اور دوسری حقیقت یہ واضح فرمادی گئی کہ کل کے اس یومِ حساب میں اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں اور منکروں پر کوئی رحم نہیں فرمائے گا بلکہ انکی تذلیل وتحقیر کیلئے ان سے کہا جائے گا کہ اب تم چکھو مزہ اپنی اس کمائی کا جو تم لوگ زندگی بھر کرتے رہے تھے۔اور یہ اس لیے کہ انہوں نے اپنے کفر وانکار کی بنا پر اپنے لیے کسی رحم وترس کی کوئی گنجائش چھوڑی ہی نہیں ہوگی-والعیاذ باللہ العظیم-اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے-آمین ثم آمین یارب العالمین،

۵۹ منکرین کے لیے عذابِ بےگماں سے تنبیہ کا ذکروبیان: -سودورِ حاضر کے منکرین کو عذابِ بےگماں سے خبردار کرنے کے لیے تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ان منکرین ومکذبین پر عذاب وہاں سے آیا جہاں سے انکو گمان بھی نہیں تھا-والعیاذ باللہ-کبھی شکلوں اور صورتوں کے فساد وبگاڑ اور مسخ کی صورت میں۔کبھی طوفان وزلزلہ کی صورت میں۔اور کبھی قتل وقید کی صورت میں وغیرہ وغیرہ۔اور یہ تو دنیا میں ہوا جبکہ اصل عذاب آخرت میں ہونے والا ہے جس کی شدت اور ہولناکی کا تصور بھی اس جہاں میں ممکن نہیں-وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ-سوبغاوت وسرکشی، کفر وشرک اور معاصی وذنوب کا نتیجہ وانجام بہرحال برا ہے۔اس سے کبھی بھی بےفکر اور بےخوف ونڈر نہیں ہونا چاہیئے۔وہ کبھی بھی، کہیں بھی اور کسی بھی شکل میں آسکتا

ہے اور اللہ پاک کی طرف سے دی ہوئی ڈھیل اور ملی ہوئی فرصت کی بنا پر کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ ﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾۔ سو اس ارشادِ ربانی سے دورِ حاضر کے منکرین و مکذبین کو تنبیہ فرمادی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِمہال سے کبھی غفلت اور دھوکے میں نہ پڑیں۔ بلکہ گزرے دور کے منکرین و مکذبین کے انجام سے درسِ عبرت لیں کہ جو انجام انکا ہوا وہ انکا بھی ہوسکتا ہے۔ اور جس طرح ان پر عذاب وہاں سے آیا جہاں سے انکو وہم و گمان بھی نہ تھا اسی طرح ان پر بھی آسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون سب کیلئے یکساں اور بے لاگ ہے۔ اور وہ دھر گیر ہونے کے ساتھ ساتھ سخت گیر بھی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہ حق وصواب پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویا ارحم الراحمین۔

۶۰ منکرین کے لیے ذلت ورسوائی کا عذاب۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''آخرِ کار اللہ نے انکو چکھایا ذلت ورسوائی کا عذاب اس دنیاوی زندگی میں''۔ معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے کئے کرائے کی سزا کبھی اور کسی حد تک آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی مل کر رہتی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ سو اللہ پاک کی سنت اور اسکا دستور ہمیشہ یہ رہا کہ اس نے مکذبین و منکرین کو ایک حد تک مہلت دی تاکہ ان پر حجت تمام ہوجائے۔ اسکے بعد اگر وہ لوگ اپنی تکذیب وانکار سے باز نہ آئے تو لازماً انکو تباہ کردیا گیا۔ اور پھر اسی دنیاوی عذاب پر بس نہیں بلکہ اصل عذاب تو آخرت کا ہے جو کہ بڑا ہی سخت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِن وَّاقٍ﴾ الایۃ (الرعد:۳۴)۔ نیز آخرت کا عذاب بڑا سخت بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والا بھی۔ والعیاذ باللہ۔ ارشاد ہوتا ہے کہ۔ ﴿وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزٰى﴾۔ (طٰہٰ:۱۲۷)۔ سو کفر وانکار ہلاکتوں کی ہلاکت اور ہمیشہ کی خرابی وبربادی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

۶۱ علمِ حق سے محرومی ہر خیر سے محرومی، والعیاذ باللہ جلّ وعلا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور بڑے درد وسوز بھرے انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''کاش کہ یہ لوگ جان لیتے''۔ حق اور حقیقت کو۔ اور اپنے مآل وانجام کو۔ تاکہ اس طرح یہ بچ جاتے ہلاکت وتباہی کے راستوں سے اور برے نتیجے اور انجام سے۔ قبل اس سے کہ فرصتِ حیات اور مہلتِ عمل ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ سو اس سے ایک بات تو یہ واضح ہوگئی کہ علمِ حق نجات کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ کیونکہ یہی وہ نور ہے جو انسان کو مہالک سے بچاتا اور سیدھی راہ سے روشناس کراتا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ اس سے مراد عام دنیاوی علم نہیں۔ جیسا کہ عام لوگوں کا کہنا اور ماننا ہے۔ کیونکہ وہ علم انسان کو خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ بلکہ علم سے مراد یہاں پر حق اور حقیقت کا وہ علم ہے جو انسان کو وحی کے نور سے ملتا ہے اور جو صرف قرآن اور سنت کی شکل میں موجود ہے۔ اور قیامت تک موجود رہے گا۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ اب نجات صرف قرآن وسنت سے وابستگی میں ہے۔ وباللہ التوفیق۔ اور جو لوگ اس نورِ علم سے محروم وبے بہرہ ہیں وہ سراسر محروم اور تہ در تہ اندھیروں میں ہیں اگرچہ وہ چاند پر ہی کیوں نہ پہنچ جائیں اور مریخ پر ہی کمندیں کیوں نہ ڈالتے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگ غافل اور بے خبر ہیں اپنے خالق ومالک کی معرفت اور اسکے حقوق واختیارات سے، اور یہ محروم وبے خبر ہیں اپنے مآل وانجام کے علم وآگہی سے، جس کے نتیجے میں یہ سراسر اندھیروں میں پڑے ہیں، اور اس پر طرہ یہ کہ یہ اسکے باوجود علم وآگہی کا زعم اور گھمنڈ رکھتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ جل وعلا، عن كل زيغٍ وَّضلال وبكل حالٍ مِّن الاحوال، فَعَلَيْهِ نَتَوَكَّل وبِهِ نَسْتَعِيْن، فِي كُلِّ اٰنٍ وَّحِيْنٍ،

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي

کے لئے اس قرآن میں ہر عمدہ مضمون، تا کہ یہ سبق لیں (اور نصیحت حاصل کریں،) ف۶۲ ﴿۲۷﴾ ایسے عظیم الشان قرآن کی شکل میں جو کہ عربی

عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا

زبان میں ہے، اور جس میں کوئی کجی نہیں ف۶۳ تا کہ یہ لوگ بچ سکیں، ف۶۴ ﴿۲۸﴾ اللہ تعالیٰ نے (موحد اور مشرک کے بارے میں) ایک مثال بیان

فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ط

فرمائی ہے کہ ایک شخص تو وہ ہے جس (کی ملکیت) میں کئی ضدی قسم کے مالک شریک ہوں، اور ایک پورے کا پورا ایک ہی آقا کا غلام ہو، ف۶۵

۶۲ قرآن حکیم میں ہر عمدہ مضمون کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ بیان فرمایا گیا کہ ''بلاشبہ ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر عمدہ مضمون بیان کیا''۔ راہِ حق و ہدایت کی توضیح و تشریح کے لئے اور اس کو ان کے لئے اتنا اور اس حد تک صاف اور واضح کر دیا کہ اب اس میں کسی طرح کا کوئی خفا و غموض باقی نہیں رہ گیا۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ میں نے تم کو ایسی صاف وسیدھی اور واضح شاہراہ پر چھوڑ دیا ہے کہ اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح روشن ہے۔ اس سے ٹیڑھا نہیں ہوگا مگر وہی شخص جس کے نصیب میں ہی ہلاکت لکھ دی گئی ہو۔ ''تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْمَحَجَّةِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ جَلَّ وَعَلَا- ضربِ مثل کے معنی ہیں کہ حکمت اور عظمت کی بات کو تمثیل کے انداز میں بیان کیا جائے۔ کیونکہ تمثیل کا انداز و اسلوب حقائق کی تعلیم و تفہیم کیلئے زیادہ موثر و مفید ہوتا ہے۔ خاص کر ان حقائق کے بارے میں جن کا تعلق عالمِ غیب سے ہو۔ اس لیے حضراتِ انبیائے کرام اس اسلوبِ کلام سے زیادہ کام لیتے ہیں۔ تورات، انجیل اور زبور سب امثال سے مملو و معمور ہیں اور حضرتِ سلیمان کے صحیفہ حکمت کا تو نام ہی ''امثال'' ہے۔ اپنی اسی خصوصیت کی بناء پر ''ضرب مثل'' کا محاورہ مجرد حکمت کی بات کہنے کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے اگرچہ وہ عام اسلوب میں ہو۔ اسی لیے ہر عمدہ مضمون کو بھی مثال کہا جاتا ہے۔ اسی لیے ہم نے ترجمہ کے اندر اسی کو اختیار کیا ہے کہ قرآنِ حکیم کا ہر مضمون عمدہ و بے مثال ہے۔ والحمد للہ جَلَّ وَعَلَا - بہر کیف قرآنِ حکیم حق و ہدایت اور ارشاد و راہنمائی سے متعلق ہر عمدہ مضمون پر مشتمل ہے۔ جس سے حق اور باطل دونوں کی راہیں پوری طرح واضح اور ایک دوسرے سے الگ ہو جاتی ہیں، اور اس طور پر کہ اسکی دوسری کوئی نظیر و مثال ممکن ہی نہیں۔ والحمد للہ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال

۶۳ قرآنِ حکیم ہر قسم کے عوج اور کجی سے پاک، والحمد للہ جَلَّ وَعَلَا: سو ارشاد فرمایا گیا ''ایک ایسے عظیم الشان عربی قرآن کی صورت میں جس میں کسی طرح کی کوئی کجی نہیں''۔ کسی بھی طرح کی کوئی کجی خواہ اس کا تعلق زبان و بیان اور کلمات و تراکیب سے ہو اور خواہ معانی و مطالب اور تفہیم و ادا سے۔ ہر اعتبار سے یہ کتاب، کتابِ مبین اور صاف وصریح اور سراسر حق و صدق ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کی اس کتابِ حکیم کے ذریعے نہایت فصیح و بلیغ زبان اور انتہائی موثر

اور ہر دلعزیز اسلوب میں انسان کیلئے ان تمام باتوں کو واضح فرمادیا جو اسکی دنیا وآخرت کی فلاح کیلئے ضروری ہیں۔ اب اگر انسان اس سے منہ موڑے گا تو وہ اپنی ہی ہلاکت کا سامان کرے گا۔ سو اس میں ایک طرف تو عربوں پر اِتمامِ حجت ہے کہ ان کی اپنی زبان میں اس قدر صراحت ووضاحت کے ساتھ حق کو اس کے ہر پہلو کے اعتبار سے واضح کر دیا گیا جس کے بعد ان کے لیے کسی عذر و معذرت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ اور دوسری طرف اس میں تمام بنی نوع انسان کے لیے اِتمامِ حجت ہے کہ اس میں حق وہدایت کے تمام تقاضوں کو پوری طرح واضح فرمادیا گیا اور اس طور پر جو کہ عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اور ایسے کہ اس میں کسی طرح کی کوئی گنجلک یا کوئی خفا و غموض باقی نہیں اس کے باوجود جو اس سے منہ موڑیں گے وہ بڑے ہی بدبخت اور محروم لوگ ہونگے - والعیاذ باللہ- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۶۴ اِنزالِ قرآن کے مقصد کی توضیح وتصریح :- سو انزالِ قرآن کی غرض وغایت اور اس کے مقصد کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ تاکہ یہ لوگ بچ سکیں اپنے خالق ومالک کے غضب اور اس کی ناراضگی کی راہوں سے۔ اور اس کے نتیجے میں یہ بچ سکیں دوزخ کی ہولناک آگ اور دائمی عذاب سے - وباللہ التوفیق - یہاں پر پہلی آیتِ کریمہ میں فرمایا گیا - ﴿لعلھم یتذکرون﴾ - یعنی "تاکہ یہ لوگ سبق لیں"۔ اور دوسری آیتِ کریمہ میں فرمایا گیا - ﴿لعلھم یتقون﴾ - یعنی "تاکہ یہ لوگ بچ سکیں"۔ سو اس میں دو مرحلوں کو واضح فرمایا گیا ہے۔ اول یہ کہ انسان غفلت سے چونک کر اس کتابِ حکیم کی طرف رجوع کرے اور اسکی تعلیماتِ مقدسہ کو صدقِ دل سے اپنائے۔ اور اسکے نتیجے میں وہ اسکے عذاب سے بچ سکے۔ سو یہ کتابِ حکیم غافلوں کے لیے ایک عظیم الشان تنبیہ وتذکیر ہے تاکہ وہ ہوش میں آئیں اور اپنے اس ہولناک انجام سے بچنے کی فکر وکوشش کرسکیں جو انکی غفلت ولاپرواہی اور انکے اندھے اور اوندھے پن کی بنا پر ان کو پیش آنے والا ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے - آمین ثم آمین یاربَّ العالمین ویاارحم الراحمین

۶۵ موحد اور مشرک کے بارے میں ایک مثال کا ذکر وبیان :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایک تو وہ شخص ہے جس کی ملکیت میں کئی ضدی مالک شریک ہوں"۔ جس کی بنا پر ان میں سے ہر ایک اس کو اپنی طرف کھینچتا اور اپنی مقصد براری کے لئے بلاتا ہو۔ اور یہ حیران وپریشان ہو کہ ایسے میں کس کس کو راضی کرے۔ سو یہی حال مشرک کا ہوتا ہے کہ اس کا دل بیک وقت کئی شریکوں میں لٹکا اور پھنسا ہوتا ہے۔ اور وہ ایک طرف تو فطرت میں موجود توحید کے داعیہ کیخلاف برسرِ پیکار ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ کئی قسم کے خود ساختہ معبودوں کی کشمکش میں مبتلا رہتا ہے۔ جبکہ مومن موحد خدائے واحد کی عبادت سے سرشار اور مطمئن البال رہتا ہے۔ سو توحید امن واطمینان کا ذریعہ ووسیلہ اور شرک پراگندگی اور پریشان حالی کا باعث ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ عقیدۂ توحید سے سرشار اور راہِ حق پر مستقیم وثابت قدم رکھے - اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

هَلۡ يَسۡتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ

کیا ان دونوں کا حال ایک برابر ہوسکتا ہے؟ ۶۶ الحمدللہ (کہ حق ثابت اور واضح ہو گیا) لیکن اکثر لوگ

لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ

جانتے نہیں ۶۷ ﴿۲۹﴾ بے شک آپ کو بھی مرنا ہے (اے پیغمبر!) اور ان سب کو بھی بہر حال مرنا ہے ۶۸ ﴿۳۰﴾ پھر

اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۳۱﴾ ع

یہ بھی ایک قطعی حقیقت ہے کہ قیامت کے روز تم سب (دوبارہ زندہ ہوکر) اپنے رب کے یہاں اپنا مقدمہ پیش کرو گے ۶۹ ﴿۳۱﴾

۶۶ مشرکوں کے ضمیروں کو جھنجوڑنے والا ایک سوال: - سو مشرکوں کے ضمیروں کو جھنجوڑنے اور ان کے قلوب پر دستک دینے کے طور پر فرمایا گیا کہ ''کیا ان دونوں کا حال ایک برابر ہوسکتا ہے؟''۔ جب نہیں اور ہرگز و یقیناً نہیں تو پھر موحد اور مشرک آپس میں برابر کس طرح ہو سکتے ہیں؟ مومن چونکہ ''یکجائی'' ہوتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ ایک ہی خالق و مالک اور اپنے حقیقی آقا و مولیٰ کی عبادت و بندگی اور رضا و خوشنودی کے حصول کی کوشش میں لگا رہتا ہے جو کہ مالک و معبودِ برحق ہے اور ہر شرک اور شائبۂ شرک سے پاک ہے۔ اس لئے موحد امن و امان اور سکون و اطمینان کی عظیم الشان دولت سے بہرہ ور و سرشار ہوتا ہے۔ جبکہ مشرک ''ہرجائی'' ہونے کی وجہ سے ہر در پہ جھکتا اور ہر طرح کی ذلت اٹھاتا ہے۔ اور وہ حرمان نصیبی کا شکار ہوتا ہے - وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ - سو عقیدۂ توحید اور نورِ ایمان و یقین سعادتوں کی سعادت اور فوز و فلاح کی اصل و اساس ہے۔ جبکہ شرک محرومیوں کی محرومی اور ناکامی و نامرادی کی جڑ بنیاد ہے - وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ -

۶۷ اکثریت نورِ علم سے محروم و بے بہرہ والعیاذ باللہ جل وعلا: - سو ارشاد فرمایا گیا ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں حق اور حقیقت کو'' اور وہ آگاہ نہیں حق اور باطل کے درمیان فرق و اختلاف سے۔ اس لئے وہ ایمان و یقین کی دولت سے محروم اور عقیدۂ توحید کے شرف و امتیاز سے بے بہرہ ہوکر طرح طرح کے شرک میں مبتلا اور شرکیات میں ملوث ہوتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنے لئے طرح طرح کی ذلتوں کا سامان خود کرتے ہیں - وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ - سو اس سے معلوم ہوا کہ علمِ حق و حقیقت سے محرومی منبعِ شر و فساد اور محرومیوں کی محرومی ہے - وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ - اور نورِ علم سے محرومی کے باعث انسان اندھیروں میں ایسا کھو جاتا ہے کہ وہ اپنے سے گھٹیا مخلوق کی پوجا پاٹ میں لگ کر ذلتوں پر ذلتیں اٹھاتا ہے اور یہاں تک کہ وہ خود ساختہ اور من گھڑت معبودوں کے آگے جھک کر اپنی فطرت سے بغاوت کرنے لگتا ہے اور غیر اللہ کی غلامی اور اسکی بندگی کا پٹہ اپنی گردن میں ڈال کر وہ خود کو اپنے ہاتھوں ایک ایسے مخمصے میں ڈال دیتا ہے جس میں پھنسنے کیلئے کوئی ذی ہوش شخص تیار نہیں ہوسکتا۔ اور اس کے نتیجے میں آخرِ کار وہ ہلاکت و تباہی کے دائمی گھاٹ پر اتر کر رہتا ہے۔ نیز یہاں سے یہ حقیقت بھی ایک مرتبہ پھر آشکارا ہو جاتی ہے کہ عوام الناس کی اکثریت تائید یا تردید کسی بات کے صحیح یا غلط ہونے کے لیے مدار اور معیار نہیں بن سکتی

جس طرح کہ مغربی جمہوریت کے علمبرداروں اور پرستاروں کا کہنا اور ماننا ہے۔ کیونکہ عوام کی اکثریت بہر حال ان پڑھوں، جاہلوں، فاسقوں، فاجروں اور غلط کاروں ہی کی رہی ہے۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ سو حق وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات کے مطابق حق قرار پائے اور باطل وہ ہے جو اس اعتبار سے باطل قرار پائے۔ اللہ ہمیشہ نورِ حق و ہدایت سے سرشار اور ظلماتِ کفر و شرک سے دُور اور محفوظ رکھے اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے۔ - آمین ثم آمین۔ یامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ سبحانہ وتعالیٰ

۶۸ موت کا مزہ ہر کسی نے بہر حال چکھنا ہے: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''بلاشبہ آپ نے بھی - اے پیغمبر - مرنا ہے اور یقیناً ان سب نے بھی بہر حال مرنا ہے''۔ تو پھر ان دشمنانِ حق کے لئے آپ کی موت سے خوشی کا کون سا موقع ہو سکتا ہے جو یہ اس کی انتظار میں لگے ہیں؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا - ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ﴾ - یعنی ان کا کہنا یہ تھا کہ یہ ایک شاعر ہے جس نے باقی لوگوں اور دوسرے شاعروں کی طرح مر مٹ جانا ہے اور اس طرح اس کا لایا ہوا دین بھی ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کے حادثہ موت تک انتظار کر لو۔ اس کے بعد معاملہ خود ٹھیک ہو جائے گا۔ تو اس پر ان بدبختوں کو بتایا گیا کہ مرنا تو تم نے بھی ہے۔ پھر تمہارے لئے پیغمبر کی موت میں خوشی کی کون سی بات ہو سکتی ہے؟ یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ لفظ ''میت'' اور ''میّت'' دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ''میت'' - بالتخفیف - اس کو کہتے ہیں جو بالفعل مر چکا ہو۔ اور ''میّت'' - بالتشدید - اس کو کہا جاتا ہے جس نے آئندہ مرنا ہو۔ ابھی بالفعل اس کی موت واقع نہ ہوئی ہو۔ عربی کا شاعر کہتا ہے - فَمَنْ کَانَ ذَا رُوْحٍ فَذَالِکَ مَیِّتٌ - وَمَا الْمَیْتُ اِلَّا مَنْ کَانَ اِلَی الْقَبْرِ یُحْمَلُ - یعنی ''جو بھی ذی روح ہوگا اس نے بہر حال مرنا ہے۔ اور میت - یعنی بالفعل مرا ہوا شخص - وہ ہوتا ہے جس کو قبر کی طرف اٹھا کر لے جایا جا رہا ہو۔ بہر کیف اس آیتِ کریمہ میں حضرتِ نبی اکرم - صلی اللہ علیہ وسلم - کی موت کی پیشگی خبر دے دی گئی تا کہ کل آپؐ کے انتقال کے موقع پر امت اختلاف میں نہ پڑ جائے۔ جیسا کہ آپؐ کے انتقال کے موقع پر واقعتہً حضرت عمر - رضی اللہ عنہ - نے بھی ایسے ہی کیا تھا جس پر حضرتِ ابوبکر صدیق - رضی اللہ عنہ - نے آنحضرت - صلی اللہ علیہ وسلم - کی وفات اور آپؐ کے انتقال پُر ملال کے بارے میں جن قرآنی آیاتِ کریمہ سے استدلال و استشہاد کیا تھا ان میں یہ آیتِ کریمہ بھی تھی۔ (روح، قرطبی، ابن کثیر، مراغی، مدارک، خازن اور صفوہ وغیرہ)۔

۶۹ اصل اور آخری فیصلہ قیامت کے یوم حساب ہی میں ہوگا: - سو اس ارشاد سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ مرنا تو بہر حال سب ہی نے ہے۔ پیغمبر نے بھی، علیہ الصلوۃ والسلام، اور انکے منکرین و مکذبین کو بھی، پھر دونوں فریقوں کی پیشی خداوند قدوس کی عدالت میں ہوگی، جہاں پیغمبر سے بھی پوچھ ہوگی، اور ان منکرین و مکذبین سے بھی منکرین سے بھی، پیغمبرؑ سے پوچھ ہوگی کہ انہوں نے ان کو کیا سکھایا اور بتایا تھا، اور ان لوگوں سے پوچھ ہوگی انہوں نے ان کی دعوت کا کیا جواب دیا تھا، جیسا کہ قرآنِ حکیم کے دوسرے مختلف مقامات پر اس بات کو طرح طرح سے واضح فرمایا گیا چنانچہ ایک مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ المرسلین ۝ فلنقصن علیھم بعلم وما کنا غائبین (الاعراف ۷،۸) یعنی ہم نے ضرور پوچھنا ہے ان لوگوں سے بھی جن کیطرف رسولوں کو بھیجا گیا، اور ضرور پوچھنا خود رسولوں سے بھی، پھر ہم خود ہی ان کو اصل حقائق سے اپنے کمال علم کی روشنی میں آگاہ کر دینگے کہ ہم کہیں غائب نہیں تھے، سو اس میں ایک طرف تو پیغمبر کیلئے تسکین و تسلیہ کا سامان ہے، اور دوسری طرف منکرین و مکذبین کیلئے سخت تنبیہ و تذکیر بھی ہے کہ یہ لوگ باز آجائیں اپنی روش انکار و تکذیب سے، ورنہ ان کا انجام نہایت ہی ہولناک ہوگا، والعیاذ باللہ العظیم من زیغ وضلال وسوء وانحراف

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ

پھر اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے، جو جھوٹ باندھے اللہ پر؟ ف۷۰ اور وہ جھٹلائے سچائی کو جب کہ

جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ

وہ پہنچ چکی ہو اس کے پاس، ف۷۱ کیا جہنم میں (دائمی) ٹھکانا نہ ہوگا ایسے کافروں کے لئے؟ ف۷۲ ﴿۳۲﴾ اور جو

۷۰ اللہ پر جھوٹ باندھنا سب سے بڑا ظلم - والعیاذ باللہ العظیم: -اس ارشاد سے اصل میں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کی پیشگی خبر دے دی گئی جو اس کی عدالت میں حساب وکتاب کے اس یوم عظیم میں ہوگا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟''۔ کہ اس کے لئے شریک ٹھہرائے، اس کے لئے اولاد مانے یا فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دے وغیرہ وغیرہ۔ سو یہ سب کذب علی اللہ ''اللہ پر جھوٹ باندھنا'' ہے۔ اور استفہام یہاں پر انکاری ہے۔ یعنی ایسے شخص سے بڑھ کر ظالم اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ سب سے بڑھ کر ظالم ہے۔ اور ایسے ظالم لوگوں کو اپنے ظلم وبغاوت اور اپنے کیے کرائے کا بھگتان اس روز بہر حال بھگتنا ہوگا - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جل وعلا-

۷۱ حق اور صدق کو جھٹلانا بھی بہت بڑا ظلم ہے - والعیاذ باللہ: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''یا وہ جھٹلائے سچ کو جبکہ وہ اسکے پاس پہنچ جائے''۔ یعنی اس حق وصدق اور سچائی کو جو پیغمبر کے ذریعے ان کے پاس پہنچ گئی توحید خداوندی کی دعوت، فرائض واحکام شریعت کی پابندی، محرمات ونواہی الٰہیہ سے بچنے کی تعلیم وتلقین اور قیام قیامت کا عقیدۂ وخبر اور اس کے لئے تیاری وغیرہ- ﴿اذ جآءہ﴾- کی قید سے اتمام حجت کے پہلو کی طرف اشارہ فرمادیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر کسی کے پاس سچائی پہنچی نہیں یا اس میں کوئی خفا رہ گیا ہو اور اس بنا پر آدمی اس سے محروم رہ جائے تو اس کیلئے کچھ عذر ہوسکتا ہے۔ لیکن جس کے پاس سچائی پہنچ چکی ہو اور حق اور حقیقت کی وضاحت پوری طرح ہوچکی ہو اور وہ اس کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی سے اسکا انکار کرے تو اس کیلئے کسی عذر کی کوئی گنجائش آخر کس طرح ہوسکتی ہے؟ صدق سے یہاں پر مراد قرآن حکیم ہے جو کہ سچائی کا جامع اور حق وصدق کا منبع ومصدر ہے۔ اور جس نے اپنے بیانِ حق ترجمان سے ہر باب میں اختلاف کو رفع کرکے حق وصدق کو پوری طرح واضح کردیا۔ سو اس نورِ حق وہدایت کو صدقِ دل سے اپنانا دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ جبکہ اس سے اعراض وروگردانی اور اسکی تکذیب - والعیاذ باللہ- ظلموں کا ظلم اور محرومیوں کی محرومی ہے - والعیاذ باللہ العظیم- اللہ اپنی پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین

۷۲ کافروں کا ٹھکانا یقینی طور پر جہنم ہے - والعیاذ باللہ: -سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید وتقریر کے لیے استفہام کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''کیا جہنم ٹھکانہ نہیں ہے ایسے کافروں کا؟''۔ استفہام یہاں پر تقریری ہے۔ یعنی ہاں۔ ایسے منکروں کے لئے دوزخ ہی آخری ٹھکانا ہے اور وہی ان کا ٹھکانا ہونا چاہیئے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- سو اللہ پر جھوٹ باندھنا اور سچ کو جھٹلانا جبکہ وہ اسکے پاس پہنچ جائے ہولناک کفر اور سنگین جرم ہے۔ اور ایسے ہولناک کفر اور سنگین جرم کی سزا دوزخ کی وہ دہکتی بھڑکتی آگ ہی ہوسکتی ہے۔ سو وہی ایسے کافروں کا دائمی ٹھکانہ ہوگا - والعیاذ باللہ العظیم- سو استفہامی انداز میں ارشاد فرما کر اس حقیقت کو مؤکد اور پکا فرمادیا گیا کہ ایسے کافروں کا ٹھکانا بھی دوزخ نہیں ہوگا؟ سو جس کے اندر ذرہ برابر بھی معقولیت ہوگی وہ اس کی حقیقت کو تسلیم کرے گا کہ ایسے بدبختوں کا ٹھکانا دوزخ ہی ہونا چاہیے۔ سو حساب کے اس یوم عظیم میں ایسے ہی ہوگا اور اس قسم کے تمام کافروں کو دوزخ میں ٹھونس دیا جائے گا - والعیاذ باللہ العظیم- اللہ اپنے حفظ وامان میں رکھے- آمین۔

جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

سچی بات لے کر آیا اور (جنہوں نے) اس کی تصدیق کی تو یہی لوگ ہیں پرہیزگار، ۳ے ﴿۳۳﴾

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ۚ

ان کو اپنے رب کے یہاں وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں گے، یہ صلہ ہے نیکوکاروں کا، ۴ے ﴿۳۴﴾

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ

تاکہ اللہ (اپنے کرم سے) مٹادے ان سے ان کے وہ برے عمل جو (بتقاضائے بشریت) ان سے سرزد ہو گئے ہونگے، اور وہ ان کو

بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ

بہترین بدلہ دے ان کے ان کاموں کا جو یہ (زندگی بھر) کرتے رہے تھے، ﴿۳۵﴾ کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندے کو؟ ۵ے

وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

اور یہ لوگ آپ کو ڈراتے ہیں ان (جھوٹے معبودوں) سے جو اس کے سوا (انہوں نے از خود گھڑ رکھے) ہیں اور جس کو اللہ ڈال دے

مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ۚ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ

گمراہی (کے گڑھے) میں، اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا، ۶ے ﴿۳۶﴾ اور جس کو اللہ راہ پر لے آئے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا ۷ے کیا

اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

اللہ سب پر غالب اور بدلہ لینے والا نہیں ہے؟ ۸ے ﴿۳۷﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا

۳ے متقی اور فائز المرام لوگوں کا ذکر و بیان :- سو اس ارشاد سے دوزخیوں کے مقابلے میں جنتیوں اور فائز المرام لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہ متقی اور پرہیزگار لوگ جو بچ گئے کفر و شرک کی ظلمتوں اور معاصی و ذنوب کے اندھیروں سے۔ اور اس کے نتیجے میں وہ بچ گئے دوزخ کی آگ اور اس کے ہولناک عذاب سے۔ اور ان کو نواز دیا گیا رب رحمٰن کی رحمتوں اور عنایتوں سے۔ اور وہ سرفراز ہو گئے جنت کی سدا بہار نعمتوں سے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ بِمَحْضِ مَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ بہر کیف یہ دوزخیوں کے مقابلے میں جنتیوں کا بیان ہے۔ یعنی دوسرے فریق کا اور اس سے قرآن کے لانے والے اور اسکی تصدیق کرنے والوں کا صلہ و انجام بیان فرما دیا گیا کہ ایسے حضرات دوزخ سے محفوظ رہ کر جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفراز ہونگے جہاں یہ ہمیشہ کیلئے شاہانہ زندگی گزاریں گے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ سو۔ ﴿اَلَّذِیْ

جَـاءَ بِـالصِّدْقِ ﴾- ''جو سچائی لے کر آیا'' سے مراد اللہ کے رسول ہیں- علیہ الصلاۃ والسلام- جو حضرتِ حق -جل مجدہ- کی طرف سے وہ نورِ مبین اور پیغامِ حق وصداقت لے کر آئے جس سے دنیا کے لیے حق وصداقت کی راہِ نجات روشن ہوئی۔اور جس سے ایک دنیا کی دنیا مستنیر ومستفید اور متمتع وفیضیاب ہوئی۔اور -﴿ صَـدَّقَ بِهِـمْ ﴾- سے مراد وہ سب لوگ ہیں جنہوں نے اسکی تصدیق کی اور صدقِ دل سے اس کو اپنایا- وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وہو الہادی الی سواء السبیل- اللہ ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے- آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۷۴ اہلِ جنت کی شاہانہ زندگی کے ایک خاص پہلو کا ذکر وبیان: -کہ ''وہاں پر انکی ہر خواہش پوری ہوگی، اور ان کو وہ سب کچھ ملے گا جس کی یہ خواہش کریں گے''- سبحان اللہ!- جنت کی زندگی کیسی شاہانہ بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر عمدہ اور اعلیٰ وارفع زندگی ہوگی کہ وہاں جنتی انسان کی ہر خواہش پوری ہوگی۔جبکہ دنیا میں یہ بات کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوسکتی۔ نیز اسی سے حضرتِ حق -جل مجدہ- کی شانِ کرم وعطا اور نوازش وبخشش کا بھی کسی قدر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسان جب حیاتِ مستعار کی اس مختصر ومحدود فرصت کو اپنی خواہشات کو کچل کر حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے مطابق گزارتا ہے تو اس کے صلہ وعوض میں وہ اس کو آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی میں من چاہی زندگی گزارنے کی سعادت سے ہمیشہ ہمیش کے لئے نواز دیتا ہے-سُبْحَانَه وتَعالٰی- فَیَا لَه مِنْ کَرَمٍ وَعَطَاءٍ فَخُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا یَآ اَللّٰهُ اِلٰی مَا فِیْهِ حُبُّکَ والرِّضاء - بہرکیف -﴿لَهُمْ مَا یَشَائُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾- کے یہ کلماتِ کریمہ نہایت ہی جامع کلمات ہیں۔جن سے ان خوش نصیبوں کے اس صلے اور بدلے کو بیان فرمایا گیا جس سے ان کو وہاں پر نوازا جائے گا۔یعنی ان کے لیے ان کے رب کے یہاں وہاں پر وہ سب کچھ موجود ہوگا جس کی یہ خواہش کریں گے۔ان کی خواہشوں اور چاہتوں کی تکمیل میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔اللہ پاک -سبحانہ وتعالیٰ- اپنے کرمِ بے پایاں سے ان کی ہر آرزو کو پورا فرمائے گا -﴿عند ربهم﴾- کے کلماتِ کریمہ سے ایک طرف ان خوش نصیبوں کے اس درجہ ومقام کو بیان فرمادیا گیا ہے جس سے یہ وہاں پر سرفراز اور فائز المرام ہونگے۔دوسری طرف اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو بھی واضح فرمادیا گیا کہ بندے کے لیے سب سے اونچا اور بلند مرتبہ قربِ خداوندی ہی کا ہوسکتا ہے نہ کہ اس میں ضم ہوجانے کا۔جس طرح کہ حلول اور اتحاد کے قائل گمراہ لوگوں کا کہنا اور ماننا ہے - والعیاذُ باللہ العظیم۔

۷۵ اللہ تعالیٰ کافی ہے اپنے بندے کو ہر اعتبار سے: -اسکی حفاظت کے لیے اور اس کی جملہ ضروریات وحاجات کے لیے۔سوا رشاد فرمایا گیا اور استفہام تقریری کی صورت میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندے کو؟''۔اسلوبِ بلاغت کے مطابق معنیٰ میں قوت اور زور پیدا کرنے کے لئے اس کو استفہام تقریری کی صورت میں ذکر میں فرمایا گیا ہے۔(المراغی وغیرہ)۔یعنی ہاں وہ- وحدہ لاشریک- اپنے بندے کو کافی ہے۔اور ہمیشہ اور ہر طرح سے کافی ہے-سبحانہ وتعالیٰ- اور بندے سے مراد ہے اس کا خاص بندہ یعنی امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- سو سب کا حاجت روا ومشکل کشا وہی اللہ وہی وحدہ لاشریک ہے۔پس کس قدر بدنصیب اور محروم ہیں وہ لوگ جو اس قادرِ مطلق اور کارسازِ مطلق کو چھوڑ کر اس کی عاجز اور بے بس مخلوق کو حاجت روا ومشکل کشا قرار دے کر اس کو پوجتے پکارتے ہیں؟ کوئی کہتا ہے ''یا علی مدد''۔ کوئی ''یا حسین''، کوئی ''یا غوث'' اور کوئی ''یا پیر دستگیر'' وغیرہ وغیرہ۔حالانکہ ایسی پاکیزہ ہستیاں خود زندگی بھر اللہ پاک ہی کو

حاجت روا و مشکل کشا سمجھ کر پکارتی اور اسی کے حضور رجوع کرتی رہیں۔ روایات میں ہے کہ کفارِ قریش نے آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کو ڈرانے دھمکانے کے لئے کہا کہ اگر آپ نے ہمارے بتوں کو برا بھلا کہنا نہ چھوڑا تو یہ آپ کو سخت نقصان پہنچا دیں گے۔ تو اس کا جواب اس آیتِ کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا (ابنِ جریر، ابنِ کثیر، مراغی، خازن، صفوہ اور معارف وغیرہ)۔ سو اہلِ باطل کا یہ قدیم طریقہ اور پرانا دستور و وطیرہ رہا ہے کہ وہ اہلِ حق کو راہِ حق و صواب سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے اسی طرح کے ڈراوؤں اور دھمکیوں سے کام لیتے ہیں۔ کہیں بے جان بتوں اور مورتیوں سے ڈرایا دھمکایا جاتا ہے۔ کہیں من گھڑت دیویوں اور دیوتاؤں سے۔ کہیں فرضی و وہمی خداؤں سے اور کہیں خود ساختہ سرکاروں سے۔ اور کہیں وقت کے حکمرانوں اور افسرانِ بالا سے وغیرہ وغیرہ۔ اسی لئے اہلِ حق و اہلِ توحید کو درس دیا گیا ہے کہ ان میں سے کسی سے بھی مت ڈرو کہ ان کے بس میں کچھ بھی نہیں۔ اصل میں ڈرو اللہ سے جو کہ سب کا خالق و مالک اور ربِّ رحمٰن و رحیم ہے کہ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ وہی سب کا خالق و مالک، حاجت روا و مشکل کشا اور کارساز و کارفرما ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اسی لئے فرمایا گیا۔ ﴿اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾۔ یعنی "کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندے کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے؟" جو تم دوسروں کی طرف جھکتے ہو؟۔ بَلٰی یَا رَبَّنَا فَزِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا وَصِدْقًا وَاِخْلَاصًا وَحُبًّا فِیْکَ وَخُشُوْعًا لَّکَ وَخُضُوْعًا۔ وَخُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ وَاَنْتَ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ وَاَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ جو بندے صدقِ دل سے اللہ پر ایمان رکھتے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ انکی حفاظت اور حمایت کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی چیز بھی اس کو کوئی تکلیف اور نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اگر کوئی اس خوف اور اندیشہ میں مبتلا ہو کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی مرضی کے علی الرغم اس کو نقصان پہنچا سکتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسا شخص خدا تعالیٰ کو اپنی حفاظت کے لیے کافی نہیں سمجھتا۔ اور یہ چیز بالبداہت کفر و شرک ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۷۶ منکرین و مکذبین پر مار و پھٹکار انکے کفر و شرک کی بناء پر۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو مشرکوں کی جہالت اور ان کی حماقت پر انکی ملامت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "جس کو اللہ ڈال دے گمراہی میں اسکو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا"۔ کہ اس کے آگے اور کوئی ایسی ہستی ہے ہی نہیں جس کے بارے میں ایسا تصور بھی کیا جاسکے۔ اور اس کے گمراہی کے گڑھے میں ڈال دینے کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی ہدایت کی طلب نہیں رکھتا اور وہ اس سے منہ موڑ لیتا ہے تو وہ اس کو زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔ بلکہ ۔ ﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی﴾ ۔ کے مصداق وہ اس کو ادھر ہی پھیر دیتا ہے جدھر وہ خود جانا چاہتا ہے کہ ہدایت کی دولت جو سب سے بڑی دولت ہے اس کی فیض رسانیوں سے وہ ملتی تو سب کو بالکل مفت اور بلا کسی عوض اور معاوضہ کے ہے مگر اس کے لئے طلبِ صادق شرط اولین ہے۔ جس سے ایسے بدبخت محروم ہوتے ہیں اور زور زبردستی کا نہ یہ سودا ہے اور نہ اس کی ضرورت ہی ہے۔ ﴿اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ﴾ ۔ (هود: ۲۸) بہرحال اس ارشاد سے اللہ تعالیٰ کی سنت اور اسکے اس دستور کا حوالہ دیا گیا ہے جو کہ ہدایت و غوایت کے سلسلے میں اسکی مخلوق میں کارفرما ہے۔ سو اس سلسلے میں پیغمبر کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ اگر دعوتِ حق کو قبول نہیں کرتے اور اس سلسلے میں یہ عناد اور ہٹ دھرمی ہی سے کام لے رہے ہیں تو اس سے آپ افسردہ اور غمگین نہ ہوں کہ ان لوگوں پر انکے اپنے اعمال اور سوءِ اختیار

کی بنا پر اللہ کی مار پڑ چکی ہے۔ اور یہ اللہ کے قانون کی زد میں آئے ہوئے ہیں۔ جسکی بنا پر اللہ نے انکو گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔ اور جسکو اللہ گمراہ کر دے اسکو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ لہٰذا آپ ایسوں کی پرواہ نہ کریں۔ کیونکہ ایسے میں ان کو کوئی راہِ راست پر لانے والا نہیں۔ سو ایسے لوگ اپنی ہلاکت وتباہی کے ذمہ دار خود ہیں۔ اس لئے ان کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتنا ہوگا جو کہ بڑا ہی ہولناک ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ وضلال،

۷۷ اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش کو کوئی روک نہیں سکتا: - کہ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے - سبحانہ وتعالیٰ - سو ارشاد فرمایا گیا "اور جس کو اللہ راہِ راست پر لے آئے اسکو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا"۔ یعنی جس کو وہ نورِ حق وہدایت سے سرفراز فرما دیتا ہے اس کے صدق واخلاص اور طلبِ صادق کی بنا پر۔ تو اس سے اسکی اس نعمت کو کوئی چھین نہیں سکتا۔ سو ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے۔ اسی کی بخشش وعنایت سے ملتی ہے اور اسکا اصل مدار وانحصار انسان کے باطن اور اسکے قلب ونیت پر ہے۔ جسکے قلب وباطن کی دنیا درست ہوگی اور اسکے اندر نورِ حق وہدایت کیلئے تڑپ اور طلبِ صادق پائی جائے گی وہ واہبِ مطلق اسکو نورِ حق وہدایت سے سرفراز فرما کر اسکو راہِ حق وہدایت پر ڈال دے گا۔ اور جس کو راہِ حق وہدایت پر ڈال دے اسکو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا کہ کسی کی یہ جان نہیں کہ وہ اسکی عطا وبخشش کو روک سکے۔ پس بندے کو چاہیے کہ وہ بھروسہ واعتماد ہمیشہ اسی پر رکھے اور اس کے ساتھ اپنا تعلق اور معاملہ صحیح رکھنے کی فکر وکوشش کرے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، وھو الہادی الی سواء السبیل۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے، آمین ثم آمین

۷۸ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کا ذکر اسکی دو صفتوں کے حوالے سے: - سو ارشاد فرمایا گیا "کیا اللہ سب پر غالب اور بدلہ لینے والا نہیں ہے؟"۔ استفہام تقریر وتاکید کے لئے ہے۔ یعنی ہاں وہ ضرور ایسا ہی ہے۔ پس نہ کوئی اس کی گرفت و پکڑ سے بچ کر نکل سکتا ہے اور نہ ہی کسی میں اس کے بدلے وانتقام سے بچ نکلنے کا یارا ہو سکتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس تم لوگ راہِ حق وصواب کو اپنا کر آج اپنا معاملہ اس کے ساتھ درست کر لو اور صدقِ دل سے اس کے آگے جھک جاؤ۔ تاکہ اس کی گرفت وپکڑ سے بچ سکو جو کہ عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق ضرور ہو کر رہنی ہے۔ پس آج بچاؤ کی فکر کر لو قبل اس سے کہ فرصتِ حیات تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے اور پھر پچھتانے سے کچھ فائدہ نہ ہو۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو اس استفہام اور تنبیہ میں ان گمراہ اور مشرک لوگوں کے قلب وضمیر کو دستک دی گئی ہے جو اپنے خود ساختہ اور من گھڑت معبودوں کی پوجا پاٹ کرتے اور دوسروں کو اس کاروبار کفر وشرک میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ اور نہ ماننے والوں کو وہ اپنے ان بناوٹی اور بے حقیقت خداؤں کی گرفت اور پکڑ سے ڈراتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو اسکا کوئی پاس واحساس نہیں کہ جس اللہ کی وہ مخلوق اور اسکے بندے ہیں وہ ایک نہایت ہی زبردست اور انتقام لینے والی ہستی ہے۔ وہ انکو دیکھ رہا ہے اور اس نے ان سے بہر حال باز پرس کرنی ہے۔ اور انہوں نے بہر حال اسکے یہاں حاضر ہو کر اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور پھل پانا ہے؟ تاکہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہوں۔ سو اس کے لیے قیامت کا قائم ہونا اور عقل ونقل دونوں کا تقاضا ہے۔ کیونکہ دنیا کی اس عارضی محدود اور فانی زندگی میں عدل و انصاف کے تمام تقاضے نہ پورے ہوتے ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں، کیونکہ اس میں نہ اس کی گنجائش ہے۔ اور نہ اس کا موقع۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

آسمانوں اور زمین (کی اس کائنات) کو؟ تو یہ سب کے سب ضرور بالضرور یہی کہیں گے کہ اللہ ہی نے، ۷۹ (تو ان سے) کہو کہ اچھا تو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ

پھر یہ بتاؤ کہ جن کو تم لوگ (پوجتے) پکارتے ہو اللہ کے سوا' کیا ان میں اس کی کوئی طاقت ہے، کہ اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا

ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ

چاہے، تو یہ اس تکلیف کو دور کر سکیں؟ یا وہ اگر مجھ پر کوئی رحمت (اور عنایت) فرمانا چاہے تو کیا یہ (اس بل بوتے کے مالک ہیں کہ یہ)

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ

اس کو روک دیں؟ ۸۰ کہو کافی ہے مجھے اللہ، اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے، ﴿۳۸﴾ ۸۱ کہو (ان سے اے پیغمبر! کہ) اے میری

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ

قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا رہوں گا عنقریب تمہیں خود معلوم ہو جائے گا، ﴿۳۹﴾ کہ کس پر

۷۹ مشرکوں کی مت ماری کا ایک نمونہ ومظہر: ۔ کہ یہ لوگ آسمانوں اور زمین کی اس ساری کائنات کا خالق تو اللہ ہی کو مانتے ہیں لیکن پھر بھی پوجا دوسروں ہی کی کرتے ہیں۔ چنانچہ مشرکین سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ زمین وآسمان کی اس ساری کائنات کا خالق اللہ ہی ہے۔ سو آسمان وزمین کی اس عظیم الشان کائنات کا خالق و مالک وہ لوگ بھی اللہ وحدہ لاشریک ہی کو مانتے تھے۔ اور آج تک بھی کبھی کسی نے یہ نہیں کہا اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کے خود ساختہ خداؤں اور فرضی معبودوں میں سے کوئی بھی آسمان وزمین کی اس عظیم الشان کائنات کا خالق و مالک ہو سکتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ شرک کرتے ہیں تو قرآنِ حکیم اس طرح کے سوالات سے ایسے لوگوں کے ضمیروں کو جھنجھوڑنے کے لئے کہتا ہے کہ جب آسمان وزمین کی تخلیق وایجاد میں کوئی اس وحدہ لاشریک کا شریک وسہیم نہیں۔ اور تم لوگ خود اس بات کو مانتے اور اس کا اقرار واعتراف کرتے ہو تو پھر اس کی عبادت وبندگی میں کوئی اس کا ساجھی اور شریک آخر کس طرح ہو سکتا ہے؟ آخر تمہاری مت کہاں اور کیوں ماری جاتی ہے؟ ۔ ﴿اَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ۔ ﴿اَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ ۔ تو پھر تمہاری یہ کیسی تضاد فکری اور کیسا اندھا پن ہے کہ تم لوگ آسمان وزمین کی اس کائنات کا خالق و مالک اللہ وحدہ لاشریک ہی کو مانتے ہو اور پھر بھی تم لوگ اپنے خود ساختہ معبودوں کو اس کا شریک ٹھہرا کر دوسروں کو ان سے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کرتے ہو۔ آخر تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا؟ سو یہ مشرکین کی تضاد فکری، مت ماری اور انکے اندھے اور اوندھے پن کا ایک کھلا ثبوت اور واضح نمونہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، جل جلالہ

۸۰ نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے: سو اس ارشاد سے مشرکوں کے ضمیروں کو جھنجوڑنے اور ان کے قلوب و بواطن پر دستک کے طور پر ان سے سوال کیا گیا کہ ''کیا تمہارے یہ خودساختہ معبود کوئی نفع پہنچانے یا کسی نقصان کو روکنے کی کوئی طاقت رکھتے ہیں؟''۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ان کو آخر تم پوجتے پکارتے کیوں ہو؟ آخر تمہاری عقلوں کو ہو کیا گیا ہے؟ اور تمہاری دلوں کے یہ ہولناک قفل اور خوفناک تالے آخر کب اور کیونکر کھلیں گے؟ لیکن افسوس کہ مشرک کا حال ہمیشہ یہی رہا۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ اور کھلے مشرک کی طرح آج کے کلمہ گو مشرک کا حال بھی کل کے ان کھلے مشرکوں کی طرح بلکہ اس سے بھی برا ہے۔ اسکو جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی فضل ونعمت سے نوازتا ہے یا اس سے کسی تکلیف اور مصیبت کو اپنے کرم سے دور فرماتا ہے تو یہ دھڑلے سے کہتا ہے کہ یہ تو فلاں حضرت کا کرم اور فلاں ہستی اور ''سرکار'' کی عنایت ہے۔ اللہ پاک کا نام لینے کی اس کو توفیق نہیں ہوتی - الا ما شاء اللہ - پھر وہ اپنی اسی خودساختہ ہستی اور بناوٹی ''سرکار'' کے یہاں حاضری دیتا، وہاں بکرے کاٹتا، دیگیں پکاتا، نیازیں دیتا، چڑھاوے چڑھاتا اور انکی قبروں پر جا کر چادریں ڈالتا ہے۔ اور اپنے شرکیہ کاروبار کو رواج دینے اور عوام کالانعام میں پھیلانے کیلئے طرح طرح کے جھوٹے افسانے اور من گھڑت قصے پھیلاتا ہے۔ اور یہاں تک کہ وہ کہتا ہے کہ ہمارے لیے تو سب کچھ یہی ہستی اور یہی سرکار ہے۔ ''ہماری انکے آگے اور انکی اسکے آگے'' وغیرہ وغیرہ - اللہ ایسی ٹیڑھی کھوپڑیوں کو ٹھیک کرے اور انکے دماغوں کو درست کرے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں شرک کے ہر شائبے سے پاک اور ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے - راہِ حق وصواب ہی پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۸۱ پیغمبرؑ کو ہدایت کہ کہو کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے: سو پیغمبر کو اور پیغمبروں کے بھی امام و پیشوا پیغمبر کو ﴿قل﴾ کے صیغہ امر سے حکم فرمایا گیا کہ ''ان سے کہو کہ کافی ہے مجھے اللہ اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے''۔ کہ بھروسے کے لائق اور حاجت روا و مشکل کشا سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور جب مجھے میرا اللہ کافی ہے تو مجھے اس وحدہ لاشریک کے سوا نہ کسی کا کوئی ڈر ہے اور نہ ہی مجھے اسکے سوا کسی اور سے کوئی امید۔ مجھے ہر خوف وخطر سے وہی بچانے والا ہے اور میری ہر حاجت و ضرورت کا وہی ضامن وکفیل ہے - سبحانہ وتعالیٰ - میں نے بہر حال اس پر بھروسہ کر رکھا ہے اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ پس جو اسکے سوا اوروں پر بھروسہ کرتے ہیں انکی امیدوں کی ساری عمارت گرتی کھائی کے کنارے پر کھڑی ہے مگر ان کو اس کا شعور بھی نہیں جو کہ خساروں کا خسارہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم، اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔

۸۲ مشرکوں سے اعلانِ براءت و بیزاری کی تعلیم وتلقین: سو اس ارشاد میں ''قل'' کے صیغۂ امر سے مشرکین سے براءت و بیزاری کے اعلان کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے۔ یعنی مشرکوں سے کہا جائے کہ اگر ان اور ان براہینِ قاطعہ کے باوجود اگر تمہاری آنکھیں نہیں کھلتیں، تمہارے دلوں کے زنگ نہیں اترتے اور تمہارے باطن کی میل نہیں جاتی اور تم حق کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری فطرت مسخ ہو چکی ہے اور تم راہِ راست پر آنے والے نہیں ہو۔ لہذا اب آخری جواب و اعلان یہی ہے کہ تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ۔ میں اپنی جگہ اپنا کام کرتا رہوں گا۔ عنقریب ہی جبکہ دوسرے جہاں میں اصل حقائق کھل کر تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائیں گے جس کے لیے میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں تو اس وقت تمہیں کھرا کھوٹا سب خود معلوم ہو جائے گا اور حقیقتِ حال کھل کر تمہارے سامنے آجائے گی۔ مگر اس وقت کا ماننا اور پچھتانا تمہیں کچھ کام نہ دے سکے گا۔ وہ وقت آنے پر خود تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر آتا ہے وہ عذاب جو اسکو رسوا کر دے اور کس پر آتا ہے وہ عذاب جو اس پر ٹک کر رہ جائے - والعیاذ باللہ العظیم مِنْ کُلِّ زیغٍ وَّ ضَلالٍ و سوءٍ وَّانحرافٍ -

يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ

آتا ہے وہ عذاب جو اس کو رسوا کر کے رکھ دے، اور کس پر اترتا ہے ہمیشہ رہنے والا عذاب، ۸۲ ﴿۴۰﴾ بلاشبہ ہم ہی نے

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى

اتاری آپ کی طرف (اے پیغمبر!) یہ کتاب سب لوگوں (کی ہدایت) کے لئے حق کے ساتھ، پھر جس نے (اس کے مطابق)

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ

راہِ راست کو اپنایا تو اس نے اپنا ہی بھلا کیا، اور جو بھٹک گیا تو اس کے بھٹکنے کا وبال بھی یقیناً خود اسی کے سر ہوگا، اور آپ ان کے

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ

کوئی ذمہ دار نہیں ہیں، ۸۳ ﴿۴۱﴾ اللہ ہی سب کی روحیں قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت، ۸۴ اور ان کی

الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا

بھی جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا ہوتا، ان کی نیند (کی حالت) میں، ۸۵ پھر ان جانوں کو تو وہ روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم

۸۳ گمراہوں کی گمراہی کی پیغمبرؑ پر کوئی ذمہ داری نہیں: ۔سو پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا کہ "آپؐ انکے کوئی ذمہ دار نہیں ہیں"۔ کہ ان کو ایمان پر مجبور کر دیں اور ان کو راہِ حق و ہدایت پر لا کر ہی چھوڑیں کہ ہدایت دینا تو ہمارے اختیار میں ہے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ کس کے باطن کی کیفیت کیا ہے اور کون کس لائق ہے؟ اور ہم ہی جانتے ہیں کہ آیا وہ دولتِ ایمان کے قابل ہے یا نہیں۔ آپ کا کام تو صرف پیغامِ حق پہنچا دینا ہے اور بس۔ اور وہ آپ کر چکے۔ اور آپ کی ذمہ داری پوری ہوگئی۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ سو اب جو اس حق کو قبول کریں گے وہ خود اپنا ہی بھلا کریں گے کہ اس طرح وہ اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو سنوار سکیں گے۔ اور جو اس سے منہ موڑیں گے وہ اپنا ہی نقصان کریں گے کہ اس طرح وہ نورِ حق سے محروم ہو کر طرح طرح کے اندھیروں میں ڈوب کر رہ جائیں گے۔ والعیاذ باللہ۔ سو پیغمبر کے ذمے اِنذار و تبلیغ ہے اور بس۔ یعنی کلمہ حق کو بلا کم و کاست پہنچا دینا اور بس۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارہ ارشاد فرمایا اور انما کے کلمہ حصر کے ساتھ فرمایا گیا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ (الرعد۔۴۰) یعنی آپ کے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے اور بس، آگے حساب لینا ہمارا کام ہے۔ آگے لوگوں کو راہِ راست پر لے آنا اور حق بات اس سے منوا لینا نہ ان کے بس میں ہے اور نہ ہی یہ انکی ذمہ داری ہے۔ سو گمراہوں کی گمراہی کی پیغمبر پر کوئی ذمہ داری نہیں کہ ان کا کام صرف تبلیغِ حق ہے۔ بر رسولاں بلاغ است و بس۔ اس کے بعد جو نہیں مانتے وہ اپنی گمراہی اور ہلاکت و تباہی کے ذمہ دار خود ہیں۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا۔

۸۴ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں: -سواس سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کی زندگی اور اس کی موت اللہ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ سوارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ہی روحیں قبض کرتا ہے سب جانداروں کی انکی موت کے وقت"۔ ہر جاندار اور ہر انسان کی۔ جب چاہے اور جیسے چاہے۔ سبحانہ وتعالیٰ- سوتمہاری موت اے انسانو! کسی بھی وقت کسی بھی طرح اور کسی بھی جگہ آ سکتی ہے۔ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، گھر میں، گھر سے باہر، سفر میں، حضر میں، زمین پر، فضا میں، بحر میں، بر میں، دن کے وقت، رات کے وقت۔ کسی بیماری یا اندرونی خرابی سے یا کسی بیرونی حادثے سے- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ- اور اس طرح کسی بھی وقت اور کسی بھی صورت میں تم لوگ یکایک حیاتِ مستعار کی صورت میں ملنے والی اس فرصتِ عمل سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو سکتے ہو۔ اور پھر کبھی اور کسی بھی طور پر یہ تمہیں دوبارہ ملنے والی نہیں ہے۔ تو اس صورتِ حال میں اپنے خالق و مالک کی یادِ دلشاد اور اسکی اطاعت و بندگی سے غفلت ولا پرواہی برتنا- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ- اور اپنے انجام سے غفلت و بے فکری سے کام لینا کس قدر ہولناک خسارے اور نقصان کا سودا ہے؟- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- سوزندگی اور موت کا معاملہ سب کا سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جسکی اجلِ مقرر پوری ہو جاتی ہے اللہ اسکی روح قبض کر لیتا ہے۔ اور جسکی موت نہیں آئی ہوتی اسکو بھی وہ اسکی نیند کی صورت میں ہر روز اسکی موت اور پھر موت کے بعد اٹھنے کا مشاہدہ کراتا ہے۔ تاکہ اسکی تذکیر اور یاددہانی کا سامان ہو سکے،

۸۵ نیند موت کا نمونہ اور اسکی ریہرسل: -سوارشاد فرمایا گیا کہ "جن کی موت نہیں آئی ہوتی انکی نیند کی صورت میں"، یعنی انکے اوپر انکی موت کا ایک نمونہ ان کی نیند کی صورت میں ان پر طاری کر دیا جاتا ہے جس میں ان کے لیے ایک عظیم الشان تذکیر و یاددہانی اور موت اور بعث بعد الموت کی ریہرسل ہوتی ہے۔ اسی لئے نیند کو "وَفَاۃٌ صُغْریٰ"، "چھوٹی موت" اور "اُخْتُ الْمَوْت"، "موت کی بہن" کہا جاتا ہے۔ اور اس طرح ہر دن نیند کے ذریعے ہر انسان کو اس کی اس بڑی نیند یعنی اسکی موت کی ریہرسل اور یاددھانی کرائی جاتی ہے تاکہ وہ اپنی آخرت کو یاد رکھے اور اس کیلئے تیاری کرے۔ مگر افسوس کہ غافل انسان ہر دن کی اس تذکیر و ریہرسل سے کوئی سبق نہیں لیتا حالانکہ اپنی نیند کی صورت میں وہ روزانہ اپنی موت کا نمونہ دیکھتا ہے۔ اور صبح اٹھنے کی صورت میں وہ روزانہ بعث بعد الموت کے نمونے کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس طرح نیند اور بیداری کے اس پر حکمت سلسلے سے اسکو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں لگاتار یہ درس دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی اس دنیاوی زندگی کو زندگی جاوید نہ سمجھے۔ اور اس اہم اور بنیادی حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھے کہ یہ زندگی فانی ہے اور اس میں کرنے کا اصل کام آخرت کی حقیقی زندگی کے لیے تیاری کرنا ہے- وباللہ التوفیق لما یحب ویرید- بہرکیف نیند موت کی ایک عظیم الشان ریہرسل ہے جو دنیا کو روزانہ آخرت اور موت کی تذکیر و یاددہانی کراتی ہے۔ تاکہ وہ چونک کر اپنے انجام اور آخرت کیلئے تیاری کریں لیکن دنیا ہے کہ آنکھ کھولنے کا نام ہی نہیں لیتی اور وہ برابر اسی خوابِ غفلت میں پڑی ہے۔ بلکہ وہ غفلت ولا پرواہی کی چادر کو پھیلانے والے نت نئے سامان بنانے میں لگی ہوئی ہے۔ الا ما شاء اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ، والعیاذ باللہ جل وعلا بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰىٓ اِلٰىٓ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ

فرما چکا ہوتا ہے اور دوسری جانوں کو وہ چھوڑ دیتا ہے ایک مقررہ مدت تک ۸۶ بلا شبہ اس میں بڑی بھاری

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں، ۸۷ (۴۲) کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کچھ اور سفارشی بنا رکھے

۸۶ فرصت حیات بہر حال محدود اور معین ہے: -سواس سے واضح فرمادیا گیا کہ زندگی کی فرصت ومہلت ایک معین مدت تک کے لیے ہے اور بس۔ سوارشاد فرمایا گیا "اور انکو وہ مہلت دیتا ہے ایک مقررہ مدت تک"۔ یعنی ان کی موت کے مقرر وقت تک۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر لوگ سوکر اٹھ جاتے ہیں۔ مگر کتنے ہی ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس نیند ہی میں ہمیشہ کے لئے سوجاتے ہیں- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وشرّ- سو ہر جاندار کی زندگی اللہ پاک کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ وہ جب چاہے اور جیسے چاہے اسکی جان قبض کرلے۔ پس اپنی موت اور اپنے انجام سے غفلت ولاپرواہی برتنا بڑے ہی خسارے کا سودا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- سوزندگی کی اس محدود ومعین مہلت کا حق اور اس کا مصرف یہ ہے کہ اس کو حضرتِ خالق- جل مجدہ- کی رضا وخوشنودی اور آخرت کی کامیابی اور فوز وفلاح کے حصول اور اس سے سرفرازی کے لیے صرف کیا جائے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اَلدُّنْيَا سَاعَةٌ وَّاجْعَلْهَا طَاعَةً۔ یعنی دنیا محض ایک گھڑی ہے پس تم اس گھڑی کو اپنے رب کی اطاعت وبندگی میں صرف کردو۔ وباللہ التوفیق لما یحبّ ویرید، وعلٰی ما یحبّ ویرید-

۸۷ غور وفکر والوں کے لیے عظیم الشان نشانیاں: -سوارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں"۔ کہ غور وفکر اور صحیح طور پر غور وفکر سے کام لینے والے لوگ ہی اس سے صحیح نتیجے تک پہنچتے ہیں۔ ورنہ جو لوگ غور وفکر کی اس دولت سے محروم ہوتے ہیں ان کے لئے دفتروں کے دفتر بھی ناکافی وبے سود ہیں- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ- سوصحیح طور پر غور وفکر کرنے والوں کیلئے اس میں ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جس طرح اس کائنات کی خلق وتدبیر کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے اسی طرح زندگی اور موت کا تمام تر سلسلہ بھی اسی وحدہٗ لاشریک کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ نیز جب زندگی اور موت کے سلسلے میں کسی اور کا کوئی عمل دخل نہیں تو پھر مرنے کے بعد کوئی اور کس طرح اسکا مرجع ومولیٰ بن سکتا ہے؟ پس بھروسہ کے لائق اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذاتِ اقدس واعلیٰ ہی ہے جو کہ خالق ومالکِ برحق ہے اس پوری کائنات کا۔ پس بھروسہ ہمیشہ اسی پر کرنا چاہیئے سب بھروسہ کرنے والوں کو۔ اسی طرح نیند اور بیداری کے اس عمل سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا کچھ مستبعد نہیں کہ اس کا نمونہ انسان روزانہ نیند اور بیداری کی صورت میں دیکھتا ہے۔ اور سوکر اٹھنے پر- " الحمد لله الذى احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور"- کی جو دعا حدیث میں بتائی گئی ہے اس میں بھی یہی درس دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا ترجمہ ومطلب بھی یہی ہے کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی اور اسی کے حضور دوبارہ زندہ ہوکر جانا ہے- سبحان اللہ- کیسی عظیم الشان اور پُر حکمت دعائیں ہیں جو قرآن وسنت میں تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہیں۔ یہ جملہ خیرات وبرکات کو حاوی ومحیط ہیں۔ پس ان کو ہمیشہ حرزِ جان بنانا چاہیے۔ وباللہ التوفیق لما یحبّ ویرید، وعلٰی ما یحبّ ویرید

شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

ہیں (بغیر کسی سند اور دلیل کے؟ تو ان سے) کہو کہ کیا یہ (تمہارے خود ساختہ شفیع وسفارشی) تمہاری سفارش کریں گے اگرچہ

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

یہ نہ کچھ اختیار رکھتے ہوں اور نہ ہی یہ کچھ سمجھتے (بوجھتے) ہوں؟ ﴿۴۳﴾ کہو کہ اللہ ہی کے لئے (اور اسی کے قبضہ قدرت واختیار میں) ہے

ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ

ہر طرح کی سفارش، ۱۸۸ اسی کے لئے ہے بادشاہی (اور فرمانروائی) آسمانوں اور زمین (کی اس ساری کائنات) کی، پھر اسی کی طرف

قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ

لوٹ کر جانا ہے تم سب لوگوں کو، ﴿۴۴﴾ اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو (شرک کے ماروں کا حال یہ ہوتا ہے کہ) کڑھنے (اور بگڑنے)

مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

لگتے ہیں دل ان لوگوں کے، جو ایمان (ویقین) نہیں رکھتے آخرت پر، اور جب ذکر کیا جاتا ہے اس کے سوا دوسروں کا تو یکایک

وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ

کھل کھلا اٹھتے ہیں (شرک کے یہ روگی)، ۸۹ ﴿۴۵﴾ کہو اے اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے (بغیر کسی سبق مثال کے، اور ایک

عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ

برابر) جاننے والے نہاں وعیاں کے، تو ہی (آخری) فیصلہ فرمائے گا اپنے بندوں کے درمیان، ان تمام باتوں کا جن کے بارے میں

۸۸ مشرکانہ تصورِ شفاعت کی نفی کا ذکر وبیان: -- سو مشرکوں کی حماقت کو ظاہر کرنے اور مشرکانہ تصورِ شفاعت کی نفی کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ ''کہو اللہ ہی کیلئے ہے سفارش سب کی سب''۔ پس وہاں سفارش وہی کر سکے گا جس کو اللہ پاک اجازت دے اور اسی کے لئے کر سکے گا جس کے لئے اجازت ملے گی۔ ﴿الا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾۔ (النساء: ۳۸)۔ پس اس سے شفاعت وسفارش کے مشرکانہ تصور کی جڑ نکال دی گئی۔ سو جو لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں ہستی اور فلاں سرکار کا لڑ پکڑ رکھا ہے۔ وہ ہمیں کافی ہے۔ وہ وہاں اڑ کر بیٹھ جائے گی اور اپنی بات منوا کر چھوڑے گی۔ لہذا ہمیں کوئی فکر وپروا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسے لوگ بڑی ہی خوفناک اور تباہ کن غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ وَالْعِیَاذُ

بِاللّٰہِ الْعَظِیْم - اسکے حضور کوئی سفارش کیلئے زبان کھولنے کی جسارت نہیں کر سکے گا مگر اسکے بعد کہ اسکو خداوند قدوس کی طرف سے اجازت مل جائے اور جس کے لیے اجازت ملے۔ پس مشرکانہ تصورِ شفاعت کی وہاں پر کوئی گنجائش نہیں۔ سو ایسے لوگ سخت دھوکے میں ہیں مگر ان کو اس کا کوئی شعور اور احساس نہیں، والعیاذ باللہ العظیم۔

۸۹ مشرکوں کی عقیدۂ توحید سے چڑ اور علامہ آلوسیؒ کا ایسے مشرکوں کے حال پر رونا: -سو اس سے اہلِ کفر و شرک کی عقیدۂ توحید سے چڑ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ علامہ آلوسی بغدادی نے اپنے دور کے مشرکوں کے بارے میں یہی رونا رویا ہے۔ یہی حال آج کے کلمہ گو مشرکوں کا ہے کہ توحیدِ خالص اور قرآن و سنت کے صاف بیان سے ان کے تیور بگڑنے، اور انداز بدلنے لگتے ہیں۔ ان کے دل کڑھنے اور چہروں کے رنگ متغیر ہونے لگتے ہیں۔ اور جب اس کے برعکس ان کی خودساختہ سرکاروں اور ہستیوں اور ان سے متعلق جھوٹ موٹ کے قصے سنائے جائیں تو ان کے ذکر پر یہ لوگ اچھل پڑتے ہیں اور طرح طرح کے نعرے لگانے لگتے ہیں اور آہ و واہ کے ڈونگرے برسانے لگتے ہیں۔ مشہور حنفی عالم، صاحبِ روح المعانی مفسر آلوسی بغدادی - رحمہ اللہ - نے اس مقام پر اپنے دور کے اسی طرح کے کلمہ گو مشرکوں کے ایسی ہی شرکیات کا رونا جس درد بھرے انداز میں رویا ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ نیز وہ لکھتے ہیں کہ ایک روز میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو کہ ایک مردہ بزرگ کو حاجت روائی کے لئے پکار رہا تھا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ تو اللہ کو کیوں نہیں پکارتا جو کہ ہر جگہ ہے اور ہر کسی کی سنتا ہے؟ تو وہ سخت غصے ہو گیا، اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ شخص بزرگوں کا منکر ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ میں نے بعض لوگوں کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ ولی و بزرگ اللہ کے مقابلے میں جلد حاجت روائی کرتے ہیں، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ - علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں یہ کھلا کھلم کفر ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی)۔ یہ تو انہوں نے ایک صدی سے بھی زیادہ پہلے کے کلمہ گو مشرکوں کے حالِ بد کا رونا رویا ہے جبکہ ہمارے اس دور اور ہمارے ملک کا حال تو اس سے کہیں بڑھ کر برا اور بدتر ہو چکا ہے۔ کفر و شرک کا کاروبار کھلے عام اور طرح طرح سے چلایا اور پھیلایا جا رہا ہے۔ حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی فلسفہ طرازیوں اور سخن سازیوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ اور بہت جگہوں میں تو وقت کی حکومتوں کی سرپرستی میں ایسا کیا جا رہا ہے۔ کتنی قبریں ایسی ہیں جن کو منوں کے حساب سے عرق گلاب سے غسل دیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ - فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ - سو پیغمبر کو ایسے لوگوں کے بارے میں ہدایت فرمائی گئی کہ آپ ایسے لوگوں کے بارے میں اپنے رب کے حضور اس طرح عرض کریں کہ اے اللہ آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی نمونے اور مثال کے وجود میں لانے والے اور نہاں و عیاں کو ایک برابر جاننے والے۔ تو ہی فیصلہ فرمائے گا ان لوگوں کے درمیان ان تمام باتوں کے بارے میں جن میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔ سو ان کا معاملہ تیرے ہی حوالے ہے۔ یہ ہمارے بس سے باہر ہیں۔ پس تو خود ہی ان سے نمٹ۔ اور عدل و انصاف کے بھرپور تقاضوں کے ساتھ نمٹ۔ تاکہ یہ اپنے کیے کرائے کا پھل پا سکیں،

ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَا فْتَدَوْا

یہ اختلاف کر رہے ہیں، ف۹۰ ﴿۴۶﴾ اور (اس وقت حال یہ ہوگا کہ) اگر ظالم لوگوں کے لئے وہ سب کچھ بھی ہو جائے، جو کہ زمین میں موجود ہے،

بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ

اور اسی کے برابر اس کے ساتھ اور بھی، تو یقینی طور پر یہ لوگ قیامت کے دن اس سب کو اس برے عذاب سے بچنے کیلئے دینے کو تیار

اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

ہو جائیں گے، اور اللہ کی طرف سے انہیں وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا انہیں گمان بھی نہ تھا، ف۹۱ ﴿۴۷﴾ اور وہاں پر ظاہر ہو چکے ہوں گے

كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ

ان کے سامنے برے نتائج ان کی اس کمائی کے، جو یہ لوگ (زندگی بھر) کرتے رہے تھے، ف۹۲ اور گھیر لیا ہوگا ان کو اسی چیز (کی اصل

الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ

حقیقت) نے جس کا یہ مذاق اڑایا کرتے تھے، ف۹۳ ﴿۴۸﴾ پھر اس انسان (کی تنگ ظرفی) کا عالم یہ ہے کہ جب اس کو چھو جاتی ہے کوئی

اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

تکلیف، تو یہ ہم ہی کو پکارتا ہے، لیکن جب ہم اس کو عطا کر دیتے ہیں اپنی طرف سے کوئی نعمت، تو یہ (اکڑ کر اور بپھر کر) کہتا ہے

۹۰ ہٹ دھرموں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے: سو اس سے ہٹ دھرموں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کہو اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے۔ اور ایک برابر جاننے والے نہاں و عیاں کے۔ تو ہی فیصلہ فرمائے گا اپنے بندوں کے درمیان ان تمام باتوں کے بارے میں جن میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں۔ پس تو ہی اے میرے مالک! میرے لئے کافی ہو جا اور مجھے راہِ حق پر ثابت قدم رکھ۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور سننِ ابوداؤد وغیرہ میں اسماء و صفات کے ضمن میں ام المومنین حضرت عائشہ۔ رضی اللہ عنہا۔ سے تفصیلاً مروی ہے۔ سو اس میں پیغمبر کو یہ تلقین فرمائی گئی ہے کہ آپ ان ہٹ دھرم لوگوں کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے کر دیں۔ کیونکہ یہ لوگ جب اپنی خیالی جنت سے نکلنے کو تیار نہیں تو ان سے الجھنے اور انکو منہ لگانے سے کیا فائدہ؟ ایسے ہٹ دھرم لوگ تو ایسے ہی خیالی پلاؤ پکانے اور مزیدار خواب دیکھنے میں لگے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اپنے آخری انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔ اس لیے آپ اپنے رب کے حضور یہ دعا کریں جو یہاں تلقین فرمائی گئی ہے کہ آپ کا رب ہی ان کے درمیان اپنے عدل و انصاف کے مطابق روزِ قیامت میں فیصلہ فرمائے گا کہ وہ احکم الحاکمین ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۹۱ دنیاوی زندگی کی عظمت واہمیت کے ایک خاص پہلو کا ذکر وبیان: ۔سو اس سے دنیاوی زندگی کی عظمت و اہمیت کا یہ خاص پہلو ظاہر اور واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں معمولی محنت سے بھی آخرت کی کمائی کی جاسکتی ہے جبکہ اس کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد آخرت کی کمائی کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ قیامت کے روز مشرکین ومنکرین کو روئے زمین کی دولت کے بدلے بھی وہاں کے عذاب سے چھٹکارا نہیں مل سکے گا۔ سو آج تو ان لوگوں کو ایک کلمہ توحید بھی گراں گزر رہا ہے اور اللہ پاک کی رضا کے لئے چند ٹکے دینا بھی ان کو بوجھ لگ رہا ہے مگر قیامت کے روز انکا حال یہ ہوگا کہ اگر انکو وہ سب کچھ بھی مل جائے جو کہ زمین کے اندر موجود ہے اور اسی کے برابر اور بھی مل جائے تو یہ اس سب کو بھی اس دن کے اس عذاب کے بدلے میں دینے کو تیار ہو جائیں گے مگر اس کا ان کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہو گا۔ لیکن اس کا کیا فائدہ کہ اس کا وقت بیت چکا ہوگا۔ سو اس سے یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دنیاوی زندگی کی یہ محدود فرصت جو انسان کو ملی ہوئی ہے کتنی قیمتی اور کس قدر عظیم الشان فرصت ونعمت ہے کہ ایمان بالغیب کی دولت کے ساتھ یہاں اللہ پاک کی راہ میں ایک پیسہ دینا بھی قبول ہوگا اور وہ ان کیلئے اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً اجر وثواب کا باعث ہوگا۔ جبکہ وہاں یعنی قیامت کے اس ہولناک دن میں زمین بھر کر سونا بھی قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ فَارْزُقْنَا اللّٰھُمَّ التَّوْفِیْقَ لاغتنام ھٰذِہِ الْفُرْصَۃَ یا ارحم الراحمین و یا اکرم الاکرمین یَا مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ ۔ بہر کیف یہاں پر یہ واضح فرمادیا گیا کہ قیامت کے روز اگر انکو بالفرض روئے زمین کی ساری دولت بھی مل جائے اور اسی کے برابر ایک اور دنیا بھی ان کو مل جائے تو یہ اس سب کو اس دن کے ہولناک عذاب کے بدلے میں دینے کو تیار ہو جائیں گے مگر وہ ان سے قبول نہیں ہوگا۔ سو اس سے ایسے منکروں اور غافلوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور ان کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور اس کے لیے محنت اور کوشش کرنی چاہیے قبل اس سے کہ حیاتِ دنیا کی یہ فرصتِ محدود ومختصر ان کی ہاتھ سے نکل جائے اور ان کو ہمیشہ کے خسارے میں مبتلا ہونا پڑے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بکلِّ حالٍ من الاحوال وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ،

۹۲ قیامت کے روز منکرین کے حالِ بد کا ذکر وبیان: ۔سو اس سے قیامت کے روز کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج سے منکرین کی انتہائی بدحالی کی تصویر پیش فرمادی گئی۔ والعیاذ باللہ۔ اور وہاں ان کیلئے اللہ کی طرف سے وہ کچھ سامنے آئے گا جس کا انکو گمان بھی نہیں تھا۔ کیونکہ ان کا اس پر ایمان ویقین ہی نہیں تھا۔ اور کا کہنا اور ماننا یہ تھا کہ زندگی تو بس یہ دنیاوی زندگی ہی ہے۔ اسی میں ہمارا جینا اور مرنا ہے اور بس۔ ﴿اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَیْ وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ﴾ الایۃ (المومنون:۳۷)۔ سو اس سب کے برعکس جب یہ لوگ وہاں پر ان تمام غیبی حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے جن کی خبر پیغمبر نے دی تھی تو یہ ہک دھک رہ جائیں گے۔ اور انکی حیرت وحسرت کا کوئی کنارہ نہیں ہوگا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ انسان کی ایک غلط فہمی اور کوتاہ نظری یہ رہی کہ جب جرم وقصور پر اسکی فوری گرفت وپکڑ نہیں ہوتی تو یہ مست ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس پر اسکی کوئی باز پرس ہونی ہی نہیں۔ اور اس بنا پر وہ جرم وگناہ کے ارتکاب میں بڑھتا اور ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور اس بنا پر وہ آخرت کی گرفت وپکڑ اور وہاں کی باز پرس سے بھی بے فکر اور لاپروا ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ

العظیم- یہاں تک کہ اگر کوئی اسکو اس طرف توجہ دلائے اور خداوند قدوس کے عدل وانصاف کے تقاضے سمجھائے تو وہ اسکو بھی ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ اور اسکے جواب میں طرح طرح کی حجت بازیوں سے کام لینے لگتا ہے۔ سو ایسے لوگوں کے سامنے کل جب وہاں کے حقائق کھلیں گے تو انکو پتہ چل جائے گا اور اس وقت انکی یاس وحسرت اور بدحالی کا کوئی ٹھکانا نہ ہوگا- والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل مَوْطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ،

۹۳ قیامت کے روز منکرین ومکذبین اپنی بری کمائی کے برے گھیرے میں، والعیاذ باللہ جل وعلا:- سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اس روز اور وہاں پر ان کیلئے انکی زندگی بھر کی کمائی کے برے نتائج ظاہر ہو چکے ہونگے۔ اور انکی کمائی اپنی اصل اور حقیقی شکل میں ان کے سامنے آ جائے گی جو کہ بڑی ہی ہولناک اور انتہائی خوفناک ہوگی۔ سو وہاں پر ملنے والے طرح طرح کے عذاب دراصل ان کے اپنے ہی اعمالِ بد کی وہ بری شکلیں ہوں گی جو آج یہاں پردے میں ہیں۔ اور کشفِ حقائق کے اس جہاں میں کل وہ سب سامنے آ جائیں گی۔ سو اس دنیا میں برے اعمال کی سنگینی چونکہ ظاہر نہیں ہوتی کہ دار الامتحان کا تقاضا یہی ہے اس لیے انسان ایسے اعمال کی برائی کا اندازہ نہیں کر سکتا اور وہ کہتا ہے میں جو کچھ کرتا ہوں ٹھیک کرتا ہوں۔ اس لیے وہ اپنے برے اعمال کی خوبیاں اور ان کے فلسفے بیان کرنے لگتا ہے۔ اسی بنا پر کافر اپنے کفر کو، مشرک اپنے شرک کو اور بت پرست اپنی بت پرستی کو درست سمجھتا اور اس کیلئے حجت بازی اور فلسفہ طرازی سے کام لیتا ہے۔ مگر کل آخرت میں جب حقائق سے پردہ اٹھ جائے گا اور ہر چیز اپنی اصلی شکل میں آشکارا ہو جائے گی تو انکے برے اعمال کی بری شکلیں انکے سامنے آ جائیں گی۔ تب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کتنی ہولناک کمائی تھی جو یہ لوگ دنیاوی زندگی کی اپنی محدود و مختصر فرصت میں بڑی بے فکری اور لاپرواہی سے کرتے رہے تھے، اور نورِ حق وہدایت سے منہ موڑ کر انہوں نے کس قدر ہولناک خسارے کا سودا کیا تھا۔ سو دنیا میں انسان جس فکرِ بد اور عملِ بد کی تخم ریزی اور بیجائی کرتا ہے وہ اس کا اندازہ نہیں کر پاتا کہ اسکی اس کاشت اور تخم ریزی کی فصل کس رنگ میں اپجی، وہ کہاں تک پھیلی پھولی، اور کیسے زہریلے برگ وبار لائی۔ کیونکہ دنیا میں یہ سب کچھ زیرِ پردہ اور مخفی ومستور ہے۔ مگر کل قیامت اور آخرت کے اس جہاں میں جو کہ کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کا جہاں ہوگا اس کا یہ سب کیا کرایا اپنی اصل اور حقیقی شکل میں اس کے سامنے آ جائے گا۔ تب اس کو پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ جن غیبی حقائق کا وہ انکار کرتا، اور ان کا مذاق اڑایا کرتا تھا، آج وہ پوری طرح انکے گھیرے میں آ گیا ہے اور ایسا اور اس طور پر کہ اب اس سے گلوخلاصی اور چھٹکارا پانے کی کوئی بھی صورت اس کے لیے ممکن نہ ہوگی۔ سو یہی ہے سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر قائم اور مستقیم رکھے۔ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھنے کی توفیق بخشے۔ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اپنی پناہ اور اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور حیاتِ مستعار کے ہر لمحہ اور لحظے کو اپنی رضا وخوشنودی کے لیے صرف کرنے کی توفیق بخشے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین، ویا ارحم الراحمین۔

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى

کہ یہ تو مجھے اپنے علم (وہنر) کی بناء پر ملی ہے، (نہیں) بلکہ یہ تو ایک آزمائش ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں، ۹۴ ﴿۴۹﴾ یہی بات ان

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ط

لوگوں نے بھی کہی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، مگر (شامت آنے پر) ان کے کچھ کام نہ آسکی ان کی وہ کمائی جو وہ کرتے رہے

وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا

تھے، ﴿۵۰﴾ سو ان کو پہنچ کر رہے برے نتائج ان کی اس کمائی کے جو وہ کرتے رہے تھے، اور ان لوگوں میں سے جو اڑے رہیں گے اپنے

وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

ظلم (وباطل) پر، ان کو بھی پہنچ کر رہیں گے برے نتائج ان کی اس کمائی کے جو یہ کئے جا رہے ہیں، ۹۵ اور یہ اس بل بوتے کے مالک

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ ع

نہیں کہ عاجز کر دیں (ہم کو اپنی گرفت وپکڑ سے،) ۹۶ ﴿۵۱﴾ اور کیا ان لوگوں کو اس حقیقت کا علم نہیں ہوا کہ اللہ ہی روزی کشادہ فرماتا ہے

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ

جس کے لئے چاہتا ہے، اور وہی تنگ فرماتا ہے (جس کے لئے چاہتا ہے اپنے علم وحکمت کی بناء پر؟) ۹۷ بلاشبہ اس میں بڑی بھاری

۹۴ نعمت ذریعۂ ابتلاء وآزمائش: - سو انسان کو ملنے والی ہر نعمت ذریعۂ ابتلاء وآزمائش ہے۔ چنانچہ اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کو جو بھی کوئی نعمت ملتی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ اس کیلئے ابتلاء وآزمائش کا ذریعہ ہوتی ہے۔ یعنی یہ آزمائش کہ بندہ اس پر شکر کرتا ہے یا ناشکری۔ اور اس نعمت کو وہ خیر اور نجات کا ذریعہ بناتا ہے یا شر اور عذاب کا باعث؟ - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ - مگر اکثر لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں جس کے باعث ایسا انسان راہِ حق وہدایت سے سرفراز ہونے کی بجائے الٹا ہلاکت وتباہی کے گڑھوں میں اوندھا گرتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اصل حقیقت بہر حال یہی ہے کہ انسان کو جو بھی کوئی نعمت ملتی ہے وہ نہ اسکی اپنی قابلیت کا نتیجہ ہوتی ہے اور نہ ہی کسی اور ہستی کی عطاء وبخشش۔ بلکہ وہ محض اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ واحسان ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعے وہ خالق ومالک بندے کا امتحان کرتا ہے کہ آیا یہ اسکا شکر ادا کرتا ہے یا اسکو پا کر استکبار وسرکشی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور انسان کو جو کوئی لیاقت اور قابلیت ملتی ہے وہ بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ اور اسی کا انعام واحسان ہوتا ہے۔ مگر دنیا کے اس دار الاسباب میں انسان کو جو بھی کچھ ملتا ہے وہ اسباب کے ذریعے ہی سے ملتا ہے۔ اس لیے کوتاہ نظر اور مادہ پرست انسان کی نظریں انہی ظاہری اسباب میں پھنس کر اور اٹک کر رہ جاتی ہیں۔ اور وہ حقیقت تک رسائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، اللہ تعالیٰ نور حق ومعرفت سے ہمیشہ سرفراز وفیضیاب رکھے۔ آمین ثم آمین

۹۵ ظالموں کو اپنے ظلم کا نتیجہ وانجام بہر حال بھگتنا ہوگا - والعیاذ باللہ: - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ظالموں کو انکی کمائی کے برے نتائج بہر حال پہنچ کر رہیں گے۔ یعنی مشرکینِ مکہ اور ان کے بعد دوسرے کفار و مشرکین جو کہ قرآن کے اولین مخاطب ہیں کہ اللہ پاک کا قانونِ عدل وانصاف بے لاگ اور سب کے لئے ایک اور یکساں ہے۔ سو جو بھی کرے گا وہ بہر حال بھرے گا۔ اور اس کو اپنے کیے کرائے کا پھل بہر حال پانا ہوگا تاکہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ وَبِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ - بہر کیف ظالموں کو انکے کیے کرائے کے برے نتائج بہر حال پہنچ کر رہیں گے اور ان کو اسکا خمیازہ بہر حال بھگتنا ہوگا - والعیاذ باللہ - اور ایسے لوگوں کو اپنے ظلم کے باوجود جو ڈھیل اور مہلت ملتی ہے اس سے ان کو یا کسی اور کو کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے کہ وہ بہر حال ایک ڈھیل اور مہلت ہوتی ہے جس نے آخر کار ختم ہو کر رہنا ہوتا ہے۔ اور رب حلیم وکریم کی شان اور اس کی سنت اور دستور بہر حال یہی ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو فوراً نہیں پکڑتا بلکہ وہ ان کو مہلت پر مہلت دیے جاتا ہے تاکہ جس نے سنبھلنا ہو وہ سنبھل جائے نہیں تو اپنا پیمانہ اچھی طرح لبریز کرلے - والعیاذ باللہ - اللہ تعالیٰ ظلم کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے، اور ہمیشہ حق وصداقت اور عدل وانصاف کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۹۶ اللہ کی گرفت سے کوئی نہیں نکل سکتا - والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہ لوگ اس بل بوتے کے مالک نہیں کہ عاجز کردیں''۔ اور یہ نکل بھاگیں ہمارے قبضہ قدرت اور دائرۂ گرفت سے۔ اور اس طرح یہ اپنے کیے کرائے کا بدلہ پانے سے بچ رہیں۔ سو ایسی کوئی بھی صورت ممکن نہیں بلکہ انکو اپنے ظلم وعدوان کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہوگا۔ اور وقت آنے پر یہ لوگ اپنے انجام کو بہر طور پہنچ کر رہیں گے۔ پس قدرت کی طرف سے جو ڈھیل ہوئی ہے اس سے ان کو کسی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے بلکہ اللہ کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے اور اس سے بچنے کی فکر وکوشش کرنی چاہیے۔ جیسا کہ سچے اہلِ ایمان کی صفات کے سلسلے میں بیان فرمایا گیا کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اور ان کے رب کا عذاب ہے ہی ایسی چیز جس سے نڈر اور بے خوف نہیں ہوا جاسکتا۔ ارشاد ہوتا ہے - ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴾ الایۃ (المعارج: ۲۷-۲۸) - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر قسم کے عذاب سے اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے - آمین ثم آمین، یارب العالمین ویا ارحم الراحمین

۹۷ روزی کی بست وکشاد اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کیا ان لوگوں کو اس حقیقت کا علم نہیں ہوا کہ اللہ ہی روزی کشادہ فرماتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے اور تنگ فرماتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے''۔ پس نہ تو روزی کی تنگی وفراخی اللہ پاک کے یہاں مقبول یا مردود ہونے کی دلیل ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کے لئے کسی کو غلط ذرائع اختیار کرنے کی اور اس وحدہ لاشریک کا در چھوڑ کر کسی اور کے آگے جھک مارنے کی ضرورت ہوسکتی ہے کہ روزی کی قبض وبسط کا یہ سارا سلسلہ محض اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے - سبحانہ وتعالیٰ - سو کوئی شخص اگر آنکھیں کھول کر دیکھے اور عقل کی روشنی سے صحیح طور پر کام لے تو اس کیلئے اس امر میں کسی اشتباہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ رزق وفضل کا مدار انسان کے اپنے علم واختیار میں نہیں بلکہ اسکا تمام تر تعلق اللہ کی مشیت اور اسی کی حکمت سے ہے۔ وہی اپنی حکمت اور مشیت کے مطابق جسکو چاہتا ہے کشادہ روزی عطا فرماتا ہے اور جسکو چاہتا ہے نپی تلی دیتا ہے - سبحانہ وتعالیٰ - اور وہ چونکہ ''حاکم'' کے ساتھ ساتھ ''حکیم'' بھی ہے۔ اس لیے وہ جو بھی کچھ کرتا ہے حکمت کے تقاضوں کے مطابق ہی کرتا ہے۔ پس اس کا کوئی بھی قول وفعل اور کوئی بھی حکم وفیصلہ حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے بندے کو اس کے ہر حکم وفیصلے اور ہر امر وارشاد پر راضی اور مطمئن رہنا چاہیے - کہ بہتری بہر حال اسی میں، وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید،

رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں ۹۸ (۵۲) کہو (ان سے میری طرف سے کہ) اے میرے وہ بندو جنہوں نے زیادتی کی

الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى رَبِّكُمۡ وَاَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ

اپنی جانوں پر کہ مایوس نہ ہو ۹۹ تم اللہ کی رحمت سے، بے شک اللہ (اپنے کرم وعنایت سے) بخشش فرماتا ہے سب گناہوں کی ۱۰۰

۹۸ روزی کی بست وکشاد کے معاملے میں قدرت کی عظیم الشان نشانیاں: سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لانا چاہتے ہیں کہ ان نشاناتِ قدرت میں غور وفکر سے کام لے کر ان سے فائدہ اٹھانا اور صحیح نتائج اخذ کرنا انہی حضرات کو نصیب ہوتا ہے جو ایمان ویقین کی دولت سے بہرہ مند اور مالا مال ہوتے ہیں۔ ورنہ جو ایمان ویقین کے نور سے محروم ہوتے ہیں وہ اندھے کے اندھے ہی رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو ایمان ویقین کی دولت اصل واساس ہے ہر اصلاح وخیر کی۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا مِنْهُ وَثَبِّتْنَا عَلَيْهِ۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں یا ایمان لانا چاہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس کائنات پر حکومت وبادشاہی اللہ وحدہ لاشریک ہی کی ہے۔ وہ جس کو جو چاہے عطا فرمائے اور جس سے جو چاہے چھین لے۔ کسی اور کا اس میں نہ کوئی عمل دخل ہے اور نہ کوئی حصہ داری۔ پس بندے کو امید بھی اسی سے رکھنی چاہیے اور بھروسہ واعتماد بھی اسی پر کرنا چاہیے۔ وباللہ التوفیق۔ نیز اس دنیا میں کسی کو جو بھی کچھ ملتا ہے اس کی اصل حیثیت انعام کی نہیں بلکہ ابتلاء وآزمائش اور امتحان کی ہے۔ وہ کسی کو دے کر آزماتا ہے اور کسی سے چھین کر۔ کسی کے صبر کا امتحان ہوتا ہے، اور کسی کے شکر کا۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین

۹۹ ایک عظیم الشان اعلانِ رحمت اور اہل بدعت کی ایک تحریف کا ذکر وبیان: سو اس سے اللہ کے بندوں کیلئے ایک عظیم الشان اعلانِ رحمت کے حکم وارشاد کا ذکر فرمایا گیا، چنانچہ پیغمبر کو خطاب کر کے اس اعلانِ رحمت کی ہدایت فرمائی گئی کہ "ان سے میری طرف سے۔ کہو کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے زیادتی کر لی اپنی جانوں پر"۔ یعنی آپ ہمارے رسول اور نمائندہ ہونے کے اعتبار سے ہمارا یہ پیغام ہمارے بندوں کو پہنچا دیں۔ سو یہ ارشادِ ربانی بالکل اسی طرح کا ہے جس طرح کہ بادشاہ کا کوئی نمائندہ بادشاہ کی طرف سے کوئی فرمان اس کی رعایا کو پڑھ کر سناتا ہے۔ تو اسکے لئے وہ بعینہ وہی الفاظ اور وہی صیغے دوہراتا اور استعمال کرتا ہے جو بادشاہ نے کہے ہوتے ہیں۔ اور وہ انہیں اپنی طرف منسوب کر کے اس طرح کہتا اور ادا کرتا ہے کہ گویا وہ الفاظ وکلمات خود اسکے اپنے ہیں۔ حالانکہ وہ حقیقت میں اسکے نہیں بلکہ بادشاہ کے الفاظ وکلمات ہوتے ہیں۔ اور اس میں دراصل بلاغت کا یہ اسلوب کارفرما ہوتا ہے کہ بادشاہ کے نمائندے کی حیثیت محض ایک ذریعے اور وسیلے کی ہوتی ہے۔ اور ایسا کہ گویا کہ اسکی زبان سے بادشاہ خود بول رہا ہے۔ اور اس شخص کی اپنی حیثیت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ پس اہلِ بدعت اور ان کے بعض بڑے تحریف پسندوں کا یہ کہنا کہ سب لوگ حضور کے بندے ہیں قرآن کی تفسیر نہیں تحریف ہے۔ اور یہ قرآنِ پاک کی دعوت اور نبی اکرم۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی تعلیم وتبلیغ کی نفی کے مترادف ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ کیونکہ حضور کی اس پوری دعوت وتبلیغ کا تو حاصل اور خلاصہ ہی یہ ہے کہ دنیا کو

خدائے واحد کی عبدیت و بندگی کا درس دیا جائے۔ اور آپ ؐ نے اپنی امت کو صاف اور صریح طور پر حکم ارشاد فرمایا کہ تم سب اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔" کونوا عباد الله اخوانا "۔ اور قرآنِ حکیم میں اسکی تصریح فرمائی گئی ہے کہ "کسی بشر کیلئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ اسکو کتاب اور حکم سے نوازے اور اسکو نبوت۔ ورسالت۔ سے سرفراز فرمائے۔ پھر وہ اسکے بعد لوگوں سے کہے کہ تم لوگ میرے بندے بن جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔ بلکہ وہ بھی یہی کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ اس بنا پر کہ تم لوگ اللہ کی کتاب (دوسروں کو۔ سکھاتے ہو) اور اس بنا پر کہ تم لوگ خود پڑھتے ہو اور نہ ہی وہ تم لوگوں کو یہ حکم دے سکتا ہے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو اپنا رب قرار دے دو۔ کیا وہ تم لوگوں کو کفر کا حکم دے سکتا ہے؟ اس کے بعد تم مسلمان ہو چکے ہو"؟ (آلِ عمران: ۷۹-۸۰)۔ سو اس ارشادِ ربانی میں۔ ﴿اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؟﴾۔ کے استفہامی کلماتِ کریمہ سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کے بندوں کو اس کے سوا کسی اور کے بندے قرار دینا کفر ہے۔ والعیاذ باللہ۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کو اپنے ہی بندے قرار دینے لگیں اور "عبدالشمس" وغیرہ کی جگہ "عبدِ محمد" کا درس دینے لگیں؟۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ تعجب ہوتا ہے کہ اہلِ بدعت کے یہ تحریف پسند خوفِ خدا سے اس حد تک عاری کیوں ہو جاتے ہیں اور یہ لوگ اللہ کے کلام میں اس حد تک تحریف پر آمادہ کس طرح ہو جاتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی حفظ وامان اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین

۱۰۰ <u>گنہگاروں کیلئے سب گناہوں کی بخشش کا مژدۂ جانفزا:</u>۔ سو ایسے گنہگاروں کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ "تم لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ بے شک اللہ بخشش فرماتا ہے سب گناہوں کی"۔ سبحان اللہ! کیا کہنے اس لطف وکرم اور درسِ امید ورجا کے کہ تاکید کے ساتھ سب گناہوں کی معافی کا مژدہ سنایا جا رہا ہے۔ "ذنوب" خود جمع ہے جو سب ہی گناہوں کو عام اور شامل ہے۔ اور پھر "جمیعاً" سے اس کی تاکید مزید فرما دی گئی۔ سو ہم جیسے گناہ گاروں کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت وشادمانی اور حوصلہ افزائی کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضرتِ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں۔ عظمت وشان کے اعتبار سے۔ سب سے بڑی آیت "آیت الکرسی" ہے۔ اور خیر وشر کے اصول ومبادی کے اعتبار سے سب سے جامع آیت۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾۔ الخ کی آیتِ کریمہ ہے۔ اور سب سے زیادہ خوشی ومسرت اور کشائش کا باعث یہ آیتِ کریمہ ہے۔ (ابنِ جریر، ابنِ کثیر وغیرہ)۔ فَاغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ، سِرَّهٗ وَعَلَانِیَتَهٗ، اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ، مَا اَعْلَمُ بِهٖ وَمَا لَا اَعْلَمُ یَا اَكْرَمَ الاكرمین وَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ سو اس ارشادِ ربانی سے مشرکین کی ایک بڑی غلط فہمی کا قلع قمع فرما دیا گیا۔ وہ یہ کہ مشرک انسان اپنے شرک کی بنا پر جن مختلف اور ہولناک قسم کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہوتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسکو خداوندِ قدوس کی رحمت اور اسکی بخشش پر بھروسہ نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ اپنے گمان کے مطابق کچھ فرضی وسیلے اور واسطے گھڑتا ہے اور کہتا ہے کہ میری بخشش انہی کے ذریعے ہو سکے گی۔ سو اس ارشادِ ربانی سے اس غلط فہمی اور اس مشرکانہ فلسفے کی جڑ نکال دی گئی اور اعلان فرما دیا گیا کہ میرے ان بندوں سے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر ان سے کہہ دو کہ اللہ سب گناہوں کی بخشش فرماتا ہے۔ پس وہ صدقِ دل سے اللہ کی طرف رجوع کریں اور براہِ راست اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اسی لیے قرآن وسنت کی نصوصِ قیمہ میں رب اغفرلی اور ربنا اغفرلنا جیسے کلماتِ کریمہ سے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کرنے کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا

بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا، انتہائی مہربان ہے ﴿۵۳﴾ اور رجوع کرو تم لوگ اپنے رب کی طرف اور اسی کے حوالے کر دو اپنے آپ کو،

اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

اس سے پہلے کہ آ پہنچے تم کو اس کا عذاب، پھر تمہیں (کہیں سے بھی) کوئی مدد نہ مل سکے، ۱۰۲ ﴿۵۴﴾ اور پیروی کرو تم سب اس سب سے عمدہ کتاب

۱۰۱ انابت ورجوع الی اللہ کا حکم وارشاد: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "رجوع کرو تم لوگ اپنے رب کی طرف اور اسی کے حوالے کر دو اپنے آپ کو"۔ ایمانِ صحیح اور عملِ صالح کے ذریعے کہ اسکے قرب اور اسکی رضا و خوشنودی کے شرف سے مشرف ہونے کیلئے یہی دو اہم اور بنیادی شرطیں ہیں۔ پس تم صدقِ دل سے انکے ذریعے اپنے رب کی طرف رجوع کرو کہ اسکی رحمت و بخشش سے سرفرازی کا یہی ذریعہ ہے۔ سو اس ارشاد سے اس طریقے کی ہدایت و راہنمائی فرما دی گئی جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی بخشش کے حصول اور اسکے یہاں سرفرازی اور فائز المرامی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اپنے مزعومہ اور خود ساختہ وسائل و وسائط کو چھوڑ کر اور ان سے ہٹ کر اور کٹ کر اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور گناہوں سے صحیح طور پر توبہ کر کے اس سے اسکی رحمت و بخشش کی دعا و درخواست کرو۔ اور خدا کے عذاب کے ظہور سے پہلے اپنے آپ کو بالکلیہ اسکے حوالے کر دو۔ سو عبادت و بندگی اور اطاعت و فرمانبرداری دونوں بہر حال اور بلا شرکتِ غیرے اسی وحدہ لاشریک ہی کی کرو کہ وہی اس کا حقدار ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۱۰۲ کتاب الٰہی کی پیروی کا حکم وارشاد: - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ پیروی کرو تم لوگ اس سب سے عمدہ اور بہترین کلام کی جس کو اتارا گیا تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اس سے پہلے کہ آ پہنچے تم لوگوں پر عذاب، ایسا اچانک کہ تمہیں اس کا کوئی خیال و گمان بھی نہ ہو، سو اس سے ایک تو اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ کتاب الٰہی پر ایمان اور اس سے محبت کا تقاضا اس کی سچی پکی اتباع اور پیروی ہے، نہ کہ محض زبانی کلامی محبت کے دعوے کر لینا اور بس، اور دوسری یہ کہ کتاب الٰہی ہی سب سے بہتر اور سب سے عمدہ کلام ہے، اور تیسری اہم حقیقت یہ بیان اور واضح فرمائی گئی ہے کہ فرصت حیات بہر حال محدود اور مختصر ہے، یہ پتہ نہیں کب اور کس طرح ختم ہو جائے، پس عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ تم لوگ حیاتِ مستعار کی اس مختصر اور محدود فرصت کو غنیمت سمجھو کہ یہ پھر ملنے والی نہیں۔ اور دل و جان سے اپنے اس خالق و مالک کے حضور جھک جاؤ جسکی رحمت و عنایت کا کوئی کنارہ نہیں۔ ورنہ جب اسکا عذاب آ گیا تو پھر نہ اسکو روکنے کا یارا کسی میں ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس سے بچنے کی کوئی صورت کسی کیلئے ممکن ہو سکتی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ لوگ تو ہوا کے ایک جھکڑ اور طوفان کے ایک ریلے کو بھی نہیں روک سکتے تو پھر اللہ کے عذاب کو روکنا کسی کے بس میں کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور اس عذاب سے آخرت کا عذاب بھی مراد ہو سکتا ہے اور دنیا کا وہ عذاب بھی جو کہ حضراتِ انبیاء و رسل کی تکذیب کے نتیجے میں آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی آتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عذاب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ عبادت کی طرح اطاعتِ مطلقہ بھی اللہ وحدہ لاشریک ہی کا حق ہے۔ اس کے اس حق میں اور کسی کو بھی شریک کرنا جائز نہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس ہر قسم کی عبادت و بندگی بھی اللہ ہی کا حق ہے۔ اور اطاعت مطلقہ بھی اسی وحدہٗ لاشریک کا حق ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿٥٥﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ

کی جو اتاری گئی ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اس سے پہلے کہ آ پہنچے تم پر اس کا عذاب ایسا اچانک کہ تم کو اس کا

يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ

خیال (وگمان) بھی نہ ہو، ۱۰۳ ﴿۵۵﴾ (اور سروقت اس کے لئے تیار رہا کرو تا کہ) کہیں کوئی شخص یوں نہ کہنے لگے کہ ہائے افسوس، میری

السّٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ

اس کوتاہی پر، جو میں نے اللہ (پاک) کی جناب میں کی، اور میں (غفلت میں پڑا) مذاق ہی اڑاتا رہ گیا، ﴿۵۶﴾ یا کوئی یوں کہنے لگے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِىْ

کہ اگر اللہ نے مجھے (نور) ہدایت سے نوازا ہوتا تو یقیناً میں بھی ہو جاتا پرہیزگاروں میں سے، ۱۰۴ ﴿۵۷﴾ یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے

كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ

لگے کہ اے کاش اگر مجھے ایک مرتبہ پھر لوٹ کر جانے کا موقع مل جائے، تو میں بھی ہو جاؤں نیکوکاروں (اور فرمانبرداروں) میں سے، ۱۰۴ ﴿۵۸﴾

فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ

(اور اس وقت اس کو یہ جواب ملے کہ) کیوں نہیں، یقیناً آئیں تیرے پاس میری آیتیں، مگر تو نے ان کو جھٹلایا، اور تو اپنی (جھوٹی)

الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ

بڑائی کے گھمنڈ میں ہی مبتلا رہا، ۱۰۵ اور تو کافروں ہی میں شامل رہا، ۱۰۶ ﴿۵۹﴾ اور قیامت کے دن تم دیکھو گے ان لوگوں کو کہ جنہوں نے (دنیا میں)

۱۰۳ اتباعِ قرآن ہی ذریعۂ نجات وفلاح: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پیروی کرو تم اس بہترین کلام کی جو اتارا گیا تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے"۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کیلئے نجات کا ذریعہ قرآنِ حکیم کی پیروی ہے اور بس۔ پس اس کے اوامر پر عمل کرو اور اس کی نواہی سے بچو کہ یہی وہ کتابِ کامل ہے جو گزشتہ تمام آسمانی کتابوں کے اصولی مضامین کی امین و پاسدار ہے۔ اور رجوع الی اللہ کا صحیح راستہ یہی ہے کہ انسان اس کتابِ ہدایت کی پیروی کرے کہ یہی وہ کتاب ہے جو قیامت تک تمام بنی نوعِ انسان کی ہدایت کیلئے اتاری گئی ہے۔ جو سب سے عمدہ اور سب سے اعلیٰ و بالا کتاب ہے۔ اور جس کو اس سے پہلے اسی سورۂ کریمہ کی آیت نمبر ۲۳ میں "احسن الحدیث"، یعنی "سب سے عمدہ کلام" فرمایا گیا ہے۔ جو لوگ اس کتابِ حکیم اور اسکی اِتباع اور پیروی سے محروم ہیں وہ سراسر اندھیروں

میں ہیں مگر ان کو اس کا کوئی شعور واحساس ہی نہیں، جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔

۱۰۴ قرآنِ حکیم کے نزول سے منکرین پر حجت تمام: -سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اس کتابِ ہدایت کے نزول سے منکرین کے تمام عذرات کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔اب کسی کے لیے یہ گنجائش نہیں کہ وہ اپنے کئے کا انجام دیکھ کر اپنی ماضی پر افسوس کرنے لگے یا تقدیر کا بہانہ کرنے لگے۔یا دنیا میں پھر واپس آنے کی آرزو وتمنا کرنے لگے۔سو ایسی کسی بات کا اس وقت اسکو اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا سوائے یاس وحسرت میں اضافے کے-وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ- سو اس کتابِ ہدایت کے نزول کے ذریعے منکرین ومکذبین کے ایسے تمام عذرات کا خاتمہ فرمادیا گیا کہ اسکے نزول کے بعد ان کیلئے کسی عذر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ سکے گی۔اور کرم بالائے کرم یہ کہ آخرت کے اس جہانِ غیب کے ایسے تمام حقائق سے اس قدر پیشگی اور اس صراحت ووضاحت کے ساتھ خبردار کردیا گیا تاکہ جس نے بچنا ہو بچ جائے قبل اس سے کہ عمرِ رواں کی یہ فرصتِ محدود اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور اس کو ہمیشہ کے لیے پچھتانا پڑے-والعیاذ باللہ العظیم-اللہ ہمیشہ ہر حال میں، اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے-آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۱۰۵ استکبار خرابی وفساد کی جڑ بنیاد-والعیاذُ باللہ: -سو اس سے معلوم ہوا کہ استکبار یعنی اپنی بڑائی کا گھمنڈ حق سے محرومی کا ایک بنیادی عنصر اور بڑا سبب ہے-اللہ اپنی پناہ میں رکھے-آمین۔بہرکیف اس روز عذر کرنے والوں کو جواب دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تمہاری ہدایت کیلئے اپنی آیتیں تو ضرور نازل فرمائی تھیں لیکن تم نے اپنے استکبار کی بنا پر اور اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں انکا انکار کیا۔اور تم کافروں ہی میں سے بنے رہے جسکے نتیجے میں تم اس انجام کو پہنچ کر رہے۔سو اب تم اپنے اس استکبار اور کیے کرائے کا بھگتان بھگتو-والعیاذُ باللہ العظیم-سو اس ارشاد سے ایسے بدبختوں کی بیماری اور اسکے نتیجہ وانجام اور بیماری کے سبب اور باعث تینوں کو بیان فرمادیا گیا۔سو بیماری ہے کفر وانکار جو کہ بیماریوں کی بیماری ہے-والعیاذُ باللہ-اور اس کا نتیجہ وانجام ہے دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ-والعیاذُ باللہ-اور اس ہولناک بیماری کا سبب اور باعث ہے اِعراض واِستکبار جو کہ فساد وخرابی کی جڑ بنیاد ہے -والعیاذُ باللہ العظیم-اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اور ہر موقع ومقام پر اپنے حفظ وامان میں رکھے-آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

۱۰۶ کفر کے انجام اور کافر کی تذلیل وتحقیر کا ذکر وبیان-والعیاذُ باللہ: - سو کافر کو اس کے کفر کے انجام تک پہنچنے پر اسکے قطعِ عذر اور اسکی تذلیل وتحقیر کے لیے کہا جائے گا کہ "تو کافروں ہی میں شامل رہا ہے"۔خواہ علانیہ کھلے کافروں میں شامل رہا ہو اور خواہ نام تو اسلام کا لیتا اور کام کفر کا کرتا رہا۔کہ الفاظ کا عموم ان دونوں ہی صورتوں کو شامل ہے-وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم-سو اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے اپنی آیتیں تو ضرور اتاری تھیں کہ اپنے بندوں کی ہدایت وراہنمائی کو اس نے اپنے وعدۂ کرم کی بنا پر اپنے ذمے لے رکھا ہے۔اسکا ارشاد ہے-﴿اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی﴾-(اللیل:۱۲)۔مگر تم لوگوں نے اپنے استکبار کی بنا پر ان سے منہ موڑا۔اور تم کافروں ہی میں شامل رہے-وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم-سو کافروں اور منکروں کو اپنے کفر وانکار کے نتیجے میں اس ہولناک انجام سے بھی دوچار ہونا پڑے گا اور ساتھ ہی ان کو اس طرح کی تحقیر وتذلیل کے ایسے مختلف مراحل سے بھی گزرنا پڑے گا--وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم-اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ اور اپنے حفظ وامان میں رکھے-آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، یااکرم الاکرمین۔

اَلَیۡسَ فِیۡ جَہَنَّمَ مَثۡوًی لِّلۡمُتَکَبِّرِیۡنَ ﴿۶۰﴾ وَ یُنَجِّی اللّٰہُ الَّذِیۡنَ

جھوٹ باندھا ہو گا اللہ پر، کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے ف۱۰۷ کیا جہنم میں ٹھکانا نہیں ایسے متکبروں کا؟ ﴿۶۰﴾ اور (اس کے برعکس) اللہ

اتَّقَوۡا بِمَفَازَتِہِمۡ ۫ لَا یَمَسُّہُمُ السُّوۡٓءُ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰہُ

نجات دے دے گا ان (خوش نصیبوں) کو جنہوں نے تقویٰ (و پرہیزگاری) کی زندگی گزاری ہو گی ف۱۰۸ ان کی کامیابی کی بناء پر،

خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ ۫ وَّ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ ﴿۶۲﴾ لَہٗ مَقَالِیۡدُ

نہ تو ان کو وہاں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے ف۱۰۹ اللہ ہی ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا، اور وہی ہے ہر چیز پر نگہبان، ف۱۱۰ ﴿۶۲﴾

السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ

اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی، ف۱۱۱ اور جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کے ساتھ، ف۱۱۲ وہی ہیں

ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۶۳﴾ ع قُلۡ اَفَغَیۡرَ اللّٰہِ تَاۡمُرُوۡٓنِّیۡۤ اَعۡبُدُ اَیُّہَا

خسارے والے، ف۱۱۳ ﴿۶۳﴾ کہو کیا پھر بھی تم لوگ مجھے کہتے (اور مجھ سے یہ توقع رکھتے) ہو، کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کروں؟ اے

۱۰۷ اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کی بدحالی کا ذکر و بیان: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کے چہرے قیامت کے روز سیاہ ہونگے۔ کہ ان کے قلب و باطن میں پائی جانے والی کفر و باطل کی سیاہی، مشاہدے اور کشفِ حقائق کے اس روز ان کے چہروں پر عیاں اور نمایاں ہو جائے گی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو اللہ پر جھوٹ باندھنا بڑا ہی سنگین اور ہولناک جرم ہے۔ کذب علی اللہ کا عموم اگرچہ ہر قسم کے جھوٹ کو شامل ہے لیکن اس کا سب سے بڑا اور واضح مصداق شرک ہے جو کہ ظلم عظیم ہے۔ اس لیے بعض اہلِ علم نے یہاں پر اس سے مراد شرک ہی لیا ہے۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھیں گے کہ اس نے فلاں اور فلاں کو اپنا شریک ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی شریک ہے ہی نہیں۔ تو قیامت کے روز ایسے لوگوں کے چہرے سیاہ ہونگے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔ جس میں ان سب کو جھونک دیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ظلم کی ہر شکل اور اس کے ہر شائبہ سے ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۱۰۸ تقویٰ و پرہیزگاری ذریعۂ نجات و سرفرازی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ ان لوگوں کو نجات دے دے گا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہو گا''۔ یعنی انہوں نے اللہ پاک کے اوامر پر عمل کیا ہو گا اور اس کی نواہی سے بچتے رہے ہوں گے۔ اور ہمیشہ اسی کی رضا و خوشنودی کو اپنے پیشِ نظر رکھا ہو گا۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا التَّوْفِیْق۔ بہرکیف اس سے

مستکبرین کے مقابلے میں متقی اور پرہیزگار لوگوں کا صلہ اور انکا انجام بیان فرمایا گیا ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ انکے درجہ و مرتبہ کے لائق خاص پناہ گاہ میں جگہ عطا فرمائے گا۔ ''مفازہ'' کے معنیٰ ''مامن'' اور ''پناہ گاہ'' کے ہیں۔ مراد ہے جنت جہاں ہر طرف سے اور ہر طرح کا امن ہی امن ہوگا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ بہرکیف جس طرح انکار و استکبار باعثِ ہلاکت و تباہی ہے، اسی طرح تقویٰ و پرہیزگاری وسیلۂ نجات و فلاح ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید، بکلِ حالٍ من الاحوال، وفی کل مَوْطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ،

۱۰۹ جنتی ہر تکلیف اور غم سے محفوظ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہاں پر نہ انکو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے''۔ کہ انہوں نے اپنی زندگی چونکہ اللہ پاک کے احکام کے مطابق گزاری ہوگی اس لئے اب ان کے لئے امن و اطمینان ہوگا۔ غم و افسوس کا کوئی موقع نہ ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَ الْعَمَلِ۔ ان متقی اور پرہیزگار خوش نصیبوں کیلئے یہ عظیم الشان خوشخبری ہے کہ وہاں پر وہ نہایت آرام و راحت میں اور ماضی کے تمام غموں اور پچھتاووں سے اور مستقبل کے اندیشوں سے محفوظ ہونگے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ سو یہی ہے وہ اصل اور حقیقی کامیابی جس کو اصل مقصد بنانا چاہیے کہ یہ حقیقی بھی ہے۔ اور دائمی و ابدی بھی۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے، وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید۔ وَھُوَ الھادی الٰی سَوَاءِ السَّبِیْل،

۱۱۰ اللہ ہر چیز کا خالق اور ہر چیز پر نگہبان ہے: - پس ہر قسم کی عبادت و بندگی بھی اسی کے لئے بجالائی جائے اور ہر حاجت و ضرورت کے لئے دستِ دعا و سوال بھی اسی وحدہ لاشریک کے حضور بلند کئے جائیں کہ خالق و مالک بھی سب کا وہی ہے اور ہر کسی کا نگہبان اور وکیل و کارساز بھی وہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور بھروسہ بھی ہر کسی کو اور ہر حال میں اسی پر کرنا چاہیئے کہ سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو آسمان اور زمین کی اس پوری کائنات کا خالق و مالک بھی تنہا وہی ہے اور اس میں حاکم و متصرف بھی وہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس بڑے ہی خسارے میں ہیں وہ لوگ جو اس کی بارگہ اقدس واعلیٰ سے منہ موڑ کر اوروں کے آگے جھکتے اور طرح طرح کی ذلتیں اٹھاتے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر قسم اور اس کے ہر شائبے سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ راہِ حق پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۱۱۱ سب خزانوں کی چابیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی''۔ پس جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگو کہ سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے۔ ''مَقَالِیْد''، ''مِقْلاد'' کی جمع ہے۔ جیسے ''مَفاتیح'' جمع ہے ''مِفتاح'' کی۔ یا یہ ''اِقْلِیْد'' کی جمع ہے خلافِ قیاس۔ جیسا کہ ''مَذاکیر''، ''ذکر'' کی جمع ہے۔ اور ''اِقْلِیْد''، دراصل فارسی کے کلمہ کلید کا معرب ہے جس کے معنیٰ ''چابی'' کے بھی آتے ہیں اور خزانے کے بھی۔ (جامع البیان، خازن، مراغی اور معارف وغیرہ)۔ پس اہلِ بدعت وغیرہ زائغین نے جو مشہور کر رکھا ہے کہ فلاں علاقہ فلاں بزرگ کے حوالے ہے اور فلاں خطہ فلاں ہستی کے کنٹرول میں ہے وغیرہ وغیرہ تو یہ سب کچھ ایسے لوگوں کے من گھڑت

ڈھکوسلے اور خود ساختہ مفروضے ہیں جو کہ قرآن وسنت کی ایسی تعلیمات مقدسہ سے متصادم ہیں- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہِ- کوئی علاقہ اور خطہ کسی کے حوالے نہیں۔ بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے اور تمام خزانوں کی کنجیاں اسی وحدہ لاشریک کے پاس اور اسی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہیں- سبحانہ وتعالیٰ- بندوں کو آسمان اور زمین سے جو بھی کچھ ملتا ہے وہ سب اسی کی عطا وبخشش سے ملتا ہے اور دنیا کے بعد آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی ان کو جو کچھ ملے گا اسی وحدہ لاشریک کی عنایت سے ملے گا کہ زمین وآسمان اور دنیا وآخرت کے سب خزانوں کی چابیاں اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہیں- سبحانہ وتعالیٰ- پس ہمیشہ اسی کی طرف رجوع کرنا اور رجوع رہنا چاہیے۔ جو کچھ ملتا ہے اسی سے ملتا ہے۔ اور جو ملے گا اسی کے در سے ملے گا کہ دانا سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے سبحانہ وتعالیٰ! اس لئے دست دعا، وسوال اسی کے حضور اور اسی کے آگے دراز کرنا چاہئے۔ کہ سب کچھ اسی وحدۂ لاشریک کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے کہ ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے اور مالک بھی وہی، وباللہ التوفیق

۱۱۲ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار محرومیوں کی محرومی، والعیاذ باللہ العظیم:- سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "جن لوگوں نے انکار کیا اللہ کی آیتوں کا وہی ہیں خسارے والے" اور اللہ کی آیتیں عام ہیں جو کہ اس نے نازل فرمائیں اپنی اس کتاب حکیم میں۔ نیز وہ آیات کونیہ جو کہ اس قادر مطلق اور حکیم مطلق- جَلَّ وَعَلَا- نے ودیعت فرمائی ہیں کائنات کی اس کھلی کتاب میں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾- کہ یہ دونوں قسم کی آیتیں یعنی تنزیلیہ اور تکوینیہ اس وحدہ لاشریک کی عظمت شان اور جلالت قدر کا پتہ دیتی ہیں۔ (المراغی وغیرہ)۔ سو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار اور نور ایمان وتوحید سے اعراض وروگردانی خساروں کا خسارہ ہے -والعیاذ باللہ- سو ارشاد فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے انکار کیا اللہ کی آیتوں کا اور وہ جمے اور اڑے رہے اپنے کفر وانکار پر، اور انہوں نے منہ موڑا راہ حق وہدایت سے، وہی ہیں خسارے والے۔ کیونکہ ان کا یہ خسارہ خساروں کا خسارہ اور دارین کی محرومی اور ہلاکت وتباہی کا باعث ہے۔ اور اس کا وبال بہرحال خود انہی پر پڑے گا۔ اور یہ ایسا ہولناک خسارہ ہے کہ اس کی تلافی وتدارک بھی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے، آمین۔

۱۱۳ کفر وانکار خساروں کا خسارہ- والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا:- سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ کفر وانکار سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ہے- والعیاذ باللہ- سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے ہی لوگ ہیں خسارے والے"- والعیاذ باللہ- کہ اللہ پاک کی آیتوں کے ساتھ کفر وانکار کے ارتکاب کے باعث ایسے لوگ اس کی توحید ووحدانیت خداوندی کے عقیدے اور اس پر ایمان ویقین کے نور سے محروم ہوجائیں گے جو کہ ہر خیر سے محرومی، تمام خرابیوں کے خرابی اور سراسر ہلاکت وتباہی کا سامان ہے۔ اور اس طرح ایسے بدنصیب لوگ متاع عمر کو اندھیروں میں ضائع کرکے دائمی خسارے میں پڑ جائیں گے- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ- اور یہ خسارہ ایک ایسا ہولناک خسارہ ہے جس کے تدارک وتلافی کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے- اور زیغ وضلال کی ہر قسم اور ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

الْجٰهِلُوْنَ ۝٦٤ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

جہالت کے مارو؟ ف۱۱۴ ۝٦٤ اور بلاشبہ وحی کی گئی آپؐ کی طرف (اے پیغمبر!) اوران (تمام انبیاء کرام) کی طرف بھی جو آپ سے پہلے گزر

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝٦٥

چکے ہیں، کہ اگر تم نے بھی (بالفرض) شرک کا ارتکاب کر لیا، تو یقیناً اکارت چلے جائیں گے تمہارے سب عمل ف۱۱۵ اور یقیناً تم ہو جاؤ

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝٦٦ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ

گے (ہمیشہ کے لئے) خسارہ اٹھانے والوں میں سے، ف۱۱۶ ۝٦٥ (پس تم کبھی شرک نہیں کرنا) بلکہ اللہ ہی کی بندگی کرتے رہنا اور ہمیشہ اس کے

حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ

شکر گزار بندوں میں سے ہونا ف۱۱۷ ۝٦٦ اور انہوں نے قدر نہیں پہچانی اللہ کی جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے ف۱۱۸ حالانکہ (اس کی قدرت و

السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝٦٧

عظمت کا عالم یہ ہے کہ) زمین ساری کی ساری اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن ف۱۱۹ اور آسمان (تمام کے تمام) لپیٹے ہوئے

۱۱۴ شرک جہالتوں کی جہالت اور حماقتوں کی حماقت - والعیاذ باللہ: - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا جہالتوں کی جہالت اور حماقتوں کی حماقت ہے - والعیاذ باللہ - سو مشرکوں کے قلب و ضمیر پر دستک دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ عظمتِ خداوندی اور توحیدِ ربانی کے یہ کھلے کھلے اور کھرے کھرے دلائل سننے اور جاننے کے باوجود خود راہِ حق اختیار کرنے کی بجائے تم لوگ الٹا مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ میں بھی غیر اللہ کی پوجا کرنے لگوں؟ تمہاری مت کیسی ماردی گئی اور تمہاری عقلیں کس درجہ مسخ ہوگئیں۔ یہ ارشاد اس وقت نازل ہوا جب کہ روایات کے مطابق کفار نے آنحضرت - صلی اللہ علیہ وسلم - سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ہم آپ کی ہر بات مانیں گے۔ آپؐ کے معبود کی عبادت بھی کریں گے۔ آپؐ صرف ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں۔ یعنی "کچھ لو اور کچھ دو" کے اس عام ضابطے کے مطابق جس کو ابنائے دنیا نے از خود اپنا رکھا ہے معاملہ کر لیا جائے۔ تاکہ باہم سمجھوتہ اور صلح (Compromise) ہو جائے - ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ﴾ - (القلم: ۹) اور اس میں ان کو ﴿الْجَاهِلُوْنَ﴾ کے وصف کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حق میں باطل کی آمیزش کرنا نری جہالت ہے - ونعم ماقیل - باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے - شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول - نیز اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جہالت کی بیماری سب بیماریوں کی بیماری اور فساد و بگاڑ کی جڑ بنیاد ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جہالت اصل میں دینِ حق کی تعلیمات

مقدسہ سے محرومی کا نام ہے۔ سو دینِ حق کی تعلیماتِ مقدسہ سے جاہل اور غافل انسان جاہل ہے خواہ دنیاوی اعتبار سے وہ کتنی ہی بڑی ڈگریاں کیوں نہ رکھتا ہو؟ کہ اس کو نہ اپنے خالق و مالک کی کوئی معرفت نصیب، نہ اپنے مقصدِ حیات سے آگاہی، اور نہ ہی راہِ حق سے متعلق کچھ پتہ، -وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے، آمین ثم آمین۔

۱۱۵ **شرک تمام اعمال کی بربادی کا باعث - والعیاذ باللہ:** - سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ تمام انبیائے کرام کی طرف یہی وحی کی گئی۔ پس اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عقیدۂ توحید کس قدر اہم چیز ہے اور شرک کی بیماری کس قدر خطرناک اور مہلک بیماری ہے کہ تمام انبیائے کرام -علیہم الصلوۃ والسلام- کی طرف سب سے پہلے اسی کی وحی کی گئی۔ اور ان کو اسی پیغام رسانی کی ہدایت فرمائی گئی۔ اور انہوں نے اپنی اپنی قوموں اور امتوں کو سب سے پہلے اسی کی دعوت دی اور تبلیغ فرمائی۔ مگر افسوس کہ اسی شرک کے منحوس سائے امتِ مسلمہ پر اس سب کے باوجود آج بھی جگہ جگہ اور طرح طرح سے چھائے ہوئے ہیں -وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم- بہرکیف پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ جاہل تو آپ سے شرک کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن شرک کا مرض ایسا ہولناک اور اس قدر مہلک مرض ہے کہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے آنے والے تمام انبیائے کرام کی طرف بھی یہ وحی کی گئی کہ اگر بالفرض تم نے بھی شرک کیا تو تمہارے تمام عمل خبط ہو جائیں گے اور تم نامرادوں میں سے ہو کر رہ جاؤ گے -وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم- سو فلاح ونجات کی راہ صرف یہ ہے کہ تم بندگی صرف اللہ ہی کی کرو اور اس کے شکر گزار بندوں میں سے بنو۔ یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ ''حبطِ عمل'' سے مراد یہ ہے کہ شرک کے ساتھ جو نیک عمل بھی اللہ پاک کی رضا کے لیے کیے جاتے ہیں وہ بھی سب کے سب اکارت اور ضائع ہو کر رہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف وہی عمل شرفِ قبولیت پاسکتا ہے جو خالص اسکی رضا کے لیے کیا جائے۔ اور اگر حسنِ عمل میں شرک کا کوئی شائبہ پایا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شرفِ قبولیت نہیں پاسکتا۔ اور جو اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک مانتا ہے وہ اللہ کا شکر گزار ہو ہی نہیں سکتا اور اس کی دینداری کی ساری بنیادیں ڈھے جاتی ہیں۔ سو شرک ہلاکتوں کی ہلاکت ہے - والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال وفی کل مَوْطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ،

۱۱۶ **شرک کا نتیجہ وانجام سراسر خسارہ - والعیاذ باللہ:** - سو ارشاد فرمایا گیا کہ شرک کرنے کی صورت میں تم یقیناً سخت خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے''۔ یہ علی سبیل الفرض فرمایا گیا ہے کہ اگر بالفرض آپؐ سے بھی اس کا ارتکاب ہو جائے اے پیغمبر تو یقیناً بایں ہمہ عظمتِ شان اور جلالتِ قدر آپؐ کے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے۔ تو پھر دوسروں کا کیا حال ہوگا۔ سو یہ تعبیر بلاغت کے مشہور و معروف اسلوب کے مطابق اختیار فرمائی گئی ہے۔ یعنی معاملے کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور زورِ بیان کو زیادہ ظاہر اور واضح کرنے کے لئے اسے علی سبیل الفرض اختیار فرمایا گیا ہے۔ ورنہ حضراتِ انبیائے کرام -علیہم الصلوۃ والسلام- تو بہرحال معصوم اور ہر شائبہ شرک و کفر سے پاک اور بری ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی بھی گناہ اور خاص کر شرک جیسا کبیرہ گناہ کیسے اور کیونکر صادر ہوسکتا ہے؟ سو اس قسم کے مواقع میں خطاب اگرچہ نظر بظاہر پیغمبر -علیہ الصلوۃ والسلام- ہی سے ہوتا ہے لیکن سنانا اور بتلانا دراصل دوسروں کو مقصود ہوتا ہے۔ بعض لوگ ایسے مواقع پر پیغمبر کو مخاطب قرار دینے کی بجائے جو دوسروں کو مخاطب قرار دیتے ہیں اور ''اے سننے والے'' یا ''اے

مخاطب'' جیسے الفاظ سے ترجمہ کرتے ہیں۔ سو کلام میں اس کی گنجائش اگرچہ موجود ہوتی ہے لیکن اربابِ ذوقِ سلیم اور اَصحابِ طبعِ مستقیم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اس صورت میں کلام میں وہ زور باقی نہیں رہتا جو کہ بلاغت کا مقتضیٰ ہے، اور جو اس کے برعکس پہلی صورت میں پایا جاتا ہے۔ اور یوں بھی وحیِ الٰہی کے اولین مخاطب اور سب سے پہلے سننے والے چونکہ پیغمبر ہی ہوتے ہیں، اس لئے بات پھر بھی وہیں پہنچتی اور وہی رہتی ہے جو کہ پہلی صورت میں تھی اور ہے۔ کیونکہ دوسروں کو تو یہ نور پیغمبر کے واسطے سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس طرح کے ارشادات کے اولین مخاطب اور پہلے سامع تو بہرحال پیغمبر ہی ہوتے ہیں۔ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الْعَرْضِ عَلَى اللّٰهِ وَاللِّقَآءِ — اسی لئے جمہور مفسرینِ کرام اور دیگر اکثر اہلِ علم اس کا وہی پہلے والا مطلب و مفہوم مراد لیتے ہیں۔ نمونے کے لئے چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ ''هٰذَا خطاب مَع الانبياءِ والمراد منه غيرُهم او كلام على سبيل الفرض ''۔ (جامع البیان)۔ ''اَیْ لَئِنْ اَشْرَكْتَ يَا مُحَمَّدُ ''۔ الخ (صفوۃ التفاسیر)۔ ''وَالْكَلَامُ عَلٰى سَبِيْلِ الْفَرضِ وَالتَّقْدِيْرِ ''۔ (تفسیر المراغی)۔ ''هٰذَا الكلام وارد على الفرض والمحالات يَصِحُّ فَرْضُهَا لاَغْرَاضٍ مُّختلفة ''۔ (محاسن التاویل)۔ ''وهٰذا خطاب مَعَ الرَّسُوْلِ صلى الله عليه وسلم و المراد به غيرُه ''۔ (خازن) اور یہ ایسے ہی ہے جیسے۔ ''وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''۔ میں ہے۔ (ابنِ کثیر)۔ ''فَهُوَ كلام علٰى سبيل الفرض لِتهيج المخاطب المعصوم اِقْنَاط الكفرة والايذان بغاية شناعة الاشراك و قبحه وكونه بحيث يُنْهٰى عَنْهُ مَنْ لا يَكَادُ يُبَاشِرُه فكيف فَمَنْ عداه ''۔ (روح المعانی) سو اصل بات جو کہ تقاضا ہے بلاغت کا اور جو قول و قرار ہے تمام مفسرینِ کرام اور جمہور اہلِ علم کا وہ یہی ہے کہ اس موقع پر اور ایسے ہر موقع پر خطاب اگرچہ بظاہر پیغمبر سے ہی ہوتا ہے کہ وحیِ خداوندی کے اصل اور اولین مخاطب بہرحال آپؐ ہی ہیں۔ لیکن سنانا دراصل اس میں دوسروں کو ہوتا ہے۔ سو جب شرک کی سنگینی کا یہ عالم ہے تو پھر پیغمبر سے اسکی توقع کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ – علیہ الصلاۃ والسلام – اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے – اور ہر قدم اپنی رضاء و خوشنودی کی راہوں پر ہی اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

۱۱۷ عبادت و بندگی اللہ وحدہ لاشریک ہی کا حق ہے: – سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ ہی کی بندگی کرنا اور ہمیشہ اسکے شکر گزار بندوں میں سے رہنا''۔ کہ معبودِ برحق بہرکیف اور بہرصورت وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے – سبحانہ وتعالیٰ – سو اس ارشادِ عالی سے دو اہم اور بنیادی حقیقتوں کو واضح فرما دیا گیا کہ شکرِ خداوندی اللہ پاک کا اہم اور بنیادی حق ہے جو اسکے بندوں پر واجب ہوتا ہے کہ بندہ اسکے انعامات اور احسانات میں سرتاپا ڈوبا ہوا ہے اور اسکو جو بھی کچھ ملتا ہے وہ سب اسی وحدہ لاشریک کی طرف سے ملتا ہے۔ اور دوسری بنیادی حقیقت یہاں پر یہ واضح فرما دی گئی کہ اسکے حقِ شکر کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ عبادت اور بندگی اسی وحدہ لاشریک کیلئے بجا لائی جائے۔ پس اگر اسکی عبادت و بندگی میں کسی نے کسی اور کو شریک کر دیا تو اس نے اسکی عبادت و بندگی کا حق ادا نہیں کیا – والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا – اور اللہ پاک – سبحانہ وتعالیٰ – کے حقِ شکر کی ادائیگی کا طریقہ یہی ہے کہ انسان عبادت و

بندگی اللہ وحدہ لاشریک ہی کے لیے بجالائے۔ اور اگر اس نے اسکے حقِ بندگی میں کسی اور کو بھی شریک کرلیا تو وہ اس کا شکر گزار بندہ نہیں رہ جاتا۔ بلکہ اس صورت میں وہ اس کا ناشکرا بن جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں اسکی دینداری کی ساری بنیاد ڈھے جاتی ہے۔ جیسا کہ ابھی اوپر بھی گزرا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۱۱۸ اللہ پاک کی شان سے بے خبری باعثِ محرومی۔ والعیاذُ باللہ: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ پاک کی شانِ عالی سے بے خبری کا نتیجہ شرک وہلاکت ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "انہوں نے اللہ کی قدر نہیں پہچانی جیسا کہ اسکی قدر پہچاننے کا حق تھا" جس کے نتیجے میں یہ شرک میں مبتلا ہوئے اور ہلاکت وتباہی کے گڑھے میں جا گرے۔ ورنہ نہ تو یہ لوگ اس طرح شرک میں پڑتے اور نہ اس کے لئے وزیر ومشیر اور وسائط گھڑتے کہ وہ ذاتِ اقدس و اعلیٰ ایسے تمام تصورات سے پاک اور وراء الوراء ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو ان جاہلوں نے جو اپنے من گھڑت اور خود ساختہ شریکوں کو اسکے برابر لا بٹھایا تو یہ انکی جہالت کا نتیجہ ہے ورنہ یہ لوگ اگر اسکی معرفت سے صحیح طور پر سرشار ہوتے اور اسکی قدر کو پہچانتے تو ایسی حماقت کا ارتکاب کبھی نہ کرتے۔ مگر انہوں نے اسکو اپنے محدود پیمانوں سے ناپا اور ایسے مہالک میں گرے۔ والعیاذ باللہ۔ سو جہالت و بے خبری ہلاکتوں کی ہلاکت ہے اور اسی سے انسان طرح طرح کے مہالک میں گرتا اور تباہی کے گھاٹ پر اترتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ جبکہ نورِ علم سے بہرہ مندی اور سرفرازی فوز وفلاح سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اور علم سے مراد حق اور حقیقت کا وہ علم ہے جو انسان کو اپنے رب کی معرفت سے سرشار وسرفراز کرتا ہے۔ کہ یہی علم نجات کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید،

۱۱۹ قیامت کے روز ساری زمین اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں، سبحانہ وتعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا "حالانکہ زمین ساری قیامت کے روز اسکی مٹھی میں ہوگی"۔ جیسا کہ احادیثِ شریفہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے کہ حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ قیامت کے روز اس ساری زمین کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر اس کو گھمائے گا اور فرمائے گا کہ میں ہوں جبار ومتکبر، ملک وعزیز۔ آج کہاں ہیں وہ جن کو اپنی بڑائی کا زعم اور گھمنڈ ہوا کرتا تھا؟ اور اس مضمون کی حدیثیں صحیح بخاری ومسلم، سننِ ترمذیؒ اور مسندِ امام احمدؒ وغیرہ مختلف کتابوں میں مروی ومنقول ہیں۔ (ابن جریر، ابنِ کثیر، قرطبی، مراغی، جامع البیان، صفوہ اور معارف وغیرہ)۔ لیکن ان امور کی پوری حقیقت اور صحیح کیفیت کو جاننا چونکہ ہمارے بس میں نہیں کہ یہ سب غیب کے امور اور ان دیکھے حقائق ہیں۔ اس لئے حضراتِ سلف کا ایسی آیات ونصوص کے بارے میں کہنا اور ماننا یہ ہے کہ۔ "نقول بامرارها على ظاهرها من غير تكييف و لا تعطيل"۔ یعنی "ایسی نصوص کے مفاہیم ومطالب کو اپنے طور پر متعین کرنے کی بجائے ان کو کسی طرح کی تکییف وتعطیل کے بغیر اپنے ظاہر پر رکھا جائے" کہ جو اور جیسا اسکی شانِ اقدس واعلیٰ کے لائق ہوگا وہی اور ویسا ہوگا کہ وہ جیسا خود بے مثال ہے ایسے ہی اسکی ہر صفت وشان بے مثال ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہر کیف جب خداوندِ قدوس کی شانِ اقدس واعلیٰ کا حال یہ ہے تو پھر اس کا کوئی شریک کس طرح ممکن ہوسکتا ہے؟ کتنے ظالم اور کس قدر بے انصاف ہیں وہ لوگ جو اس کے لیے طرح طرح کے خود ساختہ اور من گھڑت شریک ٹھہراتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي

ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں، پاک اور برتر ہے وہ ہر اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں ف۱۲۰، (۶۷) اور پھونک ماردی جائے گی صور میں، جس کے

الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ

نتیجے میں بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے وہ سب جو کہ آسمانوں میں ہیں، اور وہ سب بھی جو کہ زمین میں ہیں، ف۱۲۱ مگر جسے اللہ چاہے ف۱۲۲، پھر ایک

قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝۶۸ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ

اور مرتبہ صور پھونکا جائے گا جس کے باعث یہ سب کے سب یکایک کھڑے دیکھ رہے ہوں گے، (۶۸) اور جگمگا اٹھے گی زمین اپنے رب کے

الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

نور (بے کیف) سے اور (ہر ایک کے سامنے) رکھ دیا جائے گا اس کے نامہ اعمال کو اور لا حاضر کیا جائے گا تمام نبیوں کو ف۱۲۳ اور گواہوں کو ف۱۲۴

بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۶۹ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

اور فیصلہ کر دیا جائے گا سب لوگوں کے درمیان (ٹھیک ٹھیک) حق (وانصاف) کے عین مطابق، اور ان پر (کسی طرح کا) کوئی ظلم

وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۰ ع وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى ع ۷

نہیں ہوگا، (۶۹) اور پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا ہر کسی کو، اس کے (زندگی بھر کے) کیے (کرائے) کا ف۱۲۵ اور وہ (وحدہ لاشریک) پوری

۱۲۰ اللہ پاک کی تنزیہ وتقدیس کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پاک ہے وہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں"۔ اور دوسرا ترجمہ اس کا یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ "وہ پاک ہے ان تمام شریکوں سے جو یہ لوگ اس کے لئے تجویز کرتے ہیں"۔ مدعا ومآل دونوں کا بہر حال ایک ہی ہے کہ وہ ہر طرح کے شریکوں اور ہر شائبۂ شرک سے پاک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور جو نسبتیں اور تصورات مشرکوں نے اسکے بارے میں قائم کر رکھے ہیں وہ ان سب سے پاک اور اعلیٰ وبالا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اسکی جلالتِ قدر اور عظمتِ شان سے واقف وآگاہ ہیں۔ انہوں نے اس وحدہ لاشریک کو اور اس کی عظمتِ شان کو اپنے محدود پیمانوں سے ناپا۔ اور اس بنا پر انہوں نے اس کے لیے وہی تصورات قائم کیے جو مخلوق کے لائق ہیں۔ جبکہ وہ خالق اور مخلوق کے دائرے سے وراء الوراء ہے۔ اس لیے مخلوق میں سے کوئی بھی محض اپنی عقل وفکر کی بنا پر اس کے لیے صحیح تصور قائم نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس کی معرفت کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کو ویسے ہی مانا جائے جیسا وہ خود بتائے یا اس کا رسول بتائے۔

۱۲۱ نفخ صور اور اس کے نتیجہ واثر کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس روز پھونک ماردی جائے گی صور میں جس سے یہ سب بیہوش ہو کر گر پڑیں گے"۔ اور پھر گر کر سب مر جائیں گے۔ اسی لئے یہاں پر "صعق" کو موت کے معنیٰ

میں لیا گیا ہے۔ (مدارک، ابن کثیر، جامع البیان اور معارف وغیرہ)۔ سو یہ نفخہ ثانیہ کا بیان ہے۔ اس سے پہلے نفخہ فزع ہوگا جس کا ذکر سورۂ نمل کی آیت نمبر ۸۷ میں فرمایا گیا ہے اور اس کے بعد تیسرا نفخہ وہ ہوگا جو کہ قیام لرب العالمین کے لئے ہوگا اور یہی قول ہے جمہور اہلِ علم کا۔ ''الجمهور علی انه ثلث الاولیٰ للفزع والثانية للموت والثالثة للاعادة''۔ یعنی جمہور کے نزدیک نفخِ صور تین مرتبہ ہوگا۔ پہلا نفخہ 'فزع جس سے سب گھبرا اٹھیں گے۔ دوسرا نفخہ صعق جس سے سب بے ہوش ہوکر گر پڑیں گے۔ اور پھر سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اور تیسرا نفخہ 'قیام لرب العلمین کیلئے ہوگا۔ جس پر سب کے سب از سرِ نو زندہ ہو کر رب کے حضور کھڑے ہو جائیں گے تا کہ اپنی زندگی بھر کے کئے کرائے کا بھرپور بدلہ پا سکیں۔ جنتی جنت کی سدابہار نعمتوں کی شکل میں۔ اللہ ہم سب کو انہی میں سے کرے۔ اور دوزخی دوزخ کے حوالے کر دیئے جائیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ بہرکیف اس نفخِ صور پر سب اٹھ کھڑے ہونگے اور حیرت و تعجب سے سب مناظر اپنی آنکھوں سے خود دیکھ رہے ہونگے۔ اور کسی اینکڑی پینکڑی کے بغیر سب کے سب اپنی اپنی قبروں سے نکل نکل کر دوڑے چلے آ رہے ہونگے۔ جیسا کہ دوسرے مختلف مقامات پر اس کو طرح طرح سے واضح فرمایا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ یسین میں ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ﴾۔ (یٰسین۔ ۵۱) اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہوگا کہ اس روز اس مالک الملک کی طرف سے یہ پکار سنتے ہی سب اسکی تسبیح کرتے ہوئے اسکے حضور دوڑتے ہوئے حاضر ہونگے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ (بنی اسرائیل: ۵۲) مگر ظالم لوگ آج نہیں مانتے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال

۱۲۲ **''صعق'' سے محفوظ رہنے والوں کا ذکر و بیان:** ۔ سو اس ''صعق'' اور بیہوشی سے بچنے والوں کا استثناء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ''مگر جن کو اللہ چاہے''۔ یہ کون حضرات ہوں گے جو اس نفخہ صعق و ہلاک سے مستثنیٰ ہوں گے؟ اس کے بارے میں قرآنِ پاک میں یا کسی صحیح حدیث میں کوئی تصریح نہیں فرمائی گئی۔ اسی لئے حضرت قتادہؒ کہتے ہیں۔ ''لا نَدْرِیْ مَنْ هُمْ''۔ یعنی ''ہم نہیں جانتے یہ کون حضرات ہونگے''۔ (ابن کثیر، محاسن التاویل، خازن وغیرہ)۔ اور یہی طریقہ اصولی بھی ہے اور سلامتی والا بھی مگر دوسرے حضراتِ اہلِ علم سے اس بارے میں مختلف اقوال مروی و منقول ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس سے مراد حاملینِ عرش، جبرائیل، میکائیل، عزرائیل اور ملک الموت ہیں۔ جو اس موقع پر ہلاک نہیں ہوں گے بلکہ بعد میں ہوں گے۔ اور سب سے آخر میں ملک الموت کی موت ہوگی۔ جس کے بعد حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُہٗ۔ ارشاد فرمائیں گے۔ ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ﴾۔ کہ ''آج حکومت کس کی ہے؟''۔ اور پھر خود ہی اس کے جواب میں ارشاد فرمائیں گے۔ ﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾۔ ''اللہ ہی کے لئے ہے جو اکیلا اور سب پر غالب ہے''۔ (جامع البیان، ابن جریر، ابن کثیر وغیرہ)۔ بہرکیف اس سے مشرکین کے اس خود ساختہ شرکیہ فلسفے کی جڑ نکال دی گئی کہ ہمارے وہ شرکاء جن سے ہم وابستہ ہیں اور جن کا لڑ ہم نے پکڑ رکھا ہے وہ بڑی پہنچ والی ''سرکاریں'' ہیں۔ وہ وہاں پر اڑ کر بیٹھ جائیں گی اور منوا کر چھوڑیں گی۔ سو واضح فرمادیا گیا کہ اس روز سب کے ہوش اس طرح اڑ جائیں گے کہ کسی کے اندر اس طرح کی کوئی ہمت اور سکت ہی نہیں ہوگی۔ پس اس طرح کے مشرکانہ تصورات بے بنیاد اور محض اوہام و خرافات ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۲۳ **رسولوں کی حاضری کا ذکر و بیان:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''حاضر کیا جائے گا اس روز تمام نبیوں کو''۔ تا کہ ان سے

پوچھا جائے ان کی امتوں کے بارے میں'' کہ کیا انہوں نے ان کو پیغام حق پہنچایا تھا کہ نہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾۔ (الاعراف:٦) نیز فرمایا گیا۔ ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾۔ (النساء:٤١) بہرکیف حضرات انبیائے کرام کو حاضر کر کے ان سے انکی امتوں کے بارے میں گواہی دلوائی جائے گی کہ انہوں نے ان لوگوں کو کیا تعلیم دی اور انہوں نے آگے اس کا کیا جواب دیا؟ بہرکیف اس روز رسولوں سے ان کی امتوں کے بارے میں پوچھ ہوگی کہ انہوں نے دعوت حق کا کیا جواب دیا اور انبیاء سے کیا سلوک کیا؟ چنانچہ سورۂ مائدہ میں اس بارے ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ، قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ، اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾۔ (المائدہ:١٠٩) ''جس دن اللہ جمع فرمائے گا سب رسولوں کو۔ پھر ان سے فرمائے گا کیا جواب دیا گیا تم کو تمہاری امتوں کی طرف سے۔ تو وہ کہیں گے کہ ہمیں کچھ پتہ نہیں بے شک تو ہی ہے اے اللہ سب غیبوں کو جاننے والا''۔ یعنی ہمارے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان لوگوں نے جو کچھ کیا اسکی ہمیں کوئی خبر نہیں۔

۱۲۴ گواہوں کی حاضری کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''حاضر کیا جائے گا گواہوں کو''۔ یعنی ان فرشتوں کو جو کہ لوگوں کے اعمال کو لکھنے پر مامور تھے کہ خیر وشر جو بھی کچھ ان لوگوں نے کیا ہوگا وہ سب کچھ انکے سامنے کیا تھا۔ اور وہ سب لکھا ہوا اور محفوظ ہوگا (ابن کثیر، صفوۃ التفاسیر، مراغی وغیرہ)۔ نیز امت محمدیہ کو جو کہ پہلے انبیائے کرام کی تبلیغ حق کے لئے گواہی دے گی۔ (خازن وغیرہ)۔ نیز ان مجددین اور صدیقین کو بھی بلایا جائے گا جنہوں نے دین کو اس کی اصل اور صحیح شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور اس امت کی حیثیت ''شہداء اللہ فی الارض'' کی ہے۔ سو لفظ ''شہداء'' اپنی وسعت اور عموم کے ساتھ ان سب ہی مفاہیم کو شامل ہے۔ سو اس طرح جزا وسزا کے اس دن میں پورے عدل وانصاف کے ساتھ انکے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ سو ان سب ''شہداء'' اور گواہوں کی اس عظیم الشان یوم حساب میں طلبی ہوگی اور ان سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے لوگوں کو کیا بتایا اور سکھایا تھا۔ اور لوگوں نے اس کا کیا جواب دیا تھا؟ اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہر کسی کو اسکی زندگی کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا۔ اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے اپنی اصل اور کامل شکل میں پورے ہو جائیں گے۔ اور اس طور پر کہ کسی کیلئے کسی عذر ومعذرت اور قیل وحجت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جائیگی۔ اور یہ صرف اس عدالت عظمیٰ ہی کا کمال اور اسکی امتیازی شان ہوگی۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل ۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۱۲۵ اعمال کا پورا صلہ وبدلہ صرف قیامت کے روز: ۔سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کے روز ہر کسی کو اس کے کیے کرائے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید کے ماضی کے صیغے کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''اس روز پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر کسی کو اسکے۔ زندگی بھر کے۔ کیے کرائے کا''۔ سو اعمال کا کچھ بدلہ مختلف شکلوں میں اگرچہ اس دنیا میں بھی بعض اوقات مل جاتا ہے مگر پورا اور کامل بدلہ بہرحال آخرت ہی میں دیا جائے گا کہ دنیا کے ظرف میں اتنی گنجائش ہی نہیں کہ کسی کو اسکے عمل کا پورا بدلہ اس میں دیا جا سکے۔ اور دنیا اس کا محل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا ''دارالعمل'' ہے نہ کہ ''دارالجزاء''۔ اور ''دارالجزاء'' دراصل آخرت ہی ہے۔ سو بدلہ وجزا کے اس دن میں ہر کسی کی جزا وسزا کے سلسلے میں عدل وانصاف کے تقاضوں کو اپنی کامل اور آخری شکل میں پورا کیا جائے گا۔ پس وہاں پر نہ کسی کی کوئی حق تلفی ہوگی اور نہ کوئی زیادتی۔

جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ

طرح جانتا ہے ان کے ان تمام کاموں کو جو یہ لوگ کرتے رہے تھے، (اپنی دنیوی زندگی میں، ف۱۲۶) ﴿۷۰﴾ اور ہانک کر لے جایا جائے گا

لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ

دوزخ کی طرف ان لوگوں کو جو اڑے رہے تھے (دنیا میں) اپنے کفر (و باطل) پر، گروہ در گروہ کر کے ف۱۲۷، یہاں تک کہ جب یہ

اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا

(بدبخت) اس کے پاس پہنچ جائیں گے، تو کھول دیئے جائیں گے (ان کیلئے) اس کے دروازے ف۱۲۸ اور اس کے کارندے ان (کی توبیخ و

بَلٰی وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۱﴾

تقریع کے لئے ان) سے کہیں گے کہ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس ایسے رسول ف۱۲۹ جو خود تم ہی میں سے تھے؟ ف۱۳۰ اور جو تم کو (پڑھ)

۱۲۶ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر: ۔سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ خوب جانتا ہے وہ سب کچھ جو یہ لوگ کرتے رہے تھے اپنی اپنی زندگیوں میں"۔ اس لئے اس کو نہ تو کسی محاسب اور کاتب کی ضرورت ہے اور نہ حساب و کتاب کی کہ وہ سب کچھ خود ہی جانتا ہے۔ پس حساب و کتاب اور گواہوں وغیرہ کی بات تو محض تکمیلِ حجت اور ازالہ عذر و معذرت کے لئے ہوگی۔ ورنہ اللہ پاک کے علمِ کامل کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے کوئی بھی اپنے کیے کا بھگتان بھگتنے سے بچ نہیں سکے گا۔ پس اس سے ان مشرکوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جنہوں نے طرح طرح کے مفروضے گھڑ کر اپنے آپ کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔

۱۲۷ کفار و مشرکین کا ٹھکانہ دوزخ: ۔اوپر جس ہدایت و شہادت کا ذکر ہوا ہے اب یہ اس کا نتیجہ بیان فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہانک کر لے جایا جائے گا کافروں کو دوزخ کی طرف"۔ خواہ وہ کھلے اور پکے کافر ہوں اور خواہ وہ نام تو ایمان کا لیتے ہوں مگر کام کفر کے کرتے ہوں کہ الفاظ کا عموم ان سب کو شامل ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ۔ بہر کیف عدالت اور شہادت کے تقاضے پورے کرنے کے بعد اب اسکے انجام کا بیان فرمایا یا ہے۔ اور مشرکوں کا انجام بھی وہی ہوگا جو کافروں کا ہوگا۔ اور شرک بھی کفر ہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ماننا وہی معتبر ہے جو توحید کے ساتھ ہو۔ ورنہ ماننا نہ ماننا دونوں ایک برابر ہیں۔ پس ایمان میں اگر شرک کی آمیزش ہوگی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسا ماننا نہ ماننے کے برابر اور کفر ہی کے حکم میں داخل ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔

۱۲۸ دوزخ کے دروازوں کے کھولے جانے کا ذکر و بیان: ۔سو اس سے کافروں کے لیے دوزخ کے دروازوں کے کھولے جانے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو کافروں کو ہانک کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا اور جب یہ وہاں

پہنچیں گے تو کھول دیئے جائیں گے ان کیلئے دوزخ کے دروازے۔ جو اس سے پہلے بند تھے وہ ان کے آنے پر کھول دیئے جائیں گے۔ سو کافر جب گروہ در گروہ دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اسکے دروازے ان کیلئے کھول دیئے جائیں گے۔ اور دوسرے مقام پر اسکی تصریح فرمائی گئی ہے۔ اسکے سات دروازے ہونگے۔ ہر دروازے سے اپنی اپنی نوعیت اور حیثیت کے مطابق دوزخی وہاں داخل ہونگے۔ اور جہنم ہی ان کا آخری ٹھکانا ہوگا جس میں ان کو ہمیشہ رہنا ہوگا - والعیاذ باللہ۔ چنانچہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا - ﴿وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ، لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ، لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ﴾ - (الحجر: ۴۳-۴۴) یعنی "جہنم ہی ان سب کا ٹھکانا ہوگا۔ اور اس کے سات دروازے ہونگے جن میں سے ہر دروازے کے لیے ایک حصہ ہوگا مقرر اور طے شدہ" - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر موقع پر اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۱۲۹ دوزخیوں کی تقریع و تذلیل کے ایک منظر کا ذکر و بیان :- سو اس سے دوزخیوں کی تقریع و تذلیل کے لیے ان سے ایک سوال کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو دوزخ کے کارندوں کا دوزخیوں سے یہ سوال ان کی تقریع اور تحقیر و تذلیل کے لیے ہوگا۔ اور اس طرح کی توبیخ و تقریع سے ان کے باطن کی آگ اور بڑھے گی - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ - بہر کیف دوزخ کے کارندے انکو دیکھ کر انکی توبیخ و تقریع کیلئے ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس ایسے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں آج کے اس دن کی پیشی سے خبردار کرتے؟ سو اس طرح انکی ذلت اور عذاب میں اور اضافہ ہوگا اور وہ رہ رہ کر اپنے ماضی اور اپنی دنیاوی زندگی میں اختیار کیے گیے اپنے کفر و انکار اور اعراض و استکبار پر افسوس کریں گے۔ لیکن اس کا ان کو کوئی فائدہ نہیں سوائے ان کی آتشِ حسرت میں اضافے کے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۳۰ رسول انسان اور بشر ہی ہوتے ہیں :- سو دوزخ کے وہ کارندے ان سے کہیں گے کہ "کیا تمہارے پاس نہیں آئے تھے ایسے رسول جو خود تم ہی لوگوں میں سے تھے؟" - ﴿مِنْكُمْ﴾ - یعنی "وہ تم ہی لوگوں میں سے اور تمہاری ہی جنس میں سے تھے"۔ تاکہ تمہیں ان سے استفادہ کرنے میں اور ان کی طرف رجوع کرنے میں اور ان کی اِتباع و پیروی میں کوئی دقت و دشواری نہ ہو۔ سو دوزخ کے وہ کارندے - ﴿مِنْكُمْ﴾ - کی اس قید کا بطورِ خاص ذکر کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضراتِ انبیاء و رسل کی بعثت و تشریف آوری حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - کی ایک عظیم الشان اور جلیل القدر نعمت ہے۔ پھر ان قدسی صفت ہستیوں کا انسانوں میں سے اور بشر و انسان ہونا دوسری بڑی نعمت ہے تاکہ اس طرح لوگوں کو ان کی اِطاعت و اِتباع میں کوئی دشواری نہ ہو۔ اور وہ بشری تقاضوں سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کے بارے میں ان کو عملی نمونہ پیش فرما سکیں۔ مگر افسوس کہ عقل و نقل کے ان تمام تقاضوں کے باوجود اہلِ بدعت حضرات انبیائے کرام کو بشر ماننے کے لئے تیار نہیں اور بشریتِ انبیاء و رسل کے انکار کیلئے یہ لوگ طرح طرح کی تاویلات کے سہارے ڈھونڈتے اور تحریفات کا ارتکاب کرتے ہیں - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ - حالانکہ پیغمبر کا بشر اور انسان ہونا ایک ایسی بدیہی حقیقت اور بڑی نعمت ہے کہ دوزخ کے کارندے قیامت کے اس یومِ حساب میں بھی اس کا بطورِ خاص ذکر کریں گے - اللہ تعالیٰ فکر و نظر اور عقیدہ و عمل کے ہر زیغ و انحراف سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ راہِ حق پر مستقیم و ثابت قدم رہنے اور اس پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

قِيلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ج فَبِئْسَ

پڑھ کر سنایا کرتے تھے تمہارے رب کی آیتیں؟ اور تمہیں (ڈراتے اور) خبردار کیا کرتے تھے تمہارے اس (ہولناک) دن

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى

(کے آنے اور اس) کی پیشی سے؟ تو اس کے جواب میں وہ کہیں گے، کہ ہاں (یہ سب کچھ ضرور ہوا تھا) لیکن پکی ہو چکی تھی عذاب

الْجَنَّةِ زُمَرًا ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ

کی بات (ہم جیسے) تمام کافروں پر ف۱۳۱، ﴿۷۱﴾ کہا جائے گا کہ اب داخل ہو جاؤ تم سب دوزخ کے دروازوں میں جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہوگا ف۱۳۲

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

پس بڑا ہی برا ٹھکانا ہوگا وہ متکبر لوگوں کے لئے ف۱۳۳ ﴿۷۲﴾ ادھر (اعزاز واکرام کے ساتھ) لے جایا جائے گا ان لوگوں کو جو ڈرتے رہے تھے اپنے

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا

رب سے (اپنی دنیاوی زندگی میں)، جنت کی طرف گروہ در گروہ کر کے ف۱۳۴، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے، تو اس کے

الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ج فَنِعْمَ اَجْرُ

دروازے کھلے ہوئے ہوں گے ف۱۳۵ اور وہاں کے محافظ ان سے کہیں گے کہ سلام ہو تم پر، بہت اچھے رہے تم، ف۱۳۶ پس داخل ہو جاؤ اب تم اس میں

۱۳۱ دوزخیوں کا حسرت وافسوس بھرا جواب:۔ سو ان کے اس سوال کے جواب میں دوزخی حسرت وافسوس بھرے انداز میں ان سے کہیں گے کہ "ہاں لیکن پکی ہوگئی عذاب کی بات کافروں پر"۔ یعنی وہ بات جو اللہ پاک نے ایسے گناہ گاروں کے لئے اس طرح ارشاد فرمائی ہے۔ ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾۔ (ھود:۱۱۹) مگر بے وقت کے ان لوگوں کے اس اقرار و اقبالِ جرم سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے حسرت وندامت میں اضافے کے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ دوسرے مقام پر اس بارے صاف وصریح طور پر اور مزید وضاحت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا کہ وہ اپنے اس جرم کا صاف اور صریح طور پر اقرار کریں گے۔ سو وہاں پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا کہ "جب بھی کسی گروہ کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کے کارندے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا؟ تو اس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ ہاں ہمارے پاس خبردار کرنے والا تو ضرور آیا تھا مگر ہم نے اس کی بات کو مان کر نہ دیا۔ سو ہم نے ان کو جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کچھ بھی نہیں اتارا۔ تم لوگ تو ایک بڑی گمراہی میں پڑے ہو۔ تب وہ کہیں گے کہ کاش کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے" (الملک: ۸-۱۰) مگر بے وقت کے اس اعتراف سے

ان کو کوئی فائدہ نہ ہوسکا بہر حال نہیں ہو سکے گا، سوائے ان کی آتشِ یاس وحسرت میں اضافے کے -والعیاذ باللہ جلّ وَعَلا-

۱۳۲ کافروں کیلئے ہمیشہ کا عذاب - والعیاذُ باللہ: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان سے کہا جائے گا کہ اب داخل ہو جاؤ تم سب دوزخ کے دروازوں میں جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے''۔ سو اس سے واضح فرما دیا کہ کافروں کیلئے ہمیشہ کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔ کہ نہ تو اس کو کوئی فنا و زوال ہے اور نہ ہی ان کے لیے اس سے نکلنے کی کوئی صورت وسبیل۔ بلکہ دوزخ کا یہ عذاب بھی ہمیشہ کے لئے ہوگا اور ان کا اس میں رہنا اور جلنا بھی ہمیشہ کے لئے -وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- سو ان بدبختوں سے صاف اور صریح طور پر کہا جائے گا کہ ''اب داخل ہو جاؤ تم لوگ جہنم میں جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہوگا'' -وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- اور یہ ان کے اپنے اس کفر و انکار کا طبعی نتیجہ ہوگا جس کو انہوں نے دنیا میں اپنائے رکھا تھا۔ اس لیے نہ تو ان کے پاس اس بارے کوئی عذر ہوگا اور نہ ہی ان کے لیے اس سے کسی مفر کی کوئی گنجائش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے محفوظ رکھے، آمین۔

۱۳۳ متکبروں کا ٹھکانا بڑا ہی برا - والعیاذُ باللہ جلّ وَعَلا: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''بڑا ہی برا ٹھکانہ ہوگا متکبروں کا'' کہ اسی تکبر کی وجہ سے وہ حق کو قبول کرنے اور اس کی پیروی کرنے سے محروم رہے۔ سو ان سے کہا جائے گا کہ اب چکھو مزہ تم لوگ اپنے اس تکبر اور کفر و انکار کا -وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- سو دوزخ کا یہ ہولناک عذاب نتیجہ ہوگا انکے کفر و انکار کا۔ اور انکے اس کفر و انکار کا اصل سبب انکا وہ کبر و غرور ہوگا جس میں یہ لوگ مبتلا تھے اور جس کی وجہ سے یہ لوگ نورِ حق و ہدایت سے محروم رہے تھے۔ سو وہ بڑا ہی برا ٹھکانہ ہوگا جس میں انکو ہمیشہ رہنا ہوگا -وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- سو مستکبرین کی اس صفت سے ان لوگوں کی محرومی کے اصل سبب اور باعث کو آشکارا فرمادیا گیا کہ وہ استکبار اور اپنی بڑائی کا زعم اور گھمنڈ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے باطن میں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھا۔ اور اسی بنا پر انہوں نے حق سے منہ موڑا اور کفر و انکار کو اختیار کر کے اس ہولناک انجام اور ہمیشہ کے عذاب سے دوچار ہوئے -اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین۔ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے

۱۳۴ جنتیوں کے اِنعام اور ان کے اِعزاز و اِکرام کا ذکر و بیان: -سو اہلِ کفر و باطل کے انجام کے ذکر کے بعد اہلِ جنت اور ان کے انعام کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''اعزاز و اِکرام کے ساتھ لے جایا جائے گا پرہیزگاروں کو جنت کی طرف''۔ یعنی ان کی سواریوں کو اِعزاز و اِکرام کے ساتھ اور جلدی جلدی جنت کی طرف لے جایا جائے گا تاکہ وہ جلد ان نعمتوں سے مستفید ہوں -کَمَا وَرَدَ فِی الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃ- (حاشیہ جامع البیان) -اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ- پس ''سوق'' کا لفظ کسی چیز کو کسی چیز کی طرف ہانک کر اور جلدی جلدی لے جانے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ سو اپنی اصل کے اعتبار سے یہ لفظ اچھے اور برے دونوں ہی موقعوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی لیے یہاں پر یہ اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ دونوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک کا مفہوم دوسرے کے بالکل برعکس ہے کہ اہلِ دوزخ کو تو بڑے سنگین مجرموں کی طرح دھکے مار مار کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا -﴿یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَھَنَّمَ دَعًّا﴾- (الطور:۱۳)۔ اور اہلِ

جنت کو معزز مہمانوں کی طرح فرشتوں کے جلوس میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ خدائے رحمٰن کی طرف لے جایا جائے گا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ، وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾ الاٰیۃ (مریم: ۸۵-۸۶)۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں ہی پر گامزن رکھے۔ اور زیغ و زلال کی ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین۔

۱۳۵ جنتیوں کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہونگے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جنتیوں کیلئے جنت کے دروازوں کو کھول دیا گیا ہوگا"۔ یعنی۔ ﴿وَفُتِحَتْ﴾ ۔ میں واوٗ حالیہ ہے کہ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی جنت کے دروازے ان کے لئے کھول کر رکھ دیئے گئے ہوں گے۔ اور خدام وغیرہ ان کی آمد کے انتظار میں کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ شاہی مہمانوں کیلئے کیا جاتا ہے۔ بخلاف ابوابِ جہنم کے کہ وہاں واوٗ حالیہ نہیں ذکر فرمائی گئی کہ وہاں کے دروازے اہلِ دوزخ کے وہاں پہنچنے پر ان کیلئے کھولے جائیں گے۔ نہ یہ کہ پہلے سے کھلے ہوں گے۔ سو اس تقابل سے اللہ پاک کی رحمت کی عظمت و وسعت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ فللہ الحمد ولہ الشکر۔ بہر کیف متقی اور پرہیزگار لوگوں کو جب فرشتوں کے جلو میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت کی طرف لے جایا جائے گا تو ان کے اعزاز و اکرام کیلئے جنت کے دروازوں کو ان کیلئے کھول دیا گیا ہوگا۔ اور اسکے دربان و پاسبان تحیت و سلام کے ساتھ انکا خیر مقدم اور استقبال کریں گے۔ اور وہ انکو نہایت خوشکن اور دلنواز کلمات سے نوازیں گے۔ تو اس وقت انکو جو کچھ سرور حاصل ہوگا اسکا اندازہ کرنا ہی آج کس کے بس میں ہو سکتا ہے؟۔ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ۔(السجدۃ: ۱۷)۔ اللہ اپنے کرمِ بے پایاں سے ہمیں بھی اپنی اس جنت اور اسکی ان بے مثال نعمتوں سے نواز دے کہ اس کا کام اور اس کی شان ہی نوازنا اور ہمیشہ اور لگاتار نوازنا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہم سے عدل و انصاف کا نہیں بلکہ فضل و احسان کا معاملہ فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے بیڑا پار فرما دے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

۱۳۶ جنتیوں کے لیے فرشتوں کی طرف سے ترحیب و تسلیم کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب ان خوش نصیبوں کو فرشتوں کے جلو میں جنت کی طرف لایا جائے گا تو فرشتے ان سے کہیں گے سلام ہو تم پر اور خوش رہو تم۔ اے خوش نصیبو!۔" کہ دنیا میں تم نے نورِ ایمان اور عملِ صالح کی دولت سے مالا مال ہو کر ایک پاکیزہ زندگی۔ حیاتِ طیبہ۔ گزاری۔ جس کے نتیجے میں اب آپ لوگ اللہ پاک کے بے پایاں فضل و کرم سے جنت کی ان دائمی اور سدا بہار نعمتوں سے ہمکنار ہو رہے ہو۔ سو اس سے بڑھ کر کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے۔ ﴿وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ﴾ ۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ سو ان سے کہا جائے گا کہ جس طرح آپ لوگ دنیا میں کفر و شرک اور معاصی و ذنوب سے بچ کر رہے اور وہاں پر پاکیزہ زندگی گزاری تھی اسی طرح اب آپ لوگ یہاں پر ہر طرح کی تکلیف اور پریشانی سے محفوظ رہ کر جنت کی ان سدا بہار نعمتوں سے سرفراز و فیضیاب ہوؤ۔ سو اس وقت ان خوش نصیبوں کو جس خوشی و مسرت سے سرفرازی نصیب ہوگی اس کا اندازہ کرنا بھی کسی کے لیے ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے اور ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور ہر قسم کے زیغ و ضلال و زلل وانحرف سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین ثم آمین

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ

ہمیشہ رہنے کے لئے، ف ۱۳۷ ﴿۷۳﴾ اور وہ (فرطِ مسرت میں) کہیں گے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے سچ کر دکھایا ہم سے اپنا وعدہ، ف ۱۳۸ اور ہم کو وارث بنا دیا

الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ

(جنت کی) اس سرزمین کا، ف ۱۳۹ جس میں ہم جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا بنا سکتے ہیں، سو کیا ہی عمدہ بدلہ ہوگا کام کرنے والوں کا، ف ۱۴۰ ﴿۷۴﴾ اور فرشتوں کو

وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع

ع ۸ ۵

تم وہاں دیکھو گے اس حال میں کہ وہ گھیرا ڈالے ہوں گے عرش کے گرد، تسبیح کرتے ہوئے اپنے رب کی حمد (و ثنا) کے ساتھ، ف ۱۴۱ اور فیصلہ کر دیا

کیا ہوگا ان کے درمیان حق کے ساتھ، اور کہا جائیگا سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو پروردگار ہے سب جہانوں کا، ف ۱۴۲ ﴿۷۵﴾

۱۳۷ اہلِ جنت کے لیے ایک اور عظیم الشان اور بے مثال خوش خبری: -سو ان خوش نصیبوں کو وہاں پر خلود و دوام کی بے مثال خوشخبری سے نوازتے ہوئے ان سے کہا جائے گا ''پس تم داخل ہو جاؤ اس جنت میں ہمیشہ رہنے کیلئے''- جعلنا اللہ منہم- کہ نہ تو ان نعمتوں کو کوئی زوال اور نہ تمہیں یہاں سے نکلنے اور محروم ہونے کا کوئی ڈر اور خطرہ- ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا﴾- اَللّٰهُمَّ مِنْ اَهْلِهَا - سو دوام و خلود جنت کی وہ امتیازی اور منفرد نعمت ہے جو اس دنیا میں ممکن ہی نہیں- اللہ نصیب فرمائے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین- دنیا میں ملنے والی ہر نعمت بھی عارضی اور فانی اور اس سے مستفید و فیضیاب ہونے والا انسان بھی فانی- جبکہ جنت کی وہ عظیم الشان اور بے مثال نعمتیں بھی ابدی اور دائمی ہونگی اور ان سے مستفید و فیضیاب ہونے والا انسان بھی حیاتِ ابدی کی نعمت سے سرفراز و سرشار ہوگا- سو آخرت کی نعمتیں کم و کیف ہر اعتبار سے بہتر ہونگی- ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى﴾- (الاعلیٰ: ۱۷)- یعنی آخرت یقینی طور پر کہیں بہتر بھی ہے، اور سدا باقی رہنے والی بھی، اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے- آمین ثم آمین یا رب العالمین-

۱۳۸ جنتیوں کے کیف و سرور کا ایک روح پرور منظر: -سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ وہ خوش نصیب اس انعام و احسانِ خداوندی پر کیف و سرور میں ڈوب کر اسکی حمد و ثنا سے رطب اللسان ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ ''شکر ہے اس اللہ کا جس نے سچ کر دکھایا ہم سے اپنا وعدہ''- جو کہ اس نے اپنے رسولوں کے واسطے سے ہم سے فرما رکھا تھا کہ ایمان اور عملِ صالح پر وہ اپنے بندوں کو جنت سے سرفراز فرما دے گا اور انکے ذریعے وہ انکو ایسی ایسی عظیم الشان نعمتوں سے نوازے گا''- فلہ الحمد و لہ الشکر- سو اہلِ جنت جب اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو وعدے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے فرمائے تھے وہ سب اس نے ایک ایک کر کے پورے فرمائے تو وہ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ شکر ہے اللہ کا کہ اس نے ہم سے اپنے سب وعدے پورے فرما دیئے اور ہمیں ان اور ان انعامات سے نواز دیا سو اس سے اہل جنت کے سرورِ بیمثال کا بھی اندازہ ہوتا ہے، اور ان کی شانِ شکر گزار کا بھی، جعلنا اللہ منہم سبحانہ وتعالیٰ-

۱۳۹ میراثِ جنت سے سرفرازی کا ذکر و بیان: -سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ جنت کے وہ خوش نصیب باسی اپنے کلماتِ حمد و ثنا میں مزید کہیں گے کہ ''اس نے ہمیں وارث بنا دیا- جنت کی- اس سرزمین کا'' کہ وراثت کی ملکیت سب سے

پختہ اور مضبوط ملکیت ہوتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی خطرہ اور اندیشہ نہیں ہوتا۔ نیز جس طرح وراثت اپنے کسی عمل کے بدلے میں نہیں ملتی اسی طرح جنت کی یہ نعمتیں بھی ہمارے کسی عمل کا بدلہ نہیں ہونگی بلکہ یہ محض اس اکرم الاکرمین اور ارحم الراحمین کا فضل وکرم ہوگا۔ فلله الحمد وله الشكر۔ نیز اس میں یہ لطیف تلمیح بھی ہے کہ یہ جنت ہمارے باپ آدم کو ملی تھی جس سے شیطان نے انکو ورغلا کر محروم کرا دیا تھا۔ اسکو دوبارہ حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ شرط ٹھہرائی تھی کہ اولادِ آدم دنیا میں جا کر شیطان سے مقابلہ کرے۔ تو جو شیطان سے جیت جائیں گے وہ اس جنت کے وارث ٹھہریں گے۔ اور جو شیطان کے فتنوں میں پھنس جائیں گے وہ جنت سے محروم ہو کر شیطان کے ساتھ دوزخ میں پڑیں گے۔ سو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم اسکے فضل وکرم سے اس امتحان میں کامیاب ہوگئے اور ہم اپنے باپ کی کھوئی ہوئی میراث یعنی جنت سے پھر سرفراز ہوگئے۔ اور عدوِ مبین شیطانِ رجیم ولعین کے علی الرغم ہم یہاں پہنچ گئے اور اپنے جدِّ امجد حضرتِ آدم کی اس میراث سے سرفراز ہوگئے۔ فالحمد للہ۔ اللہ اس سے سرفراز و مالا مال فرمائے۔ اور محض اپنے فضل وکرم سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین

١٢٥ جنت سے سرفرازی کا اصل ذریعہ و وسیلہ اپنا ایمان وعمل: — سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ جنت سے سرفرازی کا اصل ذریعہ و وسیلہ اپنا عمل ہے نہ کہ دوسرے خود ساختہ مفروضے۔ جس طرح کہ بہت سے زائغین نے سمجھ رکھا ہے۔ سو اہلِ جنت اپنی سرفرازی کے سلسلے میں مزید کہیں گے کہ "کیا ہی عمدہ بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا"۔ یعنی جنت تو بے شک اللہ پاک کا کرم واحسان اور محض اس کا فضل وانعام ہے مگر یہ کرم واحسان ہمیں نصیب اپنے انہی اعمال صالحہ کی بنا پر ہوا ہے جو دنیا میں ہم اس مالک الملک کی توفیق وعنایت سے بجالاتے رہے۔ سو عمل کرنے والوں کی شان بہت بڑی اور ان کا مقام بہت بلند ہے۔ پس عاملین کے اس لفظ سے واضح فرما دیا گیا کہ جنت کے حصول اور اسکی نعمتوں سے سرفرازی کیلئے اصل چیز جو مطلوب ہے وہ ہے عمل۔ صدق واخلاص والا عمل نہ کہ محض تمنائیں اور آرزوئیں۔ پس جو لوگ عمل اور اسکی اہمیت سے غافل ولاپرواہ ہو کر محض فرضی سفارشوں کے بل بوتے پر جنت کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ احمقوں کی جنت میں بس رہے ہیں۔ پس جنہوں نے شفاعت وسفارش کے مشرکانہ تصور پر تکیہ کر رکھا ہے اور خود ساختہ سرکاروں اور ہستیوں پر آسرا کر رکھا ہے یا وہ کسی خاندانی انتساب وغیرہ پر مست ومگن ہیں کہ ہم صاحبزادے وسیدزادے یا فلاں ہستی کے نام لیواؤں اور اسکے متنسبین میں سے ہیں۔ ہمیں یہی انتساب کافی ہے۔ کسی عمل وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں وغیرہ۔ تو یہ لوگ سخت گمراہی میں ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

١٢٦ فرشتوں کی تسبیح وتحمید کا ذکر وبیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ "فرشتوں کو تم وہاں دیکھو گے کہ وہ عرش کے گرد گھیرا ڈالے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح کر رہے ہونگے"۔ اس کی تنزیہہ وتقدیس کے لئے اس کے شکر کے طور پر۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔ کہ جو ہوا اس کے کرم واحسان سے ہوا۔ اور جو ہوگا وہ بھی اسی کے فضل وکرم سے ہوگا۔ ورنہ ہم کیا ہیں جو ہم سے کچھ ہوگا۔ بہر کیف فرشتوں کی اس تسبیح وتحمید کے ذکر سے واضح فرما دیا گیا کہ عدالتِ خداوندی کے اس یوم عظیم میں فرشتوں کی شانِ عبدیت کا عالم یہ ہوگا۔ سو کس قدر احمق ہیں وہ مشرک لوگ جو انکی سفارش پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں۔ بہر کیف اس ارشاد سے فرشتوں کی شانِ عبدیت اور انکی اصل حیثیت کو واضح فرما دیا گیا ہے کہ وہ بھی اس یومِ عظیم کے خوف وہراس کی بنا پر اس روز اپنے رب کے عرش کے پاس سمٹے ہوئے اسکی حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس میں مشغول

ہونگے۔ اور جب عرشِ الٰہی کے حاملین کی حیثیت رکھنے والے فرشتوں کا حال بھی یہ ہوگا تو پھر ان دوسرے فرشتوں کا کیا حال ہوگا جو کہ اس طرح کی امتیازی شان نہیں رکھتے ہونگے۔ سو اس روز بڑے سے بڑے فرشتوں کو بھی اپنی ہی پڑی ہوگی۔

۱۴۲ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وثنا کے غلغلے :- سو عدل وانصاف اور رحمت وعنایتِ خداوندی کے کامل ظہور پر اس روز ہر گوشے سے یہی صدا بلند ہوگی کہ ''سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو پروردگار ہے سب جہانوں کا''۔ پس اس مقام کی عظمت وتقدیس کا تقاضا یہ ہوگا کہ مومن وکافر سب ہی اس روز اس کی حمد وثنا پکار اٹھیں گے۔ کافر تو مجبوراً اور مومن اس کی ان بے پایاں نعمتوں کی بنا پر خوشی ومسرت کے ساتھ جن سے انکو سرفراز فرمایا گیا ہوگا۔ اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ قیل کے قائل فرشتے ہیں یا اہلِ ایمان۔ (جامع البیان وغیرہ)۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہر مجلس کے خاتمے پر - ﴿الحمد للہ رب العالمین﴾ - کہنا چاہیئے - فالحمد للّٰہِ رَبِّ العٰلمین - سُبحانک اللّٰھُمَّ و بحمدک اَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ اَستَغفِرُکَ وَاَتُوبُ اِلَیکَ - بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اس کامل عدل وانصاف اور رحمت وعنایتِ خداوندی کے ظہور کے بعد ہر گوشہ سے حمد وشکرِ خداوندی کی صدا بلند ہوگی۔ سو اس روز حمد وثنا اسی وحدہ لاشریک کی ہوگی جو کہ اس کا اصل اہل اور مستحق ہے کہ ہر نقص وعیب سے پاک اور ہر خوبی وکمال کا مالک وہی وحدہ لاشریک ہے - فاِیّاہُ نَعبُدُ وَ بِہٖ نَستَعِینُ، فِی کُلِّ اٰنٍ وَّ حِینٍ، سبحانہ وتعالیٰ -

---

☆ —— ۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۹۵ء بروز پیر بوقت ساڑھے گیارہ بجے دن بموقع نظرِ ثانی، بمکان خود، سطوہ دبی، متحدہ عرب امارات، ونظر ثالث ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۴ اپریل ۱۹۹۸ء بروز جمعہ، بوقت سوا چار بجے صبح، (بوقت سحر) سطوہ دبی، وَالحَمدُ لِلّٰہِ رب العٰلَمِینَ الذی بنعمتہ وتوفیقہ و عنایتہ تتمُّ الصّالحات فکُنِ اللّٰھُمَّ لَنا وَ اجعَلنَا لَکَ بِکُلِّ حالٍ مِنَ الاحوالِ یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ، ویا اکرم الاکرمین،

☆ —— تکمیل پروف ریڈنگ ۲۱ محرم ۱۴۲۰ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۹۹ء بروز جمعرات سوا دو بجے سطوہ دبی والحمد للہ ربِّ العالمین بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل مَوطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ، فانہ ہو الاھل للحمد فی الاولیٰ والاٰخرۃ، سبحانہٗ وتعالیٰ

☆ —— سیکنڈ پروف ریڈنگ ۱۹ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۹۹ء بوقت سوا پانچ بجے صبح (اذان فجر سے پہلے) والحمد للہ ربِّ العالمین، الذی بفضلِہٖ وَکَرَمِہٖ تشرّفتُ بِتفسیرِ کتابہٖ العزیز، فلہٗ الحمد ولہٗ الشکر،

☆ —— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۵ جماوی الاخری ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۴ اگست ۲۰۰۱ء بروز جمعہ بوقت چار بج صبح بوقت سحر (اذان فجر سے پون گھنٹہ پہلے) سطوہ دبی والحمد للہ ربِّ العالمین، فی کل زمان ومکان جل جلالہٗ وعم نوالہٗ

☆ —— تکمیل چوتھی ریڈنگ ۱۰- محرم الحرام ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۱۳ مارچ ۲۰۰۳م بروز جمعرات بوقت پونے دس بجے رات - سطوہ، دبی - والحمد للہ رب العالمین، الذی ہو الاہل للحمد فی الاولیٰ والاخرۃ سبحانہ وتعالیٰ

☆ —— اللّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) یکم محرم الحرام ۱۴۲۵ ہجری مطابق ۲۱ فروری ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ بوقت پونے بارہ بجے شب، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان - والحمد للہ ربِّ العالمین، قَبلَ کُلِّ شَیٍٔ وَّ بَعدَ کُلِّ شَیٍٔ، وَ بِکُلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کل مَوطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

اٰیَاتُهَا ۸۵ ۴۰ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ ۶۰ رُكُوْعَاتُهَا ۹

سورۂ مومن مکی ہے اور اس کی پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۲

حٰ مٓ ۝۱ یہ محض اتاری ہوئی کتاب ہے اللہ کی طرف سے، جو کہ بڑا ہی زبردست نہایت ہی علم والا ہے، ف۱ ۝۲

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي

گناہ بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، ف۲ بڑا ہی

الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳ مَا يُجَادِلُ

فضل والا ہے ف۳ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس (وحدہٗ لاشریک) کے اسی کی طرف بہرحال لوٹنا ہے سب کو ف۴، ۝۳ اللہ کی آیتوں میں

فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ

جھگڑا نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو اڑے ہوتے ہیں اپنے کفر (و باطل) پر ف۵، سو (ان کو اس کا بھگتان بہرحال بھگتنا ہوگا پس) تم کو

ف۱ قرآنِ حکیم کی عظمتِ شان کے بعض اہم پہلوؤں کا ذکر و بیان:۔ سو اس ضمن میں سب سے پہلی بات تو یہ ارشاد فرمائی گئی کہ یہ محض اتاری ہوئی کتاب ہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ خالص اتاری ہوئی کتاب ہے"۔ یعنی یہاں پر "منزَّل" نہیں "تنزیل" فرمایا گیا ہے جو کہ مصدر ہے۔ سو یہ کتاب محض نازل کردہ کتاب ہے اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف سے۔ اس میں کسی بھی دوسری ہستی کی طرف سے کسی بھی طرح کی کسی آمیزش یا دخل اندازی کا کوئی شائبہ تک نہیں۔ پس اس ارشادِ عالی میں ایک طرف تو مخالفین کیلئے اظہار انتباہ ہے کہ اللہ پاک نے انکی ہدایت و راہنمائی کیلئے یہ عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب نازل فرمائی اور اس قدر اہتمام کے ساتھ نازل فرمائی تاکہ لوگ اسکی ہدایت کے ذریعہ دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز ہوسکیں۔ سو اس اعتبار سے یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت و عنایت ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو سرفراز فرمایا ہے۔ اور دوسری طرف اس میں ان کیلئے سخت تہدید اور تنبیہ بھی ہے کہ اگر ان لوگوں نے اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر نہ کی اور یہ اس سے اعراض و روگردانی ہی کرتے گئے تو پھر یہ لوگ اللہ کی گرفت و پکڑ سے بچ نہیں سکیں گے کہ وہ "عزیز" بھی ہے اور "علیم" بھی۔ سو ایسے لوگ نہ اس سے کہیں مخفی اور پوشیدہ رہ سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اسکا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔ وہ انکو دنیا میں بھی عذاب دے گا اور آخرت میں بھی۔ جیسا کہ اسکے علمِ کامل اور اسکی حکمتِ بالغہ کا تقاضا ہے۔ سبحانہ و

تعالیٰ- والعیاذُ به جَلَّ وَعَلَا، بکُلِّ حالٍ مِّن الاحوال، وفی کُلّ مَوْطنٍ مِّن المواطن فی الحیاة،

۲ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکے عقاب کی دونوں شانوں کا ذکر- سبحانہ وتعالیٰ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا بھی ہے اور بڑا ہی سخت عذاب دینے والا بھی"۔ یعنی وہ ان سب کے گناہ بخشنے والا اور ان پر اپنی رحمت فرمانے والا ہے جو صدقِ دل سے توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ ان لوگوں کو پکڑنے والا اور ان کو سخت سزا اور عذاب دینے والا بھی ہے جو کہ اڑے رہیں گے اپنی بغاوت و سرکشی اور ظلم و معصیت پر۔ تاکہ ہر کوئی اپنے کئے کرائے کا بھرپور بدلہ پاسکے۔ اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے بھرپور طریقے سے پورے ہوسکیں۔ سو اس سے ترغیب وترہیب کے دونوں پہلوؤں کو واضح فرمایا دیا گیا- سبحان اللہ! -کیسی شانِ کرم ہے اس مہربانِ مطلق -جَلَّ وَعَلَا شانہ- کی۔ سو ایسے میں اس کی رحمت وعنایت سے کوئی محروم ہو تو کیونکر؟ سوائے ایسے بدبخت کے جس کی قسمت ہی پھوٹ گئی ہو۔ اور نحوست و بدبختی کی چھاپ اس پر لگ چکی ہو۔ اور عذاب کی بات اس پر پکی ہو گئی ہو- والْعیاذُ باللہِ العظیم- فَاغْفِرْلِی مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ یَا رَبِّیْ وَتَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُہٗ عَمَدًا اَوْخَطَأً سِرًّا اَوْ جَھْرًا مَا اَعْلَمُ مِنْہُ وَمَا لَا اَعْلَمُ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ وَاَرْحَمُ الرَّاحِمِینَ وَاَکْرَمُ الاکرمین - بہرکیف اس سے حضرتِ حق -جَلَّ مَجْدُہٗ- کی رحمت ونقمت اور اس کے فضل وعقاب کی دونوں شانوں کو واضح فرمادیا گیا تاکہ نہ تو بندہ اس کی رحمت سے مایوس ہو اور نہ ہی اسکے عذاب سے بے فکر ولاپرواہ۔ بلکہ اس رحمان ورحیم کی رحمت کی پوری پوری امید بھی رکھے اور اس کے عذاب وعقاب کا خوف اور ڈر بھی۔ اسی لیے کہا جاتا کہ ایمان خوف اور امید دونوں کے درمیان ہے- "الایمان بین الخوف والرجاء" - وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل- اللہ ہمیشہ تعالیٰ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں، اپنی رضا اور خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۳ اللہ بڑا ہی فضل واحسان والا ہے - سبحانہ وتعالیٰ: - اتنے فضل وکرم والا کہ اس کے فضل وکرم اور انعام واحسان کی کوئی حد وانتہاء ہی نہیں۔ ہماری اس محدود زندگی کا ایک ایک لمحہ خدا ہی جانے اس کی کتنی کتنی رحمتوں اور عنایتوں کے سایوں میں گزرتا ہے۔ اور اس کی کتنی ہی رحمتیں اور نوازشیں ایسی ہیں جن کا ہمیں علم وادارک ہی نہیں۔ ان سب سے اس نے ہمیں محض اپنے کرمِ بے پایاں سے نوازا ہے۔ اور جو ہمارے عالمِ وجود میں آنے سے بھی پہلے ہم پر متوجہ اور سایہ فگن تھیں۔ جن کا کسی قدر پتہ ہم کو اب لگ رہا ہے اور آگے جوں جوں انسانی معلومات کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا اور اس کے علم میں اضافہ ہوتا جائے گا مزید پتہ لگتا جائے گا۔ پھر اس دنیاوی زندگی کے خاتمے کے بعد شروع ہونے والی آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی میں ملنے والی اس کی لامتناہی نعمتوں کا ٹھکانا ہی کیا۔ پھر کتنے ظالم اور کس قدر بے انصاف ہیں وہ لوگ جو اس سب کے باوجود اس سے منہ موڑ کر اوروں کے آگے جھکتے ہیں- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم - "طول" کے معنی فضل، غنیٰ، قدرت اور بخشش کے ہیں۔ سو اس ارشادِ عالی میں اس کی ان صفاتِ کریمہ سے واضح فرمادیا گیا کہ وہ ان دونوں قسم کی صفات سے متصف اور ان دونوں طرح کے اختیارات کا مالک ہے- سبحانہ وتعالیٰ- سو اس سے ایک طرف تو اس تنزیلِ حکیم کی عظمتِ شان بھی واضح ہوجاتی ہے اور یہ امر بھی کہ اسکے نزول کے بعد ہر شخص کے لیے یہ راہ کھلی ہے کہ وہ اس کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کی مغفرت وبخشش اور اسکی رحمت و

عنایت کا حقدار و امیدوار بن جائے یا پھر اس کا انکار اور تکذیب کر کے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - وہ اسکے عذاب اور شانِ قدرت کا انتظار کرے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - معاملہ بندے کے اپنے ارادہ و اختیار پر ہے، جبر بہر حال نہیں۔

۴ **معبودِ برحق صرف اللہ وحدہ لاشریک،** :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس - وحدہ لاشریک - کے"۔ یعنی جب ان نعمتوں، بخششوں اور عنایتوں میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس نہ کوئی اس کی ذات و صفات میں اس کا شریک و سہیم ہو سکتا ہے اور نہ اس کے حقوق و اختیارات میں۔ وہی وحدہ لاشریک بلاشرکتِ غیرے معبودِ برحق ہے - سبحانہ وتعالیٰ - فَلا شَرِيْكَ لَه لا فِي الْخَلْقِ وَ لا فِي الْاَمْرِ - پس جب ان دونوں قسم کی صفات سے متصف اور ان دونوں طرح کے اختیارات کا مالک اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے تو ہر قسم کی عبادت کا حقدار بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور آخرِ کار سب کو اسی وحدہ لاشریک کی طرف لوٹنا اور اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا اسکے حضور حساب دینا اور اسکا صلہ و بدلہ پانا ہوگا۔ پس ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھ لے کہ وہ کہاں کھڑا ہے اور کل کے اس یومِ حساب کیلئے اس نے کیا تیاری کی ہے - وباللہ التوفیق - بہر کیف اس سے اس قطعی اور اہم بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا ہے کہ معبودِ برحق بہر حال اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ عبادت کی ہر قسم اور اسکی ہر شکل اسی کا حق اور اسی کا اختصاص ہے۔ اور سب نے بالآخر اسی کے حضور حاضر ہو کر اپنے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا پھل پانا ہے۔ پس جن لوگوں نے اپنے طور پر طرح طرح کے دوسرے خود ساختہ اور من گھڑت خدا بنا رکھے ہیں وہ قطعی طور پر گمراہ اور سراسر خسارے میں ہیں - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۵ **اللہ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑنا کافروں کا کام - والعیاذ باللہ:** - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ کی آیتوں کے بارے میں کافر لوگ ہی جھگڑتے ہیں"۔ یہاں مجادلہ اور جھگڑا سے مراد وہ مجادلہ اور جھگڑا ہے جو حق کو نیچا دکھانے کے لئے اور اس میں اشتباہ و التباس اور کجی و انحراف پیدا کرنے کے لئے ہو۔ نہ وہ جو کہ اس کی وضاحت کے لئے اور اس کو سمجھنے سمجھانے کے لئے ہو۔ کہ وہ تو عین مطلوب اور ایک اہم عبادت ہے۔ اسی لئے ہم نے اس کا ترجمہ بھی عام اور معروف ترجموں سے ہٹ کر "جو اپنے کفر و باطل پر اڑے ہوئے ہیں" کے الفاظ سے کیا ہے۔ کیونکہ اس قسم کا مجادلہ اور بحث مباحثہ دراصل وہی لوگ کرتے ہیں جو اپنے کفر و باطل پر اڑے ہوئے ہوتے ہیں اور جن کو حق و صداقت کی تلاش نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کا مقصد اپنے اختیار کردہ ٹیڑھے راستوں کو ہی صحیح اور درست کر کے دکھانا ہوتا ہے اور وہ حق کی پیروی کی بجائے اپنی خواہشات کے پیچھے چلنے ہی کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ خواہشِ نفس ہی ان کا اصل معبود ہوتی ہے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ کافر چونکہ اس عذاب کو مانتے نہیں جس سے انکو ڈرایا اور خبردار کیا جاتا ہے اور اس پر انکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چھوٹ اور ڈھیل اسکے قانونِ اِمہال کی بنا پر دی جاتی ہے اس سے ایسے لوگ اور مست ہو جاتے ہیں اور انکے کبر و غرور اور انکی رعونت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جسکے نتیجے میں یہ دائمی عذاب کے شکنجے میں جکڑے جاتے ہیں اور بالآخر یہ بڑے ہی ہولناک اور دائمی عذاب میں مبتلا ہو کر رہیں گے۔ پس تمہیں اے مسلمانو ان کے بارے میں کسی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ سو اس سے منکرین کے انکار اور ان کے سببِ انکار کو واضح فرما دیا گیا - اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ و ضلال کی ہر قسم اور اس کے شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے - اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین

فِى الْبِلَادِ ۝٤ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ

کہیں دھوکے میں نہ ڈالنے پائے ان لوگوں کا چلنا پھرنا مختلف شہروں (اور ملکوں) میں، ف ۶ ④ ان سے پہلے قوم نوح نے بھی جھٹلایا (حق اور

بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَ

حقیقت کو،) اور ان کے بعد کی کئی جماعتوں نے بھی ف ۷ ہر امت نے اپنے پیغمبر کو پکڑنے (اور قتل کر ڈالنے تک کا خبیث) ارادہ کیا، ف ۸

جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۗ فَكَيْفَ

اور انہوں نے باطل (کے طرح طرح ہتھیاروں) سے کام لیا، تاکہ اس طرح وہ نیچا دکھا سکیں حق کو، ف ۹ آخرکار میں نے پکڑا

كَانَ عِقَابِ ۝٥ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى

ان سب کو (انکے کئے کرائے کی پاداش میں،) سو (دیکھ لو) کیسا تھا میرا عذاب؟ ف ۱ ⑤ اور اسی طرح پکی

۶ منکرین ومکذبین کے لیے تنبیہ وتذکیر: - منکرین ومکذبین کا اپنی ظاہری مادی اور دنیاوی کامیابیوں کی بنا پر کہنا اور ماننا یہ تھا کہ اگر ہم غلط اور باطل پر ہیں تو ہمیں اس طرح یہ دنیا کیوں ملی ہوئی ہے۔ اس لیے وہ حق کا انکار کرتے اور عذاب کی تنبیہات کا مذاق اڑاتے۔ سو ان کے اسی زعم باطل اور پندار فاسد پر ضرب لگانے اور سادہ لوح عوام کالانعام کی اس طرح غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ "پس تمہیں دھوکے میں نہ ڈالنے پائے ان - منکروں - کا چلنا پھرنا شہروں - اور ملکوں - میں" کہ آخرت کی دائمی زندگی اور وہاں کے ختم نہ ہونے والے عذاب کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کی اس چند روزہ چہل وپہل کی کوئی حقیقت اور حیثیت ہی نہیں کہ دنیا کی یہ پوری زندگی بھی آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی کے اعتبار سے ایک دومنٹ بھی نہیں بنتی۔ تو پھر اس کی ایسی عیش پرستیوں سے کوئی عقل سلیم رکھنے والا آخر کس طرح کسی دھوکے میں پڑ سکتا ہے؟ واضح رہے کہ "بلاد" جو کہ "بلد" کی جمع ہے، اس کے اصل معنیٰ شہر کے آتے ہیں۔ لیکن اس کا اطلاق ملک پر بھی ہوتا ہے بلکہ آج کل عرب ملکوں میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ملک کے معنیٰ میں۔ چنانچہ دو ملکوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں یہ لوگ بین البلدین کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اور شہروں کے لئے یہ "مدن" کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو کہ "مدینہ" کی جمع ہے۔ اس لئے ہم نے اپنے ترجمہ میں ان دونوں کا ذکر کر دیا - والحمد للہ- بہرکیف کافروں اور منکروں کو جو چھوٹ اور ڈھیل انکے کفر وانکار کے باوجود ملی ہوئی ہے اسکی بنا پر کسی کو کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ کفر وانکار کا انجام بہرحال برا اور بہت برا ہے۔ اور انکو جو چھوٹ اور ڈھیل ملتی ہے اس سے انکے عذاب میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ - پس اس طرح کی باتوں سے کبھی کسی کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ حق بہرحال وہی ہے جو اللہ اور اس کا رسول فرمائے۔ اسی کو اپنانے میں نجات اور کامیابی ہے اور اس سے اعراض وروگردانی میں

محرومی - والعیاذ باللہ - جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۷ **تاریخ سے درسِ عبرت وبصیرت کا سامان** :- سو اب ان تاریخی حوالوں سے دعاۃِ حق کیلئے تسلیہ وتسکین کا سامان اور منکرین کیلئے تنبیہ وتذکیر اور درسہائے عبرت وبصیرت کا انتظام فرمایا گیا ہے۔ پس اس میں ایک طرف تو آنحضرت - صلی اللہ علیہ وسلم - کے لئے اور آپؐ کے توسط سے ہر داعیِ حق کے لئے تسلی وتسکین کا سامان ہے کہ جو کچھ کفارِ قریش اور دوسرے دشمنانِ دین اور مخالفانِ حق آج آپؐ کے ساتھ کر رہے ہیں یہ کوئی نئی اور نرالی بات نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے کے انبیائے کرام کے ساتھ ان کی امتوں نے بھی یہی کچھ کیا۔ اور دوسری طرف اس میں دشمنانِ دین اور مخالفینِ حق کفار ومشرکین کے لئے ایک تنبیہ اور وارننگ بھی ہے کہ تم سے پہلے جن جن امتوں اور قوموں نے حق اور اہلِ حق کے ساتھ دشمنی کی اور ان کو ستایا اور تنگ کیا، ان کا انجام تمہارے سامنے ہے۔ اگر تم نے اس سے درسِ عبرت نہ لیا اور اپنی روش نہ بدلی تو اسی انجام سے تمہیں بھی دوچار ہونا پڑے گا جس سے وہ لوگ دوچار ہو چکے ہیں۔ کہ اللہ کا قانون سب کے لئے عام اور یکساں ہے - ﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ - سو حضراتِ انبیاء ورسل اور انکی دعوت کی تکذیب اور اس کے انکار کا نتیجہ بہرحال ہلاکت وتباہی ہے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین،

۸ **منکرین کی انتہائی بدبختی کا ایک نمونہ ومظہر** :- سو اس سے منکرین کے اپنے رسول پر ہاتھ ڈالنے کے جرم اور اس کے نتیجہ وانجام کا ذکر فرمایا گیا جو کہ ان کی انتہائی بدبختی کا ایک نمونہ ومظہر ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہر امت نے اپنے رسول پر ہاتھ ڈالنے کا ارادہ کیا"۔ تاکہ اس طرح یہ لوگ حق وصداقت کی آواز کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیں اور نورِ حق کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں - ﴿وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ﴾ - اللہ پاک نے تو اپنے نورِ حق کو بہرحال پورا کر کے رہنا ہے۔ سو اس ارشادِ مقدس میں دعاۃِ حق کے لئے ایک بڑا درسِ عبرت ہے کہ جب اہلِ باطل نے انبیائے کرام - علیہم الصلوۃ والسلام - کی قدسی صفت جماعت کے ساتھ بھی یہ برتاؤ کیا اور ان کی آواز کو روکنے اور بند کرنے کے لئے ان لوگوں نے بھی باطل کے ہتھیاروں کو اس طرح استعمال کیا تو پھر اور کون ہو سکتا ہے جو پیغامِ حق پیش کرے اور سب اس کو خوشی خوشی قبول کر لیں۔ اور اس کی ہر بات اور آواز پر متفق ہو جائیں۔ سو ایسا نہ کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ پس کسی کو اس غلط فہمی میں کبھی نہیں رہنا چاہیئے کہ سب لوگ میری بات ٹھنڈے دل سے مان لیں گے اور تبلیغِ حق کے سفر میں مجھے کوئی تکلیف اور رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی میں ایک طرف تو حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کیلئے تسکین وتسلیہ کا عظیم الشان سامان ہے کہ حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - کی نصرت وامداد جب آپ کے ساتھ ہے تو پھر آپ کو ان دشمنوں کی شرانگیزیوں کی کیا پروا ہو سکتی ہے؟ اور دوسری طرف اس میں کفارِ قریش اور مشرکینِ مکہ کیلئے سخت تنبیہ اور تذکیر ہے کہ اگر انہوں نے اس طرح کے کسی اقدام کا ارادہ کیا تو اسکے نتائج پر غور کر لیں اور تاریخ سے سبق لے لیں۔ ابنِ کثیر کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اللہ کے رسول کو قتل کرنے کیلئے ہر امکانی کوشش کی اور ان میں سے کچھ کو انہوں نے قتل بھی کر دیا۔ (ابنِ کثیر

وغیرہ)- سو قتلِ انبیاء انتہائی ہولناک اور اسنگین جرم ہے، والعیاذ باللہ العظیم من کلِ سوءٍ وشر-

۹ حق کا مقابلہ باطل کے ہتھیاروں سے - والعیاذ باللہ:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ انہوں نے حق کے مقابلے میں باطل کے ہتھیاروں سے کام لیا تا کہ اس طرح وہ حق کو نیچا دکھا سکیں۔ سو اس غرضِ خبیث کے لیے انہوں نے باطل کے ہتھیاروں کو طرح طرح سے استعمال کیا۔ طرح طرح کے شکوک وشبہات ڈال کر، ضعفاء ومساکین کو راہِ حق وصواب سے پھیرنے کے لئے طرح طرح کے فریب دے کر اور ڈرا دھمکا کر اپنی دنیاوی دولت کی چمک دمک اور ریل پیل کے زور پر اور اس کے ذریعے طرح طرح کے گمراہ کن پروگرام بنا کر وغیرہ وغیرہ۔ سو ابنائے باطل، باطل کے اسی طرح کے ہتھیاروں کے ذریعے حق اور اہلِ حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے۔ کل بھی ان کے یہی اطوار تھے اور آج بھی ان کے لچھن یہی ہیں۔ اور مادہ پرستی کے اس دور میں ایسے اشرار کے شر سے بچنا اور بھی زیادہ مشکل ہے- اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ بِفَضْلِهٖ وَكَرَمِهٖ - جَعَلَ اللّٰهُ كَيْدَ الْاَعْدَاءِ فِى نُحُوْرِهِمْ وَاَعَاذَنَا مِنْ شُرُوْرِهِمْ - بہر کیف ابنائے کفر وباطل نے حق کے مقابلے میں باطل کے طرح طرح کے ہتھیاروں سے کام لیا تا کہ اسکو مٹا دیں لیکن حق تو باقی رہا اور باقی رہے گا کہ اسکی شان ہی باقی رہنا ہے اور ہمیشہ کیلئے باقی رہنا۔ البتہ حق کو مٹانے کیلئے زور لگانے والے خود مٹ مٹا کر قصہ پارینہ اور ہمیشہ کیلئے داستانِ عبرت بن گئے، جو کہ طبعی تقاضا اور لازمی نتیجہ ہے اس سنگین جرم کا - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم -

۱۰ پاداشِ عمل میں غور وفکر کی دعوت:- سو پاداشِ عمل میں غور وفکر کی دعوت کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ سو دیکھ لو کیسا تھا میرا عذاب؟ پس آج کے اور اس کے بعد کے فرزندانِ باطل نے بھی بالآخر اسی قسم کے انجام سے دوچار ہونا ہے۔ اگر انہوں نے توبہ کر کے حق کی طرف رجوع نہ کیا کہ مرض دونوں کا ایک ہی ہے، اس لئے نتیجہ وانجام بھی دونوں کا لازماً ایک ہی ہوگا۔ رہ گئی یہ بات کہ ان کو یہ انجام کب اور کس شکل میں دیکھنا ہوگا اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے کہ وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کی رسی کس قدر دراز کی جائے اور کس کو کب تک مہلت اور ڈھیل دی جائے اور کس کو کب دھر لیا جائے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - یہاں پر "عذاب" کیلئے "عقاب" کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے جو کہ "عقب" سے مشتق وماخوذ ہے۔ جسکے معنی پیچھے اور انجام وغیرہ کے آتے ہیں۔ اسی لیے "ایڑھی" کو بھی عربی میں "عقب" کہا جاتا ہے۔ سو اس لفظ سے یہاں پر اس اہم حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اس طرح کے سرکشوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب آتا ہے وہ دراصل انکے اعمال کا قدرتی ردِ عمل اور طبعی نتیجہ ہوتا ہے۔ سو یہ اللہ پاک کی طرف سے ایسے لوگوں پر کسی طرح کا کوئی ظلم نہیں ہوتا۔ لہذا ایسے لوگ ہرگز کسی ہمدردی کے مستحق نہیں ہوتے۔ سو انکے انجام سے عبرت تو پکڑنی چاہیئے لیکن ان پر کسی طرح کا کوئی رحم اور ترس کبھی نہیں کھانا چاہیئے کہ وہ سب کچھ انکا خود اپنا ہی کیا دھرا ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے اس انجام پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے ایسے اشرار کے ناپاک وجود سے اپنی دھرتی کو پاک کر لیا اور اپنے بندوں کو ان کے شرور وفتن سے بچا لیا کہ اس میں عباد وبلاد سب کا بھلا اور فائدہ ہے، اور یہی تقاضا ہے ربِ رحمٰن کی رحمتِ بے نہایت اور اسکی عنایتِ بے غایت کا، سبحانہ وتعالیٰ فالحمد للہ رب العالمین وسحقا لاصحاب السعیر - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم من کل زیغٍ وَّ ضلال، و سُوْءٍ وَّانحراف، وھو الھادی الی سواءِ الصراط. جَلَّ جَلَالُهٗ و عَمَّ نَوَالُهٗ،

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ

(اور ثابت) ہوگئی (آپ کی قوم کے ان) کافروں کے بارے میں آپ کے رب کی یہ بات کہ یقینی طور پر یہ بھی دوزخی ہیں ف۱۱ ۝۶ جو

الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ

فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں عرش (خداوندی) کو اور جو اس کے ارد گرد ہیں، وہ سب کے سب تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد و (ثناء)

بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ

کے ساتھ ف۱۲ اور وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور وہ بخشش کی دعا مانگتے ہیں ایمان والوں کیلئے ف۱۳ (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب تیری

رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ

رحمت بھی ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، اور تیرا علم بھی ہر چیز پر حاوی ہے ف۱۴ پس تو معاف فرما دے ان سب لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی ف۱۵ اور

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۷ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ

انہوں نے (صدقِ دل سے) پیروی کی تیرے راستے کی ف۱۶، اور بچا دے تو ان کو دوزخ کے عذاب سے ، ف۱۷ ۝۷ اے ہمارے رب، اور تو داخل

۱۱ **کافروں پر عذابِ دوزخ کی بات پکی ہے - والعیاذ باللہ:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی طرح کافروں کے بارے میں پکی ہوگئی آپ کے رب کی یہ بات کہ وہ قطعی طور پر دوزخی ہیں"۔ یعنی جس طرح کہ یہ پہلی امتیں اپنے کیفر کردار کو پہنچی ہیں اس طرح آپ کی قوم کے کافروں کے بارے میں بھی یہ بات ثابت اور پکی ہوگئی ہے کہ انہوں نے بھی اسی انجام سے دوچار ہونا ہے۔ اور انہوں نے بھی دوزخی بن کر رہنا ہے کہ جرم دونوں کا ایک ہی ہے۔ یعنی حق کا انکار، اس کی تکذیب اور اہلِ حق سے بغض و عناد اور عداوت و دشمنی اور نورِ حق کو بجھانے کے لئے کوشش کرنے کا جرم کہ یہ باتیں ان سب میں بطور قدر مشترک پائی جاتی ہیں۔ (جامع البیان، المراغی، ابن کثیر، روح، خازن وغیرہ)۔ سو اس سے ایک تو اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ کافر بہر حال اپنے ہولناک انجام سے دوچار ہو کر رہیں گے۔ وہ اس سے بچ نہیں سکیں گے کہ یہ کفر و انکار کا لازمی انجام اور طبعی نتیجہ ہے۔ اور تاریخ اسکی شاہد ہے۔ اور دوسری حقیقت اس سے یہ واضح فرما دی گئی کہ کافروں کیلئے اسی عذاب پر بس نہیں جو ان پر اس دنیا میں آتا ہے۔ بلکہ یہ تو ایک طرح کی تمہید ہے اس اصل عذاب کی جو کہ انکو آخرت میں عذابِ دوزخ کی شکل میں بھگتنا ہوگا جو کہ بڑا ہی سخت اور انتہائی ہولناک عذاب ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ، وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ، لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾۔ (القلم: ۳۳)۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ - اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین

۱۲ **اہلِ ایمان کیلئے حاملینِ عرش کی دعاؤں کا ذکر و بیان:** -سو اس ارشاد سے اہلِ ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں اور حاملینِ عرش کی دعاؤں کے شرف و اعزاز کو بیان فرمایا گیا ہے جو کہ ایک عظیم الشان اور بے مثال شرف و اعزاز ہے۔ اور یہ وہی مقرب فرشتے ہیں جو "کروبی" کہلاتے ہیں۔ اور ان کا بڑا خاص مرتبہ و مقام ہے۔ (ابن کثیر، جامع البیان وغیرہ)۔ سو یہ اہلِ

وقف لازم
وقف النبی ﷺ
وقف غفران

ایمان کے لئے ایک بڑا عظیم الشان اور بے مثال شرف واعزاز ہے کہ ایسے مقرب اور عظیم الشان فرشتے بھی ان کے لئے اس طرح کی عمدہ اور عظیم الشان دعائیں کرتے ہیں۔ نیز اس سے ایمان کی عظمتِ شان کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ اس کی بناپر حاملینِ عرش جیسے ملائکہ کرام بھی ایمان والوں کے لئے ایسی ایسی دعائیں کرتے ہیں - اَللّٰهُمَّ زِدْنَا مِنْهُ وَثَبِّتْنَا عَلَيْهِ - سو اس ارشاد سے ایک طرف تو ان مشرکوں کی حماقت کو آشکارا فرمایا گیا جو فرشتوں کو خداوند قدوس کی خدائی میں شریک قرار دیتے اور انکی پوجا کرتے ہیں۔ سو بتا دیا گیا کہ فرشتے خدا کی خدائی میں شریک تو کیا ہوتے وہ اسکی عظمتِ شان اور اسکے خوف وخشیت سے لرزاں وترساں اسکی تسبیح وتقدیس کرتے اور اسکے احکام بجالاتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس سے یہ حقیقت بھی واضح فرما دی گئی کہ دولتِ ایمان ایسی عظیم الشان اور بے مثال دولت ہے کہ اسکی برکت سے اور اسکے نتیجے میں حاملینِ عرش جیسے مقرب فرشتے بھی اس خاکی انسان کیلئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور تیسری طرف اس سے فرشتوں کے وجودِ خیر میں پائے جانے والے جذبہ صدق واخلاص، نصح وخیر خواہی، ہمدردیِ خلائق اور اہلِ ایمان سے محبت وہمدردی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ سو ہمیں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ ہم بھی دوسروں کے لیے نصح وخیر خواہی کے پاکیزہ جذبات سے عبارت بن جائیں۔ ہم سے دوسروں کو فیض اور خیر پہنچے۔ کسی کے لیے ایذا رسانی اور شر انگیزی کا ذریعہ اور باعث نہ بنیں - وبالله التوفيق لما يُحِبُّ ويريد، وعلى ما يُحِبُّ ويريد، بكلِ حال مِنَ الاحوال وفى كلِّ موطنٍ من المواطنِ فى الحياة، وهو الهادى الى سواءِ الصراط،

۱۳ دولتِ ایمان کی عظمتِ شان کا ایک نمونہ ومظہر: - کہ اسکے بعد اور اس کے نتیجے میں انسان اتنا بلند مرتبہ اور اس قدر رفیع الشان بن جاتا ہے کہ فرشتے بھی اس کے لیے اس طرح دعائیں کرتے ہیں۔ سو کفر وشرک اور کفار ومشرکین کے اس انجام کے برعکس نورِ ایمان کی برکت اور اہلِ ایمان کی عظمتِ شان اور ان کا مرتبہ ومقام ملاحظہ ہو کہ ایمان کے بعد فرش پر چلنے والے ان خاکی پتلوں کا حاملینِ عرش اور کروبیوں جیسے مقرب فرشتوں کے ساتھ ایمانی رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ اور نوری فرشتے ان خاکی لوگوں اور فرشی بندوں کے لئے اس طرح دعا واستغفار کرتے ہیں - فالحمد لِلّٰهِ الَّذِىْ شَرَّفَنَا بِنِعْمَةِ الاِيْمَانِ - اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ بمحض منك وكرمك يا ارحم الراحمين ويا اكرم الاكرمين - سو جن لوگوں نے فرشتوں کو خداوند قدوس کی خدائی میں شریک قرار دے کر اپنے لیے ہلاکت وتباہی کا سامان کیا ان کے لیے یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ فرشتے خدا کی خدائی میں شریک نہیں، بلکہ وہ اسکے بندے - عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ - ہیں۔ اور عام فرشتے تو در کنار حاملینِ عرش فرشتے بھی خداوند قدوس کے خوف وخشیت سے لرزاں وترساں اور اسکی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں۔ اور - ﴿ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾ - کی تصریح سے واضح فرما دیا گیا کہ وہ الوہیت کے کسی زعم میں مبتلا نہیں بلکہ وہ بھی خدا کے بندوں کی طرح اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

۱۴ فرشتوں کی دعاؤں کے عظیم الشان نمونے: - سو فرشتوں کی ان دعاؤں سے دعا اور آدابِ دعا سے متعلق عظیم الشان نمونے سامنے آتے ہیں۔ سو اس سے فرشتوں کی دعا کا ادب وانداز ملاحظہ ہو کہ پہلے کس عمدہ اور خوبصورت طریقے سے اپنے رب کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ پھر اس کے حضور اپنی درخواست پیش کرتے ہیں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دعا کی قبولیت کے لئے اس کے آداب میں سے ہے کہ دعا سے پہلے اللہ پاک کی حمد وثنا کی جائے۔ اور الحمد للہ کہ راقم آثم نے اپنی کتاب "قرآن وسنت کی مقدس دعائیں" میں قرآن وسنت کی مقدس تعلیمات کی روشنی میں دعا سے متعلق ایسے اہم آداب وشرائط اور قبولیتِ دعا کے مواقع وغیرہ جملہ امور کو یکجا طور پر باحوالہ جمع کر دیا ہے۔ جو کوئی تیس سال پہلے چھپ کر شائع ہو چکی ہے - فالحمد لِلّٰهِ رب العٰلمين - اللہ تعالیٰ قبول فرما کر راقم آثم کے اہل واولاد اور جملہ متعلقین ومتوسلین کے لیے قیامت تک باقی رہنے والا صدقہ جاریہ بنا دے - آمین ثم آمین۔ نیز اس ارشادِ ربانی سے ان لوگوں کی غلط فہمی کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی جو فرشتوں کو خدا کی خدائی

میں ازخود شریک قرار دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اڑ کر بیٹھ جائیں گے اور ہمیں بخشوا کر چھوڑیں گے۔ خواہ ہمارے عمل کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ فرشتے اسکی خدائی میں شریک نہیں بلکہ اسکی عاجز مخلوق ہیں۔ جن کا کام اسکے حضور عاجزانہ دعا و درخواست کرنا ہے اور بس۔ اور دعا وہ برابر کر رہے ہیں لیکن انکی یہ دعا اور سفارش ان لوگوں کیلئے ہے جو بدعقیدگی اور بدعملی سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے راستے کے پیرو بن جائیں نہ کہ ان لوگوں کیلئے جو کہ راستے کی پیروی کرنے کی بجائے حق اور اہل حق کے دشمن بن جائیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ بہر کیف فرشتوں کی یہ دعائیں دعا و التجا کے عظیم الشان نمونے ہیں۔ جو اہل ایمان کو انکے ایمان کی برکت سے نصیب ہو رہی ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید۔

۱۵ توبہ اور اتباعِ حق وسیلۂ نجات و فلاح: - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ توبہ اور سچی توبہ راہِ حق کی پیروی و اِتباعِ سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ یعنی یہ کہ مامورات پر چلتے اور تیرے حکم و ارشاد کے مطابق منہیات سے بچتے رہے۔ سو توبہ اور راہِ حق کی پیروی و اتباع دارین کی سعادت و سرخروئی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے فرشتے ایسے ہی لوگوں کیلئے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگ فرشتوں کی دعاؤں کے مستحق بنتے اور ان سے سرفراز و فیضیاب ہوتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔ بہر کیف فرشتوں کی اس دعا و استغفار سے ان کی اصل حیثیت کو واضح فرما دیا گیا کہ وہ خداوند قدوس کی خدائی میں شریک یا اسکی حکومت و بادشاہی میں کسی بھی درجے میں دخیل نہیں کہ جو چاہیں کر دیں یا ناز و تدلل کے ذریعے اپنے رب سے جو چاہیں منوا دیں۔ ایسی کوئی بھی بات نہیں جیسا کہ مشرک لوگوں کے کچھ گروہوں نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ ان کا کام صرف دعا و درخواست اور استغفار ہے۔ وہ اپنا معاملہ خدائے پاک کی رحمت اور اس کے علم ہی کے حوالے کرتے ہیں کہ تیری رحمت بھی سب پر حاوی ہے اور تیرا علم بھی ہر چیز پر محیط۔ سو معاملہ سب کا سب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ بس ہمیشہ اسی کے دستِ دعا و التجا و دراز کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۶ دوزخ کی آگ سے بچاؤ کی دعا و درخواست کا ذکر و بیان: - سو فرشتوں کی اس دعا و درخواست اور اہلِ ایمان کے لیے بخشش و استغفار کے سلسلے میں مزید ذکر فرمایا گیا کہ وہ مزید عرض کرتے ہیں کہ "بچا دے تو انکو اے ہمارے مالک دوزخ کی آگ سے"۔ یعنی ان کو راہِ حق پر دوام و استقامت نصیب فرما تا کہ یہ دوزخ کے دائمی عذاب سے بچ سکیں۔ کیونکہ تیرا وعدہ ہے کہ جو کوئی ایسا ہوگا اس کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا جائے گا۔ اور تیرا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ سبحان اللہ! کیسی عظیم الشان دعائیں ہیں جو فرشتے اہلِ ایمان کیلئے کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرتِ مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے بندوں کا سب سے بڑا خیر خواہ فرشتوں کو پایا۔ اور ان کیلئے سب سے بڑا بدخواہ اور دھوکہ باز شیطان کو پایا۔ پھر انہوں نے اسی آیتِ کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ اور حضرتِ خلف بن ہشام البزار القاری کہتے ہیں کہ میں حضرتِ سلیم بن عیسیٰ کے سامنے تلاوت کر رہا تھا تو جب میں اس آیتِ کریمہ پر پہنچا تو وہ رو پڑے۔ پھر فرمایا اے خلف مومن کی عزت و شان اللہ تعالیٰ کے یہاں کتنی بڑی ہے۔ وہ اپنے بستر پر سویا پڑا ہوتا ہے مگر اللہ کے فرشتے اس کیلئے بخشش کی دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ (تفسیر المراغی وغیرہ)۔ سو ایمان کی دولت سب سے بڑی اور عظیم الشان اور بے مثال دولت ہے جو انسان کو ایسی عظمتوں اور بلندیوں سے سرفراز و سرشار کر دیتی ہے ۔ فالحمد للہ الذی شرفنا بھذہ النعمۃ العظمی نعمۃ الایمان والیقین بمحض منہ و کرمہ والاحسان ۔ اللھم فزدنا منہ وثبتنا علیہ یا ذا الجلال والاکرام قدیم المن والاحسان ۔ اللہ ہمیشہ راہِ حق و ہدایت پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے۔ اور نفس شیطان کے ہر مکر و فریب اور اعداء و اشرار کی ہر قسم کی شرانگیزیوں سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَ

فرما دے ان کو ہمیشہ رہنے کی ان جنتوں میں جن کا تو نے ان سے وعدہ فرما رکھا ہے ان کو بھی، اور ان کے ماں باپ کو بھی، اور ان کی

ذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۸ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ

بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے بھی ان سب کو جو اس کے لائق ہوں ۱۸، بلا شبہ تو ہی ہے (اے ہمارے مالک!) سب پر غالب،

۱۷ فرشتوں کی دعا جنتیوں کی آل اولاد کیلئے:۔ یعنی ان متعلقین میں سے ان کے لیے جو اس کے لائق ہوں کہ وہ ایمان ویقین اور عقیدۂ صحیحہ کی دولت سے سرشار ہوں۔ کیونکہ کفر وشرک کی نحوست ونجاست کے ساتھ کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ ایمان اس کے لئے اولین شرط ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ﴾ الایۃ (الطّور:۲۱) سو فرشتے اہلِ ایمان کے حق میں یہ دعا فرماتے ہیں کہ مالک! ان کے ساتھ ان کے ان ماں باپ اور بیوی بچوں کو بھی جنت میں داخل فرما دے جو ایمان رکھتے ہوں۔ تاکہ اپنے اہل وعیال کی رفاقت ومعیت سے وہاں پر ان کا لطف کامل ہو اور ان کا سرور دوبالا۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں اور طبرانیؒ وابن مردویہؒ نے حضرتِ ابن عباسؓ سے یہ مضمون مرفوعاً بھی روایت کیا ہے کہ مومن جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے رب سے عرض کرے گا کہ اے میرے مالک میرے ماں باپ اور اہل وعیال کہاں ہیں؟ تو اسے بتایا جائے گا کہ ان کے اعمال چونکہ تمہارے برابر نہیں تھے اس لئے وہ تمہارے ساتھ اس طبقے میں نہیں ہیں۔ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے مالک! میں جو عمل کرتا تھا وہ صرف اپنے ہی لئے نہیں کرتا تھا بلکہ ان کے لئے بھی کرتا تھا۔ تو اس کے بعد اس کی خواہش کی بنا پر ان کو بھی اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ اس پر حضرتِ سعید بن جبیرؒ نے یہی آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی۔ (جامع البیان، المراغی، ابنِ جریر، ابنِ کثیر اور قرطبی وغیرہ)۔ حضرتِ مطرف بن عبداللہ بن الشخیرؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایماندار بندوں کے لئے سب سے زیادہ خیر خواہ اللہ تعالیٰ کے یہ فرشتے ہیں جو ان ایمان والوں کے لئے یہ دعا کرتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لئے سب سے زیادہ کھوٹ رکھنے والا شیطان ہے۔ (ابنِ کثیر وغیرہ)۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ اور شانِ کرم ملاحظہ ہو کہ ان کو ساتھ ملانے کے لئے اس مومن کے درجے کو گرا کر ان کے برابر نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے مراتب کو بڑھا کر اس کے برابر کر دیا جائے گا۔ فسبحان اللّٰهِ الکریم الوھّاب۔ سو اس خالق ومالک کا کام اور اس کی شان نوازنا ہی نوازنا ہے۔ ہر کسی کو نوازنا اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے نوازنا۔ مگر جو اپنی بدبختی اور خبثِ باطن کی بنا پر اسکی طرف سے منہ موڑ لے اور اپنے کاسۂ گدائی کو اس کے آگے پھیلانے کی بجائے اس کو اوندھا اور الٹا کر دے اس کو اس واہبِ مطلق کی بخششوں سے کوئی فائدہ آخر کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ سو قصور اُدھر سے نہیں کہ اُدھر سے تو بخشش ہی بخشش اور عطا ہی عطا ہے۔ بلکہ قصور سب کا سب اِدھر سے ہے کہ نہ جھولی پھیلائی جاتی ہے اور نہ کاسۂ گدائی سیدھا رکھا جاتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور اپنی رحمتوں اور عنایتوں سے بن مانگے محض اپنے فضل وکرم سے اور اپنی شان کرم واحسان کے مطابق نوازے کہ مانگنا۔ اور اس وحدہٗ لاشریک کی شان اقدس واعلیٰ کے مطابق اسکے حضور اپنا سوال پیش کرنا ہمیں آتا ہی نہیں۔ ہر لحاظ سے کوتاہ وکمزور ہیں۔

وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ

نہایت ہی حکمت والا، اور بچادے تو (اے ہمارے مالک!) ان کو ان کی برائیوں سے ف۱۸ اور جس کو تو نے بچالیا اس کی برائیوں سے

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٩ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ

اس دن، تو یقیناً اس پر تو نے بڑی ہی مہربانی فرمادی، اور یہی ہے (اصل، حقیقی، اور سب سے) بڑی کامیابی، ف۱۹ ⑨ بے شک جو لوگ (زندگی

اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ

بھر) اڑے رہے ہوں گے اپنے کفر (و باطل) پر ان سے (قیامت کے روز) کہا جائے گا کہ جتنا غصہ تمہیں آج اپنے اوپر آرہا ہے،

فَتَكْفُرُوْنَ ۝١٠ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا

اس سے کہیں بڑھ کر غصہ اللہ کو تم پر اس وقت آیا کرتا تھا، جب کہ (دنیا میں) تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا مگر تم لوگ کفر ہی

اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ

کیا کرتے تھے، ف۲۰ ⑩ وہ کہیں گے اے ہمارے رب، واقعی تو نے ہم کو دو مرتبہ موت بھی دے دی، اور دو مرتبہ زندگی بھی بخش دی، ف۲۱ سو ہم نے

سَبِيْلٍ ۝١١ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ

اعتراف (و اقرار) کر لیا اپنے گناہوں کا، تو کیا اب نکلنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟ ف۲۲ ⑪ (جواب ملے گا نہیں، اور) یہ اس لئے کہ جب

يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝١٢ هُوَ

اکیلے اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا، تو تم لوگ انکار کر دیا کرتے تھے، اور اگر اس کے ساتھ (دوسروں کو) شریک کر لیا جاتا تو تم مان

الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ

لیتے تھے، ف۲۳ سو اب فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ف۲۴ جو بڑی شان والا، بڑے ہی بلند مرتبے والا ہے ف۲۵ ⑫ وہ وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں

۱۸ برائیوں کے نتائج سے بچانے کی دعا و درخواست:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ فرشتے اپنی دعا و درخواست میں

مزید عرض کرتے ہیں ''اور بچادے تو انکواے ہمارے مالک! برائیوں سے''۔ یعنی برائیوں کے نتائج سے جس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ایک تو اس طرح کہ ان کو ان برائیوں کے ارتکاب سے بچاتا کہ یہ ان کے برے انجام اور نتیجہ سے بچ سکیں کہ برائی کا نتیجہ بہرحال برا ہے۔ نیز اگر ان سے ایسی برائیوں کا صدور وارتکاب بشری کمزوریوں کی بنا پر ہو جائے تو تو ان کو معاف فرما دے۔تو ''سَیِّآت'' کا اِطلاق برائیوں پر بھی ہوتا ہے اور برائیوں کے مآل ونتائج پر بھی۔اس لئے یہاں پر یہ دونوں مفہوم مراد ہوسکتے ہیں۔(ابنِ کثیر، روح، ابوالسعود، قرطبی اور مدارک وغیرہ)۔یہاں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ آخرت میں انسان کو اچھا برا جو بھی کوئی صلہ ملے گا وہ درحقیقت انسان کے اپنے اعمال ہی ہوں گے جو وہاں پر اپنی اصل اور حقیقی شکل میں سامنے آجائیں گے۔جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَّلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾۔ (الکہف:۴۹) اور ''سیئات'' بول کر اس سے ان کے نتائج مراد لینا دراصل بلاغت کے اس معروف اسلوب پر مبنی ہے کہ کبھی فعل اور اس کے نتیجے کے درمیان تلازم ظاہر کرنے کے لیے فعل بول کر اس کا نتیجہ وانجام مراد لیا جاتا ہے۔بہرکیف فرشتے ایمان والوں کے لیے اپنی دعا ودرخواست کے دوران اپنے رب سے مزید عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو ان کو برائیوں سے بچالے کہ اول تو ان سے برائیاں سرزد ہی نہ ہونے پائیں اور اگر کبھی سرزد ہو جائیں تو ان کو ان سے اس طرح جھاڑ دے اور ان کو ایسا معاف فرمادے کہ یہ انکے شرور ونتائج سے محفوظ رہیں اور تیری خاص رحمتوں کے مورد ومستحق قرار پائیں۔آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین۔

۱۹ اصل اور حقیقی کامیابی نعیم جنت سے سرفرازی: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہی ہے بڑی کامیابی'' یعنی نعیم جنت سے سرفرازی، جو کہ اصل اور حقیقی کامیابی ہے۔جس کو اصل مقصود بنانا چاہیے۔اور جس کے لئے انسان کو کوشش کرنی چاہیئے۔کہ یہ کامیابی حقیقی دائمی اور ابدی ہے۔اور اس کے سامنے کسی اور کامیابی کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوسکتی۔سو کیسی عمدہ پیاری اور جامع دعائیں ہیں یہ جو ایسے مقرب فرشتے اہلِ ایمان کے لئے کرتے ہیں۔اور کتنی ہمدردی ومحبت ہے فرشتوں کو ایمان والوں سے۔اسی لئے حضرتِ مطرف بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے بندوں کے لئے فرشتوں سے بڑھ کر کوئی خیر خواہ نہیں پایا اور شیطان سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی دشمن اور دھوکہ باز نہیں دیکھا۔(ابن کثیر، مراغی وغیرہ)۔اور کتنی عظیم دولت ہے یہ ایمان کی دولت کہ اس کے باعث اس خاکی انسان کے لئے حضرتِ حق۔جل مجدہ۔کے عرشِ معلی کے حاملین اور مقرب فرشتے ایسی ایسی دعائیں کرتے ہیں۔فلک الحمد یاربی وَلَکَ

اَلشُّکْرُ عَلٰی مَا شَرَّفْتَنَا بِھٰذِہِ النِّعْمَۃِ فَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَخُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ حُبُّکَ وَرِضَاکَ یا ارحم الراحمین - سوفرشتوں کی اس دعاء واستغفار سے ان کی اصل حقیقت اور حیثیت واضح ہو جاتی ہے کہ ان کا کام اور ان کی شان صرف دعا کرنا ہے جو وہ اہلِ زمین اور اہلِ ایمان کے لیے ہمیشہ کرتے ہیں۔ اور دعاو استغفار سے آگے بڑھ کر خدا کی خدائی میں شریک یا دخیل بن جانا جس طرح کہ مشرکین کے بعض گروہوں نے سمجھ رکھا ہے نہ ان کی شان ہے اور نہ ان کے بس میں۔ پس جو لوگ اس طرح کے من گھڑت اور مشرکانہ تصورات کی بنا پر نچنت اور بے فکر ولا پرواہو کر بیٹھے ہیں وہ بڑے گمراہ اور نہایت خسارے میں ہیں -والعیاذ باللہ العظیم-

۲۵ منکروں اور مشرکوں کی تحقیر وتذلیل کا ایک منظر: -سو اس سے کافروں کیلئے تحقیر وتذلیل کا ایک اور منظر پیش فرمایا گیا ہے اور اس میں ان کیلئے تنبیہ وتذکیر کا بڑا سامان ہے۔ سو اس طرح کی توبیخ وتقریع سے ایسے بدبختوں کے باطن کی مخفی آگ جو ان میں یاس وحسرت کی صورت میں پہلے ہی جل رہی ہوگی اور تیز ہو جائے گی۔ اور اس طرح یہ لوگ دوزخ کی ظاہری ہولناک آگ کے ساتھ باطن کی اس غیر مرئی آگ کے دوہرے عذاب میں مبتلا ہوں گے -وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ کافر لوگ تو آج اپنے خودساختہ شریکوں کے اعتماد پر مطمئن بیٹھے ہیں کہ ہم کچھ بھی کریں کوئی پروا نہیں۔ یہ ہمیں وہاں اونچے اونچے درجات ومراتب دلوادیں گے۔ لیکن کل وہاں پر ہوگا یہ کہ انکو پکار کر کہا جائے گا کہ جتنا غصہ آج تم لوگوں کو اپنی اس محرومی اور برے انجام اور گمراہ لیڈروں کی گمراہی اور ان کی کج اندیشی پر آرہا ہے اس سے کہیں زیادہ غصہ اور غضب اللہ پاک کو تم لوگوں پر اس وقت آیا کرتا تھا جبکہ تم کو ایمان کی دعوت دی جاتی تھی۔ مگر تم لوگ اپنی رعونت اور اپنے کبر وغرور میں اس سے منہ موڑا کرتے تھے۔ سو اب تم لوگ اپنی اس رعونت اور خداوندِ قدوس کے اس غیظ وغضب کا نتیجہ وانجام بھگتو اور بھگتتے رہو۔ اور اپنی اس بدبختی پر سر پیٹو۔ اب یہاں پر تمہاری مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ سب کچھ تمہارے اپنے ہی کیے کرائے کا نتیجہ ہے اور یہ سب کچھ تمہیں اتمامِ حجت کے بعد پیش آرہا ہے۔ اس لیے اب تم اسی کے مستحق اور سزاوار ہو۔ سو حضرتِ حق -جل مجدہ- کا یہ کتنا بڑا انعام واحسان ہے کہ اس نے آخرت کے اس جہانِ غیب میں پیش آنے والا یہ سب ماجرا اس قدر صراحت ووضاحت کے ساتھ اتنا پیشگی اس دنیا ہی میں بتادیا لیکن غافل انسان اگر اسکے باوجود آنکھ نہ کھولے تو یہ کتنی بڑی بدبختی اور کس قدر حرمان نصیبی ہے؟ -وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم-

۲۱ کفار و منکرین کی یاس و حسرت کا ایک اور منظر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ منکر لوگ اس روز کہیں گے کہ "اے ہمارے رب واقعی آپ نے ہمیں دو مرتبہ موت بھی دی اور دو مرتبہ زندگی بھی"۔ کہ پہلے عدمِ محض سے وجود میں لایا پھر دنیاوی زندگی کے بعد موت دی۔ اور اس موت کے بعد اب دوبارہ زندہ کر کے اٹھا دیا۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُم ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُم﴾ الایة (البقرۃ:۲۸)۔ سو ان میں سے اپنی دونوں موتوں اور دنیاوی زندگی کو تو ہم پہلے ہی مانتے تھے کہ وہ بدیہی تھیں۔ البتہ اس دوسری زندگی کہ جو اب ہمیں ملی ہے اس کے ہم منکر تھے۔ مگر اب اس کا بھی مشاہدہ کر لیا اور اسے بھی مان لیا۔ مگر اس وقت کا یہ ماننا ان کو کوئی کام نہ دے سکے گا۔ کیونکہ یہ ایمان تو ایمان بالمشاہدہ ہو گا جبکہ مطلوب ایمان بالغیب ہے جو وہاں ملنا ممکن نہ ہو گا۔ ﴿وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾۔ (سبا:۵۲)۔ بہر کیف یہ لوگ نہایت حسرت اور افسوس سے کہیں گے کہ کیا اب ہمیں دوبارہ دنیا میں جانے کا موقع مل سکتا ہے؟ تاکہ وہاں جا کر ایمان لے آئیں اور خوب خوب کمائی کریں۔ مگر اسکے بعد ان کو ایسا کوئی موقع کیونکر مل سکے گا؟ اس کا موقع تو بہر حال ہاتھ سے نکل چکا ہو گا اور اسکے بعد ان کیلئے یاس و حسرت کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جائے گا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ جیسا کہ دوسرے موقع پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ الایة (الشوریٰ:۴۴)۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین۔

۲۲ منکرین کا بے وقت کا اقرارِ جرم و قصور: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت منکرین کہیں گے کہ ہم نے اعتراف کر لیا اپنے تمام گناہوں کا۔ یعنی زندگی بھر کے تمام گناہوں کا اور خاص کر حیات بعد الموت کے انکار کے اس بڑے گناہ کا جو کہ گناہوں کا گناہ ہے۔ اور جس کی کوکھ سے آگے بے شمار گناہ اور طرح طرح کے جرائم جنم لیتے ہیں۔ سو اپنے ایسے تمام گناہوں اور جرائم کا آج ہم صاف و صریح طور پر اقرار و اعتراف کرتے ہیں۔ تو کیا اب ہمارے لئے دنیا میں واپسی کی کوئی صورت ممکن ہو سکتی ہے؟ تاکہ ہم اب ایمان و یقین لا کر اور اعمالِ صالحہ کی پونجی جمع کر کے اپنی گزشتہ تقصیرات اور کوتاہیوں کا تدارک اور تلافی مافات کر سکیں۔ مگر اب اس کا موقع کہاں۔ اب تو ایسے بدنصیبوں کے لئے ہمیشہ ہمیش کی محرومی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حیاتِ دنیا کی یہ فرصت جو آج ہمیں ملی ہوئی ہے حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کی طرف سے عطا فرمودہ کس قدر عظیم الشان نعمت اور کتنی بڑی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک لمحہ

سے صحیح طور پر مستفید ہونے کی توفیق وسعادت بخشے۔ آمین ثم آمین۔ نیز اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کتنی بڑی نعمت ہے قرآنِ حکیم کی یہ نعمت جو ہمیں غیب کے ان عظیم الشان اور جلیل القدر حقائق سے اس قدر صراحت و وضاحت کے ساتھ آگاہی بخشتی ہے۔ جن کا اور کہیں سے پتہ چلنا ممکن ہی نہیں۔ اور کتنا بڑا کرم و احسان ہے اس ربِّ رحمٰن رحیم کا جس نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ عظیم الشان کتاب نازل فرما کر ہمیں ان غیبی حقائق سے اس طرح آگاہ فرما دیا تاکہ ہم آنے والے اس یومِ عظیم کے لئے تیاری کر سکیں اور تاکہ کل کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں خبر نہ تھی۔ ﴿اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ﴾ الاية۔ فالحمد للّٰهِ رَبِّ العالمين وَهُوَ الموفِّقُ لِكُلِّ خَيْرٍ وبِهٖ نَسْتَعِيْنُ۔ پھر بھی اس سے غفلت برتنا کتنی بڑی محرومی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ بہرکیف منکرین اس وقت اپنے جرم وقصور کا اعتراف تو کریں گے مگر بے وقت کا وہ اقرار واعتراف بے سود اور لاحاصل ہوگا۔ اس کا ان کو اس وقت کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سوائے ان کی آتشِ یاس وحسرت میں اضافے کے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال

۴۳ عقیدۂ توحید سے چڑ مشرکوں کا ایک مشترکہ مرض۔ والعیاذ باللہ:۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ عقیدۂ توحید سے چڑنا مشرکوں کا ایک قدیم، دیرینہ اور مشترکہ مرض ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو اس موقع پر مشرکوں سے کہا جائے گا کہ اللہ پاک کی توحیدِ خالص تم لوگوں کو گوارا و برداشت نہیں تھی اور شرک کی آمیزش کے بغیر تم اس کی دعوت کے سننے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ یہاں پر آپ اگر ذرا رک کر اپنے دور کے کلمہ گو مشرکوں کی حالت کا جائزہ لیں گے تو آپ کو آج بھی یہی صورت نظر آئے گی جو ان لوگوں کی بیان کی گئی ہے کہ توحیدِ خالص کے بیان پر یہ لوگ بھی اسی طرح چیں بجبیں ہو جاتے ہیں۔ ان کی طبیعتوں پر گرانی چھا جاتی ہے اور یہ لوگ موحدین کی طعن وتشنیع اور طرح طرح کی دروغ گوئی پر اتر آتے ہیں۔ الزامات دہراتے ہیں اور ان کی راہیں روکنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں۔ اور اس کے برعکس اگر کوئی شرکیہ بات کہی جائے اور حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُهٗ۔ کی ذات وصفات اور اس کے حقوق و اختیارات میں اس کی کسی مخلوق کو شریک بتایا جائے تو شرک کے ایسے روگیوں کی باچھیں کھل اٹھتی ہیں۔ یہ داد وتحسین کے ڈونگرے برسانے لگتے ہیں اور طرح طرح کے شرکیہ اور خود ساختہ نعرے بلند کرتے ہیں۔ شرک اور شرکیات کی چاٹ نے ان کے ذوق اتنے بدل دیئے ہیں اور ان کے مزاج ایسے خراب کر دیئے ہیں کہ توحیدِ خالص کا کلمہ حق ان کو سننا بھی گوارا نہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ بہرکیف مشرکوں کا یہ ہمیشہ کا روگ رہا کہ انکو توحید سے چڑ ہے۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔

اور نفس وشیطان کے ہر شر سے ہمیشہ اور ہر طرح سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۲۴ فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں سبحانہ و تعالیٰ:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان سے کہا جائے گا کہ اب حکم و فیصلہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے''۔ اور اس نے فیصلہ فرما دیا کہ اب تمہیں دائمی عذاب میں رہنا ہوگا کہ مشرک پر جنت حرام ہے۔ اور دوزخ ہی اس کا دائمی ٹھکانا ہے۔ ﴿اِنَّـهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِـاللّٰـهِ فَقَـدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ الایۃ (المائدۃ: ۷۲)۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ۔ بہر کیف ان لوگوں کو اس روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب دلوایا جائے گا کہ آج تمہیں جو کچھ پیش آ رہا ہے یہ سب تمہارا اپنا کیا کرایا اور تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے۔ تمہیں دنیا میں توحید کی دعوت دی جاتی تو تم اس سے بدکتے اور چڑتے۔ اور تم شرک کے حامی بنے رہے۔ تو اب فیصلہ خدائے برتر و عظیم ہی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے۔ اور اس علیٰ و قدیر کا حکم و فیصلہ تم لوگوں کے حق میں وہی ہے جس سے تم لوگ دوچار ہو۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو حکم و فیصلہ بہرحال اسی کا ہے۔ حاکمِ حقیقی بہرحال وہی ہے اور اس کا ہر حکم عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہی ہوتا ہے یہ شان اسکے سوا کسی کی نہ ہے، نہ ہو سکتی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

۲۵ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان ایک خاص پہلو کے اعتبار سے:- سو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کا ذکر اسکی صفتِ علو اور کبریائی کے حوالے سے فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ''جو بڑی بلند شان والا اور بڑے ہی اونچے مرتبے والا ہے''۔ سو اس کا علوِ مقام اور اسکی شانِ کبریائی ایسی ہے کہ اس کا کوئی شریک ممکن ہی نہیں۔ اسی لئے اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی سزا خلود فی النار ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اور تم لوگوں نے زندگی بھر شرک کے اس جرم کا ارتکاب کیا اور دعوتِ توحید کے باوجود اس کا ارتکاب کیا۔ سو اب تمہارے لیے یہی انجام ہے۔ جس میں تم لوگ اب مبتلاء ہو۔ اور اب تمہارے لیے ایمان کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ کیونکہ ایمان وہی معتبر اور مفید ہو سکتا ہے جو بالغیب اور بن دیکھے ہو۔ اور اسکا موقع دنیاوی زندگی میں تھا جو کہ اب تمہارے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ سو اس طرح مشرک اپنے شرک کے نتیجے میں نارِ جہنم کے اس ہولناک عذاب میں مبتلا ہو کر رہیں گے اور خلود فی النار ان کے لیے مقدر ہو جائے گا جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ کیونکہ اس سے رہائی اور خلاصی کی پھر کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ ہوگی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم. بِكُلِّ حالٍ مِّن الاحوال، و فی كُلِّ مَوْطِنٍ مِّن المواطن فی الحیاة،

وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

اپنی نشانیاں، و۲۶ اور وہ اتارتا ہے تمہارے لئے آسمان سے روزی، و۲۷ اور سبق نہیں لیتا مگر وہی جو رجوع کرتا ہے (سچے دل سے،) و۲۸ ﴿١٣﴾ پس تم

۲۶ نشانہائے قدرت میں غور وفکر کی دعوت: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ اللہ وہی ہے جو تمہیں دکھاتا ہے اپنی طرح طرح کی نشانیاں تا کہ تم لوگ غور وفکر سے کام لو"۔ یعنی اس کائنات میں پھیلی ہوئی طرح طرح کی وہ نشانیاں جو اس کی قدرت ووحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَه شَاهِدٌ – يَدُلُّ عَلٰى اَنَه وَاحِدٌ – سو کائناتِ عالم کی اس کھلی کتاب میں پھیلی بکھری یہ نشانیاں اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر اسکے خالق و مالک کی قدرت، اسکی وحدانیت، اسکی حکمتِ بے نہایت اور اسکی رحمتِ بے پایاں کی گواہی دے رہی ہیں تا کہ انسان ان میں غور وفکر سے کام لے کر راہِ حق وہدایت کو اپنا سکے اور دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز وبہرہ ور ہو سکے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید وعلی ما یُحِبُّ ویرید۔

۲۷ سامانِ رزق وروزی میں دعوتِ غور وفکر: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی اتارتا ہے تمہارے لیے آسمان سے روزی"۔ یعنی وہ بارش اور پانی جس سے اس زمین میں طرح طرح کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ نیز روزی کی تقسیم اور اس کے بسط وقبض سے متعلق احکام بھی اوپر ہی سے آتے ہیں۔ سو وہی آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے اور اسکے ذریعے زمین سے طرح طرح کی پیداواریں نکالتا ہے۔ سو اس میں علاوہ دوسرے بہت سے اہم حقائق کے اس اہم اور بنیادی حقیقت کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ زمین اور آسمان دونوں میں اور اس پوری کائنات کے ہر حصے میں ایک ہی ارادہ کارفرما ہے۔ یعنی خداوندِ قدوس کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کا۔ سو اس میں توحیدِ خداوندی کی ایک عظیم الشان دلیل پائی جاتی ہے۔ پس آسمان اور زمین دونوں ایک ہی خدا کے حکم وتصرف میں ہیں۔ سو آسمان وزمین کی اس حکمتوں بھری کائنات میں ہر طرف عظیم الشان دلائل پھیلے بکھرے ہیں جو دلالت کرتے ہیں اسکے وجودِ باجود اور اسکی قدرتِ بے نہایت، حکمتِ بے غایت اور رحمت وعنایتِ شاملہ پر۔ جن کا تقاضا ہے کہ انسان دل وجان سے اپنے اس خالق ومالک کے حضور جھک جھک جائے اور اسی میں اس کا بھلا اور فائدہ ہے دنیا وآخرت دونوں میں اور یہی تقاضا ہے عقل ونقل دونوں کا، وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید،

۲۸ انابت اور رجوع الی اللہ وسیلۂ سرفرازی: — چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ سبق نہیں لیتا مگر وہی جو رجوع کرتا ہے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ اس کی طرف سچے دل سے رجوع کئے بغیر ہدایت وعبرت کی دولت نصیب نہیں ہوسکتی۔ سو اس سے انابت اور رجوع الی اللہ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ اس سے انسان کو سبق لینے اور صحیح سمت میں قدم اٹھانے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ وباللہ التوفیق۔ سو خداوندِ قدوس کی یہ نشانیاں ہیں تو سب ہی کے لیے، اور اس کی یہ مختلف شانیں لوگوں کی تعلیم وتذکیر کے لیے ظاہر تو برابر ہوتی رہتی ہیں، لیکن ان سے فائدہ وہی اٹھا سکتا ہے جو اس طرف متوجہ ہو اور ایسا چاہتا ہو۔ اور جو اندھا بہرا بن کر اپنی خواہشات کے پیچھے لگ جائے اور کسی عبرت وبصیرت کا ارادہ ہی نہ کرتا ہو اسکی آنکھیں کسی بڑی سے بڑی نشانی سے بھی نہیں کھل سکتیں۔ سو انسان کے بناؤ بگاڑ کا اصل تعلق اسکے اپنے قلب وباطن، اور اس کی نیت اور ارادہ سے ہے، وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید،

لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ

لوگ اللہ ہی کو پکارو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے اپنے دین کو، اگرچہ یہ برا لگے کافروں (اور منکروں) کو ف۲۹ ﴿۱۴﴾ وہ بلند درجوں والا، ف۳۰

ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

عرش کا مالک، ف۳۱ اتارتا ہے روح (یعنی اپنی وحی) اپنے حکم سے، اپنے بندوں میں سے

عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ

جس پر چاہتا ہے، ف۳۲ تاکہ وہ خبردار کرے ملاقات کے (اس ہولناک) دن سے، ف۳۳ ﴿۱۵﴾ جس دن وہ سب بالکل سامنے آموجود ہوں گے

۲۹ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے کا حکم وارشاد: سواس ارشاد میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی کہ مشرکوں کو اگر توحید سے چڑ ہے تو ہوتی رہے۔ تم لوگ اللہ وحدہ لاشریک ہی کو پکارو۔ سوارشاد ہوا کہ "تم لوگ اللہ ہی کو پکارو اسی کیلئے خالص کرتے ہوئے دین کو"۔ یعنی جب تمہیں معلوم ہوگیا کہ کائنات کی ہر چیز اس کی وحدانیت کی گواہی دے رہی ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہدایت وتوفیق اس کی طرف سچے دل سے رجوع کئے بغیر نہیں مل سکتی تو اب تم اپنی عبادت کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے صرف اسی کو پکارو۔ اور کفار ومشرکین کو تمہارا یہ طریقہ خواہ کتنا ہی برا کیوں نہ لگے تم اس کی کوئی پروا مت کرو۔ ڈنکے کی چوٹ پر حق کا اعلان وبیان کرو اور اللہ وحدہ لاشریک ہی کو پکارو خالص اطاعت کے ساتھ اگرچہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی بری لگے کہ معبودِ برحق تو بہرحال وہی وحدہ لاشریک ہے۔ لیکن افسوس کہ اس طرح کے صاف و صریح اوامر وارشادات کے باوجود آج کا کلمہ گو مشرک غیر اللہ ہی کو پکارتا ہے۔ اور وہ مخلوق میں سے طرح طرح کی فانی ہستیوں کو از خود حاجت روا ومشکل کشا قرار دے کر پوجتا پکارتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

۳۰ اللہ تعالیٰ بڑے ہی بلند درجوں والا ہے سبحانہ وتعالیٰ: اتنے بلند درجوں والا کہ اس کی بارگہِ اقدس تک پہنچنے کے لیے فرشتوں کو اور فرشتوں کے سردار جبریلِ امین کو بھی پچاس ہزار برس لگتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ الآیۃ (المعارج:۴)۔ یعنی سب سے بلند اور انتہائی عظمت والا اور اس دنیا میں جس کسی کو بھی جو کوئی مرتبہ ودرجہ ملتا ہے وہ بھی اسی کی عطا وبخشش سے ملتا ہے۔ اسکی عظمت وشان اور اسکی خدائی میں شرکت کا کسی کو یارا نہیں ہوسکتا۔ اس تک کسی کی رسائی ممکن نہیں بجز اسکے کہ کوئی اسکی عبدیت وبندگی میں کمال حاصل کرکے اسکے قرب سے سرفراز ہوسکے۔ سواس سے مشرکین کے تمام خودساختہ شرکیہ وسائط کی جڑ نکال دی گئی۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ سوموجودات میں سب سے بڑی شان اسی کی ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں اور ہر طرح سے اور ہر اعتبار سے محتاج ہیں۔ اور وہ سب سے غنی اور بے نیاز ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ اپنی خاص

عنایتوں کے سائے میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

۳۱ وہی ہے عرش کا مالک، سبحانہٗ وتعالیٰ:- یعنی وہ اس عرش کا مالک ہے جو کہ عالمِ اجسام میں سب سے بڑا ہے اور عالمِ ارواح بھی اس کے آگے مسخر ہے۔ جیسا کہ آگے فرمایا جا رہا ہے۔ (المراغی وغیرہ)۔ عرش ساری کائنات پر چھت کی مانند ہے اور باقی سب مخلوق اسکے دائرے کے اندر ہے۔ سو ایسی عظمتوں اور رحمتوں کی مالک ذات تک رسائی کس کی ہو سکتی ہے؟ سو اس کا عرش تختِ سلطنت کی طرح ہے۔ اور اپنی اس کائنات پر حکمرانی بھی وہی فرما رہا ہے- سبحانہ وتعالیٰ - سو وہ ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے وحدہ لاشریک ہے۔ اس کی خدائی میں کسی کی بھی اور کسی بھی درجے میں کسی شرکت کا کوئی سوال نہیں۔ سو جن لوگوں نے ازخود اس کے شریک ٹھہرا رکھے ہیں وہ یقیناً راہِ حق وہدایت سے بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے حفظ وامان میں رکھے - اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۳۲ روح سے مراد وحیِ خداوندی:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اتارتا ہے روح یعنی وحی اپنے حکم سے۔ سو ''روح'' سے یہاں پر مراد وحی ہے کہ اس سے قلوب کی زندگی ہے۔ اسی لئے قرآنِ پاک کو اور اس کے لانے والے فرشتے جبریلِ امین کو بھی ''روح'' فرمایا گیا ہے۔ سو جس طرح انسان کی مادی اور حیوانی زندگی مادی اور حیوانی روح کی محتاج ہوتی ہے اسی طرح اسکے باطن اور اسکے دل کی زندگی دین اور وحی سے ہے۔ ورنہ وہ مردہ ہے۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہ وحی اتارتا ہے اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے''۔ نیز جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ - (الشعراء: ۱۹۲-۱۹۳) - والحمد للہ جلَّ وَعَلا بکُلّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَال۔ وَنَعُوْذُ بِهٖ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّار،

۳۳ انزالِ وحی کا اصل اور اولیں مقصد اِنذار:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ خبردار کرے ملاقات کے دن سے''۔ یعنی جس دن سب ملیں گے سو اس دن ارواح ملیں گی۔ یعنی ارواح اپنے اجسام سے۔ پھر عابد اپنے معبود سے اور عامل اپنی سزا وجزا سے ملیں گے۔ اور اس دن سب کی اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی ہوگی اور ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا صلہ اور پھل پائے گا۔ سو وحی ورسالت کا اصل مقصد لوگوں کو اس دن سے آگاہ اور خبردار کرنا ہے تاکہ غافل دنیا بیدار ہو سکے اور اپنے مآل وانجام کے لیے فکر اور کوشش کر سکے۔ اور ہمیشہ کے ہاویہ ہلاکت وتباہی میں گرنے سے بچ سکے۔ قبل اس سے کہ فرصتِ حیات اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور اس کو ہمیشہ کے عذاب کا لقمہ بننا پڑے۔ اور اس طور پر پھر اس کے لیے تدارک وتلافی کی کوئی صورت ممکن نہ رہے۔ سو یہ اس مالک الملک ربِّ رحمان کا ایسا عظیم الشان اور بے مثال احسان ہے جس کی عظمتوں کا کوئی کنارہ نہیں ہو سکتا اور جس جیسا دوسرا کوئی احسان ممکن نہیں ہو سکتا۔ مگر دنیا ہے کہ اس سب کے باوجود خوابِ خرگوش میں مست اور غفلت ولاپرواہی میں ڈوبی پڑی ہے اور اس کو اپنے انجام کی کوئی پروا نہیں - اِلَّا ماشاء اللہ، والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ غفلت ولاپرواہی کی ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی خاص حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ

(اور اس طرح کہ) اللہ پر ان کی کوئی بات بھی چھپی نہ رہے گی، ۳۴ (جب کہ پوچھا جائے گا کہ) کس کی بادشاہی ہے آج کے دن؟

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

(تو سارا عالم پکار اٹھے گا کہ) اکیلے اللہ ہی کی ۳۵، جو کہ سب پر غالب ہے، ۳۶ ⑯ (پھر کہا جائے گا کہ) آج کے دن ہر شخص کو پورا بدلہ دیا جائے گا

۳۴ **حالِ قیامت کی تذکیر و یاددہانی:** -سواس سے تصریح فرمائی گئی کہ قیامت کے روز اللہ سے کسی کی کوئی بات مخفی نہیں ہوگی۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس دن انکی کوئی بات بھی اللہ سے مخفی نہیں ہوگی"۔ اس سے چھپی ہوئی تو کوئی چیز آج بھی نہیں مگر آج یہ لوگ اس حقیقت کو ماننے سے ہچکچاتے اور کتراتے ہیں مگر اس روز یہ بھی اس حقیقت کو ماننے پر مجبور ہوں گے۔ ﴿ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴾۔ (الحاقۃ: ۱۸) -سو اس روز ہر کوئی اپنے ظاہر اور باطن کے اعتبار سے بے نقاب ہو کر اپنے خالق و مالک کے حضور پیش ہوگا۔ کسی کی کوئی بھی بات اس سے ڈھکی چھپی نہیں رہ جائے گی کہ کسی گواہی اور ثبوت کی ضرورت پیش آئے یا کوئی غلط بیانی کر سکے۔ یا اپنے کسی جرم کو چھپا سکے یا کسی غلط تاویل کا سہارا لے سکے تو اس وقت پوچھا جائے گا کہ اب بتاؤ کہ آج بادشاہی کس کی ہے؟ اور کہاں گئے وہ جن کو تم اسکا شریک بنائے بیٹھے تھے؟ اور تم یہ زعم اور گھمنڈ کیے تھے کہ وہ تم کو خدا سے بچالیں گے۔ اب وہ سب کہاں گئے؟ سو اس سے ان لوگوں کی تحقیر و تذلیل کا ایک اور منظر سامنے آئے گا جس سے ان کی آتش یاس و حسرت میں اور اضافہ ہوگا -وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ-

۳۵ **خدائے واحد کی حکومت و بادشاہی کا نہایت پُرجلال اِظہار و اِعلان:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس سوال کے جواب میں کہ آج کی کی بادشاہی ہے؟ آواز آئے گی کہ "اکیلے اللہ ہی کی حکومت ہے"۔ یعنی مومن و کافر سب ہی پکار اٹھیں گے مگر مومن تو لذت و شوق کے ساتھ کہیں گے اور کافر جبراً و قہراً کہ اس کے بغیر ان کے لئے اس روز کوئی چارۂ کار ہی نہ ہوگا۔ مگر اس دن کے اس اِقرار و اِعلان کا ان کو کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہوگا اور اس روز انکے کفر و انکار کی سیاہی ان کے ظاہر و باطن پر چھا چکی ہوگی -وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ- بہرکیف یہ ایک قول اور احتمال ہے کہ یہ جواب مومن اور کافر سب ہی دیں گے۔ (روح، قرطبی، فتح، جامع اور جواہر وغیرہ)۔ جبکہ دوسرا قول و احتمال اس میں یہ ہے کہ یہ جواب اللہ پاک خود ہی دیں گے کہ دوسرا کوئی جواب دینے والا اس وقت ہوگا ہی نہیں۔ سو اللہ تعالیٰ خود ہی سوال فرمائے گا اور خود ہی جواب دے گا۔ (قرطبی، روح، جامع، صفوۃ، فتح اور ابن کثیر وغیرہ)۔ سو اس طرح اس وحدہ لاشریک کی حکومت و سلطنت اور بادشاہی و فرمانروائی کا نہایت پُرجلال اعلان و اظہار فرمایا جائے گا کہ بادشاہِ حقیقی اور حاکمِ مطلق تو بہرحال وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور دنیا میں جو مختلف قسم کی بادشاہیاں موجود رہی تھیں پہلے بھی تھیں آج بھی ہیں آئندہ بھی رہینگی۔ اس یوم عظیم میں وہ سب ختم ہو چکی ہونگی ان میں سے کسی کا بھی کوئی نام و نشان نہیں ہوگا۔ بلکہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی حکومت اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ موجود ہوگی۔ جو کہ بادشاہ حقیقی اور مالک مطابق ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ- اَللّٰهُمَّ فَكُنْ لَنَا وَاجْعَلْنَا

لَکَ وَخُذْنَا بِنو اصینَا اِلٰی مَا فِیْهِ حُبُّکَ و الرضا بِکُلّ حَالٍ مِّنَ الاحوال۔

۳۶ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا جو کہ یکتا ہے اپنی ذات و صفات، حقوق واختیارات اور حکومت وفرمانروائی ہر اعتبار سے۔ اور اس روز یہ عارضی اور فانی حکومتیں بھی سب کی سب مٹ مٹا چکی ہوں گی جو آج دنیا میں بہت سے انسانوں کے لئے دھوکے کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ اور اصل حقیقت اس روز پوری طرح واضح اور بے نقاب ہو چکی ہوگی۔ سو اس روز نہ کوئی کسی کا یار و مددگار ہوگا اور نہ کسی میں اسکے فیصلے کو بدلوانے کا کوئی یارا ہوگا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور جو لوگ اس دنیا میں اپنی عارضی اور فانی حکومتوں کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں اور جنہوں نے آج اپنے طور پر فرضی اور وہمی ''سرکاریں'' گھڑ رکھی ہیں، وغیرہ وغیرہ، تو اس روز ان سب کی آنکھیں اچھی طرح کھل جائیں گی اور ان کو پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب کچھ اوہام وخرافات کا مجموعہ اور فریب وسراب تھا۔ مگر اس وقت کے جاننے اور ماننے سے ان کو کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہوگا سوائے انکی آتشِ یاس وحسرت میں اضافے کے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۳۷ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو سب پر غالب ہے''۔ ایسا غالب کہ نہ کوئی اس کے ارادہ و پروگرام میں رکاوٹ بن سکتا ہے اور نہ اس کی گرفت و پکڑ سے نکل کر کہیں بھاگ سکتا ہے کہ وہ قادرِ مطلق سب بادشاہوں کا بادشاہ، اصل اور حقیقی بادشاہ ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس کا قہر اور غلبہ سب پر حاوی ہوگا۔ کوئی اس سے باہر نہیں ہو سکتا۔ ہر کام اسکے حکم وارشاد کے تابع ہوگا۔ وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے۔ زمین و آسمان کی یہ ساری کائنات اسی کی مخلوق اور اسی کی مملوک و محکوم ہے۔ سب پر اسی کا حکم وتصرف ہے اور سب اسی کے تھامے سے تھمے ہوئے ہیں۔ وہ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی نظرِ عنایت وکرم ان سے ہٹا لے تو یہ سب کے سب بطنِ عدم کی ظلمتوں میں گم ہو کر رہ جائیں۔ ارشاد ہوتا ہے اور صاف وصریح طور پر ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا﴾۔ (الفاطر:۴۱)۔ اَللّٰهُمَّ فَخُذْنَا بِنواصِینَا اِلٰی مَا فِیْهِ حُبُّکَ وَ رِضَاکَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ۔

۳۸ قیامت کا دن کمالِ عدل کا دن: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کا دن خداوند قدوس کے عدلِ کامل کے ظہور کا دن ہوگا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اس روز ہر کسی کو پورا بدلہ دیا جائے گا اسکے زندگی بھر کے کیے کرائے کا''۔ سو انسان کو اس کے اعمال کا کچھ نہ کچھ بدلہ اگرچہ کسی نہ کسی شکل میں اس دنیا میں بھی مل جاتا ہے مگر پورا اور کامل بدلہ آخرت کے اس یومِ عظیم ہی میں مل سکے گا جو کہ حقیقی عملی اور آخری فیصلے کا دن ہوگا۔ اللہ پاک اس دن کی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اس روز ہر کسی کو اسکے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ دیا جائے گا تا کہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں کہ پورا پورا بدلہ جزا و سزا کے اس یومِ عظیم ہی میں دیا جا سکے گا کہ ''دارالجزاء'' بہرحال وہی ہے۔ جبکہ دنیا ''دارالعمل'' ہے۔ یہاں انسان کو اپنے عمل کا پورا بدلہ نہ ملتا ہے نہ مل سکتا ہے کہ دنیا نہ اس کا موقع ومحل ہے اور نہ ہی اس میں اتنی وسعت وگنجائش ہے کہ اس میں انسان کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل سکے۔ نہ اسکے اعمالِ خیر کا اور نہ ہی اعمالِ شر کا۔ جیسا کہ اسکی وضاحت ہم دوسرے مختلف مقامات پر کر چکے ہیں۔ پس اصل مقصود اور نصب العین آخرت ہی کو بنانا چاہیے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیزُ الوھّاب، جَلَّ جَلَالُهٗ و عَمَّ نَوَالُهٗ،

كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٧﴾

اس کی (زندگی بھر کی) کمائی کا، آج کے دن کوئی ظلم نہ ہوگا' ف۳۹ بلاشبہ اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے، ف۴۰ ﴿۱۷﴾

۳۹ قیامت کے روز کسی کی کوئی حق تلفی نہ ہوگی:- سواس بارے ارشادفرمایا گیا کہ ''آج کے دن کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا'' کہ نہ تو کسی کی کوئی نیکی کم کی جائے گی اور نہ ہی کسی پر اس کی کسی ناکردہ برائی کا کوئی بوجھ ڈالا جائے گا''۔ نہ کسی کے ثواب میں کسی طرح کی کوئی کمی کی جائے گی اور نہ کسی کے عذاب میں بلاسبب کسی طرح کا کوئی اضافہ کیا جائے گا۔ بلکہ عدل ہی عدل اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ فضل کا معاملہ ہوگا۔ جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ایک حدیثِ قدسی میں اپنے رب کی طرف روایت کرتے ہوئے اشارہ فرمایا کہ اللہ پاک ارشاد فرمائے گا کہ اے میرے بندو یہ تمہارے اپنے ہی اعمال ہیں جن کو میں نے تمہارے لیے محفوظ رکھا ہے۔ پھر میں انکا تم کو پورا پورا بدلہ دونگا۔ پس جس کو اپنے - نامہ اعمال میں - کوئی بھلائی ملے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ اور جسکو - اسکے برعکس - کچھ اور ملے تو وہ اپنے سوا کسی اور کو برا نہ کہے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ - بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اس روز حضرت حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - کے عدلِ کامل کا ظہور ہوگا۔ ہر شخص کو اس کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ ملے گا۔ نہ کسی کی کوئی حق تلفی ہوگی اور نہ کسی سے کسی طرح کی کوئی زیادتی۔ اور مخلوق کے حساب کتاب کا یہ سارا کام چشم زدن میں پورا ہوجائے گا کہ اللہ ''سریع الحساب'' یعنی ''بڑا ہی جلد حساب چکانے والا ہے''۔ پس کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ اس کے لیے کوئی بڑی مدت درکار ہوگی - اَللّٰهُمَّ فَخُذْنَا بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَا فِيْهِ حُبُّكَ وَرِضَاكَ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ وَفِىْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِى الْحَيَاةِ يا ذا الجلال والاكرام ، يَا مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ -

۴۰ اللہ بڑا ہی جلد حساب لینا والا ہے - سبحانہ وتعالیٰ:- سوارشاد فرمایا گیا اور کلمۂ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بلاشبہ اللہ بڑا ہی جلد حساب لینے والا ہے''۔ یعنی انسانوں کی طرح اس کو اپنی اس بے شمار مخلوق کے حساب کتاب میں نہ کوئی دقت و دشواری پیش آئے گی اور نہ ہی اس کے لئے کوئی خاص وقت درکار ہوگا کہ یہ سب کچھ تو مخلوق کے اعتبار سے ہوتا ہے کہ وہ بہرحال محتاج ہے۔ جبکہ حضرتِ خالق کی شان الگ ہے۔ وہ جس طرح اس کرۂ ارضی میں رہنے بسنے والی بے شمار مخلوق کے لئے خوراک اور دوسری تمام ضروریات بیک وقت مہیا فرماتا ہے اسی طرح اس روز وہاں سب کا حساب کتاب بھی فوری طور پر اور چشم زدن میں فرمادے گا کہ اس کا طریقہ مخلوق کے طریقہ کار سے یکسر مختلف اور بالکل الگ ہے۔ کہ وہاں اسباب و وسائل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہاں صرف حکم وارشاد کی دیر ہوتی ہے اور بس۔ جیسا کہ اس کا صاف و صریح اور واضح ارشاد اس کی اس کتابِ حکیم میں اس طرح موجود ہے - ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴾ - (القمر: ۵۰) یعنی ''ہمارا معاملہ تو بس ایک فرمان کا ہوتا ہے، پل بھر کی طرح'' - فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الذی لا اِلٰه غیره - چنانچہ بعض روایات میں وارد ہے کہ حضرتِ علی - رضی اللہ عنہ - سے جب پوچھا گیا کہ اس روز اللہ تعالیٰ اتنی بے حد حساب مخلوق کا حساب کتاب کس طرح فرمائے گا تو آپؓ نے فوری طور پر اور برجستہ فرمایا - '' كَمَا يَرْزُقُكُمْ جَمِيْعًا '' - یعنی ''جس طرح وہ آج تم سب کو ایک ہی وقت میں اور ایک ساتھ روزی دیتا ہے'' - سبحان اللہ! - کیسا عمدہ، جامع مختصر واضح، معقول اور دل کو لگنے والا جواب دیا - رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ - پس یوم حساب کے بارے میں کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اس کے لیے کوئی بڑی مدت درکار ہوگی۔ نہیں بلکہ یہ کام تو اس قادرِ مطلق کے محض ایک حکم و اشارہ کا منتظر ہوگا - اسکی شان بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے - سبحانہ وتعالیٰ -

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ

اور خبر دار کر دو ان کو اس قریب آ لگنے والی (ہولناک آفت) سے، ف۴۱ جب کہ (مارے خوف کے) کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے، ف۴۲

۴۱ قیامت کے قریب ہونے اور قریب سمجھنے کی ہدایت:۔سو اس حقیقت کی تعلیم و تلقین کے لیے اشارہ فرمایا گیا ''اور خبر دار کر دو انکو قریب آ لگنے والی اس ہولناک آفت کے دن سے''۔ اس ''آزفۃ'' یعنی ''قریب آ لگنے والی اس ہولناک آفت سے'' ان کو خبر دار کرو تا کہ یہ غفلت سے چونک کر اس کے لئے فکر و تیاری کریں اور اس کے لئے سامان کر سکیں قبل اس سے کہ فرصت حیات ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ یہ تو اس کو دور سمجھتے ہیں مگر ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں۔ ﴿اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَّنَرَاهُ قَرِيْبًا﴾۔ (المعارج:۷-۶)۔سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کو بعید نہ سمجھو کہ وہ قریب ہی آ لگی ہے کہ ہر آدمی کی قیامت تو اسکی اپنی موت ہی ہوتی ہے۔جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ ''من مات فقد قامت قیامته''۔ یعنی ''جو مر گیا اسکی قیامت قائم ہوگئی''۔سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہر آدمی کی قیامت میں بس اتنے ہی دن باقی ہیں جتنے دن اسکی زندگی کے اس دنیا میں باقی ہیں۔اور کسی کو بھی پتہ نہیں کہ اسکی موت کب، کہاں اور کیسے آ جاتی ہے۔پس جس طرح ہر شخص کی موت اسکے پہلو میں کھڑی ہے اسی طرح اسکی قیامت بھی اسکے بغل میں موجود ہے۔پس اسکو ہمیشہ یاد رکھنے اور اس کیلئے تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔کہ اسکے لئے تیاری کا موقع اور اسکی فرصت اسی دنیاوی زندگی میں ہے۔اور بس اسکے بعد اس کا کوئی موقع و امکان نہ ہوگا۔پس زندگی کے ایک ایک لمحہ کو آخرت کی کمائی کیلئے صرف کیا جائے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال وفی کلِّ موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ ۔

۴۲ قیامت کی شدت اور اسکی ہولنا کی کی تصویر:۔سو اس یوم عظیم کی شدت اور ہولنا کی کی تصویر پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب کلیجے منہ کو آ رہے ہونگے''۔ یعنی واقعۃً اور حقیقت میں اس روز ان کے کلیجے شدتِ ہول کی وجہ سے انکے منہ کو آن لگے ہوں گے۔ وہاں سے نہ باہر نکل سکیں گے کہ موت آ جائے اور نہ ہی واپس جا سکیں گے کہ ان کی سابقہ طبعی حالت لوٹ آئے۔ (ابن کثیر، خازن، جامع، روح، قرطبی وغیرہ)۔اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ارشاد بطورِ مجاز ہو۔ ان کے شدتِ ہول کی تصویر کشی کے لئے۔ بہر کیف وہ دن بڑا ہی ہولناک دن ہوگا۔ لہٰذا اس کی آمد اور اس کی ہولنا کی سے ان کو خبر دار کرو تا کہ یہ اس کے لئے فکر و کوشش اور تیاری کر سکیں۔ (مراغی، صفوۃ وغیرہ)۔سو ان کلماتِ کریمہ میں یہ دونوں ہی احتمال موجود ہیں۔اور حضرات اہلِ علم سے یہ دونوں ہی مروی ہیں۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَ عَلَا۔ بہر کیف اس سے قیامت کی شدت اور اسکی ہولنا کی کی تصویر پیش فرمائی گئی ہے کہ اس روز مجرموں کے دل گویا ان کے حلق میں آئے ہونگے اور وہ غم والم میں گھٹے ہوئے ہونگے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر موقع پر، اور ہر لحاظ و اعتبار سے اپنی خاص رحمتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ

اور لوگ غم میں گھٹے کھڑے ہوں گے، ف۴۳ (اس روز) ظالموں کے لئے نہ تو کوئی ہمدرد دوست ہوگا، اور نہ ہی کوئی ایسا سفارشی

يُّطَاعُ ۭ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

جس کی بات مانی جائے، ف۴۴ ﴿۱۸﴾ اللہ خوب جانتا ہے آنکھوں کی (چوری اور) خیانت کو بھی اور دلوں میں چھپے رازوں کو بھی، ف۴۵ ﴿۱۹﴾

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

اور اللہ ہی فیصلہ فرماتا ہے حق (اور انصاف) کے ساتھ، اور اس کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں،

۴۳ مجرم لوگوں کی اس یوم عظیم میں حالت زار کا ذکر و بیان: سو اس یوم عظیم میں مجرموں کی حالت کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ "اس روز یہ لوگ غم میں گھٹے کھڑے ہونگے"۔ جنہوں نے دعوت حق سے منہ موڑ کر اور طرح طرح کے کفر و باطل کو اپنا کر ظلم کیا ہوگا۔ حضرت حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - کی شان اقدس و اعلیٰ میں۔ اور اس کے بھیجے ہوئے نبی برحق اور حق کے ساتھ اتارے ہوئے دین برحق کے بارے میں۔ اور اس طرح دراصل ایسے بدبخت لوگوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوگا۔ سو حق سے منہ موڑنا اور اس کا انکار کرنا سراسر ظلم ہے اپنے خالق و مالک کے حق اطاعت و بندگی میں۔ اپنے نبی و رسول کے حق اطاعت و فرماں برداری میں۔ اپنے دین و ایمان کے حق میں۔ اور خود اپنی جانوں کے حق میں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو ایسے ظالم اور بدنصیب لوگ اس روز غم و الم میں گھٹے ہوئے ہونگے۔ نہ انکے اپنے حلق سے کوئی بات اپنی مدافعت میں نکل سکے گی اور نہ انکا کوئی ہمدرد اور سفارشی ایسا ہوگا جو ان کی کوئی حمایت کر سکے یا انکی سفارش میں اپنی زبان کھول سکے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ یہاں پر۔ ﴿يطاع﴾ - کی قید لگا کر مشرکین کے ایک واہمہ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی۔ وہ یہ کہ مشرکین اپنے معبودوں کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں کہ یہ خدا کے ایسے لاڈلے اور پیارے ہیں کہ اس سے جو چاہیں منوا سکتے ہیں۔ یہ وہاں پر اڑ کر بیٹھ جائیں گے اور منوا کر چھوڑیں گے۔ خداوند قدوس انکی ناز برداری میں انکی ہر بات مانے گا۔ سو - ﴿يطاع﴾ - کے اس کلمہ کریمہ سے یہ امر واضح فرما دیا گیا کہ انکا کوئی سفارشی ایسا نہیں ہوگا جسکی وہاں پر کوئی شنوائی ہو اور اسکی بات مانی جائے۔ یہ سب ان لوگوں کے اپنے اوہام ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ خداوند قدوس کے یہاں ایسا کوئی سفارشی نہیں ہوگا جس کی کوئی شنوائی ہو سکے۔ پس وہ مشرکوں کے لیے بڑے ہی خسارے کا دن ہوگا اور یہ ایسا خسارہ ہوگا جس کی تلافی و تدارک کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی، والعیاذ باللہ العظیم

۴۴ ظالموں کا نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز ظالموں کا نہ کوئی ہمدرد دوست ہوگا اور نہ ہی کوئی ایسا سفارشی جسکی بات مانی جائے، کیونکہ اس یوم عظیم میں ہر کسی کو اپنی ہی پڑی ہوگی، نفسا نفسی کا عالم ہوگا، دنیاوی رشتے ناطے سب کے سب کٹ گئے ہونگے، جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ، اور ان لوگوں نے جو خودساختہ اور من گھڑت سفارشی اور حمایتی فرض کر رکھے تھے، ان کی کوئی حقیقت تھی ہی نہیں وہ سب فرضی اور وہمی چیزیں تھیں جن کے کام آنے کا کوئی سوال ہی نہیں تب یہ حقیقت سب کے سامنے

کھل کر آجائیگی کہ جن لوگوں نے کفر وشرک کو گلے لگا کر ہولناک ظلم کا ارتکاب کیا تھا وہ کس قدر ہولناک خسارے میں مبتلا تھے، تب تو وہ رہ رہ کر افسوس کریں گے، اور مارے یاس وحسرت کے اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائینگے مگر بے وقت کے اس افسوس اور اعتراف واقرار کا ان کو کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہوگا سوائے انکی آتش یاس وحسرت میں اضافے کے، اور ظالموں کے بارے میں اس حقیقت کا قرآن پاک میں دوسرے مختلف مقامات پر طرح طرح سے اظہار فرمایا گیا ہے، مثلاً ایک مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے، وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (البقرۃ -۲۷۰) یعنی ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم مِنْ شائبۃ کُل ظُلْمٍ وَّ انحراف

۲۵ مشرکانہ عقیدۂ شفاعت کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ خوب جانتا ہے آنکھوں کی چوری اور سینوں کے چھپے رازوں کو''۔ یعنی ان رازوں کو جو انسان کے باطن اور اس کے دل میں پوشیدہ ہیں- سبحان اللہ! -کیسی بے مثال شان ہے اس مالک الملک کی اور کس قدر غافل اور نادان ہیں وہ لوگ جو اس خالق کل اور مالکِ کل وحدہ لاشریک کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے اس کے لئے اپنے زعم وگمان کے مطابق طرح طرح کے واسطے اور وسیلے گھڑتے اور فرض کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ طرح طرح کی شرکیات کا ارتکاب کرتے ہیں- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ- سو اللہ پاک -سبحانہ وتعالیٰ- کو مخلوق پر قیاس کرنا طرح طرح کی خرابیوں اور گمراہوں کی جڑ بنیاد ہے- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ- اسی لئے حضرتِ حق -جَلَّ مَجْدُهٗ- نے اس سے خود منع فرمایا ہے اور صاف وصریح طور پر منع فرمایا ہے- چنانچہ ارشاد ہوتا ہے- ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ط اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾- (النحل:۷۴) سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ کسی کے بارے میں کسی کی سفارش اس صورت میں کارگر ہوسکتی ہے جبکہ وہ اصل صورتحال سے واقف وآگاہ نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ جب ہر کسی کی ہر چھوٹی بڑی اور ظاہر وپوشیدہ بات کو ایک برابر جانتا ہے۔ وہ نگاہ کی خیانتوں اور سینوں کے پوشیدہ رازوں تک سے ایک برابر واقف وآگاہ ہے تو پھر اسکے آگے کسی کی کوئی سفارش کس طرح کارگر ہوسکتی ہے؟ الا یہ کہ وہ خود کسی کو اجازت دے اور جس کیلئے اجازت دے- سبحانہ وتعالیٰ- سو اللہ پاک کے کمالِ علم کے اس حوالے سے مشرکانہ عقیدۂ شفاعت کی جڑ نکال دی گئی ہے- والحمد للہ جل وعلا- اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے- آمین ثم آمین، یاربَّ العالمین

۲۶ ایک مشرکانہ تصور کی بیخکنی کا ذکر وبیان :- سو مشرک لوگوں کا ایک مشرکانہ تصور یہ تھا، اور آج بھی ایسے لوگوں کا تصور یہی ہے کہ جو من گھڑت سہارے ان لوگوں نے اپنا رکھے ہیں، ان کے بارے میں انکا کہنا ماننا یہ ہے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا مرتبہ اور مقام ہے، یہ بڑی پہنچی ''ہوئی سرکاریں'' اور بڑی اونچی ہستیاں ہیں، جو چاہیں اللہ تعالیٰ سے منوا اور کروا سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری سنتا نہیں، اور ان کی رد نہیں کرتا، یہ ہستیاں اللہ تعالیٰ سے جو چاہیں منوا سکتی ہیں، یہ اڑ کر بیٹھ جائینگی اور منوا کر چھوڑینگی لہٰذا ہماری ان کے آگے اور انکی اس کے آگے، کہ وہ براہِ راست ہماری سنتا نہیں اور ان کی رد نہیں کرتا، پس یہی ہمارے سفارشی سب کچھ کرادینگے جیسا کہ دوسرے مقام پر ان کے اس قول کی اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے، هٰؤُلَاءِ شُفَعَاۤؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ الآیۃ (یونس-۱۸) یعنی ان لوگوں کا اپنے خود ساختہ اور من گھڑت معبودوں کے بارے میں کہنا ماننا یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں، سو اس مشرکانہ تصور کی بیخکنی کیلئے۔ یہاں پر دو اہم اور بنیادی حقیقتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک یہ کہ فیصلے کی قوت اور اس کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے وہی فیصلہ فرماتا ہے، اور وہی صحیح اور مبنی برحق و، جبکہ ان کے یہ خود ساختہ اور من گھڑت معبود کسی بھی فیصلے کی کوئی طاقت نہیں رکھتے، اور دوسری حقیقت یہاں یہ پر واضح فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ حق کے ساتھ اور حق کے مطابق ہوتا ہے، کسی کی طاقت نہیں کہ وہ اس کو بدل سکے، لہٰذا اڑ کر بیٹھنے اور منوا کر چھوڑنے کے تصور کا اسکے یہاں کوئی امکان نہیں ہوسکتا، پس یہ مشرکانہ تصور کہ ان کے من گھڑت معبود وہاں اڑ کر بیٹھیں گے اور منوا کر چھوڑینگے سراسر باطل ومردود اور قطعی بے بنیاد ہے، والعیاذ باللہ جل وعلا بکل حال من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ۔

لَا يَقۡضُوۡنَ بِشَیۡءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ﴿٢٠﴾ ع

وہ کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے، ف۴۶ بلاشبہ اللہ ہی ہے ہر کسی کی سنتا (سب کچھ) دیکھتا، ف۴۷ ﴿٢٠﴾

اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں (عبرتوں بھری) اس زمین میں؟ تاکہ یہ خود دیکھ لیتے کہ کیسا ہوا انجام

الَّذِيۡنَ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَانُوۡا هُمۡ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً وَّ

ان لوگوں کا جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے، ف۴۸ وہ ان سے کہیں زیادہ سخت تھے قوت کے اعتبار سے بھی، اور

اٰثَارًا فِى الۡاَرۡضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَمَا كَانَ

زمین میں اپنے آثار (ونشانات) کے لحاظ سے بھی، مگر آخرکار اللہ نے پکڑا ان سب کو ان کے گناہوں کی پاداش میں، اور کوئی نہیں تھا

لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّاقٍ ﴿٢١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانَتۡ تَّاۡتِيۡهِمۡ

ان کے لئے اللہ سے بچانے والا، ف۴۹ ﴿٢١﴾ یہ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول آتے تھے

۴۷ اللہ تعالیٰ ہر کسی کی سنتا سب کچھ جانتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا اور کلمات تاکید کے ساتھ اور اسلوبِ حصر وقصر میں ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اللہ ہی ہے جو ہر کسی کی سنتا سب کچھ دیکھتا ہے"۔ پس تم ہر حال میں اسی کو اور صرف اسی کو پکارو اور براہِ راست پکارو کہ وہ ہر کسی کی سنتا ہے اور ہر حال میں اور بلاواسطہ سنتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ نیز تم لوگ اپنے آپ کو برے اقوال واعمال سے بچا کر رکھو تاکہ اس کی ناراضگی اور پکڑ سے بچ کر رہو کہ وہ تمہارے سب اقوال کو سنتا اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس سے تمہاری کوئی حرکت اور کیفیت مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ ﴿فَاِيَّاهُ نَسْاَلُ وَاِلَيْهِ نَتَضَرَّعُ اَنْ يَّاْخُذَنَا بِنَوَاصِيْنَا وَيَقُوْدَنَا اِلٰى مَا فِيْهِ حُبُّهٗ وَالرِّضَا بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ وفى كُلِّ مَّوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِن فى الحياة﴾۔ نیز اس ارشاد سے یہ بھی واضح فرمادیا گیا کہ جب وہ وحدہ لاشریک ہر کسی کی سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے تو پھر کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ کوئی اپنی سفارش سے دھوکہ دے کر اس سے غلط فیصلہ کرادے؟ نیز جب اسکے سوا اور کسی کی بھی یہ شان نہیں ہوسکتی کہ وہ سمیع وبصیر ہو تو پھر اسکے سوا کوئی معبود بننے کا حقدار آخر کس طرح قرار پاسکتا ہے؟ سو معاملہ سب کا سب اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے اور اسی کے سپرد ہے۔ وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے۔ نہ کسی کی جان ہے کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ سکے اور اس سے اپنی من مانی کرا سکے اور نہ کوئی اسکے احاطۂ علم وقدرت سے باہر ہوسکتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس عقل ونقل دونوں کا تقاضا ہے کہ بندہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اسی کی طرف رجوع رہے۔ اور اسکے ساتھ اپنے معاملے کو درست کرنے۔ اور درست رکھنے کی فکر وکوشش کرے۔ اور اسی چیز کو اپنا اصل مقصد اور نصب العین بنائے۔ کہ اصل یہی وہ اہم اساس وبنیاد ہے جس پر دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا مدار وانحصار ہے۔ وباللہ

التوفیق لما یُحبُّ ویرید وعلیٰ ما یُحبُّ ویرید، وھو الھادی الیٰ سواء السبیل ۔

۲۸ تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین: ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور تحریک وتحضیض کے انداز و اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں عبرتوں بھری اس زمین میں تاکہ یہ دیکھتے کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو گزر چکے ان سے پہلے، یعنی ان کو اللہ تعالیٰ اس عبرتوں بھری زمین میں چل پھر دیکھنا چاہیے اور درسِ عبرت لینا چاہیے کہ کیسا ہولناک اور بھیانک انجام ہوا ان منکر لوگوں کا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، سو اس ارشاد سے گزشتہ قوموں کے انجام سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے، پس معلوم ہوا کہ آثارِ قدیمہ کو عبرت پذیری کے نقطۂ نظر سے دیکھنا اور اس سے سبق لینا ایک امرِ مطلوب و محمود ہے۔ مگر افسوس کہ اقوامِ غیر کی تقلید و پیروی میں آج مسلمان بھی آثارِ قدیمہ کی حفاظت کے لئے لاکھوں کروڑوں کے خرچ کرنے کے باوجود عبرت پذیری اور نصیحت گیری کے اصل گوہرِ مقصود سے غافل و بےخبر ہیں۔ وہ ایسے مقامات پر جاتے ہیں تو بھی عیاشی، فوٹو گرافی اور پکنک وغیرہ کے لئے۔ یعنی ہدایت اور عبرت پذیری کی بجائے وہ الٹا اپنی غفلت میں ہی اضافہ کرتے ہیں ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔ بہر کیف اس ارشاد سے منکرین کو تنبیہ اور تہدید فرمائی گئی ہے کہ وہ اللہ کی عبرتوں بھری اس زمین میں چل پھر کر دیکھ لیں کہ اس سے پہلے کے لوگ اپنے جرم تکذیب و انکار کی بنا پر کس انجام سے دوچار ہوئے۔ اور اس سے یہ لوگ سبق لیں اور اپنے اس جرم کفر وتکذیب سے باز آجائیں۔ ورنہ جو انجام پہلوں کا ہو چکا ہے وہ انکا بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون بےلاگ اور سب کیلئے یکساں ہے ۔ سبحانہ وتعالیٰ ۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ رکھے ۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے ۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ۔

۲۹ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا ۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کیلئے کوئی بچانے والا نہیں تھا یعنی اللہ کی گرفت و پکڑ اور اس کے عذاب سے"۔ سو جسمانی قد وقامت اور مادی طاقت وقوت میں بھی کل کے وہ منکرینِ حق آج کے ان منکرین سے کہیں بڑھ کر تھے۔ لیکن جب وہ اپنے کئے کرائے کے نتیجے میں اپنے انجام کو پہنچے اور اللہ کی گرفت و پکڑ میں آئے تو اپنی جس قوت اور ترقی پر ان لوگوں کو بڑا فخر و ناز تھا وہ سب کچھ ان کے کچھ بھی کام نہ آسکا۔ اور نہ ہی انکے وہ خود ساختہ معبود انکے کچھ کام آسکے جنکا انکو بڑا گھمنڈ تھا۔ سو کل کے ان منکروں کے اس عبرتناک انجام سے آج کے ان کفار و منکرین کو سبق لینا چاہیئے۔ بہر کیف تاریخ کے اس حوالے سے واضح فرما دیا گیا کہ انکار وتکذیبِ حق کے نتیجے میں جب ماضی کی ان بدبخت قوموں پر اللہ کا عذاب آیا تو نہ تو ان کو اپنی وہ جسمانی اور مادی قوت کچھ کام آسکی جس کے بارے میں وہ بڑے زور اور گھمنڈ سے کہا کرتے تھے ۔ ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ ۔ کہ "ہم سے بڑھ کر طاقت اور قوت اور کس کی ہو سکتی ہے" (حم السجدۃ: ۱۵) ۔ اور نہ ہی ان کی وہ جمعیت اور کثرت جس کا ان کو بڑا ناز تھا۔ اور نہ ہی انکے وہ خود ساختہ معبود جن کو انہوں نے اپنے طور پر اپنا حاجت روا و مشکل کشا بنا رکھا تھا اور جن کا ان کو بڑا زعم اور گھمنڈ تھا۔ سو مشکل وقت آنے پر وہ بھی ان کے کچھ کام نہ آسکے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ۔ ﴿فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾ الایۃ (ھود: ۱۰۱) ۔ والعیاذُ باللّٰہ جَلَّ وَعَلَا ۔ سو جن لوگوں نے اپنے خود ساختہ معبودوں اور من گھڑت حاجت رواؤں پر بھروسہ کر رکھا ہے وہ سخت دھوکے میں ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم

رُسُلُهُم بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ

کھلے دلائل کے ساتھ، مگر وہ (بدبخت) لوگ انکار ہی کرتے گئے، سو آخرکار اللہ نے پکڑا ان سب کو (ان کے کفر و انکار کی پاداش میں) ف۵۰

شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ

بے شک وہ بڑا ہی قوت والا، سخت عذاب دینے والا ہے، ف۵۱ ﴿۲۲﴾ اور بلاشبہ ہم ہی نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور

سُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُونَ فَقَالُوا

ایک کھلی سند کے ساتھ، ﴿۲۳﴾ فرعون، ہامان، اور قارون کی طرف، مگر انہوں نے کہا کہ

۵۰ انکار و تکذیبِ حق کا نتیجہ بہرحال ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ:- سو اس ارشاد سے ان لوگوں کی ہلاکت و تباہی کے سبب کو واضح فرما دیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ حق کا انکار کرنا اور اسے تسلیم نہ کرنا خرابی کی اصل جڑ اور بنیاد ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور انکارِ حق کے اس جرم کا نتیجہ و انجام بہرحال ہلاکت و تباہی ہے۔ ایسے لوگوں کو ڈھیل اور مہلت جتنی ملے ان کا آخری انجام بہرحال دائمی ہلاکت اور تباہی ہے۔ یہی اللہ پاک کے قانونِ عدل و انصاف کا تقاضا ہے اور یہی تاریخ کی گواہی اور شہادت ہے۔ والعیاذ باللہ من کل زیغٍ وَّ ضلالٍ وَّسُوْءٍ وَّانحرافٍ۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل کے ساتھ آئے مگر انہوں نے ان کا انکار ہی کیا۔ جسکے نتیجے میں آخرکار وہ انتہائی ہولناک خسارے میں مبتلا ہوئے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۵۱ اللہ تعالیٰ بڑی ہی قوت والا، سخت پاداش والا ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ:- سو ارشاد فرمایا گیا اور اسلوبِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک وہ بڑا ہی قوت والا سخت عذاب دینے والا ہے"۔ پس جب وہ پکڑنے پہ آ جائے تو کوئی اس سے چھڑا اور بچا نہیں سکتا۔ فَرَحْمَتَکَ نَرْجُوْ یَا رَبَّنَا۔ "عذاب" کیلئے یہاں پر "عقاب" کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے جو کہ "عقب" سے ماخوذ ہے جسکے معنیٰ انجام اور پاداش کے آتے ہیں۔ سو اس سے یہ درس دیا گیا کہ برے عمل کا برا نتیجہ اسکی پاداش اور اسکا طبعی تقاضا و انجام ہوتا ہے۔ سو انکار و تکذیبِ حق کا ارتکاب کرنے والے اپنے ہولناک انجام کا سامان خود اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ آخرکار جب اللہ تعالیٰ نے ان کو انکے کفر و انکار کے نتیجے میں پکڑا تو کچھ بھی ان کے کام نہ آ سکا۔ اور اس کے عذاب اور اسکی گرفت و پکڑ سے چھوٹنے کی کوئی بھی صورت ان کے لیے ممکن نہ ہو سکی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی قوت والا، سخت پاداش والا ہے۔ جب وہ پکڑتا ہے تو کوئی قوت و طاقت، کوئی جماعت و جمعیت اور کوئی سائنس اور ترقی اس سے نہیں چھڑا سکتی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا

یہ تو ایک جادوگر ہے بڑا جھوٹا، ۵۲ ﴿٢٤﴾ پھر جب وہ پہنچ گئے ان کے پاس حق کے ساتھ ہماری طرف سے' تو ان لوگوں نے کہا

اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ

قتل کردو ان لوگوں کے بیٹوں کو جو ایمان لائے ہیں اس کے ساتھ، اور زندہ رکھو ان کی عورتوں کو، ۵۳

وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

اور کافروں کی چال (ہلاکت و) بربادی کے سوا کچھ نہیں، ۵۴ ﴿٢٥﴾ اور فرعون نے کہا

ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ

کہ چھوڑو مجھے میں قتل کرتا ہوں موسیٰ کو' اور یہ بلا دیکھے اپنے رب کو، مجھے سخت اندیشہ ہے اس بات کا کہ

يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾

یہ شخص بدل دے گا تمہارے دین کو، یا یہ فساد برپا کردے گا اس سرزمین میں، ۵۵ ﴿٢٦﴾

۵۲ فرعون، ہامان، اور قارون، کے جرم انکار و تکذیب کا ذکر و بیان: سو اس سے فرعون اور اسکے دو بڑے لیڈروں ہامان اور قارون کے جرمِ انکار اور تکذیبِ حق کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو فرعون اور اسکے ان بڑے لیڈروں اور سرغنوں کا جواب موسیٰ کو انکی دعوتِ حق پر یہ تھا کہ یہ شخص ساحر اور کذاب ہے۔ پس آپ کے ساتھ اے پیغمبر! تکذیب و انکار کا جو معاملہ یہ دشمنانِ حق آج کر رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی ایسے ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ ﴿مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ الاية (حم السجدة: ۴۳) مگر فتح ہمیشہ حق ہی کی ہوئی۔ سو اس میں آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کے لئے اور آپ کے توسط سے ہر داعیٔ حق کے لئے تسلی و تسکین کا بہت بڑا سامان ہے۔ پس آپ جادۂ حق پر مستقیم رہیے اور ان منکروں کی پرواہ نہ کیجئے۔ یہ اگر باز نہ آئے تو آخرکار اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔ بس ان کو انکے انجام کے حوالے کردو، جبکہ دوسری طرف اس ارشاد میں منکرینِ قریش کے لیے تہدید اور تنبیہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو فرعون اور اس کے لیڈروں کا ہو چکا ہے۔ بس ان کو چاہیے کہ تاریخ کے ان واقعات سے درس عبرت لیں۔ اور اپنی روش کی اصلاح کرلیں ورنہ اپنے ہولناک انجام کیلئے تیار رہیں، والعیاذ باللہ،

۵۳ اہلِ حق کے قتل سے متعلق فرعونی ظلم کا ذکر و بیان: سو اس سے فرعونیوں کی طرف سے اہلِ ایمان کو قتل کرنے کے حکم و مطالبہ کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے۔ سو حضرتِ موسیٰ کی دعوتِ حق پر ایمان لانے کی بجائے فرعونیوں کی طرف سے موسیٰ پر ایمان لانے والوں کے قتل کا حکم اور مطالبہ کیا گیا۔ یعنی جب وہ لوگ دلیل و حجت سے مقابلے میں عاجز آگئے تو قوت و

تشدد کے استعمال اور اس کی دھمکیوں پر اتر آئے۔ اور فرزندانِ کفر و باطل کا ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ اور یہ دوسرا قتلِ عام تھا جس کا حکم فرعون نے دیا تھا۔ جیسا کہ اس سے پہلے حضرتِ موسیٰ کی پیدائش کے موقع پر بھی وہ ایک قتلِ عام کا حکم دے چکا تھا۔ بہر کیف فرعونیوں کی طرف سے حضرتِ موسیٰ پر ایمان لانے والے مردوں کو قتل کر دینے اور انکی عورتوں کو زندہ رکھ چھوڑنے کی پرانی فرعونی پالیسی پر دوبارہ اور پوری شدومد سے عمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور ہر دور کے فرعون نے یہی کیا۔ جیسا کہ دورِ حاضر کا فرعون امریکی صدر جارج بش اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کر رہا ہے۔ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ وَ قَاتَلَهُمْ ۔ اللہ حق اور اہلِ حق کو ہمیشہ ہر مقام پر اور ہر اعتبار سے، اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، و یا ارحم الراحمین

۵۴ کافروں کی چال کا نتیجہ و انجام ہلاکت و بربادی والعیاذ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کافروں کی چال بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ کہ اس طرح یہ لوگ خود حق سے اور دور و نفور ہوتے چلے جاتے ہیں اور بالآخر جب آپریشن کا وقت آتا ہے تو سب کے سب نیست و نابود کر کے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ سو فرعون نے قتلِ عام کے اس حکم کے ذریعے بنی اسرائیل کو مٹانے، دبانے اور اپنے اقتدار کو بچانے کی چال چلی اور اس کیلئے بھرپور کوشش کی۔ لیکن آخرِ کار اسکے برعکس ہوا یہ کہ فرعون کے اقتدار کا نہایت عبرت انگیز طریقے سے ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا اور لٹے پٹے بنی اسرائیل نہ صرف یہ کہ تمام فرعونی مظالم کے باوجود محفوظ رہے بلکہ فرعون کی غرقابی کے بعد وہ دنیاوی اقتدار سے بھی سرفراز ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بالآخر پورا ہو کر رہا۔ سو اللہ جو چاہتا ہے کر کے رہتا ہے۔ نہ اس کے لیے کچھ مشکل اور نہ کسی طرح کی کوئی مزاحمت و رکاوٹ۔ وہ اس طرح کے ہر تصور سے پاک اور اعلیٰ و بالا ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔

۵۵ فرعون کی بوکھلاہٹ اور اس کی چالبازی کا ایک نمونہ و مظہر: ۔ سو اس سے فرعون کی بوکھلاہٹ اور اس کی سیاسی چالبازی کا ایک نمونہ و مظہر سامنے آتا ہے۔ سو ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ فرعون اپنے آپ کو مصلح اور حضرتِ موسیٰ کو فسادی قرار دے رہا ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ مگر اہلِ باطل کی یہ بھی ایک مشترکہ اور پرانی ٹیکنیک چلی آئی ہے کہ وہ حق اور اس کے خدام اور حاملین کے خلاف، اسی طرح کے پروپیگنڈے کرتے ہیں۔ اور وہ عوام الناس کو ان کے خلاف اکسانے بھڑکانے کے لئے اسی طرح کے شیطانی حربوں اور فرعونی ہتھکنڈوں سے کام لیتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ ۔ جَعَلَ اللّٰهُ كَيْدَهُمْ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَ اَعَاذَنَا وَسَائِرَ اَهْلَ الْحَقِّ مِنْ شُرُوْرِهِمْ ۔ بہر کیف فرعونیوں نے اپنے درباریوں سے کہا کہ اگر موسیٰ کو یونہی چھوڑ دیا گیا تو مجھے خدشہ ہے کہ یہ شخص تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا اس ملک میں بغاوت اور فساد پھیلا دے گا۔ لہذا آپ لوگ مجھے اجازت دو کہ میں اسکو قتل کر دوں۔ اور یہ اپنے اس خدا کو پکار دیکھے جس کا یہ اپنے آپ کو رسول اور اسکا نمائندہ بتاتا ہے۔ سو اس سے ایک طرف تو اس بوکھلاہٹ کا پتہ چلتا ہے جس میں وہ ملعون مبتلا تھا اور دوسری طرف اس سے اس سیاسی ہتھکنڈے کا نمونہ بھی سامنے آتا ہے جو اس نے اپنی قوم کو حضرتِ موسیٰ کیخلاف بھڑکانے کیلئے اختیار کیا۔ اور یہی طریقہ ہوتا ہے سیاسی چالبازوں کا ۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

وَقَالَ مُوْسٰىٓ اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ

اور (اس کے جواب میں) موسیٰ نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں اس کی جو رب ہے میرا بھی اور تمہارا بھی، ف۵٦ ہر ایسے متکبر (کے شر) سے

لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ق ع ۳

جو ایمان نہیں رکھتا حساب کے دن پر، ف۵۷ ﴿٢٧﴾ اور (تائید غیبی کے طور پر اسی موقع پر) بول اٹھا آل فرعون ہی کا

مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ

ایک ایسا مرد مومن جو چھپائے ہوئے تھا اپنے ایمان (ویقین کی دولت) کو، ف۵۸ کیا تم لوگ محض اس بناء پر ایک شریف آدمی کے قتل

يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ط

کے درپے ہو، کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟ جب کہ وہ کھلے دلائل (اور براہین) لے کر آیا ہے تمہارے رب کی طرف سے، ف۵۹

وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ج وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا

اور اگر (بفرض محال) وہ جھوٹا بھی ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا، اور اگر وہ سچا ہے (جیسا کہ وہ واقع میں ہے)

يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ

تو پھر تمہیں اس انجام میں سے کچھ نہ کچھ پہنچ کر رہے گا جس سے وہ تمہیں ڈرا رہا ہے، ف٦٠ بے شک اللہ ہدایت (کی دولت) سے نہیں

۵٦ حضرتِ موسیٰ کی اپنے رب سے پناہ کی درخواست کا ذکر و بیان: ۔سو فرعون کی اس چالبازی اور دھمکی کے جواب میں موسیٰ نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں اپنے رب کی ہر اس منکر سے جو ایمان نہیں رکھتا یوم حساب پر۔ سو فرعون کی ان دھمکیوں اور بے ہودہ باتوں کے مقابلے میں حضرتِ موسیٰ نے نہ تو کسی خوف وڈر کا مظاہرہ کیا اور نہ ہی کسی تعلّی اور بڑائی کے دعوے سے کام لیا۔ بلکہ اپنے آپ کو اپنے رب کی پناہ میں دینے کا اعلان فرما دیا۔ جو سب پر غالب اور انتہائی مہربان ہے۔ اور حقیقت میں حفاظت کا یہی سب سے بڑا ذریعہ اور حقیقی وسیلہ ہے کہ حاجت روا و مشکل کشا سب کا حتی کہ انبیائے کرام ۔علیہم الصلوۃ والسلام۔ کا بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی حضرتِ موسیٰ نے اس حق اور حقیقت کا بھی اعلان فرما دیا کہ تم لوگ مانو یا نہ مانو۔ حق اور حقیقت بہر حال یہی ہے کہ رب میرا بھی وہی ہے تمہارا بھی وہی اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ نیز حضرتِ موسیٰ نے اپنے قول و فعل سے یہ بھی بتا دیا کہ مشکلات وحاجات میں پکارے جانے کے لائق اور کام آنے والی وہی ایک ذاتِ پاک ہے۔ پس پکارنا اسی کو اور صرف اسی کو چاہیئے کہ حاجت روا و مشکل کشا سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے۔ مگر

افسوس کہ آج کا کلمہ گو مشرک اس کے برعکس اس کی مخلوق ہی کو پکارتا ہے۔ کوئی "یا علی مدد" کہتا ہے۔ کوئی "یا غوث" اور کوئی "یا رسول اللہ" اور کوئی "یا پیر دستگیر" وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ مقدس ہستیاں خود ساری زندگی ایک اللہ ہی کو پکارتی اور اسی کو پکارنے کا درس دیتی رہیں۔ لیکن آج کا کلمہ گو مشرک انہی حضرات کے نام سے شرک کا کاروبار چلا رہا ہے۔ اور وہ طرح طرح کے شرکیہ نعرے لگاتا ہے۔ اور اس کے لئے سب کو پکارنا آسان مگر ایک اللہ کو پکارنا اور "یا اللہ مدد" کہنا مشکل ہے۔ اور کتنے ہی جاہل پیر اور گمراہ مولوی ایسے ہیں جو دن رات انہی شرکیہ الفاظ کی ترویج و اشاعت پر گویا ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ وہ طرح طرح سے ان کی تشہیر کرتے، کتبے لگاتے، سٹیکر چسپاں کرتے، اور ایسی شرکیات کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے وہ نصوص کتاب و سنت میں طرح طرح کی تحریفات اور تلبیسات سے کام لیتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

۵۷ ہر متکبر بے ایمان سے اللہ کی پناہ مانگنے کا درس: سو حضرت موسیٰ نے فرعون کی دھمکی کے جواب میں مزید فرمایا کہ "میں اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں ہر متکبر بے ایمان سے"۔ تکبر اور بے ایمانی کی ان صفتوں کو اس موقع پر حضرت موسیٰ نے بطور خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ جس شخص کے اندر یہ دونوں باتیں جمع ہوں وہ زیادہ اور سخت ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ اس کو کسی باز پرس کا کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوتا۔ نیز اس طرح اشاروں اشاروں میں حضرت موسیٰ نے فرعون کے منہ پر اسے متکبر اور بے ایمان بھی قرار دے دیا اور حق گوئی کا حق بھی ادا فرما دیا۔ عَلٰی نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْم۔ تکبر دراصل حق سے اعراض اور اس سے روگردانی کا نام ہے۔ اور یہ نتیجہ ہوتا ہے انانیت اور خود پرستی کا۔ اور یہ چیز دراصل آخرت پر ایمان نہ رکھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور جو شخص آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور وہاں کی مسئولیت اور جواب دہی سے عاری ہوتا ہے وہ ایک ایسا مطلق العنان ڈکٹیٹر اور لاپروا انسان بن جاتا ہے کہ وہ جو کچھ کرے اس سے بعید نہیں ہوتا۔ اس لیے حضرت موسیٰ نے ایسے شخص کے شر سے اپنے رب کی پناہ کی درخواست کی کہ وہی وحدہ لاشریک ہے جو اپنے بندے کو ہر قسم کے شرور و فتن سے بچا سکتا ہے۔ پس حاجت روا، مشکل کشا سب کا وہی وحدہٗ لاشریک ہے، حضرات انبیاء و رسل بھی اسی وحدہٗ لاشریک کے در کے محتاج اور اسی کے سوالی ہیں،

۵۸ حضرت موسیٰ کی تائید و تقویت آل فرعون کے ایک مرد مومن کے ذریعے: سو اس سے حضرت موسیٰ کی اس تائید غیبی کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے جو آنجناب کو آل فرعون کے ایک ایسے مردِ مومن کے ذریعے عنایت فرمائی گئی جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوا تھا، سو ان مشکل حالات میں حضرتِ موسیٰ کے لیے تائید غیبی کے طور پر آلِ فرعون کے ایک مردِ مومن کا ایمان افروز کردار سامنے آیا۔ اس مردِ مومن کے بارے میں تفسیری روایات میں وارد ہے کہ یہ فرعون کا چچازاد بھائی، اس کا ولی عہد اور اس کی پولیس کا انچارج تھا۔ اس نے اعداء کے خوف سے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا۔ مگر آج فرعون کی طرف سے یہ دھمکیاں اور بے ہودہ کلام سننے کے بعد اس سے رہا نہ گیا اور وہ پکار اٹھا۔ اور نہایت معقول و موثر انداز میں بھرے دربار میں وقت کے سب سے بڑے متکبر، طاغیہ اور سرکش کے سامنے کلمۂ حق پیش کر دیا۔ بہرکیف یہاں سے آلِ فرعون کے اس مردِ مومن کی ایمان افروز سرگزشت کا آغاز ہوتا ہے جو آگے تک چلی جائے گی اور اس میں بڑے بڑے درسہائے عبرت و بصیرت ہیں جو آگے سلسلہ کلام کے درمیان واضح ہوتے جائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔ سو یہ مردِ مومن فرعون کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا لیکن نہایت حق پسند اور خدا ترس انسان تھا۔ اس لیے اسکی تمام تر ہمدردیاں حضرتِ

موسیٰ کے ساتھ تھیں، اور شروع ہی سے تھیں۔ اور اسی مردِ مومن نے قبطی کے قتل کے موقع پر دوڑ کر جا کر حضرت موسیٰ کو اس بات سے آگاہ کیا تھا کہ فرعون کے دربار میں آپ کے قتل کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ لہذا آپ یہاں سے نکل جائیں۔ جیسا کہ اس کا ذکر سورۂ قصص میں آچکا ہے۔ سو اسی مردِ مومن نے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا فرعون کے بھرے دربار میں یہ عبرتوں بھرا۔ اور ایمان افروز خطاب کیا۔ جس کے اندر بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔

۵۹ فرعونی متکبروں کے قلب وضمیر پر ایک دستک کا ذکر وبیان: ۔ سو اس سے مردِ مومن کی طرف سے فرعونیوں کے قلب وضمیر پر دستک کا ذکر وبیان فرمایا گیا ہے۔ سو اس مردِ مومن نے فرعونیوں کے دلوں کو جھنجھوڑنے اور ان کے ضمیروں پر دستک دینے کے لیے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ ایک شریف آدمی کو محض اس بنا پر قتل کر دینا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ جبکہ وہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس کھلے دلائل اور براہین لے کر آ گیا ہے۔ یعنی اپنے خالق ومالک پر ایمان ویقین اور اس کی توحید کے اعلان واظہار پر تو اس کی قدر کی جانی چاہیئے تھی اور اس کی بات کو سچے دل سے قبول کر لینا چاہیئے تھا۔ چہ جائیکہ الٹا تم اسی کی بنا پر اس کے قتل کے درپے ہو گئے ہو۔ خاص کر جب کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت پر روشن دلائل بھی پیش کرتا ہے۔ سو یہ تو انتہائی نامعقول طریقہ اور دوہرا ظلم ہے جو تم لوگ اپنا رہے ہو اور جس کا بھگتان تمہیں بہر حال بھگتنا ہوگا۔ سو اس طرح اس مردِ مومن نے اپنی جراتِ ایمانی سے فرعونیوں کے ضمیروں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا کہ تم لوگ ایسے پاکیزہ شخص کے قتل کی بات کر کے کس قدر حماقت اور جہالت کا ثبوت دیتے ہو۔ اور اپنے لیے کس قدر ہولناک انجام کا سامان کرتے ہو کہ قتل کرنا، اور ایک شریف اور بے گناہ انسان کو قتل کرنا، اور وہ بھی محض اس بنا پر کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہ اپنے دعوے کی صداقت وحقانیت پر کھلے اور واضح دلائل لے کر آیا ہے۔ سو یہ ظلم پر ظلم اور جرم پر جرم کا ارتکاب ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین، یا اکرم الاکرمین،

۶۰ اِقدامِ قتل کے ہولناک انجام کی تذکیر ویاددہانی: ۔ سو اس مردِ مومن نے ان سے مزید کہا اور کمال صحت وصفائی کے ساتھ اور درد بھرے انداز میں کہا کہ اس کا انجام بہت برا ہے۔ اس طرح تمہاری بہتری اور عافیت اس کے قتل میں نہیں بلکہ اس پر ایمان لانے میں اور اس کی بات ماننے میں ہے۔ ورنہ کم از کم درجہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے حال پر چھوڑ دو اور انجام کی انتظار کرو۔ اس کے قتل کے درپے ہو کر تم اپنے عذاب کے لئے کیوں جلدی کرتے ہو؟ سو ہر بات سے اندھے ہو کر تم لوگ معاملے کے ایک ہی پہلو کو نہ دیکھو بلکہ اسکے دوسرے پہلو کو بھی مدِ نظر رکھو جو کہ بڑا ہی سنگین پہلو ہے۔ تم انکے قتل کو معمولی چیز سمجھتے ہو حالانکہ وہ بڑی ہی سنگین اور ہولناک چیز ہے کہ اسکے نتیجے میں جو خمیازہ تم لوگوں کو بھگتنا پڑے گا اسکا تصور کرنا بھی کسی کے بس میں نہیں۔ مگر کسی کے عناد اور اسکی ہٹ دھرمی کی بنا پر جب اس کی مت ماری جاتی ہے تو اس کو حق وہدایت کی بات کہاں سمجھ آتی ہے اور اس کو حق بات سننے سمجھنے کی توفیق کہاں اور کیسے مل سکتی ہے؟ ایسا شخص ہمیشہ بھٹکتا اور راہِ حق وہدایت سے دور ونفور ہی ہوتا جاتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم بکل حالٍ من الاحوال،

هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

نوازتا کسی بھی ایسے شخص کو جو حد سے بڑھنے والا، ف۶۱ بڑا جھوٹا ہو، اے میری قوم کے لوگو! (ٹھیک ہے) آج تو بادشاہی بھی تمہاری ہے

ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؗ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ

اور اس ملک میں غالب بھی تم ہی ہو، لیکن (مجھے یہ تو بتاؤ کہ کل) اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں ہماری

اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ

مدد کر سکے؟ ف۶۲ (بیچ میں اس رجل مومن کی بات کاٹتے ہوئے) فرعون بولا کہ میں تو بہرحال تم لوگوں کو وہی رائے دے رہا ہوں جس کو

اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ

میں مناسب سمجھتا ہوں ف۶۳ اور میں تمہیں بھلائی کا راستہ ہی بتاتا ہوں، ف۶۴ ﴿٢٩﴾ مگر اس شخص نے جو ایمان سے سرشار ہو چکا تھا (اپنی تقریر

اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ دَاْبِ

جاری رکھتے ہوئے) کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! مجھے تو تمہارے بارے میں شدت سے اندیشہ ہو رہا ہے پہلی قوموں کے

۶۱ مُسرِف اور کذّاب لوگوں کو ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک اللہ کسی بھی مسرف اور کذاب کو ہدایت سے نہیں نوازتا"۔ اس میں دو مفہوم شامل ہیں اور دونوں ہی اہم ہیں۔ ایک یہ کہ اگر حضرتِ موسیٰ مسرف و کذاب ہوتے جیسا کہ تمہارا کہنا ہے اے منکرو تو اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت اور اس سے بڑھ کر نبوت کے اس عظیم الشان اور سب سے بڑے اعزاز اور بے مثل شرف سے کیسے نوازتا؟ اور دوسرا یہ کہ فرعون مُسْــرِف و کذاب ہونے کی وجہ سے ہی نورِ حق و ہدایت سے محروم ہے۔ اس طرح اس مردِ حق آگاہ نے حق کو بھی واضح کر دیا اور دبے لفظوں میں فرعون کو اس کے منہ پر مُسْرِف و کذاب بھی قرار دے دیا۔ اور ہدایت سے اس کی محرومی کا سبب بھی بیان فرما دیا کہ یہ مسرف اور کذاب ہے۔ بہرکیف یہاں سے یہ معلوم ہو گیا کہ حد سے بڑھنا اور دروغ گوئی کا عادی ہو جانا دو چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو راہِ حق اور نورِ ہدایت سے محروم کر دیتی ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ مگر افسوس کہ یہ دونوں چیزیں لوگوں میں کل بھی موجود تھیں اور آج بھی موجود ہیں۔ اور مسلم معاشرے میں اور خود مسلمانوں کے اندر موجود ہیں۔ اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ العظیم ۔ سو یہ ایک حکیمانہ کلیہ ہے کہ جو کوئی حدود سے تجاوز کرنے والا اور جھوٹا ہو گا وہ نورِ حق و ہدایت سے سرفراز نہیں ہو سکے گا۔ اور فرعون کے سامنے اس کلیے کو دوہرا کر اس مردِ مومن نے اس پر یہ واضح کر دیا کہ اسی بنا پر تو نورِ حق و ہدایت سے محروم ہے۔ پس تو اگر اس سے سرفرازی چاہتا ہے تو اپنے

کذب و اسراف کے اس رویے کو چھوڑ کر کلمہ حق کو سننے اور ماننے کے لیے تیار ہو جا، تاکہ تو نورِ حق و ہدایت سے سرفراز ہو جائے، اور اس طرح خود تیرا اپنا ہی بھلا ہو سکے۔ ورنہ تیرے لیے محرومی ہی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال،

۶۲ مردِ مومن کی فرعونیوں کے دلوں پر ایک اور دستک کا ذکر و بیان: -سو اس مردِ مومن نے اپنی قوم کے متکبروں کے دلوں پر دستک دیتے ہوئے اور ان کے ضمیروں کو جھنجھوڑتے ہوئے ان سے اپنے درد بھرے انداز میں مزید کہا کہ ''اے میری قوم کے لوگو بتاؤ کہ اگر اللہ کا عذاب آ گیا تو پھر کون ہے جو اسکے مقابلے میں ہماری مدد کر سکے؟''۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہیں جو ہمیں اللہ کے مقابلے میں اس کے عذاب سے بچا سکے۔ پس تم لوگ ہوش کے ناخن لو اور راہِ راست پر آ جاؤ قبل اس سے کہ اس کا وہ عذاب تم کو آ پکڑے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سو مردِ مومن نے فرعونیوں کے قلوب و ضمائر پر دستک دیتے ہوئے ان سے کہا کہ آج تو آپ لوگوں کو اس ملک میں اقتدار حاصل ہے جسکی بنا پر تم جو چاہو کر سکتے ہو۔ لیکن ذرا اس سوال پر بھی سنجیدگی سے غور کر لو کہ اگر تمہارے ایسے ظلم کے نتیجے میں تم پر اللہ کا عذاب آ گیا تو اسکی گرفت و پکڑ سے آخر ہمیں کون بچا سکے گا؟ یہ زور و اقتدار تو ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں۔ اور اگر ہے بھی تو یہ تمہیں اللہ کے عذاب سے بچانے کی سکت تو نہیں رکھتا۔ تو پھر تم لوگ کیوں اس طرح عذاب کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہو۔ تم اپنے انجام کے بارے میں آخر کیوں نہیں سوچتے؟ اور اس سے بچنے کی فکر و کوشش آخر کیوں نہیں کرتے؟۔ تاکہ تم اپنے ہولناک انجام سے بچ سکو۔ اور خود تمہارا اپنا بھلا ہو۔

۶۳ فرعون کا اپنی فرعونی رائے پر اصرار: -سو فرعون اس مردِ مومن کی بات کو کاٹتے ہوئے بیچ میں بولا کہ تاکہ اس طرح وہ اپنی قوم اور اپنے درباریوں کو اس مردِ مومن کی اس تقریرِ دل پذیر سے متاثر ہونے سے بچا سکے۔ سو فرعون نے اس مردِ مومن کی بات کاٹتے ہوئے اور اپنی ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ ''میں تو وہی رائے دیتا ہوں جسکو میں مناسب سمجھتا ہوں''۔ یعنی یہ کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے تاکہ فتنے کا خاتمہ ہو سکے۔ رہ گئی اس پر عذاب آنے کی بات تو وہ محض ایک وہم ہے۔ سو یہی حال ہوتا ہے معاند اور ہٹ دھرم لوگوں کا کہ صاف اور سیدھی بات ان کے دل و دماغ میں اترتی ہی نہیں۔ اور وہ اندھے کے اندھے اور اوندھے کے اوندھے ہی رہ جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ دائمی ہلاکت اور تباہی کے ہولناک گڑھے کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اس آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں جہاں سے ان کیلئے واپسی کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں رہتی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم بكلِ حالٍ مِّن الاحوال

۶۴ فرعون کا حقیقتِ واقعہ کے خلاف دعویٰ: -سو فرعون نے اس مردِ مومن کی دعوتِ حق پر لبیک کہنے کی بجائے حقیقتِ واقعہ کے خلاف دعویٰ کرتے ہوئے کہا کہ میں تم لوگوں کو بھلائی کا راستہ ہی بتاتا ہوں۔ پس تم میری بات مان کر میری ہی بتائی ہوئی راہ پر چلتے رہو۔ اور اس بارے میں کسی اور کی بات مت مانو۔ کیونکہ میری یہ رائے ایک سوچی سمجھی رائے ہے جو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اسکو اگر فوری طور پر اور پوری طرح اپنایا نہ گیا تو اسکے نتائج اس ملک کے حق میں بہت تباہ کن ہونگے۔ اور سیاسی بازیگروں اور ڈکٹیٹر لوگوں کی نفسیات ہمیشہ یہی رہی ہے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہی صحیح اور درست ہے اور بس۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے جس کے نتیجے میں ایسے لوگ ہمیشہ محروم ہی رہتے ہیں، والعیاذ باللہ۔ اللہ ایسے فرعونی چکروں سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا

جیسے دن کا، ۶۵ (۳۰) جیسا کہ قوم نوح، عاد، ثمود، اور ان لوگوں کا حال ہوا ہے جو ان سے بعد گزرے ہیں، ۶۶ اور اللہ تو

اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

اپنے بندوں پر کسی طرح کا کوئی ظلم نہیں کرنا چاہتا، ۶۷ (۳۱) اور میری قوم، مجھے سخت اندیشہ ہے تمہارے بارے میں چیخ و پکار کے

يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

اس دن (کے ہولناک عذاب) کا، ۶۸ (۳۲) جس دن تم پیٹھ دے کر بھاگے جا رہے ہو گے، مگر تمہارے لئے کوئی بچانے والا نہیں ہو گا اللہ

مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

(کی گرفت و پکڑ) سے، ۶۹ اور جس کو اللہ ڈال دے گمراہی (کے گڑھے) میں (اس کے سوء اختیار اور خبث باطن کی بناء پر،) تو اس کو

۶۵ گزشتہ قوموں کے عذاب کی تذکیر و یاد دہانی: ۔سو اس مردِ مومن نے ان لوگوں کو درسِ عبرت لینے کے لیے گزشتہ قوموں کے عذاب کی تذکیر و یاد دہانی کرائی تاکہ نشہ اقتدار سے بدمست یہ لوگ ہوش میں آئیں اور راہِ حق و ہدایت کو اپنائیں۔ سو اس مردِ مومن نے مزید کہا کہ "اے میری قوم مجھے تمہارے بارے میں پہلی قوموں کے انجام جیسے انجام کا خدشہ ہے" کہ تمہارا جرم اور مرض بھی وہی ہے جو ان کا تھا۔ اس لئے مجھے سخت خدشہ ہے کہ تم بھی اسی انجام سے دوچار ہو کر رہو جس سے ان کو ہونا پڑا تھا۔ پس تم ہوش کے ناخن لو اور کفر و تکذیب کی اس روش سے توبہ کر لو قبل اس سے کہ تم اپنے اس آخری اور ہولناک انجام سے دوچار ہو جاؤ جس سے ماضی کی یہ کافر اور منکر قومیں ہو چکی ہیں۔ اور پھر تمہارے لیے تلافی و تدارک کی کوئی صورت ممکن نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون بے لاگ اور سب کے لیے یکساں ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

۶۶ ہلاک شدہ قوموں کے کچھ نمونوں کا ذکر و بیان: ۔سو اس مردِ مومن نے گزشتہ ادوار کی ہلاک شدہ اقوام میں سے کچھ کے انجام کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے نمونے ان لوگوں کے سامنے پیش کیے۔ یعنی قوم نوح، قوم ہود، قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ۔ (صفوۃ، معارف، اور مراغی وغیرہ)۔ بہر کیف اس مردِ مومن نے فرعون کی مداخلت کی پروا کیے بغیر اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "اے میری قوم اگر تم لوگ موسیٰ کی تکذیب سے باز نہ آئے تو مجھے تمہارے بارے میں اس ہولناک انجام کا سخت اندیشہ ہے جس سے اس سے پہلے قومِ عاد و ثمود اور قومِ لوط وغیرہ دوچار ہو چکی ہیں۔ کہ وہ سب قومیں انکار اور تکذیبِ حق کے نتیجے میں ہمیشہ ہمیش کے لیے ایسی مٹ گئیں کہ اب قصہ پارینہ بن کر رہ گئیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ پس تم لوگ ان قوموں کے انجامِ بد سے بچنے کے لیے اپنی روش کی اصلاح کر لو تاکہ تم بچ سکو۔ قبل اس سے کہ تلافی و تدارک کا موقع تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور پھر تم ہمیشہ ہمیش کے خسارے میں مبتلا ہو جاؤ،

۶۷ اللہ تعالیٰ ظلم کے ہر شائبے سے پاک۔ سبحانہ و تعالیٰ: ۔سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کبھی ظلم نہیں کرتا۔ وہ

رب غفور ورحیم ظلم کے ہر شائبے سے پاک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس بندۂ مومن نے مزید کہا کہ ''اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کا کوئی ظلم نہیں کرنا چاہتا''۔ کہ کسی کو بغیر کسی جرم کے یا بغیر تنبیہ کے ہلاک کر دے۔ پس اس نے ان قوموں کو بھی اپنے پیغمبروں کے ذریعے خبردار کیا اور انہیں ان کے انجام سے ڈرایا اور تمہارے پاس بھی اس پیغمبر کو اسی لئے بھیجا تا کہ تم اپنی اصلاح کر لو۔ لیکن اگر تم لوگ باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی یقیناً وہی ہوگا جو ان کا ہو چکا کہ اس کا دستور و قانون عام و بے لاگ ہے۔ سو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام و ارشادات سے منہ موڑتے اور ان کا انکار اور تکذیب کرتے ہیں وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں جس کا بھگتان انکو بہر حال بھگتنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس بندۂ مومن نے اپنے تقریر میں مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے بندوں پر کبھی کوئی ظلم نہیں کرتا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس لیے اس نے اپنا رسول بھیج کر تم لوگوں کو حقیقتِ حال اور تمہارے انجام سے پوری طرح خبردار کر دیا۔ اس لیے تم نے اگر اسکی تکذیب کی اور اس کی بات ماننے کی بجائے اسکے قتل کی کوشش کی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے اپنے اوپر اسکی حجت پوری کر دی اور اس کے عذاب کو دعوت دے دی۔ اور تم نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ظلم اور اس کے ہر شائبہ سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔

۶۸ ''یَـوْمَ التَّنَـادِ'' کا مفہوم اور اس سے مراد؟: ''تناد'' کے معنیٰ چیخ و پکار کے ہیں۔ سو اس مردِ مومن نے اپنے خطاب میں اپنی قوم سے مزید کہا کہ ''مجھے تو تمہارے بارے میں سخت اندیشہ ہے چیخ و پکار کے دن کا''۔ جس میں لوگ ہول و خوف کی شدت کی وجہ سے ایک دوسرے کو پکاریں گے۔ نیز فریاد رسی کے لئے پکاریں گے۔ نیز اس روز سعادت مندوں کے لئے ان کی کامیابی کا اور بدبختوں کے لئے ان کی ناکامی و نامرادی کا پکار پکار کر اعلان کیا جائے گا کہ فلاں ابن فلاں کو دائمی سعادت نصیب ہوگئی۔ اور فلاں بن فلاں دائمی شقاوت و بدبختی کے حوالے ہوگیا وغیرہ۔ (جامع البیان، کمالین، ابن جریر، ابن کثیر اور خازن وغیرہ)۔ سو اس طرح اس بندۂ مومن نے پہلے ان لوگوں کو دنیاوی عذاب سے ڈرایا اور اس کے بعد آخرت کے ہولناک عذاب سے خبردار کیا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو اس طرح اس مردِ مومن نے اس دن کی ہولناکی کی تصویر انکے سامنے رکھ دی تا کہ وہ بچ جائیں۔ سو اس میں ہر دور کے منکرین کیلئے دعوتِ غور و فکر ہے کہ وہ ایسے عذاب کے آنے سے پہلے ہی اپنی اصلاح کر لیں۔ کیونکہ عذاب کی گرفت میں آجانے کے بعد اس سے بچنے کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔

۶۹ اللہ کے عذاب کی بے پناہی کا ذکر و بیان۔ والعیاذ باللہ: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس مردِ مومن نے اپنی قوم سے اپنے خطاب میں مزید کہا کہ ''اس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوگے۔ تمہارے لیے کوئی بچانے والا نہیں ہوگا اللہ کی پکڑ سے''۔ یعنی تم دوزخ کی آگ اور اس کے عذاب سے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوگے مگر اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اس ہولناک عذاب سے تمہیں کوئی بچا نہ سکے گا۔ سو آج اس سے بچنے کی فکر کر لو۔ ورنہ ہمیشہ کا خسارہ اور پچھتاوا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَ عَلَا۔ تمہارے یہ مال و دولت جن کو تم لوگ جوڑنے اور جمع کرنے میں لگے ہوئے ہو اور تمہارے یہ خود ساختہ معبود اور سفارشی جو تم نے از خود گھڑ رکھے ہیں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکیں گے۔ اور تمہارے یہ جتھے اور جمعیتیں جن کا تم لوگوں کو بڑا گھمنڈ اور ناز ہے ان میں سے کوئی بھی اس روز تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔ یہ سب کچھ دھوکے کے سامان ہیں۔ اس لیے تم لوگ دھوکے کے اس جال سے نکل کر اپنے بچاؤ کی فکر کرو ورنہ مارے جاؤ گے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ

کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا، ف۷ ۳۳ اور یقینا تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف بھی آچکے ہیں کھلے دلائل (وبراہین) کے ساتھ، مگر تم لوگ

فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ

اس پیغام کے بارے میں بھی شک ہی میں پڑے رہے، جس کے ساتھ وہ تشریف لائے تھے، ف۱ے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوگئے

يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

تو تم نے کہا (بس جی) اب تو ان کے بعد اللہ کبھی کوئی رسول بھیجے گا ہی نہیں ف۲ے اسی طرح اللہ گمراہی (کے گڑھے) میں ڈال دیتا ہے

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚ ۳۴ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ

ہر اس شخص کو جو حد سے بڑھنے والا شک (وریب کی دلدل) میں پڑا ہوتا ہے، ف۳ے ۳۴ جو کہ جھگڑتے (اور بحثیں کرتے) ہیں

ف۷ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، سبحانہ وتعالیٰ:۔سو اس نے مزید کہا کہ ''جس کو اللہ گمراہ کر دے اسکو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا''۔سو ایسے میں تم سے ایمان لانے اور حق کو قبول کرنے کی توقع رکھنا عبث اور فضول ہے۔لہٰذا اب تم اپنے انجامِ محتوم کی انتظار کرو۔عنقریب ہی نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا۔﴿فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى حِيْنٍ﴾۔ میرا کام تو تم لوگوں کو نیک وبد سے آگاہ کر دینا ہے اور بس۔اور وہ میں کر رہا ہوں۔اس کے بعد اگر تم نے نہ مانا تو میں یہی سمجھوں گا کہ تمہارے نصیب ہی پھوٹ گئے اور تم لوگ اللہ کے قانون کی زد میں آئے ہوئے ہو۔اور جسکو اللہ گمراہ کر دے اسکو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین

ا ے شک کے قدیمی مرض کی نشاندہی:۔سو اس مردِ مومن نے اپنے خطاب میں ان لوگوں کے شک کے قدیمی مرض کی نشاندہی کرتے ہوئے ان سے فرمایا کہ ''بلاشبہ تمہارے پاس اس سے پہلے حضرتِ یوسف بھی کھلے دلائل لے کر تشریف لائے مگر تم لوگ اس پیغامِ حق کے بارے میں بھی شک ہی میں پڑے رہے جن کو وہ لے کر آئے تھے''۔سو یہ تمہارا پرانا طریقہ اور موروثی اور قدیم مرض ہے۔سو ایسے میں تم سے خیر اور بہتری کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ سو اس طرح اس مردِ مومن نے اس قوم کی ضلالت وگمراہی کی تاریخ بیان کر دی کہ اس سے پہلے حضرتِ یوسف بھی تمہارے پاس کھلے دلائل لے کر آئے مگر تم نے انکی بات بھی مان کر نہ دی۔اور تم ان کے بارے میں بھی برابر شک ہی میں پڑے رہے۔اور ان کی واضح تعلیمات سے منہ موڑ کر تم لوگ اپنی خواہشات ہی کے پیچھے لگے رہے۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔سو بادشاہِ وقت ہونے کے اعتبار سے اگرچہ تم لوگوں نے انکی بڑی تعظیم وتوقیر کی اور ان کے ساتھ بڑی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا، لیکن حق وہدایت کا جو پیغام وہ لے کر آئے تھے اس کو تم نے مان کر نہ دیا حالانکہ اصل چیز وہی تھی جس پر انسان کی دنیا وآخرت

کا مدار و انحصار ہے نہ کہ دنیاوی دولت اور بادشاہی کہ یہ سب کچھ تو بہر حال عارضی اور فانی ہے۔ اصل چیز حق ہے جو کہ باقی اور دائم ہے۔ سو ابنائے دنیا کی اکثریت کی یہ روش ہمیشہ ہی سے رہی کہ انہوں نے پیغامِ حق وہدایت کو اپنانے اور اس کو سرمہ بصیرت بنانے کی بجائے اس سے نفرت و کراہت ہی کا معاملہ کیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے۔ ﴿ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴾۔ (المومنون: ۷۰) یعنی پیغمبر تو ان کے پاس حق ہی لے کر آئے۔ لیکن ان کی اکثریت حق ہی کو ناپسند سمجھتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر شکل اور نفس وشیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق وصواب پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے اور اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں ہی پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین

۴۲ رحمت کو زحمت اور بوجھ سمجھنے کے جرم کا ارتکاب والعیاذ باللہ: ۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ حضرتِ یوسف کی تعلیمات کو تم لوگوں نے رحمت کی بجائے زحمت اور بوجھ سمجھا۔ یہاں تک کہ حضرتِ یوسف کی وفات کے بعد تم لوگوں نے کہا کہ اب تو اللہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔ پس اب توحید کی دعوت اور شرک کی مذمت ومخالفت کا قصہ ہی تمام ہو گیا، اور ہمیں آزادی اور کھلی چھوٹ مل گئی وغیرہ وغیرہ۔ یعنی تمہاری بدبختی کا عالم یہ رہا کہ حضرتِ یوسف کی پیش کردہ پاکیزہ تعلیمات کو اپنے لیے رحمت سمجھنے کی بجائے تم نے انکو اپنے لیے بوجھ خیال کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے تو تم نے ٹھنڈا سانس لیا کہ اب ہم سے یہ بوجھ اتر گیا اور اب ہم مطمئن ہو گئے کہ اب اللہ کوئی رسول نہیں بھیجے گا جو ان کی طرح ہماری خواہشات پر قدغن لگائے گا۔ سو جس قوم کی حق اور ہدایت سے نفرت اور بیزاری کا عالم یہ ہو اسکو نورِ حق وہدایت سے سرفرازی آخر کیسے اور کیونکر نصیب ہو سکتی ہے؟ جبکہ نورِ حق وہدایت سے سرفرازی وفیضیابی کیلئے اولین شرط اور بنیادی تقاضا طلبِ صادق ہے ورنہ محرومی ہی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم مِن کُلِّ زَیغٍ وَّضلال۔

۴۳ اسراف اور ارتیاب محرومی کی جڑ بنیاد۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ اسی طرح گمراہی کے گڑھے میں ڈالتا ہے ہر ایسے شخص کو جو حد سے بڑھنے والا اور تکبر کرنے والا ہوتا ہے''۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ ''اسراف'' یعنی حد سے بڑھنے اور ''ارتیاب'' یعنی شک کا شکار ہونے والا شخص نورِ حق وہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسراف اور تَجَاوُز عَنِ الْحَدّ کی بنا پر وہ بطن وفرج کی شہوات کا بندہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اور شک وریب کی وجہ سے وہ اوہام وظنون کے اندھیروں میں کھو جاتا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں اس کو راہِ حق وصواب سے محروم کر کے طرح طرح کے مہالک میں پھینک دیتی ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ سو ''اسراف'' اور ''ارتیاب'' ہلاکت اور محرومی کی جڑ بنیاد ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ ان لوگوں کی موجودہ گمراہی ان کی اسی پچھلی گمراہی کا مولود فساد ہے۔ سو جو لوگ محض خواہشاتِ نفس کی پیروی میں لگ جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ حدود کو توڑ کر شک وارتیاب کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی اسی پسندیدہ راہ اور خود اختیار کردہ ضلالت کی طرف ہانک دیتا ہے۔ ﴿ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ﴾۔ پھر ایسوں کو کبھی ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور یہ آخر کار اپنے اس ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں جس سے ان کیلئے واپسی کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں رہتی۔ والعیاذ باللہ العظیم

اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰىہُمۡ ؕ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰہِ وَ

اللہ کی آیتوں کے بارہ میں، بغیر کسی ایسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو ٤٤ بڑے ہی غصے اور نفرت کی بات ہے یہ اللہ کے یہاں بھی، اور

عِنۡدَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلۡبِ

ان لوگوں کے یہاں بھی جو ایمان رکھتے ہیں، اللہ اسی طرح (محرومی اور بدبختی کا) ٹھپہ لگا دیتا ہے ہر متکبر اور جبار کے پورے

مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَ قَالَ فِرۡعَوۡنُ یٰہَامٰنُ ابۡنِ لِیۡ

دل پر، ٤٥ ﴿۳۵﴾ اور فرعون نے (اس لاجواب تقریر سے کھسیانہ ہونے کے بعد) کہا اے ہامان بنوا دو میرے لئے

صَرۡحًا لَّعَلِّیۡۤ اَبۡلُغُ الۡاَسۡبَابَ ﴿ۙ۳۶﴾ اَسۡبَابَ السَّمٰوٰتِ

ایک بلند و بالا عمارت، تاکہ (اس کے ذریعے) میں پہنچ سکوں ان راستوں تک، ﴿۳۶﴾ یعنی آسمانوں کے راستوں تک ٤٦

فَاَطَّلِعَ اِلٰۤی اِلٰہِ مُوۡسٰی وَ اِنِّیۡ لَاَظُنُّہٗ کَاذِبًا ؕ وَ کَذٰلِکَ

تاکہ وہاں سے میں جھانک کر دیکھ سکوں موسیٰ کے خدا کو، میں تو اسے قطعی طور پر جھوٹا ہی سمجھتا ہوں، ٤٧ اور اس طرح

زُیِّنَ لِفِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ عَمَلِہٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِیۡلِ ؕ وَ مَا

خوشنما بنا دیا گیا فرعون کے لئے اس کے برے عملوں کو، اور روک دیا گیا اس کو راہ (حق و صواب) سے ٤٨ اور

٤٤ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں بغیر سند کے جھگڑنا باعث محرومی - والعیاذ باللہ: - سو ایسے لوگوں کی صفتِ کاشفہ کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں کے بارے میں بغیر کسی سند کے"۔ اس سے مراد وہ جدال اور جھگڑا ہے جو حق کو نیچا دکھانے اور اس میں کجی پیدا کرنے کے لئے ہو۔ ورنہ وہ بحث مباحثہ جو اللہ پاک کی آیتوں کو سیکھنے سکھانے اور سمجھنے سمجھانے کے لئے اور حجت و دلیل کی بنا پر ہو تو وہ محمود و مطلوب ہے کہ وہ ہوتا ہے سند اور دلیل کی بنا پر۔ جبکہ ایسے لوگوں کا تمام بحث و مباحثہ اور جدال و جھگڑا بغیر کسی سند اور دلیل کے محض نفس پرستی کی بنیاد پر اور اوہام و خرافات کے سہاروں پر ہوتا ہے۔ سو ایسے لوگ جو اللہ کی بات اور اس کے احکام کے بارے میں بغیر کسی سند اور دلیل کے جھگڑتے ہیں وہ بڑے محروم اور بدبخت لوگ ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی مبغوض ہیں اور اہل ایمان کے یہاں بھی - وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ -

٤٥ متکبروں کے دلوں پر مُہرِ جباریت - والعیاذ باللہ العظیم: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی طرح اللہ ٹھپہ لگا دیتا ہے ہر متکبر اور جبار کے دل پر" - وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ - سو جس طرح کسی برتن کے منہ کو پوری طرح بند کر کے سربمہر کر دیا جائے کہ نہ اس کے اندر باہر سے کوئی چیز داخل ہو سکے اور نہ اندر سے کوئی چیز باہر نکل سکے تو ایسا ہی حال ان بدبختوں کا ہوتا ہے کہ قدرت کی طرف سے مہر جباریت لگ جانے کی وجہ سے نہ باہر سے ایمان اور حق و صداقت کی کوئی بات ان کے اندر اثر کر سکتی ہے اور نہ

ہی ان کے اندر کے کفر و باطل کی میل باہر نکل سکتی ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور یہ سب کچھ ان لوگوں کے اپنے کیے کرائے کا نتیجہ اور ان کے اپنے خبثِ باطن اور سوءِ اختیار کا طبعی انجام اور منطقی تقاضا ہے کہ اللہ پاک کا قانون اور نظام یہی ہے کہ ایسا کرنے والوں کے دلوں پر ان کے اپنے ہی اعمال کی وجہ سے ٹھپہ لگ جاتا ہے جس سے وہ حق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور دل پر مہر لگنے کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ وہی وجودِ انسانی کا پوری قلمرو کا حاکم ہے۔ اس کی اصلاح پورے جسم اور سارے وجود کی اصلاح ہے۔ اور اسکا بگاڑ پورے جسم اور سارے وجود کا بگاڑ ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ بہرکیف اس ارشادِ ربانی سے واضح فرمادیا گیا کہ اس طرح کی کٹ حجتی کرنے والے لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے جس سے ان کی عقلیں الٹی ہو جاتی ہیں اور ان کی مت ماردی جاتی ہے۔ اور وہ خواہشاتِ نفس کے ایسے بندے اور غلام بن کر رہ جاتے ہیں کہ ان کیخلاف وہ کسی کی بات سننے اور ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے۔ خواہ وہ کوئی نبی و رسول ہی کیوں نہ ہو۔ اور ایسے لوگ حق کی واضح تعلیمات کے مقابلے میں اپنے عقلی ڈھکوسلوں اور وہم و گمان کے تیر تکوں سے کام لینے لگتے ہیں۔ اور اس قماش کے لوگ آج بھی جگہ جگہ ملتے ہیں۔ وہ دینِ حنیف کی واضح تعلیمات کا مذاق اڑانے کی جسارت تک کرنے لگتے ہیں جبکہ وہ دین کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ اور کوئی انکو اس پر روکے ٹوکے تو وہ جھٹ بولنے اور دوسروں سے کہنے لگتے ہیں کہ دین پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

٤١ فرعون کی بوکھلاہٹ اور مت ماری کا ایک نمونہ و مظہر: سو فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو ایک بلند و بالا عمارت بنانے کا حکم دیا اور کہا کہ "میرے لیے ایک ایسی بلند و بالا عمارت بنوادو تا کہ اسکے ذریعے میں آسمان کے راستوں تک پہنچ سکوں"۔ ہامان اس کا وزیر تھا اور اس کو یہ حکم اس نے استہزاء و مذاق کے طور پر دیا۔ تا کہ اس کے درباری لوگ اس مردِ مومن کی تقریر سن کر کہیں اس کے قائل نہ ہو جائیں۔ اور اس کی جھوٹی خدائی خطرے میں نہ پڑ جائے۔ سو اس بنا پر فرعون نے پہلے کی طرح ایک مرتبہ پھر اس مردِ مومن کی تقریر کے دوران مداخلت کرتے ہوئے اپنے وزیر ہامان کو ایک ایسی بلند و بالا عمارت بنانے کا حکم دیا اور کہا کہ "تا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے رب کو جھانک کر دیکھ سکوں"۔ سو اس لعین کی اس بات سے جہاں ایک طرف اسکے اندر کی بوکھلاہٹ کا پتہ چلتا ہے وہیں دوسری طرف اس سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ اس طرح وہ اپنے پیروکاروں کو مزید احمق بنانا چاہتا تھا کہ کہیں وہ اس مردِ مومن کی اس ایمان افروز تقریر اور اسکی اس دل و دماغ کو اپیل کرنے والی باتوں کے آگے سپر انداز ہو کر موسیٰ پر ایمان نہ لے آئیں۔ سو اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حضرتِ موسیٰ کی ایمانی اور ایقانی ضربوں سے فرعون اندر سے کھوکھلا ہو چکا تھا۔ اور اپنی اس طرح کی بوکھلاہٹ اور اپنے کھوکھلے پن کی بنا پر وہ اس طرح کی چالیں چلتا تھا۔ سو حق کی ایمانی اور ایقانی ضربیں اسی طرح باطل کا سر کچل کر اور اسکا بھیجہ نکال رکھ دیتی ہیں اور بالآخر باطل مٹ کر رہتا ہے۔ فالحمد للہ ربِّ العالمین۔ سو ثبات و قرار حق ہی کیلئے ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید،

٤٢ مادہ پرست انسان کی کوتاہ نظری کا ایک نمونہ و مظہر: سو اس سے مادہ پرست انسان کی کوتاہ نظری اور اسکی مادہ پرستانہ ذہنیت کا ایک مشترکہ مظہر و نمونہ سامنے آتا ہے۔ سو مادہ پرستوں کی یہی دوڑ اور اتنی ہی فکر تھی۔ ہزاروں سال پہلے بھی اور یہی حال ہے ان کا آج بھی کہ ان کی نگاہیں مادہ اور مادیات ہی میں الجھی اور اٹکی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُہٗ۔ کے بارے میں بھی وہ یہی زاویہ نگاہ رکھتے ہیں۔ یہی بات ہزاروں سال پہلے ان لوگوں نے کہی تھی اور یہی بات دورِ حاضر کا دہریہ آج کہتا ہے۔ جیسا کہ روس کے ایک خلا نورد نے اپنے خلائی سفر سے واپسی پر اعلان کیا تھا کہ میں نے کرہ ارض کے گرد گھوم پھر کر دیکھ لیا مجھے مسلمانوں کا خدا کہیں نظر نہیں آیا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ عقل کے ان اندھوں سے کوئی پوچھے کہ بھلا تم سے یہ کہا ہی کس نے ہے کہ مسلمانوں کا خدا جو کہ اس ساری کائنات کا

خالق و مالک حقیقی ہے وہ کسی مادی جسم کے ساتھ اس طرح کہیں بیٹھا ہوا ہے کہ تم لوگ اپنی ان ظاہری اور مادی نگاہوں اور قاصر نظروں سے اسے دیکھ سکو۔ تمہاری ان مادی آنکھوں کی گرفت اور ان کے احاطہ میں آنے والا کسی بت پرست قوم کا کوئی خود ساختہ اور من گھڑت بت اور خود ساختہ خدا تو ہوسکتا ہے مگر وہ معبودِ برحق جو اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور حقیقی خدا اور معبود ہے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جس پر ایمان لانے اور اس کی عبادت و بندگی بجالانے کا شرف و اعزاز مسلمانوں کو حاصل ہے۔ اور جو ہر طرح کی حمد وثنا کا مستحق اور ہر قسم کی عبادت و بندگی کے لائق ہے۔ اور جس کی شان ہے۔ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ الایۃ (سورۃ الانعام: ۱۰۳) یعنی مخلوق کی یہ مادی آنکھیں اس کا احاطہ و ادراک نہیں کرسکتیں۔ البتہ وہ ان کو اپنے علم و ادراک کے گھیرے میں ضرور لئے ہوئے ہے۔ اور وہ انتہائی باریک بیں اور بڑا ہی باخبر ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس کو دیکھنا ہو تو سر کی آنکھوں سے نہیں دل کی آنکھوں سے دیکھو۔ اور اس کے لئے کائنات و فضا میں چکر لگانے کی ضرورت نہیں اپنے من کی دنیا میں ڈوب کر اور اپنے گردوپیش کی ہر مخلوق میں نظر و فکر کو دوڑا کر دیکھ لو۔ ایک ایک چیز تمہاری آنکھیں کھولتی چلی جائے گی۔ اور تمہاری بصارت کی نہیں بصیرت کی آنکھیں کھولتی اور وا کرتی چلی جائے گی۔ وَفِیْ کُلِّ شَیٍٔ لَہٗ شَاھِدٌ - یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ - واضح رہے کہ یہی روسی خلانورد جس نے اپنے خلائی سفر سے واپسی پر یہ بڑھک ماری تھی اور یہ کفر بکا تھا اس کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ کچھ ہی ہزار فٹ کی بلندی پر ایک ہیلی کاپٹر میں آگ بھڑک اٹھنے سے شعلوں کی نذر ہو کر واصل جہنم ہوگیا تھا۔ روسی حکومت نے جو کہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی شیطانی سپر پاور تھی اپنے تمام تر وسائل و ذرائع کی مدد سے اپنے اس مایہ ناز خلانورد کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر قدرت کے اس زوردار تھپڑ کے آگے سپر پاور کی بھی ایک نہ چلی اور دنیا کی کھلی آنکھوں کے سامنے کفر و باطل کا وہ پتلا جسے سوویت یونین کی اس وقت کی سب سے بڑی شیطانی سپر پاور جس سے امریکہ جیسی سپر پاور بھی ڈرتی تھی اور جو اس خلانورد کو قومی ہیرو سمجھتی تھی وہ صرف سینتیس (۳۷) سال کی عمر میں ان کے سامنے ہمیشہ ہمیش کے لئے دوزخ کی نارِ سوزاں اور سعیرِ جہنم کا لقمہ بن گیا۔ مگر کفر و باطل کے ان ماروں اور نورِ ایمان و یقین کی دولت سے محروم اور مہرِ جباریت کے شکار ان بدبختوں کی آنکھیں پھر بھی نہ کھل سکیں کہ صرف پانچ سال پہلے ۶۲ء میں کرۂ ارض کے گرد چکر لگانے والے اس شخص کو یہ عقل اور سمجھ اور لیاقت و قابلیت آخر دی کس نے تھی؟ اور پانچ سال کے بعد ۶۷ء میں وہی شخص جو کئی ہزار فٹ کی بلندی پر اس طرح شعلوں کی نذر ہو رہا ہے اور اس کو بچانے کے لئے بھرپور کوششوں کے باوجود انکی ایک نہ چل سکی تو یہ کس نے کیا؟ اور خود یہ کرۂ ارض جس کے گرد اس شخص نے چکر لگایا تھا اس کرۂ ارضی کو بنایا کس نے؟ اور اس کو اس حیرت انگیز طریقے سے چلاتا کون ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ سو وہی ہے اللہ اے غافل اور ظالم انسان! اسی کی حکومت و بادشاہی ہے اس ساری کائنات پر۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۷۸ برے اعمال کی تزئین، منکروں کیلئے ایک نقد سزا، والعیاذ باللہ:- سو اس سے دراصل اللہ تعالیٰ کی ایک سنت اور اس کے دستور کو ذکر فرمایا گیا ہے، وہ یہ کہ جب کوئی منکر اور مجرم انسان ہدایت اور حق کی بات سننے ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتا، تو اس کیلئے اسکے اس بُرے عمل اور بُرے راستے ہی کو مزین اور آراستہ کردیا جاتا ہے، جس سے وہ اس برائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے، اور اسکے نتیجے میں وہ اسی میں ایسا الجھ کر اور پھنس کر رہ جاتا ہے کہ اس سے نکل ہی نہیں پاتا، یہاںتک کہ وہ اپنے آخری اور انتہائی ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب مریض اپنے مرض کو مرض سمجھنے کی بجائے اس کو صحت سمجھنے لگے تو پھر اس کے علاج کیلئے تیار ہی کیونکر ہوگا، علاج کیلئے تو بنیادی بات یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو مریض سمجھتا ہو، سو برائی کو اچھائی سمجھنا ایک نقد سزا ہوتی ہے جو ایسے منکر اور مجرم لوگوں کو ملتی ہے، مگر ان کو اس کا شعور و احساس ہی نہیں ہوتا، والعیاذ باللہ جلّ وعلا۔

كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ ع وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ

فرعون کی ساری چالبازی کچھ نہ تھی سوائے اسکی (اپنی ہلاکت و) تباہی کے، ۷۹ ﴿۳۷﴾ اور اس شخص نے جو کہ ایمان لا چکا تھا

یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ ج یٰقَوْمِ اِنَّمَا

مزید کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم میری پیروی کرو میں تم کو صحیح راستہ بتاتا ہوں، ۸۰ ﴿۳۸﴾ اے میری قوم یہ

هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ز وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ

دنیا تو محض (چند روزہ) فائدے کا سامان ہے' اور بلاشبہ آخرت ہی ہمیشہ

الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا ج

ٹھہرنے کی جگہ ہے، ۸۱ ﴿۳۹﴾ جس نے کوئی برائی کی تو اس کو اسی کے برابر سزا ملے گی'

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اور جس نے کوئی نیک کام کیا خواہ وہ کوئی مرد ہو یا عورت' بشرطیکہ وہ ایمان (و یقین کی دولت) سے سرشار ہو'

فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ

تو ایسے لوگ داخل ہوں گے (سدا بہار اور ابدی نعمتوں والی) اس جنت میں، ۸۲ جہاں ان کو رزق دیا جائے گا بغیر کسی

۷۹ اپنی ہلاکت کا سامان خود اپنے ہاتھوں - والعیاذ باللہ: - سو فرعون کی چالبازی خود اسکی اپنی ہلاکت و تباہی کا سامان تھا - والعیاذ باللہ العظیم - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ فرعون کی چالبازی اس کی اپنی ہلاکت اور تباہی کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ وہ تو اپنے خیال میں حضرتِ موسیٰ کو نیچا دکھانے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا تھا مگر اس کے نتیجے میں وہ خود نورِ حق سے محروم اور دور تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اپنے آخری انجام کو پہنچ کر واصلِ جہنم ہوا اور ایسا کہ اس سے نکلنے کی اب کوئی صورت بھی اس کیلئے ممکن نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حق اور اہلِ حق کے خلاف کی جانے والی چال بازیوں اور مکاریوں کا اثر و وبال خود انسان کی اپنی ذات ہی پر پڑتا ہے مگر وہ اسکو سمجھتا نہیں اور اس بارے کسی ناصح مخلص کی بات سننے ماننے کو بھی تیار نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتا ہے - جو کہ خساروں کا خسارہ اور محرومیوں کی محرومی ہے، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم من کل زیغٍ و ضلالٍ وَّ سوءٍ وَّانحراف -

۸۰ اتباعِ حق کی دعوت کا ذکر و بیان: - سو اس طرح اس مردِ مومن کی طرف سے قوم کو راہِ حق کی پیروی کی صاف و صریح طور پر دعوت دے دی گئی۔ "سو اس نے ان سے کہا کہ تم میری پیروی کرو میں تم لوگوں کو سیدھی راہ

دکھاتا ہوں"۔ جس پر چل کو تم لوگوں کو اس دنیا میں بھی حیاتِ طیبہ - پاکیزہ زندگی - کی سعادت نصیب ہوگی اور اس کے بعد آخرت کے اس حقیقی جہاں اور ابدی زندگی میں بھی تمہیں حقیقی کامیابی اور جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفرازی حاصل ہوگی۔ جبکہ وہ راہ جس پر تم کو فرعون چلا رہا ہے وہ دائمی تباہی اور ہلاکت کی راہ اور سراسر خسارہ و نقصان کا سودا ہے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - اور وہ جو تم سے کہتا ہے کہ میں تم لوگوں کو راہِ ہدایت کی دعوت دے رہا ہوں تو وہ اس بات میں قطعاً جھوٹا ہے۔ راہِ حق وہ نہیں جسکی طرف تم کو فرعون بلاتا ہے بلکہ راہِ حق اصل میں وہ ہے جسکی دعوت میں تم لوگوں کو دے رہا ہوں۔ پس تم لوگ اگر فوز و فلاح اور حقیقی کامیابی چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اسی میں تمہارا بھلا اور کامیابی ہے۔ دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی کہ حق و ہدایت کی راہ یہی ہے نہ کہ وہ جس کی طرف فرعون بلا رہا ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا بکل حال من الاحوال

۸۱ ہمیشہ کا گھر آخرت ہی کا ہے:- سو اس مردِ مومن نے مزید کہا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ کہا کہ "بلاشبہ آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے"۔ لہذا اصل اور حقیقی کامیابی وہی ہے جو آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی میں حاصل ہو۔ پس عاقل کا کام یہ ہے کہ وہ اسی ابدی زندگی کی کامیابی کو اپنا اصل مقصد اور حقیقی نصب العین بنائے کہ دنیا کی یہ زندگی تو بہر حال فانی و عارضی اور نہایت مختصر ہے۔ اور آخرت کی اس ابدی زندگی میں فوز و فلاح اور کامیابی کا دار و مدار انسان کے سچے پکے ایمان و یقین اور عملِ صالح پر ہے جس کی دعوت میں آپ لوگوں کو دے رہا ہوں۔ سو اس مردِ مومن نے فرعون کو اس طرح چیلنج کرنے کے بعد دنیاوی لیڈروں کی طرح اپنی کسی بڑائی اور تعلّی کا کوئی اظہار کرنے کی بجائے حضراتِ انبیاء ورسل کے طریقے پر لوگوں کو آخرت کی یاد دہانی کرائی اور انکو بتایا کہ اس دنیاوی زندگی کا تمام تر عیش وعشرت چندروزہ ہے۔ اصل قیام کا گھر تو آخرت ہے۔ سو ایسے میں دنیاوی زندگی کے اس چندروزہ عیش وعشرت کی خاطر آخرت کی اس حقیقی زندگی کو بھول جانا اور اسکے تقاضوں کو پسِ پشت ڈال دینا بڑے ہی ہولناک خسارے کا سودا ہے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ

۸۲ جنت سے سرفرازی کا ذریعہ ایمان اور عملِ صالح:- چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور ایک قانونِ عام اور قاعدہ کلیہ کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جس نے برائی کی اس کو اسی کے برابر بدلہ دیا جائیگا، اور جس نے ایمان لا کر نیک عمل کیا تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہونگے، سو اس ارشاد سے ایمان اور عملِ صالح والوں کیلئے جنت کا مژدۂ جانفزا سنا دیا گیا اور آخرت کے اس جہانِ غیب میں جزا وسزا کا جو ضابطہ نافذ ہوگا اس کی وضاحت بھی فرما دی گئی۔ اور یہ اس ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین کی رحمتِ بیکراں اور کرمِ بے نہایت کا ایک خاص اور عظیم الشان مظہر ہے کہ برائی کا بدلہ تو ناپ تول کر اتنا ہی دیا جائے گا جتنی کہ وہ برائی ہوگی۔ تاکہ اس میں کسی طرح کی کوئی زیادتی نہ ہو جائے۔ لیکن نیکی کا بدلہ کئی گناہ بڑھا کر دیا جائے گا اور اتنا کہ اس کو اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ اور ایسے خوش نصیبوں کو ایسی عظیم الشان جنت اور اس کی سدا بہار نعمتوں سے سرفراز فرمایا جائے گا جس کا یہاں اس دنیا میں رہتے ہوئے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا - فَسُبْحَانَهُ مِنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ وَّالِهٍ وَّهَّابٍ كَرِيْمٍ - فله الحمد وله الشكر - سو ایمان اور عملِ صالح والوں کیلئے جنت کا یہ مژدۂ جانفزا ایک عظیم الشان نعمت ہے - اللہ نصیب فرمائے - آمین ثم آمین یارب العالمین۔ بہرکیف اس سے آخرت میں جزا وسزا کے ضابطے سے متعلق پوری طرح وضاحت فرمادی گئی کہ وہاں کا معاملہ کسی حسب ونسب یا ذاتی اور نسلی تفوق وغیرہ جیسے عوارض وفوارق پر نہیں ہوگا بلکہ انسان کے اپنے عقیدۂ وعمل کی بنیاد پر ہوگا - وباللہ التوفیق لما یحبّ ویرید، و علی ما یحبّ ویرید،

حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ

حساب (وگمان) کے، ق۸۲۳ ﴿۴۰﴾ اور اے میرے قوم یہ کیا ماجرا ہے کہ میں تم کو بلا رہا ہوں نجات (کے راستے) کی طرف اور

تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ

تم مجھے بلا رہے ہو (دوزخ کی ہولناک) آگ کی طرف؟ ق۸۲۴ ﴿۴۱﴾ تم لوگ مجھے اس بات کی طرف بلا رہے ہو کہ میں کفر کروں اللہ کے ساتھ اور

النصف

۸۲۳ اہلِ جنت کے لیے رزقِ بیگماں کی بشارت کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایمان اور عملِ صالح کی دولت سے سرشار و مالا مال یہ خوش نصیب جنت میں داخل ہونگے جہاں انکو رزق دیا جائے گا بغیر حساب کے۔ حساب کے معنیٰ حساب وشمار کے بھی آتے ہیں اور ظن وگمان کے بھی۔ تو اس بنا پر آیتِ کریمہ کے دو مطلب ہو جائیں گے۔ ایک یہ کہ اہلِ جنت کو جو روزی وہاں ملے گی وہ نپی تلی نہیں ہوگی بلکہ بغیر حد وحساب کے ہوگی۔ اور دوسرے یہ کہ ان کو وہاں پر وہ وہ کچھ ملے گا جو ان کے خواب وخیال اور وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا۔ اور یہ دونوں ہی مفہوم صحیح ودرست بھی ہیں اور امرِ واقع کے مطابق اور عین مقصود بھی۔ جیسا کہ دوسری مختلف نصوص میں ان کو طرح طرح سے واضح فرمایا گیا ہے۔ سو وہاں کا اجر وثواب انسان کے عمل کی طرح محدود ومقدر نہ ہوگا بلکہ لامحدود اور بے انتہاء ہوگا۔ نہ اس کیلئے فنا ہوگی نہ زوال۔ بلکہ وہ دوام اور تسلسل کے ساتھ ملے گا۔ کیونکہ وہ انعام واحسان اور فضل وکرم ہوگا اس وہابِ مطلق ربِّ ذوالجلال کی طرف سے جسکی عطا وبخشش کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہاء۔ اور جسکی شان بخشنا اور نوازنا ہی ہے۔ اور لگا تار اور مسلسل نوازنا۔ البتہ اس جہاں اور جنت میں اس واہبِ مطلق کی بخشش وعطا ایمان اور عملِ صالح کی بنا پر ہوگی کہ یہی وہ چیز ہے جو فیصلہ اور جزا کے اس جہاں میں انسان کو اپنے خالق و مالک کی رحمت وعنایت کا اہل اور مستحق بنادے گی۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین،

۸۲۴ منکرین ومشرکین کے دلوں پر ایک زوردار دستک: سو یہ اس مردِ مومن کی طرف سے اپنی قوم کے قلب و ضمیر پر ایک زوردار دستک تھی۔ سو اس مردِ مومن نے اپنی قوم کو جھنجھوڑتے ہوئے اور ان کے دلوں پر دستک دیتے ہوئے ان سے کہا کہ "اے میری قوم! یہ کیا ماجرا ہے کہ میں تم لوگوں کو بلاتا ہوں نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو دوزخ کی طرف"۔ یعنی میں تو تم کو ایمان وتوحید کی دعوت دیتا ہوں جو کہ کامیابی اور فلاح ونجات کی راہ ہے اور تم مجھے کفر وشرک کی دعوت دیتے ہو جو کہ نرا دوزخ ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ سو تم لوگ کیسے لوگ ہو اور تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اس قدر واضح فرق کو بھی نہیں سمجھتے اور ہدایت ونجات کی راہ سے منہ موڑ کر دوزخ اور دائمی تباہی کی طرف بڑھے چلے جارہے ہو۔ اور داعیِ مخلص کی دعوت سے روگردانی کر کے اپنے لیے ہولناک انجام اور دائمی خسارے کا سامان کرتے ہو۔ سو اس طرح اس مردِ مومن نے نہایت دلسوزی سے ان لوگوں کو جھنجھوڑنے اور انکے ضمیروں پر دستک دینے کی کوشش کی لیکن جہاں کفر وباطل کی دبیز تہیں جم چکی ہوں وہاں پر ایسی باتوں کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ سو انسان کی خوبی وخرابی اور اسکے بناؤ بگاڑ کا اصل تعلق اسکے اپنے قلب و باطن اور اس کے اپنے ارادہ اور نیت سے ہے، وباللّٰہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید،

أُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى

اس کے ساتھ شریک ٹھہراؤں ایسی چیزوں کو جن (کی شرکت) کے بارے میں میرے پاس کوئی علم نہیں، ۸۵ درآنحالیکہ میں تم کو بلا رہا ہوں

الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ

اس (معبودِ برحق) کی طرف جو سب پر غالب، انتہائی بخشنے والا ہے، ۸۶ (۴۲) یقینی بات ہے کہ جن کی طرف تم لوگ مجھے بلا رہے ہو،

لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ

ان کے لئے نہ تو اس دنیا میں کوئی دعوت ہے، نہ آخرت میں، ۸۷ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ

مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

ہم سب کو بہرحال اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ۸۸ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں وہ سب دوزخی ہیں، ۸۹ (۴۳)

۸۵ کفر و شرک کیلئے کوئی سند اور دلیل ممکن ہی نہیں: ۔سو مردِ مومن نے ان سے کہا کہ تم لوگ مجھے اس بات کی طرف بلا رہے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہراؤں ایسی چیزوں کو جن کے بارے میں میرے پاس کوئی علم اور سند نہیں۔ یعنی جن کیلئے کوئی سند و دلیل نہیں ہے۔ (جامع البیان) اور کفر و شرک کے لئے کوئی سند و دلیل ہو ہی کیا سکتی ہے سوائے ظن و تخمین اور اٹکل پچو خیالات اور اوہام و خرافات کے۔ ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ﴾ الاية (المومنون: ۱۱۷) وَقَالَ تعالى ۔ ﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ﴾ ۔ (النجم: ۲۳) سو کفر و باطل اور شرک و بت پرستی کیلئے کوئی سند اور دلیل ممکن ہی نہیں۔ اور جو لوگ ان کیلئے حجت بازیاں کرتے ہیں وہ محض ظن و گمان میں مبتلا اور اوہام و خرافات کے پلندوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس طرح ایسے لوگ اپنے لیے اوہام و ظنون اور بے اصل و بے بنیاد خیالات کے جال بنتے اور ان میں پھنستے جاتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔ یہاں پر قرینے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فرعون کی طرح اس کی قوم کے سرداروں کی طرف سے بھی اس موقع پر مداخلتیں ہوئی ہوں گی، لیکن اس مردِ مومن نے فرعون کی مداخلت کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ کیونکہ اس سے خیر کی کوئی توقع نہیں تھی۔ البتہ قوم کے سرداروں کی مداخلتوں کا نوٹس لیتے ہوئے اس مردِ مومن نے ان کو نہایت موثر اور بلیغ جواب دیا۔ اور پوری دلسوزی اور ہمدردی کے ساتھ ان سے کہا کہ یہ کیسا عجیب ماجرا ہے کہ میں آپ لوگوں کو خدائے عزیز و غفار کی طرف بلاتا اور اسکی عبادت و بندگی کی دعوت دیتا ہوں اور تم لوگ مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔ میں تم لوگوں کو اس خدائے واحد کی طرف بلاتا ہوں جس کی گرفت و پکڑ بھی بہت سخت ہے اور اس کی مغفرت و بخشش بھی لامحدود اور ناپیدا کنار ہے اور تم لوگ مجھے اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے ساتھ ایسے چیزوں کو شریک ٹھہرانے کے لیے کہتے ہو جن کے لیے میرے پاس کوئی دلیل اور سند نہیں اور جس کا نتیجہ و انجام دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔ آخر تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو تم اتنی موٹی

بات بھی نہیں سمجھ رہے اور راہ حق و ہدایت سے منہ موڑ کر ہلاکت و تباہی کے دائمی گڑھے کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہو؟

۸۶ دعوتِ حق تقاضائے عقل و فطرت، والحمد للہ جل وعلا: - سو اس مردِ مومن نے اپنی دعوت کی معقولیت اور اس کے تقاضائے عقل و فطرت ہونے کو واضح کرنے کے لیے ان لوگوں سے مزید کہا کہ میں تم لوگوں کو بلا رہا ہوں اس۔ معبودِ برحق۔ کی طرف جو کہ سب پر غالب انتہائی بخشنے والا ہے۔ اور یہ اسی کی اور صرف اسی کی شان ہو سکتی ہے کہ سب پر اور ہر طرح سے غالب ہونے کے باوجود وہ اس قدر بخشنہار اور انتہائی مہربان بھی ہے کہ اس کے کرم و عطا اور رحمت و بخشش کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ ورنہ مخلوق میں سے جس کو کوئی غلبہ و اقتدار مل جائے تو وہ ظلم و زیادتی پر اتر آتا ہے۔ اِلَّا مَنْ حَفِظَهُ اللّٰهُ۔ سو یہ کیسی عجیب بات ہے کہ میں تو تم لوگوں کو اس معبودِ برحق اور خدائے بزرگ و برتر کی طرف بلا رہا ہوں جو کہ ہر قسم کی عبادت و بندگی کا اصل حقدار ہے اور جو عزیز و غفار ہے۔ جو مجرموں کو ایسا پکڑے گا کہ کوئی اس سے کسی بھی طرح چھوٹ نہیں سکے گا۔ اور جو کوئی صدقِ دل سے اور صحیح معنوں میں اس کا بن جائے گا وہ ایسی سچی اور حقیقی عزت پائے گا کہ اس کی دوسری کوئی نظیر و مثال ممکن ہی نہیں۔ اور اسکے ساتھ ہی ساتھ وہ ایسا غفار اور بخشنہار بھی ہے کہ اسکی بخشش و مغفرت کا کوئی کنارہ نہیں۔ مگر تم ہو کہ تم مجھے اس بات کی دعوت دے رہے ہو کہ میں ایسی چیزوں کو اس وحدہ لاشریک کا شریک ٹھہراؤں جنکے بارے میں میرے پاس نہ کوئی علم ہے نہ سند۔ سو دعوتِ حق و ہدایت عقل و فطرت کا تقاضا اور انسان کے لیے دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا واحد ذریعہ ہے۔ اور اس سے منہ موڑنا اور اعراض برتنا عقل و فطرت کے تقاضوں کا انکار، اور دارین کی سعادت و سرخروئی سے محرومی ہے والعیاذ باللہ العظیم

۸۷ معبودانِ باطلہ کے لیے کوئی دعوت ہے ہی نہیں: - سو مردِ مومن نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے خلاصہ بحث ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور ان سے کہا کہ جن چیزوں کی طرف تم لوگ مجھے بلاتے رہے ہو ان کیلئے کوئی دعوت سرے سے ہے ہی نہیں۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ سو اس وحدہ لاشریک کے سوا جن کی بھی پوجا و پرستش کی جاتی ہے ان میں سے کسی نے بھی نہ کبھی اپنی بندگی و پرستش کی دعوت دی اور نہ ہی ایسی دعوت کوئی دے سکتا ہے۔ اور نہ ہی وہ کسی دعا و پکار کو سن سکتے ہیں۔ غیر اللہ میں سے جن جن کی پوجا کی گئی ان میں سے لکڑی پتھر وغیرہ کے خود تراشیدہ بت تو ایسی کسی دعا و پکار کی کوئی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ رہ گئیں انسانوں میں سے وہ مقدس ہستیاں جن کو لوگوں نے از خود حاجت روا و مشکل کشا قرار دے کر کے ان کو پوجا اور پکارا ہے اور آج بھی جگہ جگہ اور طرح طرح سے پوجتے اور پکارتے ہیں تو ان میں بھی نہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کا کوئی اختیار ہے اور نہ انہوں نے کبھی اس طرح کا کوئی دعویٰ ہی کیا۔ بلکہ اس کے برعکس انہوں نے ہمیشہ دنیا کو توحید خالص ہی کا درس دیا۔ اور وہ زندگی بھر ایک اللہ کی عبادت و بندگی ہی کی تعلیم و تلقین فرماتے رہے۔ سو بعد کے لوگوں کے شرک میں ان پاکیزہ ہستیوں کا نہ کوئی قصور ہے نہ اختیار کہ وہ حضرات تو ہمیشہ توحید خالص ہی کے داعی اور مبلغ رہے۔ یہ بعد میں ان کے نام پر دوسرے لوگوں نے طرح طرح کے قصے گھڑ کر ان کو پوجنا اور پکارنا شروع کر دیا۔ اور ایسے لوگ دراصل اپنے ہی خیالات اور خواہشات کی پرستش کرتے رہے۔ اور اپنے ہی اوہام و ظنون کے پیچھے چلتے رہے اور چل رہے ہیں۔ ان بزرگوں اور مقدس ہستیوں کا نہ اس میں کوئی عمل دخل ہے اور نہ کسی طرح کا کوئی قصور۔ بلکہ بعد کے ایسے لوگ دراصل خود اپنے من گھڑت خیالات اور نفس کی خواہشات کی پوجا کرتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ﴾ الآیۃ (النجم: ۲۳) اور جن برخود غلط اور گمراہ لوگوں نے اپنی پوجا کی دعوت دی بھی تو وہ بھی سراسر مردود ہے کہ ایسے لوگ تو

بہر حال انسان اور ایک حقیر مخلوق ہیں۔ اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور ہر شکل حضرتِ خالق۔ جل مجدہ۔ ہی کا حق اور اسی کا اختصاص ہے۔ پس مخلوق میں سے کسی کو نہ تو بندگی کا کوئی حق پہنچتا ہے اور نہ وہ کسی کی دعا و پکار کو سن سکتے ہیں۔ اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو اس کی کوئی حاجت روائی نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ ﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ﴾ الاية (فاطر:۱۴) پس اللہ کو چھوڑ کر جو کوئی اس کی مخلوق میں سے کسی کو پکارے اس سے بڑھ کر ظالم اور گمراہ اور کون ہو سکتا ہے۔ ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ﴾۔ (الاحقاف:۵)۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔ مگر افسوس کہ اس سب کے باوجود آج بہت سے کلمہ گو شرک اور مخلوق پرستی کا یہ کاروبار جگہ جگہ اور طرح طرح سے چلائے ہوئے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔

۸۸ سب کا رجوع بہر حال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف:۔ سو اس مردِ مومن نے رجوع الی اللہ کی اہم اور بنیادی حقیقت کی تذکیر و یاد دہانی کراتے ہوئے ان سے کہا اور ادواتِ تاکید سے کہا کہ "یقیناً ہم سب کو بہر حال لوٹ کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے"۔ اور وہاں پہنچ کر اپنے کیے کرائے کا حساب دینا اور بدلہ پانا ہے۔ لہذا ہر ایک کو اس امر کی فکر کرنی لازم ہے۔ اور بڑا ناکام و نامراد ہے وہ انسان جو اس دن کے محاسبے اور وہاں کی جواب دہی سے لاپرواہی برتتے اور اپنی متاعِ عمر یونہی لٹا دے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو اس دنیا میں بھی ہم کو جو کچھ ملتا ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ملتا ہے۔ اور آخرت میں بھی ہماری واپسی اسی وحدہ لاشریک کی طرف ہوگی۔ ان فرضی دیویوں اور دیوتاؤں اور خود ساختہ معبودوں اور من گھڑت خداؤں میں سے کوئی بھی مولیٰ و مرجع بننے کے لائق نہیں۔ جن لوگوں نے اس طرح کے مفروضے قائم کر رکھے ہیں وہ سب دھوکے میں ہیں اور دھوکے کی اس ٹٹی کا نتیجہ و انجام سراسر خسارہ و نقصان ہے۔ اور ایسا ہولناک خسارہ کہ اسکی تلافی و تدارک کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں۔ وَذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۸۹ اِسراف کا نتیجہ و انجام دوزخ۔ والعیاذ باللہ العظیم:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور قطعیت کے انداز و اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "حد سے بڑھنے والے یقیناً دوزخی ہیں"۔ کہ انہوں نے حدود سے تجاوز کرتے ہوئے مخلوق کو خالق تک اور عابد کو معبود تک پہنچا کر اور خواہشاتِ نفس کی پیروی میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز کو مٹا کر اپنے آپ کو دوزخ کی اس ہولناک آگ کا اہل اور مستحق بنا دیا۔ اور ایسا اور اس حد تک کہ یہ اس کے "صاحب" یعنی ساتھی بن گئے۔ اور وہ ان کی ساتھی اور دوست بن گئی۔ نہ وہ ان کو چھوڑے گی اور نہ یہ اس سے کسی طرح چھوٹنے اور نکلنے پائیں گے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو بندے کا اصل مقام بندہ بن کر رہنا اور حدودِ بندگی کی پابندی کرنا ہے۔ پس کوئی اگر خدائے برحق کے سوا اور کسی کو اپنا خدا بنا لیتا ہے یا خود اپنی خدائی کا دعویدار بن جاتا ہے یا خداوندِ قدوس کا باغی اور سرکش بن جاتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ تو یہ سب کچھ اسراف اور حدود سے خروج کے زمرے میں آتا ہے۔ اور اس سب کا نتیجہ و انجام دوزخ کی ہولناک آگ ہے۔ اور اس اسراف اور تجاوز عن الحدود کی آخری شکل کفر و شرک ہے جو کہ ظلمِ عظیم ہے۔ سو جنہوں نے کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم ڈھایا ہوگا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ ان سب کا آخری اور قطعی ٹھکانا دوزخ کی وہ دہکتی بھڑکتی ہولناک آگ ہے جس سے ان کو کوئی چھڑا اور بچا نہیں سکے گا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ تعالیٰ اسراف و تجاوز عن الحدود کی ہر شکل سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ

پھر عنقریب وہ وقت بھی آئے گا جب کہ تمہیں (رہ رہ کر) وہ سب کچھ یاد آئے گا جو میں (آج) تم سے کہہ رہا ہوں، ف٩٠ اور میں اپنا

اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا

معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، ف٩١ بلاشبہ وہ پوری طرح دیکھتا ہے اپنے بندوں (کے احوال) کو، ﴿٤٤﴾ آخرکار اللہ نے اس کو بچالیا ان تمام بری

مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ ۚ

چالوں سے جو ان لوگوں نے اس کے خلاف چلی تھیں، ف٩٢ اور گھیر لیا فرعون والوں کو اس برے عذاب نے (جو ان کا مقدر بن چکا تھا) ف٩٣ ﴿٤٥﴾

٩٠ ختام مسک کا ایک نمونہ و مظہر: سو اس مرد مومن نے ختام مسک کے نمونے کے طور پر اپنی تقریر کا خاتمہ اپنے اس درد بھرے اور انتہائی ناصحانہ اور ہمدردانہ جملے سے کیا کہ ''عنقریب تم لوگ وہ سب کچھ یاد کرو گے جو میں آج تم سے کہہ رہا ہوں''۔ جب تم اپنے کیے کا بھگتان بھگتو گے مگر اس وقت کا یہ یاد آنا اور اپنے کیے پر پچھتانا تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے گا کہ وہ وقت عمل کا نہیں، جزا و سزا کا ہوگا۔ اس لئے بے وقت کا وہ پچھتاوا تمہیں کچھ کام نہ آ سکے گا۔ ﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾۔ (الفجر: ٢٣) سو یہ اس مرد مومن کی اس ایمان افروز تقریر کا آخری اور نہایت ہمدردانہ فقرہ ہے جو اس نے غفلت میں ڈوبی ہوئی اس قوم کے ضمیروں کو جھنجھوڑتے ہوئے ان سے اپنے خطاب میں فرمایا۔ سو اس نے ان سے کہا کہ میری قوم کے لوگو، آج تم میری بات کو مانو یا نہ مانو تمہاری مرضی۔ لیکن آگے یقیناً ایسے مراحل آئیں گے کہ تم رہ رہ کر میری ان باتوں کو یاد کرو گے اور افسوس کرو گے۔ مگر اس وقت کے یاد کرنے اور افسوس کرنے سے تم کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا کہ اس کا وقت بیت چکا ہوگا۔ اور اس کا موقع تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے۔ اور ہر قسم کی مزلات اور لغزشوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

٩١ تفویض الی اللہ کا درس عظیم: سو اس مرد مومن نے اپنے خطاب کے خاتمے پر تفویض الی اللہ سے کام لیتے ہوئے اور اپنی قوم کو اس کا درس دیتے ہوئے ان لوگوں سے کہا کہ ''میں اپنا معاملہ اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں''۔ کہ اعتماد و بھروسے کے لائق اور سب کا حاجت روا و مشکل کشا بہر حال وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے۔ جو اپنے بندوں کو اور ان کے حالات کو پوری طرح دیکھتا اور جانتا ہے۔ اور وہی سب کی حاجتیں پوری فرماتا، مشکلیں مصیبتیں دور کرتا اور ان کے کام بناتا ہے۔ پس بھروسہ و توکل ہمیشہ اور ہر حال میں اسی پر اور صرف اسی وحدہ لاشریک پر کرنا چاہیے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ جاہل مسلمان اور ضعیف الاعتقاد انسان کا حال آج اس سے مختلف ہے۔ کہیں اس کا بھروسہ و اعتماد کسی تعویذ گنڈے پر ہے۔ کہیں کسی خود ساختہ اور نام نہاد ''سرکار'' پر۔ کہیں کسی ملنگ پر اور کہیں کسی فرضی امام ضامن پر۔ کہیں وہ کسی کو حاجت روائی و مشکل کشائی کے لئے بلاتا پکارتا ہے اور کہیں کسی کو۔ کہیں وہ کسی قبر کے پھیرے لگاتا اور چکر کاٹتا ہے۔ اور کہیں کسی قبر پر چادریں چڑھاتا اور دیگیں پکاتا، ڈالیاں پیش کرتا اور نذریں مانتا اور نیازیں دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور اس طرح وہ خود اپنے لئے گھاٹے اور خسارے کا سودا کرتا

اور اپنی مشکلات اور پریشانیوں میں کمی کی بجائے اضافے کا سامان کرتا ہے۔ کیونکہ جو ذات اصل اور حقیقت میں حاجت روا و مشکل ہے اس کی طرف یہ رجوع کرتا نہیں۔ اور جدھر یہ دوڑتا ہے وہاں حقیقت میں کوئی حاجت روا سرے سے ہے ہی نہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ کُلِّ شَائِبَۃِ الشِّرْک والشِّرکیات۔ بہرکیف اس مردِ مومن نے ان لوگوں سے کہا کہ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہدیا۔ اب تم نے جو کچھ کرنا ہے کر دیکھو۔ تم لوگ اگر میرے اس کلمۂ حق کو قبول کرنے اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کی بجائے الٹا میرے دشمن بنتے اور میرے درپے آزار ہوتے ہو تو ہوتے رہو۔ میں نے تو اپنا معاملہ بہر حال اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ یقینی طور پر اپنے بندوں کو پوری طرح دیکھتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ میرا بھروسہ بس اسی پر ہے۔

۹۲ حفاظت اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کی حفاظت ہے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ نے بچالیا اس مردِ مومن کو ان تمام بری چالوں سے جو دشمنانِ حق نے اسکے خلاف چلی تھیں۔ قتادہ وغیرہ سے روایت ہے کہ اس کے بعد اس مردِ مومن نے فرعون سے بھاگ کر ایک پہاڑی میں پناہ لے لی۔ جس پر فرعون نے ایک ہزار کا لشکر اس کے تعاقب میں بھیجا مگر ان میں سے کچھ تو پیاس کے مارے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ کچھ کو درندوں نے پھاڑ کھایا اور جو باقی ماندہ واپس پہنچے ان کو فرعون نے سازش کی تہمت میں قتل کر دیا۔ اور اس طرح وہ ہزار کا ہزار پورا لشکر ختم اور واصل جہنم ہو گیا۔ (قرطبی، مدارک، وجیز وغیرہ)۔ اور یہی نتیجہ ہوتا ہے اللہ والوں اور اہلِ حق واہلِ توحید سے عداوت و دشمنی رکھنے کا۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں فرمایا گیا۔ "مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْب"۔ یعنی "جس نے میرے کسی پیارے سے دشمنی رکھی اس کے خلاف میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے"۔ اور جس کے خلاف حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُہٗ۔ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو اس کی تباہی اور بدبختی کا ٹھکانا ہی کیا ہو سکتا ہے۔ والعیاذ باللّٰہِ الَّذِی لَآ اِلٰہَ غیرُہٗ جَلَّ وعَلَا۔ اَللّٰھُمَّ خُذْنَا بنَوَاصِیْنَا اِلٰی ما فِیْہِ حُبُّکَ وَرِضَاکَ یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین۔ سو اس سے یہ حقیقت واضح فرمادی گئی کہ مصائب ومشکلات میں کام آنے والی اور شرور وفتن سے بچانے والی ذات اللہ وحدہ لاشریک ہی کی ذاتِ اقدس واعلیٰ ہے۔ اور حفاظت اصل میں اسی کی حفاظت ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس بھروسہ واعتماد ہمیشہ اور ہر حال میں اسی وحدہ لاشریک پر ہونا چاہیئے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔ جل وعلا شانہ۔

۹۳ آلِ فرعون بُرے عذاب کی گرفت میں۔ والعیاذُ باللّٰہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "گھیر لیا فرعون والوں کو اس برے عذاب نے جو انکا مقدر بن چکا تھا"۔ دنیا میں اس طرح کہ یہ لوگ اپنے شاہی محلوں سے خود نکل کر جا کر بحیرۂ قلزم میں غرقاب ہوئے اور آخرت میں اس طرح کہ وہاں پر ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم میں مبتلا ہوئے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ سو اس مردِ مومن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بچالیا اور فرعونی اپنے جبر وتشدد اور ظلم وستم کی اپنی سب کوششوں کے باوجود اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ لیکن خود یہ لوگ اس برے عذاب میں جو انکا مقدر بن چکا تھا ایسے گھر کر رہ گئے کہ اس سے بچ نکلنے کی پھر کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ ہو سکی۔ اور یہ اپنے دائمی انجام اور ہولناک عذاب سے دوچار ہو کر رہے۔ اس سے پہلے حضرتِ موسیٰ کی دعوتِ حق کے دوران فرعونیوں پر جو مختلف قسم کے عذاب آتے رہے تھے وہ تنبیہ وتذکیر کے طور پر تھے۔ اور وہ مومن وکافر سب ہی کو پیش آئے کہ انکا اصل مقصد ابتلاء وآزمائش تھا۔ جس میں سب ہی شریک تھے۔ جبکہ یہ عذاب جو فرعونیوں کی سزا کے طور پر آیا اہلِ ایمان اس سے محفوظ رہے لیکن فرعونیوں کی اس نے جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔

اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ

یعنی (دوزخ کی) اس ہولناک آگ نے جس پر (زمانہ برزخ میں) ان کو پیش کیا جاتا رہے گا صبح وشام، ف۹۴ اور جس روز قیامت

السَّاعَةُ ۚ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَ

قائم ہوگی (اس روز حکم ہوگا کہ) داخل کردو فرعون والوں کو سخت ترین عذاب میں، ﴿۴۶﴾ اور

اِذۡ يَتَحَآجُّوۡنَ فِى النَّارِ فَيَقُوۡلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيۡنَ

(ان کو ذرا وہ بھی بتا اور سنا دو کہ) جب یہ لوگ دوزخ میں آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے، چنانچہ کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں

اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُنَّا لَـكُمۡ تَبَعًا فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ

گے جو دنیا میں بڑے بنے ہوئے تھے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے، تو کیا اب تم لوگ ہم سے

عَنَّا نَصِيۡبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا

اس (دہکتی بھڑکتی) آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکو گے؟ ف۹۵ ﴿۴۷﴾ اس پر وہ لوگ جو (دنیا میں) بڑے بنے ہوئے تھے کہیں گے (کہ تمہارے کام

كُلٌّ فِيۡهَاۤ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ حَكَمَ بَيۡنَ الۡعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ

کیا آتے،) ہم تو خود سب کے سب اسی میں پڑے ہوئے ہیں، بے شک اللہ نے قطعی (اور آخری) فیصلہ صادر فرما دیا اپنے بندوں کے

الَّذِيۡنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادۡعُوۡا رَبَّكُمۡ يُخَفِّفۡ

درمیان، ف۹۶ ﴿۴۸﴾ اور دوزخی جہنم کے اہل کاروں سے کہیں گے کہ تم دعاء (و درخواست) کرو اپنے رب کے حضور، کہ ایک دن ہلکا کر دے

۹۴ آلِ فرعون کی آتشِ دوزخ پر صبح وشام کی پیشی - والعیاذ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "انکو دوزخ کی اس آگ پر صبح وشام پیش کیا جاتا رہے گا" - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - تا کہ اس طرح یہ لوگ قیامت سے پہلے برزخ کے اس عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ آگے قیامت کا عذاب اس کے بعد بیان فرمایا گیا ہے۔ اس لئے یہ آیتِ کریمہ عذابِ قبر کے اِثبات لئے صریح دلیل ہے۔ جیسا کہ جمہور علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے۔ اور علامہ سیوطیؒ نے عجائب کے حوالے سے علامہ کرمانیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں عذابِ قبر کے اِثبات کے لئے سب سے زیادہ واضح اور صریح دلیل ہے۔ "فی هذه الاية ادلُ دليل على عذاب القبر" - (محاسن التاویل للدمشقیؒ) اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں حضرتِ عبداللہ بن عمر - رضی اللہ عنہما - سے آنحضرت - صلی اللہ علیہ وسلم - کا یہ ارشاد مروی ہے کہ تم میں سے ہر ایک پر اس کا آخری ٹھکانا صبح وشام پیش کیا

جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے ۔جعلنا الله منهم ۔ تو اس پر اس کا جنت کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ دوزخی ہے ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ تو اس پر اس کا دوزخ کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے جہاں تو نے جانا ہے۔ ۔ وَالتَّفْصِيْلُ فِي الْمُفَصَّلِ ان شاءاللہ ۔ بہر کیف اس آیت کریمہ میں اس عذاب کو بیان فرمایا گیا ہے جو فرعونیوں کو ان کی برزخی زندگی میں بھگتنا ہوگا۔ یعنی انکو صبح وشام دوزخ کے عذاب کا مشاہدہ کرایا جاتا رہے گا تاکہ یہ دیکھتے رہیں کہ انکا اصل اور دائمی ٹھکانہ یہ ہوگا۔ اور قیامت کے روز حکم ہوگا کہ داخل کردو فرعون اور اسکے اَتباع واَذناب کو دوزخ کے اس شدید ترین عذاب میں۔ سو جس دنیاوی حکومت و بادشاہی کا آخری انجام یہ ہو اس پر اِترانے اور مست ہونے کا آخر کسی کیلئے کیا موقع ہوسکتا ہے؟ ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ پس اصل اور حقیقی کامیابی آخرت ہی کی ہے۔ اسی کو اصل مقصد اور حقیقی نصب العین بنانا چاہیے کہ یہی عقل ونقل کا تقاضا ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کا بھلا ہے ۔ اللہ نصیب فرمائے ۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین، و یاارحم الراحمین۔

۹۵ اہلِ دوزخ کے باہمی جھگڑے اور تُو تکار کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ دوزخ میں پیرو اپنے بڑوں اور لیڈروں سے جھگڑتے ہوئے ان سے کہیں گے کہ "دنیا میں ہم تمہارے پیرو بنے رہے تھے تو کیا اب تم ہم سے اس آگ کا کوئی حصہ دور کروگے؟" تاکہ ہمارا عذاب کسی قدر ہلکا ہوسکے۔ کیونکہ تمہی نے تو ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے ۔﴿اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا﴾ ۔ ورنہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے ۔﴿لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ۔ اور یہ بات وہ محض ان کی تحقیر و تذلیل اور ایلام وایذاء کے لئے کہیں گے۔ ورنہ وہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ ان کے بس میں ایسی کوئی بات نہیں۔ (کبیر، مراغی، مدارک وغیرہ) ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جل وعلا ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ آج تو یہ تابع اور متبوع سب حق اور اہلِ حق کیخلاف یکجا اور صف آراء ہیں۔ مگر ایک وقت آئے گا کہ یہ سب اپنے آخری انجام کو پہنچ کر دوزخ میں یکجا ہونگے اور وہاں پر یہ ایک دوسرے پر لعنتیں برساتے اور نفرتیں کرتے ہونگے اور اپنے اپنے الزامات ایک دوسرے پر اس روز ڈال رہے ہونگے ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ بہر کیف جن لوگوں کو دنیا میں دبا کر رکھا گیا تھا اور اس پر وہ آنکھیں بند کر کے ان لوگوں کے پیچھے چلے جا رہے تھے جو اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا رہا کرتے تھے۔ سو کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کے اس جہاں میں جب انکی آنکھیں کھلیں گی اور اپنے کیے کرائے کا انجام ان کے سامنے آجائے گا تو یہ آنکھ اٹھا کر ان سے اس طرح کہیں گے۔ اور ان کو اپنے اس ہولناک انجام کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ اور اس طرح ان منکرین ومکذبین کی ذلت ورسوائی اور آشکارا ہوگی۔

۹۶ بے وقت کے عذر و معذرت کا کوئی فائدہ نہیں: ۔ سو اپنی بڑائی کا گھمنڈ رکھنے والے وہ گمراہ لیڈر اور گرو اپنے ان دم چھلوں سے کہیں گے کہ "بے شک اللہ نے فیصلہ فرمادیا اپنے بندوں کے درمیان" یعنی اب بے وقت کے اس طرح کے عذر و معذرت کا کوئی فائدہ نہیں کہ اب اللہ کا فیصلہ صادر ہو چکا۔ جس کے بدلنے اور اس کے خلاف ہونے کی اب کوئی صورت ممکن نہیں۔ سو گرو اپنے چیلوں سے اور اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا رہنے والے اپنے پیروؤں اور دم چھلوں سے اس روز صاف اور صریح طور پر کہیں گے کہ اب اس طرح کے شکووں شکایتوں اور الزام تراشیوں وغیرہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا اور عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق اپنے بندوں کے درمیان آخری، عملی اور قطعی فیصلہ فرما دیا ہے۔ جس سے اب کسی کے لیے کوئی راہ فرار ممکن نہیں۔ اب تم اور ہم سب کو یہ بھگتان بہر حال بھگتنا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر انکے اس قول کو اس طرح صراحۃً ذکر فرمایا گیا ہے ۔﴿سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ ۔ (ابراہیم: ۲۱) ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ سو بے وقت کے اس پچھتاوے اور اقرار واعتراف کا ان کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔

عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ

وہ ہم سے ہمارے عذاب کو، ؎٩٧ ﴿٤٩﴾ وہ (اس کے جواب میں ان سے) کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نہیں آیا کرتے تھے

رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا

کھلے دلائل کے ساتھ؟ وہ کہیں گے ہاں، ؎٩٨ اس پر دوزخ کے وہ اہل کاران سے کہیں گے کہ پھر تم خود ہی دعاء (و درخواست) کر لو، مگر

دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ ع اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ

(یاد رہے کہ) کافروں کی (درخواست و) پکار بے سود محض ہے، ؎٩٩ ﴿٥٠﴾ بلاشبہ ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان تمام

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ لا

لوگوں کی جو (سچے دل سے ان پر) ایمان لے آئے ؎١٠٠ اس دنیا کی زندگی میں بھی، اور اس دن بھی جب کہ گواہ کھڑے ہوں گے، ؎١٠١ ﴿٥١﴾

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ

جس دن کہ ظالموں کو کچھ کام نہ آسکے گی ان کی معذرت، ان کے لئے لعنت ہوگی،

وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى

اور ان کے لئے بڑا ہی برا گھر ہوگا، ؎١٠٢ ﴿٥٢﴾ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو بھی وہ ہدایت نامہ عطا فرمایا تھا،

وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾ لا هُدًى وَّ

اور ہم نے وارث بنا دیا تھا بنی اسرائیل کو اس کتاب کا، ﴿٥٣﴾ جو کہ سراسر ہدایت،

٩٧ دوزخیوں کی دوزخ کے کارندوں سے فریاد: ۔ سو اس سے دوزخیوں کی دوزخ کے اہلکاروں اور کارندوں سے اپنے رب کے حضور دعا و درخواست کی اپیل کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو جس طرح انہوں نے یہاں اس دنیا میں یہ خود ساختہ فلسفہ گھڑ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ ہماری نہیں سنتا۔ اس لئے ہم نے اپنے ایسے سفارشی مقرر کر رکھے ہیں جو ہماری درخواست اس تک پہنچاتے ہیں۔ "ہماری ان کے آگے اور ان کی خدا کے آگے"۔ سو اسی طرح یہ لوگ وہاں بھی براہِ راست درخواست کرنے کی بجائے دوزخ کے ان اہلکاروں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ ہماری یہ درخواست تم اپنے رب کے حضور پیش کر دو۔ بہر کیف دوزخی جب دیکھیں گے کہ یہاں نہ ان کے شرکاء و شفعاء کچھ کام آسکے اور نہ ہی انکے لیڈر اور گرو انکی کچھ مدد کر سکے تو وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر دوزخ کے داروغوں سے یہ اپیل و درخواست کریں

گے کہ آپ اپنے رب کے حضور ہمارے لیے یہ درخواست کریں کہ وہ ہمارے عذاب میں زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ہی دن کی تخفیف کر دے۔ تاکہ ہم ذرا دم لے لیں۔ سو اس سے دوزخیوں کی اس ذلت و رسوائی اور بے کسی اور بے بسی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جس سے وہ وہاں دوچار ہوں گے۔ نیز اس سے اس کتاب حکیم کے اس احسان و انعام کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ اس نے کس قدر صراحت و وضاحت کے ساتھ عالم آخرت میں پیش آنے والے ان غیبی حقائق کو اس طرح دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے اور اس قدر پیشگی تاکہ جس نے بچنا ہو وہ بچ جائے اس ہولناک انجام سے۔ قبل اس سے کہ فرصت حیات اسکے ہاتھ سے نکل جائے- وباللہ التوفیق- لیکن اس سب کے باوجود دنیا ہے کہ غفلت کی گہری نیند سو رہی ہے اور اس کو اپنے اس ہولناک انجام کا کوئی پاس و احساس تک نہیں اور وہ مادہ اور معدہ کے تقاضوں کے سوا کچھ سوچنے سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتی اور اسکے سوا کوئی بات ان کے دل و دماغ میں اترنے ہی نہیں پاتی- الا ماشاءاللہ- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم -

۹۸ دوزخ کے کارندوں کا اہل دوزخ کو رسوا کن جواب: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس پر دوزخ کے کارندے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلے دلائل کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہاں کیوں نہیں۔ اس پر دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے کہ پھر تم خود ہی دعا و درخواست کرو۔ کہ جب تم نے جان بوجھ کر حق کو چھوڑا اور اس کے پہنچ چکنے کے بعد تم نے اس سے منہ موڑا اور تم پر حجت تمام ہوگئی تو اب اپنی درخواست تم خود ہی پیش کرو۔ پس تم جیسے لوگوں کی کوئی درخواست ہم نہیں پیش کر سکتے کہ اسکا کوئی فائدہ نہیں۔ سو رسولوں کی دعوت سے منہ موڑنا اور انکی تکذیب کرنا- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم — جرموں کا جرم اور محرومیوں کی محرومی ہے- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم — اور دوزخیوں کے اس اقرار و اعتراف کا ذکر قرآن حکیم میں کئی جگہ فرمایا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ مومنون میں ارشاد فرمایا گیا کہ جب اللہ پاک دوزخیوں سے فرمائے گا کہ کیا یہ امر واقع نہیں ہے کہ میری آیتیں تم لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں مگر تم انکو جھٹلاتے رہے تھے؟ تو اسکے جواب میں وہ کہیں گے کہ ہاں اے ہمارے رب لیکن ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی تھی۔ جس سے ہم گمراہ کے گمراہ ہی رہے اسی طرح سورۂ ملک میں آیت نمبر ۶ سے آیت نمبر ۹ تک ذکر فرمایا گیا ہے وغیرہ وغیرہ- سو تکذیب و انکار حق محرومیوں کی محرومی ہے، والعیاذ باللہ جَلَّ وَ عَلَا- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور ہر قسم کی مزلات اور لغزشوں سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۹۹ کافروں کی دعا اکارت و بے سود: — سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے اسلوب میں ارشاد کیا گیا کہ کافروں کی دعا و پکار محض اکارت ہے۔ سو کافروں کی دعا و پکار کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اس کا کوئی نتیجہ نکلنے والا نہیں۔ مگر یہ آخرت کی بات ہے۔ باقی دنیا میں اگر کافر کی دعا سن لی جائے تو وہ اس کے خلاف نہیں۔ یہاں کے لئے تو اَکْفَرُ الْکَافِرِیْنَ ابلیسِ لعین کی دعا بھی سن لی گئی۔ کیونکہ آخرت میں کفار کے بارے میں یہ طے فرما دیا گیا کہ وہاں نہ تو ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کی کسی طرح کی کوئی مدد کی جائے گی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾- (البقرۃ:۸۶) نیز فرمایا گیا- ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾- (البقرۃ:۱۶۲)۔ نیز دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا- ﴿اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ

﴿وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ، خَالِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾- (آلِ عمران: ۸۷-۸۸) وغیرہ وغیرہ۔ سو جس کافر کا یہ انجام ہونے والا ہے اسکو اگر دنیا ساری کی دولت بھی مل جائے تو بھی اسکو کیا ملا؟- والعیاذُ باللہ جَلَّ وَعَلَا- بہر کیف ان نصوصِ کریمہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ آخرت میں کافر کی دعا و پکار کا کوئی نتیجہ اور فائدہ نہیں ہوگا۔ سو کفر و انکار کا انجام بڑا ہی ہولناک ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۱۰۰ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اہلِ ایمان سے نصرتِ خداوندی کا وعدہ: -سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ فرمایا گیا کہ بلاشبہ ہم ضرور مدد کرتے ہیں اور کریں گے اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی۔ دنیاوی زندگی میں بھی اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہونگے۔ سو جس طرح ہم نے موسیٰ اور اس مردِ مومن کی مدد فرمائی اسی طرح ہم اپنے سب رسولوں اور ایماندار بندوں کی مدد کرتے ہیں۔ چنانچہ حجت و برہان کے اعتبار سے غلبہ تو ہمیشہ انہی حضرات کا رہا۔ ان کے پیش فرمودہ حقائق میں سے کسی کی بھی کوئی تغلیط نہ کبھی ثابت کی جا سکی ہے اور نہ قیامت تک کبھی ثابت کی جا سکے گی کہ حق بہر حال ہمیشہ حق ہی ہے۔ اور ظاہری و سیاسی اعتبار سے ان حضرات کے غلبہ کی کئی مختلف صورتیں رہیں۔ کچھ کو تو حکومت و سلطنت سے نوازا گیا اور ان کے مخالفین کو ہر طرح سے ان کے زیر کر دیا گیا۔ جیسے حضرتِ داؤد و سلیمٰن اور حضرتِ محمد مصطفیٰ -صلی اللہ علیہ وسلم- اور ان حضرات کو حکومت و سلطنت بھی وہ عطا فرمائی گئی جو اور کسی کو نہ نصیب ہوئی نہ ہوگی۔ اور صرف جسموں پر ہی نہیں بلکہ دلوں کی دنیا پر بھی ان کو حکومت بخشی گئی۔ اور کبھی ان کو اس غلبہ سے اس طرح سرفراز فرمایا گیا کہ ان کے مخالفین کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا گیا۔ جیسے حضرتِ نوح، ہود، صالحؑ اور لوطؑ کی کافر و منکر قوموں اور قومِ فرعون وغیرہ کا حشر ہوا۔ اور کبھی اس طرح بھی ہوا کہ انبیائے کرام کو تو شرفِ شہادت سے مشرف فرما دیا گیا کہ اس میں اور بہت سی حکمتیں تھیں جن کا احاطہ حضرتِ حق -جل مجدہ- ہی فرما سکتے ہیں مگر بعض مصلحتیں ایسی بھی تھیں جو ہر صاحبِ عقل و فکر کیلئے سرمۂ بصیرت بن سکتی تھیں اور بن سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان حضرات کی عبدیت و بندگی کا اظہار و اعلان عملاً بھی ہو جائے اور یہ حقیقت پوری طرح کھل جائے کہ انبیائے کرام -علیہم الصلوۃ والسلام- کوئی مافوق الفطرت ہستی یا مختارِ کل مخلوق نہیں ہوتے۔ جس طرح کہ مختلف لوگوں نے ایسی مقدس ہستیوں کے بارے میں طرح طرح کے خرافاتی عقیدے اپنائے اور آج تک اپنا رکھے ہیں۔ اور اس بارے میں انہوں نے طرح طرح کے خرافی قصوں کہانیوں کی دیومالائی داستانیں گھڑ رکھی ہیں۔ سو اس طرح کی مختلف حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر جن کا احاطہ حضرتِ حق -جل مجدہ- ہی فرما سکتے ہیں حضراتِ انبیائے کرام میں سے بعض کی شہادت کے واقعات تو پیش آئے مگر اس کے بعد ان کے مخالفوں اور دشمنوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اور وہ آخرت کے دائمی عذابِ الیم سے پہلے اس دنیا میں بھی اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ کر رہے۔ جیسے حضرتِ یحییٰ اور حضرتِ زکریا- علیہما الصلوۃ والسلام- کہ ان کی شہادت کے بعد ان کے ستر ہزار دشمنوں کو تہ تیغ کیا گیا۔ (خازن، جامع البیان وغیرہ)۔ اس کے علاوہ ذکرِ خیر اور ثناءِ جمیل کے جس شرف سے حضراتِ انبیاء و رسل کو نوازا گیا وہ تو ان کے علاوہ اور کسی کے لئے ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ حضرتِ یحییٰ و زکریا جیسی پاکیزہ ہستیوں کی شہادت کے بعد ان کا ذکرِ خیر تو آج تک جاری و ساری ہے اور قیامت تک رہے گا لیکن ان کے دشمنوں پر ہمیشہ کی لعنت و پھٹکار برس رہی ہے۔ اور ان حضراتِ انبیائے کرام کو آخرت کے ابدی جہاں میں جن سرفرازیوں سے نوازا جائے گا ان کا تو تصور و ادراک بھی کسی کے بس میں نہیں۔ سو جن لوگوں کی نظر اس

پورے منظر و پس منظر پر نہیں ہوتی وہ حضراتِ انبیائے کرام کی نصرت و امداد سے متعلق اس وعدۂ خداوندی کے بارے میں تذبذب و شک میں پڑ جاتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ مگر اللہ پاک کا وعدہ بہرحال حق اور سچ ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد فرماتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ سو ایمان وسیلۂ امن ونجات ہے۔ والحمد للہ جَلَّ وَعَلَا۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین،

۱۰۱ قیامت کے یوم عظیم میں نصرت خداوندی کے وعدے کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم ان کی اس دن بھی مدد فرمائیں گے جس دن کہ گواہ کھڑے ہونگے"۔ یعنی قیامت کے دن۔ جس میں انبیاء ورسل اور عام مومنین کے علاوہ خود انسانی اعضاء وجوارح بھی گواہی دیں گے۔ سو اس روز سب کی گواہی انبیاء ورسل اور مومنینِ صادقین کے حق میں ہوگی۔ اور کفار ومشرکین کے خلاف اور حضراتِ انبیائے کرام۔ علیہم الصلوۃ والسلام۔ اور ان کے طفیل مومنینِ مخلصین کو جنت اور اس کی سدا بہار نعمتوں سے سرفرازی نصیب ہوگی۔ اور کفار ومشرکین کو دوزخ کے الاؤ میں جھونک دیا جائے گا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اس طرح اس روز کی حقیقی پکی اور دائمی کامیابی صرف انبیائے کرام اور ان کے متبعین ہی کو نصیب ہوگی۔ وران کے منکرین و معاندین دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اور اس روز ملائکہ کرام بھی بندوں کے اعمال نامے لیے حاضر ہونگے جن میں انکے زندگی بھر کے کیے کرائے کی سب تفصیلات درج ہونگی۔ اور وہ بھی رسولوں کے حق میں گواہی دیں گے۔ سو اس یومِ عظیم میں اللہ تعالیٰ ہر نبی اور رسول سے پوچھے گا اور اس سے گواہی دلائے گا کہ اس نے لوگوں کو کیا تعلیم دی۔ اسی طرح ان کی امتوں سے سوال ہوگا کہ انہوں نے رسولوں کی دعوت کا کیا جواب دیا؟ جیسا کہ دوسرے مختلف مقامات پر اسکی تصریح اور تفصیل بیان فرمائی گئی ہے مثلاً سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ﴾ الاٰیۃ (المائدۃ:۱۰۹)۔ یعنی ان سے پوچھا جائے گا کہ آپ لوگوں کو کیا جواب دیا گیا؟ یعنی آپ کی امتوں نے دعوتِ حق کے جواب میں آپ سے کیا کہا؟ سو اس طرح منکر لوگوں پر حجت قائم ہو جائیگی، والعیاذ باللہ۔

۱۰۲ ظالموں کا ٹھکانا اور انجام بڑا ہی بُرا۔ والعیاذ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس روز ظالموں کو انکی معذرت کچھ کام نہ دے گی۔ ان کے لیے لعنت اور پھٹکار ہوگی۔ اور بڑا ہی برا گھر ہوگا ظالموں کا"۔ اور اتنا اور ایسا برا اور اس قدر برا کہ اس جہاں میں رہتے ہوئے کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ان کے لئے وہاں پر لعنت و پھٹکار اور خدائے پاک کی رحمت سے دوری اور محرومی ہی ہوگی کہ انہوں نے اپنے کفر وعناد کی بناء پر خدائے پاک کی رحمت کو کمانے اور حاصل کرنے کے موقع وفرصت یعنی فرصتِ عمر کو خود ضائع کر دیا ہوگا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ سو جن ظالم اور بدقسمت لوگوں نے نورِ حق وہدایت سے منہ موڑ کر اور حق اور اہلِ حق کو جھٹلا کر اور ان سے عداوت وعناد برت کر ظلمِ عظیم کا ارتکاب کیا ہوگا انکا اس روز کوئی بھی عذر قابل قبول اور کارگر نہیں ہو سکے گا۔ یہاں تک کہ جو لوگ اپنی گمراہی کا ذمہ دار اپنے لیڈروں اور بڑوں کو بنانا چاہیں گے انکا عذر بھی مسموع نہیں ہو گا۔ انکے لیڈر اور انکے گرو اور بڑے خود انکی بات کو انکے مونہوں پر پھینک ماریں گے اور ان سے کہیں گے کہ تم خوشامت زدہ تھے کہ تم نے یہ جانتے ہوئے بھی ہماری پیروی کی کہ ہم کھلی گمراہی پر ہیں۔ سو اب ہم اور تم برابر ہیں۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہرحال بھگتنا ہوگا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ سو نورِ حق وہدایت سے محرومی ہر خیر سے محرومی اور سب سے بڑا خسارہ ونقصان ہے اور ایسا بڑا کہ اس جیسا دوسرا کوئی خسارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

اور ایک عظیم الشان نصیحت (و یاددہانی) تھی عقلِ سلیم رکھنے والوں کیلئے، ف١٠٣ ﴿٥٤﴾ پس آپ صبر سے ہی کام لیتے رہیں، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے ف١٠٤

وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ

اور معافی مانگو اپنے گناہ کی، ف١٠٥ اور تسبیح کرتے رہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ صبح

الْاِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ

و شام، ف١٠٦ ﴿٥٥﴾ بے شک جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں کے بارے میں بغیر

سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ

ایسی کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو، ان کے دلوں میں ایسی بڑائی (کا گھمنڈ) ہے، جس کو وہ

١٠٣ کتابِ ہدایت اور اسکی عظمت شان کا ذکرو بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا اس کتاب کا"۔ یعنی ایسی کتاب کا جو کہ سرمایہ ہدایت اور ایک عظیم الشان نصیحت و یاددہانی تھی عقلِ سلیم رکھنے والوں کیلئے۔ کہ اس سے فائدہ اٹھانے کی فکر و کوشش وہی لوگ کرتے ہیں جن کی عقلیں سالم اور ہر طرح کے زنگ سے محفوظ ہوتی ہیں۔ اور اس کے برعکس جن لوگوں کی عقلوں کو زنگ لگ جاتا ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے ہو لیتے ہیں ان کو نہ حق و ہدایت کی روشنی نصیب ہوسکتی ہے اور نہ ہی ان کو اپنے حقیقی نفع و نقصان کا احساس و ادراک ہی باقی رہتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی عقلیں اوندھی اور الٹی ہو جاتی ہیں- وَالعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَ عَلَا- سو اس ارشاد سے اسی نصرت کا ایک نمونہ پیش فرمایا گیا جس کا وعدہ اللہ پاک نے اپنے رسولوں کیلئے فرما رکھا تھا کہ اللہ پاک نے فرعون اور اسکے آل و اتباع اور جنود و عساکر کو سب کے سامنے غرقاب کر کے ہمیشہ کے عذاب میں جھونک دیا- وَالعِیَاذُ بِاللّٰہِ العَظِیْم - اور اسکے بعد بنی اسرائیل کو حکومت کی تمکین کی دولت سے نوازا اور انکو اس عظیم الشان ہدایت نامے سے سرفراز فرمایا جس سے سعادتِ دارین کی راہ روشن ہوتی ہے اور جو ایک عظیم الشان نصیحت اور یاددہانی ہے عقلِ سلیم رکھنے والوں کیلئے- والحمد للہ عز و جل- جبکہ عقولِ سلیمہ سے محروم لوگ اس کی ہدایت سے محروم ہی ہوتے ہیں- والعیاذ باللہ- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق و صواب پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین

١٠٤ صبر و استقامت ہی سے کام لیتے رہنے کی تعلیم و تلقین کا ذکرو بیان: - سو پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ "جب آپ ہمارے بھیجے ہوئے رسول اور قطعی طور پر حق پر ہیں اور رسولوں اور اہلِ ایمان کی نصرت و امداد سے متعلق ہمارا وعدہ قطعی ہے جس نے بہر حال پورا ہو کر رہنا ہے تو آپ صبر- و استقامت- ہی سے کام لیتے رہیں۔ کہ آپ بہر حال حق پر ہیں- ﴿اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ﴾- اور انجام بہر حال حق ہی کا ہے- ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی﴾- اللہ کی نصرت و امداد بہر حال آپ ہی کے ساتھ ہے اور ان منکرین کی زیادہ فکر و پروا نہ کریں- ﴿وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾- اور آپ کے ذمے تو صرف پیغام

حق کو پہنچا دینا ہے اور بس۔ آگے ان کا حساب ہمارے ذمے ہے۔ ﴿اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾۔ سو اس آیت کریمہ میں بطورِ خلاصہ بحث نبی اکرمؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپؐ اپنی دعوت میں پکے اور ثابت قدم رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ قطعی طور پر حق اور سچ ہے۔ اس نے بہرحال پورا ہو کر رہنا ہے۔ یعنی وہی وعدہ جس کا ذکر اوپر آیت نمبر ۵۱ میں فرمایا گیا کہ ہم ضرور بالضرور مدد کریں گے اپنے رسولوں کی اور ان سب کی جو ان پر ایمان لائیں گے۔ اس دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس دن میں بھی جس دن کہ گواہ کھڑے ہونگے۔ سو سچا ایمان و یقین دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ہے۔ اور اس سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے، والعیاذ باللہ جَلَّ وعلا من کُلِّ زَیْغٍ وَّحِرمان۔

۱۰۵ اپنے گناہوں کے لیے استغفار کی تعلیم و تلقین: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم معافی مانگو اپنے گناہ کی"۔ کہ تبلیغ و رسالت کا جو کام آپؐ کے ذمے لگایا گیا ہے وہ بہت بڑا اور انتہائی اہم اور عظمت والا کام ہے۔ اس کی نزاکت واہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ آپؐ ہمیشہ اپنے ان خلافِ اولیٰ قسم کے امور کے لئے معافی مانگتے رہیں جو کہ اگرچہ فی نفسہا کوئی گناہ نہیں ہیں مگر آپؐ کے مرتبہ و مقام کے اعتبار سے ان کو ذنب -گناہ- قرار دیا جا رہا ہے۔ تاکہ آپؐ کے درجات و مراتب اور بڑھتے چلے جائیں۔ ورنہ پیغمبر تو ہر صغیرہ و کبیرہ گناہ سے معصوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے خلافِ اولیٰ وافضل قسم کے امور ہی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ نیز اس میں امت کے لئے یہ درسِ عظیم اور تحریک ہے کہ وہ بھی ہمیشہ استغفار کرتی رہے۔ کہ جب حضرتِ امام الانبیاء -صلی اللہ علیہ وسلم- کو معصوم ہونے کے باوصف اور اس قدر عالی شان اور ایسے بلند مراتب و درجات پر فائز ہونے کے باوجود اس کا حکم و ارشاد فرمایا جا رہا ہے تو پھر امت کے لئے اس کی کس قدر ضرورت ہوگی۔ اس لئے حضراتِ مفسرین کرام اس کو بالعموم اس طرح تعبیر فرماتے ہیں- "ھُوَ مَحْمُوْلٌ علی تَرْکِ الْاَوْلٰی وَالْأَفْضَل"- (کبیر، خازن)- "اَیْ مِمَّا یُعَدُّ ذَنْبًا بالنسبۃ الیک وَ إنْ لم یکن ذَنْبًا"- (روح)- "اَیْ علی ما فرط منک من ترک الاولٰی والأفضل"- (صفوۃ التفاسیر)- "وھٰذا تھییج لِلامۃِ عَلی الاستغفار"- (ابنِ کثیر)- "والمقصود من ھٰذا الامر تعلیم الامۃ"- (صاوی)۔ اور جیسا کہ علامہ ابنِ کثیر -رحمہ اللہ- وغیرہ محققین نے لکھا ہے کہ اس میں دراصل امت کو توبہ و استغفار کی تعلیم و تلقین ہے کہ جب پیغمبر کو معصوم ہونے کے باوجود اس طرح استغفار کا حکم فرمایا جا رہا ہے تو پھر تمہیں جس قدر استغفار کی ضرورت ہے اس کا اندازہ تم لوگ خود کرلو۔ سو یہی مطلب آیتِ کریمہ کا سلف وخلف جملہ مفسرینِ کرام نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ مثال کے طور پر دیکھ لیجئے تفسیر کبیر، ابوالسعود، ابنِ کثیر، روح المعانی، جامع البیان، المراغی، اور صفوۃ التفاسیر وغیرہ وغیرہ۔ سو یہ سب حضرات یہی کہتے ہیں مگر بعض لوگوں نے اس سب کے برعکس- ﴿لِذَنْبِكَ﴾- کا ترجمہ "اپنے گناہوں" کی بجائے "اپنوں کے گناہوں" سے کیا ہے۔ اور پھر ان کے اَتباع وأذناب نے اس پر اور بھی طرح طرح سے حاشیہ آرائی کی اور اپنے زعم میں گویا انہوں نے اس طرح کوئی بڑا کارنامہ انجام دے دیا۔ مگر ان لوگوں نے یہ نہ سوچا کہ ﴿لِذَنْبِكَ﴾ کا یہ ترجمہ عربیت کے اعتبار سے آخر کس طرح بن سکتا ہے؟۔ اور پھر چودہ صدیوں کے ان تمام مفسرینِ کرام میں سے کسی کو بھی یہ معنیٰ کیوں نہ سوجھے جو تمہیں سوجھے ہیں؟ اور جب اس سے مراد ان سب کے نزدیک صرف خلافِ اولیٰ قسم کے امور ہیں تو پھر اس خواہ مخواہ کے تکلف کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟ اور خاص کر ایسی صورت میں جبکہ اس سے امت کی ترغیب و تلقین کا اصل مقصد بھی فوت ہو جاتا ہے۔ سو تفسیر قرآنِ مجید میں

اصل، اسہل، اور اسلم، طریقہ وہی ہے جو اس امت کے اسلافِ کرام سے ہوتا چلا آیا ہے۔ اس کے خلاف صدیوں بعد کی جانے والی اس طرح کی کوئی تاویل درست اور قابلِ قبول نہیں ہو سکتی کہ ایسا کرنا تحریف اور قول علی اللہ کے زمرے میں آتا ہے جو کہ ممنوع و محظور ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین۔

۱۰۶ **تسبیح و استغفار وسیلۂ صبر وظفر**: ۔سو ارشاد فرمایا گیا "اور تسبیح کرتے رہا کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ صبح اور شام"۔ یعنی ہر وقت اور ہر حال میں اس کی حمد وثنا کے ساتھ اس کی تسبیح وتقدیس کرتے رہیں کہ مشکلات پر قابو پانے اور مصائب ومشاکل کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ بہت کارگر اور مفید نسخہ ہے۔ اور بس اسی پر مداومت ومواظبت رکھیں۔ سو اللہ پاک کی تسبیح وتحمید مصائب ومشاکل کے مقابلے کے لئے دعاۃِ حق کے لئے ایک عظیم الشان قوت اور ہتھیار ہے۔ فَسُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِهٖ وسبحان اللّٰهِ العظيم۔ اور یہ چیز حصولِ صبر کیلئے اہم ذریعہ اور وسیلۂ ظفر ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَاَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ، ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ﴾۔ (هود: ۱۱۴) سو صبح اور شام کا ذکر دوام واستمرار سے بھی کنایہ ہو سکتا ہے۔ یعنی ہمیشہ اپنے رب کی حمد وثنا میں لگے رہا کرو۔ تاکہ زمرۂ ملائکہ میں شامل ہو جاؤ جو کبھی بھی اللہ کی یادِ دلشاد سے غافل نہیں ہوتے۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ ﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ لاَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لاَ يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾۔ (الانبیاء: ۲۰) (تفسیر المراغی وغیرہ)۔ نیز یہ نماز سے بھی کنایہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نماز تسبیح وتحمید، حمد وثنا اور رجوع الی اللہ کا سب سے اہم اور سب سے جامع اور کامل ذریعہ ووسیلہ ہے۔ سو نماز اور استغفار اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں کے حصول کی راہ وسیلۂ صبر اور ذریعۂ ظفر ونجات ہے۔ وباللّٰه التوفيق لما يُحِبُّ ويريد، وعلى ما يُحِبُّ ويريد، بكل حالٍ مِّن الاحوال، وهو الهادى الى سواء الصراط۔ جَلَّ جَلاَلُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ۔

۱۰۷ **کبر وغرور باعثِ محرومی ورسوائی۔ والعیاذ باللہ**: ۔سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ منکرین کے انکار کی اصل علت انکا کبر وغرور ہے جو ان کو قبولِ حق اور اتباعِ حق سے روک رہا ہے کہ اس طرح انہیں حق کے ماتحت رہنا پڑے گا۔ اور یہ انہیں گوارا نہیں۔ اس لئے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ حق اور اہلِ حق کو سربلندی نصیب نہ ہو اور ان ہی کی کھڑ پینچی اور سرداری چلتی رہے۔ اسی لئے یہ لوگ جاننے کے باوجود آپ کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے۔ مگر کیا اس طرح یہ لوگ حق کو نیچا دکھا سکیں گے اور اپنی غرض کو پہنچ جائیں گے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ حق بہرحال غالب ہو کر رہے گا اگرچہ ایسے منکروں کو ناگوار گزرے۔ اور یہ لوگ اپنی مراد کو کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ سو معلوم ہوا کہ کبر یعنی اپنی بڑائی کا گھمنڈ قبولِ حق اور اتباعِ حق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہی بات جب تھی اور یہی اب ہے۔ آج بھی کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو محض اپنی بڑائی کے زعمِ باطل میں علمائے حق کی بات قبول نہیں کرتے اور وہ حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر وہ اپنی اس غرض کو کبھی پا نہیں سکیں گے۔ سو عظمت وکبریائی اللہ وحدہ لاشریک ہی کا حق اور اسی کی شان ہے۔ اور بندے کا کمال اور اسکی شان اسی میں ہے کہ وہ اپنی عبدیت میں کمال پیدا کرے۔ سو یہی اس کی عبدیت کا تقاضا ہے اور اسی میں اس کا بھلا ہے دنیا وآخرت دونوں میں کہ یہی حق ہے اس پر اسکے خالق ومالک، جلّ جلالہ کا، وباللّٰه التوفيق لما يُحِبُّ ويريد وعلى ما يُحِبُّ ويريد، وهو الهادى الى سواء السبيل۔ اللہ ہمیشہ راہِ حق پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین

بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾

کبھی پہنچ نہیں سکتے، ف۱۰۷ سو (ایسوں کے مقابلے میں) پناہ مانگو تم اللہ کی، بے شک وہی ہے سنتا (ہر کسی کی،) دیکھتا (سب کچھ)، ف۱۰۸ ﴿۵۶﴾

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا، انسانوں کے پیدا کرنے کے مقابلے میں کہیں بڑا کام ہے،

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں، ف۱۰۹ ﴿۵۷﴾ اور برابر نہیں ہو سکتے اندھا

وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا

اور دیکھنے والا، اور نہ ہی وہ لوگ جو ایمان لا کر نیک کام کرتے رہے ہوں اور

الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ

بدکار آپس میں برابر ہو سکتے ہیں، تم لوگ کم ہی سبق لیتے (اور عبرت پکڑتے) ہو، ف۱۱۰ ﴿۵۸﴾ بے شک (قیامت کی) اس (ہولناک) گھڑی نے

۱۰۸ پناہ دینا اللہ تعالیٰ ہی کا کام اور اسی کی شان ہے:- سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جب اصل حقیقت یہ ہے اور سب کو پناہ دینے والا اللہ ہی ہے تو پناہ مانگو اللہ کی۔ بیشک وہی ہے ہر کسی کی سنتا سب کچھ دیکھتا۔ پس اس کی پناہ میں آ جانے والے کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ فَاَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَمِنْ مَّكْرِ اَعْدَائِنَا بِمَنِّكَ وَ كَرَمِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ - سو اس آیت کریمہ سے کئی اہم اور بنیادی حقائق کو واضح اور آشکارا فرما دیا گیا۔ ایک یہ کہ جو لوگ آپ کے ساتھ اللہ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو وہ اس لیے نہیں کہ انکے سامنے حق واضح نہیں ہوا یا آپ کی تبلیغ و تفہیم میں کوئی فرق و قصور ہے۔ یا ان لوگوں کے پاس اسکے خلاف کوئی دلیل موجود ہے۔ نہیں ایسی کوئی بھی بات نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے اگر آپ کی بات تسلیم کر لی تو آپ کی برتری تسلیم کرنا پڑے گی اور اس میں انکے کبر و غرور اور انکی بڑائی کا پندار رکاوٹ ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ اپنے اس کبر و غرور کی بنا پر یہ آپ کے درپے آزار بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس سے بچنے کیلئے آپ اپنے رب کی پناہ مانگیں کہ وہی ہے جو ہر کسی کی سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔ پس پناہ وہی دے سکتا ہے۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ اور جب حضرت امام الانبیاء بھی اسی کی عنایت و دستگیری کے محتاج ہیں تو پھر اور کون ہو سکتا ہے جو کسی کا حاجت روا و مشکل کشا ہو سکے؟ پس حاجت روا و مشکل کشا سب کا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ اس کے سوا لوگوں نے اپنے طور پر جو طرح طرح کے حاجت روا اور مشکل کشا بنا رکھے ہیں وہ سب باطل و مردود اور بے حقیقت و بے بنیاد اور خرافات کا پلندہ ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ - اللہ ہمیشہ ہر حال میں، اور ہر موقع و مقام پر اپنے حفظ و امان میں رکھے، اور ہر قدم خیر ہی کی طرف اٹھانے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین

۱۰۹ وجودِ کائنات بذاتِ خود بعث بعد الموت کی دلیل: - سو اس سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے انسان کے اعادۂ خلق پر استدلال فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے کہیں بڑا کام ہے"۔ یعنی تمہارے خیال کے مطابق اے انسانو! ورنہ اللہ پاک کی قدرتِ لامتناہیہ کے اعتبار سے تو سب برابر ہے کہ اس کی شان تو کُنْ فَیَکُوْنُ کی شان ہے۔ تو جب اس کو زمین و آسمان کی اس عظیم الشان اور بے مثال کائنات کا پیدا کر دینا کچھ مشکل نہیں تو پھر تمہارا دوبارہ پیدا کر دینا آخر اس کیلئے کیا اور کیونکر مشکل ہو سکتا ہے؟ اور جب خلق و ایجاد کی اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک و سہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟ مگر لوگوں کی اکثریت ہے کہ ان واضح اور کھلے حقائق کو بھی نہیں جانتی اور ان میں غور و فکر سے کام نہیں لیتی۔ اور اسکے نتیجے میں وہ طرح طرح کی گمراہیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹک رہی ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ بہر کیف غافل لوگوں کے ضمیروں کو جھنجھوڑنے کیلئے انکے سامنے اس کھلی اور واضح حقیقت کو رکھ دیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی اس عظیم الشان اور حکمت بھری کائنات کو پیدا کر سکتا ہے اور اس نے بالفعل انکو پیدا فرما دیا ہے تو پھر اس کیلئے پانچ چھ فٹ کے اس انسان کو دوبارہ پیدا کرنا آخر کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ - سبحانہ و تعالیٰ - سو کائنات کی اس عظیم الشان اور واضح اور کھلی کتاب میں عقلِ سلیم رکھنے والوں اور غور و فکر سے کام لینے والوں کے لیے عظیم الشان درسہائے عبرت و بصیرت ہیں۔ سو اس میں عظیم الشان دلائل ہیں حضرتِ خالق - جَلَّ مَجْدُہٗ - کے وجودِ باجود اسکی وحدانیت و یکتائی، اسکی قدرت و حکمت کے۔ نیز اس میں دلائل ہیں بعث بعد الموت اور قیامِ قیامت کے اِمکان اور اس کی ضرورت سے متعلق۔ مگر یہ سب ان لوگوں کے لیے ہیں جو عقولِ سلیمہ رکھتے ہیں اور وہ صحیح طور پر غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ اور جو لوگ اس شرف و امتیاز سے محروم ہیں وہ حیوان نہیں بلکہ ان سے بھی بہکے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ان سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی - والعیاذ باللہ، جلا وعلا، من کل زیغٍ وَّ ضلال،

۱۱۰ ضرورتِ آخرت اختلافِ اخلاق کے اعتبار سے: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "برابر نہیں ہو سکتے اندھا اور دیکھنے والا اور نہ ہی نیک اور بد"۔ تو پھر ان کا انجام کیسے برابر ہو سکتا ہے؟ اور جب اس دنیا میں اس فرق و انجام کا نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا تو لازماً کوئی وقت ایسا ہوگا اور ضرور ہونا چاہیئے جس میں پورا انصاف ہو اور ہر کسی کو اپنے کئے کرائے کا پورا بدلہ ملے اور نتائج کا فرق بھرپور طریقے سے ظاہر ہو۔ سو وہی قیامت کا دن ہے جس کو یَوْمُ الدِّیْنِ یعنی "بدلے اور جزا و سزا کا دن" کہا جاتا ہے۔ لہٰذا قیامت کے اس دن کا آنا عقل و نقل دونوں کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ تاکہ عدل و انصاف اور سزا و جزا کے تقاضے بھرپور طریقے سے پورے ہو سکیں۔ اور جو لوگ قیامِ قیامت کی اس حقیقتِ کبریٰ کا انکار کرتے ہیں وہ حقیقت میں عقل و نقل، عدل و انصاف، حق و صداقت کے تقاضوں کا انکار کرتے ہیں - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ - سو عقیدۂ آخرت کا ایمان و یقین سب خوبیوں کی اصل اور اساس ہے۔ اور اس کا انکار سب خرابیوں کی جڑ بنیاد والعیاذُ باللہِ العظیم - فَزِدْنَا اللّٰھُمَّ اِیْمَانًا وَّیَقِیْنًا بِکَ وَبِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ و برسولک الَّذی ارسلت بِمَنِّکَ وکرمک یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین - سو عقیدۂ آخرت کا انکار دراصل اندھا پن ہے۔ اور یہ چیز اندھے اور آنکھوں والے کو ایک برابر سمجھنے اور حکمتوں بھری اس کائنات کو اندھیر نگری قرار دینے کے مترادف ہے۔ جو کہ فی البداہت غلط اور عقل و نقل دونوں کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ سو اخلاقی تقاضوں کے اعتبار سے عقیدۂ آخرت ناگزیر ہے ورنہ یہ سارا کارخانہ ہست و بود عبث و بیکار قرار پاتا ہے۔ "اَعْمٰی" سے یہاں پر مراد عقل اور دل کے اندھے ہیں۔ اور "بصیر" سے مراد وہ ہیں جو بصارت کے ساتھ بصیرت کی دولت بھی رکھتے ہیں بلکہ بصیرت کی دولت بصارت سے بھی کہیں بڑھ کر اور اصل دولت ہے - وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید -

لَا رَيْبَ فِيهَا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾

بہر حال (اپنے وقت پر) آ کر رہنا ہے، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں رکھتے، ۱۱۱ ﴿۵۹﴾

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

اور فرمایا تمہارے رب نے کہ تم لوگ مجھ ہی کو پکارو، میں تمہاری پکار کو سنوں گا، ۱۱۲ بے شک جو لوگ

يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿۶۰﴾ ع ۱۱

اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ان کو عنقریب ہی داخل ہونا ہوگا، جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر، ۱۱۳ ﴿۶۰﴾

اللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ

اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے رات کو ایسا کہ تم اس میں (آرام و) سکون پا سکو، ۱۱۴ اور دن کو بنایا

۱۱۱ اکثریت بے ایمانوں کی - والعیاذ باللہ العظیم: - سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا "لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں رکھتے"۔ اسی لئے وہ انجام سے غافل و بے فکر ہو کر من مانیاں کرتے اور ظلم وفساد سے کام لیتے ہیں۔ مگر کب تک؟ آخر کار انہوں نے اپنے انجام کو بہر حال پہنچنا ہوگا اور اپنے کئے کرائے کا صلہ اور بدلہ پانا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ آخرت پر ایمان ویقین رکھے بغیر اور اس کی ذمہ داری وجواب دہی کے فکر واحساس سے عاری ومحروم ہو کر انسان نہ راہِ حق و صواب پر آ سکتا ہے اور نہ اس کی اصلاح ہو سکتی ہے کہ اس کی لاپرواہی اور بے فکری کے باعث حق وہدایت کی کوئی بات اس میں اثر نہیں کر سکتی - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ - چنانچہ دوسرے مقام پر اسکی تصریح فرمائی گئی کہ جو لوگ آخرت پر ایمان ویقین نہیں رکھتے وہ یقینی طور پر سیدھی راہ سے ہٹے اور پھرے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے - ﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُونَ﴾ - (المومنون: ۷۴)۔ اور جب وہ راہِ حق وہدایت ہی سے محروم ہو گئے تو پھر انکی اصلاح کی صورت ہی کیا ہو سکتی ہے کہ ایسے میں تو انکا ہر قدم ہی غلط راہ کی طرف اٹھے گا۔ سو انکارِ آخرت کے بعد انسان کا زاویۂ نگاہ ہی ٹیڑھا ہو جاتا ہے - اس کے بعد اس کا ہر قدم محرومی اور شر ہی کی طرف بڑھتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۱۱۲ اپنے رب ہی کو بلانے پکارنے کی تعلیم وتلقین: - سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا "اور فرمایا تمہارے رب نے کہ تم سب مجھ ہی کو پکارو میں تمہاری پکار کو سنوں گا"۔ یعنی براہِ راست مجھے پکارو۔ میں تمہاری پکار کو سنوں گا اور تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔ دیکھئے اللہ پاک کس صراحت ووضاحت کے ساتھ اپنے بندوں کو براہِ راست اور بلاواسطہ اپنے رب کو پکارنے کی تعلیم دیتا اور اس کی قبولیت کا وعدہ فرماتا ہے مگر اس کے باوجود دورِ حاضر کا جاہل مسلمان کہتا ہے کہ اللہ ہم گناہ گاروں کی براہِ راست نہیں سنتا۔ بلکہ "ہماری فلاں کے آگے اور اس کی خدا کے آگے" وغیرہ۔ اور جاہل پیر اور گمراہ ملاں اس سادہ لوح مسلمان کی پیٹھ ٹھونکتا اور اس کی گمراہی کو پکا کرتا جاتا ہے - فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكَىٰ وَهُوَ الْمستعان - باقی رہ گئی یہ بات کہ دعا کی

قبولیت کی شکلیں کیا کیا ہیں اور اس کیلئے آداب و شروط کیا کچھ ہیں اور قبولیتِ دعا کے موانع کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ تو ان سب باتوں پر۔ الحمدللہ۔ راقم آثم نے اپنی کتاب ''قرآن وسنت کی مقدس دعائیں'' میں مفصل اور مدلل روشنی ڈال دی ہے جو کہ کئی سال ہوئے طبع ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے اور کئی ہزار تک چھپ چکی ہے۔ والحمدللہ ربّ العالمین۔ اللہ تعالیٰ اس کو شرفِ قبولیت سے نواز کر راقم آثم کے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا ذریعہ بنادے۔ آمین ثم آمین یاربّ العالمین۔ بہر کیف آخرت کی تذکیر و یاددہانی کے بعد اب یہاں پر توحید کی تذکیر و یاددہانی فرمائی گئی ہے کہ تمہارے رب کا ارشاد و اعلان ہے کہ تم براہِ راست مجھ ہی سے مانگو۔ کسی واسطے اور وسیلے کی ضرورت نہیں۔ جس کو مانگنا ہو وہ مجھ ہی سے مانگے۔ میں اسکی دعا کو سنوں گا اور اسکی درخواست کو قبول کرونگا۔ مطلب یہ کہ جب میں نے اپنے در پر کوئی پہرہ نہیں بٹھایا تو پھر دوسروں کو سفارشی بنانے اور انکی خوشامد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سو اس سے ان مشرکوں کے اوہام کی جڑ نکال دی گئی جو کہتے ہیں کہ اللہ براہِ راست ہماری نہیں سنتا۔ جب تک ہم فلاں ہستی اور فلاں سرکار کا واسطہ نہ پکڑیں وغیرہ وغیرہ۔ اللہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۱۳ استکبار محرومیوں کی محرومی۔ والعیاذُ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''بے شک جو لوگ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں ان کو عنقریب ہی ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہونا ہوگا''۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ تکبر اور اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں اللہ پاک کے حضور ہاتھ پھیلانے اور دعا مانگنے سے اِباء و انکار کرنا بہت بڑا جرم اور سخت محرومی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اور جب ہم ہیں ہی اس کے بندے اور سراپا احتیاج تو پھر اس کی بارگاہِ اقدس واعلیٰ سے منہ موڑنے کے معنیٰ ہی کیا ہو سکتے ہیں؟ ہمارے جسم و جان کا تو رواں رواں ہر لحہ اس کی رحمتوں و عنایتوں کا محتاج ہے۔ فَعَامِلْنَا بِلُطْفِكَ وَكَرَمِكَ يَا مَنْ وَسِعَتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْلَنَا زَلَّاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ۔ یہاں چونکہ استکبار کے بعد ''عن'' کا صلہ آیا ہے۔ اس لیے یہ لفظ اِعراض کے معنیٰ کو متضمن ہوگیا۔ سو اس اعتبار سے اس کا معنیٰ و مطلب یہ ہوگیا کہ میری طرف سے اس عام منادی کے باوجود جو لوگ محض اپنے کبر و غرور کی بنا پر میری بندگی سے اِعراض کر رہے ہیں وہ بڑے ہی سنگین جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ والعیاذُ باللہ۔ اس لیے انکو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اپنے اس کبر و غرور کی پاداش میں عنقریب ہی جہنم میں داخل ہونگے۔ سو استکبار محرومیوں کی محرومی اور خرابی و فساد کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۱۴ رات کی نعمت میں دعوتِ غور و فکر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات کو بنایا تا کہ تم لوگ اس میں سکون حاصل کرسکو''۔ یعنی سکون و راحت کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کو اس نے کمالِ حکمت و قدرت اور رحمت و عنایت سے رات کے سناٹے میں رکھ دیا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اپنے خالق و مالک کی معرفت سے سرفرازی و سرشاری کیلئے تم لوگوں کو کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ تم اگر دن رات کے اس سلسلے ہی میں غور کرلو جس سے تم طرح طرح سے اور لگاتار مستفید و فیضیاب ہوتے رہے ہو تو تم لوگوں کو اپنے رب کی قدرت، اسکی رحمت اور اسکی حکمت و عنایت کے عظیم الشان نمونے نظر آئیں گے۔ اور تم دل و جان سے اسکے حضور جھک جھک جاؤ گے۔ اور تم بے ساختہ پکار اٹھو گے کہ وہی ہے اللہ جو معبودِ برحق ہے۔ جو ہمیں ان اور ان عظیم الشان رحمتوں اور عنایتوں سے نوازتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور ہماری طرف سے کسی طرح کی اپیل و درخواست کے بغیر نوازتا ہے جو کہ اس کا کرم بالائے کرم ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

مُبۡصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ

روشن (تا کہ اس میں تم لوگ اپنی روزی روٹی کا کام کر سکو ف۱۱۵) بے شک اللہ بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے لوگوں پر ف۱۱۶ لیکن اکثر

۱۱۵ **دن کی نعمت میں دعوتِ غور و فکر:** - سو روشن دن کی نعمت میں غور و فکر کی دعوت کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی وحدہ لاشریک نے دن کو بنایا روشن"۔ تا کہ اس میں تم چل پھر کر اپنے کام کاج کر سکو اور اپنی روزی و روٹی کا سامان کر سکو اور تا کہ تم آنکھیں کھول کر اسکی حکمتوں بھری اس کائنات میں نگاہِ عبرت ڈال کر راہِ حق و ہدایت کو اپنا سکو۔ اور اپنے لیے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کر سکو۔ سو اگر تم لوگ نگاہِ عبرت و بصیرت سے اسکو دیکھو گے تو اسکی ایک ایک چیز اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر تمہیں اپنے اس خالق کے وجودِ باجود، اسکی قدرت و حکمت اور اسکی رحمت و عنایت کا پتہ دے گی۔ اور انہی میں سے دن اور رات کا یہ حکمتوں بھرا سلسلہ ہے جو اسکی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ، رحمتِ شاملہ اور وحدانیتِ مطلقہ کا ایک عظیم الشان مظہر ہے۔ اور ایسا عظیم الشان اور بے مثال مظہر جو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں ہر جگہ، ہر وقت اور ہر اعتبار سے دعوتِ غور و فکر دیتا ہے اور ڈوب ڈوب کر طلوع ہو ہو کر اپنے خالق و مالک کی عظمتِ شان، اسکی قدرتِ مطلقہ، حکمتِ بالغہ، رحمتِ شاملہ، عنایتِ کاملہ اور مخلوق کے عروج و زوال، ترقی و کمال اور فنا و زوال کے عظیم الشان اور انقلاب آفریں درسہائے عبرت و بصیرت دیتا ہے۔ لیکن دنیا ہے کہ غفلت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اور وہ اس بارے غور و فکر سے کام لینے کی زحمت گوارا کرتی ہی نہیں - الا ماشاء اللہ - فباللہ التوفیق لما یحبّ و یرید، وعلی ما یحب و یرید،

۱۱۶ **فضلِ خداوندی کی تذکیر و یاد دہانی:** - سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ فرمایا گیا کہ "بے شک اللہ بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے لوگوں پر"۔ کہ اس نے اپنی مخلوق پر ایسے ایسے عظیم الشان کرم فرمائے جو دوسرے کسی کے بس میں ہی نہیں۔ اور انسان کو اُن اُن نعمتوں سے نوازا کہ جن کو کوئی شمار بھی نہیں کر سکتا۔ سو ذرا دن رات کے اسی سلسلے میں غور و فکر سے کام لیکر دیکھو کہ کس طرح اس نے اس حکمتوں بھرے سلسلے کو جاری اور قائم فرمایا جو لگاتار اور نہایت پابندی سے چلے جا رہا ہے۔ جس میں تمہاری طرح طرح کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور تم طرح طرح کے عظیم الشان فائدوں سے مستفید و فیضیاب ہوتے ہو اور لگاتار و مسلسل مستفید ہوتے ہو۔ مگر اب بھی ربِّ رحمٰن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جس نے تمہارے لیے یہ عظیم الشان سلسلہ قائم فرمایا اور خود اسکو نہایت پابندی سے چلا رہا ہے - سبحانہ وتعالیٰ - سو شب و روز کے اس متضاد سلسلے کا اس قدر ہم آہنگی سے انسان کی خدمت میں لگے رہنا اس بات کا ایک واضح اور کھلا ثبوت ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق و مالک اور اس میں حاکم و متصرف ایک ہی ہے۔ اور اس سب میں ایک ہی ارادہ کارفرما ہے۔ ورنہ ان متضاد چیزوں کے درمیان اس حد تک وثیق اور مضبوط و مستحکم توافق پایا جانا ممکن نہ تھا۔ سو یہ حضرتِ خالق - جَلَّ مَجۡدُهٗ - کا اس کی مخلوق پر ایک عظیم الشان فضل و کرم اور انعام و احسان ہے اور ایسا عظیم الشان فضل و کرم کہ جو آگے کئی عظیم الشان انعامات و احسانات کا منبع و مصدر ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت پھر بھی غافل اور ناشکری ہے - وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ذکر و شکر سے سرفراز و سرشار رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر ہی چلنے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین - یامَنۡ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ تَبَارَكۡتَ وَتَعَالَيۡتَ

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ

لوگ شکر نہیں ادا کرتے (اس مہربان مطلق کا،) ف۱۱۷ ﴿٦١﴾ یہ ہے اللہ رب تم سب کا' پیدا کرنے والا ہر

شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ

وقف لازم

چیز کا، ف۱۱۸ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس کے' پھر تم لوگ کہاں اوندھے کیے جاتے ہو؟ (اور تمہاری مت کہاں ماری جاتی ہے؟)

يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ

﴿٦٢﴾ اسی طرح اوندھے کیے جاتے رہے وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، ف۱۱۹ ﴿٦٣﴾ اللہ

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ

وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین (کے اس عظیم الشان کرے) کو آرام گاہ بنا دیا، اور آسمان کو ایک عظیم الشان چھت' اور

صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ

اسی نے صورت گری فرمائی تم سب کی۔ سو اس نے کیا ہی عمدہ صورتیں بخشیں تمہیں' اور اسی نے طرح طرح کی پاکیزہ چیزوں سے

۱۱۷ لوگوں کی اکثریت ناشکروں کی، والعیاذ باللہ:- سو ارشاد فرمایا گیا اور پوری صراحت سے ارشاد فرمایا گیا کہ "اکثر لوگ شکر نہیں ادا کرتے - اس ربِ رحمٰن ورحیم کا -" کہ ایسے لوگ یا تو سرے سے غور وفکر سے کام لیتے ہی نہیں۔ محض جانوروں کی طرح غفلت اور بے فکری سے ان نعمتوں کو اڑاتے ہیں۔ اور اگر کبھی غور وفکر کرتے بھی ہیں تو اس منعمِ حقیقی وحدہ لاشریک کو بھول جاتے ہیں جس نے ان کو ان سب نعمتوں سے نوازا ہے اور انکی نگاہیں طرح طرح کے مظاہر میں اٹک کر رہ جاتی ہیں۔ اور یہ اس کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے ہیں۔ سو یہ سب کفرانِ نعمت ہے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ - یہاں سے ایک مرتبہ پھر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اکثریت ہمیشہ غلط کار اور ناسپاس وناشکرے لوگوں ہی کی رہی ہے۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ لہذا عوام کالانعام کی اکثریت کا کسی کی حمایت یا مخالفت میں اکٹھا ہو جانا اس کے حق پر یا باطل پر ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ جمہوریت کے نوساختہ بت کے پجاریوں کا کہنا اور ماننا ہے۔ اور جس طرح کہ ہمارے یہاں کے اہلِ بدعت کا کہنا ہے۔ پس حق وہ ہے جس کا حق ہونا کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے دلائل کی بنا پر ثابت ہو جائے۔ اور باطل وہ ہے جو اس کے برعکس ہو - اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ - بہر کیف اس واہبِ مطلق - جَلَّ وَعَلَا - کی ان طرح طرح کی عظیم الشان اور گوناگوں رحمتوں اور نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ انسان دل وجان سے اس کا شکر بجا لائے اور ہمیشہ اسی میں مشغول ومنہمک رہے - وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، وھو العزیز الوھاب، وفی کل موطنٍ مّن المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھاب،

۱۱۸ حضرتِ خالق - جَلَّ مَجْدُهٗ - کی معرفت اسکی مخلوق کے ذریعے: - سو مخلوق کی مختلف شئون کے ذکر و بیان کے بعد ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ ہے اللہ رب تم سب کا"۔ جس کی رحمتوں، عنایتوں، قدرتوں، حکمتوں اور فیاضیوں کے یہ عظیم الشان مظاہر ہر چار سو پھیلے بکھرے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی میں بھی کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک و سہیم آخر کس طرح ہوسکتا ہے؟ پھر تمہاری مت کہاں اور کیسے ماری جاتی ہے کہ تم لوگ اے مشرکو اس وحدہ لاشریک کے لئے اس کی مخلوق میں سے طرح طرح کے خودساختہ شریک ٹھہراتے ہو؟ اور انہیں حاجت روا و مشکل کشا سمجھتے ہوئے ان کو پوجتے پکارتے، ان کے آگے جھکتے اور طرح طرح سے ان کے لئے آدابِ بندگی بجالاتے ہو؟ ان کے لئے نذریں مانتے، نیازیں دیتے اور چڑھاوے چڑھاتے اور ان کے لئے چکر لگاتے اور پھیرے مانتے ہو وغیرہ وغیرہ - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جل وعلا - حالانکہ قدرت کے ان عظیم الشان مظاہر میں سے ہر چیز اور آسمان و زمین، دن اور رات اور سرد و گرم وغیرہ وغیرہ اَضداد میں پایا جانے والا یہ توافق اور ایسی پرحکمت ہم آہنگی اور سازگاری پکار پکار کر اس وحدہ لاشریک کی بے مثال عظمت، یکتائی اور وحدانیت کا درس دے رہی ہے۔ تو پھر تم لوگ آخر کہاں اور کیسے اندھے اور اوندھے ہوتے ہو؟ - والعیاذ باللہ العظیم - بہرکیف اس ارشاد سے یہ عظیم الشان درس دیا گیا ہے کہ حضرتِ خالق - جَلَّ مَجْدُهٗ - کی معرفت سے سرشاری و سرفرازی کا اصل اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسکی اس حکمتوں، رحمتوں، اور عنایتوں، بھری کائنات میں غور و فکر سے کام لیا جائے کہ جس قادرِ مطلق، حکیمِ مطلق، اور وہابِ مطلق، نے اس عظیم الشان کائنات کو وجود بخشا وہی ہے ہمارا رب اور اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور معبودِ برحق۔ ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی کا حق ہے - سبحانہ وتعالیٰ - پس اسی کی اطاعت و بندگی وسیلۂ نجات و سرفرازی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحبُّ و یرید،

۱۱۹ اللہ کی آیتوں کے انکار کا نتیجہ و انجام اُوندھا پن - والعیاذُ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسی طرح اوندھے کیے جاتے رہے وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے رہے تھے۔ پس دورِ حاضر کے ان لوگوں کا یہ انکار کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی یہی کچھ ہوتا آیا ہے۔ پس آپ ان لوگوں کے رویے پر نہ تعجب کریں نہ غم۔ سو اس ارشادِ ربانی میں تسکین و تسلیہ کا سامان ہے۔ آنحضرت - صلی اللہ علیہ وسلم - کے لئے اور آپ کے توسط سے آپ کی امت کے ہر مبلغ اور داعیِ حق و صداقت کے لئے کہ آپ منکرین کے انکار و تکذیب سے دل برداشتہ نہ ہوں - صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اجمعین ومن اهتدى بهديه ودعا بدعوته الى يوم الدين - بہرکیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے انکار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اوندھا بن کر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم کی سیدھی سادی اور صاف و صریح بات کا انکار کرنے والی قومیں اندھی اور اوندھی ہوکر رہ گئیں۔ سو انکارِ حق کے جس نتیجہ و انجام کا بھگتان گزشتہ ادوار کے ان منکروں کو بھگتنا پڑا وہ دورِ حاضر کے ان منکروں کو بھی بھگتنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون سب کیلئے ایک اور بے لاگ ہے - سبحانہ وتعالیٰ - تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں، اور ہر اعتبار سے اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ

تمہاری روزی کا سامان کیا، یہ ہے اللہ رب تم سب کا، سو بڑی ہی برکت والا ہے اللہ، پروردگار سب جہانوں کا، ف ۱۲۰ ﴿۶۴﴾ وہی

الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ

(اور صرف وہی) ہے زندہ، کوئی معبود نہیں سوائے اس کے، پس تم سب اسی کو پکارو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے اپنے دین

۱۲۰ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے کارخانۂ قدرت کے ذریعے:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ ہے اللہ رب تم سب کا"۔ یعنی ان اور ان عظیم الشان قدرتوں، عظمتوں، رحمتوں، عنایتوں اور نوازشوں والا۔ جَلَّ جَلَالُـهٗ وَعَمَّ نَوَالُـهٗ۔ سو اس وحدہ لاشریک کی معرفت اگر تم لوگ حاصل کرنا چاہتے ہو اور اس سلسلے میں اگر تم سچے اور مخلص ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم اس کی تخلیق فرمودہ کائنات کی اس کھلی کتاب میں غور کرو جس میں اس کی عظمت و قدرت، رحمت و عنایت اور بخشش و حکمت کے مظاہر ہر چار سو پھیلے بکھرے ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو یہی ہے اللہ جو ان قدرتوں، حکمتوں اور رحمتوں و عنایتوں والا ہے۔ نہ کہ وہ جن کو لوگوں نے از خود مختلف ناموں سے گھڑ رکھا ہے اور انکو وہ از خود حاجت روا و مشکل کشا قرار دے کر پوجتے پکارتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنی تذلیل و تحقیر، ہلاکت و تباہی اور ذلت و رسوائی کا سامان خود سے کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف کائنات کے اس عظیم الشان کارخانہ میں غور و فکر اور صحیح غور و فکر معرفتِ پروردگار سے سرفرازی کا صحیح ذریعہ و وسیلہ ہے کہ پتہ پتہ اس کی معرفت کا ایک دفتر ہے۔ اس لیے اصول یہ بیان فرمایا گیا کہ "تفکروا فی المخلوق ولا تفکروا فی الخالق"۔ یعنی مخلوق میں غور کرو نہ کر خالق میں کہ خالق کی شان تمہارے احاطہ فکر و تصور سے اعلیٰ و بالا اور تمہاری قدرت و طاقت سے خارج ہے۔ اس کو ویسے ہی مانو جیسا کہ وہ اپنے بارے میں خود بتائے یا اس کا رسول بتائے اور بس۔ وبالله التوفيق لما يُحِبُّ ويريد، وعلى ما يُحِبُّ ويريد، وهو الهادي الى سواء السبيل۔ سبحانهٗ وتعالىٰ،

۱۲۱ اللہ تعالیٰ ہی زندہ ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ:- سو ارشاد فرمایا گیا اور اسلوبِ حصر و قصر میں ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی ہے زندہ"۔ کہ اس کی زندگی حقیقی، ذاتی اور دائمی ہے۔ اس کو نہ عدم سابق سے واسطہ نہ لاحق سے۔ اس کو نہ فنا ہے نہ زوال۔ اور یہ شان اس کے سوا اور کسی کی بھی نہیں۔ پس معبودِ برحق بھی وہی اور صرف وہی ہے۔ اس کے سوا اور کسی کے لئے نہ کسی قسم کی عبادت کا حق ہے نہ جواز۔ پس تم سب لوگ اسی کو پکارو بندگی کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ اسکے سوا دوسروں کو جو لوگ پکارتے ہیں وہ مردہ ہیں نہ کہ زندہ۔ وہ نہ کسی کی سن سکتے ہیں اور نہ مدد کر سکتے ہیں۔ انکو پوجنا، پکارنا اوہام اور خرافات کی پیروی کے سوا کچھ نہیں۔ اور انکی پوجا پاٹ کر کے اپنی تذلیل و تحقیر کا سامان کرنا سراسر خسارے اور دھوکے کا سودا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ پس تم لوگ ان سب کو چھوڑ کر اور ان سب سے منہ موڑ کر ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ وہی وحدہ لاشریک ہر قسم کی عبادت و بندگی کا اصل حقدار ہے اور اسی کی عبادت و بندگی میں تمہارے لیے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان ہے۔ وبالله التوفيق لما يُحِبُّ ويريد، وعلى ما يُحِبُّ ويريد۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہ حق و ہدایت پر قائم اور ثابت قدم رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ

(واعتقاد) کو، سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے سب جہانوں کا، ﴿۶۵﴾ (ان سے صاف) کہہ دو کہ مجھے تو بہر حال اس سے

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ

منع کیا گیا ہے کہ میں عبادت (وبندگی) کروں ان ہستیوں کی جن کو تم لوگ (پوجتے) پکارتے ہو اللہ کے سوا، ۱۲۲ جب کہ پہنچ چکے میرے

مِنْ رَّبِّيْ ز وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ

پاس روشن دلائل میرے رب کی جانب سے، ۱۲۳ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سر تسلیم خم کردوں پروردگار عالم کے آگے، ﴿۶۶﴾ ۱۲۴ وہ (اللہ)

الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ

وہی تو ہے جس نے پیدا فرمایا تم سب کو مٹی سے، ۱۲۵ پھر نطفے سے پھر

عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ

خون کے لوتھڑے سے، پھر وہی تمہیں نکالتا ہے (تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے) ایک کامل بچے کی شکل میں، ۱۲۶ پھر (وہ تمہیں بڑھاتا

ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ج وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ

پالتا جاتا ہے) تاکہ تم لوگ پہنچ جاؤ اپنی (جوانی کی) بھرپور قوتوں کو، (پھر وہ تم کو اور موقع دیتا ہے کہ) تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنے بڑھاپے

وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ

کی عمر کو، اور تم میں سے کوئی اس سے پہلے ہی مر جاتا ہے (یہ سب کچھ اس لئے کہ) تاکہ تم پہنچ جاؤ مقررہ مدت کو، اور تاکہ تم لوگ کام لو

الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ج فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ

اپنی عقل (وفکر) سے، ۱۲۷ ﴿۶۷﴾ وہی زندگی بخشتا ہے، اور وہی موت دیتا ہے، ۱۲۸ پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے، تو اس کو صرف اتنا کہنا ہوتا ہے

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ ع ۸ ۱۲

کہ ہو جا، پس وہ ہو چکا ہوتا ہے، ۱۲۹ ﴿۶۸﴾ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو جھگڑا کرتے ہیں

۱۲۲ مشرکین ومنکرین سے اظہارِ براءت کی تعلیم وتلقین: ـ سو پیغمبر کو حکم فرمایا گیا کہ "آپ ان لوگوں سے کہو

کہ مجھے بہر حال اس بات سے منع فرمایا گیا ہے کہ میں ان لوگوں کی بندگی کروں جن کو تم لوگ پوجتے پکارتے ہو اللہ کے سوا"۔ سو یہ معاندین ومنکرینِ حق کے لئے ایک داعیٔ حق کا آخری جواب ہے کہ اگر تم لوگ غیر اللہ کی پرستش سے باز نہیں آتے تو تمہاری مرضی کہ دلوں کو بدل دینا اور حق کو منوا کر چھوڑنا نہ تو میرے بس میں ہے اور نہ ہی میری ذمہ داری۔ سو اب تمہاری مرضی تم جو چاہو کرو۔ میں بہر حال تمہارے اس کفر وشرک سے بے زار ہوں۔ ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾۔ جن معبودانِ باطلہ کی پوجا پاٹ میں تم لوگ لگے ہوئے ہو ان کیلئے تم خواہ کتنا ہی زور لگاؤ میں انکی پوجا کسی بھی صورت نہیں کرسکتا۔ پس تمہارا راستہ الگ اور میرا راستہ الگ کہ حق اور باطل کے درمیان اتحاد واشتراک ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ کہ حق وباطل کی راہیں یکسر مختلف اور دگر گوں ہیں۔ اور ان کے نتائج اور انجام بھی مختلف ہیں،

۱۲۳ اہلِ حق کے لیے غیر اللہ کی بندگی ممکن نہیں:۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دلائلِ حق کا تقاضا، حق کے آگے دل وجان سے جھک جانا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "میں انکی بندگی بہر حال نہیں کرسکتا جن کو تم لوگ پوجتے پکارتے ہو اللہ کے سوا ان روشن دلائل کے بعد جو کہ آچکے ہیں میرے پاس میرے رب کی جانب سے"۔ جو قرآنِ حکیم کے صفحات پر اور کائنات کی اس کھلی کتاب میں جابجا بکھرے پڑے ہیں۔ اور پکار پکار کر حضرتِ حق ۔ جَلَّ مَجْدُهٗ ۔ کی وحدانیت ویکتائی کا درس دے رہے ہیں کہ قرآنی آیات بھی دراصل ان کونی آیات کی تشریح وتوضیح ہی کرتی ہیں جو کائنات کی اس کھلی کتاب میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ پس طلبِ صادق، عقلِ خالص اور فکرِ رسا چاہیئے۔ ورنہ محض حیوانی آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے کچھ نہیں بن سکتا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ ۔ اور انسان جب صحیح طریقے سے کائنات کے ان کھلے اور واضح دلائل میں غور وفکر سے کام نہیں لیتا تو وہ حیوان سے بھی نیچے گر جاتا ہے اور وہ ۔ ﴿كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ﴾ ۔ کا مصداق بن کر کائنات کے ان مختلف مظاہر کی پوجا کرنے لگ جاتا اور ایسے ایسے کام کرنے لگتا ہے کہ حیوان کو بھی نہیں سوجھ سکتے۔ ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ معبود برحق ایک اور صرف ایک ہے۔ یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک، پس اہلِ حق کے لیے غیر اللہ کی بندگی کسی بھی طرح ممکن نہیں ہو سکتی کہ راہِ حق وہدایت پر بہر حال وہی اور صرف وہی ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۱۲۴ پروردگارِ عالم کے حضور سرِ تسلیم خم کر دینے کی ہدایت:۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سرِ تسلیم خم کردوں پروردگارِ عالم کیلئے"۔ اس کے سوا کسی کے آگے بھی سر نہ جھکاؤں۔ یہی درس ہے ہر داعیٔ حق کے لئے کہ وہ فرزندانِ کفر وشرک کے جواب میں اپنا آخری اور قطعی اعلان اسی طرح صاف اور دوٹوک لفظوں میں سنا دے تاکہ وہ لوگ اس کے بارے میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں اور انکے سامنے واضح ہو جائے کہ وہ کسی طرح کی تحریص وترغیب یا لالچ دباؤ وغیرہ کے آگے جھکنے والا نہیں۔ اور یہ لوگ اس طرح کے ہتھکنڈوں کے ذریعے اس میں کسی طرح کی کوئی لغزش نہیں پیدا کرسکتے۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں کلیتہً اپنے آپ کو خداوندِ عالم کے حوالے کردوں کہ ہر قسم کی عبادت وبندگی بھی صرف اسی کیلئے بجالاؤں اور ہر قسم کی اطاعت وفرمانبرداری بھی اسی کیلئے کہ اس کا اصل حقدار وہی وحدہٗ لاشریک ہے جو کہ پروردگار ہے سارے عالم کا۔ سو معبودِ برحق اللہ وحدہٗ لاشریک ہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۱۲۵ تخلیقِ انسانی میں قدرت وحکمت خداوندی کے عظیم الشان دلائل:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ وہی ہے جس نے پیدا فرمایا تم سب لوگوں کو مٹی سے"۔ کہ اس نے اولاً تمہارے باپ آدمؑ کو براہِ راست اس مٹی سے پیدا کیا پھر تم سب کو اس کی نسل میں سے بنایا۔ اس طرح

بالواسطہ طور پر تم سب کے سب اسی مٹی سے ہی پیدا کیئے گئے ہو۔ نیز تکوین و تولید کے جس مادۂ منویہ سے تمہاری تخلیق کا آغاز ہوتا ہے وہ خلاصہ اور نچوڑ ہے ان غذاؤں کا جو اس مٹی سے حاصل کی جاتی ہیں۔ سو اس طرح بھی بالواسطہ طور پر تم میں سے ہر کسی کی تخلیق مٹی سے ہی ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! کیسی قدرت و حکمت ہے اس قادرِ مطلق اور حکیم مطلق کی کہ اس نے اس بے جان مٹی سے طور در طور انقلابات اور تحولات کے بعد حضرتِ انسان جیسی عظیم الشان مخلوق کی تخلیق فرمائی۔ اور اس مشتِ خاک کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ سو کتنا ظالم اور کس قدر بے انصاف ہے وہ انسان جو اسی قادرِ مطلق ربِّ رحمٰن و رحیم سے منہ موڑ کر اسی کا باغی بن جائے یا اسکے ساتھ ان دوسری فرضی، وہمی اور بے حقیقت چیزوں کو اسکا شریک و سہیم ٹھہرانے لگے جن کا اسکی تکوین و تخلیق میں سرے سے کوئی عمل دخل ہی نہیں۔ بہر کیف اس ارشاد سے یہ درس دیا گیا ہے کہ انسان اگر خود اپنی ذات اور اپنے وجود ہی میں صحیح طریقے سے غور کر لے تو اسکو اپنے خالق و مالک کی قدرت و حکمت، اسکی رحمت و عنایت، اسکی وحدانیت و یکتائی اور قیامت و آخرت جیسے تمام اہم حقائق اور بنیادی عقائد کیلئے واضح اور ٹھوس دلائل ملیں گے۔ مگر مشکلوں کی مشکل یہی ہے کہ انسان اس بارے سوچتا ہی نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ سو انسان کی تخلیق میں عظیم الشان دلائل قدرت و حکمت ہیں جن سے یہ ثابت اور واضح ہو جاتا ہے کہ معبودِ برحق اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ اس لئے ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے۔ فَاِیَّاهُ نَعْبُدُ وَعَلَیْهِ نَتَوَکَّلُ وَبِهٖ نَسْتَعِیْن، سبحانہ وتعالیٰ

۱۲۸ انسانی تخلیق کے مختلف مراحل و مدارج کی تذکیر و یاددہانی: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس خالق و مالک نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر وہی تمہیں ایک کامل بچے کی شکل میں نکالتا ہے"۔ سو دیکھو کہاں وہ نطفہ بے جان اور کہاں اس سے بن کر تیار ہونے والا عقل و فکر والا یہ انسانِ ذیشان۔ کیا نسبت ہے ان دونوں کے درمیان؟ سو اللہ وحدہ لاشریک کے سوا یہ سب کچھ کس کی قدرت و کارستانی کا نتیجہ ہو سکتا ہے؟ پس آفاق کے علاوہ تم لوگ خود اپنے من میں ڈوب کر اس کی جلالتِ قدر اور عظمتِ شان کا پتہ چلا سکتے ہو۔ اور اس کی وحدانیت و یکتائی کا یقین حاصل کر سکتے ہو۔ اور یہیں سے تم یہ بھی اندازہ لگا سکتے ہو کہ ایسے اہتمام سے پیدا کیا جانے والا یہ انسان نہ بیکار ہو سکتا ہے نہ بے مقصد۔ بلکہ اسکی تخلیق و تکوین کا ایک عظیم الشان مقصد ہے اور وہ مقصد ہے اپنے خالق و مالک کی معرفت اور اسکی عبادت و بندگی۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ﴾۔ (الذاریات: ۵۶)۔ سو اپنے خالق و مالک کی معرفت اور اسکی عبادت و بندگی انسان کا مقصدِ وجود اور اسکے لیے سرِّ سعادت ہے۔ اور اس سے اِعراض و غفلت دارین کی محرومی کا باعث ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو انسان خود اپنے بارے میں سوچے کہ اس کے وجود کا آغاز کہاں سے اور کس طرح ہوا۔ اور کن کن مراحل سے گزر کر کہاں سے کہاں پہنچا۔ سو یہ سب کچھ کس کی قدرت و حکمت اور رحمت و عنایت کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔ سو وہی ہے اللہ جو کہ سب کا خالق و مالک ہے اور اپنی اس پوری کائنات میں حاکم و متصرف ہے اور بلاشرکت غیر خالق و مالک اور حاکم و متصرف ہے، سبحانہ وتعالیٰ

۱۲۹ انسانی تخلیق و تکوین میں بڑا سامانِ عبرت و بصیرت، والحمد للہ جل وعلا: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ سب اس لیے کہ تم لوگ عقل سے کام لو کہ یہ سب کچھ کس کی قدرت و حکمت کا نتیجہ و ثمرہ ہے"۔ سو تم لوگ سوچو اور غور کرو کہ کس طرح تم لوگ اول سے لے کر آخر تک اس کی قدرت میں گھرے ہوئے اور اس کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔ پس حق و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم اسی کے اور

صرف اسی کے بندے بن کر رہو- سبحانہ وتعالیٰ- سو اس میں تمہارے لیے غور و فکر کا عظیم الشان سامان موجود ہے تا کہ تم اس سے عبرت پکڑو اور درس لو۔ سو اگر تم لوگوں کیلئے غور و فکر کا سامان کرنا مقصود نہ ہوتا تو تم لوگوں کو ایک حکم کے ذریعے یکبارگی ہی پیدا کر دیا جاتا۔ سو تمہارے اپنے جسم و جان میں عظیم الشان دلائلِ عبرت و بصیرت ہیں بشرطیکہ تم لوگ عقل و فکر سے کام لو -﴿وَفِی الْاَرْضِ آیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ، وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾-(الذاریات:۲۰-۲۱)۔یعنی"زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے عظیم الشان نشانیاں اور دلائلِ قدرت ہیں اور خود تمہاری جانوں میں بھی۔ کیا تم لوگوں کو کچھ سوجھتا نہیں؟"بہرکیف اس ارشاد میں انسانی تخلیق اور اس کے مختلف مدارج و مراحل میں غور و فکر کی دعوت ہے- وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید- بکُلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال وفی کل مَوْطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۱۲۸ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ"وہی ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے"۔ سو احیاء و اماتت یعنی زندگی بخشنا اور موت دینا اسی وحدہ لاشریک کی صفت و شان اور اسی کا اختصاص ہے۔ اس کے سوا کسی بھی شخص اور کسی بھی ہستی کے لئے احیاء و اماتت کی یہ صفت ماننا شرک ہوگا- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ - سو کتنے بہکے اور بھٹکے ہوئے اور غلط کار ہیں وہ لوگ جو سادہ لوح عوام کو اس طرح کے ڈراوے دے کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں کہ اگر تم نے فلاں پیر صاحب کے نام کی نیاز نہ دی تو وہ تمہاری بھینس کو مار دیں گے اور تم کو یہ اور یہ نقصان پہنچا دیں گے وغیرہ وغیرہ- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ- حالانکہ قرآن و سنت کی ایسی بے شمار نصوص اسکی تصریح کرتی ہیں کہ زندگی بخشنے اور موت دینے کے تمام تر اختیارات اللہ وحدہ لاشریک ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہیں۔ جسکو وہ زندہ رکھنا چاہے اسے کوئی مار نہیں سکتا اور جس کو وہ موت سے ہمکنار کرنا چاہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ معبودِ برحق بھی وہی وحدہ لاشریک ہے کہ احیاء و اماتت کی صفت کا مالک جب وہی وحدہ لاشریک ہے تو ہر قسم کی عبادت و بندگی بھی اسی کا حق ہے۔ اس میں اس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ کسی کو اس کا کوئی حق پہنچ سکتا ہے- سبحانہ وتعالیٰ- پس اس کے حقِ بندگی میں کسی کو شریک ماننا ظلمِ عظیم ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۱۲۹ اللہ تعالیٰ کی شان کُنْ فَیَكُوْنُ کی شان ہے: -سو اس سے واضح کر دیا گیا کہ اسکی شان کن فیکون کی شان ہے- سبحانہ وتعالیٰ- یعنی اس کو کسی کام کے کرنے کے لئے اسباب و وسائل سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ صرف حکم کرنا ہوتا ہے اور بس۔ تو پھر اس کے لئے کسی بھی چیز کے مشکل ہونے کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو قیامت کے بپا کرنے کیلئے جب وہ کلمہ کن- ہو جا- سے حکم فرمائے گا تو وہ چشم زدن میں سب کے سامنے موجود ہوگی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا-﴿فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴾-(النازعات:۱۳-۱۴)۔ سبحانہ وتعالیٰ سو جس خالق و مالک کی عظمت شان اور اسکی قدرت و حکمت کا یہ عالم ہو اس کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے اسکے بارے میں طرح طرح کے شرکیہ تصورات قائم کرنا کتنی بڑی حماقت و بے انصافی۔ اور کس قدر ظلم عظیم ہے پس اس کو ویسے ہی مانا جائے جیسا کہ وہ اپنے بارے میں خود بتائے۔ یا اسکے بارے میں اس کا وہ رسول بتائے جس پر اسکی طرف سے وحی آتی ہے یہی سلامتی کی راہ اور حق و حقیقت سے آگہی کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔ اس سے ہٹ کر اس کے بارے میں اپنے طور پر۔ اور محض اپنی عقل کی بناء پر تصورات قائم کرنا ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکنے کے سوا کچھ نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم

فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ ۚۛ (۶۹) الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا

اللہ کی آیتوں کے بارے میں، کہاں (اور کیسے) پھیرے جاتے ہیں یہ لوگ (حق اور حقیقت سے)؟ ف۱۳۰ (۶۹) جن لوگوں نے جھٹلایا

بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ قف فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۙ (۷۰)

ہماری اس کتاب کو ف۱۳۱ اور ان تعلیمات کو جن کے ساتھ ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو، ف۱۳۲ وہ عنقریب خود ہی جان لیں گے (اپنے کئے کرائے

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۙ (۷۱)

کے نتیجہ وانجام کو،) ف۱۳۳ (۷۰) جب کہ طوق پڑے ہوں گے ان کی گردنوں میں، اور زنجیریں (ان کے پاؤں میں، اور) انہیں گھسیٹا جارہا ہوگا (۷۱)

فِی الْحَمِیْمِ ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۚ (۷۲) ثُمَّ قِیْلَ

کھولتے پانی میں، پھر ان کو جھونک دیا جائے گا (دوزخ کی دہکتی بڑھتی) اس آگ میں، ف۱۳۴ (۷۲) پھر ان سے کہا جائے گا

۱۳۰ منکرین کی مت ماری پر اظہارِ تعجب وافسوس:- سو منکرین کی مت ماری پر اظہارِ تعجب وافسوس کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "آخر کہاں اور کیسے پھیرے جاتے ہیں یہ لوگ راہِ حق وہدایت سے؟"۔ یعنی ان کا معاملہ نہایت تعجب خیز ہے کہ اللہ پاک کی آیتوں کو ماننے اور ان پر ایمان لانے کی بجائے الٹا یہ لوگ ان میں جدال سے کام لیتے ہیں۔ اور اس طرح راہِ حق سے دور تر ہوتے چلے جاتے ہیں- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم- انکے جسم کے اندر اور باہر کے یہ واضح حقائق انکے سامنے ہیں مگر یہ غفلت کے مارے ایسے اندھے اور اس قدر اوندھے ہیں کہ ان کی آنکھیں پھر بھی نہیں کھلتیں۔ تو آخر یہ کہاں پھیرے جاتے ہیں اور انکی مت کیسے ماری جاتی ہے؟ اور یہ اللہ کی آیتوں میں اس طرح کٹ حجتی سے کام کیوں لینے لگتے ہیں؟- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ ہر قدم اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں ہی پر اٹھانے کی توفیق بخشے۔ اور ہر قسم کی مزلات اور لغزشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین یامن بیدہ ملکوت کل شیء وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ

۱۳۱ تکذیبِ حق کے ہولناک جُرم کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان، والعیاذ باللہ- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری اس کتاب کو"، یعنی الف لام یہاں پر عہدی ہے۔ مراد اس سے قرآنِ مجید ہے جو کہ سب آسمانی کتابوں کا محافظ اور جامع ہے۔ (صفوہ وغیرہ)۔ سو اس ارشاد میں انکا وہ جرم بیان فرمایا گیا ہے جو جرموں کا جرم اور دارین کی ہلاکت و تباہی کا باعث ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کی تکذیب وانکار جو کہ سب آسمانی کتابوں کی خاتم، انکی جامع اور انکی اصل اور اصولی تعلیمات کی مہیمن اور محافظ کتاب ہے کہ اسکی تکذیب وانکار کا مطلب دنیا کو نورِ حق وہدایت سے محروم کر کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کے حوالے کر دینا ہے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم- سو کتابِ الٰہی کو جھٹلانے کا جرم بڑا ہولناک اور سنگین جرم ہے اور اس کا نتیجہ وانجام بھی بڑا ہی ہولناک ہے- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ

الْعَظِیْمِ - اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین،

۱۳۲ **تکذیب حق جرموں کا جرم، اور محرومیوں کی محرومی ، والعیاذ باللہ** :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جن لوگوں نے جھٹلایا اللہ کی کتاب کو اور ان تعلیمات کو جنکے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا''۔ اس میں باقی تمام آسمانی کتابیں بھی آگئیں اور وہ بنیادی اور مشترکہ تعلیمات بھی جن کی تلقین سب انبیائے کرام نے فرمائی۔ مثلاً اللہ کی وحدانیت، اسی کے لئے اِخلاصِ عبادت، رسالت اور بعث بعد الموت وغیرہ کہ ان سب کو مانا جائے اور ان کے مطابق عقیدہ وعمل کی اصلاح کی جائے۔ (المراغی، جامع البیان، صفوۃ التفاسیر وغیرہ)۔ سو حضرات انبیائے کرام کی ان بنیادی تعلیمات کی تکذیب وانکار ایک بڑا ہی ہولناک اور سنگین جرم ہے کہ اسکا نتیجہ وانجام ہدایت کے نشانات کو مٹانا ہے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ - سو ان کے انجام کی اس تہویل کو ظاہر اور واضح کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا - ﴿فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ﴾ - یعنی عنقریب ان کو خود معلوم ہو جائے گا - مگر اس وقت کے جاننے کا ان کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا،

۱۳۳ **منکرین ومکذبین کے انجام کی ہولنا کی بیان سے باہر، والعیاذ باللہ** :- سو منکرین ومکذبین کے انجام کی ہولنا کی کے اظہار کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ عنقریب یہ لوگ خود ہی دیکھ اور جان لیں گے اپنے کیے کرائے کے انجام کو۔ سو یہ سخت وعید ہے ایسے لوگوں کے لیے کہ جو لوگ ان حقائق کو اس وقت نہیں مانتے کل قیامت میں جب اس کا نتیجہ عملی طور پر ان کے سامنے آئے گا تو ان کو سب کچھ خود معلوم ہو جائے گا۔ اور یہ لوگ اس وقت چیخ چیخ کر ان کے ماننے کا اِعلان واِظہار کریں گے۔ مگر اس وقت کے ماننے اور افسوس کرنے کا ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ سو یہ لوگ اگر حق وہدایت کی دعوت قبول کرنے کیلئے تیار نہیں تو انکو چھوڑ دو تاکہ اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں اور وہ انجام اتنا ہولناک ہوگا کہ احاطۂ بیان سے باہر ہے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ - اسی لیے اس کے لیے - ﴿فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ﴾ - فرمایا گیا جس میں اس کی تہویل کی طرف اشارہ ہے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ -

۱۳۴ **دوزخیوں کے حالِ بد کی ایک تصویر کا ذکر وبیان** :- سو دوزخیوں کے حالِ بد کی ایک تصویر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جب طوق پڑے ہونگے انکی گردنوں میں اور زنجیریں انکے پاؤں میں - والعیاذ باللہ :- مفسر ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں کہ زنجیریں ان کے طوقوں سے بندھی ہوں گی۔ اور فرشتے ان سے پکڑ کر ان کو کبھی وہاں کے اس کھولتے پانی میں اور کبھی اس دہکتی آگ میں منہ کے بل گھسیٹ رہے ہوں گے جو انتہائی ہولناک ہوگی۔ جیسا کہ خود قرآنِ حکیم میں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ﴾ - (الرحمٰن:۴۴) - والعیاذ باللہ العزیز الرحمن - سو ان منکرین نے چونکہ استکبار یعنی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر حق کا انکار کیا تھا اس لیے انکے اس کفر وانکار اور تکذیبِ حق کے نتیجے میں انکو یہ ہولناک اور رسوا کن عذاب بھگتنا ہوگا کہ انکی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے اور انکے پاؤں میں زنجیریں۔ جنکے ذریعے انکو کھولتے پانی میں گھسیٹا جائے گا۔ پھر ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ اور یہ اس کا ایندھن بن جائیں گے۔ ''سجر التنور'' کے معنیٰ ہوتے ہیں کہ ''تنور کو ایندھن سے بھر دیا''۔ سو ان بدبختوں کو اس طرح پکڑ اور جکڑ کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا جہاں ان کو اپنے کفر وانکار کا بھگتان بھگتنا ہوگا اور ہمیشہ ہمیش کے لیے آتشِ دوزخ کا ایندھن بننا ہوگا۔ سو کفر وانکار دارین کی ناکامی اور ہر خیر سے محرومی اور اس کا انجام نہایت ہی ہولناک ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

کہ کہاں ہیں وہ جن کو تم لوگ شریک ٹھہرایا کرتے تھے، ﴿٧٣﴾ اللہ کے سوا؟ ف ۱۳۵

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ

وہ کہیں گے کہ وہ سب کھو گئے ہم سے، ف ۱۳۶ بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کو (سرے سے) پکارتے ہی نہیں تھے ف ۱۳۷

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اسی طرح اللہ گمراہی (کے گڑھے) میں ڈالتا ہے کافروں کو، ف ۱۳۸ ﴿٧٤﴾ (ان سے کہا جائے گا کہ) یہ بدلہ ہے اس کا جو تم

تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

اترایا کرتے تھے زمین میں ناحق طور پر، اور اس کا جو تم

تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٥﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

اکڑا کرتے تھے (وہاں،) ف ۱۳۹ ﴿٧٥﴾ اب داخل ہو جاؤ تم سب جہنم کے دروازوں میں، جہاں تم کو ہمیشہ

فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ

رہنا ہے، ف ۱۴۰ سو بڑا ہی برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا، ف ۱۴۱ ﴿٧٦﴾ پس آپ صبر ہی سے کام لیتے رہیں، ف ۱۴۲

۱۳۵ مشرکوں کی تحقیر و تذلیل کے ایک منظر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر ان سے کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ جن کو تم لوگ شریک ٹھہرایا کرتے تھے اللہ وحدہ لاشریک کا؟"۔ سو یہ ان سے انکی مزید تذلیل و توبیخ کے لئے کہا جائے گا۔ یعنی ان کو زیادہ رسوا کرنے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کو تم لوگوں نے خدائی اختیارات میں شریک و سہیم بنا رکھا تھا اور تم لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ ہمیں چھڑا اور بچا لیں گے۔ آج وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کر رہے؟ ان کو بلاتے کیوں نہیں؟ کہ وہ اس مشکل وقت میں تمہارے کام آئیں اور تمہیں اس عذاب سے رہائی دلائیں۔ ﴿من دون الله﴾ یہاں پر مدِ مقابل کے معنیٰ میں ہے۔ اور اس معنیٰ میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ استکبار و انکار۔ اور کبر و غرور کے ہر شائبہ سے محفوظ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

۱۳۶ مشرکوں کے یاس و حسرت کے ایک منظر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس سوال کے جواب میں وہ لوگ کہیں گے کہ وہ سب کھو گئے ہم سے۔ یعنی ان سے ہم نے جو توقعات وابستہ کر رکھی تھیں وہ پوری نہ ہوئیں۔ اور آج کے اس مشکل وقت میں وہ ہمارے کچھ کام نہ آسکے۔ (جامع وغیرہ)۔ سو بڑے دھوکے میں تھے جو انکو شریک ٹھہرا رہے تھے اور قطعی طور پر بے

بنیاد تھیں طرح طرح کی وہ توقعات جو ان لوگوں نے ان کے ساتھ وابستہ کر رکھی تھیں۔ دنیا کے اس دار الغرور سے گزرنے کے بعد کشفِ حقائق کا وہ جہانِ غیب جب سامنے آئے گا اور سب حقائق آشکارا ہو جائیں گے تو اس وقت انکی یاس وحسرت کا کوئی کنارہ نہیں ہوگا۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۱۳۷ مشرکوں کی دروغ گوئی اور حواس باختگی کے ایک منظر کا ذکر و بیان: ۔سو ان کی اس دن کی اس بدحواسی کے ذکر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اپنے شرک کا انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ''نہیں بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کو پکارتے ہی نہیں تھے''۔ یعنی اپنے شرک کا وہ لوگ سرے سے ہی انکار کر دیں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ان کا یہ انکار اس طرح نقل فرمایا گیا ہے ۔﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾۔ (الانعام:۲۳) یعنی ''قسم ہے اللہ کی جو کہ ہمارا رب ہے ہم مشرک تھے ہی نہیں'' سو یہ لوگ وہاں پر اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم مشرک تھے ہی نہیں اور اس طرح یہ لوگ اپنے شرک کا صاف وصریح طور پر انکار کریں گے۔ یا یہ کنایہ ہے ضیاع اور بطلان سے۔ یعنی ہماری وہ عبادت اور غیر اللہ کی پوجا و پکار ہمیں کچھ کام نہ دے سکی۔ جیسا کہ کسی کی محنت ضائع چلی جائے تو وہ کہتا ہے میں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ یعنی یہ کرنا نہ کرنے کے برابر ہے۔ (جامع البیان وغیرہ)۔ بہر کیف اول وہلہ میں وہ اقرار کریں گے کہ ہم نے کچھ شریک ٹھہرائے تھے لیکن آج وہ ہم سے کھو گئے۔ لیکن جب وہ دیکھیں گے انکو شریک ٹھہرانے کی پاداش ہی میں وہ اس انجام کو پہنچے تو وہ اسکا انکار کر دیں گے کہ تاکہ شاید اس طرح انکی رہائی اور گلوخلاصی کی کوئی صورت نکل آئے مگر کہاں اور کیونکر؟ ۔﴿اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾۔ سو قیامت کے روز مشرکین پر ایسی بدحواسی طاری ہوگی کہ وہ ایک ہی سانس میں اپنے معبودوں کا اقرار بھی کریں گے اور انکار بھی۔ جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت ۲۳ اور ۲۴ میں بھی گزر چکا ہے۔ سو ایمان ویقین کی دولت سے محرومی باعث ہلاکت وتباہی ہے دنیا میں بھی۔ اور آخرت میں بھی۔ والعیاذُ باللہ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال وفی کل مَوْطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۱۳۸ عناد وہٹ دھرمی کا نتیجہ محرومی۔ والعیاذُ باللہ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا ''اسی طرح اللہ گمراہی میں ڈالتا ہے کافروں کو''۔ یعنی اللہ پاک کا قانون اور ضابطہ یہی ہے کہ جو کوئی اپنے کفر و باطل پر اڑ جاتا ہے وہ اسی طرح گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے کہ اس کی مت ماری جاتی ہے اور اس کو سیدھی اور صاف بات بھی الٹی اور ٹیڑھی نظر آنے لگتی ہے۔ اور اس طرح وہ حق وہدایت کے نورِ مبین اور صراطِ مستقیم سے محروم ہو کر کفر و باطل کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں گھر جاتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو ایسوں کو ہدایت کیسے ملے جبکہ نورِ ایمان ویقین سے سرفرازی اور بہرہ مندی کیلئے اولین شرط اخلاصِ نیت اور طلبِ صادق ہے۔ سو عناد وہٹ دھرمی کا نتیجہ محرومی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۱۳۹ ناحق طور پر اکڑنا اور اترانا باعث محرومی۔ والعیاذُ باللہ العظیم: ۔سو منکرین ومکذبین کے اس ہولناک انجام کے سبب اور باعث کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت ان بدبختوں سے کہا جائے گا کہ یہ بدلہ ہے اس بات کا کہ تم لوگ اللہ کی زمین میں ناحق طور پر اتراتے اور اکڑا کرتے تھے۔ یعنی یہ عذاب وتذلیل بدلہ اور نتیجہ ہے تمہارے اپنے اس کئے کرائے اور عمل وکردار کا جو تم نے دنیا میں اپنا رکھا تھا۔ اور اس کا کہ تم لوگوں نے نورِ حق وہدایت سے منہ موڑ کر دنیاوی لذتوں اور عیش پرستیوں کو اپنا مقصودِ حیات بنا رکھا تھا۔ اور اس کی مادی ترقیوں ہی کو تم نے اپنی معراج قرار دے رکھا تھا۔ اور اس بنا پر تم لوگ اسی میں مست ومگن تھے اور اس پر تم اترایا کرتے تھے اور اپنی اکڑ اور مستی کی بنا پر تمہیں حق بات کو سننا بھی گوارا نہ تھا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ

الْعَظِیْم- مفسر صاوی کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ خطاب دراصل کفار کو ہے لیکن الفاظ کے عموم کے مطابق یہ ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ کی نافرمانیوں میں کھو جائے خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کہیں کا بھی ہو- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- اور جب آسمان اور زمین اور اس پوری کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لیے کبریائی اور بڑائی اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ اسکے سوا جو بھی کوئی تکبر کرتا اور اپنی بڑائی کا دم بھرتا ہے وہ بغیر الحق- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ آخرت کے اس یومِ حساب میں ان منکروں سے کہا جائے گا کہ یہ جو کچھ تمہارے سامنے آیا ہے یہ طبعی نتیجہ و انجام ہے اس بات کا کہ تم لوگ بلا کسی حق کے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اترایا اور تکبر کیا کرتے تھے۔ دنیا میں جو بھی نعمتیں تم لوگوں کو ملی تھیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی اور اسی کی عطا و عنایت کا نتیجہ تھیں جن کا حق اور تقاضا یہ تھا کہ تم لوگ اپنے رب کے شکرگزار اور اس کے اطاعت گزار بنتے کہ ان میں سے کوئی بھی نعمت تمہاری ذاتی نہیں تھی بلکہ سراسر اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش کا نتیجہ تھی۔ مگر تم لوگوں نے اللہ کی بخشی ہوئی ان نعمتوں کو اپنا ذاتی حق سمجھا جس کے نتیجے میں تم لوگ غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر اکڑنے اور اترانے لگ گیے۔ یہاں تک کہ تم لوگ حق کا انکار اور اسکی تکذیب کر کے اپنے اس ہولناک انجام سے دوچار ہوئے- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم-

۱۴۵ انکار اور تکبر کا نتیجہ و انجام دائمی دوزخ- والعیاذ باللہ:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ منکروں اور متکبروں کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخلے کا حکم کر دیا جائے گا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تب ان کو حکم ہوگا کہ اب تم لوگ داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے"۔ جو کہ سات ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا- ﴿لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ﴾- (الحجر: ۴۴) یعنی اب تمہارے لیے کسی عذر و معذرت کی کوئی گنجائش نہیں اب تم جہنم میں داخل ہو جاؤ جہاں تم نے ہمیشہ رہنا ہے۔ سو جہنم کے یہ دروازے تمہارے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ اب تم داخل ہو جاؤ ان کے ذریعے دوزخ میں جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہوگا۔ سو کبر و غرور اور انکار و تکذیب کا نتیجہ نہایت ہی ہولناک ہے- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم-

۱۴۶ متکبروں کا ٹھکانا بڑا ہی برا- والعیاذ باللہ العظیم:- سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا"۔ کہ یہی تکبر ان کو راہِ حق سے روکنے کا ایک بنیادی سبب اور بڑا عنصر تھا۔ پس اب اس کے نتیجے میں تم لوگ دوزخ کے اس عذابِ الیم کا مزہ چکھتے رہو- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- سو تکبر اور اپنی بڑائی کا گھمنڈ بیماریوں کی بیماری اور محرومیوں کی محرومی ہے کہ اس کی بنا پر انسان حق سے منہ موڑتا ہے جسکے نتیجے میں وہ ایسے ہولناک عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور وہ بھی اس طور پر کہ اسکو ہمیشہ اسی میں رہنا ہوگا اور ظاہر ہے کہ یہی سب سے برا انجام اور انتہائی ہولناک ٹھکانا ہے۔ اور ایسا اور اس قدر ہولناک کہ دنیا میں اس کا تصور کرنا بھی کسی کے بس میں نہیں- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم. من كل زيغٍ وَّ ضلالٍ وبكل حالٍ مِّن الاحوال، و فى كُلِّ مَوْطِنٍ مِّن المواطن فى الحياة،

۱۴۷ صبر وسیلۂ ظفر- وباللہ التوفیق:- سو پیغمبر کو خطاب کر کے صبر و ثبات کی تعلیم و تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا "پس آپ صبر ہی سے کام لیتے رہیں"۔ ان تکلیفوں اور ایذا رسانیوں پر جو آپ کو ان نابکاروں کی طرف سے پہنچ رہی ہیں کہ اس سے آپ کے اجر و ثواب اور مرتبہ و مقام میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا اور یہ لوگ اپنے کیفرِ کردار کو خود پہنچ کر رہیں گے۔ اگر یہ باز نہ آئے اپنے کفر و انکار سے کہ کفر و انکار اور حق سے اِعراض و روگردانی کا نتیجہ و انجام بہر حال دائمی عذاب ہے- وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم- سو اس میں پیغمبر کے لیے تسلی ہے کہ آپ ان لوگوں کی حرکتوں پر صبر ہی سے کام لیں۔ یہ لوگ وقت آنے پر اپنے انجام کو بہر حال پہنچ کر رہیں گے- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے- آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي

یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، ف۱۴۳ پھر اگر ہم دکھا دیں آپ کو (اے پیغمبر!) کچھ حصہ اس عذاب کا، جس سے ہم ان لوگوں کو

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾ وَ

ڈرا رہے ہیں، یا آپ کو اس سے پہلے ہی دنیا سے اٹھالیں، تو (اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ) ان سب نے تو بہرحال ہماری ہی

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا

طرف لوٹ کر آنا ہے، ف۱۴۴ ﴿۷۷﴾ اور بلاشبہ ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں، ان میں سے کچھ کے حالات تو ہم نے آپ کو

عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ

بتا دیئے ہیں، اور کچھ کے نہیں بتائے ف۱۴۵ اور کسی رسول کے

۱۴۳ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بہرحال ہو کر رہنے والا ہے سبحانہ وتعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یقیناً اللہ کا وعدہ قطعی طور پر سچا ہے"۔ جو اس نے آپ کی حفاظت اور آپ کے پیش فرمودہ دینِ حق کی سربلندی کے لئے آپ سے فرما رکھا ہے۔ یہ بدبخت اپنی شر انگیزیوں سے نہ آپ کا کچھ بگاڑ سکیں گے اور نہ اس دینِ حق کی راہ کو روک سکیں گے۔ پس آپ اللہ کے وعدے کے اعتماد اور بھروسے پر ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق پر ثابت قدم رہیں کہ آپ کیلئے آئندہ آنے والی ہر حالت بہتر ہے۔ (الضحیٰ: ۴) اور آپ بہرحال حق و ہدایت کی سیدھی راہ پر ہیں۔ (الزخرف: ۳) اور انجام کار کامیابی بہرحال حق اور تقویٰ ہی کی ہے۔ (طٰہٰ: ۱۳۲)۔ سو ایمان و تقویٰ کیلئے ناکامی ہے ہی نہیں بلکہ ہر حالت میں خیر ہی خیر ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا گیا کہ مومن کی ہر حالت خیر ہی خیر ہے۔ اور یہ شان مومن کے سوا اور کسی کو بھی نصیب نہیں۔ سو ایمان و یقین کی دولت دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ہے اور اس سے محرومی ہر خیر سے محرومی اور نہایت ہی ہولناک خسارے کا باعث ہے کیونکہ خسارہ ایسا ہے جو کہ خساروں کا خسارہ اور محرومیوں کی محرومی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔

۱۴۴ سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف، سبحانہ وتعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سب نے لوٹ کر بہرحال ہمارے ہی پاس آنا ہے"۔ اور اس طرح انہوں نے اپنے کئے کرائے کا بدلہ بہرحال پا کر رہنا ہے خواہ سب کا سب آخرت میں ہو یا اس کا کچھ حصہ اس دنیا میں بھی ہم ان کو چکھا دیں۔ بچنا انہوں نے بہرحال نہیں۔ پس کچھ عرصہ کے لئے یہ جو آزادی اور اطمینان سے چلتے پھرتے ہیں تو یہ نہ تو ان کے لئے دھوکے کا باعث ہونا چاہیئے اور نہ آپ کے لئے تعجب و افسوس کا سبب۔ (المومن: ۴)۔ انہوں نے اپنے انجام کو بہرحال پہنچ کر رہنا ہے اگر یہ باز نہ آئے اپنے کفر و انکار سے۔ واضح رہے کہ حضراتِ انبیاء و رسل نے اپنی قوموں کو دو قسم کے عذابوں سے ڈرایا اور خبردار کیا ہے۔ ایک وہ عذاب، جو ان پر انکار اور تکذیبِ حق کی پاداش میں اسی دنیا میں آتا ہے۔ اور دوسرا وہ عذاب جس سے ان کو آخرت کے اس حقیقی جہاں میں سابقہ پیش آئے گا، جو کہ جزا و سزا اور بدلے کا دن ہے

۔یہاں پر۔﴿ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ ﴾۔سے اسی دنیاوی عذاب کی طرف اشارہ ہے۔کیونکہ یہ عذاب اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے اسی عذاب آخرت کا ایک حصہ ہے۔جس سے کفار ومنکرین کو آخرت کے اس جہاں میں بہرحال سابقہ پیش آئے گا۔آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔کی امت کی اکثریت چونکہ آپ پر ایمان لے آئی تھی اس لیے وہ اس طرح کے کسی دنیاوی عذاب سے محفوظ رہی تھی۔البتہ اس امت کے اشرار کو آخرت کا وہ عذاب بہرحال بھگتنا ہے جو کفار ومشرکین کے لیے طے و مقدر ہے۔سو۔﴿ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴾۔سے اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عذاب سے ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین یارب العالمین،

۱۲۵ رسولوں کا ذکر برائے تسلیہ وتسکین ،علیہم الصّلوٰۃ والسّلام :۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے آپ سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے جن میں سے کچھ کے حالات ہم نے آپ کو سنائے اور کچھ کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے''۔چنانچہ قرآنِ پاک میں مجموعی طور پر صرف پچیس انبیائے کرام کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں جبکہ مسندِ امام احمد کی روایت کے مطابق حضرتِ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔نے فرمایا کہ اللہ پاک نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا ہے جن میں سے رسول تین سو پندرہ ہوئے ہیں۔باقی سب نبی تھے۔مگر ان کے تفصیلی حالات تو کیا ان سب کے ناموں کا بھی پتہ نہیں۔اور قرآن وسنت میں ان میں سے ایک محدود عدد کے سوا کسی کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔اس لئے ان پر ایمان بھی صرف اجمالی طور پر لانا کافی ہے کہ اللہ پاک نے جتنے بھی انبیائے کرام بھیجے اور جس زمانے میں بھی بھیجے وہ سب کے سب سچے تھے۔اور ان کا پیغام بھی حق اور سچ تھا۔خواہ وہ کہیں بھی تشریف لائے ہوں اور ان کے اسمائے گرامی کچھ بھی ہوئے ہوں کہ اس کے سوا قرآن وسنت میں ان کے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں گیا۔سو یہ ارشاد اہلِ بدعت کے علم غیبِ کلی کے خود ساختہ اور من گھڑت شرکیہ عقیدے پر ایک زبردست اور ٹھوس ضرب کاری ہے کہ اس میں آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔کو صریح طور پر ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ کتنے ہی رسول ایسے بھی ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔مگر اس کے باوجود اہلِ بدعت کے ایک بڑے تحریف پسند کا اس موقع پر کہنا ہے کہ حضور ہر پیغمبر کے حال کو جانتے ہیں جب کہ قرآن تصریح کرتا ہے کہ۔﴿ مِنْھُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ ﴾۔یعنی ''بہت سے پیغمبروں کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے''۔سو یہ کس قدر ہٹ دھرمی اور کتنی بڑی دیدہ دلیری اور سینہ زوری ہے۔کیا یہ اس آیتِ کریمہ کا صریح معارضہ نہیں؟۔وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ ۔پھر بھی ایمان وعشقِ رسول اور اس سے بھی بڑھ کر بڑے بڑے القاب کا دعوٰی ہے۔فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وھو المستعان وعلیہ التکلان ۔ بہرحال اس ارشادِ ربانی کا اصل مدعا آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔کو تسلی دینا ہے کہ ان تمام انبیائے کرام کو بھی راہِ حق میں مختلف تکلیفوں اور ایذا رسانیوں سے سابقہ پڑا۔مگر انہوں نے صبر واستقامت اور تحمل و برداشت ہی سے کام لیا۔لہٰذا آپ بھی ایسے ہی کریں۔جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔﴿ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ﴾ الایۃ (الانعام:۹۱)۔نیز فرمایا گیا۔﴿ فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّھُمْ ﴾ الایۃ (الاحقاف:۳۵)۔سو اس میں ہر داعیِ حق کیلئے بھی یہ درس ہے کہ وہ راہِ حق پر صبر واستقامت ہی سے کام لے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔آمین ثم آمین یارب العالمین،

لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ

بس میں نہیں تھا کہ وہ کوئی معجزہ پیش کر سکے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ، ف۱۴۶ پھر جب آ پہنچا

اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع ۸ ۱۰ ۱۲

اللہ کا حکم، تو فیصلہ کر دیا گیا حق (اور انصاف) کے ساتھ، ف۱۴۷ اور سخت خسارے میں پڑ گئے اس موقع پر باطل پرست، ف۱۴۸ ﴿۷۸﴾

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ

اللہ وہی ہے جس نے بنائے تمہارے (بھلے اور فائدے کے) لئے چوپائے، تاکہ تم لوگ ان میں سے کسی پر سواری کرو، اور انہی میں سے

مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا

تم کھاتے (اور روزی بھی حاصل کرتے) رہو، ف۱۴۹ ﴿۷۹﴾ اور تمہارے لئے ان میں اور بھی طرح طرح کے (فوائد و) منافع ہیں، ف۱۵۰ اور (یہ اس لئے

عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

پیدا کئے کہ) تاکہ ان پر سوار ہو کر تم لوگ اپنی کسی بھی ایسی حاجت کو پہنچ سکو جو تمہارے دلوں میں ہو، ف۱۵۱ اور ان پر اور کشتیوں اور جہازوں

تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ

پر بھی تم لوگ سوار کئے جاتے ہو، ف۱۵۲ ﴿۸۰﴾ اور (اس کے علاوہ بھی) وہ تم کو دکھاتا ہے اپنی طرح طرح کی نشانیاں، پھر تم لوگ اللہ کی کون

۱۴۶ معجزہ دکھانا رسول کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''کسی رسول کے بس میں نہیں ہوتا کہ وہ کوئی نشانی اور معجزہ دکھائے مگر اللہ تعالیٰ ہی کے اذن سے''۔ سو معجزہ اور نشانی دکھانا اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہوتا ہے جو کہ بلا شرکت غیرے اس کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کس پیغمبر کے ہاتھ پر کب اور کون سا معجزہ ظاہر کیا جائے اور کس طور پر ظاہر کیا جائے۔ اور گزشتہ انبیائے کرام کے ہاتھ پر بھی جو جو مختلف معجزات ظاہر کئے گئے ان میں سے کوئی معجزہ بھی ان میں سے کسی کے اپنے اختیار میں نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں تھا۔ سو اس سے بھی اہل بدعت کے مختارِ کل کے شرکیہ عقیدے کی ساری عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے کہ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ اختیارِ کلی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ وہی اپنے اذن و اختیار سے جو چاہے اور جب چاہے کسی کو کوئی معجزہ عطا فرما دے۔ ورنہ پیغمبر خود کوئی معجزہ پیش نہیں کر سکتا۔ اور جب معجزہ پیغمبر کے اختیار میں نہیں تو کرامت ولی کے اختیار میں کس طرح ہو سکتی ہے۔ پس معجزہ بھی اسی کے اختیار میں ہے اور کرامت بھی اسی کے اور صرف اسی کے اختیار میں ہے۔ اور مختارِ کل بھی وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اس کے سوا کسی بھی مخلوق میں یہ وصف ماننا جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ پاک کی کسی صفت کو بھی اس کی مخلوق میں ماننا شرک ہے جو کہ سب سے بڑا گناہ اور ناقابلِ

معانی جرم ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ بہرکیف معجزہ دکھانا پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں اور اسی کی حکمت اور مشیت کے تابع ہوتا ہے۔ (روح، محاسن وغیرہ) ۔ وہ جب چاہے اور جیسا چاہے معجزہ دکھائے۔ سبحانہ وتعالیٰ

۱۴۷ **اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بہرحال ہو کر رہتا ہے، سبحانہٗ وتعالیٰ:۔** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب آ گیا اللہ کا حکم تو فیصلہ کر دیا گیا حق کے ساتھ"۔ یعنی عملی فیصلہ جو کہ عدل و انصاف کے عین مطابق تھا۔ جس کے مطابق حضرات انبیائے کرام ۔علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور مومنین مخلصین شرف نجات اور فوز و فلاح سے مشرف ہوئے۔ اور ان کے دشمن ہمیشہ کے لئے فِی النار و السقر ہو گئے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ ۔ سو اللہ کے رسولوں کی تکذیب اور انکے پیش فرمودہ پیغام حق کے انکار کا نتیجہ و انجام بہرحال بہت برا اور نہایت ہولناک ہے۔ پس عقل و خرد کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ایسے عذاب سے بچنے کی فکر و کوشش کرے نہ کہ ایسے عذاب لانے کے مطالبے کرے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ یہاں پر یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اللہ کے عذاب کو امر اللہ۔ "اللہ کے حکم" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جس میں یہ درس ہے کہ اللہ کے عذاب کے لیے کسی تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ اسباب و وسائل کا محتاج نہیں۔ بلکہ وہاں پر محض اس کے حکم و ارشاد کی دیر ہوتی ہے۔ جونہی حکم ہوا کام ہو گیا کہ اسکی شان کن فیکون کی شان ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ راہِ حق پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ و سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۱۴۸ **اہلِ باطل سراسر خسارے میں۔ والعیاذ باللہ:۔** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "سخت خسارے میں پڑ گئے اس وقت کے باطل پرست" کہ حیاتِ مستعار کی فرصتِ عمل کو انہوں نے کفر و باطل اور بغاوت و سرکشی میں ضائع کر دیا۔ اور اب اس کی تلافی و تدارک کی کوئی صورت ان کے لئے ممکن نہ رہی۔ اور یہ ہمیشہ کے لئے عذاب سعیر کا لقمہ بن گئے۔ سو ایمان و یقین کی دولت سے محرومی خرابیوں کی خرابی اور دائمی عذاب و ناکامی کا پیش خیمہ ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو کفر و باطل کا نتیجہ و انجام بہرحال دائمی خسارہ ہے۔ اسی سلسلے میں انکو حق تعالیٰ کی طرف سے جو مہلت اور ڈھیل ملتی ہے اس سے کبھی کسی کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ سو ایمان و یقین کی پونجی دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے اور اس سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ آخر تم لوگ انہی حفاظت کے اندر غور و فکر سے کام کیوں نہیں لیتے۔ کہ تم کو راہِ حق نصیب ہو سکے؟

۱۴۹ **چوپایوں کی عظیم الشان نعمت کا حوالہ و ذکر:۔** سو ارشاد فرمایا گیا "اللہ وہی ہے جس نے تمہارے بھلے اور فائدے کے لیے یہ عظیم الشان اور کثیر الفوائد چوپائے پیدا فرمائے تاکہ تم لوگ ان میں سے کچھ پر سواری کرو اور انہی سے تم لوگ کھاتے بھی ہو"۔ کہ ان کے دودھ پیتے، گوشت کھاتے اور ان کے ذریعے کاروبار کر کے اپنی روزی کماتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ اوپر کی آیت کریمہ میں نشانی عذاب کے مطالبے کی طرف اشارہ گزرا۔ وہاں رسول کو یہ اطمینان دلایا گیا کہ اس چیز کا تعلق اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اسی کی مشیت سے ہے۔ اس لیے اسکا معاملہ اسی کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ اب اس آیت کریمہ میں نشانی کا مطالبہ کرنے والوں کو ربوبیت کی نشانیوں کی طرف توجہ دلائی گئی کہ تم لوگ عذاب کی کوئی نشانی ہی کیوں مانگتے ہو۔ تم خداوند قدوس کی ان بیشمار نشانیوں میں کیوں غور نہیں کرتے جو تمہارے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ تم ذرا اپنے ان چوپایوں میں ہی غور کر لو جو اس نے تمہارے طرح طرح کے فائدوں کیلئے پیدا فرمائے ہیں۔ جن سے تم لوگ طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو۔ ان میں سے کچھ تمہاری سواری کے کام آتے ہیں۔ کچھ کے ذریعے تم لوگ اپنی غذائی ضرورتیں پوری کرتے ہو۔ اور ان میں تمہارے لیے اور بھی طرح طرح کے فوائد و منافع ہیں۔ سو تم ذرا دیکھو کہ یہ اسکی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ کے کتنے عظیم الشان مظہر ہیں جو تمہارے سامنے اور تمہارے آگے پیچھے پھیلے بکھرے ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ آخر تم لوگ انہی کے اندر غور و فکر سے کام کیوں نہیں لیتے؟

۱۵۰ چوپایوں میں طرح طرح کے فوائد و منافع: -سوارشاد فرمایا گیا کہ "ان میں تمہارے لیے اور بھی طرح طرح کے عظیم الشان فائدے ہیں"۔ کہ ان کی اونوں، بالوں، کھالوں اور ہڈیوں وغیرہ سے بھی تم لوگ طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو کہ انکے ذریعے تم لوگ اپنے استعمال کی طرح طرح کی چیزیں بناتے اور استعمال کرتے ہو۔ ان کے ذریعے طرح طرح کے عظیم الشان کاروبار کرتے اور دولت کماتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ اور ان میں سے کچھ سے تم لوگ سواری اور بار برداری کا کام لیتے ہو جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ۔ ﴿ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ﴾ -سو تم لوگ اگر اس میں غور و فکر سے کام لو اس میں تمارے لیے عظیم الشان درسہائے عبرت و بصیرت ہیں اور ایسے عظیم الشان کہ انہی سے تمہاری راہیں روشن ہو سکتی ہیں- وباللہ التوفیق- لما یحبُّ و یرید، وعلیٰ ما یُحبُّ و یرید، سبحانہ وتعالیٰ

۱۵۱ سواری کی نعمت میں غور و فکر کی دعوت: -سوارشاد فرمایا گیا کہ "اس نے تمہیں ان چوپایوں کی نعمت سے اس لیے بھی نوازا اور سرفراز فرمایا ہے کہ تا کہ تم لوگ ان پر سوار ہو کر اپنے دلوں کی طرح طرح کی حاجتوں کو پورا کر سکو"۔ سو دورِ حاضر کی مشینی سواریوں سے پہلے تو نقل و حمل اور سیر و سفر کا سارا مدار و انحصار بہر حال جانوروں ہی پر تھا۔ اور خاص کر عربوں کے لئے تو اونٹ ہی تھے جس کے لئے ان کا شاعر کہتا ہے- مَا فَرَّقَ الْاَبْدَانَ بَعْدَ اللّٰهِ اِلَّا الابل- وَمَا غُرَابُ البين اِلَّا نَاقَةٌ و جملٌ- یعنی "جسموں کی باہمی جدائی اور دوری کا سبب اللہ تعالیٰ کے بعد اونٹ ہی ہیں۔ اور آپس کی جدائی اونٹنی اور اونٹ ہی کی بنا پر ہے"۔ اور اسی لئے اونٹ کو "خشکی کی کشتی" یعنی "سفينة البر" کہا جاتا ہے۔ اور خشکی کے اس سفینے کو اس قادرِ مطلق نے ایسا بنایا کہ صحرا کے سفر کیلئے سب ضرورتیں اس میں بتمام و کمال پائی جاتی ہیں۔ پاؤں ہیں تو ریگستان کے سفر کے عین مطابق۔ اسی طرح ٹانگیں اور گردن وغیرہ بھی۔ سو کتنی بڑی عنایتیں اور رحمتیں ہیں اس قادرِ مطلق کی جن سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے اور بندوں کی طرف سے کسی اپیل و درخواست کے بغیر از خود نوازا ہے۔ سو کتنے ظالم اور کس قدر بے انصاف ہیں وہ لوگ جو اس واہبِ مطلق- خالق و مالک- جَلَّ وَعَلَا- سے منہ موڑ کر دوسروں کے آگے جھکتے ہیں۔ اور اس طرح وہ خود اپنی تذلیل، تحقیر اور ہلاکت و تباہی کا سامان کرتے ہیں- وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ- اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کی ہر شکل سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے- اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۱۵۲ کشتیوں اور جہازوں کی نعمت کا ذکر و بیان: -سوارشاد فرمایا گیا "اور کشتیوں اور جہازوں پر بھی تم لوگ سوار کیے جاتے ہو"۔ یعنی خشکی میں تو تم لوگ جانوروں پر اور تری میں تم کشتیوں اور جہازوں پر سوار ہوتے اور سفر کرتے ہو"۔ اور کہاں کہاں پہنچتے ہو۔ اور جو پانی ایک چھوٹے سے کنکر کو بھی اٹھانے کی بجائے اسے غرقاب کر دیتا ہے وہ تمہارے لئے اتنی بھاری بھرکم کشتیوں اور دیوہیکل جہازوں اور بحری بیڑوں کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔ ذرا اتنا تو سوچو کہ اس کو اس طرح تمہارے لئے مسخر کس نے کر دیا؟۔ اور اس کا تم پر کیا حق بنتا ہے؟ اور اس کے اس حق کو کس طرح ادا کیا جا سکتا ہے۔ نیز یہ بھی سوچو کہ جس خام مال کے ذریعے تم لوگ یہ کشتیاں اور جہاز بناتے ہو اسکو کس نے پیدا کیا اور جس عقل و فکر سے تم لوگ اس ضمن میں کام لیتے ہو وہ تم کو کس نے بخشی۔ سو اس واہبِ مطلق- جَلَّ وَعَلَا- نے بحر و بر کی اس پوری کائنات کو کس قدر پر حکمت طریقے سے تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے۔ تو کیا وہ تم لوگوں کو یوں ہی چھوڑ دے گا؟ اور تم سے کوئی پرسش نہیں کرے گا۔ سو وہ تم لوگوں سے ان نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے گا اور وہ دن قیامت کا دن ہوگا جو کہ کمالِ عدل و انصاف اور فصل و تمیز کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اس یوم عظیم اور اسکے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے؟ ف۱۵۳ ﴿۸۱﴾ تو کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں (عبرتوں بھری) اس زمین میں، تاکہ یہ خود دیکھ لیتے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ

کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، ف۱۵۴ وہ (گنتی اور) تعداد کے لحاظ سے بھی ان سے کہیں زیادہ تھے

مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى

اور قوت (وطاقت) کے اعتبار سے بھی وہ ان سے کہیں زیادہ سخت تھے، اور زمین میں چھوڑے جانے والے آثار (اور نشانات) کے

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ

اعتبار سے بھی وہ ان سے کہیں بڑھ کر تھے، پھر (وقت پڑنے پر) ان کے کچھ کام نہ آسکی ان کی وہ کمائی جو وہ کرتے رہے تھے، ﴿۸۲﴾

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ

چنانچہ جب ان کے پاس ان کے رسول (حق وصداقت کے) کھلے دلائل لے کر آئے تو یہ (اس سے لاپرواہ ہو کر مست و) مگن رہے

حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا

اپنے اس علم (وفن) کی بناء پر، جو کہ ان کے پاس تھا ف۱۵۵ اور (آخر کار) ان کو گھیر لیا اسی چیز نے جس کا وہ مذاق اڑاتے رہے تھے، ف۱۵۶ ﴿۸۳﴾ سو جب انہوں

بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ

نے دیکھا ہمارے عذاب کو، تو وہ (چیخ چیخ کر) کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے اکیلے اللہ پر، اور انکار کر دیا ہم نے ان سب چیزوں کا

مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا

جن کو ہم (اس سے پہلے) اس کا شریک ٹھہراتے رہے تھے، ﴿۸۴﴾ مگر (اس وقت کا) ان کا یہ ایمان ایسا نہیں تھا کہ ان کو کچھ نفع دے سکے،

۱۵۳ غافلوں کے دلوں پر ایک دستک کا ذکر و بیان: سو غافلوں کے دلوں پر ایک دستک کے طور پر ان کو خطاب کر کے ان سے ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے؟ سو اس میں ان غافلوں کیلئے توبیخ و تنبیہ ہے کہ اللہ پاک کی قدرت وعنایت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی اتنی اتنی اور ایسی ایسی واضح اور عظیم الشان نشانیاں اس کائنات میں ہر طرف پھیلی بکھری ہیں۔ تم ان کا کہاں تک اور کب تک انکار کرو گے۔ اور اس کی قدرت و وحدانیت پر تم لوگ کب تک

ایمان ویقین نہیں لاؤ گے؟ تو کیا جس قادرِ مطلق نے تمہاری ضروریات کیلئے ایسے ایسے عظیم الشان اور پرحکمت انتظامات فرمائے اور اپنی قدرت وحکمت کی یہ طرح طرح کی نشانیاں اس نے تم لوگوں کو دکھلائیں کیا اس کا تم پر کوئی حق نہیں؟ اور کیا تم لوگ یونہی شترِ بے مہار بنے قعرِ غفلت میں پڑے رہو گے؟ کیا تم سے اسکی ان نعمتوں کے بارے میں کبھی پوچھ نہیں ہوگی۔ سو سوچو اور غور کرو اور اپنی روش کی اصلاح کر لو قبل اس سے کہ فرصتِ حیات کی یہ نعمت تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے اور تم کو ہمیشہ کیلئے کفِ افسوس ملنا پڑ جائیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ اور کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ یہ سب کچھ تو ہو اس حضرتِ انسان کے لیے مگر یہ انسان خود بے کار اور بے مقصد ہو؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ تو انسان کے لیے ہے اور انسان خداوند قدوس کے لیے۔ یہی اسکی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ اور یہی صحت وسلامتی کی راہ اور تقاضاءِ عقل ونقل ہے،

۱۵۴ تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی ہدایت اور اہلِ بدعت کے ایک قیاس باطل کا ذکر: سو اس ارشاد سے گزشتہ قوموں کے انجام اور انکی تواریخ سے سبق لینے کی ہدایت وتلقین فرمائی گئی ہے۔ پس تم لوگ اپنے کئے کرائے کے اس نتیجہ وانجام سے بچنے کی فکر کرو اور اپنے رویہ وسلوک کی اصلاح کر لو قبل اس سے کہ حیاتِ دنیا کی یہ فرصتِ محدود ومختصر جو آج تمہیں میسر ہے تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ آثارِ قدیمہ اور کھنڈرات کو پکنک اور تفریح کے طور پر نہیں بلکہ عبرت پذیری کے لئے دیکھنا چاہیئے۔ مگر افسوس کہ آج دنیا لاکھوں کروڑوں ڈالر خرچ کر کے آثارِ قدیمہ کی حفاظت کے لئے طرح طرح کے جتن کرنے کے باوجود سبق سیکھنے کے اور درسِ عبرت لینے کے اس اصل مقصد سے غافل ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ۔ ادھر اہلِ بدعت کے ایک بڑے صاحب کو یہاں پر ایک بدعمل قیاس سوجھا اور وہ یہ دور کی کہ جس طرح تاریخی کھنڈرات کو عبرت پذیری کے لئے دیکھنا اور اس کے لئے سفر کرنا محمود ومطلوب ہے اسی طرح بزرگوں کے مزاروں پر بھی حاضری کے لئے سفر کرنا چاہیئے۔ سبحان اللہ! کیا کہنے اس استخراج واستنباط کے۔ بھلا اللہ کے عذاب سے تباہ شدہ اقوام کے کھنڈارت پر بزرگانِ دین کے مزارات کو قیاس کرنے کی کیا تک ہے؟ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کھجور پر چڑھے ہوئے شخص کو کنویں میں گرے ہوئے انسان پر قیاس کیا جائے۔ بھلا کیا جوڑ ہے ان دونوں میں؟ حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ کس دیدہ دلیری سے اللہ کی کتاب میں اس طرح بے باکانہ قلم چلاتے ہیں۔ کیا بزرگان کے مزارات ہلاک شدہ قوموں کے کھنڈرات کی طرح ہیں؟ کیا یہ مزارات ان حضرات نے خود بنائے تھے جو تم ان کو ان کے آثار قرار دیتے ہو؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ واعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور فکر وعمل کی ہر کجی سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۱۵۵ حضراتِ انبیاء ورسل کی تکذیب، باعثِ ہلاکت وتباہی، والعیاذ باللہ: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اپنے موروثی اور خودساختہ علم وفن کی بنا پر وحی الٰہی اور دینِ سماوی سے منہ موڑ نامحرومیوں کی محرومی ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ ان لوگوں کے پاس اس نام نہاد علم کی دو صورتیں تھیں اور ہیں۔ یعنی پہلے بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ ایک تو رسم ورواج اور آبائی تقلید کی خرافات کا وہ انبار جسے وہ علم کہتے اور دین اور نیکی سمجھتے تھے۔ اور اس کے خلاف حق وصداقت کی کوئی بات سننے کو تیار نہ ہوتے تھے۔ جیسا کہ دورِ حاضر میں جاہل پیروں اور گمراہ ملاؤں کی ماری ہوئی قوم

کا حال ہے کہ ہمارے بڑے یوں کرتے آئے۔ لہذا ہم بھی ایسے ہی کرتے جائیں گے اور کرتے رہیں گے۔ قطع نظر اس سے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا۔ حق کیا ہے اور باطل کیا۔ اور دوسرا دنیاوی امور سے متعلق ان لوگوں کا وہ علم جو کہ انسانی عقل وفکر، کدوکاش اور تجربات کی پیداوار ہوتا ہے اور جس کا تعلق دنیا اور دنیاوی اشیاء کے محض ظاہری پہلو اور اس کی مادی جانب سے ہے۔ سو اپنے پاس کے انہی دو ناقص اور خودساختہ علموں کی بنا پر ان لوگوں نے وحیِ الٰہی کی مقدس روشنی سے منہ موڑ لیا۔ اور اس طرح وہ طرح طرح کی گمراہیوں کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوب کر رہ گئے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ - جیسا کہ آج کل کے بہت سے ان برخود غلط مفکروں، تجدد پسندوں اور نام نہاد دانشوروں کا حال ہے جن کی ساری فکر و نظر اور کدوکاوش مادہ پرستی کے بت کے گرد گھومتی ہے اور بس۔ وہ اپنے اسی ظاہری اور دنیاوی علم کو سب کچھ سمجھ رہے ہیں۔ پس نورِ حق و ہدایت سے محرومی کے ذیل میں یہی دو چیزیں کل بھی بنیادی حیثیت رکھتی تھیں اور یہی آج بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ایک اپنے موروثی و آبائی عادات وروایات اور رسوم ورواج پر جمود واصرار اور دوسرے اپنی عقل وفکر پر اعتماد اور اسی کو سب کچھ سمجھ لینا۔ جبکہ علم درحقیقت وہی ہے جو قال اللہ اور قال الرسول سے مستنیر و مستفاد ہو کہ وہی علم حق اور حقیقت کی راہنمائی کرتا ہے۔ اور انسان کو دارین کی سعادت و سرخروئی اور حقیقی فوز وفلاح سے مشرف وہمکنار کرتا ہے۔ سو اپنے رسوم ورواج اور خودساختہ علوم وتجربات کی بنا پر دینِ الٰہی اور وحیِ سماوی کی تعلیماتِ مقدسہ سے منہ موڑ نا محرومیوں کی محرومی ہے کہ اس سے انسان طرح طرح کے اندھیروں میں ڈوب کر رہ جاتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم بکلِ حالٍ من الاحوال، و فی کُلّ مَوْطنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیزُ الوھّاب،

۱۵۶ استہزاء بالحق کا انجام نہایت برا - والعیاذ باللہ جَلّ وَعَلَا: - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ حق اور اہلِ حق کا مذاق اڑانے کا انجام بہت برا اور نہایت ہولناک ہوتا ہے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم - یعنی ان کو گھیر لیا اسی عذاب اور انجام بد سے جس سے ان کو خبردار کیا جاتا تھا اور جس کو وہ مان کر نہیں دے رہے تھے۔ آخر کار وہ ان کو اپنی لپیٹ میں لے کر رہا۔ اور اس طرح یہ لوگ - ﴿خسر الدّنیا والاخرۃ﴾ - کا مصداق بن کر رہ گئے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم - یعنی حضراتِ انبیائے کرام اور رسلِ عظام جب اپنی قوموں کے پاس پیغامِ حق و ہدایت لیکر پہنچے اور توحید، آخرت اور جزا وسزا کے بارے میں انکے سامنے کھلے کھلے اور واضح دلائل پیش کیے تو ان لوگوں نے انکی دعوت کو قبول کرنے اور انکی بات کو ماننے کی بجائے الٹا انکا مذاق اڑایا۔ اور وہ اپنے علم وفن پر نازاں وفرحاں رہے۔ جس سے انکی محرومی کا ٹھپہ اور گہرا اور پکا ہو گیا۔ اور ان سے کفر و باطل کی سیاہی مزید سخت اور گہری ہو گئی۔ جس سے وہ اپنے آخری انجام اور ہولناک عذاب کے مستحق بن گئے۔ جسکے نتیجے میں گھیر لیا انکو اسی عذاب نے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم - سو حق اور اہلِ حق کے مذاق اڑانے کا نتیجہ وانجام بہت برا اور نہایت ہولناک ہوتا ہے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور اپنی پناہ میں رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکروفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یاربَّ العالمین -

بَأْسَنَا ط سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ج

(اور فائدہ پہنچا سکے،) جب کہ انہوں نے دیکھ لیا تھا ہمارے عذاب کو، ۱۵۷ اللہ کے اس دستور کے مطابق جو کہ پہلے سے چلا آیا ہے

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع

اس کے بندوں میں، اور اس موقع پر (دائمی) خسارے میں پڑے گئے ایسے کافر (ومنکر) لوگ، ۱۵۸ ﴿۸۵﴾

۹ ع(۱۶)۱۴

۱۵۷ ایمان بالمشاہدہ کا کوئی فائدہ نہیں: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے منکروں نے جب ہمارے عذاب کو دیکھ لیا تو اس وقت وہ چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے اکیلے اللہ پر اور ہم نے انکار کر دیا ان سب چیزوں کا جن کو ہم اس کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔ مگر بے وقت کے اس ایمان سے ان کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا۔ '' کچھ فائدہ نہ دیا انکو انکے اس وقت کے ایمان نے '' کہ عذاب آچکنے کے بعد نہ کسی کی توبہ ومعذرت قبول کی جاتی ہے اور نہ ہی اس کے بعد کسی کو کسی طرح کی کوئی مہلت اور چھوٹ مل سکتی ہے۔ ﴿وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا﴾۔ (المنافقون:۱۱) اور عذاب آ جانے کے بعد کا ایمان اس لئے معتبر نہیں کہ وہ ایمان بالشہود ہوتا ہے جبکہ مطلوب ایمان بالغیب ہے۔ سو عذاب آ جانے کے بعد انہوں نے ایمان تو بڑے زور وشور سے لایا اور اپنے گزشتہ تمام کفر وشرک کا انکار کیا لیکن بے وقت کے اس ایمان کا کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہو سکا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت اس کے بندوں میں ہمیشہ سے یہی رہی کہ جب عذاب آ جاتا ہے تو اس وقت ایمان لانے سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا -وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم- کہ وہ ایمان بالمشاہدہ ہوتا ہے یعنی اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد کا ایمان، جب کہ اصل مقصود ایمان بالغیب ہوتا ہے اور بس۔

۱۵۸ کفر وانکار کا نتیجہ وانجام دائمی خسارہ -والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ '' دائمی خسارے میں پڑ گئے اس موقع پر کافر لوگ '' کہ یہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر رہے اور حیاتِ مستعار کی جو فرصت نیکی کمانے کے لئے ان کو ملی تھی اس کو انہوں نے غفلت اور سرکشی میں ضائع کر دیا۔ جس کی واپسی اور تلافی وتدارک کی کوئی صورت اب ان کیلئے ممکن نہ رہی تھی۔ اور کفر وانکار کی جس راہ کو انہوں نے زندگی بھر اپنائے رکھا تھا اس نے ان کو ہمیشہ ہمیش کے لئے ہلاکت وتباہی کے ہولناک گڑھے میں ڈال دیا۔ اور جس دنیاوی مال ومتاع اور ساز وسامان پر ان کو گھمنڈ اور ناز تھا وہ سب کا سب یہیں اسی دنیا میں رہ گیا۔ اس میں سے کچھ بھی نہ ان کے ساتھ جا سکا اور نہ کچھ ان کے کام آ سکا۔ ان کو اس سب سے ہاتھ جھاڑ کر اور بالکل خالی ہاتھ جانا پڑا۔ سو کفر پر مرنا سب سے بڑا خسارہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے -وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم- پس کفر سب خرابیوں کی خرابی اور محرومی ونامرادی کی جڑ بنیاد ہے -وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم- اور ایمان ویقین کی دولت تمام خوبیوں کی اصل اور اساس اور حقیقی کامیابی اور فوز وفلاح کی کفیل وضامن ہے- فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِنِعْمَةِ الایمان وَ وَقَانَا مِنْ خِزْیِ الْكُفْرِ والخسران برحمته جَلَّ وَعَلا وَهُوَ الْعَزِیْزُ

الرحمٰنُ- فَزِدْنَا اللّٰهُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا بمحضِ مَنِّکَ وَکَرمِکَ و الاحسان و ثبتنا علیه ویاذا الجلال والاکرام، ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین

☆ــــ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۹۵ء بروز بدھ' بوقت پونے سات بجے شام' بموقع نظر ثانی سطوہ دبی' متحدہ عرب امارات والحمد للہ ربّ العلمین، الذی بیدہ ازمۃ التوفیق والعنایۃ، سبحانہ وتعالیٰ،

☆ــــ نظر ثالث ۳ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ مطابق ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء بروز جمعرات' بوقت ساڑھے نو بجے شب سطوہ' دبی' والحمد للہ ربّ العالمین، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل زمان ومکان، فھوالمحمود اَزَلاً وابدًا،

☆ــــ تکمیل پروف ریڈنگ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۷ مئی ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بوقت سوا پانچ بجے شام' سطوہ دبی والحمد للہ ربّ العالمین الذی لا تَتِمُّ الصَّالِحاتُ اِلَّا بِتَوفیقٍ مِّنْه ، سبحانهٗ وتعالیٰ،

☆ــــ تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۲۲ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۹۹ء پونے گیارہ بجے شب سطوہ دبی، والحمد للہ رب العالمین، الّذی شَرَّفَنِیْ بِخِدْمة کتابه العزیز تَعلّماوً تعلیماً، وشَرْحاً وَ تَفْسِیْراً

☆ــــ تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۵ جماوی الثانیہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۳ ستمبر ۲۰۰۱ء بروز پیر بوقت پونے چار بجے صبح، والحمد للہ ربّ العالمین الّذی لَا تَتِمُّ الصَّالِحات اِلَّابِتَوْفِیقٍ مِّنْهُ ورحمتهٖ و عنایتهٖ

☆ــــ تکمیل چوتھی ریڈنگ ۲۷ محرم الحرام ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۳۰ مارچ ۲۰۰۳ء بروز اتوار بوقت ساڑھے چھ بجے صبح بمکان خود مارگلہ ٹاؤن اسلام آباد (بموقع شادی خانہ آبادی بنتی العزیزۃ طیبہ خاتون- حفظہا اللہ درعاہا-) والحمد للہ ربّ العالمین الذی لَا تُعَدُّ نِعمَهٗ وَلَا تُحْصٰی ، سبحانهٗ وتعالی

☆ــــ اَللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) دو محرم ۱۴۲۵ ہجری مطابق ۲۳ فروری ۲۰۰۴ء بروز اتوار بوقت سوا بارہ بجے شب، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان- والحمد للہ رب العالمین- قبلَ کُلّ شئی وَّ بَعْدَ کُلّ شئی ، فانه ھُوَا لَا ھُلُ لِلْحَمْدِ فِی الاولی والأخرۃ، جَلّ جَلالُهٗ وَ عَمّ نَوالُه، وَبِیدِہِ الْخَیْر کُله ، سبحانهٗ وتعالی

اِلٰہی:- اَنْتَ رَبّیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ ، و اَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ، فَکُنْ لِیْ وَ اجْعَلْنِیْ لَکَ ، وَ خُذْنِی بنا صیتی اِلٰی مَا فِیهُ حُبُکَ و الرِّضا فِیْ کُلِّ لَحظَة مِّنَ اللّحظَاب ، وبِکُلّ حالٍ مِّنَ الا ھوال، عَلَیْکَ تَوَکَّلت وَاِلَیْکَ اُنِیْب،

آیاتہا ۵۴ ۴۱ سُورَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۱ رکوعاتہا ۶

سورہ حٰمٓ السجدۃ مکی ہے اس کی چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے،

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۚ﴿۲﴾ کِتٰبٌ

حٰ مٓ ﴿۱﴾ (یہ کتاب) اتاری گئی ہے اس ذات کی طرف سے جو بڑی ہی مہربان، نہایت ہی رحم والی ہے، ف۱ ﴿۲﴾ یہ ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے

فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾

جس کی آیتوں کو خوب کھول کر بیان کر دیا گیا، ف۲ ایک عظیم الشان عربی زبان کی قرآن کی صورت میں، ف۳ ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں، ف۴ ﴿۳﴾

۱ قرآنِ حکیم کی عظمتِ شان کا ایک اہم اور منفرد پہلو: - کہ یہ خالص اتاری ہوئی کتاب ہے خدائے رحمٰن و رحیم کی طرف سے۔ سو یہ اس کتاب حکیم کی عظمتِ شان کا ایک اہم اور منفرد پہلو ہے کہ اس جیسی دوسری کوئی کتاب روئے زمین پر ہے ہی نہیں۔ اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں اتری تھیں اول تو وہ فی نفسہا کامل کتابیں تھی ہی نہیں بلکہ وہ دراصل اسی کتابِ حکیم کے مختلف اجزاء اور حصوں کی حیثیت رکھتی تھیں، اور پھر وہ باقی رہیں بھی نہیں، بلکہ ان کو ان کے حاملین نے بدل اور بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیا۔ سو اب وحیِ خداوندی کی دولت اس کتابِ حکیم کے سوا اور کہیں سے بھی ملنا ممکن نہیں۔ سو اس خدائے رحمان و رحیم کی رحمتِ بے پایاں کا یہ عین تقاضا تھا کہ وہ اپنے بندوں کی ہدایت و راہنمائی کے لئے ایسی کتابِ ہدایت نازل فرمائے جو ان کو دارین کی سعادت و سرخروئی اور کامیابی کی راہ بتائے۔ اور انہیں ہلاکت کے گڑھوں میں گرنے اور آخرت میں ہونے والے دوزخ کے ہولناک عذاب سے بچائے۔ سو عقل و نقل اور عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ کتابِ ہدایت کی اس عظیم الشان نعمت کی دل و جان سے قدر کی جائے اور اس کی تعلیماتِ مقدسہ کو صدقِ دل سے اپنایا جائے۔ سو ایسے میں یہ کتنی بے انصافی اور ناقدری کی بات ہے کہ منکرین و مکذبین اسکی قدر کرنے اور اس پر ایمان لا کر اپنے لیے سعادتِ دارین کا سامان کرنے کی بجائے اس عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں جس سے یہ کتاب انکو ڈراتی ہے۔ سو یہ انسان کی بڑی بدبختی ہے کہ وہ اس رحمتِ عظمیٰ سے منہ موڑ کر زحمت اور عذاب کا مطالبہ کرے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق کو حق سمجھنے اور اس کو اپنانے کی توفیق بخشے۔ اور انحراف و کجی کی ہر شکل سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۲ کتابِ حکیم کی تفصیل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ کھول کر بیان کر دیا گیا اسکی آیتوں کو"۔ ظاہری اعتبار سے اس کی سورتیں الگ الگ اور ان کے فواتح اور خواتیم جدا جدا۔ پھر

سورتوں کی آیتیں باہم ممتاز اور آیتوں کے اندر کے چھوٹے چھوٹے فقرے الگ الگ چنے ہوئے موتیوں کی طرح جھلمل جھلمل کرتے۔ اور معنوی اعتبار سے اس کے معانی و مضامین اور مطالب و مفاہیم کو احکام و مسائل، قصص وامثال، وعظ و تذکیر اور انذار و تبشیر وغیرہ کی صورت میں کھول کھول کر بیان کردیا گیا۔ ان میں سے ہر ایک کا مقصد واضح اور مدعا صاف ہے۔ نہ کوئی گنجلک نہ الجھن۔ نہ خفاء نہ غموض۔ نہ کوئی اشتباہ نہ التباس۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے جس کی آیتوں کو محکم بنایا گیا پھر اس کی تفصیل کردی گئی ایسی ذات کی طرف سے جو بڑی ہی حکمت والی انتہائی باخبر ہے کہ تم لوگ بندگی نہیں کرو مگر صرف ایک اللہ کی (ھود: ۱)۔ سو اس کتاب حکیم کا اِحکام اور اسکی تفصیل سب اللہ کی طرف سے ہے، جو اس کو نازل کرنے والا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ

۳ عربوں پر قرآنِ حکیم کے خاص حق کا ذکر و بیان:- :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس کو اتارا گیا عربی زبان کے ایک عظیم الشان قرآن کی صورت میں"۔ تاکہ اس کے اولین مخاطب اس کو سمجھنے کے بعد اس کی دعوت کے علم بردار بن سکیں۔ کیونکہ ہمارا دستور یہی رہا ہے کہ ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان میں ہی پیغام دیا گیا تاکہ وہ انہیں کھول کر بتائے اور سمجھائے۔ ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ الاية (ابراہیم: ۴) اور یوں عربی زبان کے سوا دوسری کوئی ایسی جامع زبان تھی بھی نہیں جو اس کتابِ عظیم کے جلیل القدر مطالب و مضامین کا تحمل کرسکے۔ یہی ایک زبان ایسی ہے جو اپنی جامعیت و کمال، حسن و جمال اور بے مثال لطافتوں اور دقیقہ رسیوں کی بناء پر بقدرِ امکان اس کتابِ حکیم کے معانی و مطالب کو ادا کرسکتی ہے۔ سو اس کتابِ حکیم کو عربی زبان میں اتارنا قدرت کا عربوں پر ایک خاص انعام تھا اور ہے۔ جس کا تقاضا یہ تھا اور یہ ہے کہ یہ لوگ دل و جان سے اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرتے اور صدقِ دل سے اسکو اپنا کر اپنے لیے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کرتے۔ مگر انہوں نے اسکے برعکس اِعراض و روگردانی سے کام لیکر اپنے لیے ہلاکت و تباہی کا سامان کیا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور زیغ و ضلال اور کجی و انحراف کی ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یااکرم الاکرمین، ویاارحم الراحمین۔

۴ علمِ حق کی چاہت و خواہش باعثِ سعادت و سرفرازی:- یعنی۔ ﴿يعلمون﴾۔ کا کلمہ کریمہ یہاں پر ارادۂ علم کے معنیٰ میں ہے۔ جیسا کہ بعض ثقہ اہلِ علم نے کہا ہے۔ سو معلوم ہوا کہ قرآنِ حکیم کے اس منہلِ صافی سے مستفید ہونے کے لئے علمِ صحیح کی روشنی اور خواہشِ علم بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اور علم سے مراد وہ علم ہے جو حق اور حقیقت کی طرف راہنمائی کرے اور انسان کے لئے اپنے خالق و مالک کی معرفت کا ذریعہ بنے۔ اور ایسے موقع پر عموماً فعل سے مراد ارادۂ فعل ہوتا ہے۔ یعنی یہ سارا اہتمام ان لوگوں کیلئے ہے اور اس سے مستفید و فیضیاب وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو جاننے اور سمجھنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ رہے وہ لوگ جو جاننا اور سمجھنا چاہتے ہی نہیں انکو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ سو اس اسلوبِ بیان میں عربوں کیلئے ایک تحریض و ترغیب ہے کہ ان کو جاننے اور سمجھنے کا حریص ہونا چاہیئے۔ اور یہ کتابِ حکیم جس کو خود انہی کی زبان میں نازل فرمایا گیا ہے اس کا ان پر حق ہے کہ وہ اسکی قدر کریں اور اس کی تعلیماتِ مقدسہ کو صدقِ دل سے اپنائیں۔ وباللہ التوفیق لمایحبُّ ویرید، وعلیٰ مایحبُّ ویرید، بکُلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کل مَوْطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾

خوشخبری دینے والا، ف۵ اور خبردار کرنے والا، ف۶ پھر بھی اکثر لوگوں نے اس سے ایسا منہ موڑا کہ وہ سن کر ہی نہیں دیتے، ﴿۴﴾

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَ

اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں، اس چیز سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں،

فِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ

ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں، اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے، ف۷

الثلثۃ

فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

پس آپ اپنا کام کیے جائیں ہم اپنا کام کرتے رہیں گے، ف۸ ﴿۵﴾ (ان سے) کہو کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تو ایک بشر ہوں ہم جیسا، ف۹

يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا

(البتہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ معبود تم سب کا بہرحال ایک ہی معبود ہے، ف۱۰ پس تم لوگ سیدھے اسی کا رخ

۵ قرآنِ حکیم کی صفتِ تبشیر کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ خوشخبری دینے والا ہے"۔ یعنی یہ اپنے ماننے والوں کو دائمی سعادتوں اور ابدی راحتوں کی بشارت و خوشخبری دیتا ہے۔ سو جو لوگ صدقِ دل سے اس کتابِ حکیم پر ایمان لائیں گے اور اسکی مقدس تعلیمات کو اپنائیں گے ان کیلئے دارین کی سعادت و سرخروئی اور فوز و فلاح کی بشارت و خوشخبری ہے۔ اللہ توفیق دے۔ نیز اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ دینِ حق کے ماننے اور اس کتابِ حکیم کے علوم و معارف سے مستفید و فیضیاب ہونے کے لیے کسی طرح کے جبر و اِکراہ کا نہ کوئی دخل ہے اور نہ ہی اسکی کوئی ضرورت۔ بلکہ اس کا کام اور اسکی شان راہِ حق و ہدایت سے آگاہ کر دینا ہے اور بس۔ جو اس کے آگے دامن پھیلائے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اس سے منہ موڑے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - اللہ تعالیٰ اِعراض و روگردانی کے ہر شائبے سے محفوظ رکھے - آمین ثم آمین یا رب العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

۶ قرآنِ حکیم کا کام اِنذار یعنی خبردار کر دینا اور بس: - سو قرآنِ پاک کی دوسری صفت بیان فرمائی گئی "نذیر" یعنی "خبردار کرنے والا"۔ نہ ماننے والوں کو دردناک عذاب اور ابدی شقاوت سے ڈرانا اور خبردار کرتا ہے - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - سو یہ کتابِ حکیم ماننے والوں کیلئے ایک عظیم الشان اور بے مثال نعمتِ عظمیٰ ہے اور نہ ماننے والوں کیلئے بہت بڑی قسمت - وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم - لیکن اسکے باوجود لوگوں کی اکثریت اس سے اِعراض کرتی اور منہ موڑتی ہے۔ اور یہاں تک کہ وہ اس کے سننے سمجھنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ اور اس طرح وہ اس نعمتِ عظمیٰ کو اپنے لیے قسمت بنا لیتے ہیں۔ اور اس طور پر کہ انکو اس کا

احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس طرح وہ اپنے لیے کس قدر ہولناک خسارے کو اپنا رہے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ اِعراض وروگردانی کے ہر شائبے سے محفوظ اور ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۷ منکرین کے عناد اور ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ ومظہر: ۔سو اس ارشاد سے منکرین کے عناد اور انکی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ ومظہر پیش فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں۔ ہمارے کانوں میں ڈاٹ پڑے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک پردہ حائل ہے" اور ان کے کانوں کے یہ ڈاٹ اور ان کی آنکھوں کے یہ پردے دراصل نتیجہ تھا اس ضد وعناد اور ہٹ دھرمی کا جو وہ لوگ حق اور اہل حق کے بارے میں اپنے اندر رکھتے تھے۔ مگر قدرت کی پھٹکار اور انکی بدبختی ملاحظہ ہو کہ اپنی اس محرومی پر پچھتانے اور افسوس کرنے کی بجائے وہ الٹا اسے فخریہ طور پر بیان کرتے ہیں۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حق اور اہلِ حق سے بغض وعناد انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو یہ ویسے ہی ہے جیسا کہ یہود نے کہا تھا۔ ﴿قُلُوْبُنَا غُلْفٌ﴾ ۔یعنی "ہمارے دل تمہاری دعوت کی طرف سے پردے میں ہیں"۔ جس کے نتیجے میں آپ کی آواز اور آپ کی دعوت ہمارے دلوں تک پہنچ ہی نہیں سکتی اس لیے ہمارے ایمان لانے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہو سکتی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم بکل حالٍ مِّن الاحوال و فی کُلّ مَوْطنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ،

۸ منکرین کی بدبختی اور لاپرواہی کا ایک نمونہ ومظہر: ۔سو منکرین نے دعوتِ حق کے جواب میں کہا کہ "ہم تو اپنے طور طریقوں سے باز آنے والے نہیں"۔ آپ سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر دیکھو۔ ہم بہرحال اپنے طور پر کام کرتے رہیں گے۔ سو دراصل منکرین کی طرف سے عذاب کا مطالبہ تھا۔ یعنی آپ اپنے دین پر چلتے رہیں ہم اپنے طریقے پر چلتے رہیں گے۔ نیز آپ ہمیں نیچا دکھانے کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں کر لیں۔ ہم آپ کا راستہ روکنے کے لئے جو کچھ کر سکے کریں گے۔ الفاظ کا عموم ان دونوں ہی مفہوموں کو عام اور شامل ہے۔ یعنی جب ہمارے اور تمہارے درمیان ایسی دیوار حائل ہو چکی ہے تو اب ہم اور تم ایک دوسرے سے کبھی بھی نہیں مل سکتے۔ لہٰذا اب جو تم سے ہو سکتا ہے وہ کر گزرو اور ہم بھی جو کچھ کرنے والے ہیں وہ اب بغیر کسی پس وپیش کے کر کے رہیں گے۔ سو۔ ﴿فَاعْمَلْ﴾ ۔کے اس لفظ کے اندر دراصل انکی طرف سے عذاب کا مطالبہ تھا کہ تم ہمیں جس عذاب کے آنے کی دھمکی رہے ہو ہمارے اس فیصلہ کن اعلان کے بعد اسکو ہم پر لے آؤ اگر تم سچے ہو اپنے اس دعوے کے اندر۔ ورنہ ہمیں تو بہرحال جو کچھ کرنا ہے وہ کر کے ہی رہیں گے۔ سو یہ ایسے بدبخت منکرین کے عناد اور انکی ہٹ دھرمی کی انتہاء ہے اور یہ انکی بدبختی اور لاپرواہی کا ایک نمونہ ومظہر ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے زیغ وضلال اور کجی وانحراف سے محفوظ وسلامت رکھے۔ آمین ثم آمین

۹ پیغمبر کو اپنی بشریت کے اعلان کا حکم وارشاد: ۔سو پیغمبر کو خطاب کر کے حکم وارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ سوائے اسکے نہیں کہ میں تو ایک بشر ہوں تم ہی جیسا"۔ یعنی نہ تو میں خدا ہوں نہ کسی خدائی صفت کا دعویدار کہ زور زبردستی سے تم لوگوں سے حق بات منوا کر ہی چھوڑوں۔ اور نہ ہی میں کوئی فرشتہ یا دوسری کوئی مافوق العادۃ مخلوق ہوں کہ تمہیں مجھ سے اتصال و استفادہ مشکل ہو اور تم مجھ سے لایعنی قسم کے مطالبات کرو۔ بلکہ میں تو اصلاً ایک بشر اور انسان ہوں اور تم ہی جیسا آدم کی اولاد میں سے ہوں۔ اور تمہاری ہی طرح تمام بشری لوازم اور تقاضے رکھتا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مجھے میرے خالق و

مالک نے وحی کے شرف سے نوازا اور مشرف فرمایا ہے، جس کے بعد مرتبے اور مقام کے اعتبار سے میرے اور تمہارے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہوگیا ہے۔ پس جنس ونوع اور اصلِ بشریت کے اعتبار سے تمہارے ساتھ اشتراک واتحاد کے باوجود نورِ نبوت اور وحیِ خداوندی کی بنا پر میرا مقام تم سب سے بلند اور ہر لحاظ سے ممتاز ہوگیا۔ پس تم میری بات مانو اور میری بتائی ہوئی راہ پر چلو۔ تاکہ خود تمہارا بھلا ہو۔ بشریت النبی اور عظمتِ نبوی کے اس واضح اور صریح اعلان اور انتہائی معقول و بھرپور اظہار کے باوجود اہلِ بدعت ہیں کہ نبی کی بشریت کو ماننے اور تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اور اس طرح کی آیاتِ کریمہ میں وہ طرح طرح کی تاویلات بلکہ تحریفات سے کام لیتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ مثلاً ان کے ایک بڑے گرو نے اس موقع پر اور اس آیتِ کریمہ کے بارے میں اس طرح گوہر افشانی فرمائی ہے کہ "کسی کو حق نہیں کہ حضور کو بشر کہہ کر پکارے" حالانکہ بات بشر کہہ کر پکارنے کی نہیں، کہ پیغمبر۔ علیہ الصلوۃ والسلام۔ کو بشر کہہ کر نہ کبھی اس سے پہلے کسی نے پکارا ہے، اور نہ ہی آج ایسا کوئی شخص موجود ہے۔ اور نہ ہی اس کی کوئی تک ہی بنتی ہے کہ کوئی شخص پیغمبر کو "یا بشر" کہہ کر پکارے۔ اس لئے بات بشر کہہ کر پکارنے کی نہیں، بلکہ بشریتِ پیغمبر کی اس حقیقتِ صادقہ اور قولِ صادق اور امرِ واقع کو تسلیم کرنے اور ماننے کی ہے، جو کہ عقل ونقل کا تقاضا ہے اور جس کا قرآنِ پاک واشگاف الفاظ میں اعلان فرمارہا ہے۔ اور نبی۔ علیہ الصلوۃ والسلام۔ کو ﴿قل﴾ کے صیغۂ امر کے ساتھ اس حقیقت کے دوٹوک اعلان واظہار کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔ پھر اہلِ بدعت کے یہی بڑے صاحب اسی مقام پر کچھ آگے چل کر یوں گوہر افشانی کرتے ہیں کہ "خیال رہے کہ نبی کو بشر کہنے والا یا خدا تعالیٰ ہے یا خود نبی یا شیطان وکفار۔ اب انہیں بشر کہنے والا سوچ لے کہ وہ کون ہے"۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ دیکھا آپ نے کہ شرک وبدعت کی نحوست اور عناد وہٹ دھرمی کی لت کس طرح آدمی کی مت مار کر رکھ دیتی ہے، اور اس کو صاف اور سیدھی بات بھی کتنی الٹی اور ٹیڑھی لگنے لگتی ہے۔ بھلا جس حقیقت واقعیہ کا اعلان واظہار حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُہٗ۔ خود فرمادے، اور صاف وصریح طور پر اور تکرار وتاکید کے ساتھ فرمادے، پیغمبر خود بھی اس کا ذکر وبیان فرمائیں، جو عقل ونقل کے تقاضوں کے عین مطابق ہو اور جو ایسی واضح اور جلی حقیقت ہو کہ کفار ومشرکین کو بھی اس کے ماننے میں کوئی تردد نہ ہو، اس کا بھی جو انکار کرے وہ خود اپنے بارے میں دیکھ اور سوچ لے کہ وہ کہاں کھڑا ہے؟ اور اس پر کیا حکم عائد ہوتا ہے اور کیا فتوی چسپاں ہونا چاہیئے؟ ۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین

۱۰ **معبودِ برحق بہرحال ایک ہی ہے:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "میری طرف اس بات کی وحی کی جاتی ہے کہ معبودِ برحق تم سب لوگوں کا بہرحال ایک ہی معبود ہے"۔ یعنی یہ بات تم لوگوں کو اگر ناگوار گزرتی ہے تو گزرتی رہے مگر حقیقت بہرحال یہی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ عقل ونقل کے سب دلائل اس پر متفق ہیں اور میری طرف کی جانے والی وحی کا اولین اور بنیادی درس بھی یہی ہے۔ اور میں تم سب سے یہی کہتا اور اسی کی دعوت دیتا ہوں کہ معبود تم سب لوگوں کا بہرحال ایک ہی معبود ہے۔ اسکا کسی بھی طرح اور کسی بھی درجے میں نہ کوئی شریک ہے نہ سہیم۔ پس تمہارے لیے حق وحقیقت اور صحت وسلامتی کی راہ یہی ہے کہ تم یکسو ہو کر ہر قسم کی عبادت وبندگی اسی کیلئے بجالاؤ کہ ہر قسم کی عبادت وبندگی اور اطاعتِ مطلقہ اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ اس کے سوا کسی بھی اور ہستی کے لیے ایسا کرنا اس کے لیے کسی بھی طرح کے آدابِ بندگی بجالانا یا اس کو اطاعتِ مطلقہ کا حقدار قرار دینا شرک ہوگا جو کہ ظلمِ عظیم ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۙ ﴿٦﴾

اختیار کرلو ۱۱؎ اور اس سے معافی مانگو ۱۲؎ اور بڑی خرابی ہے ان مشرکوں کے لئے، ﴿٦﴾

۱۱ اپنا رخ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کرنے کا حکم و ارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا کہ پس تم لوگ سیدھا اسی کا رخ اختیار کرلو۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ جب معبودِ برحق اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ ہر قسم کی عبادت و بندگی اور اطاعتِ مطلقہ کا حقدار وہی وحدہ لاشریک ہے تو اس کا طبعی تقاضا اور لازمی نتیجہ یہی ہے کہ اپنا رخ اللہ ہی کی طرف کیا جائے۔ سو اسی بنا پر ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ تم سب اسی کا رخ اختیار کرو۔ اپنا عقیدہ و عمل درست کر کے کہ نہ تو عقیدے میں کسی شرک کا کوئی شائبہ ہو اور نہ عمل میں کسی بدعت و بناوٹ کا کوئی کھوٹ اور آمیزش ہو۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو جب معبودِ برحق وہی وحدہ لاشریک ہے اور ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی کا حق ہے تو پھر تم لوگ صدقِ دل سے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرو اور دل و جان سے اسی کی طرف رجوع رہو۔ یہی راستہ ہے حق و صداقت کا اور اسی میں تمہاری یہ سعادت و سرخروئی کا سامان ہے۔ دنیا کی اس عارضی و فانی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، سبحانہ وتعالیٰ،

۱۲ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم سب اسی سے معافی مانگو"۔ کفار اپنے کفر سے معافی مانگیں اور گناہ گار اپنے گناہوں سے۔ اور نیکوکار اپنے نیک اعمال میں تقصیر و کوتاہی پر کہ مالک ہم زور و عاجز تیری جنابِ اقدس و اعلیٰ میں پیش کرنے کے لائق کوئی عمل کہاں کر سکتے ہیں۔ پس تو ہم سے عفو و درگزر فرما اور اپنی شانِ کریمی سے کام لیتے ہوئے ہمارے ان اعمال کو قبول فرمالے۔ بہر کیف اس سے پہلے ہم لوگ جس کفر و شرک میں ملوث و مبتلا رہے اس کی اپنے ربِّ غفور و رحیم سے معافی مانگو۔ اور آئندہ ہمیشہ اپنے رب ذوالجلال ہی کی طرف رجوع رکھو۔ سو توبہ و استغفار دینِ متین کے مطالبِ مقدسہ میں سے ایک اہم مطلب ہے کہ اس سے ایک طرف تو انسان معاصی و ذنوب کی میل کچیل اور ان کی کدورت سے پاک صاف ہوتا ہے جو کہ ظاہری اور حسی میل سے کہیں بڑھ کر خطرناک اور باعثِ ہلاکت و تباہی ہے اور دوسری طرف وہ اپنے رب کا قرب بھی حاصل کرتا جاتا ہے اور اس کی خاص رحمتوں اور عنایتوں سے بھی سرفراز ہوتا جاتا ہے۔ سو اس اعتبار سے یہ قدرت کا ایک عظیم الشان انعام و احسان ہے کہ اس نے اپنی رحمتِ بے پایاں سے اپنے بندوں کو اپنی رحمت و عنایت سے نوازنے کے لیے ان کے لیے توبہ و استغفار کے دروازے کھولے ہیں جس سے ہم جیسے گناہگاروں کے لیے اسکی رحمت و عنایت کی حیات آفریں اور روح پرور خوشخبری ملتی ہے۔ فللہ الحمد ربّ العالمین۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ

جو زکوٰۃ نہیں دیتے، اور وہ آخرت کے انکار پر ہی

کٰفِرُوۡنَ ۞ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کمربستہ ہیں، ۱۳ ⑦ (اس کے برعکس) جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے کام بھی نیک کیے

لَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ۞ قُلۡ اَئِنَّکُمۡ لَتَکۡفُرُوۡنَ

ع ۱۵ / ۸

تو ان کے لئے ایک ایسا عظیم الشان اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں، ۱۴ ⑧ (ان سے) کہو کہ کیا تم لوگ اسی (ذات اقدس و اعلیٰ)

بِالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَ تَجۡعَلُوۡنَ لَہٗۤ

کے ساتھ کفر کرتے ہو اور اس کے لئے (من گھڑت) شریک ٹھہراتے ہو؟ جس نے پیدا فرمایا زمین (کے اس عظیم الشان کرے) کو دو دنوں میں؟ ۱۵

اَنۡدَادًا ؕ ذٰلِکَ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۞ وَ جَعَلَ فِیۡہَا

یہ ہے پروردگار سارے جہانوں کا، ۱۶ ⑨ اور اسی نے رکھ دئے اس زمین میں اس کے اوپر سے (پہاڑوں کے) عظیم الشان لنگر اور اس میں

۱۳ مشرکوں کے لیے بڑی سخت ہلاکت اور تباہی - والعیاذ باللہ جل و علا: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بڑی ہی ہلاکت و تباہی اور خرابی ہے ان مشرکوں کیلئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے"۔ یعنی وہ ایمان نہیں لاتے کہ ایمان جانی زکوٰۃ ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنا دراصل کفار و مشرکین کا فعل ہے جس سے مومنین صادقین کو بہرحال بچنا چاہیئے۔ اور یہ اس لئے کہ کفار مخاطب بالفروع نہیں ہیں۔ نیز اس لئے کہ زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی جبکہ یہ سورۃ مکی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ واضح اور معقول بات یہ ہے کہ زکوٰۃ سے یہاں پر انفاق فی سبیل اللہ مراد لیا جائے۔ اور مکی دور میں یہ لفظ اس مفہوم کیلئے استعمال ہوتا رہا ہے۔ البتہ مدنی دور میں آکر یہ لفظ اپنے معروف مفہوم میں استعمال ہونے لگا۔ بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ جو مشرکین ایمان اور عملِ صالح کی بجائے اپنے خود ساختہ شرکاء اور مزعوم شفعاء پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں ان کیلئے بڑی ہی خرابی اور ہولناک تباہی ہے۔ سو شرک ہلاکتوں کی ہلاکت اور محرومیوں کی محرومی ہے - وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ - اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین، و یاارحم الراحمین۔

۱۴ نیکوکاروں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری کا ذکر و بیان: - سو اس ارشاد سے نیکوکاروں کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والے اجر کا مژدۂ جان فزا سنایا گیا ہے کہ اس پر ان کو جنت کی دائمی نعمتیں نصیب ہوں گی اور جنت اور اسکی نعمتیں دائمی اور ابدی ہیں۔ نیز ایسے لوگ صحت و جوانی میں جو نیکیاں کرتے رہے مرض اور بڑھاپے میں بھی ان کا اجر و ثواب ان کو ہمیشہ ملتا رہے گا۔ بہرکیف منکرین و مشرکین کے ہولناک انجام کے مقابلے میں یہ مومنین مخلصین کے انجام کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد

فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکی توحید پر بلا کسی شائبہ وشرک کے سچا پکا ایمان لائیں گے اور اسکے مطابق وہ نیک عمل بھی کریں گے تو ان کیلئے ایسے عظیم الشان اجر کی بشارت وخوشخبری ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ پس ایمانِ صادق، عملِ صالح اور اخلاص واستقامت دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہیں۔ اللہ نصیب فرمائے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اس سے بہرہ مند رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب اور ہر قسم مزلات اور لغزشوں سے اپنے حفظ وامان میں رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۱۵ آثارِ کائنات میں غور وفکر کی دعوت :- سو زمین کے آثار ونشانات میں غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ کیا تم لوگ اس وحدہ لاشریک کے ساتھ کفر کرتے ہو اور اس کے لیے من گھڑت شریک ٹھہراتے ہو جس نے زمین کے اس عظیم الشان کرے کو دو دنوں کے اندر پیدا فرمایا ہے"۔ یعنی عجائب وغرائب اور بے حد وحساب نعمتوں سے بھرپور یہ زمین بنانا اور دو دنوں میں بنا دینا ایک طرف اس کے کمالِ قدرت کی نشانی ہے اور دوسری طرف یہ اس کے بے پایاں کرم واحسان کا جیتا جاگتا ثبوت بھی ہے۔ پھر ایسے خدائے پاک کے ساتھ کفر کرنا جس قدر بڑا اور سنگین جرم ہو سکتا ہے اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ سو باز آ جاؤ تم لوگ اپنے اس کفر وانکار اور شرک وانحراف سے اور صدقِ دل سے جھک جاؤ اپنے اس انتہائی مہربان خالق ومالک کے حضور اور اس کا شکر بجا لاؤ کہ یہ اس خالق ومالک کا تم پر حق بھی ہے اور اسی میں تمہارا بھلا اور فائدہ بھی ہے۔ سو اس ارشادِ ربانی میں حکمتوں بھری اور پیش پا افتادہ زمین اور اس میں پھیلی بکھری ان عظیم الشان نشانیوں اور آثار میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے جو اس خالق ومالک کی قدرتِ مطلقہ، حکمتِ بالغہ، عنایتِ شاملہ اور رحمتِ عامہ پر دلالت کرتی ہیں تاکہ اس طرح انسان اپنے رب کی معرفت کے شرف سے مشرف ہو کر اپنے لیے دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی اور بہرہ مندی کا سامان کر سکے۔ وباللہ التوفیق۔ بہرکیف کائنات کی اس عظیم الشان اور کھلی کتاب میں پائی جانے والی یہ عظیم الشان نشانیاں اپنے اندر عظیم الشان درسہائے عبرت وبصیرت رکھتی ہیں، اور اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر دعوتِ غور وفکر دیتی ہیں۔ تاکہ اس طرح دنیا نورِ حق وہدایت کی دولت سے بہرہ مند اور سرفراز نہ ہو سکے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید بکل حالٍ من الاحوال، وھو العزیزُ الوہّاب،

۱۶ پروردگارِ عالم کی معرفت آثارِ کائنات کے ذریعے :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ ہے پروردگار رب جہانوں کا" جس نے اس پُرحکمت کائنات کو وجود بخشا اور جو اس کو چلا رہا ہے۔ پس ہر طرح کی عبادت وبندگی صرف اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے کہ خالق بھی وہی ہے اور پروردگار ومالک بھی وہی۔ اور اس کے سوا جن کو تم لوگ پوجتے پکارتے ہو ان کے اندر خلق وربوبیت کی ان دونوں صفتوں میں سے کوئی بھی صفت موجود نہیں۔ بلکہ وہ خود مخلوق، مربوب اور محتاج اور خود تمہارے محتاج ہیں۔ تمہاری مشرکانہ کارگزاریوں کے بغیر ان کی یہ مفروضہ خدائی سرے سے چل ہی نہیں سکتی۔ سو تم لوگ کتنے ظالم اور کس قدر بہکے بھٹکے، اوندھے اندھے، اور کتنے بے انصاف ہو، جو حضرتِ خالق۔ جَلَّ مَجْدُہٗ۔ کو چھوڑ کر اپنی ان خود ساختہ سرکاروں اور بے بنیاد وفانی ہستیوں کو پوجتے پکارتے ہو؟ سو اس سے یہ اہم اور بنیادی درس بھی دیا گیا ہے کہ خالق کی معرفت سے سرشاری کا طریقہ اسکی کائنات میں غور وفکر ہے۔ سو اس کائنات میں صحیح طریقے سے غور وفکر کے ذریعے بندہ رب کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس طرح وہ راہِ حق وہدایت میں آگے بڑھتا اور ترقی کر سکتا ہے۔ وباللہ التوفیق

رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَآ

رکھ دیں (برکتوں پر) برکتیں، ۱۷ اور اس نے مقدر فرما دیں اس میں (اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے زمینی مخلوق کے لئے) طرح

اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۱۰

طرح کی خوراکیں، (اور مہیا فرما دیئے ان کے لئے قسما قسم کے اسباب) ۱۸ ہر ایک کی طلب و حاجت کے مطابق، (اور یہ سب کچھ صرف)

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ

چار دن میں، ۱۹ ۱۰ پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی جب کہ وہ ایک دھوئیں کی شکل میں تھا، تو اس نے اس سے اور

۱۷ **زمین کی عظیم الشان برکتوں میں غور و فکر کی دعوت:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اسی نے رکھ دیں زمین میں طرح طرح کی عظیم الشان برکتیں''۔ کہ اس میں طرح طرح کے حیوانات اور جاندار پیدا فرمائے اور ان کی طبائع و ضروریات کے مطابق ان کے لئے قسم قسم کی خوراکیں مہیا کیں۔ انسان جیسی اشرف المخلوقات کو بھی اسی کرۂ ارضی میں بسایا اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ اور قدسی صفت ہستیوں کو بھی اسی میں مبعوث فرمایا جن کی پیش فرمودہ تعلیمات انسانوں کے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی اور فوز و فلاح کی کفیل و ضامن ہیں۔ اس کے پہاڑوں سے طرح طرح کے چشمے ابلتے، دریا پھوٹتے اور نہریں نکلتی ہیں اور ان کے نیچے قسما قسم کی دھاتوں اور معدنیات کے بیش بہا خزانے رکھ دیئے اور ان کے اوپر طرح طرح کے درختوں کے خوشنما و دلفریب جنگل اگا دئے۔ اور اس زمین کے ہموار حصوں اور میدانی علاقوں میں قسما قسم کی پیداواریں اور غلے پیدا فرما دئے جن سے اس کی مخلوق اور خاص کر حضرت انسان طرح طرح سے مستفید ہوتا ہے۔ اور لگاتار ہوتا ہے۔ سو کیا کہنے اس واہب مطلق جَلَّ جَلَالُہٗ کی ان عظیم الشان برکتوں، عنایتوں اور رحمتوں کے جن سے اس نے اس کرۂ ارضی کو نہایت ہی پرحکمت طریقے سے بھر دیا ہے۔ ﴿فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ یہ تو ظاہری اور اسکی سطح کے اوپر کی نعمتیں ہوئیں اور جو اسکے پیٹ کے اندر اور اسکی سطح کے نیچے ہیں وہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر اہم اور قیمتی ہیں۔ آخر یہ پٹرولیم کے بیش قیمت ذخائر اور قسما قسم کی گیسیں اور عظیم الشان معدنیات کی کانیں وغیرہ وغیرہ جن سے دنیا لگاتار اور برابر مستفید و فیضیاب ہو رہی ہے اور اتنی بڑی مقدار اور اتنی بڑی تعداد میں کہ اسکا حساب اور شمار و قطار بھی کسی کے بس میں نہیں۔ اسکے باوجود اس خالق و مالک اور ربِّ رحمٰن و رحیم اور اسکی عنایت سے غفلت و لاپرواہی اور اعراض و روگردانی کتنا بڑا ظلم اور کس قدر بڑی ناانصافی ہے اور پھر اس سب کے باوجود اس رب حلیم و کریم کی طرف سے اس غافل اور ناشکرے و بے انصاف انسان کو ملنے والی مہلت اور چھوٹ سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر حلیم و کریم اور کتنا بڑا غفور و رحیم ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو زمین میں پائی جانے والی یہ عظیم الشان برکتیں جہاں اس خالق و مالک کے وجودِ باجود، اسکی وحدانیتِ مطلقہ، اور اسکی رحمتِ کاملہ، اور عنایتِ شاملہ، کے کھلے دلائل و شواہد ہیں وہیں یہ قیامِ قیامت، ضرورتِ قیامت، کے کھلے دلائل بھی ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید۔

۱۸ **اسبابِ معیشت میں سامانِ غور و فکر:** سو اس سے زمین میں پائی جانے والی طرح طرح کی خوراکوں میں دعوتِ غور و فکر

دی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی نے اس میں رکھ دیں طرح طرح کی خوراکیں ہر ایک کی طلب اور حاجت کے مطابق"۔ یعنی زمین میں رہنے سہنے والی وہ بے شمار مخلوق جس کی طبعی اور فطری ضرورتیں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں ان سب کے لئے ان کی طبیعت وفطرت کے مطابق اس نے ان کی خوراکوں کا ٹھیک ٹھیک اندازے سے انتظام فرما دیا۔ اس صورت میں سوال سے مراد طبعی وفطری سوال ہوگا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ ﴿يَسْئَلُه مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾۔ اور۔ ﴿وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ﴾۔ میں ہے اور سواء کا تعلق سائلین سے ہوگا۔ اور دوسرا مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ۔ ﴿سواء﴾۔ کا تعلق۔ ﴿اربعة ایام﴾۔ سے ہے۔ اور۔ ﴿سائلین﴾۔ سے مراد ہیں "پوچھنے والے"۔ یعنی پوچھنے والوں کے لئے جواب ہو گیا کہ یہ سب کام اس قادر مطلق نے پورے چار دن میں مکمل فرما لیا۔ سو وہ کیسا عظیم وحکیم وہاب وکریم اور فیاض ورحیم ہے ۔سبحانہ وتعالیٰ۔ اور اس سے منہ موڑ کر اوروں کے آگے جھکنا اور ان کو پوجنا پکارنا کس قدر ظلم اور کتنی بڑی ناانصافی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف کرۂ ارض کے اندر پائی جانے والی بے حد وحساب مخلوق اور انکی مختلف ومتضاد طبیعتوں کے مطابق ان کی خوراکوں کا انتظام کرنا، اور اس قدر حیرت انگیز اور پُرحکمت طریقے سے کرنا، اور بغیر کسی انقطاع کے مسلسل اور لگاتار انتظام کرنا، کتنا بڑا اور کس قدر حیرت انگیز احسان ہے اس واہبِ مطلق۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ کا انسان پر۔ سو اس میں گوناگوں درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ مگر دنیا ہے کہ اس سے غافل ہے۔ اور وہ ان تنبیہات سے ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۱۹ قدرت وحکمتِ خداوندی کے بعض اہم پہلو: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ سب کچھ اس نے چار دنوں میں کیا"۔ یعنی زمین کی تخلیق کے دو دن ملا کر۔ جیسا کہ ہر زبان کے محاورے میں مستعمل ہے۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ "میں نے کراچی سے دہلی تک کا سفر دو گھنٹے میں طے کیا اور پھر چار گھنٹے میں جدے پہنچ گیا"۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دہلی والے وہ دو گھنٹے بھی اس میں شامل ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ صرف دہلی سے آگے جدے تک چار گھنٹے کا وقت لگا۔ اسی طرح یہاں بھی سمجھا جائے کہ زمین وآسمان کی تخلیق اور ان کے درمیان سے متعلق دیگر کاروائی کا سب کام کل چھ دنوں میں مکمل ہو گیا۔ جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ مثلاً سورۂ ق کی آیت نمبر ۳۸ میں ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی کائنات کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ اور ہمیں کسی تکان نے چھوا تک نہیں"۔ اور چھ دنوں سے مراد بھی چھ دنوں کا اندازہ ہے۔ یا اس سے مراد چھ ادوار ہیں جن کی حقیقت اللہ ہی جانے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ ورنہ آسمان وزمین کی تخلیق سے پہلے یہ معروف دن تو متصور ہی نہ تھے۔ پھر اس قادر مطلق کی قدرت تو کُنْ فَیَکُوْنُ کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اس کائنات کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا جس میں اس کی بڑی حکمتیں ہیں۔ جن کا احاطہ وہی وحدہ لاشریک کر سکتا ہے، مگر اس میں ایک بڑی حکمت جس تک انسان کی رسائی ہو سکتی ہے، یہ ہے کہ اس میں انسان کے لیے تانّی وتدریج کی تعلیم ہے۔ بہرکیف اس قادرِ مطلق۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ نے اپنی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ، اور رحمتِ شاملہ، سے اس تمام مخلوق کے لیے اسکی طبیعت اور ضرورت کے عین مطابق خوراک کے ذخائر اس زمین میں رکھ دیے، جو اس نے اس زمین میں رکھی یا آئندہ رکھے گا۔ اور یہ ذخائر قیامت تک انسان کی سعی وتدبیر سے برآمد ہوتے رہیں گے۔ ہر مخلوق جو اس زمین پر پیدا ہوگی اس کے حصے کا رزق اللہ تعالیٰ نے زمین کی تحویل میں دے رکھا ہے اور اس سے استفادے کی تدبیر بھی انسان کو القاء کر دی۔ تاکہ اسکے ذریعے وہ حسب ضرورت اس سے استفادہ کرتا رہے۔ فالحمد للہ ربّ العالمین العزیز الوہاب

لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ

زمین سے فرمایا کہ تم دونوں (وجود میں) آ جاؤ خوشی سے، یا زبردستی سے، تو ان دونوں نے عرض کیا

اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

کہ ہم دونوں خوشی سے آ (موجود ہو) گئے ہیں، ف۲۰ ﴿۱۱﴾ سو اس نے بنا دیئے سات آسمان

فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ

دو دنوں میں، اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حکم بھیج دیا، اور

زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَحِفْظًا ؕ

ہم نے آراستہ کیا قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے، ف۲۱ اور اسے اچھی طرح سے محفوظ بھی کر دیا، ف۲۲

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا

یہ سب کچھ تجویز (اور منصوبہ بندی) ہے اس ذات کی طرف سے جو سب پر غالب، نہایت ہی علم والی ہے، ﴿۱۲﴾ پھر بھی اگر یہ لوگ

۲۰ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کے حکم و ارشاد کے آگے سرنگوں:۔ سو اس سے زمین آسمان کی اللہ تعالیٰ کے حضور اطاعت و فرمانبرداری کی شان کو واضح فرما دیا گیا۔ سو یہ عظیم الشان کرے اپنے خالق و مالک کے حکم و ارشاد کے آگے سرنگوں اور تسلیم خم ہیں۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس نے آسمان اور زمین کو حکم دیا کہ حاضر ہو جاؤ تم دونوں خوشی سے یا مجبوری سے تو ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم حاضر ہوئے خوشی سے"۔ یعنی جب حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - نے ان کی تخلیق و پیدائش کا ارادہ فرمایا تو یہ دونوں مطیع و مامور کی طرح آ موجود ہو گئے کہ وہاں اسباب و اوقات کی ضرورت کا کوئی سوال نہیں بلکہ حکم و ارادہ کی دیر ہوتی ہے اور بس۔ نیز جب ان دونوں کو حکم ہوا کہ تمہارے اندر جو کچھ ودیعت کیا گیا ہے اس کو نکال باہر کرو تو یہ دونوں خوشی خوشی اس کے لئے تیار ہو گئے۔ آسمان نے شمس و قمر اور نجوم و کواکب وغیرہ کو نکال باہر کیا اور زمین نے اشجار و انہار اور نباتات و ثمار وغیرہ کو۔ پھر یہ حکم و امتثال مجاز کے طور پر بھی ہو سکتا ہے اور حقیقت و واقع کے طور پر بھی۔ بہر کیف حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - نے زمین و آسمان کی ان دونوں عظیم الشان مخلوقوں کو جو حکم و ارشاد فرمایا اس کے لئے وہ دونوں خوشی خوشی حاضر و تیار ہو گئے۔ اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اللہ پاک ان کو ایسی سزا دیتا جس کی تکلیف اور درد و الم یہ دونوں محسوس کرتے۔ (ابن جریر، ابن کثیر، روح، قرطبی، خازن اور جامع وغیرہ)۔ سو اتنی عظیم الشان مخلوق بھی جب حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - کے حکم و ارشاد کے سامنے اس طرح سرِ تسلیم خم ہو جاتی ہے تو حیف ہے اس انسانِ ضعیف البنیان پر اگر یہ اس سے منہ موڑے اور سرکشی اختیار کرے - والعیاذ باللہ - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ظاہر و باطن ہر اعتبار سے اپنی اطاعت و بندگی سے سرشار و سرفراز رکھے اور ہمیشہ اور

ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے۔اور ایسا اور اس حد تک جو اس کی رضا و خوشنودی کا ذریعہ و وسیلہ ہو۔آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۲۱ آسمانِ دنیا کی تزیین کا عظیم الشان انتظام: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے مزین کیا قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے''۔یعنی ستاروں سے جو کہ چراغوں اور فانوسوں کی طرح اس کے نیچے معلق ہیں اور قادرِ مطلق کی بے مثال قدرت کی شہادت دے رہے ہیں۔اور جب ان میں سے کسی بھی کام میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک کیسے ہوسکتا ہے؟ -سبحانہ وتعالیٰ- بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے آسمانِ دنیا کو عظیم الشان چراغوں سے مزین کیا'' کہ تاکہ اس طرح تم لوگ اس عظیم الشان تزیین و آرائش سے لطف اندوز بھی ہوسکو اور تمہاری طرح طرح کی اہم ضرورتوں کی تکمیل کا سامان بھی ہوسکے۔اور تم جھلمل جھلمل کرتے ان ستاروں کی ڈوبتی نکلتی روشنیوں سے اپنے قلب و نظر کو روشن کرنے کا سامان بھی کرسکو اور اپنے خالق و مالک کی قدرت اور اسکی عظمتِ شان کو بھی پہچان سکو اور بار بار اسکی طرف رجوع کرنے کی سعادت سے سرفراز ہوسکو۔اور اس طرح تم اپنے قلب و باطن کو منور کرتے جاؤ- وباللہ التوفیق-سو آسمان کی یہ عظیم الشان چھت اور سورج و چاند اور ستاروں کے یہ عظیم الشان چراغ اور قمقمے، اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر اپنے خالقِ حکیم کے وجودِ باجود، اسکی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ، اور رحمتِ شاملہ، کا پتہ دے رہے ہیں لیکن غافل و بے انصاف انسان ہے کہ وہ اس سب کے باوجود غفلت میں ڈوبا ہوا ہے-والعیاذُ باللہ العظیم-اللہ تعالیٰ اپنی صحیح معرفت اور اپنی یادِ دلشاد سے ہمیشہ سرفراز و مالامال رکھے-نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ، اور ہر قسم کی لغزشوں سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے-آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین۔

۲۲ آسمان کی حفاظت کا عظیم الشان و بے مثال انتظام: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم ہی نے اسکو خوب اچھی طرح سے محفوظ بھی کر دیا'' کہ یہ عظیم الشان کرے نہ آپس میں متصادم ہوتے اور ٹکراتے ہیں اور نہ ان کی حرکت و سیر کے نظام میں کوئی فرق آتا ہے۔یہ مطلب اس وقت ہوگا جب کہ ﴿ حفظا ﴾ کو مفعولِ مطلق قرار دیا جائے۔اور اگر اسے مفعول لہ قرار دیا جائے تو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ ان چراغوں کو آسمان کی حفاظت کا ذریعہ بنایا گیا۔جیسا کہ دوسری جگہ اس کی تصریح بھی موجود ہے۔اور یوں یہ دونوں امر بیک وقت حاصل و موجود بھی ہیں اور اپنی زبانِ حال سے اپنے خالق و مالک کی عظمت و یکتائی اور اس کی حکمت وقدرت کی شہادت دے رہے ہیں-جَلَّ مَجْدَہ وَعَزَّ بُرْھَانُہ- نیز یہ کہ ہم نے اسکو شیاطین الجن کی دست درازیوں سے بھی محفوظ رکھا۔اور یہ سارے کام دو دنوں میں تکمیل کو پہنچے اور مجموعی طور پر یہ پورے چھ دنوں میں انجام پذیر ہوئے۔سو جو کوئی اس کارخانہ ہست و بود میں صحیح طور پر غور و فکر سے کام لے گا وہ پکار اٹھے گا کہ یہ سب کچھ ایک نہایت عزیز وعلیم ہستی کی منصوبہ بندی کا کرشمہ ہے۔سو یہ سب کچھ کسی اتفاقی حادثے کے طور پر وجود پذیر نہیں ہوگیا بلکہ یہ ایک نہایت ہی حکیمانہ پلاننگ کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔اور یہ پلاننگ کسی ایسی ہستی کی کی ہوئی ہے جو ہر چیز پر غالب و مقتدر ہے۔کوئی بھی شئی اسکے حیطہ قدرت سے باہر نہیں۔ساتھ ہی اسکا علم بھی ایسا کامل ہے کہ ہر شئی کو اور ہر شئی کے ظاہر و باطن کے ہر پہلو اور ہر گوشے پر حاوی ہے۔وہ کائنات کے بعید سے بعید گوشوں اور وہاں کی ہر چیز سے بھی پوری طرح واقفیت اور آگہی رکھتا ہے۔سو وہی ہے اللہ-سبحانہ وتعالیٰ-اسی کی رحمتیں اور عنایتیں ہیں جو ہر طرف پھیلی بکھری ہیں۔وہی معبود برحق ہے جو ہر قسم کی عبادت کا حقدار ہے۔فلہ الحمد ولہ الشکر جل وعلا-

فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ

تو (ان سے) کہو کہ میں نے تو تم کو خبردار کر دیا عاد اور (نہ مانیں اور) منہ موڑے ہی رہیں،

ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ

ثمود پر اچانک ٹوٹ پڑنے والے جیسے ہولناک عذاب سے ف۲۳ ﴿۱۳﴾ جب کہ ان کے پاس ان کے رسول آئے ان کے آگے سے بھی،

وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ

اور ان کے پیچھے سے بھی، (اور سب نے یہی کہا کہ لوگو!) تم لوگ بندگی نہ کرو مگر صرف ایک اللہ کی ف۲۴ تو انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب

رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

چاہتا تو بھیج دیتا کچھ فرشتوں کو (رسول بنا کر) ف۲۵ لہٰذا ہم اس چیز کے قطعی طور پر منکر ہیں

كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ

جس کے ساتھ تم کو بھیجا گیا ہے، ﴿۱۴﴾ پھر جو عاد کے لوگ تھے وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہوئے، (اللہ کی) اس زمین میں، ناحق

الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ

طور پر ف۲۶ اور انہوں نے (مست ہو کر) کہا کہ کون ہے جو ہم سے بڑھ کر زور آور ہو؟ کیا انہوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ

اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا

جس خدا نے ان کو پیدا کیا وہ بہرحال ان سے کہیں بڑھ کر (زور و) قوت والا ہے، بہرحال وہ لوگ

۲۳ صاعقۂ عاد و ثمود کی تذکیر و یاد دہانی:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر پھر بھی یہ لوگ منہ موڑے ہی رہیں تو ان سے کہو کہ میں نے تو بہرحال تم کو خبردار کر دیا ہے صاعقۂ عاد و ثمود اور ان کے عذاب سے"۔ پس انکار و عداوتِ حق کی پاداش میں جو عذاب ان پر آ چکا ہے وہ تم لوگوں پر بھی آ سکتا ہے۔ لہٰذا اس سے بچنے کی فکر کرو۔ بیہقیؒ اور ابنِ عساکرؒ نے حضرتِ جابر بن عبداللہ۔ رضی اللہ عنہ۔ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ نے قریش کے نمائندے کے طور پر آ کر آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سے عرض کیا کہ آپ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب میں سب سے بہتر شخص ہیں۔ مگر آپ ہمارے معبودوں کو گالیاں کیوں دیتے ہیں؟ اور ہمیں گمراہ کیوں کہتے ہیں؟ اگر آپ کو حکومت و ریاست کی ضرورت ہے تو ہم آپ کے لئے جھنڈا گاڑھ دیتے ہیں اور آپ ہمیشہ کے لئے ہمارے رئیس اور سربراہ ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ کو عورت کی خواہش ہے تو

ہم دس ایسی لڑکیاں آپ کے عقد میں دینے کے لئے تیار ہیں جن کو آپ پسند کریں۔ اور اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے تو ہم آپ کو اتنا مال جمع کر دیں گے جو آپ کے لئے اور آپ کے بعد آپ کی نسلوں کے لئے کافی ہوگا۔ حضورؐ خاموش رہے۔ اور جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو آپؐ نے اس کے سامنے سورۂ حٰم السجدہ کی یہی آیتیں تلاوت فرمانا شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ جب آپؐ اس آیت پر پہنچے تو عتبہ نے آپؐ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور وہ رحم کا واسطہ دینے لگا۔ اور وہاں سے واپس جا کر وہ اپنے گھر میں گم سم بیٹھ گیا۔ قریش کے لوگوں نے آ کر اس سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی صابی ہو گئے ہو اور تم پر بھی محمد کا جادو چل گیا ہے۔ یعنی تم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ کیونکہ اس وقت جو کوئی مسلمان ہو جاتا تھا کفار و مشرکین کی طرف سے اسے یہی یعنی ''صابی'' کا لقب دیا جاتا۔ یعنی اس نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا ہے۔ جس طرح کہ آج کل کے قبر پرست اہلِ حق کو ''وھابی'' کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ ''وہابی'' کا معنیٰ ہے ''اللہ والا''۔ جو کہ ایک بڑا اشرف اور اعزاز ہے۔ مگر اہلِ شرک و بدعت کی مت ایسی ماری گئی کہ وہ اسے گالی اور برائی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر حال قریش سے اس سوال پر عتبہ نے ان کو اپنا قصہ سنایا اور کہا کہ تم سب اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم لوگوں پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جائے جس سے وہ تمہیں ڈرا رہا ہے۔ (المراغی، المدارک وغیرہ)۔ بہر کیف اس سے ان لوگوں کو خبردار فرما دیا گیا کہ اگر یہ باز نہ آئے تو ان کیلئے ویسا ہی عذاب ہے جیسا کہ پہلی کافر اور منکر قوموں پر آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون بے لاگ اور سب کیلئے یکساں ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس ارشاد میں گزشتہ قوموں کے انجام سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے انسان نورِ علم و یقین کی دولت سے سرفراز و سرشار ہو سکے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلیٰ ما یحب ویرید

۲۶ سب رسولوں نے توحید خداوندی ہی کی دعوت دی: سو اس سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ حضرات انبیاء ورسل سب کی دعوت ایک ہی تھی یعنی اَنْ لَّاتَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰہَ کہ تم لوگ بندگی نہیں کرو مگر صرف اللہ کی، سو اس سے یہ اہم حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ رسولوں کی بعثت وتشریف آوری انکی امتوں کے لیے ذریعہ ابتلاء وآزمائش ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے ان کی اطاعت واتباع کو اپنایا وہ دارین کی سعادت وسرخروئی اور فوز وفلاح سے سرفراز ہو گئے اور جنہوں نے انکی دعوت وہدایت سے منہ موڑا اور اعراض وروگردانی کی راہ کو اپنایا وہ خائب وخاسر اور ذلیل و نامراد ہوئے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب آئے انکے پاس انکے رسول انکے آگے سے بھی اور انکے پیچھے سے بھی''۔ یعنی ہر طرف سے آئے اور انہوں نے دعوتِ حق کے لیے ہر طریقہ اپنایا اور ہر حیلہ اختیار کیا۔ تاکہ یہ لوگ حق کو قبول کریں۔ اور اس طرح یہ اپنے انجامِ بد سے بچ سکیں۔ مگر ان لوگوں نے ان کی بات کو مان کے نہ دیا۔ (روح، کبیر، محاسن، کشاف وغیرہ)۔ سو انکے پیغمبروں نے انکو سمجھانے اور دعوتِ حق پہنچانے کیلئے ہمہ جہت، ان تھک اور شبانہ روز کوشش کی۔ انکو عقیدۂ توحید سمجھایا اور انکو یہ پیغامِ حق پہنچایا کہ عبادت و بندگی ایک اللہ کے سوا اور کسی کی نہیں کرنی کہ معبودِ برحق بہر حال وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور عبادت وبندگی کی ہر قسم اور ہر شکل اسی وحدہ لاشریک کا حق اور اسی کا اختصاص ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ مگر اس سب کے باوجود ان لوگوں نے ان حضرات کی دعوت کو مان کر نہ دیا۔ سو اس ارشاد سے ایک طرف تو اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں نے اپنی اپنی امتوں کو سمجھانے کی بھرپور اور ہمہ جہت کوششیں کیں لیکن منکر اور ہٹ دھرم لوگوں نے مان کر نہ دیا اور اس طرح بالآخر وہ اپنے منطقی انجام کو پہنچ کر رہے۔ اور دوسری طرف اس سے اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ توحید کی دعوت سب سے اہم اور مرکزی اور بنیادی دعوت ہے جو ہر پیغمبر نے اپنی امت کو دی ہے کیونکہ دینِ حق کی

پوری عمارت اسی بنیاد پر قائم ہے۔ اس لیے ہر پیغمبر نے سب سے پہلے اسی کی دعوت دی۔ اور تیسری طرف اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ دعوت حق کے انکار اور اسکی تکذیب کا آخری اور طبعی اور منطقی نتیجہ وانجام بہرحال ہلاکت وتباہی ہے۔ تاریخ دعوت اسکی شاہد عدل ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۲۵ انسان کی اعجوبہ پرستی باعث محرومی۔ والعیاذ باللہ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ حضرات انبیاء ورسل کی دعوت کے جواب میں ان لوگوں نے کہا کہ "اگر ہمارا رب چاہتا تو کچھ فرشتے اتار دیتا"۔ یعنی کوئی نوری مخلوق ہوتی تو ہم مانتے۔ جبکہ تم تو ہمارے ہی جیسے بشر اور انسان ہو۔ تو پھر ہم تمہیں رسول کس طرح مان لیں؟ یعنی ان لوگوں کے نزدیک بشریت اور نبوت میں تضاد تھا کہ یہ دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ یعنی انکا کہنا اور ماننا یہ تھا کہ جو نبی ورسول ہو گا وہ بشر نہیں ہوسکتا۔ اور جو بشر ہو گا وہ نبی ورسول نہیں ہوسکتا۔ اور یہی غلط فہمی آج کے کلمہ گو مشرکوں کو بھی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کل کے ان کھلے مشرکوں نے حضرات انبیائے کرام۔ علیہم الصلوۃ والسلام۔ کی بشریت طاہرہ کو دیکھ کر ان کی نبوت ورسالت کا انکار کیا اور آج کے کلمہ گو مشرک ان حضرات کی نبوت ورسالت کے اعتقاد کے دعویدار بن کر ان کی بشریت وعبدیت کا انکار کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ پیغمبر بشر نہیں ہوتا۔ حالانکہ حق اور حقیقت یہی ہے کہ نبی ورسول بیک وقت نبی ورسول بھی ہوتا ہے اور بشر وانسان بھی۔ بلکہ اعلیٰ ترین اور سید البشر۔ جیسا کہ عبدہ ورسولہ کے کلمات کریمہ سے ہر مومن اس حقیقت کا اقرار واعتراف کرتا ہے۔ اور یہی حق وحقیقت ہے اور یہی عقل ونقل کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ بہرکیف ان لوگوں نے پیغمبروں کی بشریت طاہرہ کو دیکھتے ہوئے انکی نبوت ورسالت کا انکار کر دیا اور کہا کہ ہم نہ تمہاری نبوت ورسالت کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی تمہاری اس دعوت کو قبول کرتے ہیں جسکے ساتھ تم کو بھیجا گیا ہے۔ یعنی دعوت توحید کو۔ یعنی ہم نہ تو تم لوگوں کو رسول مانتے ہیں اور نہ ہی تمہاری اس دعوت کو دعوت حق ماننے اور اس کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ سو اعجوبہ پرست لوگوں کی اعجوبہ پرستی ان کے لیے محرومی کا باعث ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۲۶ استکبار باعث محرومی وہلاکت۔ والعیاذ باللہ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "قوم ثمود نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اللہ کی زمین میں ناحق طور پر"۔ پس اپنی بڑائی کا گھمنڈ انسان کو لے ڈوبتا اور اس کو حق سے محروم کر دیتا ہے۔ اس لئے دین اسلام میں اس کی بہت مذمت اور ممانعت کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ"۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے جو قوت وشوکت بخشی تھی اسکو پا کر خداوند قدوس کا شکر گزار بننے کی بجائے الٹا وہ لوگ کبر وغرور اور اپنی بڑائی کے جھوٹے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر اکڑ گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم سے بڑھ کر طاقت اور قوت اور کس کی ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح راہ حق وہدایت سے منہ موڑ کر ہمیشہ کی محرومی، ذلت اور ہلاکت کا شکار ہو گئے۔ اور "بغیر الحق" کی قید سے واضح فرما دیا گیا کہ مخلوق میں سے جو بھی کوئی استکبار میں مبتلا ہو گا وہ "بغیر الحق" ہی ہوگا۔ کیونکہ کبریائی اسی کا حق اور اسی کو سزاوار ہے جو اس ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ اور وہ صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اعراض واستکبار باعث محرومی اور موجب ہلاکت وتباہی ہے، اور بندے کا اصل کمال اسی میں ہے کہ وہ اپنی شان عبدیت وبندگی میں کمال پیدا کرے۔ اور اپنے خالق ومالک کے آگے دل وجان سے جھک جائے۔ اور ہمیشہ جھکا ہی رہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال وفی کُلِّ مَوطِنٍ مِن المواطن فی الحیاۃ،

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا

ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے چلے گئے، ﴿۱۵﴾ تو آخر کار ہم نے بھیج دی ان پر ایک سخت زور کی (ہولناک) ہوا

فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ

۲۷ چند منحوس دنوں میں، ۲۸ تاکہ ہم ان کو مزہ چکھا دیں (ذلت و) رسوائی کے عذاب کا

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى

اسی دنیاوی زندگی میں، اور آخرت کا عذاب تو یقینی طور پر اس سے بھی کہیں بڑھ کر رسوا کن ہے

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا

اور وہاں ان کی (کہیں سے) کوئی مدد بھی نہ کی جائے گی، ﴿۱۶﴾ رہے ثمود تو ان کو بھی ہم نے راستہ دکھایا، مگر انہوں نے بھی راہ راست کے

۲۷ **قوم عاد کے ہولناک انجام کا ذکر و بیان:** — سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آخر کار ہم نے بھیج دی ان پر ایک سخت زور کی ہولناک ہوا جس نے تہس نہس کر کے رکھ دیا اس بد بخت قوم کو اور جو لگاتار سات راتوں اور آٹھ دنوں تک ان پر مسلط رہی"۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾ الآیۃ (الحاقۃ: ۷)۔ اور جس مال و دولت اور اپنی مادی ترقی و عروج پر ان لوگوں کو بڑا ناز تھا وہ ان کو کچھ بھی کام نہ آسکا۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً﴾۔ ریح صرصر سے مراد وہ بادِ تند ہے جو عرب میں شدید سردیوں کے زمانے میں شمال کی طرف سے چلتی ہے اور جس کے ساتھ بادل بھی ہوتے ہیں اور گرج و چمک بھی۔ اور یہ اتنی سخت اور اس قدر ہولناک ہوا تھی کہ اس معذب قوم کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پھینکتی جا رہی تھی جیسا کہ وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ﴾۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۲۸ **دنوں کی نحوست سے مقصود و مراد؟:** — سو ارشاد فرمایا گیا "چند منحوس دنوں کے اندر"۔ یعنی جو کہ اس بد بخت قوم کے لئے منحوس دن تھے کہ ان کے اندر اس بد بخت قوم پر ایسا ہولناک اور رسوا کن عذاب آیا ورنہ دنوں کے اندر فی حد ذاتہا کوئی نحوست نہیں ہوتی۔ بہرکیف اس سرکش اور باغی قوم نے جب استکبار اور حق سے اِعراض کی بنا پر اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنا دیا تو اس پر ذلت اور رسوائی سے دوچار کرنے والا ایسا ہولناک عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا جس نے انکو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ انکی جڑ کٹ گئی اور یہ بد بخت قوم اپنے آخری اور ہولناک انجام سے دوچار ہو کر قصۂ پارینہ بن کر رہ گئی۔ پس وہ دن خاص اس بد بخت قوم کے کیلئے منحوس ثابت ہوتے جن میں وہ ایسے ہولناک انجام سے دوچار ہوگا اسی لئے ان کے بارے میں یہاں ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے ان پر سخت زور کی ہوا بھیج دی چند منحوس دنوں کے اندر تاکہ ان کو مزہ چکھائیں رسوائی کے عذاب کا دنیا کی زندگی میں، اور آخرت کا عذاب تو یقینی طور پر اس سے کہیں بڑھ کر رسوا کن ہوگا، اور وہاں پر ان کی کہیں سے بھی کوئی مدد نہیں کی جائے گی، سو کفر و انکار اور تکذیبِ حق کا نتیجہ و انجام بہرحال ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

مقابلہ میں اندھے پن ہی کو پسند کیا، ف۲۹ آخر کار ان کو بھی آ پکڑا ذلت (ورسوائی) والے عذاب کے ایک

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ

کڑکے نے، ان کے اپنے ان اعمال کے سبب جو وہ خود کرتے چلے آرہے تھے، ف۳۰ ﴿۱۷﴾ اور ہم نے بچالیا ان لوگوں کو

اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ ع ۲ ۱۰ ۱۶

جو ایمان لائے تھے اور وہ ڈرتے (اور بچتے) رہے تھے (ہماری ناراضگی سے) ف۳۱ ﴿۱۸﴾ اور (یاد کرو اس ہولناک دن کو) جس دن کہ گھیر لایا

اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا

جائے گا اللہ کے دشمنوں کو دوزخ کی طرف، پھر ان کو روک دیا جائے گا ان کے پچھلوں کے آنے تک، ف۳۲ ﴿۱۹﴾ یہاں تک کہ جب وہ سب

جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ

دوزخ کے نزدیک پہنچ جائیں گے، تو (حساب شروع ہونے پر) ان کے خلاف گواہی دینے لگیں گے ان کے کان، ان کی آنکھیں، اور

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ

ان کے جسموں کی کھالیں، ف۳۳ ان تمام کاموں کی جو وہ (زندگی بھر) کرتے رہے تھے، ﴿۲۰﴾ اور یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے

۲۹ قوم ثمود بھی ہلاکت وتباہی کی راہ پر:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ثمود کو بھی ہم نے ہدایت دی مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھے پن ہی کو پسند کیا"۔ اور انہوں نے کفر وانکار کی اس راہ ہی کو اپنایا جو کہ دائمی تباہی اور ابدی ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنے والی راہ ہے- والعیاذ باللہ العظیم- سو جس ڈگر پر قوم عاد کے بدبخت چلے تھے، ثمود کے لوگ بھی ہلاکت وتباہی کے اسی راستے پر چلے- اور بالآخر یہ بھی اسی انجام کو پہنچ کر رہے جس سے اس سے قبل وہ لوگ دوچار ہو چکے تھے- اور یہ انکی اپنی کمائی کا لازمی نتیجہ اور طبعی تقاضا تھا- والعیاذ باللہ- سو دین وہدایت اور وحی خداوندی کا نور ایک عظیم الشان اور بے مثال نور ہے جبکہ اس سے محرومی اندھیرا اور گھٹاٹوپ اندھیرا ہے، اور حق وہدایت کے اس نور سے منہ موڑنے اور اعراض برتنے کا آخری انجام بہرحال ہلاکت ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے- آمین ثم آمین

۳۰ قوم ثمود کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آخر کار آ پکڑا ان کو ذلت کے عذاب کے کڑکے نے انکی اپنی کمائی کی بنا پر"۔ سو یہ عذاب ان کا اپنا ہی کمایا ہوا اور ان کے اپنے ہی اختیار کردہ کفر وانکار کا لازمی نتیجہ اور انکے اپنے کیے کرائے کا طبعی ثمرہ تھا- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ پاک نے تو ان کیلئے حق وہدایت کی اس راہ کو کھولا اور واضح کیا تھا جس پر چل

گروہ دارین کی سعادت وسرخروئی سے ہمکنار و بہرہ ور ہو سکتے تھے۔ مگر انہوں نے اپنے سوءِ اختیار کی بنا پر اس سے منہ موڑ کر ہلاکت وتباہی کی اس راہ کو اپنایا جس نے انکو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے فی النار کر دیا۔ اور یہی نتیجہ ہوتا ہے حق سے منہ موڑنے کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد سے اس بد بخت قوم کے جرم کو بھی واضح کر دیا گیا اور ان کے جرم کے نتیجہ وانجام کو بھی۔ سو ان کا جرم تھا حق کا انکار اور داعیِ حق اور دعوتِ حق کی تکذیب وتوہین۔ اور اس کا نتیجہ وانجام تھا استیصال اور ہمیشہ کا عذاب۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے محفوظ اور ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۳۱ ایمان وتقویٰ ہی باعثِ نجات اور سرفرازی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے بچا لیا ایمان اور تقویٰ والوں کو" یعنی اس ہولناک انجام اور عذابِ استیصال سے"۔ سو ایمان ویقین اور تقویٰ و پرہیزگاری کی دولت ہی انسان کے لئے نجات کا ذریعہ اور فوز وفلاح کا سبب ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِنِعْمَۃِ الایمان بِمَحْضِ مَنِّہٖ وَ کَرَمِہٖ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا مِنْہُ وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا علیٰ صراطک المستقیم۔ آمین۔ یہاں پر ﴿نجینا﴾ کے ارشاد سے یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ نجات دینے والے اور بچانے والے سب کے ہم ہی ہیں۔ سو حاجت روا ومشکل کشا سب کا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ سب اسی کی حاجت روائی ومشکل کشائی کے محتاج ہیں۔ خلافِ اسباب اور خرقِ عادت کے طور بچانا اور نجات دینا اسی وحدہ لاشریک کا کام، اور اسی کی شان ہے۔ پس خلافِ اسباب اور خرقِ عادت کے طور پر کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا ماننا شرک ہے جو کہ ظلم عظیم ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔

۳۲ حشر کے یوم عظیم کی تذکیر و یاد دہانی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جس دن گھیر کر لایا جائے گا اللہ کے دشمنوں کو دوزخ کی طرف۔ پھر ان کو روک دیا جائے گا پچھلوں کے آنے تک"۔ ﴿یوزعون﴾ کا یہ مطلب قتادہ وسدی وغیرہ مفسرینِ کرام نے بیان فرمایا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس موقع پر ان کو مختلف جماعتوں اور گروہوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ یعنی اپنے اپنے عقائد واعمال کے مطابق۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ ﴾۔ اور مطلب یہ دونوں ہی صحیح ہیں کہ انکے اگلوں کو روکا جائے گا تاکہ سب کا حساب اکٹھا ہو کہ ہر ایک کے عمل کا تعلق دوسروں سے بھی ہوگا۔ نیز وہاں انکی درجہ بندی ہوگی۔ اور جو جہنم کے جس طبقے کا مستحق ٹھہرے گا وہ اپنے مخصوص دروازے سے اس میں داخل ہوگا۔ سو مجرموں سے انکے اعمال کے مطابق برتاؤ ہوگا۔ سو اس ارشاد سے حشر کے اس یوم عظیم کی تذکیر و یاد دہانی فرمائی گئی ہے تاکہ دنیا چونک کر بیدار ہو جائے۔ اور اس کے تقاضوں کی تعمیل وتکمیل کی طرف متوجہ ہو جائے۔ مگر اکثر لوگ پھر بھی غفلت میں پڑے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ غفلت ولاپرواہی سے محفوظ اور ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین۔

۳۳ مجرموں کے خلاف انکے اپنے اعضاء کی گواہی کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "انکے خلاف گواہی دیں گے انکے اپنے کان، انکی آنکھیں، اور انکی کھالیں"۔ تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے اور ان کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ وہ اپنے کئے کا انکار کرنے لگیں گے اور حیلے بہانے کرنے لگیں گے۔ جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کتبِ احادیث میں اس کی تفصیل موجود ومذکور ہے۔ سو مطلب اس ارشاد کا یہ ہوا کہ جب اللہ کے یہ دشمن دوزخ کے پاس پہنچ جائیں گے تو یہ معلوم کرنے کیلئے کہ کون دوزخ کے کس درجے کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ کو کوئی دقت اور دشواری پیش نہیں آئے گی۔ اس لیے کہ اس دن کوئی اس سے اپنے کسی عمل کو چھپا نہیں سکے گا۔ ہر ایک کے کان، آنکھ، اور جسم کی کھالیں، اور اسکے رونگٹے تک اسکے تمام کیے کرائے کی گواہی دیں گے۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین

عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

خلاف گواہی کیوں دی؟ ف۳۴ وہ (اعضاء وغیرہ) جواب دیں گے کہ ہمیں اسی اللہ نے گویائی بخشی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کیا ہے

وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا

اور اسی نے پیدا فرمایا تم سب کو پہلی مرتبہ، ف۳۵ اور اسی کی طرف اب تم کو لوٹایا جا رہا ہے (دوبارہ زندہ کر کے،) ف۳۶ ﴿۲۱﴾ اور

كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ

(اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ) تم لوگ اس سے بہر حال چھپ (اور بچ) نہیں سکتے تھے کہ تمہارے اپنے ہی کان،

اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا

آنکھیں، اور کھالیں، تمہارے خلاف گواہی دیں، ف۳۷ مگر تم لوگوں نے (اپنی بدنصیبی سے) یہ سمجھ رکھا تھا کہ اللہ

۳۴ مجرموں کا اپنی کھالوں سے سوال: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟''۔ یعنی دنیا میں تو تم ہمارے شریک کار اور معاون و مددگار تھے۔ اور ہم نے جو کچھ کیا دھرا تھا وہ تمہارے ہی ذریعے اور تمہارے ہی لئے کیا تھا۔ اور آج بھی ہم تمہارے ہی لئے لڑ رہے تھے تو پھر تم نے یہ کیا کہ آج اس طرح ہمارے ہی خلاف گواہی دے دی؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ اس میں ہمارا کیا قصور جس قادر و قیوم رب قدیر نے ہر چیز کو قوت گویائی بخشی، اسی نے آج ہمیں بھی اس طرح بلوا دیا۔ اور تمہارا کیا کرایا سب کچھ ہم سے اگلوا دیا۔ (المراغی، الصفوۃ، الخازن وغیرہ)- سبحان اللہ!- کتنا کرم اور کس قدر احسان ہے ہم پر اور تمام نبی نوع انسان پر اس کتاب حکیم قرآن مجید کا اور اس کے پیش فرمانے والے پیغمبر کا۔ اور اس کے اتارنے والے ربِّ رحمٰن و رحیم کا کہ قیامت کے اس جہاں میں پیش لانے والے ان عظیم الشان غیبی حقائق کو ہمارے لئے اور پوری دنیائے انسانیت کے لئے اس قدر صراحت و وضاحت سے بیان فرما دیا۔ اور اس قدر پہلے اور بروقت عمرِ رواں کی اس فرصتِ مستعار ہی میں۔ تاکہ سنبھلنے والے سنبھل جائیں اور اپنا رویہ و راستہ ٹھیک کر لیں۔ سو کتنے بدبخت اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس کے باوجود غفلت و لاپرواہی کی زندگی گزار رہے ہیں- والعیاذ باللہ العظیم- بہر کیف اپنے اعضاء و جوارح کی اپنے خلاف یہ گواہی سن کر اللہ کے یہ دشمن اس روز اپنے سر پیٹ کر رہ جائیں گے اور انکو سنے لگیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ مگر اسکا کوئی فائدہ انکو بہر حال نہیں پہنچ سکے گا سوائے اسکے کہ انکی آتشِ یاس و حسرت اس سے اور بھڑکے گی- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

۳۵ اپنی تخلیق و آفرینش میں غور و فکر کی دعوت: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اسی نے پیدا فرمایا تم سب کو پہلی مرتبہ''۔ عدمِ محض سے جبکہ تم کچھ نہ تھے۔ اور تمہارا کوئی نام و نشان اور اتہ پتہ نہ تھا۔ تو اس نے محض اپنے کرم اور اپنی رحمت و

عنایت سے تمہیں خلعتِ وجود سے نوازا۔ تو جب وہ عدمِ محض سے تم کو وجود بخش سکتا ہے، نیست سے ہست کر سکتا ہے، اور تمہارے جسم کے اندر اور باہر طرح طرح کے عجائب پیدا کر سکتا ہے تو پھر اس کیلئے ہمیں قوتِ گویائی دے دینا آخر کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ اور اس کے لیے تمہیں دوبارہ پیدا کر دینا آخر کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ اور جس نے تم سب کو اس قدر پُر حکمت طریقے سے پیدا کیا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ تمہاری یہ تخلیق و آفرینش عبث و بیکار ہو؟ سو تمہارا اپنا وجود توحید و وحدانیتِ خداوندی اور امکان و ضرورتِ بعث بعد الموت کے لیے ایک کھلی اور واضح دلیل ہے۔ اگر تم صحیح طور پر غور و فکر کرو۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال

۲۶ سب کا رجوع بہر حال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف، سبحانہ وتعالیٰ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی کی طرف لوٹنا ہے تم سب کو"۔ جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔ تم کو عدمِ محض سے وجود میں لایا اور تمہارے مرمٹ جانے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا اور اب اپنے حضور لا کھڑا کر دیا۔ اس کے لئے ہمیں گویائی بخش دینا کیا مشکل اور کیونکر موجبِ تعجب ہو سکتا ہے؟ اور تمہیں لوٹنا بہر حال اسی کی طرف ہے نہ کہ کسی اور کی طرف۔ اور اگر کسی نے ایسا کوئی خیال اپنے دل و دماغ میں بٹھا رکھا ہے تو یہ محض اسکی خام خیالی ہے۔ اور ﴿ترجعون﴾ کے صیغہ مجہول سے واضح فرما دیا گیا کہ ایسا بہر حال ہوگا اور ہو کر رہے گا۔ تم چاہو اور مانو تو بھی اور نہ چاہو نہ مانو تو بھی۔ یہ کلام جلوذ کے کلام کا تتمہ بھی ہو سکتا ہے اور کلام مستانف بھی۔ (المحاسن وغیرہ)۔ ہم نے ان دونوں ہی باتوں کا لحاظ کیا ہے۔ والحمد للہ جَلَّ وَعَلَا - سو اس ارشاد سے ان تمام لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جنہوں نے رجوع الی اللہ کے سوا اور عقیدے گھڑ رکھے ہیں سو وہ سب باطل اور بے بنیاد ہیں کہ رجوع سب کا بہر حال اللہ ہی کی طرف ہوگا کہ مالک و مولیٰ اور مرجع حقیقی سب کا بہر حال وہی وحدہٗ لاشریک ہے - سبحانہ وتعالیٰ۔

۲۷ انسان کے لیے اپنے کسی عمل کو اللہ تعالیٰ سے چھپانا ممکن نہیں: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم ایسے نہیں تھے کہ خود اپنے کانوں، آنکھوں، اور رونگٹوں، سے چھپ سکتے"۔ سو حکومت سے، لوگوں سے اور پولیس وغیرہ سے تو تم لوگ اپنی پختہ بلڈنگوں اونچی دیواروں اور دوسرے طرح طرح کے طریقوں سے چھپ اور بچ جایا کرتے تھے لیکن اپنے ہی کانوں، اپنی آنکھوں اور اپنی کھالوں سے آخر تم لوگ کس طرح چھپ اور بچ سکتے تھے؟ یہ تو بہر حال تمہارے بس میں نہیں تھا۔ مخلوق سے تو تم چھپ جاتے تھے مگر خالق سے کیسے چھپ سکتے تھے؟ پس اس آیتِ کریمہ میں بڑی تنبیہ ہے کہ مومن کو ہر وقت یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ میرا رب مجھے ہر وقت اور ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ اس سے چھپنا کسی بھی طرح ممکن نہیں - اَللّٰهُمَّ اَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَخُذْنَا بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَا تَحِبُّ وَ تَرْضٰى - سو بندے کا اپنے رب سے چھپنا کسی بھی طرح ممکن نہیں۔ پس ہمیشہ فکر و کوشش اسی کی رہے کہ اس سے ہمارا معاملہ صحیح ہو اور وہ ہم سے ناراض نہ ہو جائے - سبحانہ وتعالیٰ - اور اس کیلئے ہمیشہ اسی سے توفیق بھی مانگے اور اسکے بارے میں اپنا گمان بھی صحیح رکھے کہ وہ اپنے بندے کے ساتھ انکے گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اسکا اپنا ارشاد وارد ہے۔ یعنی "میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ اسکا میرے بارے میں ظن و گمان ہوتا ہے" - سبحانہ وتعالیٰ - وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید - اللہ تعالیٰ بدگمانی کے ہر شائبے سے محفوظ اور ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے - اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

يَعۡلَمُ كَثِيۡرًا مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمۡ ظَنُّكُمُ الَّذِىۡ

نہیں جانتا تمہارے بہت سے ان کاموں کو جو تم لوگ (چھپ چھپا کر) کرتے ف۳۸ ﴿۲۲﴾ پس تمہارے اسی گمان نے جو کہ

ظَنَنۡتُمۡ بِرَبِّكُمۡ اَرۡدٰٮكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۲۳﴾

تم نے اپنے رب کے بارے میں قائم کر رکھا تھا تم کو تباہ کر کے رکھ دیا، جس کی وجہ سے تم ہو گئے (ابدی) خسارے والوں میں سے، ف۳۹ ﴿۲۳﴾

۳۸ حضرت خالق جلّ مجدہٗ کے بارے میں بدگمانی باعث ہلاکت وتباہی - والعیاذ باللہ العظیم: - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کے بارے میں بدگمانی باعثِ ہلاکت وتباہی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "مگر تم لوگوں نے اللہ کے بارے میں یہ سمجھ رکھا تھا کہ اللہ ان بہت سے کاموں کو نہیں جانتا جو تم لوگ کرتے ہو"۔ اسی لئے تم چھپ کر ایسے ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے تھے اور اپنے طور پر تم لوگ مست و مگن تھے کہ کسی نے ہمیں دیکھا نہیں اور کسی کو ہمارے کئے کرائے کا پتہ نہیں چلا وغیرہ وغیرہ - والعیاذ باللہ - سو یہ تمہاری بلادت، حماقت اور جہالت تھی کہ تم لوگوں نے اپنے خالق و مالک کے بارے میں یہ گمان کر رکھا تھا۔ جبکہ حقیقت اور امرِ واقع اسکے برعکس یہ تھا کہ تمہارے رب سے تمہاری کوئی بھی بات مخفی نہیں تھی۔ خواہ وہ کوئی چھوٹی بات ہو یا بڑی، نیز تمہارے اعضاء وجوارح تمہارے ہر کام کے موقع کے گواہ اور عینی شاہد تھے۔ جن سے کسی بات کو چھپانا تمہارے لئے ممکن نہیں مگر اس سب کے باوجود تم لوگ اپنی غفلت و جہالت کی بنا پر اس سے لاپرواہ تھے - اور تم نے سمجھ لیا تھا کہ تمہارے کرتوتوں کو کوئی دیکھتا جانتا نہیں جس سے تمہارا راستہ ہی غلط ہو گیا۔ والعیاذ باللہ العظیم

۳۹ رب کے بارے میں بدگمانی کا نتیجہ ابدی خسارہ - والعیاذ باللہ: - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اپنے رب کے بارے میں بدگمانی کا نتیجہ ابدی خسارہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اپنے رب کے بارے میں تمہارا یہی وہ گمان تھا جس نے تم لوگوں کو ہلاک کر دیا اور تم دائمی خسارے میں پڑ کر رہے"۔ سو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی باعثِ ہلاکت وتباہی ہے کہ اس سے زاویہ نگاہ ہی بدل جاتا ہے۔ اسکے طور طریقے بدل جاتے ہیں اور وہ حق اور حقیقت سے محروم ہو کر دائمی ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتا ہے - والعیاذ باللہ العظیم - تم لوگ اپنے اس گمان فاسد کی بنا پر اپنے رب کی نافرمانی کرتے اور اعمالِ صالحہ کی دولت سے محروم ہوتے رہے جس کی وجہ سے تم جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم ہو کر ہمیشہ کے خسارے میں پڑ گئے۔ اور یہ ایسا سخت اور اس قدر ہولناک خسارہ ہے جس کی تلافی اور تدارک کی اب کوئی صورت ممکن نہ ہو گی - والعیاذ باللہ - اللہ تعالیٰ ہر طرح کی بری سوچ برے ارادے اور ہر نوع کے خسارے اور برے عمل سے ہمیشہ محفوظ اور بچا کر رکھے - آمِیۡنَ ثُمَّ اٰمِیۡنَ یَا رَبَّ العالمین - حضرتِ عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ تھے جو معاصی وذنوب سب کا ارتکاب لگاتار کرتے جاتے تھے مگر ان سے توبہ نہیں کرتے تھے۔ اور انہوں نے یونہی اپنی مغفرت اور بخشش کا تکیہ کر رکھا تھا۔ پھر آپؓ نے اس موقع پر یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ (تفسیر المراغی وغیرہ)۔ سو اپنے رب کے بارے میں بدگمانی باعثِ ہلاکت وتباہی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین۔

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا

پھر اگر وہ لوگ (اس حالت پر) صبر کریں تو بھی آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے، اور اگر وہ معافی چاہیں گے

فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ

تو بھی ان کو کوئی معافی نہیں دی جائے گی، ف۴۰ ﴿۲۴﴾ اور ہم نے مقرر کر دیئے تھے ان لوگوں پر (ان کے اپنے سوءِ اختیار اور خبثِ باطن کی

فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ

بنا پر) ایسے ساتھی جنہوں نے مزین (وخوشنما) بنا دیا تھا ان کے لئے وہ سب کچھ جو کہ ان کے آگے تھا اور جو ان کے پیچھے تھا، ف۴۱ اور

حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

پکی ہو گئی ان پر (وعدۂ عذاب سے متعلق) ہماری وہ بات جو کہ پکی ہو گئی تھی جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں کے بارے میں جو کہ

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۳ ۱۷

گزر چکے ہیں ان سے پہلے، ف۴۲ بے شک یہ سب لوگ قطعی طور پر خسارے والے تھے، ف۴۳ ﴿۲۵﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

اور کافر لوگ (آپس میں) کہتے ہیں کہ مت سنو تم اس قرآن کو،

وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ

اور تم شور مچاؤ اس میں (جب کہ یہ سنایا جائے) شاید کہ اس طرح تم غالب آ جاؤ، ف۴۴ ﴿۲۶﴾ سو ہم ضرور مزہ چکھا کر رہیں گے

كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

کافروں کو ایک بڑے سخت عذاب کا، اور ہم ضرور بدلہ دے کر رہیں گے ان کو ان کے ان برے کاموں کا جو یہ

۴۰ منکروں کے لیے کسی عذر و معذرت کی کوئی گنجائش نہیں: ـ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ اگر صبر کریں ـ یا بے صبری ـ ان کا ٹھکانا بہرحال دوزخ ہی ہے"۔ اگر وہ معافی مانگیں گے تو ان کو کوئی معافی نہیں ملے گی ـ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ وہاں پر نہ انکا کوئی عذر قبول کیا جائے گا اور نہ ہی ان کو کوئی معافی ملے گی ـ سبحان اللہ! ـ دنیا میں تو اپنے رب کو منوانے اور راضی کرنے کے لئے طرح طرح سے ترغیب دی جا رہی ہے کہ آج اس کا موقع ہے اور وہاں پر وہ منوانے اور

راضی کرنے کے لئے اس قدر بڑے جتن بھی اگر کریں گے تو بھی کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دنیاوی زندگی کی یہ فرصت جو آج ہمیں میسر ہے اور جو دراصل آخرت کمانے ہی کے لئے عطا فرمائی گئی ہے کس قدر قیمتی اور کتنی عظیم الشان نعمت ہے۔ اللہ پاک محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس فرصتِ زندگی سے صحیح طور پر استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جن لوگوں نے اپنی دنیاوی زندگی کی اس فرصتِ محدود و مختصر کو بغاوت و سرکشی میں گزارا ہوگا اور وہ اس میں توبہ اور رجوع الی اللہ کی توفیق و سعادت سے محروم رہے ہونگے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ وہاں ان کیلئے معافی کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ بلکہ انکو ہمیشہ اسی ہولناک عذاب میں رہنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر بھی اسکی اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے۔ ﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ﴾۔ (ابراہیم:۲۱) یعنی ''ہم خواہ صبر کریں یا بے صبری اور جزع و فزع ہمارے لیے رہائی اور گلوخلاصی کی بہر حال اب کوئی صورت ممکن نہیں''۔ سو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی باعثِ ہلاکت و تباہی ہے کہ اس سے زاویہ نگاہ ہی بدل جاتا ہے۔ اسکے طور طریقے بدل جاتے ہیں اور وہ حق اور حقیقت سے محروم ہو کر دائمی ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتا ہے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۴۱ برائی کی ایک نقد سزا، بُرے ساتھیوں کا تسلط۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ برے لوگوں کی برائی کا نتیجہ و انجام اور برائی کی ایک نقد سزا برے ساتھیوں کا تسلط ہے۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا۔ سو اس ارشاد سے خداوندِ قدوس کی اس سنت کو واضح فرما دیا گیا کہ برے لوگوں کیلئے برے ساتھیوں کا غلبہ و تسلط اور انکی ان کیلئے تزیین و تحسین انکے عمل کا طبعی نتیجہ و ثمرہ ہے۔ یعنی ہمارا قانون اور ضابطہ یہی ہے کہ جو لوگ ہماری تعلیمات سے منہ موڑ کر دنیا اور اس کی لذات ہی کے اسیر و غلام بن کر رہ جاتے ہیں ان پر ان کے ایسے ساتھی مسلط کر دیئے جاتے ہیں جو ان کیلئے ان کی برائیوں کو بھی اچھائیوں کی شکل میں دکھاتے جاتے ہیں۔ جس سے ایسے لوگ باطل اور دوزخ کی راہ پر بے فکر اور لا پرواہ ہو کر چلتے جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اور ان کے یہ ساتھی خواہ شیاطین الجن میں سے ہوں یا شیاطین الانس میں سے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ہر بدکار شخص اپنی بدکاری میں مست و مگن ہے خواہ وہ کوئی کافر و منافق ہو یا بت پرست و قبر پرست یا صحابہ کرام کا دشمن۔ کوئی تبرائی ہو۔ کوئی کھلم کھلا کافر و منکر ہو یا چھپا ہوا منافق وغیرہ وغیرہ۔ ہر کوئی اپنے کفر و باطل اور ضلالت و غوایت کی راہ کو ہی ٹھیک اور درست سمجھتا ہے اور وہ ہلاکت و تباہی کی اسی راہ کو اچھا کہتا اور سمجھتا ہے جس پر وہ چل رہا ہوتا ہے اور اس کی حمایت میں وہ لڑتا، اس کے لئے دلائل پیش کرتا اور اس کی دعوت دیتا ہے۔ اور اپنی غلطی اور گمراہی کو ماننے کے لئے وہ کبھی تیار نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾۔ (الروم:۳۲)۔ والعیاذُ باللّٰہ مِنْ کل سُوْءٍ وَفِتْنَۃٍ وَّزَیْغٍ وَّضلال۔ سو جب کوئی قوم اپنے سُوءِ اختیار اور خُبثِ باطن کی بنا پر ایسے شیطانوں کو اپنے اوپر مسلط کر دیتی ہے تو وہ انکو طرح طرح کے ایسے سبز باغ دکھاتے ہیں کہ یہ انکے چنگل سے نکل ہی نہیں پاتے۔ اور یہ شیاطین اس وقت تک انکی جان نہیں چھوڑتے جب تک کہ وہ انکو عذابِ الٰہی میں گرفتار نہ کروا لیں۔ اور ان کو ان کے ہولناک انجام کے حوالے کر دیں۔ والعیاذ باللہ العظیم بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کل مَوْطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۴۲ منکروں پر عذاب کی بات پکی۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان پر پکی ہوگئی ہماری بات''۔ یعنی

وعدۂ عذاب کی وہ بات جو طے ہو چکی تھی ان ظالموں کیلئے جو کہ اڑے رہے اپنے کفر و باطل پر۔ اور اس کے نتیجے میں وہ قہرِ خداوندی کے مورد بنے اور عذابِ دوزخ کا شکار ہو کر ہمیشہ کی ناکامی اور نامرادی میں مبتلا ہوئے کہ اللہ پاک کا قانونِ عدل وانصاف سب کے لئے یکساں اور بے لاگ ہے۔ سو جس جرم کی پاداش میں پہلے کے وہ لوگ اپنے اس انجام کو پہنچے جس کا مستحق انہوں نے اپنے آپ کو بنا دیا تھا، اسی جرم کا ارتکاب اب اگر یہ لوگ کریں گے تو ان کو بھی وہی بھگتان بھگتنا ہوگا جو وہ لوگ بھگت چکے ہیں۔ پس وقت کے ان باغیوں اور سرکشوں کو باز آ جانا چاہیئے اپنی روش سے اور اصلاح کر لینی چاہیئے اپنے رویے کی قبل اس سے کہ فرصتِ حیات ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ سو ان لوگوں کے ان شیطان صفت لیڈروں اور ان گمراہ ساتھیوں نے انکے سامنے ماضی اور حال کو اس طرح مزین اور خوشنما بنا کر پیش کیا کہ انکو اپنے اعمال و کردار اور عقائد و نظریات میں کسی طرح کی کوئی خرابی نظر نہیں آتی تھی۔ اور اس طرح ایسے لوگ انبیاء و مصلحین کی تنبیہ و تذکیر سے منہ موڑ کر اسی راہ پر چلتے رہے جس پر ان کے یہ گمراہ لیڈر اور گرو انکو چلانا چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ اپنی ہلاکت اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال۔ وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۴۳ **سب سے بڑے خسارے کی نشاندہی۔ والعیاذُ باللہ:** ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دولتِ ایمان و یقین سے محرومی سب سے بڑا خسارہ ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک یہ لوگ قطعی طور پر خسارے والے تھے"۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ لہٰذا آج کے غافل و بے خبر اور متکبر لوگوں کو اس سے درسِ عبرت لینا اور ہوش میں آ جانا چاہیئے قبل اس سے کہ حیاتِ دنیا کی یہ فرصتِ محدود ان کے ہاتھ سے نکل جائے اور یہ کل کے ان منکروں اور سرکشوں کی طرح ہو جائیں جنہوں نے اپنی فرصتِ حیات کو کفر و باطل کے اندھیروں میں ضائع کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں وہ بدنصیب ابدی خسارے اور دائمی عذاب میں مبتلا ہو گئے جس سے نکلنے اور بچنے کی اب کوئی صورت ان کے لئے ممکن نہ ہوگی اور یہی سب سے بڑا حقیقی اور انتہائی ہولناک خسارہ ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو دولتِ ایمان و یقین سے محرومی سب سے بڑی محرومی اور دارین کی ہلاکت و تباہی کا باعث ہے۔ اور حق و ہدایت اور ایمان و یقین کی اس دولت سے محرومی کا ایک بڑا اور بنیادی سبب اللہ تعالیٰ کی یادِ دلشاد سے محرومی و غفلت اور اسکے نتیجے میں بروں کی رفاقت و سنگت ہے جو کہ خدائے رحمٰن کے ذکر اور اسکی یادِ دلشاد سے اعراض و روگردانی کے لازمی نتیجے کے طور پر انسان پر مسلط ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾۔ یعنی "جو کوئی خدائے رحمان کی یادِ دلشاد سے اندھا بن جاتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ پھر وہی اس کا ساتھی بن کر رہ جاتا ہے"۔ (الزخرف: ۳۶)۔ سو ذکر و یادِ خداوندی سے آنکھیں بند کرنا شیطان کو اپنے اوپر مسلط کر دینا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہر خسارے سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین

۴۴ **قرآنِ حکیم سے روکنے کی ایک کافرانہ سکیم کا ذکر و بیان:** ۔ سو اس سے کافروں کی قرآن سے روکنے کی ایک سکیم اور سازش کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کافر لوگ کہتے ہیں کہ مت سنو تم اس قرآن کو اور شور مچاؤ اسکے مقابلے میں شاید اس طرح تم غلبہ پا سکو" اور تا کہ اس طرح حق کی آواز تمہارے دل و دماغ تک پہنچنے ہی نہ پائے اور تم کفر و باطل کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکلنے ہی نہ پاؤ بلکہ ان میں اسی طرح ڈوبے رہو۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے اپنے

چیلوں چانٹوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب محمد قرآن پڑھے تو تم ایسا شور ڈالو اور اس قدر چیخ و پکار کرو کہ کوئی ان کی قراءت سن ہی نہ سکے۔ (المراغی، المحاسن، المدارک، الصفوۃ وغیرہ)۔ چنانچہ مشرکینِ مکہ قرآنِ حکیم کی قراءت کے مقابلہ میں اور لوگوں کو اس سے روکنے کے لئے چیخ و پکار، شورا شوری، شعروشاعری اور قصہ گوئی وغیرہ مختلف حیلوں حوالوں اور ہتھکنڈوں سے کام لیتے۔ تاکہ اس طرح لوگوں کو حق و ہدایت کی آواز سے روکا اور اس سے محروم رکھا جا سکے۔ افسوس کہ مشرکینِ مکہ کے ان ہتھکنڈوں اور ان کی اس ٹکنیک کے کچھ مظاہر و آثار آج کے اس دور میں بلکہ خود مسلم معاشرے کے اندر بھی یہاں اور وہاں جگہ جگہ اور طرح طرح سے نظر آتے ہیں۔ اور قرآنِ حکیم کی آواز اور اس کی دعوت اور پیغامِ توحید کو روکنے اور دنیا کو اس سے دور اور محروم رکھنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اختیار کئے جاتے ہیں۔ ابھی کچھ ہی عرصہ قبل کی خبر ہے کہ ایک ہندو ایڈووکیٹ نے کلکتہ کی ایک عدالت میں اس بارے باقاعدہ کیس دائر کیا کہ قرآن پر پابندی لگائی جائے کہ اس کی آواز ہمیں برداشت نہیں۔ اور خود مسلم معاشرے کے اندر کا یہ حال ہے کہ راقمِ آثم کو اچھی طرح یاد ہے کہ آج سے تقریباً کوئی پینتیس سال قبل جب راقم اپنے ملک میں ایک مرتبہ ایک علاقے کے دورے پر تھا تو وہاں ایک مقام پر خود دیکھا کہ نمازِ فجر کے بعد اہلِ توحید کی ایک مسجد میں درسِ قرآن ہو رہا ہے تو اس کے قریب ہی واقع اہلِ بدعت کی ایک مسجد میں لاؤڈ سپیکر کو فل سپیڈ پر آن کر کے ذکر کیا جا رہا ہے تاکہ آس پاس کے لوگ درسِ قرآن نہ سن سکیں۔ حالانکہ قرآن و سنت کی تعلیماتِ مقدسہ میں صاف اور صریح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ ذکر آہستہ اور پوشیدہ انداز میں کرو۔ چنانچہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۵ میں ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾۔ "یعنی اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور خفیہ و پوشیدہ طور پر پکارو۔ بے شک وہ پسند نہیں فرماتا حد سے بڑھنے والوں کو"۔ اور سورۂ اعراف ہی کی دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾ الآیۃ (اعراف: ۲۰۵) "اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ۔ اور بلند آواز سے کم آواز میں صبح و شام"۔ اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرتِ ابوموسیٰ الاشعریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے جب ایک موقع پر حضراتِ صحابہ کرامؓ میں سے بعض کو بلند آواز میں ذکر کرتے دیکھا تو ان سے فرمایا "اے لوگو اپنی جانوں پر رحم کرو۔ جس۔ ذاتِ اقدس و اعلیٰ۔ کو تم لوگ پکار رہے ہو وہ نہ بہری ہے اور نہ کہیں دور اور غائب۔ وہ سمیع و بصیر ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور وہ تم میں سے ہر ایک کے اس کی سواری کی گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہے"۔ (صحیح بخاری: کتاب الجہاد، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا والتوبۃ والاستغفار)۔ اور ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا۔ "خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ وَخَيْرُ الرِّزْقِ ما يكفي"۔ یعنی "سب سے اچھا ذکر وہ ہے جو خفی اور پوشیدہ طور پر ہو اور سب سے اچھی روزی وہ ہے جس سے انسان کی ضرورتیں پوری ہو جائیں"۔ مگر اس سب کے باوجود یہ اہلِ بدعت نہ صرف یہ کہ بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں بلکہ لاؤڈ سپیکر فل کھول کر ذکر کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اس لئے کہ قریب کی مسجد میں ہونے والے درسِ قرآن کی آواز لوگوں کے کانوں تک نہ پہنچ سکے۔ اور پھر بھی دعویٰ ہے عشق و محبتِ رسول کا۔ فالی اللہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ الا بہ جَلَّ وَ عَلَا۔ اللہ تعالیٰ ایسے زائغین کی ٹیڑھی کھوپڑیوں کو سیدھا کرے۔ آمین ثم آمین

يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَآءُ أَعْدَآءِ ٱللَّهِ ٱلنَّارُ ۖ

کرتے رہے تھے، ﴿۲۷﴾ یہ بدلہ ہے اللہ کے دشمنوں کا یعنی وہ دوزخ

لَهُمْ فِيهَا دَارُ ٱلْخُلْدِ ۖ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ بِـَٔايَـٰتِنَا

جس میں ان کے لئے ہمیشہ رہنے کا گھر ہوگا' اس جرم کے بدلے میں کہ وہ ہماری آیتوں کا

يَجْحَدُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ رَبَّنَآ أَرِنَا

انکار کرتے رہے تھے، ﴿۲۸﴾ اور (وہاں پہنچ کر) کافر لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں ذرا دکھا دے

ٱلَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ

ان جنوں اور انسانوں کو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، کہ ہم ان کو ڈال دیں اپنے

أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ ٱلْأَسْفَلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ

قدموں کے نیچے (روندنے کو) تا کہ وہ سب سے نیچے (اور خوب ذلیل وخوار) ہوجائیں، ﴿۲۹﴾ (اس کے برعکس) جن لوگوں نے

۴۵ کافروں کیلئے عذابِ شدید - والعیاذ باللہ العظیم: -سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ کافروں کے لیے عذاب شدید اور سب سے برے عمل کا بدلہ مقرر ہے۔ تاکہ اس طرح ہر کسی کو اسکے زندگی بھر کے کئے کرائے کا پورا بدلہ مل سکے۔ اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں اور صلہ رحمی اور غریبوں کی امداد وغیرہ جیسے جو کچھ نیک عمل ان لوگوں نے کئے بھی ہوں گے وہ ان کے کفر وانکار اور جحود واستکبار اور حق سے ان کے عناد واستہزاء کے باعث کالعدم ہوجائیں گے۔ اور باقی ان کے پاس ان کے اعمالِ بد کے سوا کچھ ہوگا ہی نہیں۔ اس لئے وہاں ان کو اپنے کئے کرائے کا بھگتان بہرحال بھگتنا ہی ہوگا اور بڑے ہی برے انداز اور ہولناک نتیجے کی شکل میں بھگتنا ہوگا - والعیاذ باللہ العظیم - سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ نورِ حق وہدایت سے روکنے اور قرآن حکیم کی آوازِ حق سے دوسروں کو محروم کرنے کیلئے جو کچھ کرنا چاہتے ہیں کرلیں۔ ہم انکو انکی ان حرکتوں کے بدلے میں ایک طرف عذابِ شدید کا مزہ چکھائیں گے اور دوسری طرف انکو انکے ان اعمال کے بدترین پہلوؤں کا بدلہ اور جزا دیں گے جو یہ زندگی بھر کرتے رہے تھے۔ اور انکے سامنے انکے اعمال کے وہ بدترین پہلو لائیں گے جن کا ابھی کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ واضح رہے کہ انسان کے اعمال خواہ وہ اچھے ہوں یا برے انکے اثرات ونتائج کا صحیح اندازہ اس دنیا میں نہیں کیا جاسکتا۔ انسان کا عمل خواہ وہ نیک ہو یا بد وہ اپنے متعدی اثرات رکھتا ہے۔ اپنی اسی صفت کی بنا پر بعض حالات میں انسان کی ایک چھوٹی سی نیکی بڑھتے بڑھتے احد کے پہاڑ کے برابر بن جاتی ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں اسکی تصریح موجود ہے۔ اسی طرح اسکے بالمقابل ایک برائی جو اپنے ابتدائی مرحلے میں بالکل معمولی نظر آتی ہے وہ بڑھتے بڑھتے ایک خوفناک جنگل بن

جاتی ہے۔ جیسا کہ قابیل کے جرمِ قتل کے قصہ سے ظاہر ہے۔ قیامت میں جب ہر شخص کے اعمال کے نتائج اسکے سامنے آئیں گے تو اس وقت وہ صحیح طور پر اندازہ کر سکے گا کہ اسکی فلاں برائی کس درجے کی تھی۔ سو اسی حقیقت کی طرف یہاں پر اشارہ فرمایا گیا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ و ضلال و سوء وانحراف بِکُلِّ حالٍ مِّن الاحوال،

۲۶ انکارِ حق کا نتیجہ وانجام ہمیشہ کیلئے دوزخ۔ والعیاذُ باللہ: ۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ کی آیتوں کے انکار کا بدلہ دوزخ کی ہولناک آگ ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ سو کفر و انکار اور دینِ حق کی تعلیماتِ مقدسہ سے اعراض و روگردانی بیماریوں کی بیماری اور تمام مفاسد و مہالک اور خرابیوں کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ جل و علا۔ اور جن کفار کو دوزخ کی اس ہولناک آگ میں ہمیشہ کے لئے رہنا اور جلنا ہے ان کو اگر دنیا ساری کی دولت و حکومت بھی مل جائے تو بھی ان کو کیا ملا کہ ان کا نتیجہ وانجام تو بہرحال یہ ہونا ہے۔ اور دنیا اور اس کی ہر نعمت بہرحال عارضی اور فانی ہے۔ فَخُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا یَا رَبَّنَا اِلٰی مَا فِیْہِ حُبُّکَ وَرِضَاکَ ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ کفر کے سرغنوں کا انجام یہ ہوگا کہ انکو دوزخ کی اس ہولناک آگ میں ہمیشہ کیلئے رہنا ہوگا کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا۔ نہ وہ خود انکی طرف متوجہ ہوئے اور نہ دوسروں کو انکی طرف متوجہ ہونے دیا۔ والعیاذُ باللہ۔ سو اللہ کی آیتوں کا انکار جرموں کا جرم اور محرومیوں کی محرومی ہے، اور اس جرم کا انجام بڑا ہی وخیم اور انتہائی ہولناک ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار اور اس کے بارے میں بدگمانی باعثِ ہلاکت و تباہی ہے کہ اس سے انسان کا زاویہ نگاہ ہی بدل جاتا ہے۔ اسکے طور طریقے بدل جاتے ہیں اور وہ حق اور حقیقت سے محروم ہو کر دائمی ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ انکارِ حق کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۲۷ گمراہ کن لیڈروں اور پیشواؤں کے خلاف غیظ وغضب کا ایک منظر: ۔ سو اس سے عوام کے اپنے گمراہ کن لیڈروں اور پیشواؤں کے خلاف غیظ وغضب کا ایک منظر سامنے آتا ہے۔ سو اس ارشاد سے آخرت کے اس جہاں میں عوام الناس کافروں کے اپنے لیڈروں کیخلاف غیظ وغضب اور غم وغصے کا ایک منظر پیش فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کافر لوگ وہاں پر اپنا ہولناک انجام دیکھنے کے بعد اپنے رب سے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں ان جنوں اور انسانوں کو دکھا دے تاکہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے روند کر ان سے انتقام لے سکیں کہ انہی کی وجہ سے ہمیں یہ روزِ بد دیکھنا پڑا اور اس انجام سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر ان کے اس بے موقع کے غصے اور افسوس کا ان کو بہرحال کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے یاس وحسرت کی باطنی آگ اور جلن میں اضافے اور اس کی تیزی کے۔ والعیاذُ باللہ۔ سو کتنا احسان ہے قرآنِ حکیم کا پوری دنیا انسانیت پر کہ اس نے لوگوں کو ایسے عظیم الشان غیبی حقائق سے اس قدر صراحت ووضاحت کے ساتھ اس دنیا ہی میں آگاہ کر دیا ہے۔ تاکہ جنہوں نے بچنا ہو وہ بچ جائیں اور وہ اپنی عاقبت وانجام کی فکر کر لیں قبل اس سے کہ حیاتِ دنیا کی یہ مختصر و محدود فرصت ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ لیکن کتنا ظالم اور ناشکرا ہے یہ انسان جو اس سب کے باوجود اس کتابِ حکیم اور اس کی تعلیماتِ مقدسہ سے منہ موڑے ہوئے ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ آج جو عوام اس وفاداری کے ساتھ اپنے ان گمراہ لیڈروں کی پیروی کرتے ہیں کل جب یہ وہاں پر دیکھیں گے کہ انہوں نے انکو کس گھاٹ پر اتارا ہے تو اس وقت انکا حال یہ اور یہ ہوگا۔ والعیاذُ باللہ۔ سو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی باعثِ ہلاکت و تباہی ہے کہ اس سے زاویہ نگاہ ہی بدل جاتا ہے۔ اسکے طور طریقے بدل جاتے ہیں اور وہ حق اور حقیقت سے محروم ہو کر دائمی ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ

(صدق دل سے) کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، ف۴۸ پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، ف۴۹ تو ان پر اترتے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ

(رحمت وبشارت کے) فرشتے، ف۵۰ (اس خوشخبری کے ساتھ) کہ نہ تم ڈرو، نہ غم کھاؤ، اور خوش ہو جاؤ تم اس جنت (کے ملنے) سے،

الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ

جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، ف۵۱ ﴿۳۰﴾ ہم تمہارے ساتھی (اور دوست) ہیں دنیا کی

۴۸ **ایمان ویقین سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ:** سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ دولتِ ایمان و یقین سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن لوگوں نے سچے دل سے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے"۔ یعنی جو سچے دل سے اپنے خالق و مالک کی الوہیت و ربوبیت پر ایمان لائے اور انہوں نے دل کی تصدیق کے ساتھ ساتھ زبان سے اس کا اظہار واقرار بھی کیا۔ ان کے لئے یہ بشارتیں ہیں۔ سو مخالفین ومنکرین کا حشر بیان کرنے کے بعد اب یہ ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جارہا ہے جنہوں نے رسول کی دعوت کو قبول کیا۔ اور اسکے بعد وہ تمام تر مشکلات اور مخالفتوں سے بے پرواہ ہو کر پوری یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ اس پر جم گئے۔ سو ایسوں کیلئے انکے خالق و مالک کی طرف سے خاص رحمتیں اور عنایتیں ہیں۔ سو دولتِ ایمان ویقین سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ باقی سب کچھ فانی اور بے حقیقت ہے۔ فالحمد لله الذى شرفنا بنعمة الايمان واليقين - اللهم فزدنا منه و ثبتنا عليه وَ اَعِذْنَا مِنَ الشُّرور والفِتَن، مَا ظَهر مِنهما وَ مَا بطن فَاِنَّکَ اَنْتَ الاٰ ية الاكرم ، يا ذا الجلال والاكرام -

۴۹ **استقامت وثابت قدمی اور اسکی عظمتِ شان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے صدقِ دل سے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے اور راہِ حق وصواب سے ان کے قدم ڈگمگائے نہیں یہاں تک کہ ایمان و یقین کی دولت کے ساتھ ہی وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جیسا کہ حضرتِ انسؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے ارشاد فرمایا۔ "فَمَنْ مَاتَ عَلَيْهَا فَهُوَ مِمَّنْ استقام"۔ یعنی "جو مرتے دم تک اسی عقیدے پر قائم رہا وہ مستقیم رہا"۔ (ابن جریر، وابنِ کثیر وغیرہ)۔ سو اپنے رب پر ایمان ویقین اور اسکی الوہیت و وحدانیت کا اقرار اور اس پر استقامت وثابت قدمی سعادتوں کی سعادت اور دارین کی فوز وفلاح سے سرفرازی کا اساس و بنیاد ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آپؐ اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتادیں کہ مجھے پھر کسی اور سے کبھی پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ "کہو میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور پھر اس پر پکے رہو"۔ سو راہِ حق وہدایت کو اپنانا اور اس پر مستقیم اور ثابت قدم رہنا سعادتوں کی سعادت

اور دارین کی فوز وفلاح کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل ۔سبحانہ وتعالیٰ فَعَلَیْہِ نَتوَکَّل وبِہٖ نَستَعِین،

۵۰ صدق شعاروں کے لیے نزولِ ملائکہ کی عنایت کا ذکروبیان: ۔سوارشادفرمایا گیا کہ ''ایسوں پراللہ کے فرشتے اترتے ہیں ان کی تسکین وتسلیہ اوران کی نصرت وعنایت کے لیے''۔ پھراس سلسلے میں کوئی قیدنہیں لگائی گئی کہ یہ فرشتے کب اترتے ہیں۔پس اسے عام ہی رکھا جائے کہ یہ موت کے وقت قبر میں اور بعث کے وقت کے علاوہ اس دنیاوی زندگی کو بھی شامل رہے۔کہ فرشتے ان سب ہی مواقع میں اتر کرانسان کو یہ خوشخبری سناتے ہیں اوراس دنیاوی زندگی میں ضروری نہیں کہ فرشتے انسان کوان ظاہری آنکھوں سے نظر بھی آئیں اوران کی آواز ان ظاہری کانوں سے ہی سنی جائے۔ بلکہ وہ اللہ پاک کے حکم سے اترتے ہیں اوران کی یہ بشارت غیرمحسوس طریقے سے دلوں تک پہنچ کرقلبی سکون اوردلوں کی طمانینت کا سبب بنتی ہے۔چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اہلِ ایمان اس دنیا میں بھی سکون واطمینان کی ایک ایسی خاص دولت سے مالامال ہوتے ہیں جس کی دوسروں کو ہوا بھی نہیں لگتی۔اوروہ اسکے کیف وسرور کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ان آیاتِ کریمہ میں ارشادفرمائے جانے والے۔ ﴿تَتَنَزَّلُ﴾ ۔اور ﴿فِی الحیٰوۃ الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃِ﴾ وغیرہ کے الفاظ اورکلماتِ کریمہ بھی اسی عموم کے زیادہ مناسب ہیں۔اورمحاسن التاویل وغیرہ تفاسیر میں بھی اسی عموم کواختیار کیا گیا ہے۔اوروکیع کہتے ہیں کہ فرشتوں کی یہ بشارت تین مواقع پر ہوتی ہے۔یعنی موت کے وقت، قبر میں اوربعث کے موقع پر۔(تفسیر المراغی وغیرہ)۔یعنی یہ تین مواقع زیادہ اہمیت کے حامل ہیں ورنہ انکی بشارت اس سے بھی عام ہے۔اللہ تعالیٰ اس کا اہل اور مستحق بنائے۔اورہمیشہ اپناہی بنائے رکھے۔آمین ثم آمین یارب العالمین،

۵۱ اہلِ ایمان کے لیے ایک عظیم الشان خوش خبری کا ذکروبیان: ۔سواس سے اہلِ ایمان کے لیے خوف اورغم دونوں سے رہائی کا مژدۂ جانفزا سنایا گیا ہے۔سواس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ ایمان واستقامت خوف اورغم دونوں سے رہائی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔سوایسوں کے لیے نہ آئندہ کا کوئی خوف اورنہ گذشتہ پرکوئی غم۔سبحان اللہ!۔کیسی عظیم الشان دولت ہے یہ ایمان ویقین کی دولت جوانسان کو ماضی کے غم اور مستقبل کے خوف دونوں سے نجات دیتی اورحقیقی امن وسکون سے بہرہ ورو سرفراز کرتی ہے۔سوایمان واستقامت کی بناپر مومن صادق اس دنیا میں بھی سکون واطمینان کی دولت سے سرفراز وسرشار ہوتا ہے کہ نہ اسکو ماضی کا غم ہوتا ہے اورنہ مستقبل کا خوف کہ وہ اپنے رب کی رضاپرراضی اوراسکی قضاپرمطمئن ہوتا ہے۔کہ میرا رب جوبھی کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے۔لیکن اس کے اس سکون واطمینان کا کامل ظہور آخرت کے اس جہانِ غیب ہی میں ہوگا جہاں فیصلۂ امور سے پہلے فرشتے انکی دلداری اورتسلی کیلئے ان سے کہیں گے کہ آپ مطمئن رہیں کہ آپ لوگوں کی آزمائش کا دوراب ختم ہوگیا۔اب آپ کیلئے نہ کوئی خوف ہے نہ غم۔اب آپ کواس جنت کی بشارت ہو جس کا وعدہ آپ لوگوں سے دنیا میں انبیاء ورسل کے ذریعے کیا جاتا تھا۔سویہ ایسے خوش نصیبوں کیلئے سب سے بڑی سعادت اورحقیقی کامیابی ہوگی۔جس جیسی دوسری کوئی کامیابی ہو ہی نہیں سکتی اللہ نصیب فرمائے۔اورمحض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ اِنَّہٗ ھُوَ البَرُّ الرحیم۔آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین۔

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ

اس (عارضی) زندگی میں بھی، اور آخرت کی اس (حقیقی اور ابدی) زندگی میں بھی، ۵۲ اور تمہارے لئے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو

أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ

تمہارے جی چاہیں گے، اور وہاں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جس کی تم (طلب و) تمنا کرو گے، ۵۳ (۳۱) (ضیافت و) مہمانی کے طور پر بڑے بخشنے

۵۲ **اہلِ ایمان کیلئے فرشتوں کی صحبت و رفاقت کے انعام کا ذکر و بیان** :- سو دولتِ ایمان و یقین کی برکت سے اہل ایمان کے ساتھی اور دوست اللہ کے نوری فرشتے ہوتے ہیں۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جس طرح کفار کے ساتھی شیاطین ہوتے ہیں اسی طرح اہلِ ایمان کے ساتھی اللہ کے نوری فرشتے ہوتے ہیں۔ سو ایمان و یقین کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے نوری فرشتے اہلِ ایمان کے ساتھی اور دوست ہوتے ہیں۔ انکے ایمان اور عقیدۂ توحید کی بنا پر۔ جس طرح کہ شیاطین، کفر و ضلال کے رشتے کی بنا پر کفار و اشرار اور گمراہوں کے ساتھی اور دوست ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایمان و یقین کے پاکیزہ رشتے کی بنا پر اللہ پاک کے نوری فرشتے اہلِ ایمان کے ساتھی اور دوست ہو جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی عظیم الشان اور انقلاب آفریں دولت ہے یہ ایمان و یقین کی معنوی دولت جو اس خاکی انسان کو فرشتوں کی نوری اور مقدس جماعت کا دوست اور انکا ہمنشین بنا دیتی ہے۔ فالحمد للہ الذی شرفنا بنعمۃ الایمان۔ اللھم زدنا منہ وثبتنا علیہ۔ سو فرشتے اہلِ ایمان کو اطمینان دلاتے اور خوشخبری سناتے ہوئے ان سے کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے ساتھ تھے اور اب آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ اور اس سے اہلِ ایمان کو سکون و اطمینان کی جو دولت حاصل ہوتی ہے اس کا اندازہ ہی کون کر سکتا ہے؟ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۵۳ **اہلِ جنت کے لیے ایک اور منفرد نعمت و انعام کا ذکر** :- سو اس سے اہلِ جنت لیے ایک عظیم الشان اور منفرد نعمت و انعام کا ذکر فرمایا گیا کہ انکی ہر خواہش پوری ہوگی۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور اہلِ جنت کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے لیے وہاں پر وہ سب کچھ ہوگا جو تمہارے جی چاہیں گے اور تم کو وہاں پر ہر وہ چیز ملے گی جو تم مانگو گے۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جنت میں جنتیوں کی ہر خواہش پوری ہوگی۔ سبحان اللہ! کیا کہنے نعمائے جنت کی عظمتوں کے کہ وہاں پر جنتی کی ہر خواہش پوری ہوگی جبکہ دنیا میں یہ شرف و مقام کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں ایسا کوئی بادشاہ نہ کبھی ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے جس کی ہر خواہش پوری ہو۔ مگر وہاں پر ہر جنتی کی ہر خواہش پوری ہوگی۔ سو ہر جنتی کو وہاں پر ایک شاہانہ زندگی نصیب ہوگی اور دنیا میں اس کا کوئی تصور بھی کسی کیلئے ممکن نہیں۔ جیسا کہ مشہور حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس میں اللہ کے نیک بندوں کیلئے جنت میں وہ کچھ تیار کیا گیا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اسکا گزر ہی ہوا۔ اللہ محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے اور درجہ بدرجہ تمام و کمال نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

رَّحِيمٍ ۝٣٢ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى اللَّهِ وَ ع ۱۸

والے، انتہائی مہربان (رب) کی طرف سے، اور اس سے بڑھ کر اچھی بات اور کس کی ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) بلائے اللہ کی طرف، اور

عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝٣٣ وَلَا تَسْتَوِي

وہ خود نیک عمل بھی کرے، اور (اظہار اطاعت و بندگی کے لئے) وہ کہے کہ بے شک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں، اور (یاد رکھو کہ)

۵۴ اہلِ جنت کے لیے عظیم الشان مہمانی کا ذکر و بیان: سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ یہ ان کے لیے ربِّ غفور و رحیم کی طرف سے ایک عظیم الشان مہمانی ہوگی۔ سو جس طرح مہمان کو خاص عزت و احترام سے نوازا جاتا ہے اور اس کو نہ کھانے پینے کی کوئی فکر ہوتی ہے اور نہ اس کے لئے اس کو کوئی تگ و دو کرنا پڑتی ہے ایسے ہی ان حضرات کو بھی وہاں پر خاص اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا۔ بلکہ وہاں کا حال تو اس سے اور بھی کہیں زیادہ مختلف اور بڑھ کر ہوگا کہ وہاں کی یہ مہمانی بھی اس ذاتِ اقدس و اعلیٰ کی طرف سے ہوگی جس کی نہ تو مغفرت و بخشش کا کوئی ٹھکانا ہے اور نہ ہی اس کی رحمت و مہربانی کا کوئی کنارہ۔ نیز یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ "نُزُل" اصل میں اس مہمانی کو کہا جاتا ہے جو کہ مہمان کے اول نزول یعنی اسکے آنے پر اس کو شروع میں پیش کی جاتی ہے۔ سو اس سے دو عظیم الشان فائدے اور بھی نکلتے ہیں۔ ایک یہ کہ شروع میں اس مہمانی کے موقع پر آنے والے کو چونکہ خاص اعزاز و اکرام سے نوازا جاتا ہے، اس لئے جنت کے ان باسیوں کو حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُہٗ - کی طرف سے خاص اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا۔ اور یہ یوں بھی ظاہر اور واضح ہے کہ یہ مہمانی حضرتِ وہابِ مطلق، ربِّ غفور و رحیم، اکرم الاکرمین - سبحانہ وتعالیٰ - کی طرف سے ہوگی۔ نیز اس سے دوسری طرف یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جب شروع کی مہمانی ایسی عظیم الشان ہوگی تو آگے اس نے کیا کچھ اپنے ان خوش نصیب بندوں کے لئے رکھا ہوگا - اللہ محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرما دے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ سو ایسی جنت اور اسکی ایسی عظیم الشان نعمتوں سے منہ موڑ کر اور اسکے تقاضوں کو پسِ پشت ڈال کر صرف دنیائے دوں کے وقتی اور عارضی فائدوں کیلئے جینا کس قدر ہولناک خسارہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم -

۵۵ سب سے اچھی بات کی نشاندہی: سو اس سے اس امر کی تصریح فرما دی گئی کہ سب سے اچھی بات داعیِ حق کی بات ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ داعیِ حق سے بڑھ کر اچھی بات اور کسی کی نہیں ہو سکتی"۔ سو استفہام یہاں پر انکاری ہے۔ یعنی اس سے بڑھ کر اچھی بات اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ (المراغی وغیرہ)۔ اور اس کے اولین مخاطب اور سب سے بڑے مصداق خود داعیِ اکبر مُبلّغِ اعظم امام الانبیاء والرسل حضرت محمد مصطفیٰ - صلی اللہ علیہ وسلم - ہیں۔ جیسا کہ ابنِ سیرین، ابنِ زید اور حضرتِ حسن بصریؒ وغیرہ کا کہنا ہے۔ (المراغی، المدارک وغیرہ)۔ لیکن الفاظ کے عموم کے ساتھ یہ ارشاد ہر اس داعیِ حق کو عام اور شامل ہے جو خود حق پر ہو اور دوسروں کو بھی حق کی دعوت دے۔ (ابنِ کثیر وغیرہ)۔ اس لئے اس کے مصداق آپ کی امت کے وہ تمام علمائے کرام اور دعاۃِ حق ہیں جن میں یہ تین صفتیں پائی جاتی ہوں۔ یعنی دینِ حق پر ایمان و یقین، عملِ صالح اور دعوتِ حق۔ (کشاف وغیرہ) بہرکیف اس آیتِ کریمہ سے دعوت الی اللہ کی عظمتِ شان واضح ہو جاتی ہے - الحمد للہ - کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل و کرم سے اس بندۂ ناچیز کو دعوت و ارشاد کے اس شرفِ عظیم سے مشرف فرمایا ہے اور اسی سعادت و

خدمت کے ساتھ محض اپنے فضل وکرم سے وابستہ فرما دیا۔ اور گزشتہ کوئی چھتیس سالوں سے یہ ناچیز مرکزِ دعوت وارشاد دبی کے ایک مستقل رکن کے طور پر متحدہ عرب امارات میں دعوت وتبلیغ کی یہ خدمت انجام دے رہا ہے اور تادمِ تحریر اسی خدمت میں مشغول ومنہمک ہے۔ والحمد للہ۔ اللہ پاک استقامت بخشے اور قبول فرمائے اور ریا ونمود کے ہر شائبہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا ارحم الراحمین۔ سو اللہ پاک کی توحید ووحدانیت اور اسکی عبادت وبندگی کی طرف دعوت ایسی عظیم الشان سعادت ہے کہ اس سے بڑھ کر اور اس سے اچھی کوئی دعوت وسعادت اس نیلے آسمان کے نیچے ممکن ہی نہیں۔ اور جو لوگ اس سے منہ موڑتے اور اسکے قبول کرنے سے اعراض وانکار کرتے ہیں وہ بڑے ہی محروم وبدبخت اور سخت خسارے والے لوگ ہیں۔ کہ یہ محرومی سب سے بڑی اور انتہائی ہولناک محرومی ہے۔ کہ یہ محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال،

۵۶ داعیِ حق کیلئے عملِ صالح کی ضرورت: - سو داعیِ حق کی تعریف اور اس کی صفت کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود نیک عمل بھی کرے۔ یعنی یہ نہ ہو کہ اس کا عمل اس کی دعوت کے خلاف ہو کہ ایسی صورت میں محض زبانی کلامی دعوت کا کوئی خاطر خواہ اثر ونتیجہ بھی ظاہر نہیں ہوگا اور یہ داعی کی صفت اور اس کی شان کے بھی خلاف ہوگا۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَ عَلَا۔ پس داعیِ حق کیلئے ضروری ہے کہ اسکا خود اپنا عمل بھی نیک ہو اور جس حق وہدایت کی دعوت وہ دوسروں کو دے اسکا عملی نمونہ پہلے وہ خود اپنے اندر پیدا کرے اور اپنے عمل وکردار سے دوسروں کے سامنے واضح کر دے کہ جس حق وہدایت کی دعوت وہ دوسروں کو دے رہا ہے اس پر وہ خود بھی عمل پیرا ہے۔ اس طرح اسکی دعوت اسکے قول کے علاوہ اسکے عمل وکردار سے بھی ہو جائے گی جو کہ زیادہ مفید اور موثر ہوتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید،

۵۷ اپنے اسلام وانقیاد کے اِعلان واِظہار کا درس: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ یوں کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں"۔ یعنی اسلام واطاعت کی جس عظیم نعمت سے قدرت نے اسے نوازا ہے اسے وہ چھپائے نہیں بلکہ اس کا برملا اور صاف وصریح طور پر اظہار واعلان بھی کرے۔ اور اس کا یہ اظہار واعلان خوشی ومسرت کے اظہار کے لئے اور تحدیثِ نعمت کے طور پر ہو اور اجر وثواب کی نیت سے ہو۔ (المراغی وغیرہ)۔ کیونکہ تحدیثِ نعمت یعنی اللہ تعالیٰ کی دی اور بخشی ہوئی نعمت کا اظہار وبیان ماموروِ مطلوب ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ﴾۔ (الضحیٰ:۱۱) یعنی "اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو"۔ کیونکہ یہ شکرِ نعمت کا تقاضا اور اسکا ایک طریقہ ہے۔ اور شکرِ نعمت سے نعمت میں ترقی اور اضافہ ہوتا ہے اور وہ نقص وزوال سے محفوظ ومصئون رہتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ ﴿لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْد﴾۔ (ابراہیم:۷)۔ اور دینِ حق اسلام سے بڑھ کر نعمت اور کونسی ہو سکتی ہے؟ (محاسن التاویل وغیرہ)۔ نیز اپنے اسلام اور انقیاد کے اِعلان واِظہار میں یہ درسِ عظیم بھی ہے کہ میں تم لوگوں سے کوئی اپنی بڑائی اور سرداری نہیں چاہتا بلکہ میرا مطالبہ تم سے یہی ہے کہ تم سب اللہ ہی کے آگے جھک جاؤ کہ یہی اسلام یعنی اللہ کے آگے جھکنا اس کائنات کا دین ہے جو کہ فطرت کا تقاضا ہے۔ اور میں بھی اسی کے آگے جھکنے والوں میں سے ہوں۔ اور اس مالکِ مطلق کے آگے صدقِ دل سے جھکنے ہی میں انسان کا بھلا ہے۔ دنیا کی اس عارضی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی کہ اس سے انسان کو دنیا میں پوری کائنات کی ہمنوائی نصیب ہوگی جو کہ سعادتوں کی سعادت ہے اور اس کے نتیجے میں اس کو آخرت میں جنت کی نعیم مقیم سے سرفرازی حاصل ہوگی جو کہ اصل اور حقیقی کامیابی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔ سبحانہ وتعالیٰ

الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

نیکی اور بدی آپس میں کبھی برابر نہیں ہو سکتیں، پس تم برائی کو دفع کیا کرو اس نیکی کے ساتھ جو سب سے اچھی ہو، ۵۸

فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ

پھر (تم دیکھو گے کہ) وہ شخص کہ تمہارے اور اس کے درمیان سخت دشمنی تھی، ایسا ہو جائے گا جیسا کہ کوئی جگری

حَمِيْمٌ ۝۳۴ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا

دوست ہو، ۵۹ ۝۳۴ اور یہ دولت نصیب نہیں ہوتی مگر انہی لوگوں کو جو صبر (وضبط) سے کام لیتے ہیں، ۶۰ اور یہ

يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝۳۵ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ

مقام نہیں ملتا مگر اسی کو جو بڑے نصیبے والا ہوتا ہے، ۶۱ ۝۳۵ اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی

۵۸ **برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی تعلیم و تلقین:** - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''تم برائی کو اس طریقے کے ساتھ دور کیا کرو جو سب سے اچھا ہو'' کہ تم بدسلوکی کے جواب میں حسن سلوک کو اپناؤ۔ طیش کے مقابلے میں صبر و ضبط سے کام لو اور برائی کے جواب میں صرف عفو و درگزر سے ہی نہیں بلکہ نیکی اور اچھائی کا برتاؤ کرو۔ دعوتِ حق کی راہ میں مشکلات اور رکاوٹوں کا پیش آنا چونکہ ایک طبعی امر ہے اس لئے داعیٔ حق کو ان اوصاف سے متصف اور ان مکارم اخلاق سے مسلح اور مزین ہونا چاہیئے - فَاِیَّاکَ نَسْاَلُ اللّٰھُمَّ التوفیق لذالک والثبات علیه - سبحان اللہ! - کیسی عظیم الشان اور کس قدر پاکیزہ، مقدس اور انقلاب آفریں تعلیم ہے یہ جس سے اس کتاب حکیم نے دنیا کو نوازا ہے۔ مگر مسلمان ہے کہ وہ اس سے غافل ہے - والعیاذ باللہ - بہر کیف اس ارشاد سے لوگوں کی بدتمیزیوں کے جواب میں احسن طریقہ اپنانے اور اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ سو برائی کے جواب میں برابر سرابر کا طرزِ عمل اختیار کرنا اگرچہ جائز اور درست ہے لیکن صبر و برداشت اور عفو و درگزر کا معاملہ اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ اس کے صالح بندے یہی رویہ اختیار کریں - کہ یہ رویہ ایسا عظیم الشان رویہ ہے کہ اس سے آگے معاشرے کے اندر طرح طرح کی خیرات و برکات پھوٹتی پھیلتی اور جنم لیتی ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل مَوْطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۵۹ **حسنِ خلق کی تاثیر کا ذکر و بیان:** - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ حسنِ خلق اور برائی کے بدلے میں اچھائی کی روش دشمن کو بھی دوست بنا دینے والی خو خصلت ہے۔ پس اس حسنِ سلوک سے وہ اگر تمہارا جگری دوست نہ بھی بنا تو کم از کم جگری دوست کی طرح تو ہو ہی جائے گا جس سے اس کی دشمنی اور شرارت سے بہرحال تم محفوظ ہو جاؤ گے جو کہ ایک بڑا گرانقدر اور نقد فائدہ ہے۔ جو تمہیں فی الحال نصیب ہو جائے گا۔ جبکہ اصل اور حقیقی فائدہ آخرت کا اجر و ثواب اور اپنے

خالق و مالک کی رضا و خوشنودی ہے۔ سو حسنِ خلق اور برائی کے بدلے میں اچھائی ایسی عظیم الشان خوخصلت ہے جو دشمن کو بھی دوست بنا دیتی ہے - و باللہ التوفیق - یہاں پر یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ عفو و درگزر کا یہ رویہ جس کی ہدایت اہلِ ایمان کو فرمائی گئی ہے اس وقت تک ہے جب تک کہ مخالفین پر اچھی طرح حجت قائم نہ ہو جائے۔ لیکن اگر اتمام حجت کے بعد بھی مخالفین باز نہ آ رہے ہوں اور وہ حق اور اہلِ حق کی دشمنی میں مصروف اور ان کے مٹانے ہی کے درپے ہوں تو اس وقت واضح طور پر اعلانِ براءت کرنے کے بعد ان کی سرکوبی کی بھی اجازت ہے۔ سو ایسے موقع پر عفو و درگزر کی بجائے یہی طریقہ بہتر ہے تاکہ شر پسند عناصر کو کھل کھیلنے اور تعدی اور سرکشی کا موقع نہ ملے۔ اور یہی تقاضا ہے عدل و انصاف اور عقل و نقل کا، اور ہر موقع و محل اور عمل و کردار کا تقاضا الگ اور مختلف ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کے اثرات اور فوائد و نتائج الگ اور مختلف ہوتے ہیں۔ و باللہ التوفیق لما یُحِبُّ و یرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال، وھو العزیزُ الوَھّاب

۶۰ صبر وسیلۂ ظفر - و باللہ التوفیق: - سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ صبر و برداشت کی صفت ایک عظیم الشان صفت ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ چیز صبر والوں ہی کو ملتی ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ صبر و ضبط سے کام لیتے رہنے سے یہ مقامِ شرف نصیب ہو جاتا ہے۔ پس اس کی عادت ڈالنی چاہیئے اور ہمیشہ صبر و برداشت ہی سے کام لینے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے کہ یہ ذریعہ ظفر اور باعثِ اجر ہے - اللہ توفیق بخشے - آمین ثم آمین۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ یہ حکمت و دولت انہی لوگوں کو نصیب ہو سکتی ہے جو صبر و برداشت کی خوخصلت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ سو صبر و برداشت کی صفت بڑی عظیم الشان صفت ہے۔ جن لوگوں کے اندر صبر و برداشت کی صفت پائی جائے گی وہی اس حکمت کے حامل ہو سکیں گے، اور جو اس سے محروم ہونگے وہ اسکے اہل نہیں ہونگے۔ اس لیے اس حکمت کے طالبوں کو اپنے اندر صبر و برداشت کی صفت راسخ کرنی چاہیے اور اس کی ترسیخ کو اپنا اصل مقصد اور نصب العین بنانا چاہیے - و باللہ التوفیق - اللہ نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کی اکساہٹوں سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین -

۶۱ حسنِ خلق ایک گنج گرانمایہ - و باللہ التوفیق: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ چیز اسی کو ملتی ہے جو بڑے نصیبے والا ہو"۔ یعنی دارین کی سعادت و سرخروئی کا بڑا حصہ جو بالآخر اس کو جنت کی نعمتوں سے سرفراز کر دے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ حظِ عظیم سے یہاں پر مراد جنت ہے۔ (ابنِ کثیر، مراغی وغیرہ)۔ سو یہ حکمت ایک ایسا گنج گرانمایہ ہے جو بڑے ہی نصیبہ ور لوگوں کو ملتا ہے۔ پس برائی کے بدلے میں اچھائی کی یہ حکمت و موعظت انہی لوگوں کو ملتی ہے جو اپنے اندر صبر و برداشت کی خوخصلت رکھتے ہیں۔ اور جن کو یہ دولت ملتی ہے وہ بڑے ہی نصیبے والے ہوتے ہیں۔ سو یہ کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ ایک لازوال خزانہ اور گنج گرانمایہ ہے۔ اس لیے ہر ہمت والے کو اس کے حصول کے لیے بازی کھیلنی چاہیے۔ اور بڑے ہی خوش نصیب اور نصیبہ ور ہیں وہ لوگ جو اس بازی میں کامیاب ہو جائیں - اللہ ہمیں انہی میں سے کرے - اور ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا ربُّ العالمین - وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید - بکل حالٍ مِن الاحوال، وفی کُلّ مَوْطنٍ مِن المواطن فی الحیاۃ،

الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

اکساہٹ پہنچ جایا کرے، ۶۲ تو (فوراً) اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو ۶۳ بلاشبہ وہی ہے (ہر کسی) کی سنتا،

الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ

(سب کچھ) جانتا، ۶۴ ﴿۳۶﴾ اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ رات و دن اور سورج

وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا

و چاند بھی ہیں، پس تم نہ تو سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو، ۶۵ بلکہ تم سجدہ اس اللہ

لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

(وحدہٗ لاشریک) ہی کے لئے کرو جس نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے، اگر تم لوگ واقعی اسی کی بندگی کرتے ہو، ۶۶ ﴿۳۷﴾

۶۲ شیطان کی اکساہٹ کا علاج - اللہ کی پناہ مانگنا: -- خواہ وہ شیطن الجن کی طرح خفیہ طور پر وسوسہ اندازی کرے اور خواہ شیطن الانس کی شکل میں سامنے آ کر اکسانے اور بھڑکانے لگے اور اشتعال دلائے۔ تاکہ اس طرح وہ چنگاری کو سلگا کر آگ کا بگولہ بنا سکے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو مخالفوں کی مخالفت و شرانگیزی اور شیطان کی اکساہٹ و تحریک سے اگر کوئی ایسا جذبہ ابھرے جو اس کو برائی پر آمادہ کرے تو اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔ اور یہی اس چیز کا اصل علاج ہے کہ ایسے وقت میں انسان اللہ کی پناہ مانگے۔ اگر انسان جذبات کی رو میں بہ جانے کی بجائے صدقِ دل سے اللہ کی پناہ مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی پناہ میں لے لیگا اور شیطان کو اس پر قابو نہیں پانے دے گا۔ سو اصل حفاظت و پناہ اللہ تعالیٰ ہی کی حفاظت و پناہ ہے۔ جو ہر حال میں اور ہر اعتبار سے کام آتی ہے باقی سب محض ظواہر و مظاہر ہیں۔ اور بس۔ پس اسباب تو اختیار کئے جائیں اور ضرور اختیار کئے جائیں، لیکن دل کا بھروسہ اسباب پر نہیں، مسبب الاسباب ہی پر رکھا جائے۔ اللہ نصیب فرمائے اور ہمیشہ اور ہر موقع پر اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۶۳ اللہ کی پناہ ہی اصل بچانے والی شئ ہے: -- اس لیے شیطان کی کسی اکساہٹ پر اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم وارشاد فرمایا گیا ہے۔ پس شیطانوں کی اکساہٹوں سے بچنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ تم اس قادرِ مطلق کی پناہ میں آ جاؤ۔ اور جب تم اس کی پناہ میں آ گئے تو پھر شیطان کی اکساہٹوں سے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ پس شیاطین الانس اور شیاطین الجن سب کے شر سے بچنے کے لئے ہمیشہ اللہ پاک کی پناہ مانگتے رہنا چاہیئے۔ فَاِيَّاكَ نَسْاَلُ اللّٰهُمَّ اَنْ تُعِيْذَنَا مِنْ شياطين الانس و من شياطين الجن و شرورهم وهمزاتهم -- سو اللہ کی پناہ ہی اصل بچانے والی شئ ہے۔ اور اگر انسان جذبات کی رو میں بہہ جانے کی بجائے صدقِ دل سے اللہ کی پناہ طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسکو ضرور اپنی پناہ میں لے لے گا۔ اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ گیا تو ہر قسم کے شرور و فتن سے بچ گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ شیطان کو اس پر قابو نہیں دے گا۔ سو اللہ کی پناہ ہی بندے کیلئے اصل اور سب سے بڑی حفاظت ہے۔ لیکن اپنے دین سے غافل اور جاہل مسلمان اسکی بجائے دوسرے فرضی

اور وہی سہاروں پر اعتماد کرتا ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین

۶۴ اللہ سب کی سنتا اور جانتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک اللہ ہی ہے جو ہر کسی کی سنتا سب کچھ جانتا ہے"۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو وہ وحدہ لاشریک ہر کسی کی براہِ راست سنتا اور اس کے ہر حال کو جانتا ہے۔ پس غلط کہتے ہیں وہ لوگ جو کہتے کہ وہ ہماری نہیں سنتا۔ لہٰذا "ہماری فلاں کے آگے اور اس کی خدا کے آگے" وغیرہ۔ سو یہ سب کچھ تمہارے خود ساختہ اور شرکیہ فلسفے کی بنیاد ہے اے مشرکو۔ والعیاذُ باللہ۔ سو اس وحدہ لاشریک سے نہ کسی کی کوئی بات مخفی رہ سکتی ہے اور نہ اسکی کوئی حالت وکیفیت۔ اور اسکا بندہ جب بھی اسکو صدقِ دل سے پکارتا ہے وہ اسکی پکار کو سنتا اور اسکی حاجت روائی کرتا اور مشکل کشائی فرماتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو جن لوگوں نے اسکو مخلوق پر قیاس کر کے اس کیلئے از خود وسیلے اور واسطے گڑھے انہوں نے گمراہی کو اپنایا۔ والعیاذُ باللہ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی ہے حقیقی سننے اور جاننے والا"۔ کوئی بات اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔ پس اس کا بندہ جب اس کو شیطان کے مقابلے میں پکارتا ہے تو وہ اسکی مدد فرماتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۶۵ شمس وقمر کیلئے سجدہ کرنے سے ممانعت کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پس تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو"۔ کہ یہ سب نشانہائے قدرت معبود و مسجود نہیں بلکہ تمہارے خادم و کارندے اور خداوندِ قدوس کی قدرت وعظمت اور عنایت ومہربانی کے چمکتے دمکتے نشان ہیں۔ سو کس قدر احمق و بے انصاف اور گمراہ ہیں وہ لوگ جو حضرت خالق۔ جَلَّ مَجْدُهٗ۔ کو بھول کر اس طرح کی عاجز مخلوق کی پوجا و پرستش اور سیوا میں لگے ہیں جو کہ خود ان کی خدمت وسیوا کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ سورج اور چاند کے ان عظیم الشان کروں کی اس چمک دمک اور ان سے ملنے اور حاصل ہونے والے طرح طرح کے عظیم الشان فوائد ومنافع کو دیکھتے ہوئے انکے آگے جھکنے اور انکی پوجا کرنے کی حماقت کا ارتکاب نہیں کرنا کہ یہ بڑا ظلم ہے حضرتِ خالق۔ جَلَّ مَجْدُهٗ۔ کے حق میں۔ اور خود انسان کی اپنی ذات اور اپنی جان پر کہ لیل ونہار اور شمس وقمر کے یہ عظیم الشان اور چمکتے دمکتے مظاہر حضرتِ حق۔ جل جلالہ۔ کی قدرت اور اسکی وحدانیت کے دلائل اور نشان ہیں۔ نہ کہ اسکی خدائی میں کسی طرح کے شریک۔ وہ وحدہ لاشریک ایسے ہر تصور اور شائبہ سے پاک اور وراء الوراء ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس کائنات کے اندر پائے جانے والے ان عظیم الشان نشانہائے قدرت سے اپنے خالق و مالک کی عظمت کو پہنچانو، اور دل وجان سے اسکے آگے جھک جھک جاؤ کہ یہی صحت وسلامتی کا طریقہ اور تمہاری فوز وفلاح کا واحد راستہ ہے۔ جبکہ ان نشانہائے قدرت کے آگے جھکنا ہلاکت وتباہی کا راستہ ہے۔ کیونکہ یہ شرک ہے جو کہ ظلم عظیم سب سے بڑا اور ناقابل معافی کام ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال

۶۶ سجدے کا حقدار صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے"۔ کہ سجدے کا اصل مستحق اور ہر قسم کی عبادت وبندگی کے لائق اور اس کا حقدار صرف وہی اللہ وحدہ لاشریک ہے جو کہ خالق ومالک ہے اس سارے کون ومکان کا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو عبادت وبندگی کا حقدار وہ اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے جس نے ان تمام چیزوں کو پیدا فرمایا اور انکو وجود بخشا اور ان سب کو اس پابندی اور حکمت کے ساتھ انسان کی خدمت میں لگا دیا۔ اور جب ان تمام موجودات کی خلق وایجاد اور انکی اس تسخیر وتعمیل میں کوئی اس وحدہ لاشریک کا شریک نہیں تو پھر اسکی عبادت وبندگی میں کوئی اس کا شریک وسہیم آخر کس طرح ہوسکتا ہے؟ پس اس ساری کائنات کا خالق ومالک بھی وہی وحدہ لاشریک ہے، اور اس میں حاکم ومتصرف بھی وہی ہے۔ پس عبادت وبندگی کا حقدار بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ

پھر اگر یہ لوگ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں ہی رہیں تو (رہتے رہیں،) وہ فرشتے جو تمہارے رب کے پاس ہیں وہ بہر حال رات اور

لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ

دن اس کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہ کبھی تھکتے نہیں، ۶۷ (۳۸) اور اس کی نشانیوں میں سے

اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

یہ بھی ہے کہ تم اس زمین کو سونی پڑی ہوئی دیکھتے ہو، پھر جونہی ہم اس پر پانی

الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْىِ

برساتے ہیں تو یہ ابھر اٹھتی ہے، اور پھول پڑتی ہے، بلاشبہ جو اس مری ہوئی زمین کو جلا اٹھاتا ہے وہ قطعی طور پر

الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

مردوں کو بھی زندگی بخشنے والا ہے بلاشبہ اس کو ہر چیز پر پوری پوری قدرت ہے، ۶۸ (۳۹) بلاشبہ جو لوگ

يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ

ہماری آیتوں میں کجروی اختیار کرتے ہیں، وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں ہیں، ۶۹ ۷۰ تو کیا جس کو

السجدۃ ۱۱

۶۷ خداوند قدوس کسی کی عبادت و بندگی کا محتاج نہیں: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر یہ لوگ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر اپنے رب کی عبادت و بندگی سے منہ موڑے ہی رہے تو موڑے رہیں کہ اس معبودِ برحق کو انکی عبادت و بندگی کی نہ کوئی ضرورت ہے نہ پروا"۔ وہ ایسے تمام شوائب سے غنی و بے نیاز ہے، اور وہ نوری فرشتے جو تمہارے رب کے پاس ہیں وہ دن رات اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور وہ کبھی تھکتے نہیں۔ سو اس مالکِ کل اور قادرِ مطلق کو کسی کی عبادت و بندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ غنیِ مطلق ہر کسی سے اور ہر اعتبار سے غنی و بے نیاز ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بلکہ اس کی اس عبادت و بندگی میں خود تمہارا اپنا ہی بھلا ہے اے لوگو! اور وہ مہربانِ مطلق۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ خود تمہاری ہی بھلائی اور بہتری چاہتا ہے۔ جل مجدہ وعز برھانہ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر یہ لوگ اپنے کبر و غرور اور استکبار و گھمنڈ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی سے منہ موڑتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ ہمارے کان تمہاری باتوں سے بند اور بہرے ہیں اور یہ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان حجاب حائل ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو تم ان لوگوں کو انکے حال پر چھوڑ دو۔ خداوندِ قدوس کو نہ ان لوگوں کی کوئی پروا ہے اور نہ وہ کسی کی عبادت و بندگی کا محتاج ہے۔ اسکے پاس جو نوری فرشتے ہیں وہ دن رات اسکی تسبیح و تقدیس میں اس طرح مشغول رہتے ہیں کہ کسی تھکاوٹ یا سستی کا نام نہیں لیتے؟ سو وہ سب سے بے نیاز ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اسکی عبادت و بندگی میں بندے کا اپنا ہی بھلا اور فائدہ ہے۔ اور اس سے محرومی کا نقصان بھی خود اسی کو ہو گا۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

۶۸ درسگاہ ارضی سے متعلق بعض اہم دروس و عبر کا ذکر و بیان: سو اس ارشاد سے زمین میں موجود قدرت کی بعض اہم نشانیوں کی تذکیر و یاددہانی فرمائی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسکی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم

اس زمین کو سونی پڑی ہوئی دیکھتے ہو۔ یعنی یہ بالکل خشک پڑی ہوتی ہے۔ نہ اس میں کوئی سبزہ ہوتا ہے نہ انگوری۔ پھر بارش کے بعد اس میں طرح طرح کی انگوریاں نکل آتی ہیں اور قسما قسم کے سبزے لہرانے لگتے ہیں۔ سو اسی طرح وحی کی مقدس بارش کے ذریعے وہ تمہاری روحانی زندگی اور معنوی کھیتی کی ہریالی کا سامان بھی فرماتا ہے اور اسی طرح وہ تم لوگوں کو مرنے کے بعد پھر زندہ کر کے اٹھائے گا تاکہ تم زندگی بھر کے اپنے کئے کرائے کا صلہ و بدلہ پا سکو۔ اور بھر پور طریقے سے پا سکو۔ اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے بھی بھر پور طریقے سے پورے ہو سکیں۔ اور اس دنیا اور کائنات کے مقصد وجود کی تکمیل بھی ہو سکے۔ سو بارش کے اترنے اور زمین سے طرح طرح کی اور بے شمار اشیاء کے اگنے پھوٹنے میں تمہارے لئے اس طرح کے کئی عظیم الشان درس ہائے عبرت و بصیرت ہیں اگر تم لوگ صحیح طور پر عقل و فکر سے کام لو۔ سو کائنات کی اس عظیم الشان اور کھلی و واضح کتاب میں صحیح طور پر غور و فکر سے کام لینے سے تم لوگوں کو اسکے خالق و مالک کی عظمت بے پایاں، اسکی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ، رحمتِ شاملہ، وحدانیتِ مطلقہ اور عنایتِ بے غایت کے عظیم الشان دلائل ملیں گے۔ اور ایسے کہ تم دل سے کہو گے۔ سبحان اللہ و بحمدہ و سبحان اللہ العظیم۔ اور ایسے اور اس قدر کہ تم بے ساختہ پکار اٹھو گے۔ ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ بہر کیف اس ارشاد سے قدرت کی بعض اہم نشانیوں کے بارے میں تذکیر و یاددہانی فرمائی گئی تاکہ اس طرح لوگ راہِ حق و ہدایت کو اپنا کر نورِ حق اور معرفتِ خداوندی سے سرفراز و سرشار ہو سکیں۔ و باللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یحبُّ و یرید بکل حالٍ من الاحوال

۶۹ ملحدین اور انکے الحاد کے بارے میں سخت تنبیہ کا ذکر و بیان: سو اس ارشاد میں اللہ کی آیتوں میں کج روی اختیار کرنے والے اشرار کیلئے سخت تنبیہ ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی برتتے ہیں اور وہ اپنی مرضی و خواہشات کے مطابق ان کے غلط معانی و مطالب نکالتے ہیں۔ کیونکہ الحاد کے معنیٰ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ''وَضْعُ الْكَلَامِ عَلٰى غَيْرِ مَحَلِّهٖ'' ۔ کے ہیں۔ (ابن کثیر وغیرہ) سو اہلِ زیغ و ضلال جو اپنی مختلف اہواء و اغراض کے مطابق اس کتابِ عزیز کی آیاتِ کریمات کے غلط مطلب نکالتے ہیں وہ بڑے ہی سنگین جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے کئے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگت کر رہیں گے کہ وہ ہم سے کوئی مخفی اور چھپے ہوئے نہیں۔ بہر کیف اہلِ زیغ کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا کہ وہ اللہ کی آیتوں میں کجی اور ٹیڑھے پن کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اور اس کے لئے وہ طرح طرح کے حیلوں حوالوں سے کام لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر دورِ حاضر کے اہلِ بدعت میں سے کچھ لوگ اس حد تک بہک اور بھٹک گئے ہیں کہ وہ آیتِ کریمہ۔ ﴿انما انا بشر الخ﴾ ۔ میں واقع ﴿انما﴾ کے کلمہ حصر کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں حرفِ ''اِنَّ'' تاکید کیلئے ہے۔ اور ''مَا'' نافیہ۔ سو آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ''بے شک میں بشر نہیں ہوں''۔ استغفر اللہ العظیم۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایسی تحریف ہے کہ اس کو زبان پر لانا بھی ایک بارِ گراں ہے، جبکہ دوسری تاویل بلکہ تحریف یہ لوگ اس آیتِ کریمہ کی اس طرح کرتے ہیں کہ ''میں ظاہری طور پر بشر ہوں''۔ اور ۔ ﴿وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ ۔ کے معنیٰ و مطلب کے بارے میں ان لوگوں کا کہنا ہے کہ یعنی ''میں ذاتی طور پر غیب نہیں جانتا'' وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ ان معانی و مطالب کی نہ تو ان الفاظ و کلمات میں کوئی گنجائش ہے، نہ عربی لغت و بیان کے اعتبار سے یہ درست ہو سکتے ہیں، اور نہ ہی صحابہ و تابعین اور دیگر اسلافِ کرام میں سے کسی نے ایسے معنیٰ کئے ہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ ان اھلِ ھویٰ اور اَصحابِ بدعت کی اپنی اختراع اور ایجاد بندہ ہے جس کا ارتکاب یہ لوگ اپنے خود ساختہ اور شرکیہ عقائد کی حمایت کے لئے کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو قرآنِ حکیم کا وہی مفہوم و مطلب معتبر ہو سکتا ہے جو کہ عربی زبان و بیان اور لغت و محاورہ کے مطابق ہو۔ اور جو خود حضرتِ رسالت مآب۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور آپؐ کے صحابہ کرام، تابعینِ عظام، وغیرہم اسلافِ امت سے ثابت و منقول ہو۔ اور جو معنیٰ و مطلب ان کے بیان فرمودہ معنیٰ و مطلب کے خلاف ہوگا وہ معتبر نہیں ہوگا۔ مگر اہلِ باطل اور اصحابِ زیغ و ضلال ہیں کہ اپنی مختلف اَغراض و مقاصد اور خواہشات و اہواء کے پیشِ نظر آیاتِ الٰہیہ میں اس طرح کے اِلحاد و انحراف سے کام لیتے ہیں۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کسی اور طرف راہنمائی کرتی ہوں لیکن انسان اپنی ضد، ہٹ دھرمی، نفس پرستی، اور کج بحثی سے کام لیکر کوئی اور راہ اپنائے اور دوسروں کو بھی اسی طرف موڑنے کی کوشش کرے تو یہ الحاد اور انحراف ہے۔ جس کا انجام بہت برا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ انحراف اور زیغ و ضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِىْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

پھینک دیا جائے گا (دوزخ کی دہکتی بھڑکتی) اس ہولناک آگ میں، وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے روز آئے گا امن (وامان) کے ساتھ؟ واے

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٤٠﴾ اِنَّ

(اب تمہاری مرضی) جو چاہو عمل کرو (پر یہ یاد رہے کہ) وہ یقیناً دیکھ رہا ہے تمہارے ان تمام عملوں کو جو تم لوگ کر رہے ہو، واے ﴿۴۰﴾ بلا شبہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ

جن لوگوں نے کفر کیا (ہمارے نازل کردہ) اس ذکر کے ساتھ، جب کہ وہ ان کے پاس پہنچ گیا (یقیناً وہ اپنے کئے کرائے کا بھگتان بھگت

۴۰ منحرفین اشرار اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہیں:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے لوگ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں"۔ پس وہ اپنے کئے کرائے کے نتیجہ وانجام اور اس کے بھگتان سے کسی طرح بچ نہیں سکیں گے- والعیاذ باللہ العظیم- بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے لوگ جو ہماری آیتوں سے الحاد اور انحراف سے کام لیتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں"۔ اور انکی یہ حرکتیں جن سے ایسے لوگ کام لیتے ہیں ہم سے کچھ ڈھکی چھپی اور مخفی ومستور نہیں۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب ہمارے سامنے ہے اور اسکا ریکارڈ باضابطہ طور پر تیار کیا جا رہا ہے۔ اور وقت آنے پر ہم ان کو اس سب کا مزہ بہرحال چکھا کر رہیں گے۔ اس بات کو یہاں پر تقاضائے بلاغت کی بنا پر مبہم چھوڑ دیا گیا کہ اس ابہام میں جو غضبنا کی پائی جاتی ہے وہ محتاج وضاحت نہیں۔ سو ایسے لوگوں کا انجام بڑا ہی ہولناک ہے، والعیاذ باللہ- اللہ تعالیٰ ہر قسم کے انحراف اور ہر شائبہ زیغ وضلال سے ہمیشہ محفوظ رکھے- آمین ثم آمین یا رب العالمین

۴۱ انسان کے لیے آزادیٔ ارادہ واختیار کا ذکر وبیان:- سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کے سامنے دو نمونے ہیں۔ اور اس کو ان میں سے ایک کے اختیار کی آزادی حاصل ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور بطور سوال واستفہام فرمایا گیا کہ "کیا جس شخص کو دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ میں پھینک دیا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز امن وامان کے ساتھ آئے گا؟" اور ظاہر ہے کہ بہتر وہی لوگ ہوں گے جن کو قیامت کے روز امن کے ساتھ آنا نصیب ہوگا۔ اور یہ شرف واکرام اگرچہ ملے گا اللہ پاک کے فضل وکرم سے ہی مگر اس کا سبب وذریعہ انسان کا اپنا ایمان اور عمل صالح ہی ہوگا۔ پس تم اس کے لئے سچے دل سے اور بھرپور طریقے سے کوشش کرو تا کہ تم اس سے مشرف ہوسکو- فَارْزُقْنَا التَّوْفِيْقَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى يا ارحم الراحمين- بہرکیف یہ اسی ابہام کی وضاحت ہے جس کا ذکر اوپر فرمایا گیا ہے۔ سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ انجام کار کے اعتبار سے انسان کے سامنے دو ہی نمونے ہیں۔ ایک دائمی امن وسلامتی والا اور دوسرا دوزخ کی دائمی اور ہولناک آگ والا۔ اب یہ انسان کے ارادہ واختیار پر ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کونسا انجام اور اسکا راستہ اختیار کرتا ہے۔ سو اصل معاملہ انسان کی اپنی آزادی اختیار پر ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس بنیادی حقیقت کو سامنے رکھ کر جو مرضی عمل کرو- اللہ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر قائم رکھے- اور ہر قسم کی مزلات اور لغزشوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے- آمین ثم آمین

۴۲ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک اللہ دیکھ رہا ہے تمہارے سب کاموں کو"۔ پس تمہارا کوئی عمل اس سے مخفی نہیں ہوسکتا اور وہ تمہیں تمہارے کئے کرائے کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اب تم میں سے ہر کوئی اپنے بارے میں خود غور کرے کہ اس کا یہ معاملہ اسکے سمیع وبصیر اور علیم وخبیر خالق ومالک کے ساتھ کیسا ہے۔ سو یہ اسی آزادیٔ ارادہ واختیار کا بیان ہے جس کا ذکر اوپر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی وبدی کے انجام کو واضح کرنے کے بعد تم لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ پس تم لوگ جو چاہو اور جیسا چاہو عمل کرو۔ البتہ اس حقیقت کو بہرحال اپنے پیش نظر رکھنا کہ جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اللہ اسکو پوری طرح دیکھ رہا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ- اور اس کے یہاں حاضر ہو کر تمہیں اپنے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا صلہ وبدلہ بہرحال پانا ہے- اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہ حق وصواب پر مستقیم اور گامزن رہنے کی توفیق بخشے اور ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی والے اعمال اپنانے کی سعادت نصیب فرمائے- اور ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

عَزِيْزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا

کر رہیں گے،) اور بلاشبہ یہ ایک ایسی عظیم الشان عزت (اور غلبے) والی کتاب ہے، جس پر باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے، نہ

مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿٤٢﴾ مَا

پیچھے سے، یہ سراسر اتارا ہوا کلام ہے اس (ذاتِ اقدس واعلیٰ) کی طرف سے جو نہایت ہی حکمت والی اور ہر خوبی کی سزاوار ہے، وا

يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ

آپ کو (اے پیغمبر!) نہیں کہا جا رہا مگر وہی کچھ جو کہ آپ سے پہلے دوسرے رسولوں کو کہا گیا ہے، بلاشبہ

رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ

آپ کا رب بڑا ہی درگزر کرنے والا بھی ہے، اور وہ بڑا ہی دردناک عذاب دینے والا بھی ہے، اور اگر ہم اس کو کوئی

قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ

عجمی قرآن بنا دیتے تو اس وقت یہ لوگ یوں کہتے کیوں نہ کھول کر بیان کر دی گئیں اس کی آیتیں، بھلا یہ کوئی بات ہوئی کہ کتاب تو عجمی ہو،

۷۳ منکرینِ قرآن کا انجام نہایت ہی ہولناک - والعیاذ باللہ: - سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کے ذکر یعنی قرآن کے منکروں کا انجام نہایت ہی ہولناک ہے جو ان کو بہرحال بھگتنا ہوگا - والعیاذ باللہ - کیونکہ یہاں اِنَّ کی خبر محذوف ہے - اور اسے تہویل کے لئے حذف کیا گیا ہے - یعنی اس ذکرِ حکیم کے ساتھ کفر و انکار کے سنگین جرم کا نتیجہ و انجام اس قدر ہولناک اور بھیانک ہے کہ وہ احاطہ ذکر و بیان سے باہر ہے - والعیاذ باللہ - اور ذکر سے یہاں پر مراد قرآنِ حکیم ہے جو کہ ذکر کا اصل اور سب سے بڑا مظہر و مصداق ہے - سو اسکا انکار بالخصوص کر اس صورت میں جبکہ وہ انکے پاس پہنچ چکا ہے بڑا ہی سنگین اور ہولناک جرم ہے - ﴿لَمَّا جَآءَهُمْ﴾ - کے جملے سے اس جرم کی ہولناکی کو واضح فرمایا گیا ہے - کیونکہ جس نے کسی چیز کو دیکھا پرکھا نہ ہو اسکو پھر بھی کسی حد تک معذور قرار دیا جا سکتا ہے - لیکن جن لوگوں کے پاس قرآن آ گیا اور انہوں نے اس کے اعجاز کو دیکھ لیا اور اس کے دلائل کو پرکھ لیا اور اس کے دلائل کی قوت کو انہوں نے اچھی طرح آزما لیا اس کے بعد بھی اگر وہ اس کا انکار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ سورج کی تابانی کا عین اس وقت انکار کرتے ہیں جبکہ وہ ان کے سروں پر پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہوتا ہے - سو ایسے مجرموں کے جرم کی سنگینی محتاجِ بیان نہیں کہ یہ جرموں کا جرم ہے اسلئے ایسے لوگ بہرحال اپنے اس ہولناک جرم کی قرارِ واقعی سزا پا کر رہیں گے - والعیاذ باللہ جلَّ وعلا - اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین - یا ربَّ العالمین و یا ارحم الراحمین

۷۴ قرآنِ حکیم پر باطل کسی بھی طرف سے حملہ آور نہیں ہوسکتا: - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اس کتاب عزیز پر باطل نہ

اسکے آگے سے آ سکتا ہے نہ اسکے پیچھے سے"۔ یعنی باطل اس پر کسی بھی طرف سے نہیں آ سکتا۔ یعنی یہ تعمیمِ جہات سے کنایہ ہے۔ جیسا کہ صبح وشام بول کر پورے دن سے کنایہ مراد لیا جاتا ہے۔ نیز اس میں یہ بھی داخل ہے کہ باطل نہ تو اس کی گزشتہ خبروں کے بارے میں راہ پاسکتا ہے اور نہ آئندہ کے بارے میں۔ نیز اس کے کسی ارشاد و بیان کی تکذیب نہ اس سے پہلے آنے والی آسمانی کتابوں یعنی توراۃ وانجیل وغیرہ میں سے کوئی کتاب کر سکتی ہے اور نہ اس کے بعد کسی ایسی کتاب کا آنا ممکن ہے جو اس کی کسی بات کی تکذیب وتردید کر سکے۔ نیز نہ اس میں کسی طرح کی کوئی کمی کی جا سکتی ہے اور نہ کسی قسم کا کوئی اضافہ۔ یہ باطل کے اس طرح کے ہر حملے اور اس کی دسترس سے پاک اور محفوظ ہے۔ سو یہ کتابِ حکیم آج تک ایسے ہی ہے اور قیامت تک ایسے ہی رہے گی۔ کیونکہ یہ رب العالمین کی تنزیل ہے۔ اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اس نے خود اپنے ذمے لی ہے۔ (ابنِ کثیر، مراغی، اور خازن وغیرہ)۔ بہرکیف عزیز کی اس صفت کے یہاں پر ذکر فرمانے سے اس کتابِ حکیم کے دو اہم پہلوؤں کو اجاگر فرمادیا گیا ہے۔ ایک تہدید و وعید کا پہلو ہے اور دوسرا اسکی عظمتِ شان اور حفاظت کا پہلو ہے۔ کیونکہ عزیز کے ایک معنیٰ غالب ومقتدر کے آتے ہیں۔ سو اس اعتبار سے اس میں تہدید و وعید ہے منکرین کیلئے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ اسکا انکار کوئی معمولی چیز ہے بلکہ ان کو آگاہ رہنا چاہیئے کہ یہ کتاب خود بھی عزیز ہے اور اسکے بھیجنے والی ذات بھی عزیز ہے۔ یعنی وہ ایسی غالب ومقتدر ذات ہے کہ اس کے کلام حق ترجمان کا انکار کر کے یہ لوگ اسکی گرفت و پکڑ سے کبھی نہیں بچ سکیں گے۔ اور دوسرے معنیٰ "عزیز" کے "منیع" کے بھی آتے ہیں۔ یعنی ایسی بلند و بالا چیز جو دوسروں کی رسائی اور دسترس سے بالاتر ہوتی ہے۔ سو یہ ایسی عظیم الشان اور اس قدر بلند و بالا کلام ہے کہ شیاطین جن وانس جتنا بھی زور لگائیں وہ اس میں کسی بھی طرح کی کوئی گڑبڑ نہیں کر سکتے۔ یہ انکی پہنچ سے بہت بلند و بالا ہے۔ پس جو لوگ اس کتابِ عزیز کے دامن سے وابستہ ہو جائیں گے وہ بھی اس سے وابستگی کے نتیجے میں عزت وعظمت کے خاص درجہ ومرتبہ سے سرشار ہو جائیں گے۔ اللہ ہمیں ان ہی میں سے کر دے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکروفریب سے ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۷۵ قرآنِ حکیم سرچشمۂ رشد وحکمت، والحمد للہ:- چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ اتارا ہوا کلام ہے ایک نہایت ہی حکیم اور حمید ذات کی طرف سے"۔ پس اس کا یہ کلام بھی حکمت سے لبریز اور تعریفوں کے لائق ہے۔ اور جو صدقِ دل سے اس کتابِ عزیز سے وابستہ ہو گا وہ بھی اپنے دامن کو حکمت کے موتیوں اور سچی تعریفوں کی دولت سے بھر دے گا۔ اور جو اس سے منہ موڑے گا اور اعراض سے کام لے گا وہ اپنی ہی حرمان نصیبی کا سامان کرے گا۔ والعیاذ باللہ۔ سو ایک طرف تو یہ خالص اتاری گئی کتاب ہے۔ اس میں مخلوق میں سے کسی کا بھی کوئی عمل نہیں۔ اسی لیے یہاں پر "نازل" یا "منزل" جیسے کسی صیغہ صفت کی بجائے "تنزیل" کے صیغہ مصدر کو اختیار فرمایا گیا ہے۔ دوسرے اسکے اتارنے میں بھی خاص اہتمام فرمایا گیا ہے کہ "اِنزال" کی بجائے "تنزیل" صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے جس میں اہتمام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ پھر اسکو اتارا بھی نہایت حکیم، وحمید ذات نے ہے۔ پس جو صدقِ دل سے اس کلامِ حکیم کے ساتھ وابستہ ہو جائیں گے وہ حقیقی حکمت کی دولت اور سچی تعریف کی نعمت سے سرفراز و مالا مال ہو جائیں گے۔ اور جو اس سے اِعراض وروگردانی برتیں گے وہ حقیقی عزت اور حکمت اور سچی تعریف کی نعمت و دولت سے بہرحال محروم رہیں گے خواہ وہ اپنے بارے میں کتنے ہی خوشنما دعوے کیوں نہ کرتے ہوں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۷۶ پیغمبر کیلئے تسکین وتسلیہ کا سامان:-سو پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ آپ کو اے پیغمبر! اپنی قوم کی طرف سے جس طعن و تشنیع اور ایذا رسانی کا سامنا ہے یہ کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں بلکہ آپؐ سے پہلے کے انبیائے کرام سے بھی ایسے ہی ہوتے رہا ہے اور ان کو بھی اپنی کافر قوموں کی طرف سے اسی طرح کی باتیں سننا پڑی ہیں۔اور ان کو بھی ویسی ہی ایذا رسانیوں سے سابقہ و واسطہ پڑا جیسا کہ آج آپ کو پڑ رہا ہے۔لہٰذا آپ بھی ویسے ہی صبر واستقامت ہی سے کام لیں جیسا کہ انہوں نے صبر سے کام لیا-﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾الایۃ (الاحقاف: ۳۵)۔اور دوسرا مطلب اس آیتِ کریمہ کا یہ بیان کیا گیا ہے اور کلماتِ کریمہ کے عموم میں اس کی بھی گنجائش بہرحال موجود ہے کہ جو کچھ آج آپؐ سے فرمایا جا رہا ہے یعنی اپنے رب کی جانب سے۔سو یہ وہی کلام و پیام ہے جو سابقہ انبیاء ورسل سے کہا جا چکا ہے۔اور آپ کو بھی وہی احکام دیئے جا رہے ہیں جو آپ سے پہلے انبیائے کرام کو دیئے گئے ہیں کہ اصول کے اعتبار سے تمام شریعتیں آپس میں متحد و متفق تھیں اور ہیں۔جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا-﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾الایۃ (النساء:۱۶۳)۔اور متعدد صحیح احادیث میں بھی اس مضمون کو بیان فرمایا گیا ہے۔جبکہ پہلے مفہوم کی تائید اس آیتِ کریمہ سے بھی ہوتی ہے-﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾-(الذاریات:۵۳)۔بہرکیف اس میں حضرتِ امام الانبیاء محمدؐ کیلئے اور آپؐ کے توسط سے آپؐ کی امت کے ہر داعی کیلئے تسکین وتسلیہ کا سامان ہے کہ اہلِ حق کے مقابلے میں اہلِ باطل کا رویہ ہمیشہ ایسے ہی رہا۔پس اس سے کبھی نہ ہمت ہارنی چاہیے اور نہ حوصلہ چھوڑنا چاہیے۔بلکہ ہمیشہ صبر واستقامت ہی سے کام لینا چاہیے کہ صحت وسلامتی اور نجات وسرفرازی کی راہ بہرحال یہی اور صرف یہی ہے-وباللہ التوفیق لما یحبُ و یرید، وعلیٰ ما یحبُ و یرید،

۷۷ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عقاب کی دونوں شانوں کا حوالہ وذکر:-سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک تمہارا رب بڑا ہی بخشنے والا بھی ہے اور دردناک عذاب دینے والا بھی"۔پس اس کی مغفرت و بخشش کی امید بھی رکھنی چاہیے اور اس کے عذاب وعقاب سے ہمیشہ ڈرتے بھی رہنا چاہیئے کہ ایمان خوف ورجاء دونوں کے درمیان ہی ہوتا ہے۔اور اس کے عذاب سے بےفکر اور لاپرواہ ہو جانا بہت سخت خطرے کی بات ہے کہ اس کا عذاب بے خوفی کی چیز نہیں بلکہ نہایت ڈرنے کی چیز ہے-﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾-(بنی اسرائیل:۵۷)-والعیاذ باللہ جَلَّ وَ عَلا-سو مجرم اسکی گرفت وپکڑ سے کبھی بچ نہیں سکتے۔اسکے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔وہ بڑا ہی بخشنہار بھی ہے اور سخت دردناک عذاب دینے والا بھی۔سو یہ ارشاد ایسے ہی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا-﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ، وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ﴾-(الحجر:۴۹-۵۰) یعنی "میرے بندوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر دو کہ بلاشبہ میں بڑا ہی بخشنہار، انتہائی مہربان ہوں اور یقیناً میرا عذاب بھی بڑا ہی دردناک عذاب ہے"۔سو یہاں پر اس ارشاد سے آگہی بخش دی گئی کہ باغیوں اور منکروں کو جو ڈھیل اور چھوٹ ملی ہوئی ہے وہ اس لیے نہیں کہ میرے یہاں کوئی پکڑ نہیں بلکہ ایسوں کو جو ڈھیل اور چھوٹ ملی ہوئی ہے وہ اس لیے کہ تاکہ جس نے توبہ اور اصلاح کرنا ہو وہ کر لے ورنہ میرا عذاب بڑا ہی سخت اور دردناک عذاب ہے-والعیاذ باللہ العظیم-اللہ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور اپنے غضب وعقاب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔آمین ثم آمین یارب العالمین،

وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ

اور رسول عربی؟ (ان سے) کہو کہ یہ قرآن ان لوگوں کے لئے تو سراسر ہدایت، اور عین شفاء ہے جو ایمان رکھتے ہیں،

۴۸ **منکرین کی کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ اور مظہر**:۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اگر ہم اس کو کوئی عجمی قرآن بنا دیتے تو اس وقت یہ لوگ یوں کہتے کہ کیوں نہ کھول کر بیان کر دیا گیا اسکی آیتوں کو ۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ کتاب تو ہو عجمی اور رسول عربی؟''یعنی اب تو یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ رسول بھی عربی اور قرآن بھی عربی۔ کیا پتہ یہ رسول خود ہی لکھ کر لا رہے ہوں۔ ہم جب مانتے کہ یہ خود عربی ہوتے اور قرآن کو کسی اور زبان میں پیش کرتے۔ حالانکہ دستور ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ ہر نبی نے اپنی زبان میں ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا ہے ارشادِ خداوندی ہے۔﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ﴾ الآیۃ (ابراہیم:۴) اور پھر اس قرآنِ مجید کا اعجاز جس کے یہ لوگ اپنی قابلِ فخر زبان دانی کے باوجود خود قائل و معترف ہیں وہ اس کی حقانیت کی ایک زبردست دلیل ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کا یہ کہنا محض کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اگر بالفرض ہم اس قرآن کو کسی عجمی زبان میں ہی اتار دیتے تو انہوں نے پھر بھی نہیں ماننا تھا بلکہ اس وقت یہ لوگ یوں کہتے کہ یہ کیا تک ہے کہ نبی تو ہو عربی اور قرآن عجمی۔ غرض جب نہ ماننا ہو تو اس کے لئے حیلوں بہانوں اور کٹ حجتیوں کی کمی نہیں۔ سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں کے ایسے اعتراضات محض کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی کی بنا پر تھے جس کا کوئی علاج نہیں۔ کیونکہ ہٹ دھرمی اور ''میں نہ مانوں'' کا کوئی علاج نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ عناد اور ہٹ دھرمی سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین

۴۹ **قرآنِ حکیم سراسر ہدایت اور عینِ شفاء**:۔سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ قرآنِ حکیم ایمان والوں کیلئے سراسر ہدایت اور نری شفا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہوں یا ایمان لانا چاہتے ہوں۔ سو اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کے علوم و معارف اور اس کے انوار و برکات سے مستفید و فیضیاب ہونے کے لئے شرطِ اولین اس پر ایمانِ صادق اور ارادۂ ایمان ہے۔ اس کے بغیر انسان اس سے کماحقہ مستفید نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسا محروم شخص اس کلامِ حق پر اعتراض کرنے اور اسکے بارے میں نکتہ چینی ہی کی کوشش میں رہے گا۔ جس سے وہ نورِ حق و ہدایت سے اور محروم اور دور ہوتا چلا جائے گا۔ والعیاذ باللہ۔ بہرکیف اس ارشاد سے یہ امر واضح فرمایا گیا ہے کہ یہ کتاب ہے تو سراسر ہدایت اور نری شفاء مگر ان لوگوں کے لیے جو اسکی قدر کریں اور اس پر صدقِ دل سے ایمان رکھتے ہوں یا ایمان لانا چاہتے ہوں۔ اور جو ایمان لانا چاہتے ہی نہ ہوں وہ اسکی مخالفت کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈ ہی لیں گے لیکن جن کے اندر ہدایت کے لیے طلبِ صادق موجود ہے اور جنکو اپنی عقلی اور روحانی بیماریوں کا احساس ہے وہ اس کے اندر ہدایت کا نور بھی پائیں گے اور اپنے دکھوں اور دردوں کا مداوا بھی۔ اور ایسا مداوا کہ اسکی دوسری کوئی نظیر و مثال ممکن ہی نہیں کہ حق اور ہدایت کا منبع و مصدر اب بہرحال یہی کتاب حکیم ہے۔ وبالله التوفيق لما يُحبّ ويريد، وعلى ما يُحبّ ويريد ۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کی مزلات اور لغزشوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ

اور جو لوگ ایمان (کی دولت) نہیں رکھتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے (ان کی آنکھوں) پر ایک اندھاپا (اور ہولناک سیاہ

عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ ع

پٹی، ف۸۰) اور ان لوگوں کا حال (ان کے عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے) یہ ہے کہ گویا کہ ان کو پکارا جارہا ہے کسی دور دراز مقام سے ف۸۱ ﴿۴۴﴾

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی سو اس میں بھی اختلاف کیا گیا ف۸۲ اور اگر آپ کے رب کی

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ

جانب سے ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو یقیناً ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کبھی کا کر دیا گیا ہوتا، ف۸۳ اور یہ لوگ یقینی طور پر اس

۸۰ بے ایمانوں کے لیے محرومی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ بے ایمانوں کیلئے یہ کتاب حکیم انکے کانوں کیلئے ڈاٹ اور انکی آنکھوں کیلئے سیاہ پٹی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور یہ سب کچھ ان لوگوں کا خود اپنا بنایا اور کیا کرایا ہے کہ انہوں نے اپنے کانوں کے ان ڈاٹوں اور اپنی آنکھوں کے اس اندھاپے اور ان سیاہ پٹیوں کا سامان اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور اپنے بغض و عناد سے خود کیا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور جب کسی کے کان بھی بند ہوں اور آنکھوں پر بھی سیاہ پٹی بندھی ہو تو وہ حق و ہدایت کے نور سے آخر کس طرح اور کیونکر مستفید ہو سکتا ہے؟ سو اس محرومی کے ذمہ دار یہ بدبخت لوگ خود ہیں کہ انہوں نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنی اس محرومی کا سامان خود کیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسے بدبخت لوگوں نے اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر قبول حق کیلئے ودیعت کی گئی اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو خود ضائع کر دیا ہے جسکے نتیجے میں ایسے لوگ انسانیت کے منصبِ شرف سے گر کر حیوانات اور جمادات کی سطح پر آ گئے۔ بلکہ اس سے بھی بدتر ہو گئے۔ جس کے باعث اس کلامِ حکیم کی صدا و آواز انکے خانہ دل تک پہنچ ہی نہیں پاتی۔ بلکہ انکے کانوں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آ جاتی ہے اور یہ خساروں کا خسارہ ہے۔ سو نورِ ایمان و یقین سے محرومی۔ والعیاذ باللہ۔ محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کی شرور و فتن اور مزلات سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۸۱ بدبختوں کی محرومی کی تصویر۔ والعیاذ باللہ: سو ایسے بدبختوں کی محرومی کی تصویر پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "گویا کہ انکو پکارا جارہا ہے کسی دور دراز جگہ سے"۔ سو جس طرح دور سے کی جانے والی ندا و پکار اول تو صحیح طور پر مخاطب کے کان تک پہنچ ہی نہیں پاتی۔ اور اگر پہنچ بھی جائے تو صحیح سمجھ نہیں آ سکتی۔ سو یہی حال ان محروم القسمت اور بدنصیب لوگوں کا ہے جو نورِ ایمان و یقین سے محروم ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ کہ یہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے پاس ہونے کے باوجود آوازِ حق کی تاثیر سے محروم اور دور نفوذ ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو یہ ارشادِ ربانی ایسا ہی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً﴾ الاٰیۃ۔ یعنی "کافروں کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی کسی ایسی چیز کو پکارتا ہو جو دعا و پکار کے سوا

کچھ نہ سنتا ہو"۔ (البقرۃ: ۱۷۱)۔ یہ اس آیت کریمہ کا ایک مفہوم ومطلب ہے جو کہ ظاہر ومتبادر ہے۔ اور جو اس پر مبنی ہے کہ ﴿ینادون﴾ کے فعل مضارع کو حال کے معنیٰ میں لیا جائے اور اسی کو عام مفسرین کرام نے اختیار کیا ہے۔ (ابن کثیر، محاسن التاویل اور معارف وغیرہ)۔ جبکہ بعض اہل علم نے ﴿ینادون﴾ کو مستقبل کے معنیٰ میں لیکر اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز ایسے لوگوں کو وہاں کے داعی کی طرف سے بہت دور سے پکارا جائے گا۔ اور یہ سنتے ہی دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔ مجال نہیں ہوگی کہ ذرہ برابر بھی کوئی انکار یا انحراف کریں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا ﴿یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾ یعنی "جس دن یہ لوگ پکارنے والے کے پیچھے ایسے دوڑے چلے جا رہے ہونگے کہ کسی قسم کی کوئی کجی نام کو نہ ہوگی اور اس روز آوازیں خدائے رحمٰن کے سامنے ایسی پست ہو جائیں گی کہ تم بس ایک سرگوشی کے سوا کچھ سن نہ سکو گے"۔ (طٰہٰ: ۱۰۸)۔ ضحاک سے بھی یہی مروی ہے۔ (ابن کثیر، جامع البیان وغیرہ)۔ مگر بہتر یہ ہے کہ کلمے کو اپنے عموم پر رکھا جائے تاکہ حال اور مستقبل کے ان دونوں ہی مفہوموں کو عام اور شامل رہے۔ سو سمع وطاعت یعنی اللہ اور اسکے رسول کے ارشادات کو سننا اور صدق دل سے ماننا اور اپنانا دارین کی سعادت وسرخروئی کا ذریعہ ہے۔ اور اس سے اعراض وروگردانی محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ اعراض وروگردانی کے ہر شائبہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۸۲ کتابِ موسیٰ کا حوالہ وذکر: سو ارشاد فرمایا گیا اور کلمات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی مگر اس میں بھی اختلاف کیا گیا"۔ کہ کسی نے مانا اور کسی نے نہیں مانا۔ کسی نے تصدیق کی اور کسی نے تکذیب۔ سو آپ کی قوم جو آج آپ کو اور آپ کی پیش فرمودہ اس کتاب حق کو جھٹلا رہی ہے تو یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں۔ بلکہ پہلے بھی ایسے ہی ہوا ہے۔ سو آپ بھی اس طرح صبر واستقامت سے کام لیں جس طرح کہ حضرت موسیٰ اور دوسرے انبیاء نے لیا کہ غلبہ وانجام بہر حال حق ہی کا ہے۔ سو اس میں حضور کیلئے تسکین وتسلیہ کا سامان ہے۔ (ابن کثیر، ابن جریر اور قرطبی وغیرہ)۔ نیز کتابِ موسیٰ میں اختلاف اور تحریف کا ارتکاب کیا گیا اور اس حد تک کیا گیا کہ اس کا اصل نسخہ ہی ناپید ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہوا کہ وہ اپنے بندوں کی ہدایت وراہنمائی کے لیے نئی کتاب نازل فرمائے تاکہ وہ اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آسکیں۔ سو وہی کتاب ہدایت قرآن حکیم ہے جو کہ ہدایت ونور کا واحد منبع ومصدر ہے۔ اور اس کے بغیر اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔

۸۳ منکرین کے لیے ایک سخت تنبیہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کبھی کا چکا دیا گیا ہوتا"۔ یعنی یہ کہ اصل عذاب آخرت ہی میں ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ کہ اصل عذاب تو آخرت میں ہوگا۔ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ﴾۔ اور وہ بڑا ہی سخت اور ہولناک عذاب ہوگا۔ ﴿وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ﴾۔ کیونکہ دنیا فیصلے اور سزا وجزا کی جگہ نہیں بلکہ یہ تو عمل اور ابتلاء وآزمائش کا مقام ہے۔ سو اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کبھی کا چکا دیا گیا ہوتا کہ ان کی شرانگیزی میں اب کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی۔ اور اب یہ لوگ اپنے آخری انجام کے پوری طرح مستحق ہو چکے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ (ابن کثیر، محاسن التاویل، صفوۃ التفاسیر اور معارف وغیرہ)۔ بہر کیف اس ارشاد میں منکرین کے لیے ایک سخت تنبیہ ہے کہ ان کو جو مہلت ملی ہوئی ہے وہ بہر حال ایک مہلت ہے۔ جس نے اپنے وقت پر بہر حال ختم ہو کر رہنا ہے اور اس کے بعد انہوں نے اپنے انجام کو بہر حال پہنچنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا بہر حال ایک وقت مقرر ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو انکے درمیان فیصلہ کبھی کا چکا دیا گیا ہوتا۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور ہر قدم اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں ہی پر اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین

لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ

(قرآن) کی بناء پر ایک سخت اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں، ف۸۴ ﴿۴۵﴾ (بہر حال) جس نے بھی کوئی نیک عمل کیا تو وہ اپنے

وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۴۶﴾

ہی لئے کرے گا اور جس نے کوئی برائی کی تو اس کا وبال بھی خود اسی پر ہوگا، اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ کوئی ظلم کرے اپنے بندوں پر، ف۸۵ ﴿۴۶﴾

۸۴ حق کا انکار باعثِ قلق و اضطراب - والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ اسکی وجہ سے سخت اضطراب اور شک میں پڑے ہیں۔ جس نے ان کا سکون و اطمینان اجاڑ کر دیا ہے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ حق کا انکار منکرینِ حق کے لئے ذہنی اور نفسیاتی طور پر بجائے خود ایک عذاب ہوتا ہے۔ جس میں ایسے لوگ برابر مبتلا رہتے ہیں۔ اور یہ کہ امن و سکون کی دولت ایمان و یقین سے ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ فالحمد للّٰہ الذی شرّفنا بنعمة الایمان والیقین اللّٰھمّ زِدْنَا مِنْه وثبت اقدامنا علی صراطک المستقیم - بہر کیف اس ارشاد سے ایک طرف تو یہ بات واضح فرما دی گئی کہ یہ لوگ اس قرآن کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں جس کو حضرت محمدؐ انکے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ شک اور استبعاد سے بڑھ کر ان کے انکار کیلئے کوئی وجہ اور دلیل موجود نہیں۔ اور دوسرا اس سے یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ اس انکار کے بعد یہ لوگ ذہنی اور نفسیاتی طور پر سخت قلق اور اضطراب میں پڑے ہیں - والعیاذ باللہ - اور اس طرح یہ لوگ اپنے کفر و انکار کی ایک نقد سزا فی الحال بھگت رہے ہیں۔ سو کفر و انکار سراسر خسارہ و وبال ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے - اور ہر قسم کے شرور و فتن اور مزلات سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین

۸۵ اللہ اپنے بندوں پر ذرہ برابر کوئی ظلم نہیں کرتا: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تمہارا رب ایسا نہیں کہ کوئی ظلم کرے اپنے بندوں پر"۔ یعنی ﴿ظلام﴾ مبالغے کا صیغہ یہاں پر کثرتِ متعلقین - یعنی عبید - کے اعتبار سے لایا گیا ہے۔ ورنہ اللہ پاک تو اپنے بندوں پر ذرہ برابر بھی کوئی ظلم نہیں کرتا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے - ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ الایۃ (النساء: ۴۰) پس نہ تو وہ کسی کو جرم کے بغیر کوئی سزا دیتا ہے بلکہ بہت سے گناہوں کو تو وہ یونہی معاف کرتا اور ان سے درگزر فرماتا جاتا ہے - ﴿وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ﴾ - (الشوری: ۳۴) اور نہ ہی وہ جرم سے زیادہ کسی کو سزا دیتا ہے اور نہ ہی ثبوت و شہادت کے بغیر کسی کو سزا دیتا ہے - سبحانہ وتعالیٰ - بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان نیکی اور بدی کا جو بھی کوئی کام کرتا ہے اسکا نفع یا نقصان خود اسی کو پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔ جس کا جو عمل ہوگا اسکے آثار و نتائج وہ اسکے سامنے رکھ دے گا۔ سو اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے لوگوں کو راہِ راست پر لانے کیلئے کوشش کی جا رہی ہے تو اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ لوگوں کی ہلاکت کے بغیر اس قادرِ مطلق اور غنیِ مطلق وحدہ لاشریک کا کوئی کام اٹکا ہوا ہے بلکہ یہ سب کوشش اور دوڑ بھاگ خود لوگوں کے بھلے اور فائدے کیلئے ہے۔ وہ خدائے رحمٰن یہ چاہتا ہے کہ لوگ اسکی پکڑ سے بچ جائیں - سبحانہ وتعالیٰ - اور اس کے عذاب سے بچ کر اسکی رحمت کے مستحق بن جائیں۔ اور اس طرح دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز ہو جائیں اور یہی ہے اصل اور حقیقی کامیابی - وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید - سبحانہ وتعالیٰ -

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ

اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم، ۸۶ اور نہیں نکلتا کوئی پھل

مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا

اپنے شگوفے سے، اور نہ حاملہ ہوتی ہے کوئی مادہ، اور نہ ہی وہ بچہ جنتی ہے مگر

بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا

یہ سب کچھ اس کے علم سے ہوتا ہے، ۸۷ اور جس دن وہ ان کو پکار کر کہے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک (جو تم لوگوں نے از خود ٹھہرا

اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

رکھے تھے)؟ ۸۸ تو یہ (اس کے جواب میں سراپا خجل و ندامت بن کر) کہیں گے کہ ہم تو آپ کی بارگاہ میں عرض کر چکے کہ ہم میں سے

۸۶ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے : -سو ارشاد فرمایا گیا اور اسلوبِ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم"۔ کہ اس کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ سو آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- نے اس کی بہت سی نشانیاں اور علامتیں تو بتا دیں۔ اور یہ بھی کہ وہ محرم کے مہینے میں اور جمعہ کے دن قائم ہوگی۔ لیکن کب اور کتنے زمانے اور کتنے سالوں کے بعد؟ کس محرم اور کون سے جمعہ کے دن وغیرہ؟ تو ان تمام امور کا علم اللہ پاک کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ جیسا کہ آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- نے حدیث جبریل میں صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا۔ "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ"۔ یعنی قیامت کی تعیین کے بارے میں میں بھی تم سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ اور قرآن و سنت کی بے شمار نصوص اس پر متفق ہیں۔ اور یہ مسئلہ قطعی ہے کہ قیامت کا علم اللہ پاک کے سوا کسی کو نہیں۔ مگر اس سب کے باوجود اہلِ بدعت کے ایک تحریف پسند کا کہنا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضور کو قیامت کا علم دیا مگر اس کے چھپانے کی تاکید فرمائی کہ یہ اسرارِ الٰہیہ میں سے ہے"۔ مگر اس کے لئے نہ کوئی دلیل نہ ثبوت۔ نہ اساس نہ بنیاد۔ محض ایک قولِ بے ثبوت اور دعوائے بے دلیل۔ تو کیا یہ نصوصِ قرآن و سنت کے مقابلے میں کھلا ہوا مکابرہ اور معارضہ نہیں؟ - والعیاذ باللّٰہ والیہ المشتکی- جبکہ جمہور علماء و مفسرین کا کہنا ہے کہ قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ اسکے سوا کوئی بھی اسکو نہیں جانتا۔ چنانچہ یہ حضرات اس طرح اسکی تصریح کرتے ہیں- "ای الیہ وحدہ علم وقت الساعة لا یعلمہ احد غیرہ"- یا اس طرح- "لا یعلم وقت الساعة بعینہ الا اللہ"- بطور نمونہ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ (روح المعانی، قرطبی، مراغی، محاسن التاویل، کبیر، صفوۃ التفاسیر، جامع البیان، ابن کثیر اور فتح القدیر وغیرہ)۔ اور قرآن کہتا ہے- ﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾- یعنی "آسمان ہی میں ہے تمہاری روزی اور وہ سب کچھ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے" -(الذاریات:۲۲) نیز ارشاد فرمایا گیا- ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا

یُجَلِّیۡهَا لِوَقۡتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ﴾۔ یعنی "آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب لنگر انداز ہوگی تو ان سے کہو کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔ اس کو اسکے وقت پر اسکے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا"۔ (الاعراف: ۸۷) وغیرہ وغیرہ۔ اب دیکھیے قرآن وسنت کی نصوص کیا کہتی ہیں۔ جمہور علماء ومفسرین کا کہنا کیا ہے اور اہلِ بدعت کے یہ تحریف پسند کیا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر قسم سے ہمیشہ اور ہر طرح سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۸۷ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کے بعض دلائل ومظاہر کا ذکر وبیان:۔ سو اس ارشاد سے اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم اور اسکی شانِ وحدانیت کے بعض اہم مظاہر وآثار کو بیان فرمایا گیا ہے۔ سبحان اللہ! کیا کہنے علمِ الٰہی کی ہمہ گیری اور عظمتِ شان اور جلالتِ مقام کے۔ جَلَّ وَعَلَا شَانُہ۔ مگر اس کے باوجود اہلِ بدعت اس وحدہ لاشریک خداوند قدوس کو دنیاوی بادشاہوں کے ساتھ تشبیہ دے کر اور ان پر قیاس کر کے اس کے لئے طرح طرح کے شرکیہ وسیلے اور واسطے گھڑتے اور تجویز کرتے ہیں۔ اور اس طرح شعوری یا لاشعوری طور پر وہ طرح طرح کے شرک اور شرکیات کے دروازے کھولتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم وتعالی اللہ عمّا یقولون عُلُوًّا کبیرًا۔ سو یہ اس وحدہ لاشریک کے کمالِ علم اور وحدانیتِ مطلقہ کے بعض اہم مظاہر ہیں جو اسکے سوا اور کسی میں پائے جانے ممکن ہی نہیں۔ اس لیے وہ ہر لحاظ سے یکتا وبے مثال اور ہر قسم کے شرک اور ہر شائبۂ شرک سے پاک اور اس سے اعلیٰ وبالا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس کو مخلوق اور دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے اس کے لیے وسیلے اور واسطے گھڑنا گمراہی کا راستہ ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اس کو ویسے مانا جائے جیسا کہ وہ اپنے بارے میں خود بتائے یا ان کے رسول بتائیں جن کے پاس اس کی طرف سے وحی آتی ہے۔ سلامتی کی راہ یہی اور صرف یہی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، وهو الهادی الی سواء السبیل۔

۸۸ یوم قیامت کی تذکیر و یاددہانی اور مشرکوں کی تذلیل وتقبیح: ۔سو اس یومِ عظیم کی تذکیر و یاددہانی کراتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا "اور یاد کرو اس دن کو جس دن کہ وہ مشرکوں سے پکار کر فرمائے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم لوگوں نے از خود گھڑ رکھے تھے؟"۔ اور جن کو تم لوگ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارا کرتے تھے۔ اور انہی پر تمہارا بھروسہ اور اعتماد تھا۔ آج وہ کہاں گئے؟ اور آج تم ان کو کیوں نہیں پکارتے؟ کہ اس مشکل وقت میں وہ تمہارے کام آسکیں۔ مگر کہاں اور کیونکر؟ کشفِ حقائق کے اس جہاں میں اور ہر چیز کی اصل حقیقت سامنے آجانے کے اس موقع پر وہ ان کو کیسے پکار سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آج دنیا کی اس فرصتِ عمل میں شریک لوگ اس حق اور حقیقت سے غافل و بے خبر اور شرک میں مبتلا ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف رسوائی کے اس ہولناک دن میں حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجۡدُهٗ۔ کی طرف سے مشرکوں کی تذلیل وتحقیر کیلئے انکو پکار کر یوں فرمایا جائے گا۔ سبحان اللہ! اللہ پاک کا اپنے بندوں پر کتنا بڑا کرم اور کس قدر عظیم الشان احسان ہے کہ اس نے اس جہانِ غیب میں پیش آنے والے ان عظیم الشان حقائق سے دنیا کو پیشگی اور اس قدر صراحت ووضاحت کے ساتھ آگاہ وخبردار فرما دیا تا کہ جس نے بچنا ہو بچ جائے اور کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ مجھے خبر نہ ہوئی تھی۔ وباللہ التوفیق۔ بہر کیف اس ارشاد سے مشرکوں کی اس نامرادی کو آشکارا فرما دیا گیا جس سے انکو اس جہاں میں سابقہ اور واسطہ پڑے گا کہ انہوں نے جن خود ساختہ سہاروں اور آسروں پر اعتماد کر کے آخرت اور اسکے تقاضوں کو نظر انداز کر رکھا تھا اس روز وہ سب ہوا ہو جائیں گے اور انکو یقین ہو جائے گا کہ اب ان کیلئے خدا کے عذاب سے کوئی مفر ممکن نہیں۔ والعیاذ باللہ جل و علا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا ارحم الراحمین

كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ

کوئی بھی اس کا اقراری نہیں، ف۸۹ ﴿۴۷﴾ اور کھو چکے ہوں گے ان سے وہ سب (معبودانِ باطلہ) جن کو یہ لوگ اس سے پہلے (پوجا) پکارا کرتے تھے، ف۹۰

۸۹ مشرکوں کا قیامت کے روز اپنے شرک سے اعلانِ براءت:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''قیامت کے روز جب ان سے انکی تذلیل وتقریع کے لیے اس طرح کہا جائے گا تو اس کے جواب میں یہ لوگ اپنے شرک کا صاف اور صریح طور پر انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم آپ کی بارگاہ میں عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کا اقراری نہیں۔ حضراتِ مفسرینِ کرام میں سے بعض نے اس کو اپنے مزعومہ شرکاء کا قول قرار دیا ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ مشرکوں سے یہ مطالبہ کرے گا کہ تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کو تم لوگوں نے میرا شریک ٹھہرا رکھا تھا تو اس پر وہ جن یا ملائکہ یا انبیاء یا صالحین جن کی انہوں نے پرستش کی ہوگی وہ سبقت کر کے اپنی صفائی پیش کریں گے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کا گواہ بننے کے لیے تیار نہیں ہے کہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ سو اس طرح یہ وہی مضمون ہے جو سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۱۷-۱۸ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور اس طرح یہ لوگ اس روز شرک کے اس جرم اکبر کا صاف وصریح طور پر انکار کر دیں گے جس میں یہ عمر بھر مبتلا رہے تھے اور اللہ پاک کی قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم مشرک تھے ہی نہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿وَاللّٰهِ مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ - (الانعام: ۲۳) مگر بے وقت کے اس انکار کا ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کاش کہ یہ حقیقت ان کو دنیا کے اس دار العمل میں سوجھ جاتی تو اس یومِ حساب میں انکی یوں رسوائی نہ ہوتی اور ان کو یہ روزِ بد نہ دیکھنا پڑتا- والعیاذ باللہ- اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر شکل سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے-

۹۰ مشرکوں کے انجام اور انکی یقینی محرومی کا ذکر وبیان:- سو ارشاد فرمایا گیا ''اور کھو جائیں گے ان سے- انکے وہ سب حاجت روا ومشکل کشا- جن کو یہ لوگ پکارا کرتے تھے''۔ اور وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آسکیں گے۔ اور ان کے مشرکانہ فلسفوں اور خود ساختہ مفروضوں اور ڈھکوسلوں کا وہ سارا جال مٹ چکا ہوگا جو انہوں نے دنیا میں اپنے کاروبارِ شرک کو چلانے کے لئے پھیلا اور بچھا رکھا تھا۔ اور ان کا وہ سارا طلسم هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو چکا ہوگا جس کے ذریعے یہ جاہل لوگوں کو طرح طرح سے اپنے دامِ تزویر میں پھانسا کرتے تھے کہ صاحب یہ بڑی پہنچی ہوئی ''سرکاریں'' ہیں۔ ہماری حاجت روائی اور مشکل کشائی سب انہی کے ذریعے ہوتی ہے۔ ''ہماری انکے آگے اور انکی خدا کے آگے''۔ ''وہ ہماری سنتا نہیں اور انکی رد نہیں کرتا''۔ بہر کیف اس ارشاد سے مشرکوں کے انجامِ بد اور انکی یقینی اور قطعی محرومی کو بیان فرمایا گیا ہے۔ سو اس روز عابد اپنے معبودوں سے، اور معبود اپنے عابدوں سے، اظہارِ براءت کریں گے۔ مشرکوں کے سب سہارے ختم ہو چکے ہونگے اور ان کی حسرت ومایوسی کی کوئی حد باقی نہیں رہے گی- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہر قسم کی مایوسی سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ز

اور ان کو یقین ہو چکا ہوگا کہ اب ان کیلئے کسی بھی طرح کا کوئی چھٹکارا نہیں، ﴿۴۸﴾ انسان بھلائی مانگتے نہیں تھکتا، ف۹۱

وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ

اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو یہ بالکل مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے، ف۹۲ ﴿۴۹﴾ اور اگر ہم اسے اپنی طرف سے کسی

رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا

رحمت (ومہربانی) کا کوئی مزہ چکھا دیں، اس تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچ چکی ہوتی ہے، تو یہ (بھر کر) کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میرے ہی

۹۱ انسان کی تنگ ظرفی کا ایک نمونہ و مظہر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ انسان بھلائی مانگتے نہیں تھکتا۔ جیسے مال و دولت، حکومت و اقتدار اور روپیہ پیسہ وغیرہ وغیرہ کہ ان چیزوں کے مانگنے اور چاہنے سے یہ نہ کبھی سیر ہوتا ہے اور نہ اس کی آنکھ بھرتی ہے۔ اور نہ کسی سٹیج اور کسی مرحلے پر یہ اس سے دستکش ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ عام طور پر مفسرین کرام اس آیتِ کریمہ کا یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔ اور ظاہر اور متبادر بھی یہی ہے۔ لیکن یہ بات تجربے اور مشاہدے کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ عام تجربہ و مشاہدہ یہی ہے کہ اس طرح کے بہکے بھٹکے اور بگڑے ہوئے لوگوں کا سفینہ جب تک رواں دواں ہوتا ہے یہ کبھی خدائے پاک کی طرف متوجہ ہوتے ہی نہیں۔ بلکہ اپنی عیش و عشرت اور اپنی لن ترانیوں میں مست اور محو و مگن رہتے ہیں۔ البتہ جب انکی کشتی کسی بھنور میں پھنستی ہے تو انکو خدا یاد آتا ہے۔ اور اس وقت یہ خود بھی بڑی لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتے ہیں اور دوسروں سے بھی ایسی دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔ لیکن جب کشتی بھنور سے باہر آجاتی ہے تو اس وقت یہ خدا کو بھول جاتے ہیں اور طرح طرح کی باتیں بناتے اور شرکیات کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔ اور اگر مصیبت ذرا دراز ہوگئی تو یہ مایوس اور ناامید ہو کر رہ جاتے ہیں اور اپنی آس توڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ یونس آیت نمبر۱۲ اور آیت نمبر۲۲ اور ۲۳ اور سورۂ لقمن آیت نمبر۳۲ وغیرہ مختلف مقامات پر اسکی تصویر پیش فرمائی گئی ہے۔ سو یہ انسان بڑا ہی تنگ ظرف واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ تنگ ظرفی اور ناشکری سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

۹۲ تنگ ظرف انسان کا حال مصیبت کے موقع پر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو یہ مایوس ہو جاتا ہے"۔ جیسے کوئی بیماری آگئی۔ مال و دولت میں کوئی نقصان ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔ والعیاذ باللہ۔ سو ایمان و یقین کی دولت سے محروم اور مادۂ و معدہ کے پیچھے چلنے والے انسان کی نفسیات ہمیشہ یہی رہی ہے۔ کل بھی اس کا یہی حال تھا اور آج بھی یہی ہے۔ یہ دنیائے دوں اور اس کے مادی فوائد و مصالح ہی اس کا منتہاء مقصود اور اصل متاع ہیں۔ یہ انہی کے لئے جیتا اور انہی کے لئے مرتا ہے۔ جبکہ مومنِ صادق کے نزدیک یہ پوری دنیا بھی پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتی۔ سبحان اللہ! کتنا بڑا فرق ہے ان دونوں قسم کے انسانوں کے درمیان اور کس قدر رفعت و عظمت والی شان ہے بندۂ مومن کی شان۔ فالحمد للہ الذی

شَرَّفَنَا بنعمة الایمان والیقین اللّٰهُمَّ زِدْنَا مِنه وَثَبِّتْنَا عَلَيْهِ فی کل موطنٍ من المَواطن و بکل حالٍ مِنَ الاحوال یا ذا الجلال و الاکرام- بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے تنگ ظرف انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو یہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے، اور بڑے بڑے پختہ عہد کرتا ہے کہ اگر اس گرفت و پکڑ سے نجات مل جائے تو میں اپنے رب کا بڑا شکر گزار بندہ بن جاؤنگا۔ سو ایسے تنگ نظر لوگوں کا قبلۂ مقصود دنیاء دوں کا متاع فانی ہی ہوتا ہے۔

۹۳ تنگ ظرف انسان کی مایوسی اور نا امیدی کا عالم:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ مایوس ہو جاتا ہے''۔ اور اس موقع پر وہ پچھلی اور باقی تمام نعمتوں کو بھول جاتا ہے اور آئندہ کے لئے آس توڑ بیٹھتا ہے۔ سو کتنا تنگ ظرف اور کس قدر تھڑدلا اور ناشکرا و بے انصاف ہے ایمان و یقین کی دولت سے محروم یہ مادہ و معدہ پرست انسان- والعیاذ باللّٰہِ العزیز الرحمن - سو ایمان و یقین کی دولت سے محرومی کی صورت میں انسان کو دنیا ملے تو بھی عذاب کہ اس سے وہ تکبر اور انانیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اگر نہ ملے تو بھی عذاب کہ اس سے وہ مایوس اور نا امید ہو جاتا ہے۔ بہرکیف اس ارشاد سے اس تنگ ظرف انسان کے طبعی اور فطری خاصے کو بیان فرمایا گیا ہے۔ سو یہ انسان ایک عجیب مخلوق ہے۔ اگر اس کو نعمت و رفاہیت حاصل ہو جائے تو یہ حضرتِ واہبِ مطلق- جل وعلا شانہ- کا ممنون اور احسان مند ہونے کی بجائے اکڑنے اور اترانے لگتا ہے اور عذاب کا مطالبہ کرنے لگتا ہے۔ لیکن اگر اس قادرِ مطلق کی طرف سے ذراسی پکڑ میں آجائے تو اس سے چھوٹنے کے لیے یہ لمبی لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے اور عہد کرتا ہے کہ اگر اس کو اس گرفت سے رہائی مل گئی تو یہ ہمیشہ اپنے رب کا شکر گزار ہو گا لیکن جب اس کو اس سے رہائی مل جاتی ہے تو پھر یہ ان ہی خرمستیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جن میں اس سے پہلے مبتلا ہوتا رہا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اور اپنے ان وعدوں کو بھول جاتا ہے جو اس نے تنگی کے دور میں اپنے رب سے کئے تھے۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۹۴ تنگ ظرف انسان کا منتہائے مقصود متاعِ دنیا اور بس:- سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ تنگ نظر اور مادہ پرست انسان کا منتہائے مقصود متاع دنیا ہے اور بس۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں جو کچھ بھی کسی انسان کو ملتا ہے وہ محض چکھنے کے طور پر ہوتا ہے۔ اول تو اس لئے کہ وہ جتنا بھی کچھ ہو اس دنیا میں سے کچھ اور اس کا ایک معمولی حصہ ہی ہوتا ہے۔ اور وہ بھی عارضی طور پر اور ایک محدود فرصت کے لئے۔ جبکہ یہ دنیا پوری بھی آخرت کی ابدی اور حقیقی نعمتوں کے مقابلے میں پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ پھر کتنا بدنصیب اور کس قدر محروم القسمت ہے وہ انسان جو اس دنیا کے ان معمولی اور عارضی فائدوں پر قانع ہو کر آخرت کی ابدی زندگی اور اس کی نعیم مقیم کو بھول جائے- والعیاذُ باللہ العظیم- بہرکیف اس سے دنیاوی مال و متاع کی بے حقیقتی واضح ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو، وہ بہر حال ایسے ہی ہوتا ہے جیسا کہ ایک دیگ سے کچھ دانے چکھنے کے لے لیے جائیں۔ سو دیگ کے ان چند دانوں پر مست ہو جانا پرلے درجے کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ جبکہ آخرت کی نعمتیں اصل اور حقیقی بھی ہیں اور ہمیشہ رہنے والی اور دیرپا بھی- ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾- دنیا سے کہیں بڑھ کر بہتر بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والی بھی بس اصل چیز آخرت ہی ہے۔ سو دنیا کے چند روزہ فائدوں پر قانع ہو کر آخرت کو بھول جانا بڑا ہولناک خسارہ ہے- والعیاذُ باللہ العظیم-

لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى

لئے ہے، ۹۵ میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے، اور اگر کہیں واقعۃً مجھے

رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اپنے رب کی طرف لوٹنا بھی پڑ گیا' تو یقیناً وہاں بھی میرے لئے بھلائی ہی ہوگی، ۹۶ اور ہم ضرور بتادیں گے کافروں کو

۹۵ تنگ ظرف اور کوتاہ نظر انسان کے غلط پندار کا ایک نمونہ:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تکلیف کے بعد جب اس کو کوئی رحمت ملتی ہے تو یہ کہتا ہے کہ یہ تو ہمارے ہی لیے ہے"۔ یعنی میں اس کا حقدار اور اس قابل تھا کہ یہ نعمت مجھے ہی ملتی۔ اور میں نے یہ اپنی لیاقت و قابلیت اور وہشیاری و چالاکی کی بنا پر حاصل کی ہے۔ اور یہ میرے پاس ہمیشہ رہے گی وغیرہ وغیرہ ۔ ابنائے دنیا کا یہی حال کل تھا اور یہی آج ہے۔ جبکہ مومنِ صادق کی شان اس سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس کی ہر حالت خیر ہی خیر ہوتی ہے ۔ والتَّفصِيلُ فی المُفَصَّل ان شاء الله العزيز ۔ بہر کیف اس ارشاد سے ایمان و یقین کی دولت سے محروم تنگ ظرف اور کوتاہ نظر انسان کے اس غلط پندار کو آشکارا فرمایا گیا ہے کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ اپنے کسی فضل و کرم سے نوازتا ہے تو یہ اسکو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھنے کی بجائے اپنی لیاقت اور قابلیت کا نتیجہ سمجھنے لگتا ہے۔ اور اس طرح ایسا انسان حضرتِ واہب مطلق ۔ جل وعلا شانہ ۔ کا شکر ادا کرنے کے شرف سے محروم ہو جاتا ہے جو کہ ایک بڑا ہولناک خسارہ ہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ سو ایمان و یقین کی دولت ہر خوبی و خیر کی اصل اور اساس ہے جبکہ اس سے محرومی ۔ والعیاذ باللہ ۔ ہر خیر سے محرومی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے ۔ اور ہر قسم کی زلات اور لغزشوں کو معاف فرمائے ۔ آمین ثم آمین

۹۶ متاعِ دنیا کے ایک انتہائی خطرناک پہلو کا ذکر و بیان:۔ سو اس ارشاد سے دنیاوی مال و دولت کا ایک انتہائی خطرناک پہلو سامنے آتا ہے کہ اس سے اہلِ باطل اپنے آپ کو حق پر سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح وہ حق سے مزید دور اور محروم ہونے لگتے ہیں کہ ایسا انسان اپنے متاعِ دنیا کی بنا پر کہنے لگتا ہے کہ میں حق پر ہوں کہ جب مجھے دنیا میں یہ اور یہ کچھ ملا ہوا ہے تو میں ٹھیک ہوں اور میرا راستہ ہی صحیح ہے۔ سو دنیاوی مال و دولت اور مادی ترقی و عروج کا یہ پہلو بہت خطرناک اور بذاتِ خود ایک عذاب اور دائمی محرومی کا پیش خیمہ ہوتا ہے کہ اس طرح اہلِ باطل اپنے معاملہ کو صحیح سمجھتے ہوئے نورِ حق و صداقت سے اور زیادہ دور اور محروم ہوتے چلے جاتے ہیں جو کہ سب سے بڑا اور حقیقی خسارہ ہے ۔ والعیاذ باللہ ۔ جبکہ نصوصِ کتاب و سنت کے مطابق نہ دنیاوی مال و دولت کا مل جانا کسی طرح اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب و مقبول ہونے کی دلیل بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کا نہ ملنا اس کے یہاں مردود و مطرود ہونے کی علامت۔ بلکہ یہ سب کچھ دراصل انسانی ابتلاء و آزمائش کے لئے مختلف پرچوں کی طرح ہوتا ہے جس کو انسان نے اپنے عقیدہ و عمل اور اخلاق و کردار کے ذریعے حل کرنا ہوتا ہے۔ جس کا صلہ و بدلہ اس کو آخرت کی اپنی دائمی اور ابدی زندگی میں پانا ہوتا ہے ۔ ان خیراً فخیراً وان شراً فشراً ۔ سو اصل دولت دین و ایمان کی دولت ہے نہ کہ دنیاوی اور مادی مال و دولت ۔ پس کسی کو دنیاوی مال و دولت کی بنا پر کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے ۔ ﴿فَلَا يَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ۔ (لقمٰن: ۳۳)

بِمَا عَمِلُوْا ز وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾

ان کے وہ سب کام جو انہوں نے (زندگی بھر) کیے ہوں گے، اور ہم ان کو ضرور مزہ چکھا کر رہیں گے ایک بڑے ہی سخت عذاب کا، ﴿۵۰﴾

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ج

اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے، اور اکڑ جاتا ہے،

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ

اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے، ۹۷ ﴿۵۱﴾ (ان سے) کہو

اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ

کہ تم اتنا تو سوچو کہ اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے ہو تو پھر بھی اگر تم لوگ اس کا انکار ہی کرتے

بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

رہے ۹۸ تو اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اس کی مخالفت میں دور نکل گیا ہو؟ ۹۹ ﴿۵۲﴾

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى

ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھاتے جائیں گے آفاق میں بھی، اور خود ان کی اپنی جانوں میں بھی، یہاں تک

يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ

کہ ان کے سامنے یہ حقیقت پوری طرح کھل جائے کہ یہ (قرآن) قطعی طور پر حق ہے ۱۰۰ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا رب

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ

ہر چیز پر گواہ ہے؟ ۱۰۱ ﴿۵۳﴾ آگاہ رہو کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات (اور اس کے حضور پیشی) کے بارے میں

مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ط اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ ع

شک میں پڑے ہیں، ۱۰۲ آگاہ رہو کہ وہ ہر چیز کا پوری طرح احاطہ کیے ہوئے ہے ۱۰۳ ﴿۵۴﴾

۹۷ مادہ پرست انسان کی تنگ ظرفی کا ایک نمونہ و مظہر: سو اس سے دولت ایمان سے محروم مادہ پرست انسان کے

اِعراض واِستکبار کا ایک مظہر ونمونہ سامنے آتا ہے۔ سو یہ ایمان ویقین کی دولت سے محروم مادہ پرست انسان کی تنگ ظرفی اور اس کی نفسیات کے ایک اور مظہر کا ذکر وبیان ہے کہ جب اس کو دنیائے دوں کی کوئی نعمت ملتی ہے تو یہ اس پر اکڑ جاتا ہے اور مست ہو جاتا ہے۔ اور جب اسے کوئی تکلیف اور مصیبت آتی ہے تو یہ ٹائیں ٹائیں فش ہو کر لمبی چوڑی دعائیں مانگنے اور ہزار ہزار دانے کی تسبیح رولنے لگتا ہے۔ کل بھی اس کا یہی حال تھا اور آج بھی یہی ہے کہ اس کے نزدیک یہ دنیا اور اس کی نعمت و تکلیف ہی سب کچھ ہے۔ والعیاذ باللہ۔ جبکہ مومنِ صادق کی شان نعمت اور تکلیف کی ان دونوں حالتوں میں اس سے یکسر مختلف اور اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے کہ وہ نعمت ملنے پر سراپا سپاس بن کر دل وجان سے اپنے خالق ومالک کا شکر بجا لاتا اور اس کے حضور جھک جاتا ہے۔ اور تکلیف ومصیبت آنے پر۔ والعیاذ باللہ۔ وہ اجر وثواب کی نیت سے صبر وبرداشت سے کام لیتا ہے۔ سو اس طرح اس کی نعمت بھی اس کے لئے خیر بن جاتی ہے اور اس کی تکلیف اور مصیبت بھی۔ سو ایمان ویقین کی دولت سب خوبیوں اور جملہ کمالات کی اصلِ اصیل اور اساسِ متین ہے۔ اور اس سے محرومی سب خرابیوں اور تمام مفاسد ومہالک کی جڑ بنیاد۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف اس سے ایسے تنگ ظرف اور کوتاہ نظر انسان کے اِعراض واِستکبار کا ایک مظہر ونمونہ پیش فرمایا گیا ہے کہ ایسے سفلہ لوگوں کو جب ہم کسی انعام سے نوازتے ہیں تو ایسے لوگ غرور واستکبار میں مبتلا ہو کر ہم سے اِعراض کرتے اور منہ موڑ لیتے ہیں۔ اور اگر یہ ہماری کسی گرفت میں آ جائیں تو یہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ سو انکے اس طنطنے کی کوئی اساس وبنیاد نہیں بلکہ ایسے تنگ ظرف لوگ ذرا میں بہک جانے والے اور ذرا ہی میں بلبلا اٹھنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۹۸ **منکرین کے دل ودماغ پر ایک زوردار دستک:** ۔سو اس ارشاد سے قرآنِ حکیم کے بارے میں سنجیدگی سے غور وفکر کیلئے منکرین ومکذبین کے دل ودماغ پر ایک زوردار دستک دی گئی ہے۔ سو استفہام یہاں پر انکاری ہے۔ یعنی اس سے بڑھ کر گمراہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ایسا انسان سب سے بڑا ظالم اور بدبخت انسان ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس ارشادِ ربانی میں قرآنِ حکیم کے بارے میں سنجیدگی سے غور وفکر کرنے کیلئے منکرین ومکذبین کے دل ودماغ کو ایک زوردار دستک دی گئی ہے کہ جو دعوت یہ کتابِ حکیم تم لوگوں کو دے رہا ہے، اس کے بارے میں تم لوگ سوچو اور اسکے عواقب ونتائج پر صحیح طریقہ سے غور کرو کہ جو دعوت یہ قرآن اس دنیا کو دے رہا ہے وہ ایسے ٹھوس اور معقول دلائل پر مبنی ہے جو عقل وفطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اور وہ ایسے ٹھوس، پختہ اور واضح دلائل ہیں کہ انکو کسی بھی طرح رد نہیں کیا جاسکتا۔ اور کم سے کم بات یہ ہے کہ یہ لوگ اگر اس پر ایمان لائیں گے اور اسکی دعوت کو صدقِ دل سے اپنائیں گے تو اس سے یہ بہت کچھ پائیں گے اور ضرور پائیں گے۔ مگر کھوئیں گے کچھ بھی نہیں۔ لیکن اگر اس سے منہ موڑیں گے تو نورِ حق وہدایت سے محروم ہو کر بہت دور کی گمراہی اور ہلاکت وتباہی میں پڑیں گے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو صحیح غور وفکر سے انسان کے دل ودماغ کو روشنی ملتی ہے اور اس کو راہِ حق وہدایت سے سرفرازی نصیب ہوتی ہے۔ جو کہ دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید،

۹۹ **قرآن سے اِعراض ورُوگردانی کا نتیجہ ہولناک تباہی، والعیاذُ باللہ:** ۔سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ ''اس سے بڑھ کر گمراہ اور کوئی نہیں ہوسکتا جو قرآن سے دور کی گمراہی میں پڑا ہو''۔ جس کی بنا پر وہ حق بات کو سننے اور ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہو۔ اور یہ بیماریوں کی بیماری اور محرومی کی انتہاء ہے کہ نورِ حق وہدایت سے محرومی دارین کی

ہلاکت وتباہی کا پیش خیمہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم - سو یہ لوگ اگر محض ضد اور ہٹ دھرمی اور عداوت ودشمنی کی بنا پر اسکا انکار ہی کریں گے تو یہ مخالفت ومحرومی اور اسکے نتیجے میں ہلاکت وتباہی کے ایسے ہولناک گڑھے میں جا گریں گے کہ پھر ان کیلئے اس سے نکلنے اور لوٹنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہے گا۔ اور یہی سب سے بڑا خسارہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۱۰۰ صداقت وحقانیت قرآن کی نشانیاں آفاق وانفس میں: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم انکو دکھاتے جائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں بھی اور انفس میں بھی"۔ - ﴿سنریھم﴾ - کا صیغہ استقبال اور استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی ہم آئندہ ان کو ایسی نشانیاں دکھاتے جائیں گے اور مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ وہ ان کے سامنے کھلتی اور نکھرتی چلی جائیں گی جس سے اس کلام حق کی حقانیت وصداقت ان کے سامنے واضح ہوتی چلی جائے گی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا ہے۔ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ کتنے ہی ایسے انکشافات انسان کے سامنے ہوئے اور ہو رہے ہیں جن سے اس کلامِ حق وصدق ترجمان کی صداقت وحقانیت نکھرتی گئی اور نکھرتی جا رہی ہے۔ اور کتنے ہی ایسے انکشافات ہوں گے جو آئندہ ظاہر ہوں گے۔ اور حق وصداقت کے اس نور میں اور نکھار اور جلا پیدا کرتے جائیں گے - فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ربّ العلمین ربّ السَّمٰوٰتِ والارضین - سو اس عظیم الشان حقیقت کے اظہار وبیان میں جہاں ایک طرف پیغمبرؐ اور آپؐ کے توسط سے جملہ اہلِ حق کیلئے یہ خوشخبری ہے کہ یہ کتاب قطعی طور پر حق اور سچ ہے وہیں دوسری طرف اس میں منکرین ومکذبین کیلئے تہدید ووعید بھی ہے کہ ان کیلئے خیر اور بہتری بہرحال اسی میں ہے کہ وہ اس پر صدقِ دل سے ایمان لے آئیں اور اسکی عظمتوں کے آگے جھک جائیں اور ہمیشہ جھکے ہی رہیں۔ ورنہ ان کیلئے ہمیشہ کی ذلت اور محرومی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہ حق پر قائم اور ہر قسم کے زیغ وضلال سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۱۰۱ غلبہ حق کی بشارت کا ذکر وبیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا رب ہر چیز پر گواہ ہے؟" - بلیٰ یارب - ہاں اے ہمارے مالک آپ کی گواہی کافی ہے۔ بلکہ کفایت سے بھی کہیں بڑھ کر ہے کہ وہ سب سے بڑی اور سب سے سچی گواہی ہے۔ اور جب رب نے اپنے رسول کی حقانیت اور اپنے کلامِ حق وصدق ترجمان کی صداقت کی گواہی دے دی اور طرح طرح سے دے دی تو پھر اور کسی کی گواہی کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ سو کوئی مانے یا نہ مانے، یہ بات بہرحال قطعی طور پر حق اور سچ ہے کہ آپؐ اے پیغمبر اللہ کے سچے رسول ہیں۔ سو اس میں غلبہ حق کی بشارت ہے۔ کیونکہ اس کتابِ حکیم کے ذریعے لوگوں کو غلبہ حق کی جو بشارت دی جا رہی ہے وہ اگرچہ مستقبل سے متعلق ہے لیکن حق تعالیٰ ماضی، حال اور مستقبل سے پوری طرح واقف وآگاہ ہے۔ اس لیے اہلِ حق کو مطمئن ہونا چاہیے کہ اس کتابِ حکیم کی ہر بات بہرحال پوری ہو گی۔ والحمد للہ جل وعلا

۱۰۲ اعراض وانکار کے اصل سبب اور باعث کی نشاندہی: - سو اس سے منکرین ومعاندین کے کفر وانکار کے اصل سبب اور باعث و علت کی نشاندہی فرمائی گئی۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تنبیہ وتاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "آگاہ رہو کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں شک میں پڑے ہیں"۔ اور یہی بات یعنی آخرت کے وجود اور اپنے رب کے حضور حاضری اور جواب دہی کے بارے میں شک وارتیاب تمام خرابیوں کی جڑ بنیاد ہے کہ اس سے انسان غافل ولاپرواہ اور غیر ذمہ دار ہو جاتا ہے - والعیاذ باللّٰہ من کلِّ سُوْءٍ وَّزیغ ومن شائبۃ کُلِّ شَکٍّ وَّریب

-بہر کیف فرمایا گیا کہ آگاہ رہو کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات اور اسکے حضور پیشی اور اپنی زندگی بھر کے کیے کرائے کی جوابدہی کے بارے میں شک میں پڑے ہیں۔ اور اسی بنا پر انکی زندگی کا سارا رخ غلط ہو گیا۔ اور اسی اشتباہ اور شک و ارتیاب نے انکو غیر ذمہ دار، لاپروا اور زندگی کے معاملات کے بارے میں ناعاقبت اندیش اور حق کی مخالفت پر دلیر بنا دیا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۵۳ اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم وقدرت کا ذکر و بیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آگاہ رہو کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے" یعنی اپنے علم اور اپنی قدرت کے اعتبار سے۔ پس نہ کوئی چیز اس کے علم اور احاطہ قدرت سے باہر ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسی کا کوئی عمل و کردار اس سے مخفی اور پوشیدہ رہ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی شخص اس کی گرفت و پکڑ سے کسی طرح نکل کر بھاگ سکتا ہے۔ پس بڑے ہی خسارے اور نقصان میں ہیں وہ لوگ جو اس کے بارے میں غفلت میں پڑے ہیں اور عمرِ رواں کی اس مختصر و محدود مگر عظیم الشان فرصت کو یونہی لاپرواہی سے ضائع کر رہے ہیں جو کہ ایک مرتبہ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد پھر کسی بھی قیمت پر دوبارہ ملنے والی نہیں ہے۔ والعیاذ باللہ۔ جب کہ اس غفور و رحیم کی رحمتِ بے پایاں اپنے آغوش میں لینے کے لئے ہمیشہ تیار ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی فَلُطْفَکَ وَکَرَمَکَ وَاِحْسَانَکَ نرجو بکل حال من الاحوال یاارحم الراحمین و یا اکرم الاکرمین۔ تبارکتَ و تعالیتَ،

☆— بموقع نظر ثانی بتاریخ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۴ اگست ۱۹۹۰ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے آٹھ بجے شب قُبَیْلَ صلوۃ العشاء سطوہ دبی متحدہ عرب امارات، ونظر ثالث بتاریخ ۹ محروم الحرام ۱۴۱۹ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۹۸ بروز منگل بوقت دو بجے شام (بعد از ظہر) بمکان خود سطوہ، دبی، متحدہ عرب امارات، والحمد للہ ربِّ العالمین، بکل حالٍ من الاحوال، و فی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ،

☆— تکمیل پروف ریڈنگ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق مئی ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بوقت چھ بجے شام سطوہ دبی والحمد للہ ربَّ العلمین فِی کُلِّ زمانٍ ومکان، فانہ أھلٌ لِذالکَ، سبحانہٗ وتعالیٰ، فعلَیْہ نتوکل و بہٖ نستعین

☆— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۲۹ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۷ دسمبر بروز منگل بوقت آٹھ بجے صبح سطوہ دبی والحمد لِلّٰہ ربَّ العالمین فانہٗ ھو الَّذی شرّفنِیْ بِخِدْمَۃِ کتابہِ العزیز جَلّ و علا، عن طریق تعلیمۃ و تدریسہ و تفسیرہ

☆— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۷ ستمبر بروز جمعہ بوقت گیارہ بجے شب سطوہ دبی متحدہ عرب امارات، والحمد للہ ربّ العالمین، فی کل زمان ومکان، وبکل حالٍ من الاحوال سبحانہٗ وتعالیٰ،

☆— تکمیل چوتھی ریڈنگ سولہ محرم ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۱۹ اپریل ۲۰۰۳ء بروز اتوار بوقت سوا گیارہ بجے شب، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، آزاد کشمیر (دوران رخصت)۔ والحمد للہ رب العالمین۔

☆— اَلْـلَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) ۳۔ محرم الحرام ۱۴۲۵ ہجری مطابق ۲۳ فروری ۲۰۰۴ء بروز پیر بوقت سوا گیارہ بجے شب، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمد للہ ربّ العالمین الذی منہ البدایۃ، والیہ النہایۃ جَلّ و علا،

اٰیَاتُھَا ۵۳ ۴۲ سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی مَکِّیَّۃٌ ۶۲ رُکُوْعَاتُھَا ۵

سورۂ شوریٰ مکی ہے اس کی ترپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت ہی رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی

حٰ میم ۝۱ عٓ سٓ قٓ ۝۲ اسی طرح وحی بھیجتا ہے اللہ آپ کی طرف (اے پیغمبر!) اور ان سب

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ ۙ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝۳ لَہٗ

(حضرات) کی طرف، جو کہ گزر چکے ہیں آپ سے پہلے ف۱ جو کہ بڑا ہی زبردست، نہایت حکمت والا ہے ف۲ ۝۳ اسی کا

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَھُوَ الْعَلِیُّ

ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں میں ہے، اور وہ سب کچھ بھی جو کہ زمین میں ہے ف۳ اور وہی ہے بلند مرتبہ

الْعَظِیْمُ ۝۴ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ

بڑی ہی عظمتوں والا ف۴ ۝۴ قریب ہے کہ پھٹ پڑیں آسمان اپنے

فَوْقِھِنَّ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ

اوپر سے ف۵ اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ

وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰہَ

اور وہ بخشش مانگتے ہیں ان (ایماندار) لوگوں کے لئے جو کہ زمین میں (رہتے) ہیں ف۶ آگاہ رہو کہ بلاشبہ اللہ

۱ حضراتِ انبیائے کرام کی ایک امتیازی صفت کا ذکر و بیان: ۔سو اس سے معلوم ہوا کہ تمام حضرات انبیاء و رسل کی تعلیم بھی ایک ہی رہی اور ذریعہ تعلیم بھی ایک ہی رہا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی طرح اللہ وحی بھیجتا ہے آپ کی طرف"۔ یعنی جس طرح اس سورۂ کریمہ کے مضامین کی وحی فرمائی جا رہی ہے اسی طرح آپ کی طرف اور ان تمام انبیائے کرام کی طرف بھی اللہ پاک کی طرف سے وحی فرمائی جاتی رہی جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں کہ ان سب کے مشمولات بھی ایک ہی قسم کے تھے اور مقاصد بھی مشترک۔ کیونکہ توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان اور اخلاقِ فاضلہ کی تعلیم وغیرہ بنیادی عقائد و مسائل ان سب میں مشترک

تھے۔اور مقصد بھی ایک ہی تھا کہ انسانیت وحی کے بتائے ہوئے راستے کو اپنا کر دارین کی سعادت و سرخروئی سے ہمکنار و فیضیاب ہو سکے۔سو تمام انبیائے کرام کی تعلیم بھی ایک ہی رہی۔یعنی دینِ اسلام کی تعلیم جو کہ دینِ فطرت ہے۔اور جو اس پوری کائنات کا دین ہے۔ارشاد ہوتا ہے۔﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾۔یعنی اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کو اپناؤ۔اور ان سب حضرات کا طریقہ تعلیم بھی ایک ہی رہا۔یعنی یہ کہ وحیِ خداوندی کے ذریعے اور اسی کی روشنی میں لوگوں کو حق و ہدایت کی دعوت دی جائے اور لوگوں کو انکے خالق و مالک کے آگے جھکایا جائے اور اس سے ملایا جائے۔اور وحدتِ مدعا کا ذکر اور اشارہ آگے آیت نمبر ۱۳ میں فرمایا گیا ہے۔سو یہ چیز حضراتِ انبیاء و رسل کے درمیان ایک مشترکہ امتیازی وصف کے طور پر موجود رہی۔

۱۲ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان اسکی دو صفاتِ کریمہ کے حوالے سے:۔سو ارشاد فرمایا گیا "جو کہ بڑا ہی زبردست اور نہایت ہی حکمت والا ہے۔پس چونکہ وہ ذاتِ اقدس و اعلیٰ نہایت زبردست اور سب پر غالب ہے اس لئے جو کرنا چاہے کوئی اس کے لئے رکاوٹ نہیں بن سکتا۔مگر وہ چونکہ انتہا درجہ کی حکیم بھی ہے اس لئے جو کچھ بھی وہ کرتی ہے انتہائی حکیمانہ طریقے پر کرتی ہے۔جَلَّ شَانُهٗ وَعَزَّ بُرْهَانُهٗ۔ سو اسماءِ حسنیٰ میں سے "عزیز" و "حکیم" کی دو صفتوں کے حوالے سے ایک طرف تو تخصیص و ترغیب اور تسلیہ و تسکین کا پہلو نکلتا ہے کہ جو لوگ اس دینِ حنیف کی تعلیم و تذکیر میں لگ جائیں گے وہ عزت اور حکمت کی دولت سے سرشار و مالا مال ہونگے۔اور وہ خدائے عزیز و حکیم کی نصرت و امداد سے بھی سرشار ہونگے۔اور دوسری طرف ان دونوں صفتوں کے ذکر میں منکرین و مکذبین کیلئے تہدید و تخویف کا پہلو بھی موجود ہے کہ ایسے لوگ عزت و حکمت سے بھی محروم ہونگے اور خداوندِ قدوس کی گرفت و پکڑ کے مورد بھی بنیں گے۔اور جب وہ پکڑنے پر آئے گا۔والعیاذُ باللہ جَلَّ وَعَلَا۔تو ان کیلئے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی کہ وہ عزیز اور نہایت ہی زبردست ہے۔لیکن وہ چونکہ حکیم بھی ہے اس لیے اسکی پکڑ۔والعیاذ باللہ۔حکمت پر ہی مبنی ہوتی ہے۔اس لیے اگر کفر و انکار اور جرم و قصور کے باوجود اگر کسی کو ڈھیل ملتی ہے تو اس سے اسکو مست نہیں ہونا چاہیئے۔کہ یہ اسکی حکمت کا تقاضا ہے اور اس ڈھیل نے بہرحال آخر کار ختم ہو کر رہنا ہے اور ہر کسی نے اپنے کئے کرائے کا پھل بہرحال پانا ہے کہ یہ بھی اسکے عدل و حکمت کا تقاضا ہے۔والعیاذُ باللہ جل و علا بکلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال۔

۱۳ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، سبحانہٗ و تعالیٰ:۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی کا ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں میں ہے اور وہ سب کچھ بھی جو کہ زمین میں ہے"۔خَلْقًا وَمِلْكًا وَمُلْكًا وَتَصَرُّفًا یعنی اس سب کو پیدا بھی اس وحدہ لاشریک نے تنہا اور بلاشرکت غیرے فرمایا ہے۔اس سب کا مالک حقیقی بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور اس میں حقیقی بادشاہی اور حکومت بھی اسی کی ہے۔اور اس سب پر حکم و تصرف بھی تنہا اسی وحدہ لاشریک کا چلتا ہے۔پس ظاہری طور پر اور اسباب کے درجے میں جس کو جو کچھ ملا ہوا ہے وہ سب اسی کی بخشش و عطا سے ملا ہوا ہے۔لہٰذا اس پر اکڑنے اور اترانے کی بجائے اس کو اسی وحدہ لاشریک کی بخشش و عطا اور ابتلاء و آزمائش سمجھ کر اس کا حقِ شکر ادا کرنے کی فکر و سعی کرنی چاہیئے تا کہ یہ نعمتیں اس کی رضا اور دارین کی سعادت و سرخروئی کا ذریعہ بن سکیں۔سو اس سے واضح ہو گیا کہ جن لوگوں نے "بلیوں والی سرکار" "کانواں والی سرکار" "سہیلی سرکار" "نویلی سرکار" وغیرہ وغیرہ ناموں سے طرح طرح کی من گھڑت سرکاریں بنا رکھی ہیں وہ سب کچھ ان لوگوں کا خود اپنا ساختہ پرداختہ، خود تراشیدہ اور بے حقیقت و بے بنیاد اور کتاب و سنت کی تعلیماتِ مقدسہ کے مخالف بھی ہے۔والعیاذُ باللہ العظیم۔اس کی کتاب و سنت میں نہ کوئی اساس ہے نہ بنیاد۔اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کی ہر شکل سے محفوظ اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔آمین ثم آمین

۱۴ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کے ایک خاص پہلو کا ذکر و بیان:۔سو ارشاد فرمایا گیا "وہ بڑی بلند مرتبہ اور نہایت ہی عظمتِ شان والی ذات ہے

"سبحانہ وتعالیٰ - سو وہ ہر قسم کی مماثلت ومشابہت سے بلند وبالا اور عظمتوں کا مالک ہے - ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ - پس نہ تو اسے کسی مخلوق سے تشبیہ دینا جائز ہے اور نہ اس کو کسی پر قیاس کرنا درست کہ وہ اس سب سے پاک وبالا ہے - فتعالی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ - اسکی خلق وتدبیر اور اسکے حکم وتصرف میں کوئی بھی اور کسی بھی درجے میں اسکا شریک وسہیم نہیں ہے - کوئی بھی ہستی ایسی نہیں جو کسی بھی درجے میں اسکی کفو اور ہمسر ہو سکے - وہ ایسے تمام تصورات سے اعلیٰ وبالا ہے - وہ اگر کسی کو مہلت دیتا ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ لوگ اسکے دائرۂ اختیار سے باہر ہو گئے بلکہ ایسا سب کچھ اس کے حلم وکرم کی بنا پر اور اسکی حکمت اور مشیت کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے - پس وہ ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے یکتا اور وحدہ لاشریک ہے - سبحانہ وتعالیٰ -

۵ اللہ تعالیٰ کی عظمت شان اسکی صفت علو اور عظمت کے اعتبار سے:- سو خدائے علیّ وعظیم کی عظمتِ شان کی وضاحت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ "قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑے اپنے اوپر سے" - یعنی حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - کی عظمتِ شان اور جلالتِ قدر کی بناء پر - یا فرشتوں کی کثرت اور ان کے ثقل کی بناء پر - جیسا کہ سننِ ترمذیؒ وابن ماجہؒ وغیرہ کی روایت میں ہے کہ آسمان چر چراتا ہے اور اس کا حق یہی ہے کہ وہ چر چرائے کہ اس میں چپے کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہیں جس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام یا رکوع یا سجدہ کی حالت میں مصروف عبادت نہ ہو - "اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحَقٌّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ" - یا آسمانوں کا یہ حال اس بنا پر ہے کہ لوگوں نے اللہ کے لئے اولاد تجویز کی اور اس کی مخلوق میں خدائی صفات تسلیم کیں اور ان کو حاجت روا و مشکل کشا جان کر ان کو پوجا اور پکارا جو کہ ایک نہایت ہی ہولناک اور سنگین جرم ہے - جیسا کہ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۸۸ سے آیت نمبر ۹۲ میں بیان فرمایا گیا ہے - سو آیتِ کریمہ کے کلماتِ کریمہ کا عموم ان تینوں ہی مفاہیم کو شامل ہے - اور حضراتِ مفسرین کرام نے اپنے اپنے انداز میں ان تینوں کو ذکر و بیان فرمایا ہے - (روح، قرطبی، مدارک، مراغی، محاسن اور جامع وغیرہ) - سو اس ارشاد سے خدائے علیّ وعظیم کے علوّ اور اس کی عظمتِ شان کو واضح فرمایا گیا کہ اسکی عظمتِ شان کا یہ عالم ہے کہ قریب ہے کہ اسکی عظمت کے بوجھ سے آسمان پھٹ پڑیں - زمین شق ہو جائے - اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں - سبحانہ وتعالیٰ -

۶ فرشتوں کے اہلِ ایمان کے لیے استغفار کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "فرشتے بخشش کی دعائیں کرتے ہیں زمین والوں کیلئے" - یعنی لوگوں نے تو حضراتِ ملائکہ کرام کو خداوندِ قدوس کی خدائی میں شریک سمجھ رکھا ہے - اور ان میں اپنے طور پر حاجت روائی ومشکل کشائی کی صفات مان کر ان کو انہوں نے اپنا سفارشی قرار دے رکھا ہے - اور اسی بنا پر یہ ان کو پوجتے پکارتے ہیں - مگر فرشتوں کی شانِ بندگی کا عالم یہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے اور اہلِ زمین کے لئے مغفرت وبخشش مانگتے رہتے ہیں - اور اہلِ زمین - ﴿لِمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ سے مراد یہاں اہلِ ایمان ہیں جیسا کہ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۷ میں وارد ہے - ﴿وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ - کے ارشاد سے اس کی تصریح فرمائی گئی ہے - سو فرشتے تو ہر وقت اپنے رب کے خوف اور اسکی خشیت کی بنا پر اسکی تسبیح وتحمید میں لگے رہتے ہیں مگر ان نادانوں نے انکو اسکی خدائی میں شریک مان رکھا ہے - بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ فرشتوں کا حال بایں ہمہ قربت وعظمت یہ ہے کہ وہ اس خالقِ عظیم کی خشیت کی بنا پر ہر وقت اسکی تسبیح وتحمید میں لگے رہتے ہیں اور اہلِ زمین کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں - مگر نادانوں نے ان کو خدا کی خدائی میں شریک قرار دے کر ان سے طرح طرح کی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں - اور اسی بنا پر وہ ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ انکو خدا تعالیٰ کے یہاں بڑے بڑے مرتبے دلوا دیں گے جبکہ ان کی شانِ عبدیت وبندگی کا عالم یہ ہے کہ وہ دعاء واستغفار میں لگے رہتے ہیں - اور اپنے رب سے معافی مانگتے رہتے ہیں -

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ

بڑا ہی بخشنے والا ، انتہائی مہربان ہے ۔ (۵) اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا

دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَ مَاۤ اَنْتَ

اور سرپرست (اور کارساز) بنا رکھے ہیں ، وہ سب اللہ کی نگاہ میں ہیں ، اور آپ ان کے

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ

ذمہ دار نہیں ہیں (۶) اور ہاں اسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف (اے پیغمبر!) عربی زبان کے ایک عظیم الشان قرآن کی صورت

۷ اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا مژدۂ جانفزا: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حرف تخصیص و تاکید کے ساتھ فرمایا گیا کہ "آگاہ رہو کہ بے شک اللہ بڑا ہی بخشنے والا ، انتہائی مہربان ہے"۔ اللہ سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ سو انسان کے گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں وہ ان کو معاف فرما دیتا ہے کہ وہ غفور یعنی بڑا ہی بخشنہار ہے۔ جیسا کہ مشہور حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ابنِ آدم اگر تو زمین بھر کے گناہ لے کر میرے پاس آئے اور اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں کو بھی چھوتے ہوں تو بھی میں ان سب کو معاف کر دوں گا اور مجھے کوئی پرواتک نہ ہوگی۔ "لَغَفَرْتُهَا لَکَ وَلَا اُبَالِیْ"۔ بس توبہ سچی اور صحیح معنوں میں توبہ ہونی چاہیئے اور وہ صرف گناہوں ہی کو معاف نہیں فرماتا بلکہ وہ اپنی مزید رحمت و عنایت سے بھی نوازتا ہے کہ وہ "غفور" کے ساتھ ساتھ "رحیم" بھی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ - فَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیا اکرم الاکرمین - سو اس سے مشرکین کو برمحل تنبیہ بھی فرمادی گئی کہ آگاہ رہو اور کان کھول کر سن لو کہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ یہ چیز اگر فرشتوں کے اختیار میں ہوتی تو وہ اس قدر عجز و انکسار اور تذلل و عاجزی کے ساتھ لوگوں کیلئے بخشش کی دعائیں کیوں کرتے؟ پس بندوں کو بھی چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اسی کی طرف رجوع کریں اور اسی سے مغفرت کی دعا کریں۔ اور فرشتوں کو خدا کی خدائی میں شریک ماننے کی بجائے ان کی شانِ عبدیت و بندگی سے سبق لیتے ہوئے ہمیشہ اللہ وحدہ لاشریک کی تسبیح و تحمید اور اس کے حضور توبہ و استغفار میں مشغول و منہمک رہیں - وباللہ التوفیق لما یحب و یرید وهو الهادی الی سواء السبیل - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے - آمین ثم آمین یارب العالمین

۸ مشرکوں کیلئے ایک تنبیہ و تذکیر کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور سرپرست اور کارساز بنا رکھے ہیں وہ سب اللہ کی نگاہ میں ہیں"۔ پس ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت و پکڑ سے کبھی بچ نہیں سکیں گے جو طرح طرح کی بے حقیقت چیزوں کو اپنا حاجت روا و مشکل کشا قرار دے کر ان کو پوجتے پکارتے ، ان کے لئے عبادت و بندگی کے مراسم بجالاتے ، ہیں ، جو ان کے آگے دست بستہ کھڑے ہوتے ، ان کے آگے جھکتے ان کے لئے رکوع و سجود کرتے ، ان کی خوشنودی کے لئے ان کے طواف کرتے ، چکر لگاتے ، پھیرے مانتے ، بکرے

چھترے ناٹتے، دیگیں پکاتے، ان کے لئے ڈالیاں بھیجتے اور ان کے آستانوں پر چادریں چڑھاتے، پھول نچھاور کرتے اور ان کی مالا جپتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ سو ایسے مشرک لوگ بڑا ہی غضب ڈھاتے اور اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ انکو اپنے اس جرم کا خمیازہ بہر حال بھگتنا پڑے گا اور بڑے ہی ہولناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۹ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں، والعیاذ باللہ: ۔ ارشاد فرمایا گیا کہ ''ایسے سب لوگ اللہ کی نگاہ میں ہیں''۔ پس ان کی ان شرکیات میں سے کوئی چیز بھی اس وحدہ لاشریک سے مخفی و پوشیدہ نہیں۔ سب کا ریکارڈ پوری طرح تیار ہو رہا ہے اور ان کو اپنے کئے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہوگا۔ اور جو ڈھیل ان کو ملی ہوئی ہے اس سے ان کو کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہئے۔ یہ امہال و استدراج تو حکمت کا تقاضا ہے۔ تاکہ ایسے لوگ اپنا یہ ظرف فل کرلیں اور اپنے سارے ارمان نکال لیں۔ پس کبھی ان کو کامیابی کی راہ پر نہ سمجھنا۔ ﴿فَلا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ﴾ الایة (آل عمران: ۱۸۸)۔ سو اس میں مشرکین کو نہایت سخت انداز میں وعید اور تنبیہ ہے کہ جن لوگوں نے ایسے واضح دلائل کے باوجود اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست اور کارساز بنا رکھے ہیں اور وہ تمام تر تنبیہ و تذکیر کے باوجود اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی نگاہ اور اسکی نگرانی میں ہیں۔ جونہی انکی مدتِ مہلت پوری ہوجائے گی انکو دھر لیا جائے گا اور یہ قہر الٰہی کے پنجہ غیظ و غضب میں گرفتار ہو کر رہیں گے۔ پھر اس سے نکلنے اور بچنے کی کوئی صورت ان کیلئے کسی بھی طرح ممکن نہ ہوگی۔ سو یہ اس سے پہلے پہلے اپنی اصلاح کرلیں ورنہ اس ہولناک انجام کیلئے تیار ہوجائیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشاد میں مشرکین کے لیے سخت وعید ہے۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلا۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن اور مزلات و فتن سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

۱۰ پیغمبرؐ کے لیے تسکین و تسلیہ کا سامان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''آپؐ۔ اے پیغمبر!۔ انکے ذمہ دار نہیں ہیں کہ آپ ان سے حق بات کو منوا کر رہیں''۔ سو یہ نہ آپؐ کے ذمے ہے اور نہ ہی آپؐ کے بس میں۔ آپ کے ذمے تو پیغامِ حق کو پہنچا دینا ہے اور بس۔ آگے حساب لینا اور ہر ایک کو اس کے کئے کرائے کا پورا بدلہ دینا ہمارا کام ہے۔ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ۔ پس آپ ان کے پیچھے اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالیں۔ ﴿فَلا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ﴾۔ آپ کی ذمہ داری تو پیغامِ حق کو پہنچا دینا ہے اور بس۔ اور وہ آپؐ نے کر دیا۔ اور آگے بھی کرتے رہو۔ اور جو ایمان نہیں لائے انکی پرسش انہی سے ہوگی نہ کہ آپؐ سے۔ بہرکیف اس میں پیغمبر کے لیے تسکین و تسلیہ کا سامان ہے اور آپ کے توسط سے آپ کی امت کے ہر داعیِ حق کے لیے بھی یہی پیغام ہے کہ آپ کی ذمہ داری صرف تبلیغ حق ہے۔ اور وہ آپ کر چکے۔ اور آئندہ بھی کرتے رہیں۔ آگے لوگوں کو راہِ حق پر ڈال دینا اور ان سے حق کو منوا لینا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ ہی آپ اس کے ذمہ دار ہیں۔ تبلیغ حق کے بعد جو لوگ نہیں مانیں گے وہ اپنی گمراہی کے ذمہ دار خود ہونگے اور اس کا بھگتان ان کو بہر حال بھگتنا پڑیگا۔ والعیاذ باللہ جل وعلا

قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا

میں تا کہ آپؐ خبردار کریں بستیوں کے مرکز (مکہ مکرمہ کے باشندوں) کو ۱۱ اور ان سب کو جو اس کے ارد گرد (پورے عالم میں پھیلے)

وَتُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ

ہیں ۱۲ اور (ان کو) خبردار کریں ۱۳ جمع ہونے کے اس (ہولناک) دن سے، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، ۱۴ (جس دن کہ) ایک

۱۱ قرآن عربی کی نعمت عظمیٰ کا حوالہ و ذکر :- سو ارشاد فرمایا گیا ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی کی عربی زبان کے ایک عظیم الشان قرآن کی صورت میں''۔ سو یہ ایسی عظیم الشان کتاب ہے جس کی عظمتوں کا کوئی کنارہ اور ٹھکانا نہیں۔ اس کی کوئی نظیر و مثال نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی ہے اور نہ آئندہ قیامت تک کبھی ممکن ہے۔ اور یہ واحد کتاب ہے جو انسان کے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کی کفیل و ضامن ہے۔ سو جو اس سے منہ موڑے گا اور اِعراض برتے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی بدنصیب نہیں ہو سکتا - والعیاذ باللہ- سو ارشاد فرمایا گیا کہ جس طرح ہم نے آپؐ سے پہلے آنے والے انبیا و رسل کو شرفِ وحی سے نوازا اسی طرح ہم نے آپؐ کی طرف عربی زبان کے اس عظیم الشان قرآن کو اتارا۔ اور اسکا عربی زبان میں ہونا ان لوگوں کیلئے امتنان بھی ہے اور اِتمامِ حجت بھی، کہ اس کی بعد اہلِ عرب کے لیے کسی طرح کے کسی عذر اور حجت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ بہرکیف یہاں پر اس- ﴿ کذالک ﴾- ''اسی طرح'' کا اشارہ اسی مضمون کی طرف ہے جو اوپر آیت نمبر ۱ میں گزرا ہے۔ یعنی جس طرح ہم نے تم سے پہلے آنے والے انبیاء و رسل کو اپنی وحی سے نوازا اسی طرح ہم نے آپ کی طرف بھی عربی زبان کا یہ قرآن اتارا ہے، تا کہ آپ اس کے ذریعے خبردار کریں اس مرکزی بستی کے باشندوں کو اور اس کے ارد گرد کے سب لوگوں کو۔ سو اس سے حضراتِ انبیاء و رسل کی دعوت کی وحدت و اشتراک کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ ان سب ہی کا اصل کام اپنے رب کی اطاعت و بندگی کی دعوت دینا تھا انہوں۔ نے ہمیشہ اپنی دعوت کا آغاز اسی سے فرمایا -علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام

۱۲ حضرتِ امام الانبیاء کی دعوت سب جہانوں کے لیے :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''تا کہ آپ خبردار کریں بستیوں کے مرکز- مکہ مکرمہ کے باشندوں- کو اور ان سب کو جو اسکے ارد گرد پھیلے ہیں- پورے عالم میں-''۔ کہ اس کتابِ کامل کی ہدایت اور آپ کی رسالت تمام دنیا جہاں اور سب بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا- ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ الایة (سبا:۲۸) نیز فرمایا گیا- ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾- (الانبیاء:۱۰۷)۔ نیز فرمایا گیا- ﴿لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾- (الفرقان:۱)۔ سو عالمی دین صرف دینِ اسلام ہے۔ اور عالمی دعوت صرف اسی دینِ حق کی دعوت ہے جو قیامت تک کے سب زمانوں اور تمام انسانوں کیلئے ہے۔ اور اب قیامت تک کے سب انسانوں کیلئے راہِ ہدایت اور نجات اسی میں منحصر ہے۔ اور یہ دعوت عام آنحضرت- صلی اللہ علیہ وسلم- کی حیاتِ طیبہ میں براہِ راست آپ کے ذریعے دی گئی۔ اور آپ کے بعد یہ ذمہ داری آپ کی امت پر ڈالی

گئی، اور اسی بنا پر آپ کی امت کو "شہداء اللہ فی الارض" کے منصب سے سرفراز فرمایا گیا۔ یعنی یہ خوش نصیب لوگ اللہ کی زمین پر اللہ کے گواہ ہیں۔ سو اس امت کا یہ فریضہ منصبی ہے کہ یہ اس پیغامِ حق و ہدایت کو دوسروں تک پہنچائے اور حق کی گواہی برابر دیتی رہے۔ اور اسی فریضہ مقدسہ کے تقاضے سے اس امت کو یہ شرف و اعزاز حاصل ہوا کہ اس میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر اس وقت بھی قائم رہے گا جبکہ دنیا کی رگ رگ میں باطل کا زہر سرایت کر جائے گا۔ والعیاذ باللہ۔ مگر یہ علمبردارانِ حق کا گروہ اس وقت بھی دعوت حق پر قائم رہے گا اور لا یخافون لو مۃ لائم کا نمونہ اور مصداق ہونگے

۱۲ **پیغمبرؑ کا اصل کام انذار و تبلیغ اور بس:** - سو یہاں پر تنذر کے لفظ سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اصل کام انذار اور تبلیغ ہے اور بس، یعنی اس پیغامِ حق و ہدایت کو بلا کم و کاست پورے کا پورا لوگوں تک پہنچا دینا جو انکے پاس وحی کے ذریعے آتا ہے، اور لوگوں کو ان کے مآل اور انجام سے خبردار کر دیتا ہے تاکہ اسکی روشنی میں راہِ حق و ہدایت کو اپنا کر دوزخ کے ہولناک عذاب سے بچ جائیں اور جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفراز ہو جائیں، سو انذار اور تبلیغ حق کی اس ذمہ داری سے بڑھ کر آگے حق کو منوالینا، اور لوگوں کو راہِ حق پر ڈال دینا نہ پیغمبرؑ کے بس نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی یہ ان کی ذمہ داری ہے یہ معاملہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک اور دلوں کے احوال کو جاننے والا ہے، سبحانہ وتعالیٰ اس مضمون کو دوسرے مختلف مقامات پر طرح طرح سے بیان فرمایا گیا ہے، اور خود اسی سورۂ کریمہ میں آگے چل کر ارشاد فرمایا گیا ہے فان اعرضو فما ارسلنک فلیھم حفیظاً ان علیک الا لبلاغ، یعنی اس سب کے باوجود اگر یہ لوگ روگردانی ہی سے کام لیتے، اور منہ موڑتے ہیں تو اسکی آپ ہر کوئی ذمہ داری نہیں، کہ آپ کو ان پر کوئی داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا آپ کے ذمے تو پیغامِ حق کو پہنچا دینا ہے اور بس، (شوریٰ۔۴۸) سو پیغامِ حق کی تبلیغ کے بعد لوگ اپنے کئے کرائے کے خود ذمہ دار ہیں اگر حق کو صدقِ دل سے اپنائیں گے تو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز ہوں گے، ورنہ اپنی ہی ہلاکت اور تباہی کا سامان کریں گے، والعیاذ باللہ العظیم۔

۱۳ **انذارِ عام کے بعد انذارِ خاص کا ذکر و بیان:** - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تاکہ آپ خبردار کریں جمع ہونے کے اس دن سے جس میں کوئی شک نہیں"۔ تاکہ اس طرح یہ لوگ اس عظیم الشان اور ہولناک دن کے لئے فکر و تیاری کر سکیں قبل اس سے کہ عمرِ رواں کی یہ فرصتِ محدود ان کے ہاتھ سے نکل جائے جو کہ آج ان کو میسر ہے۔ اور اس طرح یہ ہمیشہ کے خسارے میں پڑ جائیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو قیامت کے دن اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری اور پیشی کا یقین و احساس انسانی صلاح و فلاح کی اصل اساس و بنیاد ہے۔ سو اس سے انذارِ عام کے بعد انذارِ خاص کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ یعنی لوگوں کو خاص طور پر "یوم الجمع"، یعنی قیامت کے روز سے ڈراؤ اور خبردار کرو۔ یعنی اس عظیم الشان اور ہولناک دن سے جس دن اللہ تعالیٰ بلا استثناء سب کو اکٹھا کرے گا۔ عابدوں کو بھی اور ان کے خود ساختہ معبودوں کو بھی۔ لیڈروں کو بھی اور ان کے پیروکاروں کو بھی۔ حضراتِ انبیاء و رسل کو بھی اور ان کے ساتھیوں کو بھی۔ کفار و مشرکین کو بھی اور ان کے حمایتیوں کو بھی۔ اور پھر ان سب کی موجودگی میں بھری عدالت میں فیصلہ فرمایا جائے گا کہ اللہ کے دین کے بارے میں کس کا کیا رول رہا ہے؟ کس نے اس میں اختلاف بپا کیا اور فساد ڈالا اور کس نے اسکی وحدت و پاکیزگی قائم رکھنے کی کوشش کی؟ کون انعام کا مستحق ہے اور کون سزا کا؟ - والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا - اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے - اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝٧ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً

گروہ جنت میں ہوگا' ۱۵ اور ایک دوزخ میں، ۱۶ ۞ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی امت

وَاحِدَةً وَلَٰكِن يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ

بنا دیتا' ۱۷ لیکن وہ داخل فرماتا ہے اپنی رحمت میں، جس کو چاہتا ہے' ۱۸

وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُم مِّن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝٨ أَمِ

اور ظالموں کا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار، ۱۹ ۞ کیا

۱۵ یوم الجمع کے فیصلے کی تفصیل کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جس دن ایک گروہ جنت میں ہوگا"۔ اپنے ایمانِ صادق اور عملِ صالح کے نتیجہ وصلہ میں جہاں ایسے خوش نصیب لوگ ابدی سعادت وسرخروئی سے سرفراز ہوں گے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ۔ سو یہ اس یوم فصل وجزا کی کھلی عدالت اور وہاں کے آخری فیصلے کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے اپنی دنیاوی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور اسکی تعلیمات کے مطابق گزارا ہوگا وہ جنت کی سدا بہار نعمتوں اور دائمی اور حقیقی کامیابی سے سرفراز ہونگے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بہرکیف اس سے اس یوم الفصل والجزاء کے فیصلے کی تفصیل کے سلسلے میں ایک گروہ یعنی اہلِ حق اور اہلِ ایمان کا انجام ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ ناجی اور فائز المرام ہونگے اور اپنے ایمان وعقیدے اور دولتِ حق وہدایت سے سرفرازی کے نتیجے میں جنت کی دائمی اور سدا بہار نعمتوں سے سرفراز ہونگے۔ اللہ ہمیں انہی میں سے کرے اور ایسا اور اس طور پر کہ رب راضی ہو جائے کہ اصل مقصود اس کی رضا ہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ اللّٰهُمَّ فَكُن لَنَا وَاجْعَلْنَا لَكَ یاذا الجلال والاکرام، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین

۱۶ منکرین ومشرکین کا انجام دوزخ۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اور ایک فریق دوزخ میں"۔ جہاں ان کو اپنے اعراض وانکار کے نتیجے میں زندگی بھر کے کیے کرائے کا بھگتان طرح طرح کے ہولناک عذابوں کی صورت میں بھگتنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ سو منکرین ومشرکین کا انجام دوزخ ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ بہرکیف یہ دوسرے فریق اور دوسرے گروہ کا ذکر ہے جو ناکام ونامراد اور وہاں پر ہمیشہ کے ہولناک عذاب میں ہمیشہ کیلئے گرفتار ہونے والا گروہ ہوگا۔ جس نے اپنی دنیاوی زندگی کفر وانکار اور بغاوت وسرکشی میں گزاری ہوگی۔ سو اس ہولناک انجام کو بیان فرما کر ان لوگوں کو خبردار فرما دیا گیا ہے جو اپنی لاپرواہی کی بنا پر اس عذاب کو جلد لانے کا مطالبہ کرتے اور اسکا مذاق اڑاتے ہیں کہ ان کیلئے خیر اس میں ہے کہ وہ اس عذاب کیلئے جلدی مچانے کی بجائے اس سے بچنے کی فکر کریں کہ وہ انجام اور عذاب بڑا ہی ہولناک انجام ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ اور ہر طرح سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۱۷ جبری ہدایت نہ مفید ہے نہ مطلوب: - ورنہ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ امر کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ جبری طور پر سب کو ہی راہِ راست پر ڈال دیتا چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا'' یعنی جبراً وقہراً اور تکوینی طور پر جیسا کہ کائنات کی بے شمار مخلوق جبری عبادت و فرمانبرداری میں مصروف ہے۔ سورج اپنے مدار میں لگاتار چل رہا ہے اور چاند اپنے مدار میں۔ دریا و سمندر اور پہاڑ و جنگل وغیرہ سب مخلوق اپنے اپنے دائرے میں پابندِ حکمِ خداوندی اور مصروفِ عبادت و بندگی ہے۔ سو اگر تمام انسانوں کو اپنے خالق و مالک کی عبادت و بندگی میں اسی طرح لگا دیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے لئے کیا مشکل تھا مگر ایسا جبری اور قہری ایمان تو حضرتِ انسان سے مطلوب ہی نہیں کہ اس میں امتحان اور ابتلاء و آزمائش کے معنیٰ ہی فوت ہو جاتے ہیں جو کہ اصل مطلوب ہے۔ نہیں تو پھر ثواب و عقاب کا ہے کا؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا جبری ایمان پسند نہیں فرمایا بلکہ اس نے یہ چاہا کہ لوگوں کو اختیار دے کر انکے سامنے اپنی ہدایت رکھ دے کہ وہ اپنی عقل و بصیرت سے کام لیکر اپنی آزادیِ رائے کے ساتھ ہدایت کو اپنائیں تا کہ جو اپنی مرضی سے ایمان لائیں وہ دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز اور فائز المرام ہوں، وباللہ التوفیق لما یحبّ و یرید۔

۱۸ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں، سبحانہ وتعالیٰ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہ داخل فرماتا ہے اپنی رحمت میں جس کو چاہتا ہے''۔ کہ وہی جانتا ہے کہ اس کے لئے کس کے دل میں طلبِ صادق موجود ہے اور کس کے دل میں نہیں۔ اور یہی چیز فیصلہ کی اساس و مدار ہے۔ اور اسی پر سارا انحصار ہے۔ اس لئے وہ اسی کے مطابق ہر ایک کو اپنی عنایتوں سے نوازتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کہ ایسے طالبِ صادق ہی اسکی رحمت میں داخلے کے لائق ہوتے ہیں اور منکر اور ظالم و مشرک لوگ چونکہ طلبِ صادق کی اس دولت سے محروم ہوتے ہیں اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ عدل و انصاف کے مطابق نورِ حق و ہدایت سے محروم ہوتے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے عدل و انصاف اور اسکی حکمت کے تابع اور اس کے تقاضوں کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم بھی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ، اللھم فکن لنا واجعلنا لک،

۱۹ ظالم بے یار و مددگار، والعیاذ باللہ: - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اور ظالموں کیلئے نہ کوئی یار ہوگا۔ نہ مددگار ایسا یار و مددگار جو ان کی ایسے مشکل موقع میں کوئی مدد کر سکے یا ان کی زبانی کلامی ہی کچھ حمایت و ہمدردی کا اظہار کر سکتے۔ کیونکہ کارسازِ حقیقی۔ جل جلالہ۔ سے ان لوگوں نے منہ موڑ لیا تھا اور جن خود ساختہ ''سرکاروں'' اور من گھڑت ''ہستیوں'' کو انہوں نے اپنا حاجت روا و مشکل کشا قرار دے رکھا تھا ان میں ایسی کوئی اہلیت اور لیاقت سرے سے تھی ہی نہیں۔ تو پھر ان بدبختوں کا کوئی حمایتی اور مددگار ہو ہی کیسے سکتا ہے؟ - والعیاذ باللہ العظیم۔ سو کفر و شرک محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ظالموں یعنی کافروں اور مشرکوں کے لیے نہ کوئی کارساز ہوگا اور نہ کوئی حمایتی و مددگار۔ سو نہ ان کے خود ساختہ معبودوں اور من گھڑت اولیاء و شفعاء میں سے کوئی ان کے کچھ کام آسکے گا اور نہ ان کی کوئی جمعیت اور جماعت ان کے کچھ کام آسکے گی۔ سو ظالم اور مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے محروم ہوں گے اور یہ اللہ پاک کی مشیت کا تقاضا ہے اور اس کی مشیت اس کے عدل و انصاف اور اس کی حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ظلم کی ہر قسم اور اس کے ہر شائبے سے محفوظ اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور ہر قدم اپنی رضا کی راہوں پر ہی اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ

ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز بنا رکھے ہیں؟ سو (واضح رہے کہ) کارساز تو اصل میں اللہ ہی ہے ف۲۰

وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٩﴾ ع

وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے ف۲۱ ﴿۹﴾

۲۰ **کارساز سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے**:- سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ہی سب کا ولی و کارساز ہے"۔ وہی ہر کسی کی حاجت روائی کرتا اور کارسازی اور مشکل کشائی فرماتا ہے- سبحانہ وتعالیٰ- سو جنہوں نے اس کے سوا اور خود ساختہ کارساز و مشکل کشا بنا رکھے ہیں وہ راہِ حق وصواب سے ہٹے ہوئے اور گمراہی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں- والعیاذ باللہ العظیم- اوپر ارشاد فرمایا گیا تھا کہ "ظالموں کیلئے نہ کوئی حمایتی ہوگا نہ مددگار"۔ سو اسکے مقابلے میں اب یہاں پر ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ کارسازِ حقیقی سب کا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ پس عقل ونقل اور فطرتِ مستقیم کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اسی کو اپنا کارساز سمجھے۔ اپنے سارے معاملات اسی کے حوالے کردے اور اسی کے ساتھ اپنا تعلق صحیح رکھے۔ اسکے سوا باقی تمام اوہام وخرافات ہیں۔ جو نہ کسی نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے۔ انکو اپنا ولی اور کارساز قرار دینا اپنے لیے دارین کی ہلاکت و محرومی اور ہولناک خسارے کا سامان کرنا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین

۲۱ **زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں**:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی ہے جو زندہ کرتا ہے مردوں کو اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے"- سبحانہ وتعالیٰ- اور جب اِحیاء واِماتت یعنی زندگی بخشنا اور موت سے ہمکنار کرنا اور ہر چیز پر پوری قدرت رکھنا اسی کی شان اور اسی کا کام ہے- سبحانہ وتعالیٰ- تو پھر کارساز اور حاجت روا و مشکل کشا اس کے سوا اور کون اور کیسے ہوسکتا ہے؟ سو کارسازِ حقیقی سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے۔ دنیا کی اس عارضی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی۔ اور وہ ایسا کارساز وحاجت روا ہے کہ بندوں کی طرف سے کسی اپیل و درخواست کے بغیر ہی انکی حاجت روائی و کارسازی فرماتا ہے۔ انکی پیدائش کے وقت سے بلکہ اس سے بھی پہلے سے۔ اور انکی پوری زندگی میں اور اسکے بعد بھی اسکی کارسازی فرماتا ہے۔ آخر ہم جو پیدا ہوئے بطنِ عدم سے احاطہ وجود اور منصۂ شہود پر نمودار ہوئے۔ اور جسم کے اندر اور اسکے باہر جو بے حد وحساب نعمتوں سے مستفید و مالا مال ہوئے اور لگاتار ہو رہے ہیں۔ آخر اس کیلئے ہم نے اسکے حضور کونسی درخواست پیش کی تھی؟ اور ایسی کوئی اپیل و درخواست ہم کر ہی کس طرح سکتے ہیں؟ کہ ان لامحدود نعمتوں کا سوال اس سے کر سکیں جن کا ہمیں نہ کوئی علم ہے نہ احاطہ۔ سو جس کارسازِ مطلق کی کارسازی کی یہ عظیم الشان صورتیں انسان کے وجود کے اندر اور اسکے باہر ہر چہار سو پھیلی بکھری ہیں اسکو چھوڑ کر دوسری بے حقیقت چیزوں کو اپنا کارساز سمجھنا کتنا بڑا ظلم اور کس قدر بے انصافی اور اندھیر نگری ہے۔ اور کس قدر ہولناک خسارے کا سودا ہے؟ خواہ وہ خود ساختہ اور اپنے ہاتھوں کا گھڑا ہوا کوئی بت ہو یا کوئی اور فرضی اور خود ساختہ معبود کہ ایسی تمام چیزیں سراسر بے بنیاد اور بے حقیقت ہیں- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر قسم اور اس کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے- اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ

اور (ان کو یہ بھی بتادو کہ) جس چیز کے بارے میں بھی تمہارے درمیان اختلاف واقع ہو جائے تو اس کا فیصلہ کرنا اللہ ہی کا کام ہے ۲۲

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۱۰﴾

یہ ہے اللہ، میرا رب میں نے اسی پر بھروسہ کر رکھا ہے ۲۳ اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، ۲۴ ﴿۱۰﴾

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ

وہ بنانے والا ہے آسمانوں اور زمین (کی اس عظیم الشان کائنات) کا ۲۵ اور اسی نے بنائے تمہارے لئے خود تمہاری ہی جنس سے

اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ

عظیم الشان جوڑے، (اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے ۲۶) اور چوپایوں میں سے بھی (اسی طرح انہی کی جنس سے) جوڑے بنائے،

۲۲ **ہر اختلاف کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے:** سو اس ارشاد سے ہر اختلاف اور تنازع کا فیصلہ اللہ ہی کے حکم و ارشاد کے مطابق کرنے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے کہ جب اس ساری کائنات کا خالق و مالک بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور حاکم و حکیم اور علیم و خبیر بھی وہی۔ اور اپنے بندوں پر مہربان اور رحمٰن و رحیم بھی وہی۔ تو یہ فیصلہ بھی وہی فرما سکتا ہے کہ انسان کے لئے مفید کیا ہے اور مضر کیا۔ اس کا بھلا کس میں ہے اور برا کس میں۔ اس کے لئے حق و حلال کیا ہے اور ناجائز و حرام کیا۔ اس کے لئے بہتر کیا ہے اور بدتر کیا۔ پس اسی کا فیصلہ صحیح اور عینِ حق و صدق ہو سکتا ہے اور اسی میں انسان کے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا راز مضمر ہے۔ اور اسی کی متعین فرمودہ راہ انسان کے لئے حقیقی فوز و فلاح کی ضامن و کفیل ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہر اختلاف کے موقع پر اور ہر حال میں رجوع بہرحال اسی کی طرف کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ الآیة (النساء: ۵۹) اور یہی راہ ہے حق و صواب کی جس سے روگردانی مومن کے لئے کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ الآیة (الاحزاب: ۳۶)۔ بہرکیف اس میں یہ عظیم الشان اور اہم بنیادی درس دیا گیا ہے کہ ہر اختلاف اور تنازع کی صورت میں اللہ تعالیٰ ہی کے حکم و فیصلہ کی طرف رجوع کرو کہ ہر اختلاف کا فیصلہ اللہ ہی کے حوالے ہے۔ اور وہی ہے جس کا فیصلہ ہر لحاظ سے صدق و صواب ہوتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلیٰ ما یحب و یرید،

۲۳ **اللہ تعالیٰ کی معرفت اسکی صفاتِ کریمہ کے ذریعے:** سو یہاں پر اللہ تعالیٰ کی کئی اہم صفاتِ کریمہ کے ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ہے اللہ میرا رب، یعنی جس کی یہ اور یہ صفتیں ہیں۔ وہی رب ہے میرا اور ساری مخلوق کا۔ اور اسی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کر رکھا ہے، اور میں ہمیشہ اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور حاجت روا و مشکل کشا بنا رکھے ہیں وہ سب ظن و تخمین کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔ اور راہِ حق و صواب سے محروم ہیں۔ ﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾۔ بہرکیف ربِّ معبودِ حقیقی اور ہر تنازع و اختلاف کا فیصلہ کرنے کا مالک اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ ہر قسم کی

عبادت و بندگی اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ اور جن لوگوں نے اسکے سوا اور حاجت روا و کارساز بنا رکھے ہیں وہ سراسر دھوکے اور گمراہی میں پڑے ہیں۔ اور ان کا انجام بڑا ہی بھیانک ہوگا - والعیاذ باللہ العظیم - اس کے سوا لوگوں نے جو دوسرے طرح طرح کے سہارے گھڑ رکھے ہیں وہ سب بے حقیقت اور بے بنیاد ہیں - والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا بِکُلِّ حالٍ مِّن الاحوال

۲۷ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنے کی تعلیم و تلقین :- سو پیغمبر کی زبان سے کہلوایا گیا اور حصر و قصر کے اسلوب میں کہلوایا گیا کہ "یہ ہے اللہ جو کہ رب ہے میرا"۔ میں نے اسی - وحدہ لاشریک - پر بھروسہ کر رکھا ہے۔ کہ بھروسہ و اعتماد کے لائق وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اس لئے میرا بھروسہ و اعتماد بھی اسی پر ہے اور ہر مومن کو بھی بھروسہ و اعتماد اسی پر رکھنا چاہیئے کہ ہر قسم کا نفع و نقصان اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے - سبحانہ و تعالیٰ - سو اس سے اللہ ہی پر بھروسہ رکھنے کی تعلیم فرمائی گئی ہے کہ بھروسہ کے لائق وہی وحدہ لاشریک ہے جو بلا شرکتِ غیرے اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور اس میں حاکم و متصرف ہے - اور ہر چیز کی باگ ڈور ہمیشہ اور ہر حال میں اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے - سبحانہ و تعالیٰ

۲۸ وجودِ کائنات توحیدِ خداوندی کی عظیم الشان دلیل :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا"۔ اور بغیر کسی نمونے اور مثال کے بنانے والا ہے۔ اور ایسے پرحکمت طریقے سے کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس قادرِ مطلق وحدہ لاشریک نے تنِ تنہا اور بلا شرکتِ غیرے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے کیا - سبحانہ و تعالیٰ - پس اس کے سوا نہ کوئی بھروسہ و اعتماد کے لائق ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو کسی بھی قسم کی کسی عبادت و بندگی کا کوئی حق پہنچ سکتا ہے۔ اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور ہر شکل کا حق دار وہی وحدہ لاشریک ہے - سبحانہ و تعالیٰ - اور بھروسہ و اعتماد کے لائق بھی وہی وحدہ لاشریک ہے جو اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور اس میں حاکم و متصرف ہے - سبحانہ و تعالیٰ - سو زمین و آسمان کی اس عظیم الشان اور حکمتوں بھری کائنات کا وجود حضرتِ حق - جل مجدہ - کے وجودِ باجود اور اس کی توحید و یکتائی اور وحدانیتِ مطلقہ کی کھلی اور واضح دلیل ہے۔ مگر مشکل بلکہ مشکلوں کی مشکل یہ ہے کہ غفلت کا مارا انسان اس میں غور و فکر سے کام لیتا ہی نہیں بلکہ وہ کائنات کے انہی ظواہر و مظاہر میں الجھ کر اور انہی میں کھو کر رہ جاتا ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے - اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ و سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین

۲۹ وجودِ انسانی سے توحید کی دلیل :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی نے تمہارے لیے عظیم الشان جوڑے بنائے خود تمہاری ہی جنس میں سے"۔ اور ایسے پُرحکمت طریقے سے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی زندگی اور اس کی صفات و خصال دوسرے کے لئے تکمیل اور سکون و قرار کا ذریعہ ہیں۔ اور اس حد تک کہ ان میں سے ایک کی زندگی دوسرے کے بغیر ادھوری اور ناقص ہے - فَسُبْحَانَہٗ مِنْ خَالِقٍ قَادِرٍ قَیُّوْمٍ حَکِیْمٍ جَلَّ جلالُہٗ - سو انسان اگر خود اپنے وجود اور اپنے جوڑے ہی میں صحیح طور سے غور و فکر کرلے تو اسکو اسکی قدرتِ مطلقہ، حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ کے ایسے عظیم الشان دلائل و مظاہر نظر آئیں گے کہ وہ بے ساختہ پکار اٹھے گا کہ اس وحدہ لاشریک کا کوئی شریک نہیں - سبحانہ و تعالیٰ - جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ - (الذاریات: ۲۰-۲۱)۔ سو کائنات کی اس کھلی کتاب اور وجودِ انسانی کے اس بے مثل شاہکار میں حضرتِ خالق - جل مجدہ - کی عظمتِ شان اور وحدانیتِ مطلقہ کے عظیم الشان دلائل و براہین موجود ہیں - سبحانہ و تعالیٰ - بشرطیکہ انسان صحیح طور پر غور و فکر سے کام لے۔ و باللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید

يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ط لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ

اس طریقہ سے وہ تمہاری نسلیں پھیلاتا ہے، اس جیسی کوئی چیز نہیں، اور وہی ہے ہر کسی کی سنتا،

الْبَصِيْرُ ﴿١١﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج يَبْسُطُ

سب کچھ دیکھتا، ف۲۷ (۱۱) اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین (کے تمام خزانوں) کی، ف۲۸ وہ روزی

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ

کشادہ فرماتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (حساب کی اور) نپی تلی دیتا ہے، ف۲۹ بے شک وہ ہر چیز کو پوری طرح

عَلِيْمٌ ﴿١٢﴾ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ

جانتا ہے، ف۳۰ (۱۲) اسی نے مقرر فرمایا تمہارے لئے (سعادت دارین سے سرفرازی کیلئے) دین کا وہی طریقہ جس کا حکم وہ (اس سے پہلے

۲۷ اللہ تعالیٰ ہر کسی کی سنتا سب کچھ دیکھتا ہے: — سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے انداز و اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی ہے جو ہر کسی کی سنتا سب کچھ دیکھتا ہے"۔ پس نہ تو اس سے کسی کا کوئی قول و فعل چھپ سکتا ہے اور نہ ہی کسی کی کوئی حاجت و ضرورت اس سے مخفی رہ سکتی ہے۔ لہٰذا ایک طرف تو تم ہمیشہ اس سے اپنا معاملہ درست رکھنے کی فکر و کوشش کرو اور دوسری طرف ہر حالت میں ہر چھوٹی بڑی حاجت و ضرورت کے لئے اسی وحدہ لاشریک کو پکارو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ جیسا کہ حضرت نبی معصوم ۔علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ نے ارشاد فرمایا اور جابجا اور طرح طرح سے اپنی امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔ مثلاً سنن ترمذیؒ وغیرہ کی روایت میں فرمایا گیا۔ "یَسْاَلُ اَحَدُکُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ کُلَّهَا حَتّٰی یَسْاَلُهُ الْمِلْحَ وَحَتّٰی یَسْاَلُهٗ شِسْعَهٗ اِذَا انْقَطَعَ" یعنی "تم میں سے ہر کوئی اپنی ہر حاجت و ضرورت اسی سے مانگے۔ یہاں تک کہ اگر نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی اسی سے مانگے۔ اور اگر کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی وہ اسی وحدہ لاشریک سے مانگے۔ سبحان اللہ! ۔ کہاں دین حنیف کی یہ مقدس اور پاکیزہ تعلیمات اور کہاں آج کے جاہل مسلمان کا وہ مشرکانہ طرزِ عمل جو اس نے اپنے اس خالق و مالک کے بارے میں خود ساختہ مشرکانہ فلسفوں اور توہمات کی بناء پر اپنا رکھا ہے۔ اور وہ صاف طور پر اور کھلے عام کہتا ہے کہ اللہ بغیر واسطے کے ہماری نہیں سنتا اور کسی وسیلے کے بغیر ہماری وہاں رسائی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا "ہماری ان کے آگے اور ان کی ان کے آگے" وغیرہ وغیرہ۔ فالی اللہ المشتکی وھو المستعان ۔ اور اس طرح کے خود ساختہ اور مشرکانہ فلسفوں کی بنا پر ایسے لوگ اٹھتے بیٹھتے وغیرہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے سوا اسکی عاجز اور کمزور مخلوق ہی کو پکارتا ہے۔ کوئی کہتا ہے "یا رسول اللہ" کوئی "یا علی مدد" اور کوئی "یا پیر دستگیر" وغیرہ۔ دین متین کی تعلیمات مقدسہ کیا کہتی بتاتی ہیں اور یہ لوگ کس ہاوئے میں گر رہے ہیں؟ ۔ والعیاذ باللہ ۔ اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کی ہر شکل سے محفوظ اور ہمیشہ اور اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے ۔ آمین ثم آمین۔

۲۸ آسمانوں اور زمین کی چابیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس: — سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی

کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین - کے خزانوں - کی"۔ پس وہ جس کو چاہے دے اور جتنا چاہے عطا فرمائے۔ وہ جس کو دینے اور نوازنے پر آجائے کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور جس کو نہ دینا چاہے کوئی اس کو دلوا نہیں سکتا۔ پس تم لوگ ہر حال میں اسی کے حضور دستِ سوال دراز کرو اور اس کے سوا اور کسی سے مانگنے کی ذلت نہ اٹھاؤ کہ تمام خزانوں کی چابیاں اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہیں۔ اور اس کی تخلیق فرمودہ اور قائم کردہ اس کائنات میں حکم و تصرف بھی اسی وحدہ لاشریک کا چلتا ہے - سبحانہ وتعالیٰ - سو جب آسمانوں اور زمین کی اس عظیم الشان اور حکمتوں بھری کائنات کا خالق وہ ہے تو ضروری ہے کہ اسکا مالک بھی وہی ہو۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ان سب کو پیدا تو کرے وہ لیکن پیدا کرنے کے بعد انکی چابیوں کے مالک بن جائیں کوئی دوسرے؟ سو ایسا ہر تصور غلط اور اس طرح کی ہر سوچ گمراہی پر مبنی ہے - والعیاذ باللہ - پس اصل حقیقت بہر حال یہی ہے کہ زمین و آسمان کے تمام خزانوں کی چابیاں اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہیں - سبحانہ وتعالیٰ - اسی کے حکم و ارشاد سے آسمان سے بارش اترتی ہے جس سے ہر چیز کو زندگی ملتی ہے۔ اور اسی کے حکم و ارشاد سے زمین اپنے طرح طرح کے خزانے اگلتی ہے جس سے دنیا طرح طرح سے مستفید و فیضیاب ہوتی ہے۔ پس معبودِ برحق بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور ہر قسم کے شکر کا حقدار بھی وہی ہے - سبحانہ وتعالیٰ - اور جو کچھ ملتا ہے اسی کے یہاں سے اور اسی کی طرف سے ملتا ہے - جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ - اس لئے امید ہمیشہ اسی سے رکھی جائے۔ اور دست دعاء و سوال اسی کے آگے دراز کیا جائے۔

۲۹ رزق روزی بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں سبحانہ وتعالیٰ: - سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ہی روزی کشادہ فرماتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے اور نپی تلی دیتا ہے جسکو چاہتا ہے"۔ سو رزق روزی کی تقسیم کے سلسلے میں اس ارشادِ عالی سے دو عظیم الشان اور بنیادی حقیقتیں واضح فرمادی گئیں۔ ایک یہ کہ روزی کی بست و کشاد کا معاملہ حضرتِ حق - جل مجدہ - ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ کسی اور کا اس میں نہ کوئی عمل دخل ہے نہ اختیار۔ اور دوسری بات یہ کہ رزق و روزی کی فراخی و تنگی نہ کسی کے محبوب و مقبول عند اللہ ہونے کی علامت ہے اور نہ ہی اس کی تنگی اس کے مبغوض و مطرود ہونے کی نشانی۔ بلکہ اس کا تعلق دوسری مختلف حکمتوں اور مصلحتوں سے ہے۔ جس کا علم و احاطہ حضرتِ حق - سبحانہ وتعالیٰ - ہی کے ساتھ مختص ہے۔ سو رزق و روزی کے پیدا کرنے میں اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی دیوی دیوتا یا کسی "ہستی" اور "سرکار" وغیرہ کا کوئی عمل دخل ہے اور نہ اسکی تقسیم میں۔ بلکہ یہ سب کچھ اللہ وحدہ لاشریک ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ وہ اپنی مشیت اور حکمت کے مطابق جسکو چاہتا ہے کشادہ روزی عطا فرماتا ہے اور جسکو چاہتا ہے نپی تلی دیتا ہے - سبحانہ وتعالیٰ - پس ہر قسم کے شکر اور ہر طرح کی عبادت و بندگی کا حقدار وہی وحدہ لاشریک ہے - سبحانہ وتعالیٰ - فَاِیَّاہُ نسال التوفیق لذلک والسداد والثبات علیه -

۳۰ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے سبحانہ وتعالیٰ: - سو ارشاد فرمایا گیا اور اداوتِ تاکید کے ساتھ فرمایا گیا کہ "بے شک وہ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے"۔ اس لئے وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کے لئے روزی کی کشادگی بہتر ہے اور کس کے لئے اس کی تقتیر و تنگی۔ بندے کا کام ہے کہ اپنے بس کی حد تک کوشش اور محنت کرے۔ اور اس کے بعد معاملہ اسی وحدہ لاشریک کے حوالے کر دے کہ جو وہ کرے گا اسی میں بہتری ہوگی اور ہمارا کام ہے رضا بالقضاء ہے اور بس۔ اس لیے بندے کو ہمیشہ امید بھی اسی سے رکھنی چاہیئے اور اسی سے ڈرتے بھی رہنا چاہیئے۔ اور اگر کسی کے رزق و روزی میں تنگی ہو تو اسکو اس طرح کی کسی بدگمانی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ خدا کو اسکی خبر نہیں یا اس نے اس کے ساتھ کوئی ناانصافی کی ہے - والعیاذ باللہ - بلکہ یہ اطمینان رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے خدا کے علم سے ہو رہا ہے اور یہی اسکی حکمت کا تقاضا ہے - سبحانہ وتعالیٰ

نُوحًا وَّالَّذِیٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ

حضرت) نوح کو دے چکا ہے، ۳۱ اور جس کی وحی اب ہم آپ کی طرف کر رہے ہیں۔ اور جس کا حکم ہم (اس سے پہلے)

اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ

ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ، کو دے چکے ہیں، ۳۲ (اس تاکید کے ساتھ) کہ قائم کرو تم اس دین کو،

وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ؕ كَبُرَ عَلَی الْمُشْرِكِیْنَ مَا

اور اس میں پھوٹ نہیں ڈالنا، ۳۳ بڑی بھاری ہے مشرکوں پر وہ بات

تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ ؕ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ

جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں، ۳۴ اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے

۳۱ تمام انبیاء ورسل کا دین ہمیشہ ایک ہی رہا، یعنی اسلام:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اسی نے مقرر فرمایا تمہارے لیے دین کا وہ طریقہ جس کا حکم وہ اس سے پہلے نوح اور دوسرے انبیاء ورسل کو دے چکا ہے''۔ کہ اصول ومبادی ان سب ادیان کے ایک ہی ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت آپس میں علاتی بھائی ہیں۔ کہ دین تو سب کا ایک ہی ہے۔ البتہ شریعتیں یعنی فروعی احکام ومسائل مختلف ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء) اور حضرتِ نوح کی تخصیص اس لئے فرمائی گئی کہ آپؑ سب سے پہلے صاحبِ شریعت رسول ہیں۔ اور آپؑ کو توحید کی دعوت اور شرک کی تردید ومذمت کی ذمہ داری کے علاوہ حلال وحرام کے احکام سے بھی نوازا گیا تھا۔ جبکہ ابوالبشر حضرتِ آدم علی الاطلاق پہلے نبی ورسول ہیں۔ مگر آپ کی نبوت میں تحلیل وتحریم اور فرائض وواجبات کے اس طرح کے احکام ومسائل نہ تھے۔ بلکہ آپ کی شریعت کا اصل اور بنیادی تعلق زندگی کی معاشی ضروریات وغیرہ سے تھا۔ اور تخصیصِ نوح کی یہ وجہ احادیثِ کریمہ میں بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ حدیثِ شفاعت میں ہے۔ ''و لکن أتوا نوحا فانه اول رسول بعثه الله الی اهل الارض''۔ (حاشیہ جامع البیان: ج ۲ ص ۲۵۴ ابنِ کثیر اور روح المعانی وغیرہ)۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ یہی دین چونکہ دینِ فطرت ہے یعنی اسلام۔ یہی جملہ انبیاء ورسل کا دین رہا ہے۔ سب نے اسی کی تعلیم وتبلیغ فرمائی ہے کہ دین اصل میں یہی دین ہے۔ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ الایۃ (آلِ عمران: ۱۹)۔ پس دین حق بہرحال ایک اور صرف ایک ہے۔ یعنی اسلام جو کہ دین فطرت ہے۔

۳۲ اولوالعزم رسلِ کرام کا دین بھی یہی تھا:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی اس سے پہلے کی تھی''۔ ان انبیائے کرام کی تخصیص اس لئے فرمائی گئی کہ یہ اولوالعزم رسول ہیں۔ نیز اس لئے کہ ان کے ماننے والے ہمیشہ رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ سو یہ پانچ حضرات ہیں جن کا ذکرِ جمیل یہاں بھی فرمایا گیا اور سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۷ میں بھی فرمایا گیا ہے۔ سو دین سب انبیائے کرام کا ایک ہی رہا۔ یعنی اسلام جو

کہ عبارت ہے توحید خداوندی اور اسکی وحدانیت کے اقرار اور ہر طرح کی عبادت کو اسی کیلئے خالص کرنے سے۔ البتہ انکی شریعتیں اور انکے مناہج مختلف رہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ الآیة (المائدة: ۴۸)۔ ان پانچ انبیائے کرام کا حوالہ یہاں پر اس طرح دیا گیا ہے کہ پہلے اس سلسلہ مطہرہ کی ابتدائی اور آخری کڑی یعنی حضرت نوحؑ اور خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور بیچ میں تین انبیائے کرام یعنی حضرتِ ابراہیمؑ، حضرتِ موسیٰؑ اور حضرتِ عیسیٰؑ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ مشرکینِ عرب حضرتِ ابراہیمؑ کی پیروی کے مدعی تھے اور یہود و نصاریٰ حضرتِ موسیٰ وعیسیٰ کی۔ سو اس طرح گویا حضراتِ انبیائے کرام کی پوری تاریخ کی طرف بھی اشارہ ہو گیا اور قابلِ ذکر امتیں بھی سامنے آگئیں۔ والحمدُ للهِ جَلَّ وَعَلا بِكُلِّ حالٍ مِّن الاحوال۔

۳۳ اقامت دین اور تفرق وانتشار سے اجتناب دین حق کے دو اہم حکم: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اقامت دین اور تفرق وانتشار سے اجتناب واحتراز دین حق کی دو بڑی اور اہم بنیادیں ہیں، چنانچہ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سب حضرات کو یہ تلقین فرمائی گئی کہ تم قائم کرو اس دین کو اور اس میں پھوٹ نہیں ڈالنا"۔ یعنی اس دین کے اصول ومبادی میں اختلاف اور پھوٹ نہیں ڈالنا کہ ان فروعی مسائل میں جن کا تعلق مصالحِ اقوام وامم سے ہے۔ ان میں اختلاف ایک طبعی امر اور فطری ضرورت ہے۔ اس لئے ان میں مناقشہ واختلاف نہ صرف یہ کہ ممنوع ومحذور نہیں بلکہ ایک حد تک مطلوب ومحمود ہے۔ بہر کیف دینِ حق یعنی اسلام سے متعلق امتوں کو یہ ہدایت فرمائی گئی کہ تم اسکو قائم رکھنا اور اس میں اختلاف اور تفرقہ نہیں کرنا۔ اور دین سے یہاں پر مراد اللہ کا دین ہے جو کہ دینِ فطرت ہے اور جو ہمیشہ سے ایک ہی دین رہا ہے۔ جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں بھی گزرا ہے۔ اور اس دین کی بنیاد خالص اور کامل توحید پر ہے۔ اور اسی دینِ حنیف کے اپنانے اور اختیار کرنے سے سعادتِ دارین سے سرفرازی نصیب ہو سکتی ہے کہ راہِ حق وہدایت اب اسی دین میں منحصر ہے ورنہ اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔ والعیاذ باللہ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال۔

۳۴ مشرکوں کو عقیدۂ توحید ہی سے سب سے زیادہ چڑ۔ والعیاذُ باللہ: ۔ سو اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مشرکوں کو سب سے زیادہ چڑ دعوتِ توحید سے ہوتی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ بڑی بھاری ہے مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں۔ یعنی توحیدِ خداوندی کی دعوت جو کہ اس دینِ حق کی اصلِ اصیل اور اساسِ متین ہے کہ ہر طرح کی عبادت وبندگی اسی کے لئے خاص کرو اور اپنی ہر حاجت وضرورت میں اسی وحدہ لاشریک کی طرف رجوع کرو اور صرف اسی کو پکارو۔ اسی کو حاجت روا ومشکل کشا جانو۔ وہی ہے سب کی حاجتیں پوری کرنے والا۔ مگر شرک کے مارے ہوؤں کو یہی بات سب سے زیادہ بھاری لگتی اور گراں گزرتی ہے۔ اور اسی سے ان کو سب سے زیادہ چڑ اور ضد ہے کہ ان کے دلوں کی تاریں جگہ جگہ اور طرح طرح کے خود ساختہ معبودانِ باطلہ سے اٹکی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس لئے عقیدۂ توحید کی یہ دعوت جو سراسر معقول اور فطرتِ سلیمہ کا عین مقتضیٰ ہے ان کو اعجوبہ لگ رہی ہے۔ اور یہ اس کے بارے میں تعجب کرتے ہوئے صاف اور صریح طور پر کہتے ہیں۔ ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾۔ یعنی "کیا اس شخص نے سب معبودوں کو ختم کر کے ایک ہی معبود بنا دیا۔ یقیناً یہ تو ایک بڑی ہی عجیب بات ہے" (ص: ۵)۔ افسوس کہ آج کے کلمہ گو مشرکوں کا حال بھی کچھ اسی طرح کا ہے۔ ان کو بھی باقی سب کچھ گوارا ہے لیکن ان کو اگر ناگوار ہے تو یہی دعوتِ توحید اور تردید شرک وبدعت ناگوار ہے اور یہاں تک کہ یہ لوگ اس کے لئے مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ توحیدِ خالص کا بیان ان کو گوارا نہیں ہوتا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اور ہر قدم ہر حال میں راہِ حق وصواب ہی پر اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا

اور وہ راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے (اس وحدہٗ لاشریک کی طرف) ۳۵ ﴿۱۳﴾ اور یہ لوگ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوئے مگر

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا

اس کے بعد کہ ان کے پاس پہنچ گیا علم (حق اور حقیقت کا) محض آپس کی ضد (اور حسد) کی وجہ سے، ۳۶ اور اگر

۳۵ ہدایت کے بارے میں سنتِ الٰہی کا ذکر و بیان:- سو اس سے ہدایتِ خداوندی سے سرفرازی کیلئے سنتِ الٰہی اور دستورِ خداوندی کا بیان فرمایا گیا ہے۔ سو اس واہبِ مطلق -جَلَّ وَعَلَا شَانُهٗ- کے نوازنے اور کرم فرمانے کی یہ دو بڑی صورتیں ہیں۔ ایک اجتبا کہ وہ اپنے بندوں میں سے کچھ کو براہِ راست چن کر اس طرح اپنا بنا لیتا ہے کہ ان کے مزاج اور ان کی طبیعتیں عین اس کی رضا کے مطابق ہو جاتی ہیں۔ اور یہ حضرات انبیائے کرام -علیہم الصلوۃ والسلام- اور اسکے دوسرے خاص اور مخلص بندوں کی شان ہوتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ﴾ - (ص:۴۶) اور دوسری صورت اس کی کرم فرمائی کی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہدایت سے نوازتا ہے اور اپنی طرف وصول کی راہ دیتا ہے ان لوگوں کو جو صدقِ دل سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ کوئی اندھی بانٹ نہیں ہوتی -والعیاذ باللہ- بلکہ یہ نہایت حکمت اور عدل و انصاف پر مبنی اس کی بخشش و عطا ہوتی ہے جس سے وہ اپنے بندوں کو نوازتا ہے کہ وہی جانتا ہے کہ کون کس لائق ہے اور کس کے باطن کی کیفیت اور نیت کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا- ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ الایۃ- یعنی "اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے" (الانعام:۱۲۵)۔ سو اس ارشاد سے ہدایتِ خداوندی سے سرفرازی کیلئے سنتِ الٰہی اور دستورِ خداوندی کو واضح فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ راہنمائی اور ہدایت سے انہی لوگوں کو نوازتا ہے جو اسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جو اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے وہ اس نور سے محروم رہتے ہیں -والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور صدقِ دل سے اپنی طرف رجوع رہنے کی توفیق بخشے -اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

۳۶ باہمی ضد اور حسد باعث محرومی، والعیاذ باللہ جَلَّ وعلا:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم پہنچ گیا تھا" یعنی حق اور حقیقت کا علم۔ سو انہوں نے محض آپس کی ضد اور حسد کی بنا پر اس میں اختلاف کیا اور باہم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے -والعیاذ باللہ العظیم- ورنہ راہِ حق و صدق میں کسی طرح کا کوئی خفاء و غموض نہیں تھا۔ مگر آپس کی ضد اور حسد نے ان کا بیڑا غرق کر دیا -والعیاذ باللہ- سو باہمی ضد و حسد اور عناد و ہٹ دھرمی کا نتیجہ محرومی و ہلاکت اور وہ بھی اس صورت میں کہ علمِ حق و ہدایت کا نور انکے پاس پہنچ گیا کہ اسکے بعد ایسے لوگوں کا جرم مزید سخت اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے کیونکہ رات کے اندھیرے میں اگر کوئی ٹھوکر کھائے تو اس کیلئے عذر و معذرت کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ لیکن جو دن کی روشنی میں ہلاکت کے کھڈے میں جا گرے اس کیلئے کسی عذر کی کوئی گنجائش آخر کس طرح ہو سکتی ہے؟ -والعیاذ باللہ العظیم- سو اسی مضمون کو اس مقام پر اس طرح بیان فرمایا گیا- ﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ الایۃ (الشوریٰ:۱۴)۔ یعنی "یہ لوگ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا تھا محض آپس کی ضد کی بنا پر"۔ سو باہمی ضد و حسد اور عناد و ہٹ دھرمی باعثِ محرومی ہے -والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ اس بیماری سے اور اس طرح کی جملہ بیماریوں سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے -اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ

آپ کے رب کی طرف سے ایک وقت مقرر تک (ڈھیل دینے کی) ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی، تو یقیناً ان

بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ

لوگوں کے درمیان (اس جرم شدید کے عذاب کا) فیصلہ کبھی کا چکا دیا گیا ہوتا' ف۳۷ اور جن لوگوں کو وارث بنایا گیا اس کتاب (ہدایت) کا'

لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ۚ

ان کے اگلوں کے بعد' ف۳۸ تو وہ یقیناً اس کے بارہ میں ایک بڑے ہی اضطراب انگیز شک میں پڑے ہیں' ف۳۹ ﴿۱۴﴾ سو آپ (اے پیغمبر!) بلاتے

وَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ

رہیں اسی (دین حق) کی طرف، ف۴۰ اور مستقیم (وثابت قدم) رہو جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے ف۴۱ اور کبھی پیروی نہیں کرنا ان لوگوں کی خواہشات

۳۷ **ہر امت کیلئے ایک حد تک مہلت کا ذکر و بیان:**- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک مدت تک مہلت کی بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا معاملہ کبھی کا چکا دیا گیا ہوتا"۔ اور یہ کہ اصل اور پوری سزا آخرت میں ہی ہوگی نہ کہ دنیا میں۔ کہ دنیا دار الجزاء نہیں دار العمل اور امتحان گاہ ہے۔ اس لیے تمہارے رب کی طرف سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ہر امت کو اتمام حجت کیلئے ایک خاص حد تک مہلت دی جائیگی۔ تاکہ وہ غور و فکر سے کام لے کر راہِ حق و حقیقت کو اپنالے۔ نہیں تو اپنا پیمانہ لبریز کر کے اپنے آخری انجام کیلئے تیار ہو جائے۔ اور اس طور پر کہ اس کیلئے عذر و معذرت کی پھر کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ سو اسی بنا پر دورِ حاضر کے ان منکروں کو بھی مہلت دی جا رہی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو انکے درمیان کبھی کا فیصلہ چکا دیا گیا ہوتا۔ سو اس ارشاد میں ایک طرف تو حضور کیلئے تسکین و تسلیہ کا سامان ہے اور دوسری طرف ان امتوں کیلئے زجر و توبیخ اور تنبیہ و تذکیر کہ وہ اپنے کفر و انکار سے باز آجائیں۔ ورنہ اپنے اس ہولناک انجام کے لیے تیار ہو جائیں جو ان کو اپنے کفر و انکار کے نتیجے میں بہرحال بھگتنا پڑیگا، والعیاذ باللہ العظیم۔

۳۸ **اہل کتاب کو نعمت قرآن کی قدردانی کی تلقین:**- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا گیا ان کے بعد جو ان سے پہلے گزر چکے وہ اس قرآن کی بنا پر خلجان انگیز شک میں پڑے ہیں"۔ یعنی آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کے زمانے کے اہل کتاب جن کو اپنی کتاب اپنے بڑوں سے ملی کہ ان کا ایمان و یقین اپنی کتاب پر چونکہ حقیقی اور دلیل و برہان پر مبنی نہیں تھا۔ محض رسمی موروثی اور برائے نام تھا۔ اس لئے ان کا حال یہ تھا جو آگے بیان فرمایا جا رہا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ یا یہاں پر کتاب سے مراد قرآن مجید ہے جس کے بارے میں یہ لوگ ایک خلجان آمیز شک میں مبتلا ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ (المراغی، المحاسن، البیضاوی، وغیرہ)۔ سو حضرت عیسیٰ کی دعوت سے جو امت ظہور میں آئی اس کے اور

یہود کے درمیان شروع ہی سے ایک چپقلش اور مخاصمت و دشمنی برپا رہی، اور اس میں اصلی دخل علمائے یہود کے عناد کا تھا۔ اور وہ اسی وجہ سے ان کے دشمن بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ بعد میں خود نصاریٰ کے اندر بے شمار فرقے پیدا ہو گئے، اور پال نے اپنی شیطنت سے ان کو تورات اور انجیل دونوں کی روشنی سے محروم کر دیا۔ اس کے بعد جب خداوند قدوس نے دنیا کو نعمتِ قرآن سے نوازا تو عقل و نقل کا تقاضا تھا کہ تمام لوگ اور خاص کر یہود و نصاریٰ آگے بڑھ کر اس کو اپناتے اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنے کا سامان کرتے۔ مگر انہوں نے الٹا اسی روشنی کو گل کرنے کی سعی نامراد شروع کر دی۔ سو اس طرح اس ارشاد میں ان لوگوں کی توبیخ و تقریع بھی ہے اور نعمتِ قرآن کی قدر دانی کی تعلیم و تلقین بھی۔ کہ اسکی قدر دانی سعادت دارین سے سرفراز کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید،

۲۹ ایمان سے محرومی کا نتیجہ خلجان و اضطراب، والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ نعمتِ قرآن سے روگردانی برتنے والے اور اس کے ساتھ کفر و انکار کا برتاؤ کرنے والے اس قرآن کی وجہ سے قطعی طور پر ایک خلجان انگیز شک میں مبتلا ہیں۔ یعنی جن لوگوں کو انکی کتاب ان کے اگلوں سے وراثت میں ملی اور وہ اس پر ویسے ایمان نہیں لائے جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے۔ وہ ایمان و یقین کی دولت سے ملنے والے سکون و اطمینان سے محروم اور خلجان و اضطراب انگیز شک میں پڑے ہیں۔ سو ایمان و یقین سے محرومی کا نتیجہ خلجان و اضطراب ہے۔ جبکہ ایمان و یقین کی دولت سے انسان کو سکون و اطمینان کی دولت سے سرفرازی نصیب ہوتی ہے، سو کفر و انکار محرومیوں کا محرومی، اور خرابی و فساد کی جڑ بنیاد ہے، - والعیاذ باللہ العظیم، بکل حال من الاحوال وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیزُ الوَہاب،

۳۰ دعوتِ حق پر مداومت و استمرار کی تعلیم و تلقین: - سو ارشاد فرمایا گیا "پس آپؐ بلاتے رہیں اسی - دینِ حق - کی طرف"۔ یعنی جب باہمی ضد و عناد کی وجہ سے یہ لوگ حق سے محروم ہو کر دارین کے خسارے میں مبتلا ہوئے تو آپ اسی دینِ حق کی دعوت دیتے رہیں تا کہ جن کے نصیب میں ہو وہ حق سے سرشار و بہرہ ور ہو سکیں۔ اس لیے آپ اسی دینِ حق کی طرف دعوت دیتے رہیں کہ یہی دین تمام انبیاء و رسل کا دین ہے۔ اور یہی دین دارین کی سعادت و سرخروئی کا کفیل ہے۔ اور یہی دین دینِ حق اور دینِ فطرت ہے۔ سو اس میں پیغمبر کو راہِ حق پر استقامت کی تعلیم و تلقین ہے اور آپ کے توسط سے آپ کی امت کے ہر داعیِ حق کے لیے یہی تعلیم و تلقین ہے کہ دعوتِ حق پر مستمر اور ثابت قدم رہیں - وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلٰی مایُحِبّ ویرید، بکل حالٍ مِّن الاحوال و فی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ،

۳۱ راہِ حق پر استقامت کا حکم و ارشاد: - سو ارشاد فرمایا گیا "اور ثابت قدم رہو جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے"۔ کہ دارین کی سعادت و سرخروئی کی اساس و بنیاد یہی ہے کہ راہِ حق پر ثبات و استقامت سے کام لیا جائے۔ اور مخالفین جتنا بھی زور لگائیں راہِ حق سے کبھی قدم نہیں ہٹانا اور ایسے لوگوں کی کسی بات کی کبھی کوئی پروا نہیں کرنا کہ راہِ حق و ہدایت سے لغزش - والعیاذ باللہ - دارین کے خسارے کا باعث ہے - اللہ تعالیٰ ایسی لغزشوں اور ہر قسم کے خسارے سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے - اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں ہی پر چلنے کی توفیق بخشے اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، و یا ارحم الراحمین، یا اکرم الاکرمین۔

اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ج وَ اُمِرْتُ

کی اور ۴۲ (ان سے) کہو کہ میں ایمان لایا ہوں اس کتاب پر جس کو اللہ نے اتارا ہے ۴۳ اور مجھے حکم دیا گیا ہے

لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ط اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ط لَنَآ اَعْمَالُنَا

کہ میں انصاف کروں تمہارے درمیان، اور اللہ ہی رب ہے ہمارا، اور وہی رب ہے تمہارا، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں

وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ط لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ط اَللّٰهُ

اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، کوئی جھگڑا نہیں ہمارے اور تمہارے درمیان، ۴۴ اللہ

يَجْمَعُ بَيْنَنَا ج وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ط ﴿۱۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ

اکٹھا کرے گا ہم سب کو (قیامت کے دن، ۴۵) اور اسی کی طرف لوٹنا ہے سب کو ۴۶ ﴿۱۵﴾ اور جو لوگ جھگڑے کرتے ہیں

۴۲ منکرین کی خواہشات کی پیروی نہ کرنے کا حکم وارشاد: ـسو ارشاد فرمایا گیا" اور کبھی انکی خواہشات کی پیروی نہیں کرنا" کہ خواہشات کی پیروی ہی دراصل جڑ بنیاد ہے ہر فتنہ وفساد کی۔ اور یہ راہ زمین وآسمان کی اور اس ساری کائنات کی تباہی اور بربادی کی راہ ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ، وَ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ﴾ الآیة (المومنون:۷۱)۔ سوایسے میں ان کی خواہشات کی پیروی کی کیا گنجائش اور امکان ہوسکتا ہے؟ سوجن چیزوں کو یہ لوگ دین کے نام سے مانتے اور ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ دراصل محض ان لوگوں کی خواہشات کا ملغوبہ ہے جس کی پیروی باعثِ ہلاکت ہے۔ ایسے لوگ دین کے نام سے اور دین کے نام سے خواہشات نفس کی پیروری کرنا ہلاکتوں کی ہلاکت۔ اور دائمی محرومی کا باعث ہے۔ کیونکہ ایسی خواہشات کو لوگ چھوڑنے اور ترک کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ کہ وہ ان کو خواہشات اور برائی نہیں۔ بلکہ دین اور نیکی سمجھتے ہیں پھر وہ ان کو چھوڑنے کیلئے آمادہ اور تیار کس طرح ہوسکتے ہیں؟ اسی لئے حضرت نبی معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدعت کو دین کی عمارت کو ہدم کرنے یعنی اسکے ڈھانے کے مترادف قرار دیا ہے کیونکہ بدعت کا راستہ بہر حال زیغ وضلال اور اعتراض وانحراف کا راستہ ہے، والعیاذ باللہ العظیم

۴۳ کتابِ الٰہی پر ایمان کے اعلان واظہار کا حکم وارشاد: ـسو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ میں ایمان لایا ہوں اس کتاب پر جس کو اللہ نے اتارا ہے" تو پھر تمہاری خواہشات کی پیروی کا سوال ہی کیا پیدا ہوسکتا ہے۔ پس یہی کتاب منبع ومصدر ہے ہر خیر کا۔ اور یہی کفیل وضامن ہے دارین کی سعادت وسرخروئی کا۔ اس لیے میں اسکو چھوڑ کر تمہاری ایجاد کردہ بدعات اور خواہشات کی پیروی کسی بھی قیمت پر نہیں کرسکتا بلکہ تم کو بھی اسی کی پیروی کی دعوت دیتا ہوں کہ اسی میں تم لوگوں کا بھلا اور فائدہ ہے دنیا وآخرت دونوں میں۔ کہ نجات کا راستہ اتباع ہدیٰ یعنی راہِ حق کی پیروی ہے یعنی اس

راستے کی پیروی جس کو حضرت خالق جل مجدہٗ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور انکی نجات و فلاح کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اتباع ھویٰ یعنی خواہشات نفس کی پیروی کی راہ ہلاکت و بربادی اور محرومی و خرابی کی راہ ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے، اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے ہی اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ اور ہر حال میں محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین۔

۴۴ بحث و حجت بازی کے خاتمے کا اعلان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کسی حجت بازی کی ضرورت نہیں ہمارے اور تمہارے درمیان''۔ کہ حق واضح ہو چکا۔ اب جس کی مرضی مانے اور جس کی مرضی نہ مانے۔ جھگڑنے اور حجت بازی کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی اتنی ردو قدح اور اتنی توضیح و تفصیل کے بعد بھی اگر حق و ہدایت کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی اور تم لوگ ابھی تک اپنی اسی اینکڑی پینکڑی میں مبتلا اور اپنی کٹ حجتی میں پھنسے ہوئے ہو تو اب ہمارے اور تمہارے درمیان مزید حجت بازی اور کسی طویل کلام کا آخر کیا فائدہ؟ اب ہمارا تمہارا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے۔ جسکے حضور ہم نے بہرحال حاضر ہونا ہے اور اپنے کیے کرائے کا حساب دینا اور اسکا پھل پانا ہے کہ سب کا آخری ٹھکانہ اور رجوع بہرحال اسی کی طرف ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس سے لاطائل حجت بازی کے خاتمے کا اعلان فرما دیا گیا کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں سوائے تضیع وقت اور ذہنی کوفت کے۔ والعیاذ باللہ العظیم بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال

۴۵ اللہ کے حضور حاضری کی تذکیر و یاددہانی: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ جمع کرے گا ہم سب کو۔ حشر کے دن۔'' سو اس دن تمام اختلافات کا آخری اور عملی فیصلہ ہو جائے گا اور ہر کوئی اپنی زندگی بھر کی کمائی کا بھرپور صلہ اور بدلہ پا کر رہے گا۔ پس کوئی مانے یا نہ مانے۔ تسلیم کرے یا نہ کرے ایسے بہرحال ہو کر رہے گا۔ لہٰذا ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لے کہ وہ اس یومِ عظیم و رہیب کیلئے کیا سامان کر رہا ہے۔ اور وہاں کیلئے وہ کیا کمائی اپنے ساتھ لے جا رہا ہے وہاں پر منکروں کو ان کی بے سود و لاطائل حجت بازی کچھ کام نہیں آئے گی۔ انکی بولتی وہاں بند ہو جائے گی اور ان کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہرحال بھگتنا ہوگا۔ اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق بھگتنا ہوگا۔ اس لیے ان کو بے سود و لاطائل حجت بازی ترک کر کے راہِ حق و ہدایت کو اپنانا چاہیے کہ اسی میں ان کا بھلا ہے۔ وباللہ التوفیق، لما یحبُّ و یرید، وعلیٰ ما یحبُّ و یرید

۴۶ سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے انداز و اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''اسی۔ وحدہ لاشریک۔ کی طرف لوٹنا ہے سب کو''۔ اور وہاں ہر کسی کو اپنے کئے کرائے کا جواب دینا اور اس کا پھل پانا ہے۔ اس لئے ہر کوئی اپنا محاسبہ خود کر لے اور اپنے بارے میں خود دیکھ لے اور غور کر لے کہ وہ کہاں کھڑا ہے اور کل کے اس ہولناک دن کے لئے وہ کیا سامان کر رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تَحِبُّ وَ تَرْضٰی مِنَ القول و العمل۔ بہرکیف اس ارشاد ربانی میں چند اہم بنیادی حقائق کو پیش فرما کر حق کو پوری طرح واضح فرما دیا گیا ہے کہ داعی حق کو ہمیشہ دعوت حق دیتے رہنا چاہیے اور اس کو ہدایت و ارشاد ربانی کے مطابق ہمیشہ راہ حق و صواب پر مستقیم و ثابت قدم رہنا چاہیے اور منکرین کی اہواء و خواہشات کی کبھی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ کی کتاب کی ہدایت کے مطابق عدل و انصاف سے کام لینا چاہیے۔ رب سب کا بہرحال اللہ ہی ہے۔ وہ سب کو جمع فرمائے گا اور سب کو اس کے حضور حاضر ہونا ہے اور اپنے کیے کرائے کا صلہ و بدلہ پانا ہے۔

فِي اللّٰهِ مِنۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِيۡبَ لَهٗ حُجَّتُهُمۡ

اللہ (کے دین) کے بارے میں ف۴۷ اس کے بعد کہ اس کو قبول کرلیا گیا تو ان کی حجت بازی

دَاحِضَةٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ

باطل ہے ان کے رب کے نزدیک ف۴۸ ان پر اس کا بھاری غضب ہے اور ان کے لئے بڑا ہی سخت

شَدِيۡدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيۡۤ اَنۡزَلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ

عذاب ہے ف۴۹ (۱۶) اللہ وہی ہے جس نے اتارا اس کتاب کو حق کے ساتھ،

وَالۡمِيۡزَانَ ؕ وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

اور میزان کو بھی ف۵۰ اور تمہیں کیا خبر، کہ شاید (فیصلے کی) وہ گھڑی

۴۷ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حجت بازی تقاضاءِ عقل ونقل کے خلاف، والعیاذ باللہ:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں"۔ اسکے بعد کہ اس کی دعوت کو قبول کرلیا گیا، یعنی عقل سلیم اور فطرتِ مستقیم اور نقل صحیح سب کے نزدیک، کہ وہ ان سب کا بدیہی تقاضا ہے، سو ایسے لوگوں کی حجت بازی اللہ تعالیٰ کے یہاں بالکل باطل و مردود اور بے بنیاد ہے، یعنی اسکے دین حق اور میں تاکہ اس طرح وہ لوگوں کو راہِ حق و ہدایت سے روک سکیں۔ اور جن گھٹاٹوپ اندھیروں میں وہ خود ڈوبے ہوئے ہیں ان میں وہ اسکی توحید اور وحدانیت مطلقہ کے بارے دوسروں کو بھی غرق کردیں۔ والعیاذ باللہ العزیز۔ "محاجۃ" کے معنیٰ "مجادلہ" اور کٹ حجتی کے آتے ہیں۔ اور ﴿فی اللہ﴾ میں یہاں پر "فی" کے بعد مضاف محذوف ہے۔ ای فی توحید اللہ۔ یعنی اللہ کی توحید کے بارے میں۔ کیونکہ مخالفین کا جھگڑا اصل میں اس وحدہ لاشریک کی توحید ہی میں تھا۔ ورنہ اسکے وجودِ باجود کے بارے میں کسی قسم کا جھگڑا نہ تھا نہ ہوسکتا ہے کہ اس کو ہر کوئی مانتا ہے، اور ماننے پر مجبور ہے، کہ کائنات پوری اور خود انسان کا اپنا وجود اس وحدہٗ لاشریک کا گواہ ہے،

۴۸ توحید خداوندی کے بارے میں جھگڑنے والوں کی حجت بازی سراسر باطل:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے لوگوں کی حجت بازی ان کے رب کے یہاں باطل ہے"۔ کہ اس کی نہ کوئی اساس ہے نہ بنیاد۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ یہود کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے کچھ لوگوں کو ان کے ایمان لانے کے بعد دینِ حق سے پھیرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن الفاظ وکلمات کا عموم بہر حال ایسے ہر حجت باز کو عام اور شامل ہے جس نے ایسا جھگڑا اٹھایا اور حجت بازی کی خواہ وہ کوئی بھی ہو، اور کہیں کا بھی ہو، کہ اسکی حجت عقل سلیم فطرتِ مستقیم اور نقل صحیح سب کے تقاضوں کے خلاف اور ان سے متصادم ہے، اور یہ راستہ سراسر محرومیوں کا راستہ ہے، والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں ایمان صادق اور عمل صالح کی دولت سے سرفراز و مالا مال رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے وسلامت۔ اور اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

۴۹ منکرینِ توحید کے لیے سخت عذاب۔ والعیاذ باللہ:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ توحیدِ خداوندی کے

بارے میں کٹ حجتی کرنے والوں کے لیے بڑا سخت عذاب ہے۔ سوارشاد فرمایا گیا کہ "ایسوں پر بڑا بھاری غضب ہے اور ان کیلئے بڑا ہی سخت عذاب ہے"۔ قیامت کے دن جو کہ اتنا شدید اور اس قدر ہولناک ہوگا کہ اس دنیا میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ایسے لوگوں نے بڑے ہی سنگین جرم کا ارتکاب کیا جس کے باعث ان کو ایسا ہولناک اور شدید عذاب بھگتنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ اور ایسوں کی یہ کٹ حجتی انکے رب کے یہاں انکے کچھ بھی کام نہیں آسکے گی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ یہاں پر۔ ﴿مِنۡ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِیۡبَ لَہٗ﴾۔ سے توحید خداوندی کے بارے میں کٹ حجتی سے کام لینے والوں کے اس جرم وقصور کی سنگینی کو اور واضح فرمادیا گیا۔ کیونکہ تمام انبیاء ورسل نے سب سے پہلے توحید ہی کی دعوت دی۔ اور اس سے بھی پہلے توحید خداوندی انسانی فطرت وجبلت میں پیوست اور فطرتِ انسانی کی پکار ہے۔ ایسے میں اس کے بارے میں کٹ حجتی کا جرم اور بھی زیادہ سنگین ہوجاتا ہے اور انسان نور حق وہدایت سے اور دور ہوتا جاتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین

۵۰ قرآنِ حکیم میزانِ خداوندی ہے، سبحانہ وتعالیٰ: ۔ سوارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ہی نے اتارا کتاب کو اور میزان کو لوگوں کی ہدایت وراہنمائی کے لیے اور ان کے حقوق کی تحدید وتوضیح کے لیے"۔ سو یہ کتاب حکیم میزانِ خداوندی ہے۔ پس "المیزان" دراصل "الکتاب" کا بیان ہے۔ پس اس نے میزان کو اتارا، یعنی عدل وانصاف کو۔ جیسا کہ حضرتِ ابن عباس اور قتادہ وغیرہ سے مروی ہے۔ اور عدل وانصاف کو میزان سے اس لئے تعبیر فرمایا گیا کہ وہ عدل وانصاف کے قیام کا ذریعہ اور سبب ہے۔ تو یہ تسمیة الشی بسببه کے قبیل سے ہوگا اور یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ (ابن کثیر، صفوہ، مدارک وغیرہ)۔ اور یہ عدل وانصاف چونکہ قرآنِ حکیم کی تعلیماتِ مقدسہ کی پیروی ہی کے ذریعے قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے یہ دراصل "الکتاب" یعنی قرآنِ حکیم کا ذکر و بیان ہے۔ سو جیسا کہ اوپر آیت نمبر ۱۵ میں پیغمبر کی زبان سے یہ اعلان کروایا گیا کہ "کہو میں ایمان لایا اس کتاب پر جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل وانصاف کروں" تو اسی بات کو یہاں پر دوسرے لفظوں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب پیغمبر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور فرمایا گیا ہے کہ آپ مختلف ملتوں کے درمیان اس اختلاف کے بارے میں فیصلہ فرمائیں جو انہوں نے اللہ کے دین کے بارے میں کیا ہے تو ضروری ہوا کہ آپ کو ایسی کتابِ حق وہدایت عطا فرمائی جائے جو میزانِ عدل کا کام دے۔ جس پر پرکھ کر آپؐ بتاسکیں کہ کس کے پاس حق کتنا ہے اور باطل کتنا۔ سو وہ یہی کتابِ حق قرآن مجید ہے جو حق وباطل کی پرکھ کیلئے میزانِ عدل وانصاف اور کسوٹی ہے۔ اسی لیے اسکی ایک صفت "مھیمن" بھی ہے جسکے معنیٰ "کسوٹی" کے بھی آتے ہیں۔ سو یہ کتابِ مبین یعنی قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کی میزانِ عدل وانصاف ہے۔ جس کے ذریعے ہر صاحبِ حق کی حق کو پوری باریکی کے ساتھ واضح فرمادیا گیا ہے۔ پس جو لوگ اس کتابِ حکیم کے منکر اور اس کے نورِ حق وہدایت سے محروم ہیں وہ دولتِ عدل وانصاف سے محروم ہیں۔ نہ وہ خالق کے حق کو پہچان سکتے ہیں اور نہ ہی مخلوق کے حقوق کو خواہ اس کے لیے کتنے ہی بڑے اور بلند بانگ دعوے کیوں نہ کرتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر قائم اور ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ

قریب ہی آ لگی ہو ؀۵۱ ﴿۱۷﴾ اس کے بارے میں جلدی وہی لوگ مچاتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے ؀۵۲

وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا

اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ یہ

الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ

قطعی طور پر حق ہے ؀۵۳ آگاہ رہو کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں شک ڈالنے والی بحثیں کرتے ہیں،

لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ

وہ یقینی طور پر مبتلا ہیں پرلے درجے کی گمراہی میں، ؀۵۴ ﴿۱۸﴾ اللہ بڑا ہی مہربان ہے اپنے بندوں پر ؀۵۵ وہ جسے (جو کچھ) چاہتا ہے

۵۱ قیامت کی ہولناک گھڑی کو قریب ہی سمجھنے کا درس: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تمہیں کیا خبر کہ شاید- فیصلے کی- وہ گھڑی قریب ہی آ لگی ہو"۔ اس لئے انسان کو ہر وقت اس کی فکر اور اس کی تیاری میں لگے رہنا چاہیے کہ پتہ نہیں وہ کب آ جائے اور کس حالت میں اور کہاں آ جائے۔ اور کمائی کا یہ موقع جو آج میسر ہے ہاتھ سے نکل جائے۔ کیونکہ قرآن حکیم کی تصریح کے مطابق وہ بالکل اچانک آئے گی- ﴿لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً﴾- پھر ہر شخص کے حق میں قیامت تو اس کی اپنی موت ہی ہے کہ اس کے بعد اس کے لئے عمل کی کوئی فرصت نہ ہوگی۔ اور کسی کو بھی پتہ نہیں کہ اس کی موت کب کہاں اور کیسے آنے والی ہے۔ اور یوں بھی ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے- "كُلُّ مَا هُوَ آتٍ فَهُوَ قَرِيبٌ"- یعنی "ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے"۔ پس قیامت کی اس ہولناک گھڑی کے آنے سے پہلے کتاب و سنت کی اتباع اور عدل و انصاف کے قیام پر مداومت کر کے اس کے لئے تیاری کر لو- اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا- اور جو لوگ آج دنیاوی زندگی میں قرآن کے اس میزانِ عدل سے گریز و فرار کی راہ کو اپنائے ہوئے ہیں آخر قیامت کے اس یومِ عدل و انصاف اور میزانِ حق سے کیسے اور کہاں بھاگیں گے۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جو لوگ قرآنِ حکیم کی اس میزان عدل و انصاف کے مطابق اپنے اختلافات رفع کریں گے اور راہِ حق و ہدایت کو اپنائیں گے وہ بڑے خوش نصیب لوگ ہیں۔ ورنہ قیامت کے روز تو ان سب کے درمیان فیصلہ بہر حال ہو کر ہی رہے گا اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہوگا۔ اور اس طور پر کہ کسی کے لیے کسی راہِ فرار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ اور قیامت کی اس ہولناک گھڑی کو دور نہ سمجھو۔ بعید نہیں کہ وہ تمہارے قریب ہی آ لگی ہو۔ سو جو لوگ آج قرآن کی میزانِ عدل سے گریزاں ہیں آخر وہ کل میزانِ قیامت سے کیسے اور کہاں بھاگیں گے؟- وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلیٰ ما یحبُّ ویرید

۵۲ منکرینِ قیامت کی لاپرواہی کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "قیامت کے بارے میں جلدی وہی لوگ مچاتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے" وہ اس کو محض ایک خیالی ڈراوا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کی ہولناکی اور اس میں پیش آنے والے

احوال واہوال سے بے خبر اور بے خوف ہیں۔ اس لئے وہ استہزاء کے طور پر اور لاپرواہی کی بناء پر ایسے کہتے اور کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو ایسے لوگ ڈھیٹ بن کر کہتے ہیں کہ اسکو اگر آنا ہے تو وہ آتی کیوں نہیں؟ اس کو کس نے اور کیوں روک رکھا ہے؟ اس کا جہاز آخر کب آکر لنگر انداز ہوگا۔ ﴿اَیَّانَ مُرْسٰهَا﴾ ۔ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۵۳ آخرت کا خوف ایمان ویقین کا طبعی اور بدیہی تقاضا: ۔ سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ ایمان والے قیامت کی ہولناکیوں سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں۔ اور وہ یقین جانتے ہیں کہ وہ قطعی طور پر حق ہے"۔ یعنی اس کا وقوع پذیر ہونا تو قطعی اور یقینی ہے کہ وہ ایک ہونی شدنی چیز اور حقیقت کبریٰ ہے۔ اسی لئے اس کے ناموں میں "الحاقۃ" اور "الواقعۃ" بھی ہیں۔ سو جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ تو اسکا مذاق اڑاتے ہیں اور اسکے بارے میں طرح طرح کے آوازے کستے ہیں۔ لیکن جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے لرزاں و ترساں رہتے اور اس سے ڈرتے ہیں۔ سو ایمان و یقین کی دولت دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز کرنے والی دولت ہے اور اس سے محرومی دارین کی سعادت و سرخروئی سے محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس سے قیامت کے منکرین اور اس پر ایمان رکھنے والے دونوں گروہوں کا حال بیان فرما دیا گیا جس سے ایمان اور بے ایمانی کا فرق اور نتیجہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید۔

۵۴ منکرین آخرت دور کی گمراہی میں۔ والعیاذ باللہ العظیم: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آخرت کے بارے میں شک کرنے والے بڑی دور کی گمراہی میں پڑے ہیں"۔ اپنے کبر و عناد اور ظلم و استکبار کی بنا پر۔ اور اس بنا پر ایسے لوگ نور حق و ہدایت سے اس قدر دور اور محروم ہو گئے ہیں کہ وہاں سے اب پلٹ کر واپس نہیں آسکتے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس ارشاد ربانی میں ان لوگوں کی محرومی پر اظہار حسرت ہے جو قیامت جیسی عظیم الشان اور جلیل القدر حقیقت کا انکار کرتے اور اسکے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اور اس طرح ایسے لوگ راہ حق و ہدایت سے محروم ہو کر ہلاکت اور تباہی کی راہ پر چلتے ہیں۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔ جہاں سے انکو راہ حق کی طرف مڑنا بھی نصیب نہیں ہو رہا۔ سو انکی آنکھیں اس وقت کھلیں گی جبکہ غیب کا وہ جہان اپنے عظیم الشان حقائق کے ساتھ انکے سامنے مکشوف ہو جائے گا۔ مگر اس وقت آنکھ کھولنے اور حقائق کو تسلیم کرنے کا انکو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس وقت وہ ہولناک انجام انکے سامنے موجود ہوگا جس کا مستحق انہوں نے اپنے آپ کو بنا لیا اور جس سے مفر کی کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہیں ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

۵۵ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت اور مہربانی کا حوالہ و ذکر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ بڑا ہی مہربان ہے اپنے بندوں پر" اتنا مہربان کہ اس کی رحمتوں اور مہربانیوں کا کوئی کنارہ نہیں۔ اور یہ اس کی رحمت و مہربانی ہی کا ایک عظیم الشان مظہر ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت و راہنمائی کے لئے دین کی اس عظیم الشان روشنی کا انتظام فرمایا جو کہ دل و دماغ کی دنیا کو روشن و منور کرتی اور انسان کو ہلاکت و تباہی کے گڑھوں سے بچا کر دارین کی سعادت و سرخروئی اور حقیقی فوز و فلاح سے ہمکنار و سرفراز کرتی ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ اور اس کی اس رحمت بے پایاں اور عنایت بے غایت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ ایسے شریروں اور نافرمانوں کو بھی اتنی ڈھیل اور اس قدر مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں اور راہ حق و ہدایت کو اپنا کر دائمی ہلاکت و تباہی سے بچ جائیں۔ سو وہ مہربان مطلق اپنے بندوں پر رحمت فرمانے میں تو سبقت فرماتا ہے لیکن ان پر عذاب لانے میں جلدی نہیں کرتا۔ جس سے تنگ نظر اور کوتاہ ظرف انسان غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿١٩﴾ مَنْ كَانَ

عطا فرماتا ہے اور وہی ہے قوت والا، سب پر غالب ۵۶ ﴿۱۹﴾ جو کوئی

يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ

آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لئے افزونی دیتے ہیں اس کی کھیتی میں، اور جو کوئی

كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي

دنیا کی کھیتی چاہتا ہے، اس کو ہم اسی میں سے (جو چاہتے ہیں) دے دیتے ہیں، مگر آخرت میں

الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿٢٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا

اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا ۵۷ ﴿۲۰﴾ کیا ان لوگوں کے کچھ ایسے شریک ہیں، جنہوں نے ان کے لئے دین کا وہ طریقہ

لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

نکال لیا ہے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی؟ ۵۸ اور اگر فیصلے کی بات

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ

پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی، تو یقیناً ان کے درمیان کبھی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ ظالموں کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا

ایک بڑا ہی دردناک عذاب ہے ﴿۲۱﴾ تم دیکھو گے کہ (اس دن) یہ ظالم سہمے ہوئے ہوں گے، اپنی اس کمائی کی بناء پر،

كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو انہوں نے (زندگی بھر) کی تھی، مگر وہ بہر حال ان پر آ کر رہے گا، اور جنہوں نے ایمان لایا ہوگا، اور انہوں نے کام بھی نیک

الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ

کئے ہوں گے، وہ بہشت کے عظیم الشان باغوں میں ہوں گے ۵۹ اور ان کو اپنے رب کے یہاں

۵۶ روزی رساں سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ روزی عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور وہی ہے

قوت والا سب پر غالب''۔ پس وہ جس کو جو اور جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اپنی حکمت وعنایت کے مطابق۔ کہ وہی جانتا ہے کہ کس کے لئے کیا اور کتنا کچھ بہتر ہے۔سبحانہ وتعالیٰ۔ رزق کے اصل معنیٰ بخشش وعطا کے ہیں۔ ''الـرِّزْق هُوَ الـعـطـا''۔ (راغبؒ)۔سو وہ واہبِ مطلق اپنی بے حد وحساب اور گونا گوں مخلوق کو طرح طرح کی عنایات اور ظاہری اور باطنی رحمتوں اور نعمتوں سے طرح طرح سے اور پیہم ولگاتار نوازتا ہے۔سبحانہ وتعالیٰ۔ اور اس قدر نوازتا ہے کہ اس کا حد وحساب اور گنتی وشمار بھی کسی کے بس میں نہیں۔ اگرچہ اس کے لئے وہ دنیا بھر کے کمپیوٹروں اور آلاتِ حساب وکتاب سے بھی کام لے کہ انسان، اور ایک نہیں تمام انسان اور ان کے سب ذرائع ووسائل مل کر بھی محدود ہی ہیں۔ جبکہ اس واہبِ مطلق کی عطا وبخشش غیر محصور اور لامحدود ہے۔سبحانہ وتعالیٰ۔ سو یہ بھی اس کی رحمت وعنایت کا ایک عظیم الشان مظہر ہے کہ وہ نافرمانوں کو بھی انکی نافرمانی کے باوجود رزق وروزی دئے جارہا ہے تاکہ اگر وہ چاہیں تو اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر توبہ اور رجوع الی اللہ کے ذریعے اپنی اصلاح کرلیں۔ اور اس طرح اپنے رب کی ابدی رحمت وعنایت کے سزاوار بن جائیں۔ اور یہ صرف اسی وحدہ لاشریک کی شان ہے کہ وہ اپنے باغیوں اور سرکشوں پر روزی کے دروازے بند نہیں کرتا۔ اور اس وحدہ لاشریک کے سوا ایسا حلم، اس قدر کرم اور اتنی رحمت وعنایت اور کسی سے ممکن ہی نہیں۔سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس سے منہ موڑنا اور اِعراض کرنا کس قدر بے انصافی، کتنی ناشکری اور کتنا بڑا ظلم ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور وہ ''قوی'' اور ''عزیز'' بھی ہے۔ اس لیے کسی کے اس کی گرفت وپکڑ سے نکل بھاگنے کا کوئی سوال ہی نہیں، ہر کسی کو اپنے کئے کرائے کا بھگتان بہرحال بھگتنا ہوگا۔ پس کسی کو اس کے حلم وکرم کی بنا پر کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۵۷ آخرت ہی اصل مقصود ہونی چاہیے :۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اصل مقصود آخرت ہی کو بنانا چاہیئے کہ اسی میں دنیا کا بھی بھلا ہے۔ یعنی انسان اپنی اس دنیاوی زندگی میں اچھا برا جو بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اس کی اپنی کمائی ہے۔ کیونکہ دنیاوی زندگی کی یہ فرصت جو آج اسے میسر ہے دراصل ایک کھیتی ہے جسے وہ خود کاشت کررہا ہے۔ جس کا پھل خود اسی کو ملے گا۔ اچھی کھیتی اور کمائی کا اچھا پھل اور بری کھیتی کا برا پھل۔ والعیاذ باللہ۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ''اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ''۔ یعنی ''یہ دنیا آخری کی ابدی اور حقیقی زندگی کی کمائی کے لئے ایک عظیم الشان کھیتی ہے''۔ پھر اپنی کمائی کے بارے میں اس کو اس بات کی آزادی اور اس کا اختیار حاصل ہے کہ وہ اس کا پھل اسی دنیا میں چاہتا ہے یا آخرت میں۔ دونوں صورتوں میں اللہ پاک کا معاملہ ایسے شخص سے مختلف ہوگا۔ نیکی کا بدلہ آخرت میں چاہنے کی صورت میں اللہ پاک اس کی اس نیکی کو بڑھاتا جائے گا کہ ایک طرف تو ایسے خوش نصیب انسان کو اپنی اس نیکی کی برکت سے مزید نیکیاں کرنے کی توفیق وسعادت نصیب ہوگی کہ یہ نیکی کا اپنا ایک طبعی تقاضا اور فطری اثر ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ''اِنَّ مِنْ جَزَاءِ الْحَسَنَةِ الْحَسَنَةُ بَعْدَهَا''۔ یعنی ''نیکی کی جزا میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد مزید نیکی کرنے کی توفیق ملتی ہے'' اور دوسری طرف اس کی اس نیکی کو جو اس نے صدق واخلاص سے کی ہوگی حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ نہ صرف یہ کہ محفوظ رکھے گا بلکہ اس کو اپنی شانِ کرم سے بڑھاتا جائے گا۔ جیسا کہ دوسری نصوص میں اس کی طرح طرح سے توضیح فرمائی گئی ہے۔ اور اس کے نتیجے میں وہ اس کو آخرت میں اپنی ان عظیم الشان نعمتوں سے نوازے گا جن کا تصور بھی یہاں کسی

انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور اس سے پہلے وہ اس کو اس دنیا میں بھی اپنے طرح طرح کے انعامات سے نوازے گا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ مگر اس کا اس آیتِ کریمہ میں ذکر نہیں فرمایا گیا کہ آخرت کے عظیم الشان انعامات کے مقابلے میں ان دنیاوی نعمتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اور اس کے برعکس جو کوئی اپنے عمل سے اس دنیاوی زندگی ہی کا بدلہ چاہے گا تو اس کو دنیا میں تو وہی کچھ مل سکے گا جو حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُهُ۔ کی مشیت ہوگی لیکن آخرت میں ایسے شخص کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور وہاں اس کو دوزخ کی ہولناک آگ میں داخل ہونا ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۸ اور دوسری مختلف نصوص میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ سو طالبِ آخرت کے لئے آخرت کی حقیقی اور ابدی کامیابی کے ساتھ ساتھ اس دنیا کی سعادت بھی مقدر ہے جبکہ طالبِ دنیا یہاں پر اپنا مقدر اور نصیب ہی پا سکے گا۔ اور وہاں ہمیشہ کی ناکامی سے ہمکنار ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو دنیا تو نیکوکاروں اور بدکاروں سب ہی کو ملتی ہے مگر آخرت انہی کو ملتی ہے جو اسکے طالب ہوتے ہیں۔ پس اصل مقصود طلبِ آخرت ہی ہونی چاہیئے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۵۸ دینِ شرک کے لیے کوئی گنجائش نہیں: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور استفہامِ استعجاب واستنکار کے ساتھ فرمایا گیا کہ "کیا ان لوگوں کے کوئی ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کیلئے دین کا کوئی ایسا طریقہ نکال لیا ہو جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی؟"۔ اور ظاہر ہے کہ ان کے ایسے کوئی شریک ہو سکتے ہی نہیں۔ تو پھر یہ لوگ اس دینِ حق کی اِتباع وپیروی کیوں نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے نازل فرمایا ہے۔ جو ان کے لئے دارین کی سعادتوں کا ضامن وکفیل ہے۔ اس صورت میں یہ استفہامِ انکاری ہوگا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا﴾ الایة (الانبیاء: ۴۳) اور یا یہ "اَمْ" منقطعہ ہے جو "بل" کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ یہ لوگ اللہ پاک کی شریعت کا اِتباع نہیں کرتے بلکہ ان چیزوں کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے لئے ان کے شرکاء نے مقرر کی ہوتی ہیں۔ جس سے ایسے لوگ اللہ پاک کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور اس کی حرام فرمودہ اشیاء کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ خواہ وہ شرکاء شیاطین الانس کی شکل میں ہوں یا شیاطین الجن کی شکل میں۔ بہر کیف استفہام تقریع وتوبیخ اور اِستعجاب واِستنکار کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل فرمودہ دینِ حق کے سوا اور کوئی دین ایسا ہے ہی نہیں جس کی پیروی کی جائے۔ (ابنِ کثیر، ابنِ جریر، قرطبی، مدارک اور صفوہ وغیرہ)۔ سو دینِ حق وہی اور صرف وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت وراہنمائی کیلئے اپنی رحمت وعنایت سے نازل فرمایا ہے۔ یعنی اسلام۔ جو ایک ہی دین ہے جسکی تمام انبیاء ورسل نے تبلیغ وتلقین فرمائی۔ اور سب نے اسی کی دعوت دی۔ اور جس کی اساس وبنیاد توحید ووحدانیتِ خداوندی ہے۔ اسکے سوا جو بھی کوئی دین کسی نے اختیار کیا وہ اس سے کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ایسا شخص آخرت میں سراسر خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ سو دینِ شرک کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ نہ عقل کے اعتبار سے اور نہ نقل کے اعتبار سے۔ اور شرک کے لیے کوئی اساس وبنیاد نہیں سوائے اوہام وخرافات کے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ

ہر وہ چیز ملے گی جو وہ چاہیں گے، یہی ہے بڑا (اور اصل وحقیقی) فضل، ﴿۲۲﴾ یہ ہے وہ چیز

يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ

جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے ان بندوں کو، جو ایمان لائے اور انہوں نے (ایمان کے مطابق) نیک کام بھی کیے،

قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ

(ان سے) کہہ دو کہ میں (تبلیغ حق کے) اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا' بجز رشتہ داری کی محبت کے ۶۰

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور جو کوئی بھلائی کمائے گا تو ہم اس کے لئے اس بھلائی کی خوبی کو اور بڑھاتے جائیں گے ۶۱ بلاشبہ اللہ

۵۹ آخرت میں ہر کسی کا سابقہ اپنے ہی اعمال سے: سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ آخرت کے اس یوم حساب میں ہر کسی کو اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے سے سابقہ پیش آئے گا۔ منکرین تو اس دن اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کی بنا پر اس دردناک عذاب سے سہمے ہوئے ہونگے مگر اس نے ان پر بہرحال واقع ہو کر رہنا ہے۔ جبکہ اسکے برعکس وہ لوگ جنہوں نے ایمان لایا ہوگا اور انہوں نے اس کے مطابق نیک کام بھی کیے ہونگے وہ بہشت کے عظیم الشان باغوں میں ہونگے۔ اور ان کو اپنے رب کے یہاں ہر وہ چیز ملے گی جو وہ چاہیں گے۔ سو یہی ہے وہ بڑا فضل جو کہ سب سے بڑا، اصل، اور حقیقی فضل، اور انعام و احسان ہے۔ جو کہ ہر لحاظ سے کامل و مکمل اور ابدی و سدا بہار ہے نہ کہ دنیا کے وہ عارضی فائدے اور مادی منافع و لذتیں جس کے لئے ابنائے دنیا مرتے اور جیتے ہیں۔ کہ وہ سب ناقص، فانی، زائل اور وقتی ہیں۔ پس عقل مند کا کام یہ ہے کہ وہ آخرت کے اس فضلِ کبیر اور انعام عظیم کو اصل مقصدِ حیات بنائے نہ کہ دنیائے دوں کے وقتی فائدوں اور عارضی لذتوں کو۔ ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾ - ﴿وَفِیْ ذَالِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ - اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا التَّوفِيقَ وَالسَّدَادَ وَالاسْتِقَامَةَ وَالثَّبَاتَ عَلٰى مَا تُرِيدُ وَمَا فِيهِ فَوْزُنَا وَفَلَاحُنَا - اٰمِيْنَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ - اور اس فضلِ کبیر سے سرفرازی کا طریقہ اور اس کا وسیلہ و ذریعہ ایمان اور عملِ صالح ہے۔ پس وہ لوگ سراسر دھوکے کا شکار اور قطعی طور پر خسارے میں مبتلا ہیں جو ایمان اور عملِ صالح کی اس راہ کو چھوڑ کر شرکاء اور خود ساختہ دیویوں، دیوتاؤں اور فرضی ''سرکاروں'' اور ہستیوں کے بل پر آخرت سے بے فکر بیٹھے ہیں کہ اگر آخرت ہوئی تو انکے یہ شرکاء اور خود ساختہ ہستیاں اور سرکاریں انکے لیے کافی ہیں۔ اور یہ انکی مدد کریں گے۔ لہٰذا انکو اس کیلئے پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن کل جب قیامت آجائے گی تو یہ لوگ خود دیکھ لیں گے کہ وہاں ان کا کوئی ایسا شریک اور شفیع نہیں ہوگا جو انکے کچھ کام آسکے۔ بلکہ ہر ایک کا واسطہ اسکے اپنے اعمال سے پڑنے والا ہے اور اپنے اعمال کے وبال سے یہ لوگ کانپ رہے ہونگے۔ مگر اسکا انکو کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہوگا۔ ان کے اعمال کا وبال ان پر بہرحال پڑ

کررہے گا۔ اسکو ٹالنے یا اس سے بچ اور بھاگ نکلنے کی کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۵ ''مَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى'' سے مقصود و مراد؟:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان سے کہو کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا بجز رشتہ داری کی محبت کے''۔ یعنی اصل مطلوب تو تم لوگوں سے یہ تھا اور یہ ہے کہ تم اس پیغام حق و ہدایت کو صدقِ دل سے قبول کر کے اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کرو جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ لیکن اگر تم لوگ ایسا نہیں کرتے تو کم از کم اتنا تو کرو کہ اس قرابت و رشتہ داری کا لحاظ کر کے میری راہ میں روڑے نہ اٹکاؤ جو کہ نسبی، نسلی، اور خاندانی، لحاظ سے میری تمہارے ساتھ ہے۔ اور اس کا خیال کر کے تم میری ایذا رسانی سے باز رہو۔ سو یہ ان ظالموں کے ضمیروں کو جھنجھوڑنے اور ان کے جذبات و احساسات اور عواطف و مشاعر کی تحریک کے لئے ایک بڑا ہی مؤثر بلیغ اور پر درد اندازِ تخاطب و بیان ہے۔ سو یہی صاف و سیدھا اور واضح مطلب ہے اس آیتِ کریمہ کا جو کہ اس کے الفاظ و کلمات سے ظاہر و متبادر اور سیاق و سباق کے عین مطابق ہے۔ اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں مروی اور حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت ابنِ عباسؓ وغیرہ حضرات سے مروی و منقول ہے، اور جس کو سلف و خلف کے تمام ثقہ علماء و مفسرین نے اپنایا اور بیان فرمایا ہے اور جو دل و دماغ کو لگنے والا اور عقل و فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اور تمام ثقہ حضرات اہلِ علم نے اسی کی تصریح فرمائی ہے۔ (ابنِ جریر، ابنِ کثیر، قرطبی، مراغی، محاسن التاویل، خازن، مدارک، مظہری، معارف، اور جامع وغیرہ وغیرہ) جبکہ اس میں دوسرا قول و احتمال یہ ہے کہ یہاں پر ''قربیٰ'' بمعنیٰ ''قربۃ'' ہو۔ جیسے ''زلفیٰ'' اور ''زلفۃ''۔ سو اس صورت میں اس سے مراد تقرب الی اللہ ہوگا۔ یعنی میں تم سے اے لوگو! اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ تمہارے اندر تقرب الی اللہ کی محبت پیدا ہو۔ اور اس طرح تم ایمان و اطاعت کی دولت کو اپنا کر اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی اور حقیقی فوز و فلاح کا سامان کرو۔ آیتِ کریمہ کے الفاظ اور ان کلماتِ کریمہ کے ظاہر اور عموم میں اگرچہ اس دوسرے معنیٰ و مطلب کی گنجائش بھی موجود ہے، لیکن اس کا پہلا مفہوم و مطلب اس کے مقابلے میں زیادہ واضح اور راجح ہے۔ ایک تو اس لئے کہ اس کا ظاہر اور متبادر الی الذہن مفہوم وہی ہے۔ اور دوسرے اس لئے کہ وہ صحیحین میں مروی ہے اور جمہور اہلِ علم اور علماء و مفسرینِ کرام نے اسی کو اپنایا ہے۔ اور تیسرا مفہوم اس آیتِ کریمہ کا جسے رافضیوں اور رفض نوازوں نے اپنایا اور مشہور کیا ہے وہ یہ ہے کہ ''میں تم سے اپنے رشتہ داروں یعنی اہلِ بیت کی محبت کے سوا کچھ نہیں چاہتا'' مگر یہ معنیٰ یہاں پر مراد لینا بوجوہ درست نہیں ہوسکتا۔ اول اس لئے کہ یہ خود قرآنِ پاک کی ان متعدد نصوص کے خلاف اور ان سے متعارض ہے جن میں صاف طور پر اور حصر کے ساتھ پیغمبرؑ یہ اعلان فرماتے ہیں کہ میں تبلیغ دین کے اس کارِ خیر پر تم سے کسی قسم کا کوئی اجر و صلہ نہیں چاہتا۔ تو جو ذاتِ اقدس اس صراحت و وضاحت کے ساتھ اپنی بے غرضی کا اعلان فرمائے اس کے بارے میں یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اعلانیہ طور پر یوں کہہ دے کہ لوگو! میں تم سے صرف اپنے رشتہ داروں کی محبت مانگتا ہوں اور بس۔ سو یہ بات آپ کی شان اور آپؐ کے مرتبہ و مقام کے بھی خلاف ہے۔ اور اس طرح کی دوسری قرآنی تصریحات سے بھی متصادم و معارض جن میں ہر پیغمبر کی طرف سے صاف و صریح طور پر اور حصر و تاکید کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ ﴿لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾۔ کہ میں تبلیغ و دعوتِ حق کے اس کام پر تم سے کسی بھی طرح کا کوئی اجر و صلہ اور بدلہ نہیں مانگتا۔ نیز اگر اس آیتِ کریمہ کا یہی مطلب ہوتا جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو اس صورت میں۔ ﴿فِي الْقُرْبٰى﴾۔ نہیں ''لِذَوِي الْقُرْبٰى'' فرمایا جاتا۔ یعنی ''فی'' کی بجائے ''لام'' کا صلہ ذکر فرمایا جاتا۔ کیونکہ عربی قاعدہ و زبان کے مطابق ایسے موقع پر کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے مودت اور محبت کا سوال کرتا ہے تو یوں نہیں کہتا ''اَسْأَلُكَ الْمَوَدَّةَ فِيْ فُلَانٍ'' بلکہ اس کے لئے وہ یوں کہتا ہے ''اَسْأَلُكَ الْمَوَدَّةَ

لِـفُـلَانٍ"۔ (محاسن التاویل وغیرہ)۔ اور یہ عربی زبان کا ایک مشہور و معروف ضابطہ و اسلوب ہے۔ اور قرآنِ پاک میں جہاں بھی رشتہ داروں کا ذکر فرمایا گیا وہاں "فی القربیٰ" نہیں "ذوی القربیٰ" فرمایا گیا ہے۔ چہارم اس لئے کہ اگر یہاں "القربیٰ" سے مراد اہلِ بیت اور رشتہ دار ہی ہوتے تو وہ معلوم و مشہور ہونے چاہئیں تھے۔ کیونکہ "القربیٰ" معرف باللام ہے۔ جس کا معروف اور متعین ہونا ضروری ہوتا ہے جبکہ یہاں حال یہ ہے کہ جن حضرات کو اہلِ بیت سے مشہور کیا گیا ہے ان میں سے بعض تو اس وقت سرے سے پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور حضرت علیؓ کی حضرت فاطمہؓ سے شادی مدینہ طیبہ میں غزوۂ بدر کے بھی بعد ہوئی تھی۔ اور حضرتِ حسن ۳ھ میں اور حضرت حسین ۴ھ میں پیدا ہوئے۔ تو ایسی صورت میں وہ اس آیتِ کریمہ اور اس ارشادِ ربانی کا مصداق کس طرح بن سکتے ہیں؟ واضح رہے کہ اہلِ بیت کی محبت مومنِ صادق کے ایمان کا تقاضا اور دین کی بنیاد ہے کہ ان کا تعلق و رشتہ افضل الرسل اور سیدِ ولدِ آدم سے ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ جو پوری انسانیت کے محسن اور اسکے نجات دہندہ ہیں۔ اور قرآن و سنت کی نصوص اس پر دال ہیں۔ اس لئے ان کی محبت کے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ مقصد و مدعا صرف یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ کا مفہوم و مطلب وہ نہیں جو روافض وغیرہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ عربی زبان و لغت کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے اور دوسری نصوصِ قرآن و سنت کے بھی معارض و متصادم۔ اور صحیحین کی روایت اور جمہور اہلِ علم اور ثقہ مفسرینِ کرام کی تفسیر کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا آیتِ کریمہ کی صحیح اور بے غبار تفسیر وہی ہے جو صحیحین کی روایت اور ترجمان القرآن حضرتِ ابنِ عباسؓ وغیرہ حضرات سے ثابت ہے اور جو جمہور کا اختیار اور عقل و نقل سب کا تقاضا ہے، اور جس کو ہم نے اوپر حاشیہ کے شروع میں بیان کر دیا۔ والحمدُ للّٰہ جَلَّ وَعَلَا۔ اللہ ہمیشہ راہِ حق و صواب پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین

۶۱ نیکوکاروں کے لیے افزونی اور بڑھوتری کا وعدہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو کوئی بھلائی کمائے گا ہم اس کے لیے اس کی بھلائی کی خوبی کو اور بڑھاتے جائیں گے۔ بے شک اللہ بڑا ہی غفور و شکور ہے۔ سو "اللہ بڑا ہی درگزر کرنے والا انتہائی قدردان ہے"۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس لئے وہ اپنے بندوں کی معمولی فروگزاشتوں کو معاف کرتا اور ان سے درگزر فرماتا ہے۔ اور ان کے نیک اعمال کو شرفِ قبولیت سے بھی نوازتا ہے اور ان کو ان پر ان کے استحقاق سے بھی کہیں بڑھ کر اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو دنیا کو اس حقیقت سے اچھی طرح واقف و آگاہ رہنا چاہیئے کہ لوگوں کی نیکی اور پرہیزگاری سے اس معبودِ برحق کا کسی بھی طرح کا کوئی فائدہ اور نفع نہیں۔ وہ غنیِ مطلق ایسے ہر تصور اور شائبہ سے پاک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کے ایسے ہر عمل کا نفع اور فائدہ سراسر خود عمل کرنے والے ہی کو پہنچتا ہے۔ اور اس معبودِ برحق کی شان اور اس کا کام تو محض نوازنا اور کرم فرمانا اور لگاتار اور مسلسل نوازنا اور کرم فرمانا ہے کہ وہ وحدہ لاشریک رحیم و کریم بلکہ ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اسی لیے بندہ اس کی رضا و خوشنودی کیلئے چھوٹی بڑی جو بھی کوئی نیکی کرتا ہے اسکو وہ غنیِ مطلق نہ صرف یہ کہ قبول کرتا ہے بلکہ اپنی شانِ کریمی سے اسکو بڑھاتا، پالتا اور اسکے حسن و خوبی میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔ جس سے وہ چھوٹی سی نیکی بڑھ کر اور ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے اور اسکے صلے میں وہ اکرم الاکرمین اسکو ابدی بادشاہی سے نوازے گا کہ وہ وحدہ لاشریک بڑا ہی بخشنے والا درگزر فرمانے والا اور انتہائی قدردان ہے۔ اور اتنا اور اس قدر کہ اسکا تصور بھی کسی انسان کیلئے ممکن نہیں۔ اور یہ شان صرف اور صرف اسی وحدہ لاشریک کی ہے۔ اسی لیے معبودِ برحق وہی اور صرف وہی ہے۔ اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور ہر شکل اسی کے ساتھ خاص اور اسی کا حق ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس بندے کا کام اسکی رضا کے لیے کام کرتے رہنا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلیٰ ما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل، سبحانہ وتعالیٰ

غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٢٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ج

بڑا ہی درگزر کرنے والا انتہائی قدرداں ہے ﴿۲۳﴾ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے جھوٹ باندھا ہے اللہ پر؟

فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ط وَيَمْحُ اللّٰهُ

سو (ان کا یہ کہنا سراسر باطل ومردود ہے ورنہ) اگر اللہ چاہتا تو مہر لگا دیتا آپ کے دل پر، ف۶۲ اور اللہ مٹا دیتا ہے

الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ

باطل کو اور حق کر کے دکھاتا ہے حق کو اپنے فرامین (اور ارشادات) کے ذریعے بے شک وہ پوری طرح جانتا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٤﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ

دلوں کے رازوں کو ف۶۳ ﴿۲۴﴾ اور وہ (ربِّ غفور وکریم) وہی ہے جو توبہ قبول فرماتا ہے

عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا

اپنے بندوں سے، اور وہ درگزر فرماتا ہے ان کی (خطاؤں اور) برائیوں سے ف۶۴ اور وہ جانتا ہے وہ سب کچھ

۶۲ **قرآن حکیم محض عطیہ اور احسانِ خداوندی:** — ورنہ پیغمبر نے نہ کبھی اسکی خواہش کی اور نہ ہی محض اپنی خواہش سے اس کو پایا جا سکتا ہے۔ بلکہ خداوندِ قدوس نے محض اپنی رحمت وعنایت سے اس چشمہ فیض کو پیغمبر کے اندر جاری فرمایا ہے۔ ورنہ اللہ اگر چاہتا تو مہر کر دیتا تمہارے دل پر اے پیغمبر۔ اور آپ سے علومِ نبوت سلب کر دیتا۔ کیونکہ اللہ پاک کا قانون یہی ہے کہ جو اس پر جھوٹ باندھتا ہے اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الحاقۃ میں ارشاد فرمایا گیا ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ، ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ، فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ﴾ — (الحاقۃ: ۴۴-۴۷)۔ کیونکہ اللہ پاک پر ایسا افترا اور جھوٹ باندھنا اس قدر سنگین اور ہولناک جرم ہے کہ اس جرم کے مرتکب کو چھوٹ نہیں مل سکتی۔ سو اگر ان لوگوں کے کہنے کے مطابق آپ اے پیغمبر ایسے ہوتے تو یقیناً آپ سے بھی یہی معاملہ ہوتا۔ اور جب آپ سے ایسے نہیں ہوا بلکہ آپ پر تو اللہ پاک کی عنایتوں اور نوازشوں کا سلسلہ برابر جاری ہے تو اس سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ اس کے سچے رسول اور اپنے دعوے میں قطعی طور پر برحق اور سچے ہیں۔ پس جھوٹے اور پرلے درجے کے جھوٹے اور کذاب ومفتری یہ لوگ خود ہیں جو آپ پر اس طرح کے الزامات لگاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ خود اپنی ہی حرمان نصیبی کا سامان کرتے اور اپنی شقاوت وبدبختی میں اضافہ کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ایسے لوگ ایمان ویقین کی دولت سے اور دور اور محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں، اور ان کو سیدھی بات بھی الٹی نظر آتی ہے۔ اور یہ اس کائنات کے خالق ومالک کا ایک عام دستور اور اس کی سنت ہے جو اس کی اس کائنات میں جاری وکارفرما

ہے، کہ جو لوگ اس طرح ضد وہٹ دھرمی اور عناد و استکبار کے ساتھ حق سے منہ موڑ لیتے ہیں ان کی مت ماردی جاتی ہے، اور ان کی کھوپڑیاں اوندھی اور الٹی ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں ان کو نہ اپنے نفع و نقصان کی تمیز باقی رہتی ہے، اور نہ حق و حقیقت کی سمجھ و پہچان۔ ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾۔ بہر کیف اس ارشادِ ربانی میں ایک طرف تو آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی حقانیت کا اثبات اور آپ کے لئے تسلی کا سامان ہے کہ آپ بہر حال حق پر ہیں۔ اور اللہ پاک کا آپ کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ اس کا واضح ثبوت اور کھلی دلیل ہے۔ اور دوسری طرف اس سے آپ کے مخالفین کی تردید اور ان کے الزامات واتہامات اور مزاعم باطلہ کا ابطال ہے۔ اور یہی مضمون سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸۶ اور ۸۷ میں بھی ذکر ہوا ہے۔ سو قرآن حکیم محض عطیہ و احسانِ خداوندی ہے جس سے اس نے محض اپنے فضل و کرم سے لوگوں کو نوازا، اور سرفراز فرمایا ہے

۶۳ قرآنِ حکیم کا بنیادی مقصد احقاقِ حق اور ابطالِ باطل:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ مٹاتا ہے باطل کو اور حق کو حق کر کے دکھاتا ہے اپنے۔ ارشادات و۔ کلمات کے ذریعے، بے شک وہ پوری طرح جانتا ہے دلوں کے رازوں کو"۔ اس لئے وہ آپ کے مخالفین کے ان مزاعم کو مٹا دے گا اور آپ کے پیش کردہ دینِ حق کو ثابت و پختہ کر دے گا۔ پس ان لوگوں کا الزام سراسر باطل ہے۔ سو اس ارشاد سے اوپر والی بات کے دوسرے پہلو کو اجاگر فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اس کتابِ حکیم کو افترا قرار دے رہے ہیں کیا وہ اسکے اس اثر و نتیجہ کو نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارشادات و کلمات کے ذریعے باطل کو مٹاتا اور حق کا اثبات کر رہا ہے۔ اور کیا ایسے لوگ اس حقیقت پر غور نہیں کرتے کہ افترا ہمیشہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور شیطان کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ باطل کو مٹائے اور حق کو اجاگر کرے۔ بلکہ اسکا کام تو اسکے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ پس نہ یہ کلام افترا ہو سکتا ہے اور نہ اسکے پیش کرنے والا مفتری۔ کیونکہ اگر بالفرض ایسے ہوتا تو اس کا اثر و نتیجہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی صورت میں نہیں بلکہ اسکے بالکل برعکس نکلتا۔ دنیا میں کبھی کسی مفتری نے ایسا فیض بخش اور ارواح و قلوب کو زندہ اور منور کرنے والا کلام نہ پیش کیا ہے نہ پیش کر سکتا ہے جس طرح قرآنِ حکیم کا یہ کلامِ معجز نظام ہے۔ بلکہ یہ خالص تنزیل ہے اس رب العالمین کی طرف سے جو دلوں کے بھیدوں تک کو جاننے والا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو منکرین کے دلوں کی نیتیں اور ارادے اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ سبحانہ وتعالیٰ، پس ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھے اور پرکھ لے کہ اسکے باطن کی دنیا کیسی ہے۔ اور اسکے دل کا حال کیا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلیٰ ما یحبُّ ویرید، بکلِّ حال من الاحوال

۶۴ توبہ اور اصلاحِ احوال کی ترغیب کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ توبہ قبول کرتا ہے اپنے بندوں سے اور درگزر فرماتا ہے انکی برائیوں سے"۔ لہٰذا کسی کے لئے بھی اس کی بارگاہ سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ سچے دل اور صحیح طریقے سے اس کی طرف انابت و رجوع کی ضرورت ہے۔ اَللّٰهم وَفِّقنا لما تُحِبُّ وَتَرضٰی من القول والعمل۔ سو اس ارشاد میں منکرین و مکذبین کیلئے توبہ اور اصلاح کی ترغیب و تلقین ہے کہ اگر تم چاہو تو توبہ اور رجوع الی اللہ کے ذریعے اب بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور اسکے عذاب سے بچا سکتے ہو کہ وہ بڑا ہی مہربان اور اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر فرمانے والا ہے۔ اس کے یہاں کسی کے لیے بھی محرومی نہیں۔ وہ بڑا ہی مہربان اور نہایت ہی درگزر کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی طرف رجوع رہنے کی توفیق بخشے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، و یا ارحم الراحمین، و اکرم الاکرمین۔

تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

جو تم لوگ کرتے ہو ؏۶۵ ﴿۲۵﴾ اور وہ قبول فرماتا ہے دعاء (وعبادت) ان لوگوں کی، جو ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی

الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ

نیک کئے، اور ان کو اور زیادہ دیتا ہے اپنے فضل (وکرم) سے ؏۶۶ اور جو لوگ اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر (وباطل) پر ان کیلئے

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ

بڑا ہی سخت (اور ہولناک) عذاب ہے، ﴿۲۶﴾ اور اگر اللہ روزی کشادہ کر دیتا اپنے بندوں کے لئے تو یقیناً یہ بغاوت (وسرکشی) کا طوفان

لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاۗءُ ۭ

کھڑا کر دیتے اس کی زمین میں، مگر وہ اتارتا ہے ایک (نہایت ہی مناسب) اندازے سے جتنی چاہتا ہے، (اور جس کے لئے چاہتا

اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ

ہے، ؏۶۷) بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر اور ان کی ہر حالت پر نگاہ رکھنے والا ہے، ؏۶۸ ﴿۲۷﴾ اور وہ وہی ہے جو اتارتا ہے بارش کو اس

۶۵ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہ جانتا ہے وہ سب کچھ جو تم لوگ کرتے ہو'' کسی بھی حال میں اور کسی بھی موقع ومقام پر۔ پس تمہیں اپنے کئے کرائے کا پورا پورا بدلہ بہرحال دیا جائے گا۔ اس لئے تم اپنے اعمال کا محاسبہ خود کر کے دیکھ لیا کرو کہ تم کس طرح کے بدلے کے مستحق ہو؟ سو تمہارا کوئی جرم اور تمہارا کوئی قول وفعل اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ اور نہ تم اپنے کسی بھی عمل کو اس سے چھپا سکتے ہو۔ لیکن وہ اپنی رحمت وعنایت اور مہربانی سے اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے کہ اس کی شان ہی درگزر فرمانا ہے۔ وہ کسی کو عذاب نہیں دیتا اور نہیں دینا چاہتا بلکہ نوازنا اور رحمت ہی فرمانا چاہتا ہے۔ عذاب کو تو بندے خود اپنے اوپر بلاتے ہیں اور وہ ان طریقوں پر چلتے ہیں جن پر چلنے کا نتیجہ وانجام بہرحال عذاب وعقاب ہوتا ہے۔ اور جو اسکی مقرر فرمودہ سنت اور اسکے طے کردہ دستور کے مطابق ایسے لوگوں پر آکر رہتا ہے۔ جو کہ تقاضا ہے اسکے عدل کامل، اور اسکی حکمت بے مثال ولازوال کا، ورنہ عذاب دینا اسکی اصل شان نہیں ہے۔ اس کا تو صاف اور صریح طور پر اعلان وارشاد ہے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (النساء: ۱۴۷) سبحانہ وتعالیٰ یعنی اللہ تم لوگوں کو عذاب دے کر کیا کریگا اگر تم شکر ادا کرو گے اور صدق دل سے ایمان لاؤ گے۔ اور اللہ تو بڑا ہی قدردان سب کچھ جاننے والا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ، پس ضرورت سچے دل سے اسکی طرف رجوع ہونے اور رجوع رہنے کی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلیٰ ما یُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیزُ الوھّاب،

۶۶ اہلِ ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش کا ذکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ قبول فرماتا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور انکو اپنے فضل سے مزید نوازتا ہے"۔ یعنی ان کے استحقاق سے کہیں بڑھ کر وہ ان کو اپنی رحمتوں اور عنایتوں سے نوازتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس ارشاد سے منکرین ومکذبین کے سامنے اہلِ ایمان کی روش اور انکا انجام رکھ دیا گیا ہے تاکہ اس سے ان کیلئے یہ امر واضح ہو جائے کہ جس طرح انہوں نے دعوتِ حق پر لبیک کہہ کر اپنے خالق ومالک کی ان عنایات سے سرفرازی حاصل کی اور وہ دنیا وآخرت میں اسکے افضال سے سرفراز وفیضیاب ہوئے اسی طرح اگر یہ لوگ بھی چاہیں تو اسکے ان افضال اور ایسی عنایات کے سزاوار اور حقدار بن سکتے ہیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ کفار ومنکرین کیلئے اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا سخت عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ۔ جو ان کو اپنے کفر وانکار کے نتیجے میں بہرحال بھگتنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا اکرم الاکرمین

۶۷ روزی کی تنگی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان حکمت کا ذکر وبیان: سو اس سے روزی کی تنگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان حکمت کو واضح فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ اگر اپنے بندوں کے لیے روزی کشادہ کر دیتا تو یہ یقیناً بغاوت وسرکشی کا طوفان بپا کر دیتے اسکی زمین میں۔ لیکن اللہ روزی اتارتا ہے ایک خاص اندازے کے ساتھ جتنی چاہتا ہے"۔ کیونکہ وہی وحدہ لاشریک جانتا ہے کہ کس کے لئے کیا مناسب ہے۔ کتنا مناسب ہے اور کس شکل میں مناسب ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ لہٰذا جو لوگ اپنی دنیاوی مال ودولت کو اپنے برحق ہونے کی دلیل سمجھے بیٹھے ہیں اور اس غرے میں یہ لوگ حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور اہلِ حق کو خاطر میں نہیں لاتے یہ سراسر دھوکے اور فریب میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ دنیاوی مال ودولت کا کسی کو مل جانا اسکے حق ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا بلکہ اسکا تعلق ان دوسری مختلف حکمتوں اور مصلحتوں سے ہوتا ہے جس کا علم واحاطہ حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ فرما سکتا ہے۔ البتہ اسکی ایک بڑی حکمت ومصلحت اختیار وامتحان ہے کہ اسکے ذریعے اللہ تعالیٰ مومن اور کافر دونوں ہی کی آزمائش کرتا ہے۔ بہرکیف رزق وروزی کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے اور وہ جو بھی کچھ کرتا ہے اپنے علم اور حکمت کے تقاضوں کے مطابق کرتا ہے۔ کہ وہ علیم وحکیم ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ

۶۸ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر ہے: سو ارشاد فرمایا گیا اور اداوات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ وہ پوری طرح باخبر ہے اپنے بندوں سے اور وہ ان پر نگاہ رکھے ہوئے ہے"۔ پس وہ جس کو جس حال میں رکھتا ہے وہی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہی وحدہ لاشریک اپنے بندوں کے حالات اور ان کی مصلحتوں کو پوری طرح جانتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے روزی کشادہ فرماتا ہے اور جسکو چاہتا ہے نپی تلی دیتا ہے۔ اور اس طرح وہ انکے صبر اور شکر کا امتحان کرتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو مال ودولت کی فراوانی کسی کے برحق ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ یہ چیز محض ابتلاء وآزمائش کے لیے ہوتی ہے۔ دنیا کے اس دار الابتلاء میں اللہ تعالیٰ مومن اور کافر دونوں کو دیتا، اور دونوں کی آزمائش کا سامان کرتا رہتا ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے حالات سے پوری طرح واقف وآگاہ ہے۔ اس لیے وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق جس کے لیے چاہتا ہے روزی تنگ کرتا ہے، اور جس کے لیے چاہتا اس کو کشادہ کرتا ہے۔ اس طرح کسی کے شکر کا امتحان ہوتا ہے اور کسی کے صبر کا۔ سو اگر کسی کو دنیاوی مال ودولت زیادہ ملے تو وہ اس گھمنڈ میں مبتلا نہ ہو کہ یہ اسکی اپنی تدبیر وقابلیت کا کرشمہ یا اسکے آباء واَجداد کا حق ہے، بلکہ اس کو اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہیے جس کے قبضۂ قدرت میں دینا اور بخشنا بھی ہے اور دے کر چھین لینا بھی۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ

کے بعد کہ لوگ (ناامید) مایوس ہو چکے ہوتے ہیں، اور وہ (ہر طرف) پھیلا دیتا ہے اپنی رحمت (اور اس کے آثار ونتائج) اور وہی ہے

الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ

کارساز، اور ہر تعریف کے لائق ۶۹ ﴿۲۸﴾ اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین (کی اس عظیم الشان کائنات)

الْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى

کا پیدا کرنا، اور وہ تمام جاندار مخلوق جس کو اس نے پھیلا دیا (اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے) ان دونوں میں ف۷۰ اور وہ

۶۹ بارش کا اتارنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے- سبحانہ وتعالیٰ:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہ وہی ہے جو بارش اتارتا ہے اس کے بعد کہ لوگ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ ہر طرف پھیلا دیتا ہے اپنی رحمت اور اس کے آثار ونتائج کو اور وہی ہے کارساز اور ہر تعریف کے لائق''۔ سو جس طرح وہ جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے ظاہری بارش اتارتا ہے اسی طرح وہ دلوں کی زندگی وشادابی کے لئے وحیِ سماوی کی بارانِ رحمت بھی نازل فرماتا ہے جس سے دلوں کی کھیتیاں زندہ وتازہ اور ہری بھری ہو جاتی ہیں۔ اور جو اب اپنی کامل اور آخری شکل میں قرآنِ حکیم کی صورت میں قیامت تک کے لئے تمام بنی نوعِ انسان کی سیرابی وفیضیابی کے لئے موجود ہے۔ سو جنہوں نے اس سے منہ موڑا ان کے دلوں کی کھیتیاں مردہ اور ویران ہیں اگرچہ دنیاوی اعتبار سے اور مادی لحاظ سے انہوں نے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لی ہو۔ سو جس طرح انسان کی معاشی ضروریات اور اسکے جسمانی تقاضوں کا سارا دارومدار پانی اور بارش پر ہے اسی طرح اسکی باطنی اور روحانی ضروریات اور دلوں کی زندگی وحیِ سماوی کی روحانی اور معنوی بارش پر موقوف ہے۔ حضرتِ حق - جل مجدہ - نے اسکا بھی حکمتوں بھرا اور کامل انتظام فرمایا ہے- سبحانہ وتعالیٰ - اور اس ارشاد میں اس بات کی دلیل بیان فرمائی گئی ہے جس کا ذکر اوپر فرمایا گیا ہے۔ سو اوپر ارشاد فرمایا گیا تھا کہ اللہ ہی اپنے اندازے کے مطابق اپنے بندوں کے لیے روزی اتارتا ہے۔ اس میں نہ بندوں کو کچھ اختیار ہے اور نہ ان کے مزعومہ شرکاء کو۔ سو اب اس دلیل کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ وہی بارش اتارتا ہے اس کے بعد کہ لوگ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب بارش کا اتارنا اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے تو روزی کا معاملہ بھی اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے کہ رزق وروزی کا اور معاش کا تمام تر انحصار بارش ہی پر ہے۔ جیسا کہ ظاہر وباہر ہے اور بارش کو اتارنا اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے،

۷۰ بعض آفاقی دلائلِ قدرت وحکمت کا ذکر وبیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اسکی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا

کرنا بھی ہے اور ان جانداروں کا پیدا کرنا بھی جن کو اس نے پھیلا دیا ان دونوں میں''۔ جیسے انسان، جنات، فرشتے اور دیگر مختلف انواع کی مخلوق۔ (ابن کثیر، صفوۃ التفاسیر اور مراغی وغیرہ)۔ سو اس آیتِ کریمہ میں وارد ﴿فیھما﴾ کی ضمیرِ تثنیہ سے یہ کھلا اشارہ ملتا ہے کہ زندگی صرف زمین ہی پر نہیں دوسرے سیاروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور ماہرین فلکیات اور سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ آسمانوں میں بھی اسی طرح کی مخلوق اور حیوانات موجود ہیں جس طرح کہ زمین پر ہیں۔ اور ان کی سب ضروریات بھی وہاں اسی طرح مہیا ہیں جس طرح کہ زمین کے حیوانات کے لئے یہاں مہیا ہیں۔ ﴿یَسْاَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ﴾۔ (الرحمٰن: ۲۹) (محاسن التاویل، صفوۃ البیان وغیرہ)۔ عام طور پر قدیم مفسرینِ کرام نے ﴿فیھما﴾ کی اس ضمیرِ تثنیہ کے بارے میں کئی طرح کی تاویلات سے کام لیا ہے۔ اور جیسا کہ صاحبِ محاسن نے کہا وہ اس میں معذور بھی تھے۔ کیونکہ اس وقت تک ان کی معلومات کی رسائی اسی حد تک تھی۔ لیکن اب جبکہ سائنسی علوم کی ترقی نے انسان کے سامنے بہت کچھ نئے حقائق واضح کر دیئے تو اس سے قرآنِ حکیم کا یہ معجزہ سامنے آ گیا جس کی خبر اس نے آج سے چودہ سو سال قبل اپنے اس ارشادِ عالی میں دی تھی مگر نئی تہذیب و تحقیق کے ماہرین نے صدیوں کی محنت اور تگ و دو کے بعد اب کہیں جا کر اس کا سراغ لگایا اور اس تک رسائی حاصل کی۔ اور اب جا کر وہ اس کا کچھ پتہ چلا سکے۔ اور آئندہ خدا ہی جانے کیا کیا راز اور کھلیں گے۔ اور کب اور کیسے کھلیں گے۔ اور قرآنِ حکیم کی اعجاز بیانی کے کیا کیا مظاہر سامنے آئیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بمراد کلامہ۔ مگر یاد رہے کہ اس طرح کے جدید نظریات قران پاک کی قطعی تفسیر اس وقت تک قرار نہیں دیئے جا سکتے جب تک کہ ان کا ثبوت یقینی اور قطعی طور پر واضح نہ ہو جائے کہ قرآنِ پاک بہر حال قطعی طور پر حق و صدق ہے۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ قرآنِ پاک کا اصل موضوع راہِ حق کی ہدایت و راہنمائی ہے تاکہ مخلوق اپنے خالق تک رسائی حاصل کر سکے۔ اور اس طرح کے نظریات و تحقیقات جن کا اصل تعلق عقل و فکر سے ہے اس کے موضوع سے براہِ راست تعلق نہیں رکھتے۔ مگر وہ اپنی تعلیماتِ مقدسہ کے دوران اور اپنی اعجاز بیانی کے ضمن میں بین السطور کے طور پر ان امور کے لئے تبعاً و ضمناً کچھ ایسے اشارات فرما دیتا ہے جس سے اس کا اعجاز نمایاں ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔ اور جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جن امور تک انسان کی رسائی قرنوں کی محنت و مشقت اور تحقیق و تدقیق کے بعد ہو سکی ہے قرآنِ حکیم نے اس قدر پہلے ان کی نشاندہی فرما دی تھی۔ فللہ الحمد ربِّ العالمین۔ بہر کیف اس میں اس وحدہ لاشریک کی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ، رحمتِ شاملہ اور وحدانیتِ مطلقہ کے عظیم الشان دلائل ہیں۔ حکمتوں بھری اس کائنات میں صحیح طور پر غور و فکر سے کام لیتے ہیں ورنہ اندھوں کو دن کے وقت بھی سورج کی روشنی سے کوئی فائدہ نہیں، والعیاذ باللہ جل وعلا، اور جب اس نے ان سب کو ایک مرتبہ پیدا فرما لیا تو یقیناً اسکو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ کہ عام قاعدے کے مطابق دوبارہ پیدا کرنا نسبتاً زیادہ سہل اور آسان ہوتا ہے۔

جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ع وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ

جب چاہے ان کو اکٹھا کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے والا ﴿۲۹﴾ اور جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تم کو (اے لوگو!) وہ خود

مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ ط

تمہاری اپنی اس کمائی کا نتیجہ ہوتی ہے، جو تم نے اپنے ہاتھوں سے کی ہوتی ہے والا اور بہت سے (گناہوں سے) تو وہ درگزر فرما دیتا ہے والا ﴿۳۰﴾

۴۱ قیام قیامت کے لیے ایک نہایت دلنشیں دلیل کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا "اور وہ جب چاہے ان سب کو دوبارہ جمع کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے"۔ پس قیامت کا قائم کرنا اس کے دائرۂ قدرت میں بھی ہے اور اس کی حکمت اور رحمت کا عین تقاضا بھی۔ لہٰذا اس پر ایمان رکھنا اور اس کے لئے تیاری کرنا ضروری بھی ہے اور عقل و خرد کا مقتضیٰ بھی۔ اللّٰهم وفقنا -سو اس آیتِ کریمہ میں "بث" اور "جمع" کے دو لفظوں کا تقابل بڑا ابلغ بھی ہے اور قیامت کی ایک واضح اور دلنشیں دلیل بھی۔ کیونکہ "بث" کے معنیٰ پھیلانے بکھیرنے کے ہیں۔ اور جمع کے معنیٰ اکٹھا کرنے اور سمیٹنے کے۔ سو اس سے یہ اشارہ نکلا کہ جس نے آسمان اور زمین کی اس کائنات میں ان تمام جانداروں کو اس پُر حکمت طریقے سے پھیلا دیا ہے وہ انکو جب چاہے دوبارہ جمع کرنے اور اکٹھا کرنے پر بھی بہر حال قادر ہے کہ جو قادرِ مطلق اس سب کو اس پُر حکمت طریقے کے ساتھ اس طرح پھیلا اور بکھیر سکتا ہے آخر وہ انکو دوبارہ جمع اور اکٹھا کرنے پر کیوں قادر نہ ہوگا؟ جو کسان اپنے کھیت میں تخم ریزی کرتا ہے وہ تخم کو ضائع کرنے کے لیے تو نہیں بکھیرتا بلکہ وہ اس کو اس لیے بکھیرتا ہے کہ ایک دن وہ اس کے حاصل کو جمع بھی کرے گا۔ چنانچہ آخر ایک دن وہ اس کو جمع کرتا بھی ہے، اور اس میں اس کو کوئی زحمت اور مشکل پیش نہیں آتی۔ سو اسی طرح حضرتِ حق - جل مجدہ - جب چاہے گا سب کو اکٹھا کرلائے گا اور اس قادرِ مطلق کی تو شان ہی الگ اور یکتا و منفرد ہے کہ اس کی شان اور اس کی قدرت کُنْ فَيَكُوْنُ کی شان وقدرت ہے - پس وہ جو چاہے جب چاہے، اور جیسا چاہے کرے، سبحانہ وتعالیٰ

۴۲ قانونِ مجازات کی تذکیر و یاددہانی :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو بھی کوئی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے اے لوگو تو وہ خود تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہوتی ہے"۔ ورنہ اس ربِ رحمٰن و رحیم مالک کی رحمت تو عام اور سب کو شامل ہے۔ جیسا کہ اس کا اپنا ارشاد ہے - ﴿رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ - واضح رہے کہ یہاں خطاب بڑوں سے ہے۔ لہٰذا چھوٹے اور معصوم بچوں کو جو تکلیف بعض اوقات ہوتی ہے اس سے اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں اس کی دوسری حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں جن کا احاطہ وہ وحدہ لاشریک ہی فرما سکتا ہے - سبحانہ وتعالیٰ - بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اس دنیا میں جو بھی کوئی مصیبت اور تکلیف تم لوگوں کو پہنچتی ہے وہ خود تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی اور تمہارے اپنے کیے کرائے کا طبعی نتیجہ اور لازمی ثمرہ ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی اصل مقصود تمہارے لیے تنبیہ و تذکیر کا سامان کرنا ہوتا ہے کہ تاکہ تم لوگ سنبھل جاؤ اور اپنی غلط روش سے باز آکر اپنی اصلاح کی فکر کرو۔ اور اس طرح آخرت کے دائمی عذاب اور ہولناک خسارے سے بچ جاؤ - وباللہ التوفیق - سو اس طرح کی تکلیفیں دراصل تنبیہات ہوتی ہیں جن سے بندوں کو قانونِ مجازات کا تجربہ کرایا جاتا ہے تاکہ اس طرح کی تنبیہ و تذکیر سے وہ جان لیں کہ یہ دنیا کوئی بازیچۂ اطفال نہیں کہ انسان اس میں جو چاہے اور جیسا چاہے

کرے۔ بلکہ اس کا خالق سزا اور جزا دینے والا ہے۔ سو وہ ایک دن تم سب کو ضرور جمع کرے گا تا کہ ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا بھرپور صلہ اور بدلہ پا سکے اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور اپنی کامل اور آخری شکل میں پورے ہوں۔ سو دنیا میں پیش آنے والے یہ مصائب و مشاکل دراصل قانونِ مجازات کی تذکیر و یاددہانی کا سامان ہوتا ہے تا کہ انسان ان سے سبق لے، سنبھل جائے اور اپنی روش کی اصلاح کر لے۔ قبل اس سے کہ فرصت عمل کی یہ مدت محدود و مختصر اسکے ہاتھ سے نکل جائے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید، جلَّ وعلا

۴۳ اللہ تعالیٰ کی شانِ عفو و درگزر کا حوالہ و ذکر: سو اس سے اللہ تعالیٰ کی شانِ عفو و درگزر کا حوالہ و ذکر فرما کر واضح فرما دیا گیا کہ اللہ اپنے بندوں کی بہت سی بداعمالیوں سے درگزر فرماتا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور بہت سے گناہوں سے وہ درگزر فرماتا ہے''۔ ورنہ کوئی شخص ایک لمحے کے لئے بھی نہ چل سکے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ ﴾ الایة (فاطر:۴۵)۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کہیں لوگوں کو ان کے سب کئے کرائے پر پکڑنے لگتا تو زمین پر چلنے والا کوئی جاندار بھی اس کی گرفت و پکڑ سے کبھی نہ بچ سکتا۔ مگر وہ غفور و رحیم ربِّ کریم ایسے نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے عفو و درگزر ہی سے کام لیتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سننِ ترمذیؒ وغیرہ میں حضرتِ علیؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''کیا میں تم لوگوں کو سب سے افضل آیت نہ بتاؤں۔ پھر آپ نے یہی آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ نبی اکرم۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے اس کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے کہ ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے جس گناہ کی سزا دنیا میں دے دی تو اس کی رحمت وعنایت سے بعید ہے کہ وہ آخرت میں بھی اس پر سزا دے۔ اور جسے دنیا میں معاف فرما دیا تو اس کے حلم و کرم سے یہ بعید ہے کہ ایک مرتبہ معاف فرما دینے کے بعد وہ اس پر دوبارہ گرفت فرمائے۔ (المراغی، ابن کثیر اور جامع البیان، وغیرہ)۔ فلک الحمد ولک الشکر یا ربی علی هذه المنن والنعم۔ اسی لئے بعض حضراتِ مفسرین نے۔ ﴿يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾۔ کی تفسیر میں تحریر فرمایا۔ ''فَلَا يُعَاقِبُكُمْ لَا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ ''۔ (جامع البیان)۔ یعنی اللہ اس پر نہ دنیا میں تم کو سزا دے گا اور نہ آخرت میں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اس غفور و رحیم ربِّ کریم کی شانِ کرم سے کچھ بعید نہیں۔ فَاِیَّاکَ أسأل یا رَبِّیْ ان تغفرلی ذنبی كُلَّهٗ ، دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ ، اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ ، سِرَّهٗ وعَلَانِيَتَهٗ ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لا اَعْلَمُ ، لِیْ وَلِزَوْجَتِیْ، وَاَهْلِیْ وَاَوْلَادِیْ، وَاِخْوتی وَاَخَواتی، وَوَالِدِیْ وَوَالِدَتِیْ، وَلِسائرِ المؤمنین والمؤمنات، والمسلمین والمسلمات، الاَحیاء منهمْ والْاَموات ، انَّکَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مجیبُ الدعواتِ ۔ واحدی کہتے ہیں یہ اہلِ ایمان کیلئے سب سے زیادہ پرامید آیت ہے کہ اس میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ پاک اہلِ ایمان کے گناہوں میں سے کچھ کو مصیبتوں وغیرہ کے ذریعے معاف فرما دیتا ہے اور کچھ کو یونہی۔ اور یہ بات اسکے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ ایک مرتبہ معاف فرما دینے کے بعد دوبارہ پکڑے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ (فتح القدیر وغیرہ)۔ واضح رہے کہ تذکیر مجازات سے متعلق اس آیتِ کریمہ کا تعلق حضراتِ انبیاء ورسل جیسی پاکیزہ ہستیوں سے نہیں کہ ان کو جو مصائب و آلام پیش آتے ہیں وہ ان کے اعمال کی سزا کے طور پر نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ ابتلاء و آزمائش کے طور پر ہوتے ہیں جن سے مقصود ان کے صبر و استقامت کا امتحان ہوتا ہے۔ اور یہ امتحان انکے مدارج کی بلندی اور درجات کی ترقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ سو ان قدسی صفت حضرات کی شان سب سے افضل و اعلیٰ اور ممتاز و یکتا ہوتی ہے۔ علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام۔ پس نجات و فلاح انہی کی پیروی و اتباع میں ہے، وباللہ التوفیق

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

اور تم ایسے نہیں ہو کہ عاجز کر دو (اپنے رب کو اس کی) زمین میں۔ اور اللہ کے مقابلے میں

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ

نہ تمہارا کوئی یار ہو سکتا ہے نہ مددگار ۴۷ ﴿۳۱﴾ اور اس کی نشانیوں میں پہاڑوں جیسے وہ (عظیم الشان)

فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ

جہاز بھی ہیں جو چلتے ہیں سمندر میں ۴۵ ﴿۳۲﴾ اگر وہ چاہے تو ساکن کر دے ہوا کو، جس کے نتیجے میں یہ سب کھڑے

رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

کے کھڑے رہ جائیں سمندر کی پیٹھ، ۴۶ پر بے شک اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو کمال درجے کا صابر

شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ

اور شاکر ہو، ۴۷ ﴿۳۳﴾ یا وہ ہلاک کر دے ان (پر سوار ہونے والوں) کو ان کے کرتوتوں کی پاداش میں، اور بہتوں سے وہ

كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا

درگزر فرماتا ہے ۴۸ ﴿۳۴﴾ اور (اس وقت) معلوم ہو جائے ان لوگوں کو جو جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں کہ

۴۴ **اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کا یار و مددگار نہیں ہو سکتا:**- سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر فرمایا گیا کہ ''اللہ کے مقابلے میں تمہارا نہ کوئی یار ہو سکتا ہے نہ مددگار''۔ جو اس کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام آ سکے۔ یا کم سے کم زبانی کلامی ہی تمہاری حمایت کا دم بھر سکے۔ پس تم اسی سے ڈرتے اور بچتے رہو جو کہ سب کا خالق و مالک ہے اور جس کے قبضۂ قدرت و اختیار میں سب کچھ اور ہر کسی کی باگ ڈور ہے- سبحانہ و تعالیٰ- اور جو فرضی اور خود ساختہ سہارے تم لوگوں نے مختلف ناموں سے گھڑ رکھے ہیں وہ سب دھوکے کا سامان ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی تمہارے کچھ بھی کام آنے والا نہیں- والعیاذ باللہ العظیم- سو جیسا کہ تم لوگ اپنی اس دنیاوی زندگی میں دیکھتے ہو اور کھلی آنکھوں دیکھتے ہو کہ جب تم لوگوں پر کوئی آفت آتی ہے تو نہ تم لوگ خود اس کا مقابلہ کر سکتے ہو، اور نہ ہی تمہارا ایسا کوئی یار و مددگار اور حامی و ناصر ہوتا ہے جو تمہیں اس سے بچا سکے اور تمہارے کچھ کام آ سکے۔ سو اسی طرح قیامت کے روز نہ تم لوگ اس وحدہ لاشریک کی گرفت و پکڑ سے کسی طرح بچ سکو گے اور نہ ہی تمہارے مزعومہ شفعاء و شرکاء میں سے کوئی ایسا ہو گا جو اللہ کے مقابلے میں تمہاری حمایت اور

نصرت کا دم بھر سکے سوائے اللہ پاک کی رحمت وعنایت اور اس کے لطف وکرم کے کچھ بھی کام نہیں آسکے گا۔ فایاہ نسأل التوفیق والسداد، لما یُحِبُّ وَیَرْضی، بِکُلِّ حالٍ مِّن الاحوال، و فی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ،

۴۵ **سمندروں میں چلتے بحری جہازوں میں سامانِ غور وفکر:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس قادرِ مطلق کی نشانیوں میں سے پہاڑوں جیسے یہ عظیم الشان جہاز بھی ہیں جو رواں دواں ہیں سمندروں میں"۔ جو تمہاری ضروریات و حاجات کو لے کر مشرق ومغرب اور شمال وجنوب ہر طرف رواں دواں ہیں۔ سو جس پانی کی پشت پر ایک چھوٹا سا کنکر بھی نہیں ٹھہر سکتا اس پر ہزاروں ٹن وزن کے یہ دیو پیکر جہاز سمندر کا سینہ چیر کر دوڑے پھر رہے ہیں۔ تو یہ اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کس کی تسخیر وکارستانی کا نتیجہ ہو سکتا ہے؟ پس بڑی ہی ناانصافی اور نمک حرامی ہوگی اگر انسان اپنے اس ربّ رحمٰن کے کرم کو بھول جائے جس نے یہ سب بحر وبر اس کے کام میں لگا رکھے ہیں۔ اور اس کو چھوڑ کر وہ دوسروں کے آگے جھکے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس قادرِ مطلق ربِّ رحمٰن نے ایک طرف تو وہ تمام میٹریل اور خام مال پیدا فرمایا جو جہاز سازی کی اس صنعت میں کام آتا ہے اور دوسری طرف اس نے تمہیں عقل وفکر کی اس قوت اور جسمانی صحت وسلامتی کی اس صلاحیت اور استعداد سے نوازا جس سے کام لیکر تم لوگ ان دیو پیکر جہازوں کو تیار کر کے طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو۔ اور اس طور پر کہ اس سے تم لوگوں کے طرح طرح کے کاروبار وابستہ ہیں اور کتنوں کی روزی روٹی کا مدار وانحصار بھی اسی پر ہے۔ اور تیسری طرف اس نے اپنی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ سے بحر وبر کی اس پوری کائنات کو ایسے قواعد و ضوابط اور قوانینِ فطرت کا پابند بنا دیا کہ یہ سب اس طرح تمہاری خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ سو اس سب کے باوجود اس خدائے مہربان سے منہ موڑنا کتنا بڑا ظلم اور کس قدر کھلی بے انصافی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ قادرِ مطلق اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین۔

۴۶ **جہازوں کا پانی کی پیٹھ پر چلنا قدرت کا ایک عظیم الشان کرشمہ:** سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دیو ہیکل جہازوں کی سمندروں کی پیٹھ پر روانگی اور ان کی آمد ورفت اللہ ہی کے کرم واحسان کا نتیجہ وثمرہ اور اس کی قدرت کا ایک عظیم الشان کرشمہ ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ اگر چاہے تو روک دے ہوا کو"۔ جس کے نتیجے میں یہ سارے جہاز اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ اور ایسے کہ نہ آگے جاسکیں نہ پیچھے۔ مگر وہ اپنے حلمِ بے نہایت اور کرمِ بیکراں کی بنا پر ایسے نہیں کرتا۔ بلکہ اس نے اپنی عنایتِ بے نہایت اور رحمتِ بے غایت سے سمندروں اور ہواؤں وغیرہ کی طرح طرح کی مخلوقات کو طرح طرح سے تمہارے کام اور تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے۔ فلہ الحمد و لہ الشکر۔ سو وہ مالک الملک اور قادرِ مطلق اگر ہوا کو روک دے تو یہ تمام جہاز اپنے مسافروں اور دوسرے تمام ساز وسامان سمیت سمندر کی سطح پر جہاں جہاں ہیں وہیں کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ یا وہ اگر چاہے تو ان کو ان کے مسافروں اور ساز وسامان سمیت وہیں غرق کر دے جہاں یہ کھڑے ہیں۔ سو اس سے ان لوگوں کو درسِ عبرت وبصیرت لینا چاہیے جن کی نظر خالق کی قدرت پر نہیں ہوتی بلکہ وہ انہی مظاہر کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور ان کی نگاہیں انہی میں اٹک کر اور پھنس کر رہ جاتی ہیں۔ جسکے نتیجے میں وہ نورِ حق و ہدایت سے محروم ہو کر ہلاکت کے گہرے کھڈے میں جاگرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۷۷ صبر و شکر کی دو عظیم الشان صفتیں ہیں:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس میں بڑی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو بڑا صابر اور شاکر ہو" کہ ایسا ہی شخص ان نشانیوں سے صحیح طور پر سبق لے سکتا ہے۔ سو صبر و شکر کی صفتیں دو عظیم الشان صفتیں ہیں۔ اسی لیے قرآنِ پاک ان دونوں صفتوں کو جابجا اور مختلف انداز سے بیان فرماتا ہے تاکہ مومنِ صادق ان کو اپنے اندر پیدا کرے۔ کیونکہ یہ دونوں عظیم الشان صفتیں ہیں اور یہ ایمان کا ایک عظیم الشان ثمرہ اور پھل ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ "الایمان نِصْفَانِ نِصْفٌ صَبْرٌ وَ نِصفٌ شُکْرٌ"۔ یعنی "ایمان کے دو حصے ہیں۔ ایک صبر اور ایک شکر"۔ اور یہ اس لئے کہ انسان کو ان دو میں سے کسی ایک حالت سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔ نعمت یا مصیبت- والعیاذ باللہ- پس نعمت و خوشی پر وہ شکر سے کام لے اور تکلیف و مصیبت پر صبر و برداشت سے۔ تو اس طرح مومنِ صادق کے لئے نعمت بھی خیر بن جاتی ہے اور تکلیف و مصیبت بھی خیر بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرتِ نبی معصوم- علیہ الصلوۃ والسلام- سے صحیح حدیث میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے- وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل- اللہ ہمیشہ صبر و شکر کی عظیم الشان صفتوں سے بہرہ ور و سرفراز رکھے اور بے صبری و ناشکری کی ہر قسم اور ہر شکل سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین یارب العالمین یا مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ وَھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ،

۷۸ سلامتی و عافیت اللہ تعالیٰ ہی کے فضل و کرم کا نتیجہ و ثمرہ:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ہر سلامتی و عافیت اور نعمت کا نعمت ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے فضل و کرم پر موقوف ہے۔ ورنہ نعمت بھی ہلاکت کا سبب اور عذاب کا ذریعہ اور باعث بن جاتی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا "یا وہ غرق کر دے ان کو ان لوگوں کی کمائی کی بنا پر"۔ اور جو جو رنگ رلیاں یہ لوگ جہاز کے اندر کرتے اور مناتے ہیں ان کا مزہ ان کو اس طرح فوری چکھا دے۔ مگر یہ اس کریمِ مطلق اور حلیمِ مطلق کے بے پایاں حلم و کرم کا نتیجہ ہے کہ ان لوگوں کو چھوٹ پر چھوٹ ملتی جاتی ہے اور وہ اپنے عفو و درگزر اور جود و سخا اور بخشش و عطا ہی سے کام لیتا جاتا ہے- سبحانہ وتعالیٰ- بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ "جس طرح وہ مالکِ کل، قادرِ مطلق اس پر قادر ہے کہ ہوا کو روک کر ان جہازوں کو سمندروں کی سطح پر ہی ساکن کر دے، اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ انکے مسافروں کو انکے اعمال کی پاداش میں غرق کر دے۔ اور چاہے تو ان میں سے بہتوں کے گناہوں سے اس طرح درگزر فرما دے کہ وہ بھنور سے نکل کر بخیریت ساحل پر پہنچ جائیں۔ سو ان تینوں میں سے ہر بات اسکے اختیار میں ہے۔ اس لیے اس دنیا میں کسی کیلئے بھی یہ بات جائز نہیں کہ وہ اپنی کسی کامیابی پر مست و مغرور ہو کر اترانے لگے۔ بلکہ اسکو یہ طریقہ اپنانا چاہیئے کہ کامیابی کی صورت میں اپنے رب کیلئے سراپا سپاس بن کر دل و جان سے اسکے حضور جھک جائے۔ اور اگر اسکے برعکس خدانخواستہ کوئی افتاد پیش آجائے تو اسکو اپنی کسی کوتاہی کا نتیجہ قرار دے کر صبر و برداشت سے کام لے۔ اپنے رب سے معافی مانگے اور اس سے خیر کی توقع اور امید رکھے- وباللہ التوفیق- بہر کیف اس ارشاد سے یہ اہم اور بنیادی درس بھی ملتا ہے کہ نعمت کا نعمت ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق و عنایت پر موقوف ہے۔ ورنہ نعمت بھی نقمت اور عذاب بن جاتی ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے- اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے محفوظ و سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۞ فَمَآ أُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ

ان کے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں ۷۹ سو (واضح رہے کہ) جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے (اے لوگو!) وہ سب چندروزہ سامان ہے

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ

اس دنیاوی زندگی کا (اور بس، ف۸۰) جب کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر بھی ہے اور کہیں زیادہ پائیدار بھی ان (خوش

۷۹ منکرین کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں ہوگی: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تاکہ جان لیں وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں کہ انکے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں"۔ سو اللہ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑنے والوں کیلئے کوئی پناہ گاہ نہیں۔ جس کے ذریعے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ سے بچ سکیں- والعیاذ باللہ- اور جو جھوٹے سہارے ان لوگوں نے اپنا رکھے ہوتے ہیں ایسے موقع پر ان کی بے حقیقتی خود ان پر بھی واضح ہو جاتی ہے۔ اور یہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں کہ کوئی نہیں جو انکو سمندر کی ان طوفانی لہروں اور خوفناک تھپیڑوں سے بچا سکے- والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلا- یہاں پر ﴿یعلم﴾ کا فعل حالتِ نصب میں ہے۔ اس لیے اس کا معطوف علیہ محذوف ماننا پڑے گا۔ سو اس اعتبار سے تقدیرِ عبارت یوں ہو گی-" لینتقم اللہ منھم ویعلم الذین "- (محاسن التاویل وغیرہ)۔ یعنی تاکہ اللہ ان لوگوں سے انتقام لے اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جو ہماری آیتوں کے بارے میں کٹ حجتی سے کام لیتے ہیں کہ ان کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں- والعیاذ باللہ- اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین یارب العالمین،

۸۰ متاعِ دنیا کی حقارت وبے حقیقتی کا ذکر و بیان: -سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دنیاوی نعمتیں محض چندروزہ متاعِ دنیا ہے اور بس۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو بھی کچھ تم کو دیا گیا ہے- اے لوگو!- وہ سب اس دنیاوی زندگی کا چندروزہ سامان ہے اور بس"۔ جبکہ آخرت کے مقابلے میں اس ساری دنیا کی بھی کوئی حقیقت وحیثیت نہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا- ﴿فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾- (التوبۃ:۳۸) تو پھر اس دنیا کا جو کوئی معمولی حصہ کسی کو کسی بھی شکل میں مل گیا اس کی کیا حقیقت اور حیثیت ہو سکتی ہے؟ اور اس پر کسی کے لئے اچھلنے اِترانے اور تکبر کرنے کا کیا مقام اور کیا گنجائش؟ پس دنیاوی زندگی کی یہ چندروزہ اور عارضی اور فانی نعمتیں اِترانے اور تکبر کرنے کی چیز نہیں کہ یہ چندروزہ دنیاوی زندگی کا متاعِ فانی ہے اور بس۔ جس نے بہر حال فنا ہو کر رہنا ہے۔ اصل چیز آخرت اور وہاں کی نعیم مقیم ہی ہے۔ پس عقل ونقل کا تقاضا یہی ہے کہ اسی کو اصل مقصد بنایا جائے اور اسی سے سرفرازی کے لیے کوشش کی جائے۔ کہ اس سے سرفرازی اصل حقیقی اور ابدی ودائمی اور بے مثال و یکتا کامیابی ہے- وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلیٰ ما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل جلّ و عَلا شانُہٗ۔

اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ

نصیبوں) کے لئے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں ۸۱ ﴿۳۶﴾ جو بچتے (اور دور رہتے) ہیں

كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے، اور جب ان کو غصہ آجائے تو وہ (عفوو) درگزر سے کام لیتے ہیں، ﴿۳۷﴾

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ

جو حکم مانتے ہیں اپنے رب کا، اور قائم رکھتے ہیں (فریضہء) نماز کو، اور جو اپنے (اہم) معاملات

شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ

باہمی مشورے سے چلاتے ہیں، اور وہ خرچ کرتے ہیں (ہماری رضاء وخوشنودی کے لئے) اس میں سے جو ہم نے ان کو دیا ہوتا ہے، ﴿۳۸﴾

اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ

اور جب ان سے کوئی (ظلم اور) زیادتی کی جاتی ہے تو وہ اس کا (مقابلہ کرتے اور) بدلہ لیتے ہیں ۸۲ ﴿۳۹﴾ اور برائی کا بدلہ

سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى

ویسی ہی برائی ہے ۸۳ پھر جو کوئی معاف کردے، اور اصلاح کرلے، تو اس کا اجر

اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ

اللہ کے ذمے ہے، بے شک وہ پسند نہیں کرتا ظالموں کو ۸۴ ﴿۴۰﴾ اور جو بدلہ لیں اس کے بعد

۸۱ اصل چیز جنت اور اسکی نعیم مقیم ہیں:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کہیں بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی ان خوش نصیبوں کے لیے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں"۔ پس کس قدر خسارے میں ہیں وہ لوگ جو دنیائے فانی کی ان عارضی وفانی اور زوال پذیر نعمتوں پر ریجھ کر آخرت کی ان سراپا خیر حقیقی اور پائیدار اور ہمیشہ قائم اور باقی رہنے والی عظیم الشان اور ابدی نعمتوں کو بھولے ہوئے ہیں- والعیاذ باللہ العظیم- اور آخرت کی ان عظیم الشان اور ابدی و پائیدار و حقیقی نعمتیں ان ہی لوگوں کو ملیں گی جو دولتِ ایمان ویقین کی اس عظیم الشان نعمت سے بہرہ مند و سرشار ہونگے۔ جو انسان کو دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز وفیضیاب کرنے والی اصل اور حقیقی نعمت ہے۔ اور جو اپنے رب پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں۔ سو اس سے اصل مقصود کی نشاندہی بھی فرمادی گئی اور اس سے سرفرازی کا طریقہ بھی ارشاد فرمادیا گیا-

فالحمدللہ جل وعلا- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اور زندگی کے ہر موقع ومواڑ پر اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے- اور ہر قسم کے شرور وفتن اور زیغ وضلال سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۸۲ اہلِ جنت کی چند اہم صفات کا ذکر وبیان: -سو اہلِ جنت کی صفات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "جو بچتے ہیں بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے۔ اور جب ان کو غصہ آجائے تو وہ عفو ودرگزر سے کام لیتے ہیں۔ جو حکم مانتے ہیں اپنے رب کا اور وہ قائم رکھتے ہیں فریضہ نماز کو۔ اور جن کے اہم معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔ اور جو اللہ کے دیے ہوئے میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور جب ان سے کوئی ظلم اور زیادتی کرے تو وہ بدلہ لیتے ہیں ۔یعنی وہ غصہ آنے پر معاف کر دینے کی عادت تو رکھتے ہیں مگر وہاں جہاں کہ اس کا موقع ہو۔ اور اس کا اچھا نتیجہ نکلتا ہو۔ اور فتنہ وفساد فرو ہوتا ہو۔ ورنہ وہ ظالم اور سرکش لوگوں کے لئے کوئی سبز چارہ نہیں ہوتے کہ جو چاہے انہیں آسانی سے چبا جائے۔ بلکہ وہ ظلم اور سرکشی کا مقابلہ کرتے ہیں تا کہ ظلم فروغ نہ پا سکے۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے- ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾- ان آیاتِ کریمہ میں اہلِ جنت کی دس صفتیں بیان فرمائی گئی ہیں جو کہ عظیم الشان اور انقلاب آفریں صفات ہیں۔ اور اہلِ ایمان کے لئے دارین کی سعادت وسرخروئی کی کفیل وضامن اور حقیقی فوز وفلاح سے ہمکنار کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام اہلِ ایمان کو ان سے سرفراز فرمائے اور مسلم معاشرے کو ان کی برکات سے مالا مال فرمائے- آمین ثم آمین- سو جو لوگ جنت سے سرفرازی چاہتے ہوں وہ ان صفات کو اپنے اندر پیدا کریں- کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اور اس کے فضل وکرم سے سرفرازی کا دارومدار ایمان وعمل اور اخلاق وکردار ہی پر ہے کہ اس کے یہاں فلاں ابن فلاں کی کوئی قدر وقیمت نہیں، سبحانہ تعالیٰ، اللہ توفیق نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے- آمین ثم آمین

۸۳ برائی کا بدلہ برابر سرابر: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے"۔ برائی کا بدلہ تو برائی نہیں ہوتا بلکہ وہ قصاص ہوتا ہے جس کی شریعت میں اجازت ہے۔ مگر "مشاکلہ" یعنی دونوں کے باہم مشابہ اور ہمشکل ہونے کی بنا پر برائی کے جواب کو بھی برائی کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ نیز اس سے اس طرف اشارہ بھی نکلتا ہے کہ بدلہ لینے سے معاف کر دینا بہر حال بہتر ہے الا یہ کہ اس سے کوئی اور فساد پیدا ہوتا ہو۔ بہر کیف اہلِ جنت کی صفات کے ذکر وبیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ برائی کا بدلہ برابر سرابر لیتے ہیں۔ اس کی کوشش نہیں کرتے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں، کہ یہ طریقہ ظلم وزیادتی کے زمرے میں آجاتا ہے جس سے وہ بہر حال بچتے ہیں- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ظلم وعدوان اور زیادتی وسرکشی سے اپنی پناہ میں رکھے، اور ہر قدم اپنی رضاء وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور ہر حال میں اور ظاہر وباطن کے ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین

۸۴ عفو ودرگزر کی ترغیب کا ذکر وبیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر جو کوئی معاف کر دے اور معاملہ کو اصلاح کی طریقے سے حل کرنے کی کوشش کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ بیشک اللہ پسند نہیں فرماتا ظالموں کو"۔ جو زیادتی کرنے میں پہل کرتے ہیں یا بدلہ دینے میں حد سے بڑھتے ہیں- والعیاذ باللہ العظیم- سو اس بنا پر برائی کے بدلے میں کی جانے والی کارروائی کے بارے میں ﴿مثلھا﴾ کی تصریح فرما دی گئی کہ ایسے لوگ اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دیتے بلکہ اس معاملے میں وہ پورا توازن قائم رکھتے ہیں۔ اور جواب میں وہ اتنی ہی کارروائی کرتے ہیں جو برائی کے ہم وزن ہو۔ جس میں کسی پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ سو اس میں عفو ودرگزر کی ترغیب ہے- وباللہ التوفیق لما یحِبُّ ویرید، وعلی مایحِبُّ ویرید، بکل حالٍ مّن الاحوال،

ظُلۡمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سَبِيۡلٍؕ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيۡلُ

کہ ان پر ظلم کیا گیا، تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ۸۵ ﴿۴۱﴾ الزام تو بس

عَلَى الَّذِيۡنَ يَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَيَبۡغُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ

ان لوگوں پر ہے جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں، اور وہ ناحق طور پر زیادتیاں کرتے ہیں اللہ کی

بِغَيۡرِ الۡحَقِّؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنۡ صَبَرَ

زمین میں، ایسے لوگوں کے لئے ایک بڑا ہی دردناک عذاب ہے ۸۶ ﴿۴۲﴾ البتہ جو کوئی صبر سے کام لے،

۸۵ مظلوم پر بدلہ لینے میں کوئی الزام نہیں: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو کوئی ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں، کہ اس نے تو اپنا حق لیا۔ اور اپنے اوپر روا رکھے جانے والے ظلم کا بدلہ لیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی جرم نہیں۔ سو اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ کوئی ظلم سہنے کے باوجود بدلہ نہ لے اور ظالم کے ہاتھوں یونہی پٹتا رہے، اور اس سے کوئی بدلہ نہ لے۔ نہیں اسلام ایسے نامعقول رویے کی تعلیم کبھی نہیں دیتا۔ سو اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو انتقام کو دینداری کے خلاف سمجھتے ہیں - سو ایسا نہیں۔ بلکہ اس سلسلے میں بھی دین حنیف نے توسط واعتدال کی تعلیم دی ہے۔ جو کہ اسکے دین فطرت ہونے کا تقاضا ہے کیونکہ برابر کا بدلہ لینا اسلام کے قانون سزا و جزاء کا تقاضا اور اس کا حصہ ہے۔ تاکہ اس طرح عدل وانصاف قائم ہو سکے۔ ظلم وزیادتی کا ازالہ کیا جاسکے۔ اور ذلت ورسوائی کا راستہ روکا جاسکے۔ جبکہ عفو و درگزر اہل حق کی اعلیٰ ظرفی، پاکیزگی اخلاق اور تہذیب نفوس کا تقاضا ہے۔ سو یہ دونوں کی صورتیں شریعت مقدسہ کی تعلیمات مقدسہ اور اخلاق عالیہ اور اسکے محاسن میں سے ہیں للام القاسمی رحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور شریعت مطہرہ کی تعلیمات مقدسہ کے تقاضوں کے مطابق چلنے کی توفیق بخشے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

۸۶ الزام صرف ظالموں پر، والعیاذ باللہ: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ الزام تو بس انہی لوگوں پر ہے جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور وہ ناحق طور پر زیادتیاں کرتے ہیں زمین میں۔ سو ایسے لوگوں کے لیے ایک بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔ خواہ ظلم کی ابتدا کرنے کی شکل میں ہو اور خواہ انتقام میں حد سے بڑھنے کی صورت میں - اللہ اپنی پناہ میں رکھے - آمین۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ الزام تو بس انہی لوگوں پر ہے جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور وہ ناحق طور پر اللہ کی زمین میں سرکشی اور طغیانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ رہ گیے وہ لوگ جو ظلم سہنے کے بعد اس کا بدلہ لیتے ہیں ان پر کوئی الزام نہیں کہ انہوں نے تو اپنا حق قصاص لیا اور بس اور مظلوم کو ظاہر ہے کہ قصاص کا حق حاصل ہے عقل اور نقل دونوں کے اعتبار سے،

وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع وَمَنْ يُّضْلِلِ

اور درگزر کرے تو بلاشبہ یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے، ف۸۷ ﴿۴۳﴾ اور جس کو اللہ ہی

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ط وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ

گمراہ کردے (اس کے خبث باطن کی بنا پر) تو اس کے لئے اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں اور ف۸۸ (کل قیامت میں) تم دیکھو گے

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ

کہ یہ ظالم لوگ جب اس عذاب کو خود دیکھ لیں گے تو کہیں گے (ہائے افسوس) کیا اب واپس جانے کی کوئی بھی

سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ ج وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ

صورت ہو سکتی ہے؟ ف۸۹ ﴿۴۴﴾ اور تم ان کو دیکھو گے کہ جب ان کو دوزخ کے سامنے لایا جائے گا تو وہ ذلت کے مارے جھکے جا رہے

الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ط وَقَالَ الَّذِيْنَ

ہوں گے، اور اس کو نظریں بچا بچا کر کن اکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے، ف۹۰ اور (اس وقت) وہ لوگ جو کہ

اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ

ایمان سے مشرف رہے ہوں گے کہیں گے، بلاشبہ خسارے والے وہی لوگ ہیں، جنہوں نے خسارے میں ڈال دیا اپنے آپ کو اور

۸۷ صبر و برداشت کی عظمت شان کا ذکر و بیان: -سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ صبر و برداشت اور عفو و درگزر سے کام لینا بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ کہ اس میں نفس امارہ کی سرکوبی کرنا پڑتی ہے جو کہ باہر کے دشمنوں سے بھی بڑھ کر خطرناک ہے- والعیاذ باللہ العظیم- سو ظلم و تعدی کا بدلہ و انتقام بقدرِ ضرورت اگرچہ جائز ہے اور ہر کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ لے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر اور محبوب طریقہ و عمل یہی ہے کہ صبر و برداشت اور عفو و درگزر ہی سے کام لیا جائے- وباللہ التوفیق- بہرکیف اس ارشاد سے ایک بات تو یہ واضح فرما دی گئی کہ ظلم و زیادتی کے بعد برابری کی حد تک بدلہ لینا اگرچہ ہر شخص کا حق ہے لیکن حضرتِ حق -جل مجدہ- کے نزدیک اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ عفو و درگزر اور صبر و برداشت سے کام لیا جائے اور دوسری بات یہ کہ عفو و درگزر اور صبر و برداشت سے کام وہی لوگ لے سکیں گے جن کے اندر صبر کی خوخصلت جاگزیں ہوگی۔ سو صبر و برداشت کی خوخصلت اپنے اندر راسخ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے- وباللہ التوفیق- اور تیسری بات اس سے یہ واضح فرما دی گئی کہ عفو و درگزر کا یہ کردار عزم و ہمت کا کردار ہے۔ سو جو لوگ اپنے اندر اس کو پیدا کریں گے وہ ارباب میں سے ہونگے -اللہ نصیب فرمائے اور ہمیشہ اپنی رضا

وخوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے ۔ آمین ثم آمین

۸۸ ہدایت وضلالت کے بارے میں سنتِ الٰہی کا حوالہ وذکر: ۔ سو ہدایت وضلالت کے بارے میں سنتِ الٰہی اور دستورِ خداوندی کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "جس کو اللہ گمراہی میں ڈال دے اس کیلئے اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں ہوسکتا"۔ جو اس کو پھر راہِ حق وہدایت پر لاسکے۔ اور اللہ پاک کی طرف سے گمراہی کے گڑھے میں اسی کو پھینکا جاتا ہے جو اپنے اوپر ہدایت کے راستے اور اس کے دروازے خود بند کردے ورنہ خدائے پاک تو اپنے کسی بندے پر ذرہ برابر بھی کوئی ظلم نہیں کرتا ۔ سبحانہ وتعالیٰ ۔ سو جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے خبثِ باطن اور سوءِ اختیار کی بنا پر ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں ڈال دیتا ہے وہ خداوندِ قدوس کی توفیق بخشی سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اور جو کوئی خداوندِ قدوس کی توفیق وعنایت اور اسکی دست گیری سے محروم ہوجائے ۔ والعیاذ باللہ ۔ تو پھر اس کیلئے دوسرا کوئی کارساز نہیں ہوسکتا۔ سو جن لوگوں پر خدا کی مار پڑ جائے انکو کوئی راہِ راست پر نہیں لاسکتا۔ سو اس سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ انسان کے بناؤ بگاڑ کا اصل تعلق اسکے اپنے قلب وباطن سے ہے۔ فباللہ التوفیق لما یُحبُّ و یرید، وعلی ما یُحِبُّ و یرید،

۸۹ ظالموں کے انجام اور انکے حالِ بد کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ظالم لوگ عذاب دیکھنے پر کہیں گے کہ "کیا اب واپس جانے کی کوئی سبیل ممکن ہوسکتی ہے؟"۔ تاکہ اب ہم وہاں جا کر ایمان اور عملِ صالح کو اپنا کر تلافیِ مافات کرسکیں۔ مگر اب اس کا موقع کہاں؟ ۔ ﴿وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ۔ سو ظالم لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا اور انہوں نے اللہ کی ہدایت کی قدر نہیں کی بلکہ وہ راہِ حق وہدایت سے منہ موڑ کر اور آنکھیں بند کر کے اپنی خواہشات کے پیچھے ہی چلتے رہے سو ایسے ظالم اور محروم القسمت آج تو اپنی اس روش پر بہت نازاں اور بڑے خوش ہیں لیکن وقت آنے پر جب یہ عذاب کو دیکھیں گے اور اپنے کیے کرائے کے انجام سے دوچار ہونگے تو اس وقت یہ بڑی حسرت کے ساتھ کہیں گے کہ کیا اب دنیا کی طرف پلٹنے کی کوئی سبیل ممکن ہوسکتی ہے؟ تاکہ وہاں جا کر کمائی کریں اور اس عذاب سے چھوٹنے کا سامان کرسکیں۔ مگر اس وقت اس کا موقع کہاں اور کیونکر؟ اس کا موقع تو انہوں نے خود ضائع کردیا ہوگا۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی امان وپناہ میں رکھے ۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۹۰ ظالموں کی ذلت ورسوائی کی تصویر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں پر ایسے لوگ ذلت اور خوف کے مارے کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہونگے ۔ جیسا کہ قتل کا سزا یافتہ شخص اپنی گردن پر تلوار چلنے سے قبل اس کی طرف کن انکھیوں سے دیکھتا ہے، کہ نظر بھر کر دیکھنے کا اسکو یارا نہیں ہوتا ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ سو مطلب اس ارشادِ عالی کا یہ ہوا کہ آج تو یہ لوگ اپنی کامیابی کے غرے میں مبتلا ہیں اور اس بنا پر یہ حق بات سننے اور ماننے کو تیار نہیں۔ اور اسی بنا پر یہ لوگ عذاب کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ لیکن جس دن انکو اس عذاب میں داخل کرنے کیلئے لے جایا جائے گا تو اس دن ذلت ورسوائی کی بنا پر انکا حال یہ ہوگا کہ یہ سر جھکائے اس مجرم کی طرح کنکھیوں سے دیکھ رہے ہونگے جس کو مقتل کی طرف لے جایا جاتا ہے کہ اسکے اندر مقتل اور جلاد کی تلوار کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ تو وہ کن انکھیوں سے دیکھتا ہے کہ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے ۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے سالم ومحفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

أَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي

اپنے تعلق داروں کو آج قیامت کے دن، ؁۹۱ آگاہ رہو کہ ظالم لوگ

عَذَابٍ مُّقِيمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنْ أَوْلِيَاءَ

دائمی عذاب میں ہوں گے، ؁۹۲ ﴿۴۵﴾ اور وہاں ان کے لئے نہ کوئی ایسے حامی ہوں گے (نہ مددگار)

يَنصُرُونَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ

جو ان کی کوئی مدد کر سکیں اللہ کے مقابلے میں، اور جس کو اللہ ہی ڈال دے گمراہی (کے ہولناک گڑھے) میں،

فَمَا لَهُ مِن سَبِيلٍ ﴿۴۶﴾ اسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُم مِّن

پھر اس کے لئے (نجات کی) کوئی سبیل ممکن نہیں، ؁۹۳ ﴿۴۶﴾ بات مان لو اپنے رب کی (اے لوگو!) قبل اس سے

قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۚ مَا لَكُم

کہ آپہنچے ایک ایسا (ہولناک) دن جس کے لئے ٹلنے کی پھر کوئی صورت نہ ہوگی اللہ کی طرف سے، ؁۹۴ اس دن نہ تو تمہارے لئے

۹۱ حقیقی خسارہ آخرت کا خسارہ - والعیاذ باللہ العظیم: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس موقع پر اہلِ ایمان ان لوگوں کا یہ حالِ بد دیکھ کر پکار اٹھیں گے کہ بلاشبہ قطعی طور پر خسارے میں ہیں قیامت کے دن وہ لوگ جنہوں نے خود خسارے میں ڈالا اپنے آپ کو اور اپنے تعلقداروں کو کہ خود بھی جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم ہو کر عذابِ دوزخ کا لقمہ بنے اور انہوں نے اپنے ماتحتوں اور تعلق داروں کو بھی اسی راہ پر ڈالا - والعیاذ باللہ العظیم - سو ظالموں کے اس انجامِ بد کو دیکھ کر ایمان والے پکار اٹھیں گے کہ بیشک حقیقی نامراد اور خسارے والے یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو قیامت کے دن کے اس خسارے میں مبتلا کیا۔ سو دنیا کے اس دار الامتحان میں تو ایسے ظالم لوگ حق بات کو سننے ماننے کیلئے تیار نہیں لیکن وہاں معلوم ہو جائے گا کہ اصل خسارے میں یہی ہیں۔ سو اصل اور حقیقی خسارہ آخرت ہی کا خسارہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اور وہ خسارہ ایسا ہوگا کہ اس کے تدارک و تلافی کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ یہ خسارہ سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم، بکلِّ حالٍ من الاحوال

۹۲ ظالم لوگ دائمی عذاب میں - والعیاذ باللہ العظیم: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آگاہ رہو کہ ظالم لوگ دائمی عذاب میں ہونگے" - والعیاذ باللہ - یہ ان کے رب کی طرف سے ان اہلِ ایمان کی تصدیق کے طور پر اور اہلِ دوزخ کی تخجیل مزید کے لئے ارشاد فرمایا جائے گا۔ اہلِ ایمان کا قولِ مذکور اگرچہ قیامت کے روز وقوع پذیر ہوگا مگر تحققِ وقوع کی بنا پر اسے ماضی کے صیغے یعنی ﴿قَالَ﴾ کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ - ﴿وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ﴾ - وغیرہ

دوسرے بے شمار مقامات میں موجود ہے۔ اور ایسا قرآنِ پاک کی بلاغت کا ایک مشہور و معروف اسلوب ہے۔ جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے اہلِ بدعت وغیرہ بہت سے اہلِ باطل نے مختلف مقامات پر دھوکہ کھایا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اہلِ ایمان کا یہ قول اسی دنیا میں ہو کہ انہیں اپنے ایمان و یقین کی پختگی کی بنا پر یہ یقین ہے کہ اہلِ کفر و باطل قیامت کے روز یقیناً خسارے میں ہوں گے۔ سو دنیاوی دکھ سکھ کی ہر حالت و کیفیت تو بہر حال عارضی اور فانی ہے مگر ظالموں کو ملنے والا آخرت کا وہ عذاب ایسا دائمی ہوگا کہ اس سے ایسے ظالموں کی جان کبھی چھوٹ نہیں سکے گی۔ تو اس سے بڑھ کر خسارہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ اپنی پناہ میں رکھے - اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین، ویا ارحم الراحمین۔

۹۳ **ظالموں کی لیے کوئی حمایتی اور کارساز نہیں ہوگا:** - جو ان کی وہاں کوئی حمایت یا کارسازی کر سکے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ظالموں کیلئے کوئی کارساز نہیں ہوگا جو اللہ کے مقابلے میں انکی کوئی مدد کر سکے۔ سو دنیا میں یہ لوگ جن کو اپنا حاجت روا و مشکل روا سمجھ کر پوجا پکارا کرتے تھے وہاں وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آسکیں گے۔ لکڑ پتھر وغیرہ کے بتوں میں تو سرے سے اس کی کوئی اہلیت و صلاحیت ہی نہیں کہ وہ کسی کے کچھ کام آسکیں۔ اور اللہ کے جن دوسرے نیک بندوں کو یہ مشرک لوگ دنیا میں اپنا حاجت روا و مشکل کشا مانتے اور ان کو اپنی حاجت روائی و مشکل کشائی کے لئے پکارا کرتے تھے وہ نہ صرف یہ کہ ان کے کچھ کام نہیں آئیں گے بلکہ وہ صاف و صریح طور پر ان کے اس شرک کا انکار کردیں گے۔ اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ، كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ - (مریم:۸۱-۸۲)۔ پس ظالموں کیلئے کوئی بھی ایسا یار و مددگار اور حامی و سرپرست نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کی کسی بھی طرح کی کوئی مدد کر سکے۔ بلکہ معاملہ اس دن سب کا سب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہوگا - ﴿وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾ - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت میں و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین

۹۴ **دعوتِ حق بطورِ زجر و تنبیہ:** - سو ارشاد فرمایا گیا کہ حکم مان لو تم اپنے رب کا - اے لوگو! - قبل اس سے کہ آپہنچے وہ ہولناک دن جس کے ٹلنے کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں ہوگی۔ پس اس فرصتِ حیات کو تم لوگ غنیمت جانو جو آج تمہیں میسر ہے کہ یہ لحظہ بہ لحظہ ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے۔ اور جب ہاتھ سے نکل گئی تو پھر اس کے واپس آنے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ لہٰذا جو ایمان سے محروم ہے وہ ایمان لا کر اور جو عملِ صالح اور تقویٰ سے محروم ہے وہ عملِ صالح اور تقویٰ کو اپنا کر اس ہولناک دن کی تیاری میں لگ جائے۔ اور زندگی کی محدود و مختصر فرصت کو غنیمت سمجھے - اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا التَّوْفِيْقَ - بہر کیف اس ہولناک دن کے آنے کے بعد نہ کسی کیلئے کوئی پناہ ممکن ہوگی اور نہ ہی کسی کیلئے کسی طرح کے انکار کی کوئی گنجائش ہوگی۔ اس لیے قبولِ حق کے لیے یہ دعوت دی گئی ہے جو کہ زجر و تنبیہ کے انداز میں ہے۔ اور یہ بھی ربِّ رحمٰن و رحیم کی رحمت و عنایت کا ایک انداز و اسلوب ہے - سبحانہ و تعالیٰ - تا کہ اس طرح لوگ دائمی خسارے اور ہولناک انجام سے بچ جائیں - وباللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یحب و یرید بکل حال من الاحوال

مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ

کوئی پناہ کی جگہ ہوگی، اور نہ ہی تمہارے لئے کسی انکار کی کوئی گنجائش ۹۵ ﴿۴۷﴾ پھر بھی اگر

اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ

یہ لوگ منہ موڑے ہی رہیں تو (آپ ان کی فکر نہ کریں کہ) ہم نے آپ کو ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا آپ کے ذمے تو

اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

صرف (پیغام) پہنچا دینا ہے (اور بس) ۹۶ اور جب ہم چکھا دیتے ہیں اس (تنگ ظرف) انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت،

فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

تو یہ پھول جاتا ہے ۹۷ اور اگر کبھی ان کو کوئی تکلیف پہنچ جائے ان کے اپنے ان اعمال (اور کرتوتوں) کی بناء پر، جو انہوں نے

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

خود اپنے ہاتھوں انجام دیئے ہوتے ہیں، تو اس وقت یہ انسان بڑا ناشکرا ہوتا ہے ۹۸ ﴿۴۸﴾ اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور

۹۵ یوم حساب میں ظالموں کی بے بسی کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس دن نہ تمہارے لیے کوئی پناہ گاہ ممکن ہوگی اور نہ ہی تمہارے لیے انکار کی کوئی گنجائش۔ کیونکہ جو کچھ بھی اس نے کیا ہوگا اس کا کامل ریکارڈ قطعی شہادتوں کے ساتھ اس کے سامنے موجود ہوگا۔ یا "نکیر" یہاں پر "منکر" کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی کوئی ایسا نہ ہوگا جو تمہاری سزا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر کوئی اعتراض و انکار کر سکے کہ ان کو سزا نہ دی جائے یا کم دی جائے وغیرہ۔ سو ایسے کسی اِمکان کی وہاں کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ تمہارا سب کیا کرایا تمہارے سامنے ہوگا۔ اور تم لوگوں کو بے چون و چرا اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ سو اس اٹل دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کی دعوت کو قبول کر لو۔ ورنہ یاد رکھو کہ جب تمہارے رب کی جانب سے وہ دن آ جائے گا جو اٹل ہے تو پھر تمہارے ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ اس موقع پر تمہارا ماننا اور نہ ماننا دونوں یکساں ہونگے۔ اس دن نہ تمہارے لیے کوئی پناہ ممکن ہوگی، اور نہ ہی تم کسی چیز کو رد کر سکو گے۔ بلکہ جو کچھ تمہارے سامنے آئے گا تمہیں بے چون و چرا اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا پڑے گا۔ پس اس دن کی سختیوں سے بچنے کی فکر آج کر لو کہ یہی اس کا موقع ہے۔ اسکے بعد پھر اس کیلئے کوئی موقع ممکن نہیں ہوگا۔ وباللہ التوفیق لما یحبّ و یرید،

۹۶ پیغمبرؑ کی ذمہ داری صرف دعوت و تبلیغ: - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر کے ذمے منوانا نہیں صرف دعوتِ حق دینا ہے اور بس۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے آپ کو - اے پیغمبر! - ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا"۔ کہ آپ خواہی نخواہی ان کو منوا کر ہی چھوڑیں اور ان کو راہِ حق پر لا کر اور ایمان قبول کرا کر ہی رہیں۔ یہ نہ تو آپؐ کے بس

میں ہے اور نہ ہی آپ کی ذمہ داری۔ ﴿لَیْسَ عَلَیْکَ هُدَاهُمْ﴾۔ یعنی راہ بتانا تو بے شک آپ کا کام ہے مگر راہ پر ڈال دینا اور اس پر چلا دینا نہ آپ کا کام ہے اور نہ ہی یہ آپ کے بس میں ہے۔ اِنْ عَلَیْکَ اِلا الْبَلاغُ وَ عَلَیْنَا الْحِسَابُ۔ سو اگر یہ لوگ اس دعوتِ حق پر لبیک کہتے اور اسکو قبول کرتے ہیں تو ٹھیک۔ نہیں تو آپ انکی کوئی فکر نہ کریں اور نہ انکے پیچھے پڑیں کہ آپ کا کام صرف تبلیغ ہے۔ یعنی کلمۂ حق کو بلاکم و کاست پہنچا دینا اور بس اور وہ آپ کر چکے اس کے بعد آپ کی ذمہ داری ختم اس کے بعد یہ اپنے خود ذمہ دار ہیں۔ بعینہ یہی مضمون اس سے پہلے آیت نمبر ۶ میں بھی گزر چکا ہے۔

۹۷ انسان کی تنگ نظری اس کے لیے باعثِ محرومی۔ والعیاذ باللہ العظیم: سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ انسان اور ایمان و یقین کی دولت سے محروم انسان کی تنگ ظرفی کا عالم یہ ہے کہ نعمت ملنے پر یہ مست ہو جاتا ہے اور تکلیف پہنچنے پر یہ مایوس ہو جاتا ہے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ رحمت و عنایت تو انسان کے اپنے کئے پر نہیں بلکہ محض اللہ پاک کے فضل و کرم سے ملتی ہے۔ البتہ مصیبت و برائی اس کے اپنے کئے کا نتیجہ و ثمرہ ہوتی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بہرکیف اس ارشادِ عالی سے اس تنگ ظرفی اور کوتاہ نظری کو بیان فرمایا گیا ہے جس میں ایمان و یقین کی دولت سے محروم انسان بالعموم مبتلا ہوتا ہے کہ اسکو اگر اللہ پاک کی طرف سے دنیا کی کوئی نعمت مل جاتی ہے تو یہ اس واہبِ مطلق کا شکر ادا کرنے کی بجائے اکڑنے اور اترانے لگتا ہے۔ اور طرح طرح کی ڈینگیں مارنا شروع کر دیتا ہے کہ میں ایسا اور میں ایسا اور میں نے یہ کیا اور میں نے وہ کیا وغیرہ وغیرہ۔ مگر اسکے برعکس جبکہ اسکو اپنے کیے کرائے کی پاداش میں کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے تو یہ چیخنے چلانے اور واویلا کرنے لگتا ہے۔ اور آس توڑ دیتا ہے۔ اور یہی اس کی محرومی کا بڑا سبب ہے۔ اس لیے ایسوں سے راہِ حق کو اپنانے کی توقع نہ رکھی جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۹۸ دولتِ ایمان و یقین سے محروم انسان بڑا ناشکرا۔ والعیاذ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا اور اداوتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے" کہ تکلیف پہنچنے پر یہ حضرتِ واہبِ مطلق۔ جل وعلا شانہ۔ کی تمام نعمتوں کو بھول کر شکایتوں کے گویا دفتر کھول دیتا ہے۔ سو یہ حال ہے دنیا پرست، تنگ ظرف انسان کا۔ کہ اگر اس کو کوئی نعمت ملتی ہے تو یہ اس پر اترانے لگتا ہے۔ اور تکبر میں مبتلا ہو کر حق و ہدایت سے دور ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ ناشکرا اور بے صبرا بن کر اپنی حرمان نصیبی میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ کہ اسکے نزدیک دنیا اور اس کا متاعِ فانی ہی سب کچھ ہے۔ اس طرح ایسے شخص کو دنیا ملے تو بھی عذاب اور اگر نہ ملے تو بھی عذاب۔ والعیاذ باللہ۔ جبکہ دولتِ ایمان و یقین سے سرشار و مالا مال مومنِ صادق کی شان اور اسکی کیفیت اسکے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ اسکو دنیا ملتی ہے تو وہ اس کو اللہ پاک کا عطیہ و احسان سمجھ کر اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ جس سے وہ اس کیلئے خیر بن جاتی ہے۔ اور اگر کبھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر و برداشت سے کام لیتا ہے۔ جس سے وہ تکلیف اور مصیبت بھی اس کیلئے خیر بن جاتی ہے۔ سو اصل دولت ایمان و یقین کی دولت ہے جس سے ہر حالت خیر ہی خیر بن جاتی ہے۔ اور یہی وہ دولت ہے جس کے ساتھ دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی وابستہ ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ مِن الاحوال، وھو الھادی الی سواء السبیل سبحانہٗ وتعالیٰ،

الْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا

زمین کی، ف۹۹ وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے،

وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ

اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطاء کرتا ہے، ﴿۴۹﴾ یا ان کو لڑکوں اور لڑکیوں دونوں سے

اِنَاثًا ۚ وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

نواز دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے ف۱۰۰ بلاشبہ وہ سب کچھ جانتا، پوری قدرت والا ہے، ف۱۰۱ ﴿۵۰﴾

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ

کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے، ف۱۰۲ مگر یا تو وحی کے طور پر ف۱۰۳ یا

۹۹ آسمانوں اور زمین میں بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، سبحانہ وتعالیٰ:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے انداز واسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ہی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی"۔ پس انسان کو ہمیشہ اسی سے مانگنا چاہیے۔ اور جو بھی کچھ ملے اس پر مفتون و مغرور نہ ہو۔ اور اسے اپنی عقل و فکر اور کوشش و قابلیت کا نتیجہ قرار دینے کی بجائے اللہ پاک کا عطیہ و احسان سمجھ کر اس کا مزید از مزید شکر ادا کرے کہ شکرِ نعمت سے نعمت بڑھتی ہے۔ اور اس میں برکت آتی ہے۔ اور وہ محفوظ رہتی ہے۔ سو اس سے ایسے بھٹکے لوگوں کو انکی اس بیماری کا علاج بتا دیا کہ اگر یہ لوگ اس حقیقت پر ایمان رکھتے کہ آسمان و زمین کی اس ساری کائنات پر حکومت و بادشاہی اللہ وحدہ لاشریک ہی کی ہے۔ وہی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے تو یہ لوگ تنگ ظرفی اور ناشکری کی ایسی حالت میں مبتلا ہونے کی بجائے ہمیشہ صبر و شکر سے کام لیتے۔ بہرکیف اس ارشاد سے اس بنیادی عقیدے کو بیان فرمایا گیا ہے جس سے محرومی کے باعث لوگوں کے اندر یہ تنگ ظرفی اور ناشکری پیدا ہوتی ہے اور وہ راہِ حق و ہدایت سے بھٹک کر طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا ہوتا اور جگہ جگہ ذلت و رسوائی کی دھکے کھاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۰۰ اولاد دینا اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی جس کو چاہے بچے دے یا بچیاں یا دونوں۔ اور جسکو چاہے بانجھ کر دے"۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ یعنی یہ سب احوال صرف اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ پس انسان دستِ سوال اسی کے آگے دراز کرے۔ اور جو مانگنا ہو اسی سے مانگے۔ اس کے سوا نہ کوئی بچے بچیاں دے سکتا ہے اور نہ کسی سے بچے بچیاں مانگنا جائز ہے۔ اسباب کے درجے میں دوسروں سے کچھ مانگنا اور لینا دینا تو اگرچہ منع نہیں، کہ یہ دنیا ہے ہی دار الاسباب۔ مگر مافوق الاسباب طور پر کسی بھی مخلوق

سے مانگنا جائز نہیں۔ کہ یہ حضرتِ خالق کی صفت ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اس طرح کے صاف و صریح اور قطعی ارشادات و نصوص کے باوجود آج کا کلمہ گو مشرک قبروں اور مُردوں سے اولادیں اور اپنی دوسری حاجتیں مانگتا، ان کے آگے ہاتھ پھیلاتا اور طرح طرح کی شرکیات کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور وہ ''پیراں دتہ''، ''رسول بخش''، ''نبی بخش''، ''حضور بخش''، ''علی بخش'' اور ''علی داد'' جیسے شرکیہ نام بھی رکھتا ہے اور پیٹ کے پجاری جاہل ملاں اور پیر اپنا کاروبار چلانے اور اپنے پیٹ کو بھرنے کے لئے ایسے جاہل عوام کی پیٹھ ٹھونکتے اور ان کو اس طرح کی شرکیات پر مزید پختہ کرتے جاتے ہیں۔ اور کسی کو خوفِ خدا نہیں آتا کہ ہم یہ کیا کر رہے ہیں۔ اور کل حشر میں اللہ پاک کے حضور کیا جواب دیں گے۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔ اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۱۰۱ __اللہ جو کرتا ہے درست ہی کرتا ہے، سبحانہ وتعالیٰ:__ - کہ اس کا علم بھی کامل ہے اور قدرت بھی کامل۔ اور یہ شان اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی نہ ہے نہ ہو سکتی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بلاشبہ وہ سب کچھ جانتا بڑا ہی قدرت والا ہے''۔ پس وہ پوری طرح جانتا ہے کہ کون کس کے لائق ہے اور کس کو کیا بخشا جائے۔ اور وہ جو بھی کچھ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ کوئی چیز اس کے ارادے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی کہ اسکی قدرت کامل ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ لہٰذا مومنِ صادق کا کام اور اس کی شان یہی ہے کہ وہ ہمیشہ اسی وحدہ لاشریک پر بھروسہ و اعتماد رکھے۔ اور جو بھی کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگے۔ اور ہر حال میں مانگے۔ وہی وحدہ لاشریک ہے جو مانگنے سے خوش ہوتا ہے اور نہ مانگنے سے ناراض۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ فَاِيَّاكَ نَسْاَلُ اللّٰهُمَّ اَنْ تُثَبِّتَنَا عَلٰى صِرَاطِكَ الْمُسْتَقِيمِ وَاَنْ تَاْخُذَنَا بِنَواصِينا اِلٰى ما فِيهِ حُبُّكَ ورضاك۔ پس وہ جو بھی کچھ کرتا ہے اپنے کمالِ علم اور اپنی کمالِ قدرت کے مطابق کرتا ہے۔ اسکے کسی بھی کام میں دوسرے کسی بھی شخص یا کسی بھی ہستی کے کسی عمل دخل کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس بندوں کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے تمام امور و معاملات میں اسی وحدہ لاشریک پر بھروسہ و اعتماد کریں، اور اسی سے ہر قسم کی خیر و برکت کی امید رکھیں۔ اور ہمیشہ اسی کے حضور اپنی عرض والتجاء کریں۔ نہ کبھی مغرور رہوں نہ مایوس۔ اور نہ کبھی اسکے سوا کسی اور سے لَو لگائیں۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، بِکُلِّ حالٍ مِنَ الاحوال، وفی کل موطنٍ مِنَ المواطن فی الحیاۃ، وھوالعزیزُ الوھّاب،

۱۰۲ __حق تعالیٰ کی عظمتِ شان اور بندے کا عجز و قصور:__ - سو ارشاد فرمایا گیا ''کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے۔ براہِ راست۔ بات کرے''۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ خدائے پاک کے ساتھ بندے کے بالمشافہ کلام میں جو چیز مانع ہے وہ دراصل بندے کا اپنا عجز و قصور اور اس کی درماندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس و اعلیٰ ایسی باعظمت اور ایسے انوار و تجلیات کا مظہر ہے کہ کوئی بشر اس سے رودررو ہم کلام ہونے کی تاب نہیں لا سکتا۔ جیسا کہ حضرتِ موسیٰ کے قصے سے بھی ظاہر و واضح ہے۔ کیونکہ انسان من حیث الانسان ایک مادی مخلوق اور مادیت میں پھنسی ہوئی چیز ہے۔ اور حضرتِ حق۔ جل شانہ۔ خالق اور مادیات سے پاک اور وراء الوراء ہے۔ تو پھر اس کا کسی بشر سے

براہِ راست ہمکلام ہونا کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔ الا یہ کہ کوئی بشر مادیات سے بلند ہو کر اپنے آپ کو اس سے ہمکلامی کے شرف کا کسی قدر اہل بنالے۔ مگر اس صورت میں بھی مشافہتۃً اور عیاناً اس سے ہمکلامی کا یارا کسی کو اس دنیا میں نہیں ہوسکتا بجزان تین صورتوں کے جو آگے آرہی ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ یہودِ بے بہبود نے آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو اپنے رب کو کلام کرتے وقت دیکھتے کیوں نہیں۔ جس طرح کہ حضرتِ موسیٰ نے دیکھا تھا۔ تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ حضرتِ موسیٰ نے اپنے رب کو دیکھا نہیں تھا بلکہ پردے کے پیچھے سے کلام ہوا تھا۔ تو اس کی تصدیق میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (معالم، وجیز، حاشیہ جامع البیان وغیرہ)۔ بہرکیف اس ارشاد میں دراصل مخالفین ومنکرین کے اس سوال واعتراض کا جواب ہے کہ اللہ اگر ان۔ پیغمبرؑ۔ سے بات کرتا ہے جیسا کہ انکا دعویٰ ہے تو پھر وہ ہم سے براہِ راست اور روبرو بات کیوں نہیں کرتا۔ آخر انکو کون سے ایسے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ وہ ان سے تو بات کرتا ہے مگر ہم سے نہیں کرتا۔ جبکہ ہم ان سے دنیاوی مال و دولت اور عزت واقتدار کے اعتبار سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ تو اسکے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ کسی انسان کا یہ درجہ اور مقام نہیں ہوسکتا کہ اللہ اس سے روبرو اور براہِ راست بات کرے۔ وہ کسی بشر سے اگر بات کرتا ہے تو وحی کے ذریعے کرتا ہے یا پردے کی آڑ سے۔ یا اپنا کوئی قاصد یعنی فرشتہ بھیج کر جو اسکے اذن سے اسکی کسی ایسے بندے کو وحی کرتا ہے جس کو وہ اپنے کلام وخطاب کیلئے منتخب فرماتا ہے۔ سو منکرین کا ایسا مطالبہ کرنا انکی اپنی جہالت اور حماقت کا ثبوت ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ سلامت و محفوظ رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین۔

۱۰۳ **اللہ تعالیٰ کے کلام کی ایک صورت وحیِ خداوندی:**۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے''۔ یعنی اِلقاء واِلہام یا ہتاف ومنام اور نفث کے طور پر۔ جیسا کہ حضرتِ ابراہیم نے ذبحِ اسماعیل کا خواب دیکھا تھا۔ یا جیسا کہ حضور فرماتے ہیں۔ ''اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ''۔ مگر اس صورت میں فرشتہ متجسد نہیں ہوتا۔ جیسے حضرتِ عائشہ۔ رضی اللہ عنہا۔ کی بخاری شریف والی روایت میں ''صَلْصَلَةُ الْجَرَس'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اور اس کو سخت ترین قرار دیا گیا ہے۔ ''وَھُوَ اَشَدُّ عَلَیَّ''۔ اور یہ اِلہام واِلقاء تو غیر انبیاء کو بھی ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ انبیاء کا اِلہام واِلقاء وحی ہوتا ہے اور وہ قطعی ویقینی ہوتا ہے۔ اور وہ ثبوتِ حکم کے لیے دلیل قرار پاتا ہے۔ جبکہ غیر انبیاء کا اِلہام نہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کسی دینی حکم کا مدار بن سکتا ہے۔ بہرکیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے بشر سے کلام فرمانے کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کے دل پر اپنا کلام اِلقاء فرمادیتا ہے اور اس کو اسکے دل میں ڈال دیتا ہے اپنی قدرت کاملہ، حکمت بالغہ، رحمت شاملہ اور اپنی عنایت خالقہ سے جل جلالہ، اور پیغمبر اسکو محفوظ کرلیتا ہے۔ اور یہ وحی محض فکر یا خیال کی شکل میں نہیں ہوتی بلکہ کلام کی شکل میں نازل ہوتی ہے جس کو پیغمبر سنتا بھی ہے اور سمجھتا بھی ہے۔ اور اسکو محفوظ بھی کرلیتا ہے۔

وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ

پردے پیچھے سے، ۱۰۴ یا وہ کوئی فرشتہ بھیج دے پھر وہ اس کے حکم سے القاء کرے

مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ

جو کچھ کہ وہ چاہے، ۱۰۵ بلاشبہ وہ بڑی ہی بلند شان والا، ۱۰۶ بڑا ہی حکمت والا ہے ۱۰۷ ﴿۵۱﴾ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف (اے پیغمبر!)

۱۰۴ کلامِ الٰہی کی دوسری صورت کا ذکر و بیان: — سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ کلام الٰہی کی دوسری صورت پردے کے پیچھے سے کلام فرمانا ہے چنانچہ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یا وہ اس سے پردے کے پیچھے سے کلام کرے"۔ یعنی اس طور پر کہ پیغمبر اس کا کلام تو سنے مگر بولنے والے کو دیکھ نہ سکے۔ جیسا کہ حضرتِ موسیٰ کے ساتھ کوہِ طور پر ہوا تھا۔ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام۔ اور اس طرح کا کلام حضرتِ موسیٰ کے سوا اور کسی سے نہیں فرمایا گیا۔ اسی لیے حضرتِ موسیٰ کلیم اللہ کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ تورات اور انجیل دونوں میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ سے کلام فرمایا لیکن موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں۔ اور حضرتِ موسیٰ کے سوا اور کسی نبی سے اللہ تعالیٰ نے اس طرح کلام نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ شرف صرف حضرتِ موسیٰ ہی کو حاصل ہوا یا پھر حضرت امام الانبیاء کو شبِ معراج میں ہوا۔ کوہِ طور کے دامن میں حضرتِ موسیٰ کو ایک درخت سے آواز سنائی دی لیکن بولنے والے کو دیکھا نہیں۔ جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں اس بارے میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ سبحانہٗ وتعالیٰ۔

۱۰۵ کلامِ الٰہی کی تیسری صورت کا ذکر و بیان: — سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ کلامِ الٰہی کی تیسری صورت فرشتے کا بھیجنا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "یا وہ کوئی فرشتے بھیج دے پھر وہ اس کے اذن سے جو چاہے وحی کرے"۔ جیسا کہ حضرتِ جبریلِ امین حضرتِ خاتم الانبیاء ۔صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ اور دوسرے انبیائے کرام پر وحی لایا کرتے تھے۔ سو یہ کلامِ الٰہی کی تیسری صورت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پیغام رسانی کیلئے اپنا کوئی رسول یعنی فرشتہ بھیجتا ہے۔ اور وہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کے اِذن و ارشاد کے مطابق جو کچھ اللہ چاہتا ہے پیغمبر کے دل پر القاء کر دیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں سے کلام اور خطاب فرمانے کے یہ تین طریقے ہیں۔ ان میں سے پہلے دو طریقوں میں اللہ کا کلام بلاواسطہ نبی پر نازل ہوتا ہے۔ یعنی ان دو صورتوں میں اللہ اور اسکے پیغمبر کے درمیان حضرتِ جبریلِ امین کا واسطہ نہیں ہوتا۔ جبکہ ان میں سے تیسری صورت میں حضرتِ جبریلِ امین بیچ میں واسطہ ہوتے ہیں۔ پھر ان میں سے پہلا اور تیسرا طریقہ تو عام اور معروف طریقے ہیں۔ جبکہ دوسرا طریقہ صرف حضرتِ موسیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ کسی اور نبی کے بارے یہ طریقہ وارد نہیں ہوا۔

۱۰۶ اللہ تعالیٰ کی شانِ علو کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا اور کلمہ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی ہی بلند شان والا ہے"۔ یعنی اس کا یہ علو اور بلندی جگہ اور مکان کے اعتبار سے نہیں کہ وہ مکان اور مکانیات سے بالا و پاک ہے۔ بلکہ یہ علوِ مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے ہے کہ وہ بڑا ہی بلند مرتبہ نہایت ہی عالی شان ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس کسی بشر کے بس میں نہیں کہ وہ براہِ راست اور بلاواسطہ حضرتِ حق ۔جَلَّ مَجْدُهٗ۔ سے ہم کلام ہو سکے۔ سو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کو اور اس کے کلام کو تب مانیں گے کہ جب وہ براہِ راست ہم سے کلام کرے تو ایسے لوگ بڑی بے ہودہ

اور بے جا باتیں کرتے ہیں۔ جس کا منشا ان کا بے جا گھمنڈ اور اپنی بڑائی کا زعمِ فاسد ہے۔ جس سے ان کی سرکشی میں اور اضافہ ہو گیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا﴾۔ (الفرقان: ۲۱) سو ایسے لوگ اپنے کبر و غرور اور رعونت و حماقت کے ہاتھوں خود ہی ہلاکت و تباہی کے اس ہولناک اور ابدی گڑھے میں گریں گے جس سے نکلنے کی پھر کوئی صورت ان بدبختوں کے لئے ممکن نہ ہو گی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

۱۰۷ اللہ تعالیٰ کی صفتِ حکمت کا حوالہ و ذکر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ بڑا ہی حکمت والا ہے"۔ پس اس نے اپنی حکمتِ بے پایاں کے تقاضے کے طور پر اپنے بندوں سے ہم کلام ہونے کے یہ طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ اس طرح وہ اپنے بندوں کے لئے اس نورِ ہدایت کا انتظام فرمائے جس سے وہ ابدی سعادتوں سے ہمکنار و بہرہ ور ہو سکیں۔ جل وعلا شانہ۔ سو اس وحدہ لاشریک کی صفتِ علو اسکی عظمت و رفعت اور اسکی برتری کو ظاہر کرتی ہے جبکہ اسکی دوسری صفت یعنی حکیم اسکی حکمت اور اسکی حکمت کے لوازم رحمت، عدل اور ہدایتِ خلق کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ سو ان دونوں صفتوں کو یہاں جمع کرنے سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی بلند و بالا ہے کہ نہ اسکو کسی سے کلام کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی یہ درجہ اور مرتبہ رکھتا ہے کہ اس سے ہمکلام ہو سکے۔ لیکن چونکہ اس عظمت اور رفعتِ شان کے ساتھ ساتھ وہ حکیم عادل اور رحیم بھی ہے، اس لیے وہ اپنی مخلوق کی راہنمائی اور اپنے بندوں کی ہدایت و اصلاح کیلئے ان کو اپنے خطاب اور کلام سے بھی نوازتا ہے۔ اور اس کیلئے اس نے جو طریقے اختیار فرمائے وہ اوپر مذکور ہوئے ہیں۔ سو جو لوگ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ خدا ان میں سے ہر ایک سے روبرو کلام کرے وہ اپنی رعونت کی بنا پر اپنے ہاتھوں خود ہی ہلاک ہونگے۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے، اور نفس و شیطان کے ہر مکر سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔

۱۰۸ پیغمبرؑ کی نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف بھی وحی کی۔ اے پیغمبر! ۔ ایک عظیم الشان روح کی اپنے حکم سے"۔ یعنی جس طرح کہ ان طرق ثلاثہ کے ذریعے پہلے انبیائے کرام۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ کی طرف وحی ہوتی رہی اسی طرح ہم نے آپ کی طرف بھی یہ وحی بھیجی ہے اے پیغمبر! ۔ تو پھر اس میں منکرین کیلئے اچنبھا و اعتراض کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟ سو نہ تو آپ کا دعوائے نبوت و رسالت کوئی نئی اور انوکھی چیز ہے اور نہ ہی آپؐ پر نازل کی جانے والی وحی کوئی انوکھی اور نئی چیز ہے۔ سو یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ﴾ الایۃ (الاحقاف: ۹)۔ یعنی "ان سے کہو کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔ اور مجھے نہیں پتہ کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور تمہارے ساتھ کیا۔ میرا کام تو صرف پیروی کرنا ہے اس وحی کی جو میری طرف بھیجی جاتی ہے اور میرا کام تو خبردار کرنا ہے کھول کر حق اور حقیقت کو" یعنی جب اصل صورتِ حال یہ ہے تو پھر تم لوگوں کو آخر میرے دعوائے نبوت و رسالت سے اتنا اچنبھا اور اس قدر چڑ کیوں ہے؟ اور اس سے تم لوگ اس قدر کیوں بدکتے ہو؟ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے انبیاء و رسل کی طرح اللہ تعالیٰ کے ایک رسول ہیں۔ البتہ درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے آپ سب سے بڑے اور ان کے امام و پیشوا ہیں۔ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام

إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ

وحی کی ۱۰۸ ایک عظیم الشان روح کی اپنے حکم سے ۱۰۹ (ورنہ) آپ نہ تو یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے

وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ

اور نہ ہی ایمان (کی تفصیلات) کو ۱۱۰ مگر ہم نے بنا دیا اس روح کو ایک ایسا عظیم الشان نور، جس کے ذریعے ہم ہدایت سے نوازتے ہیں

نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾

اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں، اور بلاشبہ آپ (اے پیغمبر!) راہنمائی کرتے ہیں سیدھے راستے کی، ۱۱۱ ﴿۵۲﴾

صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي

یعنی اس اللہ کے راستے کی طرف جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو کہ آسمانوں میں ہے اور وہ سب کچھ بھی جو کہ

الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿٥٣﴾ ع ۵

زمین میں ہے، آگاہ رہو کہ اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں سب کام ۱۱۲ ﴿۵۳﴾

۱۰۹ قرآنِ حکیم اور وحیِ خداوندی روح ہے:- سو وحی و قران کو یہاں پر روح کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے دلوں کو زندگی اور تازگی ملتی ہے۔ اور اسی مناسبت سے جبریلِ امین کو بھی ''روح القدس'' اور ''روح الامین'' کہا جاتا ہے کہ وہ اس روح کے لانے والے ہیں۔ پس جو لوگ وحیِ الٰہی کے اس نورِ مبین سے محروم ہیں وہ حقیقت میں زندہ نہیں مردہ ہیں۔ اور حیاتِ حقیقیہ کی لذت سے وہ محروم اور بے بہرہ ہیں اگرچہ وہ چاند تک کیوں نہ پہنچ جائیں اور مریخ پر جھنڈے کیوں نہ گاڑ دیں کہ وہ زمین و آسمان اور مریخ و قمر وغیرہ کے خالق و مالک کی معرفت اور اس کے حقوق سے غافل و بے خبر اور بے فکر ہیں۔ جو کہ محرومیوں کی محرومی اور فساد و خرابی کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو قرآنِ حکیم کی صورت میں نازل ہونے والی یہ رحمتِ خداوندی خداوندِ قدوس کا ایک عظیم الشان اور بے مثال احسان ہے۔ اور اس سے اعراض و روگردانی ایک بڑی ہی بے انصافی اور انتہائی ہولناک محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف قرآن اور دین و وحی نور اور روح ہے۔ اور اس سے بہرہ ور لوگ ہی زندہ ہیں۔ جبکہ اس سے محروم لوگ اصل میں مردہ ہیں اور ان کے وجود ایسے لاشے ہوتے ہیں جو دو ٹانگوں پر چل پھر رہے ہوتے ہیں۔ اور حضرتِ عیسیٰ نے اسی حقیقت کو اس تمثیل سے واضح فرمایا ہے کہ انسان کی زندگی صرف روٹی سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کلام و الہام سے حاصل ہوتی ہے جو خداوندِ قدوس کی طرف سے آتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو قرآنِ حکیم ایک عظیم الشان روح اور نور ہے۔ والحمد للہ جلَّ وعَلا۔ پس جو اس کے منکر ہیں، والعیاذ باللہ، وہ مردہ اور اندھیروں میں ڈوبے پڑے ہیں۔ والعیاذ باللہ جلَّ وعَلا

۱۱۰ وحی سے پہلے پیغمبرؑ نہ کتاب سے واقف ہوتے ہیں اور نہ ایمان سے :- سو اس ارشاد میں تصریح فرمائی گئی کہ "نورِ نبوت اور وحیِ خداوندی سے سرفرازی سے قبل آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟"۔ یعنی نفسِ ایمان تو اگرچہ آپ کو پہلے بھی حاصل تھا کیونکہ جملہ انبیائے کرام۔علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ بعثت سے پہلے بھی نورِ ایمان سے منور و مشرف ہوتے ہیں اور کفر و شرک کے ہر شائبے سے پاک اور محفوظ و بری ہوتے ہیں۔ مگر ایمان کی تفصیلات اور کتابِ ہدایت کی معرفتِ کاملہ سے آپ چالیس سال کے بعد ہی واقف ہو سکے ہیں۔ جبکہ آپ کو وحی و رسالت کے اس شرف سے نوازا گیا۔ اور اس کے بعد ہی آپ کو ایمانیات کی تفاصیل اور دیگر شرائعِ دین سے تفصیلی طور پر نوازا گیا۔ ورنہ اس سے پہلے تو آپ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مجھ پر کوئی وحی ہونے والی ہے اور مجھے کسی کتابِ الٰہی سے نوازا جانے والا ہے۔ (خازن، مدارک، روح، صفوہ، جامع اور ابنِ کثیر وغیرہ)۔ اور یہی شان ہوتی ہے حضراتِ انبیائے کرام۔علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور ان کی نبوتوں کی۔ کہ ان کو اس سے پہلے اس بارے کوئی خبر تک نہیں ہوتی کہ نبوت خالصۃً عطیہ خداوندی اور انتخابِ الٰہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾ الاٰیۃ (الانعام: ۱۲۵) یعنی "اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی نبوت و رسالت سے کس کو سرفراز فرمائے"۔ اور حضرتِ موسیٰ کے قصہ نبوت و رسالت میں تو اس امر کو اور بھی زیادہ واضح کر کے پیش فرمایا گیا کہ وہ کوہِ طور پر آگ لینے کے لئے جاتے ہیں اور آگے پیغمبری مل جاتی ہے۔ ولنعم ما قال الشاعر۔ خدا کے دین کے موسیٰ سے پوچھئے احوال۔ کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے۔ یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ کتاب اور ایمان میں وہی نسبت ہے جو قالب اور روح میں ہے۔ کتاب درحقیقت ایمان کے مقتضا کا بیان ہے۔ اس لیے کتاب اور ایمان دونوں میں جسم و جان کا رابطہ ہے۔ سو کتاب کے جاننے کی نفی اس لیے ہے کہ آپؐ اُمّی تھے اور ایمان کے جاننے کی نفی اسکی تفصیلات کے اعتبار سے ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔ اور یہ سب سرفرازی اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے ہوئی۔ فالحمد للہ جل و علا بکل حالٍ من الاحوال

۱۱۱ پیغمبرؑ کا کام راہِ حق کی راہنمائی کرنا اور بس :- سو ارشاد فرمایا گیا "اور بلاشبہ آپؐ سیدھے راستے کی راہنمائی کرتے ہیں"۔ یعنی سیدھا راستہ دکھاتے ہیں کہ یہی آپ کا اصل فرضِ منصبی ہے۔ مگر راہِ ہدایت پر ڈال دینا اور پیغامِ حق منوا لینا نہ آپ کا کام ہے اور نہ ہی یہ آپؐ کے بس میں ہے۔ یہ اللہ پاک ہی کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾۔ (القصص: ۵۶)۔ سو اس ارشادِ عالی میں اس نورِ مبین کی اس برکت کو بیان فرمایا گیا ہے جو خلقِ خدا سے متعلق ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اے پیغمبر کتابِ حکیم کے اس نورِ مبین سے نوازا ہے تو اسکے ذریعے آپ لوگوں کو سیدھے راستے کی راہنمائی کرتے ہیں۔ یعنی اس اللہ کے راستے کی طرف جس کا وہ سب کچھ ہے جو کہ آسمانوں میں ہے اور وہ سب کچھ بھی جو کہ زمین میں ہے۔ سو لوگوں کی بھلائی اور انکی فوز و فلاح اسی میں ہے کہ وہ صدقِ دل سے حق و ہدایت کی اس راہ کو اپنائیں اور زندگی بھر اسی راہ پر گامزن رہیں۔ ورنہ ان کا اپنا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو پیغمبر کا اصل کام اور فرضِ منصبی راہِ حق کی طرف بلانا اور اس کی دعوت دینا ہے اور بس۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾۔ (المومنون: ۷۳)۔ یعنی آپ کا کام ان کو دعوت دینا ہے صراطِ مستقیم کی طرف اور بس۔ آگے ان کی اپنی مرضی

اور اختیار۔ راہِ حق پر ڈال دینا اور ان سے دعوتِ حق کو منوالینا نہ آپ کے بس میں ہے، اور نہ ہی یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ، لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾۔ (الغاشیۃ: ۲۱-۲۲)۔ یعنی آپ کا کام صرف تذکیر و یاددہانی ہے نہ کہ جبر و زبردستی، کہ یہ آپ کی شان ہے ہی نہیں،

۱۱۲ ایک اہم تنبیہ و تذکیر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تنبیہ و تخصیص کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "آگاہ رہو۔ اے لوگو!۔ کہ اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں سب کام"۔ یعنی آخرت میں جہاں پر وہ عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہر کسی کو اس کے کئے کرائے کا بدلہ عنایت فرمائے گا۔ پس تم دیکھ لو کہ وہاں کے لئے کیا لے کر جا رہے ہو کہ خواہی نخواہی تم سب کو لوٹ کر جانا بہرحال اسی کی طرف ہے۔ نیز اس سے پہلے اس دنیا میں بھی سب کاموں کا رجوع اسی کی طرف ہوتا ہے اور وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ اسباب کے درجے میں تم لوگ محنت و مشقت اور دوڑ دھوپ تو بے شک کرو لیکن دل کا بھروسہ ہمیشہ اسی وحدہ لاشریک پر رکھو کہ آخری منظوری بہرحال اس قادرِ مطلق۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ ہی کی طرف سے ہوگی۔ اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ بِمَنِّكَ وَكَرَمِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ ۔ سو اس ارشادِ عالی سے لوگوں کو تنبیہ فرمائی گئی کہ تم سب لوگ کان کھول کر سن لو کہ تمہارے سب کاموں اور جملہ امور کا رجوع بہرحال اسی خالقِ کل اور مالکِ مطلق کی طرف ہوگا۔ اور اسی کی طرف ہوتا ہے۔ جس کا وہ سب کچھ ہے جو کہ آسمانوں و زمین کی اس پوری کائنات میں ہے کہ اس سب کا خالق بھی وہی ہے اور مالک بھی وہی۔ اور اس میں حکم و تصرف بھی اسی وحدہ لاشریک کا چلتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس اصل فکر و کوشش بہرحال اسی کی ہونی چاہیئے کہ اس وحدہ لاشریک کے ساتھ معاملہ ہمیشہ اور ہر حال میں صحیح رہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، سبحانہ وتعالیٰ

☆۔۔۔ تکمیل نظرِ ثانی ۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۸۸ء بروز پیر بوقت سوا دس بجے دن بمکان خود منطقہ ام ہریر، شارع طارق بن زیاد، بردبی، متحدہ عرب امارات والحمد للہ ربّ العالمین الذی لاتتمّ الصالحاتُ الّا بتوفیق منہ، سبحانہ وتعالیٰ

☆۔۔۔ تکمیل پروف ریڈنگ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۱۱ ہجری مطابق ۹ مئی ۱۹۹۰ء بروز اتوار بوقت پونے سات بجے شام سطوہ دبی والحمد للہ ربّ العالمین، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل زمنٍ من الازمان، جَلّ جَلالُہٗ وعَمّ نوالُہٗ،

☆۔۔۔ تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۲۳ شعبان ۱۴۲۰ھ یکم دسمبر ۱۹۹۹ء بروز بدھ بوقت ساڑھے پانچ بجے شام (عنداذان المغرب) سطوہ دبی والحمد للہ ربّ العالمین، الذی بیدہ ازمّۃُ التوفیق، وا لیہ ، والرحمۃ والعنایۃ

☆۔۔۔ تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۲۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۳ ستمبر ۲۰۰۱ء بروز جمعرات بوقت پونے گیارہ بجے شب، سطوہ دبی والحمد للہ ربّ العالمین، لانہ ہو اہل للحمد فی الدنیا وا لاخرۃ، جل وعلا

☆۔۔۔ تکمیل چوتھی ریڈنگ یکم ربیع الاول ۱۴۲۴ مطابق ۲ مئی ۲۰۰۳ بروز جمعہ بوقت پونے سات بجے شام (قُبَیلَ اذان المغرب) مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمد للہ ربّ العالمین، فی کل زمان ومکان،

☆۔۔۔ اَللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) ۵۔ محرم الحرام ۱۴۲۵ ہجری مطابق ۲۵ فروری ۲۰۰۴ء سات بجے شام (بعد صلاۃ المغرب) مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمد للہ رب العالمین

آیاتہا ۸۹ — ۴۳ سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ ۶۳ — رکوعاتہا ۷

سورہ زخرف مکی ہے اس کی نواسی آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ۝١ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ۙ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا

حٰ مٓ ① قسم ہے اس کتاب کی جو کہ کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے، ف۱ ② ہم ہی نے اس کو بنایا ہے قرآن

عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٣ۚ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ

عربی زبان کا' تا کہ تم لوگ سمجھو (اے عربو!) ف۲ ③ اور بلاشبہ یہ اصل کتاب میں ثبت ہے'

لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝٤ؕ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا

ہمارے یہاں بڑے ہی مرتبے والی، ف۳ حکمت بھری کتاب ہے، ف۴ ④ تو کیا ہم تم سے اس نصیحت کو اس لئے پھیر دیں گے

اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝٥ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ

کہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو؟ ف۵ ⑤ اور ہم نے کتنے ہی پیغمبر بھیجے

1 یہ کتاب مبین اپنی صداقت وحقانیت کی دلیل خود: ـ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "قسم ہے کھول کر بیان کرنے والی اس عظیم الشان کتاب کی"۔ جو کھول کر بیان کرتی ہے حق و باطل کو، درست اور نا درست کو، جائز و ناجائز کو، حلال وحرام کو، اسبابِ سعادت اور موجباتِ شقاوت کو۔ اور ہر اس چیز کو جس کی انسان کو سعادتِ دارین سے سرفرازی کے لئے ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اور یہ سب کچھ پیش اور بیان بھی فرمایا جا رہا ہے اس ہستی کے ذریعے جو امیِ محض ہے اور جس نے نہ کبھی کسی انسان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے اور نہ کسی انسان سے کبھی کوئی حرف تک سیکھا پڑھا۔ مگر اس کے باوجود علوم و معارف کے وہ خزانے پیش فرمائے جن کے مقابلے سے ساری دنیا عاجز و بے بس ہے اور جن کی نظیر چشمِ فلک نے نہ کبھی دیکھی اور نہ قیامت تک کبھی دیکھ سکے گی۔ پس یہ آپ کی صداقت وحقانیت کا ایک کھلا اور قطعی ثبوت اور ایک صریح اور واضح دلیل ہے ـ صلوات اللّٰه وسلامه عليه وعلى اله وصحبه ومن اهتدى بهديه الى يوم الدين ـ سو یہ کتابِ مبین ایسی واضح اور کھلی کتاب ہے کہ اپنے ہر دعوے پر خود حجت اور دلیل ہے۔ اور ایسی اور اس حد تک کہ کسی خارجی دلیل کی محتاج نہیں۔ سو جو لوگ اسکی تکذیب کیلئے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں وہ آفتابِ نصف النہار کی روشنی کو اپنی بھونڈی کوششوں سے

حٰم ۔ ۔ عند المتقدمین ۔ مع

چھپانے کی حماقت کر رہے ہیں۔ جو کہ خود اپنی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ مقسم علیہ یہاں پر محذوف ہے۔ اور جہاں واضح قرینہ موجود ہو اور قسم خود مقسم علیہ کو واضح کر رہی ہو وہاں مقسم علیہ کو محذوف کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ ق میں بھی موجود ہے، اور دوسرے بھی کئی مقامات پر بھی اسکی مثالیں موجود ہیں۔ جن سے قرآن حکیم کی عظمت شان اور اسکی صداقت وحقانیت واضح ہوتی ہے۔ والحمد للہ جَلَّ وَعَلَا۔

۲ قرآن حکیم کا عربی زبان میں اتارا جانا عربوں پر ایک مستقل انعام واحسان: سو ارشاد فرمایا گیا "اور ہم نے اسکو عربی زبان کا ایک عظیم الشان قرآن بنایا ہے"۔ تاکہ تم لوگ۔ اے عرب۔ جو کہ اس کے اولین مخاطب ہو اور تمہیں اپنی زبان وبیان پر بھی دنیا ساری کے مقابلے میں ایک غرہ اور ناز تھا اور ہے، تم اس کتاب حکیم کو سمجھ سکو۔ اور پھر اس کے پیغام حق وہدایت کو تم سارے عالم میں پہنچا سکو۔ اور یوں بھی عربی زبان کے علاوہ دوسری کوئی زبان ایسی تھی ہی نہیں اور ہے ہی نہیں جو قرآنی علوم و معارف کو اپنے دامن میں سمیٹ سکے کہ جن نزاکتوں اور باریکیوں پر یہ زبان حاوی ومشتمل ہے اور جو گہرائی، گیرائی اور وسعت و جامعیت اس زبان میں پائی جاتی ہے وہ دنیا کی دوسری کسی بھی زبان میں نہ تھی نہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کو اسی زبان یعنی عربی مبین میں نازل فرمایا گیا۔ سو قرآن حکیم کا عربی زبان میں اتارا جانا قدرت کی طرف سے عربوں پر ایک عظیم الشان احسان تھا اور ہے کہ خداوند قدوس نے اپنی آخری اور کامل کتاب کو انکی زبان میں اتارا تاکہ یہ لوگ بلا واسطہ غیر اس سے فیض حاصل کر سکیں۔ انکو دوسروں کی تعلیم وتلقین کا رہین منت واحسان نہ ہونا پڑے بلکہ دوسرے انکے ممنون احسان بنیں۔ نیز اس کتاب حکیم کے عربی زبان کے قرآن کی شکل میں اتارنے میں عربوں پر اتمام حجت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہی کی زبان میں اس کتاب حکیم کو اتار کر انکے ہر عذر کو ختم کر دیا ہے۔ سو اب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس طرح کا کوئی عذر نہیں کر سکتے کہ مخاطب عربی اور کلام عجمی وغیرہ۔ سو اسکے ذریعے ان پر ہر طرح سے اتمام حجت کر دیا گیا۔ والحمد للہ جل وعلا،

۳ قرآن حکیم کی عظمت شان کے ایک خاص پہلو کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ یہ ثبت ومندرج ہے اصل کتاب میں"۔ یعنی ہمارے اس علم ازلی وقدیم میں جس کو لوح محفوظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (ابن کثیر، صفوۃ اور مدارک وغیرہ)۔ سو یہ کوئی معمولی کلام یا ہنسی مذاق کی چیز نہیں۔ بلکہ ایک نہایت ہی عالی نسب کلام اور بلند مرتبہ چیز ہے۔ سو اسکی ناقدری کرنا بڑا ظلم ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو یہ کتاب حکیم اسی سرچشمۂ فیض اور منبع نور سے نازل ہوئی ہے جس کے نور ہی سے آسمان وزمین میں روشنی ہے اور جو تمام علوم کا حقیقی سرچشمہ ہے۔ سو بڑے بدبخت ہونگے وہ لوگ جو اسکی قدر نہ پہچانیں۔ اور اس طرح کے ناقدرے لوگ دراصل اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اور ایسا ہولناک نقصان کہ اسکی پھر تلافی بھی نہیں ہو سکے گی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۴ یہ ایک بڑی ہی بلند مرتبہ کتاب ہے: سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ یہ ہمارے یہاں بڑی ہی بلند مرتبہ کتاب ہے"۔ "اِنَّ" اور لام تاکید کی دو تاکیدوں کے ساتھ مؤکد کر کے بیان فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب یعنی قرآن مجید ایسی بلند مرتبہ اور اتنی عظیم الشان کتاب ہے جس جیسی دوسری کوئی کتاب نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی اور نہ آئندہ قیامت تک کبھی ممکن ہو سکتی ہے۔ اور یہ ایسی کتاب عظیم ہے جو پوری نوع انسانیت کے لئے دارین کی سعادت وسرخروئی کی کفیل وضامن ہے۔ پس جو صدق دل سے اس کے دامن سے وابستہ ہو گیا وہ حق وحقیقت کے علوم و معارف سے بہرہ ور اور دولت حکمت سے مالا مال ہو گیا۔ اور جس نے اس سے منہ موڑا وہ خسران مبین کے ہولناک گڑھے میں

گر گیا - والعیاذ باللہ - اور جب یہ آسمانوں اور زمین کے خالق کی طرف سے اتارا جانے والا کلام ہے تو جس طرح اسکا نازل کرنے والا بے مثال ہے اسی طرح یہ کلام بھی بے مثال ہے۔ سو ایسی عظیم الشان اور بے مثال کتاب سے اعراض و روگردانی برتنا خساروں کا خسارہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہر قسم کے خسارے سے ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے - آمین ثم آمین۔

۵ قرآنِ حکیم حکمتوں بھری کتاب: - سو "علی" کے بعد اسکی دوسری صفت "حکیم" بیان فرمائی گئی۔ پس یہ سراسر حکمتوں بھری کتاب ہے۔ کہ اس کا ہر بیان مستحکم اور اس کی ہر بات حکمت والی ہے۔ اس قدر کہ اس کی دوسری کوئی نظیر و مثال نہ کبھی ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ پس محروم ہیں حق کے نور، حقیقت کی روشنی اور حکمت کی دولت سے وہ لوگ جو اس کتابِ حکیم پر ایمان و یقین کی دولت سے محروم ہیں۔ اگر چہ وہ کتنے ہی بڑے بلند بانگ دعوے کیوں نہ کریں اور ان کو اپنی دنیاوی اور مادی ترقی پر کتنا ہی فخر و ناز کیوں نہ ہو - والعیاذ بالله مِنْ هذا الحرمان و من ذالک الْخسران - اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اسکو اتارا گیا ہے اس ذاتِ اقدس واعلیٰ کی طرف سے جو کہ علیم و حکیم ذات ہے۔ اور یہ امر ظاہر و باہر اور یہ حقیقت اپنی جگہ ایک طے شدہ اور مسلم حقیقت ہے کہ یہ کلام اپنے متکلم کی صفات و خصوصیات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کلام حکیم بھی ایسا ہی بے مثال ہے جس طرح کہ اسے نازل فرمانے والی ذاتِ اقدس واعلیٰ بے مثال ہے - سبحانہ وتعالیٰ - اور جب اللہ پاک "علی" و "حکیم" ہے تو اس کا یہ کلام بھی "علی" و "حکیم" ہے۔ اور جو اس کے دامن سے وابستہ ہونگے وہ بھی ایسی حقیقی عزت و عظمت سے سرفراز ہونگے۔ جس جیسی دوسری کوئی عزت و عظمت اور حکمت و دانائی نہ ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ و باللہ التوفیق لما یحبّ و یرید، وعلی ما یحبّ و یرید، وَهُوَ الهادی الی سَوَاءِ السَّبِیْل،

۶ منکرین کی ناقدری کے باوجود اِتمام حجت کا انتظام: - سو ارشاد فرمایا گیا اور استفہامِ انکاری کے انداز و اسلوب میں ارشاد فرمایا کہ "کیا ہم تم سے اس نصیحت کو اس لیے پھیر دیں گے کہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو؟" - اور اسکی ناقدری اور ناشکری کرتے ہو۔ سو کیا اس بنا پر تم کو یونہی اِسراف و سرکشی میں مبتلا رہنے دیا جائے؟ اور تم حیوانوں اور چوپایوں کی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر زندگی گزارو؟ سو نہیں اور ہرگز نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہ ہماری حکمت و رحمت کے بھی خلاف ہے اور تقاضائے عدل و انصاف کے بھی منافی۔ اس لئے ہم نے ہدایت و راہنمائی کو اپنے ذمہ کرم پر لازم کر رکھا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے - ﴿اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی﴾ - (اللیل: ۱۲) نیز ارشاد فرمایا گیا - ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ﴾ الایة (النحل: ۹)۔ سو اسی لئے ہم نے یہ کلامِ حکمت نظام نازل کر کے تمہاری ہدایت و راہنمائی کا بھرپور طریقے سے سامان کر دیا۔ اب آگے تمہاری مرضی اور تمہارا اختیار کہ تم صدقِ دل سے اس پر ایمان لا کر اور اس کی تعلیماتِ مقدسہ سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی حاصل کر و یا اس سے اِعراض کر کے اور منہ موڑ کر ابدی شقاوت میں جا گرو - والعیاذ باللہ العظیم - سو تم لوگ اسکی قدر کرو یا نہ کرو اسکی تعلیم و تذکیر کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ تم لوگوں پر اللہ کی حجت تمام نہ ہو جائے۔ تا کہ ہر کوئی اپنی زندگی کی راہ پوری بصیرت کے ساتھ اختیار کرے۔ اور جس نے ہلاک ہونا ہو وہ اِتمامِ حجت کے بعد ہلاک ہو - والعیاذ باللہ - ﴿لِیَهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَّ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ﴾ الایة (الانفال: ۴۲)۔ سو اتمامِ حجت عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے۔ پس اس کلام حکیم کے ذریعے اس تقاضے کو بتمام و کمال پورا کر دیا گیا، والحمد للہ جَلَّ وَعَلَا

فِي الْأَوَّلِينَ ۝٦ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ

(ان سے) پہلے لوگوں میں، ف ۷ ۝٦ مگر ان کے پاس جو بھی کوئی پیغمبر آیا تو انہوں نے

يَسْتَهْزِءُونَ ۝٧ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ

اس کا مذاق ہی اڑایا ۝٧ آخرکار ہم نے ہلاک کر ڈالا ان کو جو طاقت میں (موجودہ دور کے منکرین حق سے) کہیں بڑھ کر سخت تھے اور گزر چکیں

مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ۝٨ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ

مثالیں پہلوں کی، ف ۸ ۝٨ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں

وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝٩ الَّذِي

اور زمین (کی اس کائنات) کو تو یہ ضرور بالضرور یہی جواب دیں گے کہ ان سب کو اسی زبردست، علم والی ہستی نے پیدا کیا ہے ف ۹ ۝٩ جس نے بنا دیا

۷ پیغمبرؑ کیلئے تسکین وتسلیہ کا سامان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے کتنے ہی پیغمبر بھیجے ان سے پہلے لوگوں کے اندر مگر ان کے پاس جو بھی کوئی پیغمبر آیا انہوں نے اس کا مذاق ہی اڑایا"۔ پس آپؐ کے ساتھ جو کچھ- اے پیغمبر!- آج ہو رہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ اس لئے آپ صبر و برداشت ہی سے کام لیں۔ سو یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ- ﴿مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ الاية (حم السجدہ:۴۳)۔ نیز فرمایا گیا- ﴿وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ﴾ الاية (فاطر:۴) یعنی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ آپ سے پہلے بھی کتنے ہی رسولوں کو جھٹلایا گیا۔ بہرکیف اس میں تاریخ کے حوالے سے درس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے پہلے بھی کتنے ہی رسول اسی مقصدِ تذکیر و اصلاح کیلئے بھیجے۔ لیکن ہر قوم نے اپنے رسول کا مذاق اڑایا اور اسکی نصیحت کی تحقیر کی- والعیاذ باللہ- سو بالآخر ایسی قوموں کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کر کے قصہ پارینہ بنا دیا گیا۔ اور وہ قومیں اپنی قوت و شوکت کے اعتبار سے دورِ حاضر کے ان کفار و منکرین سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہیں۔ اور جب اللہ کے عذاب نے انکو پکڑا- والعیاذ باللہ- تو انکی ایک نہ چلی اور انکی وہ قوت و شوکت جس پر انکو بڑا فخر و ناز تھا انکے کچھ کام نہ آسکی۔ جیسے قومِ عاد و ثمود اور قومِ لوط وغیرہ وغیرہ- والعیاذ باللہ- سو انکار اور تکذیبِ حق کا نتیجہ و انجام بہرحال ہلاکت و تباہی ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ تکذیب و انکارِ حق کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے- اور ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

۸ تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ گزر چکی ہیں عبرتناک مثالیں پہلے لوگوں کی۔ اسی قرآنِ حکیم کے دوسرے مختلف مقامات پر۔ (محاسن التاویل، صفوۃ التفاسیر وغیرہ)۔ پس اس میں بڑا درسِ عبرت ہے دورِ

حاضر کے اور اس کے بعد کے جملہ کفار و منکرین کے لئے کہ جس انجام سے گزشتہ دور کی یہ مختلف اقوام دوچار ہوئیں وہ ان دورِ حاضر کے منکرین کو بھی پیش آ سکتا ہے کہ اللہ پاک کا قانون بے لاگ اور سب کے لئے یکساں ہے۔ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً ﴾۔ (الاحزاب:۶۲)۔ نیز ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلاً لِلْآخِرِيْنَ ﴾۔ (الزخرف: ۵۶) سو ان عبرتناک مثالوں میں بڑا سامانِ عبرت و بصیرت ہے ان لوگوں کیلئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ جس میں سب سے بڑا درس یہ ہے کہ حضراتِ انبیاء و رسل اور انکی دعوت کے منکرین و مکذبین اور حق کا استہزاء کرنے والوں کا آخری انجام بہرحال تباہی و ہلاکت ہے۔ اور نہایت ہی ہولناک ہلاکت و تباہی۔ والعیاذُ باللہ العظیم من کل زیغ و ضلال، وسوء و انحراف، وخزی وعذاب، وھو العزیزُ الوھّاب، جلّ و عَلا۔

۹ مشرکین کے اقرار سے ان پر اتمام حجت کا ذکر و بیان :۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین۔ کی اس عظیم الشان کائنات۔ کو؟ تو اس کے جواب میں یہ لوگ یقیناً یہی کہیں گے کہ ان کو اسی نے پیدا فرمایا ہے جو بڑا ہی زبردست سب کچھ جاننے والا ہے''۔ سو جب انہیں یہ تسلیم ہے کہ آسمان و زمین کی تخلیق میں اس وحدہ لاشریک کا کوئی شریک و سہیم نہیں تو پھر استحقاقِ عبودیت و بندگی میں کوئی اس کا شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟ عجیب مت ماری گئی ان لوگوں کی کہ مقدمات تو سب کے سب پوری طرح تسلیم کرتے ہیں مگر ان کے نتائج سے انکار کرتے ہیں۔ ﴿فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ؟ ﴾۔ یہاں سے دو باتیں مزید معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ محض اللہ پاک کے خالق و مالک مان لینے سے بات نہیں بنتی جب تک کہ ہر شریک کی اس سے نفی نہ کی جائے۔ بلکہ نفی پہلے ہے اور اثبات بعد میں۔ جیسا کہ کلمہ طیبہ میں ہے۔ پس آج کے کلمہ گو مشرکوں کی یہ بات کافی نہیں کہ ہم تو اللہ کو خالق و مالک مانتے ہیں۔ کیونکہ اتنی بات تو مشرکینِ عرب بھی مانتے تھے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک جا بجا اس کی تصریح کرتا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ قطعی طور پر مشرک تھے۔ پس ضروری ہے کہ اللہ پاک کی وحدانیت کے اِقرار کے ساتھ ساتھ مخلوق سے ہر قسم کی صفتِ الوہیت کا انکار بھی کیا جائے۔ کہ اس وحدہ لاشریک کے سوا نہ کوئی حاجت روا، نہ مشکل کشا۔ نہ کسی کے لئے دست بستہ قیام جائز اور نہ رکوع و سجود۔ نہ کسی کے گرد طواف کرنا، چکر لگانا اور پھیرے ماننا اور نہ کسی کے نام کی نذر و نیاز دینا کہ یہ سب مختلف شکلیں اور قسمیں ہیں عبادت کی۔ اور عبادت و بندگی کی ہر شکل اور ہر قسم کا حق دار وہی وحدہ لاشریک ہے جو کہ سب کا خالق و مالک اور معبودِ برحق ہے۔ مگر اس کے باوجود آج کا کلمہ گو مشرک ایمان و یقین کا دعویٰ کرنے اور توحید کا دم بھرنے کے باوصف طرح طرح کی شرکیات میں مبتلا ہے۔ غیر اللہ کے لئے سجدے ہو رہے ہیں۔ طواف کئے جا رہے ہیں۔ اور ان کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے غائبانہ پکارا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ والعیاذُ باللّٰہ جلَّ و عَلا۔ اور دوسری بات یہاں سے یہ معلوم ہوئی کہ۔ ﴿إِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾۔ کا وہ مطلب نہیں جو اہلِ بدعت کے بعض بڑوں نے لیا ہے۔ کیونکہ مشرکین اپنے خود ساختہ معبودوں کو من کل الوجوہ اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے جیسا کہ قرآن تصریح کرتا ہے۔ پس اہلِ بدعت کے مغالطے بے بنیاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کے ہر شائبے سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا

تمہارے لئے (اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے) اس زمین کو ایک عظیم الشان بچھونا ف۱۰ اور کھول دیئے اس میں طرح طرح کے

لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ

راستے تاکہ تم لوگ راہ پا سکو (اپنی منزل مقصود تک رسائی کی) ف۱۱ ﴿۱۰﴾ اور جس نے اتارا آسمان سے پانی ایک خاص اندازے

بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾

کے ساتھ ف۱۲ پھر جلا اٹھایا ہم نے اس کے ذریعے مردہ (اور ویران پڑی) زمین کو ف۱۳ اسی طرح نکالا جائے گا تم لوگوں کو (تمہاری قبروں سے) ف۱۴ ﴿۱۱﴾

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

اور جس نے پیدا فرمائے (قسما قسم کے) یہ تمام جوڑے، اور اس نے بنا دیں تمہارے (طرح طرح کے فائدوں کے) لئے یہ کشتیاں (اور بحری جہاز)

۱۰ زمین کے عظیم الشان بچھونے میں سامانِ غور و فکر: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جس نے زمین کو تمہارے لیے ایک عظیم الشان بچھونا بنایا"۔ ایک ایسا عظیم الشان اور بے مثال قسم کا بچھونا جو اس کی بے حد حساب اور گوناں گوں مخلوق اور اس مخلوق کی لاتعداد و بے شمار ضروریات کے لئے کفایت کرتا ہے۔ جبکہ تمہارے بنائے ہوئے بچھونے اے لوگو! ہر طرح کے تکلفات کے باوجود بمشکل چند آدمیوں کے لئے کافی ہو سکتے ہیں اور وہ بھی ایک محدود دائرے میں۔ پس "مھدًا" کی تنوین تعظیم کے لئے ہے اور اس میں اس طرح کے عظیم الشان مطالب و مضامین کے دفتروں کے دفتر مخفی و مستور ہیں۔ فسبحان الله والحمد للهِ رَبِّ العالمین۔ سو اس ارشادِ ربانی میں یہ تعلیم و تلقین ہے کہ انسان اگر چار سو پھیلی بکھری اس عظیم الشان کائنات اور اپنے پاؤں تلے بچھی زمین کے اس عظیم الشان بچھونے ہی میں صحیح طور سے غور و فکر کر لے تو اسکو اس میں حضرتِ خالق - جل مجدہ - کی قدرتِ مطلقہ، حکمتِ بالغہ، رحمتِ شاملہ اور عنایتِ کاملہ کے عظیم الشان مظاہر نظر آئیں گے۔ اور ایسے کہ وہ بے ساختہ پکار اٹھے گا - ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا، سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ - (آل عمران: ۱۹۱) سو کائنات کی اس کھلی کتاب کے ان عظیم الشان مظاہر میں غور و فکر سے کام لینے والوں کیلئے اس کے خالق و مالک کی قدرت و حکمت، اسکی وحدانیت و یکتائی اور عقیدۂ قیامت و آخرت کی صداقت و حقانیت کے عظیم الشان دلائل ملیں گے - ﴿وَفِی الْاَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾ - (الذاریات: ۲۰)۔ مگر مشکلوں کی مشکل یہ ہے کہ غفلت کا مارا انسان اس بارے غور و فکر سے کام لیتا ہی نہیں۔ وہ حیوانوں کی طرح اس سے طرح طرح کے فائدے تو اٹھاتا ہے، اور لگاتار و مسلسل اٹھاتا ہے، لیکن اس بارے سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا کہ یہ سب کچھ آخر کیا دھرا کس کا ہے؟ سو وہی ہے اللہ وحدہ لاشریک جو کہ معبودِ برحق ہے پس عبادت کی ہر قسم اور اسکی ہر شکل اسی وحدہٗ لاشریک کا حق ہے - سبحانہ وتعالیٰ -

۱۱ زمین کے اندر پائے جانے والے راستوں میں سامانِ غور و فکر: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی نے رکھ دیئے اس

زمین کے اندر طرح طرح کے عظیم الشان راستے تاکہ تم لوگ ہدایت وراہنمائی حاصل کرسکو‘‘۔ یعنی تاکہ تم ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لئے راستے پاسکو۔ اور اس عظیم الشان و بے مثال انتظام کو دیکھ کر تم لوگ اپنے خالق و مالک کی معرفت اور اس پر ایمان اور ہدایت کی راہ پاسکو کہ کس قدر رحیم و کریم وہاب وقدیر اور منعم ومہربان ہے ہمارا وہ رب جس نے ہمارے لئے طرح طرح کی ان عظیم الشان نعمتوں کو اس قدر وسعت وکشائش اور بے مثال حکمت وعنایت سے اس طرح پھیلا دیا۔ اور ہماری طرف سے کسی اپیل ودرخواست کے بغیر ازخود محض اپنی شانِ کریمی سے ہمیں ان سے سرفراز فرمادیا۔ اور یہیں سے تم لوگ یہ بھی سوچو کہ اس کی معرفت اور اس کی عبادت وبندگی کا کس قدر بڑا اور عظیم الشان حق ہم پر عائد ہوتا ہے۔ سو کتنے ظالم اور کس قدر بے انصاف ہیں وہ لوگ جو اس ربِ کریم کو بھول کر اور اس سے منہ موڑ کر۔ والعیاذ باللہ۔ غیروں کے آگے جھکتے اور طرح طرح کی بے حقیقت ہستیوں اور خودساختہ اور فرضی ’’سرکاروں‘‘ کی پوجا پاٹ کی ذلت اٹھاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اگر تم لوگ صحیح طور پر غوروفکر سے کام لو تو تمہیں زمین کے اندر پائے جانے والے طرح طرح کے ان عظیم الشان نشانہائے قدرت وحکمت سے راہِ حق وہدایت نصیب ہوسکتی ہے اور تم دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز ہوسکتے ہو۔ مگر جو آنکھیں کھولنے کو تیار ہی نہ ہوں ان کا کیا علاج ہوسکتا ہے؟ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید، بِکُلِّ حالٍ مِّن الاحوال، وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۱۲ پانی کی نعمت میں غوروفکر کی دعوت وتحریک: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا ’’اور اس نے آسمان سے پانی اتارا ایک خاص اندازے کے ساتھ‘‘۔ یعنی تمہاری ضروریات وحاجات کے عین مطابق۔ نہ اتنا کم کہ تمہاری ضرورتوں کے لئے کفایت نہ کرسکے اور نہ اتنا زیادہ کہ تمہیں غرق کردے اور طوفانِ نوح کی طرح تمہاری ہلاکت وبربادی کا باعث بن جائے۔ فالحمد للّٰہِ رَبِّ العالمین۔ سو آسمان سے پانی کے اس جوہر حیات آفریں کا اس طرح اترنا اور ایک نہایت ہی معقول اور مناسب اندازے اور مقدار میں نازل ہونا کوئی بخت واتفاق یا محض ہوا اور موسمی حالات کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ یہ ایک خدائے عزیز وعلیم اور قدیر وحکیم کی تقدیر اور اسکی نہایت ہی پرحکمت منصوبہ بندی کا نتیجہ وثمرہ ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو یہ کتنی بے انصافی اور ناقدری ہے کہ انسان ظواہر ومظاہر میں اٹک کر اور الجھ کر اسی خدائے رحمٰن ورحیم، عزیز وعلیم اور خبیر وقدیر کو بھول جائے اور اسکی بجائے اس کی اس پرحکمت کائنات کے مختلف مظاہر ہی کو پوجنے لگے۔ کسی نے سورج کو اپنا معبود بنالیا، اور کسی نے جل پوجا کے نام سے پانی کی پوجا کے ظلم کا ارتکاب کیا، اور کسی نے کسی اور ایری غیری مخلوق کی پوجا کی ذلت اٹھائی اور اپنی بربادی کا سامان کیا۔ والعیاذُ باللہ العظیم من کل زیغٍ وَّ ضلالٍ وَّسوء و انحرافِ۔ اللہ زیغ وضلال کی ہرشایبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہرحال میں اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۱۳ مردہ زمین کو زندہ کرنے میں سامانِ غوروفکر: ۔ سو اس سے پانی کے ذریعے مردہ زمین کے زندہ کرنے کے عمل میں غوروفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ’’پھر اسی پانی کے ذریعے ہم ہی نے جلا اٹھایا مردہ و ویران۔ پڑی زمین کو‘‘۔ اپنی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور عنایتِ شاملہ سے۔ تو جو خالقِ کل اور مالکِ مطلق تمہاری جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اس طرح ظاہری اور حسی بارش کا انتظام فرماتا ہے اور اس کے ذریعے وہ مردہ پڑی

زمین کو زندہ فرماتا ہے تو پھر یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ تمہاری روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہدایت وارشاد کی معنوی اور روحانی بارش کا کوئی انتظام نہ فرمائے؟ اور تمہارے دلوں کی کھیتیوں کی سرسبزی وشادابی کا بندوبست نہ کرے؟ جبکہ جسم وجان کے اس مرکب میں اصل چیز تو قلب وروح ہی ہے۔ جسم تو بس اس کے لئے ایک سواری اور مرکب ہے۔ سو اس ربِّ رحمٰن ورحیم نے تمہاری ہدایت وراہنمائی کیلئے نہایت ہی عظیم الشان انتظام فرمایا ہے کہ ایک طرف تو اس نے تمہارے سامنے کائنات کی اس کھلی کتاب کو نہایت ہی پرحکمت طریقے سے سجا کر رکھ دیا ہے جس میں حق اور حقیقت کو روشن کرنے والے عظیم الشان درسہائے عبرت وبصیرت ہر چہار سو پھیلائے ہیں۔ اور اس طور پر کہ وہ اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر دعوتِ غور وفکر دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف تمہارے خالق ومالک ربِّ علیم وقدیر نے تمہیں عقل وبصیرت کی اس عظیم الشان اور بے مثال روشنی سے نوازا اور سرفراز فرمایا جو ایک عظیم الشان اور بے مثال روشنی ہے۔ جس سے کام لیکر تم لوگ راہِ حق وہدایت کو پا اور اپنا سکتے ہو۔ اور تیسری طرف اس نے حضراتِ انبیاء ورسل کی قدسی صفات ہستیوں کو تمہاری ہدایت وراہنمائی کیلئے اپنا نمائندہ اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں جنکی آخری اور کامل شکل قرآنِ مجید ہے۔ جو سب کتابوں کی جامع، انکے اصولی مضامین ومطالب کی محافظ و نگہبان اور انکی امین وپاسدار ہے۔ سو اس سب کے باوجود جو لوگ راہِ حق وہدایت سے منہ موڑتے ہیں وہ بڑے ہی محروم اور بدبخت لوگ ہیں۔ اور ان کیلئے اب کسی عذر ومعذرت کی کوئی گنجائش نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف پانی کے ذریعے زمین کو زندہ کرنے کے اس عمل میں اور بصیرت افروز دلائل ہیں حضرت حق جل مجدہٗ، عظیم الشان قدرت و حکمت اور اسکی وحدانیت ویکتائی کے۔ فالحمد للہ جَلَّ وَعَلَا بِکُلِّ حالٍ من الاحوال۔

۱۳ بعث بعد الموت کی تذکیر و یاد دہانی: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور اسی طرح تم سب لوگوں کو نکالا جائے گا تمہاری قبروں سے''۔ یعنی جس طرح کہ اس مردہ زمین سے وہ طرح طرح کی نباتات کو نکالتا ہے اور تم لوگ خود اس کا برابر اور ہمیشہ مشاہدہ کرتے ہو۔ مگر غور وفکر سے کام نہیں لیتے۔ کہ جس قادرِ مطلق ۔ سبحانہ وتعالیٰ ۔ کی قدرتِ مطلقہ اور حکمتِ بالغہ سے مردہ زمین اور اس کے اندر کی بے شمار مردہ چیزوں کو زندہ کرنے کا یہ کام پیہم جاری ہے آخر وہ تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کیوں نہیں اٹھائے گا؟۔ اور یہ کام آخر اس کیلئے کیوں کر مشکل ہوسکتا ہے؟ سو اس طرح یہاں سے قیاسِ شرعی کی حجیت کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ یہاں پر مُردوں کے قبروں سے نکلنے کو زمین سے نباتات کے نکلنے پر قیاس فرمایا گیا ہے۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ جس طرح ہم پانی کے ذریعے مردہ پڑی ہوئی بے آب وگیاہ زمین کو اس طرح زندہ کر دیتے ہیں کہ وہ لہلہا اٹھتی ہے۔ سو اسی طرح تم لوگوں کو مرنے اور گل سڑ جانے کے بعد دوبارہ اس زمین سے زندہ کر کے اٹھا کھڑا کیا جائے گا۔ یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ بارش کے ذریعے زمین کو زندہ کرنے کا یہ پہلو چونکہ خاص اہمیت کا حامل ہے اس لیے اسکو متکلم کے صیغے سے بیان فرمایا گیا ہے۔ جو اسکے اس پہلو کے اہتمام کو ظاہر کرتا ہے۔ سبحان اللہ!۔ کیا کیا باریکیاں اور لطافتیں اور نزاکتیں اللہ تعالیٰ کے اس کلام مجید میں ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ اس کلام مجید کی رحمتوں اور برکتوں سے زیادہ سے زیادہ فیضیابی کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین،

الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ

اور پیدا کردئے تمہارے (طرح طرح کے منافعوں کے) لئے وہ چوپائے جن پر تم لوگ سوار ہوتے ہو ۱۵ ﴿۱۲﴾ ہو تاکہ تم ٹھیک (اور آرام دہ

ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ

طریق سے) بیٹھو ان کی پیٹھوں پر، پھر یاد کرو اپنے رب کے ان انعامات کو جن سے اس نے تم لوگوں کو نوازا ہے (اپنے فضل و کرم سے) پھر جب

تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ

تم اس پر برابر بیٹھ جاؤ، اور یوں کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے (اپنے کرم سے) ہمارے تابع کر دیا اس سواری کو، ورنہ ہم ایسے نہ تھے کہ

مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ

از خود اس کو اپنے قابو میں لے آتے ﴿۱۳﴾ اور یقینی طور پر ہم سب کو بہرحال اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۱۶ ﴿۱۴﴾ مگر (اس سب کے

مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ع ۱ / ۵

باوجود) لوگوں نے اس کے کچھ بندوں کو اس کا جز بنا ڈالا ۱۷ واقعی انسان بڑا کھلا ناشکرا ہے ۱۸ ﴿۱۵﴾

۱۵ سواریوں کی نعمت میں غور و فکر کی دعوت :۔ سو ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ تمہاری سواریوں میں بھی بڑا سامانِ غور و فکر ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی نے پیدا فرمائے تمہارے لیے وہ بحری جہاز اور چوپائے جن پر تم لوگ سوار ہوتے ہو"۔ تاکہ اس طرح تم لوگ اپنی حوائج و ضروریات کے لئے بحر و بر کے سفر کر سکو۔ اور اس طرح قسما قسم کے فوائد و منافع حاصل کر سکو۔ نیز وہ تمہارے لئے آئندہ چل کر طرح طرح کی ایسی اور سواریاں پیدا فرمائے گا جو ابھی تمہارے علم و ادراک کی گرفت میں بھی نہیں آسکتیں۔ جیسا کہ سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾۔ (النحل: ۸)۔ یعنی "اللہ پاک نے تمہاری سواری کے لئے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا فرمائے تاکہ تم ان پر سواری بھی کر سکو اور تمہارے لئے زیب و زینت کا سامان بھی ہو سکے"۔ اور وہ آئندہ تمہارے لئے وہ کچھ پیدا فرمائے گا جو تم ابھی جان بھی نہیں سکتے۔ سو اس طرح یہ ارشادِ ربانی تمام جدید ترین سواریوں کو عام اور شامل ہے۔ فللہ الحمد ربّ العالمین۔ سو بحر و بر کی یہ الگ الگ سواریاں جو اس طرح انسان کی طرح طرح کی خدمات انجام دے رہی ہیں، جہاں ایک طرف اس خالق و مالک کی قدرتِ مطلقہ، حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ کی واضح نشانیاں اور کھلے دلائل ہیں، وہیں یہ اسکی توحید اور وحدانیتِ مطلقہ کا بھی ثبوت ہے کہ یہ سب کچھ ایک ہی ارادۂ مطلقہ کی کرشمہ سازی ہے جو یہ سب اشیاء ایسے توافق کے ساتھ انسان کی خدمت میں محو و مصروف ہیں۔ نیز یہ قیامت کے اِمکان

اور اسکی ضرورت کے لئے بھی بڑے واضح دلائل ہیں۔ سو کائنات کی اس کھلی کتاب میں غور وفکر سے کام لینے والوں کیلئے عظیم الشان اور ایمان افروز دلائل موجود ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید،

۱۶ نعمتوں کے حق شکر اور سفر آخرت کی تذکیر و یاددہانی: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب تم ان سواریوں پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جاؤ تو یوں کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے فضل وکرم سے اس سواری کو ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم ایسے نہ تھے کہ از خود اور اپنے طور پر اس کو اپنے قابو میں لے آتے اور یقیناً ہم سب کو بہرحال اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔ سو اس طرح اس مختصر اور عارضی سفر سے تم اپنے ذہن کو آخرت کے اس حقیقی اور آخری و دائمی سفر کی طرف منتقل کر لو جو تمہیں مسلسل درپیش ہے۔ سو اس طرح ایک مومن کی دنیا بھی دین بن جاتی ہے۔ اور وہ ہر چیز سے درس عبرت و اصلاح لینے کا عادی بن جاتا ہے۔ اور وہ مخلوق کی کسی چمک دمک کے آگے جھکنے کی بجائے خالق کی عظمت اور اسکی معرفت سے مزید از مزید سرشار ہوتا جاتا ہے۔ اور ان ظواہر میں سے کسی کو بھی دیکھ کر وہ ''اللہ اکبر''-''سبحان اللہ''-''ماشاء اللہ'' اور ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' وغیرہ کلمات حمد وثنا کہتا ہوا اپنے خالقِ حقیقی کی عظمت کا نقش اپنے دل و دماغ میں اور پختہ اور گہرا کرتا چلا جاتا ہے کہ تعریف وتوصیف اور تسبیح وتقدیس کے لائق یہ دنیاوی اشیاء نہیں کہ یہ تو خود اپنے وجود کی بھی مالک نہیں۔ بلکہ اس کا اصل مستحق وہ خالق ہے جس نے ان تمام اشیاء کو پیدا فرمایا اور ان کو ہمارے کام میں لگا دیا۔ اس لئے مومنِ صادق اپنی نماز کا آغاز بھی-''الحمد للہ''-سے کرتا ہے۔ کہ تعریف کے حقدار یہ ظواہر و مظاہر نہیں بلکہ وہ اللہ واحد ویکتا ہے جس نے ان تمام ظواہر ومظاہر کو وجود بخشا ہے۔ اس کے برعکس ایک دنیادار و مادہ پرست اور مشرک انسان سب کچھ انہی مادی اشیاء کو سمجھنے لگتا ہے اور انہی میں الجھ کر وہ ہر چمکیلی شئی کے آگے جھکتا اور ہر بڑی وخوفناک چیز سے ڈر کر اس کے آگے سجدہ کرنے لگتا ہے۔ اور اس کو خوش کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ سو یہاں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایمان واسلام کی دولت ایک انسان کو کس قدر عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار کر دیتی ہے- فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى مَا شَرَّفَنَا بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ الْعُظْمٰى- اسی لئے دینِ حنیف میں سواری پر سوار ہوتے وقت اس دعا کے پڑھنے کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی جو بہت سی پیاری اور عمدہ دعائیں احادیثِ کریمہ میں وارد ہوئی ہیں ان سب میں اسی درس کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے- الحمد اللہ- راقمِ آثم نے اپنی کتاب ''قرآن و سنت کی مقدس دعائیں'' میں ان میں سے بہت سی دعاؤں کو جمع کر دیا ہے۔ اور ان کے ساتھ ہی ساتھ اپنی اس کتاب میں دعا سے متعلق اور بھی بہت سی عمدہ اور نفیس باتیں جمع کر دی ہیں۔ اور یہ کتاب- الحمد للہ- آج سے کوئی بیس برس پہلے چھپ کر منصۂ شہود پر آ چکی ہے اور کئی ہزار کی تعداد میں تقسیم بھی ہو چکی ہے- فالحمد للہ- اللہ پاک اس کو قبول فرمائے اور مؤلف کے لئے دارین کی سعادت وسرخروئی کا ذریعہ بنائے- آمین ثم آمین یاربَّ العالمین- بہرکیف اس ارشادِ ربانی سے ایک طرف تو نعمتوں پر حقِ شکر کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے اور دوسری طرف دنیا کے ہر سفر سے آخرت کے اصل اور حقیقی سفر کی تذکیر و یاددہانی بھی فرمائی گئی ہے جو کہ ایک عظیم الشان سفر ہے۔ اور جو مسلسل ولگاتار جاری ہے- وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید، وَهُوَ الهادی الٰی سَوَاءِ السَّبِیْل، سبحانہٗ وتعالیٰ،

۱۷ بندوں کی ناشکری کا ایک نمونہ ومظہر والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس سب کے باوجود لوگوں نے اللہ کے بندوں میں سے کچھ کو اسکا جزو بنا دیا"۔ یعنی اللہ پاک کی اس عظمت ورفعتِ شان اور خود ان لوگوں کے اس اِقرار واِعتراف کے باوجود کہ خالق ومالک سب کا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ ان لوگوں نے اس کے بندوں میں سے کچھ کو اسکا جز بنا ڈالا۔ کوئی ملائکہ کو اس کی بیٹیاں قرار دیتا ہے۔ کسی نے عزیر کو اور کسی نے مسیح کو اس کا بیٹا قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ سب مخلوق اور مادی جسم رکھنے والی ہستیاں ہیں۔ جبکہ اللہ پاک خالق اور جسم وجسمانیات سے پاک اور وراء الوراء ہے۔ افسوس کہ آج امتِ مسلمہ کے اندر بھی شرک اور شرکیات کی اس داءِ عضال کے جراثیم یہاں اور وہاں جگہ جگہ اور طرح طرح سے پائے جاتے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - سو کتنے ہی کلمہ گو مشرک ایسے ہیں جو اللہ کے بندوں اور اسکی پاکیزہ ہستیوں میں بعض کو "نور من نور اللہ" یعنی "اللہ کے نور میں سے ایک نور" اور اس کا جزء قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ زمین و آسمان کی اس ساری کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ تو پھر وہ اسکا جزء اور اسکی ذات کا حصہ آخر کس طرح ہو سکتی ہے؟ - سبحانہ وتعالیٰ - سو یہ انسان کا انتہائی ناشکرا پن اور اسکی اوندھی منطق ہے کہ ملتا تو اس کو سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے لیکن یہ اس میں شریک اور حصہ دار ان دوسری چیزوں کو ٹھہراتا ہے جن کا اسکی عطا وبخشش اور داد و دہش میں نہ کوئی حصہ ہوتا ہے اور نہ کوئی عمل دخل۔ اور نہ ایسے ہو سکتا ہے۔ پھر بھی یہ ناشکرا انسان اس واہبِ مطلق اور اسکے احسان کو بھول کر انہی خود ساختہ شریکوں اور فرضی "ہستیوں" اور وہمی اور بناوٹی "سرکاروں" کے گن گاتا اور انہی کی پوجا و پرستش کرنے لگتا ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین

۱۸ انسان کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کا شکوہ: - سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید در تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "واقعی یہ انسان بڑا ہی کھلا ناشکرا ہے"۔ کہ جو بھی کوئی غور کرے گا اس کو انسانِ کفور کی ناشکری کھلم کھلا نظر آئے گی۔ اور انسان سے یہاں پر مراد جنسِ انسان ہے نہ کہ کوئی خاص فرد - "اَیْ جِنْسُہٗ" - (جامع البیان)۔ سو یہ اس انسان کا حال بیان فرمایا گیا ہے جو حق اور ہدایت کے نور سے محروم ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسان جب سر سے پاؤں تک اور اول سے آخر تک اس واہبِ مطلق کی طرح طرح کی اور بے حد وحساب نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے پھر بھی اگر یہ اس سے منہ موڑ کر اوروں کے گن گائے تو اس سے بڑھ کر کفران اور ناشکری کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ - والعیاذ باللہ العظیم - یہاں پر یہ امر بھی واضح رہے کہ مشرکین کی دیویوں اور دیوتاؤں میں سے کچھ تو وہ تھے جن کو وہ خداوندِ قدوس کی صفات یا اس کے حقوق واختیارات میں شریک مانتے تھے۔ لیکن ان میں کچھ ایسے بھی تھے جن کو وہ خدا کی ذات میں بھی شریک جانتے تھے۔ مثلاً ملائکہ کے بارے میں ان لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ یہ خدا کی بیٹیاں ہیں جو اس کی بڑی چہیتی ہیں۔ جو چاہیں اس سے منوا اور کروا سکتی ہیں۔ پس ہمارے لیے انہی کو راضی اور خوش رکھنا کافی ہے۔ انہی کی پوجا و پرستش ہماری شفاعت اور نجات کے لیے کافی ہے۔ سو قرآنِ حکیم میں یہاں پر ان کے اسی زعمِ باطل کی تردید فرمائی گئی۔ سو ان لوگوں کی ایسی تمام باتیں بے بنیاد اور من گھڑت ہیں جن کی نہ کوئی اساس و بنیاد ہے نہ ہو سکتی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے - اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق پر قائم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین۔

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّأَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾

کیا اس نے اپنے لئے تو اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں چن لیں، اور تمہیں بیٹوں سے نواز دیا؟ ف۱۹ ⑯ اور ان لوگوں کا اپنا حال

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ

یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری دی جاتی ہے، جس کو وہ خود (خدائے) رحمن کی طرف منسوب کرتا ہے، تو اس کا چہرہ

وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ أَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي

سیاہ ہو جاتا ہے، اور وہ کڑھنے لگتا ہے، ⑰ کیا اس کے لئے تم وہ مخلوق تجویز کرتے ہو جو زیوروں (اور آسائش وزیبائش) میں

الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا

پروان چڑھے؟ ف۲۰ اور وہ بحث و حجت میں (اپنا مدعا بھی) پوری طرح واضح نہ کر سکے؟ ف۲۱ ⑱ نیز (اسی طرح) انہوں نے

الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا

فرشتوں کو جو کہ خدائے رحمن کے بندے ہیں عورتیں قرار دے دیا، کیا یہ لوگ ان کی

خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوا

پیدائش کے وقت وہاں موجود تھے؟ ف۲۲ ان کی گواہی لکھ لی جائے گی، اور ان کو اس کی جواب دہی کرنا ہوگی ⑲ اور کہتے ہیں

۱۹ مشرکین کے ضمیروں پر ایک دستک: - سو مشرکوں کے ضمیروں پر دستک دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا اس نے اپنے لیے تو اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں چن لیں اور تم لوگوں کو بیٹوں سے نواز دیا؟"۔ یعنی جن کو تم لوگ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے جس کا کچھ نقشہ اگلی آیت کریمہ میں دکھلایا گیا ہے تو اس مخلوق کو تم لوگ حضرت خالق - جَلَّ وَعَلَا شَانُهٗ - کی طرف کس طرح منسوب کرتے ہو؟ تم کیسے لوگ ہو اور تمہاری عقلوں کو آخر کیا ہو گیا؟ یہ بات جہاں حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - کی جناب اقدس میں سنگین گستاخی ہے وہاں یہ تمہاری عقلوں کے لئے بھی ماتم ہے کہ جو چیز تم خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ تم اس مالک الملک حضرتِ خالقِ اکبر اور ربِ حقیقی کے لئے تجویز کرتے ہو۔ پس یہ استفہام تعجب و انکار کے لئے ہے۔ اور اس سے ان لوگوں کے عقیدے کے بھونڈے پن کو واضح فرمایا گیا ہے اور ان کے ضمیروں کو جھنجوڑا گیا ہے۔ سو جب خداوندِ قدوس سب کچھ پیدا کرتا ہے تو پھر یہ کیسے ہوا کہ اس نے اپنے لیے تو بیٹیاں چن لیں اور تم لوگوں کو بیٹوں سے نواز دیا؟ - ﴿مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ - آخر تم لوگوں کو کیا ہو گیا، اور تم کس طرح اور کس قدر راوندھے ہو گئے ہو؟ والعیاذ باللہ

۲۰ عربوں کے ایک عمومی احساس کے ذریعے ان کی تحریک: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا وہ مخلوق - اس کی شریک ہو سکتی ہے - جو زیور میں پروان چڑھے؟"۔ معلوم ہوا کہ آرائش و زیبائش میں رہنا مردوں کی شان نہیں، عورتوں کی صفت ہے۔ مردوں

کی زینت محنت ومشقت اور جہاد وقتال ہے۔ چنانچہ حضرت عمر۔رضی اللہ عنہ۔سے مروی ہے کہ آپؓ نے مردوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ "روکھا سوکھا کھاؤ، موٹا جھوٹا پہنو اور محنت ومشقت کی زندگی گزارو"۔ (المراغی وغیرہ)۔ سو عورت میدانِ حرب و ضرب کی مخلوق نہیں۔ عربوں کا عورت کے بارے میں یہی ذہن تھا اور یہاں پر اسی کو بیان فرمایا گیا ہے۔ سو عورت کے بارے میں یہ تبصرہ اللہ تعالیٰ کا نہیں بلکہ عربوں ہی کا ہے۔ کیونکہ عربوں کے یہاں عورت مبارزت اور مفاخرت کے میدان کی چیز تھی ہی نہیں۔ (تدبر قرآن)۔ "خصام" کا لفظ یہاں پر "مبارزت" اور "مفاخرت" دونوں معنوں پر مشتمل ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں ان ہی دو چیزوں کی اصل اور بنیادی اہمیت تھی۔ ان کے یہاں آپس میں آئے دن جنگیں بھی برپا ہوتی رہتی تھیں اور باہمی مفاخرت کی مقابلے بھی۔ جن میں ان کے شعراء وخطباء اپنے اپنے قبیلوں کے مفاخر بیان کرتے اور داد وصول کرتے۔ اور ظاہر ہے کہ عورت ان دونوں ہی میدانوں میں ایک فروتر مخلوق تھی۔ اس لیے عربوں کی نگاہوں میں اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی۔ سو یہاں پر ان کو انکے اسی عمومی احساس کی بنا پر جھنجوڑا گیا ہے کہ ایسی کمزور اور فروتر مخلوق کو تم لوگ خداوند قدوس کا شریک اور اس کا جزء قرار دیتے ہو۔ آخر تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے اور تمہاری عقل کیوں اور کہاں ماری گئی؟۔

۲۱ مشرکین کے ضمیروں پر دستک مزید:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو اپنا مدعا بھی پوری طرح واضح نہ کر سکے" یعنی میدانِ مبارزت ومفاخرت میں وہ کوئی جوہر نہ دکھا سکے۔ اپنی عقل وفکر اور زبان وبیان کی کمزوری اور اپنی فطرت وطبعی ساخت وبناوٹ اور شرم وحیا کی وجہ سے۔ یہ صنفِ نازک کی عمومی خصوصیات اور اس کی جنسی نوعیت کا بیان ہے۔ باقی اگر کوئی اکا دکا مثال اس کے برعکس ہو تو وہ اس کے منافی نہیں کہ وہ شواذ کے حکم میں ہے۔ جبکہ اعتبار عموم اور کل کا ہوتا ہے نہ کہ شواذ وافراد کا۔ یہاں بھی استفہام رد وانکار کے لئے ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں گزرا، عورت کے بارے میں یہ تبصرہ قرآن کا نہیں بلکہ عربوں کا ہے کہ ان کے نزدیک قدیم زمانے سے یہی کہنا اور ماننا تھا کہ عورت کا میدان مبارزت اور مفاخرت ہے ہی نہیں۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ بات کچھ عربوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر جگہ اور ہر زمانے اور ماحول میں عورت کی حیثیت بالعموم یہی رہی کہ اپنی اصل اور عرف کے اعتبار سے وہ نہ زرہ بکتر اور شمشیر وسنان کی مخلوق ہے اور نہ ہی خطابت وشاعری کی۔ اور ہمارے اس دور میں بھی عورت کو جو اہمیت حاصل ہوئی ہے وہ نمائش کی مجالس کی حد تک ہی ہے۔ باہمی مبارزت ومفاخرت کے اعتبار سے وہ آج بھی وہیں ہے جہاں زمانہ جاہلیت کے عربوں کے ہاں تھی۔ اور یہ بات اسکے فطری تقاضوں کے بھی عین مطابق ہے۔ اسی لیے اس کو آج بھی صنفِ نازک ہی کہا جاتا ہے اور فاطر نے اس کی فطرت کو بنایا ہی ایسے ہے۔ سو اس کا تقاضا ہے کہ ہر مخلوق کو اسکے اسی دائرے میں رکھا جائے جس کے لئے فاطر نے اس کو پیدا فرمایا ہے۔

۲۲ مشرکین کے ایک مشرکانہ وہم کی تردید:۔ یعنی ان کے اس وہم کی تردید کہ فرشتے عورتیں اور خدا کی بیٹیاں ہیں۔ سو اس بارے ان سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ لوگ فرشتوں کی پیدائش کے وقت وہاں موجود تھے؟۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ لوگ اتنی بڑی بات آخر کہتے کس بنیاد پر ہیں؟۔ بس محض اٹکل کے تیر چلانے سے کچھ نہیں بن سکتا۔ سو اس سے انکے مشرکانہ خیال پر ایک اور ضرب لگائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے جو فرشتوں کو عورتیں اور اللہ کی بیٹیاں سمجھ رکھا ہے تو آخر اتنے بڑے دعوے کیلئے انکے پاس بنیاد کیا ہے؟ کیا جب اللہ نے فرشتوں کو پیدا کیا تھا تو یہ لوگ اس وقت وہاں موجود تھے؟ اور جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ لوگ اتنی بڑی بات آخر کس بنیاد پر کہتے ہیں؟ سو ان کی ایسی تمام باتیں محض اٹکل پچو باتیں ہیں جن کی نہ کوئی اساس ہے نہ بنیاد۔ اور یہ لوگ محض اوہام وخرافات کی پیروی کر رہے ہیں۔ ﴿اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَ هُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾۔ (النجم: ۲۳)۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ

کہ اگر (خدائے) رحمٰن چاہتا تو ہم کبھی ان کی پوجا نہ کرتے ۲۳ ان کو اس بارہ میں کچھ علم نہیں،

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝۲۰ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ

یہ تو محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں، ۝۲۰ کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے

فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝۲۱ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

جس کو یہ تھامے بیٹھے ہیں؟ ۲۴ (کچھ بھی نہیں) ۝۲۱ بلکہ یہ تو بس یہی کہے جا رہے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر

۲۳ **مشرکین کے ایک مغالطے کی تردید:** ـــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر خدائے رحمٰن چاہتا تو ہم انکی پوجا کبھی نہ کرتے"۔ وہ زبردستی ہمیں اس سے روک دیتا۔ سو یہ ان لوگوں کے ایک اور مغالطے اور ان کی ایک اور گستاخی و بدتمیزی کا ذکر ہے کہ وہ اپنے کفر و باطل کے جواز پر تقدیر و مشیت الٰہی کا بہانہ پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ مشیتِ الٰہی اور چیز ہے اور رضائے الٰہی اور چیز۔ دونوں میں تلازم نہیں ہے۔ کفر و باطل اللہ پاک کی مشیت کے ماتحت تو ضرور ہے مگر اس کی رضا اس کے ساتھ بہر حال نہیں۔ اس کا صاف اور صریح ارشاد ہے کہ وہ کفر سے کبھی راضی نہیں ہوتا۔ ﴿وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾۔ اور یہ بہانہ بازی اگر تسلیم کر لی جائے تو پھر زانی، شرابی، چور اور ڈاکو وغیرہ ہر مجرم اس کو اپنا سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کو کوئی بھی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور اس طرح قانونِ ثواب و عقاب، اور سزا و جزا کا کوئی معنیٰ اور مفہوم ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ سو اس طرح کی مغالطہ انگیزیاں دراصل نفس و شیطان کی شر انگیزیاں ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف انکا کہنا یہ تھا کہ ہمارا اپنے ان خود ساختہ معبودوں کو پوجنا اس بات کی دلیل ہے کہ انکا پوجنا خدا کو پسند ہے۔ ورنہ وہ ہم سے اسکی قدرت چھین لیتا اور ہمیں اس سے روک دیتا۔ جواب میں ارشاد فرمایا گیا یہ سب محض انکی اٹکل پچو اور بے تکی باتیں ہیں۔ مشیت اور چیز ہے اور رضا اور چیز۔ اگر کسی کو کسی برائی کے لیے ڈھیل ملی ہوئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہو سکتا کہ خداوندِ قدوس اس برائی سے راضی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ وہ محض اسکی حکمت و مشیت کے تقاضوں میں ہے اور بس، سبحانہ وتعالیٰ

۲۴ **مشرکین کے مغالطے کی تردید کے لیے ان سے سوال:** ـــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا ہم نے انکو کوئی کتاب دی ہے جسکو انہوں نے تھام رکھا ہو؟"۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا نہیں۔ اور ہر گز نہیں کہ ہم نے ان کو ایسی کوئی کتاب بھی نہیں دی۔ تو پھر آخر یہ لوگ عقل و نقل کی کس بنیاد پر ایسی باتیں کرتے ہیں؟ اور اس کتاب عزیز سے یہ لوگ کیونکر منہ موڑ رہے ہیں جو کہ اب ان کو حضرتِ حق ـ جَلَّ مَجْدُهٗ ـ کی طرف سے عطا ہو رہی ہے؟ اور خداوندِ قدوس کی پسند اور ناپسند کو جاننے کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور اسکے انبیاء و رسل کی تعلیمات ہی ہو سکتی ہیں۔ تو کیا ان لوگوں کو قرآنِ حکیم سے پہلے ایسی کوئی کتاب دی گئی ہے جسکو یہ سند میں پیش کر سکیں۔ اور اگر ایسا نہیں اور ظاہر ہے کہ نہیں تو پھر آخر یہ لوگ کس بنیاد پر ایسے دعوے کرتے ہیں۔ اور کس طرح یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اسکو خداوندِ قدوس کی تائید حاصل ہے؟ سو اس سوال سے مشرکین کے اس مغالطے کی جڑ نکال دی گئی۔ والحمد للہ جَلَّ وَعَلَا۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ

پایا ہے، اور ہم ان ہی کے نقش قدم پر چلے جا رہے ہیں، ف۲۵ ﴿۲۲﴾ اور اسی طرح ہم نے

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ

آپ سے پہلے جس بستی میں بھی کوئی نذیر بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے

مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى

یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور ہم بھی انہی کے

اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا

نقش قدم کی پیروی کیے جا رہے ہیں ف۲۶ ﴿۲۳﴾ پیغمبر نے کہا کیا (تم اسی ڈگر پر چلے جاؤ گے) اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے کہیں بہتر طریقہ

وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم تو بہر حال اس طریقے کے قطعی طور پر منکر ہیں

كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

جس کو دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ف۲۷ آخر کار ہم نے ان سے بدلہ لیا (تکذیب اور انکار حق کے سنگین جرم کا ف۲۸) پھر دیکھو کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ

ع۲ النصف

انجام جھٹلانے والوں کا؟ ف۲۹ ﴿۲۵﴾ اور (وہ بھی یاد کرو کہ) جب ابراہیم نے کہا (اپنی مشرک قوم کو خطاب کرتے ہوئے)

۲۵ باپ دادا کی اندھی تقلید کا سہارا بے سود: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں کی ایسی باتوں کی کوئی بنیاد نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا۔ پس ہم ان ہی کے نقش قدم پر چلے جا رہے ہیں۔ یعنی عقل و نقل کی کوئی بھی دلیل ان لوگوں کے پاس موجود نہیں سوائے اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کے جس میں یہ لوگ اندھے ہو کر بہے چلے جا رہے ہیں اور بس۔ اور خود ان کو اس کا اقرار اور اعتراف بھی ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ لوگ حق و ہدایت کے اس نور مبین کو ماننے اور اپنانے کے لئے تیار نہیں جو ان کے رب کی طرف سے انکی راہنمائی کے لیے آیا ہے۔ اور اس طرح یہ کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف یہ انکی روایتی دلیل کا ذکر ہے کہ ہمارے بڑے ایسا کرتے آئے۔ لہٰذا ہم بھی ایسے ہی کیے جا رہے ہیں اور بس۔ یعنی عقل و نقل کی کوئی دلیل انکے پاس نہیں سوائے باپ دادا کی اندھی تقلید

کے اور بس۔ اور یہی بات آج کا جاہل مسلمان اپنی رسوم ورواج کی تائید میں کہتا ہے جو اپنے دین کی تعلیماتِ مقدسہ سے غافل اور بے بہرہ ہے۔ چنانچہ وہ بھی اپنی بدعات اور خرافات کے بارے میں یہی کہتا ہے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ایسے ہی کرتے پایا ہے اور بس۔ سو باپ دادا کی اندھی تقلید کوئی اساس اور بنیاد نہیں ہوسکتی۔ اصل چیز ہے حق اور ہدایت کی پیروی، اور بس

۲۸ عیش پرست دنیاداروں کی دین بیزاری کا ذکروبیان: -سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ عیش پرست اور خوشحال دنیا دار طبقہ بالعموم دعوتِ حق کیخلاف ہی رہا۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ بہر کیف اس سے معلوم ہوا کہ دین کی مخالفت میں پیش پیش ہمیشہ اہلِ دنیا کا خوشحال اور مالدار طبقہ ہی رہا ہے۔ اور آج بھی بالعموم یہی صورت حال ہے کہ علماء وحفاظ اور قراء کی اکثریت کا تعلق عام طور پر نادار طبقے ہی سے ہوتا ہے۔ اور مال دار و دولت مند طبقہ ان سے دور ونفور اور ان پر آوازے ہی کستا اور طعن وتشنیع کرتا رہتا ہے- الا ماشاء اللہ- اور اس کی بڑی اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ دنیا دار لوگ دراصل اپنے دنیاوی مال و دولت کو حق وصداقت کی علامت سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح وہ حق بات کو سننے ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے جس کے نتیجے میں وہ نورِ حق وہدایت سے مزید محروم اور دور تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جو کہ خساروں کا خسارہ اور سب سے بڑا نقصان ہے- والعیاذ باللہ العظیم- بہر حال اس آیتِ کریمہ میں آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- کے لئے اور آپ ؐ کے واسطے سے آپ کی امت کے ہر داعیٔ حق کے لئے تسلی کا سامان ہے کہ جس تکذیب وانکار سے آج آپ کو واسطہ پڑ رہا ہے یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی اہلِ حق کے ساتھ یہی کچھ ہوتا آیا ہے۔ لیکن آخری غلبہ بہر حال حق اور اہلِ حق ہی کو نصیب ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی سنت یہی رہی- ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا﴾ الایة (الانعام: ۳۴)۔ سو فرمایا گیا کہ جس طرح یہ لوگ اپنے دین کے بارے میں اپنے بڑوں کے اندھے مقلد ہیں اسی طرح یہ اپنی دلیل میں بھی گزشتہ انبیائے کرام کے مکذبین کے مقلد ہیں۔ چنانچہ آپ سے پہلے اے پیغمبر جو بھی منذر ہم نے بھیجا، اسکی دعوتِ اصلاح کا جواب قوم کے مستکبرین نے یہی دیا کہ ہم نے آباء واجداد کو ایک خاص طریقے پر پایا۔ اور ہم انہی کے نقشِ قدم پر چلتے رہیں گے۔ سو ایسے ہٹ دھرموں کا کوئی علاج نہیں سوائے صبر وبرداشت کے ان کو انکے انجام کے حوالے کرنا چاہے اور پیروی بہر حال حق ہی کی کی جائے- وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال

۲۹ حق سے محروم باپ دادا کی پیروی باعثِ ہلاکت -والعیاذ باللہ العظیم: -سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ حق کے مقابلے میں باپ دادا کے طریقے کی تقلید کفار کا طریقہ ہے جو کہ باعثِ ہلاکت وتباہی ہے۔ بہر کیف اس سے معلوم ہوا کہ حق کے مقابلے میں باپ دادا ہی کے طریقے کو گلے لگانا اور حق سے منہ موڑنا اور اس کا انکار کرنا کفار کا طریقہ اور اندھی تقلید ہے۔ جس کا نتیجہ وانجام ہلاکت وتباہی ہے- والعیاذ باللہ العظیم- البتہ اگر باپ دادا حق وہدایت پر ہوں تو ان کی اقتداء وپیروی ممنوع ومحذور نہیں بلکہ محمود ومطلوب ہے۔ کہ وہ دراصل حق اور ہدایت ہی کی پیروی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا حکم فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ الایة (الانعام: ۹۱) بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ انکے پیغمبر نے جب ان سے فرمایا کہ کیا تم لوگ اپنے باپ دادا ہی کی پیروی کرتے جاؤ گے اگرچہ میں اس سے کہیں بہتر راستہ تم کو دکھاؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟ تو اسکے جواب میں انہوں نے پوری ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی سے کہا کہ ہم قطعی طور پر اس ہدایت اور پیغام کے منکر ہیں جسکے ساتھ تم کو بھیجا گیا ہے۔ یعنی بات اھدیٰ اور غیر اھدیٰ کی

کی نہیں۔ بلکہ ہم تمہاری کوئی بات سننے اور ماننے کیلئے تیار ہی نہیں۔ سو یہ عناد و ہٹ دھرمی کی انتہاء ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر ہی چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

۲۸ **تکذیب وانکارِ حق کا نتیجہ وانجام ہلاکت وتباہی۔ والعیاذ باللہ العظیم** :۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آخرِ کار ہم نے ان سے انتقام لیا"۔ ان کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر کے۔ (صفوۃ التفاسیر، ابن کثیر وغیرہ)۔ یہاں تک کہ ان میں سے کئی قوموں کا استیصال کر دیا گیا اور ان کو بیخ وبن سے ہمیشہ کے لئے اکھاڑ پھینکا گیا۔ (محاسن التاویل)۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو انکار اور تکذیبِ حق کا انجام اور آخری نتیجہ بہر حال ہلاکت اور دائمی وہولناک تباہی ہے۔ لہٰذا کبھی کسی کو اس اِمہال اور ڈھیل سے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے جو قدرت کی طرف سے ایسے لوگوں کو دی جاتی ہے کہ ڈھیل خواہ کتنی ہی ہو وہ بہر حال ڈھیل ہی ہوتی ہے۔ جس نے آخرِ کار ختم ہو کر رہنا ہوتا ہے۔ اور اس کے اور ایسے ہٹ دھرم لوگوں کو ان کے اس انجام میں دھر لیا جاتا ہے جس کا مستحق انہوں نے اپنے آپ کو بنالیا ہوتا ہے۔ اور یہی تقاضا ہے اللہ تعالیٰ کے قانون عدل وانصاف کا۔ والعیاذ باللہ العظیم، بکل حالٍ من الاحوال

۲۹ **منکرین کے انجام سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین** :۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پس تم دیکھ لو کہ کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا؟"۔ سو اس سے انکے اس انجام کے سبب کو بھی واضح فرما دیا گیا۔ یعنی تکذیبِ حق۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ عبرت پذیری اور سبق گیری کے لئے تباہ شدہ پرانی قوموں کے آثار کو دیکھنا ایک مطلوب اور محمود امر ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے بھی مغربی قوموں کی تقلید میں اس اصل مقصد کو فراموش کر دیا ہے کہ لاکھوں کروڑوں کے اخراجات سے آثارِ قدیمہ کے کھنڈرات کو محفوظ رکھنے کے انتظامات تو کئے جاتے ہیں مگر عبرت پذیری کی بجائے ان کو سیر وتفریح اور پکنک اور مزید غفلت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ فَیا لَلأسَفِ۔ سو انکار اور تکذیبِ حق کا جرم ایک بڑا ہی سنگین جرم ہے۔ جس کا نتیجہ وانجام بڑا ہی برا اور نہایت ہی ہولناک ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۳۰ **اہلِ باطل سے اظہارِ بیزاری کی تعلیم وتلقین کا ذکر وبیان** :۔ سو اس سے شرک اور مشرکین سے اِظہارِ بیزاری کے لیے اسوۂ ابراہیمی کی تذکیر ویاد دہانی فرمائی گئی۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یاد کرو ابراہیم کو جب انہوں نے باپ اور اپنی قوم کو خطاب کر کے اعلان براءت کیا"۔ سو دیکھو کہ انہوں نے کس طرح اپنے باپ دادا کے شرکیہ طور طریقوں کے خلاف علمِ انکار وجہاد بلند کیا۔ پس تم لوگوں نے اے مشرکینِ مکہ، اگر باپ دادا ہی کی پیروی کرنی ہے تو پھر ابراہیم جیسے باپ دادا کی پیروی کرو جنہوں نے شرک اور مشرکین سے صاف طور پر اعلان براءت کیا۔ خاص کر جب کہ تم لوگ ان کی نسل میں سے ہونے کے دعویدار بھی ہو۔ اور اس انتساب پر فخر بھی کرتے ہو۔ بڑوں کی پیروی کرنی ہے تو ایسے علمبردارانِ حق وتوحید کی پیروی کرو تاکہ تم راہِ راست پا سکو نہ کہ ان مشرک باپ دادوں کی جو راہِ حق وہدایت سے بہک اور بھٹک کر ابدی ہلاکت اور تباہی کی راہ پر چلتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس طرح مشرکین مکہ کے دلوں پر دستک دی گئی اور انکے ضمیروں کو جھنجھوڑا گیا کہ اگر تم لوگوں نے اپنے آباء واجداد کے طور طریقوں ہی پر چلنا ہے تو تم اپنے اصل جدِّ امجد حضرتِ ابراہیم خلیل کو کیوں بھول جاتے ہو جنہوں نے اس قدر واشگاف الفاظ میں شرک سے بیزاری کا اظہار کیا۔ اور شرک ہی کی بنا پر انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو چھوڑا اور ان سے قطعی طور پر الگ ہو گئے۔ اور اپنے اس قول وفعل سے انہوں نے واضح کر دیا کہ دین وایمان کی دولت سب سے بڑی دولت ہے۔ کہ دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی اسی پر موقوف ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت سب سے مقدم اور سب پر فائق ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید،

وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ

کہ میں قطعی طور پر بیزار (وبری) ہوں اُن سب سے جن کی پوجا تم لوگ کر رہے ہو، ۳۱ ﴿۲۶﴾ سوائے اس ذات کے، جس نے مجھے پیدا کیا، ۳۲

فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ

کہ بلاشبہ وہی مجھے راہ دکھائے گا، ۳۳ ﴿۲۷﴾ اور یہی بات ابراہیم اپنے پیچھے بھی چھوڑ گئے تا کہ لوگ رجوع

عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَ

کرتے رہیں (حق کی طرف، ۳۴) ﴿۲۸﴾ (پھر بھی ان لوگوں کے کفر پر میں نے ان کو مٹایا نہیں) بلکہ میں تو برابر سامان زندگی دیتا رہا ان کو بھی اور

۳۱ **شرک اور مشرکوں سے اعلانِ بیزاری سے متعلق اسوۂ ابراہیمی کا ذکر و بیان:** ـ سو اس سے حضرتِ ابراہیم کے شرک اور مشرکوں سے اعلانِ براءت و بیزاری اور اظہارِ علیحدگی سے متعلق اسوۂ ابراہیمی کا نمونہ پیش فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ابراہیم نے اپنے مشرک باپ اور مشرک قوم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ میں قطعی طور پر بری اور بیزار ہوں ان تمام معبودانِ باطلہ سے جنکی پوجا تم لوگ کرتے ہو؟ "بَـــراء" جب باء کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس وقت یہ مصدر ہوتا ہے۔ جیسے طلاق اور اس صورت میں یہ حملِ مصدر علیٰ سبیل المبالغہ ہوگا۔ اور جب "بُــراء" یعنی باء کے ضمے کے ساتھ ہو تو اس وقت یہ اسم مفرد ہوگا مبالغہ کے لئے۔ جیسے طوال اور کرام وغیرہ۔ (محاسن التاویل)۔ سو "بــراء" کے اس لفظ میں مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جیسے "زیــد عــدل" میں ہے۔ پس اس اعتبار سے اس کا معنیٰ ہوگا کہ میں تم لوگوں سے پوری طرح اور یک قلم بری ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان اب کوئی رابطہ اور تعلق نہیں رہا۔ تم لوگ الگ اور میں الگ۔ سو مشرکینِ مکہ کو یہ درس دیا گیا کہ اگر تم لوگوں کو حضرتِ ابراہیم سے انتساب پر فخر ہے تو تم کو چاہیئے کہ انکے اس مثالی اسوہ اور نمونہ کو اپناؤ اور شرک اور مشرکین سے اسی طرح بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان و اظہار کرو جس طرح حضرتِ ابراہیم نے کیا تھا۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

۳۲ **معبودِ حقیقی کے استثناء کا ذکر و بیان:** ـ سو حضرتِ ابراہیم نے اپنے اعلانِ براءت کے ضمن میں معبودِ حقیقی کا استثناء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے"۔ استثناء منقطع بھی ہوسکتا ہے اور متصل بھی۔ منقطع تو ظاہر ہے۔ اور متصل اس لئے کہ اللہ پاک کی عبادت و بندگی کے وہ لوگ بھی قائل تھے اور وہ کہتے تھے کہ معبودِ حقیقی تو وہی ہے۔ یہ بت وغیرہ تو محض ذریعے اور واسطے ہیں اس کی جناب میں قرب حاصل کرنے کے لئے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر مشرکین کے اس شرکیہ فلسفے کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ الایۃ (الزمر: ۳۰) اور ذاتِ حق ۔ جلّ جلالہٗ ۔ پر کلمہ "ما" کا شمول و اطلاق اس صورت میں تغلیب کے طور پر ہوگا۔ کیونکہ ان کے معبودوں کی اکثریت بتوں وغیرہ غیر ذوی العقول ہی پر مشتمل تھی۔ خداوندِ قدوس کی عبادت تو ان کے یہاں محض برائے نام تھی۔ بہرکیف اپنے اس اعلان سے حضرتِ ابراہیمؑ نے ان لوگوں پر واضح فرما دیا کہ جن خود ساختہ معبودوں کی پوجا تم لوگ کرتے ہو وہ سب بالکل بے حقیقت ہیں۔ میں صرف اس وحدہ لاشریک کی عبادت و بندگی کرتا

ہوں اور کرتا رہونگا جس نے مجھے پیدا فرمایا کہ معبودِ حقیقی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ کہ وہ خالق ہے، پس عبادت و بندگی کی ہر قسم اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے کہ معبودِ برحق بہرحال وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۳۳ ربّ کی ہدایت وراہنمائی پر اعتماد کی تعلیم و تلقین: ۔ سو حضرتِ ابراہیم نے اپنے رب کی ہدایت وراہنمائی پر اعتماد کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''وہی میرا رب میری رہنمائی فرماتا ہے اور فرمائے گا'' ہر مرحلے پر اور ہر معاملے میں۔ کیونکہ ہدایت وراہنمائی کا سرچشمہ دراصل وہی ذاتِ اقدس وحدہ لاشریک ہے۔ اسی لئے یہاں ہدایت کو عام رکھا گیا ہے۔ اور فعلِ مضارع تجدد واستمرار کے لئے ہے۔ اور سین محض تاکید کے لئے ہے یا استقبال کے لئے۔ سو یہاں سے معلوم ہوا کہ عبادت وبندگی کے لائق وہی ذات ہوسکتی ہے جس میں پیدا کرنے اور ہدایت بخشنے کی دو صفتیں پائی جاتی ہوں۔ اور وہ صرف اللہ پاک کی ذاتِ اقدس واعلیٰ ہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس عبادت و بندگی کے لائق بھی صرف وہی ذات ہے اور باقی کسی بھی معبود میں جب ان دونوں صفتوں میں سے کوئی بھی صفت نہیں پائی جاسکتی تو اس کیلئے کسی طرح کی عبادت کا بھی کوئی استحقاق نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ لکڑی پتھر وغیرہ کی بے جان مورتیاں ہوں یا کوئی زندہ ومردہ انسان کہ عبادت وبندگی کی ہر قسم اور ہر شکل اللہ وحدہ لاشریک ہی کا حق اور اسی کے ساتھ مختص ہے۔ اس کے سوا کسی کے لئے بھی عبادت وبندگی کی کوئی بھی شکل اور کسی بھی قسم کا کام بجالانا شرک ہوگا۔ جو کہ ظلمِ عظیم اور ناقابلِ معافی جرم ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو حضرتِ ابراہیم نے فرمایا کہ میرے رب نے اس سے پہلے بھی میری راہنمائی فرمائی جس سے مجھے حق وہدایت اور توحید کی راہ نصیب ہوئی اور آئندہ اپنے باپ اور اپنے قوم قبیلہ کو چھوڑنے سے جن مصائب وآلام سے مجھے بطورِ خاص واسطہ پڑے گا ان میں بھی وہی خالق و مالک میری مدد فرمائے گا کہ اسی کے نام پر اور اسی کی رضاء کیلئے میں یہ سب بازی کھیل رہا ہوں۔ اس لیے میرا بھروسہ اسی پر ہے۔ پس اس راہ کی تمام مشکلات میں وہی میری راہنمائی فرمائے گا۔ کہ مدد کرنے والا سب کا بہرحال وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلیٰ ما یحب ویرید، وَھُوَ الھادی الیٰ سَوَاءِ السَّبِیْل،

۳۴ حضرتِ ابراہیم کا ترکہ اپنے اَخلاف کے لیے کلمۂ توحید: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اسی بات کو حضرتِ ابراہیم چھوڑ گئے اپنے پچھلوں میں'' ۔ کہ ایمان والوں کی ہر عبادت و بندگی کی اساس و بنیاد یہی کلمہ توحید ہو اور شرک والے اپنے شرکیہ عقائد واعمال سے تائب ہو کر حق کی طرف رجوع کرتے رہیں۔ اور اسوۂ ابراہیمی اپنی بے مثال تابانیوں کے ساتھ ہمیشہ ان کی راہنمائی کرتا رہے۔ اور اس طرح ایک طرف تو دنیا کو حق وہدایت کی روشنی ملتی رہے اور دوسری طرف حضرتِ ابراہیم خلیل۔ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم ۔ کے ذخیرۂ اجر وثواب میں بھی برابر اضافہ ہوتا رہے۔ سبحان اللہ! ۔ کیا کہنے ایسی پاکیزہ ومثالی بلکہ بے مثال زندگی اور اس کی عظمتوں کے۔ اللہ ہمیں بھی اس کا کوئی حصہ نصیب فرما دے۔ آمین۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ حضرتِ ابراہیمؑ نے اپنے قول وفعل، عمل وکردار اور اپنے اِعلانِ براءت وہجرت کے ذریعے اپنی ذریت اور اپنے اَخلاف کیلئے ایک تابناک اور قابلِ تقلید وپیروی مثال چھوڑی۔ تاکہ اسلاف کی یہ روایت اَخلاف کیلئے نشانِ راہ کا کام دیتی ہے۔ تاکہ جب بھی شیطان ان کو بھٹکانے لگے یا نفس کی شرارتوں کی بنا پر خود ہی بھٹک جائیں تو اس نشانِ راہ کو دیکھ کر صراطِ مستقیم کی طرف پلٹ سکیں۔ اور اس طرح حضرتِ ابراہیم کا یہ فیض رہتی دنیا تک جاری وساری ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلیٰ ما یُحِبُّ ویرید۔ وَھُوَ الھادی الیٰ سَوَاءِ السَّبِیْل،

اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا

ان کے باپ دادا کو بھی، یہاں تک کہ آ گیا ان کے پاس یہ (صاف وصریح) حق اور کھول کھول کر سنانے والا عظیم الشان رسول ۳۵ ﴿۲۹﴾ مگر جب

۳۵ **منکرین کیلئے امہالِ خداوندی کا ذکر وبیان:-** چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ پھر بھی میں ڈھیل دیتا گیا ان منکروں اور ان کے باپ دادا کو یہاں تک کہ ان کے پاس حق بھی آ گیا، اور کھول کر بیان کرنے والا عظیم الشان رسول بھی - سو ایسے منکر لوگ چونکہ قبولِ حق سے اپنے مادی مفادات اور دنیاوی فوائد ومنافع پر زد پڑتے اور اپنی خواہشات پر قدغن لگتے دیکھتے ہیں۔ اس لیے یہ صریح اور واضح حق آجانے کے باوجود اس کے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ ان کے نزدیک دنیائے دوں کے یہ عارضی اور فانی مفادات ہی سب کچھ ہیں۔ اس لیے یہ لوگ انکار وتکذیبِ حق کے لیے خواہ مخواہ بہانے ڈھونڈنے لگے بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ منکرین ومخالفین کے کفر وانکار اور انکی محرومی کی اصل وجہ انکی دنیاوی رفاہیت وعیش پرستی ہے - والعیاذ باللہ - سو دنیاوی رفاہیت وعیش پرستی سے یہ لوگ مست ومگن اور مغرور ومتکبر ہو گئے۔ اور اس سے یہ لوگ اس دھوکے میں پڑ گئے کہ کفر وشرک کی جس راہ پر یہ بدبخت چل رہے ہیں وہ درست اور صحیح راہ ہے۔ اور اس طرح یہ لوگ راہِ حق سے اور محروم اور مزید دور ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ یہ گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوب گئے۔ تب ہم نے اپنی رحمت وعنایت سے ان کی ہدایت اور اصلاح کے لئے نیا انتظام کیا۔ اور ان کے لئے قرآنِ حکیم اور رسولِ مبین کی صورت میں اپنی وہ عظیم ترین نعمت بھیج دی جو ان کو حضیضِ حیوانیت اور قعرِ مذلت سے اٹھا کر شرفِ انسانیت اور اوجِ ثریا سے ہمکنار کرنے والی اور دارین کی سعادت وسرخروئی اور فوز وفلاح سے بہرہ ور کرنے والی ہے۔ مگر ان ناشکرے اور بے انصاف لوگوں نے پھر بھی اس کی قدر نہ پہچانی اور اسکو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور انکار ہی کرتے گئے یہاں تک کہ یہ دائمی خسارے اور ہولناک ہلاکت کا شکار ہو گئے۔ سو انکارِ حق کا نتیجہ دائمی ہلاکت وتباہی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

۳۶ **منکرین کے عناد وہٹ دھرمی کا ایک نمونہ:-** سو اس سے منکرین کے عناد اور انکی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ سامنے آتا ہے کہ انہوں نے حق کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کی بجائے اس کو جادو قرار دیا اور صاف وصریح طور پر کہہ دیا کہ ہم کو بہر حال اور بہر قیمت اس کا انکار کرنا ہے۔ تو ایسے میں ان کے لیے نورِ حق وہدایت سے سرفرازی آخر کس طرح اور کیونکر ممکن ہو سکتی ہے؟۔ اور اس طرح یہ بدنصیب لوگ اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرنے کی بجائے اس کی ناقدری وانکار کر کے دائمی مذلت اور ابدی خسارے کے گڑھے میں گر کر رہ گئے - والعیاذ باللہ - اور انکے عناد وہٹ دھرمی اور انکی مت ماری کا نتیجہ وانجام یہ تھا کہ قرآن حکیم کی دلوں کو موہ لینے والی تاثیر کو انہوں نے اسکی حقانیت کی دلیل سمجھنے کی بجائے اسکو جادوگری کا کرشمہ قرار دیا تو پھر ایسے ہٹ دھرموں کو ایمان کی روشنی ملے تو کیسے اور کیونکر؟ سو عناد وہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی ہے جس کے نتیجے میں انسان حرمان نصیبی کی راہ ہی میں آگے بڑھتا جاتا ہے، مگر اس کو اس کا کوئی شعور ہی نہیں ہوتا - والعیاذ باللہ العظیم -

جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

وہ حق ان کے پاس پہنچ گیا تو یہ کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم نے تو ہر قیمت پر اس کا انکار ہی کرنا ہے ۳۶ ﴿۳۰﴾

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ

اور کہا کہ کیوں نہ اتارا گیا ۳۷ اس قرآن کو (مکہ اور طائف کی) ان دو بستیوں میں کے

الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ

کسی بڑے شخص پر؟ ۳۸ ﴿۳۱﴾ کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ (جو یہ ایسی بڑکیں مارتے ہیں،)

۳۷ **منکرین کی فریب کاری کا ایک اور نمونہ ومظہر:** - سو منکرین نے عوام کالانعام کو فریب دینے کے لیے کہا یہ قرآن ان دو بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ اور "قریتین" سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔ جیسا کہ روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ "قریتین" سے یہاں پر مراد مکہ اور طائف ہی کی دو بستیاں ہیں۔ (ابنِ کثیر، جامع البیان، اور صفوۃ التفاسیر وغیرہ)۔ سو ان بدبختوں کا کہنا یہ تھا کہ اگر یہ کتاب واقعی اللہ ہی کی طرف سے نازل ہوئی ہے تو یہ مکہ یا طائف کے کسی بڑے سردار پر کیوں نہیں نازل کی گئی کہ مکہ اور طائف کی یہ دو بستیاں عربوں کے اَشراف اور سادات کا مرکز تھیں۔ پشتہا پشت کی عربوں کی سیادت انہی لوگوں کو حاصل رہی ہے۔ اس لیے ان منکرین و مکذبین کا کہنا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ایسی کوئی کتاب اتارنا ہوتی تو وہ یقیناً اسکو انہی دو بستیوں کے کسی بڑے سردار پر اتارتا نہ کہ ایک ایسے شخص پر جو کہ غریب ابنِ غریب ہے۔ جسکی بات کو ماننے کیلئے امراء مشکل ہی سے تیار ہونگے۔ سو ابنائے دنیا کے نزدیک معیارِ شرف وفضیلت دنیا کا متاعِ فانی اور حطامِ زائل ہی ہے۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بہرکیف یہ منکرین کی فریب کاری کا ایک اور نمونہ اور مظہر تھا جو انہوں نے عوام الناس کو بیوقوف بنانے اور ان کو راہِ حق وہدایت سے پھیرنے اور محروم رکھنے کے لیے اختیار کیا تھا۔ سو منکرینِ حق اور سیاسی بازیگروں کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین

۳۸ **ابنائے دنیا کی تنگ نظری اور مادہ پرستی کا ایک نمونہ ومظہر:** - سو اس سے ابنائے دنیا کی تنگ نظری اور مادہ پرستی کا ایک نمونہ ومظہر سامنے آتا ہے۔ اور یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ مادہ پرست لوگوں کے نزدیک معیارِ فضیلت اصل میں متاعِ دنیا ہے اور بس۔ سو ان کا کہنا تھا کہ یہ قرآن کسی ایسے بڑے دنیادار پر کیوں نہیں اتارا گیا جو دنیاوی مال و دولت اور ظاہری کروفر والا ہوتا۔ یہ کیا کہ یہ کلام مکہ کے ایک ایسے یتیم پر نازل ہوا ہے جس کے پاس نہ مال و دولت کی کوئی ریل پیل ہے اور نہ دنیاوی حکومت وسلطنت کا کوئی رعب داب۔ یعنی وہی بات کہ مادہ پرست انسان ہمیشہ مادۂ ومعدہ ہی کے

پیمانے سے سوچتا اور دیکھتا ہے۔ یہی بات کل تھی اور یہی آج ہے۔ سو اسی بنا پر کل کے ان منکرینِ نبوت کا کہنا تھا کہ اگر یہ کتاب اللہ ہی کی طرف سے ہوتی تو یہ ضرور مکہ یا طائف کے کسی بڑے دنیادار سردار پر اتاری جاتی۔ جیسے مکہ کے سردار ولید بن مغیرہ پر یا طائف کے سردار عروہ بن مسعود پر وغیرہ۔ (ابنِ کثیر، صفوۃ التفاسیر اور جامع البیان وغیرہ)۔ یہ کیا کہ اسکو ایک ایسے یتیم پر اتارا گیا جس کے پاس نہ دنیاوی مال و دولت کے ٹھاٹھ باٹھ ہیں اور نہ جاہ و منصب کا کوئی امتیاز۔ تو ایسے میں ہم انکو خدا کا رسول کیسے مانیں اور انکی پیروی کس طرح کریں؟ وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ دینِ حنیف کی تعلیماتِ مقدسہ کے مطابق اس دنیائے دُوں کے چند ٹکے تو کیا یہ پوری دنیا بھی حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - کے نزدیک پرِ کاہ کے برابر بھی نہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کسی کافر کو پانی کا گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ سو اس سے مومن کی عظمتِ شان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس دنیا کے کچھ ٹکوں کے لیے ابنائے دنیا جیتے اور مرتے ہیں وہ پوری دنیا مومنِ صادق کے نزدیک پرِ کاہ کے برابر بھی نہیں۔ سو اصل دولت ایمان و یقین کی دولت ہے اور اصل اور حقیقی کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے جو کہ کامل و سدا بہار اور ابدی و دائمی کامیابی ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، ہر قسم کے شرور و فتن اور مزلات و لغزشوں سے ہمیشہ اور ہر موقع پر اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قدم اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پہ پر اٹھانے کی اور حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ اپنی رضاء و خوشنودی، اپنی اطاعت و بندگی، اور اپنی مخلوق کی بہتری اور بھلائی کیلئے صرف کرنے کی توفیق بخشے اور محض اپنے فضل و کرم سے بخشے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا ارحم الراحمین، یا مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ علیه، بِیَدِكَ الْخَیْرُ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

۳۹ نعمتیں سب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں: - سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ تمام نعمتوں کی تقسیم اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے وہ جس کو جو چاہے اور جتنا چاہے عطا فرمائے - سبحانہ وتعالیٰ - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم ہی نے تقسیم کردیا انکے درمیان انکے سامانِ معیشت کو دنیاوی زندگی میں"۔ تو جب ہم نے خود انکی دنیاوی زندگی کی گزر بسر کے سامان کو بھی ان لوگوں کی رائے و مرضی پر نہیں چھوڑا جو کہ ایک گھٹیا اور معمولی چیز ہے تو پھر نبوت و رسالت جیسی نعمتِ عظمیٰ میں ان کی رائے و مرضی کے کسی دخل کا کیا سوال پیدا ہوسکتا ہے؟ سو انکو دنیا میں جو وسائل معیشت حاصل ہوئے ہیں وہ سب خداوند تعالیٰ کی تقسیم اور عنایت ہی سے حاصل ہوئے ہیں۔ انہوں نے خود نہیں حاصل کیے۔ اگر یہ خود حاصل کرنے والے ہوتے تو ان اغنیاء و امراء کے درمیان درجات و مراتب کا فرق و تفاوت کیوں ہوتا؟ اپنے اختیار میں تو کوئی اپنے بارے میں اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوتا کہ وہ کسی بھی اعتبار سے دوسرے سے کمتر ہو۔ سو اپنی خواہش کیخلاف یہ فرقِ مراتب اس بات کی نہایت واضح دلیل ہے کہ تقسیم کا معاملہ انکے ہاتھ میں نہیں بلکہ کسی اور ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جو اپنی حکمت و مشیئت اور صوابدید کے مطابق جسکو جو چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ وہی اللہ ہے جو خالق و مالک ہے اس ساری کائنات کا اور وہی اس میں حاکم اور متصرف بھی ہے - سبحانہ وتعالیٰ -

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَهُمۡ مَّعِیۡشَتَهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ

ہم نے تو ان کے درمیان ان کی گزر بسر کے ذرائع کو بھی تقسیم کر دیا ہے ان کی اس دنیوی زندگی میں، ف۳۹ اور

رَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ

ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دے دی درجات (و مراتب) کے اعتبار سے، تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں، ف۴۰

بَعۡضًا سُخۡرِیًّا ؕ وَ رَحۡمَتُ رَبِّكَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ ﴿۳۲﴾ وَ لَوۡ لَاۤ

اور تمہارے رب کی رحمت تو بہرحال کہیں زیادہ بہتر ہے ف۴۱ ان چیزوں سے جن کو (جوڑنے اور) جمع کرنے میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں، ف۴۲ ﴿۳۲﴾

اَنۡ یَّكُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ یَّكۡفُرُ

اور اگر نہ ہوتی یہ بات (اور خدشہ و اندیشہ نہ ہوتا اس امر کا) کہ سب لوگ ایک ہی طریقے (یعنی کفر) پر ہو جائیں گے، تو ہم ان لوگوں

۴۰ تفاوتِ درجات کی ایک بڑی حکمت کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے ان کے درمیان انکی دنیاوی زندگی میں ان کے سامانِ معیشت کو اس طرح تقسیم کر دیا اور ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دے دی درجات و مراتب کے اعتبار سے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں"۔ تاکہ اس طرح دنیا کا نظام چل سکے اور ان لوگوں کے لئے سہولت ہو۔ اور اس طرح ان کی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی اور تکمیل کا سامان ہوتا رہے۔ پس دنیاوی مال و دولت وغیرہ کے اعتبار سے اونچ نیچ کوئی معیارِ فضل و کمال نہیں، بلکہ اس میں دوسری مختلف حکمتیں کارفرما ہیں جن کا ادراک و احاطہ وہ حکیمِ مطلق ہی کر سکتا ہے جس کے حکم و ارشاد سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو فرقِ مراتب اور تفاوتِ درجات کی یہ ایک عظیم الشان حکمت ہے جسکو خالقِ حکیم نے اپنی اس حکمتوں بھری کائنات میں جاری فرمایا ہے۔ سو حضرتِ حق - جَلَّ مَجۡدُهٗ - نے بندوں کے درمیان ذہنی، جسمانی اور مادی وغیرہ ہر اعتبار سے درجات و مراتب کا جو فرق رکھا ہے اسی کی بنا پر بنی نوعِ انسان کے اندر باہمی تعاون و تناصر کی وہ فضا قائم ہے جس سے کاروبارِ حیات نہایت ہی پر حکمت طریقے سے رواں دواں ہے۔ جس سے ہر کوئی دوسرے کا محتاج ہے اور ہر ایک دوسرے کے طرح طرح سے کام آتا ہے۔ سو دورِ حاضر میں جو لوگ تفاوتِ درجات اور فرقِ مراتب کو مٹانے کے دعوے کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں وہ دراصل فطرت سے لڑنا اور اسکے تقاضوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ جس میں ایسے لوگ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ لوگوں کو ذہنی، جسمانی، مزاجی، طبعی اور عملی صلاحیتوں کے اعتبار سے ایک برابر نہ کر دیا جائے۔ اور یہ چیز ظاہر ہے کہ کسی کے بس میں نہیں۔ اور یہ محال اور ناممکن ہے۔ جن لوگوں نے اس خبط میں مبتلا ہو کر خون کے دریا بہا دیے انکا حال یہ ہے کہ ان میں بڑے سے بڑے فراعنہ بھی موجود ہیں۔ اور ان فرعونیوں کے بوٹوں کو پالش کرنے والے اور انکی گلیوں میں جھاڑو دینے والے بھی وغیرہ وغیرہ۔ جس سے ان کے مصنوعی دعووں کا جھوٹ آشکارا ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ مِنۡ کُلِّ زَیۡغٍ وَّ ضَلَالٍ،

۴۱ **اصل چیز رب کی رحمت ہی ہے سبحانہٗ وتعالیٰ:** ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تمہارے رب کی رحمت بہر حال کہیں بہتر ہے" اور رب کی رحمت سے یہاں پر مراد نبوت ہے جس کے لوازم میں سے کتاب اور وحی بھی ہے۔ (المراغی، المحاسن اور الصفوۃ وغیرہ)۔ سو یہ رحمت یعنی دین ونبوت اللہ پاک کی سب سے بڑی رحمت وعنایت ہے جو وہ اپنے بندوں پر فرماتا ہے۔ جس سے انسان اس دنیا میں بھی پاکیزہ زندگی ۔حیاتِ طیبہ۔ کی نعمت سے سرشار ہوتا ہے اور اس کے بعد آخرت میں وہ جنت کی دائمی اور بے مثال نعمتوں سے بھی مشرف ہوتا ہے۔ سو نبوت ورسالت کا شرف ومرتبہ بہت بڑا اور نہایت عظیم الشان مرتبہ ومقام ہے جس سے اللہ اپنے کسی بندے کو نوازتا ہے۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کا اہل کون ہے۔ اس لیے وہی اپنی اس رحمت وعنایت سے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ الایۃ (الانعام: ۱۲۵)۔ سو جن کو ابنائے دنیا ان کے مال ودولت کی بنا پر بڑا سمجھتے ہیں وہ اس سے نیچے اور بہت نیچے ہیں کہ شرفِ نبوت ورسالت سے سرفراز ہو سکیں۔ پس دنیا کی مادی چکا چوند سے مرعوب ہونے والے بڑے دھوکے اور خسارے میں مبتلا ہیں جو شرفِ نبوت ورسالت کے بارے میں اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر قائم اور سلامتی فکر ونظر سے مالا مال رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۴۲ **دولتِ دین کے مقابلے میں متاعِ دنیا ہیچ:** ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تمہارے رب کی رحمت کہیں بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو جوڑنے اور جمع کرنے میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں"۔ یعنی دنیاوی مال ومتاع اور جاہ ومنصب وغیرہ جو کہ اسی دنیائے فانی کے عارضی منافع اور وقتی فائدے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنی متاعِ زندگی انہی عارضی وفانی چیزوں میں صرف کر کے آخرت اور جنت کی ابدی ودائمی نعمتوں سے محروم ہو رہے ہیں جو کہ سب سے بڑا نقصان اور ایسا ہولناک خسارہ ہے کہ آخرت کے اس جہاں میں پہنچ چکنے اور وہاں کے اپنے اس انجام سے دوچار ہونے کے بعد اس کی تلافی وتدارک کی کوئی صورت ممکن نہیں ہو گی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اصل چیز یہ دنیاوی مال ودولت نہیں جو کہ بہر حال فانی ہے بلکہ اصل چیز وہ نورِ ایمان ویقین ہے جو انسان کو دارین کی فلاح اور سعادت وسرخروئی سے سرفراز کرتا ہے۔ اسکے بعد دنیا ملے تو بھی خیر اور نہ ملے تو بھی خیر۔ تو اصل کوشش اسی کے حصول کیلئے کرنی چاہیئے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔

۴۳ **متاعِ دنیا کی حقارت اور بے حقیقتی کا ذکر وبیان:** ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ ایک ہی ڈگر پر چل پڑیں گے تو ہم ان لوگوں کے لیے جو خدائے رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے گھروں کی چھتوں کو چاندی کا بنا دیتے اور ان کی ان سیڑھیوں کو بھی، جن پر یہ لوگ اترتے چڑھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازوں کو بھی، اور ان کے ان تختوں کو بھی چاندی کا بنا دیتے جن پر یہ لوگ ٹیک لگاتے ہیں، اور یہ سب چیزیں سونے کی بھی کر دیتے"۔ دوسرے معنیٰ "زخرف" کے زینت سے بھی کئے گئے ہیں۔ جس میں سونا، چاندی، ہیرے، جواہر وغیرہ سب ہی کچھ آ جاتا ہے۔ یعنی ہم انہیں طرح طرح کے نہایت عمدہ اور بیش قیمت سامانِ زیب وزینت سے آراستہ وپیراستہ کر دیں اور ان کو ہیرے جواہرات وغیرہ وہ سب ہی کچھ دے دیں جن کو ابنائے دنیا بہت کچھ بلکہ سب ہی کچھ سمجھتے ہیں۔ سو اس ارشادِ عالی سے متاعِ دنیا کی حقارت اور بے حقیقتی کو واضح فرمایا گیا ہے کہ جس ساز وسامان پر ابنائے دنیا مست ومغرور ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکی کچھ بھی حیثیت نہیں۔

بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا

کو بھی جو (خدائے) رحمٰن کے ساتھ کفر کرتے ہیں (اتنی دنیا دے دیتے کہ) ان کے گھر کی چھتیں اور وہ سیڑھیاں بھی جن پر یہ لوگ

يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا

چڑھتے (اترتے) ہیں چاندی کی کر دیتے، ﴿۳۳﴾ اور ان کے گھروں کے دروازے اور وہ تخت بھی جن پر یہ

يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ

تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں، ﴿۳۴﴾ اور سونے کے بھی، ف۴۳ کیونکہ یہ سب کچھ تو محض دنیوی زندگی کا (چندروزہ)

ع ۹ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾ وَمَنْ

سامان ہے، ف۴۴ اور آخرت (جو کہ اس سے کہیں بہتر ہے) تمہارے رب کے یہاں بہر حال پرہیز گاروں ہی کیلئے ہے، ف۴۵ ﴿۳۵﴾ اور جو کوئی

يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ

اندھا بن جاتا ہے (خدائے) رحمٰن کی یاد (دلشاد) سے، ف۴۶ تو ہم مسلط کر دیتے ہیں اس پر ایک شیطان کو، (اس کے سوءِ اختیار کی بناء پر،) ف۴۷

۴۴ متاعِ دنیا محض چندروزہ سامان:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ سب کچھ محض دنیاوی زندگی کا چندروزہ سامان ہے جس کی ہمارے یہاں اور خاص کر آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت اور قدر و قیمت ہے ہی نہیں۔ جیسا کہ سننِ ترمذی کی روایت میں ہے کہ "اگر یہ دنیا ساری اللہ پاک کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن رکھتی ہوتی تو وہ کسی کافر کو پانی کا گھونٹ بھی نہ پلاتا"۔ مگر افسوس کہ اس کے باوجود آج کتنے ہی فرزندانِ اسلام ایسے موجود ہیں جنہوں نے اسی دنیا کو مقصودِ اصلی قرار دے رکھا ہے۔ اور ان کی سب کوششیں اسی محور کے گرد گھومتی ہیں۔ اور وہ بھی دوسروں کی طرح دنیا طلبی اور اس کے حطامِ فانی و زائل کی تحصیل میں ایسے محو و منہمک ہو گئے کہ حلال و حرام کی حدود و قیود اور یومِ معاد کے حساب و کتاب تک کو بھول گئے۔ والعیاذ باللہ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جس ساز و سامان پر ان لوگوں کو اتنا بڑا ناز ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اسکی سرے سے کوئی حقیقت اور حیثیت ہی نہیں۔ سو دنیاوی مال و متاع کی بناء پر آخرت سے منہ موڑنا بڑا ہی ہولناک خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال، وفی كل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحياة

۴۵ اصل چیز تو آخرت اور وہاں کی کامیابی ہی ہے:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ آخرت جو اس سے کہیں بہتر ہے وہ تمہارے رب کے نزدیک پرہیز گاروں ہی کیلئے ہے۔ اور وہ اتنی بہتر ہے کہ دنیا و آخرت میں اس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ اور اتنی کہ اس کو اللہ پاک کے سوا جاننا بھی کسی کے بس کا روگ نہیں۔ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ

﴾ الآیۃ (سورۃ السجدہ: ۱۷)۔ اور ایسی بہتر کہ اس میں شر کا کوئی پہلو وشائبہ تک نہیں۔ جبکہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی شرور وفتن اور کد وکاوش کے احاطہ وہجوم سے خالی نہیں۔ اور جب ہے وہ خالص متقی لوگوں ہی کے لئے تو پھر تم لوگ اس دنیائے دوں کے عارضی منافع اور وقتی فوائد کے بجائے آخرت ہی کو اپنا مطمح نظر اور مقصودِ حیات کیوں نہیں بناتے؟ اور وہاں کی ان عظیم الشان اور بے مثل نعمتوں سے بہرہ ور وسرفراز ہونے کے لئے تقویٰ کی صفت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ تاکہ اس ابدی وسرمدی کامیابی سے ہمکنار وسرفراز ہوسکو۔ اَللّٰھُمَّ فَوَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی من القول والعمل وَشَرِّفْنَا بِجَنّٰتِکَ وَنَعِیْمِھَا بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِین۔ سو اصل چیز آخرت کی یہ حقیقی اور ابدی کامیابی ہے نہ کہ دنیا کے وہ وقتی فائدے اور عارضی لذتیں جن کو ابنائے دنیا اپنا مقصودِ حیات بنائے بیٹھے ہیں کہ وہ سب کچھ عارضی اور فانی ہے۔ جبکہ آخرت کی کامیابی حقیقی، دائمی اور ابدی ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۶۶ خدائے رحمٰن کی یاد سے محرومی محرومیوں کی محرومی۔ والعیاذ باللہ: ۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ خدائے رحمان کی یادِ دلشاد سے اعراض وروگردانی اِغواء وتسلطِ شیطانی کا باعث ہے۔ والعیاذ باللہ۔ پس سو جو خدائے رحمٰن کی یادِ دلشاد سے اندھا بن جائے کہ نہ وہ اس کے دلائلِ قدرت ووحدانیت میں غور کرے، نہ اس کی رحمت وعنایتِ بکراں کے چار سو پھیلے ہوئے مظاہر پر نظر کرے، اور نہ اس کی گرفت وپکڑ سے بچنے کی فکر کرے اور نہ اس کے حضور جوابدہی کے بارے میں سوچے۔ والعیاذ باللہ۔ بلکہ ان سب تقاضوں سے اندھا بن کر وہ صرف دنیا وپیٹ اور تن وتوش کے لئے ہی جینے اور مرنے لگے۔ اور انسانیت کے منصبِ شرف سے گر کر خالص حیوانیت کی زندگی گزارنے لگے۔ والعیاذ باللہ۔ عَشَا یَعْشُوْا عَشْوًا، غَزَا یَغْزُوْا غَزْوًا کی طرح فعلِ واوی ہے جس کا معنیٰ ہے "اعشی" یعنی چندھیائے ہوئے آدمی کی طرح کمزور اور سرسری نگاہ سے دیکھنا۔ (تفسیر ابنِ عاشورؒ)۔ "ذکر" کا لفظ اگرچہ عام ہے۔ اللہ پاک۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ کی ہر طرح کی یادِ دلشار کو شامل ہے مگر اس کا سب سے بڑا اور کامل مصداق قرآنِ حکیم ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَھٰذَا ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ اَنْزَلْنٰہُ﴾ الآیۃ (الانبیاء: ۵۰) نیز دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾۔ (الحجر: ۹)۔ اس لئے بہت سے حضراتِ مفسرین نے یہاں ذکر سے مراد قرآنِ پاک ہی کو لیا ہے۔ مثلاً محاسن التاویل، صفوۃ التفاسیر، بیان القرآن اور معارف القرآن وغیرہ۔ سو اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ قرآنِ حکیم سے اِعراض وروگردانی کا نتیجہ شیطان کے پنجہ مکروفریب میں پھنسنا ہے۔ جو کہ ہلاکتوں کی ہلاکت اور محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اَللّٰھم اَعنَّا علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ یا ذا الجلال والاکرام۔

۶۷ انسان کے بناؤ بگاڑ کا اصل تعلق اسکے اپنے قلب وباطن سے: ۔ سو اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ انسان کے بناؤ بگاڑ کا اصل تعلق اور اس کا مدار وانحصار اس کی اپنی نیت اور ارادہ پر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے بدبخت

شخص پر ہم ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ یعنی ہمارا قانون اور دستور یہی ہے کہ ایسے شخص پر جو کہ اپنے خالق و مالک کی یادِ دلشاد سے اندھا بن جاتا ہے اس پر شیطن مسلط ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ گندگی پر مکھیاں اور مردار پر چیل کوے وغیرہ مردار خور جانور جمع ہو جاتے ہیں۔ اور یہ شیطن عام ہے کہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ جیسا کہ۔ ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾۔ کے ارشاد میں فرمایا گیا ہے۔ سوذکر الٰہی اور یادِ خداوندی، خاص کر قرآنِ حکیم سے منہ موڑنا پیش خیمہ ہے بہت بڑی ہلاکت اور ہولناک تباہی کا ۔ والعیاذُ باللہ العظیم ۔ بہر کیف یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کا دل جب تک خداوندِ قدوس کی یادِ دلشاد سے آباد رہتا ہے اس وقت تک شیطان اس تک راہ نہیں پا سکتا۔ لیکن جب وہ خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے ۔ والعیاذُ باللہ ۔ تو شیطان آہستہ آہستہ اسکے قلب کی دنیا تک پہنچنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شدہ شدہ اور رفتہ رفتہ اسکے دل کی قلمرو پر پوری طرح مسلط اور قابض ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس پر قبضہ جما لیتا ہے تو پھر اسکے چنگل سے نکلنا آسان نہیں رہتا۔ اسکے بعد ایسے شخص کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ کوئی پند و نصیحت اور تذکیر و تعلیم اس پر اثر نہیں کرتی۔ شیطان اپنے مکر و فریب اور شکوک و شبہات کے ذریعے انسان کو اس سے برگشتہ کر لیتا ہے ۔ والعیاذُ باللہ ۔ سو معاملہ اصولی اور بنیادی طور پر انسان کی اپنی نیت اور اسکے ارادہ و اختیار پر مبنی و موقوف ہے۔ اگر وہ اپنے حسنِ اختیار کی بنا پر خدائے رحمٰن و رحیم کی یادِ دلشاد سے سرشار رہے گا تو اسکی حفاظت و پناہ میں رہے گا ورنہ شیطان مردود کے شکنجے میں پھنس کر رہ جائے گا ۔ والعیاذُ باللہ العظیم ۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے،۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۲۸ ذکر اللہ سے محرومی کا نتیجہ و انجام تسلّط و اغواءِ شیطانی، والعیاذُ باللہ، جلّ وعلا: ۔ سو ذکر اللہ سے محرومی کے نتیجے میں ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے محروم ہو کر شیطان کے جال میں پھنس کر رہ جاتا ہے، اور وہی اس کا ساتھی اور رفیق بن جاتا ہے، ۔ اور شیطان کی رفاقت کا نتیجہ و انجام ہے دائمی ہلاکت و تباہی ۔ والعیاذُ باللہ ۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ برا ساتھی جو انسان کو برائی اور گمراہی کی طرف لے جائے اللہ کا عذاب ہے ۔ والعیاذُ باللہ ۔ اور اس کے بالمقابل اچھا ساتھی جو کہ انسان کو نیکی و خیر اور حق و ہدایت کی راہ دکھائے وہ اللہ پاک کا انعام اور اس کا فضل و کرم ہے۔ اور اس کا اصل دار و مدار انسان کی اپنی نیت و ارادہ اور اسکے حسنِ اختیار اور باطن کے حال پر ہے۔ سو جو لوگ خداوندِ قدوس کی یادِ دلشاد اور اسکے ذکرِ پاک سے اپنے دلوں کی دنیا کو شاد و آباد رکھتے ہیں شیطان کو انکے اندر گھسنے کی راہ نہیں ملتی۔ اور اگر کبھی اسکو دراندازی کا کوئی موقع مل بھی جائے تو وہاں ٹک نہیں سکتا۔ بلکہ بندے کے متنبہ ہوتے ہی اسکو وہاں سے بھاگنا پڑتا ہے۔ جبکہ ذکر اللہ سے محروم انسان کا وہ پکا اور دائمی یار بن جاتا ہے اور اسکو ہمیشہ ہلاکت اور تباہی ہی کی طرف کھینچتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسکو اسکے آخری انجام تک پہنچا کر رہتا ہے ۔ والعیاذُ باللہ العظیم ۔ سو ذکر اللہ سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ اور اس سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے۔ والعیاذُ باللہ جل وعلا بکل حال من الاحوال

قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ

پھر وہ اس کا (ہر وقت کا) ساتھی ہو جاتا ہے ف۴۸ ﴿۳۶﴾ اور یہ (شیاطین) ایسے لوگوں کو طرح طرح سے روکتے ہیں راہ (حق) سے ف۴۹ مگر

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ

وہ (اپنی شومیٔ قسمت سے) یہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں ف۵۰ ﴿۳۷﴾ یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آ پہنچے گا تو (اپنے اس ساتھی سے)

وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ

کہے گا کہ اے کاش کہ میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی کہ تو بڑا ہی برا ساتھی ہے ف۵۱ ﴿۳۸﴾ اور (اس وقت ان سے کہا

يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ

جائے گا کہ دنیا میں) جب تم لوگ ظلم ہی پر ہی کمربستہ رہے تو اب تمہیں اس بات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا کہ تم سب اس عذاب میں

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ

باہم شریک ہو ف۵۲ ﴿۳۹﴾ کیا آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو؟ یا آپ راستہ دکھا سکتے ہیں اندھوں کو؟

وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ

اور ان کو جو (ڈوبے پڑے) ہیں کھلی گمراہی میں؟ ف۵۳ ﴿۴۰﴾ پھر اگر ہم آپ کو (دنیا سے) لے جائیں تب بھی ہم نے ان سے

فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ

(ان کے کئے کرائے کا) بدلہ لے کر رہنا ہے ﴿۴۱﴾ یا ہم اگر آپ کو دکھلا دیں وہ (عذاب) جس کا وعدہ ہم نے ان سے کر رکھا ہے

ف۴۹ شیطان کا کام راہ حق سے روکنا - والعیاذ باللہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "شیاطین طرح طرح سے روکتے ہیں اپنے دوستوں کو راہ حق سے"۔ پس جو راہ حق و صواب سے روکے وہ شیطان ہے خواہ وہ کسی بھی شکل ولباس میں ہو۔ اور ایسے "قُرَنَاءِ سُوْءٍ" - برے ساتھی - انسان کو راہ حق وصواب سے طرح طرح سے روکنے اور اس کو محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے طرح طرح کے من گھڑت اور خودساختہ و بے بنیاد فلسفوں اور قسما قسم کی ملمع سازیوں کے ذریعے وہ اپنے زیغ وضلال اور کفر و باطل کو ایسا بنا سنوار کر پیش کرتے ہیں کہ عام اور سادہ لوگوں کیلئے ان کے دام تزویر کے پھندے سے نکلنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی - والعیاذ باللہ - اور وہ اس کے نتیجے میں اپنے آپ کو حق اور ہدایت پر سمجھنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہلاکت وتباہی کے دائمی گڑھے میں جا گرتے ہیں - فَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ قُرَنَاءِ السُّوْءِ، وَمِنْ جُلَسَاءِ الشَّرِّ، وَمِنْ دُعَاةِ الْفِتْنَةِ وَالْفَسَادِ،

وَ الزَّیغ و الضَّلال - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین ۔

۵۰ اِغواء و تسلط شیطانی کے ایک ہولناک اثر و نتیجے کا ذکر و بیان :- سو اس سے شیطانی تسلط و اغواء کے ایک نہایت ہولناک اور انتہائی خطرناک واضح فرمادیا گیا وہ یہ کہ اغواء و تسلط شیطانی کا شکار اور اسکے پنجے میں گرفتار ہونے والے ایسے لوگ راہِ حق و صواب سے محروم ہونے کے باوجود سمجھتے ہیں کہ وہ راہِ راست پر ہیں۔ یعنی ایسے لوگ گمراہی پر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو راہِ راست پر سمجھتے ہیں۔ اور یہ مرض کا سب سے سنگین اور خطرناک سٹیج ہوتا ہے کہ مریض اپنے آپ کو تندرست و صحت مند سمجھنے لگے کہ ایسے میں تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں - والعیاذ باللہ العظیم - سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اس طرح کے جو لوگ شیطان کے ہتھے چڑھتے ہیں انکا حشر یہ ہوتا ہے کہ شیاطین کا ٹولہ انکی راہ مار دیتا ہے اور انکو راہِ حق سے محروم کر دیتا ہے۔ مگر ان بدبختوں کی شومئی قسمت کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ان کے پھندوں میں پھنسے ہوئے ہونے کے باوجود یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ پر چل رہے ہیں - والعیاذ باللہ - اور اس طرح وہ خسارے پر خسارے میں مبتلا ہو جاتے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۵۱ بری صحبت کے برے انجام کا ذکر و بیان، والعیاذُ باللہ العظیم :- سو قیامت کے دن جب اصل حقیقت سامنے آئے گی تو اس وقت وہ شخص اپنے اس برے ساتھی پر لعنت بھیجے گا اور اس سے کہے گا کہ کاش کہ میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی۔ یعنی زندگی کی متاعِ عزیز کو اس کے کہنے پر یونہی ضائع کر کے اور کسبِ آخرت کے شرف سے محروم ہو کر جب یونہی خالی ہاتھ ہمارے پاس پہنچا اور اس وقت اپنے اس ساتھی کی حقیقت اس پر کھلی تو تب وہ اس سے اتنی دوری کی تمنا کرنے لگا۔ مگر کہاں اور کیسے؟ - وَاَنّٰی لَہٗ ذَالِکَ ؟ - سو دنیا میں تو ایسے ساتھیوں کی رفاقت اور سنگت خوب چلتی ہے مگر آخرت میں جب اپنے رب کے حضور حاضری ہوگی اور کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کے اس یومِ عظیم میں انکی اس دوستی کا انجام سامنے آجائے گا تو اس وقت ایسا دوست اپنے شیطان دوست پر لعنت بھیجے گا۔ اور اس سے کہے گا کہ تو بڑا برا دوست ہے جس نے مجھے اس ہولناک انجام اور دائمی خسارے سے دوچار کیا۔ کاش کہ تیرے اور میرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا - ﴿فَبِئْسَ الْقَرِیْن﴾ - اس برے ساتھی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت اور پھٹکار ہے کہ کیسا برا ساتھی ثابت ہوا یہ شخص جس نے اپنے ساتھی کو آخرِ کار اس کھڈ میں لا گرایا - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور زندگی کے ہر موڑ پر اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین ۔

۵۲ بُرے ساتھیوں کی ایک اور تذلیل و تقبیح کا ذکر و بیان :- سو جب برے ساتھیوں کے درمیان یہ تو تکار اور جوتا پیزار ہی ہوگی تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو کہا جائے گا کہ دنیا میں جب تم ایک دوسرے کے تابع اور متبوع بن کر اپنی جانوں پر ظلم ڈھا چکے اور تمہیں اپنے اس انجام کے بارے میں غور و فکر کی توفیق نہ ہوئی تو اب تمہیں ایک دوسرے پر لعنت کے ڈونگرے برسانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ سو اب تمہیں اس بات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا کہ تم سب اس عذاب میں باہم شریک ہو۔ کیونکہ اپنے گمراہ کرنے والے ان لیڈروں اور بڑوں کو جن کو تم قدموں تلے روندنا چاہو گے وہ بھی اگرچہ تمہارے سامنے اور تمہارے ساتھ دوزخ کی اس آگ میں جل رہے ہوں گے مگر اس سے تم کو کیا فائدہ؟ اس سے تمہارے عذاب کی حدت اور شدت میں تو کوئی کمی واقع نہیں ہوگی - والعیاذ باللہ - اور دنیا میں جب تم ایک دوسرے کے تابع اور متبوع اور

دوست بن کر اپنی جانوں پر ظلم ڈھا چکے اور تم نے وہاں پر حق اور اہلِ حق کی بات کو سن کر اور جان کر نہیں دیا تو اب تمہاری لعن طعن کا کیا فائدہ؟ اب تم دونوں ہی نے اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہے۔ پس اسکو بھگتو۔ ﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا﴾ الایۃ (سورۃ السجدۃ:۱۴)۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا بنائے رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں ہی پر چلنا نصیب فرمائے آمین ثم آمین

۵۳ منکرین حق اندھے اور بہرے، والعیاذ باللہ العظیم:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور پیغمبرؑ کو خطاب کر کے آپ کی تسکین وتسلیہ کے لیے فرمایا گیا کہ یہ لوگ اگر نہیں سنتے تو اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں بلکہ اصل رکاوٹ انکا عناد اور ہٹ دھرمی ہے جس کی بنا پر یہ اندھے بہرے بن کر رہ گیے ہیں۔ سو آپ کی تذکیر وموعظت ان ہی لوگوں کے اندر کارگر ہو سکتی ہے جو زندہ ہوں اور ان کے اندر دیکھنے سننے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت باقی ہو۔ جبکہ ان لوگوں نے اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر علم وادراک کی صلاحیتوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اور یہ اندھے اور بہرے بن کر رہ گئے ہیں۔ اور اندھوں بہروں کو راستہ دکھانا کسی کے بس میں نہیں۔ یعنی یہ لوگ صرف گمراہ ہی نہیں بلکہ گمراہی میں غرق اور اس میں غوطہ زن ہیں۔ تو پھر ان کو ہدایت کس طرح ہو سکتی ہے؟ کشتی پانی میں ہو تو پار لگ سکتی ہے مگر جب پانی کشتی میں بھر آئے تو اس کے پار لگنے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ پس آپ ایسے اندھوں بہروں کی وجہ سے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں۔ اور ان پر اتنا افسوس نہ کریں کہ اس میں اپنی جانِ عزیز کو بھی داؤ پر لگا دیں۔ ﴿فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرٰتٍ﴾ الایۃ (فاطر:۸)۔ سو یہ دراصل آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپؐ جو ان کی ہدایت کی حرص رکھتے ہیں اسکا کوئی فائدہ نہیں کہ یہ لوگ آپ کی حرص کے باوجود ایمان لانے والے نہیں۔ اس لئے آپ ان کی اتنی فکر نہ کریں۔ ﴿وَمَآ اَکْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾۔ کہ انہوں نے اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اپنی آنکھوں کو اندھا اور اپنے کانوں کو بہرہ کر دیا ہے۔ اور اپنے دلوں پر انہوں نے تالے چڑھا دیئے ہیں۔ سو ایسوں کو راہِ راست پر لانا کسی کے بس میں نہیں کہ ان پر اللہ کی مار پڑ چکی ہے۔ ان کے اپنے عناد اور ان کی ہٹ دھرمی کی بناء پر۔ اور ایسوں کو راہِ راست پر لانا کسی کے بس میں نہیں ہو سکتا۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔

۵۴ منکرین کے لیے ایک تنبیہ وتہدید:۔ سو اس ارشاد میں پیغمبر کیلئے تسکین وتسلی اور کفار ومنکرین کیلئے تہدید ودھمکی ہے۔ سو ان کفار کو سنایا جا رہا ہے جو آپؐ سے عذاب لانے کا مطالبہ کر رہے تھے کہ لاؤ وہ عذاب جس کی دھمکیاں آپ ہمیں دے رہے ہو۔ سو ان کو بتایا جا رہا ہے کہ عذاب لانا پیغمبر کے اختیار میں نہیں بلکہ وہ ہمارے ہی اختیار میں ہے۔ اور ہم اسے جب چاہیں لا سکتے ہیں خواہ پیغمبر کی زندگی میں یا اس کے بعد۔ سو اس سے بہر حال کچھ فرق نہیں پڑتا کہ وہ عذاب کب آئے گا کہ اس نے بہر حال آ کر رہنا ہے کہ تم لوگ تو بہر حال ہمارے قابو اور کنٹرول میں ہو۔ کہیں بچ کر نکل نہیں سکتے۔ سو تمہیں تو اس سے بچنے کی فکر کرنی چاہیئے نہ کہ اس کے جلدی آنے کا مطالبہ کہ اسکے آجانے کے بعد تمہیں تو بہر طور کچھ نہیں ملے گا۔ پھر تم لوگ آخر اس کیلئے جلدی کیوں مچاتے ہو۔ تمہیں اس سے کیا ملے گا؟۔ ﴿مَاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾۔ (یونس: ۵۰)۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ

تب بھی (کوئی فرق نہیں پڑتا کہ) ہم ان پر بہر حال پوری طرح قابو رکھتے ہیں، ف۵۴ ﴿۴۲﴾ پس آپ مضبوطی سے تھامے رکھیں اس (دینِ حق)

اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ

کو جس کی وحی آپ کی طرف کی گئی ہے، بلاشبہ آپ سیدھی راہ پر ہیں، ف۵۵ ﴿۴۳﴾ اور بلاشبہ یہ قرآن ایک بڑا شرف ہے ف۵۶ آپ کے لئے بھی،

وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا

اور آپ کی قوم کے لئے بھی، ف۵۷ اور عنقریب ہی تم سب سے اس کے بارہ میں پوچھا جائے گا، ف۵۸ ﴿۴۴﴾ اور پوچھ لیجئے آپ (اے پیغمبر)

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ

ہمارے ان تمام رسولوں سے جن کو ہم آپ سے پہلے بھیج چکے ہیں، ف۵۹ کیا ہم نے (خدائے) رحمن کے سوا کچھ دوسرے

ع ۴/۱۰ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ۧ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰي بِاٰيٰتِنَآ اِلٰي

ایسے معبود مقرر کئے تھے جن کی بندگی کی جائے؟ ف۶۰ ﴿۴۵﴾ اور بلاشبہ ہم ہی نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ،

۵۵ پیغمبر کا راستہ بہر حال حق اور ہدایت کا راستہ ہے:- سو کوئی مانے یا نہ مانے تسلیم کرے، یا نہ کرے، حق اور ہدایت کا راستہ بہر حال وہی اور صرف وہی ہے جسکی راہنمائی پیغمبر کرتے ہیں علیہ الصلوۃ والسلام، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ آپ مضبوطی سے تھامے رکھیں اس وحی کو جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ بلاشبہ آپ۔ اے پیغمبر! ۔ سیدھی راہ پر ہیں۔ پس یہ لوگ مانیں یا نہ مانیں، آپ قطعی طور پر سیدھی راہ پر ہیں۔ اور یہ دینِ حق حقیقی طور پر حق اور سچ ہے۔ ان لوگوں کے ماننے یا نہ ماننے سے اس کی عظمت وحقانیت میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ کوئی شک اور تردد اس ضمن میں آپ کو پیش نہیں آنا چاہیے۔ سو یہ آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کو اور آپ کے توسط سے آپ کی امت کے ہر داعیِ حق کو خطاب فرمایا جا رہا ہے۔ اور خطاب اگرچہ بظاہر پیغمبر سے ہے لیکن سنانا دراصل دوسروں کو ہے۔ اور یہ درس وتنبیہ سب کے لئے ہے کہ حق والے تو اس راہِ حق وصواب پر پکے اور ثابت قدم رہیں اور باطل والے اس کی طرف رجوع کریں کہ راہِ حق بہر حال یہی ہے۔ اور پیغمبر بہر حال راہِ حق پر ہیں جو اس دعوت کو قبول کریں گے۔ اور جو اس راہِ حق وصدق کو اپنائیں گے وہ اپنا ہی بھلا کریں گے۔ اور جو اس سے منہ موڑیں گے اور اعراض و روگردانی برتیں گے وہ اپنا ہی نقصان کریں گے کہ راہِ حق اور صراطِ مستقیم بہر حال یہی اور صرف یہی ہے۔

۵۶ قرآنِ حکیم ایک عظیم الشان ذکر وشرف:- سو ارشاد فرمایا گیا اور اَدواتِ تاکید کے ساتھ فرمایا گیا کہ بلاشبہ یہ قرآن ایک عظیم الشان شرف ہے۔ آپ کیلئے بھی اے (پیغمبر!) اور آپ کی قوم کیلئے بھی، سو یہ ایسا عظیم الشان شرف ہے کہ اس جیسا دوسرا کوئی شرف نہ کبھی انسانیت کو اس سے پہلے کبھی نصیب ہوا اور نہ کبھی آئندہ نصیب ہوگا۔ ایسا شرف جو کہ دارین کی فوز وفلاح اور سعادت وکامرانی کا کفیل وضامن ہے۔ ایسا شرف جو کہ پوری نوعِ انسانیت کے لئے کامل دستور اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ سو فرمایا گیا کہ یہ ایک عظیم الشان شرف ہے

آپ کیلئے اے پیغمبر! کہ آپ پر یہ عظیم الشان اور بے مثال کلام بذریعہ وحی نازل فرمایا گیا۔ اور اسکے ذریعے آپکو نبوت و رسالت بلکہ نبیوں کی امامت و پیشوائی کے عظیم الشان اور بیمثال شرف سے نوازا گیا اور آپ کی قوم یعنی قریش اور پوری عرب قوم کیلئے بھی یہ ایک عظیم الشان شرف ہے۔ جس سے انکو اور انکی زبان کو دائمی عزت وشرف سے نوازا گیا۔ یہ لفظ ذکر کا ایک معنیٰ ومفہوم ہے۔ جبکہ اسکا دوسرا معنیٰ ومفہوم یہ ہے کہ یہ لفظ تذکیر کے معنیٰ میں ہے۔ حضراتِ مفسرینِ کرام نے ان دونوں کو ذکر و بیان فرمایا ہے۔ اور کسی نے ان دونوں میں سے ایک مفہوم کو اختیار کیا ہے اور کسی نے دوسرے کو۔ (ابنِ کثیر، روح، قرطبی، مراغی اور صفوۃ وغیرہ)۔ لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ اس لفظ کو ان دونوں ہی مفہوموں کیلئے عام رکھا جائے کہ قرآنِ پاک کے اندر یہ دونوں ہی وصف اور دونوں ہی شانیں موجود ہیں۔ اور یہ صرف اسی کتابِ حکیم وعزیز کی امتیازی شان ہے۔ والحمدللہ

۵۷ پیغمبر اور قوم دونوں کی ذمہ داری کا حوالہ وذکر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ یہ عظیم الشان شرف ہے آپ کیلئے بھی اور آپ کی قوم کیلئے بھی" کہ حق کا یہ آخری اور ابدی پیغام اس خاتم الکتب کی شکل میں آپ پر اور آپ کی قوم کی لغت وزبان میں نازل ہوا۔ جس کی بنا پر دنیا کی دوسری تمام قومیں ان کی زبان ولغت سیکھنے اور اس کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوگئیں۔ اور اس کتابِ حکیم کی برکت سے ان کی زبان ولغت نہ صرف یہ کہ زندۂ جاوید ہوگئی بلکہ مرجعِ خلائق بھی بن گئی۔ اسی آیتِ کریمہ کی نظیر سورۂ انبیاء کی یہ آیتِ کریمہ ہے۔ ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ کِتٰبًا فِیْهِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾۔ (الانبیاء: ۱۰)۔ اور جیسا کہ اوپر والے حاشیے میں گزرا یہ کتابِ حکیم ایک عظیم الشان شرف بھی ہے اور حق اور حقیقت کے عرض وبیان کیلئے ایک عظیم الشان تذکیر و یاددہانی بھی۔ سو اس ارشاد سے قرآنِ حکیم سے متعلق پیغمبر اور قوم دونوں کی ذمہ داری کا حوالہ بھی دے دیا گیا کہ پیغمبر کے ذمے اس پیغامِ حق کی تبلیغ ہے۔ یعنی اس کو بلاکم وکاست جوں کا توں آگے پہنچا دینا اور قوم کی ذمہ داری اس کو صدقِ دل سے اپنانا اور قبول کرنا اور زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔ اور یہی راستہ ہے سعادتِ دارین سے سرفرازی کا۔ جس سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے، والعیاذ باللہ، جَلَّ وَعَلَا

۵۸ پرسشِ آخرت کی تذکیر و یاددہانی:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم سب سے اس ذکرِ عظیم کے بارے میں عنقریب پوچھ ہوگی" کہ تم لوگوں نے اس کی کیا قدر پہچانی اور کیا حق ادا کیا۔ اور ظاہر ہے کہ جب نعمت اتنی بڑی ہے تو اس کی پوچھ بھی اتنی ہی بڑی اور اسی قدر سخت ہوگی۔ اللہ ہمیں اس کا حق پہچاننے اور ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ حقوقِ قرآن کے بارے میں راقمِ آثم نے اپنی کتاب "معجزاتِ خاتم الانبیاء" کے شروع میں کافی کچھ ذکر کیا ہے جو آج سے کوئی بیس سال قبل چھپ گئی تھی۔ والحمد للہ۔ نیز اپنی دوسری کتاب جو کہ "نعمتِ قرآن اور اس کے تقاضے" کے نام وعنوان سے تحریر کی گئی ہے اور ابھی حال ہی میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر آئی ہے اس میں بھی حقوقِ قرآن کو کافی تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ بہرکیف اس ذکرِ عظیم کے بارے میں پیغمبر سے بھی پوچھ ہوگی اسکی تبلیغ کے بارے میں۔ اور امت سے پوچھ ہوگی کہ انہوں نے اسکا کیا حق ادا کیا۔ جیسا کہ سورۂ اعراف میں اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ﴾۔ (الاعراف: ۶-۷)۔ یعنی "ہم نے ضرور پوچھنا ہے ان لوگوں سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور ہم نے ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے بھی۔ پھر انکو ہم خود ہی بتا دیں گے انکی پوری سرگزشت علم کی بنا پر۔ اور ہم کہیں غائب اور۔ بے خبر نہیں تھے۔" سو رسولوں سے پوچھ انکی تبلیغ کے بارے میں ہوگی اور انکی قوموں

سے اسکی قبولیت واستجابت کے بارے میں۔ سو اس ارشادِ ربانی میں ایک طرف تو رسولِ کریم اور آپ کے صحابہ کرام کے لیے تسکین وتسلیہ کا سامان ہے اور دوسری طرف اس میں مخالفین ومنکرین کے لیے تہدید و وعید بھی ہے کہ معاملہ یہیں ختم ہو جانے والا نہیں بلکہ آگے ایک ایسا ہولناک دن آنے والا ہے۔ جس میں یہ سارا مقدمہ خداوندِ قدوس کی عدالت میں پیش ہو گا جہاں اس بارے آخری اور عملی فیصلہ ہو گا۔ سو اس موقع پر معلوم ہو جائے گا کہ کون جیتا اور کون ہارا۔ اور کس نے کیا پایا اور کیا کھویا۔ پس اصل اور حقیقی فکر اس یوم حساب ہی کی کرنی چاہیے۔ وباللہ التوفیق لمایُحبُّ ویرید، وعلٰی مایُحبُّ ویرید۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۵۹ مشرکین کے مشرکانہ دعووں کی تردید کا ذکر و بیان:۔ سو مشرکین کا کہنا تھا کہ جن معبودانِ باطلہ کی پوجا وہ کرتے ہیں انکی پوجا کا حکم ان کو اللہ نے دیا ہے۔ سو انکے اس دعوے کی تردید کے لیے فرمایا گیا کہ پوچھ لو ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے۔ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جنکی پوجا کی جائے۔ یعنی ان کی قوموں اور کتابوں سے پوچھ لیجئے کہ یہ بھی درحقیقت ان انبیائے کرام ہی سے پوچھنا ہے۔ جیسا کہ اسلافِ کرام کی تمام تفسیروں میں لکھا ہے۔ اور مقصود اس ارشاد سے یہ بتانا ہے کہ توحید سب کا اجماعی عقیدہ ہے۔ تمام انبیائے کرام نے اسی کی دعوت دی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ۔﴿فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکَ﴾ الایۃ (یونس:۹۴)۔ مگر نہ آپ کو شک ہوا اور نہ آپ نے اس بارے کسی سے پوچھا۔ اسی لئے امام زہری، سعید بن جبیر اور ابن زید وغیرہ کا کہنا ہے کہ شبِ اسراء ومعراج کے موقع پر سب انبیائے کرام کے مجتمع ہو جانے کے باوجود آپ نے اس بارے کسی سے کچھ نہیں پوچھا۔ کہ آپ کو اس طرح کا کوئی شک وتردد تھا ہی نہیں۔ (جامع البیان: ج ۲ ص ۲۶۵)۔ سو جمہور مفسرینِ کرام کے نزدیک گزشتہ انبیاء ورسل سے پوچھنے سے مراد جیسا کہ ابھی اوپر باحوالہ گزرا ان رسولوں کی امتوں اور ان کی کتابوں سے پوچھنا ہے۔ اور مقصود اس سے کفارِ قریش اور دوسرے مشرکین کو یہ بتانا ہے کہ توحید کی جس دعوت سے تمہیں چڑ ہے اور تمہیں جس سے اچنبھا ہو رہا ہے وہ کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پہلے کے انبیاء ورسل بھی اسی کی دعوت دیتے آئے ہیں۔ مگر اس سب کے باوجود اہلِ بدعت کے بعض تحریف پسندوں کا کہنا ہے کہ ”یہاں انبیائے کرام سے خود پوچھنے کا حکم ہے۔ لہٰذا سب انبیاء وفات کے بعد بھی سنتے، پوچھتے، عالم کی سیر کرتے، اور ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے ہیں، وغیرہ“ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ کچھ آگے چل کر یہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ یہاں اہلِ کتاب سے پوچھنا مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کر دی تھی (محصلا)۔ حالانکہ یہاں پر جمہور مفسرینِ کرام کی تصریحات کے علاوہ خود حضرتِ عبداللہ بن مسعود کی قراءت اس طرح ہے۔ ”وَاسْئَلِ الَّذِیْنَ اَرْسَلْنَا اِلَیْهِمْ رُسُلَنَا“۔ (جامع البیان، ابنِ کثیر، وغیرہ)۔ اور سورۂ یونس کی مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں تو صاف وصریح طور پر حکم وارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ ﴿فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکَ﴾۔ مگر موصوف اس سب کے باوجود کہتے ہیں کہ اہلِ کتاب سے پوچھنا مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ تو کیا یہ آیتِ کریمہ سے کھلا معارضہ اور کتابِ الٰہی سے صریح مقابلہ اور مکابرہ نہیں؟۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پھر بھی دعویٰ ہے عاشقِ رسول اور اہلِ سنت ہونے کا۔ فالی اللہ المشتکی وھو المستعان۔ بہر کیف جمہور علماء ومفسرینِ کرام کا کہنا یہی ہے کہ زیرِ بحث آیتِ کریمہ میں براہِ راست حضراتِ انبیائے کرام سے پوچھنا مراد نہیں، بلکہ یہاں پر بطور مجاز ان کی امتوں کے اہلِ علم اور اہلِ ایمان سے پوچھنا اور ان کی کتب وصحف اور ان تعلیماتِ مقدسہ میں غور وفکر کرنا مراد ہے۔ اس لئے یہ حضرات اس کی تفسیر

بالعموم اس طرح کے الفاظ سے کرتے ہیں۔ "وَاسْأَلْ اُمَمَ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا" ۔ (المراغی، القرطبی، البیضاوی، المحاسن، الصفوۃ، الروح، المعارف، الجامع، ابن کثیر، ابن جریر، البحر، اور ابوالسعود، وغیرہ وغیرہ) ۔ والحمدللہ رب العالمین ۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر قسم اور اس کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے ۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے ۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یااکرم الاکرمین، وارحم الراحمین ۔

۲۰ خدائے رحمان کے سوا کوئی بھی اور معبود نہیں: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور استفہام انکاری کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کوئی اور معبود بنائے ہیں جن کی پوجا کی جائے؟" یعنی نہیں اور ہرگز نہیں ۔ کیونکہ ہر ایک نبی نے تو توحید ہی کا درس دیا ہے ۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ۔ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ الایۃ (النحل:۳۶) ۔ نیز ارشاد فرمایا گیا ۔ ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ۔ (الانبیاء:۲۵) ۔ پس جس توحید کی دعوت جو آج آپ دے رہے ہیں ۔ اے پیغمبر! ۔ وہ کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں ۔ بلکہ وہ تمام انبیائے کرام کی اجماعی اور متفق علیہ دعوت ہے ۔ سو اس ارشاد سے مشرکین کے اس دعوے کی تردید فرمائی گئی ہے کہ جن کو وہ پوجتے ہیں انکی عبادت کا حکم انکو خدا نے دیا ہے ۔ سو مشرکین کے اس دعوے کی تردید میں ارشاد فرمایا گیا کہ خدا کے امر ونہی کے معلوم کرنے کا ذریعہ تو اسکے انبیاء ورسل ہی ہوسکتے ہیں، لہٰذا ان تمام رسولوں سے پوچھ لو جو آپؐ سے پہلے آچکے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ نے اپنے سوا کوئی دوسرے ایسے معبود مقرر فرمائے ہیں جنکی پرستش کی جائے؟ اور گزشتہ رسولوں سے پوچھنے کا مطلب ہے انکی کتابوں اور صحیفوں سے پوچھنا ۔ جیسا کہ ابھی اوپر گزرا ہے ۔ بہرکیف اس سے واضح فرمادیا گیا ہے کہ عقیدۂ توحید جو کہ عقلِ سلیم وفطرت مستقیم کا تقاضا ہے تمام انبیاء ورسل اور جملہ شرائع وادیان کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے ۔ اور جملہ انبیاء ورسل کرام نے ہمیشہ اسی کی دعوت دی ۔ کہ دین کی ساری عمارت دراصل اسی پر قائم واستوار ہے ۔ اور اسی پر سعادت دارین کا مدار وانحصار ہے ۔

۲۱ حضرتِ موسیٰ کی سرگزشت کا حوالہ وذکر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور بلاشبہ ہم ہی نے بھیجا موسیٰ کو اپنی آیتوں کے ساتھ فرعون اور اسکے سرداروں کی طرف" ۔ جبکہ فرعون اور اس کے اہل کاروں کے پاس دنیاوی مال ومنال اور جاہ وجلال کے اعتبار سے بہت کچھ تھا ۔ اور اس کے مقابلے میں حضرتِ موسیٰ کے پاس ایسی کوئی بھی چیز نہیں تھی ۔ پس آنحضرت ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ پر تمہارا یہ اعتراض کرنا اے دورِ حاضر کے منکرو! کہ نبوت ورسالت سے ان کو کیوں نوازا گیا؟ آپ کی بجائے یہ شرف مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی کو کیوں نہیں بخشا گیا بالکل ہی لغو اور بے ہودہ اعتراض ہے ۔ کیونکہ ہمارے یہاں سے نبوت و رسالت کا یہ اعلیٰ ترین شرف اور مقدس ترین مرتبہ و اعزاز دنیاوی مال ومنال اور جاہ وجلال کی بنیاد پر نہیں ملتا ۔ بلکہ یہ ہماری مشیت ومرضی اور ہماری حکمت پر منحصر ہے ۔ کہ ہم اس سے کس کو نوازیں اور کس طرح نوازیں ۔ ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ الایۃ (الانعام:۱۲۵) کیونکہ اللہ ہی جانتا ہے کہ نبوت ورسالت کی اہلیت اور صلاحیت کس کے اندر ہے ۔ نیز حضرتِ موسیٰ کی بعثت وتشریف آوری کے اس تاریخی حوالے سے اس امر کی ایک اور شہادت پیش فرمادی گئی ہے کہ عقیدۂ توحید تمام انبیاء ورسل کا اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ رہا ہے ۔ دوسرے انبیائے کرام کی طرح حضرتِ موسیٰ نے بھی اسی کی دعوت دی کہ یہی اساس ہے ہر دینِ سماوی کی ۔ اور اس پر سعادت دارین سے سرفرازی کا دار ومدار ہے ۔ والحمدللہ جل وعلا

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾

فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف ۶۱ تو انہوں نے (ان سے) کہا کہ بے شک میں رسول ہوں پروردگار عالم کی طرف سے ۶۲ ﴿۴۶﴾

۶۲ حضرتِ موسیٰ کا فرعونیوں کے سامنے اعلانِ حق :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "حضرتِ موسیٰ نے ان سے کہا کہ بیشک میں رسول ہوں پروردگارِ عالم کی طرف سے"۔ سو حضرتِ موسیٰ نے ان کے سامنے سب سے پہلے اپنے منصب و مقام کا تعارف کرایا کہ اسے ماننے اور تسلیم کر لینے کے بعد باقی باتوں کا ماننا مشکل نہیں رہتا۔ سو آپؑ نے اعلان فرمایا کہ بیشک میں رسول اور فرستادہ ہوں پروردگارِ عالم اللہ وحدہ لاشریک کا۔ پس جو کچھ میں کہتا سناتا ہوں وہ سب اسی وحدہ لاشریک کی طرف سے ہوتا ہے۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ اپنے بھیجنے والے کا پیغام بلا کم و کاست پہنچا دینا میرا فرض منصبی ہے۔ اور فرستادہ بھی پروردگارِ عالم کا ہوں جس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ نبوت و رسالت کے ذریعے اپنے بندوں کی روحانی غذا و دوا اور ہدایت و اصلاح کا بندوبست بھی فرمائے۔ پس یاد رکھو کہ میرے پیغام کو ٹھکرانا پروردگارِ عالم سے بغاوت ہوگی۔ جس کا بھگتان تمہیں بعد میں بہر حال بھگتنا ہوگا۔ سو یہ دعوت تھی جو حضرتِ موسیٰ نے فرعون اور اسکے درباریوں اور سرداروں اور نمائندوں کو دی۔ اور ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے انکو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ اور یہ نشانیاں ایسی تھیں جن سے یہ امر واضح ہو جائے کہ آپ واقعی پروردگارِ عالم کے رسول اور اسکے فرستادہ ہیں اور جو کچھ آپ کہتے سناتے ہیں وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اور وہ سب کا سب حق اور صدق ہے۔ اور سعادت دارین کی سرفرازی اسی پر موقوف ہے۔

۶۱ فرعونیوں کی طرف سے حضرتِ موسیٰ کی تضحیک کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب موسیٰ ہماری ان نشانیوں کے ساتھ فرعونیوں کے پاس پہنچ گیے تو وہ لوگ چھوٹتے ہی ہماری آیتوں کی ہنسی اڑانے لگے"۔ اپنی دنیاداری اور مصنوعی بڑائی کے گھمنڈ میں۔ سو اہلِ حق کے مقابلے میں اہلِ باطل کا طریقہ وطیرہ اور عمل و سلوک ہمیشہ یہی رہا۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ چنانچہ آج بھی آپ دیکھیں گے کہ کتنے ہی اہلِ باطل ایسے ہوں گے جو اہلِ حق کا ان کی ڈاڑھیوں کی بنا پر ان کی وضع قطع کو دیکھ کر اور ان کی چال ڈھال وغیرہ کا نت نئے طریقوں سے مذاق اڑائیں گے۔ پس اس ارشادِ ربانی میں آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور آپؐ کے توسط سے آپؐ کی امت کے ہر داعیِ حق کے لئے صبر و استقامت اور تسلی و اطمینان کا سامان ہے کہ آپ کے ساتھ اہلِ باطل جو سلوک آج کر رہے ہیں وہ کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی یہی کچھ ہوتا چلا آیا ہے۔ مگر اللہ پاک کی نصرت و امداد ہمیشہ اہلِ حق ہی کے ساتھ رہی۔ اور آخری جیت بھی ہمیشہ انہی کی ہوئی۔ اور اہلِ ظلم و طغیان و باطل آخرِ کار اپنے اس انجام کو پہنچ کر رہے جس کے وہ مستحق تھے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ، اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ، وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾۔ (الصافات: ۱۷۱-۱۷۳)۔ بہر کیف فرعون اور اسکے درباریوں نے حضرتِ موسیٰ کی ان نشانیوں کو دیکھ کر انکا مذاق اڑایا کہ یہ کیا نشانیاں ہیں۔ یہ تو ساحری اور جادوگری کے کرشمے ہیں۔ اور ہمارے پاس ایسے ماہر جادوگر ہیں جو ان سے بڑھ کر کرتب دکھا سکتے ہیں۔ اور اس طرح وہ لوگ اپنے کبر و غرور میں اور سختی اور اپنی بدبختی میں مزید پکے ہو گئے، اور اپنے کفر و باطل پر اڑ گئے یہاں کہ اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا

فَلَمَّا جَآءَهُم بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُم مِّنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرِيهِم

مگر جب آپ پہنچ گئے ان لوگوں کے پاس ہماری ان نشانیوں کے ساتھ، تو وہ لوگ چھوٹتے ہی ان کی ہنسی اڑانے لگے ۶۳ ﴿۴۷﴾ اور ہم ان کو

مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُم بِالْعَذَابِ

جو بھی کوئی نشانی دکھاتے وہ اپنے سے پہلے والی نشانی سے کہیں بڑھ کر ہوتی' اور (اس طرح) ہم ان کو پکڑتے رہے عذاب میں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤٨﴾ وَقَالُوا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ

تاکہ وہ باز آجائیں' ۶۴ ﴿۴۸﴾ اور وہ (ہر موقع پر) کہتے' اے جادوگر! دعاء کرو ہمارے لئے اپنے رب سے' ۶۵

بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا

اپنے اس عہد کی بناء پر جو اس نے تم سے کر رکھا ہے، ۶۶ ہم ضرور بالضرور ہدایت پر آجائیں گے ﴿۴۹﴾ مگر جب ہم دور کر دیتے

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿٥٠﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ

ان سے اس عذاب کو تو وہ یکایک اپنا عہد توڑ دیتے' ﴿۵۰﴾ اور فرعون نے اپنی قوم میں

۶۴ **فرعونیوں کے لیے بڑی بڑی نشانیوں کا انتظام:** ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم انکو ایک سے بڑھ کر ایک نشانی دکھاتے رہے تاکہ وہ باز آجائیں''۔ اپنے کفر وعناد اور مخالفت وعداوتِ حق سے۔ اور وہ راہِ حق وصواب کو اپنا کر دائمی اور ابدی ہلاکت وتباہی سے بچ سکیں اور عذابِ الیم کی بجائے دارین کی سعادت وسرخروئی اور فوز وفلاح کا سامان کر سکیں۔ سو یہ ان نشانیوں کی طرف اشارہ ہے جو پہلی نشانیوں کی تکذیب کے بعد فرعونیوں کو دکھائی گئی تھیں۔ اور یہ نشانیاں تنبیہی نوعیت کی تھیں جو مختلف عذابوں کی شکل میں انکو دکھائی گئی تھیں تاکہ انکو اللہ پاک کی پکڑ اور انکے عذاب وانتقام کا کسی قدر اندازہ ہو سکے اور وہ اپنی سرکشی سے باز آجائیں اور اسکے نتیجے میں وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام سے بچ جائیں اور توبہ کے ذریعے اپنی اصلاح کر لیں۔ اور یہ نشانیاں مختلف عذابوں کی شکل میں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوئیں اور قدرتی طور پر ہر نشانی اپنی ماقبل سے بڑھ کر اور زیادہ عبرتناک شکل میں ظاہر ہوئی۔ لیکن ان لوگوں کے دلوں پر قساوت اور بدبختی کا ٹھپہ ایسا گہرا اور سخت ہو چکا تھا کہ کوئی بھی نشانی انکے حق میں کارگر ثابت نہ ہو سکی یہاں تک کہ وہ اپنے آخری انجام کو پہنچ کر اور انتہائی سخت عذاب میں مبتلا ہو کر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو انکار وتکذیبِ حق کی فرعونی روش کا نتیجہ وانجام بہرحال بڑا ہولناک ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ وسلامت رکھے۔ آمین ثم آمین

۶۵ **فرعونیوں کے کبر وغرور اور انکی بدبختی کا ایک نمونہ ومظہر:** ۔کہ جب وہ کسی عذاب کی گرفت میں آتے تو حضرتِ موسیٰ سے کہتے اے جادوگر ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر۔ اگر وہ ہم سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم ضرور راہِ

راست پر آ جائیں گے۔ سو حضرت موسیٰ کے بارے میں یہ بات وہ لوگ اپنے خیال کے مطابق تعظیم کے لئے کہتے تھے۔ کیونکہ سحر اور جادوگری ان کے یہاں نقص وعیب کی نہیں عظمت و بڑائی کی چیز سمجھی جاتی تھی۔ اور ممکن ہے ان کی پرانی عادت اور باطنی خبث کی بنا پر سبق لسانی کے طور پر یہ کلمہ ان کی زبانوں سے نکل جاتا ہو۔ آیت کریمہ میں یہ دونوں احتمال موجود ہیں۔ اور حضرات مفسرین کرام نے ان دونوں ہی کا ذکر فرمایا ہے۔ (جامع البیان، المراغی، ابن کثیر وغیرہ)۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ ان بدبختوں کا حال یہ تھا کہ جب وہ کسی عذاب کی گرفت میں آتے تو بھاگتے ہوئے حضرت موسیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور نہایت لجاہت کے ساتھ آپ کی بارگہ میں درخواست کرتے کہ آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے اس عذاب کو دور کر دے۔ اگر ایسے ہو گیا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھی جانے دیں گے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ ان سے وہ عذاب دور کر لیتا تو یہ اپنے اس عہد و پیمان سے پھر جاتے۔ جیسا کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۳۳ سے آیت نمبر ۱۳۵ میں اسکی تصریح فرمائی گئی ہے اور اسکی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے۔ سو یہ ان کے کبر و غرور اور انکی خرمستی اور بدبختی کا ایک نمونہ اور مظہر تھا۔ جسکے نتیجے میں وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال، ومن کل زیغ وَّ ضلال،

۶۶ عہد موسیٰ سے مقصود و مراد؟: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ جب فرعونیوں کو کوئی آفت پیش آتی تو وہ لوگ حضرت موسیٰ سے کہتے کہ آپ ہمارے لیے دعا کریں۔ اپنے اس عہد کی بنا پر جو آپکے رب نے آپ سے فرما رکھا ہے۔ یعنی آپ کی دعا کی قبولیت کے بارے میں کہ آپ اس کے حضور جو دعا کریں گے وہ اس کو قبول فرمائے گا۔ اور یہ کہ جو آپ پر ایمان لائے گا اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ (صفوۃ التفاسیر، محاسن التاویل، القرطبی وغیرہ)۔ یعنی آپ کے رب نے آپ سے دعا کی قبولیت کا جو عہد فرما رکھا ہے اسکی بنا پر آپ ہمارے لیے اس عذاب کے اٹھائے جانے کی دعا کریں کہ اس صورت میں آپکی دعا ضرور قبول ہوگی۔ سو اگر آپ کی دعا قبول ہوگئی اور ہم سے یہ عذاب اٹھا لیا گیا تو ہم ضرور راہِ راست پر آ جائیں گے اور آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ لیکن جب وہ عذاب ان سے اٹھا لیا جاتا تو وہ چھوٹتے ہی اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیتے اور اس طرح وہ لوگ اپنی محرومی ہی میں اضافہ کرتے جاتے اور اپنی محرومی میں بڑھتے ہی جاتے، والعیاذ باللہ جل وعلا

۶۷ فرعون کے فرعونیت بھرے اعلان کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کرایا کہ اے میری قوم کے لوگو! کیا مجھے مصر کی بادشاہی حاصل نہیں اور کیا یہ نہریں میرے نیچے سے بہتی نہیں رہیں۔ کیا تم لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے"۔ سو اس نے اپنے تکبر کے گھمنڈ میں کہا کہ کیا تم لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم میں سے صحیح کون ہے اور غلط کون۔ یعنی وہی بات جو ہر مادہ پرست انسان کا خاصہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی ترقی اور مادی شان و شوکت کو اپنی حقانیت کی دلیل قرار دینے لگتا ہے۔ سو ابنائے دنیا کا حال اور انکا وطیرہ کل بھی یہی تھا، اور آج بھی یہی ہے۔ اور اس طرح ایسے بدنصیب لوگ حق سے مزید دور اور محروم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس ملعون نے اپنی دنیاوی اور مادی ترقی کو دیکھتے ہوئے اور اس پر مست ہو کر اپنے متکبرانہ اور مخصوص فرعونی انداز میں کہا کہ یہ ملکِ مصر کی بادشاہی اور یہ دریا اور نہریں جب میرے قبضے میں ہیں اور اسکے مقابلے میں موسیٰ کے پاس کچھ بھی نہیں اور اسکا تعلق بھی ایک غلام قوم سے ہے۔ تو کیا یہ بہتر ہے یا میں؟۔ یعنی اس کے باوجود تم لوگ اس کی بات کس طرح مانتے ہو؟ جب کہ میں اس کے مقابلے میں اس قدر بڑے ٹھاٹھ رکھتا ہوں۔

فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ

پکار کر کہا کہ اے میری قوم، کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے، اور یہ

الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا

نہریں میرے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں؟ تو کیا (یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی) تمہاری آنکھیں نہیں کھلتیں؟ ف۶۷ ﴿۵۱﴾ کیا میں

خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ۬ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾

بہتر نہیں ہوں، اس شخص سے جو کہ حقیر ہے، ف۶۸ اور جو (اپنی بات بھی) کھول کر بیان نہیں کر سکتا؟ ف۶۹ ﴿۵۲﴾

فَلَوْلَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ

سو (اگر یہ سچا ہے اپنے دعوے میں تو) کیوں نہیں اتار دیئے گئے اس پر کنگن سونے کے؟ ف۷۰ یا کیوں نہیں اتر آئے اس کی

۶۸ فرعون کا حضرتِ موسیٰ کے مقابلے میں اپنی برتری کا دعویٰ: سو اس بدبخت نے کہا "کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں جو کہ ذلیل اور بے قدرا ہے؟" کہ نہ اس کے پاس دنیا کا کوئی مال و دولت ہے نہ حکومت و اقتدار۔ استفہام تقریری ہے یعنی یقیناً میں ہی اس سے بہتر ہوں کہ میرے پاس یہ سب کچھ موجود ہے۔ اور اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ سو مادی ترقی کا یہ پہلو بڑا ہی خطرناک ہے کہ اس کی بنا پر دنیا پرست انسان اپنے آپ کو صحیح اور حق پر سمجھنے لگتا ہے۔ اور اس طرح اس کی حق سے دوری اور محرومی مزید بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دائمی خسارے کے اس ہاوئے میں جا گرتا ہے جس سے نکلنے کی پھر کوئی صورت اسکے لئے باقی نہیں رہتی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور اس لعین کا حضرتِ موسیٰ کو "مھین" کہنا اس اعتبار سے تھا کہ آپ ایک غلام قوم کے فرد تھے جو فرعون کی غلامی میں جکڑی ہوئی تھی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو جن لوگوں پر ان کی شقاوت و بدبختی غالب آ جاتی ہے، ان کا حال یہی ہوتا ہے کہ وہ پیغامِ حق و ہدایت کو سننے ماننے، اور اسکے آگے سر تسلیم خم کرنے کی بجائے اسی طرح کی روش و رویے کا اظہار کرتے۔ اور ایسی ہی متکبرانہ منطق کو اپناتے ہیں جسکے نتیجے میں آخر کار وہ اس ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں جس سے نکلنے اور رہائی پانے کی پھر کوئی صورت ان کے لئے ممکن نہیں رہتی۔ والعیاذ باللہ اس سے یہ حقیقت واضح و آشکارا ہو جاتی ہے کہ انسان کیلئے سلامتی و نجات کی راہ یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے پیغامِ حق و ہدایت کو دل و جان سے قبول کر لے۔ اور اسکے مطابق صدق دل سے اپنے خالق و مالک کے حضور جھک جائے۔ کہ سعادت دارین سے سرفرازی کی راہ یہی اور صرف یہی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید

۶۹ فرعون کی طرف سے حضرتِ موسیٰ کی قوتِ بیانیہ پر طعنہ زنی: سو اس بدبخت نے حضرتِ موسیٰ کے بارے میں مزید کہا کہ یہ شخص کھول کر بیان بھی نہیں کر سکتا کہ عبرانی اور قبطی زبانیں آپس میں مختلف تھیں اور موسیٰ کی زبان عبرانی تھی۔ جبکہ اہلِ مصر کی زبان قبطی۔ (محاسن التاویل)۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی شخص دوسری زبان میں زیادہ طلاقت سے نہیں

بول سکتا۔ نیز بچپن میں حضرت موسیٰ کی زبان میں کچھ لکنت بھی تھی مگر اس منحوس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اللہ پاک نے حضرتِ موسیٰ کی دعا قبول فرما کر ان کی لکنت کو دور فرما دیا تھا۔ چنانچہ موسیٰ نے اپنی دعا میں یہ بھی عرض کیا تھا۔ ﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ﴾۔ جس کے جواب میں ارشاد ہوا تھا۔ ﴿قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی﴾۔ (تفسیر المراغی، ابن کثیر، صفوۃ التفاسیر، تفسیر التحریر والتنویر لابنِ عاشور وغیرہ)۔ سو حضرتِ موسیٰ کے بارے میں فرعون کی یہ طعن و تشنیع خود اسکی اپنی ہی حماقت و سفاہت کی دلیل اور اس کا ثبوت تھا۔ بہر کیف اس ملعون نے حضرتِ موسیٰ کی تحقیر و تذلیل کیلئے تین باتوں کا سہارا لیا۔ ایک یہ کہ ان کے پاس دنیاوی مال و دولت کچھ نہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا تعلق ایک غلام قوم سے ہے۔ اور تیسرے یہ کہ ان میں فصاحت و بلاغت بھی نہیں۔ یہ بات کھول کر بیان نہیں کر سکتے۔ جبکہ میرے اندر یہ تینوں باتیں موجود ہیں کہ میں مصر جیسے اس متمدن ملک کا بادشاہ ہوں، اور حکمران قبیلہ یعنی رائل فیملی کا سربراہ اور ایک اہم شخصیت کا مالک ہوں۔ اور فصاحت و بلاغت میں بھی اس سے آگے ہوں۔ تو اب تم لوگ بتاؤ کہ میں بہتر ہوں یا یہ شخص؟ سو کبر و غرور اور اعراض و استکبار محرمیوں کی محرومی ہے اور وہ بھی اس طور پر کہ ان کو اپنی اس محرومی کا شعور و احساس بھی نہیں ہوتا۔ والعیاذ باللہ

۷۰ سونے کے کنگن اتارے جانے کا مطالبہ: ۔ سو اس بدبخت نے حضرتِ موسیٰ کے بارے میں مزید کہا کہ "کیوں نہیں اتارے گئے اس شخص پر کنگن سونے کے؟"۔ جیسا کہ اس زمانے کے بادشاہ اور خاص کر مصر و ایران کے بادشاہ پہنا کرتے تھے۔ (القرطبی، الصفوہ، ابن کثیر وغیرہ)۔ یعنی اگرچہ یہ شخص واقعی اللہ کا رسول ہے تو اللہ کی طرف سے اس پر سونے کے کنگن اتارے جاتے۔ جس سے اسکے ٹاٹھ باٹھ قائم ہوتے اور اس کی زینت کا سامان ہوتا اور پتہ چلتا کہ واقعی یہ اللہ کا رسول ہے جبکہ یہاں پر ایسی کوئی بات بھی موجود نہیں۔ تو پھر ہم اسکو اللہ کا رسول کیسے اور کیونکر مان لیں؟ سو مادہ پرست اور منکر لوگوں کا حال ہمیشہ یہی رہا۔ پہلے بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے کہ وہ اپنے دنیاوی اور مادہ پرستانہ ذہنیت ہی کے اعتبار سے سوچتے اور دیکھتے ہیں۔ اسی کو اپنے ہاں معیار قبولیت بناتے ہیں۔ اور انسان کو اسی معیار پر دیکھتے پرکھتے ہیں کل بھی ان کا حال یہی تھا۔ اور آج بھی یہی ہے سو دنیاوی مال و دولت اور مادی ترقی و وسائل کا یہ پہلو بڑا ہی خطرناک اور باعث محرومی ہوتا ہے کہ اسکی بناء پر انسان روحانیت اور روحانی اقدار کو جاننے پہچاننے اور انکی اہلیت و صلاحیت ہی کھو بیٹھتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ انتہائی ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتا ہے جہاں اسکی واپسی کا کوئی بھی امکان نہیں رہتا۔ والعیاذ باللہ العظیم

۷۱ فرشتوں کے اتارے جانے کا مطالبہ: ۔ سو اس نے مزید کہا کہ "یا اسکے ساتھ فرشتے ہوتے پرے باندھے ہوئے"۔ جو اس کے ساتھ ساتھ چلتے تاکہ پتہ چلتا کہ یہ شخص واقعی اللہ کا رسول اور اس کا نمائندہ ہے۔ مگر یہ شخص ہے کہ دعویٰ تو کرتا ہے اللہ کا رسول ہونے کا مگر اسکے پاس ان میں سے کوئی بھی چیز نہیں۔ تو پھر یہ اللہ کا رسول کس طرح ہو سکتا ہے؟ یعنی وہی مادہ پرستانہ ذہنیت جس کا مظاہرہ ابنائے دنیا نے ہمیشہ کیا۔ اسی کا اظہار وقت کے اس بڑے طاغیہ اور سرکش نے کیا اور بالآخر وہ اپنے کفر و عصیان اور سرکشی کے انجام کو پہنچ کر رہا۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف اس بدبخت نے حضرتِ موسیٰ۔ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام۔ کی توہین و تحقیر کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ شخص واقعی اللہ کا رسول ہے تو اسکی زیب و زینت اور شان و شوکت کے لیے آسمان سے سونے کے کنگن اتارے جاتے اور فرشتے پرے باندھے اس کے جلو میں چل رہے ہوتے۔ مگر اس کے پاس تو اس میں سے کچھ بھی نہیں۔ تو پھر یہ اللہ کا رسول کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور اس کا یہ دعویٰ کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ

اردل میں فرشتے پرے باندھ کر؟ ؔ۵۳ سواس نے ہلکا (اور بے وقوف) بنالیا اپنی قوم کو ۴۲؂ اور انہوں نے اس کی بات مان لی اور وہ تھے ہی ۴۳؂

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا

فاسق (و بدکار) لوگ ۴۴؂ ﴿۵۴﴾ سو جب یہ لوگ ہمیں (ناراض کرتے اور) غصہ ہی دلاتے گئے تو آخر کار ہم نے ان سے انتقام (اور بدلہ) لیا

مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا

(ان کے اس سنگین جرم کا) سو ہم نے غرق کردیا ان سب کو ۴۵؂ ﴿۵۵﴾ ہم نے ان کو ایک قصہ پارینہ ۴۶؂ اور نمونہ عبرت بنادیا

۴۲ فرعون کے اپنی قوم کو اُلو بنانے کی پالیسی کا ذکر و بیان :۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس نے ہلکا پایا اپنی قوم کو"۔ اس طرح کی اپنی پرفریب باتوں اور مختلف قسم کی چالوں سے۔ اور اپنی ڈکٹیٹر شپ کی قوت و زور کے بل بوتے پر اور طرح طرح کے حیلے حوالوں سے۔ یہاں تک کہ اس نے ان احمقوں کو اپنے پیچھے چلنے والوں اور اس کے اشارۂ ابرو پر ناچنے والوں کی ایک بھیڑ بنا دیا۔ والعیاذ باللہ۔ "استخف" ضد ہے "استثقل" کی۔ استثقال کے معنیٰ کسی چیز کو بھاری، بوجھل اور گراں سمجھنے کے ہیں۔ اور اسکے مقابلے میں استخفاف کے معنیٰ کسی کو ہلکا، بے وزن اور بے حیثیت سمجھنے کے ہونگے۔ سو اس لعین نے اپنی قوم کو سادہ اور بدھو پایا۔ اسکو اپنی پرفریب باتوں کے جال میں پھنسایا۔ اور وہ بیوقوفوں کی طرح اسکے چکروں میں آکر اسکے پیچھے لگ گیے۔ اور ہر ڈکٹیٹر اپنے دور میں ایسے ہی جبر و طغیان کے طرح طرح کے حربوں سے کام لے کر اپنی قوم کو دباتا اور رام کرتا ہے۔ اور اپنی ڈکٹیٹر شپ کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے اور اپنا حلقہ مزید کسنے کی کوشش کرتا ہے۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، ویا ارحم الراحمین۔

۴۳ قوم فرعون کے اپنے طاغیہ کے پیچھے لگ جانے کا ذکر و بیان :۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "انہوں نے اس۔ سرکش و طاغیہ۔ کی اطاعت کو اپنا لیا"۔ اسی لئے وہ اللہ کے نبی کے مقابلے میں ایسے کافر و طاغی اور سرکش و باغی کے پیچھے لگ گئے۔ اور انہوں نے عقل و فکر سے کام لینے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ والعیاذ باللہ من کلّ زیغٍ وّضلال وَفسادٍ وانحراف۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ وہ لوگ تھے ہی بڑے فاسق اور بدکار۔ اس لیے آسانی سے اس طاغیہ کا شکار ہو کر ہلاکت و تباہی کی راہ پر چل پڑے۔ کیونکہ وہ ایمان و یقین کی قوت سے محروم تھے۔ اس لیے بالکل بے وزن اور بے حقیقت تھے۔ اس لیے کہ اصل وزن ایمان و یقین کی قوت ہی سے نصیب ہوتا ہے۔ اور ایمان و یقین کی قوت سے محروم ایسے بے وزن اور بے حقیقت لوگ بڑی آسانی سے شیاطین کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ اور شیاطین انکی ناکوں میں نکیل ڈال کر جدھر چاہتے ہیں لے چلتے ہیں۔ سو انسان کے اندر اصل قوت اور حقیقی وزن ایمان و یقین کی قوت اور تعلق مع اللہ کی دولت ہی سے

پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر متاع ایمان کا یہ وزن اسکے پلڑے میں نہ ہو تو اسکی حیثیت محض خس و خاشاک کی ہے۔ جسکو ہوا کا معمولی جھونکا بھی کہیں سے اٹھا کر کہیں پھینک دیتا ہے- والعیاذُ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے- آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، یااکرم الاکرمین

۵۴ **قوم فرعون کے فساد و بگاڑ کے اصل سبب کی نشاندہی:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اور وہ تھے ہی فاسق - اور بدکار - لوگ'' جن کو حق و ناحق، صحیح و غلط اور جائز و ناجائز سے کوئی غرض نہ تھی۔ اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ کے نبی برحق کے مقابلے میں ایسے سرکش و باغی انسان کی باتوں کو مانتے اور اسی کے پیچھے چلتے گئے اور اپنی بڑائی کے جھوٹے گھمنڈ میں وہ حق کا انکار ہی کرتے رہے۔ اور انہوں نے اہلِ حق سے بغض و عناد ہی رکھا۔ موسیٰ اور ان کی پیش کردہ نشانیوں کو جھٹلایا اور اپنے عہد و پیمان کو بار بار توڑا۔ اور اپنے کفر و جحود پر اڑے ہی رہے وغیرہ وغیرہ۔ جس کے نتیجے میں آخر کار وہ اپنے اس ہولناک انجام سے دوچار ہو کر رہے جس کا حقدار انہوں نے اپنے آپ کو اپنی اس طرح کی کرتوتوں سے بنا دیا تھا- والعیاذُ باللہ العظیم- سو فسق و فجور ہلاکت و تباہی کا باعث ہے۔ اور ایسے ہی لوگ، جیسا کہ اوپر والے حاشیے میں گزرا، شیاطین کے دوست بن جاتے ہیں۔ اور فاسقوں، فاجروں اور سرکشوں کے پیچھے لگتے ہیں- والعیاذُ باللہ- بہرکیف اس سے اس بدبخت قوم یعنی قومِ فرعون کے فساد و بگاڑ کے اصل سبب کی نشاندہی فرمادی گئی جو کہ ان کا فسق و فجور تھا۔ جس کی بنا پر ان کو حق و ناحق کی کوئی پروا نہ تھی اور ان کو صحیح و غلط اور جائز و ناجائز سے کوئی سروکار نہ تھا- والعیاذُ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۵۵ **فرعون اور اس کی قوم کے ہولناک انجام کا ذکر و بیان:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''آخرِ کار ہم نے ان سے انتقام لیا اور غرق کر دیا ان سب کو''۔ اسی پانی کی موجوں میں جس کی نہروں پر وہ لوگ فخر جتلایا کرتے تھے۔ اور اسی بنا پر وہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتے تھے۔ اور یہ اس لئے بھی کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو کفر و معصیت اور عناد و سرکشی کے سمندر میں غرق کر دیا تھا- والعیاذُ باللہ العظیم- فرعون چونکہ اپنے اَعیان و اَنصار اور پورے لاؤ لشکر سمیت بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا تھا اور وہ ان سب کو لیکر خود جا کر اس مقام پر پہنچا تھا جہاں اس کو اپنے انجام کو پہنچنا تھا۔ سو وہ سب وہاں غرق ہوئے۔ سو اس سے ایک بات تو یہ واضح ہو جاتی ہے کہ انکار و تکذیبِ حق کا نتیجہ و انجام بہرحال ہلاکت و تباہی ہے۔ ایسوں کو ڈھیل جتنی بھی ملے وہ بہرحال ڈھیل ہی ہوتی ہے جس نے آخرِ کار ختم ہو کر رہنا ہوتا ہے۔ اور ایسے منکر اور باغی لوگ اپنے انجام کو بہرحال پہنچ کر رہتے ہیں۔ اور دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ ایسے بدبختوں کو ان کے آخری انجام سے دوچار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی جب حرکت میں آتی ہے تو ایسے لوگ اپنی قتل گاہوں میں خود چل کر پہنچتے ہیں اور وہاں پہنچ کر اپنے آخری اور انتہائی ہولناک انجام پر پہنچ کر رہتا ہے- والعیاذُ باللہ العظیم-

۵۶ **انجامِ کار فرعون اور اسکی قوم ایک قصہ پارینہ- والعیاذُ باللہ:** -سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ انجامِ کار فرعون اپنی قوم سمیت ایک قصہ پارینہ بن کر رہ گیا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے انکو ایک قصہ پارینہ بنا دیا''۔ سو اب ان بدبختوں کا ذکر و وجود یا تو کہیں کتابوں کے اوراق و صفحات میں مل سکے گا یا اُن آثار و نشانات اور کھنڈرات کی صورت میں جو اپنی

زبانِ حال سے ان کی داستانِ عبرت سناتے ہیں۔ کہ یہ ہوتا ہے آخری انجام حق کی تکذیب وانکار کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سلف کے معنیٰ گزرنے کے ہیں۔ اور یہیں سے یہ لفظ گزرے ہوئے لوگوں کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اور سلف اچھے بھی ہوسکتے ہیں اور برے بھی۔ اور یہاں یہ برے معنوں ہی کیلئے استعمال فرمایا گیا ہے۔ یعنی ہم نے انکو اس طرح صفحہ ہستی سے ہمیشہ کیلئے مٹا دیا۔ اور اس طرح یہ لوگ ایک افسانہ ماضی اور قصہ پارینہ بن کر رہ گئے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾ الایة (سبا:۱۹) یعنی ہم نے ان کو قصۂ پارینہ اور نمونۂ عبرت بنا دیا۔ سو اس میں دورِ حاضر کے اور اسکے بعد کے آنے والے تمام منکرین کیلئے یہ درسِ عبرت وبصیرت ہے کہ ان لوگوں نے آگر انہی کی روش اختیار کی تو انکا انجام بھی وہی ہوگا جو کل کے ان منکروں اور باغیوں اور سرکشوں کا ہو چکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قانونِ عدل وانصاف سب کیلئے ایک اور یکساں و بے لاگ ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے حق کو حق اور باطل کو باطل جاننے کی توفیق بخشے۔ ہمیشہ حق کے تقاضوں کو پورا کرنے اور ان کو پیش نظر رکھنے کی توفیق بخشے۔ اور باطل کی تاریکیوں سے ہر طرح سے اور ہر حال میں محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ ویا ارحم الراحمین، ویا اکرام الاکرمین یا من بیدہ ملکوت کل شئ وَھُوَ یُجِیْرُ ولا یُجار علیہ،

۴۷ **فرعونیوں کا انجام اپنی دنیا کیلئے نمونۂ عبرت:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کو ہم نے ایک نمونہ عبرت بنا دیا پچھلوں کے لیے" تا کہ انکو پتہ چلے کہ حق کے انکار اور اہلِ حق سے بغض وعناد اور ظلم وطغیان کا نتیجہ وانجام کس قدر بھیانک اور کتنا ہولناک ہوتا ہے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اصل عذاب تو آخرت کا ہے جو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ "مثل" کے معنیٰ مثال اور نمونے کے آتے ہیں۔ اور مثال بھی سلف کی طرح اچھی اور بری دونوں صورتوں میں ہوسکتی ہے۔ یہاں پر یہ برے مفہوم میں ہے۔ اس لیے اسکے معنیٰ نمونہ عبرت کے ہیں۔ یعنی ہم نے انکو دوسروں کیلئے مثال اور نمونہ عبرت بنا دیا کہ حق سے منہ موڑنے اور اسکے مقابلے میں اعراض واِستکبار سے کام لینے کا آخری نتیجہ وانجام یہی ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو ایسے لوگوں کو جتنی بھی ڈھیل ملے انکا آخری انجام بہرحال نہایت ہی ہولناک، عبرت انگیز اور انتہائی المناک ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو بندے کا اصل کام اور اس کا مرتبہ ومقام اس میں ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک کے سامنے اور اس کے حضور اپنی شانِ عبدیت میں کمال پیدا کرے۔ اور اسی کا بندہ بن کر رہے۔ اور اسی کی رضا وخوشنودی کے حصول اور اس سے سرفرازی کو اپنا نصب العین اور مقصدِ حیات بنائے۔ نہ کہ استکبار اور اکڑنے کی راہ کو اپنائے کہ یہ اس کے لیے ہلاکت وتباہی کی راہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور رب کی رضا وخوشنودی سے سرفرازی اور کمالِ عبدیت کے حصول کا ذریعہ ووسیلہ یہ ہے کہ ان تعلیماتِ مقدسہ کو صدقِ دل سے اپنایا جائے اور ان کی اِتباع اور پیروی کی جائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے انبیاء ورسل کے ذریعے ملتی ہیں۔ اور جب بندہ اپنے رب کے حضور جھکتا اور اسکی رضا وخوشنودی کے حصول کیلئے کوشش کرتا ہے تو اللہ پاک اس کو اسکی توفیق سے نوازتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید بکل حالٍ مِن الاحوال و فی کُلِّ مَوْطِنٍ مِن المواطن فی الحیاۃ۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

لِلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ

پچھلوں کے لئے ﴿۵۶﴾ اور جونہی ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم کے لوگ

مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا

اس سے چلا اٹھے، ﴿۵۷﴾ اور کہنے لگے کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟

۴۸ منکرین کی شرانگیزی کا ایک نمونہ ومظہر: - روایات میں وارد ہے کہ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی - ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾ - (الانبیاء: ۹۸) یعنی "تم بھی اور تمہارے وہ سب معبود بھی جن کی پوجا پاٹ تم لوگ کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہو۔ تم سب کو اس میں گرنا ہوگا تو اس پر کفارِ قریش میں سے عبداللہ بن الزبعری نام کے ایک شخص نے کہا کہ اچھا تو پھر عیسیٰ بن مریم کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کہ ان کی بھی تو پوجا کی گئی ہے۔ اگر ہمارے معبودوں کے ساتھ وہ بھی دوزخ میں چلے گئے تو یہ ہمارے لئے کوئی پریشانی کی بات نہیں کہ آخر ہمارے معبود ان سے بڑھ کر تو نہیں۔ اس پر کفارِ قریش نے زوردار قہقہہ لگایا اور ایک شور مچا واہ واہ کیا کہ کیا کہنے!! کیسا تیر مارا!! کیا لاجواب بات کہی!! وغیرہ وغیرہ۔ تو اس سلسلے میں سورۂ انبیاء کی یہ آیتِ کریمہ بھی نازل ہوئی - ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾ - (الانبیاء: ۱۰۱)۔ اور سورۂ زخرف کی زیرِ بحث یہ آیاتِ کریمہ بھی اس سلسلے میں اسی موضوع سے متعلق نازل ہوئیں۔ کیونکہ یہاں اوپر آیت نمبر ۴۵ میں یہ ارشاد فرمایا جا چکا ہے کہ پوچھ دیکھو ہمارے ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے۔ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کچھ ایسے معبود مقرر کئے تھے جن کی پوجا کی جائے؟ تو اس پر عبداللہ بن الزبعری کے نام کے اس شخص نے یہی اعتراض جڑ دیا جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ لیکن اس کا یہ اعتراض چونکہ ایک لچر اور بے ہودہ اعتراض تھا اس لئے اس پر سلسلہ کلام کو توڑا نہیں گیا۔ بلکہ جو مضمون چلا آ رہا تھا اس کو مکمل کرنے سے پہلے اس کی اس بات کی طرف توجہ نہیں فرمائی گئی۔ اور اب اوپر والے مضمون کو پورا فرمانے کے بعد اسکے اس اعتراض کا ذکر فرمایا گیا۔ بہر کیف جن پاکیزہ ہستیوں کی ان کی موت کے بعد پوجا کی گئی ان کا چونکہ اس میں کوئی قصور نہیں اس لئے ان پر کوئی الزام نہیں۔ قصور تو اس میں ان لوگوں کا ہے جنہوں نے ان بزرگ ہستیوں کے مرنے کے بعد اپنی عقیدت کے غلو میں ان کی پرستش کی۔ سو یہاں پر حضرتِ عیسیٰؑ سے متعلق اسی قصے کی طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ یہی عبداللہ بن الزبعری بعد میں اسلام لا کر اسلام کے سچے جاں نثاروں میں شامل ہو گئے تھے۔ (حاشیہ جامع البیان وغیرہ)۔ بہر کیف اس آیتِ کریمہ میں مشرکین کے اسی مذکورہ بالا واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ (جامع البیان، ابن کثیر، روح، محاسن، مدارک، خازن اور معارف وغیرہ)۔ ﴿يَصِدُّوْنَ﴾ کے معنی چیخنے چلانے کے آتے ہیں۔ یعنی ابنِ زبعری کی یہ بات سنتے ہی وہ لوگ چلا اٹھے اور انہوں نے اس پر واہ واہ کے ڈونگرے برسانے شروع کر دیئے۔ سو اہلِ ہویٰ اور اصحابِ زیغ وضلال کا طریقہ و وطیرہ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ چنانچہ آج بھی ایسے لوگ طرح طرح کے شرکیہ نعرے بلند کرتے اور چیخ وپکار اور شورا شوری سے کام لے کر اپنے باطل کو غالب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ -﴿

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾-والعیاذ باللہ جل وعلا بکلّ حالٍ من الاحوال،

۷۹ سٹنٹ بازی منکرین ومشرکین کا قدیم وطیرہ -والعیاذ باللہ العظیم-:-سو اس سے کفار ومشرکین کی سٹنٹ بازی اور انکے جھگڑالوپن کا ایک مظہر ونمونہ سامنے آتا ہے۔ سو ایسے لوگ صحیح بات کو جاننے اور ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے اور ان کی عادت اور وطیرہ ہی یہ سٹنٹ بازی اور جھگڑالوپن ہے۔ ورنہ یہ تو ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴾ کے عموم میں تمہارے اَوثان واَصنام کے علاوہ ذوی العقول میں سے صرف وہی لوگ داخل ہوسکتے ہیں جو اپنی پوجا اپنے قصد واختیار سے کراتے اور اس پر خوش ہوتے ہوں۔ جبکہ حضرت عیسیٰ اور اس طرح کی دوسری تمام مقدس ہستیوں نے تو عمر بھر ایک خدائے واحد کی عبادت وبندگی ہی کی دعوت دی۔ اور ہمیشہ اسی کی تعلیم وتلقین فرمائی۔ اور خود ان کی پوجا و پرستش اگر ان کے نانہجار اور بدعقیدہ پیروکاروں نے بعد میں کی تو اس میں ان کا کیا قصور؟ وہ تو ہمیشہ یہی کہتے رہے-﴿ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾-کل قیامت میں بھی وہ صاف اور صریح طور پر اور برملا یہی اعلان فرمائیں گے-﴿ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ﴾-(المائدۃ:۱۱۷)۔ چنانچہ یہاں شانِ نزول میں ذکر کردہ روایت میں بھی آنحضرت-صلی اللہ علیہ وسلم- سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو اپنی پوجا پر خوش ہوتا ہو-"كُلُّ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّعْبَدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ"- (المراغی)۔ پس اس سے اہلِ بدعت کے بعض تحریف پسندوں کی وہ منطق بھی ختم ہو جاتی ہے جو انہوں نے "مَا" اور "مَن" کے لغوی فرق سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہاں پر بگھاری ہے۔ کیونکہ کلمہ "مَا" کا استعمال اگرچہ عام طور پر غیر ذوی العقول ہی کے لئے آتا ہے مگر ذوی العقول کے لئے بھی اس کا استعمال عام اور شائع وذائع ہے۔ لغتِ عرب کے علاوہ خود قرآنِ حکیم میں بھی اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً سورۂ شمس میں ہے-﴿ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ، وَالْاَرْضِ وَ مَا طَحٰهَا ، وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ﴾ -(الشمس:۵-۷) کہ یہاں پر کلمہ "مَا"، "مَن" ہی کے معنیٰ میں ہے۔ اور خود ان کے بڑوں نے بھی اس کا ترجمہ اسی کے مطابق کیا ہے۔ اسی طرح سورۂ کافرون میں جو آیت نمبر ۳ اور ۵ میں-﴿ مَا اَعْبُدُ ﴾- آیا ہے اس میں بھی "مَا" سے مراد قطعی اور یقینی طور پر "من" ہی ہے۔ کیونکہ اس سے مراد حضرتِ معبودِ حق ہی ہے-جَلَّ جَلَالُهٗ- بہرکیف کفار کا یہ اعتراض محض جدل اور مغالطہ کے لئے تھا ورنہ اصل حقیقت ان سے مخفی نہ تھی۔ (القرطبی وغیرہ)۔ اور اس آیتِ کریمہ کا ایک اور مطلب جو بعض حضرات اہلِ علم نے لیا ہے اور جو آیتِ کریمہ کے ظاہری الفاظ وکلمات پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے یہ ہے کہ جب تمہاری قوم کے سامنے حضرات انبیائے کرام کی دعوت کے سلسلے میں حضرتِ عیسیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ بھی اسی دینِ توحید کے داعی تھے جسکی دعوت دوسرے انبیائے کرام نے دی۔ تو تمہاری قوم کے جھگڑالو چیخ اور چلا اٹھتے ہیں کہ لو یہ شخص ہمارے معبودوں کی تو برائی کرتا ہے مگر مسیح کی تعریف کرتا ہے۔ حالانکہ ہمارے معبود تو فرشتے ہیں جبکہ مسیح بہرحال مریم کے بیٹے ہیں۔ اور اس طرح یہ لوگ عام لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن حضرتِ عیسیٰ کا ایک معبود کی حیثیت سے اعتراف کرتا ہے۔ سو یہ ایک سازش ہے کہ ہمارے ذہنوں سے ہمارے آبائی دیوتاؤں کی عقیدت ختم کر کے انکی جگہ مسیح کی الوہیت کا عقیدہ راسخ کیا جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم

ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾

اس کا ذکر بھی انہوں نے آپ سے محض جھگڑنے کے لئے کیا (اور یہ کوئی ایک دفعہ کی بات نہیں تھی) بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو ۷۹ ﴿۵۸﴾

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ

وہ (ابن مریم) تو محض ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا تھا ۸۰ اور اس کو ہم نے ایک نمونہ بنا دیا تھا

۸۰ ابنِ مریم کی اصل حیثیت کا ذکر و بیان: ــ سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ ابنِ مریم تو محض اللہ تعالیٰ کے ایک انعام یافتہ بندے تھے اور بس۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ تو محض ایک بندہ تھا جس پر ہم نے طرح طرح کے انعام فرمائے تھے۔ یعنی ان میں کسی خدائی صفت کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ انکی عظمتِ شان کا اصل اور خاص پہلو یہ تھا کہ ہم نے ان کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا تھا۔ مثلاً یہ کہ ان کو نبوت و رسالت جیسے عظیم الشان شرف و اعزاز سے نوازا۔ پس نہ تو وہ مشکوک النسل تھے جس طرح کہ یہودِ بے بہبود نے ان پر بہتان باندھا۔ والعیاذ باللہ۔ اور نہ ہی وہ خدا یا خدا کے بیٹے تھے۔ جس طرح کہ نصاریٰ کا کہنا اور ماننا ہے۔ بلکہ وہ تو محض اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ بندے اور اس کے سچے رسول تھے اور بس۔ الوہیت کی کوئی صفت نہ ان کے اندر تھی نہ ہو سکتی تھی۔ اور نہ ہی انہوں نے اس کا کبھی کوئی دعویٰ ہی کیا۔ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ــ سو قرآنِ پاک جو انکی مثالیں پیش کرتا ہے تو وہ انکے معبود ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ خداوند قدوس کا ایک ایسا بندہ ہونے کے اعتبار سے جسکو اللہ پاک نے اپنے خاص انعامات سے نوازا تھا اور بس۔ سو اس طرح قرآنِ حکیم نے اصل حیثیت کو نکھار کر پیش فرما دیا۔ اور انسے متعلق اپنوں اور غیروں کی سب گمراہیوں اور غلط فہمیوں کا قلع قمع فرما دیا۔ اور ایسا کہ اس بارے کسی کے لیے کسی شک و شبہ اور غلط فہمی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ فالحمد للہ جَلَّ وَعَلَا بِكُلِّ حالٍ من الاحوال،

۸۱ حضرتِ عیسیٰ کا نمونہ صرف بنی اسرائیل کے لیے: ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "انکو ہم نے خاص انعامات سے بھی نوازا تھا اور انکو ایک مثال بنایا تھا بنی اسرائیل کیلئے"۔ کہ پیدا ہوئے تو بغیر باپ کے۔ پھر اس کے بعد مختلف اور عظیم الشان معجزات سے ان کی تصدیق و تائید فرمائی گئی۔ اور ساری عمر وہ حق و صداقت کا نشان بن کر رہے۔ پھر ان کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا۔ سو اس طرح کے مختلف اور عظیم الشان انعامات سے ان کو نوازا۔ مگر ان کی بعثت تھی صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے۔ اس لئے آخر میں جب وہ دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے تو شریعتِ محمدیہ ہی کے تابع ہو کر تشریف لائیں گے۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ انکو ایک پاکیزہ نمونہ اور مثال بنایا تھا تاکہ اس پاکیزہ نمونے کو سامنے رکھ کر وہ لوگ اپنے کج پیچ درست کرلیں۔ یوں تو ہر پیغمبر اپنی قوم کیلئے نمونہ و معیار اور خدائی کسوٹی ہوتا ہے اور اسکے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی میں قوم کی نجات کا راز مضمر ہوتا ہے لیکن حضرتِ عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نوعیت کی ولادت اور نہایت کھلے ہوئے معجزات کے ساتھ اس لیے بھیجا تھا کہ بنی اسرائیل جو اپنے انبیاء کی تمام تعلیمات کو بھلا کر بالکل اندھے اور بہرے بن گئے تھے انکی آنکھیں کھل سکیں۔ لیکن وہ ایسے قاسی القلب اور بدبخت نکلے کہ انہوں نے انکی مثال سے بھی کوئی سبق نہ لیا۔ جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان پر ہمیشہ کیلئے لعنت کر دی۔ والعیاذ باللہ۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ حضرتِ عیسیٰ کا اسوہ اور نمونہ صرف بنی اسرائیل ہی کے لیے تھا اور بس۔ نہ ان کی نبوت عالمی تھی اور نہ ان کی دعوت۔ عالمی دعوت صرف حضرت امام الانبیاء کی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۵۹﴾ وَ لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡکُمۡ مَّلٰٓئِکَۃً فِی

بنی اسرائیل کے لئے ۸۱ ﴿۵۹﴾ اور اگر ہم چاہیں تو تم سے بھی فرشتے پیدا کر دیں (اے لوگو!) جو زمین میں

الۡاَرۡضِ یَخۡلُفُوۡنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِنَّہٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ

تمہاری جگہ رہیں ۸۲ ﴿۶۰﴾ اور بے شک وہ ایک عظیم الشان نشانی ہے قیامت کی، پس تم لوگ کبھی اس کے بارہ میں

بِہَا وَ اتَّبِعُوۡنِ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۶۱﴾ وَ لَا یَصُدَّنَّکُمُ

شک نہیں کرنا اور میری پیروی کرو ۸۳ یہ ہے سیدھا راستہ ۸۴ ﴿۶۱﴾ اور (خبردار!) تمہیں شیطان روکنے نہ پائے

۸۲ عجوبہ پرستی اور اساسِ شرک کی بیخکنی: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر ہم چاہیں تو تم لوگوں سے بھی ایسے فرشتے پیدا کر دیں جو تمہاری جگہ رہیں اس میں"۔ پس نہ یہ دین تمہارا محتاج ہے اور نہ خداوند قدوس کی عبادت و بندگی تم پر موقوف ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ ﴿وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ﴾۔ (محمد: ۳۸)۔ اور دوسرے معنیٰ آیتِ کریمہ کے یہ کئے گئے ہیں کہ ہم نے اگر عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے تو ہم اس سے بڑھ کر عجیب کام یہ کر سکتے ہیں کہ خود تم لوگوں میں سے اور تمہاری نسل میں سے فرشتے پیدا کر دیں جو تمہاری جگہ یہاں رہنے بسنے لگیں کہ ہماری قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں۔ تو پھر عیسیٰ کی تخلیق تمہارے لئے اس قدر اچنبھے کا باعث کیونکر بن گئی کہ تم نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ (جامع البیان، المراغی، المعارف وغیرہ)۔ اسی طرح جن لوگوں نے فرشتوں کو محض اس بنا پر معبود اور خدا کا شریک قرار دیا کہ وہ نور سے پیدا ہوتے ہیں تو انکی بھی تردید ہو گئی کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا حال یہ ہے کہ وہ خود تمہارے اندر سے فرشتوں کی صفات کے ایسے لوگ پیدا کر سکتا ہے جو تمہاری جگہ رہیں بسیں اور زمین میں خلافت کا وہ فرض انجام دیں جو انسانوں کو سپرد ہوا ہے۔ لیکن یہ بات چونکہ اسکی حکمت کیخلاف ہے اس لیے اس نے ایسے نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ محض "نور" یا "نار" سے پیدا ہونا یا کسی کا بغیر باپ کے وجود میں آجانا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ وہ خدا کی خدائی میں شریک ہو سکے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس سے مشرکین کے شرک اور شرک کی اساس و بنیاد یعنی اعجوبہ پرستی کی بیخکنی فرما دی گئی۔ فالحمد للہ جَلَّ وَ عَلَا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق و ہدایت پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۸۳ حضرتِ عیسیٰ قیامت کے لیے ایک حجتِ قاطع: - سو ارشاد فرمایا گیا اور اَدواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ وہ ایک عظیم الشان علم اور حجتِ قاطع ہے قیامت کی"۔ یعنی عیسیٰ کہ آپؑ کی معجزانہ ولادت اور اِحیاءِ موتی جیسے عظیم الشان معجزات، زندہ آسمان پر اٹھایا جانا، اور ایک زمانے کے بعد اسی طرح واپس اتارا جانا وغیرہ سب قیامت کے اِمکان اور اس کے وقوع کی کھلی نشانیاں ہیں۔ اور آخری زمانہ میں آپؑ کا دوبارہ نزول تو قربِ قیامت کی ایک اہم علامت ہوگا۔ اور دوسرا احتمال اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضمیر کا مرجع قرآنِ کریم ہو۔ کیونکہ قیامت اور اس کے ہولناک مناظر اور جنت و

دوزخ کے حالات جس طرح اس کتابِ مقدس میں بیان فرمائے گئے ہیں اس کی دوسری کوئی نظیر ومثال موجود نہیں۔ اوران سب امورِ غیبیہ کی منظر کشی یہ کتاب عزیز اس طرح کرتی ہے کہ سب کچھ گویا آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اوراس کا یہ علم قطعی اور یقینی ہے۔ (جامع البیان، المراغی، اضواء البیان، تفسیر ابنِ عاشور نقلاً عن الحسن وقتادہ وغیرہما)۔ سو حضرت عیسیٰ اس قیامت کی قطعی حجت ہیں جسکی خبر یہ قرآن دے رہا ہے۔ بس تم لوگ اسکے بارے میں کوئی شک مت کرو اور راہِ حق وہدایت کے سلسلے میں میری پیروی کیرو۔ یہی تمہارے لئے سلامتی کی راہ ہے۔ اوراسی میں تمہارا بھلا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

۸۴ راہِ حق کی تعیین وتشخیص اوراس کو اپنانے کا حکم وارشاد: ۔سو ارشاد فرمایا گیا ''پس تم لوگ اسکے بارے میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں کرنا اور ہمیشہ میری ہی پیروی کرنا''۔ یعنی تم لوگ میرے اس دین کی پیروی کرو جس کو میں نے تمہاری ہدایت کے لئے اتارا ہے یا میرے اس پیغمبر کی اِتباع کرو جس کو میں نے تمہاری خاطر مبعوث فرمایا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ یہ پیغمبر کو حکم ہے کہ وہ یوں کہیں کہ میری پیروی کرو۔ (القرطبی، البیضاوی، الجلالین وغیرہ)۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ حضرتِ عیسیٰ کو جس حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے وہ یہ نہیں کہ وہ معبود یا ابن اللہ ہیں۔ بلکہ اس اعتبار سے پیش کیا جارہا ہے کہ وہ توحید کے داعی اور قیامت کا علم یعنی اسکی ایک قاطع حجت ہیں۔ پس تم لوگ قیامت کے بارے میں شک میں نہ پڑو، اور مناظرہ بازی اور الجھنے الجھانے کی روش کو ترک کر کے حق کی اِتباع وپیروی کا طریقہ اپناؤ کہ یہی حق وہدایت کی سیدھی راہ ہے جو عقل وفطرت کے تقاضوں کے عین مطابق اور دارین کی سعادت وسرخروئی سے بہرہ مند وسرفراز کرنے والی واحد راہ ہے۔ پس ہمیشہ اسی کو اپنانے کی کوشش کرو اور پورے صدق اور اخلاص سے کوشش کرو۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۸۵ اللہ کا خوف اور پیغمبر کی اِطاعت سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ: ۔عیسیٰ نے ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ ان تمام چیزوں میں جن کا تعلق دین وشریعت سے ہے کہ وہ تو تمہاری عقلوں کے اِحاطہ و اِدارک سے باہر ہیں۔ بخلاف ان دنیاوی امور کے جو تمہاری عقل میں آسکتے ہیں کہ ان میں تم لوگ شریعت کی مقرر فرمودہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی عقل وفکر اور فہم وفراست سے کام لے سکتے ہو جیسا کہ تابیر نخل کے قصے میں آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے ارشاد فرمایا۔ '' اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دِیْنِکُمْ ''۔ سو دنیاوی امور میں تو انسان محض اپنی عقل وفکر کی بنا پر کام کرسکتا ہے۔ جبکہ حدودِ شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ لیکن دینی امور میں حضراتِ انبیائے کرام۔ علیہم الصلوات والسلام۔ کی اطاعت وفرمانبرداری اور انکی اِتباع وپیروی کیے بغیر بہرحال اور بہرصورت کوئی چارہ نہیں۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ جب حضرتِ عیسیٰ کھلے دلائل کے ساتھ بنی اسرائیل کے پاس پہنچ گئے تو ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس کوئی نیا دین لے کر نہیں آیا۔ بلکہ تم لوگوں کو اسی دین کی دعوت دے رہا ہوں جسکی دعوت حضرتِ موسیٰ نے دی تھی۔ اور حکمتِ دین کی جس دولت سے تم لوگوں نے اپنے آپ کو محروم کر دیا تھا وہ لیکر آیا ہوں۔ پس رب تم لوگوں کیلئے صحت وسلامتی اور نجات وفلاح کی راہ یہی ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت وپیروی کرو۔ سو خوفِ خداوندی اور اِطاعت واِتباعِ رسول والی راہ ہی ذریعۂ نجات اور وسیلۂ فوز وفلاح ہے اور یہی راہ سعادت دارین سے سرفرازی کی واحد راہ ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال

الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى

(راہ حق وصواب سے) بے شک وہ تمہارا دشمن ہے کھلم کھلا ﴿۶۲﴾ اور جب آ گئے عیسیٰ کھلے دلائل کے ساتھ، تو آپ نے

بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ

(بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا کہ بلاشبہ میں تمہارے پاس آ گیا ہوں حکمت کے ساتھ (تاکہ تمہاری اصلاح کروں)

بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾

اور تاکہ تمہارے سامنے کھول کر بیان کر دوں بعض ان چیزوں کی حقیقت جن کے بارے میں تم لوگ اختلاف میں پڑے ہو پس تم لوگ

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ

اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت (وفرمانبرداری) کرو ﴿۶۳﴾ ۸۵ بے شک اللہ جو ہے وہی رب ہے میرا بھی اور رب ہے تمہارا بھی، یہی ہے سیدھا

۸۶ حضرتِ عیسیٰ کی دعوت بھی توحید ہی کی دعوت تھی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ آنجناب نے لوگوں سے کہا کہ بے شک اللہ ہی رب ہے میرا اور وہی رب ہے تمہارا۔ یہی ہے سیدھا راستہ۔ اس سے واضح فرمایا دیا گیا کہ حضرتِ عیسیٰ کی اصل دعوت بھی توحید ہی کی دعوت تھی۔ یعنی اللہ پاک کی توحید۔ اور صرف اسی کی عبادت و بندگی ہی وہ سیدھا راستہ ہے جس پر چلنے سے تمہیں دنیاوی زندگی میں بھی سکون و سعادت کی دولت نصیب ہوسکتی ہے اور آخرت کی ابدی و دائمی زندگی میں بھی تم فوز و فلاح سے ہمکنار و سرفراز ہو سکتے ہو۔ اور اس سے منہ موڑنے کی صورت میں دارین کی تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس میں حضرتِ عیسیٰ کی اصل دعوت کا بیان ہوا ہے اور اس میں صاف اور صریح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ انکی دعوت بھی دیگر تمام انبیاء و رسل کی طرح توحید ہی کی دعوت تھی۔ سو ان پر ایمان رکھنے اور انکی اِتباع و پیروی کا دعویٰ کرنے اور ان کے عشق و محبت کا دم بھرنے والوں نے جس کاروبارِ شرک کو چلایا اور اپنایا، اور حضرتِ عیسیٰ کے نام ہی سے انہوں نے اس کو چلایا انہوں نے سراسر ظلم کا ارتکاب کیا۔ حضرتِ عیسیٰ کی ذات اس سے بہرحال بری اور قطعی طور پر بے قصور ہے۔ اور عشق پیغمبر کے ان جھوٹے دعویداروں نے دوہرے ظلم اور ڈبل جرم کا ارتکاب کیا کہ ایک طرف تو انہوں نے شرک جیسے سنگین جرم کا ارتکاب کیا، اور دوسری طرف حضرتِ عیسیٰ کے پیش فرمودہ دینِ توحید کو انہوں نے شرک کا ملغوبہ بنا دیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ و سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین، وارحم لراحمین۔

مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ

راستہ ہے۸۶ ﴿٦٤﴾ مگر (اس کے باوجود) ان کے مختلف گروہ آپس میں اختلاف ہی میں پڑے رہے ۸۷

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ

سو بڑی تباہی اور خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو ظلم ہی پر اڑے رہے ایک بڑے ہی دردناک دن کے عذاب سے ۸۸ ﴿٦٥﴾ تو کیا

يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا

اب یہ لوگ قیامت ہی کی انتظار میں ہیں کہ وہ ان پر ایسی اچانک ٹوٹ پڑے کہ ان کو خبر تک

۸۷ حضرتِ عیسیٰ کے نام لیواؤں کی گروہ بندیوں کا ذکروبیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''پھر ان لوگوں کے گروہ آپس میں اختلاف ہی میں پڑے رہے''۔ مختلف سو بڑی ہی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جو ظلم ہی پر اڑے رہے ایک بڑے ہی دردناک عذاب کی وجہ سے یعنی حضرتِ عیسیٰ کے اس واضح اور صاف وصریح اعلانِ حق وصداقت کے باوجود وہ لوگ اختلافات کی دلدل ہی میں پھنسے رہے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ کسی نے حضرتِ عیسیٰ کو عینِ خدا قرار دیا۔ کسی نے خدا کا بیٹا مانا۔ اور کسی نے تین خداؤں میں سے ایک۔ اور کسی نے کہا کہ نہیں وہ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور یہی حق ہے۔ اور اسی کے اہلِ حق قائل ہیں۔ اور ان لوگوں نے تثلیث اور کفارہ جیسے شرکیہ اور گمراہانہ پھندے ایجاد کر کے دینِ عیسیٰ کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ اس کا کچھ کا کچھ کر دیا۔ اور حضرتِ عیسیٰ کی تعلیم توحید کا بالکل خاتمہ کر دیا - والعیاذ باللہ - اور اپنی ان بدعات کی تعبیر وتشریح کا سلسلے میں آگے یہ لوگ مزید اختلافات اور گروہ بندیوں کا شکار ہو گیے جو کہ محرومیوں کی راہ ہے اور اللہ والوں کا نام لینے ان کے ساتھ محبت وعقیدت کے دعوے کرنے باوجود ان کی تعلیمات اور ان کے طور طریقوں کی خلاف ورزی کرنے کے اس سنگین جرم کا ارتکاب ہمیشہ کیا گیا کل بھی یہی حال تھا، اور آج بھی یہی ہے، آج اس امت کے اندر بھی کتنے ہی بدبخت ایسے ہیں جو بزرگوں کے نام تو لیتے ہیں مگر عمل ان کی تعلیمات کے خلاف کرتے ہیں اور یہاں تک کہ محبت وعقیدت کے ان دعووں کی آڑ میں کھلے اور صریح شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، اور اس طرح ایسے لوگ خود بھی دوزخ کی راہ پر چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسکی دعوت دیتے ہیں، - والعیاذ باللہ جل بکل حالٍ من الاحوال وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۸۸ منکرین کے دلوں پر ایک زوردار دستک: - سو ارشاد فرمایا گیا، اور منکرین کے دلوں کو جھنجوڑنے اور ان پر ایک زوردار دستک کیلئے هَلْ کے حرفِ استفہام کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''کیا اب یہ لوگ قیامت ہی کے انتظار میں ہیں'' کہ وہ ان پر بالکل اچانک ٹوٹ پڑے اور اس وقت یہ کفِ افسوس ملنے لگیں۔ مگر انہیں اس کا کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے۔ مطلب یہ کہ حق کی توضیح وتشریح اور ان لوگوں کی تفہیم وتذکیر میں اب کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔ اور کوئی فرق اب باقی نہیں رہ گیا سوائے اس کے کہ وہ دن آ جائے اور اچانک وہ عذاب ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور یہ اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں - والعیاذ باللہ - سو ان لوگوں کے رویے اور انکے طرزِ عمل سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ متنبہ ہونے اور قیامت کیلئے تیاری کرنے کی بجائے اسکی آمد ہی کے منتظر ہیں کہ وہ اچانک ان پر ٹوٹ پڑے اور ایسی کہ انکو اسکی خبر بھی نہ ہو۔ اور اس طرح یہ اپنے آخری اور دائمی انجام کو پہنچ کر رہیں - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے محفوظ رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین

يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

نہ ہو؟ ۸۸ ﴿٦٦﴾ اس دن گہرے دوست بھی آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے ۸۹

اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ

سوائے پرہیز گار لوگوں کے ۹۰ ﴿٦٧﴾ اے میرے بندو! (اب خوش رہو) نہ تو تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی تمہیں

تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ ع ۱۱ / ۱۲

کوئی غم لاحق ہوگا ۹۱ ﴿٦٨﴾ (یہ وہ ہوں گے) جو ایمان لائے ہوں گے ہماری آیتوں پر اور وہ فرمانبردار رہے ہوں گے ۹۲ ﴿٦٩﴾

۸۹ قیامت کے روز گہرے دوست بھی دشمن - والعیاذ باللہ: - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کے روز گہرے دوست بھی دشمن بن جائیں گے - والعیاذ باللہ العظیم - سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے"۔ یعنی دنیا کی ہر دوستی اس روز دشمنی میں بدل جائے گی بجز اس دوستی کے جو ایمان وتقویٰ کی بنیاد پر اور خالص اللہ پاک کی رضا وخوشنودی کے لئے ہو کہ ایسی پاکیزہ دوستی اس روز بھی باقی رہے گی اور کام آئے گی۔ سو اصل تعلق دین وایمان کا تعلق ہے۔ پس اب ہر شخص خود دیکھ لے اور اپنا محاسبہ خود کرلے کہ اس کی دوستیاں کس کس کے ساتھ اور کس کس اساس وبنیاد پر ہیں؟۔ بہر کیف اس ارشاد سے اس اہم حقیقت کو آشکارا فرمایا گیا ہے کہ دنیا میں تو ایسے محروم اور بدبخت لوگ جو ایمان ویقین کی دولت سے محروم ہیں اپنے دوستوں، ساتھیوں، مددگاروں اور اپنے قوم قبیلہ اور مصنوعی وخود ساختہ شفعاء وشرکاء کے اعتماد اور سہارے پر مست ومگن ہیں اور اسی بنا پر ایسے لوگ آخرت کی فکر وتیاری سے غافل ونچنت اور بے فکر ہیں اور آوازِ حق وہدایت پر کان دھرنے کو تیار نہیں ہوتے لیکن کل جب قیامت کا وہ یوم عظیم ان کے سامنے آئے گا تو ان کے یہ تمام مصنوعی سہارے ہوا ہو جائیں گے۔ اور نہ صرف یہ کہ یہ ان کے کچھ کام نہیں آئیں گے بلکہ الٹا یہ ان کے دشمن بن جائیں گے کہ انہی کی رفاقت وسنگت کی بنا پر ان کو یہ روزِ بد دیکھنا پڑا کہ انہی کی شہ پر وہ کلمہ حق پر کان دھرنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ ہاویہ دوزخ میں گر کر رہے ورنہ ہم کلمہ حق کی خیر وبرکت سے محروم ہو کر اس ہولناک انجام کو نہ پہنچتے۔ ﴿لَوْ لَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ﴾۔ مگر بے وقت کے اس پچھتاوے سے ان کو اس وقت کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا سوائے ان کی آتشِ یاس و حسرت میں اضافے کے - والعیاذ باللہ العظیم - بکل حالٍ من الاحوال وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۹۰ تقویٰ وپرہیزگاری کا رشتہ آخرت میں بھی باقی رہیگا: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "گہرے دوست اس روز آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگار لوگوں کے"۔ کہ تقویٰ کی اساس وبنیاد پر قائم ہونے والی دوستیاں اس دن بھی قائم اور برقرار رہیں گی - سبحان اللہ! - کتنی بڑی دولت ہے یہ ایمان وتقویٰ کی دولت اور کس قدر عظیم رشتہ ہے یہ تقویٰ وایمان کا رشتہ جو اس مشکل وقت میں بھی قائم رہے گا جبکہ باقی تمام رشتے اور تعلق کٹ جائیں

گے - اللہ نصیب فرمائے - کہ دنیائے فانی کی اس عارضی زندگی کے بعد آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی میں کام آئے گا - اللھم زدنا منہ وثبتنا علیہ - آمین ثم آمین یا ارحم الرحمٰن و یا اکرم الاکرمین - سو متقی لوگ چونکہ دنیا میں ایک دوسرے کو حق وعدل کی نصیحت کرتے، اور ایک دوسرے کی نصیحت کو سنتے رہتے ہیں اس لیے یہ دوستی انکو وہاں بھی کام آئے گی اور یہ اس پر خوش ہونگے - وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید،

۹۱ اہلِ ایمان کیلئے ایک صدائے دلنواز، اور مژدۂ جانفزا کا ذکر و بیان: - سو یوم حساب کے اس یومِ عظیم میں ایمان اور تقوی کی دولت سے سرفراز خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یٰعِبَادِ (اے میرے پیارے بندو) کے لطف وعنایت بھرے خطاب اور رحمتوں بھری صدائے دلنواز سے نوازا جائے گا، اور اس نداء وخطاب کے بعد ان کو حضرت واھبِ مطلق جَلّ جَلالُہٗ کی طرف سے یہ مژدۂ جانفزا سنایا جائے گا کہ " اب نہ تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی تم غمگین ہوؤ گے" - یعنی نہ آئندہ کا کوئی خوف ہوگا کہ اب تمہیں جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفرازی نصیب ہو چکی ہے جو کبھی چھننے والی نہیں - کیونکہ یہ عطا وبخشش ہوگی اس اکرم الاکرمین کی طرف سے جو نعمت دے کر چھینتا نہیں - خاص کر آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہان میں جہاں اس کی شانِ عطا وبخشش اپنے عروج وکمال پر ہوگی - سبحانہ وتعالیٰ - اسی طرح ان خوش نصیب حضرات کو اپنی دنیا اور اپنے ماضی پر بھی کوئی غم اور افسوس نہیں ہوگا - کیونکہ انہوں نے اپنے صدق واخلاص اور توفیق وعنایتِ خداوندی کی بنا پر دنیا میں راہِ حق وہدایت کو اپنایا ہوگا اور اپنی متاعِ زندگی کو اس کے صحیح مصرف میں صرف کیا ہوگا - اس لیے وہ اپنے ماضی اور اپنے اعمال کے بارے میں شاداں وفرحاں ہوں گے - سبحان اللہ! - کیسی پاکیزہ اور کامیاب زندگی ہوگی جنت کی وہ زندگی جہاں نہ ماضی کا کوئی غم وافسوس ہوگا اور نہ مستقبل کا کوئی خوف واندیشہ - اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے - آمین ثم آمین - سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تقویٰ وپرہیزگاری کی دولت کتنی بڑی اور کس قدر عظیم الشان دولت ہے جو انسان کو دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز کرتی ہے اور ان متقیوں کی دو اہم صفتوں کو بھی بیان فرمایا گیا جس سے تقوے کی حقیقت بھی واضح ہوگئی، سو ان دو صفتوں میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ وہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے تھے، اور دوسری صفت یہ کہ وہ فرمانبردار رہے ہونگے، سو ایمان اور اسلام، یعنی اطاعت فرمانبرداری تقوی وپرہیزگاری کی دو اہم بنیادیں ہیں، ان کے بغیر تقوے کا حقیقی مفہوم نہیں ہو سکتا - اللہ نصیب فرمائے - اور اس قدر کہ وہ راضی ہو جائے - سبحانہ وتعالیٰ - اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے وہ اپنی پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا اکرام الاکرمین، ویا ارحم الراحمین -

۹۲ متقیوں کے لیے دخولِ جنت کا حکم وارشاد: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ " ان سے کہا جائے گا کہ اب داخل ہو جاؤ جنت میں تم بھی اور تمہاری بیویاں بھی" - جنہوں نے اپنی دنیاوی زندگی ایمان واطاعت کے ساتھ گزاری ہوگی - اور ان میں سے جو یکے بعد دیگرے مختلف شوہروں کے عقد میں رہی ہوں گی وہ اپنے آخری شوہر کو ملیں گی اگر وہ جنتی ہوا - جیسا کہ صحیح حدیث میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے - بہر حال یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مبارکباد ہوگی جو اس روز ان خوش نصیبوں کو سنائی جائے گی کہ اے میرے بندو اب تم خوف اور حزن کے دار الابتلاء سے نکل کر جنت کی اس ابدی بادشاہی میں داخل ہو گئے ہو جس میں تم پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی تم کبھی غمگین ہوؤ گے - واضح رہے کہ خوف مستقبل کے خطرات سے ہوتا ہے اور غم ماضی اور حال کی ناکامیوں اور صدمات سے - سو جنت ایسی جگہ ہوگی جہاں اہلِ ایمان ان دونوں ہی سے محفوظ رہیں گے - جبکہ دنیا میں یہ چیز کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہو سکتی - سو جنت ابدی اور حقیقی بادشاہی سے سرفرازی کی جگہ ہوگی پس اصل کامیابی اسی سے سرفرازی کی کامیابی ہے - اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے - آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین - ویا ارحم الراحمین

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ

(ان سے کہا جائے گا کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں، تم بھی اور تمہاری بیویاں بھی ۹۲ تمہیں (ہر طرح سے) خوش رکھا جائے گا ۹۳ ﴿۷۰﴾ ان کے آگے

عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا

سونے کے تھال، اور (مشروبات بھرے) ساغر گردش کرائے جا رہے ہوں گے، اور ان کو وہاں

مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا

ہر وہ چیز ملے گی جو ان کے جی چاہیں گے اور جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی، ۹۴ اور (ان کو یہ بھی کہا جائے گا کہ) تم یہاں

خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ

ہمیشہ رہو گے ﴿۷۱﴾ اور (ان سے مزید کہا جائے گا کہ) یہی ہے وہ جنت جس کا تم کو وارث بنا دیا گیا ۹۵ تمہارے ان اعمال کے بدلے میں

۹۳ **جنتیوں کیلئے خوش رکھے جانے کی خوشخبری کا ذکر و بیان**:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہا جائے گا کہ یہاں تمہیں ہر طرح سے خوش رکھا جائے گا"۔ "حبور" اور "حبار" دراصل اس خوشی کو کہا جاتا ہے جس کے اثرات انسان کے چہرے مہرے پر ظاہر ہوں۔ (صفوۃ البیان، محاسن التاویل وغیرہ)۔ سو اہلِ جنت کو حضرتِ حق -جل مجدہ- کی طرف سے ایسی ایسی عظیم الشان نعمتوں سے نوازا جائے گا کہ ان کے اثرات ان کے چہروں پر طرح طرح سے عیاں اور ہویدا ہوں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ﴾ - کہ "تم ان کے چہروں میں نعمتوں کی ترو تازگی دیکھو گے"۔ اللہ اپنے کرم و احسان سے نصیب فرمائے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ "ازواج" کے معنی بیویوں کے بھی آتے ہیں اور ہم مشرب ساتھیوں اور دوستوں کے بھی۔ اوپر کفار کے ہم مشربوں کا بیان ہوا کہ آپس میں یہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ اور یہ اسکے مقابلے میں اہلِ ایمان کا حال بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ مسرور اور شادکام ہونگے اور اپنے ساتھیوں، دوستوں اور ہم مشربوں سے مل کر خوش ہو رہے ہونگے- اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۹۴ **جنتیوں کی ہر خواہش کی تکمیل کا ذکر و بیان**:- سو اس سے جنتیوں کی ہر خواہش کی تکمیل کی بشارت سنائی گئی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ﴾- (حم السجدۃ: ۳۱)۔ یعنی "تم لوگوں کو وہاں پر ہر وہ چیز ملے گی جو تمہارے دل چاہیں گے "اور تمہارے لیے وہاں پر وہ سب کچھ ہوگا جو تم طلب کرو گے۔ سو اس سے جنت کی حقیقت اور اس کی عظمتِ شان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو من چاہی زندگی اس دنیا میں کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے لئے بھی ممکن نہیں وہ وہاں پر یہ ایک عام جنتی کو بھی نصیب ہوگی- فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا حَدَّ لِعَظَمَتِهٖ وَقُدْرَتِهٖ جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَزَّ سُلْطَانُهٗ - مالک الملک ارحم الراحمین ہمیں بھی محض اپنے فضل و کرم سے اس

سے سرفراز فرمادے۔ آمین ثم آمین۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ غلمانِ جنت اہلِ جنت کی تواضع وضیافت کیلئے انکے سامنے سونے کی طشتریاں اور جام لیکر ہر وقت گردش میں رہیں گے۔ اور ان طشتریوں اور پیالوں میں کھانے پینے کے وہ وہ سامان ہونگے جو دل پسند ہونگے اور جن سے آنکھوں کو لذت ملے گی۔ سو وہ چیزیں دل پسند بھی ہونگی اور باصرہ نواز بھی۔ دنیا میں تو یہ ہوتا ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ذائقے کے لحاظ سے تو اچھی ہوتی ہیں لیکن دیکھنے میں اچھی نہیں لگتیں۔ لیکن اہلِ جنت کی تواضع جن نعمتوں سے کی جائی گے وہ لذت میں بھی نہایت عمدہ ہونگی اور شکل میں بھی بے مثال اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین، ویاارحم الراحمین

۹۵ اہلِ جنت کے لیے جنت کی میراث کی خوش خبری: سو اس سے اہلِ جنت کے لیے اس خوش کن اعلان کا ذکر فرمایا گیا کہ تمہیں جنت کا واث بنا دیا گیا۔ سو جنتیوں کے سرور کو دو بالا کرنے کے لیے اعلان وارشاد ہوگا کہ ''یہ ہے وہ جنت جس کا وارث بنا دیا گیا تم لوگوں کو''۔ پس جس طرح وراثت سے حاصل ہونے والی ملکیت سب سے پختہ اور یقینی ہوتی ہے اسی طرح جنت سے تمہاری یہ سرفرازی بھی دائمی اور مستقل ہوگی۔ نیز جس طرح وراثت انسان کو اپنے کسی عمل کے بدلے میں نہیں ملتی اسی طرح جنت بھی انسان کو محض اللہ پاک کے فضل وکرم سے ملے گی۔ اسی لئے اسے فضلِ خداوندی اور اس کی مہربانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نیز مومن کافر کے حصے کی جنت کا بھی وارث بنتا ہے جو کہ ایمان کی صورت میں اس کو ملتی ہے۔ جیسا کہ حدیثِ مرفوع میں وارد ہے کہ ''ہر شخص کے لئے ایک ٹھکانا ہے جنت میں بھی اور دوزخ میں بھی''۔ پس کافر دوزخ میں مومن کے حصے کی آگ کا بھی وارث بنتا ہے اور مومن جنت میں کافر کے حصے کی جنت کا بھی وارث بنتا ہے۔ سو کیا کہنے نعمتِ ایمان کے نتائج وثمرات کے کہ اس کے بعد نوازشیں ہی نوازشیں اور عنایتیں ہی عنایتیں ہیں۔ اللہ نصیب فرمائے اور درجہ بدرجہء تمام وکمال نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۹۶ اہلِ جنت کے لیے ایک اور خوش خبری کا ذکر وبیان: سو اس سے اہلِ جنت کے لیے ایک اور خوش کن اعلان اور اس عظیم الشان خوش خبری کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جنت تمہارے اپنے اعمال کا بدلہ ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے مزید کہا جائے گا کہ ''تم کو اس کا وارث بنا دیا گیا تمہارے اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم لوگ کرتے رہے تھے''یعنی اپنی دنیاوی زندگی میں۔ پس جنت تو اصل میں اللہ پاک کے فضل وکرم ہی سے ملے گی مگر اس کے اس فضل وکرم کا سبب اور ذریعہ انسان کے اپنے وہ نیک عمل ہی ہوں گے جو وہ اپنی دنیاوی زندگی میں کرتا رہا ہوگا۔ اور پھر کرم بالائے کرم یہ کہ جنتیوں کو وہاں پر اعلانیہ طور پر یہ بتایا بھی جائے گا کہ یہ جنت تمہارے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ وثمرہ ہے تاکہ اس طرح اہلِ جنت کا سرور دوبالا ہو جائے۔ سو یہ بھی اُس اکرم الاکرمین کی شانِ کرم کا ایک عظیم الشان مظہر ہوگا۔ ورنہ جنت کی ان سدا بہار اور ابدی نعمتوں کے مقابلے میں انسانی اعمال کی حیثیت ہی کیا ہے۔ یہ اعمال تو اللہ پاک کی ان بے شمار نعمتوں میں سے بھی کسی کا بدل نہیں بن سکتے جن سے ہم اس دنیا میں مستفید اور بہرہ ور ہوتے ہیں۔ بہر کیف انسان کو چونکہ اپنے کیے کا پھل ملنے پر طبعی طور سے زیادہ خوشی ہوتی ہے اس لیے وہاں اہلِ جنت کیلئے یہ اعلان فرمایا جائے گا کہ یہ تمہارے اپنے اعمال کا بدلہ ہے جس سے ان کا لطف وسرور مزید از مزید دوبالا ہوگا۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین۔

نَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ كَثِيۡرَةٌ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۳﴾

جو تم لوگ (دنیا میں) کرتے رہے تھے ؏۹۶ ﴿۷۲﴾ تمہارے لئے وہاں پر ہر طرح کے پھل بکثرت موجود ہوں گے جن سے تم کھاؤ گے ؏۹۷ ﴿۷۳﴾

اِنَّ الۡمُجۡرِمِيۡنَ فِىۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿۷۴﴾ لَا

رہے مجرم لوگ تو انہوں نے بلاشبہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے عذاب میں رہنا ہوگا' ؏۹۸ ﴿۷۴﴾ ان سے

۹۷ اہلِ جنت کے لیے بکثرت فواکہ کا ذکر و بیان: -اوپر آیت نمبر ۷۱ میں جنتیوں کے ماکولات و مشروبات کا ذکر تھا۔ اب یہ ان کے فواکہ اور تفکہات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تمہارے لیے وہاں پر طرح طرح کے پھل بکثرت ہونگے"۔ یعنی یہ کثرت نوع کے اعتبار سے ہے کہ وہاں اتنے قسما قسم کے پھل ہوں گے کہ یہاں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (المراغی وغیرہ) اور کوئی بھی یہ نہیں جان سکتا کہ اس کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کچھ سامان وہاں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی تصریح موجود ہے۔ اور یہاں بھی ارشاد فرمایا گیا کہ اہلِ جنت کے لیے وہاں پر ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کی خواہش انکے دل کریں گے۔ اور جس سے انکی آنکھوں کو لذت نصیب ہوگی۔ بہرکیف اوپر اہلِ جنت کے ماکولات اور مشروبات کا ذکر تھا اور اب یہ انکے فواکہ اور تفکہات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے- اللہ مالک الملک ہمیں بھی محض اپنے فضل و کرم سے جنت کی ان نعمتوں سے سرفراز فرما دے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، یا من لاَن تردُّ یدَا السائلین صفرا

۹۸ دوزخیوں کے حالِ بد کا ذکر و بیان - والعیاذُ باللہ: -سو جنتیوں کے حال کے بعد اب دوزخیوں کے حال کا ذکر فرمایا جا رہا ہے- والعیاذُ باللہ العظیم- چنانچہ اس سے اہلِ جنت کے بالمقابل اہلِ دوزخ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ مجرم لوگ دوزخ میں ہونگے جہاں ان کو ہمیشہ رہنا ہوگا۔ ان سے وہاں کا عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے ہونگے۔ سو ایسے نہیں ہوگا کہ ان کے اس عذاب کی شدت میں کچھ کمی کر دی جائے یا کبھی کچھ وقت کے لئے اس کو ان سے اٹھا لیا جائے۔ یا ان کو اس سے کچھ وقت کے لئے رہائی مل سکے- والعیاذُ باللہ- سو جس کافر و منکر اور باطل پرست کا آخری انجام یہ ہونے والا ہے اس کو اگر دنیا بھر کی دولت بھی مل جائے اور اس کی زندگی ساری بھی اگر کرسیِ اقتدار پر گزر جائے تو بھی اس کو کیا ملا؟ کہ اس کا دائمی اور آخری انجام تو یہ ہونے والا ہے۔ جبکہ دنیا کی دولت اور اس کی حکومت و اقتدار سب کچھ عارضی اور فانی ہے۔ اور اس کے مقابلے میں جس مومنِ صادق کو دوزخ کے ان ہولناک عذابوں سے بچا کر جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز کر دیا جائے گا وہ کتنا خوش نصیب ہے اگرچہ دنیا میں اس کو نانِ جویں بھی میسر نہ ہو- سو اصل دولت ایمان و یقین کی دولت ہے- فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ شَرَّفَنَا بِنِعْمَةِ الْاِيْمَانِ وَالْيَقِيْنِ -اَللّٰهُمَّ زِدْنَا مِنْهُ وَثَبِّتْنَا عَلَيْهِ - بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ نہ ان سے وہاں کا وہ عذاب کبھی ہلکا ہوگا اور نہ ہی ان کیلئے بہتری اور نجات و رہائی کی کوئی صورت ممکن ہوگی- والعیاذُ باللہ العظیم-

يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

وہ (عذاب) ہلکا بھی نہیں کیا جائے گا اور وہ اسی میں ہر طرح سے مایوس پڑے رہیں گے ﴿۷۵﴾ اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا

وَلٰكِنْ كَانُوا هُمُ الظّٰلِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ

بلکہ وہ لوگ خود ہی (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہے تھے ف۹۹ ﴿۷۶﴾ اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک! (درخواست کرو کہ)

عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُمْ مّٰكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ

تمہارا رب ہمارا کام ہی تمام کردے ف۱۰۰ وہ جواب دے گا کہ تمہیں تو ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے ف۱۰۱ ﴿۷۷﴾ بلاشبہ ہم نے تمہارے پاس حق پہنچایا

بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا

مگر تم میں سے اکثر لوگ تو حق سے نفرت ہی کرتے رہے ف۱۰۲ ﴿۷۸﴾ کیا انہوں نے کوئی بات طے کردی ہے

۹۹ دوزخ ظالموں کے اپنے ظلم کا نتیجہ۔ والعیاذ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے"۔ کہ ایمان و اسلام کی راہِ حق وصواب کو چھوڑ کر انہوں نے کفر و باطل کو اپنایا۔ اور اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو ابدی سعادت اور حقیقی کامیابی سے محروم کر کے دارین کے نقصان وخسران سے دوچار کیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ﴾۔ (الروم:۴۴)۔ یعنی "جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال خود اسی پر پڑے گا اور جنہوں نے نیک عمل کیے تو ایسے لوگ خود اپنے ہی لیے راہ ہموار کر رہے ہیں"۔ سو اس صورتحال سے ان لوگوں کو جو سابقہ اور واسطہ اس جہاں میں پیش آئے گا وہ سب کچھ دراصل انکے اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا منطقی نتیجہ اور طبعی امر ہوگا۔ اور اسکے اسباب انہوں نے خود ہی فراہم کیے تھے۔ اور راہِ حق وہدایت سے منہ موڑ کر انہوں نے اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وعنایت سے ان لوگوں کی ہدایت وراہنمائی کا جو کامل وبے مثل اہتمام فرمایا تھا اسکی انہوں نے قدر نہ کی یہاں تک کہ وہ محرومی کی راہ پر چل پڑے اور آخر کار اپنے اس ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۱۰۰ دوزخیوں کی فریاد دوزخ کے داروغے سے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "دوزخی داروغہ جہنم سے کہیں گے کہ اے مالک! اپنے رب کے حضور ہمارے بارے میں دعاء ودرخواست کرو کہ۔ تمہارا رب ہمارا کام تمام کردے"۔ یعنی ہمیں موت دے دے تاکہ ہم اس عذاب سے رہائی پاسکیں۔ مگر کہاں؟۔ ساون کے اندھے کی ہریالی کی طرح اہلِ بدعت کے بعض تحریف پسندوں کو یہاں پر دوزخیوں کے اس قول سے توسل کے ثبوت کی دلیل نظر آگئی کہ یہ لوگ وہاں توسل کے قائل ہوجائیں گے۔ سبحان اللہ! ۔ کیا کہنے اس فکر ودانش اور اس اخذ واستنباط کے؟ دوزخ میں پڑے کفار و

مشرکین کی اس چیخ وپکار اور موت مانگنے کی دعا ودرخواست سے توسل کے جواز کے لئے دلیل کشید کرنے کی سعی تم ہی کو مبارک ہو۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ بہرکیف دوزخیوں کی اس چیخ وپکار کا کوئی نتیجہ وہاں نہیں نکلے گا۔ بلکہ ان کو برابر وہیں پڑے۔ ﴿لا یَمُوْتُ فِیْهَا وَ لا یَحْیٰ﴾۔ والی زندگی گزارنا ہوگی۔ والعیاذ باللہ۔ نہ ان کو موت آئے گی کہ کہیں مرنے سے جان چھوٹ جائے اور نہ ہی ان کے عذاب میں کوئی کمی واقع ہوگی کہ کچھ سانس لے سکیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿لا یُقْضٰی عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَلا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا﴾ الایۃ (فاطر: ۳۶)۔ بہرکیف دوزخ کے ان ہولناک عذابوں۔ والعیاذ باللہ۔ سے تنگ آکر دوزخی دوزخ کے داروغے۔ جیلر۔ سے اس طرح لجاجت کے ساتھ یہ درخواست کریں گے۔ مگر اس کے جواب سے ان کو اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرات اہل علم میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ دوزخ کے داروغے کو مالک اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق اس دوزخ سے ہوگا جس میں وہ لوگ بڑے ہونگے، جو دنیا میں بڑے مال و دولت اور کرسی کو مقوی اور بادشاہوں کے مالک ہوتے تھے۔ اور جنہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا اور اسکے وقتی اور فانی مفادات کو آگے رکھا ہوا تھا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیَاةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ (النازعات: ۳۷، ۳۹) اور اسکے مقابلے میں جنت کے نگراں فرشتے کو رضوان اس لئے کہا جائے گا کہ اس کا تعلق اس جنت سے ہوگا جو ان خوش نصیبوں کا مرکز اور ان کا ٹھکانا ہوگی جو ابناء خداوندی سے سرشار ہونگے جنہوں نے اپنے رب کے حضور حاضری اور پیشی اور اسکے تقاضوں کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا ہوگا۔ اور انہوں نے اپنے نفسوں کو خواہشات سے باز رکھا ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی (النازعات ۴۰، ۴۱) سو یہ لوگ چونکہ اپنے رب کی رضا سے راضی ہے۔ اسکے حکم وارشاد کے پابند، اور رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کے مصداق رہنے ہونگے۔ اس لئے یہ اس جنت اور اسکی نعیم مقیم سے سرفراز وسرشار ہونگے۔ جو رضاءِ خداوندی کا سب سے بڑا اور کامل ترین مظہر ومرکز ہوگا اس لئے اس پر جو فرشتہ نگرانی کیلئے مقرر ہوگا اسکو رضوان کہا جائے گا۔ کہ اسکے نام ہی سے رضاء خداوندی کا اظہا ہو جائے۔ محاسن التاوسل للعلامہ جمال الدین القاسمی الدمشقی) سبحان اللہ کیا کیا باریکیاں ہیں جو اس کتاب حکیم کے لفظ لفظ میں مکنوز و مستور ہیں۔ فالحمد للہ ربّ العالمین الذی شرّفنا بہذا الکتاب والایمان والاشتغال بہ،

۱۰۱ داروغۂ جہنم کی طرف سے دوزخیوں کو رسوا کن جواب، والعیاذ باللہ:۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ داروغہ دوزخ کی طرف سے دوزخیوں کو اپنی اس درخواست کا یہ رسوا کن جواب ملے گا کہ "تم لوگوں کو ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے"۔ روایات میں ہے کہ یہ جواب بھی ان کو ایک ہزار سال کی چیخ وپکار کے بعد ملے گا۔ یہاں پر علامہ قاشانی نے ایک نکتہ بیان فرمایا ہے کہ دوزخ کے فرشتے کا نام مالک اس لئے رکھا گیا کہ اس کا تعلق ان دوزخیوں سے ہوگا جو دنیاوی مال و دولت کے مالک رہے ہوں گے۔ اور انہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیائے فانی ہی کو ترجیح دی ہوگی۔ جبکہ جنت کے فرشتے کا نام "رضوان" ہوگا۔ کیوں کہ اس کا تعلق ان لوگوں سے ہوگا جو اپنے ایمان وعمل کے اعتبار سے اللہ سے

راضی ہوں گے۔ اور اللہ ان سے راضی ہو گا۔ (محاسن التاویل)۔ بہرکیف داروغہ دوزخ کی طرف سے دوزخیوں کو اپنی اپیل و درخواست کا یہ رسوا کن جواب ملے گا۔ اوپر آیت نمبر ۷۵ میں دوزخیوں کی جس ابدی مایوسی کا ذکر کیا گیا تھا اسکی بنا پر یہ بدبخت داروغہ دوزخ سے یہ اپیل و درخواست کریں گے کہ اگر ہمارے لیے کسی رحم کی گنجائش نہیں رہی تو کم از کم اپنے رب سے ہمارے لیے یہ دعا کرو کہ وہ ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔ تاکہ اس عذاب سے جان چھوٹ سکے۔ تو وہ انکو جواب دے گا کہ نہیں بلکہ تم لوگوں کو ہمیشہ اسی حال میں اور اسی عذاب دوزخ میں رہنا ہو گا۔ سو یہ ان کیلئے سب سے بڑی محرومی اور انتہائی صدمے کی بات ہو گی کہ مایوس کیلئے آخری سہارا موت کا ہی سہارا ہوتا ہے۔ لیکن یہ اس سے بھی محروم ہو جائیں گے کہ دوزخی بھی نہیں پائیں گے، بلکہ وہاں پر لا یموت ولا یحیٰ والی زندگی گزارنے پر مجبور ہونگے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۱۰۲ منکرین و مکذبین کو ایک تنبیہ: - سو مجرموں کو ان کے ہولناک انجام سے آگاہ کرنے کے بعد منکرین و مکذبین اور خاص کر مشرکینِ مکہ اور صنادیدِ قریش کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "یقیناً ہم نے حق تمہارے پاس پہنچا دیا مگر تمہاری اکثریت کو حق ہی سے نفرت تھی"۔ یعنی ہم نے تو اپنے رسولوں کے ذریعے اور اپنی کتابیں اتار کر تمہارے لئے راہِ حق و ہدایت کو واضح کرنے کا انتظام پوری طرح کر دیا مگر تم نے ان سے منہ موڑ کر کفر و باطل کی راہ ہی کو اپنایا۔ تو اب تم چکھو مزہ اپنے کئے کا اور بھگتو بھگتان اپنی کرتوتوں کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس میں کفار قریش کو خاص طور پر تنبیہ ہے کہ اب قرآنِ حکیم کی صورت میں حق تمہارے سامنے اپنی کامل اور آخری شکل میں پہنچ گیا ہے۔ سو اب اگر تم لوگوں نے اس سے منہ موڑا اور اعراض و انکار ہی سے کام لیا تو تم لوگوں کو بھی وہی بھگتان بھگتنا پڑے گا جو اس سے پہلے کے منکرین بھگت چکے ہیں۔ اور ایسے میں یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر کوئی ظلم نہیں ہو گا بلکہ یہ خود تمہارے اپنے اختیار کردہ ظلم کا نتیجہ اور طبعی ثمرہ ہو گا۔ سو انکارِ حق دنیا و آخرت کی ہلاکت و تباہی اور محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۱۰۳ منکرین کیلئے فیصلہ کن عذاب کی دھمکی: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا انہوں نے کوئی بات طے کر لی۔ سو ہم بھی ایک بات طے کرنے والے ہیں"۔ یہ ان کے اس باطنی خبث کا ذکر ہے جو ان کے دخولِ دوزخ کا اصل سبب ہے کہ یہ لوگ حق کو قبول کرنے کی بجائے الٹا اس کے خلاف سازشیں کرنے اور اسکو نیچا دکھانے کی کوشش کرنے لگتے ہیں جس کے نتیجہ میں یہ حق سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو کر دائمی عذاب کا لقمہ بن جاتے ہیں۔ اور یہی ہماری طرف سے ان کی چالوں کا جواب ہوتا ہے جسے یہ سمجھتے نہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا - ﴿اَمْ یُرِیْدُوْنَ کَیْدًا فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا هُمُ الْمَکِیْدُوْنَ﴾ - (الطور: ۴۲)۔ نیز فرمایا گیا - ﴿وَمَکَرُوْا مَکْرًا وَّمَکَرْنَا مَکْرًا وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾ - (النمل: ۵۰) ابرام کے معنیٰ کسی امر کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے ہوتے ہیں۔ سو اس ارشادِ عالی میں منکرین کیلئے فیصلہ کن عذاب کی دھمکی ہے کہ اگر ان لوگوں نے حق کے انکار اور اسکی تکذیب کا پکا فیصلہ کر لیا ہے تو ہم نے بھی اپنی سنت اور دستورِ قدیم کے مطابق انکی ہلاکت کا فیصلہ کر لیا ہے پس ان کو ملنے والی ڈھیل ان کے آخری انجام کا پیش خیمہ ہے - والعیاذ باللہ جل و علا،

اَمۡرًا فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ ﴿۷۹﴾ اَمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ

سو ہم بھی طے کرنے والے ہیں (ایک بات) ﴿۷۹﴾ کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نہیں سنتے (جانتے) ان کی راز کی باتوں

وَنَجۡوٰىهُمۡ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيۡهِمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۸۰﴾ قُلۡ اِنۡ

اوران کی سرگوشیوں کو؟ کیوں نہیں؟ اور (مزید یہ کہ) ہمارے فرشتے بھی ان کے پاس لکھتے جا رہے ۱۰۴ ہیں ﴿۸۰﴾ (ان سے) کہو

كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖۗ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾ سُبۡحٰنَ

کہ اگر (بالفرض خدائے) رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی ۱۰۵ تو سب سے پہلے میں عبادت کرنے والا ہوتا ۱۰۶ ﴿۸۱﴾ پاک ہے

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾

فرماں روا آسمانوں اور زمین کا' جو کہ مالک ہے عرش کا' ان تمام باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں ۱۰۷ ﴿۸۲﴾

فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَيَلۡعَبُوۡا حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ

پس چھوڑ دو ان کو کہ یہ پڑے رہیں اپنی بے ہودہ باتوں میں' اور لگے رہیں اپنے کھیل تماشے میں' یہاں تک کہ یہ خود دیکھ لیں ۱۰۸ اپنے

۱۰۴ مجرموں کے بارے میں خفیہ ریکارڈ کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم سنتے جانتے نہیں ان کی راز کی باتوں اور ان کی سرگوشیوں کو؟ کیوں نہیں اور مزید یہ کہ اور ہمارے فرشتے انکے پاس لکھتے جا رہے ہیں- انکے تمام کئے کرائے کو"- سو اپنے ذاتی علم کے علاوہ ہم اس طرح اپنے فرشتوں کے ذریعے ان کا پورا ریکارڈ بھی تیار کروا رہے ہیں تاکہ انصاف کے تقاضے اس طرح پورے ہوں کہ کسی کے لئے کسی انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے- ﴿مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ﴾- (ق:۱۸)- سو منکر لوگ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ہم انکی سازشوں اور سرگوشیوں سے بے خبر ہیں- نہیں اور ہرگز نہیں- ہم انکی تمام خفیہ حرکتوں سے پوری طرح باخبر ہیں- اور ہمارے فرشتے انکا پورا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں- سو وقت آنے پر ان کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتنا ہوگا اور عدل وانصاف کی تقاضوں کے عین مطابق پوری طرح بھگتنا ہوگا- اور ایسا کہ اس سے ان کے لیے خلاصی اور تدارک کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی- والعیاذ باللہ العظیم-

۱۰۵ خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد نہیں، سبحانہ وتعالیٰ :- جیسا کہ مشرک لوگوں کا کہنا ہے کہ کسی نے حضرت عزیر کو اس وحدہ لاشریک کا بیٹا قرار دیا اور کسی نے حضرت عیسیٰ کو- علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام- اور کسی نے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں- سبحانہ وتعالیٰ- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان تمام سے یہ بات کہہ دو اور یہ پوچھو تاکہ اس طرح حق اور واضح ہو جائے- سو ان سے کہو کہ اگر بالفرض خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی جیسا کہ تم لوگوں کا کہنا اور ماننا ہے تو سب سے پہلے میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا اور اسکے آگے جھک جاتا- اور جب ایسی کوئی بات نہیں تو پھر اسکی کوئی اولاد کس طرح ہو سکتی ہے؟- سو وہ اس طرح

کے تمام علائق اور تصورات سے پاک اور اعلیٰ وبالا ہے۔ کہ اسکی شان لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ کی شان ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ

۱۰۶ عبادت وجودِ معبود کا لازمی تقاضا: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ اگر بالفرض ایسا ہوتا یعنی خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اسکی عبادت کرنے والا ہوتا" کہ عبادت وجودِ معبود کا لازمی تقاضا ہے۔ اور اس وحدہ لاشریک سے سب سے زیادہ قرب واتصال تو مجھ ہی کو حاصل ہے۔ اور اس کی اطاعت وبندگی میں سب سے آگے میں ہی ہوں۔ اور جب میں ایسے نہیں کرتا بلکہ پوری قوت اور زور سے سب کو بتار ہا ہوں کہ عقل ونقل کی ہر دلیل سے یہی ثابت ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہے ہی نہیں۔ اور وہ ایسے ہر شائبے سے پاک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ تو پھر تم لوگوں کو بھی یہی یقین کرنا اور اسی بنیاد پر عمل کرنا چاہیئے کہ اس کی نہ کسی طرح کی کوئی اولاد ہے اور نہ ایسے ممکن ہی ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے اور اس کی شان۔ ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ - کی شان ہے۔ پس جن لوگوں نے اسکی اولاد مانی انہوں نے بڑے ہی ہولناک جرم کا ارتکاب کیا اور ایسے بڑے اور اس قدر ہولناک جرم کا ارتکاب کیا کہ اس کی بنا پر قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور دیو ہیکل پہاڑ گر کر ریزہ ریزہ ہو جائیں جس طرح کہ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۸۸ تا آیت نمبر ۹۲ میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس اس وحدہٗ لاشریک کی کوئی اولاد نہ ہے نہ ہو سکتی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ

۱۰۷ اللہ تعالیٰ شرک کے ہر شائبہ سے پاک ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پاک ہے اللہ ایسی تمام باتوں سے جو یہ لوگ اسکے بارے میں بناتے ہیں" کہ ایسی تمام باتیں اور اس طرح کی جملہ صفات جسم اور ممکن کی ہیں۔ جبکہ وہ وحدہ لاشریک جسم اور جسمانیات کے ہر شائبے سے پاک اور واجب الوجود ہے۔ جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَزَّ بُرْهَانُهٗ - وہی تنہا آسمانوں اور زمین کی اس ساری کائنات کا خالق ومالک ہے۔ اور وہی اس میں بلاشرکتِ غیرے حاکم ومتصرف ہے۔ اور وہی رب ہے عرشِ عظیم کا۔ اسکی نہ کوئی اولاد ہے نہ ہو سکتی ہے۔ وہ ایسے تمام تصورات سے پاک ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اس طرح کے تصورات قائم کیے ہیں وہ راہِ حق وصواب سے محروم ہو کر ہولناک گمراہی کے کھڈے میں گرے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال وفی کل مَوْطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۱۰۸ منکرین سے اِعراض ورُوگردانی کی ہدایت: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ پس چھوڑ دو انکو انکے حال پر یہاں تک کہ یہ پہنچ جائیں اپنے اس ہولناک انجام کو جو ان کے لیے کفر وانکار کی پاداش میں طے ہو چکا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ کہ حق کی توضیح میں اب کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی۔ اگر یہ لوگ پھر بھی نہیں مانتے تو ان کی اب زیادہ فکر نہ کریں بلکہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں تاکہ یہ اپنے انجام کو پہنچ جائیں اور اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو یہ منکرین ومکذبین کے بارے میں فیصلہ کن اعلان ہے کہ اگر یہ لوگ اب بھی اپنے کفر وعناد اور ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہیں تو انکو انکے حال پر چھوڑ دو۔ تاکہ یہ کھوئے رہیں اپنی بیہودہ باتوں میں اور لگے رہیں اپنے کھیل تماشے میں۔ یہاں تک کہ یہ خود دیکھ لیں اپنے اس ہولناک دن کو جس سے ان کو ڈرایا اور خبردار کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح یہ اپنے ہولناک اور دائمی انجام کو پہنچ کر رہیں کہ اُس روز سب حقائق اپنی اصل شکل میں انکے سامنے آجائیں گے۔ تب انکو خود پتہ لگ جائے گا۔ والعیاذ باللہ۔ کہ ایسوں سے الجھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ ﴿فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾ - تاکہ یہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہیں اور اس طرح یہ اپنے کیے کرائے کا بھگتان پوری طرح بھگتیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ

اس (ہولناک) دن کو جس سے ان کو ڈرایا جا رہا ہے ۱۰۸ ﴿۸۳﴾ اور وہ (اللہ) وہی ہے جو کہ معبود برحق ہے آسمان میں بھی،

وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَکَ

اور زمین میں بھی اور وہی ہے بڑا حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ۱۰۹ ﴿۸۴﴾ اور بڑی ہی برکت والی ہے

الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا ۚ

وہ ذات جس کی بادشاہی (وفرمانروائی) ہے آسمانوں اور زمین میں، اور اس (ساری کائنات) میں جو کہ ان دونوں کے درمیان ہے ۱۱۰

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا

اسی کے پاس ہے قیامت کا علم ۱۱۱ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب کو (اے لوگو!) ۱۱۲ ﴿۸۵﴾

۱۰۹ معبودِ برحق اللہ تعالیٰ ہی ہے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی اللہ معبود ہے آسمان میں بھی زمین میں بھی"۔ یعنی معبودِ حقیقی آسمان و زمین کی اس ساری کائنات میں بہرحال وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اس کے سوا جو لوگ دوسرے خود ساختہ اور من گھڑت خداؤں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں وہ سراسر ظلم اور شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ خود اپنی ہی ہلاکت وتباہی کا سامان کرتے ہیں جس کا بھگتان ان کو بہرحال بھگتنا ہوگا۔ اور نہایت ہی ہولناک عذاب کی صورت میں بھگتنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ معبودِ برحق آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات میں بہرحال وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور تنہا اسی کا حکم وارشاد اور مشیت وارادہ انکے اندر کارفرما ہے۔ اور آسمان وزمین دونوں اور انکے درمیان پائی جانے والی بیشمار اور بے حد وحساب مخلوق کے اندر پایا جانے والا توافق اس امر کی کھلی دلیل اور واضح ثبوت ہے کہ اس پوری کائنات میں اور اسکی ہر چیز پر حکم وارادہ اسی وحدہ لاشریک کا چلتا ہے۔ اور یہ سب چیزیں ایک ہی خدائے قادر وقیوم کی مشیت کے تحت کام کرتی ہیں۔ اگر انکے اندر متعدد ارادے کارفرما ہوتے تو یہ حکمتوں بھرا نظام کبھی کا درہم برہم ہو گیا ہوتا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ ﴿لَوْ کَانَ فِیْھِمَا آلِھَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ الایة (الانبیاء:۲۲)۔ سو کفر وشرک دمار وفساد کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو عقیدۂ توحید عقل سلیم، نقل صحیح اور فطرت مستقیم سب کا تقاضا ہے۔ والحمد للہ

۱۱۰ معبودِ برحق کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بڑی ہی برکت والی ہے وہ ذات جس کیلئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات کی"۔ اور جب آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام کائنات کا خالق ومالک وہی وحدہ لاشریک ہے اور اس میں حاکم ومتصرف بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ تو پھر اس کی عبادت وبندگی میں کوئی اس کا شریک وسہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ نیز آسمان اور زمین اور انکے درمیان کی اس کائنات میں جتنی عظیم الشان نعمتیں پائی جاتی ہیں ان میں غور وفکر سے کام لینے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کتنی

ہی عظیم الشان رحمتوں اور برکتوں والا ہے- سبحانہ وتعالیٰ- اور اسی سے یہ اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے حقِّ عبادت وبندگی میں کسی اور کو اس کا شریک ماننا کتنا بڑا ظلم اور کس قدر سنگین جرم ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۱۱۱ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے:- سو ارشاد فرمایا گیا اور اسلوبِ حصر وقصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی کے پاس ہے قیامت کا علم"۔ پس اس کے وقوع کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا- ﴿ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ﴾- سو اس حقیقت کو تاکید وتکرار کے ساتھ اور ادواتِ حصر کے ساتھ واضح فرمایا گیا کہ قیامت کا علم اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کو بھی نہیں۔ مگر اس کے باوجود اہلِ بدعت کا کہنا ہے کہ اس کا علم فلاں فلاں لوگوں کو حاصل ہے- والعیاذ باللہ- بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کا صحیح علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ پس پیغمبر اگر اسکا وقت نہیں بتا سکتے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ آئے گی ہی نہیں۔ اس کا آنا تو بہر حال یقینی اور قطعی ہے کہ وہ اسکی حکمت کا تقاضا ہے۔ اور اس کے نہ آنے کی صورت میں یہ سارا کارخانہ ہست وبود ہی عبث اور بیکار قرار پاتا ہے- والعیاذ باللہ العظیم بکل حال من الاحوال

۱۱۲ سب کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف:- سو ارشاد فرمایا گیا اور اندازِ حصر وقصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب کو- اے لوگو!-" اور وہاں پہنچ کر تم نے زندگی بھر کے اپنے کئے کرائے کا حساب دینا اور اس کا بدلہ پانا ہے۔ سو اب خود دیکھ لو کہ وہاں کیا لے کر جا رہے ہو- اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَ الْعَمَلِ - سو کوئی چاہے یا نہ چاہے، مانے یا نہ مانے، جانا سب نے بہر حال اسی کی طرف ہے کہ مرجع سب کا بہر حال وہی وحدہ لاشریک ہے- سبحانہ وتعالیٰ- اس کے سوا مرجع کوئی اور نہیں کہ اس سے تم کوئی آس اور امید لگا سکو۔ سو- ﴿ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾- کے اس مختصر سے جملے سے منکرین ومشرکین کے تمام خود ساختہ عقیدے ﴿ هباء منثورا ﴾ ہو جاتے ہیں۔ سو جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم مر مٹ کر یونہی ختم اور نیست ونابود ہو جائیں گے یا جو کہتے ہیں کہ ہم آواگون اور تناسخ کے ذریعے دوسرے جون میں آجائیں گے، یا جو اپنے خود ساختہ معبودوں کو اپنا مرجع بنائے بیٹھے ہیں وغیرہ وغیرہ تو ایسے تمام عقائد کی ارشادِ ربانی کے اس مختصر سے جملے سے بیخکنی ہو جاتی ہے اور حق اور حقیقت کو پوری طرح صاف اور واضح فرما دیا گیا- فالحمد للہ ربِّ العالمین جل جلالہ وعم نوالہ

۱۱۳ مشرکانہ عقیدۂ شفاعت کی تردید:- سو اس ارشاد سے مشرکین کے مشرکانہ عقیدۂ شفاعت کی تردید فرما دی گئی۔ مشرکین کا کہنا یہ تھا اور یہ ہے کہ ہمارے یہ معبود اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں- ﴿ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾- اور جیسا کہ کلمہ گو مشرکوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تو بس فلاں سرکار کا لڑ پکڑ لیا ہے وہی ہمیں کافی ہے۔ یہ وہاں پر اڑ کے بیٹھ جائیں گے اور منوا کر چھوڑیں گے۔ اور ہمارا کام بن جائے گا۔ آخر جہاں سے اونٹ گزرے گا وہاں سے اس کی دم بھی گزر جائے گی وغیرہ وغیرہ- والعیاذ باللہ جل وعلا- سو اس ارشادِ ربانی سے مشرکوں کے ایسے مشرکانہ عقیدۂ شفاعت کی جڑ نکال دی گئی اور انکے اس زعم کی بیخ کنی کر دی گئی کہ انکے مولیٰ ومرجع انکے مزعومہ شرکاء وشفعاء ہیں جو اپنی سفارش سے انکی جان بخشی کرا دیں گے اور انکو عذاب سے چھڑا دیں گے۔ سو فرمایا گیا کہ جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پوجتے پکارتے ہیں وہ شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے ہونگے بلکہ اس دن فیصلہ تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہوگا۔ اور وہ بالکل حق کے مطابق فیصلہ فرمائے گا- ﴿ وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾- سبحانہ وتعالیٰ- اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر قسم اور اس کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے- آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا

اور اس کے سوا جن کو یہ لوگ (پوجتے) پکارتے ہیں، وہ تو کسی کی شفاعت کا بھی اختیار نہیں رکھتے ۱۱۴ مگر

مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

جنہوں نے حق کی گواہی بھی دی ہو ۱۱۴ اور وہ علم بھی رکھتے ہوں ۱۱۵ ﴿۸۶﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا

مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ

کیا ان کو؟ تو یہ سب ضرور بالضرور یہی کہیں گے کہ اللہ ہی نے ۱۱۶ پھر یہ کہاں پھرے جا رہے ہیں؟ ۱۱۷ ﴿۸۷﴾ اور (مجھے) قسم ہے رسول کے اس قول کی

يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ

کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان لانے والے نہیں ۱۱۸ ﴿۸۸﴾ پس آپ ان سے درگزر ہی کرتے جائیں،

وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ ع

اور کہیں کہ سلام ہے (تم سب کو اے لوگو! ۱۱۹) سو عنقریب ہی انہیں خود معلوم ہو جائے گا ۱۲۰ ﴿۸۹﴾

۱۱۴ شفاعت حق کے اثبات کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ کے سوا جن کو پوجتے پکارتے ہیں وہ کسی شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھیں گے مگر جن کو اللہ اجازت دے گا اور وہ حق کی گواہی دیں گے"۔ یعنی توحید کی۔ کہ یہی اصل الاصول اور اساس متین ہے دین حنیف کی تمام تعلیمات مقدسہ کی۔ یعنی شفاعت کی اجازت ان ہی کو ہوگی اور انہی کیلئے ہوگی جنہوں نے حق کی گواہی دی ہوگی علم اور بصیرت کی بنا پر۔ نہ کہ محض منافقانہ طور پر۔ اور قرآن حکیم میں دوسرے کئی مقامات پر اسکی تصریح فرمائی گئی ہے کہ خداوند قدوس کے یہاں سفارش کیلئے صرف وہی لوگ زبان کھول سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملے گی۔ اور وہ اسی کیلئے زبان کھولیں گے جس کیلئے انکو اجازت ملے گی۔ چنانچہ سورہ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾۔ (طٰہٰ: ۱۰۹)۔ یعنی "اس دن کسی کو کسی کی شفاعت سے کوئی نفع نہیں پہنچے گا مگر جس کے لیے خدائے رحمان اجازت دے اور اس کے لیے کسی بات کے کہنے کو پسند کرے"۔ اور سورہ نبا میں اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾۔ (النباء: ۳۸)۔ یعنی "جس دن جبریل امین اور دوسرے فرشتے صف بستہ کھڑے ہونگے اور وہ کوئی بات نہیں کر سکیں گے مگر جس کو خدائے رحمٰن اجازت دے۔ اور وہ بات بھی ٹھیک کرے" اور وہی بات کر سکیں گے جو ان کے علم میں ہوگی اور صحیح ہوگی۔ پس مشرکانہ عقیدۂ شفاعت کی کوئی گنجائش نہیں۔ کہ یہ عقل سلیم اور نقل صحیح سب کے خلاف اور ان سے متصادم ہے والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۱۱۵ گواہی کے لیے علم کی شرط کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "درآنحالیکہ وہ جانتے بھی ہوں"۔ سو خدا کے مقرب بندے بھی زبان سے وہی بات نکالیں گے جس کا ان کو علم ہوگا۔ اور جو بات ان کے علم سے باہر ہوگی اس کے

بارے میں وہ بھی زبان کھولنے کی جرات نہیں کریں گے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ کا قول سورہ مائدہ میں گزر چکا ہے۔ ﴿وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم﴾۔ یعنی "میں ان پر اسی وقت تک گواہ اور نگران رہا جب تک کہ میں ان کے اندر موجود تھا"۔ لہٰذا اس مشرکانہ عقیدہ شفاعت کی وہاں کوئی گنجائش نہیں ہوگی جس کو اہلِ شرک وبدعت نے اپنے مفروضوں اور ڈھکوسلوں کی بنا پر اپنا رکھا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو حضرت عیسیٰ میدانِ حشر میں عرض کریں گے کہ میں ان لوگوں پر اسی وقت تک گواہ اور نگران تھا جب تک کہ میں ان کے اندر موجود تھا۔ لیکن جب تو نے اے میرے مالک مجھے اٹھالیا تو اس کے بعد تو ہی ان پر نگران تھا۔ اور بلاشبہ تو ہی ہر چیز پر گواہ اور اس کا نگہبان ہے۔ (المائدہ: ۱۱۷) یعنی اس کے بعد مجھے ان لوگوں کے بارے میں کچھ پتہ نہیں کہ یہ کیا کرتے رہے۔ اور اس طرح کرتے رہے۔ لہٰذا اب ان کا معاملہ تیرے ہی حوالے ہے۔ تو ان کے ساتھ جو چاہے کر۔ سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضراتِ انبیائے کرام کی گواہی اسی دور سے متعلق ہوگی جو ان کے سامنے گزرا ہوگا اور بس۔

۱۱۶ مشرکوں کے قابلِ تعجب حال کا ذکر وبیان: -سو اس سے مشرکین کا قابلِ تعجب ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنا خالق تو اللہ ہی کو مانتے ہیں مگر پھر بھی شرک کرتے ہیں۔ اور اپنے اس اقرار واعتراف کے باوجود ہیں یہ سب لوگ مشرک ہی۔ کیونکہ اللہ کی صفات اس کی مخلوق میں مانتے ہیں۔ سو اس سے آپ اپنے دور کے ان کلمہ گو مشرکوں کا اندازہ بھی کر لیجئے جو اللہ کی صفات دھڑلے سے اس کی مخلوق میں مانتے ہیں۔ مگر دعویٰ پھر توحید ہی کا کرتے ہیں۔ اور اپنے اس شوق کی تکمیل میں ایسے لوگ قرآن وسنت کی نصوص میں ایسی ایسی تحریفات کا ارتکاب کرتے ہیں جو یہود کو بھی شرما دیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ مشرکین کا یہ حال نہایت قابلِ تعجب اور باعثِ حیرت ہے کہ یہ لوگ اپنا اور اس ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کے حقوق واختیارات اور اس کی عبادت وبندگی میں دوسروں کو شریک مانتے ہیں جو کہ عقل ونقل دونوں کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ شرک کے ہر شائبہ سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ اور سالم رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۱۷ مشرکوں کی مت ماری کا ذکر وبیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کہاں مت ماری جاتی ہے ان لوگوں کی؟"۔ کہ مقدمات تو سب مانتے ہیں مگر اسکا نتیجہ نہیں مانتے ﴿یُؤْفَکُوْنَ﴾ مجہول کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ "ان کو کہاں پھیرا جاتا ہے"۔ یعنی ان کو پھیرنے والے کوئی اور ہیں۔ اور وہی ان کے اصل گرو ہیں جس کے ہاتھ میں ان کی نکیل اور باگ ڈور ہے۔ اور وہی اپنی اَہواو اَغراض کے مطابق انکو جدھر چاہتے ہیں گھماتے ہیں۔ انکی اپنی کھوپڑیاں کام کرتی نہیں۔ اور یہ اپنے نفع ونقصان کے احساس و اِدراک سے عاری ہو کر اپنے ایسے ہی آقاؤں کے اشاروں پر ناچتے، تھرکتے اور انہی کی راہوں پر چلتے ہیں۔ اور راہِ حق وہدایت سے بھٹک کر ہلاکت وتباہی کے گڑھے کی طرف بڑھے چلے جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو کفر وشرک کی نحوست سے انسان کی مت ماری جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۱۸ منکرین کی ہٹ دھرمی پر قولِ رسول کی قسم کا ذکر وبیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "مجھے قسم ہے رسول کے اس قول کی" کہ اے میرے رب یقیناً یہ ایسی ہٹ دھرم قوم ہے جس نے ایمان نہیں لانا۔ سو مطلب یہ ہوا کہ رسول نے بالکل ٹھیک کہا۔ یہ ایسے ہٹ دھرم لوگ ہیں جنہوں نے ایمان نہیں لانا اور قیل قول اور مقال سب ایک ہی معنیٰ میں آتا ہے۔ (مدارک التنزیل)۔ اور جوابِ قسم محذوف ہے۔ "لَاَفْعَلَنَّ بِھِمْ مَا اُرِیْدُ"۔ یعنی "میں ان ہٹ دھرموں کے ساتھ وہ معاملہ کروں گا جو میں چاہوں گا" اور جو ان کے اس جرم کے مطابق ہوگا۔ یا مقسم بہ صرف "قِیْلِه" کو مانا جائے اور بعد والے جملے کو جوابِ قسم۔ (محاسن، جامع

البیان)۔ بہر کیف اس ارشاد سے ان لوگوں کے عناد اور انکی ہٹ دھرمی کو بیان فرمایا گیا ہے اور اس پر رسول کی شکایت کو۔ سو یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر منکرین کے بارے میں رسول کے شکوے کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا﴾۔ (الفرقان: ۳۰) یعنی "رسول نے کہا کہ رب میرے بے شک میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے" سو ہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۱۱۹ منکرین سے صرفِ نظر اور متارکت کی تعلیم و تلقین: ۔ سو اس ارشاد سے منکرین و معاندین سے صرفِ نظر اور ان کیلئے سلامِ متارکت کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے۔ اور ایسے سلام کو "سلامِ متارکت" کہا جاتا ہے۔ یعنی سب کچھ پوری طرح واضح کر دینے کے باوجود تم لوگ اگر نہیں مانتے تو تمہارا راستہ الگ میرا الگ۔ ﴿لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾۔ سو اس میں پیغمبرؑ کو اور آپؑ کے توسط سے آپ کی امت کے ہر داعیِ حق کیلئے یہ تعلیم و تلقین ہے کہ جو لوگ عناد اور ہٹ دھرمی پر اڑ جائیں تو ان سے الجھنے کی بجائے انکو سلامِ متارکت کہہ کر ان سے الگ ہو جاؤ کہ ایسوں سے الجھنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ پتھر پر جونک لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ سو عناد اور ہٹ دھرمی بیماریوں کی بیماری اور محرومیوں کی محرومی ہے کہ اس سے انسان حق بات سننے اور ماننے کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے جو کہ خساروں کا خسارہ اور محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکلِ حالٍ من الاحوال

۱۲۰ منکرین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تہدید و وعید: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "عنقریب انہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا"۔ اپنے کیے کا انجام جبکہ حقیقت کھل کر ان کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گی مگر اس وقت کے اس جاننے اور ماننے کا ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ اس وقت امتحان و اختیار کی مہلت ختم ہو چکی ہوگی اور یہ دائمی خسارے میں مبتلا ہو چکے ہوں گے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو جس انجام کے یہ لوگ مستحق اور منتظر ہیں وہ کچھ زیادہ دور نہیں بلکہ وہ عنقریب ہی انکے سامنے آ جائے گا۔ اور یہ خود اسکو دیکھ لیں گے۔ سو اس ارشاد میں منکرین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تہدید و وعید اور ان کے لیے آخری جواب ہے جس کے بعد ان کے لیے ہمیشہ کی محرومی اور دائمی خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

☆— تکمیل پروف ریڈنگ یکم صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۹۹ء بروز اتوار بوقت سوا گیارہ بجے شام منطقہ ام ہریر، شارع طارق بن زیاد، بردبی، متحدہ عرب امارات والحمد للہ ربّ العالمین بکل حالٍ من الاحوال،

☆— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ یکم رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق 7 دسمبر 1999ء بوقت سوا پانچ بجے شام سطوہ دبی، والحمد للہ ربّ العالمین فی کل زمانٍ ومکان، وفی کلّ حینٍ مِّنَ الاحیان، وھو العزیز الرحمٰن،

☆— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ یکم رجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۲۰۰۱ء بروز بدھ، بوقت چھ بجے شام سطوہ دبی، والحمد للہ ربّ العالمین الذی لاتتمّ الصالحاتُ الّا بتوفیقٍ مِّنہٗ، سبحانہٗ وتعالیٰ،

☆— تکمیل چوتھی ریڈنگ، پانچ ربیع الاول ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۶ مئی ۲۰۰۳ء بروز منگل بوقت چھ بجے شام مدنی منزل معمورہءِ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمد للہ رب العالمین فی کل حینٍ وّآن

☆— اَللَّمَسَاتُ الاخیرة (Final touches) ۶۔ محرم الحرام ۱۴۲۵ ہجری مطابق ۲۷ فروری ۲۰۰۴ء بروز جمعۃ المبارک بوقت پونے گیارہ بجے صبح ، مدنی منزل، معمورہَ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمد للہ ربّ العالمین۔ قبلَ کلّ شیٍٔ وّ بَعدَ کلّ شیٍٔ،

آیاتہا ۵۹ ﴿۴۴ سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ۶۴﴾ رکوعاتہا ۳

سورۂ دخان مکی ہے اس کی انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے،

حٰمٓ ۚ ۝۱ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ

حٰ مٓ ۝۱ قسم ہے اس کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے، ۝۲ بلاشبہ ہم نے ہی اتارا ہے اس (کتاب حکیم) کو ایک بڑی ہی

مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝۳ فِيْهَا يُفْرَقُ

بابرکت رات میں، ۲ کہ ہمیں بہر حال خبردار کرنا ہے، ۳ ۝۳ جس میں فیصلہ کیا جاتا ہے

كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝۴ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا

ہر حکمت والے کام کا، ۴ ۝۴ ہمارے حکم کی بناء پر، ۵ بے شک ہمیں

مُرْسِلِيْنَ ۝۵ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

رسول بھیجنا تھا، ۶ ۝۵ تیرے رب کی عظیم الشان رحمت کی بناء پر، بلاشبہ وہی ہے جو (ہر کسی کی) سنتا

۱ قرآن حکیم اپنی صداقت وحقانیت کی دلیل آپ خود: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "قسم ہے اس کتاب کی جو کہ کھول کر بیان کرنے والی ہے"۔ حق و باطل کو، حلال وحرام کو، جائز وناجائز کو، صحیح وغلط کو، اسباب فوز وفلاح کو اور ہر اس چیز کو جسکی انسان کو راہِ حق وہدایت کے سلسلہ میں ضرورت پیش آسکتی ہے۔ پس اس قدر جامع اور اتنی عظیم کتاب کا ایک ایسے نبی امی کے ذریعے پیش کیا جانا جس نے دنیا میں کبھی کسی انسان سے کوئی کلمہ وحرف تک نہ سیکھا ہو اس کتابِ حکیم کی اور اسکے لانے والے رسول کی صداقت وحقانیت کی ایک زبردست اور کھلی دلیل ہے۔ سو یہ کتاب حکیم اپنے دعوے پر خود ایک قطعی حجت ہے۔ پس یہ کتابِ حکیم جس انجام بد سے دنیا کو خبردار کررہی ہے وہ قطعی طور پر حق اور سچ ہے۔ اور جو ہستی اسکو پیش کررہی ہے وہ بھی قطعی طور پر ایک رسولِ مبین ہے۔ اور اسکی دعوت تمام کی تمام حق اور حکمت پر مبنی ہے۔ پس اسکا قبول کرنا باعثِ رحمت اور اس سے اعراض کرنا اور منہ موڑنا باعثِ نقمت ہے۔ سو ان باتوں کی صداقت کیلئے دلیل ڈھونڈنے کیلئے قرآن سے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ ان میں سے ہر دعوے کی تصدیق اور اسکو مبرہن کرنے کیلئے یہ کتابِ حکیم خود ہی کافی ووافی دلیل ہے۔ پس جو لوگ اسکو جھٹلاتے ہیں وہ خود اپنی شامت ہی کو دعوت دیتے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی

حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین، و یاارحم الراحمین۔

۲ عظیم الشان کتاب کا نزول عظیم الشان رات میں: ۔سوارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اسکو ہم ہی نے اتارا ایک بڑی ہی بابرکت رات میں"۔ یعنی لیلۃ القدر میں جو کہ رمضان المبارک میں ہوتی ہے۔ کیونکہ دوسری جگہ اس کی تصریح فرما دی گئی ہے کہ یہ قرآن لیلۃ القدر میں اتارا گیا۔ اور اس کی بھی کہ اسے رمضان المبارک کے مہینے میں اتارا گیا۔ لہذا جن لوگوں نے اس سے شعبان کی پندرہویں رات مراد لی ہے انہوں نے حقیقت سے دور کی بات کہی ہے۔ اور اس بارے جو بعض آثار وارد ہیں وہ موثوق بہا نہیں ہیں۔ اور محققین نے انہیں قابلِ اعتماد اور لائقِ استناد نہیں قرار دیا۔ سو اس لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہی ہے۔ جیسا کہ ثقہ مفسرینِ کرام اور جمہور علماء کا کہنا ہے۔ (ابنِ جریر، ابنِ کثیر، روح، قرطبی، محاسن، خازن وغیرہ)۔ اہلِ بدعت کے بعض بڑوں نے تو شبِ معراج کو بھی اس میں داخل کر دیا ہے۔ یعنی وہ بات کہی جو اس سے پہلے کسی بھی معتبر مفسر نے نہیں کہی۔ اور جو نصوصِ قرآن کے اقتضاء کے صریحاً خلاف ہے۔ اور اس رات کو مبارک اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں قرانِ کریم جیسی وہ عظیم الشان اور بے مثال کتاب نازل فرمائی گئی جس کی برکتوں کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا۔ کہ یہ اس اللہ وحدہ لاشریک کا کلامِ حق ترجمان ہے جسکی کسی بھی صفت کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہاء۔ اور یہ کتابِ حکیم ایسی بے مثل اور بے نظیر نعمت ہے کہ اسکے نزول کے بعد قیامت تک اسکے سوا کلامِ الٰہی کا دوسرا ایسا کوئی نمونہ موجود نہیں جو اپنی اصل شکل وصورت میں موجود ہو۔ اور جو ہر طرح کے شوائب اور غل وغش سے خالی اور محفوظ ہو۔ سو جو لوگ اس کتابِ حکیم اور اس پر ایمان ویقین کے نور سے محروم ہیں وہ یقینی طور پر حق وہدایت کے نور سے محروم ہیں اگرچہ وہ کتنے ہی بلند وبانگ دعوے کیوں نہ کرتے ہوں اور دنیاوی اور مادی ترقی کے اعتبار سے وہ کتنے ہی اونچے مراتب ودرجات پر فائز وبراجمان کیوں نہ ہوں کہ وہ نورِ حق اور دولتِ ایمان ویقین سے محروم اور گھٹاٹوپ اندھیروں میں پڑے ہیں۔ والعیاذُ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، یا اکرم الاکرمین

۳ اِنزالِ قرآن کا اصل مقصد اِنذار: ۔سوارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے بہرحال خبردار کرنا تھا"۔ یعنی خبردار کرنا تھا لوگوں کو انکے مآل وانجام سے۔ تاکہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔ سو اسی لیے ہم نے اس کتابِ حکیم کو اتارا اپنی رحمتِ بے پایاں کے تقاضوں کے مطابق۔ تاکہ لوگ ابدی ہلاکت وشقاوت سے بچ سکیں۔ اور جو نہ مانیں ان پر حجت قائم ہو سکے۔ اور کل قیامت کے روز ایسے لوگ یہ نہ کہہ سکیں اور یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ انکو اِنذار کے بغیر ہی پکڑا گیا۔ اور خاص کر ان لوگوں کے اِنذار کیلئے جن کے آباء واجداد کو خبردار نہیں کیا گیا تھا۔ جس کے باعث وہ غفلت میں پڑے حیوانوں کی زندگی گزار رہے تھے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُوْنَ﴾۔ یعنی "تاکہ آپ اس کتابِ حکیم کی ذریعے ان لوگوں کو خبردار کریں جن کے باپ دادوں کو خبردار نہیں کیا گیا جس سے وہ غفلت میں پڑے ہیں" (یٰس:٦)۔ سو اِنذار نزولِ قرآن کا بنیادی اور اہم مقصد ہے تاکہ لوگ باز آجائیں غفلت ولاپرواہی اور بے راہ روی سے اور اس کے نتیجے سے یہ بچ جائیں اپنے ہولناک انجام اور ابدی خسارے سے کہ وہ خسارہ ایسا بڑا اور اس قدر ہولناک خسارہ ہے کہ اس جیسا دوسرا کوئی خسارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو یہ حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُهٗ۔ کی رحمت وعنایت کا ایک عظیم الشان مظہر ونمونہ ہے۔ فلہ الحمد ولہ الشکر بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

۴ نزولِ قرآن کی رات فیصلے کی رات :- سوارشاد فرمایا گیا کہ "اس میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر حکمت والے کام کا" - یعنی اگلے سال تک کے لئے بندوں کی روزی اور زندگی و موت وغیرہ کے تمام اہم معاملات لوحِ محفوظ سے اتار کر متعلقہ فرشتوں کے حوالے کر دئے جاتے ہیں۔ تا کہ وہ اس کے مطابق ان کی تنفیذ کی خدمت انجام دے سکیں۔ (خازن، مدارک، اور جامع البیان وغیرہ)۔ اس آیتِ کریمہ اور سورۂ قدر کو ملا کر دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ و مقربین کو زمین سے متعلق تمام امورِ کلیہ سے آگاہ فرما دیتا ہے۔ اور وہ ان سے زمین میں مامور ملائکہ کو آگاہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے نقشے کے مطابق اسکے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ سو نزولِ قرآن کی یہ رات بڑی ہی عظیم الشان اور برکتوں والی رات ہے جس میں ہر اہم معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ فیصلے سراسر علم و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان میں کسی غلطی یا خامی اور نقص و قصور کا کوئی احتمال و امکان نہیں ہوسکتا۔ اور اس خالقِ حکیم کا ہر فیصلہ ایسا ٹھوس اور پختہ ہوتا ہے کہ اس کو بدلنے یا اس میں رکاوٹ بننے کا یارا کسی کو بھی نہیں ہوسکتا۔ سو وہ رات بڑی ہی عظیم الشان رات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قدر پہچاننے کی توفیق بخشے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۵ سب کچھ امرِ الٰہی ہی سے ہوتا ہے :- سوارشاد فرمایا گیا کہ "ہمارے حکم کی بنا پر"۔ یعنی یہ سب کچھ ہمارے ہی حکم وارشاد سے اور ہماری ہی طرف سے ہوتا ہے۔ ﴿اَمْرًا﴾ کی تنکیر و تنوین اور پھر ﴿مِنْ عِنْدِنَا﴾ کی نسبت سے اس کی تفخیم و تعظیم کی طرف اشارہ نکلتا ہے۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ سب کچھ خاص امرِ الٰہی سے ہوتا ہے" اس میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس لیے بندوں پر واجب ہے کہ وہ اسکو اس کائنات کے بادشاہِ حقیقی کے خاص فرمان کی حیثیت سے قبول کریں اور سچے جذبۂ اطاعت کے ساتھ اس کے آگے سرِ تسلیم خم ہو جائیں۔ اور اسکے ہر حکم کی صدقِ دل سے اطاعت کریں۔ اور اگر اسکو انہوں نے رد کیا، اس کا مذاق اڑایا اور اسکی تکذیب کی تو یہ یاد رکھیں کہ یہ اس کائنات کے بادشاہِ حقیقی سے بغاوت ہوگی۔ والعیاذ باللہ۔ اور کائنات کے بادشاہِ حقیقی سے بغاوت کا جرم نہایت ہی سنگین جرم ہے۔ اور اس کی سزا بڑی ہی سخت اور ہولناک ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین

۶ دستورِ ہدایت کا تقاضا رسولِ حق کو بھیجنا :- سوارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہم نے رسول بھیجنا تھا"۔ یہ جملہ - ﴿اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ﴾ - سے بدل ہے۔ یعنی چونکہ ہمیں اپنی سنت اور اپنے دستور کے مطابق لوگوں کے سمجھانے اور انہیں خبردار کرنے کے لئے رسول بھیجنا تھا اس لئے ہم نے خاتم الانبیاء کو مبعوث کر کے ان پر یہ قرآنِ کریم نازل فرمایا۔ تا کہ لوگوں کے لئے راہِ حق و صواب واضح ہو سکے اور وہ دارین کی سعادت و سرخروئی اور حقیقی فوز و فلاح سے ہمکنار و سرفراز ہوسکیں۔ اس لئے کہ اپنے بندوں کی ہدایت اور راہنمائی کو ہم نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ ﴿اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ - (اللیل: ۱۲-۱۳)۔ نیز فرمایا گیا۔ ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ﴾ الآیۃ (النحل: ۹) اور یہ اس لئے کہ ہماری ہدایت و راہنمائی کے بغیر بندوں کی ہدایت ممکن ہی نہیں۔ سو رسول کی بعثت اسی سکیم کے تحت ہوئی ہے۔ اور اس کیلئے وحی کا آغاز بھی ٹھیک اسی رات ہوا جو فیصلہ کن رات ہے۔ جو اس طرح کے اہم امور کے ظہور کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

الْعَلِيمُ ۝٦ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

(سب کچھ) جانتا ہے، وہ ۝٦ جو کہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور اس (ساری کائنات) کا جو کہ ان دونوں کے درمیان ہے، ۸

۷ بعثت رسول رحمت خداوندی کا تقاضا: - سو ارشاد فرمایا گیا "تمہارے رب کی رحمت کی بنا پر بلاشبہ وہی ہے ہر کسی کی سنتا سب کچھ جانتا"۔ پس حق اور حقیقت کی راہنمائی کرنے والا صحیح علم وہی ہو سکتا ہے جو اس وَحْدَہٗ لَاشریک کی طرف سے ملے کہ حال و مآل، ظاہر و باطن اور فوز و فلاح سے متعلق اصول اور حقائق کو جاننا اور انسان کے لئے صحیح راہ متعین کرنا اسی کی شان اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ انسان اور ایک انسان تو کیا ساری دنیا کے انسان مل کر بھی اگر اپنے لئے ایسی کوئی راہِ حیات متعین کریں تو اس کے حق ہونے کی کوئی ضمانت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پوری نوعِ انسانی مل کر بھی سمیع و علیم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کے بس میں یہ بات سرے سے ہے ہی نہیں کہ وہ ان تمام حقائق کا احاطہ و ادراک کر سکے جن کا جاننا صحیح راہِ حیات متعین کرنے کے لئے ضروری ہے۔ ایسا علم تو اسی وحدہ لاشریک کی شان اور اسی کا خاصہ ہے جو کہ اس ساری کائنات کا خالق و مالک ہے کہ وہی سمیع و علیم ہے۔ پس وہی بتا سکتا ہے کہ انسان کے لئے راہِ حق و صواب کیا ہے۔ ہدایت کیا ہے اور گمراہی کیا۔ خیر کیا ہے اور شر کیا۔ فوز و فلاح کا راستہ کون سا ہے اور ہلاکت و تباہی کا کون سا وغیرہ وغیرہ۔ سو اس نے اپنی رحمتِ بے پایاں سے ایسا عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا اور اس پر ایسا عظیم الشان اور بے مثال کلام نازل فرمایا۔ سو لوگوں نے اگر اسکی قدر نہ کی تو یہ حق کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے بلکہ خود اپنے آپ کو ہی خداوندِ قدوس کی اس عظیم الشان اور بے مثال رحمت سے محروم کریں گے جو کہ محرومی ہے دارین کی سعادت و سرخروئی سے - والعیاذُ باللہ العظیم - بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ بعثتِ رسول رحمتِ خداوندی کا تقاضا اور اہم تقاضا ہے کہ سعادت دارین سے سرفرازی اسی پر موقوف ہے۔

۸ بعثت رسول رب کی شان ربوبیت کا تقاضا: - سو ارشاد فرمایا گیا "جو کہ رب ہے آسمان و زمین کی اس ساری کائنات کا"۔ سو اس کی اس عظیم الشان ربوبیت کا جو کہ اس عالم میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہے کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح اس نے تمہاری جسمانی اور مادی ضرورتوں کی تکمیل و تحصیل کے لئے اس طرح عظیم الشان اور حکمتوں بھرا انتظام فرمایا اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر وہ تمہاری روحانی ضرورتوں کی تکمیل کا سامان کرے۔ کیونکہ اس مادی جسم اور اس کے تقاضوں کے مقابلے میں اصل چیز روح اور اس کے تقاضے ہی ہیں۔ اس لئے اس نے مختلف انبیائے کرام مبعوث فرمائے۔ ان پر اپنی کتابیں اتاریں۔ اور اب حضرت خاتم الانبیاء - صلی اللہ علیہ وسلم - کی بعثت اور ان پر خاتم الکتب کے انزال سے اس سلسلے کی تکمیل فرمادی - فَلَہُ الْحَمْدُ وَلَہُ الشُّکْرُ - نیز جب آسمان و زمین اور ان دونوں کے درمیان کی اس عظیم الشان اور بے مثل کائنات کی تخلیق اور اس کے چلانے میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک و سہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس معبودِ برحق وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور عبادت کی ہر قسم اور ہر شکل اسی کے ساتھ خاص اور اسی کا حق ہے - سبحانہ و تعالیٰ - نیز اس میں منکرین و مخالفین کے لیے بڑی وعید اور سخت تنبیہ بھی ہے کہ یہ کلامِ حکیم کوئی معمولی کلام نہیں بلکہ یہ اس ذاتِ اقدس و اعلیٰ کا کلامِ واجب الاذعان ہے جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی اس ساری کائنات کا خالق و مالک، اور اس میں حاکم و متصرف ہے۔ پس اس سے اِعراض و روگردانی بغاوت اور بڑا ہی سنگین اور انتہائی ہولناک جرم ہے جس کا نتیجہ و انجام بڑا ہی ہولناک اور انتہائی خطرناک ہے - والعیاذُ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے - آمین ثم آمین

إِنْ كُنتُمْ مُّوقِنِينَ ۝٧ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ط

اگر تم یقین کرنے والے ہو' ف۹ ⑦ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہی زندگی بخشتا ہے اور اسی کا کام ہے موت دینا' ف۱۰

رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝٨ بَلْ هُمْ

وہی رب ہے تمہارا بھی' اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی' ف۱۱ ⑧ (مگر ان کو یقین پھر بھی نہیں) بلکہ وہ

۹ **نورِ ہدایت سے سرفرازی کی اساس و بنیاد طلبِ صادق:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر تم لوگ واقعی یقین کرنے والے ہو" یعنی اگر تم لوگ ایمان و یقین سے سرفراز ہونا چاہتے ہو تو اس حقیقت کو صدقِ دل سے مان لو کہ حق اور حقیقت یہی اور صرف یہی ہے۔ اور یہ حقیقت نہایت بدیہی اور واضح ہے۔ جس نے یقین کرنا ہو اسکے لیے اسکے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ لیکن اگر کسی نے ماننا ہی نہ ہو تو اس کیلئے دلائل کے دفتر بھی بیکار ہیں۔ ایسا شخص بدیہی سے بدیہی حقیقت کا بھی انکار کر دیتا ہے۔ اور کوئی بڑے سے بڑا منطقی اور فلسفی بھی اسکو قائل نہیں کر سکتا کہ ضد اور ہٹ دھرمی کا بہر حال کوئی علاج نہیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو نورِ حق و ہدایت سے سرفرازی کے لیے اساس و بنیاد طلبِ صادق ہے۔ وہ اگر نہ ہو تو پھر انسان کے لیے محرومی ہی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۰ **معبودِ برحق اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے:** سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر، اور ادواتِ حصر و قصر کے ساتھ فرمایا گیا کہ "کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس وحدہ لاشریک کے"۔ پس اس وحدہ لاشریک کے سوا جس کسی کی بھی بندگی و پوجا کسی نے کی اس نے بڑے بھاری ظلم کا ارتکاب کیا۔ اور جس کا بھگتان اس کو بہر حال بھگتنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو یہ اوپر والے مضمون کی تاکید مزید ہے کہ اس وحدہ لاشریک کے سوا دوسرا کوئی بھی ایسا معبود نہیں جسکی سفارش تمہارے کچھ کام آسکے۔ زندگی اور موت کے سب اختیارات اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہیں۔ وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت سے ہمکنار کرتا ہے۔ اور یہ شان اور صفت اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ اس لیے معبود بھی اس کی سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ پس ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی کا حق اور اسی کے ساتھ مختص ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

۱۱ **رب سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی رب ہے تمہارا بھی اور تمہارے آباء واجداد کا بھی"۔ اور جب اس کی ان اور ان صفات میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک و سہیم کیسے ہو سکتا ہے؟ پس عبادت کی ہر قسم اور ہر شکل اسی کا حق اور اسی کے ساتھ مختص ہے۔ سجدہ و رکوع بھی اسی کے لئے اور قیام و طواف بھی اسی کے لئے۔ نذر و نیاز بھی اسی کے لئے اور حاجت روائی و مشکل کشائی کیلئے غائبانہ پکارنا بھی اسی کے ساتھ خاص اور اسی کا حق ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کہ حاجت روا و مشکل کشا بھی وہی اور صرف وہی ہے۔ جَلَّ وَعَلَا شانہ۔ وہی رب ہے تمہارا بھی اور تمہارے اگلے آباء واجداد کا بھی۔ اگر تمہارے آباء واجداد نے اسکے سوا کسی اور کی پوجا کی تو یہ انکی سفاہت و جہالت تھی۔ پس تم انکی تقلید کو اپنے لیے دلیل نہ بناؤ۔ پرانے شگون پر اپنی ناک مت کٹواؤ اور جہاں کسی نے مکھی ماری تھی تم بھی وہیں مکھی مارنے کی روش کو مت اپناؤ کہ یہ روش حماقت اور جہالت کی روش ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین۔

فِىْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝۹ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ

شک میں پڑے کھیل رہے ہیں، ۱۲ ۝۹ پس آپ انتظار کیجئے اس دن کا جب کہ آسمان ایک ایسا

بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ

ظاہر دھواں لئے ہوئے آئے گا، ۱۳ ۝۱۰ جو کہ چھا جائے گا ان سب لوگوں پر، ۱۴ یہ ایک بڑا دردناک

۱۲ بے فکری اور لاپرواہی باعث محرومی - والعیاذ باللہ العظیم :- سو ارشاد فرمایا گیا "مگر یہ لوگ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں"۔ اور حق اور راہِ حق کے لئے یہ لوگ سنجیدگی سے غور و فکر کرتے ہی نہیں۔ ان کی تمام تر تگ و دو دنیا اور اس کے متاعِ فانی وحطامِ زائل ہی کے لئے ہے۔ اسی محور کے گرد یہ لوگ گھومتے ہیں اور مادہ و معدہ کی فکر ہی ان پر چھائی ہوئی ہے۔ تو پھر ان کو حق و ہدایت کی روشنی اور ایمان و یقین کی لذت اور ٹھنڈک نصیب ہو تو کیسے؟ کہ اس کا مدار و انحصار تو طلبِ صادق اور جستجو و جدوجہد ہی پر ہے۔ اور اس بارے اس وحدہ لاشریک کا صاف اور واضح اعلان ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾۔ (العنکبوت:۶۹)۔ اور اس سے یہ لوگ محروم ہیں - والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا - سو یہ اِنذار و تبشیر ہے تو ایک ایسا امرِ واقعہ جس میں کسی ذی ہوش کیلئے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن یہ لوگ اپنی خواہشوں کے ایسے غلام ہیں کہ جب تک اس چیز کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں جس سے انکو خبردار کیا جا رہا ہے اس وقت تک یہ ماننے والے نہیں ہیں۔ اس وجہ سے یہ لاپرواہی میں مبتلا اور شک و ارتیاب کی دلدل میں پھنسے پڑے ہیں۔ اور کھیل تماشے میں مشغول اور حق اور اہلِ حق کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ پس انکو چھوڑ دو انکے حال پر۔ یہاں تک کہ یہ اپنے انجام کو پہنچ جائیں اور اپنے اس ہولناک دن کو خود دیکھ لیں جس سے انکو خبردار کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ يُوْعَدُوْنَ ﴾۔ (المعارج:۴۲) سو اس دن ان کیلئے بڑی ہی ہلاکت اور ہولناک خرابی ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِىْ يُوْعَدُوْنَ ﴾۔ (الذاریات:۶۰)۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو بے فکری و لاپرواہی باعثِ محرومی اور موجبِ ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا اور خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۱۳ دخانِ مبین سے مقصود و مراد؟ :- اس دھوئیں سے مراد کون سا دھواں ہے؟ دنیا کا یا قربِ قیامت والا وہ دھواں جو قیامت کی آخری نشانیوں میں سے ہوگا؟ اس بارے حضراتِ صحابہ کرام - رضوان اللہ علیہم اجمعین - سے دونوں قول مروی و منقول ہیں۔ اسی لئے جمہور مفسرینِ کرام کے یہاں اس مقام پر یہ دونوں قول پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس عذابِ الیم سے مراد قحط کا وہ عذاب ہے جو مشرکینِ مکہ پر آنحضرت - صلی اللہ علیہ وسلم - کی بددعا کے نتیجے میں مسلط ہوا تھا۔ جس کی بنا پر وہ لوگ ہڈیاں چمڑے اور مردار تک کھا گئے اور بھوک کی شدت کی بنا پر ان کو اپنی آنکھوں

کے سامنے دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ آخر کار ابوسفیان نے آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ تو صلہ رحمی کی دعوت دیتے اور تبلیغ کرتے ہیں۔ اور آپ کی قوم بھوکوں مر رہی ہے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس مصیبت کو دور کر دے۔ اور اسی موقع پر کفار نے کہا تھا کہ خدایا ہم پر سے اس عذاب کو دور کر دے ہم ایمان لے آئیں گے۔ اسی واقعہ کا ذکر ان آیاتِ کریمہ میں فرمایا گیا ہے۔ یہ قول ابنِ مسعودؓ کا ہے اور اس بارے جو روایت آپؓ کے شاگرد حضرتِ مسروق سے منقول ہے اس کو امام احمد، بخاریؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ وغیرہ نے متعدد سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور مسروق کے علاوہ ابراہیم نخعی، قتادہ اور عاصم کی روایتوں میں بھی حضرتِ عبداللہ بن مسعودؓ سے اس آیتِ کریمہ کی یہی تفسیر منقول ہے۔ اور تابعین میں سے مجاہد، قتادہ، مقاتل، ابوالعالیہ، ابرہیم نخعی اور ضحاک وغیرہ نے بھی اسی قول سے اتفاق کیا ہے۔ ابنِ جریر اور علامہ آلوسی وغیرہ حضرات نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور بیان القرآن میں حضرتِ تھانویؒ نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے۔ اور ہمارے نزدیک بھی اس موقع پر راجح قول یہی ہے جبکہ دوسرا قول اس بارے حضرتِ علیؓ، ابنِ عمرؓ، ابنِ عباسؓ، ابوسعید خدریؓ اور حضرتِ حسن بصریؒ وغیرہ جیسے اکابر سے مروی ہے کہ اس عذاب اور دھوئیں سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے قریب کے زمانے میں ظاہر ہوگا۔ اور جو سب زمین پر چھا جائے گا۔ جیسا کہ اس بارے صحیح روایات میں وارد ہے۔ ابنِ کثیر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ ومزید التفصیل والنقاش فی التّفسیر المفصّل ان شاءَ اللّٰہ ۔ سو اس میں اس عذاب کا ذکر ہے جس کا منکرین مطالبہ کر رہے تھے اور اسکو ایک خالی خولی دھمکی سمجھ کر اسکا مذاق اڑا رہے تھے۔ اور جس کو دیکھے بغیر وہ نبی کے اِنذار کی تصدیق کیلئے تیار نہیں تھے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین اور ہر قسم کے شرور وفتن ہمیشہ اور ہر اعتبار سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یااکرم الاکرمین

۱۴ دُخانِ مبین کی ہولناکی کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہ ہولناک دھواں جو چھا رہا ہوگا سب لوگوں پر''۔ ابنِ مسعودؓ کے قول کے مطابق اس سے مراد وہی قحط کے دور کا دھواں ہوگا جو کہ سب اہلِ مکہ پر چھا گیا تھا۔ جبکہ حضرتِ ابنِ عباسؓ کے قول کے مطابق اس سے مراد قربِ قیامت والا وہ دھواں ہے جو کہ سب کفار پر بری طرح چھا رہا ہوگا۔ اور یہ ان کے ناک کے نتھنوں، کانوں کے سوراخوں اور ان کے ادبار سے نکل رہا ہوگا جبکہ اہلِ ایمان پر اس کا اثر ایسے ہوگا جیسا کہ زکام کا اثر ہوتا ہے۔ (ابنِ جریر، ابنِ کثیر، روح، خازن، مدارک، محاسن، جامع البیان، صفوۃ البیان اور معارف القرآن وغیرہ)۔ سو یہ اس دھویں کی شدت کی تعبیر ہے کہ وہ لوگوں پر اس طرح چھا رہا ہوگا کہ کسی کیلئے بھی اس سے گریز و فرار کی کوئی راہ ممکن نہیں ہوگی۔ اور۔ ﴿ھٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾۔ ''یہ بڑا دردناک عذاب ہے'' زبانِ حال یا صورتحال کی تعبیر ہے۔ کہ اس وقت ہر ایک پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ کوئی وقتی جھونکا نہیں جو آیا اور گزر گیا بلکہ یہ قہرِ الٰہی ہے جو سب کی کمر توڑ کر رکھ دے گا۔ سو ہر شخص کہہ رہا ہوگا کہ یہ بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر عذاب سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

عذاب ہوگا ﴿۱۱﴾ (اس دن یہ کہیں گے) اے ہمارے رب دور فرما دے ہم سے اس عذاب کو ہم یقیناً ایمان لانے والے ہیں ﴿۱۲﴾

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾

(مگر) کہاں (اور کیسے) کام آئے ان کو نصیحت، حالانکہ (اس سے پہلے) ان کے پاس آچکے (حق اور حقیقت کو) کھول کر بیان

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا

کرنے والے ایک عظیم الشان رسول ﴿۱۳﴾ پھر بھی یہ لوگ پھرے ہی رہے (راہ حق و ہدایت سے) اور کہا کہ یہ تو ایک سکھایا پڑھایا دیوانہ ہے ﴿۱۴﴾

كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾

بے شک ہم (اتمام حجت کیلئے) ہٹائے دیتے ہیں اس عذاب کو تھوڑے عرصے کیلئے، مگر تم لوگ یقیناً پھر وہی کرو گے جو پہلے کرتے تھے ﴿۱۵﴾

۱۵ منکرین و مکذبین کی دعاء کا ذکر و بیان: ۔یعنی اس وقت منکرین اللہ کے حضور اس عذاب کے ٹالنے کی دعا و درخواست کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم سے اس عذاب کو ٹال دے۔ ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ جیسا کہ ابو سفیان اور دوسرے کفار نے آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا۔ اور اس طرح یہ پیشینگوئی جلد ہی پوری ہوگئی۔ اور ابنِ عباس کے قول پر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اے ہمارے رب ہم سے یہ عذاب ہٹا دے کہ اب ہم ایمان لے آئے مگر وہ ایمان معتبر نہیں ہوگا کہ وہ ایمان بالشہود والمشاہدہ ہوگا جو کہ وہ لوگ عالمِ آخرت میں کشفِ حقائق کے بعد لائیں گے۔ جب کہ اصل مقصود اور مطلوب وہ ایمان ہے جو کہ بالغیب اور بن دیکھے ہو اور جس کا موقع و مقام آخرت سے پہلے اسی دنیاوی زندگی میں ہے۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ آج تو یہ لوگ بہت اکڑ رہے ہیں اور بڑے طنطنے سے اس عذاب کے لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن جب وہ انکے سروں پر سایہ فگن ہو جائے گا اور ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا تو اس وقت یہ لوگ اس طرح فریاد کریں گے کہ "اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو ٹال دے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے" مگر اس وقت اسکا کوئی موقع کہاں اور کیسے؟ کہ آچکنے کے بعد وہ ان سے کبھی ٹلے گا نہیں۔ اس لیے اس کے آنے سے پہلے اس سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۱۶ بے وقت کے ماننے کا کوئی فائدہ نہیں: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس وقت ان کے لیے نصیحت کا کوئی موقع کہاں باقی رہا جبکہ اس سے پہلے آچکے انکے پاس کھول کر بیان کرنے والے ایک عظیم الشان رسول"۔ ایسے عظیم الشان رسول جن کی صداقت و حقانیت روزِ روشن کی طرح واضح تھی۔ اور واضح ہے۔ مگر پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اس کے بعد اب کیسے اور کیا ایمان لائیں گے؟ سو اس وقت انکی تذلیل و تخجیل کیلئے اللہ کی طرف سے انکو یہ جواب دیا جائے گا۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا

کہ اعلانِ حق کے پہنچ جانے اور اسکے دیکھ لینے کے بعد ایمان لانے اور نصیحت قبول کرنے کا موقع کہاں باقی رہے گا۔ بالخصوص جبکہ انکے پاس اِتمامِ حجت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا عظیم الشان رسول بھی پہنچ گیا جس نے انکے سامنے حق کو پوری طرح واضح کر کے اور نکھار کر بیان کر دیا تھا۔ لیکن انہوں نے اسکی بات کو مان کر نہ دیا اور اپنے کبر و غرور کے گھمنڈ میں ان سے منہ موڑا اور اعراض برتا۔ سو ایمان لانے کا وہ موقع جب گزر گیا تو اب بے وقت کے اس ایمان سے ان کو کوئی فائدہ آخر کیسے اور کیونکر پہنچ سکتا ہے؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾۔ (سبا: ۵۲) اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین

۷ **منکرین کے اِعراض و رُوگردانی اور ان کی مت ماری کا ایک نمونہ:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان لوگوں کے پاس ایک رسولِ مبین آ گیا تھا مگر انہوں نے اس سے منہ موڑ لیا اور کہا کہ یہ تو ایک دیوانہ ہے سکھایا پڑھایا"۔ یعنی کسی اور کے سکھانے پڑھانے سے یہ ایسی دیوانگی کی باتیں کرتا ہے جو عقل میں آنے کی نہیں۔ مگر حقیقت میں یہ ان لوگوں کی خود اپنی ہی دیوانگی اور حواس باختگی کا ایک کھلا مظہر تھا جو ایسی ذات کو دیوانہ کہتے تھے جو سب فرزانوں سے بڑھ کر فرزانہ تھی۔ صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ وعلی من تبعہ باحسان الٰی یَوْمِ الْعَرْضِ عَلَی اللہ العزیز الرحمان ۔ سو یہ ان لوگوں کی مت ماری کا ایک نمونہ و مظہر ہے کہ انہوں نے پیغمبر کے بارے میں کہا کہ یہ ایک دیوانہ ہے سکھایا پڑھایا۔ بھلا یہ کیسے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مجنوں اور دیوانہ بھی ہو اور سکھایا پڑھایا بھی ہو؟ ۔ والعیاذ باللہ ۔ سو اس سے منکرین کے اِعراض و روگردانی اور ان کی مت ماری و بدبختی کا ایک نمونہ سامنے آتا ہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے ۔ آمین ثم آمین۔

۸ **بندگانِ ہوا و ہوس کی توبہ بھی عارضی اور وقتی:** ۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ "اگر ہم ان سے عذاب ٹال دیں تو بھی انہوں نے وہی کچھ کرنا ہے جو اس سے پہلے کرتے رہے تھے"۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ جب آنحضرت ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کی دعا کی برکت سے ان سے وہ عذاب تو اٹھا لیا گیا مگر وہ لوگ اسی طرح اپنے کفر و انکار پر اڑے رہے ۔ اور اگر ابن عباس کے قول کے مطابق اس کا تعلق آخرت کے عذاب سے قرار دیا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اگر بالفرض ہم ان سے یہ عذاب اٹھا بھی دیں تو انہوں نے پھر بھی وہی کچھ کرنا ہے جو یہ اس سے پہلے کرتے تھے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ۔ ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ۔ (الانعام: ۲۸) اور عذاب کی گرفت میں آ جانے کے بعد منکرین کیلئے اس طرح کے جواب کا ذکر قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ فرمایا گیا ہے۔ جیسے سورۂ یونس آیت نمبر ۹۱ اور ابراہیم ۴۴ وغیرہ وغیرہ۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ اگر ہم تمہاری درخواست پر اس عذاب کو کچھ وقت کے لیے ہٹا بھی دیں تو پھر بھی تم نے اسی راہ پر چلنا ہے جس پر تم لوگ پہلے چلتے رہے تھے۔ سو خواہشاتِ نفس کے پجاریوں اور ہوی و ہوس کے بندوں کا حال یہی ہوتا ہے کہ ان کو جب کوئی آزمائش پیش آ جاتی ہے تو ناک رگڑ رگڑ کر توبہ کرتے ہیں، لیکن جب آزمائش گزر جاتی ہے تو وہ پھر ویسے ہی اکڑ کر اور تن کر چلتے ہیں کہ گویا کوئی بات پیش آئی ہی نہیں تھی۔ اور انہوں نے کوئی عہد و پیمان اور قول و قرار کیا ہی نہیں تھا۔ اور نہ ہی ان کو آئندہ کوئی ایسی بات پیش آئے گی۔ سو ایسوں کی توبہ بھی وقتی اور عارضی ہوتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ایسے تنگ ظرف لوگوں کی اس نفسیات کو کئی جگہ بیان فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین، یا اکرم الاکرمین

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

(اور یاد کرو اس دن کو کہ) جب ہم پکڑیں گے اس بڑی سخت پکڑ میں، کہ یقیناً ہم نے (بدلہ و) انتقام لینا ہے (مجرموں سے)، ف۱۹ ﴿۱۶﴾

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

اور بلاشبہ ہم ان سے پہلے آزمائش میں ڈال چکے ہیں فرعون کی قوم کو بھی، اور ان کے پاس بھی ایک رسول آیا

كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ أَنْ أَدُّوْٓا إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۖ إِنِّيْ لَكُمْ

بڑا عزت والا، ف۲۰ ﴿۱۷﴾ (اس پیغام کے ساتھ) کہ میرے حوالے کر دو تم لوگ اللہ کے بندوں کو، ف۲۱ بے شک

رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّأَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنِّيْٓ

میں رسول ہوں (اس کا) تمہاری طرف امانت دار، ف۲۲ ﴿۱۸﴾ اور سرکشی مت کرو تم اللہ کے مقابلے میں، ف۲۳ بے شک میں

اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ ۚ وَإِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ

آیا ہوں تمہارے پاس ایک کھلی سند کے ساتھ، ف۲۴ ﴿۱۹﴾ اور بے شک میں نے پناہ لے رکھی ہے اس کی جو کہ رب ہے میرا بھی

۱۹ مجرموں سے انتقام لینا تقاضائے عدل و انصاف: سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہم نے مجرموں سے انتقام لینا ہے" تاکہ اس طرح وہ اپنے کئے کرائے کا پھل پاسکیں اور اس کے نتیجے میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں۔ سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ ایسے مجرم لوگ اگر اس دنیا میں ہماری گرفت و پکڑ سے بچ بھی گئے اور عذاب سے چھوٹ بھی گئے تو بھی کیا ہوا۔ یہ چیز تو ان کیلئے کسی طرح کے اطمینان کا باعث نہیں ہوسکتی کہ انہوں نے اپنے کیے کرائے کا انجام بہر حال بھگتنا ہے۔ سو ایسے لوگوں کو اس کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے جس میں ہم انکو سب سے بڑی اور ہولناک پکڑ میں پکڑیں گے۔ جس کا احاطہ و ادراک اور پورا تصور بھی اس دنیا میں کسی کیلئے ممکن نہیں۔ دنیا میں تو قوموں کی جو مختلف صورتوں میں پکڑ ہوتی ہے وہ قیامت کی اس آخری اور بڑی پکڑ کے مقابلے میں بہر حال کوئی حیثیت اور حقیقت نہیں رکھتی۔ اور قیامت کی وہ ہولناک پکڑ بڑی سخت بھی ہوگی اور دائمی اور ابدی بھی۔ سو اس روز تمام مجرموں سے پورا پورا بدلہ اور انتقام لیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ

جَلَّ وَعَلا - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے - آمین ثم آمین یارب العالمین ویا ارحم الراحمین

۲۵ **منکروں کو قوم فرعون کے انجام کی تذکیر و یاددہانی:** - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے پہلے ہم قوم فرعون کو بھی آزمائش میں ڈال چکے ہیں اور ان کے پاس بھی ایک بڑا معزز رسول آیا تھا"۔ یعنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ - علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم - کہ وہ بڑے ہی معزز اور اولوالعزم رسول تھے۔ سو جس طرح کے امتحان میں ہم نے آج قوم قریش کو انکے اندر اپنا رسول مبعوث کر کے ڈالا ہے اسی طرح کے امتحان میں اس سے پہلے ہم قوم فرعون کو بھی ڈال چکے ہیں جبکہ انکے اندر بھی ایک بڑے عظیم الشان اور اولوالعزم رسول کو مبعوث فرمایا گیا۔ سو جو انجام کل کے ان منکروں کا انکار حق کی پاداش میں ہوا وہی آج کے ان منکروں کا بھی ہوسکتا ہے۔ اگر یہ انکار حق کے جرم پر اسی طرح اڑے رہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون سب کیلئے ایک اور یکساں و بے لاگ ہے - ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ - (الاحزاب: ۶۲)۔ سو اس ارشاد سے دور حاضر کے منکرین کو قوم فرعون کے انجام کی تذکیر و یاددہانی فرمائی گئی ہے تاکہ وہ درس عبرت لیں اور اپنی روش کی اصلاح کر لیں قبل اس سے کہ وہ اسی انجام سے دوچار ہوکر رہیں جس سے قوم فرعون اور اس قماش کی دوسری قومیں دوچار ہوچکی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون و دستور یکسر بے لاگ اور سب کے لیے ایک اور یکساں ہے - والعیاذ باللہ العظیم بکل حال من الاحوال

۲۶ **حضرت موسیٰ کا فرعون سے اللہ کے بندوں کو آزاد کرنے کا مطالبہ:** - سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ کو قوم فرعون کی طرف اس پیغام کے ساتھ بھیجا گیا تھا کہ تم لوگ میرے حوالے کردو اللہ کے بندوں کو۔ اس صورت میں "عباد الله" فعل امر "ادوا" کا مفعول بہ ہوگا۔ جبکہ دوسرا احتمال اس میں یہ بھی ہے کہ "عِبَادَ اللّٰه" مفعول بہ نہیں بلکہ منادیٰ مضاف ہو۔ اور فعل امر "ادوا" کا مفعول بہ محذوف ہو۔ یعنی "مَا اسْتَحَقَّهُ" یا اس جیسا کوئی اور مقدر۔ سو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے بندو اللہ کا رسول ہونے کے اعتبار سے جو میرا حق اطاعت و اتباع تم پر واجب ہوتا ہے اس کو میرے لئے ادا کرو کہ یہ میرا حق واجب ہے۔ اور اسی میں خود تم لوگوں کا بھلا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں احتمالوں کا نتیجہ و مآل ایک ہی نکلتا ہے۔ چونکہ پیغمبر کا حق اطاعت و اتباع ہی ہوتا ہے اور حضرت موسیٰ کا حکم و ارشاد اور آپ کا مطالبہ یہی تھا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو اور انکو عذاب مت دو۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ﴾ الآیۃ (طٰہٰ: ۴۷)۔ البتہ یہاں پر حضرت موسیٰ نے اپنے مطالبہ کے حق میں ایک اہم اور ٹھوس دلیل بھی دے دی کہ یہ اللہ کے بندے ہیں۔ لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ انکو اپنا بندہ بنانے کی کوشش کرے۔ پس تم لوگ اللہ کے بندوں کو اپنی غلامی کی جکڑ بندیوں سے آزاد کر کے ہمارے ساتھ روانہ کردو کہ تم کو ان کے غلام بنائے رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ سو حریت و آزادی اللہ کے بندوں کا اہم اور بنیادی حق ہے۔

۲۲ **حضرتِ موسیٰ کا اپنی شانِ امانت کا اظہار و بیان:** - سو حضرتِ موسیٰ نے ان لوگوں سے کہا اور اسلوبِ تاکید میں کہا کہ "یقیناً میں تم لوگوں کے لیے ایک امانتدار رسول ہوں"۔ پس میں چونکہ رسول ہوں اس لئے میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ اپنے رب کا پیغام تمہیں سناتا ہوں اور بس۔ اور چونکہ میں امانت دار ہوں اس لئے اپنے رب کا پیغام بدوں کسی کم و کاست کے پوری امانت داری کے ساتھ تمہیں پہنچا رہا ہوں۔ پس تم پر میری اطاعت لازم ہے۔ اسی میں تمہارا بھلا اور بہتری ہے۔ اور اسکے برعکس اگر تم لوگوں نے مجھے مفتری قرار دے کر میری تکذیب کی تو اسکے نتائج نہایت مہلک اور خطرناک ہونگے۔ اور جس ذات نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے وہ تم سے ضرور انتقام لے گی - والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا - سو پیغمبر ہر اچھائی اور خوبی میں اعلیٰ اور عمدہ نمونہ ہوتا ہے - اور وہ اللہ کے کلام و پیغام کو پوری امانت و دیانت کے ساتھ جوں کا توں اسکے بندوں تک پہنچاتا ہے اور کمال صدق و اخلاص اور ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ پہنچاتا ہے اور اس طور پر کہ اس میں اسکی اپنی کسی ذاتی غرض کا کوئی شائبہ موجود نہیں ہوتا۔ اور یہ شان ان قدسی صفت حضرات کے سوا اور کسی کی بھی نہیں ہوسکتی، کہ وہ سراپا صدق و اخلاص ہوتے ہیں۔ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، وَرَزَقَنَا اللّٰهُ بِهِمْ بمض فضله و كرمه والاحسان، علیہم الصلاۃ والسلام - اللہ ہمیں بھی ان کی ان صفات کمال کا کوئی حصہ نصیب فرما دے۔ آمین ثم آمین

۲۳ **حضرتِ موسیٰ کی طرف سے قوم فرعون کو سرکشی سے باز رہنے کی تعلیم و تلقین:** - سو حضرتِ موسیٰ نے ان لوگوں کو اس بارے ارشاد فرمایا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا کہ "تم لوگ سرکشی مت کرو اللہ کے مقابلے میں"۔ بلکہ اس کے بندے اور اس کے حکم کے پابند بن کر میری اطاعت و پیروی کرو کہ اسی میں تمہارے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی ہے۔ جبکہ اس کے حکم سے سرتابی و روگردانی اور بغاوت و سرکشی میں تمہارے لئے دارین کی ہلاکت و تباہی کا سامان ہے - والعیاذ باللہ العظیم - سو مجھے تو یہی پیغام پہنچانے کی ہدایت ہوئی ہے کہ تم لوگ خدا کے حکم کو سیدھے طریقے سے مان لو اور سرکشی اور حکم عدولی سے باز آجاؤ۔ اور اگر تم لوگوں نے میری بات کو نہ مانا اور سرکشی و روگردانی سے کام لیا تو تمہاری یہ سرکشی میرے ہی خلاف اور میرے ہی مقابلے میں نہیں ہوگی بلکہ تمہاری یہ سرکشی اور حکم عدولی دراصل اس خدائے پاک کے مقابلے میں ہوگی جس کا میں رسول ہوں کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ اسی کا پیغام تم لوگوں کو سناتا ہوں۔ کہ میرا مقام و منصب ہی اس کا پیغام پہنچانا ہے اور بس۔ سو پیغمبر سے بغاوت و سرکشی دراصل خداوندِ قدوس سے بغاوت و سرکشی ہوتی ہے۔ اور پیغمبر کی اطاعت اللہ کی اطاعت - جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا - ﴿وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ

اللّٰہ ﴾الایۃ (النساء: ۸۰) سو اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اصل دار و مدار پیغمبر کی اطاعت و فرمانبرداری ہی پر ہے کہ اسی کے ذریعے خداوند قدوس کی اطاعت و فرمانبرداری اور اسکی عبادت و بندگی تک رسائی نصیب ہو سکتی ہے۔ و باللّٰہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، و علی ما یحبُّ و یرید، بکل حالٍ مّن الاحوال، و فی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ

۲۴ **حضرتِ موسیٰ کا اپنی سندِ ماموریت کا ذکر و بیان**:- حضرت موسیٰ نے اپنی ماموریت من اللّٰہ اور اپنی نبوت و رسالت کے ثبوت اور اس کی سند کے بارے میں ان لوگوں سے فرمایا کہ "بے شک میں تمہارے پاس ایک کھلی سند لیکر آیا ہوں"۔ جس سے میری صداقت اور میرے دعویٰ و پیغام کی حقانیت واضح ہو جاتی ہے۔ اشارہ ہے عصا اور ید بیضاء کے معجزات کی طرف جو آپ کی صداقت و حقانیت کے واضح نشان اور دلائل تھے۔ سو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میں سفیرِ الٰہی اور نمائندۂ خداوندی ہونے کے اعتبار سے اپنے پاس نہایت واضح سند رکھتا ہوں۔ اور وہ میں تم لوگوں کو دکھاتا ہوں تاکہ تم لوگوں کو میرے بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ اللّٰہ پاک اپنے رسولوں کو اپنے معجزات سے مسلح کر کے بھیجتا ہے کہ کسی کے لیے ان کے بارے میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے اور وہ انکی دعوت کو قبول کر لیں۔ اور حق ان کے سامنے پوری طرح واضح ہو جائے۔

۲۵ **حضراتِ انبیاء و رسل بھی رب ہی کی پناہ کے محتاج ہوتے ہیں**:- سو حضرتِ موسیٰ نے ان لوگوں سے کہا کہ "بے شک میں نے اپنے آپ کو اس ذات کی پناہ میں دے دیا جو کہ رب ہے میرا بھی اور وہ رب ہے تمہارا بھی"۔ اس بات سے کہ تم لوگ مجھے سنگسار کر دو۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ حضرتِ موسیٰ جیسے اولوالعزم رسول بھی حاجت روا و مشکل کشا تو کجا خود اپنی حاجت روائی کے لئے بھی اسی ذاتِ اقدس و اعلیٰ کی پناہ کے محتاج اور سوالی تھے جو کہ سب کی خالق و مالک ذات ہے۔ تو پھر اور کسی انسان کو حاجت روائی و مشکل کشائی کا کوئی منصب کس طرح اور کیونکر مل سکتا ہے؟ سو حاجت روا اور مشکل کشا سب کا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک ہی ہے - سبحانہ و تعالیٰ - بہر کیف جب حضرتِ موسیٰ کے اعلانِ حق سے قبطیوں کے اندر کھلبلی مچ گئی، ہر طرف آپ کیخلاف چہ میگوئیاں ہونے لگیں، آپ کو قتل کی دھمکیاں ملنے لگیں اور خوفناک اندیشے پھیلنا شروع ہو گئے تو اس موقع پر آپؑ نے ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو اس ذات کی پناہ میں دے دیا جو کہ رب ہے میرا بھی اور تمہارا بھی۔ سو تم لوگ خواہ مانو یا نہ مانو حق اور حقیقت بہر حال یہی اور صرف یہی ہے کہ رب سب کا ایک ہی ہے۔ یعنی اللّٰہ وحدہٗ لا شریک۔ وہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ اس لئے میں نے اپنے آپ کو اسی کی پناہ میں دے دیا ہے اور میرا معاملہ اسی وحدہٗ لا شریک کے حوالے ہے۔ اور میرا بھروسہ و اعتماد اسی پر ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ

وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ

اور تمہارا بھی، اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو، ف۲۵ ﴿۲۰﴾ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے

فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ

تو مجھ سے الگ ہو جاؤ، ف۲۶ ﴿۲۱﴾ آخر کار موسیٰ نے اپنے رب کو پکار کر عرض کیا، ف۲۷ کہ (مالک!) یہ لوگ تو پکے مجرم ہیں ف۲۸ ﴿۲۲﴾

مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

(جواب ملاکہ) اچھا تو پھر تم راتوں رات نکل جاؤ (یہاں سے) میرے بندوں کو اپنے ساتھ لے کر، تمہارا پیچھا بہرحال کیا جائے گا ف۲۹ ﴿۲۳﴾

۲۶ حضرتِ موسیٰ کی طرف سے مخالفین کے دلوں پر ایک دستک: - سو آپ نے ان کے ضمیروں کو جھنجوڑتے ہوئے ان سے فرمایا کہ ''اگر تم لوگ مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ''۔ یعنی اگر بھلائی نہیں کر سکتے تو تم کم از کم برائی تو نہ کرو۔ مرا از تو خیر امید نیست بد مرساں۔ یعنی چاہیئے تو یہ تھا کہ تم لوگ میری بات باور کر کے مجھ پر ایمان لاتے اور اس طرح دارین کی سعادت و سرخروئی سے بہرہ ور و سرفراز ہوتے۔ لیکن تم لوگوں کو اگر یہ بات منظور نہیں تو کم از کم تم میری راہ میں مزاحم ہونے کی کوشش نہ کرو۔ اور اس طرح اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دو۔ کہ میں خداوندِ قدوس کا سفیر اور اسکا نمائندہ و رسول ہوں۔ اور کسی بھی حکومت کے سفیر کو قتل کرنا اپنے آپ کو اس حکومت کی سزا کیلئے پیش کرنا ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ پس کم سے کم بات یہ ہے کہ تم لوگ مجھے قتل اور سنگسار کرنے کے جرم کا ارتکاب نہ کرو کہ اسکا انجام بہت ہی ہولناک ہوگا۔ پس میری راہ کو چھوڑ دو اور بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دو اور ان کو اپنی غلامی سے آزاد کر دو کہ یہ ان کا حق ہے۔

۲۷ مجرم قوم کے مقابلے میں حضرتِ موسیٰ کا اپنے رب کو پکارنے کا ذکر و بیان: - سو آخر کار اس مجرم قوم کے مقابلے میں حضرتِ موسیٰ نے بڑے درد بھرے انداز میں اپنے رب کو پکارا کہ یہ مجرم لوگ سننے ماننے والے نہیں۔ پس اب تو ہی ان کو سنبھال۔ سو حضراتِ انبیاء و رسل بھی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے اللہ پاک ہی کو بلاتے پکارتے تھے کہ حاجت روا و مشکل کشا سب کا یہاں تک کہ انبیاء و رسل اور اولوالعزم رسولوں کا حاجت روا و مشکل کشا بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ مگر افسوس کہ دورِ حاضر کے کلمہ گو مشرک کو یہ بات سمجھنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اور اس نے اپنے طور پر طرح طرح کے حاجت روا و مشکل کشا گھڑ رکھے ہیں۔ اور وہ نہ صرف یہ کہ اپنی حاجت روائی و مشکل کشائی کے لئے اللہ وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر اپنے انہی خود ساختہ مشکل کشاؤں اور من گھڑت ہستیوں اور سرکاروں کو بلاتا پکارتا ہے بلکہ وہ اس کے لئے طرح طرح کے مشرکانہ فلسفے گھڑتا، قصے جوڑتا، افسانے تراشتا اور قرآن و سنت کی نصوصِ کریمہ تک میں طرح طرح کی تحریفات و تلبیسات سے کام لیتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ جب حضرتِ موسیٰ کی اس اپیل اور تنبیہ کا قبطیوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ لوگ بدستور اپنی سازشوں اور سرگرمیوں میں لگے رہے تو حضرتِ موسیٰ نے نہایت درد بھرے انداز میں اپنے رب کو پکارا۔ اور اسی کے حضور اپنی یہ دعا و درخواست پیش کی کہ اب تو ہی ان سرکشوں اور بدبختوں کو سنبھال اور ان کو ان کے

اس ٹھکانے پر پہنچادے جس کا مستحق انہوں نے اپنے آپ کو خود بنادیا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اور معاند اور ہٹ دھرم لوگوں کیلئے آخری جواب یہی ہوسکتا ہے کہ اگر تم لوگ کسی بھی طرح حق بات کو سننے اور ماننے کیلئے تیار نہیں ہو تو تمہارا راستہ الگ اور ہمارا الگ۔ تم جو مرضی کرو۔ تمہارا معاملہ رب کے حوالے۔ جاہلوں اور ہٹ دھرموں سے الجھنا ہمارا کام نہیں۔ لَا یَنۡبَغِی الۡجَاهِلِیۡنَ۔ تمہارا دین وایمان تمہارے لئے اور ہمارا دین وایمان ہمارے لئے۔ لَكُمۡ دِیۡنُكُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ۔ نیز جیسا کہ دوسرے مقام پر ایسی صورت سے متعلق ارشاد فرمایا گیا- وَاُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ (المؤمن، ۴۴) یعنی میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ بیشک اللہ پوری طرح دیکھتا ہے اپنے بندوں کو۔ سبحانہ وتعالیٰ

۲۸ **حضرتِ موسیٰ کی قبطیوں سے مایوسی کا ذکر وبیان:** -سوحضرتِ موسیٰ نے قبطی قوم سے اپنی مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور عرض کیا کہ مالک یہ لوگ تو پکے مجرم ہیں۔ اس لئے ان کے ایمان لانے کی اب کوئی توقع نہیں۔ پس ان کو ملیامیٹ فرمادے۔ تاکہ تیری یہ دھرتی ان کے اس گندے اور ناروا بوجھ سے پاک وصاف ہوجائے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر حضرتِ موسیٰ کی اسی دعا کے ضمن میں ارشاد فرمایا گیا- ﴿رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤی اَمۡوَالِهِمۡ وَاشۡدُدۡ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡا حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ﴾- (یونس:۸۸) یعنی "اے ہمارے رب مٹادے ان کے مالوں کو اور سخت کردے ان کے دلوں کو تاکہ یہ ایمان نہ لاسکیں۔ یہاں تک کہ یہ دیکھ لیں اس دردناک عذاب کو جس کا حقدار ومستحق انہوں نے خود اپنے آپ کو بنالیا ہے"- والعیاذ باللہ العظیم- سو یہ ہے انجام کفر وانکار اور جحود واستکبار کا- والعیاذ باللہ- سو اس ارشادِ ربانی سے ایک بڑا اہم اور بنیادی درس یہ ملا کہ حاجت روا ومشکل کشا سب کا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ سب اسی کے محتاج ہیں یہاں تک کہ حضرات انبیاء ورسل بھی اسی کے محتاج اور اسی کے در کے سوالی ہیں- سبحانہ وتعالیٰ- اور جب حضراتِ انبیاء و رسل بھی اسی کے محتاج اور اسی کے در کے سوالی ہیں تو پھر اور کون ہوسکتا ہے جسکو حاجت روا ومشکل کشا مانا جاسکے۔ اور دوسرا اہم درس یہاں سے یہ ملا کہ مجرم کو جتنی بھی مہلت ملے اسکا انجام بہرحال بہت برا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور فکر وعمل کی ہر صورت سے متعلق ہر قسم کے انحراف اور ہر طرح کے زیغ وضلال سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے- آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین۔

۲۹ **حضرتِ موسیٰ کی فریادرسی اور آپ کو حکم رحیل:** -سوحضرتِ موسیٰ کی فریاد کی فوری شنوائی ہوئی اور حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم ہوا کہ راتوں رات میرے بندوں کو لیکر نکل جاؤ۔ یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا فرعون اور اس کی قوم کی طرف سے۔ تمہیں پکڑنے کی غرض سے۔ اور اس طرح رات کے اندھیرے میں نکل جانے کے سبب تم ان کی گرفت وپکڑ سے بچ نکلو گے۔ چنانچہ حضرتِ موسیٰ نے ایسے ہی کیا۔ آپ راتوں رات چپکے سے اپنی قوم کو لے کر وہاں سے نکل پڑے۔ اور اس سے نہ صرف یہ کہ آپ فرعون کی گرفت وپکڑ سے بچ گئے بلکہ قدرت کی طرف سے دی گئی یہی ہدایت حضرتِ موسیٰ اور بنی اسرائیل کے لئے نجات کا ذریعہ بن گئی۔ اور فرعون اور اس کے لشکر کے لئے غرقابی اور آخری انجام کا سبب بھی۔ سو حضرتِ حق -جَلَّ مَجۡدُهٗ- کے احکام وارشادات کی پیروی میں سراسر خیر وبرکت اور نجات ہے- فَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ- بہرکیف حضرتِ موسیٰ کی اس دعا ودرخواست کو فوری طور پر شرفِ قبولیت سے نوازا گیا۔ اور آپ کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ اللہ کے بندوں کو لیکر راتوں رات مصر سے نکل جائیں تاکہ آپ اور آپ کی قوم محفوظ رہیں اور فرعون اور اسکی قوم اپنے آخری انجام کو پہنچ جائے۔

وَاتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا ؕ اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴿۲۴﴾

اور (اسی طرح) چھوڑ دینا سمندر کو تھما ہوا کیونکہ (دشمن کے) اس سارے لشکر نے (وہیں) غرق ہونا ہے ف۳۰ ﴿۲۴﴾

كَمۡ تَرَكُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوۡعٍ وَّ

سو ان لوگوں نے چھوڑ دیئے کتنے ہی باغ اور چشمے، ﴿۲۵﴾ کھیتیاں اور

مَقَامٍ كَرِيۡمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعۡمَةٍ كَانُوۡا فِيۡهَا فٰكِهِيۡنَ ﴿۲۷﴾

عمدہ مکانات، ﴿۲۶﴾ اور نعمت کے وہ ساز و سامان، جن میں یہ لوگ مزے کیا کرتے تھے، ﴿۲۷﴾

كَذٰلِكَ ‌قف وَاَوۡرَثۡنٰهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا

اسی طرح ہوا اور ہم نے وارث بنا دیا (اپنی قدرت وعنایت سے) ان چیزوں کا ایک دوسری قوم کو، ف۳۱ ﴿۲۸﴾ پھر

بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ وَمَا كَانُوۡا

نہ تو ان پر آسمان رویا، نہ زمین، ف۳۲ اور نہ ہی ان کو

مُنۡظَرِيۡنَ ﴿۲۹﴾ ع وَلَقَدۡ نَجَّيۡنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنَ

کوئی مہلت ہی ملنے والی تھی، ف۳۳ ﴿۲۹﴾ اور بلا شبہ ہم ہی نے نجات دی بنی اسرائیل (جیسی گھسی پٹی قوم) کو

ع ۱۴

ف۳۰ فرعون اور اس کی قوم کی غرقابی کے سامان کا ذکر و بیان: سو حضرتِ موسیٰ کو حکم ہوا کہ "تھما ہوا چھوڑ دینا سمندر کو کہ اس میں ان بدبختوں کو غرق ہونا ہے"۔ معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز نفع دینے یا نقصان پہنچانے میں اپنے رب کے حکم کی پابند ہے۔ دیکھئے وہی سمندر ہے جو حضرتِ موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو تو اپنی روانی روک کر خشک راستے مہیا کرتا ہے اور ان کی نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔ پھر وہی سمندر اپنے رب کے حکم کے مطابق اپنی طغیانی کو کام میں لا کر فرعون اور اس کے لشکروں کو غرقاب کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے رب کی طرف سے اس کو ایسے ہی کرنے کا حکم ملا تھا کہ "میرے فرمانبرداروں کے لئے تو تو راستے فراہم کر اور میرے نافرمانوں اور مجرموں کو غرق کر دے"۔ پس مومن کی اصل نظر اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر ہونی چاہیئے۔ کہ معاملہ سب کا سب بہر حال اسی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ بہر کیف "رھوا" کے معنیٰ ہیں "تھما ہوا"، "ٹھہرا ہوا" وغیرہ وغیرہ۔ روایات کے مطابق حضرتِ موسیٰ جب سمندر سے پار ہوئے تو چاہا کہ سمندر کا پانی دوبارہ باہم مل جائے تا کہ وہ حضرتِ موسیٰ اور فرعونیوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ اس لیے چاہا کہ دوبارہ سمندر پر عصا

ماردیں تاکہ اسکا پانی آپس میں حسبِ سابق مل جائے۔ تو اس پر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہوئی اور یہ ارشاد فرمایا گیا کہ سمندر کو اسی طرح ٹھہرا ہوا چھوڑ دو کہ اسی میں فرعون اور اسکے حوالی موالی کو غرق کرنا ہے۔ (روح، قرطبی، ابن کثیر، جامع البیان اور صفوہ وغیرہ)۔ سو ایسے ہی ہوا۔ اور فرعون نے اپنے لاؤ لشکر سمیت خود چل کر موت کے منہ میں چھلانگ لگائی۔ سو یہی نتیجہ اور انجام ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی کی ضرب کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا اور خوشنودی کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۳۱ فرعونیوں کی دولت دوسروں کی میراث: سو اس عظیم الشان درسِ عبرت و بصیرت پر تنبیہ کرتے ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے ان چیزوں کا وارث بنا دیا دوسروں کو''۔ یعنی فرعونیوں کے خاتمہ و زوال کے بعد ہم دوسری قوموں کو یکے بعد دیگرے اس ملک کا وارث بناتے چلے گئے۔ چنانچہ کچھ عرصہ آشوریوں اور بابلیوں نے اس پر قبضہ جمایا۔ پھر حبشی قابض ہو گئے۔ ان کے بعد اہلِ فارس اور پھر یونانی اور رومی بھی۔ پھر ان کے بعد عرب، طولونی، اخشدی، فاطمی، ممالیک اور ترک بھی اپنی اپنی حکومتیں کر گئے۔ اور آخر میں فرانسیسی اور انگریزی سامراج نے اس پر پنجے گاڑے۔ اور بالآخر اب اس پر اہلِ وطن یعنی عرب مسلمانوں کی حکومت ہے۔ اور۔ ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾۔ کا نعرہ لگانے والے فرعون اور اس کی قوم کا کوئی وجود تک نہیں رہا اور۔ ﴿هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ﴾۔ کا فخر جتلانے والا وہ طاغیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فی النار و السقر ہو گیا۔ والعیاذ باللہ جل و علا۔ یقیناً اس سب میں بڑا بھاری سامانِ عبرت و بصیرت ہے۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذالک لَعِبرۃ ﴾۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ فَسُبْحانَ مَنْ یُغَیِّرُ وَلَا یَتَغَیَّرُ۔ بِیَدِہٖ مَلَکُوت کُلِّ شَئٍ وھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔ یُؤتِی الْملکَ مَنْ یَّشَاءُ وَیَنزِعہٗ مِمَّنْ یَّشاء وَیُوْرِثُ الْاَرْضَ مَنْ یَّشاء وَیَنزِعُھا عَمَّنْ یَّشاءُ۔ باقی خود بنی اسرائیل کا اگر تاریخی طور پر مصر واپس جانا ثابت ہو جائے تو وہ بھی اسی میں داخل ہوں گے۔ مگر ان کا تاریخی طور پر مصر کو واپس لوٹنا ثابت نہیں۔ بلکہ وہ اس کے بعد ایک عرصے تک میدانِ تیہ میں حیران و سرگرداں رہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے بعد وہ ارضِ مقدس یعنی ارضِ فلسطین میں پہنچ کر وہاں پر ایسی ہی نعمتوں کے وارث بن گئے۔ اور قرآنِ حکیم میں ارضِ مقدسہ اور ارضِ مبارکہ سے ارضِ فلسطین ہی کو تعبیر فرمایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے سورۂ شعراء کی آیت۔ ﴿ وَاَوْرَثْنَاھا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ﴾۔ (الشعراء: ۵۹) کے تحت بھی گزرا ہے۔ والعلم عند اللہِ سُبحَانَہٗ و تعالیٰ۔ بہر کیف فرعون اور اس کی قوم ان نعمتوں سے محروم ہو کر ہمیشہ کے لیے فی النار والسقر ہو گئی اور اس طور پر کہ رہتی دنیا تک سب کیلئے نشانِ عبرت بن گئی۔ اور جس ملک وغیرہ کا ان کو بڑا ناز تھا اور جس کی بنا پر وہ اس قدر تکبر میں مبتلا ہوئے تھے کہ اللہ کے رسول کی دعوت کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ ہوئے۔ وہ سب کچھ دوسروں کا ہو گیا۔ والعیاذ باللہ العظیم من کلِ زیغ وضلال، وسوءِ ذانحراف، وھوالعزیزُ الوّہاب،

۳۲ ظالموں پر نہ آسمان رویا نہ زمین: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''پھر ان پر آسمان رویا اور نہ زمین''۔ عربوں کا کہنا تھا کہ جو کوئی بڑا آدمی مرجاتا ہے تو اس پر زمین و آسمان روتے ہیں۔ (الطبری، القرطبی، المراغی اور المحاسن وغیرہ)۔ اور فرعونیوں کو

اپنی بڑائی پر جو ناز تھا وہ مشہور و معروف ہے اور جو مظالم وہ کمزروں پر ڈھا رہے تھے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں، اس لئے ان پر کسی کے رویے کا کیا سوال؟ سو ان کے اس انجام پر نہ کوئی رویا اور نہ کسی نے کوئی سوگ منایا۔ اس طرح کے فرعون صفت حکمران ہمیشہ رہے، دنیا کو دوسرے مختلف ملکوں کے علاوہ خود اپنے ملک پاکستان میں کئے ہی اس طرح کے فرعوں صفت حکمران آنے جنہوں نے طرح طرح کے فرعونی دعوے کئے لیکن آخر کار وہ نہایت ہی عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے۔ ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً﴾۔ لیکن اس طرح کے عبرتناک واقعات سے درسِ عبرت لینے والے تھوڑے ہی لوگ ہوئے ہیں، پہلے بھی یہی تھا اور اب بھی یہی ہے نیز روایات میں وارد ہے کہ ہر انسان کے لئے آسمان میں ایک خاص دروازہ ہوتا ہے۔ جس سے اس کے نیک اعمال اوپر چڑھتے ہیں اور اس کا رزق اوپر سے نازل ہوتا ہے۔ اور زمین کی وہ جگہیں جہاں وہ اللہ پاک کی عبادت و بندگی کرتا رہتا ہے اس کے مرنے پر وہ سب رونے لگتے ہیں۔ (ابنِ کثیر، روح، قرطبی وغیرہ)۔ اور فرعون اور آلِ فرعون کے پاس چونکہ ایسے کوئی نیک اعمال سرے سے تھے ہی نہیں بلکہ وہاں تو ظلم ہی ظلم اور کفر ہی کفر تھا تو پھر ان پر زمین و آسمان روتے تو کیوں روتے؟۔ بلکہ ایسے فرعون صفت ظالموں کے اپنے کیفر کردار کو پہنچنے پر مظلوم سکھ کا سانس لیتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اسکی بے آواز نے دنیا کو ان ظالموں کے ظلم سے نجات دلائی۔ سو ظلم اور ظالموں کا انجام بہرحال بہت برا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور نفس و شیطان سے ہمیشہ اور ہر طرح سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۲۳ وقت آنے پر ظالموں کے لیے کوئی مہلت نہیں: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا "اور نہ ہی انکو کوئی مہلت ملنے والی تھی"۔ کہ یہ توبہ اور تلافی مافات کر سکیں کہ اس کا وقت اب گزر چکا تھا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ان لوگوں کو اپنے بارے میں بہت کچھ ظن و گمان تھا۔ اور جب وہ کرسیِ اقتدار پر فائز تھے تو انکی عظمت کے ڈنکے بجتے تھے۔ انکی تعریف و توصیف کے ترانوں سے دنیا گونج رہی تھی۔ خوشامدیوں، موقع پرستوں اور کاسہ لیسوں کے جمگھٹے لگے رہتے تھے۔ اور ایسے عناصر نے مل کر اس طرح کا ایک سماں باندھ رکھا تھا کہ گویا ایک عالم انکا گرویدہ ہے۔ مگر یہ سب کچھ اس وقت تک ہی تھا جب تک کہ قدرت کی طرف سے انکو مہلت اور ڈھیل ملی ہوئی تھی۔ سو جب وہ پوری ہوگئی تو انکو دھر لیا گیا اور یہ اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت آنے کے بعد کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ ﴿اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ لَوۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾۔ (نوح:۴)۔ یعنی یہ ایک قطعی حقیقت ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہو وقت جب آ جاتا ہے تو اس کو پیچھے نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کے ٹلنے کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں رہتی۔ مگر مشکل بلکہ مشکلوں کی مشکل یہی ہے کہ امہال اور مہلت کی اس فرصتِ محدود کے دوران ظالموں اور باغیوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ یہاں تک کہ ان کو ان کے آخری انجام میں دھر لیا جاتا ہے۔ اس وقت ایسے لوگ بڑے چیخ چیخ اور چلا چلا کر اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہیں مگر اس وقت ان کو اس کا کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہوتا۔ اور ان کو کوئی مہلت بھی نہیں مل سکتی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ط اِنَّهٗ كَانَ

اس رسوا کن عذاب سے، ۳۴ ﴿۳۰﴾ یعنی فرعون سے ۳۵ واقعی وہ

عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى

بڑا سرکش اور حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا، ۳۶ ﴿۳۱﴾ اور بلاشبہ ہم نے ان کو چن لیا تھا

عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا

علم کی بناء پر، ۳۷ (ان کے اپنے دور کے) سب جہانوں پر، ۳۸ ﴿۳۲﴾ اور ان کو ایسی (عظیم الشان اور امتیازی) نشانیوں سے نوازا تھا جن میں

فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿٣٤﴾

کھلی آزمائش تھی، ۳۹ ﴿۳۳﴾ بلاشبہ (دور حاضر کے) یہ منکرین زور دے کر کہتے ہیں، ﴿۳۴﴾

۳۴ نجات دہندہ سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے:- سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بلاشبہ ہم ہی نے نجات دی تھی بنی اسرائیل کو اس رسوا کن عذاب سے''۔ جس میں وہ ایک زمانہ دراز سے مبتلا تھے اور ﴿نَجَّيْنَا﴾ فرمایا۔ یعنی ''یہ نجات انکو ہم ہی نے دی تھی'' کہ نجات دہندہ اور حاجت روا و مشکل کشا سب کے ہم ہی ہیں۔ اور سب ہمارے ہی محتاج ہیں۔ کاش کہ یہ بات آج کے کلمہ گو مشرک کے دل میں بھی اتر جائے اور وہ اپنے شرکیہ عقائد سے باز آجائے اور اس ذلت و رسوائی سے بچ جائے جس کا سامان وہ خود طرح طرح کے خود ساختہ مشکل کشاؤں اور فرضی و بناوٹی حاجت رواؤں کے آگے جھک کر اپنے لیے کرتا ہے- والعیاذ باللہ- یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ آیتِ کریمہ میں ﴿مِنْ فِرْعَوْنَ﴾ بدل ہے ﴿الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ سے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ فرعون بذاتِ خود ایک عذابِ مہین یعنی رسوا کن عذاب تھا۔ سو وہ بدبخت تو اپنی مت ماری کی بنا پر حضرتِ موسیٰ اور انکی قوم کو ذلیل سمجھ رہا تھا لیکن حقیقت اور امرِ واقعہ کے اعتبار سے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ خود نہ صرف ذلیل و خوار بلکہ عذابِ ذلت و رسوائی کا مجسمہ تھا- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے- اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ و سلامت رکھے- آمین ثم آمین

۳۵ فرعون بذاتِ خود عذابِ مہین تھا:- کیونکہ فرعون یہاں پر جیسا کہ ابھی اوپر گزرا ﴿الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ سے بدل واقع ہوا ہے۔ یعنی فرعون کا وجود بجائے خود وہ رسوا کن عذاب تھا جس میں یہ لوگ مبتلا تھے۔ یعنی اس عذاب مہین کی توضیح و تفسیر فرعون کے نام سے کی گئی ہے۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فرعون کی شخصیت کس قدر خبیث اور کتنی ملعون و پلید شخصیت تھی۔ کیونکہ اس بدبخت نے نہ صرف یہ کہ اپنے خالق و مالک کی عبادت و بندگی سے منہ موڑ لیا تھا بلکہ خود اپنی جھوٹی خدائی کا اعلان کر دیا تھا۔ اور ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ کا نعرہ لگا دیا تھا۔ سو حضرتِ حق -جَلَّ مَجْدُهٗ- کی توحید و وحدانیت کا اقرار و یقین اور اس کے حضور اپنی عبدیت و عبودیت کا اظہار و اقرار ہی انسانی عروج و کمال کی اصل اور اساس ہے۔ اور

اس سے اِنحراف و بغاوت اس کی ذلت و رسوائی کا باعث و پیش خیمہ ہے - وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم فزِدْنَا لَکَ خُشُوْعًا وَخُضُوْعًا وَعُبُوْدِیَۃً وَرُجُوْعًا یا مَنْ رَحْمَتُہٗ سَبَقَتْ غَضَبَہٗ و یا مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ - بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ "یقیناً ہم نے نجات دی تھی بنی اسرائیل کو عذابِ مہین - یعنی فرعون سے -" اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عذاب سے ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے - آمین ثم آمین - یارب العالمین

۳۶ فرعون کی سرکشی اور اس کے حدود سے بڑھنے کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ وہ بڑا سرکش انسان اور حد سے بڑھنے والے لوگوں میں سے تھا" - یہاں تک کہ وہ خدائی دعویٰ کر بیٹھا تھا - بلکہ اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہتا تھا - اس کا کہنا تھا ﴿اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی﴾ سو اس سے بڑھ کر بغاوت و سرکشی اور کیا ہو سکتی ہے؟ - والعیاذ باللہ العظیم - سو یہ وجہ بیان فرمائی گئی اس بات کی کہ اس کو عذابِ مہین - رسوا کن عذاب - سے کیوں تعبیر فرمایا گیا - سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس لیے کہ وہ نہایت سرکش اور اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ حدود سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا - سو بندے کی اصل عظمتِ شان اسی میں ہے کہ وہ حدودِ بندگی سے تجاوز نہ کرے - بلکہ انکے اندر رہے - اور بندہ بن کر ہی رہے - پس جو لوگ حدودِ بندگی سے تجاوز کرتے اور سرکشی اختیار کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو خواہ کچھ بھی سمجھیں اور انکے چیلے چانٹے انکو کچھ بھی کہیں لیکن حقیقت اور امرِ واقعہ کے اعتبار سے ایسے لوگ مظلوموں اور اپنے ماتحتوں کیلئے نرا عذاب اور اللہ تعالیٰ کے یہاں رسوا اور ذلیل و خوار ہوتے ہیں - اور آخرِ کار ان کو اپنے کیے کرائے کا انجام بہر حال بھگتنا پڑتا ہے، اور بڑے ہولناک انداز میں بھگتنا پڑتا ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کی ہر قسم سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۳۷ دین و شریعت کی دولت ذریعۂ عزت و عظمت: - سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہم نے ان - بنی اسرائیل - کو چن لیا تھا علم کی بنا پر" - یعنی اپنے اس علم کی بنا پر کہ وہ اس شرف و منصب کے اہل و مستحق تھے - نیز اس بنا پر کہ وہ علم والے تھے - کیونکہ وہ اہلِ کتاب اور صاحبِ دین تھے اور اپنے دور میں کتاب اور شریعت کی روشنی انہی کے پاس تھی - اس طرح ﴿عَلٰی عِلْمٍ﴾ کے دو مفہوم نکلتے ہیں - اور دونوں ہی صحیح اور برمحل ہیں - اور حضراتِ مفسرین کرام نے دونوں کا ذکر کیا ہے - (جامع البیان، صفوۃ التفاسیر، محاسن التاویل اور المراغی وغیرہ) - سو اپنی خدائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون اور اسکی قوم کو تو ہم نے غرق کر دیا لیکن بنی اسرائیل جیسی گھسی پٹی اور غلامی کی بیڑیوں میں جکڑی بندھی قوم کو ہم نے اپنے دور کی تمام قوموں کی امامت و پیشوائی کے منصب و شرف سے سرفراز کر دیا - سو دین و شریعت کی دولت عزت و عظمت اور حقیقی عزت و عظمت سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے - کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے - لیکن دنیا کی اکثریت اس اہم اور بنیادی حقیقت سے غافل و ناآشنا ہے - پہلے بھی یہی تھا اور اب بھی یہی ہے - الا ماشاء اللہ - اللہ ہمیشہ حق کو حق سمجھنے اور اس کو اپنانے کی توفیق بخشے - اور باطل کی ہر شکل اور اسکی ہر قسم و شکل سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین

۳۸ بنی اسرائیل کی عظمت و برتری اپنے دور کے سب جہانوں پر: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے ان کو چن لیا تھا علم کی بنا پر سب جہانوں پر" - یعنی انکے اپنے دور میں سب جہانوں پر - چنانچہ حضراتِ علماء و مفسرین کہتے ہیں - "

ای عالمی زمانھم "- (جامع البیان، المراغی اور الصفوۃ، وغیرہ)۔ سو ان لوگوں کی یہ فضیلت و برتری صرف ان کے اپنے دور کے اعتبار سے تھی ورنہ مطلق فضیلت اور سب زمانے کے لوگوں کے مقابلے میں بڑائی تو صرف امتِ محمدیہ ہی کو حاصل ہے- ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾- اور یہ اس لیے کہ ان کے اس دور میں دین و شریعت کے علم کی روشنی ان ہی لوگوں کے پاس تھی۔ اور یہ ایک اہم اور بنیادی حقیقت ہے کہ جو قوم خداوندِ قدوس کی شریعت کی حامل ہوتی ہے طبعی اور فطری طور پر وہی اس کی اہل اور حق دار ہوتی ہے کہ خلقِ خدا کی راہنمائی کرے۔ اور ان کا یہ منصب اس شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرائضِ منصبی پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کرے۔ سو وہ اگر اپنے فرائضِ منصبی کو صحیح طور پر ادا نہیں کرے گی تو اس کو اس کے اس منصب سے معزول کر دیا جائے گا۔ اور اس کی جگہ دوسری قوم کو اس کے مقام پر فائز کر دیا جائے گا جو اس منصب کی ذمہ داریوں کو صحیح طریقے سے نبھائے گی۔ سو بنی اسرائیل کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ ایک خاص دور میں ان کو لوگوں کی امامت و پیشوائی کے اس اہم منصب پر فائز کیا گیا۔ لیکن جب انہوں نے اسکی ذمہ داریوں سے تغافل برتا اور وہ اسکے اہل نہ رہے تو ان کو اس سے معزول کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد خلقِ خدا کی ہدایت و راہنمائی کے اس منصبِ جلیل پر امتِ مسلمہ کو فائز کیا گیا۔ سو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے سرفرازی نسلی یا موروثی بنیادوں پر نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنے عمل و کردار اور اہلیت کی بنا پر ہوتی ہے۔ اور اب ان کی لیے سلامتی کی راہ یہی ہے کہ وہ اس دینِ حق اسلام کو صدقِ دل سے اپنا لیں اور اس کی تعلیمات مقدسہ پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں۔ اس طرح وہ اپنے کھوئے ہوئے مقام کو پھر پا لیں گے ورنہ ان کے لیے ہمیشہ کی ذلت و خواری ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

۲۹ **بنی اسرائیل کا امتحان نعمتوں کے ذریعے** :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے انکو طرح طرح کی ایسی نشانیوں سے نوازا جن میں کھلی آزمائش کا سامان تھا"۔ مثلاً یہ کہ ان کو فرعون کی غلامی سے نجات دی۔ ان کے لئے چلتے سمندر کو پھاڑ کر راستے بنا دیئے۔ بادلوں سے ان کے لئے سائے کا انتظام کیا اور ان پر من و سلویٰ کی نعمتیں اتاریں وغیرہ وغیرہ۔ سو یہ سب کچھ ان کے سوا اور کسی قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ اور یہ چیزیں جہاں ایک طرف نعمتیں تھیں وہاں دوسری طرف ان کے لئے ابتلا و آزمائش کا سامان بھی تھیں کہ وہ ان کا حق کیا اور کس طرح ادا کرتے ہیں؟ اسی لئے لفظ "بلاء" استعمال فرمایا گیا ہے۔ جس کے معنی نعمت کے بھی آتے ہیں اور آزمائش کے بھی- ﴿ فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾- یعنی تاکہ وہ دیکھے کہ ان اور ان نعمتوں سے مستفید و بہرہ ور ہو کر تم لوگ کس عمل کا مظاہرہ کرتے ہو۔ سو "بلاء" کے اصل معنی آزمائش کے ہوتے ہیں۔ اور آزمائش چونکہ نعمت کے ذریعے بھی ہوتی ہے اور مصیبت کے ذریعے بھی اس لیے اسکو یہاں پر "بلاء" کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ نعمت کا امتحان شکر کی جانچ کیلئے ہوتا ہے اور مصیبت کا امتحان صبر و رضا کی جانچ کیلئے اللہ تعالیٰ ابتلاء و آزمائش کی ہر شکل میں اپنی رضاء و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یُحِبُّ ویرید- وَھُوَ الھادی الیٰ سَوَاءِ السَّبِیْل،

إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾

کہ وہ (آخری حالت) تو بس ہمارا یہی دنیا کا مرنا ہے اور بس، اور ہم دوبارہ اٹھائے جانے والے نہیں، ف۴۰ ﴿۳۵﴾

فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾

پس تم لے آؤ ہمارے (اگلے) باپ دادوں کو اگر تم لوگ سچے ہو (اپنے دعوی میں)، ف۴۱ ﴿۳۶﴾

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

کیا یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم، ف۴۲ اور وہ لوگ جو اس سے بھی پہلے گزر چکے ہیں؟

أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾ وَمَا

ان سب کو تو ہم نے ہلاک کر ڈالا کیونکہ وہ لوگ مجرم تھے، ف۴۳ ﴿۳۷﴾ اور ہم نے

خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿٣٨﴾

آسمانوں اور زمین اور ان تمام چیزوں کو جو کہ ان دونوں کے درمیان ہیں، کچھ کھیل کے طور پر تو پیدا نہیں کیا، ف۴۴ ﴿۳۸﴾

۴۰ **منکرین کی طرف سے بعث بعد الموت کے انکار کا ذکر و بیان:** ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان لوگوں ـ یعنی منکرین کا ـ کہنا ہے کہ ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا"۔ جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو ـ اے مسلمانو! ـ کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ اور اپنے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا بدلہ پانا ہے۔ بلکہ زندگی تو یہی دنیاوی زندگی ہے اور بس۔ سو جو اس میں عیش کر گیا وہ کر گیا۔ پھر اٹھنا وٹھنا کچھ نہیں ـ والعیاذ باللہ ـ قیامت وغیرہ کا ڈراوا تو محض ایک ہوّا ہے۔ موت تو بس یہی موت ہے جس سے اس دنیا میں سابقہ اور واسطہ پیش آتا ہے اور بس۔ اور یہی موت اول بھی ہے اور آخر بھی۔ اسکے بعد نہ کوئی موت ہے نہ زندگی۔ اور "موتۃ اولی" یعنی "پہلی موت" کے الفاظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد کوئی دوسری موت بھی ہو۔ جیسا کہ ہم لوگ اپنے محاورے میں بولتے ہیں کہ "فلاں شخص کے یہاں پہلا بچہ پیدا ہوا" تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے یہاں دوسرا بچہ بھی پیدا ہو۔ بلکہ اس کے لیے اتنی بات کافی ہوتی ہے کہ اسکے یہاں اس سے پہلے کوئی بچہ نہ ہوا ہو۔ جیسے کوئی کہتا ہے کہ "یہ پہلی کمائی ہے جو مجھے آج حاصل ہوئی"۔ عام اس سے کہ اس کے یہاں اس کے بعد کوئی اور کمائی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ (محاسن التاویل وغیرہ)۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ منکرین کا کہنا ہے کہ ہمیں کبھی دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا جو کہ ان کی ہٹ دھرمی اور محرومی کا عکاس و آئینہ دار ہے۔

۴۱ **منکرین کی ایک حجت باطلہ کا ذکر و بیان:** ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ ـ یعنی منکرین ـ کہتے ہیں کہ تم لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو اپنے اس دعوے میں"۔ یعنی وہی رٹی رٹائی اور گھسی پٹی بات کہ اگر واقعی ایسا ہونے والا

ہے تو تم ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لا دکھاؤ۔ اور ہمارے مشاہدے میں لاؤ۔ تب ہم مانیں۔ اور یہی بات جو صدیوں پہلے کے وہ جاہل لوگ کہتے تھے یہی آج کا وہ مادہ پرست منکرِ آخرت انسان بھی کہتا ہے جس کو اپنی عقل مندی اور دانش وری کا بڑا زعم وگھمنڈ اور دعویٰ ہے۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ حالانکہ یہ بات بجائے خود ان کی عقلوں کا ماتم کر رہی ہے۔ آخر ان سے کوئی پوچھے کہ تم سے یہ کہا ہی کس نے ہے کہ وہ نئی زندگی اسی دنیا میں ہوگی؟ وہ تو ایک دوسرے جہان کا قصہ ہے جس کو عالمِ آخرت کہا جاتا ہے جو کہ اس دنیا کے خاتمے کے بعد اور اس جہاں کے تقاضوں کے مطابق نئے نوامیس و قوانین اور قواعد وضوابط کے مطابق وجود میں آئے گا۔ جس کا ایک وقت بہرحال مقرر ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ وہ وقت کب آئے گا؟ اور اس کے بپا ہونے میں کتنا زمانہ باقی رہ گیا ہے؟ تو اس کا علم حضرتِ قادرِ مطلق ـ جَلَّ وَعَلَا ـ اور عالم الغیب والشہادۃ ہی کو ہے۔ اور اس کے یہاں ہر چیز کا بہرحال ایک وقت مقرر ہے ـ ﴿كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ﴾ ـ (سورۃ الرعد: ۸) وہ اس وقتِ مقرر سے پہلے وقوع پذیر نہیں ہوسکتی۔ جس طرح شادی کرنے پر اسی دن بچہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ آج پیدا ہونے والا بچہ آج ہی بالغ اور جوان نہیں ہوسکتا۔ آج مدرسے میں داخلہ لینے والا لڑکا آج ہی عالم فاضل نہیں بن سکتا۔ آج زمین میں ڈالا جانے والا بیج آج ہی برگ وبار نہیں لاسکتا۔ ابھی شروع ہونے والا دن ابھی فوراً ہی ختم نہیں ہو سکتا وغیرہ وغیرہ۔ کہ ان میں سے ہر چیز کا ایک خاص وقت مقرر ہے۔ اس سے پہلے اس کا وقوع نہیں ہوسکتا۔ یہ اسی قادرِ مطلق کا بنایا ہوا ایک نہایت پر حکمت نظام ہے۔ یوں اس قادرِ مطلق کی قدرت میں سب کچھ داخل ہے لیکن عادۃً اس طرح کی کسی چیز کا اپنے وقت سے پہلے ظہور پذیر ہو جانا ناممکن ہے۔ تو پھر وقوعِ قیامت پر یہ اعتراض کیونکر وارد ہوسکتا ہے؟۔ سو ایسا اعتراض وسوال منکرین کی اپنی حماقت کا ثبوت ہے ـ والعیاذ باللہ العظیم من کلّ زیغٍ وّضلال،

۴۲ تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین: ـ سو منکرین کے قلوب وضمائر کو جھنجوڑنے کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا یہ لوگ ہیں یا تُبَّع کی قوم؟"۔ "تُبَّع" کسی زمانے میں یمن کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔ جس طرح کہ کسریٰ فارس کے، قیصر روم کے، فرعون مصر کے اور نجاشی حبشہ کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔ (ابنِ جریر، ابنِ کثیر، روح، قرطبی، محاسن التاویل وغیرہ)۔ تُبَّع حمیری اسلام لے آیا تھا۔ بلکہ بعض روایات میں اس کے نبی ہونے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعض میں اسے ایک نیک آدمی ـ رجل صالح ـ ہونے کا۔ اور اس کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور کہتے ہیں یہی وہ پہلا شخص تھا جن نے بیت اللہ کو غلاف پہنایا تھا۔ (روح، قرطبی، ابنِ کثیر، اور خازن وغیرہ)۔ محمد بن اسحٰق نے اپنی مغازی میں اور ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ اس لئے یہاں پر موازنہ "تُبَّع" سے نہیں بلکہ قومِ "تُبَّع" سے فرمایا گیا ہے، جو کہ بگڑے ہوئے لوگ تھے۔ سو اس میں کفارِ قریش اور دوسرے منکرین کیلئے تنبیہ اور تذکیر ہے کہ جب کل کے ایسے بڑے طاقتور منکرین اپنے ایسے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے تو دورِ حاضر کے یہ منکر آخر اپنے اس انجام سے کیسے اور کیونکر بچ سکیں گے؟ اگر یہ بھی کفر وانکار کی اسی راہ پر چلیں گے جس پر کل کے یہ کفار ومنکرین چلے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ کا قانون بے لاگ اور سب کے لیے یکساں ہے ـ والعیاذ باللہ العظیم ـ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے ـ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۴۳ **قوم "تُبَّع" سے بھی پہلے لوگوں کا حوالہ وذکر:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا یہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جو قوم "تُبَّع" سے بھی پہلے گزر چکے ہیں؟ استفہام انکاری اور تقریع وتوبیخ کے لئے ہے۔ یعنی نہیں کہ یہ عرب اور کفارِ قریش ان مشرکینِ سابقین سے بہتر تو کیا ہوتے یہ ان کے برابر بھی نہ تھے۔ بلکہ ان کے عشرِ عشیر کو بھی نہیں پہنچتے کہ وہ لوگ اپنے ڈیل ڈول اور قد وقامت، دولت وثروت، حکومت وسلطنت اور تعداد وعددی کثرت کے اعتبار سے ان میں کہیں بڑھ کر تھے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَا اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ (سبا: ۴۵)۔ یعنی موجودہ دور کے یہ منکر پہلے دور کے ان منکروں کے عشرِ عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ سو انہوں نے جب میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میں نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ سو کیسا تھا میرا عذاب؟ سو اگر وہ لوگ اس سب کے باوجود اپنے کفر وتکذیب کی پاداش میں اپنے انجامِ بد کو پہنچ کر رہے تو یہ آخر کس باغ کی مولی ہیں کہ اپنے اس انجام وخیم سے بچ جائیں جس کا مستحق انہوں نے اپنے آپ کو اپنے عمل وکردار کی بنا پر بنا لیا ہے؟ اس لئے ان کو ان کے انجام سے سبق لے کر اپنی اصلاح کر لینی چاہیئے قبل اس سے کہ یہ بھی اپنے اس انجام سے دوچار ہو جائیں جس سے کہ وہ ہو چکے ہیں۔ سو جو قادرِ مطلق کل کے ان متکبر اور کہیں بڑے طاقتور منکروں کی گردن اس طرح مروڑ سکتا ہے وہ آخر آج کے ان منکروں کی گردن کیوں نہیں مروڑ سکتا۔ اور یہ لوگ اسکی گرفت وپکڑ سے آخر کیسے اور کیونکر بچ سکتے ہیں؟ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے اور ہر طرح سے اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین

۴۴ **کائناتِ ارض وسماء ایک عظیم الشان حکمتوں اور عبرتوں بھری کتاب:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی اس کائنات کو کوئی کھیل تماشے کے طور پر نہیں پیدا کیا۔ سو آسمانوں وزمین کی یہ کائنات بیکار نہیں ہو سکتی۔ اور ایسے بھی نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنی اس حکمتوں اور عجائب بھری وسیع وعریض کائنات کو یونہی بے مقصد پیدا کر کے ختم کر دیں اور ثواب وعقاب کا کوئی نظام قائم نہ کریں۔ یہ کس طرح ممکن ومُتَصَوَّر ہو سکتا ہے کہ ایسا ہونا اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عدل وحکمت کے منافی ہے۔ سو زمین وآسمان اور انکے درمیان کی اس حکمتوں بھری کائنات کو حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ نے یونہی بیکار وبے مقصد اور کھیل تماشے یا دل لگی کے طور پر پیدا نہیں فرمایا۔ بلکہ اس سب کو ایک عظیم الشان مقصد اور بہتر غایت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے کہ ایک طرف تو انسان اس میں غور وفکر سے کام لیکر اسکے خالق ومالک کی معرفت حاصل کرے اور دوسری طرف اسکی عظیم الشان اور گوناگوں نعمتوں سے مستفید ومالامال ہو کر اپنے خالق ومالک کا حق شکر ادا کرے اور دل وجان سے اسکے حضور جھک کر اور اسکی عبادت وبندگی سے سرشار ہو کر دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرشار وسرفراز ہو جائے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید وھو الھادی الی سواء السبیل۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ سزا وجزا کا ہونا اور قیامت کے روز جزا کا واقع ہونا صفاتِ خداوندی کا ایک لازمی اور بدیہی تقاضا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور علی وجہ التمام والکمال پورے ہوں۔ اور اس طرح اس کائنات کے مقصدِ وجود کی تکمیل ہو سکے ورنہ یہ سارا کارخانہ ہست وبود عبث وبیکار اور بے مقصد ہو کر رہ جائے گا جو حضرت خالقِ حکیم کی حکمتِ بالغہ کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس لئے ایسا ہر خیال وگمان مردود ہے، والعیاذ باللہ۔

مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

ہم نے تو ان کو برحق ہی پیدا کیا ہے، مگر اکثر لوگ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾

جانتے نہیں، ۴۵ ﴿۳۹﴾ بلاشبہ فیصلے کا دن تو ان سب کے لئے ایک مقرر شدہ وقت ہے ﴿۴۰﴾

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ

جس دن نہ تو کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام آسکے گا، اور نہ (کہیں اور سے)

يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

ان کی کوئی مدد کی جائے گی، ﴿۴۱﴾ سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمادے ۴۶ بلاشبہ وہی ہے

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ

سب پر غالب انتہائی مہربان ۴۷ ﴿۴۲﴾ بلاشبہ زقوم کا درخت کھانا ہوگا ﴿۴۳﴾ کھانا ہوگا

الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ

بڑے گناہ گاروں کا ۴۸ ﴿۴۴﴾ تیل کی تلچھٹ جیسا جو پیٹوں میں اس طرح کھول رہا ہوگا، ﴿۴۵﴾ جیسے ابلتا ہوا

الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾

پانی کھولتا ہے ﴿۴۶﴾ (حکم ہوگا کہ) پکڑو اس کو پھر اس کو گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ دوزخ کے بیچوں بیچ ﴿۴۷﴾

ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ؕ

پھر انڈیل دو اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب، ﴿۴۸﴾

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ

(کہا جائیگا) چکھ، کہ تو تو بڑا زبردست عزت دار آدمی ہے ۴۹ ﴿۴۹﴾ بلاشبہ

۴۵ کائنات کی تخلیق بالحق اور نہایت با مقصد: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے تو انکو حق ہی کے

وقف لازم ۔ عند المتاخرین ۱۲ ۔ معانقۃ ۱۲

ساتھ پیدا کیا ہے"۔ یعنی ہم نے ان کو نہایت بامقصد اور عظیم حکمتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے تاکہ انسان اس کائنات کے عجائبات پر غور کر کے اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرے۔ اور پھر صدقِ دل سے اس پر ایمان لا کر زندگی اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزارے۔ اور اس طرح وہ اس کی دائمی نعمتوں اور ابدی رحمتوں سے متمتع و مستفید ہو سکے۔ اور جو اس کے برعکس کفر و معصیت کی زندگی گزارے اور انحراف و بغاوت کی راہ کو اپنائے وہ اپنے زندگی بھر کے کئے کرائے کا پھل بھرپور طریقے سے پائے تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے بھرپور طور پر پورے ہو سکیں۔ سو حساب و کتاب کا وہ دن اس سے پہلے وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ابھی اوپر بھی اس بارے قدرے تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اس کو ایک نظر پھر دیکھ لیا جائے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت چونکہ حق اور حقیقت کے علم سے غافل و بے بہرہ ہے اس لیے وہ ایسے ٹھوس حقائق سے بے خبر ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو کائنات کی اس تخلیق بالحق کا لازمی تقاضا ہے کہ ایک دن یہ دنیا ختم ہو اور اس کے بعد ایک دن ایسا آئے کہ جس میں حضرتِ خالق۔ جل مجدہ۔ اپنے ان بندوں کو انعامات سے نوازے جنہوں نے اپنی زندگی اس کی رضا و خوشنودی کے مطابق اور اسکی مقرر فرمودہ حدود کے اندر گزاری۔ اور اس کے برعکس ان لوگوں کو سزا دے جنہوں نے بغاوت و سرکشی کی راہ کو اپنایا، اور اس کی حدود کو توڑ کر باغیانہ زندگی گزاری۔ تاکہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں۔ سو اگر ایسے نہ ہو بلکہ یہ دنیا یونہی چلتی رہے یا یونہی بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خالق نے اس کو یونہی بے مقصد اور کھیل تماشے کے طور پر پیدا فرما دیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین

۶۱ قیامت کے روز کی سرفرازی رحمتِ خداوندی ہی کے نتیجے میں: ۔سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ نفسی نفسی کے اس یوم عظیم میں نہ کسی کا کوئی عزیز و قریب آ سکے گا اور نہ ہی ان کی کہیں اور سے کوئی مدد کی جائے گی سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ نے اپنا فضل و کرم فرمایا ہوگا۔ یعنی وہ مومنِ مخلص جس کو ایمان اور عملِ صالح کی توفیق ملی ہوگی کہ ان کو سفارش کرنے کی اور ان کے لئے بوقتِ ضرورت سفارش کئے جانے کی اجازت ہوگی۔ مگر وہ بھی جس کو اجازت ملے اور جس کے لئے ملے۔ ﴿اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾۔ (طٰہٰ:۱۰۹)۔ سو فیصلہ اور جزا کے اس دن فائز المرامی بس انہی لوگوں کو نصیب ہوگی جن پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائے گا۔ اور اسکے اس فضل و کرم سے سرفراز و سرشار وہی خوش نصیب ہو سکیں گے جو اپنے ایمان و عقیدے اور عمل و کردار کی بنا پر اسکے مستحق ٹھہریں گے۔ اور وہ وحدہ لاشریک یقیناً بڑا ہی زبردست بھی ہے اور انتہائی مہربان بھی۔ جن کو وہ پکڑے گا۔ والعیاذ باللہ جلَّ وَعَلَا۔ انکو کوئی چھڑا نہ سکے گا۔ اور اسکے برعکس جن کو وہ اپنی رحمتوں اور عنایتوں سے نوازے گا انکو کوئی اسکی رحمت سے محروم نہیں کر سکے گا۔ سو بندوں کو ہمیشہ اسکی گرفت و پکڑ سے ڈرتے بھی رہنا چاہیئے اور اسکی رحمتوں اور عنایتوں کی امید بھی رکھنی چاہیئے کہ وہ انتہائی زبردست، عزیز و جبار اور قہار بھی ہے۔ اور رحمٰن و رحیم، ستار و کریم اور وہاب و غفار بھی۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کے اس یوم عظیم و مہیب میں سرفرازی انہی خوش نصیبوں کو نصیب ہو سکے گی جن پر وہ اپنا فضل و کرم فرمائے گا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ وجعلنا اللہ منہم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر ثابت قدم رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ و سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین

۶۲ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید اور اسکی گرفت و پکڑ سے خوف کا درس: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید اور اسلوبِ حصر و قصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ وہی ہے جو انتہائی زبردست بھی ہے اور نہایت مہربان بھی"۔ سو اس ذاتِ اقدس و اعلیٰ کا معاملہ تنگ ظرف دنیا داروں کی طرح نہیں کہ دنیا میں کچھ قوت و غلبہ ملے تو ظلم کرنے لگیں بلکہ وہ سب پر اور ہر لحاظ سے غالب ہونے کے

باوجود انتہائی مہربان بھی ہے۔اور یہ صرف اسی وحدہ لاشریک کی صفت وشان ہے۔فَلَهُ الْحَمْدُ وَلَهُ الشُّكْرُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِهِ وَعَظِيمِ سُلْطَانِهِ ۔ سواس رحمٰن ورحیم کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔اسکے یہاں سے محرومی کسی کیلئے بھی نہیں سوائے اسکے جس نے اعراض وروگردانی سے کام لیکر اپنے آپ کواس سے محروم کردیا ہو۔والعیاذ باللہ۔مگر اسکے ساتھ ہی ساتھ چونکہ وہ عزیز اور انتہائی زبردست اور قہار بھی ہے اس لیے نہ کوئی اسکی گرفت وپکڑ سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اسکی کسی رحمت وعنایت کوکسی سے روک سکتا ہے۔سبحانہ وتعالیٰ۔سوان دونوں صفات کریمہ کے حوالے سے یہ اہم اور بنیادی درس دیا گیا ہے کہ بندہ اسکی گرفت وپکڑ سے ڈرتا بھی رہے کہ وہ عزیز وقہار بھی ہے اور عدل قائم کرنے والا بھی۔اوراس کی رحمت سے پوری پوری امید بھی رکھے کہ وہ بڑا ہی مہربان اور رحمٰن ورحیم اور ستار وکریم بھی۔اور یہ کہ اس حلیم وکریم رب رحیم کی رحمت بہت بڑی بھی ہے۔وباللہ التوفیق لما یحب ویرید،

۷۸ دوزخیوں کا کھانا زَقُّوم کا درخت۔والعیاذ باللہ: ۔سوارشاد فرمایا گیا اور حرف تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بلاشبہ زَقُّوم کا درخت کھانا ہوگا بڑے گناہگاروں کو''۔یعنی کفار ومشرکین کا چونکہ سب سے بڑا گناہ تو کفر وشرک ہی ہے اور ''الاثیم'' مبالغے کا صیغہ ہے۔''كَبِيْرُ الْاِثْمِ اَيِ الْكَافِر''۔(جامع البیان،صفوۃ التفاسیر،البحر المحیط وغیرہ)۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ كُلِّ نَوْعٍ مِّنْ اَنْوَاعِ الْعَذَابِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ بہرکیف اوپر یوم الفصل کے جس یوم عظیم کا ذکر فرمایا گیا اب یہ اس کے فیصلوں کے نتائج کا اعلان واظہار فرمایا جارہا ہے۔اوراس دن گناہگاروں کا جو حشر ہوگا یہ اسکی تصویر پیش فرمائی جا رہی ہے کہ زَقُّوم کا وہ ہولناک درخت ایسے بڑے گناہگاروں کو کھانا ہوگا۔ زَقُّوم ''تھوہر'' ہی کو کہا جاتا ہے۔لیکن دوزخ کے اس تھوہر کی اصل حقیقت کا علم وادراک یہاں کسی کیلئے ممکن نہیں۔اللہ ہی جانے اسکی اصل حقیقت کیا ہوگی؟ ہم دنیا کے اس تھوہر سے دوزخ کے اس تھوہر کا ہلکا سا تصور کرسکتے ہیں اور بس۔اسکی اصل حقیقت کو بہرحال نہیں سمجھ سکتے۔والعیاذ باللہ العظیم۔اللہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۷۹ اہل دوزخ کی تذلیل کا ایک نمونہ ومظہر: ۔سوارشاد فرمایا گیا کہ ''اس سے کہا جائے گا کہ اب تواس کا مزہ چکھ کہ دنیا میں تو بڑا عزت دار بنا ہوا تھا''۔یعنی دنیا میں تو تو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھا کرتا تھا۔اوراسی وجہ سے تو حق کا انکار کرتا تھا۔اوراس سے محروم رہا تھا۔سواب تو مزہ چکھ لے اپنے کفر وانکار اور اپنے کئے کرائے کا۔یہ اس بدبخت کی تحقیر وتذلیل کے لئے اس سے کہا جائے گا۔اوراس طرح وہ دوزخ کی ظاہری آگ کے ساتھ ساتھ تحقیر وتذلیل اور حسرت ویاس کی اس باطنی آگ میں بھی جلے گا۔اور عذاب درعذاب میں مبتلا ہوگا۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ العزيز الغفار مِن كل نَوْعٍ مِّنْ اَنْوَاعِ الْعَذَابِ بِمَحْضِ مَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِين جَلَّ وَعَلَا ۔اور ہر ہر دوزخی سے اس طرح کہنا اس ہولناک عذاب کی زبان حال سے بھی ہوسکتا ہے اور عذاب دینے والوں کی زبان قال سے بھی۔سوان بدبختوں کی تذلیل وتحقیر کیلئے ان سے کہا جائے گا کہ اب تم چکھو مزہ اس عذاب کا۔یہ وہی کچھ ہے جسکے بارے میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔والعیاذ باللہ۔اوراس کے بارے میں تم طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کرکے نور حق وہدایت سے خود بھی مزید از مزید دور ونفور اور محروم ہوتے تھے،اور دوسروں کو بھی محروم کرتے تھے۔سواس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کا دنیا پر یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ان غیبی حقائق سے جن کو جاننے کا دوسرا کوئی ذریعہ ممکن ہی نہیں اتنا پیشگی اور اس قدر صراحت ووضاحت کے ساتھ اس دنیا میں ہی آگاہ فرمادیا ہے تاکہ جنہوں نے بچنا ہو بچ جائیں قبل اس سے کہ فرصت عمر اور حیات دنیا کی یہ مہلت ان کے ہاتھ سے نکل جائے اوران کو ہمیشہ کے لیے پچھتانا پڑجائے۔والعیاذ باللہ العظیم۔اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر شکل اوراس کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا اور خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین

هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۝۵۰ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ

یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے، ۝۵۰ اس کے برعکس پرہیزگار لوگ

فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝۵۱ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۵۲

ایک نہایت ہی امن (وسکون) والے مقام میں ہوں گے ف۵۰ ۝۵۱ یعنی طرح طرح کے عظیم الشان باغوں اور چشموں میں، ۝۵۲

يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۵۳

باریک اور گاڑھا ریشم پہنے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ف۵۱ ۝۵۳

كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝۵۴ يَدْعُوْنَ

یونہی ہوگا، اور ہم نے ان کی شادی بھی کردی ہوگی گوری رنگت کی آہو چشم عورتوں سے ف۵۲ ۝۵۴ وہاں وہ پورے

فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۝۵۵ لَا يَذُوْقُوْنَ

امن واطمینان کے ساتھ ہر قسم کی لذت بخش چیزیں طلب کررہے ہوں گے ف۵۳ ۝۵۵ وہاں پر وہ موت کا مزہ بھی نہیں

۵۰ پرہیزگاروں کے صلہ وانعام کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور حرف تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ پرہیزگار لوگ بڑے ہی امن وسکون کے مقام میں ہونگے"۔ جہاں ان کو ہر طرح کا امن وسکون اور ہر تکلیف ومکروہ سے راحت و اطمینان نصیب ہوگا۔ کیونکہ دنیا میں وہ ایمان اور اس کے مطابق عملِ صالح کی دولت سے سرشار و مالا مال رہے ہوں گے۔ اور ایمان ہی امن بخشنے کی چیز ہے۔ سبحان اللہ! کیسی دولت ہے یہ ایمان ویقین کی دولت جو دنیا و آخرت دونوں میں انسان کے لیے امن وسکون کی ضامن وکفیل ہے۔ فالحمد للہ ربّ العالمین۔ سو یہ گناہگاروں کے انجام کے مقابلے میں پرہیزگاروں کے انجام کی تصویر پیش فرمائی گئی ہے تاکہ دونوں نمونے سامنے رہیں اور انسان اپنی مرضی اور اختیار سے ان دونوں میں سے جسکو چاہے اختیار کرے۔ وباللہ التوفیق لما یُحبّ ویرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔

۵۱ اہلِ جنت کی نعمتوں کی ایک جھلک کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ وہاں پر عظیم الشان باغوں، چشموں میں باریک اور گاڑھے ریشم پہنے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے"۔ یعنی وہاں کی کیفیت اور صورتِ حال کچھ اس طرح کی ہوگی کہ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کرنے کی نوبت بھی نہیں آئے گی۔ کیونکہ کسی کی طرف اور خاص کر کسی بڑے معزز شخص کی طرف بلاوجہ پیٹھ کر کے بیٹھنا بھی ایک ناپسندیدہ امر ہے۔ اور جنت کا وہ مقامِ امین اس طرح کے ناپسندیدہ امور سے بھی پاک و صاف اور مامون ومطہر ہوگا۔ سبحان اللہ! کیا کہنے جنت اور اس کی بے مثال وبے پایاں نعمتوں کے۔ اللّٰھم اجعلنا مِنْ اَھلِھا بِمَحضِ مَنِّکَ وَکَرمِکَ یَا اَرحَمَ الرّٰاحِمین۔ اور آمنے سامنے بیٹھنا چونکہ باہمی اعتماد اور محبت کی دلیل

ہے۔اس لیے یہ خوش نصیب وہاں پر اس نعمت سے بھی سرشار و مالا مال ہونگے اور انہوں نے چونکہ دنیا میں ایک دوسرے کو نیک مشورے دیئے ہونگے اور راہِ حق و ہدایت کی راہنمائی فرمائی ہوگی اس لیے وہ وہاں پر پوری خوشدلی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مل بیٹھیں گے جبکہ اسکے برعکس کفار و مشرکین اور انکے لیڈر اور گرو ایک دوسرے پر لعنت کے ڈونگرے برسا رہے ہونگے تب ساری حقیقت پوری طرح ان کے سامنے کھل کر آ جائے گی، تب ان کو پتہ چلے گا ۔والعیاذ باللہ العظیم۔

۵۲ اہلِ جنت کی زوجیت کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے انکی شادی کردی ہوگی گوری رنگت کی آہو چشم حوروں کے ساتھ''۔ ''عین'' جمع ہے ''عیناء'' کی۔جس کے معنیٰ ہیں ''خوبصورت موٹی آنکھوں والی'' اور ''حور'' کے معنیٰ ہیں ''گوری رنگت والی'' اور یہ جنت ہی کی ایک خاص مخلوق ہوگی جس کو اللہ پاک اہلِ جنت کی زوجیت کے لئے خاص طور پر پیدا فرمائیں گے اور اپنی وہ صالح جنتی بیویاں جو اہلِ جنت کو ملیں گی وہ اس کے علاوہ ہوں گی۔اور وہاں کی نئی اٹھان اور نئی زندگی کے باعث وہ ایک اور ہی شان کی ہوں گی ۔سبحان اللہ! ۔کیا کہنے جنت کی رحمتوں اور عظمتوں کے ۔اللہ پاک اپنے کرم سے نصیب فرمائے ۔آمین ثم آمین یارب العالمین۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ اہلِ جنت کی مسرت کی تکمیل کیلئے ہم انکے نکاح میں ایسی آہو چشم گوری رنگت کی عورتیں دے دیں گے جن کی اس دنیا میں کوئی نظیر و مثال ممکن ہی نہیں۔واضح رہے کہ عربی ادب میں یہ صفت عورت کے کمالِ حسن کیلئے ایک جامع تعبیر ہے۔یعنی جنت کی وہ عورتیں جو اہلِ جنت کے نکاح میں دی جائیں گی نہایت کمال درجہ کے حسن سے مالا مال ہونگی ۔اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے ۔آمین ثم آمین یارب العالمین

۵۳ اہلِ جنت کے لیے ہر قسم کے پھلوں کی بہتات کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہاں پر وہ ہر قسم کے پھل اور لذت بخش چیزیں طلب کررہے ہونگے پورے امن و سکون کے ساتھ''۔ ''فاکھہ'' دراصل اس چیز کو کہا جاتا ہے جو لذت کے لئے کھائی جائے نہ کہ بھوک پیاس کی ضرورت کے لئے۔اسی لئے پھلوں کو بھی ''فاکھہ'' کہا جاتا ہے کہ وہ بھی کھانے کے بعد محض لذت اور لطف اندوزی کے لئے کھائے جاتے ہیں۔اور اہلِ جنت کو چونکہ بھوک پیاس کی کوئی تکلیف نہیں ستائے گی بلکہ وہ جو کچھ کھائیں گے لطف و لذت ہی کے لئے کھائیں گے اس لئے اس کو ''فاکھہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اسی لئے ہم نے اس کا ترجمہ لذت بخش چیزوں سے کیا ہے۔جس میں ہر طرح کے پھل بھی داخل ہیں اور کھانے پینے کی دوسری تمام اشیاء بھی۔اور پھر ان کو وہاں ہر طرح سے امن نصیب ہوگا۔کسی طرح کا کوئی خوف نہ ہوگا۔نہ ان فواکہ اور لذت بخش چیزوں کے ختم ہوجانے یا چھن جانے کا نہ ان کی وجہ سے کسی بدہضمی یا بیماری اور نقصان وغیرہ کا۔اور نہ ہی اور کسی طرح کا کوئی غم وخوف و اندیشہ ہوگا۔ بلکہ ہر طرح سے امن ہی امن ہوگا۔اور یہ جنت کی وہ نعمت ہے جو اس دنیا میں کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوسکتی۔ جبکہ وہاں پر ہر جنتی کو نصیب ہوگی ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے ۔آمین۔ بہرکیف جنت کے وہ باسی جس چیز کی بھی طلب اور خواہش کریں گے وہاں کے حاضر باش خادم اسکو فوراً لاکر انکے سامنے پیش کردیں گے۔نہ انکو ان نعمتوں کے ختم ہوجانے کا کوئی خدشہ و اندیشہ ہوگا نہ وہاں کے عیش سے محرومی کا کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی موت کا کوئی کھٹکا۔وہاں پر وہ ہر اندیشے سے نچنت اور بے فکر اس ابدی اور بے مثال عیش سے لطف اندوز ہو رہے ہونگے۔سو یہی ہے اصل اور حقیقی کامیابی ۔اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔اور محض اپنے فضل و کرم لطف و عنایت اور اپنی شان کریمی و رحیمی کی بناء پر نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین یارب العالمین۔

فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ

چکھیں گے، سوائے اسی پہلی موت کے (جو کہ دنیا میں آچکی تھی،) اور اللہ نے ان کو بچالیا ہوگا

عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ

دوزخ کے عذاب سے ف۵۳ ﴿۵۶﴾ یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا، ف۵۴ یہی ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۵۷﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ

وہ بڑی کامیابی، ف۵۵ ﴿۵۷﴾ سو ہم نے آسان کر دیا اس (کتاب حکیم) کو آپ کی زبان میں،

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿۵۹﴾ ع

تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں، ف۵۶ ﴿۵۸﴾ پس آپ انتظار کریں یہ لوگ بھی انتظار میں ہیں، ف۵۷ ﴿۵۹﴾

۵۴ جنت سے سرفرازی فضلِ خداوندی کا ایک عظیم الشان نمونہ و مظہر: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "محض آپؐ کے رب کے فضل کی بنا پر"۔ معلوم ہوا کہ دوزخ سے بچ جانا اور جنت سے سرفراز ہو جانا اللہ پاک کے فضل و کرم اور اس کی رحمت و عنایت سے ہوگا نہ کہ محض اپنے عمل کی بنا پر۔ جیسا کہ احادیثِ شریفہ میں اس کی طرح طرح تشریح و تفصیل فرمائی گئی ہے اور انسانی عمل کی اللہ پاک کی ان عظیم الشان نعمتوں کے مقابلے میں حقیقت اور حیثیت ہی کیا ہوسکتی ہے؟ یہ تو ساری زندگی کے اعمال ملا کر بھی اللہ پاک کی اس دنیا میں ملنے والی کسی نعمت کا بدلہ بھی نہیں ہوسکتے۔ تو پھر آخرت کے کہنے ہی کیا۔ سو وہ محض اس کا کرم اور احسان ہی ہوگا۔ فَلُطْفُكَ وَكَرَمُكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَيَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ۔ بہرکیف اہلِ جنت کی ان سرفرازیوں کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اہلِ جنت کو وہاں پر موت بھی نہیں آئے گی سوائے اس موت کے جو انکو دنیاوی زندگی میں آ گئی تھی۔ اور بس اسکے بعد وہ کسی موت سے آشنا نہیں ہونگے۔ انکی زندگی بھی جاودانی ہوگی اور انکا عیش بھی ہمیشہ کا۔ موت سے انہوں نے ہمیشہ کیلئے چھٹکارا پالیا ہوگا اور دوزخ کے عذاب سے انکو انکے رب نے بچالیا ہوگا۔ سو یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل و کرم سے ہوگا۔ اور یہی ہے اصل، حقیقی اور بڑی کامیابی نہ کہ وہ جس پر ابنائے دنیا ریجھے ہوئے ہیں اور اسکے عشق میں وہ ایسے کھوئے ہوئے ہیں کہ وہ اس دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اسی کیلئے جیتے اور اسی کیلئے مرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قدم اپنی رضا کی راہ ہی میں اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۵۵ حقیقی کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے اسلوب و انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ "یہی ہے حقیقی اور بڑی کامیابی"۔ جس کے لئے کوشش کرنی اور زندگی کی پونجی صرف کرنی چاہیئے جو کہ حقیقی

اصلی اور ابدی کامیابی ہے اور جس کے مقابلے میں دنیا کی ہر کامیابی ہیچ ہے۔ نہ کہ دنیاوی مال و دولت وغیرہ کی وہ مصنوعی اور فانی کامیابیاں جن کو مادہ پرست اور خدا فراموش انسان بہت کچھ بلکہ سب کچھ سمجھتا ہے۔ بلکہ اصل اور حقیقی کامیابی یہی آخرت کی کامیابی ہے۔ ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾۔ (الصّٰفّٰت :٦١) پس جو لوگ آخرت کی اس اصل اور حقیقی کامیابی کو بھول کر اور اسکے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر صرف دنیائے فانی کے حطامِ زائل کیلئے جیتے اور اسی کیلئے مرتے ہیں وہ بڑے ہی ہولناک خسارے میں پڑے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اصل اور حقیقی کامیابی یہی ہے جو ہر لحاظ و اعتبار سے کامل بھی ہے اور دائمی و ابدی بھی۔ جبکہ دنیا کی ہر کامیابی عارضی اور فانی و وقتی ہے۔ سو عقل اور نقل دونوں کا تقاضا یہی ہے کہ آخرت کی اس اصل اور حقیقی کامیابی ہی کو اپنا اصل مقصود بنایا جائے نہ کہ دنیا کی ان عارضی اور وقتی کامیابیوں کو کہ یہ سب کچھ آخرت کی کامیابی کے مقابلے میں ہیچ اور صفر ہے پس ہمیشہ آخرت ہی کو اپنے پیش نظر رکھا جائے۔ اور اسی کیلئے اصل محنت اور کوشش کی جائے، وباللہ التوفیق لما یُحبُّ ویرید ، وعلی ما یُحبُّ ویرید بکلِ حالٍ من الاحوالِ وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ ،وھو العزیزُ الوھّاب،

۵۱ قرآنِ حکیم کی تیسیر کی عنایت اور اس کا مفہوم و مطلب؟: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ حصر و تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''یقیناً ہم نے آسان کر دیا اس قرآن کو آپ کی زبان میں''۔ یعنی عربی زبان میں جو کہ آپ کی اور آپ کی قوم کی زبان ہے۔ اور جو سب سے جامع زبان ہے تاکہ اس طرح یہ لوگ قرآنِ پاک کے معانی و مضامین کو سمجھ کر خود بھی اپنی زندگیاں اس کی تعلیماتِ مقدسہ کے مطابق ڈھال سکیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے سکیں۔ سو اس قرآن کو ہم نے تعلیم و تذکیر کے مقصد کیلئے نہایت آسان کر دیا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾۔ (القمر:٢٢)۔ اور اس آیتِ کریمہ کے آخر میں بھی ارشاد فرمایا گیا کہ قرآنِ حکیم اس اہتمامِ خاص کے ساتھ اتارے جانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ نصیحت اور یاددہانی حاصل کریں۔ یعنی یہ لوگ کتابِ حکیم کی اس ہدایت و راہنمائی سے عقل و فطرت کے اس نور کی جلا کا سامان کریں جسکو قدرت کی طرف سے ان کی طبیعت و جبلت میں ودیعت فرمایا گیا ہے۔ نیز حق اور ہدایت سے متعلق گزشتہ انبیائے کرام کی تعلیماتِ مقدسہ کو بھی یاد کریں۔ خاص کر جو انکے جدّ امجد حضرتِ ابراہیم کے ذریعے ان تک پہنچی ہیں انکو یاد کریں اور انکی روشنی میں راہِ حق و صواب کو اپنا سکیں۔ کہ راہِ حق و صواب کو اپنانے ہی پر دنیا و آخرت کی سعادت سے سرفرازی مدار و انحصار ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید، بکل حالٍ من الاحوال وفی کل مَوطنٍ مّنَ المواطن فی الحیاۃ، وھو الھادی الی سواء السبیل۔

۵۲ منکرین و مکذبین کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے کی تعلیم و تلقین: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''پس آپ انتظار کریں یہ لوگ بھی انتظار میں ہیں''۔ سو یہ پیغمبر۔ علیہ الصلوۃ والسلام۔ کی تسلی و تسکین کے لئے فرمایا جارہا ہے کہ یہ ہٹ دھرم لوگ جب ماننے کی بجائے الٹا آپ کے بارے میں بری خواہشات اور برے انجام ہی کے منتظر ہیں تو آپ بھی ان کے انجام بد کی انتظار کیجئے۔ اور انجامِ کار غلبہ حق ہی کا ہوگا۔ اور سربلندی بہر حال اسی کلمہ حق و صدق کے لئے ہے جس کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے۔ اور اعدائے حق و دشمنانِ دین کے لئے بہر حال تباہی و ہلاکت مقدر ہے۔ یہ آپ کے رب کا قطعی فیصلہ اور صاف و صریح وعدہ و اعلان ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی﴾ الایة (المجادلة:۲۱)۔ نیز فرمایا۔ ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ، یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾۔ (المومن:۵۱-۵۲)۔ سواس میں منکرین اور ہٹ دھرموں کیلئے آخری جواب ہے کہ اب انکو اپنے حال پر چھوڑ دو کہ عناد اور ہٹ دھرمی کا اور کوئی علاج نہیں۔ اور جب یہ لوگ سننا اور ماننا چاہتے ہی نہیں تو پھر ان کے منہ لگنے کا فائدہ ہی کیا؟ والعیاذ باللہ جل وعلا بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ

❁❁❁❁❁

☆—— تکمیل نظر ثانی سورۂ دخان ۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ بوقت ساڑھے چھ بجے شارع طارق بن زیاد، منطقۃ ام ہریر، دبی، متحدہ عربی امارات - والحمدللہ ربِّ العالمین بکل حالٍ من الاحوال،

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۲ صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۷ مئی 1999ء بروز پیر بوقت ساڑھے گیارہ بجے شب سطوہ دبی، والحمد للہ ربِّ العالمین، فی کل زمان ومکان، وفی کل حینٍ من الاحیان فہو المستعان وعلیہ التکلان،

☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ یکم رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق 9 دسمبر 1999ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے بارہ بجے شب سطوہ، دبی والحمدللہ ربِّ العالمین فانہ ہوالذی لاتَتِمُّ الصالحات الا بتوفیق منہ جل وعلا،

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۳ رجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۲۰۰۱ء بروز جمعہ بوقت ساڑھے چھ بجے شام، سطوہ دبی والحمدللہ ربِّ العالمین، فانہ ہوالذی بیدہٖ ازمۃ التوفیق والعنایۃ، والرحمۃ والہدایۃ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نوالہ،

☆—— تکمیل چوتھی ریڈنگ ۸ ربیع الاول ۱۴۲۴ مطابق ۹ مئی ۲۰۰۳ء بروز جمعہ گیارہ بجے شب، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل)، منگ، ضلع سدہنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان - والحمدللہ ربِّ العالمین بکل حالٍ من الاحوال،

☆—— اَللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) ۶-محرم الحرام ۱۴۲۵ ہجری مطابق ۲۷ فروری ۲۰۰۴ء بروز جمعۃ المبارک بوقت آٹھ بجے شب، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان - والحمدللہ ربِّ العالمین، قبل کل شئی وبعد کل شئی فَمِنْہُ البدایۃ، والیہ النہایۃ جل وعلا

❁❁❁❁❁

الٰھی:

اَنْتَ رَبِّیْ و اَنَا عَبْدُکَ ، اَرْجُو رَحْمَتَکَ وَ عَفْوَکَ ، فَاغْفِرْلِیْ ،
مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ ، وَارْحَمْنِیْ رَحْمَةً تُغْنِیْنِیْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ
سِوَاکَ ، اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ ، و اَنْتَ الْمُسْتَعَانُ ، وَعَلَیْکَ التُّکْلَان
فَخُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَافِیْهِ حُبُّکَ و الرِّضَا ، فِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَّ اٰن ،

۴۵ سورۃ الجاثیۃ مکیۃ ۶۵

اٰیاتہا ۳۷ — رکوعاتہا ۴

سورۂ جاثیہ مکی ہے اس کی سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ○

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾

حٰمٓ ﴿۱﴾ یہ سراسر اتاری ہوئی کتاب ہے اس اللہ کی طرف سے ف۱ جو سب پر غالب، بڑا ہی حکمت والا ہے' ف۲ ﴿۲﴾

۱ قرآنِ حکیم سراسر اللہ کا کلام: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہ سراسر اتاری ہوئی کتاب ہے''۔یعنی ''نازل'' یا ''منزل'' وغیرہ کا کوئی صفت کا صیغہ استعمال فرمانے کی بجائے ''تنزیل'' مصدر کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب سراسر، از اول تا آخر ایک نازل شدہ کتاب ہے۔مخلوق میں سے کسی بھی جن وانس وغیرہ کی طرف سے اس میں کسی حرف و حرکت اور شوشہ تک کا بھی کوئی دخل اور کسی طرح کی کوئی آمیزش نہیں ہے۔پس جو لوگ کہتے ہیں کہ اس کتاب کو محمدؐ خود بنا کر لائے ہیں وہ قطعی طور پر غلط کہتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔یہ خالص خداوند قدوس کی طرف سے اتاری گئی کتاب حکیم ہے۔اور تنزیل کے لفظ میں خاص اہتمام کا مفہوم بھی شامل ہے۔یعنی اس کتابِ حکیم کو حضرتِ حق -جَلَّ مَجْدُہٗ- نے اپنے بندوں کی ہدایت و راہنمائی کیلئے خاص اہتمام سے نازل فرمایا ہے۔پس اسکی قدر نہ کرنا بڑا ظلم اور سخت بے انصافی ہوگی -والعیاذ باللہ- اور اس شان کی دوسری کوئی کتاب پوری روئے زمین پر نہ موجود ہے نہ ہو سکتی ہے۔پس جو لوگ اس پر ایمان و یقین کی دولت سے محروم ہیں وہ سراسر نورِ حق و ہدایت سے محروم ہیں -والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق و ہدایت پر ثابت قدم رکھے- آمین

۲ قرآنِ حکیم عزت و عظمت اور علم و حکمت کا خزانہ و سرچشمہ: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہ سراسر اتاری ہوئی کتاب ہے اس اللہ کی طرف سے جو کہ سب پر غالب اور بڑا ہی حکمت والا ہے''۔اس لئے اپنی بے انتہا قوت و عظمت اور کامل غلبہ و اقتدار کے باوجود وہ کرتا وہی کچھ ہے جو سراسر حکمت کا تقاضا اور اس کی مخلوق کے حق میں عینِ رحمت ہوتا ہے۔کیونکہ وہ عزیز ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم اور رحمٰن و رحیم بھی ہے -سبحانہ وتعالیٰ- پس جو لوگ صدقِ دل سے اس کتابِ حکیم کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو جائیں گے اس پر سچا پکا ایمان لا کر اسکی تعلیماتِ مقدسہ کو صدقِ دل سے اپنائیں گے وہ سچی عزت اور حقیقی عظمت سے بھی سرفراز ہونگے اور اپنے دامن کو حکمت کے سچے اور سُچے موتیوں سے بھی بھر دیں گے۔اور جو اس سے اِعراض کریں گے اور منہ موڑیں گے وہ ذلت و رسوائی اور حرمان نصیبی کے ہولناک گڑھے میں گر کر دائمی ہلاکت سے دوچار ہونگے -والعیاذ باللہ العظیم- سو قرآنِ حکیم سچی عزت و عظمت سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ اور واحد ذریعہ و وسیلہ ہے۔اور یہ علم و حکمت کا واحد اور بے مثال خزانہ ہے۔کیونکہ وحیِ خداوندی کی دولت اب اس کتابِ حکیم کے سوا اور کہیں ملنا ممکن ہی نہیں- اللہ تعالیٰ اس سے ہر طرح سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے- اور ہمیشہ اور ہر حال میں اس کی خدمت کی سعادت سے سرفراز فرمائے۔اور ایسی خدمت جو اسکے یہاں شرف مقبولیت پا سکے۔ہر قسم کے کھوٹ اور اسکے ہر شائبہ سے پاک اور سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہو۔آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ؕ ﴿۳﴾

بلاشبہ آسمانوں اور زمین (کی اس حکمتوں بھری کائنات) میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ایمانداروں کے لئے، ف۳ ﴿۳﴾

وَ فِیْ خَلْقِكُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ

اور خود تمہاری اپنی پیدائش میں بھی، اور ان جانوروں میں بھی جن کو وہ پھیلاتا ہے، عظیم الشان نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ

ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں، ف۴ ﴿۴﴾ نیز رات اور دن کے ادلنے بدلنے (کے اس نہایت منظم اور پُرحکمت سلسلے) میں بھی،

وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا

اور اس رزق (یعنی پانی) میں بھی جس کو اللہ اتارتا ہے آسمان سے (ایک نہایت ہی پُرحکمت نظام کے تحت) پھر اس کے ذریعے

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ

وہ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے بعد کہ وہ مر چکی ہوتی ہے، اور ہواؤں کی گردش میں بھی، ف۵

اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا

بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں، ف۶ ﴿۵﴾ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم پڑھ کر سناتے ہیں

عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ

آپ کو حق کے ساتھ (اے پیغمبر!) پھر اللہ کی (ان عظیم الشان رحمتوں وعنایتوں اور اس کی) آیتوں کے بعد

اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ۙ﴿۷﴾

آخر یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ف۷ ﴿۶﴾ بڑی تباہی ہے ہر اس بڑے جھوٹے بدکار انسان کے لئے،

۳ دعوتِ قرآن کے حق میں آفاقی دلائل کا حوالہ وذکر: سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ایمانداروں کیلئے"۔ یعنی جو ایمان رکھتے ہوں، یا ایمان لانا چاہتے ہوں۔ یہ نشاناتِ قدرت ہیں تو سب کے لئے عام مگر ان میں صحیح طریقے سے غور وفکر کرنا اور صحیح نتائج تک پہنچنا ان ہی لوگوں کا کام اور انہی کی شان ہے جو ایمان کی روشنی رکھتے ہیں۔ یا جو ایمان لانا چاہتے ہیں۔ ورنہ دوسرے لوگ جو نورِ ایمان سے

محروم ہوتے ہیں وہ یا تو ان میں سرے سے کوئی غور وفکر کرتے ہی نہیں بلکہ محض حیوانوں کی طرح غفلت اور بے فکری کے ساتھ ان سے طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہیں۔ مگر ان سے متعلق سوچنے سمجھنے کی طرف وہ متوجہ ہی نہیں ہوتے۔ یا اگر وہ لوگ سوچتے بھی ہیں تو انکے مادی فوائد ومنافع کے اعتبار سے اور بس۔ اور یا ایسے غلط اندازِ فکر سے سوچتے ہیں کہ حق وحقیقت تک رسائی کے بجائے وہ الٹا ان ہی میں سے مختلف مظاہر کی پوجا پاٹ شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح وہ حق وحقیقت تک پہنچنے کی بجائے الٹا ان سے اور بھی دور اور محروم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنی ذلت ورسوائی کا سامان خود اپنے ہاتھوں کرتے ہیں اور اسکے نتیجے میں خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو نورِ ایمان و یقین دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ بہرکیف اس ارشاد سے آفاق میں موجود ان دلائل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو دعوتِ قرآن کی تائید کرتے ہیں۔ سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ قرآنِ حکیم لوگوں کو جس چیز کی طرف بلا رہا ہے اس کی نشانیاں آسمانوں اور زمین کے چپے چپے میں موجود اور ہر طرف پھیلی بکھری ہیں۔ مگر ان سے فائدہ انہی کو ہوسکتا ہے جو ایمان لانے والے ہوں۔ ورنہ جو لوگ ایمان لانا چاہتے ہی نہ ہوں ان کے لیے سب کچھ بیکار ہے۔ وہ سب کچھ دیکھ کر بھی اندھے کے اندھے ہی بنے رہتے ہیں اور نت نئی نشانیوں کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں اور اس طرح ایسے لوگ اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کے باعث محروم کے محروم ہی رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ من کل زیغٍ وّ ضلال۔

۲ رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں سامانِ غور وفکر کا حوالہ وذکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں بھی''۔ یعنی ان میں بھی غور وفکر کرنے والوں کے لیے عظیم الشان دلائلِ قدرت وحکمت ہیں۔ کہ ایک آ رہا ہے اور دوسرا جا رہا ہے۔ ایک چھوٹا ہو رہا ہے اور دوسرا بڑا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کبھی سرد ہو رہا ہے کبھی گرم۔ ایک اپنی روشنی اور گرمی وتمازت کے ذریعے تمہارے لئے طرح طرح کے فائدوں اور راحتوں کا سامان کرتا ہے اور دوسرا تمہارے لئے اندھیرے اور گہرے سناٹے کا وہ پرکیف ماحول فراہم کرتا ہے جس میں تم لوگ آرام وسکون کی گہری نیند سوتے ہو۔ تو سوچو اور غور کرو کہ آخر یہ سب کچھ کس قادرِ مطلق کی قدرت وحکمت کے نمونے اور انتہائی مہربان کی مہربانیاں اور عنایتیں ہیں؟ اور اس کا تم پر کیا حق واجب ہوتا ہے؟ اور اس کے ان حقوق کی ادائیگی کس طرح ممکن ہوسکتی ہے؟ سو یہی سب کچھ تم لوگوں کو یہ دینِ حنیف سکھاتا بتاتا ہے۔ اور اسی کی تعلیم تم کو یہ کتابِ حکیم دیتی ہے جو محمد رسول اللہ لے کر آئے ہیں۔ پھر اس سے اعراض اور لاپرواہی کس طرح روا ہوسکتی ہے؟ سو اس کتابِ حکیم اور اس دینِ حنیف کا بنی نوعِ انسان پر وہ عظیم الشان اور بے مثال احسان ہے کہ جسکی دوسری کوئی نظیر ومثال ممکن ہی نہیں۔ پس اسکی قدر نہ کرنا بہت بڑی ناشکری اور بے انصافی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اسی طرح قسما قسم کے جانوروں کو انسان کے بھلے کے لیے زمین میں پھیلا دینا جس سے اس کو طرح طرح کے فوائد اور منافع حاصل ہوتے ہیں اور آسمان سے اترنے والی اس بارش میں جس سے زمین کو حیاتِ تازہ ملتی ہے اور انسان کے نفع اور فائدے کے لیے طرح طرح کی پیداواریں زمین سے نکلتی ہیں۔ سو اس سب میں عظیم الشان دلائل ہیں جو حضرتِ خالق۔ جَلَّ مَجْدُہٗ۔ کے وجود باجود اسکی قدرتِ مطلقہ، حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ پر دلالت کرتے ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ مگر یہ سب کچھ انہی لوگوں کو نصیب ہوسکتا ہے جو صحیح طریقے طور پر غور وفکر سے کام لیتے ہیں ورنہ اندھے تو دوپہر کے وقت بھی سورج کی روشنی سے محروم ہی رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۵ ہواؤں کی گردش میں دعوت غور وفکر: -سوارشاد فرمایا گیا کہ ''ہواؤں کی گردش میں بھی عظیم الشان دلائل ہیں''۔ جو کبھی شرقاً غرباً چلتی ہیں اور کبھی شمالاً جنوباً۔ کبھی نسیم سحر کی صورت میں اور کبھی بادِ صرصر کی شکل میں۔ کبھی سرد کبھی گرم وغیرہ وغیرہ۔ تو ذرا سوچو کہ آخر یہ سب کچھ کس قادرِ مطلق کی کارستانی اور کس مہربانِ مطلق کی مہربانی کے کرشمے ہیں؟ سو ہواؤں کی گردش میں بھی حضرت خالق -جَلَّ مَجْدُہٗ- کی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ کے عظیم الشان دلائل اور نشانیاں موجود ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ انکی باگ ایک ہی قادرِ مطلق اور مصرّف حکیم کے ہاتھ میں ہے جو انکو اپنی مخلوق کے بھلے کیلئے اپنی حکمتِ مطلقہ کے تقاضوں کے مطابق استعمال کرتا ہے -سبحانہ وتعالیٰ- وہ اگر ان کو روک دے تو پل بھر میں ساری دنیا تباہ ہو جائے۔ اور اسی کی قدرت وحکمت سے یہ کسی کے لیے رحمت بنتی ہیں اور کسی کے لیے نقمت وعذاب - والعیاذ باللہ العظیم -سو رحمت وزحمت اور نعمت ونقمت سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے جو کہ سب کا خالق ومالک اور اس پوری کائنات میں حاکم ومتصرف بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے -سبحانہ وتعالیٰ

۶ عقل سے صحیح کام لینے کی تعلیم وتلقین: -سوارشاد فرمایا گیا کہ ''ان سب چیزوں میں بڑی بھاری اور عظیم الشان نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل سے کام لیتے ہیں''۔ اور اس طرح وہ صحیح نتائج حاصل کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو معبود بنا کر عقل کو انہی کی تکمیل میں لگا دیا ہو ان کے لئے ان چیزوں میں کوئی درسِ عبرت کس طرح ہو سکتا ہے؟ سو توحید خداوندی کے حق میں نشانیاں اور دلائل تو ہر چہار سو پھیلے بکھرے موجود ہیں لیکن یہ نشانیاں اور یہ دلائل نظر انہی لوگوں کو آتے ہیں جو اپنی عقل وفکر کے نور سے صحیح طور پر کام لیتے ہیں۔ ورنہ لوگ اندھے اور اوندھے ہی رہتے ہیں- والعیاذ باللہ- سو اس ارشاد میں جوہرِ عقل سے صحیح طور پر کام لینے کی تعلیم وتلقین ہے۔ پس توحیدِ خداوندی اور معاد کے لیے نشانیاں تو جابجا اور قدم قدم پر پائی جاتی ہیں لیکن یہ نظر انہی لوگوں کو آتی ہیں جو اپنی عقلوں سے صحیح طور پر کام لیتے ہیں اور جو عقل سے کام لیتے ہی نہیں یا صرف مادی فوائد ومنافع کی حد تک ہی سوچتے ہیں وہ محروم کے محروم ہی رہتے ہیں مگر ان کو اپنی اس محرومی کا شعور واحساس ہی نہیں ہوتا - والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا- بکل حالٍ مِّن الاحوال

۷ منکرین ومکذبین کے دل ودماغ پر ایک دستک: -سو منکرین ومکذبین کے دل ودماغ پر ایک زوردار دستک کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''پھر اللہ اور اسکی آیتوں کے بعد آخر یہ لوگ کس کلام پر ایمان لائیں گے؟''۔ یعنی ایسی بے مثال قدرتوں اور بے انتہا رحمتوں کے مالک ربِّ کریم اور حکمتوں وعظمتوں سے لبریز اس کے اس کلامِ معجز نظام کے سوا نہ تو ایسی کوئی ہستی ہو سکتی ہے اور نہ کوئی ایسا کلام جس پر ایمان لایا جا سکے۔ لہٰذا اس اللہ وحدہٗ لاشریک اور اس کے اس کلامِ عظیم پر ایمان لا کر اپنی دنیا وعقبیٰ درست کرو- اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ بِمَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ- بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ کی یہ آیتیں جو ہم آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں حق کے ساتھ اپنے مدعا پر بالکل صاف وصریح طور پر دلالت کرتی اور قطعی طور پر واضح ہیں۔ اور آفاق وانفس کی واضح نشانیوں سمیت یہ سب ہی نشاناتِ قدرت اس کائنات کے خالق ومالک کی عظمتِ شان اور اسکی وحدانیت، اسکی حکمت وقدرت اور عقیدۂ آخرت کی صداقت وحقانیت کو پوری طرح واضح کر دیتے ہیں۔ کوئی ذی ہوش ان سے انکار نہیں کر سکتا۔ اگر اس سب کے باوجود یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو پھر آخر اور کونسا ایسا کلام ہو سکتا ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟۔ سو عناد وہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا

جو سنتا ہے اللہ کی ان آیتوں کو جو اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، پھر بھی وہ اڑا رہتا ہے اپنی بڑائی کے گھمنڈ (اور اپنی گمراہی) پر،

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۸

گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں، ف۸ سو خوشخبری سنا دو اس کو ایک بڑے ہی دردناک عذاب کی، (۸)

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـَٔا ا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ

اور جب ہماری آیتوں میں سے کوئی بات اس کے علم میں آجاتی ہے تو وہ اس کا مذاق بنا لیتا ہے، ف۹

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۹ۭ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ

ایسے لوگوں کے لئے ایک بڑا ہی رسوا کن عذاب ہے، ف۱۰ (۹) ان کے آگے

جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا

جہنم ہے، وہاں نہ تو وہ ساز و سامان ان کے کچھ کام آسکے گا جو یہ لوگ (دنیا میں) کماتے رہے تھے اور نہ ہی

۸ استکبار محرومی اور فساد کی جڑ بنیاد - والعیاذ باللہ: - سو اس سے معلوم ہوا کہ استکبار یعنی اپنی بڑائی کا گھمنڈ اور اس کی بنا پر حق کے مقابلے میں اکڑ جانا انسان کو حق سے محروم کر دیتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا - ﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيَاتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ الآية (الاعراف:۱۴۶) اور یہ اس لیے کہ کبریائی حضرتِ حق -جل مجدہ- ہی کا حق اور اسی کو سزاوار ہے۔ جبکہ بندے کا اصل کمال و مقام اس امر میں ہے کہ وہ اپنی عبدیت اور اپنے خالق و مالک کے آگے جھکنے اور اسی کی طرف رجوع کرنے میں کمال پیدا کرے۔ اسی پر وہ حضرتِ حق -جل مجدہ- کی طرف سے دارین کی سعادت و سرخروئی کا مستحق ہوگا۔ اور اس کی طرح طرح کی عنایتوں سے نوازا اور سرفراز فرمایا جائیگا - اللّٰھم زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَحُبًّا فِیْکَ وَخُضُوعًا لَکَ وَرُجُوْعًا اِلَیْکَ وَخُذ بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ حُبُّکَ وَرِضَاکَ، مِنَ الْقَوْلِ والعمل، یا ارحم الرَّاحمین ویا اکرم الاکرمین - بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے لوگ چونکہ اپنے استکبار اور خود پسندی کی بنا پر حق کو قبول کرنے اور اسکے آگے جھکنے کی بجائے اپنے اِفک و اِفترا اور کذب بیانی کی بنا پر حق ہی کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے اور قلبِ ماہیت سے کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے یہ نورِ حق و ہدایت سے محروم ہی رہتے ہیں۔ اور بہت بڑی ہلاکت اور تباہی میں جا گرتے ہیں۔ مگر ان کو اس کا اِحساس و اِدراک بھی نہیں - والعیاذ باللہ العظیم - سو انسان کے صلاح و فساد اور اس کے بناؤ بگاڑ کا اصل تعلق اس کے اپنے قلب و باطن اور اسکی نیت و ارادے سے ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحِبُّ ویرید، وعلی ما یحب ویرید

۹ دینِ حق کا مذاق اڑانا باعثِ ہلاکت وتباہی - والعیاذُ باللہ: - سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ دینِ حنیف کی تعلیماتِ مقدسہ کا مذاق اڑانا محرومیوں کی محرومی ہے - والعیاذُ باللہ العظیم - روایات کے مطابق یہ آیتیں نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئیں جو لوگوں کو قرآن اور دین سے پھیرنے کے لئے انہیں مختلف قسم کے قصوں کہانیوں کی کتابیں لاکر سناتا - اور ان سے کہتا کہ محمد جو قصے پہلی قوموں کے تمہیں سناتا ہے ان سے بہتر یہ قصے ہیں جو میں تم لوگوں کو سناتا ہوں - لہٰذا تم اس کی بجائے میری بات سنو - لیکن یہ حکم الفاظ وکلمات کے عموم کے مطابق عام اور ہر اس شخص کو شامل ہے جو کہ لوگوں کو راہِ حق وہدایت سے روکنے اور ان کو اسلام کی مقدس تعلیمات سے محروم رکھنے کے لئے ایسے ہتھکنڈے استعمال کرے - خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کہیں کا بھی ہو - سو جو کوئی ایسی کتابیں قصے کہانیاں اور افسانے وغیرہ سنائے گا اور حق کا مذاق اڑائے گا وہ اس میں داخل ہوگا - اسی لئے یہاں اس کے لئے ﴿اولـــئک﴾ - ایسے لوگوں - جیسے عام الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں - اور لوگوں کو حق سے روکنے کا یہ ڈھنگ اور یہ مرض آج کے اہلِ ہویٰ اور مختلف قسم کے اہلِ باطل میں بھی ایسے ہی پایا جاتا ہے - جو من گھڑت قصے کہانیاں بناتے سناتے جھوٹے اور بناوٹی فضائل گھڑ گھڑ کر پھیلاتے اور حق اور اہلِ حق کے خلاف لوگوں کو نفرت دلاتے رہتے ہیں - تا کہ عوام الناس حق اور اہلِ حق کی طرف رجوع نہ کرسکیں - اور اس طرح ان لوگوں کی اپنی دوکانیں چلتی رہیں - والعیاذُ باللہ العظیم - بہرکیف اوپر کی آیتِ کریمہ میں منکرین ومتکبرین کا وہ سلوک ورویہ بیان فرمایا گیا ہے جو وہ اس وقت اختیار کرتے ہیں جبکہ انکو اللہ کی آیتیں پڑھ کرسنائی جاتی ہیں - اور یہاں ان کے اس رویے کا ذکر فرمایا جارہا ہے - جو ایسے لوگ اس وقت اختیار کرتے ہیں جبکہ انکو قرآن کی کسی بات کا علم کسی اور ذریعے سے حاصل ہوتا ہے - سو ایسے میں یہ لوگ اسکا مذاق اڑانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ کہیں کوئی اور اس سے متاثر نہ ہوجائے - سو اس طرح ایسے لوگ اپنی محرومی میں اضافہ کرتے جاتے ہیں - والعیاذُ باللہ - سو دینِ حنیف کی تعلیماتِ مقدسہ کا مذاق اڑانا محرومیوں کی محرومی اور ہلاکت وتباہی کا باعث ہے - والعیاذُ باللہ العظیم -

۱۰ دین کا مذاق اڑانے والوں کیلئے رُسوا کن عذاب - والعیاذُ باللہ: - سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ دین کا مذاق اڑانے والوں کے لیے بڑا ہی رُسوا کن عذاب ہے - والعیاذُ باللہ العظیم - کہ انہوں نے استکبار یعنی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا تھا - اس لئے ان کو ایسے رسوا کن عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا - والعیاذ باللہ العظیم - کیونکہ عذاب جرم کے مطابق اور اسی کی جنس سے ہوتا ہے - جیسا کہ کہا جاتا ہے - "الجزاء من جنس العمل" - سو اللہ پاک کی طرف سے ملنے والا ہر عذاب - والعیاذُ باللہ - برا اور پناہ مانگنے کی چیز ہوتا ہے - والعیاذُ باللہ - لیکن اسکا سب سے زیادہ سخت اور برا عذاب وہ ہوتا ہے جسکے ساتھ "خزی" یعنی رسوائی بھی ہو - اور یہ عذاب متکبرین کے ساتھ خاص ہے - سو جو لوگ استکبار یعنی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں حق کا انکار کرتے اور دینِ حق کا مذاق اڑاتے ہیں ان کیلئے آخرت میں بڑا ہی رسوا کن عذاب ہے - والعیاذُ باللہ العظیم - سو متکبروں اور سرکشوں کو آج یہ حقیقت سمجھ نہیں آرہی - لیکن کل جب اس عذابِ مہین سے سابقہ پڑے گا تو سب کچھ پوری طرح ان کے سامنے آجائے گا - والعیاذُ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین،

مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

انکے وہ حمایتی (اور سرپرست) جو انہوں نے اللہ کے سوا اپنا رکھے تھے، ۱۱ اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب

عَظِيْمٌ ۝۱۰ؕ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

ہوگا ۝۱۰ یہ (قرآن) تو سراسر ہدایت ہے ۱۲ اور جو لوگ (اس کے باوجود اس سے منہ موڑیں) اپنے رب کی آیتوں کا

رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝۱۱ؑ اَللّٰهُ

ع ۱۱ ۱۷

انکار ہی کئے جا رہے ہیں، ان کے لئے بلا کا ایک نہایت دردناک عذاب ہے ۱۳ ۝۱۱ اللہ

۱۱ **منکرین ومکذبین کی بے کسی اور بے بسی کا ذکر وبیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہاں پر نہ وہ ساز و سامان انکے کچھ کام آ سکے گا جو یہ لوگ دنیا میں کماتے اور بناتے رہے تھے اور نہ انکے وہ حمایتی اور سرپرست انکے کچھ کام آسکیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا از خود گھڑ رکھا تھا"۔ جن کو یہ لوگ اللہ پاک کے سوا حاجت روا و مشکل کشا سمجھ کر یوجا پکارا کرتے تھے۔ اور جن کے بارے میں ان کا یہ دعویٰ اور گھمنڈ تھا کہ یہ مشکل وقت آنے پر ہمارے کام آئیں گے۔ سو وہ اس مشکل ترین موقع پر ان کے کچھ بھی کام نہیں آسکیں گے کہ یہ ان کے بس میں ہی نہیں ہوگا۔ اَنّٰی لَھُمْ ذَالِکَ؟ ۔ سو اس وقت ایسے لوگ بے کسی اور بے بسی کی تصویر بنے اس عذاب مہین کے آگے سرافگندہ کھڑے ہونگے ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر موڑ پر اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے اور ہر قسم کے شر ور وفتن سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۱۲ **یہ کتاب حکیم سراسر ہدایت ہے:** یعنی یہاں پر "ھادی" نہیں "ھدیٰ" فرمایا گیا ہے جو کہ مصدر ہے۔ یعنی یہ کتاب حکیم نری ہدایت، عین ہدایت، سراسر ہدایت اور کامل ہدایت کا مجموعہ ہے۔ اس کو جس پہلو سے بھی دیکھا جائے یہ حق و ہدایت کے نور سے سرفراز کرتی ہے۔ اسکے دامن رحمت سے وابستگی دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز کرنے والی چیز ہے۔ اور اس سے اعراض و روگردانی ۔ والعیاذ باللہ ۔ سعادت دارین سے محرومی ہے ۔ والعیاذ باللہ ۔ اللہ تعالیٰ زندگی کا ہر لمحہ اس کتاب حکیم کی خدمت میں صرف کرنے اور اس کے دامن رحمت و ہدایت سے وابستہ رہنے کی سعادت و توفیق بخشے اور اس کی خدمت کو محض اپنی شان کریمی و رحیمی سے قبول فرما کر اس کی روشنی پورے عالم میں پھیلا دے ۔ وما ذلک علیہ بعزیز وھو علی کل شیء قدیر۔

۱۳ **کافروں کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے منکروں کیلئے بلا کا دردناک عذاب ہے"۔ والعیاذ باللہ۔ "رجز" کے معنی سخت ترین عذاب کے ہیں۔ "الرجز ھو اشد العذاب"۔ (جامع البیان، المراغی، الکشاف اور صفوۃ البیان وغیرہ)۔ اور یہ سخت ترین عذاب اس لئے کہ رب کی آیتوں کے ساتھ کفر اور ان کا انکار نہایت سنگین جرم اور سخت بغاوت و سرکشی ہے ۔ والعیاذ باللہ ۔ اور اس اعتبار سے بھی کہ یہ آیتیں جو کہ سراسر ہدایت اور عین رحمت ہیں ان کے ساتھ کفر و انکار کا معاملہ ہر خیر سے محرومی اور سب سے بڑا خسارہ ہے۔ اس لئے اس جرم کی سزا اور اس کا عذاب بھی نہایت سخت ہو گا ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ سو کفر و انکار کے سنگین جرم پر ملنے والا یہ عذاب کوئی معمولی عذاب نہیں ہوگا بلکہ یہ بڑا ہی سنگین اور نہایت ہی دردناک اور ہولناک عذاب ہوگا ۔ والعیاذ باللہ ۔ ایسا دردناک اور اس قدر ہولناک کہ دل اس سے لرز کر رہ جائیں گے۔ لیکن وہاں پر ایسے بدبختوں کو موت بھی نہیں آئے گی تا کہ اس سے کسی طرح چھوٹ جائیں۔ بلکہ ان کو تو وہاں پر ﴿ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴾ والی زندگی گزارنا ہوگی ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے ۔ آمین۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ

وہی تو ہے جس نے تمہارے کام میں لگا دیا سمندر کو، تا کہ اس میں کشتیاں (اور جہاز)

فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ

چلیں، اسی کے حکم سے، (تا کہ تم طرح طرح کے فائدے اٹھاؤ اس سے) ۱۴ اور تا کہ تم تلاش کر سکو اس کے فضل (روزی) میں سے، ۱۵

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا

اور تا کہ تم شکر ادا کرو (اس وحدہٗ لاشریک کا) ۱۶ ﴿۱۲﴾ اور اسی نے تمہارے لئے کام میں لگا دیا وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں میں ہے، اور وہ ۱۷

فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

سب کچھ بھی جو کہ زمین میں ہے، ۱۸ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے ۱۹ بلاشبہ ان سب باتوں میں بڑی نشانیاں ہیں،

۱۴ سمندر کی تسخیر اور اسکے بعض اہم فوائد ومنافع کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے مسخر کر دیا سمندر- کے اس عظیم الشان ذخیرۂ آب-کو"۔ یعنی اللہ پاک کی معرفت حاصل کرنی ہے تو اس کی بے انتہا قدرت اور بے مثال حکمت کے ان آثار و مظاہر کو دیکھو اور ان میں غور و فکر کرو۔ نہ کہ اس کی ذات اور حقیقت میں۔ کہ یہ تمہارے بس سے باہر ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ میں غور نہ کرو۔ کیونکہ انسان کا دائرۂ فکر مخلوق ہی ہو سکتا ہے نہ کہ حضرتِ خالق-جَلَّ وَعَلَا-سو اللہ وہی وحدہ لاشریک ہے جس نے آسمان و زمین کی اس حکمتوں بھری کائنات کو اور اس میں موجود ہر چیز کو وجود بخشا اور اسکو تمہارے کام میں لگا دیا۔ سو تم لوگ کائنات میں موجود ان گوناگوں اشیاء سے طرح طرح کے فائدے اٹھاؤ اور اس واہبِ مطلق-جل وعلا-کا شکر بجالاؤ اور دل و جان سے اس کے آگے جھک جاؤ کہ اسی نے اپنی رحمت و عنایت سے یہ سب کچھ تمہیں بخشا ہے-سبحانہ وتعالیٰ-سو اس وحدہ لاشریک کی اس کائنات میں ہر چہار سو پھیلے بکھرے ان عظیم الشان مظاہر قدرت میں سے تم لوگ اس سمندر کے بارے میں غور و فکر سے کام لو تو اس سے تمہیں ایسے چشم کشا اور بصیرت افروز گوہر ہائے مقصود ہاتھ آئیں گے کہ تمہارے لیے دارین کی سعادت و سرخروئی سے ہمکنار و بہرہ ور کرنے والی راہیں روشن ہو جائیں گی۔ آخر تم لوگ سوچو کہ اس قدر وسیع و عریض اور حکمتوں و نعمتوں بھرے اس عظیم الشان ذخیرۂ آب کو وجود کس نے بخشا؟ اسکے اندر بے حد و حساب اور عظیم الشان نعمتوں کے وہ بے حد و حساب خزانے کس نے رکھے جن سے تم لوگ دن رات اور طرح طرح سے مستفید و فیضیاب ہوتے ہو؟ اور اسکو ان حکمتوں بھرے طبعی قوانین کا پابند کس نے کیا جن کی بنا پر تمہاری کشتیاں اور تمہارے دیو پیکر جہاز اس کا سینہ چیرتے ہوئے ہر طرف رواں دواں ہیں؟ اور توحید کے یہ دلائل آخرت و معاد کے دلائل بھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت، اسکی یکتائی و وحدانیت اور معاد و قیامت سے متعلق ان دلائل سے یہ کائنات بھری پڑی ہے لیکن ان کے لیے جو صحیح طور پر غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ ورنہ اندھوں اور اوندھوں کیلئے محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال

۵ رزق وروزی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم کا نتیجہ: سو روزی کو یہاں بھی اور قرآنِ حکیم کے دوسرے مختلف مقامات پر بھی فضل کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے، جس کے معنی مہربانی اور عنایت کے ہوتے ہیں، سو اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ رزق وروزی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم کا نتیجہ وثمرہ ہے انسان اس کیلئے کوشش تو کرے اور ضرور کرے اور جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے اس کیلئے ضروری اسباب ووسائل بھی استعمال کرے، لیکن دل کا بھروسہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی پر رکھے کہ ہوگا وہی جو اس قادرِ مطلق ربِ رحمٰن ورحیم کو منظور ہوگا، چنانچہ یہاں بھی ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ سب اسی کے حکم سے ہو رہا ہے"۔ سو اس کا اذن اور اس کی رحمت اگر شامل حال نہ ہو تو ان کشتیوں اور جہازوں میں سے کچھ بھی نہیں چل سکتا۔ بلکہ یہ سب کچھ اسی پانی میں غرق ہو جائے۔ اور جیسا کہ وقتاً فوقتاً یہاں اور وہاں جگہ جگہ اور طرح طرح سے ایسا ہوتا بھی رہتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور یہ کشتیاں سب کوششوں کے باوجود پانی کی سطح پر چل نہیں پاتیں بلکہ غرقاب ہو جاتی ہیں۔ پس عقل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ہر حال میں اور دل وجان سے اس وحدہ لاشریک کے آگے جھک جائے اور جھکا ہی رہے۔ بہرکیف یہ اللہ پاک کی قدرت و حکمت اور اسکے اذن وامر ہی کا نتیجہ ہے کہ جس پانی کے اندر لوہے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اور ایک معمولی سا کنکر بھی فوراً ڈوب جاتا ہے اس میں ہزاروں ٹن لوہا ہزارہا ٹن وزن کے ہمراہ دیو پیکر بحری جہازوں کی شکل میں اس پانی کی سطح پر چلتا پھرتا اور رواں دواں ہے۔ جس سے دنیا طرح طرح کے فوائد ومنافع سے بہرہ ور ہوتی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو کہیں عقل کے اندھوں اور مت کے ماروں کی طرح یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ سب کچھ یونہی الل ٹپ از خود وجود میں آ گیا اور اپنے طور پر یونہی چلے جا رہا ہے کہ اس سے بڑھ کر بدعقلی اور حواس باختگی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ سو ﴿بامره﴾ کے اس مختصر سے کلمہ کریمہ سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ سب کچھ حضرت خالقِ حکیم ہی کی تخلیق اور اسی کی قدرت وحکمت اور رحمت وعنایت کا نتیجہ وثمرہ ہے۔ پس بڑے ظالم اور بے انصاف ہیں وہ لوگ جو اس خالق ومالک کی پیدا کردہ اور عطا فرمودہ ان عظیم الشان نعمتوں اور گوناگوں عنایتوں سے طرح طرح کے فائدے اٹھانے کے باوجود اس سے غافل بلکہ اس کے منکر ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ غفلت وانکار کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا ارحم الراحمین

۱۲ نعمتوں میں غور وفکر کا اصل اور بڑا مقصد شکرِ منعم: سو اسی اصل اور سب سے بڑے مقصد پر تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "تاکہ تم لوگ شکر ادا کرو اس وحدہ لاشریک کا"۔ اس پر ایمان لا کر اور اس کی اطاعت وبندگی اختیار کر کے اور اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اس کی تعلیماتِ مقدسہ کے مطابق اور اس کی مرضیات میں صرف کر کے۔ تاکہ اس طرح تم دارین کی سعادتوں اور حقیقی فوز وفلاح سے بہرہ ور ہو سکو۔ اور خود تمہارا اپنا بھلا ہو۔ ورنہ وہ وحدہ لاشریک ہر کسی سے اور ہر طرح سے غنی اور بے نیاز ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ الآیة (الزمر: ۷) یعنی "اگر تم لوگ کفر اور ناشکری کرو گے تو اس سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا کہ وہ تم سب سے قطعی طور پر اور ہر لحاظ سے غنی اور بے نیاز ہے۔ البتہ وہ اپنے بندوں سے کفر اور ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم اس کا شکر ادا کرو گے تو وہ اس سے راضی اور خوش ہوتا ہے"۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللهم لك الحمد والشكر حتى ترضى، ولك الحمد والشكر بعد ما رضيت ولك الحمد والشكر كما تحب وترضى، وخذنا بنواصينا الى ما فيه حبك والرضا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی، رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

١٧ آسمان کی سب چیزیں انسان کی خدمت میں: سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی نے تمہارے کام میں لگا دیا ان سب چیزوں کو جو کہ آسمانوں میں ہیں"۔ جیسے سورج، چاند، ستارے، بادل، بارشیں اور ہوا وغیرہ۔ جن سے تمہیں طرح طرح کے اور بے حد و حساب فائدے پہنچتے ہیں اور لگا تار اور دن رات پہنچتے ہیں۔ سو صرف سمندر کی تسخیر اور اسکے گوناں گوں فوائد و منافع ہی کی بات نہیں بلکہ تم لوگ ذرا نگاہ اٹھا کر اپنے اوپر تنی ہوئی آسمان کی اس عظیم الشان چھت کو بھی دیکھ لو۔ تمہیں اس میں بھی حضرتِ خالق کی عظیم الشان قدرت، حکمت اور اسکی عظیم الشان رحمت و عنایت کے چمکتے دمکتے ایسے عظیم الشان مظاہر نظر آئیں گے جو اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر تم لوگوں کو دعوتِ غور و فکر دے رہے ہیں۔ اور جس میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور اسکی وحدانیتِ مطلقہ اور آخرت و معاد سے متعلق عظیم الشان دلائل ملیں گے مگر اسی صورت میں جبکہ ان مظاہر میں صحیح طریقے سے غور و فکر کیا جائے۔ و باللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید، وعلی ما یحبُّ و یرید

١٨ اور زمین کی سب چیزیں بھی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اور وہ سب کچھ بھی جو کہ زمین کے اندر ہے"۔ جیسے انہار و اشجار، جبال و بحار اور طرح طرح کے جانور وغیرہ بے شمار مخلوقات جن سے تم لوگ قسما قسم کے فائدے اٹھاتے ہو اور دن رات اٹھاتے ہو۔ مگر پھر بھی اس واہبِ مطلق کا شکر ادا نہیں کرتے جس نے تم کو ان تمام نعمتوں سے نوازا ہے؟۔ والعیاذ باللہ۔ سو اگر تم لوگ اپنے پاؤں تلے روندی جانے والی اس زمین کو اور اس میں پائے جانے والے ان نشانہائے قدرت ہی کو بنظرِ غور و فکر دیکھ لو جو ہر وقت تمہارے سامنے ہیں تو تمہیں حضرتِ خالق و مالک کی قدرت و حکمت، اسکی رحمت و عنایت اور اسکی وحدانیت و یکتائی کے عظیم الشان دلائل و براہین نظر آئیں گے۔ مگر تم لوگ تو سوچتے ہی نہیں ہو۔ سو غفلت و لاپرواہی بیماریوں کی بیماری اور محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

١٩ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا ﴿جَمِیۡعًا مِّنۡهُ﴾ یعنی "یہ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کی طرف سے ہے"۔ نہ کہ کسی اور کی طرف سے۔ اور نہ ہی کسی اور کا اس میں کوئی حصہ و اشتراک ہے کہ اس سب کا خالق و مالک بھی وہی ہے اور اس میں حاکم و متصرف بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کسی اور ہستی کا نہ تو ان اشیاء میں سے کسی چیز کے خلق و ایجاد میں کسی طرح کا کوئی دخل اور حصہ ہے اور نہ اس کے عمل و تصرف میں۔ تو پھر کس قدر ناشکرا اور ناسپاس ہے وہ انسان جو اس واہبِ مطلق۔ جل وعلا۔ کی ان عظیم الشان اور بے حد و حساب نعمتوں سے ہر لحظہ اور طرح طرح سے مستفید ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اس خالق و مالک سے منہ موڑے ہوئے اور غافل ہے۔ ﴿قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَکۡفَرَهٗ﴾۔ (العبس:١٧) "ستیاناس ہو ایسے انسان کا کس قدر ناشکرا ہے یہ؟"۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ اپنے اس منعمِ حقیقی کو بھول کر اس کی عاجز مخلوق اور خود ساختہ معبودوں کے آگے جھکے ان کے آگے سجدہ ریز ہو۔ ان کے گرد طواف کرے اور چکر لگائے۔ ان کی بھینٹ چڑھائے اور ان کے لئے پھیرے مانے۔ ان کو پوجے پکارے اور ان کے نام کی نذر و نیاز دے وغیرہ وغیرہ۔ سو کس قدر ظلم ہے یہ؟۔ ﴿اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ﴾۔ اور اس طرح ایسا انسان خود اپنی تذلیل اور تباہی کا سامان کرے اور۔ ﴿خَسِرَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ﴾۔ کا مصداق بنے اور اس کو اس کا احساس تک نہ ہو کہ میں اس قدر ہولناک خسارے اور دائمی تباہی کے عمیق کھڈے میں گر رہا ہوں۔ ﴿اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَهُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا﴾۔ سو یہ نتیجہ ہوتا ہے خدا فراموشی کا کہ اس سے انسان خود فراموشی کا شکار ہو کر تباہی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾۔ والعیاذُ باللّٰہ الذی لا اِلٰہ اِلَّا ھُوَ۔ اللھم فخذنا بنواصینا الی ما فیہ حبک ورضاک بکل حال من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ یا ذا الجلال والاکرام۔

لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ قُلۡ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يَغۡفِرُوۡا

ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں، ف۲۰ ﴿۱۳﴾ کہہ دو (اے پیغمبر!) ایمان والوں سے کہ وہ (عفو) درگزر ہی سے کام لیں ف۲۱

لِلَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجۡزِىَ قَوۡمًۢا

ان لوگوں کے لئے، جو امید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں (کے آنے) کی، ف۲۲ تا کہ وہ خود ہی بھرپور بدلہ دے ہر قوم کو

بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا

اس کی (زندگی بھر کی) کمائی کا، ف۲۳ ﴿۱۴﴾ جو کوئی اچھا کام کرے گا تو وہ اپنے ہی لئے

۲۰ غور و فکر کرنے والوں کے لیے بھاری نشانیاں: سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید در تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں"۔ سو آسمانوں اور زمین کی اس وسیع و عریض اور حکمتوں بھری کائنات میں غور و فکر سے کام لے کر ایسے لوگ اپنے خالق و مالک ۔جَلَّ وَعَلا۔ پر ایمان و یقین میں استحکام اور پختگی کی دولت سے سرشار ہوتے ہیں۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ غور و فکر اور سوچ و بچار بڑی محمود و مطلوب شی ہے۔ مگر جبکہ یہ اپنی جگہ پر ہو۔ یعنی مخلوق میں ہو نہ کہ حضرتِ خالق ۔جَلَّ مَجْدُہٗ۔ میں۔ کیونکہ یہ انسان جیسی عاجز مخلوق کے بس سے باہر ہے۔ کیونکہ انسان جتنی بھی عقل و فکر کا مالک ہو وہ بہر حال مخلوق ہی ہے۔ اور حضرتِ خالق ۔سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ۔ مخلوق کے دائرہ سے وراء الورا ہے۔ اور دوسری شرط غور و فکر کے محمود و مطلوب ہونے کے لئے یہ ہے کہ وہ صحیح نیت کے ساتھ ہو کہ حقیقت تک رسائی اور اپنے خالق و مالک کی معرفت مطلوب و مقصود ہو کہ ایسی غور و فکر ایمان و یقین کی قوت و ترقی کا ذریعہ بنتی اور گوہر مقصود سے بہرہ ور و سرشار کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کی توفیق و سرفرازی سے نوازے۔ آمین۔ سو دلائل و براہین کی کمی نہیں۔ کائنات کا چپہ چپہ ان سے معمور ہے۔ اور قرآنِ حکیم نے بھی اسکی پوری تفصیل فرما دی ہے۔ کمی جس چیز کی ہے وہ ہے تفکر اور صحیح طور سے غور و فکر سے کام لینا۔ اور یہ انسان کا اپنا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صحیح طور پر غور و فکر کی توفیق بخشے۔ اور زیغ و ضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۲۱ اہل ایمان کو منکروں کے بارے میں عفو و درگزر سے کام لینے کی تعلیم و تلقین: سو اس ارشاد میں ایمان والوں کو ان لوگوں کے بارے میں عفو و درگزر سے کام لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے۔ جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے اور، اللہ تعالیٰ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جن میں وہ اپنے عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق منکروں سے انتقام لیتا ہے، جیسا کہ مختلف باغی و سرکش اور کافر قوموں کے ساتھ کیا گیا، سو ایسے لوگوں کے بارے میں اہلِ ایمان کو عفو و درگزر سے کام لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے کہ تم لوگ ان کی فکر اور پرواہ مت کرو، اللہ تعالیٰ وقت آنے پر ان کا انتقام خود لے گا تب کوئی کسر باقی نہیں رہ جائیگی۔ عفو و درگزر سے کام لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے۔ سو توحید و قدرتِ خداوندی کے دلائل بیان فرمانے کے بعد اب یہاں سے اَخلاقِ فاضلہ کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ انسان کی اصل قدر و قیمت اس کے اَخلاقِ فاضلہ ہی سے ہے۔ مگر اَخلاقِ فاضلہ وہ جو عقیدۂ توحید پر مبنی ہوں اور نورِ ایمان و یقین سے جنم لیں۔ اس آیت کریمہ کے مفسرینِ کرام نے دو مطلب بیان کیے ہیں۔ اور وہ دونوں ہی صحیح ہیں۔ اور اس میں ان دونوں ہی کی گنجائش موجود ہے۔ ایک یہ کہ اہلِ ایمان ان ظالم لوگوں کی زیادتیوں پر صبر و برداشت اور عفو و درگزر سے کام

لیں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انکو اپنی طرف سے انکے صبر و حلم اور عفو و درگزر کا اجر و ثواب نصیب فرمائے۔ اور دوسرا یہ کہ اہلِ ایمان ایسے ظالم لوگوں سے عفو و درگزر کا معاملہ کریں تاکہ اللہ انکی زیادتیوں کا بدلہ انکو خود ہی دے۔ (روح، قرطبی اور جامع البیان وغیرہ)۔ اور الفاظ وکلمات کے عموم کے مطابق یہ دونوں ہی مطلب درست ہیں کہ اس طرح اہلِ ایمان کو ان کا اجر و ثواب بھی پورا ملے اور کفار و منکرین کو عذاب بھی پورا ملے۔ سو اللہ تعالیٰ کی عدالت کا فیصلہ ہی صحیح اور حقیقی فیصلہ ہے کہ اسی کا ہر فیصلہ کمالِ علم و حکمت اور عدل و انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ

۲۲ ایام اللہ سے مقصود و مراد؟: ۔ سو "ایام اللہ"، "اللہ کے دنوں" سے مقصود و مراد وہ خاص دن ہیں جن میں اللہ پاک کسی قوم پر کوئی خاص انعام فرماتے ہیں۔ یا کسی بدکار قوم پر کوئی خاص عذاب نازل فرماتے ہیں۔ سو اس ارشاد سے یہ تعلیم و تلقین فرمائی گئی کہ جو لوگ آخرت کی سزا و جزا پر یقین نہیں رکھتے بلکہ اسی دنیا کی زندگی کو وہ سب کچھ سمجھتے ہیں ان کی بدسلوکی پر ان سے الجھنے اور انہیں جواب دینے کی بجائے صبر و برداشت ہی سے کام لیا جائے۔ تاکہ اللہ پاک ان سے خود ہی نمٹ لے اور ان کو ان کے کئے کرائے کا وہ بھرپور بدلہ دے جس کے وہ مستحق ہیں۔ سو اس آیت کریمہ میں اہلِ ایمان کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ وہ منکرین و مخالفین کی اوچھی حرکتوں سے نہ دل برداشتہ ہوں اور نہ مشتعل۔ بلکہ انکو نظر انداز ہی کریں اور عفو و درگزر ہی سے کام لیں۔ ان لوگوں کو چونکہ یہ اندیشہ نہیں ہے کہ جس روزِ بد سے ان کو خبردار کیا جا رہا ہے وہ فی الواقع ظہور میں آنے والا ہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ دلیر ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اللہ انکو ڈھیل دے رہا ہے تاکہ یہ اپنا پیمانہ اچھی طرح بھر لیں اور اسکے نتیجے میں اپنے بھرپور انجام کو پہنچ کر رہیں۔ اور سنتِ الٰہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ شریروں کو پوری مہلت دیتا ہے تاکہ ان پر حجت پوری ہو جائے۔ اور جب انکو پکڑا جائے تو ان کیلئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۲۳ ہر کسی کیلئے اسکی اپنی ہی کمائی کا بدلہ: ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور اس عفو و درگزر کے نتیجے کے بارے میں اور اسکے صلے اور بدلے کے ذکر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "تاکہ اللہ ہر قوم کو خود بدلہ دے اسکی زندگی بھر کی کمائی کا"۔ یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو ان کے صبر و برداشت اور عفو و درگزر کا بدلہ دے۔ اور جیسا کہ اوپر گزرا ہمارا خیال یہ ہے اور ﴿ قوماً ﴾ کی تنکیر بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ اور ہم نے اپنے ترجمہ میں بھی اس کے اظہار کی کوشش کی ہے کہ یہ دونوں ہی مطلب جو کہ اس بارے اوپر بیان ہوئے ہیں صحیح ہیں۔ اور دونوں ہی مراد ہیں کہ اہلِ ایمان عفو و درگزر سے کام لیں۔ تاکہ ان کو ان کے صبر و برداشت اور عفو و درگزر کا صلہ و بدلہ حضرتِ حق - جَلَّ مَجْدُهٗ - خود اپنی شانِ کرم کے مطابق عطا فرمائے۔ اور کفار و منکرین کو ان کے کفر و انکار کی سزا و جزا اس کے قانونِ عدل و انصاف کے عین مطابق اور بھرپور طریقے سے ملے۔ تاکہ ہر ظالم اپنے کئے کا پورا بدلہ پا سکے۔ فَوَفقنَا اللّٰه لما تحِبُّ وَترضٰی مِنَ القول والعمل، وَاهْدِنَا لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ وَلَا يَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ واصرِفْنَا عَنْ سَيِّئِها وَلَا يَصْرِفُ عن سيئها اِلَّا اَنْتَ يا مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ. وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ، سبحانهٗ وتعالٰی،

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

کرے گا، اور جو کوئی برائی کرے گا ۲۴ تو اس کا وبال بھی خود اسی کے سر ہوگا ۲۵ پھر تم سب کو بہر حال اپنے رب کے پاس ہی

تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

لوٹ کر جانا ہے ۲۶ ﴿۱۵﴾ اور بلاشبہ ہم نے (اس سے پہلے) بنی اسرائیل کو بھی کتاب دی ۲۷

الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ

اور ان کو حکم سے نوازا، ان کو نبوت (کے شرف عظیم) سے مشرف فرمایا ۲۸ ان کو طرح طرح کی پاکیزہ چیزوں سے بھی

۲۴ اچھے عمل کا صلہ و بدلہ خود کرنے والے کو:- سوارشاد فرمایا گیا کہ "جو کوئی اچھا عمل کرے گا تو وہ خود اپنے ہی لیے کرے گا"۔ کہ اس کا اجر و صلہ خود اسی کو ملے گا۔ سو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی اپنے کسی نفلی عمل کا ثواب کسی دوسرے کو بخشے گا تو اس کا اجر و ثواب اس بخشنے والے کو خود بھی ملے گا۔ کیونکہ یہ عمل تو اسی کا ہے۔ بہرکیف نیکی کا بدلہ خود نیکی کرنے والے ہی کو ملے گا۔ دنیا کی اس عارضی زندگی میں بھی مختلف قسم کی خیرات اور برکات کی صورت میں اور آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی میں بھی جنت کی نعیم مقیم کی شکل میں۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ کسبِ خیرات کے سلسلے میں جتنا ہو سکے آگے بڑھا جائے۔ کہ اس کا موقع پھر کبھی ملنے والا نہیں۔ وباللہ التوفیق لما یُحبُّ ویرید، وعلی ما یُحبُّ ویرید۔

۲۵ برائی کا وبال اسکے مرتکب ہی پر۔ والعیاذ باللہ العظیم:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ "برائی کا وبال خود برائی کرنے والے پر ہوگا"۔ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کی جگہ کوئی دوسرا پکڑا جائے اور یہ بچ جائے۔ ہاں اگر اس نے دوسرے کو بہکایا بھٹکایا ہوگا تو اس کا بوجھ بھی اس پر ہوگا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ الایۃ (العنکبوت: ۱۳)۔ کیونکہ انہوں نے ضلال کے ساتھ اِضلال کا بھی ارتکاب کیا۔ بہرکیف برائی کا وبال خود ان ہی لوگوں پر ہوگا جو برائی پر اڑے اور جمے رہے ہونگے۔ اہلِ ایمان پر اسکی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔ جبکہ انہوں نے پیغامِ حق انکو پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ و ضلال سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا اکرم الاکرمین، ویا ارحم الراحمین۔

۲۶ سب کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف، سبحانہ وتعالیٰ:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر تم سب لوگوں کو بہر حال اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔ اور وہاں پہنچ کر تم نے اپنے زندگی بھر کے کئے کرائے کا بدلہ پانا ہے۔ اور یہ ہو کر رہے گا خواہ تم چاہو یا نہ چاہو اور مانو یا نہ مانو۔ تمہیں اس کے حضور بہر حال حاضر ہونا ہے۔ نیک انسان خوشی سے جائے گا تاکہ وہ اس کی طرف سے ملنے والی بے مثال و بے نہایت نعمتوں سے متمتع و مستفید ہو سکے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ "اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ"۔ "موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے"۔ اور کافر و منافق کو جبراً اور خواہی نخواہی جانا ہوگا

تا کہ وہ اپنے اس کفر وانکار اور فتنہ وفساد کی سزا بھگت سکے جس کا ارتکاب وہ زندگی بھر کرتا رہا۔ اور یہ سب اس لئے ہوگا کہ تا کہ ہر کوئی اپنے کئے کرائے کا صلہ وبدلہ پا سکے۔ اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہوسکیں۔ سو اپنے اس انجام اور اس عظیم الشان حقیقت کو ہمیشہ اور ہر حال میں پیش رکھنے کی ضرورت ہے۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ وضلال اور اس کے ہر شائبے سے محفوظ رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۲۷ بنی اسرائیل کیلئے کتاب ہدایت سے سرفرازی کا ذکر وبیان: - سو اس سے بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور ان پر ان لوگوں کی ناقدری وناشکری کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کو ہم نے کتاب سے نوازا"۔ یعنی تورات سے جو کہ اپنے دور میں ہدایت ونور کا منبع ومرکز اور سرچشمہ تھی۔ تا کہ وہ لوگ اس کی روشنی میں اپنے لیے سعادت وسرخروئی اور فوز وفلاح کا سامان کرسکیں۔ مگر ان بدبختوں نے خود کو بدلنے کی بجائے خدا کی کتاب ہی کو بدل ڈالا۔ اور اس کو کچھ کا کچھ بنادیا۔ یہاں تک کہ اصل تورات کا وجود ہی عنقاء ہوگیا۔ سو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ایسے عظیم الشان احسانات کی ناقدری کی۔ یہاں تک کہ انکو ان سے محروم کردیا گیا۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایسے ایسے عظیم الشان انعامات اور احسانات سے نوازا مگر ان ناہنجار اور بدبخت لوگوں نے ہر احسان کی بے قدری اور ناشکری کی۔ اور یہاں تک کہ وہ ان نعمتوں سے خود بھی محروم ہوئے اور وہ اپنے ساتھ اور اپنی طرح دوسروں کو بھی محروم ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۸ بنی اسرائیل پر بعض خاص نوازشات کا ذکر وبیان: - سو اس لئے بنی اسرائیل کی کتاب، نبوت اور حکم، سے سرفرازی کا ذکر وبیان فرمایا گیا ہے چنانچہ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے ان کو کتاب، حکم اور نبوت کی تینوں عظیم الشان نعمتوں سے سرفراز کیا۔ ان میں سب سے پہلے کتاب کا ذکر فرمایا جو کہ سب سے بڑا شرف واعزاز ہے۔ جس سے حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُہٗ۔ کی طرف سے اس کی مخلوق میں سے کسی کو نوازا جاتا ہے۔ سو بنی اسرائیل کو نبوت جیسے اس عظیم الشان شرف اور سب سے بڑی نعمت سے نوازا گیا جو کہ سب سے بڑی روحانی اور معنوی نعمت ہے۔ اور دنیاوی حکومت وسلطنت سے بھی ان کو سرفراز کیا گیا جو کہ مادی اور ظاہری نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ سو ان میں بے شمار انبیائے کرام بھی مبعوث فرمائے گئے اور بادشاہ وحکمران بھی۔ ﴿اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَاءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا﴾ الایۃ (المائدۃ: ۲۰)۔ مگر ان لوگوں نے اللہ پاک کی ان عظیم الشان نعمتوں کی قدر پہچاننے اور اپنے خالق ومالک کا حقِ شکر ادا کرنے کی بجائے ناشکری ہی کا طریقہ اپنایا۔ جس سے یہ لوگ اللہ کی ان نعمتوں سے محروم ہوکر ہمیشہ کے لئے مطرود اور مغضوب ہوگئے۔ اور اب یہ اپنی طرح دوسروں کو بھی محروم ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو کتاب سے یہاں پر مراد تورات ہے جو حضرتِ موسیٰ کو عطا فرمائی گئی تھی، اور جو اس ناہنجار قوم کے لیے ہدایت ونور کا منبع ومصدر تھی۔ اور حکم سے مراد وہ حکومت ہے جو حضرتِ داؤد اور سلیمان کے واسطے سے ان کو ملی تھی اور جو انکے بعد زمانہ دراز تک ان میں قائم اور موجود رہی۔ اور نبوت سے مراد وہ سلسلۂ نبوت ہے جو حضرتِ موسیٰ سے حضرتِ عیسیٰ تک ان کے اندر موجود رہا۔ اس کے بعد ان کی بغاوت وسرکشی کی بنا پر ان کو ہمیشہ کے لیے اس سے محروم کردیا گیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین۔

الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ

سرفراز فرمایا ف۲۹ اور ان کو فضیلت و بزرگی بخشی (ان کے دور کے) تمام جہانوں پر ف۳۰ ﴿۱۶﴾ اور ہم نے انہیں

بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اس معاملے میں کھلی ہدایات بھی دیں، سو انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ

کہ ان کے پاس آچکا تھا علم (حق اور حقیقت کا،) محض آپس کی ضد (اور حسد) کی بناء پر، ف۳۱ تمہارا رب یقیناً

يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا (عملی اور قطعی طور پر) قیامت کے روز ان تمام باتوں کا جن کے بارہ میں

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ

یہ لوگ اختلاف میں پڑے تھے، ف۳۲ ﴿۱۷﴾ پھر ہم نے آپ کو بھی (دین کے) اس معاملے میں ایک خاص طریقے پر کر دیا،

فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

پس آپ اسی کی پیروی کریں، اور کبھی ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہیں کریں جو علم نہیں رکھتے، ف۳۳ ﴿۱۸﴾

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَاِنَّ

یقیناً یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں آپ کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے، اور بے شک

۲۹ بنی اسرائیل کے لیے طیباب یعنی پاکیزہ چیزوں کی نوازش کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے انکو روزی کیلئے طرح طرح کی پاکیزہ چیزوں سے نوازا"۔ کہ کھانے پینے کی دوسری بے شمار چیزوں کے علاوہ ان پر من وسلوی بھی اتارا گیا۔ مگر انہوں نے ان عظیم الشان نعمتوں کی قدر نہ پہچانی اور ہمارے فرمانبردار بننے کی بجائے باغی اور سرکش بن گئے۔ والعیاذ باللہ۔ سو انکو رزق و فضل اور نعمت و رفاہیت کی اس عظیم الشان عنایت سے نوازا گیا جس کا آغاز ان کے ارضِ فلسطین پر قبضے سے ہوا۔ اور حضرتِ سلیمان کے دور میں انکی یہ رفاہیت اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گئی تھی۔ سو ان تمام نعمتوں اور عنایتوں کا تقاضا یہ تھا کہ یہ لوگ دل و جان سے شکر بجالاتے اور اپنے خالق و مالک کے حضور جھک جھک جاتے۔ اور اس

طرح یہ لوگ دارین کی سعادت وسرخروئی اور ابدی فوز وفلاح سے سرفراز ہو جاتے۔ مگر انہوں نے ناشکری اور کفرانِ نعمت سے کام لیکر اپنے آپ کو دائمی ہلاکت وتباہی کے گہرے کھڈے میں ڈال دیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے ذکر وشکر کی نعمت سے سرشار وسرفراز رکھے، اور غفلت وناشکری کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر مستقیم وثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۴۰ بنی اسرائیل کے خاص فضل وشرف کا ذکر وبیان: ۔سو اس سے بنی اسرائیل کی خاص فضیلت، بزرگی اور ان کی عظمت وبرتری کا ذکر وبیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے ان کو فضیلت وبزرگی بخشی تمام جہانوں پر''۔ یعنی انکے اپنے اس دور میں کہ اپنے زمانے میں پیغامِ حق وہدایت اور توحید کی حامل وعلمبردار صرف یہی قوم تھی۔ اور نبوت وحکومت کے دونوں شرف واعزاز صرف اسی قوم کو نصیب ہوئے تھے۔ اور اس کے علاوہ بھی اس کو ایسے انعامات سے نوازا گیا تھا جو اس کے سوا کسی اور قوم کے حصے میں نہیں آئے۔ مگر انہوں نے اس کا حق ادا کرنے کی بجائے کفرانِ نعمت ہی سے کام لیا۔ جس کے نتیجے میں ان کو دینی امامت وپیشوائی کے شرفِ عظیم اور مقامِ رفیع سے معزول ومحروم کر کے ان کو ہمیشہ کے لئے ذلت ورسوائی کے ہولناک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو نبوت وحکومت اور کتابِ ہدایت کے ان عظیم الشان شرفوں سے اس قوم کو قدرت نے اپنی فیاضیوں سے نوازا۔ مگر انہوں نے ناشکری ہی کی جس کے نتیجے میں آخر کار ان پر ذلت ورسوائی کا ٹھپہ لگ گیا اور وہ انتہائی ہولناک خسارے میں مبتلا ہو کر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۴۱ بنی اسرائیل کے حسد اور انکی ہٹ دھرمی کا ذکر وبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اس سب کے باوجود اور علم کی روشنی آجانے کے بعد انہوں نے اختلاف کیا محض آپس کے حسد اور ضد وعناد کی بنا پر''۔ سو آپس کی ضد اور حسد ایسی خطرناک اور ہولناک بیماری ہے جو انسان کو اندھا کر کے رکھ دیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ حق وہدایت کے نور اور علم کی روشنی کے کھلے اور واضح دلائل اور ثبوت آجانے کے باوجود اندھا بن جاتا ہے اور ضلالت وگمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں کے پاس علمِ حق کی روشنی پہنچ چکی تھی مگر انہوں نے اسکے باوجود اس میں اختلاف کیا۔ اور یہ اختلاف کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں تھا بلکہ یہ سب کچھ محض ان لوگوں کے آپس کے حسد اور باہم ضدم ضدا کا نتیجہ تھا۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس طرح وہ لوگ حق وہدایت کے نور سے محروم ہو کر ضلالت وگمراہی کے انتہائی ہولناک گڑھے میں جا پڑے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ وضلال کے ہر شائبے سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین، یا اکرم الاکرمین

۴۲ اختلافات کا آخری اور عملی فیصلہ قیامت ہی کے روز ہوگا: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''بلاشبہ تمہارا رب قیامت کے روز ان کے ان تمام اختلافات کا فیصلہ فرما دے گا جن میں یہ لوگ اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر پڑے رہے تھے''۔ یعنی عملی طور پر۔ اور نتیجہ وانجام کے اعتبار سے۔ ورنہ علم وبیان کے اعتبار سے تو یہ فیصلہ وحی کے ذریعے اور کتاب وسنت کی تعلیماتِ مقدسہ کے مطابق اس دنیا میں بھی فرما دیا گیا ہے۔ اور حق وحقیقت کو طرح طرح سے اور دوٹوک طریقے پر واضح فرما دیا گیا

ہے۔ مگر اس کو ان لوگوں نے تسلیم نہیں کیا۔ سو اب عملی طور پر اور آخری فیصلہ اسی دن ہوگا جو کہ فصل وتمیز اور بدلے اور جزاو سزا کا دن ہے۔ جب یہ لوگ وہاں پر اپنے کیئے کرائے کے انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔ والعیاذ باللہ۔ سو فصل وتمیز کے اس روز واضح ہو جائے گا کہ کون کس حد تک حق بجانب تھا اور کس حد تک اس میں ضد اور ہٹ دھرمی کے محرکات کارفرما تھے۔ اور یہ سب کچھ اس طرح روشن وواضح ہو جائے گا کہ کسی کے لئے کسی انکار یا عذر ومعذرت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہیگی۔ پس جو لوگ اپنے بغض وحسد اور عناد وہٹ دھرمی کی بنا پر حق بات کو سننے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے ان کا معاملہ اسی یوم فصل پر چھوڑ دیا جائے۔ اس روز سب کچھ پوری طرح سامنے آجائیگا تب ان کو پتہ چل جائے گا۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔

۲۳ منکرین کا دین محض اِتباعِ ہویٰ اور بس: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا جو علم نہیں رکھتے''۔ یعنی جو علم نہیں رکھتے حق اور حقیقت کا۔ جس کے نتیجے میں وہ غافل وبے فکر ہیں اپنے رب کی معرفت اور اس کے حقوق سے۔ اور وہ جاہل ہیں اپنے فرائضِ بندگی سے۔ اور اس طرح وہ حق اور حقیقت کی روشنی سے محروم ہو کر بہائم کی زندگی گزار رہے ہیں اور خواہشاتِ نفس کی تحصیل وتکمیل ہی ان کا اصل مطمحِ نظر اور مقصودِ حیات ہے۔ سو ایسے بندگانِ ہویٰ وہوس کی پیروی سراسر ہلاکت ہے۔ والعیاذ باللہ۔ لہٰذا ایسوں کی پیروی کبھی نہیں کرنا۔ اگرچہ وہ ظاہری اعتبار سے اور دنیاوی چمک دمک کے لحاظ سے کتنا ہی کچھ کیوں نہ رکھتے ہوں۔ اور کتنی ہی ڈگریاں سندیں اور ڈپلومے انہوں نے کیوں نہ اٹھار کھے ہوں کہ وہ بہرحال ہلاکت وتباہی کی راہ پر گامزن ہیں۔ والعیاذ باللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ جَلَّ جَلَالُہٗ۔ سو وحیِ خداوندی کے علم سے محروم لوگوں نے جو بھی طور طریقے اپنا رکھے ہیں وہ سب کے سب دراصل خواہشات ہی کی پیروی کرتے ہیں اگرچہ ایسے لوگ اپنے ان طور طریقوں کو دین ہی کا نام دیتے ہوں کہ راستے اصل میں دو ہی ہیں۔ ایک ھدیٰ کا راستہ جو وحیِ خداوندی سے ملتا ہے اور دوسرا ھویٰ یعنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کا راستہ جو وحیِ خداوندی کے نور سے عاری اور محروم لوگ اپناتے ہیں۔ اور وحیِ خداوندی اب دنیا میں صرف اور صرف قرآنِ حکیم ہی کی صورت میں موجود ہے۔ پس قرآنِ حکیم کے سوا جو بھی راستہ کسی نے اپنایا وہ اصل میں خواہشاتِ نفس ہی کی پیروی ہے۔ اس لیے یہاں پر رسول اکرم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ جو واضح شریعت وحی کے ذریعے آپ کو اپنے رب کی طرف سے عطا فرمائی گئی ہے اسی کی پیروی کرنا۔ اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہیں کرنا جو علم نہیں رکھتے۔ اور علم نہ رکھنے والے خواہشات کے ان پیروکاروں میں یہود ونصاریٰ اور مشرکین سب شامل ہیں کہ مشرکین اگرچہ دینِ ابراہیمی کی پیروی کا دعویٰ کرتے تھے مگر نورِ وحی سے وہ بہرحال محروم اور شرک کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس کسی آسمانی کتاب کی کوئی روشنی سرے سے تھی ہی نہیں۔ اور یہود ونصاریٰ کے پاس آسمانی کتابیں اگرچہ آئی تھیں لیکن انہوں نے اس کو اس قدر بگاڑ کر اور بدل کر رکھ دیا تھا کہ اصل حقیقت بالکل گم ہو کر رہ گئی۔ دینِ توحید کو انہوں نے دینِ شرک بنا دیا۔ اور وہ لوگ محض اپنی خواہشات کے پیرو بن کر رہ گئے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر گامزن رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِیُّ

ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست (اور مددگار) ہیں، ۳۴ اور اللہ دوست (اور مددگار) ہے

الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًی

پرہیزگاروں کا، ۳۵ ﴿۱۹﴾ یہ (قرآن) مجموعہ ہے بصیرت افروز آیتوں کا، ۳۶ سب لوگوں کے لئے، اور سراسر ہدایت

وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ

اور عین رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں، ۳۷ ﴿۲۰﴾ کیا ان لوگوں نے جو کہ

۳۴ **ظالم آپس میں ایک دوسرے کے دوست:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں"۔ جو اپنے ظلم و بغاوت کے رشتے کے مطابق ایک دوسرے سے دوستی رکھتے اور ان کی مدد کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ حقیقت میں اپنا ہی نقصان کرتے اور ایک دوسرے کو راہِ حق و ہدایت سے دور لے جاتے اور محروم کرتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمَاتِ﴾ الایة (البقرة: ۲۵۷) مگر ان کو اس کا احساس و شعور نہیں۔ یہ تو ہوا ان کا حال اس دنیا میں۔ اور آخرت میں ان کا کوئی یار و مددگار ہوگا ہی نہیں۔ ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ﴾۔ (آل عمران: ۲۲)۔ کیونکہ مالکِ حقیقی سے انہوں نے لو لگائی نہیں تھی۔ باقی جو دوستیاں انہوں نے دنیا میں قائم کر رکھی تھیں، وہ سب اس روز دشمنیوں میں بدل جائیں گی۔ اور صرف ایک دوستی وہاں کام آئے گی جو کہ ایمان اور تقویٰ کی اساس و بنیاد پر قائم ہوگی۔ ارشاد ہوتا ہے ۔ ﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ﴾۔ (الزخرف: ۶۷) تب حقیقتِ حال پوری طرح کھل کر سب کے سامنے آ جائے گی۔ سو جو دوست انہوں نے دنیا میں بنا رکھے تھے وہ وہاں پر ان کے کچھ کام آ نہیں سکیں گے۔ بلکہ ظلم و بغاوت کے رشتے کے ساتھ انہوں نے جو دوستیاں دنیا میں قائم کی تھیں وہ سب وہاں پر ان کے لئے الٹا باعثِ عذاب اور موجبِ غم بن جائیں گی۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ظالم لوگ خواہ کتنا ہی زور لگائیں انکی کوئی پروا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ خداوندِ قدوس کے حضور تمہارے کچھ بھی کام نہیں آ سکیں گے۔ جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے تم پر ڈالی ہے اسکی پرسش بہرحال تم ہی سے ہونی ہے، ان سے نہیں۔ اس لیے اللہ کا جو حکم تمہیں دیا جا رہا ہے اسی کی تعمیل اور پیروی کرو۔ یہ لوگ خواہ مخالفت کے ذریعے تمہیں دبانے کی کوشش کریں خواہ ہمدردانہ اور خیر خواہانہ انداز میں نرم کرنا چاہیں کسی بھی صورت میں نہ انکی بات ماننی ہے اور نہ ہی انکی کوئی پروا کرنی ہے۔ اور ان ظالموں نے حق کے مقابلے کیلئے آپس میں جو گٹھ جوڑ کرنا ہے اس سے بھی خوف کھانے اور ہراساں ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ اپنے ایماندار اور تقویٰ رکھنے والے بندوں کا ولی اور کارساز خود ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پھر انکو کسی سے ڈرنے اور خوف کھانے کی کیا ضرورت؟ اَللّٰهُمَّ فَكُنْ لَّنَا وَاجْعَلْنَا لَكَ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال، وفی كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ المواطِنِ فی الحیاة، یاذا الجلال والاكرام، یا مَنْ بیده ملكوتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ

۳۵ **متقی اور پرہیزگار لوگوں کا کارساز اللہ تعالیٰ:** ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ کارساز اور دوست

ومددگار ہے پرہیزگاروں کا"۔ جو انہیں اس دنیا کے ہر موڑ پر بھی اپنی رحمت وعنایت سے نوازتا ہے اور انہیں کفر وضلالت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان وہدایت کے نور کی طرف لاتا ہے۔ ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ الایۃ (البقرۃ: ۲۵۷) اور اس دنیا کے بعد بھی اس کی عنایتیں ہر مرحلے پر ان کے شاملِ حال رہیں گی۔ ﴿نَحْنُ اَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ الایۃ (حم السجدۃ: ۳۰)۔ سبحان اللہ!۔ کیسی عظیم الشان دولت ہے یہ ایمان وتقویٰ کی دولت جو انسان کیلئے دارین کی سعادت وسرخروئی کا ذریعہ بنتی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ شَرَّفَنَا بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ بِمَحْضِ مَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۔ فَزِدْنَا اللّٰهُمَّ مِنْهَا وَثَبِّتْنَا عَلَيْهَا وَعَلٰى صِرَاطِكَ الْمُسْتَقِيْمِ وَخُذْ بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَا فِيْهِ حُبُّكَ وَالرِّضَا ۔ سو جب ایمانداروں کا ولی ودوست اور کارساز وکارفرما اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر ان کو کسی سے ڈرنے اور خوف کھانے کی کیا ضرورت ہے؟ پس وہ اسکے بھروسے پر اسکی راہ میں اور اسکے دین کیلئے کام کرتے جائیں۔ وہ انکی کارسازی کیلئے کافی ہے۔ اور جن کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی مدد ہو کس کی طاقت ہے کہ وہ انکو کوئی نقصان پہنچا سکے؟۔ فالحمد للہ جَلَّ وَعَلَا ۔ فکن اللّٰهم لنا ولا تكن علينا وَخُذْنَا بنواصِيْنَا اِلٰى مَا فِيْهِ حُبُّكَ والرضاء، بكل حال من الاحوال،

۲۶ قرآنِ حکیم بصائر وحِکَم کا عظیم الشان اور بے مثال مجموعہ:۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ قرآن مجموعہ ہے بصیرت افروز آیتوں کا"۔ جو کہ قلب ونظر کو جلا بخشتی، عقل وخرد کو منور کرتی اور راہِ حق وصواب کو واضح کرتی ہیں۔ اور اس طرح یہ انسان کو دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز وسرشار کرتی جاتی ہیں۔ فالحمد للہ رب العالمین ۔ سو یہ قرآنِ حکیم چشم کشا اور بصیرت افزا آیتوں کا مجموعہ ہے۔ پس جو لوگ اس سے منہ موڑتے اور روگردانی سے کام لیتے ہیں وہ خود اپنی ہی نحوست اور بدبختی کے داغ کو پکا کر رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کس قدر بدبخت اور کتنے محروم ہیں مشرکین ومنکرین کے وہ گروہ جو اس کے خلاف محاذ بناتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی آیاتِ کریمات کا مذاق اڑاتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ اس کتابِ حکیم کی بے مثال روشنی سے محروم ہو کر کفر وشرک اور انکار وبغاوت کے ہولناک گڑھوں میں چھلانگ لگاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل سوء وانحراف، وزیغ وضلال

۲۷ قرآنِ حکیم سراسر رحمت اور نری ہدایت:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ کتابِ حکیم سراسر ہدایت اور عینِ رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں یا یقین رکھنا چاہتے ہیں"۔ کہ اس سے فائدہ وہی خوش نصیب انسان اٹھاتے ہیں جو ایمان و یقین کی دولت سے سرشار ہوں یا اس پر یقین کرنا چاہتے ہوں۔ ورنہ اس کتابِ مقدس کی ہدایت اور رحمت تو سب کے لئے عام ہے۔ سو جو لوگ اس کتابِ حکیم کے اِنذار اور اسکی بشارت پر یقین رکھتے ہیں یہ کتاب ان کیلئے حق وہدایت کی راہیں کھولتی ہے۔ اور اسکے نتیجے میں یہ انکو اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں سے نوازتی ہے۔ اور اس کی یہ رحمت وعنایت اور نوازش اگرچہ اہلِ ایمان ویقین کو اس دنیا میں بھی ملتی ہے مگر اسکا کامل ظہور آخرت میں ہوگا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ سو ایمان ویقین کی دولت دنیا وآخرت کی سعادت وسرخروئی کیلئے اصل اساس اور شاہ کلید ہے۔ اس ارشادِ ربانی سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کی اِصلاح اور اس کے فساد اور اس کے بناؤ بگاڑ کا اصل اور بنیادی تعلق اس کے اپنے قلب وباطن سے ہے۔ اگر وہ اپنے اندر ایمان ویقین کی دولت سے سرفرازی کے لیے طلبِ صادق رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور نوازے گا کہ اس کا کام اور اس کی شان ہی نوازنا ہے۔ ورنہ انسان کیلئے محرومی ہی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ

برائیوں کا ارتکاب کئے جا رہے ہیں یہ سمجھ رکھا ہے، کہ ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ

جنہوں نے ایمان لا کر نیک کام کئے ہوں گے؟ کہ ان کا جینا اور مرنا ایک

وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع وَ خَلَقَ اللّٰهُ ۱۸ ع

جیسا ہو جائے؟ ۳۸ بڑا ہی برا فیصلہ ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں ۳۹ ﴿۲۱﴾ اور اللہ ہی نے پیدا فرمایا

۳۸ نیک اور بد کبھی باہم برابر نہیں ہو سکتے: - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ کیا بدکار لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی طرح کر دینگے جنہوں نے ایمان لا کر نیک عمل کئے ہونگے، کہ ان دونوں فریقوں کا جینا اور مرنا ایک برابر ہو جائے؟ اور استفہام یہاں پر ظاہر ہے کہ انکاری ہے۔ یعنی نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں فریق ایک برابر ہو جائیں۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ کیونکہ اس دنیاوی زندگی میں بھی ان میں سے ایک فریق ایمان واطاعت کی پاکیزہ زندگی گزارتا ہے اور دوسرا کفر ومعصیت کی ناپاک وخبیث زندگی۔ اور اس دنیاوی فرق کے نتیجے میں آخرت میں پہلا فریق جنت کی اعلیٰ ترین اور بے مثال نعمتوں کی دائمی سعادتوں سے بہرہ مند ہوگا اور دوسرا دوزخ کے دائمی عذاب میں مبتلا ہوگا - والعیاذ باللہ - سلف میں سے بہت سے حضرات کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس آیتِ کریمہ کو پڑھتے وقت اسے بار بار دوہراتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی کہ پتہ نہیں ہمارا شمار کس فریق میں ہوگا۔ اور حضرتِ فضیل بن عیاضؒ اس کی تلاوت کے موقع پر اپنے نفس کو خطاب کر کے فرماتے - '' لَيْتَ شَعْرِىْ مِنْ اَىِّ الفریقین اَنْتَ '' - '' کاش کہ مجھے پتہ چل جائے کہ تو ان دونوں میں سے کس فریق میں داخل ہے؟ '' اور جب ان حضرات کا یہ حال تھا تو ہم کس شمار میں ہیں۔ پتہ نہیں ہمارا کیا بننے والا ہے۔ پس اللہ پاک ہی سے اس کی رحمت وعنایت اور کرم خاص کی عرض والتجا ہے۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ برائیوں کا ارتکاب کرتے رہے ہوں وہ اور وہ لوگ جو ایمان اور عملِ صالح کی دولت سے سرشار ہوں کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں باہم ایک برابر ہوں اور ان کا جینا اور مرنا ایک ہی برابر ہو جائے۔ سو جو لوگ ایسا کہتے اور اس طرح سوچتے ہیں وہ بالکل غلط کہتے اور بڑا ہی برا سوچتے ہیں - ﴿ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے - اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۳۹ منکرین ومکذبینِ حق کے بُرے فیصلے کا ذکر وبیان: - سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ '' بڑا ہی برا فیصلہ ہے وہ جو یہ لوگ کرتے ہیں '' کہ ہم ان دونوں فریقوں کو ایک برابر کر دیں گے۔ بھلا یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟ اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے کیونکر پورے ہو سکتے ہیں؟ - سو یہ بات اس شعورِ عدل وانصاف کے بھی منافی اور اس کے قطعی خلاف ہے جو قدرت نے انسان کی فطرت وجبلت کے اندر ودیعت فرما رکھا ہے کہ برائی کی زندگی گزارنے والا اور حق و ہدایت کی راہ پر چلنے والا ایک برابر ہو جائیں اور نیک و بد یکساں ہو جائیں۔ اور یہ بات ان قوانینِ عدل وانصاف کے بھی خلاف اور انکے منافی ہے جو لوگوں کے درمیان مسلم رہے ہیں۔ تو پھر اللہ پاک - سبحانہ وتعالیٰ - کے بارے میں آخر یہ بات کس طرح باور کی جا سکتی ہے کہ اسکے یہاں نیک وبد ایک برابر ہو جائیں؟ اور ان دونوں کے ساتھ یکساں معاملہ کیا جائے؟

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ

آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ ف۴۰ (تاکہ انسان اس سے طرح طرح سے مستفید ہو) اور تاکہ پورا بدلہ دیا جائے ہر کسی کو

نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ

اس کی (زندگی بھر کی) کمائی کا، اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ف۴۱ ﴿۲۲﴾ تو کیا تم نے اس شخص کے حال (اور اس کی بدبختی) پر بھی

۴۰ کائنات کی تخلیق بالحق اور اس کا طبعی تقاضا؟ :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ہی نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کی اس عظیم الشان کائنات کو حق کے ساتھ"۔ اور جب اس سارے کارخانہ ہست و بود کی پیدائش ہی حق کے ساتھ اور حق کے لئے ہے جو کہ عدل وانصاف کا مقتضی ہے تو پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ نیکوکار اور بدکار دونوں فریقوں کو ایک برابر کر دیا جائے؟ - حاشا و کلا - سو ان دونوں فریقوں کے کیے کرائے کے فرق و نتائج کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ جزا و سزا کا ایک دن بپا ہو۔ تاکہ ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا صلہ و بدلہ بھرپور طریقے سے پا سکے اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے اپنی کامل اور آخری شکل میں پورے ہو سکیں۔ سو وہی ہے قیامت کا دن جو اس جہان رنگ و بو کے خاتمے کے بعد بپا ہوگا۔ اگر ایسا دن نہ آئے اور یہ دنیا اسی طرح چلتی رہے یا چلتے چلتے یونہی ختم ہو جائے کہ اسکے بعد نہ کوئی سزا ہو نہ کوئی جزا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس دنیا کی تخلیق تخلیق بالحق نہ ہوئی بلکہ یونہی عبث اور بیکار ہوئی۔ اور اسکا خالق کوئی حکیم نہ ہوا بلکہ کوئی تماشہ بین ہوا - والعیاذ باللہ العظیم - سو اس دنیا کے بعد یوم الفصل کا آنا اور اس میں عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق آخری فیصلہ ہونا اس کائنات کی تخلیق بالحق کا لازمی تقاضا اور طبعی مقتضی ہے۔ ورنہ یہ سارا کارخانہ ہست و بود عبث و بیکار قرار پاتا ہے - والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۴۱ قیامت کے روز کسی کی کوئی حق تلفی نہیں ہوگی :- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کے روز کامل انصاف ہوگا چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اس روز ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا"۔ کہ نہ تو کسی نیکوکار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے گی اور نہ کسی بدکار کے عذاب میں ناحق طور پر کوئی زیادتی کی جائے گی۔ بلکہ ہر ایک کو وہی بدلہ دیا جائے گا جس کا وہ اپنی کمائی کی بنا پر مستحق ہوگا۔ اور دنیا کی موجودہ زندگی میں ایسے نہ ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ جزا و بدلے کی جگہ نہیں امتحان و عمل کی جگہ ہے۔ جزا اور بدلے کی جگہ آخرت ہے جہاں ہر کسی کو اپنے کیے کرائے کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ پس آخرت کا بپا ہونا عقل و نقل ہر اعتبار سے ضروری ہے تاکہ عدل وانصاف کے تقاضے صحیح طور پر اور بھرپور طریقے سے پورے ہوں۔ اور اس طرح اس حکمتوں بھری کائنات کی تخلیق کا نتیجہ سامنے آسکے۔ سو آخرت کے اس یوم عظیم میں ایسا کامل عدل وانصاف ہوگا کہ کسی سے بھی کسی طرح کی کوئی زیادتی اور بے انصافی نہیں ہوگی۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں ان سے کسی طرح کی کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ اس قید سے شرک اور شفاعت کے ان مشرکانہ تصورات کی جڑ نکال دی گئی جس میں یہ مشرک لوگ ہمیشہ مبتلا رہے ہیں اور آج بھی مبتلا ہیں۔ اور یہی حال اہل کتاب کا ہے۔ ایسے لوگوں کا کہنا اور ماننا یہ ہے کہ ہمارے اعمال خواہ کچھ بھی ہوں ہمارے شرکاء اور ہمارے شفعاء ہم کو چھڑا اور بچا لیں گے۔ تو ایسے میں قیامت کو ماننا اور نہ ماننا دونوں برابر ہو جاتے ہیں کہ ایسے میں ہر ظلم اور ناانصافی کی راہ کھل جاتی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - جبکہ قیام قیامت کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور کامل طور پر اور اپنی آخری شکل میں پورے ہوں۔ اور ہر کسی کو عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق اس کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ مل سکے۔ تاکہ کسی کی کوئی حق تلفی نہ ہو۔

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ

غور کیا ف ۴۲ جس نے اپنی خواہش کو ہی اپنا معبود بنا رکھا ہو ف ۴۳ اور اللہ نے اس کو گمراہی (کے گڑھے) میں ڈال دیا ہو اس کے علم کے باوجود ف ۴۴

وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ

اس کے کانوں اور اس کے دل پر اس نے مہر لگا دی ہو اور اس کی آنکھوں پر پردہ

غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا

ڈال دیا ہو ف ۴۵ سو کون ہے جو ایسے شخص کو ہدایت دے سکے اللہ کے بعد؟ کیا

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا

تم لوگ پھر بھی سبق نہیں لیتے؟ ف ۴۶ ﴿۲۳﴾ اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو بس یہی دنیاوی

ف ۴۲ خواہش پرستی باعثِ ہلاکت ومحرومی، والعیاذ باللہ: - سو خواہش پرستی کی ہلاکت خیزیوں اور خواہش پرستوں کے حال پر دعوتِ غور وفکر دینے کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا تم نے اس شخص کے حال پر بھی کبھی غور کیا جس نے اپنی خواہش کو ہی اپنا معبود بنا رکھا ہو"۔ یعنی اس کا حال واقعی قابلِ غور اور لائقِ عبرت ہے کہ ایسے شخص کا انجام بہت برا اور نہایت بھیانک ہے۔ کیونکہ راستے اصل میں دو ہی ہیں۔ ایک ھدیٰ کا اور دوسرا ھویٰ کا۔ اِتباعِ ہُدیٰ یعنی ہدایت کی پیروی کی راہ سلامتی ونجات اور دارین کی سعادت وسرخروئی کی راہ ہے۔ جبکہ اِتباعِ ھویٰ یعنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کی راہ ہلاکت اور تباہی کی راہ ہے کہ ایسے شخص نے نجات وسرخروئی اور فوز وفلاح کی راہ کو چھوڑ کر ہلاکت وتباہی کی راہ کو اپنایا۔ اور متاعِ حیات کو یونہی ضائع کر دیا - والعیاذ باللہ العظیم - سو انسان جب راہِ حق وہدایت سے منہ موڑ کر خواہشات کے پیچھے ہو لیتا ہے تو وہ ہولناک تباہی کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے - والعیاذ باللہ - سو اِتباعِ ھویٰ یعنی خواہش پرستی کی راہ ہلاکت وتباہی کی راہ ہے - والعیاذ باللہ العظیم - بہر کیف یہاں پر خواہش پرستی کے بڑے مریضوں اور اس کے اولین مصداق یہود کے حالِ بد پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ قدرت نے ان کو کتابِ ہدایت کی عظیم الشان روشنی سے نوازا تھا تاکہ اسے اپنا کر یہ لوگ اپنے لیے دارین کی سعادت وسرخروئی کا سامان کریں، اور دوسروں کو بھی راہِ حق کے اپنانے کا درس دیں۔ مگر انہوں نے اس کو پسِ پشت ڈال کر خواہشاتِ نفس کو اس طرح اپنا لیا کہ انہی کو اپنا معبود بنا لیا۔ اور ان کے ایسے پجاری بن گئے کہ ہلاکت وتباہی کے ہولناک گڑھے میں جا گرے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے - اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

ف ۴۳ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لینا محرومیوں کی محرومی، والعیاذ باللہ العظیم: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس سے بڑھ کر

بد بخت اور کون ہوسکتا ہے جس نے اپنی خواہش کو ہی اپنا معبود بنالیا ہو؟''۔ اسی کو اس نے اپنی زندگی کا حاصل اور مقصد سمجھ رکھا ہو اور اسی کے لئے وہ جیتا اور اسی کے لئے مرتا ہو۔ حلال وحرام کی تمیز اس نے اٹھا دی ہو اور اپنے خالق و مالک کی مرضی و نامرضی کو وہ بھول چکا ہو۔ اور اس طرح اس نے اپنے آپ کو شرف انسانیت سے گرا کر قعر حیوانیت میں پہنچا دیا ہو۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر خسارہ ونقصان اور اس سے زیادہ محرومی و بدنصیبی اور کسی کی نہیں ہوسکتی - والعیاذ باللہ العظیم - اسی لئے نبی اکرم - صلی اللہ علیہ وسلم - نے ایمان کا معیار اس امر کو قرار دیا کہ انسان کی نفسانی خواہشات اس کے دینِ حق کے تابع ہوں۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا - ''لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ ''۔ یعنی ''تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسکی خواہشات اس کے دین تابع نہ ہو جائیں جس کو میں لیکر آیا ہوں''۔ کیونکہ اِتباعِ ھویٰ ہی درحقیقت وہ چیز ہے جو انسان کو راہِ حق وہدایت سے پھیرتی اور محروم کرتی ہے۔ اسی لئے حضرتِ نبی معصوم - علیہ الصلوۃ والسلام - نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے آسمان کے نیچے پوجا جانے والا سب سے بڑا اور سب سے برا معبود اسی امر یعنی اتباعِ ھوٰی کو قرار دیا۔ چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا - ''مَا عُبِدَ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ اِلٰهٌ اَبْغَضُ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْهَوٰی ''- یعنی ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک خواہش سے بڑھ کر کوئی بڑا معبود ایسا نہیں جس کی آسمان کی اس چھت کے نیچے پوجا کی گئی ہو''۔ اسی لئے انسان جس قدر اِتباعِ ہوٰی سے دور رہے گا اسی قدر حق کے قریب اور امن وسلامتی میں رہے گا۔ چنانچہ حضرتِ سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ تیری خواہشِ نفس تیری بیماری ہے۔ لیکن تو اگر اس کی مخالفت کرے تو یہی تیری دوا اور علاج بھی ہے''- ''هَوَاکَ دَاءُکَ فَاِنْ خَالَفْتَهٗ فَهُوَ دَوَائُکَ ''- (تفسیر المراغی وغیرہ)۔ بہر کیف اِتباعِ ھویٰ کی اس خطورت کو دیکھئے اور پھر یورپ و امریکہ وغیرہ کے ان تمام مادہ پرست معاشروں کی ہلاکت و بربادی کا اندازہ کیجئے کہ جن کی معاشرت اور زندگی کی اساس و بنیاد ہی اِتباعِ ھویٰ پر ہے۔ نیز اسی سے اندازہ کیجئے کہ کتنے خطا کار اور کوتاہ بیں ہیں ہمارے معاشرے کے وہ زعماء اور لیڈرانِ قوم جو اپنی ملت کو ان ہی مادہ پرست اور تباہی کے دھانے پر کھڑے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلانا چاہتے ہیں - والعیاذ باللہ العظیم - بہر کیف اَحکامِ خداوندی کو پسِ پشت ڈال کر خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنا دراصل انکی بندگی کرنا ہے۔ اور خواہشات کی پوجا و پرستش کی بدبختی سب سے بڑی بدبختی اور باعثِ ہلاکت وتباہی ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۴۲ خواہش پرستی کا نتیجہ علم کے باوجود گمراہی - والعیاذ باللہ العظیم :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ نے اسکو گمراہ کر دیا ہو علم پر''۔ یعنی علم کی روشنی رکھنے کے باوجود۔ جیسا کہ اوپر ارشاد فرمایا گیا تھا - ﴿ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ﴾ - یعنی ''انہوں نے اختلاف کیا اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا تھا محض آپس کے حسد اور عناد کی بنا پر'' - جس سے ان کا جرم اور بھی زیادہ سنگین ہو جاتا ہے کہ ایسے لوگ علم کی روشنی کے باوجود راہِ حق وصواب سے محروم رہے۔ (صفوۃ التفاسیر)۔ نیز اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک نے اپنے علم کی بنا پر ان کو گمراہی کے اس گڑھے میں ڈال دیا کہ ایسے لوگ اپنے خبثِ باطن کی بنا پر اسی کے اہل تھے۔ سو ان لوگوں کی محرومی اس بنا پر نہیں کہ انکو علم کی روشنی

نہیں ملی تھی بلکہ انکی بدبختی کا اصل سبب یہ ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا انہوں نے اسکی قدر کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ اور انہی کو انہوں نے اپنا معبود بنالیا۔ اور انکی اس ضلالت پسندی کی سزا انکو یہ ملی کہ انکو انکی اپنی پسند کردہ گمراہی کے حوالے کردیا گیا اور انکو روشنی پانے کے بعد اندھیروں میں بھٹکتا چھوڑ دیا گیا۔ سو ایسوں سے کسی خیر کی کوئی توقع نہیں رکھی جاسکتی۔ یہ اپنے کیے کرائے کی دلدل میں خود پھنسے ہوئے ہیں۔ سو خواہش پرستی کا نتیجہ وانجام علم کے باوجود حق سے محرومی اور گمراہی ہے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۲۵ خواہشات کے پجاریوں کے دل ودماغ ماؤف، اور انکے کان آنکھ بند، والعیاذ باللہ: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ خواہشات نفس کے پجاریوں کے لیے قدرت کی طرف سے مہر جباریت کی سزا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ نے مہر کردی ہو اسکے کانوں اور اسکے دل پر، اور پردہ ڈال دیا ہو اسکی آنکھوں پر''۔ ان کے اپنے خبث باطن کی بناء پر جس کے نتیجے میں اب ان کو نہ راہ حق کو دیکھنا نصیب ہوسکتا ہے اور نہ حق بات سننا اور سوچنا۔ (المراغی وغیرہ)۔ والعیاذ باللہ۔ کہ اللہ پاک کا دستور اور اسکی سنت اور قانون یہی ہے کہ جو لوگ اسکی بخشی ہوئی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں انکو انکی نعمتوں سے محروم کردیا جاتا ہے۔ اس طرف سے ایسوں کو ڈھیل تو بیشک ملتی ہے لیکن بالآخر انکو اسی دستور و قانون خداوندی کے مطابق اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتنا ہی پڑتا ہے۔ اور بڑی ہولناک شکل میں بھگتنا پڑتا ہے۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ خواہشات نفس کی پیروی کرنے والوں کے قوائے علم و ادراک پر قدرت کی طرف سے آخر کار جباریت کی مہر کردی جاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ ادراک و فہم حق وحقیقت کی اہلیت وصلاحیت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اور وہ۔ ﴿ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ﴾۔ کا مصداق بن کر رہ جاتے ہیں۔ جو کہ خساروں کا خسارہ اور محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۲۶ خواہشات کے پجاریوں کو نور حق وہدایت نصیب نہیں ہوسکتا، والعیاذ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''پھر ایسوں کو کون ہدایت دے سکتا ہے اللہ کے بعد؟'' یعنی اللہ کے گمراہ کردینے کے بعد۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ پس استفہام یہاں پر انکاری ہے۔ یعنی ایسے شخص کو کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور یہ حق وہدایت کی روشنی اور دولت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجانا ہے جو کہ سب سے بڑی محرومی اور حقیقی معنوں میں خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو جنکے دلوں پر قانون قدرت کے مطابق مہر کردی جائے، انکے کانوں میں ڈاٹ لگادی جائے اور انکی آنکھوں پر پٹی باندھ دی جائے انکو ہدایت کے نور سے نوازنا کسی کے بس میں نہیں ہوسکتا۔ اور ایسوں کیلئے دائمی محرومی اور ہمیشہ کا خسارہ مقدر ہے۔ مقدر ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس سے ہدایت وضلالت کے بارے میں دستور الٰہی اور قانون خداوندی کو بیان فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ نور حق وہدایت کے طالب بننے کی بجائے اس سے منہ موڑتے اور اعراض وروگردانی برتتے ہیں وہ اس سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اور وہ۔ ﴿ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ﴾۔ کا مصداق بن کر رہ جاتے ہیں۔ اور ان کے قوائے علم وادراک ماؤف ومعطل ہوجاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے سلامت ومحفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ج

زندگی ہے اسی میں ہمارا مرنا اور جینا ہے، اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر یہی زمانہ، ۴۷

وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ج اِنْ هُمْ اِلَّا

حالانکہ ان کے پاس اس کا کوئی علم نہیں، ۴۸ یہ لوگ محض

۴۷ **دہریوں کی ایک منطق کا حوالہ وذکر:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ"۔ یعنی یہ سب کچھ زمانے کا چکر ہے اور بس۔ اسی لئے ایسے لوگ دہریے کہلاتے ہیں۔ اور زمانہ جاہلیت میں عربوں کا طریقہ تھا کہ ان کو جب کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچتی تو وہ زمانے ہی کو اسکا ذمہ دار اور اصل فاعل اور موثر سمجھ کر اس کو گالی دیتے اور کہتے- "یَا خَیْبَۃَ الدَّھْرِ"- اسی لئے حدیث میں زمانے کو گالی دینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرتِ نبی معصوم- علیہ الصلوۃ والسلام- نے ارشاد فرمایا- ﴿لَا تَسُبُّوْا الدَّھْرَ فَاِنَّ الدَّھْرَ ھُوَ اللّٰہُ﴾- یعنی یہ لوگ تو زمانے کو موثر حقیقی سمجھ کر گالی دیتے اور برا بھلا کہتے ہیں لیکن موثر حقیقی اصل میں زمانہ نہیں اللہ ہے- سبحانہ وتعالیٰ- پس زمانے کو گالی مت دو کہ یہ اصل اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اور اپنی اسی ٹیڑھی سوچ اور گمراہ کن منطق کی بنا پر یہ لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور بڑی رعونت کے ساتھ کہتے ہیں کہ زندگی تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے اور بس۔ اسی کے مزے سب کچھ ہیں۔ اس دنیاوی زندگی کے بعد نہ کوئی زندگی ہے نہ موت۔ اور جو لوگ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے اور حساب کتاب کے قصے بیان کرتے ہیں وہ سب ان لوگوں کی خام خیالی اور محض ڈھونس ہے۔ ایسا کچھ نہیں ہونے کا وغیرہ وغیرہ۔ سو دہریہ لوگوں کا یہی حال پہلے تھا اور یہی آج ہے- والعیاذ باللہ العظیم- اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ وضلال سے ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے آمین ثم آمین

۴۸ **منکرین کی باتیں بے بنیاد اور محض اٹکل پچو والعیاذ باللہ:** -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ ایسی باتیں کرتے اور کہتے ہیں حالانکہ انکے پاس اس سے متعلق کسی بھی طرح کا کوئی علم نہیں"۔ یعنی "من" یہاں پر استغراقیہ ہے۔ یعنی ان لوگوں کے پاس اپنے اس قول وقرار کے بارے میں خواہشاتِ نفس کی پیروی اور ظن وتخمین کے گھوڑے دوڑانے کے سوا کسی بھی قسم کا کوئی علم نہیں جس پر ان کی ایسی باتوں کی اساس وبنیاد ہو۔ اور ظاہر ہے کہ محض ظن وتخمین کی بنا پر ایسی باتیں کرنا حماقت وسفاہت کے سوا کچھ بھی نہیں- ﴿وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا﴾- بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے لوگ بغیر کسی علم کے محض اٹکل کے تیر چلا رہے ہیں"۔ انکا جی قیامت کو ماننا نہیں چاہتا کہ اس سے انکی عیش پرستیوں پر قدغن لگتی اور اس میں ان کیلئے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور اس طرح یہ لوگ ایک ایسی حقیقت کا انکار کر رہے ہیں جسکی شہادت انسان کی فطرت کے اندر موجود ہے۔ اور جس کی گواہی اس کائنات کا پورا نظام دے رہا ہے۔ اور جو اس جہانِ ہست وبود کے خالق کی قدرت، اسکی حکمت، اسکی رحمت وربوبیت اور اسکے عدل وانصاف کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر وہ ظہور میں نہ آئے تو یہ دنیا ایک بازیچۂ اطفال اور ایک کھلنڈرے کا کھیل بن کر رہ جاتی ہے- والعیاذ باللہ العظیم- حالانکہ یہ چیز حضرتِ خالق حکیم کی حکمت کے تقاضوں کے خلاف ہے کہ اس کا ہر کام کمالِ علم وحکمت ہی پر مبنی ہوتا ہے- سبحانہ وتعالیٰ-

يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُنَا بَيِّنَٰتٍ

ظن (وگمان) سے کام لیتے ہیں، (۲۴) اور جب ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ہماری کھلی کھلی آیتیں،

مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا ٱئْتُوا

تو ان کے پاس کوئی حجت اس کے سوا نہیں ہوتی کہ یہ کہتے ہیں کہ لے آؤ تم لوگ

بِـَٔابَآئِنَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ ٱللَّهُ

ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو، ف۴۹ (۲۵) (ان سے) کہو کہ اللہ ہی ہے

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ

جو تمہیں زندگی بخشتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہی جمع فرمائے گا تم سب کو قیامت

ٱلْقِيَٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ

کے اس دن جس میں کوئی شک نہیں ف۵۰ مگر اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ

جانتے نہیں، ف۵۱ (۲۶) اور اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی،

منکرین کے ایک قولِ باطل کا حوالہ وذکر:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب قیامت کے بارے میں ان لوگوں کو ہماری کھلی اور نہایت واضح اور روشن آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ لے آؤ ہمارے باپ دادا کو اگر تم لوگ سچے ہو"۔ یعنی وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہ جب تک قیامت کا وہ دن ہمارے مشاہدے میں نہیں آئے گا ہم نہیں مانیں گے۔ اور دورِ قدیم کی مادہ پرست ذہنیت کی یہی چھاپ آپ کو عصرِ حاضر کے بہت سے پڑھے لکھے برخود غلط لوگوں پر بھی پوری طرح عیاں نظر آئے گی کہ یہ لوگ بھی عالمِ غیب کی باتوں اور وہاں کے غیبی حقائق کا اپنی ان مادی اور مادہ پرست آنکھوں سے مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ ﴿تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ﴾۔ لیکن ایسے مادہ پرست لوگ یہ نہیں جانتے کہ عالمِ غیب اور عالمِ آخرت کے حقائق اس موجود و مشاہد دنیا سے یکسر مختلف ہیں۔ پھر ان غیبی امور کا اس جہانِ رنگ و بو میں دیکھنے کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ اور جب آخرت کے اس جہانِ غیب نے آنا ہی اس دنیا کے خاتمے کے بعد ہے تو پھر اسکو اس دنیا میں لا دکھانے کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ مگر یہ لوگ ہیں کہ اس طرح کی لچر اور بیہودہ باتوں کا سہارا لے کر حق کا راستہ روکنا چاہتے ہیں۔ اور اس قسم کی بے بنیاد باتوں کے سہارے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس طرح انہوں نے کوئی بڑا تیر مار دیا۔ اور اس کے نتیجے میں

یہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جس چیز سے قرآن دنیا کو ڈراتا اور خبر دار کرتا ہے اس سے ان کی جان چھوٹ گئی۔ اور یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اس طرح یہ ہلاکت و تباہی کے کس ہولناک ہاویے کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

۵۰ قرآن کا منکرین کو صاف اور دوٹوک جواب: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے کہو کہ اللہ ہی تم کو زندگی دیتا ہے۔ پھر وہی تم کو موت دیتا ہے۔ اور پھر اللہ ہی جمع کرلائے گا تم سب لوگوں کو قیامت کے دن"۔ یعنی تم سے یہ کس احمق نے کہا کہ عالمِ آخرت کی وہ زندگی ہمارے بس اور اختیار میں ہے جو تم ہم سے اس طرح کے مطالبے کرتے ہو کہ "لا دکھاؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو"۔ اور احیاء و اماتت کا یہ کام کسی انسان کے بس میں آخر ہو ہی کیسے سکتا ہے؟۔ نیز تم سے یہ کس نے کہا کہ آخرت کا وہ جہانِ نادیدہ اسی دنیائے ہست و بود میں بپا ہوگا؟ یہ سب کچھ تو ہماری اس دنیاوی زندگی کی طرح از اول تا آخر اللہ پاک ہی کے قبضہ قدرت و اختیار میں اور اسی کے احاطۂ علم میں ہے۔ اور اس کا ظہور و وقوع بھی دنیا کی زندگی کے خاتمے کے بعد ہوگا۔ اور اس کا صحیح اور پورا علم بھی اللہ پاک ہی کو ہے کہ یہ سب کچھ کب ہوگا۔ انبیاء و رسل تو وحی کی بنا پر صرف اس کی خبر دیتے ہیں کہ اس نے بہر حال واقع ہو کر رہنا ہے۔ اور تم لوگوں نے اپنے زندگی بھر کے اپنے کیے کرائے کا جواب دینا اور اس کا پھل پانا ہے اور بس۔ اس سے زیادہ نہ کچھ ان کے بس میں ہے اور نہ کبھی انہوں نے اس طرح کا کوئی دعویٰ ہی کیا ہے۔ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وسلامہ عَلَیْہِم اجمعین ۔ یہاں پر "یجمعکم" کے بعد "الی" کا صلہ اتصال اور تسلسل کو ظاہر کر رہا ہے۔ یعنی یہ جمع کرنا قیامت تک جاری رہے گا۔ قیامت سے پہلے نہ کسی کو اٹھایا جاتا ہے اور نہ ہی دینِ حق نے ایسی کوئی بات کہی ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کا مطالبہ بے معنیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بے پایاں اور حکمت بے نہایت کے مطابق ہر چیز کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔

۵۱ منکرین کے حال پر اظہارِ افسوس: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جس چیز سے ان لوگوں کو آگاہ اور خبر دار کیا جاتا ہے اس میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں"، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ اور اپنی جہالت اور بے علمی کی وجہ سے یہ لوگ بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ "اَلنَّاسُ اَعْدَاءُ لِمَا جَهِلُوْا"۔ سو جہالت اور نورِ علم سے محرومی خرابیوں کی خرابی اور منبع شر و فساد ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اور علم سے مراد ہے وہ علم جو انسانوں کو حق اور حقیقت کی روشنی سے آگاہ کرتا ہے۔ اور وہ علم صرف دینِ متین کا علم ہے جو اب قرآن و سنت کے ان دو عظیم الشان اور بے مثال مقدس ذخیروں کی صورت میں موجود ہے۔ اور جو قیامت تک آنے والی دنیا کی ہدایت و راہنمائی کیلئے کافی و وافی ہے۔ سو جو لوگ اس دینِ متین کی تعلیماتِ مقدسہ اور اسکے نورِ حق و ہدایت سے محروم ہیں وہ سراسر اندھیروں میں ہیں خواہ وہ دنیاوی اعتبار سے اور مادی ترقی کے لحاظ سے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائیں۔ نیز یہاں پر اس حقیقت کو بھی ایک مرتبہ پھر واضح فرما دیا گیا کہ لوگوں کی اکثریت جاہل اور نورِ علم سے محروم ہے۔ لہٰذا عوام کی اکثریت کو حق و باطل کا معیار نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بہر کیف اس ارشاد میں منکرین کے حال پر اظہارِ حسرت ہے کہ جس عظیم الشان حقیقت سے ان لوگوں کو آگاہ کیا جا رہا ہے اس میں کسی شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ یعنی وہ جانتے نہیں کہ اس عظیم الشان حقیقت کا انکار کر کے وہ اپنے لیے کس قدر ہولناک انجام کا سامان کر رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ سالم و محفوظ رکھے۔ آمین

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾

اور جس دن آ کھڑی ہوگی قیامت کی وہ (ہولناک) گھڑی تو سخت خسارے میں پڑ جائیں گے اس روز باطل پرست ۵۲ ﴿٢٧﴾

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً قف كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى

اس دن تم ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا دیکھو گے ہر گروہ کو پکارا جا رہا ہوگا اس کے اپنے نامہ اعمال کی طرف

اِلٰى كِتٰبِهَا ط اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾

(اور ان سے کہا جائے گا کہ) آج تمہیں پورا بدلہ دیا جائے گا تمہارے ان کاموں کا جو تم لوگ کرتے رہے تھے (اپنی دنیاوی زندگی

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّا

میں) ۵۳ ﴿٢٨﴾ یہ ہماری کتاب بول رہی ہے تم پر حق کے ساتھ بلاشبہ ہم

۵۲ باطل پرست سراسر خسارے میں - والعیاذ باللہ العظیم :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز باطل پرست سراسر خسارے میں ہونگے - والعیاذ باللہ - کہ اپنے سوءِ اختیار کی بنا پر وہ قبولِ حق کی استعداد اور اس کی فرصت کو ضائع کر کے ابدی نعمتوں کی بجائے دائمی عذاب کے مستحق بن چکے ہوں گے - والعیاذ باللہ - اور یہ خسارہ باطل پرستوں کو اگرچہ آج اور اس دنیا میں بھی اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے اور وہ برابر اسی میں غلطاں و پیچاں ہیں مگر آج ان کے دل و دماغ پر غفلت کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کی آنکھوں پر ہویٰ و ہوس کی ایسی سیاہ پٹی بندھی ہوئی ہے کہ یہ لوگ اصل حقیقت کے دیکھنے سمجھنے سے قاصر اور عاری ہیں - اور دین و وحی کی جو روشنی انسان کو اصل حقائق سے آگاہ و روشناس کرتی ہے اس سے انہوں نے منہ موڑا ہوا ہے - اور اپنی آنکھیں انہوں نے بند کر رکھی ہیں - مگر کل قیامت کے مشاہدے اور کشفِ حقائق کے اس جہاں میں جب یہ سارے پردے ہٹ جائیں گے اور ان کی آنکھیں پوری طرح کھل جائیں گی تو ان کا کفر و باطل اور خسارہ و نقصان اپنی اصل اور کامل شکل میں اور پوری طرح سب کے سامنے عیاں اور آشکارا ہو جائے گا - تب انکی حسرت و افسوس کا کوئی کنارہ نہیں ہوگا - مگر بے وقت کی اس حسرت و افسوس کا ان کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا -

۵۳ قیامت کے روز لوگوں کی بدحالی کی ایک تصویر کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس روز تم ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا دیکھو گے" - شدتِ ہول اور خوف کی بناء پر - ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ اُس وقت ہوگا جبکہ دوزخ کو ان کے سامنے لایا جائے گا اور اس کی چیخ و پکار اور دھاڑنے کی آوازیں سن کر ان کی حالت غیر ہو جائے گی - (ابن کثیر، صفوة وغیرہ) - اَللّٰهُمَّ اَعِذْنَا مِنْ كُلِّ نَوْعٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَالْفَزَعِ - "جثا الرجل" اُس وقت بولا جاتا ہے جب آدمی اپنے دونوں زانوؤں پر بیٹھا ہو - غلام، محکوم اور مجرم اپنے آقاؤں اور حاکموں کے حضور اپنا فیصلہ سننے کیلئے اسی طرح عاجزانہ اور بے کسانہ طور پر بیٹھا کرتے تھے - اسی لیے یہاں پر لوگوں کی یوم حشر کی عاجزانہ حالت کی تصویر کیلئے اس لفظ کو استعمال فرمایا گیا ہے - سو ارشاد

فرمایا گیا کہ "اس روز ہر گروہ اپنا فیصلہ سننے کیلئے اسی طرح دوزانو بیٹھا ہوگا۔" "کل امة" کے عموم سے واضح ہو جاتا ہے کہ مومن و کافر، اَبرار و فجار اس دن سب اکٹھے ہونگے۔ کوئی بھی اس حاضری سے مستثنیٰ نہیں ہوگا۔ "کتاب" کا لفظ یہاں پر دفترِ اعمال کے لیے استعمال فرمایا گیا ہے۔ سو اس دفتر میں تمام امتوں اور گروہوں کے اعمال کا ریکارڈ موجود ہوگا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس روز ہر گروہ اپنا فیصلہ سننے کے لیے دوزانو بیٹھا ہوگا اور ہر گروہ کو اس کے دفترِ اعمال کی طرف پکارا جائے گا"۔ اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الآخرۃ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ ہر قسم کے زیغ و ضلال سے محفوظ، اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۵۴ ہر انسان کے لیے اس کے اپنے ہی اعمال کا بدلہ: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کے روز ہر کسی کو اس کے اپنے ہی اعمال کا بدلہ ملے گا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "قیامت کے روز ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا تمہارے انہی کاموں کا جو تم لوگ خود کرتے رہے تھے" یعنی اپنی دنیاوی زندگی میں۔ اور بلا کم و کاست تمہارے وہ تمام اعمال تمہارے سامنے رکھے جا رہے ہیں جو تم زندگی بھر کرتے رہے تھے تاکہ تم زندگی بھر کی اپنی کمائی کا پورا صلہ اور پورا بدلہ پا سکو۔ بلاشبہ ہم لکھوا رہے تھے تمہارے وہ سب عمل جو تم لوگ اپنی دنیاوی زندگی میں کرتے رہے تھے۔ واضح رہے کہ لکھوانے سے مراد یہی نہیں کہ قلم کے ذریعے کاغذ پر لکھوا دیا جائے اور بس۔ یہ تو اس کی ایک اہم اور عام شکل ہے۔ اس لئے اس کو عموماً مراد لیا جاتا ہے۔ ورنہ لکھوانے سے اصل مراد اس کا محفوظ کرنا اور ریکارڈ تیار کرانا ہے جس کی کتنی ہی صورتیں آج انسان نے خود تیار کر لی ہیں۔ اور پتہ نہیں آئندہ اس میں کیا کچھ اضافے کئے جائیں گے۔ اور جب انسان اپنی مخلوقیت اور ہر طرح کی محدودیت کے باوجود اتنا کچھ کر سکتا ہے تو پھر حضرتِ خالق۔ جَلَّ مَجْدُهٗ۔ جس کی قدرت کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں اس نے اس بارے کیا کچھ کیا ہوگا۔ وہ کیا کچھ کر سکتا ہے۔ اور کیا کچھ کرے گا اس کا اندازہ کرنا بھی اس انسانِ ضعیف البنیان کے بس کا روگ نہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس نے اپنی قدرتِ بے پایاں اور حکمتِ بے نہایت سے ایسے ایسے انتظامات فرمائے ہیں کہ انسان کے صرف ظاہری اعمال ہی نہیں اس کی نیتیں اور ارادے تک محفوظ ہیں۔ اور انہی کی چھان پھٹک پر اس کی عدالت حق و انصاف میں ٹھیک ٹھیک عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے ہوں گے۔ ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾۔ (الطارق: ۹-۱۰)۔ کوئی چیز انسان کے عمل و کردار کی ایسی نہیں ہوگی جو محفوظ ہونے سے رہ گئی ہو۔ ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾۔ (قٓ: ۱۸)۔ پس نہ تو نیکی کرنے والے کے لئے اس طرح کی کسی فکر و اندیشہ کی کوئی ضرورت ہے کہ اس کا کوئی عمل محفوظ ہونے سے رہ جائے گا اور ضائع ہو جائے گا اور نہ برائی کرنے والے کے لئے اس طرح کے کسی اطمینان اور بے خوفی کی کوئی گنجائش ہے کہ وہ اپنے کئے کرائے کی سزا پانے اور کسی بھی عمل کے بھگتان کے بھگتنے سے بچ سکے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف انسان کا ہر عمل جو اس نے اپنی دنیاوی زندگی میں کیا ہوگا اسکی اس کتاب یعنی نامہ اعمال میں محفوظ ہوگا اور اپنے عمل ہی کا بدلہ اسکو ملے گا۔ اور جن لوگوں نے اپنے مشرکانہ ڈھکوسلوں اور اپنے خود ساختہ عقائد کے مصنوعی اور فرضی سہاروں کے اعتماد پر عمل کی کوئی پونجی جمع نہیں کی ہوگی ان کیلئے اس روز محرومی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اور یہی ہے سب سے بڑی محرومی جو کہ محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا

لکھوا لیا کرتے تھے وہ سب کچھ جو تم لوگ کر رہے تھے، ﴿۲۹﴾ پھر جو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ

لوگ ایمان لائے ہوں گے، اور انہوں نے (ایمان کے مطابق) نیک کام بھی کیے ہوں گے، تو ان کو داخل فرما دے گا

رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾

ان کا رب اپنی خاص رحمت میں، ف۵۵ یہی ہے کھلی (اور حقیقی) کامیابی، ف۵۶ ﴿۳۰﴾

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى

اور جو کفر ہی کرتے رہے ہوں گے تو (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا یہ حقیقت نہیں کہ میری آیتیں تم لوگوں کو پڑھ پڑھ کر

عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

سنائی جاتی تھیں، مگر تم لوگ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا (ان سے منہ موڑے ہوئے) تھے، اور تم لوگ مجرم بن کر ہی رہے؟ ف۵۷ ﴿۳۱﴾

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ

اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ یقینی طور پر سچا ہے، اور قیامت

۵۵ اہل ایمان کیلئے ایک عظیم الشان مژدۂ جانفزا کا ذکر و بیان: -سو اس سے اہلِ ایمان کے لیے رحمتِ خداوندی سے سرفرازی کے عظیم الشان مژدۂ جانفزا کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو لوگ ایمان لائے ہونگے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے ہونگے تو ان کو انکا رب اس روز داخل فرما دے گا اپنی خاص رحمت میں''۔ یعنی جنت میں جہاں اس واہبِ مطلق -جَلَّ وَعَلَا- کی رحمتِ کاملہ کا ظہور ہوگا۔ جیسا کہ حضرتِ نبی معصوم -علیہ الصلوۃ والسلام- سے حدیثِ صحیح میں مروی ومنقول ہے کہ اللہ پاک نے اپنی رحمت کو سو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے جن میں سے ایک حصہ اس نے دنیا میں اتارا ہے۔ اور دنیا میں جہاں بھی اور جس قدر بھی رحمت ہوئی یا ہوتی ہے یا آئندہ ہوگی وہ سب اسی سوویں حصے میں سے ہے۔ اور باقی تمام ننانوے حصوں کو اس نے آخرت اور جنت کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ سبحان اللہ! - جہاں سوویں حصے کی رحمت کا یہ عالم ہے کہ ساری مخلوق اس وحدہ لاشریک کی رحمت میں ڈوبی ہوئی ہے اور وہ اس سے طرح طرح سے اور بے حد وحساب شکلوں میں مستفید وفیضیاب ہو رہی ہے۔ اور خدا ہی جانے کتنے زمانوں سے مستفید وفیضیاب ہوتی

چلی آ رہی ہے اور کب تک مستفید ہوتی رہے گی تو پھر اس جہانِ رحمت کا کیا عالم ہوگا جہاں سو میں کے بقیہ پورے ننانوے حصے تقسیم ہوں گے۔ فَسُبْحَانَهٗ مِنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ كَرِيْمٍ۔ اسی لئے حضرت خالق۔ جَلَّ مَجْدُهٗ۔ نے جنت کو اپنی خاص رحمت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک نے جنت کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔ ''اَنْتِ رَحْمَتِيْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ''۔ (المراغی وغیرہ)۔ اللہ اپنے کرم سے ہم سب کو بھی نصیب فرما دے۔ آمین ثم آمین۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے ایمان اور عملِ صالح کی زندگی گزاری ہوگی انکو انکا رب اپنی اس خاص رحمت میں داخل فرمائے گا۔ لفظِ رحمت سے یہاں پر یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ انکو انکا رب وہاں پر صرف انکے اعمال ہی کا بدلہ نہیں دے گا بلکہ اپنی خاص رحمت سے بھی نوازے گا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس شرف سے مشرف فرمائے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۵۶ اصل اور حقیقی کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہی ہے کھلی ہوئی اور حقیقی کامیابی''۔ پس عقل مندی کا تقاضا اور اصل کام یہی ہے کہ انسان کی اصل فکر و کوشش اسی کے لئے ہو۔ نہ کہ دنیا کے حطامِ زائل اور متاعِ فانی کے لئے۔ جس کے لیے ابنائے دنیا دن رات ایک کیے ہوئے ہیں کہ اس میں نہ کمال ہے اور نہ دوام و بقا۔ ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾۔ کہ یہ کامیابی اصل اور حقیقی کامیابی بھی ہے اور دائمی اور ابدی بھی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ سو بڑے ہی خسارے میں ہیں وہ لوگ جو دنیائے فانی کے چند روزہ عیش کے پیچھے لگ کر اس فوزِ مبین اور ابدی بادشاہی سے سرفرازی کا موقع ضائع کر رہے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ بہر کیف پہلے ارشاد فرمایا گیا کہ اس یومِ عظیم میں ہر گروہ کو اس کے ریکارڈ سے آگاہ کیا جائے گا اور اس کے بعد اب ہر گروہ کے انجام اور اس کے نتیجہ و ثمرۂ عمل کو بیان فرمایا جا رہا ہے۔ اور اس سلسلے میں پہلے اہلِ ایمان کا انجام بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کو ان کا رب ان کے ایمان اور عملِ صالح کے نتیجے میں اپنی خاص رحمت میں داخل فرمائے گا اور اس کے بعد ان بدبختوں کے انجام کا ذکر فرمایا گیا جنہوں نے راہِ حق و ہدایت سے منہ موڑ کر اپنی اس حقیقی کامیابی اور ابدی بادشاہی کو گنوا دیا ہوگا۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین،

۵۷ منکرین کی تذلیل و تحقیر کا ایک منظر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کفار و منکرین سے کہا جائے گا کہ کیا تم لوگوں کو میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟''۔ مگر تم لوگوں نے اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں ان سے منہ موڑا اور تم لوگ مجرم ہی بنے رہے اور تم نے حق کو قبول کر کے نہ دیا۔ سو اب چکھو مزہ اپنے اس کفر و انکار اور استکبار کا جس کو تم نے زندگی بھر اپنائے رکھا کہ یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا دھرا اور کیا کرایا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو استکبار یعنی اپنی بڑائی کا زعم اور گھمنڈ باعثِ محرومی و ہلاکت ہے کہ اس کی بنا پر انسان حق اور حقیقت کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ سو انسان کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ حق کے آگے جھک جائے اور اس کو صدقِ دل سے اپنا لے اور اسی کے مطابق اپنی زندگی گزارے، وباللہ التوفیق لما یحبُّ ویرید، وعلی ما یحبُّ ویرید بکلِّ حالٍ مِّن الاحوال

لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ

کے بارہ میں کسی شک کی گنجائش نہیں، تو تم لوگ کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہوتی ہے، ۵۸

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾

ہم تو محض ایک گمان سا رکھتے ہیں (اس کا کوئی) یقین ہم کو بہرحال نہیں، ۵۹ ﴿۳۲﴾

وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا

اس وقت کھل جائیں گی ان کے سامنے ان کے اعمال کی برائیاں، اور گھیر کر رہے گی ان کو وہ آفت جس کا وہ

كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰىكُمْ

مذاق اڑایا کرتے تھے، ﴿۳۳﴾ اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں

كَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ

جیسا کہ تم نے (دنیا میں) بھلا دیا تھا اپنے اس دن کی (حاضری و) پیشی کو، ۶۱ اب تمہارا ٹھکانا (دوزخ کی دہکتی بھڑکتی) یہ آگ ہے،

۵۸ انکارِ قیامت سب سے بڑی محرومی اور بدبختی، والعیاذ باللہ: ۔سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کا انکار سب سے بڑی بدبختی اور محرومی ہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب تم لوگوں سے کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ قطعی طور پر حق ہے اور قیامت کے بارے میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں تو تم کہتے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے"۔ اور یہ تمہارے اس تکبر و سرکشی کا ایک نمونہ تھا جس نے تم کو حق کی دولت اور ہدایت کی روشنی سے محروم رکھا ۔ والعیاذ باللہ ۔ سو یہ انکے اس استکبار ہی کا نتیجہ اور اسکا شاخسانہ تھا کہ دنیا میں جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ قطعی طور پر حق اور سچ ہے تو یہ اپنے متکبرانہ انداز میں سر جھٹک کر کہہ دیتے کہ "ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟" اور اس طرح یہ لوگ سنی ان سنی کر دیتے۔ جس کی وجہ سے یہ دنیا و آخرت کے خسارے میں مبتلا ہو گیے اور ۔﴿ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ﴾۔ کا مصداق بن کر رہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ سو استکبار یعنی اپنی بڑائی کا گھمنڈ باعث محرومی ہے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین و اکرم الاکرمین

۵۹ عقیدۂ آخرت کے بارے میں محض ظن وگمان کافی نہیں: ۔سو اس ارشاد سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عقیدۂ آخرت کے بارے میں یقین کی ضرورت ہے محض ظن کافی نہیں۔ کیونکہ محض ظن وگمان تو منکرین کو بھی حاصل تھا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ عقیدۂ آخرت کے بارے میں پختہ ایمان و یقین کی ضرورت ہے۔ محض ظن وگمان سے کام نہیں چلے گا ۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا وَیَقِیْنًا بِکَ وَبِمَا اَنْزَلْتَ وَبِرَسُوْلِکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ ۔ سو محض ظن وگمان تو آخرت کے بارے میں منکرین

بھی اپنے دل میں رکھتے تھے مگر انکا مطالبہ یہ تھا کہ جب انکو پورا یقین ہو جائے گا وہ تب مانیں گے۔ اور یقین کے لیے ان کا مطالبہ یہ تھا۔ ﴿اِیۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴾۔ (الجاثیۃ: ۲۵)۔ یعنی "ہمارے پاس ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو"۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک انہونی بات اور احمقانہ مطالبہ تھا جو عقل اور نقل دونوں کے تقاضوں کے خلاف تھا اور ہے کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ انسان صرف اسی چیز کو مانے جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اور جس کو وہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے اس کو نہ مانے۔ خواہ اس کے لیے عقل و نقل کے کتنے ہی دلائل کیوں نہ ہوں۔ تو پھر انسان اور ایک حیوان کے درمیان کیا فرق باقی رہ جاتا ہے کہ حیوان بھی وہیں منہ مارتا ہے جہاں اس کو سبز چارہ نظر آتا ہے اور جہاں سبزہ نہ ہو وہاں سے وہ منہ اٹھا کر چل دیتا ہے۔ اور جوہر عقل رکھنے کے باوجود انسان کا حیوان بن جانا سب سے بڑی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۲۵ بدعملیوں کے نتائج بد کا ظہور آخرت میں: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ بدعملوں کی بدعملیوں کے نتائج آخرت میں ہی ظاہر ہونگے۔ تب ایسے لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی۔ سو وہاں انکے برے اعمال کی وہ برائیاں کھل کر اور اپنی اصل شکل میں انکے سامنے آجائیں گی جو دنیا میں ان کو نظر نہیں آرہی تھیں کہ ابتلا و آزمائش کے تقاضوں کی بنا پر دنیا میں ان پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ سو دنیا میں انسان جو جو عقلی اور اخلاقی جرائم کرتا ہے انکے اصل اور حقیقی نتائج اسکے سامنے نہیں آتے۔ اس لیے وہ ان پر دلیر ہو کر انکے وقتی فائدوں اور عارضی لذتوں میں ایسا کھو جاتا ہے کہ کسی ناصح کی نصیحت قبول کرنے کی بجائے الٹا اپنے ایسے سچے خیر خواہوں کو بیوقوف سمجھنے اور انکا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ لیکن کل قیامت کے اس یوم حساب میں جو کہ کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کا دن ہوگا جب اللہ پاک کے حکم و ارشاد سے اعمال سے پردہ اٹھا دیا جائے گا اور انکے حقیقی نتائج اپنی اصل شکل میں اس طرح سامنے آجائیں گے کہ اندھے سے اندھا انسان بھی انکو خود دیکھ لے گا، تب اس کے سامنے واضح ہو جائے گا کہ جو انبیاء و رسل انکو انکے اعمال کے ان برے انجام سے خبردار کیا کرتے تھے وہ کتنے سچے اور کس قدر انکے خیر خواہ تھے۔ مگر اس وقت حسرت کے سوا انکے پاس کچھ نہ ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ بری روش اور برے انجام سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۲۶ آخرت فراموشی کا نتیجہ و انجام نہایت ہی ہولناک۔ والعیاذ باللہ العظیم: ۔ سو اس سے آخرت کے یومِ حساب کو فراموش کر دینے کا ایک نہایت ہی ہولناک نتیجہ و انجام بیان فرمایا گیا ہے۔ سو ارشاد فرمایا جائے گا کہ سو جس طرح تم لوگ دنیاوی مشاغل اور اس کی فانی لذتوں میں کھو کر اپنے اس عظیم الشان اور ہولناک دن کو بھلا چکے تھے اب تم کو بھلا دیا جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اور بھلا دینے سے مراد انکو نظر انداز کر دینا ہے۔ سو ایسے بدبختوں کو وہاں پر پہلے ہی مرحلے میں خبردار کر دیا جائے گا کہ جس طرح تم لوگوں نے دنیا میں انبیاء و رسل اور اللہ کے نیک بندوں کو اور انکے اِنذار کو نظر انداز کیے رکھا، اسی طرح اب تم کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ سو آخرت کو فراموش کرنے کا یہ نہایت ہی ہولناک انجام ہوگا۔ سو اس روز ایسے بدبختوں سے صاف طور پر کہہ دیا جائے گا کہ دنیا میں تم لوگوں نے اپنے اس یومِ عظیم کو بھلا دیا تھا اور تم نے اس کے تقاضوں کو پسِ پشت ڈال کر سنی ان سنی کر دی تھی۔ سو اس کے نتیجے میں اب ہم تم کو نظر انداز کیے دیتے ہیں۔ سو اب تم کتنا ہی چیخو چلاؤ تمہاری کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔ اور اب تم لوگوں نے ہمیشہ اسی ہولناک عذاب میں رہنا ہے اس سے نکلنے کی اب تمہارے لئے کوئی صورت ممکن نہیں سو یہی ہے خساروں کا خسارہ، جس جیسا دوسرا کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا۔ والعیاذ باللہ العظیم

وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ

اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے ف۶۲ ﴿۳۴﴾ یہ اس لئے کہ تم لوگوں نے اللہ کی آیتوں کو

اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ

مذاق بنالیا تھا ف۶۳ اور تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا دنیاوی زندگی (اور اس کی چمک دمک) نے ف۶۴

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

سو اب نہ تو ان لوگوں کو نکالا جائے گا اس (آگ) سے اور نہ ہی ان سے کوئی توبہ طلب کی جائے گی ف۶۵ ﴿۳۵﴾

۶۲ منکروں کا ٹھکانا دوزخ - والعیاذ باللہ العظیم :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان سے کہا جائے گا کہ اب تم سب لوگوں کا ٹھکانہ - اے منکرو! - دوزخ ہے۔ اور تمہارا کوئی مددگار نہیں '' جو تمہیں چھڑا اور بچا سکے اور اس مشکل وقت میں تمہارے کچھ کام آسکے۔ ''من '' یہاں پر استغراقیہ ہے جو عموم و استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی اب تمہارے لئے یہاں کسی بھی طرح کا کوئی یار و مددگار نہیں۔ کیونکہ جو فرضی اور من گھڑت سفارشی اور مددگار تم لوگوں نے بنا رکھے تھے وہ سب بے اصل اور بے حقیقت تھے۔ ان کے کام آنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ اور جو حقیقی معنوں میں سب کا ولی و کارساز ہے اس سے تم نے تعلق رکھا ہی نہیں تھا۔ تو ایسے میں تمہارا کوئی یار و مددگار کہاں سے اور کیسے ہو سکتا ہے؟ - ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ - (ہود:۲۱) - اَللّٰھُمَّ فَکُنْ لَنَا وَاجْعَلْنَا لَکَ وَاھْدِنَا وَاھْدِ بِنَا وَخُذْ بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ حُبُّکَ وَالرِّضَا - بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں پر ایسے بدبختوں سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم لوگوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں اپنے اس یومِ حساب کو اور اسکے تقاضوں کو فراموش اور نظر انداز کیے رکھا تھا اسی طرح اب تم لوگوں کو فراموش اور نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اب تم دوزخ کے اس ہاوئے میں پڑے رہو۔ یہی ٹھکانا ہے تم سب کا۔ یہاں تم جتنا بھی چیخو چلاؤ تمہاری کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔ اور اپنی جس جمعیت اور اکثریت اور اپنے خود ساختہ معبودوں اور من گھڑت حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں پر تم لوگوں کو دنیا میں بڑا زعم اور گھمنڈ تھا ان میں سے کوئی بھی تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کر سکے گا - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین

۶۳ اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑانا باعث ہلاکت و تباہی - والعیاذ باللہ العظیم :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان بدبختوں سے کہا جائے گا کہ یہ اس لیے کہ تم لوگوں نے مذاق اڑایا اللہ کی آیتوں کا۔ سو اللہ پاک کی آیتوں کا مذاق اڑانا وہ بدترین کفر ہے جو انسان کو حق و ہدایت کی دولت سے محروم کر دیتا ہے - وَالْعِیَاذُ بِاللہِ الْعَظِیْم - سو جب تم لوگوں کو تمہارے اس ہولناک دن کی ہولنا کی اور اسکے تقاضوں کے متعلق اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتیں تو تم انکا مذاق اڑاتے۔ اور تم وہاں سے اس طرح پیٹھ پھیر کر چل دیتے کہ گویا کہ تم نے سنا ہی نہیں۔ سو اب چکھو مزہ اپنے اس استہزاء و

مذاق کا - والعیاذُ باللہ العظیم - سو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مذاق اڑانا محرومیوں کی محرومی اور باعثِ ہلاکت وتباہی ہے۔ مگر افسوس کہ دنیا میں اس ہولناک جرم کا ارتکاب ہمیشہ کیا گیا۔ منکرین کا رویہ و وطیرہ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ بلکہ اب تو اس کے لیے نت نیے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں اور شیطان ان کو نت نئی پٹیاں پڑھاتا ہے - والعیاذُ باللہ العظیم - اللہ ہمیشہ، ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے - آمین ثم آمین یارب العالمین

۶۴ حیاتِ دنیا کی دھوکہ دہی کا ذکر وبیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان بدبختوں سے مزید کہا جائے گا کہ تم لوگوں کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا دنیاوی زندگی نے۔ اسکی چمک دمک اور ریل پیل پر تم لوگ ریجھ گئے تھے۔ اور تم نے اسی کو مقصود بنالیا تھا۔ اور اسی کو سب کچھ سمجھ رکھا تھا۔ اور تمہاری ساری تگ ودو اسی کے لئے ہوتی تھی - والعیاذُ باللہ العظیم - اور تم نے اسکی بنا پر یہ سمجھ رکھا تھا کہ تم ٹھیک ہو اور تمہارے طریقے میں کوئی خرابی ہی نہیں۔ ورنہ تم کو یہ دنیا کیوں ملتی؟ اور اسی بنا پر تم لوگ حق اور اہلِ حق کی بات کو سننے ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے تھے۔ اور اپنی دنیاوی رفاہیت وخوشحالی سے تم لوگ یہ نتیجہ نکالتے تھے کہ جو کچھ تم لوگ کہتے اور کرتے ہو وہی ٹھیک ہے۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہوتی تو تم کو یہ سب کچھ کیوں ملتا اور اسی غرور میں مبتلا ہو کر تم لوگ حق اور اہلِ حق کا مذاق اڑاتے اور تم ان کو طعنے دیتے تھے کہ اگر تم سچے ہوتے تو تم کو دنیاوی عیش وعشرت اور رفاہیت وخوشحالی کا یہ سامان کیوں نہ ملتا جو ہمیں ملا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ سو اب تم اپنے اس کئے کرائے کا مزہ چکھو اور ہمیشہ کیلئے چکھتے ہی رہو۔ والعیاذُ باللہ جَلَّ وَعَلَا بکل حالٍ مِّن الاحوال

۶۵ منکرین کے لیے دوزخ کا دائمی عذاب - والعیاذُ باللہ العظیم:- سو ان کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا گیا کہ "اب نہ تو انکو وہاں سے نکالا جائے گا اور نہ ہی ان سے توبہ طلب کی جائے گی"۔ نہ وہاں پر اور نہ اس دنیا میں دوبارہ بھیج کر۔ کیونکہ توبہ وعمل کا وقت گزر چکا ہوگا۔ سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حیاتِ دنیا کی یہ فرصت جو آج ہمیں میسر ہے قدرت کی کس قدر عظیم الشان نعمت ہے کہ اس میں اپنی آخرت کو بنانے سنوارنے اور اس کے لئے کمائی کرنے، نیز اپنے گناہوں کو معاف کرانے اور توبہ واستغفار کرنے کا ہر موقع آج ہمیں حاصل ومیسر ہے۔ جبکہ کل قیامت وآخرت کے اس جہاں میں ہزار تمنا وآرزو کے باوجود اس کے لئے کسی موقع کے ملنے اور میسر آنے کا کوئی سوال نہیں ہوگا - اللہ تعالیٰ حیاتِ دنیا کی اس فرصتِ مستعار کی قدر وقیمت کو پہچاننے کی اور اس کے ایک ایک لمحے کو اپنی رضا میں صرف کرنے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین۔ یہاں پر اندازِ کلام کی یہ تبدیلی بھی ملاحظہ ہو کہ آیتِ کریمہ کے شروع میں تو مخاطب کے صیغے استعمال فرمائے گئے اور اب آخر میں یہ غیب کا صیغہ ہے۔ گویا کہ نظر انداز کرنے کی جو دھمکی انکو دی گئی تھی اس پر اب عمل شروع ہوگیا ہے۔ اور اب یہ لوگ اس قابل ہی نہیں رہے کہ ان سے خطاب کیا جائے۔ لہذا اب انکو یہ بات غیب کے صیغے سے فرمائی جارہی ہے - والعیاذُ باللہ العظیم من کل سوء وخزی وحرمان - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے اور ہمیشہ اور ہر حال میں، اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ

بس تعریف سب کی سب اللہ ہی کے لئے ہے، جو مالک ہے آسمانوں اور زمین (کی اس ساری کائنات) کا، جو پروردگار

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

سارے جہانوں کا، ۶۶ ﴿۳۶﴾ اور اسی کے لئے ہے بڑائی آسمانوں اور زمین

الْاَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

(کی اس پوری کائنات) میں، ۶۷ اور وہی ہے سب پر غالب، نہایت ہی حکمتوں والا، ۶۸ ﴿۳۷﴾

۶۶ ہر تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے - سبحانہ وتعالیٰ: - سو آخر میں ساری بحث کا خلاصہ سامنے رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "تعریف سب کی سب اللہ ہی کیلئے ہے"۔ کہ ہر خوبی و کمال کا مالک وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور مخلوق میں سے جس کسی کو بھی کوئی خوبی و کمال حاصل ہے وہ اسی کی بخشش وعطا سے ہے - سبحانہ وتعالیٰ - ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ - (النحل: ۵۳)۔ یعنی "تم کو جو بھی کوئی نعمت حاصل ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے"۔ اس لئے تم بھی اے انسانو اسی کی اور صرف اسی وحدہ لاشریک کی تعریف وتوصیف سے رطب اللسان رہو۔ یہی وجہ ہے کہ مومن کی زبان پر ہر وقت "الحمد للہ" ہی کی صدا و پکار ہوتی ہے - فَلَكَ الْحَمْدُ يَا رَبِّيْ حَمْدًا يَّلِيْقُ بِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ - سو اس ارشاد سے اس بحث کے آخر میں یہ سارا خلاصہ سامنے رکھ دیا گیا کہ جب یہ سارے حقائق واضح ہیں اور ان سب سے اللہ تعالیٰ ہی کی عظمت شان آشکارا ہوتی ہے تو اس سے یہ امر واضح اور پکا ہو گیا کہ سب تعریفیں بھی اللہ وحدہ لاشریک ہی کیلئے ہیں جو کہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اور جو کہ رب ہے سب جہانوں کا - فالحمد للہ رب العالمین - سو جب آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات کا خالق اور مالک وہی وحدہ لاشریک ہے، اور اس میں حکم وتصرف بھی اسی کا چلتا ہے، تو پھر اس کے سوا اور معبود گھڑنے اور ارباب بنانے کی آخر کیا تک ہو سکتی ہے؟ سو ایسا کرنا نری حماقت اور کھلی جہالت ہے - والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے - اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۶۷ عظمت وکبریائی اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے اسلوب و انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ "اسی کیلئے ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں"۔ سو یہاں پر حصر کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ کبریائی اسی کا اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ پس تم بھی ہمیشہ اس کی عظمت وکبریائی کے ترانے گایا کرو۔ اور حدیث قدسی میں فرمایا گیا کہ اللہ پاک فرماتا ہے "کبریائی میری چادر ہے اور عظمت وبڑائی میری ازار۔ پس جس نے ان دونوں میں سے کسی ایک میں بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو میں اسے دوزخ کی آگ میں پھینک دوں گا" - "اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَلْقَيْتُهٗ فِي النَّارِ" - (اخرجہ الامام احمدؒ ومسلمؒ وابوداؤدؒ وابن ماجہؒ وغیرہ)۔ سو جب زمین وآسمان کی اس ساری کائنات کا خالق و مالک بھی وہی وحدہ لاشریک ہے تو عظمت وکبریائی بھی اسی کا حق ہے - سبحانہ وتعالیٰ - کسی اور کے لیے عظمت وکبریائی کی کوئی

گنجائش آخر کہاں سے اور کیسے نکل سکتی ہے؟ پس عظمت و کبریائی کا اصل حقدار وہی وحدہ لاشریک ہے- سبحانہ وتعالیٰ-

۶۸ **اللہ تعالیٰ کی صفت عزت وحکمت کا ذکر و بیان**:- سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ ہی سب پر غالب نہایت ہی حکمت والا ہے- سو ارشاد فرمایا گیا اور حسبِ سابق حصر و قصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی ہے سب پر غالب نہایت ہی حکمت والا"- چونکہ وہ سب پر غالب ہے اس لئے جو چاہے کرسکتا ہے- کوئی اس کے آگے رکاوٹ نہیں بن سکتا- مگر چونکہ وہ انتہائی حکمت والا بھی ہے، اس لئے وہ جو بھی کچھ کرتا ہے نہایت ہی حکمت کے ساتھ کرتا ہے- جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ -اور جب یہ صفت اور شان اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی نہ ہے نہ ہوسکتی ہے تو پھر معبودِ برحق بھی اس کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا- سبحانہ وتعالیٰ- پس ہر طرح کی عبادت و بندگی بھی اسی کا اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے- پس اس نے اپنی حکمتِ کاملہ اور رحمتِ شاملہ کی بنا پر جو سرکشوں کو مہلت دے رکھی ہے اس سے کسی کو کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ اس عزیز و حکیم کی گرفت بھی بہت سخت ہے- سبحانہ وتعالیٰ- والعیاذ باللہ العظیم- نیز اس سے یہ امر بھی واضح ہوجاتا ہے کہ جو صدقِ دل سے اس کا بن گیا وہ سچی اور حقیقی عزت وحکمت سے سرفراز و مالا مال ہوگیا اور جس نے اس سے منہ موڑا اور بے رخی و روگردانی برتی وہ بہرحال سچی اور حقیقی عزت وحکمت سے محروم ہوگیا، خواہ دنیاوی اعتبار سے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اور ابنائے دنیا اس کو کیا ہی سمجھتے اور مانتے کیوں نہ ہوں- والعیاذ باللہ العظیم-

---

☆—— تکمیل نظر ثانی، ۲۱ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۹۸ء بروز اتوار، بوقت پونے دس بجے صبح شارع طارق بن زیاد منطقہ ام ہریر، بردبی، متحدہ عرب امارات، والحمد للہ ربّ العالمین بکل حالٍ من الاحوال، فالہ لاتتم الصالحات الا بتوفیقٍ منہ جل وعلا، وَھُوَ العزیزُ الوَھاب جَلّ جلالہ وعمّ نوالہ،

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۶ صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۹۹ء بروز جمعہ بوقت پونے تین بجے شام سطوہ دبی والحمد للہ ربّ العالمین بِکُلِّ حَالٍ مِّن الاحوال، وفی کل مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ،

☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۳ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق 11 دسمبر 1999ء بروز ہفتہ سوا سات بجے صبح سطوہ دبی والحمد للہ ربّ العالمین، فانہ ہو المستعان، وعلیہ التکلان فی کل حینٍ وّ ان

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۸ رجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۴ ستمبر بروز پیر بوقت سوا پانچ بجے شام سطوہ دبی، والحمد للہ ربّ العالمین، فی کُلِّ زمانٍ وّ مکان، وفی کُلِّ حِیْنٍ مِّن الاحیان

☆—— تکمیل چوتھی ریڈنگ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۴ مطابق ۱۳ مئی ۲۰۰۳ء بروز منگل بوقت پونے ایک بجے دن (بُعَیْدَ اذان الظہر و قُبَیْلَ الصلاۃ) مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان- والحمد للہ رب العالمین- فہو الاھل للحمد فی الاولیٰ والآخرۃ جَلّ وعلا،

☆—— اَللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touch) ۹ محرم الحرام ۱۴۲۵ ہجری مطابق ۲۸ فروری ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ بوقت پونے چھ بجے شام قُبَیْلَ اذان المغرب، مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان- والحمد للہ رب العالمین- فَہُوَ المحمود ازلاً وّ ابداً جَلّ وعلا،

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

عُمدۃ البیان فی تفسیر القرآن

المعروف **تفسیر المدنی** (الکبیر)

جلد نمبر ۱

(از قلم حقیقت رقم)

شیخ التفسیر حضرت مولانا ابو طاہر محمد اسحاق خان صاحب المدنی

(حَفِظَهُ اللّٰهُ وَرَعَاهُ وَتَقَبَّلَ مَسَاعِيهِ وَجَعَلَ أُخْرَاهُ خَيْرًا مِّنْ أُولَاهُ)

دار العلوم الاسلامیہ کشمیر الحرۃ

پلندری، ضلع سدھنوتی

آزاد کشمیر پاکستان